فقہ حنفی کی عالم بنانے والی کتاب



فیضانِ شریعت

شرح بہارِ شریعت

1-2

مصنف: حضرت مولانا محمد امجد علی رحمۃ اللہ علیہ
اعظمی رضوی سنی حنفی، قادری، برکاتی

شارح: علامہ ابوتراب محمد ناصر الدین ناصر المدنی عطاری

پروگریسو بکس

فقہ حنفی کی عالم بنانے والی کتاب

فیضانِ شریعت

جلد اوّل

شرح

بہارِ شریعت

مصنف

حضرت مولانا محمد امجد علی رحمۃ اللہ علیہ
اعظمی رضوی سنی حنفی قادری برکاتی

شارح

علامہ ابوتراب محمد ناصر الدین ناصر المدنی عطاری

پروگریسو بکس
یوسف مارکیٹ ○ غزنی سٹریٹ
اردو بازار ○ لاہور
فون 042-37124354 فیکس 042-37352795

فیضانِ شریعت

شرح

بہارِ شریعت

مصنف
حضرت مولانا محمد امجد علی علیہ الرحمۃ
اعظمی رضوی

شارح
مولانا ابو... محمد ناصر الدین ناصر مدنی

جلد اول

بار اول	مئی 2017
پرنٹرز	آر۔آر پرنٹرز
سرورق	النافع گرافکس
تعداد	600/-
ناشر	چوہدری غلام رسول۔میاں جواد رسول میاں شہزاد رسول
قیمت	=/ روپے

ملنے کے پتے

ملت پبلی کیشنز
فیصل مسجد اسلام آباد Ph: 051-2254111
E-mail: millat_publication@yahoo.com

اسلام بک ڈپو
۱۲۔گنج بخش روڈ لاہور فون 042-37112941 0323-8836776

شوروم ملت پبلی کیشنز دوکان نمبر 5- مکہ سنٹر نیو اردو بازار لاہور 0321-4146464
Ph: 042-37239201 Fax: 042-37239200

پروگریسو بکس
یوسف مارکیٹ ۰ غزنی سٹریٹ
اردو بازار ۰ لاہور
فون 042-37124354 فیکس 042-37352795

فہرست

عقائد متعلقہ ذات و صفاتِ الٰہی جَلّ جلالہٗ

عقائد متعلقہ نبوت

ملائکہ کا بیان

جِنّ کا بیان

عالمِ برزخ کا بیان

معاد و حشر کا بیان

جنّت کا بیان

دوزخ کا بیان

امامت کا بیان

ولایت کا بیان

❁❁❁❁❁

انتساب

میں اپنی اس ادنیٰ سی خدمتِ دین کو اپنے پیارے ''باپا'' کے نام کرتا ہوں جن کی مُخلصانہ شفقتوں کے باعث مجھ جیسے نجانے کتنے بھٹکے ہوؤں کو ہدایت نصیب ہوئی۔ کتنے گمراہوں کو راہِ حق ملی۔ جن کی بے مثال تعلیم وتربیت نے مجھ جیسے نجانے کتنوں کو خوابِ غفلت سے جگا کر کچھ کر گزرنے کے لائق بنایا۔ جہالت کے اندھیروں سے نکال کر علم کے اجالے میں کچھ پڑھنے لکھنے کے قابل بنایا۔

اللہ عزوجل سے دعا ہے کہ پیارے ''باپا'' کی مخلصانہ شفقتوں کا سایہ تادیر ہمارے سروں پر قائم ودائم فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم!

خاکپائے امیر اہلسنت دامت برکاتہم العالیہ

ابوتراب ناصر الدین ناصر مدنی

❁❁❁❁❁

عرضِ ناشر

الحمد للہ کہ ادارہ پروگریسو بکس کے قیام سے لے کر اب تک ہم کارپردازان ادارہ ہمت وقت اور ہر آن اسی کوشش میں مصروف رہتے ہیں کہ اس ادارے سے مذہبیات اور ادبیات پر بہترین کتب اپنے کرم فرما حضرات کی خدمت میں پیش کی جائیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہِ رحمت اور قارئین کرام کے تعاون سے ہم آج تک اسی نصب العین کی تکمیل میں مشغول ومصروف رہے ہیں اور اب تک ہم نے اپنی جو مطبوعات آپ کی خدمت میں پیش کی ہیں، ان کی پسندیدگی اور قبولیت نے اس راہ میں ہمیں اور زیادہ سرگرم عمل بنادیا ہے اور اب تک دینی کتب کے اصل متون یا ان کے تراجم کو موجودہ نسل کی رہنمائی کے لیے پیش کرنا ہی ہمارا مقصود اور نصب العین بن گیا ہے۔ انشاء اللہ! ہم اس راہ میں اور زیادہ سرگرمی سے اپنے قدم اُٹھائیں گے۔ آفتابِ رسالت سے اقتباس شدہ ہدایت کا ذریعہ آیاتِ قرآنی اور احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ پھر فکرِ آخرت کا یہ تقاضا ہے کہ انسان ایسے عقائد وخیالات اور اعمال کو اپنائے جن پر اللہ تعالیٰ ناراض نہ ہو بلکہ راضی ہو اور یہ ان بارگاہِ رسالت کی رہنمائی کے بغیر ممکن نہیں۔

اسی بات کو ملحوظِ خاطر رکھتے ہوئے آپ کا ادارہ پروگریسو بکس نے انسانیت کی فلاح وبہبود کے لیے بہت سی نادر کتابیں شائع کی ہیں، جیسے صحیح ابن حبان، صحیح ابن خزیمہ، مسند حمیدی، سنن ابوداؤد شریف، مؤطا امام مالک، مؤطا امام محمد، شرح مسند امام اعظم، معجم الکبیر للطبرانی، معجم الاوسط للطبرانی، شرح المعجم الصغیر للطبرانی، ریاض الصالحین (ترجمہ)، احیاء العلوم، تاریخ الخلفاء، شرح ریاض الصالحین اور دیگر ادارہ خریدار حضرات کی ڈیمانڈ پوری کرنے میں مصروفِ عمل ہے۔

اسی حوصلہ افزائی کا نتیجہ ہے کہ ہم "**شرح بہار شریعت**" اپنے کرم فرماؤں کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں۔
اس عظیم کتاب کی شرح کی خدمت کو سرانجام دینے والے علامہ ابوتراب محمد ناصر الدین ناصر المدنی عطاری ہیں۔ انشاء اللہ یہ سلسلہ آگے جاری رہے گا۔ ہم نے اپنی مطبوعات کو حسن صوری سے آراستہ پیراستہ کرنے میں کبھی کوتاہی سے کام نہیں لیا ہے، جس قدر بھی ممکن ہوسکا اور جماعتی حسن سے اپنے کرم فرماؤں کی خدمت میں پیش کیا ہے اور آپ نے ہماری اس کوشش کو سراہا ہے۔ اسی نصب العین کے تحت پیش نظر کتاب "شرح بہار شریعت" کو بھی بھرپور طریقے سے حسن معنوی کی طرح حسن ظاہری سے آراستہ کرنے میں بے اعتنائی نہیں برتی ہے۔ اُمید ہے کہ یہ گراں مایہ کتاب ہماری دیگر مطبوعات کی طرح آپ سے شرفِ قبول حاصل کرے گی۔

آخر میں گزارش ہے کہ جب آپ اس عظیم کتاب سے استفادہ کریں تو اپنے لیے دعا کرتے ہوئے ہمارے ادارہ کے تمام لوگوں کے لیے بھی ضرور دعا مانگیں۔

والسلام!

☆ میاں غلام رسول ☆ میاں شہباز رسول ☆ میاں جواد رسول ☆ میاں شہزاد رسول ☆

❀❀❀❀❀

ابتدائیہ

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ ایک مسلمان اپنے ربِ عزوجل کی رضا وخوشنودی اپنے ربِ عزوجل کی عبادت اور اس کے محبوب دانائے غیوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت وتعلیمات پر عمل کے ذریعہ ہی حاصل کرسکتا ہے جو اپنے ربِ عزوجل کی رضا پانے میں کامیاب ہو گیا درحقیقت وہی دنیا وآخر کی بھلائیاں وکامیابیاں پانے میں کامیاب ہو گیا۔ بلاشبہ ہمارے نبی کریم ورحیم آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انسانوں کی رشد وہدایت کے لیے اس دنیا میں جلوہ افروز ہوئے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک اقوال وافعال، سیرت وکردار، اخلاق ومعاملات، طلبِ حق کے متلاشیوں کے لیے نورِ ہدایت ہیں۔ ہمارے اسلاف وبزرگانِ دین کی زندگی کے انمول لمحات نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیاتِ طیبہ کے مختلف پہلوؤں کو اُجاگر کرنے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان وارشادات کو پھیلانے میں صرف ہوئے اور اس طرح انہوں نے زندگی کے ان لمحات کو بیش قیمت بنا کر اپنے لیے سرمایۂ آخرت بنا لیا، یقیناً انہوں نے یہ عظیم دینی کام محض رضائے الٰہی پانے اور جذبۂ اصلاحِ اُمت کی خاطر کیا، اسی لیے بارگاہِ الٰہی میں ان کی یہ عظیم دینی خدمت ایسی مقبول ہوئی کہ قیامت تک کے لیے لوگوں کے دلوں میں ان کی عظمت وعقیدت نقش ہوگئی۔

ان ہی بزرگوں میں سے ایک عظیم بزرگ صدر الشریعہ بدر الطریقہ حضرت علامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ الغنی ہیں جنہوں نے اپنی گرانقدر ومایہ ناز تصنیف لطیف بنام ''بہارِ شریعت'' کو انتہائی عمدہ واحسن انداز میں جمع فرمایا ہے اور راہِ حق کے سالکین کے لیے مشعلِ راہ کا انتظام فرمایا ہے۔ بزرگ موصوف کی اس عظیم دینی خدمت اور اس کے صلہ میں انہیں ملنے والی عزتیں' کرامتیں اور آخرت کے لیے جمع ہونے والے اجروثواب کے خزانے اس قدر قابل رشک ہیں کہ حقیر پُرتقصیر کو ان رحمتوں اور برکتوں میں کچھ حصہ پانے کا جذبہ وشوق بیدار ہوا' مگر فوراً اپنے بے وقعتی وکم علمی کا احساس ہوا اور قلم اُٹھانے کی جراَت نہ ہوئی' مگر روز بروز یہ خیال جڑ پکڑتا گیا کہ اس مایہ ناز کتاب کی شرح کے ذریعے مسلمانوں کو نہایت قیمتی علمی خزانے سے مالا مال کیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ ربِ عزوجل کی رحمت پر بھروسہ اور نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر کرم کی اُمید رکھتے ہوئے قلم اُٹھانے کی جراَت کی اور توجہ مرشد سے آسانیاں پیدا ہوتی چلی گئیں اور یوں الحمدللہ عزوجل اس کتاب کی شرح پایۂ تکمیل کو پہنچی' اور اس طرح حقیر پُرتقصیر سے ربِ عزوجل نے اپنے محبوب کے مبارک اقوال وافعال کو سہل انداز میں مسلمانوں تک پہنچانے کا کام لے لیا۔ اے کاش! وہ اس خدمت کو اپنی بارگاہ میں قبول ومنظور فرمالے ورنہ دین کا کام تو وہ اپنے فاسق بندوں سے بھی لے لیتا

ہے۔

الحمد للہ احسانہٖ! اپنی خصوصیات کے سبب ''شرح بہار شریعت'' نہ صرف طلباء بلکہ استاذ و علماء کے لیے بھی بے حد مفید ثابت ہوگی۔

اللہ عزوجل سے دعا ہے کہ اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے اور اپنے پیاروں کے وسیلے سے فقیر کی اس کاوش کو قبول فرما کر آخرت میں ذریعۂ نجات بنائے۔ آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم!

علامہ ابو تراب محمد ناصر الدین ناصر المدنی عطاری

فاضل جامعۃ المدینہ، گلستانِ جوہر، کراچی

اسلامی عقائد
اور
عبادات کے مسائل کا بیان

تذکرہ صدرُ الشَّرِیعہ عَلَیہِ رَحمَۃُ رَبِّ الوَرٰی

(از: شیخِ طریقت، امیرِ اہلسنّت، بانیٔ دعوتِ اسلامی حضرتِ علامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطار قادری رضوی ضیائی دَامَت بَرَکَاتُہُم العَالِیَہ)

شیطان لاکھ سُستی دلائے چند اَوراق پر مشتمل "تذکرہ صدرالشریعہ" مکمل پڑھ لیجئے ان شاء اللہ عزوجل آپ کا دل سینے میں جھوم اُٹھے گا۔

دُرُود شریف کی فضیلت

مسئلہ لکھا تھا، چونکہ مسائل سُن کر بہت سکون ملتا تھا اس لئے میرے منہ میں پانی آ رہا تھا کہ کاش! یہ کتاب مجھے حاصل ہو جاتی! لیکن نہ میں نے مذہبی کتابوں کی کوئی دکان دیکھی تھی نہ ہی یہ شعور تھا کہ یہ کتاب خریدی بھی جا سکتی ہے، خیر اگر مَول ملتی بھی تو میں کہاں سے خریدتا! اتنے پیسے کس کے پاس ہوتے تھے! بہر حال بہارِ شریعت مجھے یاد رہ گئی اور آخر کار وہ دن بھی آ ہی گیا کہ اللہُ رَبُّ العِزَّت عَزَّ وَجَلَّ کی رحمت سے میں بہارِ شریعت خریدنے کے قابل ہو گیا۔ اُن دنوں مکمّل بہارِ شریعت (دو جلدوں میں) کا ہدیہ پاکستانی 32 روپیہ تھا جبکہ بغیر جلد کی 28 روپیہ۔ چنانچہ میں نے مکمّل بہارِ شریعت (غیر مُجلّد) 28 روپے میں خریدنے کی سعادت حاصل کی۔ اُس وقت بہارِ شریعت کے 17 حصے تھے البتہ اب 20 ہیں۔ اَلحَمدُ لِلّٰہ عَزَّ وَجَلَّ میں نے بہارِ شریعت سے وہ فُیوض و بَرَکات حاصل کئے کہ بیان سے باہر ہیں۔

اَلحَمدُ لِلّٰہ عَزَّ وَجَلَّ مجھے اس کتاب کی برکات سے معلومات کا وہ اَنمول خزانہ ہاتھ آیا کہ میں آج تک اس کے گُن گاتا ہوں۔ اس عظیم الشان تصنیف کے مُصنّف خلیفہ اعلیٰ حضرت، صدرُ الشریعہ، بدرُ الطریقہ مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ الغنی ہیں۔ حضرتِ سیِّدُنا سُفیان بن عُیَینہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے فرمان: "عِندَ ذِکرِ الصَّالِحِینَ تَنَزَّلُ الرَّحمَۃُ یعنی نیک لوگوں کے ذِکر کے وقت رحمت نازل ہوتی ہے۔" (حِلیَۃُ الاَولیاء، ج ۷ ص ۳۳۵ رقم ۱۰۷۵۰ دار الکتب العلمیہ بیروت) پر عمل کرتے ہوئے اپنے مُحسن حضرت مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ الغنی کا تذکرہ پیش کرتا ہوں۔

دم سے ترے "بہارِ شریعت" ہے چار سو ‏ ‏ ‏ باطل ترے فتاویٰ سے لرزاں ہے آج بھی

ابتدائی حالات

صدرِ شریعت، بدرِ طریقت، مُحسنِ اہلسنّت، خلیفہ اعلیٰ حضرت، مصنفِ بہارِ شریعت حضرتِ علامہ مولانا الحاج مفتی محمد امجد علی اعظمی رضوی سنّی حنفی قادِری برکاتی علیہ رحمۃ اللہ القوی ۱۳۰۰ھ مطابق 1882ء میں مشرقی یوپی (ہند) کے قصبے مدینۃُ العُلَماء گھوسی میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والدِ ماجد حکیم جمال الدین علیہ رحمۃ اللہ المبین اور دادا حُضور خدا بخش

رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فنِ طب کے ماہر تھے۔ ابتدائی تعلیم اپنے دادا حضرت مولانا خدا بخش رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ سے گھر پر حاصل کی پھر اپنے قصبہ ہی میں مدرسہ ناصر العلوم میں جاکر گوپال گنج کے مولوی الٰہی بخش صاحب رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ سے کچھ تعلیم حاصل کی۔ پھر جونپور پہنچے اور اپنے چچازاد بھائی اور اُستاذ مولانا محمد صدیق رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ سے کچھ اسباق پڑھے پھر جامع معقولات ومنقولات حضرت علامہ ہدایت اللہ خان علیہ رحمۃ الرحمن سے علمِ دین کے چھلکتے ہوئے جام نوش کئے اور یہیں سے درسِ نظامی کی تکمیل کی۔ پھر دورۂ حدیث کی تکمیل پیلی بھیت میں اُستاذُ المحدثین حضرت مولانا وصی احمد محدث سُورَتی علیہ رحمۃ اللہ القوی سے کی۔ حضرت محدثِ سُورَتی علیہ رحمۃ اللہ القوی نے اپنے ہونہار شاگرد کی عَبقَری (یعنی اعلیٰ) صلاحیتوں کا اعتراف ان الفاظ میں کیا: "مجھ سے اگر کسی نے پڑھا تو امجد علی نے۔"

پیدل سفر

صدر الشریعہ بدر الطریقہ علیہ رحمۃُ ربِّ الورٰی نے طلبِ علمِ دین کیلئے جب مدینۃُ العُلَماء گھوسی سے جونپور کا سفر اختیار کیا، ان دنوں سفر پیدل یا بیل گاڑیوں پر ہوتا تھا۔ چُنانچہ راہِ علم کے عظیم مسافر صدر الشریعہ علیہ رحمۃُ ربِّ الورٰی مدینۃ العلماء گھوسی سے پیدل سفر کرکے اعظم گڑھ آئے پھر یہاں سے اونٹ گاڑی پر سوار ہوکر آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ جونپور پہنچے۔

حیرت انگیز قوتِ حافِظہ

صدرُ الشَّریعہ، بدرُ الطَّریقہ حضرتِ علّامہ مولٰینا مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ القوی کا حافظہ بہُت مضبوط تھا۔ حافِظہ کی قوت، شوق ومحنت اور ذِہانت کی وجہ سے تمام طلبہ سے بہتر سمجھے جاتے تھے۔ ایک مرتبہ کتاب دیکھنے یا سننے سے برسوں تک ایسی یاد رہتی جیسے ابھی ابھی دیکھی یا سنی ہے۔ تین مرتبہ کسی عبارت کو پڑھ لیتے تو یاد ہو جاتی۔ ایک مرتبہ ارادہ کیا کہ "کافیہ" کی عبارت زَبانی یاد کی جائے تو فائدہ ہوگا تو پوری کتاب ایک ہی دن میں یاد کرلی!

تدریس کا آغاز

صوبہ بہار (ہند پٹنہ) میں مدرسہ اہلسنّت ایک ممتاز درس گاہ تھی جہاں مُقتدِر (مُق۔ تَ۔ دِر) ہستیاں اپنے علم وفضل کے جوہر دکھا چکی تھیں۔ خود صدرالشَّریعہ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے استاذِ محترم حضرت مُحدِّث سُورَتی علیہ رحمۃ اللہ القوی برسوں وہاں شیخ الحدیث کے منصب پر فائز رہ چکے تھے۔ مُتَولّی مدرسہ قاضی عبدالوحید مرحوم کی درخواست پر حضرت مُحدِّث سُورَتی علیہ رحمۃ اللہ القوی نے مدرسہ اہلسنّت (پٹنہ) کے صدر مُدَرِّس کے لئے صدرُ الشَّریعہ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کا انتخاب فرمایا۔ آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ استاذِ محترم کی دعاؤں کے سائے میں "پٹنہ" پہنچے اور پہلے ہی سبق میں عُلوم کے ایسے دریا بہائے کہ عُلَماء وطَلَبہ اَش اَش کراُٹھے۔ قاضی عبدالوحید علیہ رحمۃُ اللہِ المجید جو خُود بھی

مُتَبَحِّر (م۔ت۔بَح۔حِر) عالم تھے نے صدرُ الشریعہ علیہ رحمۃُ ربِّ الورٰی کی علمی وَجاہت اور اِنتظامی صلاحیّت سے متأثر ہوکر مدرسہ کے تعلیمی اُمور آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے سپُرد کردیئے۔

اعلیٰ حضرت کی پہلی زیارت

کچھ عرصہ بعد قاضی عبدالوحید علیہ رحمۃ اللہ المجید بانی مدرسہ اھلسنت (پٹنہ) شدید بیمار ہوگئے۔قاضی صاحب ایک نہایت دیندار ودین پرور رئیس تھے،علمِ دین سے آراستہ ہونے کے ساتھ ساتھ انگریزی تعلیم میں B.A تھے۔ انکے والد انھیں بیرسٹری کے امتحان کے لئے لندن بھیجنا چاہتے تھے لیکن قاضی صاحِب کے مقدس مَدَنی جذبات نے یورپ کے مُلحدانہ گندے ماحول کوسخت ناپسند کیا۔چُنانچہ آپ نے اس سفر سے تحریز فرمایا اور ساری زندگی خدمتِ دین ہی کو اپنا شعار بنایا۔انکی پرہیز گاری اور مَدَنی سوچ ہی کی کشش تھی کہ میرے آقا اعلیحضرت،اِمامِ اھلسنّت، ولی نعمت، عظیم البرکت،عظیم المرتبت، پروانۂ شمعِ رسالت،مُجدِّدِ دین وملّت، حامیِ سنّت، ماحیِ بدعت،عالمِ شریعت، پیرِ طریقت، باعثِ خَیر وبَرَکت،حضرتِ علامہ مولٰینا الحاج الحافِظ القاری شاہ امام اَحمد رضا خان علیہ رحمۃُ الرَّحمٰن اور حضرت قبلہ مُحدِّث سُورَتی علیہ رحمۃ اللہ القوی جیسے مصروف بُزُرگانِ دین قاضی صاحِب کی عیادت کے لئے کشاں کشاں روہیلکھنڈ سے پٹنہ تشریف لائے۔ اسی موقع پر حضرت صدر الشریعہ، بدرالطریقہ مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ الغنی نے پہلی بار میرے آقا اعلیٰ حضرت علیہ رحمۃ ربِّ العزّت کی زیارت کی۔اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی شخصیت میں ایسی کشش تھی کہ بے اختیار صدرُ الشریعہ، بدرالطریقہ علیہ رحمۃُ ربِّ الورٰی کا دل آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی طرف مائل ہوگیا اور اپنے استاذِ محترم حضرت سیّدُنا مُحدِّث سُورتی علیہ رحمۃ اللہ القوی کے مشورے سے سلسلہ عالیہ قادریہ میں اعلیٰ حضرت علیہ رحمۃُ ربِّ العزّت سے بَیعت ہوگئے۔میرے آقا اعلیٰ حضرت اور سیّدی محدِث سورَتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما کی موجودگی میں ہی قاضی صاحب نے وفات پائی۔اعلیٰ حضرت علیہ رحمۃ ربِّ العزّت نے نمازِ جنازہ پڑھائی اور محدِث سورَتی علیہ رحمۃ اللہ القوی نے قبر میں اُتارا۔اللہُ رَبُّ العِزّت عَزَّ وَجَلَّ کی اُن پر رَحمت ہو اور ان کے صدقے ہماری مغفرت ہو۔

اٰمین بِجاہِ النَّبِیِّ الْاَمین صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

عِلمِ طِبّ کی تحصیل

قاضی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی رِحلت کے بعد مدرسہ کا انتظام جن لوگوں کے ہاتھ میں آیا،ان کے نامناسب اقدامات کی وجہ سے صدر الشریعہ علیہ رحمۃُ ربِّ الورٰی سخت کبیدہ خاطر اور دل برداشتہ ہوگئے اور سالانہ تعطیلات میں اپنے گھر پہنچنے کے بعد اپنا استعفاء بھجوادیا اور مطالعہ کُتُب میں مصروف ہوگئے۔پٹنہ میں مغرب زدہ لوگوں کے بُرے برتاؤ سے متاثر ہوکر ملازمت کی چپقلش سے بیزار ہوچکے تھے۔معاش کے لئے کسی مناسب مشغلہ کی جستجو تھی۔والد محترم

کی نصیحت یاد آئی کہ ع میراثِ پدر خواہی علمِ پدر آموز (یعنی والد کی میراث حاصل کرنا چاہتے ہو تو والد کا علم سیکھو) خیال آیا کہ کیوں نہ علمِ طب کی تحصیل کر کے خاندانی پیشہ طبابت ہی کو مشغلہ بنائیں۔ چنانچہ شوال ۱۳۲۶ھ میں لکھنؤ جا کر دو سال میں علمِ طب کی تحصیل و تکمیل کے بعد وطن واپس ہوئے اور مطب شروع کر دیا۔ خاندانی پیشہ اور خداداد قابلیت کی بنا پر مطب نہایت کامیابی کے ساتھ چل پڑا۔

صدرِ شریعت اعلیٰ حضرت کی بارگاہِ عظمت میں

ذریعہ معاش سے مطمئن ہو کر جُمادی الاولیٰ ۱۳۲۹ھ میں آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کسی کام سے "لکھنؤ" تشریف لے گئے۔ وہاں سے اپنے اُستاذِ محترم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں "پیلی بھیت" حاضر ہوئے۔ حضرت محدث سورتی علیہ رحمۃ اللہ القوی کو جب معلوم ہوا کہ ان کا ہونہار شاگرد تدریس چھوڑ کر مطب میں مشغول ہو گیا ہے تو انہیں بے حد افسوس ہوا۔ چونکہ صدرُ الشریعہ علیہ رحمۃُ ربِّ الورٰی کا ارادہ بریلی شریف حاضر ہونے کا بھی تھا چُنانچہ بریلی شریف جاتے وقت مُحدِّث سُورتی علیہ رحمۃ اللہ القوی نے ایک خط اِس مضمون کا اعلیٰ حضرت عَلَیْہِ رَحمۃُ ربِّ الْعِزَّت کی خدمت میں تحریر فرما دیا تھا کہ "جس طرح ممکن ہو آپ اِن (یعنی حضرت صدرُ الشریعہ، بدرُ الطریقہ مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ الغنی) کو خدمتِ دین و علمِ دین کی طرف مُتوجِّہ کیجئے۔" جب میرے آقا اعلیٰ حضرت عَلَیْہِ رَحمۃُ ربِّ الْعِزَّت کے در دولت پر حاضری ہوئی تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نہایت لطف و کرم سے پیش آئے اور ارشاد فرمایا: "آپ یہیں قیام کیجئے اور جب تک میں نہ کہوں واپس نہ جائیے۔" اور دل بستگی کے لئے کچھ تحریری کام وغیرہ سپُرد فرما دیئے۔ تقریباً دو ماہ بریلی شریف میں قیام رہا اور میرے آقا اعلیٰ حضرت عَلَیْہِ رَحمۃُ ربِّ الْعِزَّت کی صحبت میں علمی اِستفادہ اور دینی مذاکرہ کا سلسلہ جاری رہا یہاں تک کہ رَمضانُ المبارَک قریب آ گیا۔ صدرُ الشَّریعہ علیہ رحمۃُ ربِّ الورٰی نے گھر جانے کی اجازت طلب کی تو میرے آقا اعلیٰ حضرت عَلَیْہِ رَحمۃُ ربِّ الْعِزَّت نے ارشاد فرمایا: "جایئے! لیکن جب کبھی میں بلاؤں تو فوراً چلے آیئے۔"

مُرشدِ کامل کا منظورِ نظر امجد علی　　　اِس پہ دائم لطف فرما چشمِ حق بینِ رضا

طبابت سے دینی خدمت کی طرف مُراجعت

صدرُ الشریعہ علیہ رحمۃُ ربِّ الورٰی خود فرماتے ہیں: میں جب اعلیٰ حضرت امامِ اہلسنت مجددِ دین وملت مولانا شاہ امام احمد صدرُ الشریعہ علیہ رحمۃُ ربِّ الورٰی خود فرماتے ہیں: میں جب اعلیٰ حضرت امامِ اہلسنت مجددِ دین وملت مولانا شاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو دریافت فرمایا: مولانا کیا کرتے ہیں؟ میں نے عرض کی: مَطَب کرتا ہوں۔ اعلیٰ حضرت عَلَیْہِ رَحمۃُ ربِّ الْعِزَّت نے فرمایا: "مطب بھی اچھا کام ہے، اَلْعِلْمُ عِلْمَانِ

عِلْمُ الْاَدْیَانِ وَعِلْمُ الْاَبْدَان (یعنی علم دو ہیں؛ علمِ دین اور علمِ طبّ)۔ مگر مطب کرنے میں یہ خرابی ہے کہ صبح صبح قارورہ (یعنی پیشاب) دیکھنا پڑتا ہے۔" اِس ارشاد کے بعد مجھے قارورہ (پیشاب) دیکھنے سے انتہائی نفرت ہوگئی اور یہ اعلیٰ حضرت عَلَیْہِ رَحْمَۃُ ربِّ الْعِزَّت کا کشف تھا کیونکہ میں اَمراض کی تشخیص میں قارورہ (یعنی پیشاب) ہی سے مدد لیتا تھا(اور واقعی صبح صبح مریضوں کا قارورہ (پیشاب) دیکھنا پڑ جاتا تھا) اور یہ تَصَرُّف تھا کہ قارُورہ بِیْنی یعنی مریضوں کا پیشاب دیکھنے سے نفرت ہوگئی۔

بریلی شریف میں دوبارہ حاضِری

گھر جانے کے چندماہ بعد بریلی شریف سے خط پہنچا کہ آپ فوراً چلے آیئے۔ چُنانچہ صدرالشریعہ علیہ رحمۃُ ربِّ الورٰی دوبارہ بریلی شریف حاضِر ہوگئے۔ اس مرتبہ "انجمن اہلسنت" کی نظامت اور اس کے پریس کے اہتمام کے علاوہ مدرسہ کا کچھ تعلیمی کام بھی سپُرد کیا گیا۔ گویا میرے آقا اعلیٰ حضرت عَلَیْہِ رَحْمَۃُ ربِّ الْعِزَّت نے بریلی شریف میں آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مستقل قِیام کا اِنتظام فرمادیا۔ اس طرح صدرُ الشریعہ علیہ رحمۃُ ربِّ الورٰی نے 18 سال میرے آقائے نعمت اعلیٰ حضرت عَلَیْہِ رَحْمَۃُ ربِّ الْعِزَّت کی صحبت بابرکت میں گزارے۔

لئے بیٹھا تھا عشقِ مصطفٰے کی آگ سینے میں ولایت کا جبیں پر نقش، دل میں نورِ وَحدت کا

بریلی شریف میں مصروفیات

بریلی شریف میں دو مستقل کام تھے ایک مدرسہ میں تدریس، دوسرے پریس کا کام یعنی کاپیوں اور پُرُوفوں کی تصحیح، کتابوں کی روانگی، خُطوط کے جواب، آمد وخرچ کے حساب، یہ سارے کام تنہا انجام دیا کرتے تھے۔ ان کاموں کے علاوہ اعلیٰ حضرت عَلَیْہِ رَحْمَۃُ ربِّ الْعِزَّت کے بعض مُسَوَّدات کا مُبیضہ کرنا (یعنی نئے سرے سے صاف لکھنا)، فتووں کی نقل اور ان کی خدمت میں رہ کر فتوٰی لکھنا یہ کام بھی مستقل طور پر انجام دیتے تھے۔ پھر شہر و بیرُونِ شہر کے اکثر تبلیغِ دین کے جلسوں میں بھی شرکت فرماتے تھے۔

روزانہ کا جَدوَل

صدرُ الشَّریعہ بدرُ الطَّریقہ علیہ رحمۃُ ربِّ الورٰی کا روزانہ کا جَدوَل کچھ اِس طرح تھا کہ بعد نمازِ فجر ضروری وظائف وتلاوتِ قرآن کے بعد گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ پریس کا کام انجام دیتے۔ پھر فوراً مدرسہ جاکر تدریس فرماتے۔ دوپہر کے کھانے کے بعد مُستقِلًا کچھ دیر تک پھر پریس کا کام انجام دیتے۔ نمازِ ظہر کے بعد عصر تک پھر مدرسہ میں تعلیم دیتے۔ بعد نمازِ عصر مغرب تک اعلیٰ حضرت عَلَیْہِ رَحْمَۃُ ربِّ الْعِزَّت کی خدمت میں نشست فرماتے۔ بعدِ مغرب عشاء تک اور عشاء کے بعد سے بارہ بجے تک اعلیٰ حضرت عَلَیْہِ رَحْمَۃُ ربِّ الْعِزَّت کی خدمت میں فتوٰی نَویسی کا کام انجام دیتے۔

اسکے بعد گھر واپسی ہوتی اور کچھ تحریری کام کرنے کے بعد تقریباً دو بجے شب میں آرام فرماتے ۔اعلیٰ حضرت عَلَیہِ رَحمَۃُ ربِّ العِزَّت کے اخیر زمانہ حیات تک یعنی کم وبیش دس برس تک روزمرّہ کا یہی معمول رہا۔حضرتِ صدرُ الشَّریعہ بدر الطریقہ مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ الغنی کی اس محنت شاقّہ وعزم واستقلال سے اُس دَور کے اکابر علماء حیران تھے ۔اعلیٰ حضرت عَلَیہِ رَحمَۃُ ربِّ العِزَّت کے بھائی حضرت ننھے میاں مولانا محمد رضا خان علیہ رحمۃ اللہ الحنّان فرماتے تھے کہ مولانا امجد علی کام کی مشین ہیں اور وہ بھی ایسی مشین جو کبھی فیل نہ ہو۔

مصنِّف بھی، مقرِّر بھی، فقیہِ عصر حاضر بھی وہ اپنے آپ میں تھا اک ادارہ علم وحکمت کا

ترجمہ کنزالایمان

صحیح اور اَغلاط سے مُنَزَّہ (مُ۔نَز۔زَہ) احادیثِ نبویہ واقوالِ ائمہ کے مطابق ایک ترجمہ کی ضرورت محسوس کرتے ہوئے آپ نے ترجمہ قراٰن پاک کے لئے اعلیٰ حضرت عَلَیہِ رَحمَۃُ ربِّ العِزَّت کی بارگاہِ عظمت میں درخواست پیش کی تو ارشاد فرمایا: یہ تو بہت ضروری ہے مگر چھپنے کی کیا صورت ہوگی؟ اس کی طباعت کا کون اہتمام کریگا؟ باوُضو کاپیوں کو لکھنا، باوُضو کاپیوں اور حُروفوں کی تصحیح کرنا اور تصحیح بھی ایسی ہو کہ اِعراب نُقطے یا علامتوں کی بھی غلطی نہ رہ جائے پھر یہ سب چیزیں ہوجانے کے بعد سب سے بڑی مشکل تو یہ ہے کہ پریس مین ہمہ وقت باوُضو رہے، بغیر وُضو نہ پتھر کو چھوئے اور نہ کاٹے، پتھر کاٹنے میں بھی احتیاط کی جائے اور چھپنے میں جو جوڑیاں نکلی ہیں انکو بھی بہت احتیاط سے رکھا جائے ۔آپ نے عرض کی: اِن شاء اللہ جو باتیں ضروری ہیں ان کو پوری کرنے کی کوشش کی جائے گی، بالفرض مان لیا جائے کہ ہم سے ایسا نہ ہوسکا تو جب ایک چیز موجود ہے تو ہوسکتا ہے آئندہ کوئی شخص اس کے طبع کرنے کا انتظام کرے اور مخلوقِ خدا کو فائدہ پہنچانے میں کوشش کرے اور اگر اس وقت یہ کام نہ ہوسکا تو آئندہ اس کے نہ ہونے کا ہم کو بڑا افسوس ہوگا۔آپ کے اس معروض کے بعد ترجمہ کا کام شروع کردیا گیا بحمدِ اللہ عَزَّ وَجَلَّ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی مَساعیِ جمیلہ سے خاطر خواہ کامیابی ہوئی اور آج مسلمانوں کی کثیر تعداد مُجدِّدِ اعظم، امام اہلسنّت عَلَیہِ رَحمَۃُ ربِّ العِزَّت کے لکھے ہوئے قرآنِ پاک کے صحیح ترجمہ "ترجمہ کنزالایمان" سے مُستفید ہو کر آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (یعنی صدرالشریعہ) کی ممنونِ اِحسان ہے اور اِن شاءَ اللہ عَزَّ وَجَلَّ یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا۔

گر اہلِ چمن فخر کریں اس پہ بجا ہے امجد تھا گلابِ چمنِ دانش وحکمت

وکیلِ رضا

میرے آقا اعلیٰ حضرت عَلَیہِ رَحمَۃُ ربِّ العِزَّت نے سوائے صدرُ الشَّریعہ علیہ رحمۃُ ربِّ الوریٰ کے کسی کو بھی حتّٰی کہ شہزادگان کو بھی اپنی بیعت لینے کے لئے وکیل نہیں بنایا تھا۔

صدرُ الشَّریعہ کا خطاب کس نے دیا؟

المَلفوظ حصّہ اول صَفْحہ 183 مطبوعہ مکتبۃ المدینہ میں ہے کہ میرے آقا اعلیٰ حضرت عَلَیْہِ رَحْمَۃُ ربِّ الْعِزَّت نے فرمایا: آپ مَوجودِین میں تَفَقُّہ (تَ۔فَق۔قُہ) جس کا نام ہے وہ مولوی امجد علی صاحِب میں زیادہ پایئے گا، اِس کی وجہ یِہی ہے کہ وہ اِستفتاء سنایا کرتے ہیں اور جو میں جواب دیتا ہوں لکھتے ہیں، طبیعت اَخّاذ ہے، طرز سے واقِفیّت ہو چلی ہے۔ میرے آقا اعلیٰ حضرت عَلَیْہِ رَحْمَۃُ ربِّ الْعِزَّت نے ہی حضرت مولانا امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ الغنی کو صدرُ الشَّریعہ کے خطاب سے نوازا۔

اٹھا تھا لے کے جو ہاتھوں میں پرچم اعلیٰ حضرت کا — وہ میرِ کارواں ہے کاروانِ اہلسنّت کا

قاضی شرع

ایک دن صبح تقریباً 9 بجے، میرے آقا اعلیٰ حضرت، اِمامِ اَہلسنّت، مولٰینا شاہ امام اَحمد رضا خان علیہ رحمۃُ الرَّحمٰن مکان سے باہَر تشریف لائے، تخت پر قالین بچھانے کا حکم فرمایا۔ سب حاضِرین حیرت زدہ تھے کہ حضور یہ اِہتمام کس لئے فرمارہے ہیں! پھر میرے آقا اعلیٰ حضرت عَلَیْہِ رَحْمَۃُ ربِّ الْعِزَّت ایک کرسی پر تشریف فرما ہوئے اور فرمایا کہ میں آج بریلی میں دارُ القضاء بریلی کے قِیام کی بنیاد رکھتا ہوں اور صدرُ الشریعہ کو اپنی طرف بلا کر ان کا داہنا ہاتھ اپنے دستِ مبارَک میں لے کر قاضی کے منصب پر بٹھا کر فرمایا: میں آپ کو ہندوستان کے لئے قاضی شَرع مقرَّر کرتا ہوں۔ مسلمانوں کے درمیان اگر ایسے کوئی مسائل پیدا ہوں جن کا شرعی فیصلہ قاضی شَرع ہی کر سکتا ہے وہ قاضی شَرعی کا اختیار آپ کے ذمّے ہے۔ پھر تاجدارِ اہلسنّت مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مصطفٰی رضا خان علیہ رحمۃ المنّان اور بُرہانِ مِلّت حضرتِ علامہ مفتی محمد برہانُ الحق رضوی علیہ رحمۃ القوی کو دارالقضاء بریلی میں مفتی شَرع کی حیثیّت سے مقرر فرمایا۔ پھر دُعا پڑھ کر کچھ کلمات ارشاد فرمائے جن کا اقرار حضرتِ صدرُ الشَّریعہ علیہ رحمۃُ ربِّ الورٰی نے کیا۔ صدرُ الشَّریعہ علیہ رحمۃُ ربِّ الورٰی نے دوسرے ہی دن قاضی شَرع کی حیثیّت سے پہلی نِشَست کی اور وِراثت کے ایک معامَلہ کا فیصلہ فرمایا۔

یہ ساری برکتیں ہیں خدمتِ دینِ پیمبر کی — جہاں میں ہر طرف ہے تذکرہ صدرِ شریعت کا

اعلیٰ حضرت کے جنازے کے لئے وصیت

وَصایا شریف صَفْحہ 24 پر ہے کہ مجدِّدِ اعظم، اعلیٰ حضرت، امامِ اہلِسنّت، مجدِّدِ دین وملت مولانا شاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن نے اپنی نمازِ جنازہ کے بارے میں یہ وصیّت فرمائی تھی۔ "اَلْمِنَّۃُ الْمُمْتَازَۃ" اُس میں نمازِ جنازہ کی جتنی دعائیں منقول ہیں اگر حامد رضا کو یاد ہوں تو وہ میری نمازِ جنازہ پڑھائیں ورنہ مولوی امجد علی صاحِب

پڑھائیں۔ حضرتِ حُجَّۃُ الاِسلام (حضرت مولٰینا حامد رضا خان) چونکہ آپ کے ولی تھے اسلئے انکو مقدّم فرمایا، وہ بھی مشروط طور پر اور انکے بعد میرے آقا اعلیٰ حضرت عَلَیہِ رَحمۃُ ربِّ العِزّت کی نگاہِ انتخاب اپنی نمازِ جنازہ کے لیے جس پر پڑی وہ بھی بلا شرط، وہ ذات صدرُ الشّریعہ، بدرالطریقہ مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ رحمۃُ اللہ الغنی کی تھی۔ اسی سے اعلیٰ حضرت عَلَیہِ رَحمۃُ ربِّ العِزّت کی صدر الشریعہ علیہ رحمۃُ ربِّ الورٰی سے مَحَبَّت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

آستانہ مُرشد سے وفا

ایک مرتبہ کسی صاحِب نے تاجدارِ اہلسنّت مفتیِ اعظم ہند شہزادہ اعلیٰ حضرت علامہ مولانا مصطفی رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن کے سامنے صدر الشریعہ، بدرالطریقہ مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ الغنی کا تذکرہ فرمایا تو مفتیِ اعظم علیہ رحمۃ اللہ الاکرم کی چشمانِ کرم سے آنسو بہنے لگے اور فرمایا کہ صدر الشریعہ علیہ رحمۃُ ربِّ الورٰی نے اپنا کوئی گھر نہیں بنایا بریلی ہی کو اپنا گھر سمجھا۔ وہ صاحبِ اثر بھی تھے اور کثیر التّعداد طلبہ کے اُستاذ بھی، وہ چاہتے تو بآسانی کوئی ذاتی دار العلوم ایسا کھول لیتے جس پر وہ یکہ وتنہا قابض رہتے مگر ان کے خلوص نے ایسا نہیں کرنے دیا۔

یہ میرے مُرشد کا کرم ہے

چنانچہ دار العلوم معینیہ عثمانیہ (اجمیر شریف) میں وہاں کے صدرُ المُدَرِّسین ہوکر جب آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پہنچے اور وہاں کے لوگ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اندازِ تدریس سے بہت متأثر ہوئے تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے رُوبرو اس کا ذِکر آیا کہ آپکی تعلیم بہت کامیاب ہوتی نظر آرہی ہے یہ مرکزی دار العلوم سربلند ہوتا جارہا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: یہ مجھ پر اعلیٰ حضرت عَلَیہِ رَحمۃُ ربِّ العِزّت کا فضل وکرم ہے۔

باغِ عالم کا ہو منظر کیوں نہ رنگین وحسین گوشے گوشے سے ہیں طِیب افشاں رِیاحینِ رضا

صدرِ شریعت کی صحبت کی عظمت

تلمیذ وخلیفہ صدر الشریعہ حضرت مولانا سیّد ظہیر احمد زیدی علیہ رحمۃ اللہ الھادی لکھتے ہیں: مجھے سات سال کے عرصے میں اَن گنت بار مولانا کی خدمت میں حاضری کا موقعہ ملا لیکن میں نے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی مجلسوں کو ان عُیُوب سے پاک پایا جو عام طور سے بلاامتیازِ عوام وخواص ہمارے مُعاشَرے کا جُزو بن گئے ہیں مَثَلاً غیبت، چغلی، دوسروں کی بدخواہی، عیب جوئی وغیرہ۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی زندگی نہایت مقدّس و پاکیزہ تھی، مجھے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی زندگی میں دَروغ بیانی (یعنی جھوٹ بولنے) کا کبھی شائبہ بھی نہیں گزرا۔ جہاں تک میری معلومات ہے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے معمولات قرآن وسنّت کے مطابق تھے، گفتگو بھی نہایت مہذّب ہوتی، کوئی ناشائستہ یا غیر مہذّب لفظ استعمال نہ فرماتے، اسی طرح معاملات میں بھی آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نہایت صاف تھے۔ آپ کا ہر مُعامَلہ شریعت

منتظمہ کے احکام کے ماتحت تھا۔ ’’دادوں‘‘ (علی گڑھ) میں قیام کے دوران کا میں عینی شاہد ہوں کہ آپ نے کبھی کسی کے ساتھ بدمعاملگی نہ کی، نہ کسی کا حق تلف کیا۔

بلندی پر ستارہ کیوں نہ ہو پھر اس کی قسمت کا　　دیا امجد نے جس کو درس قانونِ شریعت کا

صبر و تحمل

بڑے صاحبزادے حضرت مولانا حکیم شمس الہدیٰ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا انتقال ہو گیا تو صدر الشریعہ علیہ رحمۃ ربّ الوریٰ اُس وقت نمازِ تراویح ادا کر رہے تھے۔ اطلاع دی گئی تشریف لائے۔ ’’إنا لله وإنا اليه راجعون‘‘ پڑھا اور فرمایا: ابھی آٹھ رکعت تراویح باقی ہیں، پھر نماز میں مصروف ہو گئے۔

سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے خواب میں آ کر فرمایا:

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی شہزادی ’’ بی بی ‘‘ سخت بیمار تھیں۔ اس دوران ایک دن بعد نمازِ فجر حضرت صدر الشریعہ علیہ رحمۃ ربّ الوریٰ نے قرآن خوانی کے لیے طلبہ و حاضرین کو روکا۔ بعدِ ختمِ قرآنِ مجید آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مجلس کو خطاب فرمایا کہ میری بچی ’’ ‘‘ کی علالت (بیماری) طویل ہو گئی، کوئی علاج کارگر نہیں ہوا اور فائدے کی کوئی صورت نہیں نکل رہی ہے۔ آج شب میں نے خواب دیکھا کہ سرورِ کونین، رحمتِ عالم روحی فداہ گھر میں تشریف لائے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ ’’ ‘‘ کو لینے آئے ہیں۔ حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خواب میں دیکھنا بھی حقیقت میں دیکھنا ہے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا یوں فرمانا ہے کہ بچی کی دنیوی زندگی اب پوری ہو چکی ہے۔ مگر وہ بڑی ہی خوش نصیب ہے کہ اسے آقا و مولیٰ، رحمت عالم، محبوبِ ربّ العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم لینے کے لیے تشریف لائے اور میں نے خوشی سے سپرد (حوالے) کیا۔ دعا ہے فیر کے بعد مجلس قرآن خوانی ختم ہو گئی۔ غالباً اسی دن یا دوسرے دن بچی کا انتقال ہو گیا۔ اللہ ربّ العزت عزوجل کی ان پر رحمت ہو اور ان کے صدقے ہماری مغفرت ہو۔

امین بجاہِ النبی الأمین صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم

شہزادگان پر شفقت

شہزادگان پر شفقت کا ذکر کرتے ہوئے شہزادۂ صدر الشریعہ شیخ الحدیث والتفسیر حضرت علامہ عبد المصطفیٰ الازہری علیہ رحمۃ اللہ القوی نے اپنے مضمون میں تفصیل سے بیان کیا ہے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں: میں خدمت اقدس میں حاضر تھا۔ مولانا عبد المصطفیٰ، مولانا مجیب المصطفیٰ، مولانا فداء المصطفیٰ اس وقت بہت چھوٹے بچے تھے، وہ گلا (انگیٹھی) لے کر آتے اور کہتے ’’ابا جی! اسے گرم کر دو‘‘۔ انگیٹھی سے جس کا ایک چھوٹے چھوٹے کوئلے کر دیجئے۔ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بڑے پیار و محبت سے مسکراتے ہاتھ میں لے کر چاقو سے اس کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کر کے ان

لوگوں کے منہ میں ڈالتے۔

گھر کے کاموں میں ہاتھ بٹاتے

بُخاری شریف میں ہے: حضرتِ سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: کَانَ یَکُوْنُ فِیْ مَھْنَۃِ اَھْلِہٖ نبی اکرم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم اپنے گھر میں کام کاج میں مشغول رہتے یعنی گھر والوں کا کام کرتے تھے۔ (صحیح البُخاری، ج۱ص۲۴۱، حدیث ۶۷۶ دارالکتب العلمیۃ بیروت) اِسی سنّت پر عمل کرتے ہوئے صدرُ الشَّریعہ علیہ رحمۃُ ربِّ الورٰی گھر کے کام کاج سے عار (شرم) محسوس نہ فرماتے بلکہ سنّت پر عمل کرنے کی نیّت سے ان کو بخوشی انجام دیتے۔

صدرُ الشَّریعہ کا سنّت کے مطابق چلنے کا انداز

تلمیذ وخلیفہ صدرِ شریعت، حافظِ ملت حضرتِ علامہ مولانا عبدالعزیز مبارک پوری علیہ رحمۃ اللہ القوی بیان کرتے ہیں: حضورِ سیّدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم راستہ چلتے تو رفتار سے عظمت ووقار کا ظہور ہوتا، دائیں بائیں نگاہ نہ فرماتے، ہر قدم قُوَّت کے ساتھ اٹھاتے، چلتے وَقت جسمِ مبارک آگے کی طرف قدرے جُھکا ہوتا، ایسا لگتا گویا اونچائی سے نیچے کی طرف اُتر رہے ہوں۔ ہمارے استاذِ محترم صدرُ الشریعہ علیہ رحمۃُ ربِّ الورٰی سنّت کے مطابق راستہ چلتے تھے، ان سے ہم نے علم بھی سیکھا اور عمل بھی۔ یہی حضرتِ حافِظِ ملّت فرماتے ہیں: میں دس سال حضرتِ صدرُ الشریعہ علیہ رحمۃُ ربِّ الورٰی کی کفش برداری (یعنی خدمت) میں رہا، آپ کو ہمیشہ مُتَّبِعِ سنّت پایا۔

جس کی ہر ہر ادا سنّتِ مصطفےٰ ایسے صدرِ شریعت پہ لاکھوں سلام

نَماز کی پابندی

سفر ہو یا حَضَر صدرُ الشَّریعہ علیہ رحمۃُ ربِّ الورٰی کبھی نَماز قضاء نہ فرماتے۔ شدید سے شدید بیماری میں بھی نَماز ادا فرماتے۔ اجمیر شریف میں ایک بار شدید بُخار میں مبتلا ہو گئے یہاں تک کہ غشی طاری ہو گئی۔ دوپہر سے پہلے غشی طاری ہوئی اور عصر تک رہی۔ حافِظِ ملّت مولانا عبدُ العزیز علیہ رحمۃ اللہ الحفیظ خدمت کے لیے حاضِر تھے، صدرُ الشَّریعہ، بدرالطریقہ علیہ رحمۃُ ربِّ الورٰی کو جب ہوش آیا تو سب سے پہلے یہ دریافت فرمایا: کیا وقت ہے؟ ظہر کا وقت ہے یا نہیں؟ حافِظِ ملّت عَلَیہِ رَحمَۃُ ربِّ الْعِزَّت نے عرض کی کہ اتنے بج گئے ہیں اب ظہر کا وَقت نہیں۔ یہ سن کر اتنی اَذِیَّت پہنچی کہ آنکھ سے آنسو جاری ہو گئے۔ حافِظِ ملّت عَلَیہِ رَحمَۃُ ربِّ الْعِزَّت نے دریافت کیا: کیا حُضور کو کہیں درد ہے، کہیں تکلیف ہے؟ فرمایا: (بہت بڑی) تکلیف ہے کہ ظہر کی نَماز قضاء ہو گئی۔ حافِظِ ملّت عَلَیہِ رَحمَۃُ ربِّ الْعِزَّت نے عرض کی حُضور بیہوش تھے۔ بیہوشی کے عالَم میں نَماز قضا ہونے پر کوئی مُؤاخَذہ (قیامت میں پوچھ گچھ) نہیں۔ فرمایا: آپ مُؤاخَذہ کی بات کر رہے ہیں وقتِ مُقَرَّرہ پر دربارِ الٰہی عزوجل کی ایک حاضری سے تو محروم رہا۔

نمازِ باجماعت کا جذبہ

حضرتِ صدرُ الشّریعہ، بدرالطریقہ مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ الغنی اس پر بہت سختی سے پابند تھے کہ مسجد میں حاضر ہوکر باجماعت نماز پڑھیں۔ بلکہ اگر کسی وجہ سے مؤذِن صاحِب وقتِ مقرّرہ پر نہ پہنچتے تو خود اذان دیتے۔ قدیم دولت خانے سے مسجد بالکل قریب تھی وہاں تو کوئی دِقّت نہیں تھی لیکن جب نئے دولت خانے قادِری منزل میں رہائش پذیر ہوئے تو آس پاس میں دو مسجدیں تھیں۔ ایک بازار کی مسجد دوسری بڑے بھائی کے مکان کے پاس جو "نوا کی مسجد" کے نام سے مشہور ہے۔ یہ دونوں مسجدیں فاصلے پر تھیں۔ اس وقت بینائی بھی کمزور ہوچکی تھی، بازار والی مسجد نِسبتاً قریب تھی مگر راستے میں بے تکی نالیاں تھیں۔ اسلئے "نوا کی مسجد" نماز پڑھنے آتے تھے۔ ایک دَفعہ ایسا ہوا کہ صبح کی نَماز کے لئے جارہے تھے، راستے میں ایک کُنواں تھا، ابھی کچھ اندھیرا تھا اور راستہ بھی ناہموار تھا، بے خیالی میں کُنویں پر چڑھ گئے قریب تھا کہ کنویں کے غار میں قدم رکھدیتے۔ اتنے میں ایک عورت آگئی اور زور سے چلائی! ارے مولوی صاحِب کُنواں ہے رُک جاؤ! ورنہ گر پڑیو! یہ سنکر حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے قدم روک لیا اور پھر کنویں سے اتر کر مسجِد گئے۔ اس کے باوُجود مسجد کی حاضری نہیں چھوڑی۔

بیماری میں بھی روزہ نہ چھوڑا

ایک بار رَمَضانُ المبارَک میں سخت سردی کا بخار چڑھ گیا۔ اس میں خوب ٹھنڈ لگتی اور شدید بخار چڑھتا ہے نیز پیاس اتنی شدّت سے لگتی ہے کہ ناقابِلِ برداشت ہوجاتی ہے۔ تقریباً ایک ہفتہ تک اِس بخار میں گرفتار رہے۔ ظہر کے بعد خوب سردی چڑھتی پھر بخار آجاتا مگر قربان جایئے! اس حال میں بھی کوئی روزہ نہیں چھوڑا۔

زکوٰۃ کی ادائیگی

شارِحِ بخاری حضرت علامہ مولانا مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں: میرے والِدِ ماجد مرحوم اِبتِداءِ نَوعُمری میں بہت بڑے تاجر تھے اور حساب کے ماہر، صدرالشّریعہ ان کو بلا کر (زکوٰۃ کا) پورا حساب لگواتے۔ پھر انھیں سے کپڑے کا تھان منگا کر عورتوں کے لائق الگ مردوں بچوں کے لائق الگ اور سب کے مناسب قطع کراکے تقسیم فرماتے۔ کوئی سائل کبھی دروازے سے خالی واپس نہ جاتا، بہت بڑے مہمان نواز اور عُموماً مہمان آتے رہتے سب کے شایانِ شان کھانے پینے، اُٹھنے بیٹھنے اور آرام کا اہتمام فرماتے۔ مہمانوں کے لئے خصوصیت سے ان کی ضروریات کی چیزیں ہروقت گھر میں رکھتے۔

دُرودِ رضویہ پڑھنے کا جذبہ

کتنی ہی مصروفیت ہو نَمازِ فجر کے بعد ایک پارہ کی تلاوت فرماتے اور پھر ایک حزب (باب) دلائل الخیرات شریف

پڑھتے، اس میں کبھی ناغہ نہ ہوتا، اور بعدِ نمازِ جمعہ بلا ناغہ 100 بار دُرودِ رضویہ پڑھتے۔ حتّٰی کہ سفر میں بھی جمعہ ہوتا تو نمازِ ظُہر کے بعد دُرودِ رضویہ نہ چھوڑتے، چلتی ہوئی ٹرین میں کھڑے ہو کر پڑھتے۔ ٹرین کے مسافر اِس دیوانگی پر حیرت زدہ ہوتے مگر انہیں کیا معلوم۔۔

دیوانے کو تحقیر سے دیوانہ نہ کہنا ۔۔۔ دیوانہ بہت سوچ کے دیوانہ بنا ہے

اِصلاح کرنے کا انداز

اولاد اور طلبہ کی عملی تعلیم و تربیت کا بھی آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ خُصُوصی خیال فرماتے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا تقویٰ وَتَدَیُّن (یعنی دین داری) اس اَمر کا مُتَحَمِّل (مُ۔تَ۔حَم۔مِل) ہی نہ تھا کہ کوئی آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے سامنے خِلافِ شرع کام کرے اگر آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے علم میں طَلَبہ یا اولاد کے بارے میں کوئی ایسی بات آتی جو احکامِ شریعت کے خِلاف ہوتی تو چہرہ مبارکہ کا رنگ بدل جاتا تھا، کبھی شدید ترین بَرہمی کبھی زَجر و تَوبیخ (ڈانٹ ڈپٹ) اور کبھی تنبیہ وسزا اور کبھی مَوعِظَہ حَسَنہ غرض جس مقام پر جو طریقہ بھی آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مناسِب خیال فرماتے استعمال میں لاتے تھے۔

خواب میں آکر رہنمائی

خلیلِ مِلّت حضرتِ مفتی محمد خلیل خان برکاتی علیہ رحمۃ الباقی فرماتے ہیں: طَلَبہ کی طرف اِلتِفاتِ تام (یعنی بھرپور توجُّہ) کا اندازہ اس واقِعہ سے لگایئے کہ فقیر کو ایک مرتبہ ایک مسئلہ تحریر کرنے میں اُلجھن پیش آئی، الحمد للہ میرے استاذِ گرامی، حضرتِ صدرُ الشَّریعہ علیہ رحمۃُ ربِّ الورٰی نے خواب میں تشریف لا کر ارشاد فرمایا: ''بہارِ شریعت کا فُلاں حصہ دیکھ لو۔'' صبح کو اُٹھ کر بہارِ شریعت اٹھائی اور مسئلہ (مَس۔ءَ۔لہ) حل کر لیا۔ وصال شریف کے بعد فقیر نے خواب میں دیکھا کہ حضرتِ صدرُ الشَّریعہ علیہ رحمۃُ ربِّ الورٰی درسِ حدیث دے رہے ہیں، مسلم شریف سامنے ہے اور شفاف لباس میں ملبوس تشریف فرما ہیں، مجھ سے فرمایا: آؤ تم بھی مسلم شریف پڑھ لو۔

ہر طرف علم و ہنر کا آپ سے دریا بہا ۔۔۔ آپ کا احسان اے صدرُ الشَّریعہ کم نہیں

نعت شریف سنتے ہوئے اشک باری

منقول ہے کہ جب نعت شروع ہوتی تو صدرُ الشَّریعہ علیہ رحمۃُ ربِّ الورٰی مُؤَدَّب بیٹھ کر دونوں ہاتھ باندھ لیتے اور آنکھیں بند کر لیتے۔ اِنتِہائی وقار و تَمکِنَت (تَم۔کِ۔نَت) کے ساتھ پُرسکون ہو جاتے اور پورے اِنہماک و توجُّہ سے سنتے۔ پھر کچھ ہی دیر بعد آنکھوں سے سَیلِ اَشک اس طرح جاری ہو جاتے کہ تھمنے کا نام نہ لیتے۔ نعت پڑھنے والا نعت پڑھ کر خاموش ہو جاتا اس کے بعد بھی کچھ دیر تک یہی خود فراموشی طاری رہتی۔

متاعِ عشقِ سرکارِ دو عالم ہو جسے حاصل
کشش: اِس کیلئے کیا ہوگی دنیا کے خزینے میں

حضرتِ شاہِ عالم کا تخت

حضرتِ سیِّدُنا شاہِ عالم علیہ رَحْمَۃُ اللہِ الاکرم بہت بڑے عالمِ دین اور پائے کے ولیُّ اللہ تھے۔ مدینۃ الاولیا احمد آبادشریف (گجرات الھند) میں آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نہایت ہی لگن کے ساتھ علمِ دین کی تعلیم دیتے تھے۔ ایک بار بیمار ہوکر صاحبِ فراش ہوگئے اور پڑھانے کی چھٹیاں ہوگئیں۔ جس کا آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو بے حد افسوس تھا۔ تقریباً چالیس دن کے بعد صحت یاب ہوئے اور مدرسے میں تشریف لاکر حسبِ معمول اپنے تخت پر تشریف فرما ہوئے۔ چالیس دن پہلے جہاں سبق چھوڑا تھا وہیں سے پڑھانا شروع کیا۔ طَلَبہ نے متعجِّب ہوکر عرض کی: حضور: آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ مضمون تو بہت پہلے پڑھا دیا ہے گزشتہ کل تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فُلاں سبق پڑھایا تھا! یہ سن کر آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فوراً مُراقِب ہوئے۔ اُسی وقت سرکارِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، فیض گنجینہ، صاحبِ معطَّر پسینہ، باعثِ نُزُولِ سکینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وٰالہ وسلم کی زِیارت ہوئی۔ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وٰالہ وسلم کے لبہائے مبارَکہ کو جنبش ہوئی، مُشکبار پھول جھڑنے لگے اور الفاظ کچھ یوں ترتیب پائے: "شاہِ عالم! تمہیں اپنے اَسباق رہ جانے کا بہت افسوس تھا لہٰذا تمہاری جگہ تمہاری صورت میں تخت پر بیٹھ کر میں روزانہ سبق پڑھا دیا کرتا تھا۔" جس تخت پر سرکارِ نامدار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وٰالہ وسلم تشریف فرما ہوا کرتے تھے اُس پر اب حضرتِ قبلہ سیِّدُنا شاہِ عالم علیہ رَحْمَۃُ اللہِ الاکرم کس طرح بیٹھ سکتے تھے لہٰذا فوراً تخت پر سے اُٹھ گئے۔ تخت کو یہاں کی مسجِد میں مُعلَّق کردیا گیا۔ اس کے بعد حضرتِ سیِّدنا شاہِ عالم علیہ رَحْمَۃُ اللہِ الاکرم کیلئے دوسرا تخت بنایا گیا۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے وِصال کے بعد اُس تخت کو بھی یہاں مُعلَّق کردیا گیا۔ اِس مقام پر دُعا قبول ہوتی ہے۔

مدینے کا مسافر ہند سے پہنچا مدینے میں
مدینے کا مسافر ہند سے پہنچا مدینے میں

خلیفہ صدرِ شریعت، پیرِ طریقت حضرتِ علّامہ مولٰینا حافظ قاری محمد مُصلِحُ الدّین صِدّیقی القادِری علیہ رحمۃ اللہ القوی سے میں (سگِ مدینہ عُفِیَ عنہ) نے سنا ہے، وہ فرماتے تھے: مُصنِّفِ بہارِ شریعت حضرتِ صدرُ الشَّریعۃ مولٰینا محمد امجد علی اَعظمی صاحِب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ہمراہ مجھے مدینۃ الاولیا احمد آباد شریف (ھند) میں حضرت سیِّدنا شاہ عالم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے دربار میں حاضِری کی سعادت حاصِل ہوئی، ان دونوں تختوں کے نیچے حاضر ہوئے اور اپنے اپنے دِل کی دعائیں کرکے جب فارِغ ہوئے تو میں نے اپنے پیرومرشِد حضرتِ صدرُ الشریعہ علیہ رحمۃُ ربِّ الورٰی سے عرض کی: حُضور! آپ نے کیا دعا مانگی؟ فرمایا: "ہر سال حج نصیب ہونے کی۔" میں سمجھا حضرت کی دُعا کا مَنشا یہی ہوگا کہ جب تک زِندہ رہوں حج کی سعادت ملے۔ لیکن یہ دُعا بھی خوب قبول ہوئی کہ اُسی سال حج کا قصد فرمایا۔ سفینہ مدینہ

میں سوار ہونے کیلئے اپنے وطن مدینۃ العلماء گھوسی (ضلع اعظم گڑھ) سے بمبئی تشریف لائے۔ یہاں آپ کو نمونیہ ہوگیا اور سفینے میں سوار ہونے سے قبل ہی ۱۳۶۷ کے ذیقعدۃ الحرام کی دوسری شب 12 بجکر 26 منٹ پر بمطابق 6 ستمبر 1948 کو آپ وفات پاگئے۔

مدینے کا مسافر ہند سے پہنچا مدینے میں　　قدم رکھنے کی بھی نوبت نہ آئی تھی سفینے میں

سبحٰن اللہ مبارک تخت کے تحت مانگی ہوئی دُعا کچھ ایسی قبول ہوئی کہ اب آپ اِن شاءَ اللہ عزوجل قیامت تک حج کا ثواب حاصل کرتے رہیں گے۔ خود حضرتِ صدرالشریعہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی مشہور زمانہ کتاب بہارِ شریعت حصہ 6 صفحہ 5 پر یہ حدیثِ پاک نقل کی ہے: جو حج کیلئے نکلا اور فوت ہوگیا تو قیامت تک اُس کے لئے حج کرنے والے کا ثواب لکھا جائے گا اور جو عمرہ کیلئے نکلا اور فوت ہوگیا اُس کیلئے قیامت تک عمرہ کرنے والے کا ثواب لکھا جائے گا اور جو جہاد میں گیا اور فوت ہوگیا اس کیلئے قیامت تک غازی کا ثواب لکھا جائے گا۔

(مسند ابی یعلی ج ۵، ص ۴۱ ۴، حدیث ۶۳۲۷ دارالکتب العلمیۃ بیروت)

مادّہ تاریخ

درجِ ذیل آیتِ مبارکہ آپ کی وفات کا مادّہ تاریخ ہے۔ (پ ۱۴، الحجر ۴۵)

اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ جَنّٰتٍ وَّ عُیُوْنٍ ؕ

51　3　6　7

آپ کا مزارِ مبارک

بعدِ وفات حضرتِ صدرُ الشّریعہ علیہ رحمۃُ ربِّ الورٰی کے وُجودِ مسعود کو بذریعہ ٹرین بمبئی سے مدینۃُ العُلَماء گھوسی لے جایا گیا۔ وہیں آپ کا مزارِ مبارک مرجعِ خواص وعوام ہے۔

قبر شریف کی مٹی سے شفاء مل گئی

مدینۃُ العُلَماء گھوسی کے مولانا فخر الدّین کے والدِ محترم مولانا نظامُ الدّین صاحب کے گُردے میں پتھری ہوگئی تھی۔ انہوں نے ہر طرح کا علاج کیا لیکن کوئی فائدہ حاصل نہ ہوا۔ بالآخر صدرُ الشّریعہ، بدرُ الطّریقہ علیہ رحمۃ اللہ القوی کی قبرِ انور کی مٹی استعمال کی جس سے الحمدللہ عزوجل ان کے گردے کی پتھری نکل گئی اور شفاء حاصل ہوگئی۔

درِ امجد سے منگتا کو برابر بھیک ملتی ہے　　گدا پہنچے، تونگر، یا سوالی علم وحکمت کا

مزار سے خوشبو

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے دفن ہونے کے بعد کئی روز بارش ہوتی رہی چُنانچہ قبرِ انور پر چٹائیاں ڈال دی گئیں۔

جب 15 دن کے بعد مزار تعمیر کرنے کے لئے وہ چٹائیاں ہٹائی گئیں تو خوشبو کی ایسی لپٹیں اٹھیں کہ پوری فضا معطر ہو گئی۔ یہ خوشبو مسلسل کئی دن تک اٹھتی رہی۔

حقیقت میں نہ کیوں اللہ کا محبوب ہو جائے ۔۔۔ نہ کھویا عمر بھر جس نے کوئی لمحہ عبادت کا

وفات کے بعد صدرُ الشَّریعہ کا بیداری میں دیدار ہو گیا!

شہزادہ صدرالشریعہ، محدّثِ کبیر حضرتِ علامہ ضیاء المصطفٰے مصباحی مدظلہ فرماتے ہیں: غالباً 1391ھ یا 1392ھ کا واقعہ ہے کہ طویل غیر حاضری کے بعد حضرتِ مجاہدِ ملت مولٰینا حبیبُ الرحمن اِلہ آبادی علیہ رحمۃ الھادی عرسِ امجدی میں مدینۃ العلماء گھوسی تشریف لائے (حضرت صدرالشریعہ کے) عُرس شریف کے اجلاس میں دورانِ تقریر اپنی مسلسل غیر حاضری کا سبب بیان کرتے ہوئے آپ (یعنی حضرت مجاہد ملّت) نے فرمایا کہ عُرس شریف کی آمد پر مجھے ہر سال الحمدللہ عزوجل صدرالشریعہ علیہ الرحمۃ کی زیارت خواب میں ہوتی رہتی ہے جس کا صاف مطلب یہی تھا کہ حضرت رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ مجھے طلب فرمانا چاہتے ہیں۔ مگر چند ضروری مصروفیات عین وقت پر ہمیشہ رُکاوٹ بن جایا کرتی تھیں۔ امسال بھی حضرت صدرالشریعہ علیہ الرحمۃ کی خواب میں جلال بھرے انداز میں زیارت نصیب ہوئی۔ یہی معلوم ہو رہا تھا کہ حضرت رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ میرا انتظار فرما رہے ہیں۔ اِسی دَوران عرسِ امجدی کا دعوت نامہ بھی موصول ہوا۔ اب بہر صورت حاضر ہونا تھا اور ہو گیا۔ ابھی سلسلہ تقریر جاری تھا۔۔۔کہ آپ (یعنی مجاہدِ ملت) اچانک مزارِ اقدس کی طرف مُتَوَجِّہ ہو گئے اور اشک بار آنکھوں کے ساتھ رِقّت انگیز لہجے میں صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ سے مُعافی کے خواستگار رہوئے۔ مجاہدِ ملت کا بیان ختم ہونے کے بعد حضرتِ حافظِ ملت مولٰینا عبدالعزیز علیہ رحمۃ القوی نے تقریر شروع کی۔ دَورانِ تقریر بے ساختہ آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کی زَبان سے یہ جملہ صادر ہوا کہ حضرتِ صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ بِلا شبہ ولی تھے وہ اب بھی اسی طرح زندہ ہیں جیسے پہلے تھے ابھی ابھی حضرت مجاہد ملت نے ان کا دیدار کیا۔ اتنا فرماتے ہی حضرت حافظِ ملّت رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ سنبھل گئے اور فوراً اپنی تقریر کا رُخ موڑ دیا۔ چُنانچِہ جو حضرات مُتَوَجِّہ تھے اور جنہیں حضرت حافظِ ملت رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے کشف و کرامات نیز اندازِ بیان کا علم تھا وہ عُقدہ حل کر (یعنی گُتھی سُلجھا) چکے تھے اور انہیں یقین ہو گیا کہ حافظِ ملّت اور مجاہدِ ملت رَحِمَھُمَا اللہ تعالٰی جنہیں حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ سے خصوصی قُرب حاصل ہے ان دونوں حضرات کو اس وقت حضرتِ صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ کا سر کی آنکھوں سے دیدار نصیب ہوا۔

کون کہتا ہے ولی سب مر گئے ۔۔۔ قید سے چھوٹے وہ اپنے گھر گئے

بہارِ شریعت

صدر الشریعہ، بدر الطریقہ مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ الغنی کا پاک وہند کے مسلمانوں پر بہت بڑا احسان ہے کہ انہوں نے ضخیم عربی کُتُب میں پھیلے ہوئے فقہی مسائل کو سِلکِ تحریر میں پرو کر ایک مقام پر جمع کر دیا۔ انسان کی پیدائش سے لے کر وفات تک درپیش ہونے والے ہزار ہا مسائل کا بیان بہارِ شریعت میں موجود ہے۔ ان میں بے شمار مسائل ایسے بھی ہیں جن کا سیکھنا ہر اسلامی بھائی اور اسلامی بہن پر فرضِ عَین ہے۔ اس کی تصنیف کے اسباب کا ذکر کرتے ہوئے صدر الشریعہ علیہ رحمۃ ربّ الورٰی لکھتے ہیں: ''اردو زبان میں اب تک کوئی ایسی کتاب تصنیف نہیں ہوئی جو صحیح مسائل پر مشتمل ہو اور ضروریات کے لئے کافی ووافی ہو۔''

فقہِ حنفی کی مشہور کتاب فتاوٰی عالمگیری سینکڑوں عُلَمائے دین علیہم رحمۃ اللہ المبین نے حضرت سیّدنا شیخ نظام الدّین مُلّا جیوَن رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی نگرانی میں عَرَبی زَبان میں مُرتَّب فرمائی مگر قربان جایئے کہ صدرُ الشَّریعہ علیہ رحمۃُ ربِّ الورٰی نے وُہی کام اُردُو زبان میں تنِ تنہا کر دکھایا اور علمی ذَخائر سے نہ صرف مُفتیٰ بِہٖ اقوال چُن چُن کر بہارِ شریعت میں شامل کئے بلکہ سینکڑوں آیات اور ہزاروں احادیث بھی مُوضوع کی مناسَبَت سے دَرج کیں۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ خُود تحدیثِ نعمت کے طور پر ارشاد فرماتے ہیں: ''اگر اَورنگزیب عالمگیر اس کتاب (یعنی بہارِ شریعت) کو دیکھتے تو مجھے سونے سے تولتے۔''

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد یہ تھا کہ بَرِّصَغیر کے مسلمان اپنے دین کے مسائل سے بآسانی آگاہ ہوجائیں چُنانچہ ایک اور مقام پر تحریر فرماتے ہیں: ''اس کتاب میں حتَّی الوَسع یہ کوشش ہوگی کہ عبارت بہُت آسان ہو کہ سمجھنے میں دِقّت نہ ہو اور کم علم اور عورَتیں اور بچے بھی اس سے فائدہ حاصل کرسکیں۔ پھر بھی علم بہت مشکل چیز ہے یہ ممکن نہیں کہ علمی دُشواریاں بالکل جاتی رہیں ضرور بہُت مَواقِع ایسے بھی رہیں گے کہ اہلِ علم سے سمجھنے کی حاجت ہوگی کم از کم اتنا نفع ضرور ہوگا کہ اس کا بیان انھیں مُتَنَبِّہ (مُ۔ تَ۔ نَب۔ بِہ۔ یعنی خبردار) کریگا اور نہ سمجھنا سمجھ والوں کی طرف رُجوع کی توجُّہ دلائے گا۔''

اِس کتاب کا عرصہ تصنیف تقریباً ستائیس ۲۷ سال کے عرصے پر مُحیط ہے۔ یاد رہے کہ 27 سال کا یہ مطلب نہیں کہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ان سالوں میں ہمہ وقت تصنیف میں مشغول رہے بلکہ تعطیلات میں دیگر اُمور سے وقت بچا کر یہ کتاب لکھتے جس کے سبب اس کی تکمیل میں خاصی تاخیر ہوگئی چُنانچہ آپ بہارِ شریعت حصّہ 17 کے اختِتام پر بعنوان ''عرضِ حال'' میں لکھتے ہیں: ''اس کی تصنیف میں عُموماً یہی ہوا کہ ماہ رمضان مبارک کی تعطیلات میں جو کچھ دوسرے کاموں سے وقت بچتا اس میں کچھ لکھ لیا جاتا۔''

بُزرگوں کے الفاظ بابرکت ہوتے ہیں

صدرُ الشّریعہ، بدرُ الطّریقہ حضرتِ علامہ مولیٰنا مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ القوی نے بہارِ شریعت میں مسائل بیان کرکے کئی جگہ فتاوٰی رضویہ شریف کا حوالہ دیا ہے بلکہ بہارِ شریعت حصہ 6 میں اعلیٰ حضرت عَلَیہِ رَحمَۃُ ربِّ العِزّت کا لکھا ہوا حج کے احکام پر مشتمل رسالہ "انور البشارہ" پورا شامل کرلیا ہے اور عقیدت تو دیکھئے کہ کہیں بھی الفاظ میں کوئی تبدیلی نہیں کی تاکہ ایک ولیِّ کامل کے قلم سے نکلے ہوئے الفاظ کی برکتیں بھی حاصل ہوں چُنانچہ لکھتے ہیں: اعلیٰ حضرت قبلہ قدس سرہ، العزیز کا رسالہ "انور البشارہ" پورا اس میں شامل کردیا ہے یعنی متفرق طور پر مضامین بلکہ عبارتیں داخلِ رسالہ ہیں کہ اوّلاً: تبرک مقصود ہے۔ دُوُم: اُن الفاظ میں جو خوبیاں ہیں فقیر سے ناممکن تھیں لہٰذا عبارت بھی نہ بدلی۔ (بہارِ شریعت حصہ 6 ص 203 مکتبۃ المدینہ، باب المدینہ کراچی)

صدرُ الشّریعہ علیہ رحمۃُ ربِّ الورٰی مسائلِ شرعیّہ کو بہارِ شریعت کے 20 حصّوں میں سمیٹنا چاہتے تھے مگر مکمّل نہ کرسکے اور اس کی متعلّق آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے "عرضِ حال" میں تفصیل بیان کی ہے اور یہ وصیّت فرمائی ہے کہ: "اگر میری اولاد یا تلامذہ یا علماء اہلسنّت میں سے کوئی صاحب اس کا قلیل حصّہ جو باقی رہ گیا ہے اُس کی تکمیل فرمائیں تو میری عَین خوشی ہے۔" چُنانچہ صدرالشّریعہ علیہ رحمۃُ ربِّ الورٰی کا خواب شرمندہ تعبیر ہوا اور اس کے بقیّہ تین حصّے بھی چھپ کر منظرِ عام پر آچکے۔

اِس تصنیف کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ اعلیٰ حضرت علیہ رحمۃُ ربِّ العزّت نے بہارِ شریعت کے دوسرے، تیسرے اور چوتھے حصّے کا مُطالَعہ فرما کر جو کچھ تحریر فرمایا تھا وہ پڑھنے کے قابل ہے چُنانچہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں: الحمدللہ مسائلِ صَحیحہ رَجیحہ مُحقّقہ مُنقّحہ پر مشتمل پایا، آجکل ایسی کتاب کی ضَرورت تھی کہ عوام بھائی سَلیس اردو میں صحیح مسئلے پائیں اور گمراہی و اَغلاط کے مَصنوع و مُلَمّع زیوروں کی طرف آنکھ نہ اُٹھائیں۔

جس کے دم سے بہارِ شریعت ملی ایسے صدرِ شریعت پہ لاکھوں سلام

عالم بنانے والی کتاب

بہارِ شریعت جہیز ایڈیشن جدید مطبوعہ مکتبہ رضویہ صَفحہ 12 پر ہے: جگر گوشہ صدرُ الشّریعہ علیہ رحمۃُ ربِّ الورٰی، حضرت علامہ مولانا قاری محمد رضاء المصطفٰی اعظمی مدظلہ العالی فرماتے ہیں: صدرُ الشّریعہ علیہ رحمۃُ ربِّ الورٰی نے بہار شریعت کے ساتھ اس کتاب کا نام "عالم بنانے والی کتاب" بھی رکھا۔ جب اس کتاب کے سَتّرہ حصے تصنیف ہوگئے تو صدرُ الشّریعہ علیہ رحمۃُ ربِّ الورٰی نے فرمایا کہ: بہارِ شریعت کے چھ حصے جن میں روز مرّہ کے عام مسائل ہیں۔ ان چھ حصوں کا ہر گھر میں ہونا ضَروری ہے تاکہ عقائد، طہارت، نماز، زکوۃ، روزہ اور حج کے فِقہی مسائل عام فہم سَلیس (یعنی

آسان) اردو زبان میں پڑھ کر جائز و ناجائز کی تفصیل معلوم کی جائے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ عَزَّ وَجَلَّ دیگر علمائے اہلسنّت نے بھی بہارِ شریعت کو "عالم بنانے والی کتاب" تسلیم کیا ہے۔ چُنانچہ مُحَقِّقِ عصر حضرتِ علامہ مولینا مفتی الحاج محمد نظام الدین رضوی اطال اللہ عمرہ، (صدر شعبہ افتا، دارالعلوم اشرفیہ مصباح العلوم، مبارک پور، ضلع اعظم گڑھ، یوپی، الھند) ۲۸ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۹ھ کو جاری کردہ اپنے ایک فتوے میں اِرقام فرماتے ہیں: آج ہمارے عُرف میں جن حضرات پر عالم، فقیہ، مفتی کا اطلاق ہوتا ہے یہ وُہی لوگ ہیں جو کثیر فُروعی مسائل کے حافِظ ہوں اور فِقہ کے بیشتر ضروری اَبواب پر ان کی نظر ہو، تاکہ جب بھی کوئی مسئلہ درپیش ہو سمجھ جائیں کہ اس کا حکم فُلاں باب میں ملے گا، پھر اسے نکال کر بغیر دوسرے کے سمجھائے بخوبی سمجھ سکیں اور صحیح حکمِ شرعی بتا سکیں۔ بہارِ شریعت کو "عالم بنانے والی کتاب" اسی لحاظ سے کہا جاتا ہے کہ جو شخص اسے اچھی طرح سمجھ کر پڑھ لے اور اس کے مسائلِ کثیرہ کو ذِہن نشین کر لے تو وہ عالم ہو جائے گا کہ وہ حافِظ فُروعِ کثیرہ ہے۔

اللہ رَبُّ الْعِزَّت عَزَّ وَجَلَّ کی صدرِ شریعت پر رحمت ہو اور ان کے صدقے ہماری مغفرت ہو۔

بہارِ شریعت کے اس عظیم علمی ذخیرے کو مُفید سے مُفید تر بنانے کے لئے اس پر دعوتِ اسلامی کی مجلس، المدینۃ العلمیۃ کے مَدَنی علماء نے تخریج و تسہیل اور کہیں کہیں حواشی لکھنے کی سعی کی ہے اور مکتبۃ المدینہ سے طبع ہو کر، تادمِ تحریر اس کے 1 تا 6 اور سولھواں حصہ منظرِ عام پر آچکے ہیں۔ اب ابتدائی 6 حصوں کو ایک جلد میں پیش کیا جارہا ہے۔ اللہ تعالیٰ دعوتِ اسلامی کی اس خدمت کو قبول فرمائے اور اس کا نفع عام فرمائے۔

امین بِجاہِ النَّبِیِّ الْاَمین صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

اعلیٰ حضرت کے کمالِ علم کا عکسِ جمیل　　مظہرِ یکتائی و تحقیق و تمکینِ رضا

اھلِ سنّت کا وقار و افتخار اس کا وُجود　　اس کی شخصیّت پہ نازاں ہیں　　محبینِ رضا

۱۷ جمادی الاخرہ ۱۴۲۹ھ ــــــ نَزِیل الامارات العربیۃ المتحدۃ

حصہ اول (۱) کی اصطلاحات

1 عِلمِ ذاتی: وہ علم کہ اپنی ذات سے بغیر کسی کی عطا کے ہو (اسے علمِ ذاتی کہتے ہیں)، اور یہ صرف اللہ عزّوجلّ ہی کے ساتھ خاص ہے۔ (ماخوذ از فتاوی رضویہ، ج ۲۹ ص ۵۰۳)

2 عِلمِ عطائی: وہ علم جو اللہ عزوجل کی عطا سے حاصل ہو، اسے علمِ عطائی کہتے ہیں۔ (ماخوذ از فتاوی رضویہ، ج ۲۹ ص ۵۰۳)

3 مُعجِزہ: نبی سے بعد دعوی نبوت خلافِ عقل و عادت صادر ہونے والی چیز کو جس سے سب منکرین عاجز ہو جاتے ہیں اسے معجزہ کہتے ہیں۔ (ماخوذ از بہارِ شریعت، حصہ ۱، ص ۳۸)

4 مُحکَم: جس کے معنی بالکل ظاہر ہوں اور وہی کلام سے مقصود ہوں اس میں تاویل یا تخصیص کی گنجائش نہ ہو اور نسخ یا تبدیل کا احتمال نہ ہو۔ (تفسیر نعیمی، ج۳، ص۲۵۰)

5 مُتشابہ: جس کی مراد عقل میں نہ آسکے اور یہ بھی امید نہ ہو کہ رب تعالیٰ بیان فرمائے۔ (تفسیر نعیمی، ج۳، ص۲۵۰)

6 اِلہام: ولی کے دل میں بعض وقت سوتے یا جاگتے میں کوئی بات اِلقا ہوتی ہے (یعنی دل میں ڈالی جاتی ہے)۔ اس کو الہام کہتے ہیں۔ (بہارِ شریعت، حصہ ۱، ص۳۱)

7 وحیِ شیطانی: جو شیطان کی جانب سے کاہن، ساحر، کفار و فُسّاق کے دلوں میں ڈالی جاتی ہے۔

(ماخوذ از بہارِ شریعت، حصہ ۱، ص۳۲)

8 اِرہاص: نبی سے جو بات خلافِ عادت نبوت سے پہلے ظاہر ہو اس کو اِرہاص کہتے ہیں۔

(ماخوذ از بہارِ شریعت، حصہ ۱، ص۳۸)

9 کرامت: ولی سے جو بات خلافِ عادت صادر ہو اس کو کرامت کہتے ہیں۔ (ماخوذ از بہارِ شریعت، حصہ ۱، ص۳۸)

10 مَعُونت: عام مؤمنین سے جو بات خلاف عادت صادر ہو اس کو معونت کہتے ہیں۔ (ماخوذ از بہارِ شریعت، حصہ ۱، ص۳۸)

11 اِستِدراج: بے باک فُجّار یا کفار سے جو بات ان کے موافق ظاہر ہو اس کو استدراج کہتے ہیں۔

(ماخوذ از بہارِ شریعت، حصہ ۱، ص۳۸)

12 اِہانت: بے باک فجار یا کفار سے جو بات ان کے خلاف ظاہر ہو اس کو اہانت کہتے ہیں۔

(ماخوذ از بہارِ شریعت، حصہ ۱، ص۳۸)

13 شفاعت بالوجاہۃ: مُستَشفَعْ اِلیہ (جس سے سفارش کی گئی) کی بارگاہ میں شفاعت کرنے والے کو جو وجاہت (عزت اور مرتبہ) حاصل ہے اس کے سبب شفاعت کا قبول ہونا شفاعت بالوجاہت ہے۔

(ماخوذ از شفاعت مصطفی ترجمہ تحقیق الفتوی فی ابطال الطغوی، ص۲۷)

14 شفاعت بالمحبۃ: وہ شفاعت جس کی قبولیت کا سبب مُستَشفَعْ اِلیہ (جس سے سفارش کی گئی) کی شفاعت کرنے والے سے محبت ہے۔ (ماخوذ از شفاعت مصطفی ترجمہ تحقیق الفتوی فی ابطال الطغوی، ص۱۴۲)

15 شفاعت بالاذن: اس کا معنی یہ ہے کہ جس کے لیے شفاعت کی گئی ہے، شفاعت کرنے والے کو مُستَشفَعْ اِلیہ کے سامنے اس کی شفاعت پیش کرنے کی اجازت ہو۔ (شفاعت مصطفی ترجمہ تحقیق الفتوی فی ابطال الطغوی، ص۱۴۰)

16 بَرزخ: دنیا اور آخرت کے درمیان ایک اور عالَم ہے جس کو برزخ کہتے ہیں۔ (بہارِ شریعت، حصہ ۱، ص۵۰)

17 ایمان: سچے دل سے ان سب باتوں کی تصدیق کرنا جو ضروریاتِ دین سے ہیں ایمان کہلاتا ہے۔

(بہارِ شریعت، حصہ ۱، ص۹۲)

18 ضروریاتِ دین: اس سے مراد وہ مسائل دین ہیں جن کو ہر خاص و عام جانتے ہوں، جیسے اللہ عزوجل کی وَحدَانیت، انبیاء علیہم السلام کی نبوت، جنت ودوزخ وغیرہ۔ (بہارشریعت، حصہ ۱، ص ۹۲)

19 ماتریدیہ: اہلسنت کا وہ گروہ جو فروعی عقائد میں امام علم الہدیٰ حضرت ابومنصور ماتُرِیدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا پیروکار ہے وہ ماتریدیہ کھلاتا ہے۔ (ماخوذ از بہارشریعت، حصہ ۱، ص ۹۵)

20 اَشاعِرہ: اہلسنت کا وہ گروہ جو فروعی عقائد میں امام شیخ ابوالحسن اشعری رحمہ اللہ تعالیٰ کا پیروکار ہے وہ اشاعرہ کھلاتا ہے۔ (ماخوذ بہارشریعت، حصہ ۱، ص ۹۵)

21 شرک: اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات وصفات میں کسی دوسرے کو شریک کرنا شرک کھلاتا ہے۔ (وقارالفتاوی، ج ۱، ص ۲۷۰)

22 جزیہ: وہ شرعی محصول جو اسلامی حکومت اہل کتاب سے ان کی جان ومال کے تَحَفُّظ کے عوض میں وصول کرے۔ (ماخوذ از تفسیر نعیمی، ج ۱۰، ص ۲۵۴)

23 تقلید: کسی کے قول وفعل کو اپنے اوپر لازم شرعی جاننا یہ سمجھ کر کہ اس کا کلام اور اس کا کام ہمارے لیے حجت ہے کیونکہ یہ شرعی محقق ہے، جیسے کہ ہم مسائل شرعیہ میں امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول وفعل اپنے لیے دلیل سمجھتے ہیں اور دلائل شرعیہ میں نظر نہیں کرتے۔ (ماخوذ از جاء الحق، ص ۲۲)

☆ شرعی مسائل تین طرح کے ہیں (۱) عقائد، ان میں کسی کی تقلید جائز نہیں (۲) وہ احکام جو صراحۃً قرآن پاک یا حدیث شریف سے ثابت ہوں اجتہاد کو ان میں دخل نہیں، ان میں بھی کسی کی تقلید جائز نہیں جیسے پانچ نمازیں، نماز کی رکعتیں، تیس روزے وغیرہ (۳) وہ احکام جو قرآن پاک یا حدیث شریف سے استنباط واجتہاد کر کے نکالے جائیں، ان میں غیر مجتہد پر تقلید کرنا واجب ہے۔ (ماخوذ از جاء الحق ص ۲۵، ۲۶)

24 قیاس: قیاس کا لغوی معنی ہے اندازہ لگانا، اور شریعت میں کسی فرعی مسئلہ کو اصل مسئلہ سے علت اور حکم میں ملا دینے کو قیاس کہتے ہیں۔ (ماخوذ از جاء الحق، ص ۴۳)

25 بِدعت: وہ اِعتِقاد یا وہ اَعمال جو کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے زمانہ حیات ظاہری میں نہ ہوں بعد میں ایجاد ہوئے۔ (جاء الحق، ص ۲۲۱)

26 بدعت مذمومہ: جو بدعت اسلام کے خلاف ہو یا کسی سنت کو مٹانے والی ہو وہ بدعت سیئہ ہے۔ (جاء الحق، ص ۲۲۶)

27 بدعت مکروہہ: وہ نیا کام جس سے کوئی سنت چھوٹ جاوے اگر سنت غیر مؤکدہ چھوٹی تو یہ بدعت مکروہ تنزیہی ہے اور اگر سنت مؤکدہ چھوٹی تو یہ بدعت مکروہ تحریمی ہے۔ (جاء الحق، ص ۲۲۸)

28 بدعت حرام وہ نیا کام جس سے کوئی واجب چھوٹ جاوے، یعنی واجب کو مٹانے والی ہو۔ (جاء الحق، ص ۲۲۸)

29 بدعت مستحبہ: وہ نیا کام جو شریعت میں منع نہ ہو اور اس کو عام مسلمان کارِ ثواب جانتے ہوں یا کوئی شخص اس کو نیت خیر سے کرے، جیسے محفل میلاد وغیرہ۔ (جاء الحق، ص ۲۲۶)

30 بدعت جائز (مُباح): ہر وہ نیا کام جو شریعت میں منع نہ ہو اور بغیر کسی نیتِ خیر کے کیا جاوے جیسے مختلف قسم کے کھانے کھانا وغیرہ۔ (جاء الحق، ص ۲۲۶)

31 بدعت واجب: وہ نیا کام جو شرعاً منع نہ ہو اور اس کے چھوڑنے سے دین میں حرج واقع ہو، جیسے کہ قرآن کے اعراب اور دینی مدارس اور علمِ نحو وغیرہ پڑھنا۔ (جاء الحق، ص ۲۲۸)

32 خلافتِ راشدہ: نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد خلیفہ برحق و امام مطلق حضرت سیدنا ابوبکر صدیق، پھر حضرت عمر فاروق، پھر حضرت عثمان غنی، پھر حضرت مولیٰ علی، پھر چھ مہینے کے لیے حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہوئے، ان حضرات کو خلفائے راشدین اور ان کی خلافت کو خلافت راشدہ کہتے ہیں۔ (بہار شریعت، حصہ ۱، ص ۲۴۱)

33 عشرہ مبشرہ: وہ دس صحابہ جن کو سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی زندگی ہی میں ان کو جنت کی بشارت دی۔ حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی، حضرت علی المرتضیٰ، حضرت طلحہ بن عُبَید اللہ، حضرت زبیر بن العوام، حضرت عبدالرحمن بن عوف، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت سعید بن زید، حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ (فتاویٰ رضویہ، ج ۲۹، ص ۳۶۳)

34 خطاءِ مقرر: یہ وہ خطاءِ اجتہادی ہے جس سے دین میں کوئی فتنہ پیدا نہ ہوتا ہو، جیسے ہمارے نزدیک مقتدی کا امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنا۔ (بہار شریعت، حصہ ۱، ص ۱۲۸)

35 خطاءِ منکر: یہ وہ خطاءِ اجتہادی ہے جس کے صاحب پر انکار کیا جائے گا کہ اس کی خطاء باعث فتنہ ہے۔

(بہار شریعت، حصہ ۱، ص ۱۲۸)

36 نذر شرعی: نذر اصطلاح شرع میں وہ عبادت مقصودہ ہے جو جنس واجب سے ہو اور وہ خود بندہ پر واجب نہ ہو، مگر بندہ نے اپنے قول سے اسے اپنے ذمہ واجب کر لیا، اور یہ اللہ عزوجل کے لیے خاص ہے اس کا پورا کرنا واجب ہے۔

(ماخوذ از فتاویٰ امجدیہ، حصہ ۲، ص ۳۰۹، ۳۱۲)

37 نذر لغوی (عرفی): اولیاء اللہ کے نام کی جو نذر مانی جاتی ہے اسے نذر لغوی کہتے ہیں اس کا معنی نذرانہ ہے جیسے کہ کوئی اپنے استاد سے کہے کہ یہ آپ کی نذر ہے یہ بالکل جائز ہے یہ بندوں کی ہو سکتی ہے مگر اس کا پورا کرنا شرعاً واجب نہیں مثلاً گیارہویں شریف کی نذر اور فاتحہ بزرگان دین وغیرہ۔ (ماخوذ از جاء الحق، ص ۳۱۴)

اعلام

1 خوردبین: ایک آلہ جس کے ذریعے چھوٹی سے چھوٹی چیز اپنی جسامت سے کئی گنا بڑی نظر آتی ہے۔

2 گوپھن: رسی کا بنا ہوا ہتھیار جس میں پتھر یا مٹی کے گولے رکھ کر اور ہاتھ سے گردش دے کر اس پتھر کو حریف (دشمن) پر مارتے ہیں، منجنیق۔

3 صہبا: ایک جگہ کا نام ہے

4 سنکھوں: کئی سو پدم، سو کھرب کا ایک نیل ہوتا ہے اور سو نیل کا ایک پدم اور سو پدم کا ایک سنکھ ہوتا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الحمد لله الذی أنزل القرآن، وهدٰنا به إلى عقائد الإيمان، وأظهر هذا الدين القويم على سائر الأديان، والصلاة والسلام الأتمان فی كلّ حين وآن على سيّد ولد عدنان، سيّد الإنس والجان، الذی جعله الله تعالٰى مطّلعاً على الغيوب فعلم ما يكون وما كان، وعلى اٰله وصحبه وابنه وحزبه ومن تبعهم بإحسان، واجعلنا منهم يا رحمٰن! يا منّان!

فقیر بارگاہ قادری ابو العلا امجد علی اعظمی رضوی عرض کرتا ہے کہ زمانہ کی حالت نے اس طرف متوجہ کیا کہ عوام بھائیوں کے لیے صحیح مسائل کا ایک سلسلہ عام فہم زبان میں لکھا جائے، جس میں ضروری روزمرہ کے مسائل ہوں۔ باوجود بے فرصتی اور بے مایگی کے توکلاً علی اللہ اس کام کو شروع کیا، ایک حصہ لکھنے پایا تھا کہ یہ خیال ہوا کہ اعمال کی درستی عقائد کی صحت پر متفرع ہے، اور بہتیرے مسلمان ایسے ہیں کہ اُصولِ مذہب سے آگاہ نہیں، ایسوں کے لیے سچّے عقائدِ ضروری کے سرمایہ کی بہت شدید حاجت ہے۔

خصوصاً اس پُرآشوب زمانہ میں کہ گندم نما جَو فروش بکثرت ہیں، کہ اپنے آپ کو مسلمان کہتے، بلکہ عالم کہلاتے ہیں اور حقیقۃً اسلام سے ان کو کچھ علاقہ نہیں۔ عام ناواقف مسلمان اُن کے دامِ تزویر میں آکر مذہب اور دین سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں، لہٰذا اُس حصہ یعنی کتاب الطہارۃ کو اِس سلسلہ کا حصہ دوم کیا اور اُن بھائیوں کے لیے اس سے پہلے حصہ میں اسلامی سچے عقائد بیان کیے۔ اُمید کہ برادرانِ اسلام اس کتاب کے مطالعہ سے ایمان تازہ کریں اور اس فقیر کے لیے عفو و عافیتِ دارین اور ایمان و مذہبِ اہلسنت پر خاتمہ کی دعا فرمائیں۔

اَللّٰهُمَّ ثَبِّتْ قُلُوْبَنَا عَلَى الإِيْمَانِ وَتَوَفَّنَا عَلَى الإِسْلاَمِ وَارْزُقْنَا شَفَاعَةَ خَيْرِ الأَنَامِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ، وَأَدْخِلْنَا بِجَاهِهِ عِنْدَكَ دَارَ السَّلَامِ اٰمِيْن يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ! وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ.

عقائد متعلقہ ذات وصفاتِ الٰہی جَلّ جلالہ،

عقیدہ (۱): اللہ (عزوجل) ایک ہے (1)،

1۔توحید باری تعالیٰ

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدددین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں: وجود واحد (اسی حی وقیوم ازلی ابدی کا) موجود واحد (وہی ایک حی و قیوم ازلی ابدی) باقی سب اعتبارات ہیں (اعتبار کیجئے تو موجود اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدددین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں: ورنہ محض معدوم) ذراتِ اکوان (یعنی موجودات کے ذرہ ذرہ) کو اس کی ذات سے ایک نسبت مجہولۃ الکیف ہے۔(نامعلوم الکیفیت) جس کے لحاظ سے من وتو (ماوشما واین وآں) کو موجود وکائن کہا جاتا (اور ہست وبود سے تعبیر کیا جاتا) ہے۔(اگر اس نسبت کا قدم درمیان سے اٹھالیں۔ ہست، نیست اور بود، نابود ہوجائے، کسی ذرہ موجود کا وجود نہ رہے کہ اس پر ہستی کا اطلاق) روا ہو۔) اور اس کے آفتاب وجود کا ایک پرتو (ایک ظل، ایک عکس، ایک شعاع ہے کہ کائنات کا ہر ذرہ نگاہِ ظاہر میں جلوہ آرائیاں کر رہا ہے۔(اور اس تماشا گاہِ عالم کے ذرہ ذرہ سے اس کی قدرتِ کاملہ کے جلوے ہویدا ہیں) اگر اس نسبت و پرتو سے (کہ ہر ذرہ کون ومکان کو اس آفتاب وجود حقیقی سے حاصل ہے) قطع نظر کی جائے (اور ایک لحظہ کو اس سے نگاہ ہٹالی جائے) تو عالم ایک خواب پریشان کا نام رہ جائے، ہو کا میدان عدمِ بحت کی طرح سنسان (محض معدوم ویکسر ویران، تو مرتبہ وجود میں صرف ایک ذاتِ حق ہے باقی سب اسی کے پرتو وجود سے موجود ہیں، مرتبہ کون میں نور ابدی آفتاب ہے، اور تمام عالم اس کے آئینے اس نسبتِ فیضان کا قدم، درمیان سے نکال لیں تو عالم دفعۃً فنائے محض ہوجائے کہ اسی نور کے متعدد پرتووں نے بے شمار نام پائے ہیں، ذات باری تعالیٰ واحد حقیقی ہے، تغیر واختلاف کو اصلاً اس کے سرا پردہ عزت کے گرد بار نہیں۔ پر مظاہر کے تعدد سے یہ مختلف صورتیں، بے شمار نام، بے حساب آثار پیدا ہیں، نورِ احدیت کی تابش غیر محدود ہے۔ اور چشم جسم وچشم عقل دونوں وہاں نابینا ہیں، اور اس سے زیادہ بیان سے باہر، عقل سے وراء ہے۔)

موجود واحد ہے نہ وہ واحد جو چند (ابعاض واجزاء) سے مل کر مرکب ہوا (اور شے واحد کا نام اس پر روا ٹھہرا) نہ وہ واحد جو چند کی طرف تحلیل پائے (جیسا کہ انسانِ واحد یا شئے واحد کہ گوشت پوست وخون واستخوان وغیرہا اجزاء وابعاض سے ترکیب پا کر مرکب ہوا اور ایک کہلایا اور اس کی تحلیل وتجزی اور تجزیہ، انہیں اعضاء واجزاء وابعاض کی طرف ہوگا جن سے اس نے ترکیب پائی اور مرکب کہلایا کہ یہی جسم کی شان ہے، اور ذاتِ باری تعالیٰ عزشانہ جسم وجسمانیات سے پاک ومنزہ ہے۔) نہ وہ واحد جو بہ تہمت حلول عینیت (کہ اس کی ذات قدسی صفات پر یہ تہمت لگائی جائے کہ وہ کسی چیز میں حلول کیے ہوئے یا اس میں سمائی ہوئی ہے یا کوئی چیز اسکی ذاتِ احدیت میں حلول کیے ہوئے اور اس میں پیوست ہے اور یوں معاذ اللہ وہ) اوجِ وحدت (وحدانیت ویکتائی کی رفعتوں) سے حضیض اثنینیت ←

کوئی اس کا شریک نہیں(2)،

(دوئی اور اشتراک کی پستیوں) میں اتر آئے۔ ھوولا موجود الاھو آیۃ کریمہ سبحانہ وتعالٰی عما یشرکون۔ اسے (پاکی اور برتری ہے اسے ان شریکوں سے) جس طرح شرک فی الالوہیت کو رد کرتی ہے۔ (اور بتاتی ہے کہ خداوند قدوس کی خدائی اور اس معبود برحق کی الوہیت و ربوبیت میں کوئی شریک نہیں۔ ھوالذی فی السماء الٰہ وفی الارض الٰہ ۔ ۲؎ وہی آسمان والوں کا خدا اور وہی زمین والوں کا خدا، تونفسِ الوہیت و ربوبیت میں کوئی اس کا شریک کیا ہوتا، اس کی صفاتِ کمال میں بھی کوئی اس کا شریک نہیں۔ لیس کمثلہ شیئ ۔ ۳؎ اس جیسا کوئی نہیں) (۱؎ القرآن الکریم ۳۰/۴۰)(۲؎ القرآن الکریم ۴۳/۸۴)(۳؎ القرآن الکریم ۴۲/۱۱)

(فتاوٰی رضویہ، جلد ۲۹، ص ۳۳۹ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

2۔شرکِ اکبر:

فرمانِ باری تعالٰی ہے:

اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَكَ بِهٖ وَ یَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ یَّشَآءُ

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک اللہ اسے نہیں بخشتا کہ اس کے ساتھ کفر کیا جائے اور کفر سے نیچے جو کچھ ہے جسے چاہے معاف فرما دیتا ہے۔

(پ5، النسآء:48)

اور ایک دوسری جگہ ہے:

اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ ۝

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک شرک بڑا ظلم ہے۔ (پ21، لقمان:13)

اور ایک دوسری جگہ ہے:

اِنَّهٗ مَنْ یُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَیْهِ الْجَنَّةَ وَ مَاْوٰىهُ النَّارُؕ وَ مَا لِلظّٰلِمِیْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ۝

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک جو اللہ کا شریک ٹھہرائے تو اللہ نے اس پر جنت حرام کر دی اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہے اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔ (پ6، المآئدۃ:72)

شرک کیا ہے: شرک کسے کہتے ہیں اور شرک کی حقیقت کیا ہے؟ تو اس کے بارے میں علامہ حضرت سعد الدین تفتازانی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے اپنی کتاب: شرح عقائد میں تحریر فرمایا کہ

الاشتراک ھو اثبات الشریک فی الالوھیۃ بمعنی وجوب الوجود کما للمجوس او بمعنی استحقاق العبادۃ کما لعبدۃ الاصنام (شرح العقائد النسفیۃ، مبحث الافعال کلھا بخلق اللہ۔۔۔الخ، ص ۷۸)

شرک کے معنی یہ ہیں کہ خدا عزوجل کی الوہیت میں کسی کو شریک ٹھہرانا یا تو اس طرح کہ خدا عزوجل کے سوا کسی کو واجب الوجود مان لینا جیسا کہ مجوسی کہتے ہیں یا اس طرح کہ خدا کے سوا کسی کو عبادت کا حقدار مان لینا جیسا کہ بت پرستوں کا عقیدہ ہے۔ ←

نہ ذات میں، نہ صفات میں (3)،

حضرت علامہ تفتازانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس عبارت میں فیصلہ کر دیا کہ شرک کی دو ہی صورتیں ہیں ایک یہ کہ خدا عزوجل کے سوا کسی کو واجب الوجود مانا جائے۔ دوسری یہ کہ خدا عزوجل کے سوا کسی کو عبادت کے لائق مان لیا جائے۔

3۔**شرک فی الصفات:**

اللہ تعالیٰ کی صفات عالیہ میں کسی غیر کو شریک ٹھہرانا یعنی جس طرح اللہ تعالیٰ صفات عالیہ کے ساتھ متصف ہے اسی طرح کسی دوسرے میں ثابت کرنا شرک فی الصفات کہلاتا ہے

شرک کی حقیقت: مُفسِّر شہیر حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان فرماتے ہیں:

شرک کی حقیقت رب تعالیٰ سے مساوات پر ہے یعنی جب تک کسی کو رب کے برابر نہ جانا جائے تب تک شرک نہ ہوگا اسی لئے قیامت میں کفار اپنے بتوں سے کہیں گے۔

تَاللّٰهِ اِنْ كُنَّا لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ○

خدا کی قسم ہم کھلی گمراہی میں تھے کہ تم کو رب العالمین کے برابر ٹھہراتے تھے۔ (پ19، الشعرآء:97)

اس برابر جاننے کی چند صورتیں ہیں ایک یہ کہ کسی کو خدا کا ہم جنس مانا جائے جیسے عیسائی عیسیٰ علیہ السلام کو اور یہودی عزیر علیہ السلام کو خدا کا بیٹا مانتے تھے اور مشرکین عرب فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں مانتے تھے چونکہ اولاد باپ کی ملک نہیں ہوتی بلکہ باپ کی ہم جنس اور مساوی ہوتی ہے۔لہٰذا یہ ماننے والا مشرک ہوگا۔رب تعالیٰ فرماتا ہے:

(1) وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ○

یہ لوگ بولے کہ اللہ نے بچے اختیار فرمائے پاکی ہے اس کے لئے بلکہ یہ اللہ کے عزت والے بندے ہیں۔ (پ17، الانبیاء:26)

(2) وَقَالَتِ الْیَهُوْدُ عُزَیْرُ ابْنُ اللّٰهِ وَقَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِیْحُ ابْنُ اللّٰهِ

یہودی بولے کہ عزیر اللہ کے بیٹے ہیں اور عیسائی بولے کہ مسیح اللہ کے بیٹے ہیں۔ (پ10، التوبۃ:30)

(3) وَجَعَلُوْا لَهٗ مِنْ عِبَادِهٖ جُزْءًا اِنَّ الْاِنْسَانَ لَكَفُوْرٌ مُّبِیْنٌ○

بنادیا ان لوگوں نے اللہ کے لئے اس کے بندوں میں سے ٹکڑا بے شک آدمی کھلا ناشکرا ہے۔ (پ25، الزخرف:15)

(4) وَجَعَلُوا الْمَلٰٓىٕكَةَ الَّذِیْنَ هُمْ عِبٰدُ الرَّحْمٰنِ اِنَاثًا اَشَهِدُوْا خَلْقَهُمْ

انہوں نے فرشتوں کو جو رحمن کے بندے ہیں عورتیں ٹھہرایا کیا ان کے بناتے وقت یہ حاضر تھے۔ (پ25، الزخرف:19)

(5) اَمِ اتَّخَذَ مِمَّا یَخْلُقُ بَنٰتٍ وَّاَصْفٰىكُمْ بِالْبَنِیْنَ ﴿۱۶﴾

کیا اس نے اپنی مخلوق میں سے بیٹیاں بنالیں اور تمہیں بیٹوں کے ساتھ خاص کیا۔ (پ25، الزخرف:16)

(6) وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ الْجِنَّ وَخَلَقَهُمْ وَخَرَقُوْا لَهٗ بَنِیْنَ وَبَنٰتٍ بِغَیْرِ عِلْمٍ ←

اور اللہ کا شریک ٹھہرایا جنوں کو حالانکہ اس نے ان کو بنایا اور اس کیلئے بیٹے اور بیٹیاں گھڑلیں جہالت سے۔(پ7،الانعام:100)

(7) لَیُسَمُّوْنَ الْمَلٰٓئِكَةَ تَسْمِیَةَ الْاُنْثٰی ۝

یہ کفار فرشتوں کا نام عورتوں کا سا رکھتے تھے۔(پ27،النجم:27)

ان جیسی بہت سی آیتوں میں اسی قسم کا شرک مراد ہے یعنی کسی کو رب کی اولاد ماننا دوسرے یہ کہ کسی کو رب تعالیٰ کی طرح خالق مانا جائے جیسے کہ بعض کفار عرب کا عقیدہ تھا کہ خیر کا خالق اللہ ہے اور شر کا خالق دوسرا رب، اب بھی پارسی یہی مانتے ہیں خالق خیر کو یزداں اور خالق شر کو اہرمن کہتے ہیں۔ یہ وہی پرانا مشرکانہ عقیدہ ہے یا بعض کفار کہتے تھے کہ ہم اپنے برے اعمال کے خود خالق ہیں کیونکہ ان کے نزدیک بری چیزوں کا پیدا کرنا برا ہے لہٰذا اس کا خالق کوئی اور چاہیے اس قسم کے مشرکوں کی تردید کے لئے یہ آیات آئیں۔ خیال رہے کہ بعض عیسائی تین خالقوں کے قائل تھے جن میں سے ایک عیسیٰ علیہ السلام ہیں ان تمام کی تردید میں حسب ذیل آیات ہیں۔

(1) وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ ۝

اللہ نے تم کو اور تمہارے سارے اعمال کو پیدا کیا۔(پ23،الصافات:96)

(2) اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَیْءٍ وَّهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ وَّكِیْلٌ ۝

اللہ ہر چیز کا خالق ہے اور وہ ہر چیز کا مختار ہے۔(پ24،الزمر:62)

(3) خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوةَ

اللہ نے موت اور زندگی کو پیدا فرمایا۔(پ29،الملک:2)

(4) لَقَدْ كَفَرَ الَّذِیْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِیْحُ ابْنُ مَرْیَمَ

بے شک کافر ہوگئے وہ جنہوں نے کہا کہ اللہ وہی مسیح مریم کا بیٹا ہے۔(پ6،المآئدۃ:17)

(5) لَقَدْ كَفَرَ الَّذِیْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ

بے شک کافر ہوگئے وہ جو کہتے ہیں کہ اللہ تین خداؤں میں تیسرا ہے۔(پ6،المآئدۃ:73)

(6) لَوْ كَانَ فِیْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا

اگر زمین و آسمان میں خدا کے سوا اور معبود ہوتے تو یہ دونوں بگڑ جاتے(پ17،الانبیآء:22)

(7) هٰذَا خَلْقُ اللّٰهِ فَاَرُوْنِیْ مَاذَا خَلَقَ الَّذِیْنَ مِنْ دُوْنِهٖ

یہ اللہ کی مخلوق ہے پس مجھے دکھاؤ کہ اس کے سوا اوروں نے کیا پیدا کیا۔(پ21،لقمٰن:11)

ان جیسی تمام آیتوں میں اسی قسم کے شرک کا ذکر ہے اور اسی کی تردید ہے۔ اگر یہ مشرک غیر خدا کو خالق نہ مانتے ہوتے تو ان سے یہ مطالبہ کرنا کہ ان معبودوں کی مخلوق دکھاؤ درست نہ ہوتا۔

تیسرے یہ کہ خود زمانہ کو موثر مانا جائے اور خدا کی ہستی کا انکار کیا جائے جیسا کہ بعض مشرکین عرب کا عقیدہ تھا۔ موجودہ دہریہ ←

....

انہی کی یادگار ہیں۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے:

(1) وَقَالُوْا مَا هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَنَحْيَا وَمَا يُهْلِكُنَا اِلَّا الدَّهْرُ وَمَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ

وہ بولے وہ تو نہیں مگر یہی ہماری دنیا کی زندگی مرتے ہیں اور جیتے ہیں اور ہمیں ہلاک نہیں کرتا مگر زمانہ اور انہیں اس کا علم نہیں۔ (پ25، الجاثیۃ:24)

اس قسم کے دہریوں کی تردید کے لئے تمام وہ آیات ہیں جن میں حکم دیا گیا ہے کہ عالم کی عجائبات میں غور کرو کہ ایسی حکمت والی چیزیں بغیر خالق کے نہیں ہوسکتیں۔

(1) يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ O

ڈھکتا ہے رات سے دن کو اس میں نشانیاں ہیں فکر والوں کے لئے۔ (پ13، الرعد:3)

(2) اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ O

بے شک آسمان وزمین کی پیدائش اور دن رات کے گھٹنے بڑھنے میں نشانیاں ہیں عقل مندوں کے لئے۔ (پ4، اٰل عمرٰن:190)

(3) وَفِي الْاَرْضِ اٰيٰتٌ لِّلْمُوْقِنِيْنَ O وَفِيْ اَنْفُسِكُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ O

اور زمین میں نشانیاں ہیں یقین والوں کے لئے اور خود تمہاری ذاتوں میں ہیں تو تم دیکھتے کیوں نہیں۔ (پ26، الذٰریٰت:20،21)

(4) اَفَلَا يَنْظُرُوْنَ اِلَى الْاِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ O وَاِلَى السَّمَآءِ كَيْفَ رُفِعَتْ O وَاِلَى الْجِبَالِ كَيْفَ نُصِبَتْ O وَاِلَى الْاَرْضِ كَيْفَ سُطِحَتْ O

کیا یہ نہیں دیکھتے اونٹ کی طرف کہ کیسے پیدا کیا گیا اور آسمان کی طرف کہ کیسا اونچا کیا گیا اور پہاڑوں کی طرف کہ کیسے گاڑا گیا اور زمین کی طرف کہ کیسے بچھائی گئی۔ (پ30، الغاشیۃ:17۔20)

اس قسم کی بیسیوں آیات میں ان دہریوں کی تردید ہے۔

چوتھے یہ عقیدہ کہ خالق ہر چیز کا تو رب ہی ہے مگر وہ ایک بار پیدا کر کے تھک گیا، اب کسی کام کا نہیں رہا، اب اس کی خدائی کی چلانے والے یہ ہمارے معبودین باطلہ ہیں۔ اس قسم کے مشرکین عجیب بکواس کرتے تھے۔ کہتے تھے کہ چھ دن میں آسمان زمین پیدا ہوئے اور ساتواں دن اللہ نے آرام کا رکھا تھکن دور کرنے کو اب بھی وہ آرام ہی کر رہا ہے۔ چنانچہ فرقہ تعطیلیہ اسی قسم کے مشرکوں کی یادگار ہے۔ ان کی تردید ان آیات میں ہے:

(1) وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ وَّمَا مَسَّنَا مِنْ لُّغُوْبٍ O

اور بے شک ہم نے آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان میں ہے چھ دن میں بنایا اور ہم کو تھکن نہ آئی (پ26، قٓ:38)

(2) اَفَعَيِيْنَا بِالْخَلْقِ الْاَوَّلِ بَلْ هُمْ فِيْ لَبْسٍ مِّنْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ O

تو کیا ہم پہلی بار بنا کر تھک گئے بلکہ وہ نئے بننے سے شبہ میں ہیں۔ (پ26، قٓ:15)

←

....

(3) اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِىْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَمْ يَعْىَ بِخَلْقِهِنَّ بِقٰدِرٍ عَلٰۤى اَنْ يُّحْىِۦَ الْمَوْتٰى

اور کیا ان لوگوں نے غور نہ کیا کہ اللہ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا اور انہیں پیدا کر کے نہ تھکا وہ قادر اس پر بھی ہے کہ مردوں کو زندہ کرے۔ (پ26، الاحقاف:33)

(4) اِنَّمَاۤ اَمْرُهٗۤ اِذَاۤ اَرَادَ شَيْـًٔا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ○

اس کی شان یہ ہے کہ جب کسی چیز کا ارادہ فرماتا ہے تو اس سے کہتا ہے ہو جا تو وہ ہو جاتی ہے۔ (پ23، یٰس:82)

اس قسم کے مشرکوں کی تردید کیلئے اس جیسی کئی آیات ہیں جن میں فرمایا گیا کہ ہم کو عالم کے بنانے میں کسی قسم کی کوئی تھکاوٹ نہیں پہنچی۔ اس قسم کے مشرک قیامت کے منکر اس لئے بھی تھے کہ وہ سمجھتے تھے ایک دفعہ دنیا پیدا فرما کر حق تعالیٰ کافی تھک چکا ہے اب دوبارہ کیسے بنا سکتا ہے۔ معاذ اللہ! اس لئے فرمایا گیا کہ ہم تو صرف کُنْ سے ہر چیز پیدا فرماتے ہیں تھکن کیسی؟ ہم دوبارہ پیدا کرنے پر بدرجہ اولیٰ قادر ہیں کہ اعادہ سے ایجاد مشکل ہے۔

شرک کی پانچویں قسم: یہ عقیدہ ہے کہ ہر ذرہ کا خالق و مالک تو اللہ تعالیٰ ہی ہے مگر وہ اتنے بڑے عالم کو اکیلا سنبھالنے پر قادر نہیں اس لئے اس نے مجبوراً اپنے بندوں میں سے بعض بندے عالم کے انتظام کے لئے چن لئے ہیں جیسے دنیاوی بادشاہ اور ان کے محکمے، اب یہ بندے جنہیں عالم کے انتظام میں دخیل بنایا گیا ہے وہ بندے ہونے کے باوجود رب تعالیٰ پر دھونس رکھتے ہیں کہ اگر ہماری شفاعت کریں تو رب کو مرعوب ہو کر ماننی پڑے اگر چاہیں تو ہماری بگڑی بنادیں، ہماری مشکل کشائی کردیں، جو وہ کہیں رب تعالیٰ کو ان کی ماننی پڑے ورنہ اس کا عالم بگڑ جاوے جیسے اسمبلی کے ممبر کہ اگرچہ وہ سب بادشاہ کی رعایا تو ہیں مگر ملکی انتظام میں ان کو ایسا دخل ہے کہ ملک ان سب کی تدبیر سے چل رہا ہے۔ یہ وہ شرک ہے جس میں عرب کے بہت سے مشرکین گرفتار تھے اور اپنے بت وَد، یغوث، لات ومنات وعزیٰ وغیرہ کو رب کا بندہ مان کر اور سارے عالم کا رب تعالیٰ کو خالق مان کر مشرک تھے۔ اس عقیدے سے کسی کو پکارنا شرک، اس کی شفاعت ماننا شرک، اسے حاجت روا مشکل کشا ماننا شرک، اس کے سامنے جھکنا شرک، اس کی تعظیم کرنا شرک، غرضیکہ یہ برابری کا عقیدہ رکھ کر اس کے ساتھ جو تعظیم و توقیر کا معاملہ کیا جاوے وہ شرک ہے۔ ان کے متعلق قرآن کریم فرماتا ہے:

وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ ○

ان مشرکین میں سے بہت سے وہ ہیں کہ اللہ پر ایمان نہیں لاتے مگر شرک کرتے ہوئے۔ (پ13، یوسف:106)

کہ خدا کو خالق، رازق مانتے ہوئے پھر مشرک ہیں، انہی پانچویں قسم کے مشرکین کے بارے میں فرمایا گیا:

(1) وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ فَاَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ○

اگر آپ ان مشرکوں سے پوچھیں کہ کس نے آسمان و زمین پیدا کئے اور کام میں لگائے سورج اور چاند تو وہ کہیں گے اللہ نے تو فرماؤ کہ کیوں بھولے جاتے ہیں۔ (پ21، العنکبوت:61)

←

....

(2) قُلْ مَنْۢ بِیَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَیْءٍ وَّ هُوَ یُجِیْرُ وَ لَا یُجَارُ عَلَیْهِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ سَیَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ قُلْ فَاَنّٰى تُسْحَرُوْنَ ۝

فرماؤ کہ ہر چیز کی بادشاہی کس کے قبضے میں ہے جو پناہ دیتا ہے اور پناہ نہیں دیا جاتا بتاؤ اگر تم جانتے ہو تو کہیں گے اللہ ہی کی ہے کہو پھر کہاں تم پر جادو پڑا جاتا ہے۔(پ18 المؤمنون:88۔89)

(3) وَ لَىٕنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ لَیَقُوْلُنَّ خَلَقَهُنَّ الْعَزِیْزُ الْعَلِیْمُ ۝

اگر آپ ان سے پوچھیں کہ آسمان اور زمین کس نے پیدا کئے تو کہیں گے کہ انہیں غالب جاننے والے اللہ نے پیدا کیا ہے۔

(پ25، الزخرف:9)

(4) قُلْ لِّمَنِ الْاَرْضُ وَ مَنْ فِیْهَاۤ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ سَیَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ قُلْ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ۝

فرماؤ کس کی ہے زمین اور اس کی چیزیں اگر تم جانتے ہو تو کہیں گے اللہ کی فرماؤ کہ تم نصیحت حاصل کیوں نہیں کرتے۔

(پ18، المؤمنون:84۔85)

(5) قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ ۝ سَیَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ قُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ۝

فرماؤ کہ سات آسمان اور بڑے عرش کا رب کون ہے؟ تو کہیں گے اللہ کا ہے فرماؤ کہ تم ڈرتے کیوں نہیں۔(پ18، المؤمنون:86۔87)

(6) قُلْ مَنْ یَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ اَمَّنْ یَّمْلِكُ السَّمْعَ وَ الْاَبْصَارَ وَ مَنْ یُّخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ وَ یُخْرِجُ الْمَیِّتَ مِنَ الْحَیِّ وَ مَنْ یُّدَبِّرُ الْاَمْرَ فَسَیَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ فَقُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ۝

فرماؤ تمہیں آسمان وزمین سے رزق کون دیتا ہے یا کان آنکھ کا کون مالک ہے اور کون زندے کو مردے سے اور مردے کو زندہ سے نکالتا ہے اور کاموں کی تدبیر کون کرتا ہے تو کہیں گے اللہ! فرماؤ تو تم ڈرتے کیوں نہیں؟(پ11، یونس:31)

(7) وَ لَىٕنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ سَخَّرَ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ لَیَقُوْلُنَّ اللّٰهُ فَاَنّٰى یُؤْفَكُوْنَ ۝

اور اگر آپ ان سے پوچھیں کہ کس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور کس نے سورج و چاند تابعدار کیا تو کہیں گے اللہ نے تو فرماؤ تم کدھر پھرے جاتے ہو۔(پ21، العنکبوت:61)

(8) وَ لَىٕنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ نَّزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَحْیَا بِهِ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِ مَوْتِهَا لَیَقُوْلُنَّ اللّٰهُ

اور اگر آپ ان سے پوچھیں کہ کس نے آسمان سے پانی اتارا پس زمین کو اس کی موت کے بعد زندہ کیا تو کہیں گے اللہ نے۔

(پ21، العنکبوت:63)

ان جیسی بہت سی آیات سے معلوم ہوا کہ یہ پانچویں قسم کے مشرک اللہ تعالیٰ کو سب کا خالق، مالک، زندہ کرنے والا، مارنے والا، پناہ دینے والا، عالم کا مدبر مانتے تھے مگر پھر مشرک تھے یعنی ذات، صفات کا اقرار کرنے کے باوجود مشرک رہے کیوں؟ یہ بھی قرآن سے پوچھئے۔ قرآن فرماتا ہے کہ ان عقائد کے باوجود وہ دو سبب سے مشرک تھے ایک یہ کہ وہ صرف خدا کو عالم کا مالک نہیں مانتے تھے بلکہ اللہ کو بھی اور دوسرے اپنے معبودوں کو بھی۔ یہاں للہ میں لام ملکیت کا ہے یعنی وہ اللہ کی ملکیت مانتے تھے مگر اکیلے کی نہیں بلکہ ساتھ ہی ←

دوسرے معبودوں کی بھی۔ کیونکہ وہ یہ نہ کہتے تھے کہ ملکیت وقبضہ صرف اللہ کا ہے، اوروں کا نہیں بلکہ وہ کہتے تھے اللہ کا بھی ہے اور دوسروں کا بھی۔ دوسرے یہ کہ وہ سمجھتے تھے کہ اللہ اکیلا یہ کام نہیں کرتا بلکہ ہمارے بتوں کی مدد سے کرتا ہے۔ خود مجبور ہے اسی لئے ان دونوں عقیدوں کی تردید کے لئے حسب ذیل آیات ہیں:

(1) وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ یَكُنْ لَّهٗ شَرِیْكٌ فِی الْمُلْكِ وَلَمْ یَكُنْ لَّهٗ وَلِیٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَكَبِّرْهُ تَكْبِیْرًا۠O

اور فرماؤ کہ سب خوبیاں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے اپنے لئے اولاد نہ بنائی اور نہ اس کے ملک میں کوئی شریک ہے اور نہ کوئی کمزوری کی وجہ سے اس کا کوئی مددگار ہے تو اس کی بڑائی بولو۔ (پ15، بنی اسرآءیل:111)

جب یہ مشرکین ملک اور قبضہ میں خدا کے سوا کسی کو شریک نہیں مانتے تھے تو یہ تردید کس کی ہو رہی ہے اور کس سے یہ کلام ہو رہا ہے۔

(2) تَاللّٰهِ اِنْ كُنَّا لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍO اِذْ نُسَوِّیْكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَO

دوزخ میں مشرکین اپنے بتوں سے کہیں گے اللہ کی قسم ہم کھلی گمراہی میں تھے۔ کیونکہ ہم تم کو رب العالمین کے برابر سمجھتے تھے۔

(پ19، الشعرآء:97-98)

یہ مشرک مسلمانوں کی طرح اللہ تعالیٰ کو ہر شے کا خالق، مالک بلاشرکت غیر کے مانتے تھے تو برابری کرنے کے کیا معنی ہیں، فرماتا ہے:

(3) اَمْ لَهُمْ اٰلِهَةٌ تَمْنَعُهُمْ مِّنْ دُوْنِنَاؕ لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ نَصْرَ اَنْفُسِهِمْ وَلَا هُمْ مِّنَّا یُصْحَبُوْنَO

کیا ان کے کچھ خدا ہیں جو ان کو ہم سے بچاتے ہیں وہ اپنی جانوں کو نہیں بچا سکتے اور نہ ہماری طرف سے ان کی کوئی یاری ہو۔

(پ17، الانبیآء:43)

اس آیت میں مشرکین کے اسی عقیدے کی تردید کی ہے کہ ہمارے معبود ہمیں خدا سے مقابلہ کر کے بچا سکتے ہیں:

(4) اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُفَعَآءَؕ قُلْ اَوَلَوْ كَانُوْا لَا یَمْلِكُوْنَ شَیْــٴًـا وَّلَا یَعْقِلُوْنَO قُلْ لِّلّٰهِ الشَّفَاعَةُ جَمِیْعًا

بلکہ انہوں نے اللہ کے مقابل کچھ سفارشی بنا رکھے ہیں فرما دو کہ کیا اگرچہ وہ کسی چیز کے مالک نہ ہوں اور نہ عقل رکھیں فرما دو ساری شفاعتیں اللہ کے ہاتھ میں ہیں۔ (پ24 الزمر:43،44)

اس آیت میں مشرکین کے اسی عقیدے کی تردید ہے کہ ہمارے معبود بغیر اذن الٰہی دھونس کی شفاعت کر کے ہمیں اس کے غضب سے بچا سکتے ہیں اسی لئے اس جگہ بتوں کے مالک نہ ہونے اور رب کی ملکیت کا ذکر ہے یعنی ملک میں شریک ہونے کی وجہ سے اس کے ہاں کوئی شفیع نہیں ہے:

(5) وَیَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا یَضُرُّهُمْ وَلَا یَنْفَعُهُمْ وَیَقُوْلُوْنَ هٰۤؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ

اور پوجتے ہیں وہ اللہ کے سوا ان چیزوں کو جو نہ انہیں نقصان دیں نہ نفع اور کہتے ہیں کہ یہ ہمارے شفیع ہیں اللہ کے نزدیک۔

(پ11، یونس:18)

اس آیت میں بھی مشرکین کے اسی عقیدے کی تردید ہے کہ ہمارے بت دھونس کی شفاعت کریں گے کیونکہ وہ رب تعالیٰ کے ساتھ ←

ان کی ملک میں اور عالم کا کام چلانے میں شریک ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ مشرکین عرب کا شرک ایک ہی طرح کا نہ تھا بلکہ اس کی پانچ صورتیں تھیں:

(۱) خالق کا انکار اور زمانہ کو مؤثر ماننا (۲) چند مستقل خالق ماننا (۳) اللہ کو ایک مان کر اس کی اولاد ماننا (۴) اللہ کو ایک مان کر اسے تھکن کی وجہ سے معطل ماننا (۵) اللہ کو خالق و مالک مان کر اسے دوسرے کا محتاج ماننا، جیسے اسمبلی کے ممبر، شاہان موجودہ کیلئے اور انہیں ملکیت اور خدائی میں دخیل ماننا۔ ان پانچ کے سوا اور چھٹی قسم کا شرک ثابت نہیں۔

ان پانچ قسم کے مشرکین کے لئے پانچ ہی قسم کی تردیدیں قرآن میں آئی ہیں جن پانچوں کا ذکر سورہ اخلاص میں اس طرح ہے کہ قُلْ هُوَ اللّٰهُ میں دہریوں کا رد کہ اللہ عالم کا خالق ہے۔ اَحَدٌ میں ان مشرکوں کا رد جو عالم کے دو خالق مستقل مانتے تھے تا کہ عالم کا کام چلے۔ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ میں ان مشرکین کا رد جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام و حضرت عزیر علیہ السلام کو رب تعالیٰ کا بیٹا یا فرشتوں کو رب تعالیٰ کی بیٹیاں مانتے تھے۔ وَلَمْ یَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ میں ان لوگوں کا رد جو خالق کو تھکا ہوا مان کر مدبر عالم اوروں کو مانتے تھے۔

(۱) اعتراض: مشرکین عرب بھی اپنے بتوں کو خدا کے ہاں سفارشی اور خدارسی کا وسیلہ مانتے تھے اور مسلمان بھی نبیوں، ولیوں کو شفیع اور وسیلہ مانتے ہیں تو وہ کیوں مشرک ہو گئے اور یہ کیوں مومن رہے؟ ان دونوں میں کیا فرق ہے؟

جواب: دو طرح فرق ہے کہ مشرکین خدا کے دشمنوں یعنی بتوں وغیرہ کو سفارشی اور وسیلہ سمجھتے تھے جو کہ واقعہ میں ایسے نہ تھے اور مومنین اللہ کے محبوبوں کو شفیع اور وسیلہ سمجھتے ہیں لہٰذا وہ کافر ہوئے اور یہ مومن رہے جیسے گنگا کے پانی اور بت کے پتھر کی تعظیم، ہولی، دیوالی، بنارس، کاشی کی تعظیم شرک ہے مگر آب زمزم، مقام ابراہیم، رمضان، محرم، مکہ معظمہ، مدینہ طیبہ کی تعظیم ایمان ہے۔ حالانکہ زمزم اور گنگا جل دونوں پانی ہیں۔ مقام ابراہیم اور سنگ اسود۔ اور بت کا پتھر دونوں پتھر ہیں وغیرہ وغیرہ، دوسرے یہ کہ وہ اپنے معبودوں کو خدا کے مقابل دھونس کا شفیع مانتے تھے اور جبری وسیلہ مانتے تھے، مومن انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کو محض بندہ محض اعزازی طور پر خدا کے اذن و عطا سے شفیع یا وسیلہ مانتے ہیں۔ اذن اور مقابلہ ایمان و کفر کا معیار ہے۔

(۲) اعتراض: مشرکین عرب کا شرک صرف اس لئے تھا کہ وہ مخلوق کو فریادرس، مشکل کشا، شفیع، حاجت روا، دور سے پکار سننے والا، عالم غیب، وسیلہ مانتے تھے وہ اپنے بتوں کو خالق، مالک، رازق، قابض موت و حیات بخشنے والا نہیں مانتے تھے۔ اللہ کا بندہ مان کر یہ پانچ باتیں ان میں ثابت کرتے تھے قرآن کے فتوے سے وہ مشرک ہوئے۔ لہٰذا موجودہ مسلمان جو نبیوں علیہم السلام، ولیوں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کے لئے یہ مذکورہ بالا چیزیں ثابت کرتے ہیں وہ انہیں کی طرح مشرک ہیں اگرچہ انہیں خدا کا بندہ مان کر ہی کریں چونکہ یہ کام مافوق الاسباب مخلوق کے لئے ثابت کرتے تھے، مشرک ہوئے۔

جواب: یہ محض غلط اور قرآن کریم پر افترا ہے۔ جب تک رب تعالیٰ کے ساتھ بندے کو برابر نہ مانا جاوے، شرک نہیں ہو سکتا۔ وہ بتوں کو رب تعالیٰ کے مقابل ان صفتوں سے موصوف کرتے تھے۔ مومن رب تعالیٰ کے اذن سے انہیں محض اللہ کا بندہ جان کر مانتا ہے لہٰذا وہ مومن ہے۔ ان اللہ کے بندوں کے لئے یہ صفات قرآن کریم سے ثابت ہیں، قرآنی آیات ملاحظہ ہوں۔ ←

عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں باذن الٰہی مردوں کو زندہ، اندھوں، کوڑھیوں کو اچھا کر سکتا ہوں، میں باذن الٰہی ہی مٹی کی شکل میں پھونک مار کر پرندہ بنا سکتا ہوں جو کچھ تم گھر میں کھاؤ یا بچاؤ بتا سکتا ہوں۔ یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ میری قمیص میرے والد کی آنکھوں پر لگا دو۔ انہیں آرام ہوگا، جبریل علیہ السلام نے حضرت مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کہا کہ میں تمہیں بیٹا دوں گا۔ ان تمام میں مافوق الاسباب مشکل کشائی حاجت روائی علم غیب سب کچھ آ گیا۔ حضرت جبریل علیہ السلام کی گھوڑی کی ٹاپ کی خاک نے بے جان بچھڑے میں جان ڈال دی، یہ مافوق الاسباب زندگی دینا ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصاء دم میں لاٹھی اور دم میں زندہ سانپ بن جاتا تھا آپ کے ہاتھ کی برکت سے، حضرت آصف آنکھ جھپکنے سے پہلے تخت بلقیس یمن سے شام میں لے آئے، حضرت سلیمان علیہ السلام نے تین میل کے فاصلے سے چیونٹی کی آواز سن لی، حضرت یعقوب علیہ السلام نے کنعان بیٹھے ہوئے یوسف علیہ السلام کو سات قفلوں سے بند مقفل کوٹھری میں برے ارادے سے بچایا، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے روحوں کو حج کیلئے پکارا اور تا قیامت آنے والی روحوں نے سن لیا یہ تمام معجزات قرآن کریم سے ثابت ہیں جن کی آیات ان شاء اللہ باب احکام قرآنی میں پیش کی جائیں گی۔ یہ تو سب شرک ہوگئیں بلکہ معجزات اور کرامات تو کہتے ہی انہیں ہیں جو اسباب سے وراء ہو۔ اگر مافوق الاسباب تصرف ماننا شرک ہوجاوے تو ہر معجزہ و کرامت ماننا شرک ہوگا۔ ایسا شرک ہم کو مبارک رہے جو قرآن کریم سے ثابت ہو اور سارے انبیاء و اولیاء کا عقیدہ ہو۔

فرق وہی ہے کہ باذن اللہ یہ چیزیں بندوں کو ثابت ہیں اور رب کے مقابل ماننا شرک ہے انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء عظام رحمہم اللہ کے معجزات اور کرامات تو ہیں ہی۔ ایک ملک الموت اور ان کے عملہ کے فرشتے سارے عالم کو بیک وقت دیکھتے ہیں اور ہر جگہ بیک وقت تصرف کرتے ہیں۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے:

(1) قُلْ یَتَوَفّٰىكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِیْ وُكِّلَ بِكُمْ

فرمادو کہ تم سب کو موت کا فرشتہ موت دیگا جو تم پر مقرر کیا گیا ہے۔ (پ21، السجدۃ:11)

(2) حَتّٰۤى اِذَا جَآءَتْهُمْ رُسُلُنَا یَتَوَفَّوْنَهُمْ

یہاں تک کہ جب ان کے پاس ہمارے قاصد آئیں گے انہیں موت دینے (پ8، الاعراف:37)

ابلیس ملعون کو یہ قوت دی گئی ہے کہ وہ گمراہ کرنے کیلئے تمام کو بیک وقت دیکھتا ہے وہ بھی اور اس کی ذریت بھی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

(3) اِنَّهٗ یَرٰىكُمْ هُوَ وَ قَبِیْلُهٗ مِنْ حَیْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ

وہ شیطان اور اس کا قبیلہ تم سب کو وہاں سے دیکھتا ہے جہاں سے تم انہیں نہیں دیکھ سکتے۔ (پ8، الاعراف:27)

جو فرشتے قبر میں سوال و جواب کرتے ہیں، جو فرشتہ ماں کے پیٹ میں بچہ بناتا ہے، وہ سب جہان پر نظر رکھتے ہیں کیونکہ بغیر اس قوت کے وہ اتنا بڑا انتظام کر سکتے ہی نہیں اور تمام کام مافوق الاسباب ہیں۔ جواہر القرآن کے اس فتوے سے اسلامی عقائد شرک ہوگئے۔ فرق وہ ہی ہے جو عرض کیا گیا کہ رب کے مقابل یہ قوت ماننا شرک ہے اور رب کے خدام اور بندوں میں باذن الٰہی رب کی عطا سے یہ طاقتیں ماننا عین ایمان ہے۔ (علم القرآن صفحہ ۱۵۲۔۱۵۶)

نہ افعال میں نہ احکام میں(4)،

نہ اسماء میں، واجب الوجود ہے(5)،

یعنی اس کا وجود ضروری ہے اور عدم مُحال، قدیم ہے(6) یعنی ہمیشہ سے ہے(7)،

---

(4) اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

مسلمان پر لا الٰہ اِلّا اللہ ماننا، اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو احد، صمد، لاشریک لہ جاننا فرض اول و مدار ایمان ہے کہ اللہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں، نہ ذات میں کہ لا الہ الا اللہ (اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں) نہ صفات میں کہ لیس کمثلہ شیئ۔ا۔ اس جیسا کوئی نہیں، نہ اسماء میں کہ ھل تعلم لہ سمیا ۔۲۔ کیا اس کے نام کا دوسرا جانتے ہو؟ نہ احکام میں کہ ولا یشرک فی حکمہ احدا ۔۳۔ اور وہ اپنے حکم میں کسی کو شریک نہیں کرتا، نہ افعال میں کہ ھل من خالق غیر اللہ ۔۴۔ کیا اللہ کے سوا کوئی اور خالق ہے، نہ سلطنت میں کہ ولم یکن لہ شریک فی الملک ۔۵۔ اور بادشاہی میں کوئی اس کا شریک نہیں، تو جس طرح اس کی ذات اور ذاتوں کے مشابہ نہیں یونہی اس کی صفات بھی صفات مخلوق کے مماثل نہیں۔ (ا۔ القرآن الکریم ۴۲/۱۱) (۲۔ القرآن الکریم ۱۹/۶۵) (۳۔ القرآن الکریم ۱۸/۲۶) (۴۔ القرآن الکریم ۳۵/۳) (۵۔ القرآن الکریم ۲۵/۲) (فتاوی رضویہ، جلد ۲۹، ص ۳۴۰ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(5) اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

جس طرح وجود حقیقی کہ خود اپنی ذات سے بے کسی کے پیدا کئے موجود ہونا خالص بجناب الٰہی تعالیٰ وتقدس ہے۔ پھر اس کے سبب دوسرے کو موجود کہنا شرک نہ ہوگیا جب تک وہی وجود حقیقی نہ مراد لے۔ حقائق الاشیاء ثابتۃ پہلا عقیدہ اہل اسلام کا ہے۔ یونہی علم حقیقی کہ اپنی ذات سے بے عطائے غیر ہو، اور تعلیم حقیقی کہ بذات خود بے حاجت بہ دیگرے القائے علم کرے، اللہ جل جلالہ سے خاص ہیں۔

(فتاوی رضویہ، جلد ۲۱، ص ۳۰۳ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(6) شرح مقاصد میں ہے:

طریقۃ اھل السنۃ ان العالم حادث والصانع قدیم متصف بصفات قدیمۃ لیست عینہ ولا غیرہ وواحد لا شبۃ لہ ولا ضد ولا ند ولا نہایۃ لہ ولا صورۃ ولا حد ولا یحل فی شیئ ولا یقوم بہ حادث ولا یصح علیہ الحرکۃ والانتقال ولا الجھل ولا الکذب ولا النقص وانہ یری فی الاٰخرۃ۔

(شرح المقاصد المبحث الثامن حکم المومن الخ دار المعارف النعمانیہ لاہور ۲/۲۷۰)

اہل سنت وجماعت کا راستہ یہ ہے کہ بے شک عالم حادث ہے اور صانع عالم قدیم ایسی صفات قدیمہ سے متصف ہے جو نہ اس کا عین ہیں نہ غیر۔ وہ واحد ہے، نہ اس کی کوئی مثل ہے، نہ مقابل، نہ شریک، نہ انتہا، نہ صورت، نہ حد، نہ وہ کسی میں حلول کرتا ہے، نہ اسکے ساتھ کوئی حادث قائم ہوتا ہے، نہ اس پر حرکت صحیح، نہ انتقال، نہ جہالت، نہ جھوٹ اور نہ نقص۔ اور بیشک آخرت میں اس کو دیکھا جائے گا۔

(7) حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ←

ازلی کے بھی یہی معنی ہیں، باقی ہے یعنی ہمیشہ رہے گا اور اِسی کو اَبدی بھی کہتے ہیں۔ وہی اس کا مستحق ہے کہ اُس کی عبادت و پرستش کی جائے۔(8)

کان اللہ تعالٰی ولم یکن شیئ غیرہ۔

اللہ تعالٰی تھا اور اس کے سوا کچھ نہ تھا۔

(صحیح البخاری کتاب بدء الخلق باب ماجاء فی قول اللہ تعالٰی وھو الذی یبدؤا الخلق الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۵۳)

(8) (۱) لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ۔

ترجمۂ کنزالایمان: اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔(پ ۲، البقرۃ: ۱۶۳)

شانِ نزول

اس آیت کے تحت مفسرِ شہیر مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ ارشاد فرماتے ہیں کہ کفار نے سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا آپ اپنے رب کی شان وصفت بیان فرمایئے اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور انہیں بتادیا گیا کہ معبود صرف ایک ہے نہ وہ متجزی ہوتا ہے نہ منقسم نہ اس کے لئے مثل نہ نظیر۔ اُلوہیت و ربوبیت میں کوئی اس کا شریک نہیں وہ یکتا ہے اپنے افعال میں، مصنوعات کو تنہا اسی نے بنایا۔ وہ اپنی ذات میں اکیلا ہے کوئی اس کا قسیم نہیں اپنے صفات میں یگانہ ہے کوئی اس کا شبیہ نہیں۔ ابوداؤد و ترمذی کی حدیث میں ہے کہ اللہ تعالٰی کا اسم اعظم ان دو آیتوں میں ہے ایک یہی آیت وَاِلٰـھُكُمْ دوسری الٓمّٓ اللہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الآیۃ

(۲) اَللہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ۔

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔(پ ۳، البقرۃ: ۲۵۵)

اس آیت کے تحت مفسرِ شہیر مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ ارشاد فرماتے ہیں کہ اس میں اللہ تعالٰی کی الوہیت اور اس کی توحید کا بیان ہے اس آیت کو آیت الکرسی کہتے ہیں احادیث میں اس کی بہت فضیلتیں وارد ہیں۔

(۳) شَھِدَ اللہُ اَنَّہٗ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ نے گواہی دی کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔(پ ۳، آل عمران: ۱۸)

شانِ نزول

اس آیت کے تحت مفسرِ شہیر مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ ارشاد فرماتے ہیں کہ احبار شام میں سے دو شخص سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے جب انہوں نے مدینہ طیبہ دیکھا تو ایک دوسرے سے کہنے لگا کہ نبی آخر الزماں کے شہر کی یہی صفت ہے، جو اس شہر میں پائی جاتی ہے جب آستانہ اقدس پر حاضر ہوئے تو انہوں نے حضور کے شکل وشمائل توریت کے مطابق دیکھ کر حضور کو پہچان لیا اور عرض کیا آپ محمد ہیں حضور نے فرمایا ہاں، پھر عرض کیا کہ آپ احمد ہیں (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) فرمایا ہاں، عرض کیا ہم ایک سوال کرتے ہیں اگر آپ نے ٹھیک جواب دے دیا تو ہم آپ پر ایمان لے آئیں گے فرمایا سوال کرو انہوں نے عرض کیا کہ کتاب اللہ میں سب سے بڑی شہادت کون سی ہے اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور اس کو سن کر وہ دونوں حبر مسلمان ہوگئے حضرت سعید بن جُبَیر ←

عقیدہ (۲): وہ بے پرواہ ہے(9)، کسی کا محتاج نہیں اور تمام جہان اُس کا محتاج۔

عقیدہ (۳): اس کی ذات کا اِدراک عقلاً مُحال کہ جو چیز سمجھ میں آتی ہے عقل اُس کو محیط ہوتی ہے(10) اور اُس کو کوئی اِحاطہ نہیں کر سکتا، البتہ اُس کے افعال کے ذریعہ سے اِجمالاً اُس کی صفات، پھر اُن صفات کے ذریعہ سے معرفتِ ذات حاصل ہوتی ہے۔

عقیدہ (۴): اُس کی صفتیں نہ عین ہیں نہ غیر(11)، یعنی صفات اُسی ذات ہی کا نام ہو ایسا نہیں اور نہ اُس سے

سے مروی ہے کہ کعبہ معظمہ میں تین سو ساٹھ بت تھے جب مدینہ طیبہ میں یہ آیت نازل ہوئی تو کعبہ کے اندر وہ سب سجدہ میں گر گئے۔

(۴)وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ

ترجمۂ کنز الایمان: اور اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔(پ ۳، آل عمران: ۶۲)

(۵)لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ

ترجمۂ کنز الایمان: اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔(پ ۷، الانعام: ۱۰۶)

(۶)هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ

ترجمۂ کنز الایمان: وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔(پ ۲۸، الحشر: ۲۲)

(9) (۱)وَاللّٰهُ غَنِیٌّ حَلِیْمٌ۔

ترجمۂ کنز الایمان: اور اللہ بے پرواہ حلم والا ہے۔(پ ۳، البقرۃ: ۲۶۳)

(۲)اَنَّ اللّٰهَ غَنِیٌّ حَمِیْدٌ۔

ترجمۂ کنز الایمان: اللہ بے پرواہ سراہا گیا ہے

(10) اَلَاۤ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَیْءٍ مُّحِیْطٌ

ترجمۂ کنز الایمان: سنو وہ ہر چیز کو محیط ہے۔(پ ۲۵، سجدہ: ۵۴)

(11) اعلیٰ حضرت علیہ رحمۃ رب العزت فتاوٰی رضویہ میں قرآن عظیم کے بارے میں لکھتے ہیں:

مگر ہمارے ائمہ سلف رضی اللہ تعالٰی عنہم کے عقیدہ حقہ صادقہ میں یہ چاروں نحو قرآن عظیم کے حقیقی مواطن وجود و تحقیقی مجال شہود ہیں وہی قرآن کہ صفت قدیمہ حضرت عزت عزوجلالہ اور اس کی ذات پاک سے ازلا ابدا قائم و مستحیل الانفکاک ولا ہو ولا غیرہ لا خالق ولا مخلوق (جو ازلی ابدی طور پر (اللہ تعالٰی کی ذات کے ساتھ (قائم ہے پس اس کا جدا ہونا محال ہے۔ نہ عین ذات ہے اور نہ وہ اس کا غیر ہے۔ نہ وہ خالق ہے اور نہ مخلوق۔ ت) یقیناً وہی ہماری زبانوں سے متلو ہمارے کانوں سے مسموع ہمارے اوراق میں مکتوب ہمارے سینوں میں محفوظ ہے۔ والحمدللہ رب العالمین نہ یہ کہ یہ کوئی اور جدا شئے قرآن پر دال ہے۔ نہیں نہیں، یہ سب اسی کی تجلیاں ہیں ان میں حقیقۃً وہی متجلی ہے بغیر اس کے کہ وہ ذات الٰہی سے جدا ہوا یا کسی حادث سے ملا یا اس میں حلول کیا یا کسوتوں کے حدوث سے اس کے دامن قدم پر کوئی داغ آیا یا ان کے تکثر سے اس کی طرف تعدد نے راستہ پایا۔ (فتاوٰی رضویہ، جلد ۲۳، ص ۴۰۴ رضا فاؤنڈیشن، لاہور) ←

کسی طرح کسی نحوِ وجود میں جدا ہوسکیں کہ نفسِ ذات کی مقتضٰی ہیں اور عینِ ذات کو لازم۔

عقیدہ (۵): جس طرح اُس کی ذات قدیم اَزلی اَبدی ہے، صفات بھی قدیم اَزلی اَبدی ہیں۔(12)

عقیدہ (۶): اُس کی صفات نہ مخلوق ہیں (13) نہ زیرِ قدرت داخل۔

(12) سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ اپنی عقائد کی کتاب فقہ اکبر شریف میں فرماتے ہیں:

صفاتہ فی الأزل غیر محدثۃ ولا مخلوقۃ فمن قال: إنّھا مخلوقۃ أو محدثۃ أو وقف فیھا أوشك فیھا فھو کافر باللہ تعالی.

اللہ تعالٰی کی صفتیں ازلی ہیں، نہ حادث، نہ مخلوق تو جو انہیں مخلوق یا حادث بتائے یا ان کے بارے میں توقف کرے یا شک لائے وہ کافر ہے۔(الفقہ الأکبر، الباري جل شأنہ موصوف في الأزل... إلخ، ص۲۵)

(13) اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

امام رضی اللہ تعالٰی عنہ اپنے عقائد کریمہ کی کتاب مطہر فقہ اکبر میں فرماتے ہیں:

صفاتہ تعالٰی فی الازل غیر محدثۃ ولا مخلوقۃ فمن قال انھا مخلوقۃ او محدثۃ او وقف فیھا اوشك فیھا فھو کافر باللہ تعالٰی. (الفقہ الاکبر ملک سراج الدین اینڈ سنز کشمیری بازار لاہور ص۵)

اللہ تعالٰی کی صفتیں قدیم ہیں نہ نو پیدا ہیں نہ کسی کی بنائی ہوئی تو جو انہیں مخلوق یا حادث کہے یا اس باب میں توقف کرے یا شک لائے وہ کافر ہے اور خدا کا منکر۔

نیز امام ہمام رضی اللہ تعالٰی عنہ کتاب الوصیۃ میں فرماتے ہیں:

من قال بأن کلام اللہ تعالٰی مخلوق فھو کافر باللہ العظیم.

(کتاب الوصیۃ (وصیت نامہ) فصل تقر بان اللہ تعالٰی علی العرش استوی الخ کشمیری بازار لاہور ص۲۸)

جو شخص کلام اللہ کو مخلوق کہے اس نے عظمت والے خدا کے ساتھ کفر کیا۔

شرح فقہ اکبر میں ہے:

قال فخر الاسلام قد صح عن ابی یوسف انہ قال ناظرت ابا حنیفۃ فی مسئلۃ خلق القران فاتفق رأيي ورأیہ علی ان من قال بخلق القران فھو کافر وصح ھذا القول ایضًا عن محمد رحمہ اللہ تعالٰی.

(منح الروض الازہر شرح الفقہ الاکبر القرآن کلام اللہ غیر مخلوق دار البشائر الاسلامیہ بیروت ص۹۵)

امام فخر الاسلام رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں امام یوسف رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ سے صحت کے ساتھ ثابت ہے کہ انھوں نے فرمایا میں نے امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مسئلہ خلق قرآن میں مناظرہ کیا، میری اور ان کی رائے اس پر متفق ہوئی کہ جو قرآن مجید کو مخلوق کہے وہ کافر ہے اور یہ قول امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی سے بھی بصحت ثبوت کو پہنچا۔(فتاوی رضویہ، جلد ۳۰، ص ۳۳۴ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

عقیدہ (۷): ذات وصفات کے سوا سب چیزیں حادث ہیں، یعنی پہلے نہ تھیں پھر موجود ہوئیں۔ (14)

عقیدہ (۸): صفاتِ الٰہی کو جو مخلوق کہے یا حادث بتائے، گمراہ بددین ہے۔

عقیدہ (۹): جو عالَم میں سے کسی شے کو قدیم مانے یا اس کے حدوث میں شک کرے، کافر ہے۔ (15)

عقیدہ (۱۰): نہ وہ کسی کا باپ ہے، نہ بیٹا، نہ اُس کے لیے بی بی، جو اُسے باپ یا بیٹا بتائے یا اُس کے لیے بی بی ثابت کرے کافر ہے، بلکہ جو ممکن بھی کہے گمراہ بددین ہے۔ (16)

---

(14) مقصد سادس فصل ثالث مبحث سابع جملہ اہلسنت کے عقائد اجماعیہ میں فرماتے ہیں:

طریقۃ اھل السنۃ ان العالم حادث و الصانع قدیم متصف بصفات قدیمۃ و لا یصح علیہ الجھل ولا الکذب ولا النقص. (شرح المقاصد، فصل ثالث مبحث ثامن، دارالمعارف النعمانیہ لاہور ۲/ ۲۷۰)

اہلسنت کا مذہب یہ ہے کہ تمام جہان حادث دنو پیدا ہے، اور اس کا بنانے والا قدیم اور صفاتِ قدیمہ سے موصوف ہے، نہ اس کا جہل ممکن ہے نہ کذب ممکن ہے نہ اس میں کسی طرح کے عیب ونقص کا امکان ہے۔

(15) اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

اصل مدار ضروریات دین ہیں اور ضروریات اپنے ذاتی روشن بدیہی ثبوت کے سبب مطلقاً ہر ثبوت سے غنی ہوتے ہیں یہاں تک کہ اگر بالخصوص ان پر کوئی نص قطعی اصلاً نہ ہو جب بھی ان کا وہی حکم رہے گا کہ منکر یقیناً کافر مثلاً عالم بجمیع اجزاء حادث ہونے کی تصریح کسی نص قطعی میں نہ ملے گی۔ غایت یہ کہ آسمان وزمین کا حدوث ارشاد ہوا ہے مگر باجماع مسلمین کسی غیر خدا کو قدیم ماننے والا قطعاً کافر ہے جس کی اسانید کثیرہ فقیر کے رسالہ "مقامع الحدید علی خد المنطق الجدید ۱۳۰۴ھ" میں مذکور تو وجہ وہی ہے کہ حدوث جمیع ماسوی اللہ ضروریات دین سے ہے کہ اسے کسی ثبوت خاص کی حاجت نہیں۔

اعلام امام ابن حجر ص ۱۷ میں ہے:

زاد النووی فی الروضۃ ان الصواب تقییدہ بما اذا جحد مجمعاً علیہ یعلم من الاسلام ضرورۃ سواء کان فیہ نص ام لا۔ (الاعلام بقواطع الاسلام مع سبل النجاۃ مکتبۃ استنبول ترکیہ ص ۳۵۳)

علامہ نووی نے روضہ میں یہ زائد کہا کہ درست یہ ہے اسے اس چیز سے مقید کیا جائے جس کا ضروریات اسلام سے ہونا بالاجماع معلوم ہو اس میں کوئی نص ہو یا نہ ہو۔ (فتاوی رضویہ، جلد ۱۴ ص ۲۶۷ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(16) اللہ تعالیٰ کی چند صفتیں

کفارِ عرب نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اللہ تعالیٰ کے بارے میں طرح طرح کے سوال کئے کوئی کہتا تھا کہ اللہ تعالیٰ کا نسب اور خاندان کیا ہے؟ اس نے ربوبیت کس سے میراث میں پائی ہے؟ اور اس کا وارث کون ہوگا؟ کسی نے یہ سوال کیا کہ اللہ تعالیٰ سونے کا ہے یا چاندی کا؟ لوہے کا ہے یا لکڑی کا؟ کسی نے یہ پوچھا کہ اللہ تعالیٰ کیا کھاتا پیتا ہے؟

ان سوالوں کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم پر سورۃ قُلْ ھُوَ اللّٰہُ نازل فرمائی اور اپنی ذات وصفات کا

عقیدہ (۱۱): وہ حَیّ ہے، یعنی خود زندہ ہے اور سب کی زندگی اُس کے ہاتھ میں ہے، جسے جب چاہے زندہ کرے اور جب چاہے موت دے۔

عقیدہ (۱۲): وہ ہر ممکن پر قادر ہے، کوئی ممکن اُس کی قدرت سے باہر نہیں۔ (17)

واضح بیان فرما کر اپنی معرفت کی راہ روشن کر دی اور کفار کے جاہلانہ خیالات و اوہام کی تاریکیوں کو جن میں وہ لوگ گرفتار تھے اپنی ذات و صفات کے نورانی بیان سے دور فرما دیا۔ (تفسیر خزائن العرفان، ص ۱۰۸۶، پ ۳۰، اخلاص: ۱)

ارشاد فرمایا کہ:

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۝ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ ۝ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝ (پ30، الاخلاص: 1-4)

ترجمہ کنزالایمان: تم فرماؤ وہ اللہ ہے وہ ایک ہے اللہ بے نیاز ہے نہ اس کی کوئی اولاد اور نہ وہ کسی سے پیدا ہوا اور نہ اس کے جوڑ کا کوئی۔

درسِ ہدایت: اللہ تعالیٰ نے سورۃ قل ھو اللہ کی چند آیتوں میں علم الہیات کے وہ نفیس اور اعلیٰ مطالب بیان فرما دیے ہیں کہ جن کی تفصیلات اگر بیان کی جائیں تو کتب خانے کے کتب خانے پُر ہو جائیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی ربوبیت اور الوہیت میں صفت عظمت و کمال کے ساتھ موصوف ہے۔ مثل و نظیر و شبیہ سے پاک ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔

وہ کچھ کھاتا ہے نہ پیتا ہے، نہ کسی کا محتاج ہے بلکہ سب اس کے محتاج ہیں وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔

وہ قدیم ہے اور پیدا ہونا حادث کی شان ہے اس لئے نہ وہ کسی کا بیٹا ہے نہ کسی کا باپ ہے نہ اس کا کوئی مجانس ہے اور نہ اس کا عدیل و مثیل ہے۔

اس سورۃ مبارکہ کی فضیلتوں کے متعلق بہت سی احادیث وارد ہوئی ہیں اسکو تہائی قرآن کے برابر بتایا گیا ہے یعنی اگر تین مرتبہ اس سورۃ کو پڑھا جائے تو پورے قرآن کی تلاوت کا ثواب ملے گا۔

ایک شخص نے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ مجھے اس سورۃ سے محبت ہے تو آپ نے فرمایا کہ اس کی محبت تجھے جنت میں داخل کر دے گی۔ (تفسیر خزائن العرفان، ص ۱۰۸۶، پ ۳۰، اخلاص: ۱)

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

الحمد للہ اہلسنت ایسے سچے رب حقیقی معبود کو پوجتے ہیں جو احد، صمد، بے شبہہ و نمون و بیچون و چگون ہے۔

لم یلد ولم یولد ۝ ولم یکن له کفوا احد ۝ نہ اس کی کوئی اولاد اور نہ وہ کسی سے پیدا ہوا، اور نہ اس کے جوڑ کا کوئی (ت)

(۱۔ القرآن الکریم ۱۱۲ / ۳ و ۴)

جسم و جسمانیات و مکان و جہالت و اعضاء و آلات و تمام عیوب و نقصانات سے پاک و منزہ ہے۔

(فتاوی رضویہ، جلد ۲۹ ص ۷۸ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(17) وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔

اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ (پ ۷، البقرۃ: ۱۲۰)

عقیدہ (۱۳): جو چیز مُحال ہے، اللہ عزوجل اس سے پاک ہے کہ اُس کی قدرت اُسے شامل ہو، کہ مُحال اسے کہتے

اس آیت کے تحت مفسرِ شہیر مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ ارشاد فرماتے ہیں کہ صادق کو ثواب دینے پر بھی اور کاذب کو عذاب فرمانے پر بھی۔

مسئلہ: قدرت ممکنات سے متعلق ہوتی ہے نہ کہ واجبات ومحالات سے تو معنیٰ آیت کے یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر امرِ ممکن الوجود پر قادر ہے۔

(جمل)

مسئلہ: کذب وغیرہ عیوب وقبائح اللہ سُبحانہ تبارک وتعالیٰ کے لئے محال ہیں، ان کو تحتِ قدرت بتانا اور اس آیت سے سند لانا غلط و باطل ہے۔

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

علیم خبیر عزشانہ، فرماتا ہے: وھو بکل شیء علیم ۷ ۔ وہ ہر چیز کو جانتا ہے۔ (۷۔ القرآن الکریم ۲/۲۹، ۶/۱۰۱)

یہ کلیہ واجب وممکن وقدیم وحادث وموجود ومعدوم ومفروض وموہوم غرض ہر شی ومفہوم کو قطعاً محیط جس کے دائرے سے اصلاً کچھ خارج نہیں۔ یہ ان عمومات سے ہے جو عموم تضیہ مامن عام الاوقد خص منہ البعض (ہر عام سے کچھ افراد مخصوص ہوتے ہیں۔ ت) سے مخصوص ہیں، شرح مواقف میں فرمایا:

علمه تعالٰی یعم المفهوما کلها الممکنة والواجبة والممتنعة فهوا عم من القدرة لانها تختص بالممکنات دون الواجبات والممتنعات ا ۔ (ا۔ شرح المواقف المرصد الرابع المقصد الثانی منشورات الشریف الرضی قم ایران ۸/۷۰)

اللہ تعالیٰ کا علم تمام مفہومات کو شامل ہے خواہ وہ ممکن ہیں یا واجب یا ممتنع، اور وہ قدرت سے عام ہے کیونکہ قدرت کا تعلق فقط ممکنات سے ہے واجبات اور ممتنعات کے ساتھ وہ متعلق نہیں ہوتی۔

اب دیکھئے لفظ چاروں ایک جگہ ہے یعنی کل شیئ، مگر ہر صفت نے اپنے ہی دائرے کی چیزوں کو احاطہ (عہ) فرمایا جو اس کے قابل اور اس کے احاطہ میں داخل تھیں، تو جس طرح ذات وصفات خالق کا دائرہ خلق میں نہ آنا معاذ اللہ عموم خالقیت میں نقصان نہ لایا، نقصان جب تھا کہ کوئی مخلوق احاطہ سے باہر رہتا، یا معدومات کا دائرہ ابصار سے مجبور رہتا عیاذاً باللہ، احاطہ بصر الٰہی میں باعث فتور نہ ہوا، فتور جب ہوتا کہ کوئی مبصر خارج رہ جاتا۔

عہ: ای شملت مافی دائرتها وان لم یشمله اللفظ کمافی العلم ولم تشمل مالیس فیها وان شمله اللفظ کمافی الخلق وذٰلك ان الشیئ عندنا یخص بالموجود قال تعالٰی اولا یذکر الانسان انا خلقنه من قبل ولم یك شیئا ۲ ۔ ویعم الواجب قال تعالٰی ای شیئ اکبر شهادة قل الله ۳ ۔ فافهم ۱۲ منه رضی الله عنه۔ یعنی اپنے دائرہ کی ہر شی کو شامل ہے اگرچہ اس کو لفظ شامل نہ ہو جیسے علم میں، اور جو دائرہ میں نہ ہو اس کو شامل نہیں اگرچہ لفظ اس کو شامل ہو جیسے خلق میں، یہ اس لئے کہ ہمارے نزدیک صرف موجود ہی شی کہلاتی ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کیا انسان کو یاد نہیں کہ ہم نے اسے پیدا کیا جبکہ اس سے قبل کوئی شیئ نہ تھا۔ اور شے واجب کو بھی شامل ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ فرمادیجئے کون سی شیئ شہادت میں بڑی ہے؟ فرمادو اللہ، اسے سمجھو ۱۲ منہ ←

ہیں جو موجود نہ ہو سکے اور جب مقدور ہوگا تو موجود ہو سکے گا، پھر محال نہ رہا(18)۔ اسے یوں سمجھو کہ دوسرا خدا محال ہے

رضی اللہ تعالٰی عنہ (ت) (۲؎ القرآن الکریم ۱۹/ ۶۷) (۳؎ القرآن الکریم ۶/ ۱۹)

اسی طرح صفت قدرت کا کمال یہ ہے کہ جو شے اپنی حدِ ذات (عہ۱) میں ہونے کے قابل ہے۔ اس سب پر قادر ہو، کوئی ممکن احاطہ قدرت سے جدا نہ رہے، نہ یہ کہ واجبات ومحالات عقلیہ کو بھی شامل ہو جو اصلاً تعلق قدرت کی صلاحیت نہیں رکھتے، سبحان اللہ محال کے معنی ہی یہ ہیں کہ کسی طرح موجود نہ ہو سکے، اور مقدور وہ کہ قادر چاہے تو موجود ہو جائے، پھر دونوں کیونکہ جمع ہو سکتے ہیں، اور اس کے سبب یہ سمجھنا کہ کوئی شے دائرہ قدرت سے خارج رہ گئی محض جہالت کہ محالات مصداق وذات سے بہرہ ہی نہیں رکھتے، حتی کہ فرض وتجویز عقلی (عہ۲) میں بھی تو اصلاً یہاں کوئی شے تھی ہی نہیں جسے قدرت شامل نہ ہوئی یا ان اللہ علی کل شیء قدیر ۱؎ کے عموم سے رہ گئی۔

عہ۱: یشیر الی ان مصحح المقدوریۃ نفس الامکان الذاتی ۱۲ منہ

اشارہ کیا کہ مقدوریت کی صحت کا مدار نفس امکان ذاتی پر ہے ۱۲ منہ (ت)

عہ۲: اوردہ تفسیر اللمراد بالفرض ۱۲ منہ

فرض سے مراد کی تفسیر کے لئے ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت) (۱؎ القرآن الکریم ۲/ ۲۰)

یہاں سے ظاہر ہو گیا کہ مغویان تازہ جو اسی مسئلہ کذب ودیگر نقائص وغیرہا کی بحث میں بے علموں کو بہکاتے ہیں کہ مثلاً کذب یا فلاں عیب یا فلاں بات پر اللہ عزوجل کو قادر نہ مانا تو معاذ اللہ عاجز ٹھہرا اور ان اللہ علی کل شیء قدیر ۲؎ کا انکار ہوا۔

(۲؎ القرآن الکریم ۲/ ۲۰)

یہ ان ہوشیاروں کی محض عیاری وتزویر اور بیچارے عوام کو بھڑکانے کی تدبیر ہے، ایہا المسلمون! قدرت الٰہی صفت کمال ہو کر ثابت ہوئی ہے نہ معاذ اللہ صفت نقص وعیب، اور اگر محالات پر قدرت مانئے تو بھی انقلاب ہوا جاتا ہے، وجہ سنئے، جب کسی محال پر قدرت مانی اور محال محال سب ایک سے معہذا تمہارے جاہلانہ خیال پر جس محال کو مقدور نہ کہئے اتنا ہی عجز وقصور سمجھئے تو واجب کہ سب محالات زیر قدرت ہوں، اور منجملہ محالات سلب قدرت الٰہیہ بھی ہے تو لازم کہ اللہ تعالٰی اپنی قدرت کھو دینے اور اپنے آپ کو عاجز محض بنالینے پر قادر ہو، اچھا عموم قدرت مانا کہ اصل قدرت ہی ہاتھ سے گئی، یونہیں منجملہ محالات عدم باری عزوجل ہے تو اس پر قدرت لازم، اب باری جل وعلا عیاذاً باللہ واجب الوجود نہ ٹھہرا، تعمیم قدرت کی بدولت الوہیت ہی پر ایمان گیا تعالی اللہ عما یقول الظالمون علواً کبیرا (ظالم جو کچھ کہتے ہیں اللہ تعالٰی اس سے کہیں بلند ہے۔ ت)

پس بحمد اللہ ثابت ہوا کہ محال پر قدرت ماننا قطع نظر اس سے کہ خود قول بالمحال ہے، جناب باری عزاسمہ کو سخت عیب لگانا اور تعمیم قدرت کے پردے میں اصل قدرت بلکہ نفس الوہیت سے منکر ہو جانا ہے، للہ انصاف!

حضرات کے یہ تو حالات اور اہل سنت پر معاذ اللہ عجز باری عزوجل ماننے کے الزامات، ہمارے دینی بھائی اس مسئلہ کو خوب سمجھ لیں کہ حضرات کے مغالطہ وتلبیس سے امان میں رہیں، واللہ الموفق۔ (فتاوی رضویہ، جلد ۱۵، ص ۳۲۲۔ ۳۲۳ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(18) اعلی حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں: ←

بھی نہیں ہو سکتا تو یہ اگر زیر قدرت ہو تو موجود ہو سکے گا تو محال نہ رہا اور اس کو محال نہ ماننا وحدانیت کا انکار ہے۔ یونہی فنائے باری محال ہے، اگر تحتِ قدرت ہو تو ممکن ہوگی اور جس کی فنا ممکن ہو وہ خدا نہیں۔ تو ثابت ہوا کہ محال پر قدرت ماننا اللہ (عزوجل) کی اُلوہیت سے ہی انکار کرنا ہے۔(19)

شرح مقاصد میں ہے: لاشیئ من الممتنع بمقدور . (شرح المقاصد المبحث الثانی القدرۃ الحادثۃ علی الفعل دار المعارف نعمانیہ لاہور ۱/ ۲۴۰) (کوئی ممتنع مقدور نہیں ہوتا۔)

امام یافعی فرماتے ہیں:

جمیع المستحیلات العقلیۃ لایتعلق للقدرۃ بہا .

تمام محالات عقلیہ کے ساتھ قدرت کا تعلق نہیں ہوتا۔

کنز الفوائد میں ہے:

خرج الواجب والمستحیل فلایتعلقان ای القدرۃ والارادۃ بہما . (کنز الفوائد)

واجب اور محال خارج ہوں گے ان کے ساتھ قدرت اور ارادہ کا تعلق نہیں ہو سکتا۔

شرح فقہ اکبر میں ہے:

أقصاھا ان یمتنع بنفس مفہومہ کجمیع الضدین وقلب الحقائق واعدام القدیم، وھذا لایدخل تحت القدرۃ القدیمۃ . (منح الروض الازہر شرح الفقہ الاکبر افعال العباد بعلمہ تعالٰی الخ مصطفی البابی مصر ص ۵۶)

آخری مرتبہ وہ ہے جو نفس مفہوم کے اعتبار سے ممنوع ہو مثلاً ضدین کا جمع ہونا، حقائق میں قلب، قدیم کا معدوم ہونا یہ قدرت قدیمہ کے تحت داخل ہی نہیں۔ (فتاوی رضویہ، جلد ۱۵، ص ۳۲۰ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(19) اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

ہذیان اول امام وہابیہ: اگر کذب (عہ ۲) الٰہی محال ہو اور محال پر قدرت نہیں تو اللہ تعالٰی جھوٹ بولنے پر قادر نہ ہوگا حالانکہ اکثر آدمی اس پر قادر ہیں، تو آدمی کی قدرت اللہ سے بڑھ گئی، یہ محال ہے، تو واجب کہ اس کا جھوٹ بولنا ممکن ہو،

عہ ۲: علمائے دین جو ارشاد فرمایا کہ کذب عیب ہے اور عیب اللہ عزوجل پر محال، حضرت اس کے رد میں یوں اپنا خبث نفس ظاہر کرتے ہیں: قولہ وھو محال لانہ نقص والنقص علیہ تعالٰی محال، اقول اگر مراد از محال ممتنع لذاتہ است کہ تحت قدرت الٰہیہ داخل نیست پس لانسلم کہ کذب مذکور محال بمعنی مسطور باشد چہ عقد قضیہ غیر مطابقہ للواقع والقائے آں بر ملائکہ وانبیاء خارج از قدرت الٰہیہ نیست والا لازم آید کہ قدرت انسانی ازید از قدرت ربانی باشد چہ عقد قضیہ غیر مطابقہ للواقع والقائے آں بر مخاطبین در قدرت اکثر افراد انسانی ست، کذب مذکور آرے منافی حکم اوست پس ممتنع بالغیر ست، ولہذا عدم کذب را از کمالات حضرت حق سبحانہ بیشمارند ۲ ؎ الخ

قولہ یہ محال ہے کیونکہ نقص ہے اور اللہ تعالٰی پر نقص محال ہے اقول اگر محال سے مراد محقق لذاتہ ہے جو قدرت الٰہیہ کے تحت داخل نہیں تو ہم نہیں مانتے کہ کذب مذکور محال بمعنی مسطور ہوگا کیونکہ یہ قضیہ غیر مطابق للواقع ہے اور اس کا القاء ملائکہ اور انبیاء پر قدرت الٰہیہ سے ←

عقیدہ (۱۴): ہر مقدور کے لیے ضرور نہیں کہ موجود ہو جائے، البتہ ممکن ہونا ضروری ہے اگرچہ کبھی موجود نہ ہو۔

خارج نہیں ورنہ لازم آئے گا کہ قدرت انسانی قدرت ربانی سے زائد ہو جائے کیونکہ قضیہ غیر مطابق للواقع، اور اس کا القاء مخاطبین پر اکثر افراد انسانی کی قوت میں ہے، ہاں کذب مذکور اس کی حکمت کے منافی ہے لہذا یہ ممتنع بالغیر ہے اور اسی لئے عدم کذب کو اللہ تعالٰی کے کمالات سے شمار کرتے ہیں الخ (ت) (۲ے رسالہ یکروزی (فارسی) شاہ محمد اسمٰعیل فاروقی کتب خانہ ملتان ص ۱۷)

بقیہ عبارت سراپا شرارت زیر ہذیان دوم آئے گی ۱۲ عفا اللہ تعالٰی عنہ۔

ایہا المسلمون! حماکم اللہ شر المجون (اے اہل اسلام! اللہ تعالٰی اس خطرناک شر سے محفوظ فرمائے۔ت) للہ! بنظر انصاف اس اغوائے عوام وطغوائے تمام کو غور کرو کہ اس بس کی گانٹھ میں کیا کیا زہر کی پڑیا بندھی ہیں۔

اولاً دھوکا دیا کہ آدمی تو جھوٹ بولتے ہیں خدا نہ بول سکے تو قدرت انسانی اس کی قدرت سے زائد ہو حالانکہ اہل سنت کے ایمان میں انسان اور اس کے تمام اعمال واقوال واوصاف واحوال سب جناب باری عزوجل کے مخلوق ہیں،

قال المولٰی سبحانہ وتعالٰی: واللہ خلقکم وما تعملون ۱ے۔ تم اور جو کچھ تم کرتے ہو سب اللہ ہی کا پیدا کیا ہوا ہے۔

(۱ے القرآن الکریم ۳۷/۹۶)

انسان کو فقط کسب پر ایک گونہ اختیار ملا ہے، اس کے سارے افعال مولٰی عزوجل ہی کی سچی قدرت سے واقع ہوتے ہیں، آدمی کی کیا طاقت کہ بے اس کے ارادہ وتکوین کے پلک مار سکے، انسان کا صدق وکذب کفر ایمان طاعت عصیان جو کچھ ہے سب اسی قدیر مقتدر جل وعلا نے پیدا کیا، اور اسی کی عمیم قدرت عظیم ارادت سے واقع ہوتا ہے، وما تشاؤن الا ان شاء اللہ رب العلمین ۱ے ۝ تم نہ چاہوں گے مگر یہ کہ اللہ چاہے جو پروردگار ہے سارے جہان کا۔ (۱ے القرآن الکریم ۸۱/۲۹)

ع اس کا چاہا ہوا ہمارا نہ ہوا

ماشئت کان وما تشاء یکون لا مایشاء الدھر والافلاک

(جو توں نے چاہا ہو گیا، جو آپ چاہیں گے وہ ہو جائے گا، نہیں ہو گا جو دہر اور افلاک چاہیں گے۔ت)

پھر کتنا بڑا فریب دیا ہے کہ آدمی کا فعل قدرت الٰہی سے جدا ہے یہ خاص اشقیائے معتزلہ کا مذہب نامہذب ہے قرآن عظیم کا مردود ومکذب۔

ثانیاً: اقول اس ذی ہوش سے پوچھو انسان کو اپنا بڑا جھوٹ بولنے پر قدرت ہے یا معاذ اللہ عزوجل سے بلوانے پر، پھر قدرت (عہ) بڑھنا تو جب ہوتا کہ اللہ تعالٰی آدمی سے جھوٹ بلوانے پر قابو نہ رکھتا اپنے کذب پر قادر نہ ہو تو انسان کو اس عزیز جلیل کے کذب پر کب قدرت تھی کہ قدرت الٰہی سے اس کی قدرت زائد ہو گی ولکن من لم یجعل اللہ لہ نورا فمالہ من نور ۲ے (لیکن جسے اللہ نور نہ دے اس کے لئے کہیں نور نہیں۔ت) (۲ے القرآن الکریم ۲۴/۴۰)

عہ فائدہ عائدہ ضروری الملاحظہ: ایہا المسلمون پر ظاہر کہ قدرت بڑھنے کے یہ معنی کہ ایک شے پر اسے قدرت ہے اسے نہیں، نہ یہ کہ اسے جس شے پر قدرت ہے وہ تو اس کی قدرت میں بھی داخل، مگر ایک اور چیز اس کی قدرت سے خارج جو ہرگز اسکی قدرت میں بھی داخل نہ تھی اسے قدرت بڑھنا کوئی مجنون ہی سمجھے گا، یہاں بھی دو چیزیں ہیں: ایک کذب انسان، وہ قدرت انسانی میں مجازاً ہے اور قدرت ربانی میں ←

حقیقۃ، دوم کذب ربانی، اس پر قدرت انسانی نہ قدرت ربانی، تو انسان کی قدرت کس بات میں، معاذ اللہ مولیٰ سبحانہ وتعالیٰ کی قدرت سے بڑھ گئی، ہوا یہ کہ ملاجی نے بغایت سفاہت وغباوت کہ تمغائے عامہ اہل بدعت ہے، یوں خیال کیا کہ انسان کو اپنے کذب پر قدرت ہے، اور بعینہٖ یہی لفظ جناب عزت میں بول کر دیکھا کہ اسے بھی اپنے کذب پر قدرت چاہئے ورنہ جو چیز مقدور انسان بھی ہو مقدور رحمن نہ ہوئی، ختم الٰہی کا ثمرہ کہ دونوں جگہ اپنے اپنے کا لفظ دیکھ لیا اور فرق معنی اصلا نہ جانا، ایک جگہ اپنے سے مراد ذات انسان ہے، دوسری جگہ ذات رحمن جل وعلا، پھر جو شے قدرت انسانی میں تھی قدرت ربانی سے کب خارج ہوئی،

كذلك يطبع الله على كل قلب متكبر جبار ۳؎ ۱۲ منہ (۳؎ القرآن الکریم ۴۰/ ۳۵)

ثالثا: حضرت کو اسی یکروزی میں یہ تسلیم روزی کہ کذب عیب ومنقصت ہے اور بیشک باری عزوجل میں عیب ونقصان آنا محال عقلی، اور ہم اسی رسالہ کے مقدمے میں روشن کر چکے محال پر قدرت ماننا اللہ عزوجل کو سخت عیب لگانا بلکہ اس کی خدائی سے منکر ہو جانا ہے، حضرات مبتدعین کے معلم شفیق ابلیس خبیث علیہ اللعن نے یہ عجز وقدرت کا نیا شگوفہ ان دہلوی بہادر سے پہلے ان کے مقتدا ابن حزم فاسد العزم فاقد الجزم ظاہر المذہب ردی المشرب کو بھی سکھایا تھا کہ اپنے رب کا ادب واجلال یکسر پس پشت ڈال کتاب الملل والنحل میں بک گیا کہ انہ تعالٰی قادر ان یتخذ ولدا اذلو لم یقدر لکان عاجزا ۱؎ یعنی اللہ تعالٰی اپنے لئے بیٹا بنانے پر قادر ہے کہ قدرت نہ مانو تو عاجز ہوگا۔ (۱؎ الملل والنحل لابن حزم)

تعالى الله عما يقول الظالمون علوا كبيرا لقد جئتم شيئا ادا ۰ تكاد السموٰت يتفطرن منه وتنشق الارض وتخر الجبال هدا ۰ ان دعوا للرحمن ولدا ۰ وما ينبغي للرحمن ان يتخذ ولدا ۰ ۲؎ ظالم جو کہتے ہیں اللہ تعالٰی اس سے کہیں بلند ہے، بیشک تم حد کی بھاری بات لائے، قریب ہے کہ آسمان اس سے پھٹ پڑیں اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ گر جائیں ڈھے کر اس پر کہ انھوں نے رحمن کے لئے اولاد بتائی اور رحمن کے لائق نہیں کہ اولاد اختیار کرے۔ (ت) (۲؎ القرآن الکریم ۱۹/ ۸۹ تا ۹۲)

سیدی عبدالغنی نابلسی قدس سرہ، القدسی مطالب الوفیہ میں ابن حزم کا یہ قول نقل کر کے فرماتے ہیں: فانظر اختلال هذا المبتدع كيف غفل عما يلزم على هذه المقالة الشنيعة من اللوازم التي لا تدخل تحت وهم وكيف فاته ان العجز انما يكون لو كان القصور جاء من ناحية القدرة عما اذا كان لعدم قبول المستحيل تعلق القدرة فلا يتوهم عاقل ان هذا عجز ۳؎ یعنی اس بدعتی کی بدحواسی دیکھنا کیونکر غافل ہوا کہ اس قول شنیع پر کیا کیا قباحتیں لازم آتی ہیں جو کسی وہم میں نہ سمائیں اور کیونکر اس کے فہم سے گیا کہ عجز تو جب ہو کہ قصور قدرت کی طرف سے آئے اور جب وجہ یہ ہے کہ محال خود ہی تعلق قدرت کی قابلیت نہیں رکھتا تو اس سے کسی عاقل کو عجز کا وہم نہ گزرے گا۔ (۳؎ المطالب الوفیہ لعبد الغنی النابلسی)

اسی میں فرمایا: وبالجملة فذلك التقدير الفاسد يؤدي الى تخليط عظيم لا يبقى معه شيئ من الايمان ولا من المعقولات اصلا ۱؎ یعنی یہ تقدیر فاسد (کہ باری عزوجل محالات پر قادر ہے) وہ سخت درہمی وبرہمی کا باعث ہوگی جس کے ساتھ نہ ایمان کا نام ہے نہ اصلا احکام عقل کا نشان۔ (۱؎ المطالب الوفیہ لعبد الغنی النابلسی)

←

....

اسی میں فرمایا: وقع ھٰھنا لابن حزم ھذیان بین البطلان لیس له قدوۃ ورئیس الاشیخ الضلالۃ ابلیس ۲؎ یعنی سومسئلہ قدرت میں ابن حزم سے وہ بہکی بہکی بات کھلی باطل واقع ہوئی جس میں اس کا کوئی پیشوا نہ رئیس مگر سردار گمراہی ابلیس۔

(۲؎ المطالب الوفیہ لعبد الغنی النابلسی)

کنز الفوائد میں فرمایا: القدرۃ والارادۃ صفتان مؤثرتان و المستحیل لایمکن ان یتأثربھما اذ یلزم ح ان یجوز تعلقھا باعدام نفسھا واعدام الذات العالیۃ واثبات الالوھیۃ لما لایقبلھا من الحوادث و سلبھا عن مستحقھا جل وعلا فای قصور وفساد ونقص اعظم من ھذا وھذا التقدیر یودی الی تخلیط عظیم و تخریب جسیم لایبقی معه عقل ولانقل ولاایمان ولا کفر ولعماءۃ بعض الاشیاء من المبتدعۃ من ھذا صرح بنقیضه فانظر عما ھذا المبتدع کیف عمی یلزم علی ھذا القول الشنیع من اللوازم التی لایتطرق الیھا الوھم ۱؎۔

یعنی قدرت اور ارادہ دونوں صفتیں موثر ہیں، اور محال کا ان سے متاثر ہونا ممکن نہیں ورنہ لازم آئے کہ قدرت وارادہ اپنے نفس کے عدم اور خود اللہ تعالٰی کے عدم اور مخلوق کو خدا کردینے اور خالق سے خدائی چھین لینے ان سب باتوں سے متعلق ہوسکے اس سے بڑھ کر کون سا قصور وفساد ونقصان ہوگا اس تقدیر پر وہ سخت درہمی اور عظیم خرابی لازم آئے گی، جس کے ساتھ نہ عقل رہے نہ نقل نہ ایمان نہ کفر، اور بعض اشقیائے بدمذہب کو جو یہ امر نہ سوجھا تو صاف لکھ گیا کہ ایسی بات پر خدا قادر ہے اب اس بدعتی کا اندھاپن دیکھو کیونکر اسے نہ سوجھیں وہ شناعتیں جو اس برے قول پر لازم آئیں گی جن کی طرف وہم کو بھی راستہ نہیں۔ (۱؎ کنز الفوائد)

مسلمان انصاف کرے کہ یہ تشنیعیں جو علماء نے اس بدمذہب ابن حزم پر کیں اس بدمشرب عدیم الحزم سے کتنی بچ رہیں،

کذالك قال الذین من قبلھم مثل قولھم تشابھت قلوبھم ۲؎ وان اللہ لایھدی کید الخائنین ۳؎۔
ان سے اگلوں نے بھی ایسی ہی کہی ان کی سی بات، ان کے ان کے دل ایک سے ہیں، اور اللہ دغابازوں کا مکر نہیں چلنے دیتا۔ (ت)

(۲؎ القرآن الکریم ۲/ ۱۱۸)(۳؎ القرآن الکریم ۱۲ / ۵۲)

رابعا اقول العزۃ للہ، اگر دہلوی ملا کی یہ دلیل سچی ہو تو دو خدا، دس خدا، ہزار خدا، بیشمار خدا ممکن ہوجائیں، وجہ سنئے جب یہ اقرار پایا کہ آدمی جو کچھ کرسکے خدا بھی اپنی ذات کے لئے کرسکتا ہے، اور معلوم کہ نکاح کرنا، عورت سے ہم بستر ہونا، اس کے رحم میں نطفہ پہنچانا قدرت انسانی میں ہے تو واجب کہ ملاجی کا موہوم خدا بھی یہ باتیں کرسکے ورنہ آدمی کی قدرت تو اس سے بھی بڑھ جائے گی، اور جب اتنا ہو چکا تو وہ آفتیں جن کے سبب اہل اسلام اتخاذ ولد کو محال جانتے تھے، امام وہابیہ نے قطعا جائز مان لیں۔ آگے نطفہ ٹھہرنے در بچہ ہونے میں کیا زہر گھل گیا ہے، وہ کون سی ذلت وخواری باقی رہی ہے جن کے باعث انھیں ماننے جھجکنا ہوگا بلکہ یہاں آکر خدا کا عاجز رہ جانا تو سخت تعجب ہے کہ یہ تو خاص اپنے ہاتھ کے کام ہیں جب دنیا بھر میں بزعم ملاجی سب کے لئے اس کی قدرت سے واقع ہوتے ہیں تو کیا اپنی زوجہ کے بارے میں تھک جائیگا اخر بچہ نہ ہونا یوں ہوتا ہے کہ نطفہ استقرار نہ کرے اور خدا استقرار پر قادر ہے، یا یوں کہ منی ناقابل عقد وانعقاد ←

....

یا مزاج رحم میں کوئی فساد یا خلل آسیب مانع اولاد تو جب خدائی ہے کیا ان موانع کا ازالہ کر سکے گا، بہر حال جب امور سابقہ ممکن ٹھہرے تو بچہ ہونا قطعاً ممکن اور خدا کا بچہ خدا ہی ہوگا، قال اللہ تعالی: قل ان(عہ) کان للرحمن ولد فانا اول العابدین ا۔ تو فرما اگر رحمان کے لئے کوئی بچہ ہے تو میں سب سے پہلے پوجنے والا ہوں۔ (ا۔ القرآن الکریم ۴۳/۸۱)

عہ: حملہ السدی علی الظاہر وعلیہ ہول فی تکملہ المفاتیح والبیضاوی والمدارک وارشاد العقل وغیرھا ولاشک انہ صحیح صاف لا غبار علیہ فای حاجۃ الی ارتکاب تاویلات بعیدۃ ۱۲ منہ

سدی نے اسے ظاہر پر محمول کیا اور اسی پر اعتماد ہے تکملۃ المفاتیح، بیضاوی، مدارک اور ارشاد العقل وغیرھا میں، اور بیشک یہ صحیح صاف ہے اس پر کچھ غبار نہیں تو پھر تاویلات بعیدہ کے ارتکاب کی کیا حاجت ہے ۱۲ منہ (ت)

تو قطعاً دو خدا کا امکان ہوا اگرچہ منافی گیر ہو کر امتناع بالغیر ٹھہرے اور جب ایک ممکن ہو تو کروڑوں ممکن کہ قدرت خدا کو انتہا نہیں ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ خامسا: ملائے دہلی کا خدائے موہوم کہاں کہاں آدمی کی حرص کرے گا، آدمی کھانا کھاتا ہے، پانی پیتا ہے، پاخانہ پھرتا ہے، پیشاب کرتا ہے، آدمی قادر ہے کہ جس چیز کو دیکھنا نہ چاہے آنکھیں بند کر لے، سننا نہ چاہے کانوں میں انگلیاں دے لے، آدمی قادر ہے کہ آپ کو دریا میں ڈبو دے آگ سے جلا لے، خاک پر لیٹے کانٹوں پر لوٹے، رافضی ہو جائے، وہابی بن جائے، مگر ملائے ملوم کا مولائے موہوم یہ سب باتیں اپنے لے کر سکتا ہوگا، ورنہ عاجز ٹھہرے گا اور کمال قدرت میں آدمی سے گھٹ رہے گا،

اقول غرض خدائی سے ہر طرح ہاتھ دھو بیٹھنا ہے نہ کر سکا تو حضرت کے زعم میں عاجز ہوا اور عاجز خدا نہیں کر سکا تو ناقص ہوا ناقص خدا نہیں۔ محتاج ہوا محتاج خدا نہیں۔ ملوث ہوا ملوث خدا نہیں۔ تو شمس و مس کی طرح اظہر واز ہر کہ دہلوی بہادر کا یہ قول ابتر حقیقۃ انکار خدا کی طرف منجر، ما قدروا اللہ حق قدرہ ۲۔ والعیاذ باللہ من اضلا الشیطن۔ (۲۔ القرآن الکریم ۲۲/۷۴)

انھوں نے اللہ تعالٰی کی صحیح قدر نہیں کی، اور شیطان کی گمراہی سے اللہ تعالٰی کی پناہ۔ (ت)

مگر سبحان ربنا ہمارا سچا خدا سب عیبوں سے پاک اور قدرت علی المحال کی تہمت سراپا ضلال سے کمال منزہ عالم اور عالم کے اعیان اعراض، ذوات، صفات، اعمال، اقوال، خیر شر صدق کذب حسن قبیح سب اسی کی قدرت کاملہ وارادہ الیہ سے ہوتے ہیں نہ کوئی ممکن اس کی قدرت سے باہر نہ کسی کی قدرت اس کی قدرت کے ہمسر نہ اپنے لئے کسی عیب پر قادر ہونا اس کی شان قدوسی کے لائق و درخور،

تعالی اللہ عما یقول الظالمون علوا کبیرا o وسبحن اللہ بکرۃ واصیلا۔ والحمد للہ حمدا کثیرا۔ اللہ تعالٰی اس سے بہت بلند ہے جو یہ ظالم کہتے ہیں، صبح و شام اللہ تعالٰی کی تقدیس و پاکیزگی ہے اور تمام اور کثیر حمد اللہ تعالٰی کے لئے ہے۔ (ت)

ثم اقول ذہن فقیر میں ان پانچ کے علاوہ ہذیان مذکور پر اور ابحاث دقیقہ کلامیہ ہیں جن کے ذکر کے لئے مخاطب قابل فہم دقائق درکار نہ وہ حضرات جن میں اجلہ واکابر کا مبلغ علم سیدھی سیدھی نفس عبارت مشکوۃ وغیرہ سن سنا کر اجازت وسند کی داد وستد تا بہ اذلہ واصاغر چہ رسد، امرنا ان نکلم الناس علی قدر عقولھم واللہ الھادی وولی الایادی (ہمیں یہی حکم ہے کہ ہم لوگوں کی عقل کے مطابق ←

کلام کریں، اللہ تعالیٰ ہی ہادی اور مدد کا مالک ہے۔ت)

ہذیان دوم مولائے مجدیہ:

عدم کذب را از کمالات حضرت حق سبحانہ می شمارند و اورا جل شانہ باآں مدح می کنند بخلاف اخرس و جماد کہ ایشاں را کسے بعدم کذب مدح نمی کند و پر ظاہرست کہ صفت کمال ہمین ست کہ شخصے قدرت بر تکلم بکلام کاذب میدارد و بنا بر رعایت مصلحت و مقتضی حکمت بتنزہ از شوت کذب تکلم بکلام کاذب نمی نماید ہماں شخص ممدوح می گردد و بسلب عیب کذب و اتصاف بکمال صدق بخلاف کسے کہ لسان او ماؤف شدہ باشد و تکلم بکلام کاذب نمی تواند کرد یا قوت متفکرہ او فاسد شدہ باشد کہ عقد قضیہ غیر مطابقہ للواقع نمی تواند کرد یا شخصے کہ ہرگاہ کلام صادق ے گوید کلام مذکور از و صادر می گردد و ہرگاہ کہ ارادہ تکلم بکلام کاذب می نماید آواز او بند ے گردد یا زبان او ماؤف می شود یا کسے دیگر دہن او را بندی نماید یا حلقوم او را اخنہ می کند یا کسے کہ چند قضایا صادقہ را یاد گرفتہ است واصلہ پر ترکیب قضایائے دیگر قدرت نمی دارد و بناء علیہ کلام کاذب از و صادر نے گردد ایں اشخاص مذکورین نزد عقلا قابل مدح می نشیند بالجملہ عدم تکلم کلام کاذب ترفعا عن عیب الکذب وتنزہا عن التلوث بہ از صفات مدح ست و بنا بعجز از تکلم بکلام کاذب ہیچ گونہ از صفات مدائح نیست یا مدح آں بسیار از دون ست از مدح اول انتہی بلفظہ الرکیک المختل۔ عدم کذب کو اللہ تعالیٰ کے کمالات سے شمار کرتے ہیں اور اس جل شانہ کی اس کے ساتھ مدح کرتے ہیں بخلاف گونگے اور جماد کے، ان کی کوئی عدم کذب سے مدح نہیں کرتا اور یہ بات نہایت ظاہر ہے کہ کمال یہی ہے کہ ایک شخص جھوٹے کلام پر قادر تو ہو لیکن بنا بر مصلحت اور بتقاضائے حکمت تقدس جھوٹے کلام کا ارتکاب اور اظہار نہ کرے ایسا شخص ہی سلب عیب کذب سے ممدوح اور کمال صدق سے متصف ہوگا بخلاف اس کے جس کی زبان ہی ماؤف ہو اور جھوٹا کلام کر ہی نہیں سکتا یا اس کی سوچ وفکر کی قوت فاسد ہو کر قضیہ غیر مطابق للواقع کا انعقاد نہیں کر سکتا یا ایسا شخص ہے جو کسی جگہ سچا کلام کرتا ہے، اس سے وہ صادر ہوتی ہے اور جس جگہ جھوٹا کلام کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو اس کی آواز بند ہو جاتی ہے یا اس کی زبان ماؤف ہو جاتی ہے، یا کوئی اس کا منہ بند کر دیتا ہے یا اس کا کوئی گلا دبا دیتا ہے یا کسی نے چند سچے جملے رٹ لئے ہیں اور وہ دیگر جملوں پر کوئی قدرت ہی نہیں رکھتا اور اس بناء پر اس سے جھوٹ صادر ہی نہیں ہوتا، یہ مذکور لوگ عقلاء کے نزدیک قابل مدح نہیں ہیں بالجملہ عیب کذب سے بچنے اور اس میں ملوث ہونے سے محفوظ رہنے کے لئے جھوٹی کلام کا عدم تکلم صفات مدح میں سے ہے اور عاجز ہونے کی وجہ سے کلام کاذب سے بچنا کوئی صفات مدح میں سے نہیں یا اس کی مدح ہو بھی تو پہلے سے کم ہوگی (رکیک خلل پذیر عبارت ختم ہوئی)(ت)۔

(۱ے رسالہ یکروزی (فارسی) شاہ محمد اسمٰعیل فاروقی کتب خانہ ملتان ص ۱۷، ۱۸)

اس تلمیع باطل وطویل لاطائل کا یہ حاصل بے حاصل کہ عدم کذب اللہ تعالیٰ کے کمالات و صفات مدائح سے ہے اور صفت کمال وقابل مدح یہی ہے کہ متکلم باوجود قدرت بلحاظ مصلحت عیب وآلائش سے بچنے کو کذب سے باز رہے، نہ کہ کذب پر قدرت ہی نہ رکھے، گونگے یا پتھر کی کوئی تعریف نہ کرے گا کہ جھوٹ نہیں بولتا تو لازم کذب الٰہی مقدور وممکن ہو۔

اقول وباللہ التوفیق (میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ تعالیٰ سے ہے۔ت) اس ہذیان شدید الطغیان کے شنائع ومفاسد حد شمار سے زائد مگر ان توسنیوں بدلگامیوں پر جو تازیانے بنگاہ اولین ذہن فقیر میں حاضر ہوئے پیش کرتا ہوں وباللہ العصمۃ فی کل حرف وکلمۃ (ہر حرف ←

اور کلمہ میں اللہ کی عصمت ہے۔ت)

تازیانہ ۱۱: اقول العزة لله والعظمة لله والله الذی لا الہ الا ھو (عزت اللہ تعالٰی کے لئے اور عظمت اللہ تعالٰی کے لئے ہے، اللہ کی ذات وہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ت) کبرت کلمة تخرج من افواھھم ط ان یقولون الا کذبا ۲؎ (کتنا بڑا بول ہے کہ ان کے منہ سے نکلتا ہے نرا جھوٹ کہہ رہے ہیں۔ت) للہ! یہ ظلم شدید وضلال بعید تماشا کردنی کہ جابجا خود اپنی زبان سے کذب کو عیب ولوث کہا جاتا ہے پھر اسے باری عزوجل کے لئے ممکن بتاتا اور اللہ کے جھوٹ نہ بولنے کی وجہ یہ ٹھہراتا ہے کہ حکیم ہے اور مصلحت کی رعایت کرتا ہے لہذا ترفعا عن عیب الکذب وتنزھا عن التلوث بہ یعنی اس لحاظ سے کہ کہیں عیب ولوث سے آلودہ نہ ہوجائے کذب سے بچتا ہے، دیکھو صاف صریح مان لیا کہ باری عزوجل کا عیب دار وملوث ہونا ممکن، وہ چاہے تو ابھی عیبی وملوث بن جائے، مگر یہ امر حکمت ومصلحت کے خلاف ہے اس لئے قصدا پرہیز کرتا ہے تعالی اللہ عما یقولون علوا کبیرا (اللہ تعالٰی اس سے کہیں بلند ہے جو یہ کہتے ہیں۔ت) اور خود سرے سے اصل بنائے خودسری دیکھئے، ملائے مقبوح کا یہ املائے مقدوح اس کلام آئمہ کے رد میں ہے کہ کذب نقص ہے اور نقص باری تعالٰی پر محال، اس کے جواب میں فرماتے ہیں، محال بالذات ہونا ہمیں تسلیم نہیں بلکہ ان ذلیلوں (یعنی دونوں ہذیانوں) سے ممکن ہے تو کیسی صاف روشن تصریح ہے کہ نہ صرف کذب بلکہ ہر عیب وآلائش کا خدا میں آنا ممکن، واہ بہادر! کیا نیم گردش چشم میں تمام عقائد تنزیہ وتقدیس کی جڑ کاٹ گیا، عاجز، جاہل، (۲؎ القرآن الکریم ۱۸/ ۵)

احمق، جاہل، اندھا، بہرا، ہکلا، گونگا سب کچھ ہونا ممکن ٹھہرا، کھانا، پینا، پاخانہ پھرنا، پیشاب کرنا، بیمار پڑنا، بچہ جننا، اونگھنا، سونا بلکہ مرجانا، مر کے پھر پیدا ہونا سب جائز ہوگیا، غرض اصول اسلام کے ہزاروں عقیدے جن پر مسلمانوں کے ہاتھ میں یہی دلیل تھی کہ مولٰی عزوجل پر نقص وعیب محال بالذات ہیں، دفعتہً سب باطل وبے دلیل ہوکر رہ گئے، فقیر تنزیہ دوم میں زیر دلیل اول ذکر کر آیا کہ یہ مسئلہ کیسی عظمت والا اصل دینی تھا جس پر ہزار ہا مسئلہ ذات وصفات بارعزوجل متفرع وبنی، اس ایک کے انکار کرتے ہی وہ سب اڑ گئے، وہیں شرح مواقف سے گزرا کہ ہمارے لئے معرفت صفات باری کی طرف کوئی راستہ نہیں مگر افعال الٰہی سے استدلال یا یہ کہ اس پر عیوب ونقائص محال، اب یہ دوسرا راستہ تو تم نے خود ہی بند کردیا، رہا پہلا یعنی افعال سے دلیل لانا کہ اس نے ایسی عظیم چیزیں پیدا کردیں اور ان میں یہ حکمتیں ودیعت رکھیں، تو لاجرم ان کا خالق بالبداہۃ علیم وقدیر وحکیم ومرید ہے،

اقول اولا: یہ استدلال صرف انھیں صفات کمال میں جاری جن سے خلق وتکوین کو علاقہ داری باقی ہزار ہا مسائل صفات ثبوتیہ وسلبیہ پر دلیل کہاں سے آئے گی، مثلا مصنوعات کا ایسا بدیع ورفیع ہونا ہرگز دلالت نہیں کرتا کہ ان کا صانع صفت کلام یا صفت صدق سے بھی متصف، یا نوم واکل وشرب سے بھی منزہ ہے،

ثانیا جن صفات پر دلالت افعال وہاں بھی صرف ان کے حصول پر دال، نہ یہ کہ ان کا حدوث ممنوع یا زوال محال، مثلا اس نظم حکیم وعظیم بنانے کے لئے بیشک علم وقدرت وارادہ وحکومت درکار مگر اس سے صرف بناتے وقت ان کا ہونا ثابت ہمیشہ سے ہونے اور ہمیشہ رہنے سے دلیل ساکت، اگر دلائل سمعیہ کی طرف چلئے، ←

....

اوّل اولاً بعض صفات سمع پر متقدم تو ان کا سمع سے اثبات دور کو مستلزم۔

ثانیاً سمع بھی صرف گنتی کے سلوب وایجابات میں وارد ان کے سوا ہزاروں مسائل کس گھر سے آئیں گے مثلاً نصوص شرعیہ میں کہیں تصریح نہیں کہ باری عزوجل اعراض وامراض وبول وبراز سے پاک ہے، اس کا ثبوت کیا ہوگا۔

ثالثاً نصوص بھی فقط وقوع وعدم پر دلیل دیں گے، وجوب استحالہ وازلیت وابدیت کا پتا کہاں چلے گا مثلاً بکل شیئ علیم ۱؎ علی کل شیئ قدیر ۲؎ (سب کچھ جانتا ہے، ہرشی پر قادر ہے۔ ت) سے بیشک ثابت کہ اس کے لئے علم وقدرت ثابت یہ کب نکلا کہ ازل سے ہیں اور ابد تک رہیں گے، اور ان کا زوال اس سے محال، (۱؎ القرآن الکریم ۲/ ۲۹) (۲؎ القرآن الکریم ۲/ ۲۰)

یونہی وھو یطعم ولا یطعم ۱؎ (اور وہ کھلاتا ہے اور کھانے سے پاک ہے۔ ت) اور لاتأخذہ سنۃ ولانوم ۲؎ (اسے نہ اونگھ آئے نہ نیند۔ ت) کا اتنا حاصل کہ کھاتا پیتا سوتا اونگھتا نہیں، نہ یہ کہ یہ باتیں اس پر ممتنع،

(۱؎ القرآن الکریم ۶/ ۱۴) (۲؎ القرآن الکریم ۲/ ۲۵۵)

ہاں ہاں ان سب امور پر دلالت قطعی کرنے والا ان تمام دعوائے ازلیت وابدیت ووجوب وامتناع پر بوجہ کامل ٹھیک اترنے والا ہزاروں ہزار مسائل صفاتِ ثبوتیہ وسلبیہ کے اثبات کا یکبارگی سچا ذمہ لینے والا، مخالف ذی ہوش غیر مجنون ومدہوش کے منہ میں دفعۃً بھاری پتھر دے دینے والا نہ تھا مگر وہی دینی یقینی عقلی بدیہی اجماعی ایمانی مسئلہ کہ باری تعالٰی ہر عیب ومنقصت محال بالذات۔ جب یہی ہاتھ سے گیا سب کچھ جاتا رہا، اب نہ دین ہے نہ نقل نہ ایمان نہ عقل، اناللہ واناالیہ راجعون ۳؎ کذلک یطبع اللہ علی کل قلب متکبر جبار ۴؎ ہم اللہ کے مال ہیں اور ہم کو اسی کی طرف پھرنا ہے، اللہ یوں ہی مہر کردیتا ہے متکبر سرکش کے سارے دل پر۔ (ت)

(۳؎ القرآن الکریم ۲/ ۱۵۶) (۴؎ القرآن الکریم ۴۰/ ۳۵)

ہاں وہابیہ نجدیہ کو دعوت عام ہے اپنے سوائے مسلم وامام مقدم کا یہ ہذیان امکان ثابت مان کر ذرا بتائیں تو کہ ان کا معبود بول وبراز سے بھی پاک ہے یا نہیں۔ حاش للہ! امتناع تو امتناع عدم وقوع کے بھی لالے پڑیں گے، آخر قرآن وحدیث میں تو کہیں اس کا ذکر نہیں، نہ افعال الٰہی اس نفی پر دلیل، اگر اجماع مسلمین کی طرف رجوع لائیں اور بیشک اجماع ہے مگر جان برادر! یہ بیشک ہم نے یونہی کہا کہ یہ عیب ہیں اور عیب سے تنزیہ ہر مسلمان کا ایمان تو قطعاً کوئی مسلم ان امور کو روانہ رکھے گا، جب عیب سے تلوث ممکن ٹھہرا تو اب ثبوت اجماع کا کیا ذریعہ رہا، کیا نقل ذروایت سے ثابت کروگے، حاشا نقل اجماع درکنار سلفاً وخلفاً کتابوں میں اس مسئلے کا ذکر ہی نہیں، اگر کہئے بول وبراز کا وقوع ایسے آلات جسمانیہ پر موقوف جن سے جناب باری منزہ، تو اولاً ان آلات کے بطور آلات نہ اجزائے ذات ہونے کے استحالہ پر سوا اس وجوب تنزہ کے کیا دلیل جسے تمھارا امام ومولٰی رو بیٹھا۔

ثانیاً توقف ممنوع آخر بے آلات زبان ومردمک وپردہ گوش کلام بصر وسمع ثابت، یونہی بے آلات بول وبراز سے کون مانع، اسی طرح لاکھوں کفریات لازم آئیں گے کہ تمھارے امام کا وہ بہتان امکان تسلیم ہو کر قیامت تک ان سے مفر نہ ملے گی۔ کذلک لیحق الحق ویبطل الباطل ولو کرہ المجرمون ۱؎۔ اسی طرح کہ سچ کو سچ کرے اور جھوٹ کو جھوٹا اگرچہ برا مانیں مجرم (ت) (۱؎ القرآن الکریم ۸/ ۸) ←

مسلمانوں نے دیکھا کہ اس طائفہ تالفہ کے سردار وامام مدعیٔ اسلام نے کیا بس بویااور کیا کچھ کھویا اور لاکھوں عقائد اسلام کو کیسے ڈبویا، ہزاروں کفر شنیع وضلال کا دروازہ کیسا کھولا کہ اس کا مذہب مان کر کبھی بند نہ ہوگا۔ پھر دعوٰی یہ ہے کہ دنیا بھر میں ہمیں موحد ہیں باقی سب مشرک، سبحان اللہ یہ منہ اور یہ دعوٰی، اور ناقص وعیبی وملوث خدا کے پوجنے والے اس منہ سے اپنے تراشیدہ موہوم کو حضرت سبحانہ کہتا ہے، سبحان اللہ وہی تو سبحانہ کے قابل جس میں دنیا بھر کے عیبوں آلائشوں کا امکان حاصل، العزۃ للہ میں اپنے رب ملک سبوح قدوس عزیز مجید عظیم جلیل کی طرف بہزار جان وصد ہزار جان براءت کرتا ہوں تیرے اس عیبی آلائش تراشیدہ معبود اور اس کے سب پوجنے والوں سے، مسلمانو! تمھارے رب کی عزت وجلال کی قسم کہ تمھارا سچا معبود جل وعلا، وہ پاک ومنزہ وسبوح وقدوس ہے جس کے لئے تمام صفات کمالیہ ازلاً ابداً واجب للذات اور اصلاً کسی عیب ولوث سے ملوث ہونا جزماً قطعاً محال بالذات اس کی پاک قدرت اس ناپاک شناعت سے بری ومنزہ کہ معاذ اللہ اپنے عیبی وناقص بنانے پر حاصل ہو، نعم المولٰی ونعم النصیر ۲؎ (کیا ہی اچھا مولا اور کیا ہی اچھا مددگار۔ت)

(۲؎ القرآن الکریم ۲۲/ ۷۸)

یہ ملائے ملوم کا مولائے موہوم تھا جو اپنے لئے عیوب وفواحش پر قدرت تو رکھتا ہے مگر لوگوں کے شرم ولحاظ یا ہمارے سچے خدا کے قہر وغضب سے ڈر کر باز رہتا ہے۔ ضعف الطالب والمطلوب ۳؎ لبئس المولٰی ولبئس العشیر ۴؎۔ کتنا کمزور چاہنے والا اور جس کو چاہا، بیشک کیا ہی برا مولٰی اور بیشک کیا ہی برا رفیق۔(ت) (۳؎ القرآن الکریم ۲۲/ ۷۳) (۴؎ القرآن الکریم ۲۲/ ۱۳)

او سفید ملوم کذب ظلوم الوہیت ومنقصت باہم اعلٰی درجہ تنافی پر ہیں، الٰہ وہی ہے جس کے لئے جمیع صفات کمال واجب لذاتہ تو کسی عیب سے اتصاف ممکن ماننا زوال الوہیت کو ممکن جاننا ہے پھر خدا کب رہا، ولٰکن الظّٰلمین باٰیٰت اللہ یجحدون ۱؎ (بلکہ ظالم اللہ کی آیتوں سے انکار کرتے ہیں۔ت) (۱؎ القرآن الکریم ۶/ ۳۳)

عنقریب ان شاء اللہ تعالٰی تفسیر کبیر سے منقول ہوگا کہ باری تعالٰی کے لئے امکان ظلم ماننے کا یہی مطلب کہ اس کی خدائی ممکن الزوال ہے میں گمان نہیں کرتا کہ اس بیباک کی طرح (مسلمانوں کی تو خدا امان کرے) کسی سمجھ وال کافر نے بھی بے دھڑک تصریح کردی ہو کہ عیب ولوث خدا میں تو آسکتے ہیں مگر بطور ترفع یعنی مشیخت بنی رکھنے کے لئے ان سے دور رہتا ہے صدق اللہ (اللہ تعالٰی نے سچ فرمایا۔ت):

ومن اصدق من اللہ قیلا ۲؎ ○

فانھا لاتعمی الابصار ولٰکن تعمی القلوب التی فی الصدور ۳؎ ○ والعیاذ باللہ سبحانہ وتعالٰی۔ اور اللہ سے زیادہ کس کی بات سچی، بیشک آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں لیکن وہ دل اندھے ہوتے ہیں جو سینوں میں ہیں۔(ت

(۲؎ القرآن الکریم ۴/ ۱۲۲) (۳؎ القرآن الکریم ۲۲/ ۴۶)

ثم اقول طرفہ تماشا ہے کہ خدا کی شان معلم طائفہ کا تو وہ ایمان کہ خدا کے لئے ہر عیب کا امکان اور ارباب طائفہ یوں بے وقت کی چھیڑ کرنا حق ہلکان کہ تمام امت (عہ) کے خلاف حق تعالٰی کے عجز پر عقیدہ ٹھہرانا تو مؤلف کے پیشوایان دین کا ہے مؤلف اس پر اظہار افسوس نہیں کرتا ہے۔

←

....

عہ: یہ عبارت براہین کے اسی صفحہ ۳ کی ہے جس کا خلاصہ صدر استفتاء میں گزرا یہاں ملا گنگوہی صاحب جناب مؤلف یعنی مکرمنا مولوی عبدالسمیع صاحب مؤلف انوار ساطعہ پر یوں منہ آتے ہیں کہ تم لوگ اللہ کا عجز مانتے ہو جو محال پر اسے قادر نہیں جانتے ہو اور ہم تو اس کے لئے جھوٹ وغیرہ سب کچھ جائز رکھتے ہیں تو عجز تو نہ ہوا گرچہ خدائی گئی، ہزار تف اس بھونڈی سمجھ پر، رہا اس مغالطہ عجز کا دنداں شکن حل، وہ اس رسالہ مبارکہ میں جابجا گزرا، سبحان اللہ! محال پر قدرت نہ ہونے کو عجز جاننا الٰہی کیسے نامشخص کی تخصیص ہے، واللہ الہادی ۱۲ عفی عنہ۔

(۴_ البراہین القاطعہ، مسئلہ خلف وعید قدماء میں مختلف فیہ ہے مطبع لے ساڈھورص ۳)

حضرت! ذرا گھر کی خبر لیجئے وہاں مولائے طائفہ عجز وجہل وظلم وبخل وسفہ وہزل وغیرہا دنیا بھر کے عیب ونقائص کے امکان کا ٹھیکا لے چکے ہیں پھر بفرض غلط اگر کسی نے ایک جگہ عجز مان لیا تو تمھارے امام کے ایمان (عہ ۱) پر کیا بے جا کیا، ایک امر کہ خدا کے لئے اس سے کروڑ درجہ بدتر ممکن تھا، اس نے خرمن سے ایک خوشہ تسلیم کرلیا پھر کیا قہر کیا مگر تمھارا امام جو خدا کے ناقص عیبی ملوث آلائشی ہوسکنے پر ایمان لایا نہ یہ قابل افسوس نہ خلاف امت ہے، یہ تمھارے پیشوایان دین کی مت ہے، معاذ اللہ اس امام کی بدولت طائفہ بیچارے کی کیا بری گت ہے، عہ ا:

وانتظر ماسنلقی علیك ان السفیه قائل بالامكان الوقوعی بالوقوع لابمجرد الامكان الذاتی ۱۲ منه سلمه الله تعالٰی

ہماری آئندہ گفتگو کا انتظار کرو یہ بیوقوف امکان وقوعی بلکہ وقوع کا قائل ہے نہ کہ محض امکان ذاتی کا، ۱۲ منہ سلمہ اللہ تعالٰی۔ (ت)

ثم اقول اس سے بڑھ کر مظلمہ طائفہ تناقض صریح امام الطائفہ اسی منہ سے خدا کے لئے عیب وتلوث ممکن مانتا ہے، اسی منہ سے کہتا ہے جھوٹ نہ بول سکے تو قدرت جو گھٹ جائے گی، جی گھٹ جائے گی تو کیا آفت آئے گی،

آخر جہاں ہزار عیب ممکن تھے ا_ثم برعلم بس (عہ ۲) ہے یہ کہ رب کریم رؤف ورحیم عزمجدہ اپنے اضلال سے پناہ میں رکھے امین امین بجاہ سید الہادین محمدن الصادق الحق المبین، صلوات اللہ تعالٰی وسلامہ علیہ وعلی الہ وصحبہ اجمعین۔

عہ ۲: ولاتنس مااشرنا الیه ۱۲ منه۔

جس کی طرف ہم نے تمھیں متوجہ کیا ہے اسے مت بھولنا ۱۲ منہ (ت)

تازیانہ ۲: اقول وباللہ التوفیق، ایہا المسلمون! حاشا یہ نہ جاننا کہ باری عزوجل کا عیوب ونقائص سے ملوث ہونا اس شخص کے نزدیک صرف ممکن ہی نہیں ہے، نہیں نہیں بلکہ یقیناً اسے بالفعل ناقص جانتا اور کمال حقیقی سے دور مانتا ہے، اے مسلمان! کمال حقیقی یہ ہے کہ اس صاحب کمال کی نفس ذات مقتضی جملہ کمالات ومنافی تلوثات ہو اور قطعاً جو ایسا ہوگا اس پر ہر عیب ونقصان محال ذاتی ہوگا کہ ذات سے مقتضائے ذات کا ارتفاع یا ذات یا منافی ذات کا اجتماع دونوں قطعاً بدیہی الامتناع، اور بیشک ہم اہلسنت اپنے رب کو ایسا ہی مانتے ہیں، اور بیشک وہ سچے کمال والا ایسا ہی ہے، اس شخص نے کہ اس عزیز جلیل پر عیب ونقصان کا امکان مانا تو قطعاً کمالات کو اس کا مقتضائے ذات نہ جانا تو یہ کمال حقیقی سے بالفعل خالی اور حقیقۃً ناقص وفاقد مرتبہ عالی ہوا، آج وجہ معلوم ہوئی کہ یہ طائفہ تالفہ اپنے آپ کو موحد اور اہلسنت کو مشرک کیوں کہتا ہے کہ عہ میں اللہ عزوجل کے لئے اثبات کمالات واجب للذات شرک ہے کہ لفظ وجوب جو مشترک ہو جائے گا

اگر چہ وجوب بالذات و وجوب للذات کا فرق اس ملل کتب پر بھی مخفی نہیں جو ارباب وزجیت کی حالت جانتا ہے، ولہذا اس فرقہ ضالہ نے باتباع کرامیہ کمالات الٰہیہ کو مقتضائے ذات نہ ٹھہرایا تو جیسے معتزلہ نے تعدد قدماء سے بچنے کو نفی صفات کی اور اپنا نام اصحاب التوحید رکھا، یونہی اس طائفہ جدیدہ نے اشتراک لفظ وجوب سے بھاگنے کو نفی اقتضائے ذات کی اور اپنا نام موحد تراشا، وفی ذلک اقول خسر الذین باعتزال وبالتوھب جاء وا ذا اھل توحید وذاک موحد غواء نعم القلوب تشابھت فتناسب الاسماء (خسارے میں مبتلا ہیں جو معتزلی اور وہابی بنے، معتزلی اہل توحید اور وہابی موحد گمراہ، ان کے دل ایک جیسے ہیں اور ناموں میں بھی مناسب ہے۔ت)

(۱ ـ الدیوان العربی بساتین الغفر از رضا دار الاشاعت الاہور ص ۱۴۷)

محیہ نبیہ: جہول سفیہ کو جب کہ اس کے استاذ قدیم ابلیس رجیم علیہ اللعن نے یہ نقصان دلکوث باری عزوجل کا مہلکہ سکھایا، تو دوسری کتاب افصاح الباطل مسمّٰی بہ ایضاح الحق میں ترقیق ضلال وشدت نکال کا رستہ دکھایا، یعنی اس میں نہایت دریدہ دہنی مسائل وتقدیس باری تعالٰی عزوجل کو جن پر تمام اہلسنت کا اجماع قطعی ہے صاف بدعت حقیقیہ بتایا، جری بیباک کی وہ عبارت ناپاک یہ ہے: تنزیہ اوتعالٰی از زمان ومکان وجہت واثبات رؤیت بلاجہت ومحاذات وقول بصدور عالم بر سبیل ایجاب واثبات قدم عالم وامثال آں ہمہ از قبیل بدعات حقیقیہ است اگر صاحب آں اعتقادات مذکورہ را از جنس عقائد دینیہ می شمارد ۲ ـ اھ ملخصا۔

زمان، مکان، جہت اور رؤیت بلاجہت ومحاذات سے اللہ تعالٰی کو پاک کہنا اور جہاں کا صدور بطور ایجاب وعالم کا قدم ثابت کرنا اور ایسے دیگر امور یہ تمام حقیقی بدعات ہیں جبکہ مذکور اعتقاد والے لوگ ان مذکورہ امور کو دینی عقائد میں شمار کرتے ہیں اھ ملخصا (ت)

(۲ ـ ایضاح الحق الصریح (مترجم اردو) فائدہ اول، ان امور کا بیان جو بدعت حقیقیہ میں داخل ہیں، قدیمی کتب خانہ کراچی ص ۷۸، ۷۷)

دیکھو کیسا بے دھڑک لکھ دیا کہ اللہ عزوجل کی یہ تنزیہیں کہ اسے زمانہ ومکان وجہت سے پاک جاننا اور اس کا دیدار بلاکیف حق ماننا سب بدعت حقیقیہ ہیں، سچ ہے جب اللہ تعالٰی کے لئے ہر عیب وآلائش کو ممکن ماننا سنت ملعونہ امام مجدیہ ہے تو اس عزیز مجید جل مجدہ کی تنزیہ وتقدیس آپ ہی بدعت حقیقیہ شریعت وہابیہ ہوگی، وہی حساب ہے ع کہ تو ہم درمیان مانگنی (کہ تو بھی مصیبت میں مبتلا ہے۔ت)

مشرکین بھی تو دین اسلام کو بدعت بتاتے تھے، ماسمعنا بھذا فی الملۃ الاٰخرۃ ج صلے ان ھذا الا اختلاق ۱ ـ یہ تو ہم نے سب سے پچھلے دین نصرانیت میں بھی نہ سنی یہ تو نری نئی گھڑت ہے (ت) (۱ ـ القرآن الکریم ۳۸/۷)

خیر یہاں تک تو نری بدعت ہی بدعت تھی، آگے شراب ضلالت تیز وتند ہو کر اونچی چڑھی اور نشے کی ترنگ کیف کی امنگ دون پر آکر کفر تک بڑھی کہ اللہ عزوجل کا پاک ومنزہ اور دیدار الٰہی کو بے جہت ومقابلہ ماننے کو مخلوقات کے قدیم جاننے اور خالق کو بے اختیار ماننے کے ساتھ گنا اور اسے ان ناپاک مسئلوں کے ساتھ کہ باجماع مسلمین کفر محض ہیں، ایک حکم میں شریک کیا، اب کیا کہا جائے سوا اس کے کہ وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون ۲ ـ (اب جاننا چاہتے ہیں ظالم کہ کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے، ت)

(۲ ـ القرآن الکریم ۲۶/۲۲۷)

ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم، ←

....

اچھے امام اور اچھے ماموم ع

مذہب معلوم واہل مذہب معلوم

تازیانہ ۳: اقول وباللہ التوفیق (میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ تعالیٰ سے ہے۔ ت) سفیہ تحقیق کی اور جہالت وضلالت دیکھے خود مانا جاتا ہے کہ صدق اللہ عزوجل کی صفات کمالیہ سے ہے، حیث قال صفت کمال ہمیں ست ۳ ۔ الخ (جہاں اس نے یہ کہا صفت کمال یہی ہے الخ۔ ت) (۳ ۔ رسالہ یکروزی (فارسی) فاروقی کتب خانہ ملتان ص ۱۷)

پھر اسے امر اختیاری جانتا ہے کہ باری تعالیٰ نے باوجود قدرت عدم برعایت مصلحت بطور ترفع اختیار فرمایا، اہل سنت کے مذہب میں اللہ عزوجل کے کمالات اس کے یا کسی کے قدرت واختیار سے نہیں بلکہ باقتضائے نفس ذات بے توسط قدرت وارادہ واختیار اس کی ذات پاک کے لئے واجب ولازم ہیں نہ کہ معاذ اللہ وہ اس کی صنعت یا ان کا عدم اسکے زیر قدرت، تمام کتب کلامیہ اس کی تصریح سے مالا مال، وہ احادیث وآثار تمھارے کان تک بھی پہنچے ہوں گے جن میں کلام الٰہی کو باختیار الٰہی ماننے والا کافر ٹھہرا ہے، اور عجب نہیں کہ بعض ان میں سے ذکر کروں، مجھے یہاں حیرت ہے کہ اس بیباک بدعتی کو کیونکر الزام دوں، اگر یہ کہتا ہوں کہ صفات کمالیہ الٰہی کا اختیاری اور ان کے عدم کا زیر قدرت باری نہ ہونا ائمہ اہلسنت کا مسئلہ اجماعی ہے تو اس نے جیسے اور مسائل اجماعیہ تنزیہ وتقدیس کو بدعت حقیقیہ لکھ دیا یہاں کہتے کون اس کی زبان پکڑتا ہے کہ ائمہ اہل سنت سب بدعتی تھے، اور اگر یوں دلیل قائم کرتا ہوں کہ صفت کمال کا اختیاری اور اس کے عدم کا زیر قدرت ہونا مستلزم عیب ومنقصت ہے کہ جب کمال اختیاری ہوا کہ چاہے حاصل کیا یا نہ کیا تو عیب ونقصان روا ٹھہرا اور مولیٰ سبحانہ وتعالیٰ کا موصوف بصفات کمالیہ ہونا کچھ ضروری نہ ہوا تو یہ اس بدمشرب کا عین مذہب ہے وہ صاف لکھ چکا کہ باری عزوجل میں عیب وآلائش کا ہونا ممکن، مگر ہاں ان پیروؤں سے اتنا کہوں گا کہ آنکھ کھول کر دیکھتے جاؤں کس معتزلی کرامی کو امام جانتے ہو جو صراحۃ عقائد اجماعیہ اہل سنت وجماعت کو رد کرتا جاتا ہے، پھر نہ کہنا کہ ہم سنی ہیں۔

تنبیہ نبیہ: حضرت نے صفات کمالیہ باری جل وعلا کا اختیاری ہونا کچھ فقط صفت صدق ہی میں نہ لکھا بلکہ مستلزم علم الٰہی میں بھی اس کی تصریح کی، کتاب تقویۃ الایمان مسمی بہ تقویت الایمان، ع برعکس نہند نام زنگی کافور (سیاہ حبشی کا نام الٹ کر کافور رکھتے ہیں۔) میں صاف لکھ دیا:

غیب کا دریافت کرنا اپنے اختیار میں ہو کہ جب چاہئے کر لیجئے یہ اللہ صاحب ہی کی شان ہے ۱ ۔

(۱ ۔ تقویۃ الایمان، الفصل الثانی رد الاشراک فی العلم، مطبع علیمی اندرون لوہاری گیٹ لاہور ص ۱۴)

حاشا اللہ! اللہ عزوجل پر صریح بہتان ہے، دیکھو یہاں کھلم کھلا اقرار کر گیا کہ اللہ تعالیٰ چاہے تو علم حاصل کرلے چاہے جاہل رہے، شاباش بہادر، اچھا ایمان رکھتا ہے خدا پر، اہل سنت کے مذہب میں ازلاً ابداً ہر بات کو جاننا ذات پاک کو لازم ہے کہ نہ وہ کسی کے ارادہ واختیار سے نہ اس کا حاصل ہونا یا زائل ہوجانا کسی کے قابو واقتدار میں، پیروصاحبو! ذرا پیر طائفہ کی بدمذہبیاں گنتے جاؤ اور اپنے امام معظم کے لئے ہم اہلسنت کے امام اعظم ہمام امام الائمہ سراج الامہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشاد واجب الانقیاد کا تحفہ لو، فقہ اکبر میں فرماتے ہیں:

صفاتہ تعالٰی فی الازل غیر محدثۃ ولا مخلوق فمن قال انہا مخلوقۃ او محدثۃ اووقف فیہا اوشک فیہا فہو ←

کافر باللہ تعالیٰ ۲؎۔ (۲؎ الفقہ الاکبر، مطبوعہ ملک سراج الدین اینڈ سنز کشمیری بازار لاہور ص ۴)

صفات الٰہی ازلی ہیں، نہ حادث نہ کسی کے مخلوق تو جو انھیں مخلوق یا حادث بتائے یا ان میں تردد کرے یا شک لائے وہ کافر ہے اور اللہ تعالیٰ کا منکر۔

اقول وجہ اس کی وہی ہے کہ صفات مقتضائے ذات تو ان کا حادث وقابل فنا ہونا ذات کے حدوث وقابلیت کو مستلزم، اور یہ عین انکار ذات ہے، والعیاذ باللہ رب العالمین۔

تازیانہ ۴: اقول وباللہ التوفیق جب صدق الٰہی اختیاری ہوا اور قرآن عظیم قطعاً اس کا کلام صادق، تو واجب کہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا مقتضائے ذات نہ ہو، ورنہ قرآن لازم ذات ہوگا اور صدق لازم قرآن اور لازم لازم لازم، اور لازم کا اختیاری ہونا بداہۃ باطل اور باجماع مسلمین جو کچھ ذات ومقتضائے ذات کے سوا ہے، سب حادث مخلوق تو دلیل قطعی سے ثابت ہوا کہ مولائے وہابیہ پر قرآن عظیم کو مخلوق ماننا لازم، اس بارے میں اگرچہ حضرت عبداللہ بن مسعود (عہ ۱) وعبداللہ بن عباس (عہ ۲)، وجابر بن عبداللہ (عہ ۳)، وابو درداء (عہ ۴)، وحذیفہ بن الیمان (عہ ۵)، وعمر بن حصین (عہ ۶)، ورافع بن خدیج (عہ ۷)، وابوحکیم شامی (عہ ۸)، وانس بن مالک (عہ ۹)، وابوہریرہ (عہ ۱۰) دس صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی حدیثوں سے مروی ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قرآن مجید کے مخلوق کہنے والے کو کافر بتایا، مگر از انجا کہ ائمہ محدثین کو ان (عہ) احادیث میں کلام شدید ہے،

عہ ۱: الشیرازی فی الالقاب والخطیب ومن طریقہ ابن الجوزی بوجہ اٰخر ۱۲ منہ

شیرازی نے القاب میں، خطیب نے اور ابن جوزی نے ایک اور سند سے روایت کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

عہ ۲: ابو نصر السجری فی الابانۃ عن اصول الدیانۃ ۱۲ منہ

ابونصر السجری نے الابانۃ عن اصول الدیانۃ میں ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

عہ ۳: اخرج عنہ الخطیب ۱۲ منہ

ان سے خطیب نے نقل کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

عہ ۴: الدیلمی فی مسند الفردوس ۱۲ منہ۔

دیلمی نے مسند الفردوس میں ذکر کیا ۱۲ منہ (ت)

عہ ۵: الشیرازی فی الالقاب والدیلمی فی مسند الفردوس بوجہ اٰخر ۱۲ منہ

شیرازی نے القاب میں اور دیلمی نے مسند الفردوس میں ایک اور سند سے روایت کیا ہے۔ ۱۲ منہ (ت)

عہ ۶: الدیلمی من طریق الامام الشافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۱۲ منہ

دیلمی نے امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سند سے نقل کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

عہ ۷: کالذی قبلہ ۱۲ منہ سلمہ اللہ تعالیٰ

←

عقیدہ (۱۵): وہ ہر کمال وخوبی کا جامع ہے (20) اور ہر اُس چیز سے جس میں عیب ونقصان ہے پاک ہے، یعنی

یہ پہلے کی ہی مثل ہے ۱۲ منہ سلمہ اللہ تعالیٰ (ت)

عہ ۸: روی عنه الخطیب ۱۲ منه

خطیب نے ان سے نقل کیا ۱۲ منہ (ت)

عہ ۹: الدیلمی وهو عند الخطیب بوجه اٰخر ۱۲ منه۔

دیلمی میں ہے اور خطیب نے اسے ایک اور سند سے بیان کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

عہ ۱۰: ابن عدی فی الکامل ۱۲ منه

ابن عدی نے الکامل میں ذکر کیا ۱۲ منہ (ت)

عہ: البیهقی فی الاسماء والصفات اسانیده مظلمة لاینبغی ان یحتج بشیئ منها ولا ان یستشهد بها ۲۔ ابن الجوزی فی الموضاعات موضوع ۳۔ الذهبی فی المیزان والحافظ فی اللسان والسخاوی فی المقاصد باطل ۴۔ القاری فی المنح لا اصل له ۵۔ السیوطی فی اللاٰلی فما رأیت لهذا الحدیث من طب ۶۔ ۱۲ منه سلمه ربه۔

بیہقی نے الاسماء والصفات میں کہا ان میں سے کسی کے ساتھ بھی استدلال واستشہاد درست نہیں، ابن جوزی نے موضاعات میں موضوع قرار دیا ذہبی نے میزان میں اور حافظ نے لسان میں اور سخاوی نے مقاصد میں باطل کہا، علی قاری نے المنح میں کہا اس کی کوئی اصل نہیں، سیوطی نے اللآلی میں کہا میں نے اس حدیث کی کوئی صحت نہ پائی ۱۲ منہ سلمہ ربہ (ت)

(۲۔ القاصد الحسنہ بحوالہ الاسماء والصفات تحت حدیث ۷۶۷ دارالکتب العلمیہ بیروت ص ۳۰۴) (۳۔ موضوعات ابن الجوزی، کتاب التوحید دارالفکر بیروت ۱/ ۱۰۸) (۴۔ المقاصد الحسنہ حدیث ۷۶۷ دارالکتب العلمیہ بیروت ص ۳۰۴) (۵۔ منح الروض الازہر شرح الفقہ الاکبر القرآن غیر مخلوق الخ مصطفی البابی مصر ص ۲۶) (۶۔ اللآلی المصنوعۃ کتاب التوحید دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۶)

لہٰذا آثار واقوال صحابہ کرام وتابعین عظام وائمہ اعلام علیہم رضا المنعام استماع کیجئے۔

(فتاوی رضویہ، جلد ۱۵، ص ۳۸۹۔ ۳۶۵ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(20) اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی ذات مقدسہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں وہ یکتا ہے اس کا کوئی مثل نہیں، بے نیاز ہے اس کا کوئی مقابل نہیں، تنہا ہے اس کی کوئی نظیر نہیں، قدیم ہے اس سے پہلے کوئی نہیں، وہ ہمیشہ سے ہے اس کی ابتداء نہیں، اس کا وجود ہمیشہ رہے گا جس کی انتہاء نہیں، ابدی ہے اس کی نہایت نہیں، قائم ہے اس کے لئے اختتام نہیں، ہمیشہ کے لئے ہے اس کے لئے ٹوٹنا نہیں، وہ ہمیشہ صفاتِ جلالیہ سے متصف ہے اور رہے گا، مدتوں اور زمانوں کے گزر جانے سے اس کے لئے ختم ہونا اور جدا ہونا نہیں بلکہ وہی اوّل وآخر ہے، وہی ظاہر و باطن ہے۔

اللہ عَزَّ وَجَلَّ ہر عیب سے پاک ہے:

وہ نہ جسم صوری ہے نہ جوہر ہے جو کسی حد اور مقدار میں آ سکے وہ جسموں کی مثل نہیں نہ اندازہ کرنے میں اور نہ تقسیم قبول کرنے میں، نہ وہ جوہر ہے نہ اس میں کوئی جوہر آ سکتا ہے، نہ وہ عرض ہے اور نہ اس میں اعراض داخل ہو سکتے ہیں بلکہ وہ کسی موجود کی مثل نہیں اور نہ کوئی ←

عیب ونقصان کا اُس میں ہونا محال ہے، بلکہ جس بات میں نہ کمال ہو، نہ نقصان، وہ بھی اُس کے لیے محال، مثلاً جھوٹ،

موجود اس کی مثل ہے نہ کوئی چیز اس کی مثل ہے اور نہ وہ کسی چیز کی مثل ہے نہ ہی وہ مقدار میں آتا ہے نہ کنارے اس کا احاطہ کر سکتے ہیں اور نہ ہی وہ جہات کے احاطہ میں آتا ہے، زمین وآسمان اس کو گھیر نہیں سکتے اور اس نے اپنی شان کے لائق عرش پر استواء فرمایا جیسا کہ اس نے فرمایا ہے اور اس طریقہ پر جو اس کی مراد ہے وہ ایسا استواء ہے جو چھونے، قرار پکڑنے، ٹھہرنے، داخل ہونے اور منتقل ہونے سے پاک ہے۔ عرش اُسے نہیں اٹھاتا بلکہ عرش اور اس کو اٹھانے والے اس کی قدرت سے قائم ہیں اور اس کے قبضۂ قدرت میں ہیں، وہ عرش وآسمان اور تحت الثریٰ کی حدوں سے بالاتر ہے، اور یہ بالاتر ہونا ایسا نہیں جس کی وجہ سے وہ عرش وآسمان کے قریب اور زمین وتحت الثریٰ سے دور ہو بلکہ وہ عرش کے درجات سے بالا ہے جیسے وہ تحت الثریٰ کے درجات سے بالا ہے، اس کے باوجود وہ ہر چیز کے قریب ہے، وہ بندے سے اس کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے۔ ہر چیز اس کے سامنے ہے کیونکہ اس کا قرب اجسام کے قرب کی طرح نہیں جیسے اس کی ذات اجسام کی ذات کی مثل نہیں اور وہ کسی چیز میں حلول نہیں کرتا، نہ کوئی چیز اس میں حلول کرتی ہے، وہ اس بات سے بلند ہے کہ کوئی مکان اس کا احاطہ کرے جس طرح وہ زمانے کے دائرے میں محدود ہونے سے پاک ہے بلکہ وہ تو زمان ومکان کی تخلیق سے پہلے بھی موجود تھا اور اب بھی پہلے کی طرح موجود ہے اور رہے گا۔ وہ اپنی صفات کے ساتھ مخلوق سے ممتاز ہے۔ اس کی ذات میں کوئی دوسرا نہیں اور وہ کسی دوسری ذات میں نہیں۔ وہ تبدیلی اور انتقال سے پاک ہے۔ حوادث وعوارض اس پر وارد نہیں ہوتے بلکہ وہ ہمیشہ بزرگی کے ساتھ متصف اور زوال سے منزہ رہتا ہے۔ وہ اپنی صفات کمالیہ میں مزید کمال حاصل کرنے سے بے نیاز ہے۔ اس کی ذات عقل کے اعتبار سے معلوم وموجود ہے جنت میں نیک لوگ اس کے فضل وکرم اور مہربانی سے آنکھوں کے ساتھ اس کی زیارت کریں گے اور اس کے جمال اقدس کو آنکھوں کے ساتھ دیکھنے سے اس کی نعمتوں کی تکمیل ہوگی۔

اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی حیات وقدرت:

بے شک اللہ عَزَّ وَجَلَّ زندہ وقادر ہے، جبار وغالب ہے، اسے کوئی عاجزی وکوتاہی لاحق نہیں ہوتی۔ نہ اسے اونگھ ونیند آتی ہے نہ اس پر فناو موت طاری ہوتی ہے۔ وہ بادشاہی وملکوت کا مالک اور عزت وجبروت والا ہے، اسی کے لئے حکومت وغلبہ ہے، پیدا کرنا اور حکم دینا اسی کے اختیار میں ہے۔ تمام آسمان اسی کے قابو میں ہیں وہ پیدا کرنے اور ایجاد کرنے میں یکتا ہے۔ کسی چیز کو ابتداءً وجود دینے اور کسی نمونہ کے بغیر پیدا کرنے میں وہ یکتا ہے۔ اس نے مخلوق اور ان کے اعمال کو پیدا کیا اور ان کے رزق اور موت کا تعین کیا۔ نہ اس کی مقدورات کا شمار ہے نہ ہی معلومات کی انتہا ہے۔

اللہ عَزَّ وَجَلَّ کا علم:

وہ تمام معلومات کا عالم ہے، زمین کی تہہ سے لے کر آسمانوں کی بلندی تک جو کچھ جاری ہے سب کو گھیرنے والا ہے۔ اس کے علم سے زمین وآسمان کا کوئی ذرہ باہر نہیں بلکہ سخت اندھیری رات میں سیاہ چٹان پر چلنے والی چیونٹی کے چلنے کی آواز کو بھی جانتا ہے اور وہ فضاء میں ایک ذرے کی حرکت کو بھی جانتا ہے۔ پوشیدہ امور، دلوں کے وسوسوں، خطرات اور پوشیدہ باتوں کا علم رکھتا ہے اسکا علم قدیم وازلی ہے اور وہ ہمیشہ ہمیشہ اس علم کے ساتھ متصف ہے۔ اس کا علم نیا نہیں اور نہ ہی وہ اس کی ذات میں آنے کی وجہ سے حاصل ہوا ہے۔ ←

دغا، خیانت، ظلم، جہل، بے حیائی وغیرہا عیوب اُس پر قطعاً محال ہیں اور یہ کہنا کہ جھوٹ پر قدرت ہے بایں معنی کہ وہ خود

اللہ عزَّ وَجَلَّ کا ارادہ:

بے شک وہ کائنات کا ارادہ فرمانے والا اور نئے پیدا ہونے والے امور کی تدبیر فرمانے والا ہے اس کی بادشاہی وملکوت میں تھوڑی یا زیادہ، چھوٹی یا بڑی، بھلائی یا برائی، نفع یا نقصان، ایمان یا کفر، عرفان یا انکار، کامیابی یا ناکامی، اطاعت یا نافرمانی ہر چیز اسی کے فیصلے اور قدرت اوراسی کی حکمت ومشیئت سے واقع ہوتی ہے۔ پلک کا جھپکنا اور دل کا خیال اس کی مشیئت سے باہر نہیں نکل سکتا وہ جس چیز کو چاہتا ہے ہوجاتی ہے اور جسے نہیں چاہتا وہ نہیں ہوتی۔ وہی ابتداءً پیدا کرنے والا اور دوبارہ (یعنی قرب قیامت میں) لوٹانے والا ہے۔ جو چاہتا ہے کرتا ہے اس کے حکم کو کوئی ٹال نہیں سکتا۔ اس کے فیصلے کو کوئی پیچھے نہیں کرسکتا۔ بندے کے لئے اس کی توفیق ورحمت کے بغیر اس کی نافرمانی سے بچنا ممکن نہیں۔ اس کی اطاعت کی قوت بھی اسی کی محبت وارادہ سے حاصل ہوتی ہے اگر تمام انسان، جن، فرشتے اور شیطان دنیا میں کسی ذرہ کو حرکت دینے پر اتفاق کرلیں یا اسے ٹھہرا دیں تو اللہ عزَّ وَجَلَّ کے ارادہ ومشیئت کے بغیر وہ اس سے عاجز رہ جائیں گے اس کا رادہ دیگر صفات کے ساتھ اس کی ذات میں قائم ہے۔ وہ ہمیشہ سے اس سے موصوف ہے۔ اس نے اَزَل میں اشیاء کے وجود کا ان کے اوقات پر ظہور کا ارادہ فرمایا چنانچہ ہر چیز اس کے ازلی ارادہ کے مطابق بغیر کسی تقدیم وتاخیر کے اپنے وقت پر ظاہر ہوئی۔ اس نے امور کی تدبیر سوچ بچار اور وقت کی تاخیر کے بغیر فرمائی اس لئے اسے کوئی ایک کام دوسرے کام سے غافل نہیں کرتا۔

اللہ عزَّ وَجَلَّ کی سماعت وبصارت:

اللہ عزَّ وَجَلَّ سمیع وبصیر ہے۔ وہ سنتا اور دیکھتا ہے۔ اس کی سماعت سے کوئی سنی جانے والی چیز اگرچہ وہ پوشیدہ ہو باہر نہیں اور باریک سے باریک چیز بھی اس کی بصارت سے غائب نہیں۔ اس کی سماعت میں دوری اور اندھیرا رکاوٹ نہیں، وہ آنکھوں کی پتلیوں اور پلکوں کے بغیر دیکھتا ہے اور کانوں اور ان کے سوراخ کے بغیر سنتا ہے جیسے وہ دل کے بغیر جانتا، کسی عضو کے بغیر پکڑتا اور کسی آلہ کے بغیر پیدا کرتا ہے کیونکہ اس کی صفات مخلوق کی صفات جیسی نہیں جیسے اس کی ذات مخلوق کی ذات کی طرح نہیں۔

اللہ عزَّ وَجَلَّ کا کلام:

اللہ عزَّ وَجَلَّ اپنے اَزَلی وقدیم کلام کے ساتھ کلام فرمانے والا، حکم دینے والا، منع کرنے والا، وعدہ کرنے والا اور وعید بتانے والا ہے اور اس کا کلام اس کی ذات کے ساتھ قائم ہے اور مخلوق کے کلام کے مشابہ نہیں وہ ایسی آواز نہیں جو ہوا کے کھینچنے یا اجسام کی رگڑ سے پیدا ہوتی ہے اور نہ ایسے حروف کے ساتھ جو ہونٹوں کے بند ہونے یا زبان کے حرکت کرنے سے پیدا ہوتے ہیں۔

بے شک قرآن مجید، تورات، انجیل اور زبور اس کی کتابیں ہیں جو اس نے اپنے رسولوں علیہم السلام پر نازل فرمائیں قرآن مجید زبانوں سے تلاوت کیا جاتا، مصاحف میں لکھا جاتا اور دلوں میں محفوظ ہوتا ہے اس کے باوجود یہ کلام قدیم ہے اور اللہ عزَّ وَجَلَّ کی ذات کے ساتھ قائم ہے، دلوں اور اوراق کی طرف منتقل ہونے کے باوجود اس کی ذات سے جدا نہیں ہوا حضرت سیّدنا موسیٰ علیہ السلام نے اللہ عزَّ وَجَلَّ کا کلام آواز اور حرف کے بغیر سنا جس طرح نیک لوگ (بروزِ قیامت) اللہ عزَّ وَجَلَّ کی زیارت یوں کریں گے کہ نہ تو وہ جوہر ہوگا (یعنی جو خود قائم ہو) نہ عرض (یعنی جو دوسری چیز کے ساتھ قائم ہو)۔ ←

جھوٹ بول سکتا ہے، مُحال کو ممکن ٹھہرانا اور خدا کو عیبی بتانا بلکہ خدا سے انکار کرنا ہے اور یہ سمجھنا کہ مُحالات پر قادر نہ ہوگا تو قدرت ناقص ہو جائے گی (21) باطل محض ہے، کہ اس میں قدرت کا کیا نقصان! نقصان تو اُس مُحال کا ہے کہ تعلّق

جب وہ ان صفات سے متصف ہے تو وہ حیات، علم، قدرت، ارادہ، سماعت، بصارت اور کلام کے ساتھ زندہ، عالم، قادر، ارادہ کرنے والا، سننے والا، دیکھنے والا اور کلام کرنے والا ہے محض ذات کی وجہ سے نہیں۔

اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے افعال:

اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے سوا جو کچھ موجود ہے وہ اس کے فعل سے پیدا ہوا اور اس کے عدل کا فیضان ہے کہ وہ نہایت اچھے طریقے پر حد درجہ کامل و تمام اور نہایت درست پیدا ہوا، وہ اپنے افعال میں حکیم اور اپنے فیصلوں میں انصاف کرنے والا ہے لیکن اس کے عدل کو بندوں کے عدل پر قیاس نہیں کیا جا سکتا کیونکہ بندے کے دوسرے کی ملک میں تصرف کرنے سے ظلم کا تصور بھی ہو سکتا ہے لیکن اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے بارے میں ظلم کا تصور نہیں ہو سکتا کیونکہ اس کے علاوہ کوئی مالک نہیں کہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ کا تصرف ظلم بن جائے اس کے سوا جو کچھ ہے خواہ وہ انسان ہو یا جن، فرشتہ ہو یا شیطان، زمین ہو یا آسمان، حیوانات ہوں یا نباتات و جمادات، جوہر ہو یا عرض، اس چیز کا ادراک ہوتا ہو یا وہ محسوسات میں سے ہو اور ہر حادث چیز کو وہ اپنی قدرت سے عدم سے وجود میں لایا ہے اس کے بعد کہ وہ کچھ نہ تھا اسے پیدا کیا ازل سے صرف اور صرف وہی ذات تھی اس کے ساتھ دوسرا نہ تھا پس اس نے اپنی قدرت اور ارادۂ ازلی کے اظہار کے لئے مخلوق کو پیدا فرمایا اور اس کی وجہ یہ بھی تھی کہ ازل سے یہ طے ہو چکا تھا نہ اس لئے کہ وہ مخلوق کا محتاج و ضرورت مند تھا۔ اس نے مخلوق کو پیدا کر کے اور مکلف بنا کر احسان فرمایا یہ عمل اس پر لازم نہ تھا اس نے انعامات و اصلاح سے نوازا لیکن یہ بات اس پر لازم نہ تھی اگر وہ اپنے بندوں کو طرح طرح کے عذاب میں مبتلا کرتا تو اس کی طرف سے عدل ہوتا ہے اور بندوں کو اطاعت پر جو ثواب عطا فرماتا ہے وہ محض اس کے کرم سے ہے نہ کہ وہ اس پر لازم ہے اس نے اپنا حق عبادات کی صورت میں انبیاء کرام علیہم السلام کی مبارک زبانوں سے لازم کیا محض عقل کی وجہ سے نہیں۔ اس نے رسولوں کو بھیجا اور واضح معجزات کے ذریعے ان کی سچائی کو ظاہر کیا۔ انہوں نے اس کے ہر امر و نہی اور وعدہ و وعید کو لوگوں تک پہنچایا پس جو کچھ انبیاء کرام علیہم السلام لائے لوگوں پر اس کی تصدیق واجب ہے۔ (لباب الاحیاء صفحہ ۴۱-۴۳)

(21) اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

سبحٰن ربك رب العزة عما یصفون، وسلام علی المرسلین، والحمد للہ رب العالمین، والحمد للہ المتعال شانہ عن الکذب والجھل والسفه والھزل والعجز والبخل، وکل مالیس من صفات الکمال المنزہ عظیم قدرتہ بکمال قدوسیتہ وجمال سبوحیتہ عن وصمہ خروج ممکن او ولوج محال، قولہ الحق ووعدہ الصدق، ومن اصدق من اللہ قیلا، وکلامہ الفصل وماھو بالھزل فسبحن اللہ بکرۃ واصیلا، لذاتہ القدم ولنعتہ القدم، فلاحادث یقوم ولاقائم یحول، وکلامہ ازلی وصدقہ ازلی، فلا الکذب یحدث ولا الصدق یزول، والصلاۃ والسلام علی الصادق المصدوق سید المخلوق النبی الرسول الاُمّی بالحق من عند الحق لدین الحق علی وجہ الحق والحق یقول فھو الحق وکتابہ الحق بالحق انزل وبالحق نزل وعلی الحق النزول، واشھد ان لا الہ الا اللہ ـــــ

قدرت کی اُس میں صلاحیت نہیں۔

وحدہ لاشریك له حقا حقا، واشهد ان محمدا عبدہ ورسوله بالحق ارسله صدقاً صدقاً، صلوات الله وسلامه علیه وعلی اله وصحبه وکل من ینتمی الیه، وعلینا معهم وبهم ولهم یاارحم الراحمین، امین امین، اله الحق امین قال المصدق لربه بتوفیقه العظیم المسبح لمولاہ عن کل وصف ذمیم، عبد المصطفی احمد رضا المحمدی السنی الحنفی القادری البرکاتی البریلوی، صدق الله تعالٰی قوله فی الدنیا والاخرۃ ومصدق فیه ظنه بالعفو والمغفرۃ، امین، اللّٰھم ھدایۃ الحق والصواب۔

آپ کا رب ربّ العزت ہر اس عیب سے پاک ہے جو یہ مخالفین بیان کرتے ہیں، تمام رسولوں پر سلام ہو، تمام حمد اللہ کے لئے جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے، تمام حمد اللہ کے لئے جس کی شان اقدس ہر قسم کے کذب، جہل، بے عقلی، غیر سنجیدگی، بخل اور ہر اس وصف سے پاک ہے جو اس کے کمال منزہ کے خلاف ہے کمال قدوسیت اور جمال سبوحیت کی وجہ سے اس کی قدرت خروج ممکن اور دخول محال کے عیب سے پاک ومبرا ہے، اس کا فرمان حق اور اس کا وعدہ سچا اور قول کے اعتبار سے اس سے بڑھ کر کون سچا ہوسکتا ہے؟ اس کا مقدس کلام حق و باطل میں فیصلہ کن ہے اور وہ و مذاق، ٹھٹھا نہیں ہے پس اللہ تعالٰی کی تسبیح ہے صبح وشام، اس کی ذات بھی قدیم اور صفات بھی قدیم تو حادث قائم نہیں رہتا اور قائم متغیر نہیں ہوتا اور اس کا کلام ازلی ہے اور اس کا صدق ازلی ہے تو اسکے کلام میں کذب کا حدوث نہیں اور اس کے صدق کو زوال نہیں۔ صلوۃ وسلام ہو اس ذات اقدس پر جو صادق ومصدوق، تمام مخلوق کے سردار نبی رسول، حق کی طرف بلانیوالے، بطریق حق، دین حق کے لئے حق لانے والے، حق کا فرمان ہے کہ وہ حق ہیں۔ ان کی کتاب حق جو حق کے ساتھ نازل کیا اور نازل ہوئی اور اس کا نزول حق پر ہوا، میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ وحدہ لاشریک ہے اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں وہ سراپا حق ہے، میں شہادت دیتا ہوں کہ حضرت محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اس کے خاص بندے اور رسول ہیں اور ان کو حق وصدق دے کر بھیجا، ان پر اللہ تعالٰی کی طرف سے صلوۃ وسلام ہو اور ان کی آل واصحاب اور ان کی طرف ہر منسوب پر، ساتھ ہم پر بھی ان کی وجہ سے ان کی خاطر ہو یا ارحم الرحمین آمین آمین اله الحق آمین، اپنے رب کی تصدیق کرنے والے اس کی عظیم توفیق سے، ہر برے وصف سے اپنے رب کی پاکیزگی بیان کرنے والا غلام مصطفٰی احمد رضا محمدی سنی حنفی قادری برکاتی بریلوی کہتا ہے اللہ تعالٰی اس کے قول کو دنیا وآخرت میں سچا فرمائے اور اس کا اپنے بارے میں اللہ تعالٰی سے عفو ومغفرت کے حسن ظن کو سچا فرمائے آمین، اے اللہ! تو ہی حق وصواب کی رہنمائی فرمانے والا ہے۔ (ت)

فقیر غفرلہ اللہ تعالٰی لہ بحول وقوت رب الارباب، اس مختصر جواب موضح صواب ومزیح ارتیاب میں اپنے مولٰی جل وعلا کی تسبیح وتقدیس اور اس جناب رفیع وجلال منیع پر جرأت وجسارت والوں کی تقبیح وتفلیس کے لئے کلام کو چار تنزیہوں پر منقسم اور ایک خاتمہ پر مختتم اور بنظر ہدایت عوام وازاحت اوہام ایک ضروری مقدمہ ان پر مقدم کرتا ہے۔

تنزیہ اول میں ائمہ دین وعلمائے معتمدین کے ارشادات متین جن سے بحمد اللہ شمس وامس کی طرح روشن ومبین کہ کذب الٰہی بالاجماع محال اور اسے قدیم سے ائمہ سنت میں مختلف فیہ ماننا عناد ومکابرہ یا جاہلانہ خیال۔

تنزیہ دوم میں بفضل ربانی دعوی اہل حق پر دلائل نورانی جن سے واضح ہو کر کذب الٰہی قطعاً مستحیل اور ادعائے امکان باطل وبے دلیل۔ ←

تنزیہ سوم میں امام وہابیہ ومعلم ثانی طائفہ نجدیہ مصنف رسالہ یکروزی کی خدمت گزاری اوران حضرات کے اوہام باطلہ وہذیانات عاطلہ کی ناز برداری کہ یہی صاحب ان حضرات نو کے امام کہن اوران کے مرجع وملجاو ماخذ ومنتہی، انھیں کے سخن۔

تنزیہ چہارم میں جہالات جدیدہ کا علاج کافی اوراس امرحق کا ثبوت وافی کہ مسئلہ قدیمہ خلف وعید، اس عزلۂ حادثہ سے منزلوں بعید۔

خاتمہ میں جواب مسائل وحکم قائل، والحمدللہ مجیب السائل۔

مقدمہ، اقول وباللہ التوفیق وبہ الوصول الی ذری التحقیق، مسلمان کا ایمان ہے کہ مولٰی سبحانہ وتعالٰی کے سب صفات، صفات کمال وبروجہ کمال ہیں، جس طرح کسی صفتِ کمال کا سلب اس سے ممکن نہیں یوہیں معاذ اللہ کسی صفت نقص کا ثبوت بھی امکان نہیں رکھتا اور صفت کا بروجہ کمال ہونا یہ معنی کہ جس قدر چیزیں اس کے تعلق کی قابلیت رکھتی ہیں ان کا کوئی ذرہ اس کے احاطہ دائرہ سے خارج نہ ہونہ یہ کہ موجود ومعدوم وباطل وموہوم میں کوئی شیئ ومفہوم بے اس کے تعلق کے نہ رہے اگرچہ وہ اصلا صلاحیت تعلق نہ رکھتی ہواوراس صفت کے دائرہ سے محض اجنبی ہو۔

اب احاطہ دوائر کا تفرقہ دیکھئے:

(۱) خلاق کبیر جل وعلافرماتا ہے: خالق کل شیئ فاعبدوہ ا ۔ وہ ہر چیز کا بنانے والا ہے تو اسے پوجو۔ یہاں صرف حودث مراد ہیں کہ قدیم یعنی ذات وصفات باری تعالٰی عزمجدہ مخلوقیت سے پاک، (ا ۔ القرآن الکریم ۶/ ۱۰۲)

(۲) سمیع وبصیر جل مجدہ فرماتا ہے: انہ بکل شیئ بصیر ۲ ۔ وہ ہر چیز کو دیکھتا ہے، (۲ ۔ القرآن الکریم ۶۷/ ۱۹)

یہ تمام موجودات (عہ) قدیمہ وحادث سب کو شامل مگر معدومات خارج یعنی مطلقاً یا جس چیز نے ازل سے ابدتک کسوت وجود نہ پہنی نہ ابد تک پہنے کہ ابصار کی صلاحیت موجود ہی میں ہے جو اصلاً ہے ہی نہیں، وہ نظر کیا آئے گا تو نقصان جانب قابل ہے نہ کہ جانب فاعل،

عہ: فائدہ: اعلم انہ ربما یلمح کلام القاری فی منح الروض الی تخصیص بصارۃ تعالٰی بالاشکال والالوان وسمعہ بالاصوات والکلام. وقد صرح العلامۃ اللاقانی فی شرح جوھرۃ التوحید بعمومھما کل موجود. وتبعہ سیدی عبدالغنی فی الحدیقۃ و ھذا کلام اللاقانی قال لیس سمعہ تعالٰی خاصاً بالاصوات بل یعم سائر الموجودات ذوات کانت اوصفات فسیمع ذاتہ العلیۃ وجمیع صفاتہ الازلیۃ کما یسمع ذواتنا وما قام بنا من صفاتنا کعلومنا و الواننا وھکذا بصرہ سبحانہ و تعالٰی لا یختص بالالوان ولا بالاشکال والا کوان فحکمہ حکم السمع سواء بسواء فمتعلقھما واحد ا ۔ انتھی. اما ماقال اللاقانی قبل ذٰلک حیث عرف السمع بانہ صفۃ ازلیہ قائمۃ بذاتہ تعالٰی تتعلق بالمسموعات اوبالموجودات ۲ ۔ الخ والبصر بانہ صفتۃ ازلیہ تتعلق بالمبصرات اوبالموجودات ا ۔ الخ

فائدہ: واضح ہو کہ منح الروض میں ملاعلی قاری کے کلام سے اللہ تعالٰی کی بصارت کا اشکال والوان اوراس کی سمع کا اصوات وکلام کے ساتھ اختصاص کا اشارۃ معلوم ہوتا ہے حالانکہ علامہ علامہ لاقانی نے جوہرۃ التوحید کی شرح میں اللہ تعالٰی کی مذکورہ دونوں صفات کو تمام موجودات میں عام ہونے کی تصریح کی ہے اور علامہ عبدالغنی نابلسی نے حدیقہ میں ان کی اتباع کی ہے۔ اور علامہ لاقانی کا کلام یہ ہے، ←

انھوں نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی سمع صرف اصوات کے ساتھ مختص نہیں کی بلکہ تمام موجودات کو عام ہے خواہ ذوات ہوں یا صفات، تو باری تعالیٰ کو اپنی ذات وصفات کا سامع ہے جس طرح وہ ہماری ذوات اور ہماری صفات مثلا ہمارے علوم اور الوان کا سامع ہے یونہی سبحانہ وتعالیٰ کی بصر کا معاملہ ہے کہ وہ بھی اکوان والوان واشکال کے ساتھ مختص نہیں اس کا معاملہ بھی سمع جیسا ہے اور دونوں صفات برابر ہیں تو دونوں کے متعلقات بھی ایک جیسے ہیں انتہی، (اور اس پر علامہ نابلسی کا کلام یہ ہے) لیکن علامہ لاقانی نے جو اس سے قبل فرمایا جہاں سمع کی تعریف یوں کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ازلی صفت ہے جو اس کی ذات سے قائم ہے اور تمام مسموعات یا موجودات سے متعلق ہے الخ، اور اللہ تعالیٰ کی بصر کی تعریف یوں کی ہے کہ وہ اس کی ازلی صفت ہے جو تمام مبصرات یا موجودات سے متعلق ہے الخ،

(۲۔ الحدیقۃ الندیہ بحوالہ اللاقانی ھی ای الصفات یعنی صفات المعانی الحیاۃ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۱/ ۲۵۵) (۱۔ الحدیقۃ الندیہ بحوالہ اللاقانی ھی ای الصفات یعنی صفات المعانی الحیاۃ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۱/ ۲۵۵)

فاقول لایجب ان یکون اشارۃ الی الخلاف بل اتی اولا بالمبصرات معتمدا علی بداھۃ تصورہ ثم اردت بالموجودات فرارا عن صورۃ الدور. ولیس فی التعبیرین تناف اصلا. فان المبصر مایتعلق بہ الابصار ولیس فیہ دلالۃ علی خصوصیۃ شیئ دون شیئ فاذا کان الابصار یتعلق بکل شیئ کان المبصر والموجود متساویین. نعم لما کان ابصارنا الدینوی العادی مختصا باللون ونحوہ ربما یسبق الذھن الی ھذا الخصوص فازال الوھم بقولہ اوبالموجودات آتیا بکلمۃ اولتخییر فی التعبیر۔ وھذہ نکتۃ اخری للارداف وانما لم یکتف بہ لان ذکر المبصرات ادخل فی التمیز۔

اقول اس سے متعلق میں کہتا ہوں "او" یعنی یا، سے تعبیر میں ضروری نہیں کہ یہ اختلاف کا اشارہ ہو بلکہ مبصرات کو پہلے ذکر کر کے اس کے تصور کی بداہت کو ظاہر کیا پھر موجوادت کو ساتھ ذکر کیا تا کہ دور لازم نہ آئے جبکہ مبصرات وموجودات دونوں تعبیرات میں کوئی منافات نہیں ہے کیونکہ مبصر وہ چیز ہے جس سے ابصار کا تعلق ہو سکے جبکہ کسی شیئ نے خصوصیت پر کوئی دلالت نہیں ہے، تو جب ابصار کا تعلق ہر چیز سے ہے تو مبصر ا اور موجود دونوں مساوی ہوئے، ہاں ہماری دنیاوی عادی بصار چونکہ الوان وغیرہ سے مختص ہیں اس لئے ہوسکتا ہے کہ ذہن اس خصوصیت کو اپنائے اس لئے انھوں نے مذکورہ وہم کے ازلہ کے لئے اوبالموجودات کلمہ او کو تعبیر میں اختیار دینے کے لئے لائے۔ تو مبصرات کے بعد موجودات کو ذکر کرنے کا دوسرا نکتہ ہوا، اور صرف موجودات پر اکتفاء اس لئے نہ کیا کیونکہ مبصرات کو امتیاز میں زیادہ دخل نہیں۔

ثم اقول تحقیق التقدم ان الابصار لاشك انہ لیس کالارادۃ والقدرۃ والتکوین التی لایجب فعلیۃ جمیع التعلقات الممکنۃ لھا بل ھو امن صفات التی یجب ان تتعلق بالفعل بکل ما یصلح لتعلقھا کالعلم فعدم ابصار بعض مایصح ان یبصرہ نقص فیجب تنزیھہ تعالی عنہ کعدم العلم ببعض مایصح ان یعلم. وھذا ممالایجوز ان یتناطع فیہ عنزان انما الشان فی تعبیر مایصح تعلق الابصار بہ فان ثبت القصر علی الاشکال والوان والاکوان فذاك. وان ثبت عموم الصحۃ بکل موجود وجب القول بتحقق عموم الابصار ازلاً ←

وابدًا لجميع الكائنات القديمة والحادثة الموجودة فی ازمنتها المحققة او المقدرة لما عرف من انه لا يجوز ههنا شيئ منتظر لکن الاول باطل للاجماع علی رؤية المومنين ربهم تبارك وتعالی فی الدار الاٰخرة فكان اجماع علی ان صحة الابصار لا تختص بما ذكر وقد صرح اصحابنا فی هذا المبحث ان مصحح الرؤية هو الوجود وقد اجمعوا كما فی المواقف انه تعالی يری نفسه فتبين ان الحق هو التعميم وان قوله تعالی انه بكل شيئ بصير ۲؎ جار علی صرافة عمومه من دون تطرق تخصيص اليه اصلا هكذا ينبغی التحقيق والله ولی التوفيق ومن اتقن هذا تيسر له اجراء فی السمع بدليل كلام الله سبحانه وتعالی فافهم والله سبحنه وتعالی فافهم والله سبحنه وتعالی اعلم ۱۲ منه رضی الله عنه۔

پھر میں کہتا ہوں مقام کی تحقیق یہ ہے کہ ابصار بیشک، ارادہ قدرت اور تکوین صفات جیسی نہیں۔ جن کا تمام ممکنہ تعلقات سے بالفعل متعلق ہونا واجب نہیں بلکہ ابصار ان صفات میں سے جن کا ممکن التعلق سے بالفعل متعلق ہونا واجب ہے جیسا کہ علم کا معاملہ ہے تو بعض وہ چیزیں جن کا ابصار ممکن اور صحیح ہوسکتا ہے ان کا عدم ابصار نقص ہوگا لہٰذا اللہ تعالٰی کا اس نقص سے پاک ہونا ضروری ہے جیسے علم سے متعلق بعض اشیاء کا علم نہ ہونا نقص ہے جس سے وہ پاک ومنزہ ہے یہ وہ معاملہ ہے جس میں دو آراء نہیں ہوسکتیں، اب صرف یہ بحث ہے کہ ابصار کا تعلق کن چیزوں سے ہوسکتا ہے اگر یہ ثابت ہوجائے کہ ابصار صرف اشکال والوان واکوان سے ہی متعلق ہوسکتی ہے تو یہی ہوگا اور اگر ثابت ہوجائے کہ اس کا تعلق تمام موجودات سے صحیح ہوسکتا ہے تو پھر ازلاً وابداً تمام کائنات وحادثہ خواہ وہ اپنے زمانوں میں محقق ہوں یا مقدر ہوں سب سے ابصار کا تعلق ماننا اور بیان کرنا واجب ہوگا جیسا کہ واضح ہے کہ اب کوئی چیز انتظار کے مرحلہ میں نہ ہوگی، لیکن پہلی شق باطل ہے کیونکہ آخرت میں مومنین کے لئے اللہ تعالٰی کی رؤیت پر اجماع ہے (حالانکہ اللہ تعالٰی اشکال والوان سے پاک ہے) تو ثابت ہوا کہ ابصار کا تعلق اشکال والوان سے مختص نہیں ہے جبکہ ہمارے اصحاب نے اس کے بحث میں تصریح کردی ہے کہ آخرت میں اللہ تعالٰی کی رؤیت کا مدار صرف وجود ہے جبکہ ان کا اجماع ہے کہ اللہ تعالٰی اپنی ذات کو دیکھتا ہے جیسا کہ مواقف میں ہے، تو ابصار میں تعمیم ہی حق ہے، اور اللہ تعالٰی کے ارشاد انه بكل شيئ بصير کا اجراء اپنے خالص عموم پر ہوگا جس میں کسی قسم کی تخصیص کا شائبہ نہ ہوگا۔ یوں تحقیق ہونی چاہئے جبکہ اللہ تعالٰی ہی توفیق کا مالک ہے جو بھی اس تحقیق پر یقین رکھے گا اس کے لئے صفت سمع میں بھی عموم کا اجراء آسان ہوگا جس کی دلیل اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے پس سمجھو واللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (ت) (۲؎ القرآن الکریم ۶۷/ ۱۹)

شرح فقہ اکبر میں ہے: قد افتی ائمة سمرقند وبخارا علی انه (یعنی المعدوم) غير مرئی وقد ذكر الامام الزاهد الصفار فی اٰخر كتاب التلخيص ان المعدوم مستحيل الرؤية، وكذا المفسرون ذكروا ان المعدوم لا يصلح ان يكون مرئ الله تعالی، وكذا قول اسلف من الاشعرية والماتريدية ان الوجود علة جواز الرؤية مع الاتفاق علی ان المعدوم الذی يستحيل وجوده لا يتعلق به برؤيته ا؎ سبحنه اه۔

ائمہ سمرقند وبخارا نے یہ فتوٰی دیا کہ (معدوم) دکھائی نہیں دیتا، امام زاہد صفار نے کتاب التلخیص کے آخر میں لکھا معدوم کی رؤیت محال ←

....

ہوتی ہے، اسی طرح مفسرین نے کہا معدوم اللہ تعالٰی کے دکھائی دینے کے قائل ہی نہیں۔ اسلاف اشعریہ اور ماتیریدیہ کا بھی قول یہی ہے کہ جواز رؤیت کی علت وجود ہے اور اس پر اتفاق ہے کہ ایسا معدوم جس کا وجود محال ہے اس کے ساتھ رؤیت باری کا تعلق نہیں ہوسکتا اھ (ت)

(۱؎ منح الروض الازہر شرح الفقہ الاکبر باب یری اللہ تعالٰی فی الآخرۃ بلا کیف مصطفی البابی مصر ص ۸۴)

شرح السنوسی للجزائریہ میں ہے: انھما (یعنی سمعہ تعالٰی وبصرہ) لایتعلقان الا بالموجود والعلم یتعلق بالموجود والمعدوم والمطلق والمقید ۱؎ اھ۔ ان دونوں (اللہ تعالٰی کے سمع وبصر) کا تعلق موجود سے ہوتا ہے اور علم کا تعلق موجود ومعدوم اور مطلق ومقید سے ہوتا ہے اھ (ت)

(۱؎ الحدیقۃ الندیہ، بحوالہ شرح السنوسی للجزائریہ ھی الصفات یعنی صفت المعانی الحیاۃ، مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۱ / ۲۵۵)

حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ میں ہے: المعدومات التی (عہ۱) ما ارادھا اللہ تعالٰی ولاتعلقت القدرۃ بایجادھا فی ازمنتھا المقدرۃ لھا، ولا کشف عنھا العلم موجودۃ فی تلک الازمنۃ فلا یتعلق بھا السمع و البصر، و کذلک المستحیلات بخلاف العلم فانہ یتعلق بالموجودات والمعدوم ۲؎۔
وہ معدومات جن کا اللہ تعالٰی نے اردہ نہیں فرمایا اور ازمنہ مقررہ میں ان کی ایجاد کے لئے قدرت متعلق نہیں ہوتی اور نہ مقدرہ زمانہ میں موجود ہوکر تحت علم آتی ہیں تو ایسی معدومات سے اللہ تعالٰی کی سمع وبصر متعلق نہیں ہوتی اور محالات کا معاملہ بھی ایسا ہے بخلاف علم کہ اس کا تعلق موجود اور معدوم دونوں سے ہے۔ (ت)

عہ: اقول قولہ ما ارادو لا تعلقت ولا کشف عبارات شتّٰی عن معبر واحد وھو دوام العدم المناقض للوجود بالفعل فان کل ما اراد اللہ تعالٰی فقد تعلقت القدرۃ بایجادہ بالفعل وبالعکس، وما کان کذلک فقد کشف العلم عنہ موجودا بالاطلاق العام وبالعکس وذلک لان العلم موجودا تابع اللوجود ولاوجود للمخلوق الا بتعلق القدرۃ ولا تعلق للقدرۃ الا بترجیح الارادۃ، کما تقرر کل ذٰلک فی مقرہ، واللہ تعالٰی اعلم۔ ۱۲ منہ
اقول، حدیقہ کا قول ارادہ نہ فرمایا قدرت کا تعلق نہ ہو، علم کا کشف نہ ہو، یہ مختلف عبارات ہیں جن کی مراد ایک ہے اور وہ یہ کہ دائمی جو عدم بالفعل وجود کے مناقض ہے کیونکہ اللہ تعالٰی جس چیز کا ارادہ فرماتا ہے اس کے ایجاد سے بالفعل قدرت کا تعلق بھی ہوتا ہے اور اس کا عکس بھی ہوتا ہے جو چیز اس شان میں ہوگی اسی کے بالفعل موجود ہونے کا مطلقا علم بالکشف ہوتا ہے اور عکس بھی، کیونکہ کسی موجود کا علم اس چیز کے وجود سے ہوتا ہے جبکہ مخلوق کا وجود قدرت کے تعلق کے بغیر نہیں ہوسکتا اور قدرت کا تعلق ارادہ سے ترجیح پائے بغیر نہیں ہوسکتا جیسا کہ یہ تمام امور اپنے مقام میں ثابت شدہ ہیں، واللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منہ (ت)

(۲؎ الحدیقۃ الندیہ بحوالہ شرح السنوسی للجزائریہ ھی الصفات یعنی صفت المعانی الحیاۃ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۱ / ۲۵۵)

(۳) قوی قدیر تبارک وتعالٰی فرماتا ہے: وھو علی کل شیئ قدیر ۱؎ وہ ہر چیز پر قدرت والا ہے، یہ موجود ومعدوم سب کو شامل، بشرط وحدوث وامکان کہ واجب ومحال اصلا لائق مقدوریت نہیں، (۱؎ القرآن الکریم ۵ / ۱۲۰ و ۱۱ / ۴)

←

عقیدہ (۱۶): حیات، قدرت، سننا، دیکھنا، کلام، علم، ارادہ اُس کے صفاتِ ذاتیہ ہیں، مگر کان، آنکھ، زبان سے

مواقف میں ہے: القدیم لا یستند الی القادر ۲؎ (قدیم کو قادر کی طرف منسوب نہیں کیا جاسکتا۔ت)

(۲؎ مواقف مع شرح المواقف المقصد الخامس منشورات الرضی قم ایران ۳/۱۷۸)

شرح مقاصد میں ہے: لا شیئ من الممتنع بمقدور ۳؎ (کوئی ممتنع مقدور نہیں ہوتا۔ت)

(۳؎ شرح المقاصد المبحث الثانی القدرۃ الحادثۃ علی الفعل دار المعارف نعمانیہ لاہور ۱/۲۴۰)

امام یافعی فرماتے ہیں: جمیع المستحیلات العقلیۃ لایتعلق للقدرۃ بہا۔ تمام محالات عقلیہ کے ساتھ قدرت کا تعلق نہیں ہوتا۔ (ت)

کنز الفوائد میں ہے: خروج الواجب والمستحیل فلا یتعلقان ای القدرۃ والارادۃ بہما ۵؎۔ واجب اور محال خارج ہوں گے ان کے ساتھ قدرت اور ارادہ کا تعلق نہیں ہوسکتا۔ (ت) (۵؎ کنز الفوائد)

شرح فقہ اکبر میں ہے: أقصاھا ان یمتنع بنفس مفہومہ کجمیع الضدین وقلب الحقائق واعدام القدیم، وھذا لایدخل تحت القدرۃ القدیمۃ ۶؎۔ آخری مرتبہ وہ ہے جو نفس مفہوم کے اعتبار سے ممنوع ہو مثلاً ضدین کا جمع ہونا، حقائق میں قلب، قدیم کا معدوم ہونا یہ قدرت قدیمہ کے تحت داخل ہی نہیں۔ (ت)

(۶؎ منح الروض الازہر شرح الفقہ الاکبر افعال العباد بعلمہ تعالٰی الخ مصطفی البابی مصر ص ۵۶)

(۴) علیم خبیر عزشانہ فرماتا ہے: وھو بکل شیئ علیم ۷؎ وہ ہر چیز کو جانتا ہے۔ (۷؎ القرآن الکریم ۲/۲۹، ۶/۱۰۱)

یہ کلیہ واجب و ممکن وقدیم وحادث وموجود ومعدوم ومفروض وموہوم غرض ہر شیئ ومفہوم کو قطعاً محیط جس کے دائرے سے اصلاً کچھ خارج نہیں۔

یہ ان عمومات سے ہے جو عموم قضیہ مامن عام الا وقد خص منہ البعض (ہر عام سے کچھ افراد مخصوص ہوتے ہیں۔ت) سے مخصوص ہیں،

شرح مواقف میں فرمایا: علمہ تعالٰی یعم المفہوما کلہا الممکنۃ والواجبۃ والممتنعۃ فھو اعم من القدرۃ لانہا تختص بالممکنات دون الواجبات والممتنعات ۱؎۔ اللہ تعالٰی کا علم تمام مفہومات کو شامل ہے خواہ وہ ممکن ہیں یا واجب یا ممتنع، اور وہ قدرت سے عام ہے کیونکہ قدرت کا تعلق فقط ممکنات سے ہے واجبات اور ممتنعات کے ساتھ وہ متعلق نہیں ہوتی۔ (ت)

(۱؎ شرح المواقف المرصد الرابع المقصد الثانی منشورات الشریف الرضی قم ایران ۸/۷۰)

اب دیکھئے لفظ چاروں ایک جگہ ہے یعنی کل شیئ، مگر ہر صفت نے اپنے ہی دائرے کی چیزوں کو احاطہ (عہ) فرمایا جو اس کے قابل اور اس کے احاطہ میں داخل تھیں، تو جس طرح ذات وصفات خالق کا دائرہ خلق میں نہ آنا معاذ اللہ عموم خالقیت میں نقصان نہ لایا، نقصان جب تھا کہ کوئی مخلوق احاطہ سے باہر رہتا، یا معدومات کا دائرہ ابصار سے مہجور رہنا عیاذاً باللہ، احاطہ بصر الٰہی میں باعث فتور نہ ہوا، فتور جب ہوتا کہ کوئی مبصر خارج رہ جاتا۔ عہ: ای شملت ما فی دائرتہا وان لم یشملہ اللفظ کما فی العلم ولم تشمل مالیس فیہا وان شملہ اللفظ کما فی الخلق وذلک ان الشیئ عندنا یخص بالموجود قال تعالٰی اولا یذکر الانسان انا خلقنہ من قبل ولم یک شیئا ۲؎ ویعم الواجب قال تعالٰی ای شیئ اکبر شہادۃ قل اللہ ۳؎، فافہم ۱۲ منہ رضی اللہ عنہ۔ ←

یعنی اپنے دائرہ میں ہر شئی کو شامل ہے اگرچہ اس کو لفظ شامل نہ ہو [illegible] اگرچہ لفظ اس کو شامل ہو جیسے خلق میں، یہ اس لئے کہ ہمارے نزدیک صرف موجود ہی شی کہلاتی ہے، اللہ تعالٰی نے فرمایا کیا انسان کو یاد نہیں کہ ہم نے اسے پیدا کیا جبکہ اس سے قبل کوئی شیئ نہ تھا۔ اور شے واجب کو بھی شامل ہے، اللہ تعالٰی نے فرمایا۔ فرمادیجئے کون سی شیئ شہادت میں بڑی ہے؟ فرمادو اللہ، اسے سمجھو ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (ت) (۲؎ القرآن الکریم ۱۹ / ۶۷) (۳؎ القرآن الکریم ۶ / ۱۹)

اسی طرح صفت قدرت کا کمال یہ ہے کہ جو شے اپنی حدِ ذات (عہ ۱) میں ہونے کے قابل ہے۔ اس سب پر قادر ہو، کوئی ممکن احاطہ قدرت سے جدا نہ رہے، نہ یہ کہ واجبات ومحالات عقلیہ کو بھی شامل ہو جو اصلاً تعلق قدرت کی صلاحیت نہیں رکھتے، سبحان اللہ محال کے معنی ہی یہ ہیں کہ کسی طرح موجود نہ ہوسکے، اور مقدور وہ کہ قادر چاہے تو موجود ہوجائے، پھر دونوں کیونکہ جمع ہوسکتے ہیں، اور اس کے سبب یہ سمجھنا کہ کوئی شے دائرہ قدرت سے خارج رہ گئی محض جہالت کہ محالات مصداق وذات سے بہرہ ہی نہیں رکھتے، حتی کہ فرض وتجویز عقلی (عہ ۲) میں بھی تو اصلاً یہاں کوئی شے تھی ہی نہیں جسے قدرت شامل نہ ہوئی یا ان اللہ علی کل شی قدیر ۱؎ کے عموم سے رہ گئی۔

عہ ۱: یشیر الی ان مصحح المقدوریۃ نفس الامکان الذاتی ۱۲ منہ

اشارہ کیا کہ مقدوریت کی صحت کا مدار نفس امکان ذاتی پر ہے ۱۲ منہ (ت)

عہ ۲: اوردہ تفسیر اللمراد بالفرض ۱۲ منہ

فرض سے مراد کی تفسیر کے لئے ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت) (۱؎ القرآن الکریم ۲ / ۲۰)

یہاں سے ظاہر ہوگیا کہ مغویان تازہ جو اسی مسئلہ کذب ودیگر نقائص وغیرہا کی بحث میں بے علموں کو بہکاتے ہیں کہ مثلاً کذب یا فلاں عیب یا فلاں بات پر اللہ عزوجل کو قادر نہ مانا تو معاذ اللہ عاجز ٹھہرا اور ان اللہ علی کل شیئ قدیر ۲؎ کا انکار ہوا۔

(۲؎ القرآن الکریم ۲ / ۲۰)

یہ ان ہوشیاروں کی محض عیاری وتزویر اور بیچارے عوام کو بھڑکانے کی تدبیر ہے، ایہا المسلمون! قدرت الٰہی صفت کمال ہوکر ثابت ہوئی ہے نہ معاذ اللہ صفت نقص وعیب، اور اگر محالات پر قدرت مانئے تو بھی انقلاب ہوا جاتا ہے، وجہ سنئے، جب کسی محال پر قدرت مانی اور محال محال سب ایک سے معہذا تمھارے جاہلانہ خیال پر جس محال کو مقدور نہ کہئے اتنا ہی عجز وقصور سمجھئے تو واجب کہ سب محالات زیر قدرت ہوں، اور منجملہ محالات سلب قدرت الٰہیہ بھی ہے تو لازم کہ اللہ تعالٰی اپنی قدرت کھودینے اور اپنے آپ کو عاجز محض بنالینے پر قادر ہو، اچھا عموم قدرت مانا کہ اصل قدرت ہی ہاتھ سے گئی، یونہی منجملہ محالات عدم باری عزوجل ہے تو اس پر قدرت لازم، اب باری جل وعلا عیاذاً باللہ واجب الوجود نہ ٹھہرا، تعمیم قدرت کی بدولت الوہیت ہی پر ایمان گیا تعالی اللہ عما یقول الظالمون علوا کبیرا (ظالم جو کچھ کہتے ہیں اللہ تعالٰی اس سے کہیں بلند ہے۔ت)

پس بحمد اللہ ثابت ہوا کہ محال پر قدرت ماننا قطع نظر اس سے کہ خود قول بالمحال ہے، جناب باری عزاسمہ کو سخت عیب لگانا اور تعمیم قدرت کے پردے میں اصل قدرت بلکہ نفس الوہیت سے منکر ہوجانا ہے، للہ انصاف!

←

باریک سے باریک کو کہ خوردبین سے محسوس نہ ہو وہ دیکھتا ہے، بلکہ اُس کا دیکھنا اور سننا انہیں چیزوں پر منحصر نہیں، ہر موجود کو دیکھتا ہے اور ہر موجود کو سنتا ہے۔(22)

حضرات کے یہ تو حالات اور اہل سنت پر معاذ اللہ عجز باری عزوجل ماننے کے الزامات، ہمارے دینی بھائی اس مسئلہ کو خوب سمجھ لیں کہ حضرات کے مغالطہ وتلبیس سے امان میں رہیں، واللہ الموفق۔(فتاوی رضویہ، جلد ۱۵، ص ۳۳۹ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

مزید تفصیلی معلومات کے لئے سُبحٰن السبوح عن کذب عیب مقبوح کا مطالعہ فرمائیں۔

(22) اعلیٰ حضرت علیہ رحمۃ رب العزت ملفوظات میں فرماتے ہیں:

لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ

ترجمہ کنزالایمان: اس جیسا کوئی نہیں۔(پ ۲۵، الشوریٰ:۱۱)

اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ۝

ترجمہ کنزالایمان: بے شک وہی سنتا دیکھتا ہے۔(پ ۲۴، المؤمن:۵۶)

یہ تنزیہ مع تشبیہ بلاتشبیہ ہے، تشبیہ محض تو یہ ہوئی کہ وہ ہماری ہی طرح ایک جسم من الاجسام (یعنی اجسام میں سے ایک جسم) ہے، اُس کے کان آنکھ ہماری ہی طرح گوشت پوست سے مرکب ہیں، وہ انہیں سے دیکھتا سنتا ہے اور یہ کفر ہے۔ اور تنزیہ محض یہ کہ دیکھنے سننے میں اس کو بندوں سے مشابہت ہوتی ہے، لہٰذا اس سے بھی انکار کردیا جائے کہ ہم نہیں کہہ سکتے کہ خدا (عزوجل) دیکھتا سنتا ہے۔ یہ کچھ اور صفات ہیں جن کو دیکھنے سننے سے تعبیر کیا گیا ہے اور یہ گمراہی ہے۔

اصل صحیح عقیدہ یہ ہے کہ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ یہ تنزیہ ہوئی کہ اس کی مثل کوئی شے نہیں اور اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ تشبیہ ہوئی اور جب سننے دیکھنے کو بیان کیا کہ اس کا دیکھنا آنکھ کا، سننا کان کا محتاج نہیں وہ بے آلات کے سنتا ہے، یہ نفی تشبیہ ہے کہ بندوں سے جو وہم مشابہت ہوتا اس کو مٹا دیا تو ماحصل وہی نکلا تنزیہ مع تشبیہ بلاتشبیہ (پھر فرمایا) تنزیہ مع تشبیہ بلاتشبیہ سے تو قرآنِ عظیم پُر ہے، علم وکلام یقیناً اس کی صفات ہیں، یہ تشبیہ ہوئی مگر اس کا علم دل ودماغ وعقل کا اور کلام زبان کا محتاج نہیں۔ یہ نفی تشبیہ اور وہی لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ ہر ایک کے ساتھ مل کر پھر وہی حاصل ہوا تنزیہ مع تشبیہ بلاتشبیہ۔

مُلاعنہ ومُلاحدہ کا رد

حیات اس کی صفت ہے اب اگر یہ کہا جائے کہ وہ زندہ ہے تو اس میں اسی طرح روح ہے، ہماری ہی طرح اس کی رگ وپے میں خون دوڑتا پھرتا ہے جیسا مُشبّہہ مُلاعنہ کہتے ہیں تو یہ کفر ہے اور اگر اس سے انکار کردیا جائے جیسے ملاحدہ باطنیہ بکا کرتے کہ وہ حَیٌّ لَا حَیٌّ نُوْرٌ وَّلَا نُوْرٌ ہے تو یہ کھلی ضلالت ہے۔ حق یہ ہے کہ وہ حَیّ ہے خود زندہ ہے اور تمام عالم کی حیات اس سے وابستہ ہے مگر نہ روح ہے کہ روح خود اس کی مخلوق ہے، نہ وہ گوشت وپوست (یعنی جلد) وخونِ استخوان (یعنی ہڈی) سے مرکب ہے، نہ وہ جسم ہے جسم وجسمانیت وزمان وجہت سے پاک ہے۔ یہ وہی تنزیہ مع تشبیہ بلاتشبیہ ہے۔ ←

عقیدہ (۱۷): مثلِ دیگر صفات کے کلام بھی قدیم ہے(23)، حادث و مخلوق نہیں، جو قرآنِ عظیم کو مخلوق مانے

اللہ عزوجل زمان وجہت سے پاک ہے

(پھر فرمایا) اصل یہ ہے کہ الفاظ اس کے لیے وضع ہی نہیں کیے گئے، الفاظ تو مخلوق نے مخلوق کے لیے بنائے ہیں خدا کو عالِم، قادِر، مُحیی، مُمیت، رَزّاق، متکلّم، مُؤمن، مُہیمن، خالق، بارئ، مُصوِّر وغیرہا صفات سے موصوف کرتے ہیں اور یہ سب ہیں اسم فاعل اور اسم فاعل دلالت کرتا ہے حدوث اور زمانہ حال یا زمانہ مستقبل پر اور وہ حدوث و زمانہ سے پاک ہے۔

قَالَ اللہُ تَعَالٰی وَّیَبْقٰی وَجْہُ رَبِّکَ

ترجمہ کنزالایمان: اور باقی ہے تمہارے رب کی ذات۔ (پ۲۷، الرحمن:۲۷)

اور اس کے سوا صدہا صیغے قرآنِ پاک نے فرمائے ہیں جو ماضی یا حال یا مستقبل سے خالی نہیں اور وہ زمانوں سے منزہ۔ اور قرآن میں برابر آتا ہے بِاللہِ، لِلّٰہِ، عَلَی اللہِ، فِی اللہِ، مِنَ اللہِ اور ب آتی ہے اِلصاق (یعنی ملانے) کے لیے اور اللہ (عَزَّوَجَلَّ) اس سے پاک ہے کہ کوئی شے اس سے مُلتصِق ہوسکے (یعنی مل سکے)۔ لام آتا ہے نفع کے لیے اور وہ اس سے پاک ہے کہ کسی شے سے اس کو نفع پہنچ سکے۔ علیٰ آتا ہے ضرر یا استعلا (یعنی نقصان یا بلندی) کے لیے اور وہ اس سے برتر ہے کہ کسی شے سے اس کو ضرر پہنچ سکے۔ وہ اس سے متعالی ہے کہ کوئی اس سے بلند ہوسکے۔ فی آتا ہے ظرفیت کے لیے اور وہ اس سے پاک ہے کہ کسی شے کا ظرف بن سکے۔ مِن آتا ہے ابتداء غایت کیلئے اور وہ اس سے پاک ہے کہ وہ کسی کا ابتدائی کنارہ یا حدِ ابتدائی بن سکے۔ اِلٰی آتا ہے انتہائے غایت کے لیے اور اس سے پاک ہے کہ وہ کسی کا انتہائی کنارہ بن سکے۔ فی الحقیقت یہ سب افعال و اسماء و حروف اپنے معانی حقیقیہ سے معدول (اپنے حقیقی معنی کی بجائے دوسرے معنی میں استعمال ہوتے) ہیں۔

(پھر فرمایا) یہ سب وہی تنزیہ مع تشبیہ بلا تشبیہ ہے۔ ملفوظاتِ اعلٰی حضرت ۵۱۶۔۵۱۷

(23) اللہ عَزَّوَجَلَّ کا کلام:

اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنے اَزَلی وقدیم کلام کے ساتھ کلام فرمانے والا، حکم دینے والا، منع کرنے والا، وعدہ کرنے والا اور وعید بتانے والا ہے اور اس کا کلام اس کی ذات کے ساتھ قائم ہے اور مخلوق کے کلام کے مشابہ نہیں وہ ایسی آواز نہیں جو ہوا کے کھینچنے یا اجسام کی رگڑ سے پیدا ہوتی ہے اور نہ ایسے حروف کے ساتھ جو ہونٹوں کے بند ہونے یا زبان کے حرکت کرنے سے پیدا ہوتے ہیں۔

بے شک قرآن مجید، تورات، انجیل اور زبور اس کی کتابیں ہیں جو اس نے اپنے رسولوں علیہم السلام پر نازل فرمائیں قرآن مجید زبانوں سے تلاوت کیا جاتا، مصاحف میں لکھا جاتا اور دلوں میں محفوظ ہوتا ہے اس کے باوجود یہ کلام قدیم ہے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ذات کے ساتھ قائم ہے، دلوں اور اوراق کی طرف منتقل ہونے کے باوجود اس کی ذات سے جدا نہیں ہوا حضرت سیّدنا موسیٰ علیہ السلام نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کا کلام آواز اور حرف کے بغیر سنا جس طرح نیک لوگ (بروزِ قیامت) اللہ عَزَّوَجَلَّ کی زیارت یوں کریں گے کہ نہ تو وہ جوہر ہوگا (یعنی جو خود قائم ہو) نہ عرض (یعنی جو دوسری چیز کے ساتھ قائم ہو)۔

جب وہ ان صفات سے متصف ہے تو وہ حیات، علم، قدرت، ارادہ، سماعت، بصارت اور کلام کے ساتھ زندہ، عالم، قادر، ارادہ ←

ہمارے امامِ اعظم و دیگر ائمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اُسے کافر کہا، بلکہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے اُس کی تکفیر ثابت ہے۔(24)

کرنے والا، سننے والا، دیکھنے والا اور کلام کرنے والا ہے محض ذات کی وجہ سے نہیں۔ (لباب الاحیاء صفحہ ۴۲۔۴۳)

(24) شرح فقہ اکبر میں ہے:۔

قَالَ فَخْرُ الْاِسْلَامِ قَدْ صَحَّ عَنْ اَبِیْ یُوْسُفَ اَنَّہٗ قَالَ نَاظَرْتُ اَبَا حَنِیْفَةَ فِیْ مَسْئَلَةِ خَلْقِ الْقُرْاٰنِ فَاتَّفَقَ رَاْیِیْ وَرَاْیُہٗ عَلٰی اَنَّ مَنْ قَالَ بِخَلْقِ الْقُرْاٰنِ فَھُوَ کَافِرٌ وَصَحَّ ھٰذَا الْقَوْلُ اَیْضًا عَنْ مُحَمَّدٍ رحمہ اللہ تعالٰی۔

ترجمہ: امام فخر الاسلام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں امام یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے صحت کے ساتھ ثابت ہے کہ انھوں نے فرمایا میں نے امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مسئلہ خلق قرآن میں بات چیت کی، میری اور ان کی رائے اس پر متفق ہوئی کہ جو قرآن مجید کو مخلوق کہے وہ کافر ہے اور یہ قول امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ سے بھی بصحت ثبوت کو پہنچا۔

(منح الروض الازہر، القرآن کلام اللہ غیر مخلوق ولا حادث، ص۲۶۔ والحدیقۃ الندیۃ، والقرآن کلام اللہ تعالیٰ غیر مخلوق، ج۱، ص۲۵۸)

مولانا علی قاری شرح فقہ اکبر میں اسے نقل کر کے فرماتے ہیں: صح ھذا القول ایضا عن محمد ۳؎۔ یہ قول امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ سے بھی بسند صحیح مروی ہوا، (۳؎ منح الروض الازہر شرح الفقہ الاکبر بحوالہ فخر الاسلام القرآن کلام اللہ غیر مخلوق مصطفی البابی مصر ص۲۶)

فصول عمادی پھر فتاوٰی عالمگیری میں ہے:

من قال بخلق القرآن فھو کافر ۴؎ الخ۔

جس نے قرآن کے مخلوق ہونے کا قول کیا وہ کافر ہے۔

(۴؎ فتاوٰی ہندیہ الباب التاسع فی احکام المرتدین نورانی کتب خانہ پشاور ۲/۲۶۶)

(۳۱) خلاصہ میں ہے: معلم قال تا قرآن آفریدہ شدہ است پنج شنبہی نہادہ شدہ است یکفر ۵؎ الخ۔ اگر معلم نے کہا جب سے قرآن پیدا کیا گیا جمعرات بنائی گئی تو کافر ہوجائے گا الخ۔ (۵؎ خلاصۃ الفتاوٰی کتاب الفاظ الکفر الجنس التاسع فی القرآن مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۴/۳۸۸)

(۳۲) خزانۃ المفتین میں ہے: من قال بخلق القرآن فھو کافر سئل نجم الدین النسفی عن معلمۃ قالت تا قرآن آفریدہ شد است سیم پنج شنبی استاد نہادہ شدہ است، ھل یقع فی نکاحھا شبھۃ قال نعم لانھا قالت بخلق القرآن ا؎۔

جس نے خلق قرآن کا قول کیا تو وہ کافر ہے۔ امام نجم الدین نسفی سے ایک معلمہ کے بارے میں پوچھا گیا جس نے کہا جب قرآن پیدا کیا گیا تیسویں جمعرات استاد رکھا گیا اس معلمہ کے نکاح میں کوئی شبہ واقع ہوگا؟ تو انھوں نے فرمایا: ہاں، کیونکہ اس نے خلق قرآن کا قول کیا ہے۔

(ا؎ خزانۃ المفتین فصل فی الفاظ الکفر قلمی نسخہ ۱/۱۹۷)

جس کا عمل ہو بے غرض اُس کی جزا کچھ اور ہے:

حضرت سیدنا ابو الفتح بن بشر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: میں نے عالم خواب میں حضرت سیدنا بشر حافی علیہ رحمۃ اللہ الکافی کو ایک باغیچہ میں دیکھا۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے سامنے ایک دسترخوان بچھا ہوا تھا۔ میں نے پوچھا: مَا فَعَلَ اللّٰہُ بِکَ یعنی اللہ عزّ وجلّ نے ـــ

عقیدہ (۱۸): اُس کا کلام آواز سے پاک ہے(25) اور یہ قرآنِ عظیم جس کو ہم اپنی زبان سے تلاوت کرتے، مَصاحِف میں لکھتے ہیں، اُسی کا کلام قدیم بلا صوت ہے اور یہ ہمارا پڑھنا لکھنا اور یہ آواز حادث، یعنی ہمارا پڑھنا حادث ہے اور جو ہم نے پڑھا قدیم اور ہمارا لکھنا حادث اور جو لکھا قدیم، ہمارا سننا حادث ہے اور جو ہم نے سنا قدیم، ہمارا حفظ کرنا حادث ہے اور جو ہم نے حفظ کیا قدیم یعنی متجلّی قدیم ہے اور تجلّی حادث(26)۔

آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟ تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواب دیتے ہوئے فرمایا: اس نے رحم فرماتے ہوئے مجھے بخش دیا اور تخت پر بٹھا کر فرمایا: اس دسترخوان پر موجود پھلوں میں سے جو چاہو کھاؤ اور لطف اٹھاؤ کیونکہ تم دنیا میں اپنے نفس کو خواہشات سے روکتے تھے۔ میں نے پوچھا: آپ کے بھائی حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کہاں ہیں؟ فرمایا: وہ جنت کے دروازے پر کھڑے اہلِ سنت کے ان افراد کی شفاعت کر رہے ہیں جن کا عقیدہ تھا کہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ کا کلام قرآنِ کریم غیر مخلوق ہے۔ میں نے پھر پوچھا: اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے حضرت سیِّدُنا معروف کرخی علیہ رحمۃ اللہ الغنی کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟ تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواباً فرمایا: افسوس! مجھے معلوم نہیں کیونکہ ہمارے اور ان کے درمیان پردے حائل ہیں، انہوں نے جنت کے شوق یا جہنم کے ڈر سے اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی عبادت نہ کی تھی بلکہ ان کی عبادت تو محض دیدارِ الٰہی عَزَّ وَجَلَّ کے لئے تھی۔ چنانچہ، اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے انہیں اعلیٰ ترین مقام عطا فرمایا اور اپنے اور ان کے درمیان سب پردے اٹھا دیئے۔ اب جس نے اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی بارگاہ میں کوئی حاجت پیش کرنی ہو تو اُسے چاہے کہ حضرت سیِّدُنا معروف کرخی علیہ رحمۃ اللہ الغنی کے مزارِ پُرانوار پر حاضر ہو کر دعا کرے، اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّ وَجَلَّ اس کی دعا قبول کی جائے گی۔

(صفۃ الصفوۃ، ذکر المصطفین من اھل بغداد، الرقم ۲۶۰، ج ۲، ص ۲۱۴)

ظالموں کا مددگار

حضرت سیِّدُنا مروزی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں، جب حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قرآنِ پاک کو غیر مخلوق ماننے پر خلیفہ واثق کے قید خانہ میں ڈالا گیا۔ تو ایک دن داروغۂ جیل آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آیا اور پوچھنے لگا: اے ابو عبداللہ! کیا وہ حدیث صحیح ہے جو ظالموں اور ان کے مددگاروں کے متعلق ہے؟ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، جی ہاں! صحیح ہے۔ اس نے کہا، پھر تو میں بھی ظالموں کے مددگاروں میں سے ہوں۔ تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: نہیں (تو ظالموں کا مددگار نہیں)۔ اس نے کہا، کیوں نہیں؟ فرمایا: ظالموں کا مددگار تو وہ ہے جو تیرے بال سنوارے، کپڑے دھوئے اور تیرے لئے کھانا لائے جبکہ تُو خود ظالم ہو۔

(صید الخاطر لابن الجوزی، فصل انقطع بلا عمل، ص ۱۴۲)

(25) روزِ قیامت مومنین اپنے رب عزوجل کو دیکھیں گے اور اس کا کلام سُنیں گے اور وہ اور اس کی صفات اعراض سے پاک ہیں، اور مولیٰ عزوجل سمیع وبصیر علی الاطلاق ہے اور آلات وجوارح سے منزہ، مصباح میں ہے:

سمع اللہ قولك علمه. (مصباح المنیر تحت لفظ سمع منشورات دار الھجرۃ قم ایران ۱/۲۸۹)

(خدا نے تیری بات سنی یعنی اسے جانا۔)

(26) متجلّی یعنی کلام الٰہی، قدیم ہے، اور تجلّی یعنی ہمارا پڑھنا، سننا، لکھنا، یاد کرنا یہ سب حادث ہے۔

عقیدہ (۱۹): اُس کا علم ہر شے کو محیط (27) یعنی جزئیات، کلیات، موجودات، معدومات، ممکنات، مُحالات،

---

(27) اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے الرحمن علی العرش استوی ا؎ (رحمان نے عرش پر استواء فرمایا۔ت) کے معنی دریافت کئے گئے فرمایا: الاستواء معلوم والکیف مجھول والایمان به واجب والسوال عنه بدعة ۲؎۔ استواء معلوم ہے اور کیف مجہول وراس پر ایمان فرض اور اس کی تفتیش بدعت۔

(ا؎ القرآن الکریم ۲۰/ ۵) (۲؎ لباب التاویل (تفسیر الخازن) ۷/ ۵۴ ثم استوی علی العرش کے تحت، مصطفی البابی مصر ۲/ ۲۳۸) (درمنثور بحوالہ مردویہ عن ام سلمہ رضی اللہ عنہا ۷/ ۵۴ منشورات مکتبہ آیۃ اللہ العظمی قم ایران ۳/ ۹۱) (مدارک التنزیل (تفسیر نسفی) ۲۰/ ۵ سورہ طٰہ، دار الکتب العربی بیروت ۳/ ۴۸)

یہی جواب سیدنا امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیا، یہی مسلک ہمارے امام اعظم اور سائر ائمہ سلف کا ہے، ہاں ہم ایمان لائے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جسم وجہت ومکان سے پاک ومنزہ ہے، کسی مکان میں نہیں ہوسکتا، کسی جگہ نہیں ہوسکتا، کسی طرف نہیں ہوسکتا، اور طرف سب اس کے بنائے ہوئے ہیں، اور حادث ہیں، اور قدیم ازلی، ازل میں کسی جگہ کسی طرف نہ تھا کہ جگہ اور طرف تھے ہی نہیں تو اب کسی جگہ اور طرف میں نہیں، جیسا جب تھا ویسا ہی اب ہے، جگہ اور طرف کو بنا کر بدل نہ گیا، جگہ اور طرف بدلیں گے اور وہ بدلنے سے پاک ہے۔

دوم تاویل کہ ایسی آیات کو حسب محاورہ معنی جائز پر حمل کریں جس سے نہ چین لینے والی طبیعتوں کو تسکین ہو اور ایمان سلامت رہے یہ مسلک خلف کا ہے اور اس طور پر احاطہ صفاتی مراد لیں گے، علم وقدرت الٰہی ہر شے کو محیط ہونے کے بھی یہ معنی نہیں کہ اس کے علم وقدرت ہر جگہ متمکن ہیں کہ جگہ یا طرف میں ہونا جسم وجسمانیت کی شان ہے اور وہ اور اس کے صفات ان سے متعالی بلکہ احاطہ علم کے معنی یہ ہیں کہ ہر شے واجب یا ممکن یا ممتنع معدوم یا موجود حادث یا قدیم اسے معلوم ہے، احاطہ قدرت کے معنی یہ ہیں کہ ہر ممکن پر اسے قدرت ہے، اس سے صفات کا ذات سے بڑھ جانا نہ کہے گا مگر مجنون، عمرو کا وہ کہنا کہ کوئی مکان کوئی گوشہ ایسا نہیں جہاں ذات خدا موجود نہ ہو کلمہ کفر ہے کہ اس کی ذات کے لئے جگہ ثابت کرنا ہے، فتاوی تاتارخانیہ وطریقہ محمدیہ وحدیقہ ندیہ وفتاوی عالمگیری وجامع الفصولین وغیرہ میں اس پر حکم کفر فرمایا اور احاطہ صفاتی ماننے والے کو اس کا مشرک کہنا ہزاروں ائمہ خلف پر حکم شرک لگانا ہے اور اس کا کہنا کہ اگر تمام دنیا کے عالم ایسا کہیں تو میں سب کو مشرک کہوں گا صریح کفر پر آمادگی ہے کہ تمام جہان کے عالموں کو مشرک نہ کہے گا مگر کافر اور کفر پر آمادگی کفر ہے، عمرو پر توبہ فرض ہے اپنے عقیدہ باطلہ سے تائب ہو اور کلمہ اسلام پڑھے اور عورت رکھتا ہو تو بعد اسلام اس سے پھر نکاح کرے اگر وہ راضی ہو ہم چند سہل سہل باتیں لکھتے ہیں اگر اللہ تعالیٰ کو اسے ہدایت کرنا ہے تو انہیں سے وہ سمجھ لے گا کہ اس نے کیسی ناپاک بات کہی اور اپنے معبود کو کیسے کیسے گھناؤنے داغ لگائے اور نظر انصاف سے نہ دیکھے اور تعصب وعناد برتے تو اللہ راہ نہیں دیتا ہے ظالموں کو، ذرا آنکھیں بند کرکے گردن جھکا کر رب عزوجل کی عظمت پر ایمان لاکر غور کرے کہ اس نے کیسی ذلیل چیز کا نام خدا رکھا ہے الحمدللہ معیت وقرب واحاطہ الٰہیہ پر مسلمان کا ایمان ہے مگر نہ ان معنی پر جو ان الفاظ سے لغوی وعرفی طور پر سمجھ آتے ہیں بلکہ ان پر جو مراد الٰہی ہیں اور ہمارے عقول سے وراء ہیں معاذ اللہ اگر یہی ظاہری معنی لئے جائیں جس پر یہ کہا جائے کہ وہ بذاتہ ہر مکان ہر گوشہ میں موجود ہے تو اس سے زائد ذلیل تر کوئی عیب لگانا نہ ہوگا۔ ←

سب کو اَزَل میں جانتا تھا اور اب جانتا ہے اور اَبَد تک جانے گا، اشیاء بدلتی ہیں اور اُس کا علم نہیں بدلتا، دلوں کے خطروں

(۱) جب کہ اس کے نزدیک اس کا وہی معبود بالذات ہر مکان ہر گوشہ میں موجود اور ہر شے کو بالذات محیط ہے تو پاخانہ میں بھی ہوگا، اس کی نجاست کو لپٹا ہوا بھی ہوگا، اس نجاست کے ساتھ اس کے بدترین مقام سے نکلا بھی۔

(۲) جو شے دوسری شے کو بالذات محیط ہو وہ یوہیں ہوگا کہ محیط کے اندر جوف ہو جو اس دوسری چیز کو گھیرے ہوئے ہے جیسے آسمان زمین کو محیط ہے تو اس کا معبود جوف دار کھکل ہوا اور اللہ واحد قہار صمد ہے جوف سے پاک ہے۔

(۳) سب اشیاء کو محیط ہونا بایں معنی ہے کہ اس کا معبود وہی تمام عالم کے باہر باہر ہے اور عالم اس کے اندر ہے جیسے فلک الافلاک کے اندر باقی کرے جب تو شہ رگ سے زیادہ قریب کیسے ہوا بلکہ لاکھوں منزل دور ہوا اور اگر یوں ہے کہ ہر ذرہ ذرہ کو بذاتہ بلاواسطہ محیط ہے تو بلاشبہ وہ شے کہ مشرق کے کسی ذرہ کو محیط ہو قطعا اس کی غیر ہوگی جو مغرب کے ذرہ کو محیط ہے تو ذروں کی گنتی پر خدا یا خدا کے ٹکڑے ہوئے اور وہ احد صمد اس سے متعالی ہے۔

(۴) جب کہ وہ ہر شے کو بالذات محیط ہے تو زمین کو بھی محیط ہوگا اور یہ جو تم چلتے ہو اور جوتیاں پہن کر پاؤں رکھتے ہو وہ تمھارے معبود پر ہوئیں تم جو پاخانہ پیشاب پھرتے ہو وہ تمھارے معبود پر گرا کیسا گھناؤنا معبود اور کیسے ناپاک عابد، ضعف الطالب والمطلوب ا۔ (کتنا کمزور چاہنے والا اور جو چاہا گیا۔ ت) (ا۔ القرآن الکریم ۲۲/ ۷)

(۵) مثلاً کسی زید نے کسی عمرو کو جوتا مارا تو عمرو کو بھی اس کا معبود محیط ہے، اس جوتے پڑتے وقت وہیں قائم رہے گا یا ہٹ جائے گا اگر ہٹ گیا تو ہر شے کو محیط نہ رہا اگر قائم رہا تو اسی پر پڑا،

(۶) جس وقت زید نے جوتا اٹھایا اور ابھی عمرو کے بدن تک نہ پہنچا تو جوتے اور عمرو کے بدن میں جو فاصلہ ہے وہ بھی ایک شے اور وہ ایک جگہ ہے، وہ وہی معبود بذات خود یہاں بھی موجود ہوگا یہاں سے وہاں تک جگہ اس سے بھری ہوئی ہے اب جوتا آگے بڑھا کہ بدن عمرو سے قریب ہو اس بڑھنے میں وہ وہی معبود کہ یہاں سے وہاں تک بھرا ہوا تھا، پانی یا ہوا کی طرح چرے گا کہ جوتا اس میں ہوتا ہوا گزر جائے گا جب تو طرفہ معبود جسے جوتے نے پھاڑ دیا اور اگر نہ چرے گا بلکہ سٹے گا جیسے پھولی ہوئی روئی سمٹتی ہے تو معبود کیا ہوا بڑ ہوا، اور اگر نہ چرے گا نہ سمٹے گا تو ضرور ہے کہ جوتا دیکھ کر جگہ چھوڑ دے گا ہر جگہ موجود کہاں رہا؟

(۷) جب کہ ہر وہ شے کہ بذاتہ محیط ہے تو محیط جیسا شے کے اوپر ہوتا ہے ویسا ہی اس کے نیچے پاؤں کے تلے وہ جوتوں کے نیچے وہ پھر ایسے ذلیل کو رب اعلیٰ کیسے کہا جا سکتا ہے!

تعالی اللہ عما یقول الظالمون علوا کبیرا، ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم وصلی اللہ العلی الاعلی علی الکریم المولی والہ وصحبہ وبارک وسلم ابدا امین، واستغفر اللہ العظیم والحمد للہ رب العالمین، واللہ سبحنہ وتعالی اعلم۔ جو کچھ ظالموں نے کہا اللہ تعالیٰ اس سے کہیں بلند و بزرگ ہے نیکی بجالانا اور برائی سے پھرنا اللہ بلند و بزرگ کی توفیق کے بغیر نہیں ہو سکتا اور بلند و اعلیٰ اللہ تعالیٰ کی خصوصی رحمتیں ہوں کریم مولیٰ پر اور اس کی آل اور اصحاب پر بھی، ہم اللہ تعالیٰ سے معافی کے طلب گار ہیں، تمام حمد اللہ رب العالمین کے لئے ہے، اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔

(فتاوی رضویہ، جلد ۱۴، ص ۶۱۹۔۶۲۰ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

اور وسوسوں پر اُس کو خبر ہے اور اُس کے علم کی کوئی انتہا نہیں۔ (28)

(28) کیا اللہ عزوجل اور اُس کے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا علم برابر ہے؟

اعلیٰ حضرت علیہ رحمۃ رب العزت ملفوظات میں فرماتے ہیں:

مؤلف: ایک صاحب شاہجہانپور سے حاضرِ خدمت ہوئے انہوں نے عرض کی میں نے سنا ہے اور بعض دیوبندیوں کی کتابوں میں بھی دیکھا ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم شریف کو جناب (یعنی اعلیٰ حضرت قبلہ) اللہ تعالیٰ کے علم کریم کے برابر فرماتے ہیں مگر چونکہ یہ بات سمجھ میں نہیں آتی، اس لئے میں نے چاہا کہ حضور کا شرفِ ملاقات حاصل کر کے اسے عرض کروں اور جو کچھ حضرت کا اس بارے میں خیال ہو دریافت کروں۔

ارشاد: اس کا فیصلہ قرآنِ عظیم نے فرمادیا:

فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ

ترجمۂ کنزالایمان: تو جھوٹوں پر اللہ (عَزَّوَجَلَّ) کی لعنت ڈالیں۔ (پ ۳، اٰل عمرٰن: ۶۱)

جو میرے عقائد ہیں وہ میری کتابوں میں لکھے ہیں۔ وہ کتابیں چھپ کر شائع ہو چکی ہیں، کہیں اس کا کچھ نام ونشان ہو تو کوئی دکھادے۔ ہم اہلِ سنّت کا مسئلہ علمِ غیب میں یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور کو علمِ غیب اے عنایت فرمایا۔ ربّ عَزَّوَجَلَّ فرماتا ہے:

وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ۝

ترجمۂ کنزالایمان: یہ نبی غیب کے بتانے میں بخیل نہیں۔ (پ ۳۰، التکویر ۲۴)

تفسیر معالم وتفسیرِ خازن میں ہے یعنی حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم) کو علمِ غیب آتا ہے وہ تمہیں بھی تعلیم فرماتے ہیں۔ (تفسیر خازن، سورۃ التکویر تحت الآیۃ ۲۴، ج ۴، ص ۳۵۷) اور وہابیہ دیوبندیوں کا یہ خیال ہے کہ کسی غیب کا علم حضور کو نہیں، اپنے خاتمہ اے کا بھی علم نہیں، دیوار کے پیچھے کی بھی خبر نہیں بلکہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم) کے لئے علمِ غیب کا ماننا شرک ہے اور شیطان کی وسعتِ علم نص (یعنی ایسی آیتِ قرآنی یا حدیث) سے ثابت ہے اور اللہ (عَزَّوَجَلَّ) کے دیئے سے بھی حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم) کو علمِ غیب حاصل نہیں ہو سکتا۔ برابری تو درکنار، میں نے اپنی کتابوں میں تصریح کردی ہے کہ اگر تمام اولین وآخرین کا علم جمع کیا جائے تو اس علم کو علمِ الٰہی (عَزَّوَجَلَّ) سے وہ نسبت ہرگز نہیں ہو سکتی جو ایک قطرے کے کروڑویں حصہ کو کروڑ سمندر سے ہے کہ یہ نسبت متناہی کی متناہی (یعنی محدود) کے ساتھ ہے اور وہ غیر متناہی (یعنی لامحدود)، متناہی کو غیر متناہی سے کیا نسبت ہے۔ (ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت ۹۳۔ ۹۴)

اعلیٰ حضرت، امامِ اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

اللہ عزوجل نے روزِ اول سے روزِ آخر تک جو کچھ ہوا اور جو کچھ ہے اور جو کچھ ہونے والا ہے ایک ایک ذرہ کا تفصیلی علم اپنے حبیب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عطا فرمایا، ہزار تاریکیوں میں جو ذرہ یا ریگ کا دانہ پڑا ہے حضور کا علم اس کو محیط ہے، اور فقط علم ہی نہیں بلکہ تمام دنیا بھر اور جو کچھ اس میں تا قیامت تک ہونے والا ہے، سب کو ایسا دیکھ رہے ہیں جیسا اپنی اس ہتھیلی کو۔ آسمانوں اور زمینوں میں کوئی ذرہ ان کی نگاہ سے مخفی نہیں بلکہ یہ جو کچھ مذکور ہے ان کے علم کے سمندروں میں سے ایک چھوٹی سی نہر ہے، اپنی تمام امت کو اس سے زیادہ پہچانتے ہیں ←

عقیدہ (۲۰): وہ غیب وشہادت سب کو جانتا ہے، علمِ ذاتی اُس کا خاصہ ہے، جو شخص علمِ ذاتی، غیب خواہ شہادت کا غیرِ خدا کے لیے ثابت کرے کافر ہے۔ علمِ ذاتی کے یہ معنیٰ کہ بے خدا کے دیے خود حاصل ہو(29)۔

جیسا آدمی اپنے پاس بیٹھنے والوں کو، اور فقط پہچانتے ہی نہیں بلکہ ان کے ایک ایک عمل ایک ایک حرکت کو دیکھ رہے ہیں۔ دلوں میں جو خطرہ گزرتا ہے اس سے آگاہ ہیں، اور پھر ان کے علم کے وہ تمام سمندر اور جمیع علوم اولین وآخرین مل کر ہم علم الٰہی سے وہ نسبت نہیں رکھتے جو ایک ذرا سے قطرہ کو کروڑ سمندروں سے، وما قدروا اللہ حق قدرہ (القرآن الکریم ۶/۹۱) ظالموں نے اللہ ہی کی قدر نہ پہچانی کہ جو کچھ ہو گزرا اور قیامت تک ہونے ہونے والا ہے اس کا علم اس کی عطا سے اس کے محبوب کے لئے مانا اور کہہ دیا کہ یہ تو خدا سے برابری ہوگئی مشرک ہوگیا۔ بے ادبو! کیا خدا کا علم اتنا ہی ذرا سا ہے کہ دو حدوں میں محدود ہے، یہ تو نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم اپنے صدقہ میں اپنے غلاموں کو عطا فرماتے ہیں، یہ سب آیات کریمہ واحادیث صحیحہ واقوال ائمہ وعلماء واولیاء سے ثابت جن کی تفصیل ہماری کتابوں" الدولۃ المکیہ وانباء المصطفٰی وخالص الاعتقاد" وغیرہ میں ہے، (فتاوی رضویہ، جلد ۱۴، ص۶۱۹۔۶۲۰ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(29) اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

(۱) العلم ذاتی مختص بالمولیٰ سبحنہ وتعالیٰ لا یمکن لغیرہ ومن اثبت شیئا منہ ولو ادنیٰ من اَدنیٰ من ذرۃ لاحد من العٰلمین فقد کفر واشرک۔ (الدولۃ المکیۃ النظر الاول مطبعہ اہلسنت بریلی ص۶)

علمِ ذاتی اللہ عزوجل سے خاص ہے اس کے غیر کے لیے محال ہے، جو اس میں سے کوئی چیز اگرچہ ایک ذرہ سے کمتر سے کمتر غیرِ خدا کے لیے مانے وہ یقیناً کافر ومشرک ہے۔

(۲) اُسی میں ہے: اللاتناھی الکمی مخصوص بعلوم اللہ تعالیٰ۔ (الدولۃ المکیۃ النظر الاول مطبعہ اہلسنت بریلی ص۶)

غیر متناہی بالفعل کو شامل ہونا صرف علمِ الٰہی کے لیے ہے۔

(۳) اُسی میں ہے: احاطۃ احد من الخلق بمعلومات اللہ تعالیٰ علی جھۃ التفصیل التام محال شرعا وعقلا بل لو جمع علوم جمیعا العٰلمین اولاً واٰخراً لما کانت لہ نسبۃ ما اصلا الی علوم اللہ سبحنہ وتعالیٰ حتی کنسبۃ حصۃ من الف الف حصص قطرۃ الی الف الف بحر۔ (الدولۃ المکیۃ النظر الاول مطبعہ اہلسنت بریلی ص۶)

کسی مخلوق کا معلوماتِ الٰہیہ کو بتفصیل تام محیط ہوجانا شرع سے بھی محال ہے، اور عقل سے بھی، بلکہ اگر تمام اہلِ عالم اگلے پچھلوں سب کے جملہ علوم جمع کیے جائیں تو اُن کو علومِ الٰہیہ سے وہ نسبت نہ ہوگی جو ایک بُوند کے دس لاکھ حصوں سے ایک حصے کو دس لاکھ سمندروں سے۔

(۴) اُسی کی نظر ثانی میں ہے:

زھر وبھر معًا تقرر ان شبھۃ مساواۃ علوم المخلوقین طرا اجمعین بعلم ربنا الہ العٰلمین ما کانت لتخطر ببال المسلمین۔ (الدولۃ المکیہ النظر الثانی مطبعہ اہلِ سنت بریلی ص۱۵)

ہماری تقریر سے روشن وتاباں ہوگیا کہ تمام مخلوق کے جملہ علوم مل کر بھی علمِ الٰہی سے مساوی ہونے کا شبہہ اس قابل نہیں کہ مسلمان کے دل میں اس کا خطرہ گزرے۔

←

عقیدہ (۲۱): وہی ہر شے کا خالق ہے(30)، ذوات ہوں خواہ افعال، سب اُسی کے پیدا کیے ہوئے ہیں۔

(۵) اسی میں ہے:

قد اقمنا الدلائل القاهرة علی ان احاطة علم المخلوق بجمیع المعلومات الالٰهیة محال قطعاً، عقلاً وسمعاً۔

(الدولۃ المکیہ النظر الثانی مطبعہ اہلِ سنت بریلی ص ۱۶)

ہم قاہر دلیلیں قائم کر چکے کہ علم مخلوق کا جمیع معلوماتِ الٰہیہ کو محیط ہونا ہونا عقل وشرع دونوں کی رو سے یقیناً محال ہے۔

(۶) اسی کی نظر ثالث میں ہے:

العلم الذاتی والمطلق والمحیط التفصیلی مختص باللّٰه تعالٰی وما للعباد الا مطلق العلم العطائی۔

(الدولۃ المکیہ النظر الثالث مطبعہ اہلِ سنت بریلی ص ۱۹)

علم ذاتی اور بالاستیعاب محیط تفصیلی یہ اللہ عزوجل کے ساتھ خاص ہیں بندوں کے لیے صرف ایک گونہ علم بعطائے الٰہی ہے۔

(۷) اسی کی نظر خامس میں ہے:

لا نقول بمساواة علم اللّٰه تعالٰی ولا بحصوله بالاستقلال ولا نثبت بعطاء اللّٰه تعالٰی ایضاً الا البعض۔

(الدولۃ المکیہ النظر الخامس مطبعہ اہلِ سنت بریلی ص ۲۸)

ہم نے علمِ الٰہی سے مساوات مانیں نہ غیر کے لیے علم بالذات جانیں، اور عطائے الٰہی سے بھی بعض علم ہی ملنا مانتے ہیں نہ کہ جمیع۔

(فتاوی رضویہ، جلد ۲۹، ص ۷ تا ۳۴ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(30) اعلیٰ حضرت علیہ رحمۃ رب العزت فتاوی رضویہ کے رسالہ ثلج الصدر لایمان القدر میں لکھتے ہیں:

باایں ہمہ کسی کا خالق ہونا، یعنی ذات ہو یا صفت، فعل ہو یا حالت، کسی معدوم چیز کو عدم سے نکال کر لباس وجود پہنا دینا، یہ اسی کا کام ہے، یہ نہ اس نے کسی کے اختیار میں دیا نہ کوئی اس کا اختیار پا سکتا تھا، کہ تمام مخلوقات خود اپنی حد ذات میں نیست ہیں، ایک نیست دوسرے نیست کو کیا ہست بنا سکے، ہست بنانا اسی کی شان ہے جو آپ اپنی ذات سے ہست حقیقی وہست مطلق ہے، ہاں یہ اس نے اپنی رحمت اور غنائے مطلق سے عادات اجراء فرمائے کہ بندہ جس امر کی طرف قصد کرے اپنے جوارح ادھر پھیرے، مولا تعالیٰ اپنے ارادہ سے اسے پیدا فرما دیتا ہے مثلاً اس نے ہاتھ دئے ان میں پھیلنے، سمٹنے، اٹھنے، جھکنے کی قوت رکھی، تلوار بنائی، اس میں دھار، اور دھار میں کاٹ کی قوت رکھی۔ اس کا اٹھانا، لگانا، وار کرنا بتایا، دوست دشمن کی پہچان کو عقل بخشی، اسے نیک وبد میں تمیز کی طاقت عطا کی، شریعت بھیج کر قتل حق و ناحق کی بھلائی برائی صاف جتا دی۔ زید نے وہی خدا کی بتائی ہوئی تلوار، خدا کے بنائے ہوئے ہاتھ، خدا کی دی ہوئی قوت سے اٹھانے کا قصد کیا۔ وہ خدا کے حکم سے اٹھ گئی اور جھکا کر ولید کے جسم پر ضرب پہنچانے کا ارادہ کیا، وہ خدا کے حکم سے جھکی اور ولید کے جسم پر لگی۔ تو یہ ضرب جن امور پر موقوف تھی سب عطائے حق تھے، اور خود جو ضرب واقع ہوئی بارادہ خدا واقع ہوئی۔ اور اب جو اس ضرب سے ولید کی گردن کٹ جانا پیدا ہوگا یہ بھی اللہ کے پیدا کرنے سے ہوگا۔ وہ نہ چاہتا تو ایک زید کیا تمام انس وجن وملک جمع ہو کر زور کرتے تو اٹھنا درکنار، ہرگز جنبش نہ کرتی اور اس کے حکم سے اٹھنے کے بعد اگر وہ نہ چاہتا تو زمین، آسمان، پہاڑ سب ایک لنگر بنا کر تلوار کے پھلے (نوک) ←

....

پر ڈال دیے جاتے، تام کو بال برابر نہ جھکتی۔ اور اس کے حکم سے پہنچنے کے بعد اگر وہ نہ چاہتا گردن کٹنا تو بڑی چیز ہے ممکن نہ تھا کہ خطا بھی آتا۔

لڑائیوں میں ہزاروں بار تجربہ ہو چکا کہ تلواریں پڑیں اور خراش تک نہ آئی، گولیاں لگیں اور جسم تک آتے آتے ٹھنڈی ہو گئیں، شام کو معرکہ سے پلٹنے کے بعد سپاہیوں کے سر کے بالوں میں سے گولیاں نکلی ہیں۔ تو زید سے جو کچھ واقع ہوا سب خلق خدا و بارادہ خدا تھا۔ زید کا بیچ میں صرف اتنا کام رہا کہ اس نے قتل ولید کا ارادہ کیا اور اس طرف اپنے جوارح کو پھیرا اب اگر ولید شرعاً مستحق قتل ہے تو زید پر کچھ الزام نہیں رہا بلکہ بارہا ثواب عظیم کا مستحق ہوگا کہ اس نے اس چیز کا قصد کیا اور اس طرف جوارح کو پھیرا جسے اللہ عزوجل نے اپنے رسولوں کے ذریعہ سے اپنی مرضی، اپنا پسندیدہ کام ارشاد فرمایا تھا۔ اور اگر قتل ناحق ہے تو یقیناً زید پر الزام ہے اور عذاب الیم کا مستحق ہوگا کہ بمخالفت حکم شرع اس شے کا عزم کیا، اور اس طرف جوارح کو متوجہ کیا جسے مولیٰ تعالیٰ نے اپنی کتابوں کے واسطے سے اپنے غضب اپنی ناراضی کا حکم بتایا تھا، غرض فعل انسان کے ارادہ سے نہیں ہوتا بلکہ انسان کے ارادہ پر اللہ کے ارادہ سے ہوتا ہے یہ نیکی کا ارادہ کرے اور اپنے جوارح کو پھیرے اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے نیکی پیدا کردے گا اور یہ برے کا ارادہ کرے اور جوارح کو اس طرف پھیرے اللہ تعالیٰ اپنی بے نیازی سے بدی کو موجود فرمادے گا۔ دو پیالیوں میں شہد اور زہر ہیں اور دونوں خود بھی خدا ہی کے بنائے ہوئے ہیں، شہد میں شفاء ہے اور زہر میں ہلاک کرنے کا اثر بھی اسی نے رکھا ہے۔ روشن دماغ حکیموں کو بھیج کر بتا بھی دیا ہے، کہ دیکھو یہ شہد ہے اس کے یہ منافع ہیں اور خبردار! یہ زہر ہے اس کے پینے سے ہلاک ہو جاتا ہے۔ ان ناصح اور خیر خواہ حکمائے کرام کی یہ مبارک آوازیں تمام جہان میں گونجیں اور ایک ایک شخص کے کان میں پہنچیں۔ اس پر کچھ نے شہد کی پیالی اٹھا کر پی اور کچھ نے زہر کی۔ ان اٹھانے والوں کے ہاتھ بھی خدا ہی کے بنائے ہوئے تھے، اور ان میں پیالی اٹھانے، منہ تک لے جانے کی قوت بھی اسی کی رکھی ہوئی تھی۔ منہ اور حلق میں کسی چیز کو جذب کر کے اندر لینے کی قوت۔ اور خود منہ اور حلق اور معدہ وغیرہ سب اس کے مخلوق تھے، اب شہد پینے والوں کے جوف میں شہد پہنچا، کیا وہ آپ اس کا نفع پیدا کرلیں گے؟ یا شہد بذات خود خالق نفع ہو جائے گا؟ حاشا ہرگز نہیں، بلکہ اس کا اثر پیدا ہونا یہ بھی اسی کے دست قدرت میں ہے اور ہوگا تو اسی کے ارادہ سے ہوگا۔ وہ نہ چاہے تو منوں شہد پی جائے کچھ فائدہ نہیں ہوسکتا، بلکہ وہ چاہے تو شہد زہر کا اثر دے، یونہی زہر والوں کے پیٹ میں زہر جا کر، کیا وہ آپ ضرر کی تخلیق کرلیں گے یا زہر خود بخود خالق ضرر ہو جائیگا، حاشا ہرگز نہیں بلکہ اس کا اثر پیدا ہونا یہ بھی اسی کے قبضہ اقتدار میں ہے اور ہوگا تو اسی کے ارادے سے ہوگا، بلکہ وہ چاہے تو زہر شہد ہو کر لگے، باایں ہمہ شہد پینے والے ضرور قابل تحسین وآفرین ہیں، ہر عاقل یہی کہے گا کہ انھوں نے اچھا کیا، ایسا ہی کرنا چاہے اور زہر پینے والے ضرور لائق سزا ونفریں ہیں، ہر ذی ہوش یہی کہے گا کہ یہ بد بخت خودکشی کے مجرم ہیں۔

دیکھو اول سے آخر تک جو کچھ ہوا سب اللہ ہی کے ارادے سے ہوا۔ اور جتنے آلات اس کام میں لئے گئے سب اللہ ہی کے مخلوق تھے اور اسی کے حکم سے انھوں نے کام دیے، جو تمام عقلاء کے نزدیک ایک فریق کی تعریف ہے اور دوسرے کی مذمت، تمام کچہریاں جو عقل سے حصہ رکھتی ہوں ان زہر نوشوں کو مجرم بنائیں گی، پھر کیوں بناتی ہیں، نہ زہر ان کا پیدا کیا ہوا نہ زہر میں قوت اہلاک ان کی رکھی ہوئی، ـــــ

....

نہ ہاتھ ان کا پیدا کیا ہوا نہ اس کے بڑھانے اٹھانے کی قوت ان کی رکھی ہوئی، نہ دہن وحلق ان کے پیدا کیے ہوئے نہ ان میں جذب و کشش کی قوت ان کی رکھی ہوئی، نہ حلق سے اتر جانا ان کے ارادے سے ممکن تھا، آدمی پانی پیتا ہے اور چاہتا ہے کہ حلق سے اترے مگر اچھو ہو کر نکل جاتا ہے اس کا چاہا نہیں چلتا۔ جب تک وہی نہ چاہے جو صاحب سارے جہان کا ہے۔

اب حلق سے اترنے کے بعد تو ظاہری نگاہوں میں بھی پینے والے کا اپنا کوئی کام نہیں، خون میں اس کا ملنا اور خون کا اسے لے کر دورہ کرنا اور دورہ میں قلب تک پہنچنا اور وہاں جا کر اسے فاسد کر دینا یہ کوئی فعل نہ اس کے ارادے سے ہے نہ اس کی طاقت سے بہتیرے زہر پی کر نادم ہوتے ہیں، پھر ہزار کوشش کرتے ہیں جو ہونی ہے ہو کر رہتی ہے۔ اگر اس کے ارادہ سے ضرر ہوتا تو اس ارادہ سے باز آتے ہی زہر باطل ہو جانا لازم تھا، مگر نہیں ہوتا تو معلوم ہوا کہ اس کا ارادہ بے اثر ہے پھر اس سے کیوں باز پرس ہوتی ہے؟ ہاں، باز پرس کی وہی وجہ ہے کہ شہد اور زہر اسے بتا دیے تھے، عالی قدر حکمائے عظام کی معرفت سے نفع نقصان جتا دیے تھے، دست و دہان وحلق اس کے قابو میں کر دیے تھے، دیکھنے کو آنکھ، سمجھنے کو عقل اسے دے دی تھی، یہی ہاتھ جس سے اس نے زہر کی پیالی اٹھا کر پی، جام شہد کی طرف بڑھاتا اللہ تعالی اسی کا اٹھنا پیدا کر دیتا، یہاں تک کہ سب کام اول تا آخر اسی کی خلق ومشیت سے واقع ہو کر اس کے نفع کے موجب ہوتے مگر اس نے ایسا نہ کیا بلکہ کاسہ زہر کی طرف ہاتھ بڑھایا وراس کے پینے کا عزم لایا وہ غنی بے نیاز دونوں جہان سے بے پروا ہے وہاں تو عادت جاری ہو رہی ہے کہ یہ قصد کرے اور وہ خلق فرما دے، اس نے اسی کاسہ کا اٹھنا اور حلق سے اترنا دل تک پہنچنا وغیرہ وغیرہ پیدا فرما دیا پھر یہ کیونکر بے جرم قرار پا سکتا ہے۔ انسان میں یہ قصد وارادہ واختیار ہونا ایسا واضح وروشن وبدیہی امر ہے جس سے انکار نہیں کر سکتا مگر مجنون، ہر شخص سمجھتا ہے کہ مجھ میں اور پتھر میں ضرور فرق ہے ہر شخص جانتا ہے کہ انسان کے چلنے پھرنے، کھانے پینے، اٹھنے بیٹھنے وغیرہ وغیرہ افعال کے حرکات ارادی ہیں ہر شخص آگاہ ہے کہ انسان کا کام کرنے کے لئے ہاتھ کو حرکت دینا اور وہ جنبش جو ہاتھ کو رعشہ سے ہو، ان میں صریح فرق ہے ہر شخص واقف ہے کہ جب وہ اوپر کی جانب جست کرتا اور اس کی طاقت ختم ہونے پر زمین پر گرتا ہے ان دونوں حرکتوں میں تفرقہ ہے اوپر کودنا اپنے اختیار وارادہ سے تھا اگر نہ چاہتا نہ کودتا اور یہ حرکت تمام ہو کر اب زمین پر آنا اپنے ارادے واختیار سے نہیں۔

ولہذا اگر رکنا چاہے تو نہیں رک سکتا، بس یہی ارادہ، یہی اختیار جو ہر شخص اپنے نفس میں دیکھ رہا ہے عقل کے ساتھ اس کا پایا جانا، یہی مدار امر ونہی وجزا وسزا وعقاب وپرسش وحساب ہے، اگرچہ بلاشبہہ بلا ریب قطعاً یقیناً یہ ارادہ واختیار بھی اللہ عزوجل ہی کا پیدا کیا ہوا ہے جیسے انسان خود بھی اسی کا بنایا ہوا ہے آدمی جس طرح نہ آپ سے آپ بن سکتا تھا نہ اپنے لئے آنکھ، کان، ہاتھ، پاؤں، زبان وغیرہا بنا سکتا تھا، یونہی اپنے لئے طاقت، قوت، ارادہ، اختیار بھی نہیں بنا سکتا، سب کچھ اس نے دیا اور اسی نے بنایا، مگر اس سے یہ سمجھ لینا کہ جب ہمارا ارادہ و اختیار بھی خدا ہی کا مخلوق ہے تو پھر ہم پتھر ہو گئے قابل سزا وجزا وباز پرس نہ رہے، کیسی سخت جہالت ہے، صاحبو! تم میں خدا نے کیا پیدا کیا؟ ارادہ واختیار، تو ان کے پیدا ہونے سے تم صاحب ارادہ۔ صاحب اختیار ہوئے یا مضطر، مجبور، ناچار، صاحبو! تمھاری اور پتھر کی حرکت میں فرق کیا تھا، یہ کہ وہ ارادہ واختیار نہیں رکھتا اور تم میں اللہ تعالی نے یہ صفت پیدا کی عجب عجب کہ وہی صفت جس کے پیدا ہونے نے تمھاری حرکات کو پتھر کی حرکات سے ممتاز کر دیا، اسی کی پیدائش کو اپنے پتھر ہو جانے کا سبب سمجھو یہ کیسی الٹی مت ہے؟ اللہ تعالی نے ←

....

ہماری آنکھیں پیدا کیں ان میں نور خلق کیا اس سے ہم انکھیارے ہوئے نہ کہ معاذ اللہ اندھے یونہی اس نے ہم میں ارادہ واختیار پیدا کیا اس سے ہم اس کی عطا کے لائق مختار ہوئے، نہ کہ الٹے مجبور۔

ہاں یہ ضرور ہے کہ جب وقتا فوقتا ہر فرد اختیار بھی اسی کی خلق اسی کی عطا ہے ہماری اپنی ذات سے نہیں تو مختار کردہ ہوئے خود مختار نہ ہوئے پھر اس میں کیا حرج ہے؟ بندے کی شان ہی نہیں کہ خود مختار ہوسکے نہ جزا وسزا کے لئے خود مختار ہونا ہی ضرور۔ ایک نوع اختیار چاہیے، کس طرح ہو، وہ بداہۃ حاصل ہے۔

آدمی انصاف سے کام لے تو اسی قدر تقریر و مثال کافی ہے شہد کی پیالی اطاعت الٰہی ہے اور زہر کا کاسہ اس کی نافرمانی اور وہ عالی شان حکماء انبیائے کرام علیہم الصلوۃ والسلام۔ اور ہدایت اس شہد سے نفع پانا ہے کہ اللہ ہی کے ارادے سے ہوگا اور ضلالت اس زہر کا ضرور پہنچنا کہ یہ بھی اسی کے ارادے سے ہوگا مگر اطاعت والے تعریف کئے جائیں گے اور تمرد (سرکشی) والے مذموم وملزم ہوکر سزا پائیں گے۔

پھر بھی جب تک ایمان باقی ہے یغفر لمن یشاء ۱؎ (جسے چاہے بخش دے۔ت) باقی ہے۔(۱؎ القرآن الکریم ۲/ ۲۸۴)

والحمد للہ رب العلمین. لہ الحکم و الیہ ترجعون. اور سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو پروردگار ہے تمام جہانوں کا، حکم اسی کا ہے اور اسی کی طرف تمہیں لوٹنا ہے۔(ت)

قرآن عظیم میں یہ کہیں نہیں فرمایا کہ ان اشخاص کو زیادہ ہدایت نہ کرو۔۔۔۔ ہاں یہ ضرور فرمایا ہے کہ ہدایت ضلالت سب اس کے ارادہ سے ہے، اس کا بیان بھی ہوچکا اور آئندہ ان شاء اللہ تعالی اور زیادہ واضح ہوگا۔

نیز فرمایا: ان الذین کفروا سواء علیهم ء انذرتهم ام لم تنذرهم لا یؤمنون. ۱؎ وہ علم الٰہی میں کافر ہیں انھیں ایک سا ہے چاہے تم ان کو ڈراؤ یا نہ ڈراؤ وہ ایمان نہ لائیں گے۔(۱؎ القرآن الکریم ۲/ ۶)

ہمارے نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم تمام جہان کے لئے رحمت بھیجے گئے جو کافر ایمان نہ لاتے ان کا نہایت غم حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو ہوتا، یہاں تک کہ اللہ عزوجل نے فرمایا: فلعلك باخع نفسك علی اٰثارهم ان لم یؤمنوا بهذا الحدیث اسفا . ۲؎ شاید تم ان کے پیچھے اپنی جان پر کھیل جاؤ گے اس غم میں کہ وہ اس کلام پر ایمان نہ لائیں۔(۲؎ القرآن الکریم ۱۸/ ۶)

لہذا حضور کی تسکین خاطر اقدس کو یہ ارشاد ہوا ہے کہ جو ہمارے علم میں کفر پر مرنے والے ہیں والعیاذ باللہ تعالی وہ کس طرح ایمان نہ لائیں گے، تم اس کا غم نہ کرو۔ لہذا یہ فرمایا کہ تمھارا "سمجھانا نہ سمجھانا" ان کو" یکساں ہے۔ یہ نہیں فرمایا کہ "تمھارے حق میں" یکساں ہے، کہ ہدایت معاذ اللہ امر فضول ٹھہرے۔ ہادی کا اجر اللہ پر ہے، چاہے کوئی مانے نہ مانے۔

وما علی الرسول الا البلاغ المبین . ۳؎ اور رسول کے ذمہ نہیں مگر صاف پہنچا دینا (ت)(۳؎ القرآن الکریم ۲۴/ ۵۴) -

وما اسئلکم علیه من اجر ان اجری الا علی رب العالمین ۴؎ اور میں تم سے اس پر کچھ اجرت نہیں مانگتا، میرا اجر تو اسی پر ہے جو سارے جہاں کا رب ہے۔(۴؎ القرآن الکریم ۲۶/ ۱۰۹)

اللہ خوب جانتا ہے اور آج سے نہیں ازل الآزال سے کہ اتنے بندے ہدایت پائیں گے اور اتنے چاہ ضلالت میں ڈوبیں گے مگر بھی ←

....

اپنے رسولوں کو ہدایت سے منع نہیں فرمایا کہ جو ہدایت پانے والے ہیں ان کے لئے سبب ہدایت ہوں اور جو نہ پائیں ان پر حجت الٰہیہ قائم ہو۔ وللہ الحجۃ البالغۃ (اور اللہ ہی کی حجت پوری ہے۔ت)

ابن جریر عن انس رضی اللہ تعالی عنہ قال لما بعث اللہ تعالی موسی علیہ الصلاۃ والسلام الی فرعون نودی لن یفعل، فلم الفعل؛ فقال فناداہ اثنا عشر ملکا من علماء الملئکۃ: امض لما امرت بہ. فانا جھدنا ان نعلم ھذا فلم نعلمہ۔ ۱؎ ابن جریر نے حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کی کہ جب سیدنا موسی علیہ الصلاۃ والسلام کو مولی عزوجل نے رسول کر کے فرعون کی طرف بھیجا موسی علیہ السلام چلے تو ندا ہوئی مگر اے موسی فرعون ایمان نہ لائے گا، موسی نے دل میں کہا پھر میرے جانے سے کیا فائدہ ہے ؟ اس پر بارہ علماء ملائکہ عظام علیہم السلام نے کہا اے موسی آپ کو جہاں کا حکم ہے جایئے، یہ وہ راز ہے کہ بادصف کوشش آج تک ہم پر بھی نہ کھلا۔

اور آخر نفع بعثت سب نے دیکھ لیا کہ دشمنان خدا ہلاک ہوئے، دوستان خدا نے ان کی غلامی، ان کے عذاب سے نجات پائی ایک جلسے میں ستر ہزار ساحر سجدہ میں گر گئے اور ایک زبان بولے اٰمنا برب العالمین رب موسی وھارون ۲؎ ہم اس پر ایمان لائے جو رب ہے سارے جہاں کا، رب ہے موسی وہارون کا۔ (۲؎ القرآن الکریم ۷/۱۲۱و۱۲۲)

مولی عزوجل قادر تھا اور ہے کہ بے کسی نبی وکتاب کے تمام جہان کو ایک آن میں ہدایت فرمادے۔ ولو شاء اللہ لجمعھم علی الھدی فلا تکونن من الجھلین ۳؎ اور اللہ چاہتا تو انہیں ہدایت پر اکٹھا کر دیتا تو اے سننے والے! تو ہرگز نادان نہ بن۔

(۳؎ القرآن الکریم ۶/۳۵)

مگر اس نے دنیا کو عالم اسباب بنایا ہے اور ہر نعمت میں اپنی حکمت بالغہ کے مطابق مختلف حصہ رکھا ہے وہ چاہتا تو انسان وغیرہ جانداروں کو بھوک ہی نہ لگتی، یا بھوکے ہوتے تو کسی کا صرف نام پاک لینے سے، کسی کا ہوا سونگھنے سے پیٹ بھرتا، زمین جوتنے سے روٹی پکانے تک جو سخت مشقتیں پڑتی ہیں کسی کو نہ ہوتیں، مگر اس نے یونہی چاہا اور اس میں بھی بے شمار اختلاف رکھا کسی کو اتنا دیا کہ لاکھوں پیٹ اس کے در سے پلتے ہیں، اور کسی پر اس کے اہل وعیال کے ساتھ تین تین فاقے گزرتے ہیں۔

غرض ہر چیز میں اھم یقسمون رحمۃ ربک. نحن قسمنا بینھم ۴؎ (کیا تمھارے رب کی رحمت وہ بانٹتے ہیں، ہم نے ان میں ان کی زیست کا سامان دنیا کی زندگی میں بانٹا۔ت) (۴؎ القرآن الکریم ۴۳/۳۲) کی نیرنگیاں ہیں۔ احمق، بدعقل، یا اجہل بددین وہ اس کے ناموس میں چون وچرا کرے کہ یوں کیوں کیا یوں کیوں نہ کیا؟ سنتا ہے اس کی شان ہے یفعل اللہ مایشاء ۵؎ اللہ جو چاہے کرتا ہے (۵؎ القرآن الکریم ۱۴/۲۷)

اس کی شان ہے ان اللہ یحکم مایرید ۶؎ اللہ جو چاہے حکم فرماتا ہے۔ (۶؎ القرآن الکریم ۵/۱)

اس کی شان ہے لا یسئل عما یفعل وھم یسئلون ۱؎ وہ جو کچھ کرے اس سے کوئی پوچھنے والا نہیں اور سب سے سوال ہوگا

(۱؎ القرآن الکریم ۲۱/۲۳) ←

زید نے روپے کی ہزار اینٹیں خریدیں، پانچسو ۵۰۰ مسجد میں لگائیں، پانسو ۵۰۰ پاخانہ کی زمین اور قدمچوں میں کیا اس سے کوئی الجھ سکتا ہے کہ ایک ہاتھ کی بنائی ہوئی، ایک مٹی سے بنی ہوئی، ایک آوے سے پکی ہوئی ایک روپے کی مول لی ہوئی ہزار اینٹیں تھیں، ان پانسو میں کیا خوبی تھی کہ مسجد میں صرف کیں، اور ان میں کیا عیب تھا کہ جائے نجاست میں رکھیں اگر احمق اس سے پوچھے بھی تو وہ یہی کہے گا کہ میری ملک تھیں میں نے جو چاہا کیا۔

جب مجازی جھوٹی ملک کا یہ حال تو حقیقی سچی ملک کا کیا پوچھنا۔ ہمارا اور ہماری جان ومال اور تمام جہان کا وہ ایک اکیلا پاک نرالا سچا مالک ہے۔ اس کے کام، اس کے احکام میں کسی کو مجال دم زدن کیا معنی! کیا کوئی اسکا ہمسر یا اس پر افسر ہے جو اس سے کیوں اور کیا کہے۔ مالک علی الاطلاق ہے، بے اشتراک ہے، جو چاہا کیا اور جو چاہے کرے گا، ذلیل فقیر بے حیثیت حقیر اگر بادشاہ جبار سے الجھے تو اسکا سر کھجایا ہے، شامت نے گھیرا ہے اس ہر عاقل یہی کہے گا کہ او بدعقل، بے ادب! اپنی حد پر رہ، جب یقیناً معلوم ہے کہ بادشاہ کمال عادل اور جمیع کمال صفات میں یکتا وکامل ہے تو تجھے اس کے احکام میں دخل دینے کی کیا مجال!؎

گدائے خاک نشینی تو حافظا مخروش نظام مملکت خویش خسرواں دانند ۲؎

(تو خاک نشینی گدا گر ہے اے حافظ! شور مت کر، اپنی سلطنت کے نظام کو بادشاہ جانتے ہیں ت)

(۲؎ دیوان حافظ، ردیف شین معجمہ، سب رنگ کتاب گھر، دہلی، ص ۲۵۸)

افسوس کہ دنیوی، مجازی، جھوٹے بادشاہوں کی نسبت تو آدمی کو یہ خیال ہو اور ملک الملوک بادشاہ حقیقی جل جلالہ کے احکام میں رائے زنی کرے، سلاطین تو سلاطین اپنا برابر زئی بلکہ اپنے سے بھی کم رتبہ شخص بلکہ اپنا نوکر یا غلام جب کسی صفت کا استاد ماہر ہو اور خود یہ شخص اس سے آگاہ نہیں تو اس کے اکثر کاموں کو ہرگز نہ سمجھ سکے گا، یہ اتنا ادراک ہی نہیں رکھتا، مگر عقل سے حصہ ہے تو اس پر معترض بھی نہ ہوگا۔ جان لے گا کہ یہ اس کام کا استاد وحکیم ہے، میرا خیال وہاں تک نہیں پہنچ سکتا۔

غرض اپنی فہم کو قاصر جانے گا نہ کہ اس کی حکمت کو۔ پھر رب الارباب، حکیم حقیقی، عالم السر والخفی عز جلالہ کے اسرار میں خوض کرنا اور جو سمجھ میں نہ آئے اس پر معترض ہوتا اگر بے دینی نہیں جنون ہے۔ اگر جنون نہیں بے دینی ہے، والعیاذ باللہ رب العالمین۔

اے عزیز! کسی بات کو حق جاننے کے لئے اس کی حقیقت جاننی لازم نہیں ہوتی، دنیا جانتی ہے کہ مقناطیس لوہے کو کھینچتا ہے، اور مقناطیسی قوت دیا ہوا لوہا ستارہ قطب کی طرف توجہ کرتا ہے۔ مگر اس کی حقیقت وکنہ کوئی نہیں بتا سکتا کہ اس خاکی لوہے اور اس افلاکی ستارے میں کہ یہاں سے کروڑوں میل دور ہے باہم کیا الفت؟ اور کیونکر اسے اس کی جہت کا شعور ہے؟ اور ایک یہی نہیں عالم میں ہزاروں ایسے عجائب ہیں کہ بڑے بڑے فلاسفہ خاک چھان کر مر گئے اور ان کی کنہ نہ پائی۔ پھر اس سے ان باتوں کا انکار نہیں ہوسکتا، آدمی اپنی جان ہی کو بتائے وہ کیا شیئ ہے جسے یہ "میں" کہتا ہے، اور کیا چیز جب نکل جاتی ہے تو یہ مٹی کا ڈھیر بے حس وحرکت رہ جاتا ہے۔

اللہ جل جلالہ فرقان حکیم میں فرماتا ہے: وماتشاؤون الا ان یشاء اللہ رب العالمین۔ ۱؎ تم کیا چاہو، مگر یہ کہ چاہے اللہ رب سارے جہان کا۔(۱؎ القرآن الکریم ۸۱/۲۹)

←

....

اور فرماتا ہے: ھل من خالق غیر اللہ ۲؎ کیا کوئی اور بھی کسی چیز کا خالق ہے سوا اللہ کے (۲؎ القرآن الکریم ۳۵/۳)

اور فرماتا ہے: لھم الخیرۃ ۳؎ اختیار خاص اسی کو ہے۔ (۳؎ القرآن الکریم ۲۸/ ۶۸ و ۳۳/۳۶)

اور فرماتا ہے: الا لہ الخلق والامر تبٰرک اللہ رب العالمین ۴؎ سنتے ہو پیدا کرنا اور حکم دینا اسی کے لیے ہے بڑی برکت والا ہے اللہ مالک سارے جہان کا۔ (۴؎ القرآن الکریم ۷/ ۵۴)

یہ آیات کریمہ صاف ارشاد فرمارہی ہیں کہ پیدا کرنا، عدم سے وجود میں لانا خاص اسی کا کام ہے، دوسرے کو اس میں اصلا (بالکل) شرکت نہیں، نیز اصل اختیار اسی کا ہے، نیز بے اس کی مشیت کے کسی کی مشیت نہیں ہوسکتی۔

اور وہی مالک ومولی جل وعلا اسی قرآن کریم میں فرماتا ہے: ذلک جزینھم ببغیھم وانا لصدقون ۱؎ یہ ہم نے ان کی سرکشی کا بدلہ انھیں دیا، اور بیشک بالیقین ہم سچے ہیں۔ (۱؎ القرآن الکریم ۶/ ۱۴۶)

اور فرماتا ہے: وما ظلمنٰھم ولکن کانوا انفسھم یظلمون ۲؎ ہم نے ان پر کچھ ظلم نہ کیا بلکہ وہ خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے (۲؎ القرآن الکریم ۱۶/ ۱۱۸)

اور فرماتا ہے: اعملوا ما شئتم انہ بما تعملون بصیر ۳؎ جو تمھارا جی چاہے کئے جاؤ اللہ تمھارے کاموں کو دیکھ رہا ہے۔ (۳؎ القرآن الکریم ۴۱/ ۴۰)

اور فرماتا ہے: وقل الحق من ربکم فمن شاء فلیؤمن ومن شاء فلیکفر انا اعتدنا للظالمین نارا احاط بھم سرادقھا ۴؎ اے نبی! تم فرمادو کہ حق تمھارے رب کے پاس سے ہے تو جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر کرے بیشک ہم نے ظالموں کے لئے وہ آگ تیار کر رکھی ہے جس کے سراپردے انھیں گھیریں گے ہر طرف آگ ہی آگ ہوگی۔

(۴؎ القرآن الکریم ۱۸/ ۲۹)

اور فرماتا ہے: قال قرینہ ربنا ما اطغیتہ ولکن کان فی ضلال بعید قال لا تختصموا لدی وقد قدمت الیکم بالوعید ما یبدل القول لدی وما انا بظلام للعبید ۱؎ کافر کا ساتھی شیطان بولا اے رب ہمارے! میں نے انھیں سرکش نہ کردیا تھا یہ آپ ہی دور کی گمراہی میں تھا، رب عزوجل نے فرمایا میرے حضور فضول جھگڑا نہ کرو، میں تو تمھیں پہلے ہی سزا کا ڈر سنا چکا تھا، میرے یہاں بات بدلی نہیں جاتی، اور نہ میں بندوں پر ظلم کروں۔ (۱؎ القرآن الکریم ۵۰/ ۲۷ و ۲۹)

یہ آیتیں صاف ارشاد فرمارہی ہیں کہ بندہ خود ہی اپنی جان پر ظلم کرتا ہے وہ اپنی ہی کرنی بھرتا ہے وہ ایک حرام کا اختیار وارادہ ضرور رکھتا ہے، اب دونوں قسم کی سب آیتیں قطعا مسلمان کا ایمان ہیں۔ بے شک بے شبہ بندہ کے افعال کا خالق بھی خدا ہی ہے۔ بے شک بندہ بے ارادہ الٰہیہ کچھ نہیں کرسکتا، اور بے شک بندہ اپنی جان پر ظلم کرتا ہے، بے شک وہ اپنی ہی بداعمالیوں کے سبب مستحق سزا ہے۔

یہ دونوں باتیں جمع نہیں ہوسکتیں مگر یونہی کہ عقیدہ اہل سنت وجماعت پر ایمان لایا جائے، وہ کیا بات ہے؟ وہ جو اہل سنت کے سردار ومولی امیر المؤمنین علی مرتضی کرم اللہ تعالی وجہہ الکریم نے انہیں تعلیم فرمایا۔ ←

....

ابونعیم حلیۃ الاولیاء میں بطریق امام شافعی عن یحیی بن سلیم امام جعفر صادق سے، وہ حضرت امام باقر، وہ حضرت عبداللہ بن جعفر طیار، وہ امیر المؤمنین مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے راوی: انہ خطب الناس یوما (فذکر خطبتہ ثم قال) فقام الیہ رجل ممن کان شهد معه الجمل. فقال یاامیر المؤمنین اخبرنا عن القدر. فقال بحر عمیق فلا تلجه. قال یا امیر المؤمنین اخبرنا عن القدر. قال سر الله فلا تتكلفه. قال یا امیر المؤمنین اخبرنا عن القدر. قال اما اذا ابیت فانه امر بین امرین لا جبر ولا تفویض. قال یا امیر المؤمنین ان فلانا یقول بالاستطاعة. وهو حاضرك. فقال علی به فاقاموه فلما راٰه سل سیفه قدر اربع اصابع. فقال الاستطاعة تملكها مع الله او من دون الله؟ وایاك ان تقول احدهما فترتد فاضرب عنقك. قال فما اقول یا امیر المؤمنین قال قل املکها بالله الذی ان شاء ملكنیها. ۱؎

یعنی ایک دن امیر المؤمنین خطبہ فرما رہے تھے، ایک شخص نے کہ واقعہ جمل میں امیر المؤمنین کے ساتھ تھے کھڑے ہو کر عرض کی: یا امیر المؤمنین! ہمیں مسئلہ تقدیر سے خبر دیجئے، فرمایا: گہرا دریا ہے اس میں قدم نہ رکھ، عرض کی: یا امیر المؤمنین! ہمیں خبر دیجئے، فرمایا: اللہ کا راز ہے زبردستی اس کا بوجھ نہ اٹھا۔ عرض کی: یا امیر المؤمنین ہمیں خبر دیجئے فرمایا: اگر نہیں مانتا تو ایک امر ہے دو امروں کے درمیان، نہ آدمی مجبور محض ہے نہ اختیار اسے سپرد ہے۔ عرض کی: یا امیر المؤمنین فلاں شخص کہتا ہے کہ آدمی اپنی قدرت سے کام کرتا ہے، اور وہ حضور میں حاضر ہے، مولیٰ علی فرمایا: میرے سامنے لاؤ، لوگوں نے اسے کھڑا کیا۔ جب امیر المؤمنین نے اسے دیکھا تیغ مبارک چار انگل کے قدر نیام سے نکال لی اور فرمایا: کام کی قدرت کا تو خدا کے ساتھ مالک ہے یا خدا سے جدا مالک ہے؟ اور سنتا ہے خبردار ان دونوں میں سے کوئی بات نہ کہنا کہ کافر ہو جائیگا اور میں تیری گردن ماردوں گا۔ اس نے کہا: یا امیر المؤمنین! پھر میں کیا کہوں؟ فرمایا: یوں کہہ کہ اس خدا کے دیے سے اختیار رکھتا ہوں کہ اگر وہ چاہے تو مجھے اختیار دے بے اس کی مشیت کے مجھے کچھ اختیار نہیں۔ (۱؎ حلیۃ الاولیاء)

بس یہی عقیدہ اہلسنت ہے کہ انسان پتھر کی طرح مجبور محض ہے نہ خود مختار، بلکہ ان دونوں کے بیچ میں ایک حالت ہے جس کی کنہ راز خدا اور ایک نہایت عمیق دریا ہے۔ اللہ عزوجل کی بے شمار رضائیں امیر المؤمنین علی پر نازل ہوں کہ ان دونوں الجھنوں کو دو فقروں میں صاف فرما دیا، ایک صاحب نے اسی بارے میں سوال کیا کہ کیا معاصی بھی بے ارادہ الٰہیہ واقع نہیں ہوتے؟ فرمایا تو کیا کوئی زبردستی اس کی معصیت کرے گا افیعصی قهرا یعنی وہ نہ چاہتا تھا کہ اس سے گناہ ہو مگر اس نے کر ہی لیا تو اس کا ارادہ زبردست پڑا معاذ اللہ خدا بھی دنیا کے مجازی بادشاہوں کی طرح ہوا کہ وہ ڈاکوؤں، چوروں کا بہتیرا بندوبست کریں پھر بھی ڈاکو اور چور اپنا کام کر ہی گزرتے ہیں۔ حاشا وہ ملک الملوک بادشاہ حقیقی قادر مطلق ہرگز ایسا نہیں کہ اس کے ملک میں بے اس کے حکم کے ایک ذرہ جنبش کر سکے، وہ صاحب کہتے ہیں فكانما القمنی حجرا ۲؎ مولیٰ علی نے یہ جواب دے کر گویا میرے منہ میں پتھر رکھ دیا کہ آگے کچھ کہتے بن ہی نہ پڑا۔

(۲؎ قول مولیٰ علی)

عمرو بن عبید معتزلی کہ بندے کے افعال خدا کے ارادہ سے نہ جانتا تھا کہ خود کہتا ہے کہ مجھے کسی نے ایسا الزام نہ دیا جیسا ایک مجوسی نے دیا جو میرے ساتھ جہاز میں تھا، میں نے کہا تو مسلمان کیوں نہیں ہوتا؟ کہا خدا نہیں چاہتا، میں نے کہا خدا تو چاہتا ہے مگر شیطان ـــــ

....

تجھے نہیں چھوڑتے، کہا تو میں شریک غالب کے ساتھ ہوں، اسی ناپاک شناعت کے رد کی طرف مولی علی نے اشارہ فرمایا کہ وہ نہ چاہے تو کیا کوئی زبردستی اس کی معصیت کرے گا؟۔ باقی رہا اس مجوسی کا عذر، وہ بعینہ ایسا ہے کہ کوئی بھوکا ہے بھوک سے دم نکلا جاتا ہے، کھانا سامنے رکھا ہے اور نہیں کھاتا کہ خدا کا ارادہ نہیں، اس کا ارادہ ہوتا تو میں ضرور کھالیتا، اس احمق سے یہی کہا جائے گا کہ خدا کا ارادہ نہ ہونا تو نے کاہے سے جانا؟ اسی سے کہ تو نہیں کھاتا، تو کھانے کا قصد تو کر، دیکھ تو ارادہ الٰہیہ سے کھانا ہو جائے گا۔ ایسی اوندھی مت اسی کو آتی ہے جس پر موت سوار ہے۔ غرض مولی علی نے یہ تو اس کا فیصلہ فرمایا کہ جو کچھ ہوتا ہے بے ارادہ الٰہیہ نہیں ہوسکتا۔

دوسری بات کہ جزا و سزا کیوں ہے؟۔ اس کا یوں فیصلہ ارشاد ہوا، ابن ابی حاتم و اصبہانی ولالکائی و خلعی حضرت امام جعفر صادق وہ اپنے والد ماجد حضرت امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں، قال قيل لعلى بن ابى طالب ان هٰهنا رجلا يتكلم فى المشيئة فقال له على يا عبدالله خلقك الله لما يشاء او لما شئت؟ قال بل لما يشاء قال فيمرضك اذا شاء أو اذا شئت؟ قال بل اذا شاء، قال فيميتك اذا شاء او اذا شئت؟ قال اذا شاء، قال فيدخلك حيث شاء او حيث شئت؟ قسال بل حيث يشاء، قال والله لو قلت غير ذلك لضربت الذى فيه عيناك بالسيف . ثم تلا علی: وماتشاؤون الا ان يشاء الله هو اهل التقوى واهل المغفرة [1]۔

مولی علی سے عرض کی گئی کہ یہاں ایک شخص مشیت میں گفتگو کرتا ہے، مولی علی نے اس سے فرمایا، اے خدا کے بندے! خدا نے تجھے اس لئے پیدا کیا جس لئے اس نے چاہا یا اس لئے جس لئے تو نے چاہا؟ کہا: جس لئے اس نے چاہا، فرمایا: تجھے جب وہ چاہے بیمار کرتا ہے یا جب تو چاہے؟ کہا: بلکہ جب وہ چاہے۔ فرمایا: تجھے اس وقت وفات دے گا جب وہ چاہے یا جب تو چاہے؟ کہا جب وہ چاہے۔ فرمایا: تو تجھے وہاں بھیجے گا جہاں وہ چاہے یا جہاں تو چاہے؟ کہا: جہاں وہ چاہے، فرمایا: خدا کی قسم تو اس کے سوا کچھ اور کہتا تو یہ جس میں تیری آنکھیں ہیں (یعنی تیرا سر) تلوار سے مار دیتا۔ پھر مولی علی نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی: "اور تم کیا چاہو مگر یہ کہ اللہ چاہے وہ تقویٰ کا مستحق اور گناہ عفو فرمانے والا ہے۔"

([1] الدر المنثور بحوالہ ابن ابی حاتم واللالکائی فی السنۃ الخلعی فی فوائدہ عن علی تحت الآیۃ ۲۲ / ۲۳ دار احیاء التراث العربی بیروت ۶ / ۱۸ و ۱۹)

خلاصہ یہ کہ جو چاہا کیا اور جو چاہے گا کرے، بناتے وقت تجھ سے مشورہ نہ لیا تھا بھیجتے وقت بھی نہ لے گا، تمام عالم اس کی ملک ہے، اور مالک سے دربارہ ملک سوال نہیں ہوسکتا۔

ابن عساکر نے حارث ہمدانی سے روایت کی ایک شخص نے آکر امیر المؤمنین مولی علی سے عرض کی: یا امیر المؤمنین! مجھے مسئلہ تقدیر سے خبر دیجئے۔ فرمایا: تاریک راستہ ہے اس میں نہ چل۔ عرض کی: یا امیر المؤمنین! مجھے خبر دیجئے۔ فرمایا: گہرا سمندر ہے اور اس میں قدم نہ رکھ، عرض کی: یا امیر المؤمنین! فرمایا اللہ کا راز ہے تجھ پر پوشیدہ ہے اسے نہ کھول، عرض کی: یا امیر المؤمنین! مجھے خبر دیجئے۔ فرمایا: "ان الله خالقك كما شاء او كما شئت" اللہ نے تجھے جیسا اس نے چاہا بنایا یا جیسا تو نے چاہا؟ عرض کی: جیسا اس نے چاہا: فرمایا: "فيستعملك كما شاء او كما شئت" تو تجھ سے کام ویسا لے گا جیسا وہ چاہے یا جیسا تو چاہے؟ عرض کی: جیسا وہ چاہے۔ ←

عقیدہ (۴۲): حقیقۃً روزی پہنچانے والا وہی ہے(31)، ملائکہ وغیرہم وسائل و وسائط ہیں۔(32)

فرمایا: "فیبعثك یوم القیٰمة کما شاء او کما شئت" تجھے قیامت کے دن جس طرح وہ چاہے گا اٹھائے گا یا جس طرح تو چاہے؟۔ کہا: جس طرح وہ چاہے۔ فرمایا: "ایھا السائل تقول لاحول ولا قوۃ الا بمن" اے سائل! تو کہتا ہے کہ نہ طاقت ہے نہ قوت ہے مگر کس کی ذات سے؟۔ کہا: اللہ علی عظیم کی ذات سے۔ فرمایا تو اس کی تفسیر جانتا ہے؟۔ عرض کی "امیرالمؤمنین کو جو علم اللہ نے دیا ہے اس سے مجھے تعلیم فرمائیں۔ فرمایا: "ان تفسیرھا لا یقدر علی طاعة الله ولا یکون قوۃ فی معصیة الله فی الامرین جمیعا الا بالله" اس کی تفسیر یہ ہے کہ نہ طاعت کی طاقت، نہ معصیت کی قوت دونوں اللہ ہی کے دیے سے ہیں۔ پھر فرمایا: "ایھا السائل الك مع الله مشیة او دون الله مشیة، فان قلت ان لك دون الله مشیة، فقد ا کتفیت بھا عن مشیة الله وان زعمت ان لك فوق الله مشیة فقد ادعیت مع الله شر کا فی مشیته" اے سائل: تجھے خدا کے ساتھ اپنے کام کا اختیار ہے یا بے خدا کے؟ اگر تو کہے کہ بے خدا کے تجھے اختیار حاصل ہے تو تو نے ارادہ الٰہیہ کی کچھ حاجت نہ رکھی، جو چاہے خود اپنے ارادے سے کرلے گا، خدا چاہے یا نہ چاہے، اور یہ سمجھے کہ خدا سے اوپر تجھے اختیار حاصل ہے تو تو نے اللہ کے ارادے میں اپنے شریک ہونے کا دعویٰ کیا۔ پھر فرمایا: ایھا السائل الله یشج ویداوی فمنه الداء ومنه الدواء اعقلت عن الله امرہ۔ اے سائل: بیشک اللہ زخم پہنچاتا ہے اور اللہ ہی دوا دیتا ہے تو اسی سے مرض ہے اور اسی سے دوا، کیوں تو نے اب تو اللہ کا حکم سمجھ لیا؟۔ اس نے عرض کی: ہاں۔ حاضرین سے فرمایا: الأن اسلم اخو کم فقوموا فصافحوا اب تمہارا یہ بھائی مسلمان ہوا، کھڑے ہو اس سے مصافحہ کرو۔ پھر فرمایا: لو ان عندی رجلا من القدریة لاخذت برقبته ثم لا ازال اجرھا حتی اقطعھا فانھم یھود ھذہ الامة ونصاراھا ومجوسھا اگر میرے پاس کوئی شخص ہو جو انسان کو اپنے افعال کا خالق جانتا اور تقدیر الٰہی سے وقوع طاقت و معصیت کا انکار کرتا ہو تو میں اس کی گردن پکڑ کر دبوچتا رہوں گا یہاں تک کہ الگ کاٹ دوں، اس لئے کہ وہ اس امت کے یہودی اور نصرانی و مجوسی ہیں۔ یہودی اس لئے فرمایا کہ ان پر خدا کا غضب ہے اور یہود مغضوب علیہم ہیں، اور نصرانی و مجوسی اس لئے فرمایا کہ نصاریٰ تین خدا مانتے ہیں، مجوسی یزدان و اہرمن دو خالق مانتے ہیں، یہ بے شمار خالقوں پر ایمان لا رہے ہیں کہ ہر جن و انس کو اپنے افعال خالق گا رہے ہیں، والعیاذ باللہ رب العالمین۔

یہ اس مسئلہ میں اجمالی کلام ہے، مگر ان شاء اللہ تعالیٰ کافی و وافی و شافی جس سے ہدایت والے ہدایت پائیں گے اور ہدایت اللہ ہی کے ہاتھ ہے، وللہ الحمد واللہ سبحٰنہ وتعالیٰ اعلم (فتاوی رضویہ، جلد ۲۹، ص ۲۸۷۔۳۰۲ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(31) اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِیْنُ۔

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک اللہ ہی بڑا رزق دینے والا قوت والا قدرت والا ہے۔ (پ ۲۷، الذّٰریٰت: ۵۸)

(32) (۱) فَالْمُقَسِّمٰتِ اَمْرًا۔ (پ ۲۶، الذّٰریٰت: ۴)

ترجمۂ کنزالایمان: پھر حکم سے بانٹنے والیاں۔

اس آیت کے تحت مفسر شہیر مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ ارشاد فرماتے ہیں کہ فرشتوں کی وہ جماعتیں جو بحکمِ الٰہی ←

عقیدہ (۲۴): ہر بھلائی، بُرائی اُس نے اپنے علمِ اَزلی کے موافق مقدّر فرما دی ہے، جیسا ہونے والا تھا اور جو جیسا کرنے والا تھا، اپنے علم سے جانا اور وہی لکھ لیا تو یہ نہیں کہ جیسا اُس نے لکھ دیا ویسا ہم کو کرنا پڑتا ہے، بلکہ جیسا ہم کرنے والے تھے ویسا اُس نے لکھ دیا۔ زید کے ذمّہ برائی لکھی اس لیے کہ زید برائی کرنے والا تھا، اگر زید بھلائی کرنے والا ہوتا وہ اُس کے لیے بھلائی لکھتا تو اُس کے علم یا اُس کے لکھ دینے نے کسی کو مجبور نہیں کر دیا۔ تقدیر کے انکار کرنے والوں کو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس اُمت کا مجوس بتایا۔(33)

بارش و رزق وغیرہ تقسیم کرتی ہیں اور جن کو اللہ تعالیٰ نے مدبّرات الامر کیا ہے اور عالم میں تدبیر و تصرّف کا اختیار عطا فرمایا ہے۔ بعض مفسرین کا قول ہے کہ یہ تمام صفتیں ہواؤں کی ہیں کہ وہ خاک بھی اڑاتی ہیں، بادلوں کو بھی اٹھائے پھرتی ہیں، پھر انہیں لے کر بسہولت چلتی ہیں، پھر اللہ تعالیٰ کے بلاد میں اس کے حکم سے بارش کو تقسیم کرتی ہیں۔ قسم کا مقصودِ اصلی اس چیز کی عظمت بیان کرنا ہے جس کے ساتھ قسم فرمائی گئی کیونکہ یہ چیزیں کمالِ قدرتِ الٰہی پر دلالت کرنے والی ہیں۔ ارباب دانش کو موقع دیا جاتا ہے کہ وہ ان میں نظر کرکے بعث و جزا پر استدلال کریں کہ جو قادرِ برحق ایسے امورِ عجیبہ پر قدرت رکھتا ہے وہ اپنی پیدا کی ہوئی چیزوں کو فنا کرنے کے بعد دوبارہ ہستی عطا فرمانے پر بے شک قادر ہے۔

(۲) فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا ۔ (پ ۳۰، النازعات: ۵)

پھر کام کی تدبیر کریں۔

(33) تقدیر کو جھٹلانا

اس سے مراد یہ ہے کہ اس بات کا انکار کرنا کہ اللہ عزوجل نے اپنے بندے پر خیر اور شر مقدر فرما دیئے ہیں، جیسا کہ معتزلہ کا گمان ہے۔ اللہ عزوجل معتزلہ پر لعنت فرمائے کیونکہ وہ یہ گمان کرتے ہیں کہ بندہ خود اپنے افعال کا خالق ہے۔ چونکہ یہ لوگ تقدیر کے منکر ہیں اس لئے ان کا نام قَدَرِیہ رکھ دیا گیا ان کا کہنا تھا: اس نام کے اصل حقدار وہ لوگ ہیں جو تقدیر کو اللہ عزوجل کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ آئندہ آنے والی صریح احادیث اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کے اقوال ان کے اس فاسد گمان کا رد کرتے ہیں اور حجت اسی میں ہے ان فاسد عقلوں میں نہیں جنھوں نے اسے ان نصوص کی طرف منسوب کیا اور محض اپنے باطل تخیلات کی بناء پر قرآن وحدیث کی صریح نصوص کو اپنی گندی اور بری عادت کے مطابق چھوڑ دیا جیسے منکر نکیر کے سوال کا انکار، عذاب قبر، پل صراط، میزان، حوضِ کوثر اور آخرت میں سر کی آنکھ سے دیدار الٰہی عزوجل وغیرہ ان چیزوں کا انکار جو کہ بلاشبہ صحیح بلکہ متواتر احادیثِ مبارکہ سے ثابت ہیں، اللہ عزوجل انہیں برباد فرمائے کہ وہ سنتِ مبارکہ اور اپنے اس نبی مکرّم، نورِ مجسّم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کی شان سے کتنے بے خبر ہیں جس کے بارے میں اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا:

وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی ○ اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی ○

ترجمۂ کنز الایمان: اور وہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے وہ تو نہیں مگر وحی جو انہیں کی جاتی ہے۔ (پ27، النجم: 3۔4)

اور ان کے خلاف ہماری دلیل اللہ عزوجل کا یہ فرمانِ عالیشان ہے:

اِنَّا کُلَّ شَیْءٍ خَلَقْنٰہُ بِقَدَرٍ ○

ترجمۂ کنز الایمان: بے شک ہم نے ہر چیز ایک اندازہ سے پیدا فرمائی۔(پ27، القمر:49)

شانِ نزول:

اکثر مفسرین کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ آیت مبارکہ قدریہ کے بارے میں نازل ہوئی اور اس کی تائید یہ روایت بھی کرتی ہے: اس آیت کے نزول کا سبب یہ ہے کہ کفارِ مکہ رسولِ اکرم، شاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی بارگاہِ اقدس میں حاضر ہو کر تقدیر کے بارے میں جھگڑنے لگے تو یہ آیاتِ مبارکہ نازل ہوئیں:

اِنَّ الْمُجْرِمِیْنَ فِیْ ضَلٰلٍ وَّ سُعُرٍ ۝ یَوْمَ یُسْحَبُوْنَ فِی النَّارِ عَلٰی وُجُوْهِهِمْؕ ذُوْقُوْا مَسَّ سَقَرَ ۝ اِنَّا كُلَّ شَیْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ ۝

ترجمۂ کنز الایمان: بے شک مجرم گمراہ اور دیوانے ہیں جس دن آگ میں اپنے مونھوں پر گھسیٹے جائیں گے اور فرمایا جائے گا چکھو دوزخ کی آنچ بیشک ہم نے ہر چیز ایک اندازہ سے پیدا فرمائی۔(پ27، القمر:47-49)

(تفسیر الطبری، سورۃ القمر، تحت الآیۃ:۴۶، ج۱۱، ص۵۶۹، ملخصاً)

قدریہ ہی وہ مجرم ہیں جن کا ذکر اللہ عزوجل نے مذکورہ آیت مبارکہ میں کیا ہے، اسی طرح وہ لوگ بھی ان میں شامل ہیں جو ان کے طریقہ پر ہیں اگرچہ کامل طور پر تقدیر کے منکر نہیں جیسے معتزلہ وغیرہ۔

بعض مفسرینِ کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے آیت مبارکہ کے نزول کا سبب یہ بیان کیا ہے: نجران کے ایک پادری نے حضور نبیِ پاک، صاحبِ لَولاک، سیاحِ افلاک صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کی: اے محمد (صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم)! آپ (صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم) کا خیال ہے کہ ہر گناہ تقدیر کی وجہ سے ہوتا ہے حالانکہ ایسا نہیں۔ تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: تم لوگ اللہ عزوجل کے مخالف ہو۔ اس پر یہی آیت مبارکہ: اِنَّ الْمُجْرِمِیْنَ..... اِلٰی آخر الآیۃ نازل ہوئی۔

(الجامع لاحکام القرآن للقرطبی، سورۃ القمر، تحت الآیۃ:۴۹، ص۱۰۹)

صحیح حدیث پاک میں ہے: اللہ عزوجل نے زمین وآسمان پیدا فرمانے سے پچاس ہزار سال پہلے ہی ساری مخلوق کی تقدیریں لکھ دی تھیں۔

(صحیح مسلم، کتاب القدر، باب حجاج آدم وموسی، الحدیث:۶۷۴۸، ص۱۱۴۰)

حضرت سیدنا طاؤس رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ مجھے اللہ عزوجل کے کرم سے اُس کے محبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیوب صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے کچھ صحابہ کرام علیہم الرضوان سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا جو کہتے تھے: ہر شے اللہ عزوجل کی تقدیر سے ہوتی ہے۔ اور میں نے حضرت سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ شہنشاہِ خوش خِصال، پیکرِ حُسن وجمال صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ہر شے اللہ عزوجل کی تقدیر سے ہے یہاں تک کہ عجز اور دور اندیشی یا عقل مندی اور عجز بھی۔

(المرجع السابق، باب کل شیء بقدر، الحدیث:۶۷۵۱)

امیر المؤمنین حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم ارشاد فرماتے ہیں کہ دافعِ رنج وملال، صاحبِ جود ونوال صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ ذیشان ہے: بندہ جب تک چار چیزوں پر ایمان نہ لے آئے اللہ عزوجل پر ایمان نہیں لا سکتا: (۱) لَا اِلٰهَ اِلَّا اللہُ کی ←

عقیدہ (۲۴): قضا تین ۳ قسم ہے(34)۔

گواہی دے (۲) اس بات کی گواہی دے کہ میں اللہ عزوجل کا رسول ہوں، اللہ عزوجل نے مجھے حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے (۳) موت کے بعد اٹھائے جانے پر ایمان لائے اور (۴) تقدیر کو مانے۔

(جامع الترمذی، ابواب القدر، باب ماجاء ان الایمان بالقدر۔۔۔۔۔۔الخ، الحدیث: ۲۱۴۵، ص ۱۸۶۷)

ایک اور روایت میں ہے: اچھی بری تقدیر کو مانے۔ (المرجع السابق، الحدیث: ۲۱۴۴)

مسلم شریف کی گزشتہ روایت جس میں ہے: ہر چیز تقدیر سے ہے یہاں تک کہ عجز اور دانائی بھی۔ اہلِ سنت کے مذہب پر صریح دلیل ہے۔ (صحیح مسلم، کتاب القدر، باب کل شئ بقدر، الحدیث: ۶۷۵۱، ص ۱۱۴۰)

خاتم المرسلین، رحمۃ للعٰلمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے: چھ افراد ایسے ہیں جن پر اللہ عزوجل اور ہر مستجاب الدعوات نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام لعنت فرماتا ہے وہ یہ ہیں: (۱) تقدیرِ الٰہی کو جھٹلانے والا (۲) کتاب اللہ عزوجل میں اضافہ کرنے والا (۳) اللہ عزوجل کے معزز کردہ لوگوں کو ذلیل کرنے کے لئے زبردستی حاکم بن جانے والا (۴) اللہ عزوجل کی حرام کردہ اشیاء کو حلال سمجھنے والا (۵) میری اولاد کے معاملہ میں اللہ عزوجل کے حرام کئے ہوئے (قتلِ ناحق) کو حلال سمجھنے والا اور (۶) میری سنت کا تارک۔

(صحیح ابن حبان، باب اللعن، ذکر لعن المصطفٰی۔۔۔۔۔۔الخ، الحدیث: ۵۷۴۹، ج ۷، ص ۵۰۱، بتغیر قلیل)

جبریہ: وہ فرقہ جو اپنے آپ کو مجبور محض سمجھتا ہے کہ جیسا لکھ دیا گیا ویسا ہی انسان کرنے پر مجبور ہے۔

(34) تقدیر کا بیان

عالم میں جو کچھ بھلا، برا ہوتا ہے۔ سب کو اللہ تعالیٰ اس کے ہونے سے پہلے ہمیشہ سے جانتا ہے اور اس نے اپنے اسی علم ازلی کے موافق پر بھلائی برائی مقدر فرمادی ہے تقدیر اسی کا نام ہے جیسا ہونے والا ہے اور جو جیسا کرنے والا تھا اس کو پہلے ہی اللہ تعالیٰ نے اپنے علم سے جانا اور اسی کو لوح محفوظ پر لکھ دیا۔ تو یہ نہ سمجھو کہ جیسا اس نے لکھ دیا مجبوراً ہم کو ویسا ہی کرنا پڑتا ہے بلکہ واقعہ یہ ہے جیسا ہم کرنے والے تھے ویسا ہی اس نے بہت پہلے لکھ دیا۔ زید کے ذمہ برائی لکھی اس لئے کہ زید برائی کرنے والا تھا۔ اگر زید بھلائی کرنے والا ہوتا تو وہ زید کے لئے بھلائی لکھتا۔ تو اللہ تعالیٰ نے تقدیر لکھ کر کسی کو بھلائی یا برائی کرنے پر مجبور نہیں کر دیا ہے۔

(النبراس، مسئلۃ القضاء والقدر، ص ۱۷۴۔۱۷۵/ شرح الملاء علی القاری علی الفقہ الاکبر، لم یجبر اللہ احدا من خلقہ، ص ۴۸۔۵۳)

تقدیر پر ایمان لانا بھی ضروریات دین میں سے ہے تقدیر کے انکار کرنے والوں کو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس امت کا مجوس بتایا ہے۔ (المعتقد المنتقد مع المستند المعتمد، منہ (۱۴) الاعتقاد بقضاء وقدرہ، ص ۵۱۔۵۲)

تقدیر کے مسائل عام لوگوں کی سمجھ میں نہیں آسکتے۔ اس لئے تقدیر کے مسائل میں زیادہ غور و فکر اور بحث و مباحثہ کرنا ہلاکت کا سبب ہے۔ امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق و امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما تقدیر کے مسئلہ میں بحث کرنے سے منع فرما گئے ہیں۔ پھر بھلا ہم تم کس گنتی میں ہیں کہ اس مسئلہ میں بحث و مباحثہ کریں۔ ہمارے لئے یہی حکم ہے کہ ہم تقدیر پر ایمان لائیں۔ اور اس مشکل اور نازک مسئلہ میں ہرگز ہرگز کبھی بحث و مباحثہ اور حجت و تکرار نہ کریں کہ اسی میں ایمان کی سلامتی ہے۔ (جامع الترمذی، کتاب القدر،

مُبرَمِ حقیقی، کہ علمِ الٰہی میں کسی شے پر معلق نہیں۔
اور معلّقِ محض، کہ صُحفِ ملائکہ میں کسی شے پر اُس کا معلق ہونا ظاہر فرما دیا گیا ہے۔
اور معلّقِ شبیہ بہ مُبرَم، کہ صُحفِ ملائکہ میں اُس کی تعلیق مذکور نہیں اور علمِ الٰہی میں تعلیق ہے(35)۔

وہ جو مُبرَمِ حقیقی ہے اُس کی تبدیل ناممکن ہے، اکابر محبوبانِ خدا اگر اتفاقاً اس بارے میں کچھ عرض کرتے ہیں تو اُنھیں اس خیال سے واپس فرما دیا جاتا ہے۔ ملائکہ قومِ لوط پر عذاب لے کر آئے، سیّدنا ابراہیم خلیل اللہ علیٰ نبینا الکریم وعلیہ افضل الصلاۃ والتسلیم کہ رحمتِ محضہ تھے، اُن کا نامِ پاک ہی ابراہیم ہے، یعنی ابِ رحیم، مہربان باپ، اُن کافروں کے بارے میں اتنے ساعی ہوئے کہ اپنے رب سے جھگڑنے لگے(36)، اُن کا رب فرماتا ہے۔

باب ماجاء من التشدید فی الخوض فی القدر، رقم ۲۱۴۰، ج۴، ص۵۱ / المعجم الکبیر، رقم ۱۴۲۳، ج۲، ص۹۵) واللہ تعالیٰ اعلم۔

(35) مُفسّرِ شہیر حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان فرماتے ہیں:
مسئلۂ تقدیر بہت نازک ہے اور اس میں جبریہ اور قدریہ کے بہت اختلافات رہے ہیں اور یہ مسئلہ عوام کی عقل سے وراء ہے اسی لئے اس کا علیحدہ باب باندھا گیا۔ تقدیر کے لغوی معنی اندازہ لگانا ہیں۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے: "كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ" کبھی بمعنی قضاء اور فیصلہ بھی آتی ہے۔ اصطلاح میں اس اندازے اور فیصلہ کا نام تقدیر ہے جو رب کی طرف سے اپنی مخلوق کے متعلق تحریر میں آچکا۔ تقدیر تین قسم کی ہے: (۱) مبرم، (۲) مشابہ مبرم، (۳) معلق۔ پہلی قسم میں تبدیلی ناممکن ہے، دوسری خاص محبوبوں کی دعا سے بدل جاتی ہے اور تیسری عام دعاؤں اور نیک اعمال سے بدلتی رہتی ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے: "يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَآءُ وَيُثْبِتُ وَعِنْدَهٗۤ اُمُّ الْكِتٰبِ" ابراہیم علیہ السلام کو قومِ لوط کیلئے دعا کرنے سے روک دیا گیا کیونکہ ان پر دیتوی عذاب کا فیصلہ مبرم ہو چکا تھا۔ آدم علیہ السلام کی دعا سے داؤد علیہ السلام کی عمر بجائے ساٹھ کے سو سال ہوگئی، وہ قضاء مبرم تھی یہ معلق۔ خیال رہے کہ تقدیر کی وجہ سے انسان پتھر کی طرح مجبور نہ ہوگیا ورنہ قاتل پھانسی نہ پاتا اور چور کے ہاتھ نہ کٹتے کیونکہ رب تعالیٰ کے علم میں یہ آچکا کہ فلاں اپنے اختیار سے یہ حرکت کرے گا، دعائیں، دوائیں، ہماری تدبیریں اور اختیارات سب تقدیر میں داخل ہیں۔ اس کی پوری تحقیق ہماری "تفسیرِ نعیمی" پارہ سوم میں دیکھو۔
(مراۃ المناجیح ج۱ ص۷۷)

(36) يُجَادِلُنَا فِيْ قَوْمِ لُوْطٍ ؇
ترجمۂ کنزالایمان: قومِ لوط کے بارے میں جھگڑنے لگا
اس آیت کے تحت مفسرِ شہیر مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ ارشاد فرماتے ہیں کہ یعنی کلام وسوال کرنے لگا اور حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مجادلہ یہ تھا کہ آپ نے فرشتوں سے فرمایا کہ قومِ لوط کی بستیوں میں اگر پچاس ایماندار ہوں تو بھی انہیں ہلاک کرو گے، فرشتوں نے کہا نہیں فرمایا اگر چالیس ہوں انہوں نے کہا جب بھی نہیں، آپ نے فرمایا اگر تیس ہوں انہوں نے کہا جب بھی نہیں، آپ اس طرح فرماتے رہے یہاں تک کہ آپ نے فرمایا اگر ایک مرد مسلمان موجود ہو تب ہلاک کر دو گے انہوں نے کہا نہیں تو آپ نے فرمایا اس [illegible] لوط علیہ السلام اور ان کے گھر والوں کو بچائیں گے ←

یُجَادِلُنَا فِیۡ قَوۡمِ لُوۡطٍ ؕ

ہم سے جھگڑنے لگا قومِ لوط کے بارے میں۔

یہ قرآنِ عظیم نے اُن بے دینوں کا رد فرمایا جو محبوبانِ خدا کی بارگاہِ عزت میں کوئی عزت و وجاہت نہیں مانتے اور کہتے ہیں کہ اس کے حضور کوئی دَم نہیں مارسکتا، حالانکہ اُن کا رب عزوجل اُن کی وجاہت اپنی بارگاہ میں ظاہر فرمانے کو خود ان لفظوں سے ذکر فرماتا ہے کہ: ہم سے جھگڑنے لگا قومِ لوط کے بارے میں، حدیث میں ہے: شبِ معراج حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک آواز سنی کہ کوئی شخص اللہ عزوجل کے ساتھ بہت تیزی اور بلند آواز سے گفتگو کررہا ہے، حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جبریل امین علیہ الصلاۃ والسلام سے دریافت فرمایا: کہ یہ کون ہیں؟ عرض کی موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام، فرمایا: کیا اپنے رب پر تیز ہوکر گفتگو کرتے ہیں؟ عرض کی: اُن کا رب جانتا ہے کہ اُن کے مزاج میں تیزی ہے(37)۔ جب آیہ کریمہ (وَ لَسَوۡفَ یُعۡطِیۡکَ رَبُّکَ فَتَرۡضٰی) نازل ہوئی کہ بیشک عنقریب تمھیں تمھارا رب اتنا عطا فرمائے گا کہ تم راضی ہوجاؤ گے(38)۔

سوائے ان کی عورت کے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مقصد یہ تھا کہ آپ عذاب میں تاخیر چاہتے تھے تاکہ اس بستی والوں کو کفر و معاصی سے باز آنے کے لئے ایک فرصت اور مل جائے چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صفت میں ارشاد ہوتا ہے۔

(37) حلیۃ الأولیاء، ج۱۰، ص۴۱۷، الحدیث: ۱۵۷۰۸. کنز العمال، کتاب الفضائل، فضائل سائر الأنبیاء، رقم: ۳۲۳۸۵، ج۶، الجزء۱۱، ص۲۳۲۔ فتح الباری، کتاب مناقب الأنصار، باب المعراج، ج۷، ص۱۸۰، تحت الحدیث: ۳۸۸۷۔

(38) اس آیت کے تحت مفسرِ شہیر مولانا سید محمد نعیم الدین مرادآبادی علیہ الرحمۃ ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ وعدۂ کریمہ ان نعمتوں کو بھی شامل ہے جو آپ کو دنیا میں عطا فرمائیں۔ کمالِ نفس اور علومِ اوّلین و آخرین اور ظہورِ امر اور اعلائے دین اور وہ فتوحات جو عہدِ مبارک میں ہوئیں اور عہدِ صحابہ میں ہوئیں اور تاقیامت مسلمانوں کو ہوتی رہیں گی اور دعوت کا عام ہونا اور اسلام کا مشارق و مغارب میں پھیل جانا اور آپ کی امت کا بہترینِ اُمم ہونا اور آپ کے وہ کرامات و کمالات جن کا اللہ ہی عالم ہے اور آخرت کی عزت و تکریم کو بھی شامل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو شفاعتِ عامہ و خاصہ اور مقامِ محمود وغیرہ جلیل نعمتیں عطا فرمائیں۔ مسلم شریف کی حدیث میں ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دونوں دستِ مبارک اٹھا کر امت کے حق میں رو کر دعا فرمائی اور عرض کیا اَللّٰھُمَّ اُمَّتِیۡ اُمَّتِیۡ، اللہ تعالیٰ نے جبریل کو حکم دیا کہ محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی خدمت میں جاکر دریافت کرو رونے کا کیا سبب ہے باوجود یہ کہ اللہ تعالیٰ دانا ہے، جبریل نے حسبِ حکم حاضر ہوکر دریافت کیا سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں تمام حال بتایا اور غمِ امت کا اظہار فرمایا، جبریلِ امین نے بارگاہِ الٰہی میں عرض کیا کہ تیرے حبیب یہ فرماتے ہیں باوجود یہ کہ وہ خوب جاننے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جبریل کو حکم دیا جاؤ اور میرے حبیب (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے کہو کہ ہم آپ کو آپ کی امت کے بارے میں عنقریب راضی کریں گے اور آپ کو گراں خاطر نہ ہونے دیں گے، حدیث شریف میں ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ←

حضور سیّد المحبوبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِذاً لَّا أَرْضٰى وَوَاحِدٌ مِّنْ أُمَّتِيْ فِي النَّارِ.

ایسا ہے تو میں راضی نہ ہوں گا، اگر میرا ایک اُمتی بھی آگ میں ہو۔

یہ تو شانیں بہت رفیع ہیں، جن پر رفعت عزت وجاہت ختم ہے۔ صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہم مسلمان ماں باپ کا کچا بچہ جو حمل سے گر جاتا ہے اُس کے لیے حدیث میں فرمایا: کہ روزِ قیامت اللہ عزوجل سے اپنے ماں باپ کی بخشش کے لیے ایسا جھگڑے گا جیسا قرض خواہ کسی قرض دار سے، یہاں تک کہ فرمایا جائے گا:

أَيُّهَا السِّقْطُ الْمُرَاغِمُ رَبَّهُ.

اے کچے بچے! اپنے رب سے جھگڑنے والے! اپنے ماں باپ کا ہاتھ پکڑ لے اور جنت میں چلا جا (39)۔

خیر یہ تو جملہ معترضہ تھا، مگر ایمان والوں کے لیے بہت نافع اور شیاطین الانس کی خباثت کا دافع تھا، کہنا یہ ہے کہ قومِ لوط پر عذاب قضائے مُبرَمِ حقیقی تھا، خلیل اللہ علیہ الصلاۃ والسلام اس میں جھگڑے تو اُنھیں ارشاد ہوا:

اے ابراہیم! اس خیال میں نہ پڑو... بیشک اُن پر وہ عذاب آنے والا ہے جو پھرنے کا نہیں (40)۔

اور وہ جو ظاہر قضائے معلّق ہے، اس تک اکثر اولیا کی رسائی ہوتی ہے، اُن کی دُعا سے، اُن کی ہمت سے ٹل جاتی ہے اور وہ جو متوسط حالت میں ہے، جسے صُحفِ ملائکہ کے اعتبار سے مُبرَم بھی کہہ سکتے ہیں، اُس تک خواص اکابر کی رسائی

کہ جب تک میرا ایک اُمتی بھی دوزخ میں رہے میں راضی نہ ہوں گا۔ آیتِ کریمہ صاف دلالت کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ وہی کرے گا جس میں رسول راضی ہوں اور احادیثِ شفاعت سے ثابت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضا اسی میں ہے کہ سب گنہگارانِ اُمت بخش دیئے جائیں تو آیت واحادیث سے قطعی طور پر یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت مقبول اور حسبِ مرضیِ مبارک گنہگار انِ امت بخشے جائیں گے، سبحان اللہ کیا رتبۂ علیا ہے کہ جس پروردگار کو راضی کرنے کے لئے تمام مقربین تکلیفیں برداشت کرتے اور محنتیں اٹھاتے ہیں، وہ اس حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو راضی کرنے کے لئے عطا عام کرتا ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان نعمتوں کا ذکر فرمایا جو آپ کے ابتدائے حال سے آپ پر فرمائیں۔

(39) حضرت علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللہ تعالیٰ وَجْہَہُ الْکَرِیْم سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا قیامت کے دن جب کچے بچے کے ماں باپ کو اللہ تعالیٰ جہنم میں داخل کرے گا تو وہ اپنے رب عَزَّ وَجَلَّ سے جھگڑے گا۔ فرمایا جائے گا: أَيُّهَا السِّقْطُ الْمُرَاغِمُ رَبَّهُ اے کچے بچے اپنے ربّ عَزَّ وَجَلَّ سے جھگڑنے والے! اپنے ماں باپ کو جنت میں لے جا، تب وہ انہیں اپنے ناف سے کھینچے گا حتی کہ انہیں جنت میں داخل کر دے گا۔ (ابن ماجہ، کتاب الجنائز، باب ماجاء فیمن اصیب بسقط، ۲/ ۲۷۳، الحدیث: ۱۶۰۸)

(40) يٰۤاِبْرٰهِيْمُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا اِنَّهٗ قَدْ جَآءَ اَمْرُ رَبِّكَ وَاِنَّهُمْ اٰتِيْهِمْ عَذَابٌ غَيْرُ مَرْدُوْدٍ ۝ (پ12، ھود76)

ترجمۂ کنزالایمان: اے ابراہیم اس خیال میں نہ پڑ بیشک تیرے رب کا حکم آچکا اور بیشک ان پر عذاب آنے والا ہے کہ پھیرا نہ جائے گا

ہوتی ہے۔ حضور سیّدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی کو فرماتے ہیں: میں قضائے مُبرَم کو رد کر دیتا ہوں (41) اور اسی کی نسبت حدیث میں ارشاد ہوا:

---

(41) قولِ حضور پُرنور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں کہ سب اولیاء قضائے مُعلّق کو رد کرتے ہیں اور میں قضائے مُبرَم کو رَد فرماتا ہوں

أو کما قال رضی اللہ عنہ (یا اسی طرح کا ارشاد جو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا) شُبہ گزرتا ہے کہ قضائے مُبرَم کیونکر قابلِ رَد ہو سکتی ہے!

أقول: شاید ان صاحبوں کو حدیثِ أبی الشیخ فی کتاب الثواب عن أنس رضی اللہ عنہ نہ پہنچی کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

((أکثر من الدعاء فإنّ الدعاء یردّ القضاء المبرم)).

دعا بکثرت مانگ کہ دعا قضائے مُبرَم کو رد کر دیتی ہے۔

(کنز العمال، کتاب الأذکار، الباب الثامن في الدعاء، الحدیث: ۳۱۱۷، ج۱، ص۲۸)

حدیث ابن عساکر عن نمیر بن أوس مرسلا وحدیث الدیلمي عن أبي موسی رضي اللہ تعالیٰ عنہ موصولا کہ حضور پُرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

((الدعاء جند من أجناد اللہ مجنّد یردّ القضاء بعد أن یبرم)).

دعا اللہ تعالیٰ کے لشکروں سے ایک لام باندھا لشکر ہے (یعنی ہر طرح کے جنگی سامان سے لیس لشکر ہے) کہ قضا کو رَدّ کر دیتا ہے بعد مُبرَم ہونے کے۔ (تاریخ دمشق = ابن عساکر، ج۲۲، ص۱۵۸)

تحقیق اس مقام کی یہ ہے کہ قضائے مُعلّق ۲ قسم ہے:

ایک مُعلّق مَحض جس کی تعلیق کا ذکر لوحِ محو و اثبات یا صُحفِ ملائکہ میں بھی ہے، عام اولیاء جن کے علوم اس سے مُتجاوز نہیں ہوتے ایسی قضا کے دفع پر دعا کی ہمت فرماتے ہیں کہ انہیں بوجہ ذکرِ تعلیق اس کا قابلِ دفع ہونا معلوم ہوتا ہے۔

دوسری مُعلّق شبیہ بالمُبرَم کہ علمِ الٰہی میں تو مُعلّق ہے مگر لوحِ محو و اثبات و دفاتر ملائکہ میں اس کی تعلیق مذکور نہیں، وہ ان ملائکہ اور عام اولیاء کے علم میں مُبرَم ہوتی ہے، مگر خواص عباد اللہ جنہیں امتیازِ خاص ہے، بالہامِ ربانی بلکہ برؤیت مقامِ اَرفع حضرت مُخدَع (1) اس کی تعلیقِ واقعی پر مُطّلع ہوتے ہیں اور اس کے دفع میں دعا کا اذن پاتے ہیں، اور یا عام مؤمنین جنہیں اَلواح وصحائف پر اطلاع نہیں حسبِ عادت دعا کرتے ہیں اور وہ بوجہ اس تعلیق کے جو علمِ الٰہی میں تھی مُندَفع ہو جاتی ہے، یہ وہ قضائے مُبرَم ہے جو صالحِ رَدّ (یعنی ٹل سکتی) ہے، اور اسی کی نسبت حضورِ غوثیت کا ارشادِ اَمجد۔

ولہٰذا فرماتے ہیں: تمام اولیاء مقامِ قدر پر پہنچ کر رک جاتے ہیں سوا میرے، کہ جب میں وہاں پہنچا میرے لیے اس میں ایک رَوزن (روشدان) کھولا گیا جس سے داخل ہو کر نَازَعْتُ أَقْدَارَ الْحَقِّ بِالْحَقِّ لِلْحَقِّ۔

میں نے تقدیراتِ حق سے حق کے ساتھ حق کے لیے منازعت کی۔

مرد وہ ہے جو منازعت کرے نہ وہ کہ تسلیم۔

←

إِنَّ الدُّعَاءَ يَرُدُّ الْقَضَاءَ بَعْدَ مَا أُبْرِمَ.

بیشک دُعا قضائے مُبرم کوٹال دیتی ہے۔

مسئلہ (۱): قضا و قدر کے مسائل عام عقلوں میں نہیں آسکتے، ان میں زیادہ غور و فکر کرنا سببِ ھلاکت ہے(42)،

رواه الامام الأجل سيدى أبو الحسن على نور الدين اللخمي قُدِّسَ سِرُّہ، في البهجة المباركة بسندين صحيحين ثلاثيين عن الامام الحافظ عبد الغني المقدسي والامام الحافظ ابن الأخضر رحمهما الله تعالى سمعا سيدنا الغوث الاعظم رضي الله عنه وأرضاه وحشرنا في زمرة من تبعه ووالاه آمين۔

نظیر اس کی احکامِ ظاہریہ شرعیہ ہیں وہ بھی تین ۳ طرح آتے ہیں:

ایک مُعلّق ظاہرُ التعلیق کہ حکم کے ساتھ ہی بیان فرما دیا کہ ہمیشہ کو نہیں۔ ایک مدتِ خاص کے لئے ہے کقولہ تعالیٰ:

حَتّٰى يَتَوَفّٰىهُنَّ الْمَوْتُ اَوْ يَجْعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِيْلًا.

ترجمہ کنزالایمان: یہاں تک کہ انہیں موت اٹھالے یا اللہ ان کی کچھ راہ نکالے۔ (پ ۴، النسآء: ۱۵)

دوسرے وہ کہ علمِ الٰہی میں تو ان کے لیے ایک مدت ہے مگر بیان نہ فرمائی گئی جب وہ مدت ختم ہوتی اور دوسرا حکم آتا ہے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ حکمِ اول بدل گیا حالانکہ ہرگز نہ بدلا لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ.

ترجمہ کنزالایمان: اللہ کی باتیں بدل نہیں سکتیں۔ (پ ۱۱، یونس: ۶۴)

بلکہ اس کی مدت یہیں تک تھی، گو ہمیں خبر نہ تھی، ولہٰذا ہمارے علماء فرماتے ہیں: نسخ تبدیلِ حکم نہیں بلکہ بیانِ مدت کا نام ہے۔

(التفسیرات الاحمدیۃ، في جواز نسخ القرآن، ص ۱۵)

تیسرے وہ کہ علمِ الٰہی میں ہمیشہ کے لیے ہیں، جیسے: نماز کی فرضیت، زنا کی حرمت، یہ اصلاً صالحِ نسخ نہیں یہ قضائیں بھی بصورت امر ہوتی ہیں۔ مثلاً: فلاں وقت فلاں کی روح قبض کرو، فلاں روز فلاں کو یہ دو یہ چھین لو، نہ بصیغہ خبر، کہ خبرِ الٰہی میں تخلّف محال بالذات ہے:

(وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ)

ترجمہ کنزالایمان: اور پوری ہے تیرے رب کی بات سچ اور انصاف میں، اس کی باتوں کا کوئی بدلنے والا نہیں اور وہی ہے سنتا جانتا۔

(پ ۸، الأنعام: ۱۱۵)

واللہ تعالیٰ أعلم

اللہ تعالیٰ خوب تر جانتا ہے۔ (أحسن الوعاء لآداب الدعاء صفحہ ۲۴۵)

(42) مُفَسِّرِ شہیر حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان مراۃ المناجیح میں ایک حدیث نقل کر کے اس کی شرح میں فرماتے ہیں: روایت ہے حضرت عائشہ صدیقہ سے فرماتی ہیں میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جو مسئلۂ تقدیر میں بحث کرے گا اس سے قیامت میں اس کی باز پرس ہوگی ۱ے اور جو اس میں بحث نہ کرے گا اس سے پرسش نہ ہوگی ۲ے (ابن ماجہ) ←

صدیق وفاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما اس مسئلہ میں بحث کرنے سے منع فرمائے گئے۔ ما وشما کس گنتی میں ...!(43) اتنا سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ نے آدمی کو مثلِ پتھر اور دیگر جمادات کے بے حس وحرکت نہیں پیدا کیا، بلکہ اس کو ایک نوع اختیار دیا ہے کہ ایک کام چاہے کرے، چاہے نہ کرے اور اس کے ساتھ ہی عقل بھی دی ہے کہ بھلے، برے، نفع، نقصان کو پہچان سکے اور ہر قسم کے سامان اور اسباب مہیا کر دیے ہیں، کہ جب کوئی کام کرنا چاہتا ہے اُسی قسم کے سامان مہیا ہو

شرح

۱۔ بطورِ عتاب کہ تو نے اس میں اپنا وقت ضائع کیوں کیا اور اس میں بحث کیوں کی؟ خیال رہے کہ لوگوں کو گمراہ کرنے یا ان کے دلوں میں شک ڈالنے کے لئے یا جو لوگ کم عقل ہوں اُن کے سامنے مسئلہ تقدیر چھیڑنا جرم ہے وہی یہاں مراد ہے مگر اس مسئلے کی تحقیق کرنے، شک دفع کرنے کے لیے بحث کرنا حق اور باعثِ ثواب ہے۔ لہٰذا وہ صحابہ یا علماء معتوب نہیں جنہوں نے اس مسئلہ پر گمراہوں سے مناظرے کیے یا کتابیں تصنیف کیں۔

۲۔ عوام کے لیے ضروری ہے کہ اس کو مانیں بحث نہ کریں، ہم ماننے کے مکلف ہیں نہ کہ بحث کے، یہی حکم رب تعالیٰ کے ذات وصفات کے مسئلے کا بھی ہے۔ شعر

تو دل میں تو آتا ہے سمجھ میں نہیں آتا ۔۔۔ پہچان گیا میں تری پہچان یہی ہے

(مراۃ المناجیح ج ۱ ص ۱۱۲)

(43) عام لوگوں کی سمجھ

تقدیر کے مسائل عام لوگوں کی سمجھ میں نہیں آسکتے۔ اس لئے تقدیر کے مسائل میں زیادہ غور وفکر اور بحث ومباحثہ کرنا ہلاکت کا سبب ہے۔ امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق وامیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما تقدیر کے مسئلہ میں بحث کرنے سے منع فرما گئے ہیں۔ پھر بھلا ہم تم کس گنتی میں ہیں کہ اس مسئلہ میں بحث ومباحثہ کریں۔ ہمارے لئے یہی حکم ہے کہ ہم تقدیر پر ایمان لائیں۔ اور اس مشکل اور نازک مسئلہ میں ہرگز ہرگز کبھی بحث ومباحثہ اور حجت وتکرار نہ کریں کہ اسی میں ایمان کی سلامتی ہے۔ (جامع الترمذی، کتاب القدر، باب ماجاء من التشدید فی الخوض فی القدر، رقم ۲۱۴۰، ج ۴، ص ۵۱/المعجم الکبیر، رقم ۱۴۲۳، ج ۲، ص ۹۵) واللہ تعالیٰ اعلم۔

تقدیر کا بیان

عالم میں جو کچھ بھلا، برا ہوتا ہے۔ سب کو اللہ تعالیٰ اس کے ہونے سے پہلے ہمیشہ سے جانتا ہے اور اس نے اپنے اسی علم ازلی کے موافق بھلائی برائی مقدر فرمادی ہے، تقدیر اسی کا نام ہے جیسا ہونے والا ہے اور جو جیسا کرنے والا تھا اس کو پہلے ہی اللہ تعالیٰ نے اپنے علم سے جانا اور اسی کو لوح محفوظ پر لکھ دیا۔ تو یہ نہ سمجھو کہ جیسا اس نے لکھ دیا مجبوراً ہم کو ویسا ہی کرنا پڑتا ہے بلکہ واقعہ یہ ہے جیسا ہم کرنے والے تھے ویسا ہی اس نے بہت پہلے لکھ دیا۔ زید کے ذمہ برائی لکھی اس لئے کہ زید برائی کرنے والا تھا۔ اگر زید بھلائی کرنے والا ہوتا تو وہ زید کے لئے بھلائی لکھتا۔ تو اللہ تعالیٰ نے تقدیر لکھ کر کسی کو بھلائی یا برائی کرنے پر مجبور نہیں کر دیا ہے۔

(النبراس، مسئلۃ القضاء والقدر، ص ۱۷۴۔ ۱۷۵/ شرح الملا علی القاری علی الفقہ الاکبر، لم یجبر اللہ احداً من خلقہ، ص ۴۸۔ ۵۳)

جاتے ہیں اور اسی بنا پر اُس پر مؤاخذہ ہے۔(44) اپنے آپ کو بالکل مجبور یا بالکل مختار سمجھنا، دونوں گمراہی ہیں۔

مسئلہ (۲): بُرا کام کر کے تقدیر کی طرف نسبت کرنا اور مشیتِ الٰہی کے حوالہ کرنا بہت بُری بات ہے، بلکہ حکم یہ ہے کہ جو اچھا کام کرے، اسے منجانب اللہ کہے اور جو برائی سرزد ہو اُس کو شامتِ نفس تصور کرے۔(45)

---

(44) جو جیسا کرنے والا تھا ویسا لکھ دیا گیا

میرے پیرو مرشد ہا، دعوتِ اسلامی، عاشقِ اعلیٰ حضرت شیخِ طریقت، امیرِ اہلسنّت حضرت علامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطّار قادری رضوی ضیائی دامت برکاتہم العالیہ کفریہ کلمات کے بارے میں سوال جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

پیارے بھائیو! اس شیطانی وسوسہ پر ہرگز دھیان نہ دیا جائے کہ ہم اب مقدّر کے ہاتھوں لاچار ہیں، ہمارا اپنا کوئی قصور ہی نہیں بس ہم ہر وہ برا بھلا کام کرنے کے پابند ہیں جو لکھ دیا گیا ہے۔ حالانکہ ہرگز ایسا نہیں بلکہ جو جیسا کرنے والا تھا، اسے اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے اپنے علم سے جانا اور اس کیلئے وَیسا لکھا اُس عَزَّ وَجَلَّ کے جاننے اور لکھنے نے کسی کو مجبور نہیں کیا۔ اس بات کو اِس عام فہم مثال سے سمجھنے کی کوشش فرمائیے جیسا کہ آج کل قانون کے مطابق غذاؤں اور دواؤں وغیروں کے پیکٹوں پر انتہائی تاریخ (EXP.DATE) لکھی جاتی ہے۔ بچّہ بھی یہ بات سمجھ سکتا ہے کہ کمپنی والوں کو چونکہ تجربہ ہوتا ہے کہ یہ چیز فُلاں تاریخ تک خراب ہو جائیگی، اِس لئے لکھ دیتے ہیں، یقیناً کمپنی کے (EXP.DATE) لکھنے نے اُس چیز کو خراب ہونے پر مجبور نہیں کیا، اگر وہ نہ لکھتے تب بھی اُس چیز کو اپنی مدت پر خراب ہونا ہی تھا۔

تقدیر کے بارے میں ایک اہم فتوٰی

اِس ضمن میں فتاوٰی رضویہ جلد 29 صفحہ 284 تا 285 سے ایک سُوال جواب پیش کیا جاتا ہے۔ سُوال: زید کہتا ہے جو ہُوا اور ہوگا سب خدا کے حکم سے ہی ہوا اور ہوگا پھر بندہ سے کیوں گرفت ہے اور اس کو کیوں سزا کا مُرتکب ٹھہرایا گیا؟ اس نے کون سا کام ایسا کیا جو مُستحق عذاب کا ہوا؟ جو کچھ اُس (یعنی اللہ عَزَّ وَجَلَّ) نے تقدیر میں لکھ دیا ہے وُہی ہوتا ہے کیونکہ قراٰنِ پاک سے ثابت ہو رہا ہے کہ بِلا حکم اُس کے ایک ذرّہ نہیں ہلتا پھر بندے نے کون سا اپنے اختیار سے وہ کام کیا جو دوزخی ہوا یا کافر یا فاسق۔ جو بُرے کام تقدیر میں لکھے ہوں گے تو بُرے کام کریگا اور بھلے لکھے ہونگے تو بھلے۔ بہر حال تقدیر کا تابع ہے پھر کیوں اس کو مجرم بنایا جاتا ہے؟ چوری کرنا، زنا کرنا، قتل کرنا وغیرہ وغیرہ جو بندہ کی تقدیر میں لکھ دیے ہیں وُہی کرتا ہے ایسے ہی نیک کام کرتا ہے۔ الجواب: زید گمراہ بے دین ہے اُسے کوئی جُوتا مارے تو کیوں ناراض ہوتا ہے؟ یہ بھی تو تقدیر میں تھا۔ اس کا کوئی مال دبائے تو کیوں بگڑتا ہے؟ یہ بھی تقدیر میں تھا۔ یہ شیطانی فعلوں کا دھوکہ ہے کہ جیسا لکھ دیا ایسا ہمیں کرنا پڑتا ہے (حالانکہ ہرگز ایسا نہیں) بلکہ جیسا ہم کرنے والے تھے اُس (یعنی اللہ عَزَّ وَجَلَّ) نے اپنے علم سے جان کر وُہی لکھا ہے۔

(45) جب شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ صلّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلّم مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو منافقین اور یہودیوں نے کہا: جب سے یہ شخص یعنی آپ صلّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلّم اور اس کے ساتھی آئے ہیں، ہمیں اپنے پھلوں اور کھیتیوں میں مسلسل نقصان ہو رہا ہے۔ اس طرح وہ نعمتوں کو تو اللہ عزوجل کی طرف منسوب کرتے تھے جبکہ آزمائش اور پریشانی کو آپ صلّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلّم کی طرف منسوب کرتے تو اللہ عزوجل نے انہیں ان کی فاسد باتوں کی خبر دی اور پھر اس کا رد کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: قُلْ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ←

عقیدہ (۲۵): اللہ تعالیٰ جہت ومکان و زمان و حرکت و سکون و شکل و صورت و جمیع حوادث سے پاک ہے۔(46)

پہلے افعال کا مصدرِ اصلی بیان فرمایا پھران کا سبب بتایا اور دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کو مخاطب کیا جبکہ مراد دیگر لوگ تھے اور ارشاد فرمایا کہ مَاۤ اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ یعنی تمہیں جو نعمت یعنی خوشی اور مدد وغیرہ ملی فَمِنَ اللّٰهِ یعنی وہ محض اللہ عزوجل کے فضل سے ملی ہے، کیونکہ اللہ عزوجل پر کسی کا کوئی حق نہیں وَمَاۤ اَصَابَكَ مِنْ سَیِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِكَ یعنی تمہیں جو تنگدستی لاحق ہوئی وہ تمہارے نفس کی نافرمانی کی وجہ سے، حقیقتاً یہ ہے تو اللہ عزوجل ہی کی طرف سے مگر نفس کے گناہ کے سبب اسے سزا دینے کے لئے ہے، جیسا کہ اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

وَمَاۤ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِیْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَیْدِیْكُمْ

ترجمۂ کنز الایمان: اور تمہیں جو مصیبت پہنچی وہ اس کے سبب سے ہے جو تمہارے ہاتھوں نے کمایا۔(پ 25، الشوریٰ:30)

حضرت سیدنا مجاہد کی حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت بھی اس پر دلالت کرتی ہے کہ حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اس آیتِ مبارکہ کو یوں پڑھا: وَمَاۤ اَصَابَكَ مِنْ سَیِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِكَ وَاَنَا كَتَبْتُهَا عَلَیْكَ یعنی تجھے جو مصیبت پہنچی وہ تیرے نفس کی وجہ سے ہے میں نے تو صرف اسے تیرے لئے لکھ دیا تھا۔

حضرت سیدنا ابراہیم خلیل اللہ عزوجل وعلی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا حکایت کردہ قول قرآن کریم میں بیان فرمایا گیا:

وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ یَشْفِیْنِ ○

ترجمۂ کنز الایمان: اور جب میں بیمار ہوں تو وہی مجھے شفا دیتا ہے۔(پ 19، الشعرآء:80)

یعنی آپ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے مرض کی اضافت اپنی طرف کی اور شفا کو اللہ عزوجل کی طرف منسوب کیا اس سے اللہ عزوجل کے مرض کے خالق ہونے میں کوئی خرابی نہیں آتی بلکہ آپ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے تو ادب کی بناء پر دونوں میں فرق کیا کیونکہ اللہ عزوجل کی طرف اچھی خصوصیت ہی منسوب کی جاتی ہے گھٹیا نہیں۔ لہٰذا یہ تو کہا جاتا ہے: اے مخلوق کے خالق! جبکہ یہ نہیں کہا جاتا ہے: اے بندروں اور خنزیروں کے خالق! یہ کہا جاتا ہے: اے زمین وآسماں کے مدبّر! جبکہ یہ نہیں کہا جاتا: اے جوؤں اور گبریلوں کے مدبر! اسی طرح حضرت سیدنا ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے مرض کو اپنی طرف منسوب کیا اور شفاء کی نسبت اللہ عزوجل کی جانب فرمائی۔ (اَلزَّوَاجِرُ عَنِ اقْتِرَافِ الْکَبَائِر صفحہ ۲۵۱)

مَاۤ اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ وَمَاۤ اَصَابَكَ مِنْ سَیِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِكَ

ترجمۂ کنز الایمان: اے سننے والے تجھے جو بھلائی پہنچے وہ اللّٰہ کی طرف سے ہے اور جو برائی پہنچے وہ تیری اپنی طرف سے ہے

اس آیت کے تحت مفسر شہیر مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ ارشاد فرماتے ہیں کہ یہاں برائی کی نسبت بندے کی طرف مجاز ہے اور اُوپر جو مذکور ہوا وہ حقیقت تھی بعض مفسرین نے فرمایا کہ بدی کی نسبت بندے کی طرف بر سبیلِ ادب ہے خلاصہ یہ کہ بندہ جب فاعلِ حقیقی کی طرف نظر کرے تو ہر چیز کو اُسی کی طرف سے جانے اور جب اسباب پر نظر کرے تو برائیوں کو اپنی شامت نفس کے سبب سے سمجھے۔

(46) اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں: ←

....

بدمذہب گمراہ نے صاف بک دیا کہ اس کا معبود مکان رکھتا ہے عرش پر بستا ہے۔ تعالی اللہ عما یقول الظلمون علوا کبیراo تعالی اللہ عما یقول الظلمون علوا کبیراo اللہ تعالی اس سے بہت بلند ہے جو ظالم کہتے ہیں ت) وباللہ التوفیق ووصول التحقیق.

ضرب ۶۸: مدارک شریف سورہ اعراف میں ہے: انہ تعالی کان قبل العرش ولا مکان و ھو الأن کما کان. لان التغیر من صفات الاکوان. ا؎ بے شک اللہ تعالی عرش سے پہلے موجود تھا جب مکان کا نام ونشان نہ تھا اور وہ اب بھی ویسا ہی ہے جیسا جب تھا اس لیے کہ بدل جانا تو مخلوق کی شان ہے۔ (ا؎ مدارک التنزیل (تفسیر النسفی) آیت ۷/ ۵۴ دارالکتاب العربی بیروت ۲/ ۵۶)

ضرب ۶۹: یونہی سورہ طٰہٰ میں تصریح فرمائی کہ عرش مکانِ الٰہی نہیں، اللہ عزوجل مکان سے پاک ہے، عبارت سابقاً منقول ہوئی۔

ضرب ۷۰: سورہ یونس میں فرمایا: ای استولی فقد یقدس الدیان جل و عز عن المکان والمعبود عن الحدود. ۲؎ استواء بمعنی استیلاء وغلبہ ہے نہ بمعنی مکانیت اس لیے کہ اللہ عزوجل مکان سے پاک اور معبود جل وعلا حدو نہایت سے منزہ ہے۔

(۲؎ مدارک التنزیل (تفسیر النسفی) آیت ۱۰/ ۳ دارالکتاب العربی بیروت ۲/ ۱۵۳)

ہزار نفرین اُس بےحیا آنکھ کو جو ایسے ناپاک بول بول کر ایسی کتابوں کا نام لیتے ہوئے ذرا نہ جھپکے۔

ضرب ۷۱: امام بیہقی کتاب الاسماء والصفات میں امام اجل ابوعبداللہ حلیمی سے زیر اسم پاک متعالی نقل فرماتے ہیں:

معناہ المرتفع عن ان یجوز علیہ مایجوز علی المحدثین من الازواج والاولادو الجوارح والاعضاء واتخاذ السریر للجلوس علیہ. والاحتجاب بالستور عن ان تنفذ الابصار الیہ. و الانتقال من مکان الی مکان. ونحو ذلک فان اثبات بعض ھذہ الاشیاء یوجب النھایۃ وبعضھا یوجب الحاجۃ. وبعضھا یوجب التغیر والاستحالۃ. و شیئ من ذلک غیر لائق بالقدیم ولا جائز علیہ۔ ۱؎

یعنی نام الٰہی متعالی کے یہ معنی ہیں کہ اللہ عزوجل اس سے پاک ومنزہ ہے کہ جو باتیں مخلوقات پر روا ہیں جیسے جورو، بیٹا، آلات، اعضاء، تخت پر بیٹھنا، پردوں میں چھپنا، ایک مکان سے دوسرے کی طرف انتقال کرنا (جس طرح چڑھنے، اُترنے، چلنے، ٹھہرنے میں ہوتا ہے) اس پر روا ہوسکیں اس لیے کہ ان میں بعض باتوں سے نہایت لازم آئے گی بعض سے احتیاج بعض سے بدلنا متغیر ہونا اور ان میں سے کوئی امر اللہ عزوجل کے لائق نہیں، نہ اس کے لیے امکان رکھے۔

(ا؎ کتاب الاسماء والصفات للبیہقی جماع ابواب ذکر الاسماء التی تتبع نفی التشبیہ المکتبۃ الاثریہ سانگلہ ہل ۲/ ۷۱ و ۷۲)

کیوں بچتائے تو نہ ہوگے کتاب الاسماء کا حوالہ دے کر، تف ہزار تف وہابیہ مجسمہ کی بے حیائی پر۔

ضرب ۷۲: باب ماجاء فی العرش میں امام سلیمن خطابی علیہ الرحمۃ سے نقل فرماتے ہیں: لیس معنی قول المسلمین ان اللہ تعالی استوی علی العرش ھو انہ مماس لہ او متمکن فیہ. اومتحیز فی جھۃ من جھاتہ. لکنہ بائن من جمیع خلقہ. وانما ھو خبر جاء بہ التوقیف فقلنا بہ. ونفینا عنہ التکییف اذلیس کمثلہ شیئ وھو السمیع العلیم . ا؎

مسلمانوں کے اس قول کے کہ اللہ تعالٰی عرش پر ہے یہ معنی نہیں کہ وہ عرش سے لگا ہوا ہے یا وہ اس کا مکان ہے یا وہ اس کی کسی جانب میں ٹھہرا ہوا ہے بلکہ وہ تو اپنی تمام مخلوق سے نرالا ہے یہ تو ایک خبر ہے کہ شرع میں وارد ہوئی تو ہم نے مانی اور چگونگی اس سے دور و مسلوب جانی اس لیے کہ اللہ کے مشابہ کوئی چیز نہیں اور وہی ہے سننے دیکھنے والا۔

(۱ــــ کتاب الاسماء والصفات باب ماجاء فی العرش والکرسی المکتبۃ الاثریہ سانگلہ ہل شیخوپورہ ۲/ ۱۳۹)

ضرب ۷۳: اس سے گزرا کہ اللہ عزوجل کے علو سے اس کا امکان بالا میں ہونا مراد نہیں، مکان اسے نہیں گھیرتا۔

ضرب ۷۴: نیز یہ کلیہ بھی گزرا کہ جو اجسام پر روا ہے اللہ عزوجل پر روا نہیں۔

ضرب ۷۵: اُسی میں یہ حدیث ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے طبقات آسمان پھر ان کے اوپر عرش پھر طبقات زمین کا بیان کر کے فرمایا:

والذی نفس محمد بیدہ لو انکم دلیتم احدکم بحبل الی الارض السابعۃ لھبط علی اللہ تبارك وتعالٰی ثم قرأ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وھو الاول والاخر والظاھر والباطن ۔۲ــــ

قسم اس کی جس کے دستِ قدرت میں محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی جان ہے اگر تم کسی کو رسی کے ذریعہ سے ساتویں زمین تک لٹکاؤ تو وہاں بھی وہ اللہ عزوجل ہی تک پہنچے گا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی کہ اللہ ہی ہے اول و آخر و ظاہر و باطن۔

(۲ــــ کتاب الاسماء والصفات للبیہقی جماع ابواب ذکر الاسماء التی تتبع نفی التشبیہ المکتبۃ الاثریہ سانگلہ ہل ۲/ ۱۴۴)

اس حدیث کے بعد امام فرماتے ہیں: الذی روی فی اٰخر ھذا الحدیث اشارۃ الی نفی المکان عن اللہ تعالٰی وان العبد اینما کان فھو فی القرب والبعد من اللہ تعالٰی سواء وانہ الظاھر فیصح ادراکہ بالادلۃ الباطن فلا یصح ادراکہ بالکون فی مکان ۔ ۳ــــ

اس حدیث کا پچھلا فقرہ اللہ عزوجل سے نفی مکان پر دلالت کرتا ہے اور یہ کہ بندہ کہیں ہو اللہ عزوجل سے قُرب و بعد میں یکساں ہے، اور یہ کہ اللہ ہی ظاہر ہے تو دلائل سے اُسے پہچان سکتے ہیں اور وہی باطن ہے کسی مکان میں نہیں کہ یوں اسے جان سکیں۔

(۳ــــ کتاب الاسماء والصفات للبیہقی جماع ابواب ذکر الاسماء التی تتبع نفی التشبیہ المکتبۃ الاثریہ سانگلہ ہل ۲/ ۱۴۴)

اقول: یعنی اگر عرش اُس کا مکان ہوتا تو جو ساتویں زمین تک پہنچا وہ اس سے کمال دوری و بعد پر ہوجاتا نہ کہ وہاں بھی اللہ ہی تک پہنچتا، اور مکانی چیز کا ایک آن میں دو مختلف مکان میں موجود ہونا محال اور یہ اس سے بھی شنیع تر ہے کہ عرش تا فرش تمام مکانات بالا و زیریں دفعۃً اس سے بھرے ہوئے مانو کہ تجزیہ وغیرہ صدہا استحالے لازم آنے کے علاوہ معاذ اللہ اللہ تعالٰی کو اسفل وادنی کہنا بھی صحیح ہوگا لاجرم قطعاً یقیناً ایمان لانا پڑے گا کہ عرش و فرش کچھ اس کا مکان نہیں، نہ وہ عرش میں ہے نہ ماتحت الثری میں، نہ کسی جگہ میں ہاں اس کا علم و قدرت و سمع و بصر و ملک ہر جگہ ہے۔

جس طرح امام ترمذی نے جامع میں ذکر فرمایا: واستدل بعض اصحابنا فی نفی المکان عنہ تعالٰی بقول النبی ←

....

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انت الظاھر فلیس فوقك شیئ وانت الباطن فلیس دونك شیئ واذا لم یکن فوقہ شیئ ولادونہ شیئ لم یکن فی مکان ۔ا ۔

یعنی اور بعض ائمہ اہلسنت نے اللہ عزوجل سے نفی مکان پر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس قول سے استدلال کیا کہ اپنے رب عزوجل سے عرض کرتے ہیں تو ہی ظاہر ہے تو کوئی تجھ سے اوپر نہیں، اور تو ہی باطن ہے تو کوئی تیرے نیچے نہیں، جب اللہ عزوجل سے نہ کوئی اوپر ہوا نہ کوئی نیچے تو اللہ تعالیٰ کسی مکان میں نہ ہوا۔

(ا ؎ کتاب الاسماء والصفات باب ماجاء فی العرش والکرسی المکتبۃ الاثریہ سانگلہ ہل شیخو پورہ ۲ / ۱۴۴)

یہ حدیث صحیح مسلم شریف وسنن ابی داؤد میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ورواہ البیھقی فی الاسم الاول و الاخر (اسے بیہقی نے اسم اول وآخر میں ذکر کیا ہے۔ت)

اقول: حاصل دلیل یہ کہ اللہ عزوجل کا تمام امکنہ زیر و بالا کو بھرے ہونا تو بداہۃً محال ہے ورنہ وہی استحالے لازم آئیں، اب اگر مکان بالا میں ہوگا تو اشیاء اس کے نیچے ہوں گی اور مکان زیریں میں ہوا تو اشیاء اُس سے اوپر ہوں گی اور وسط میں ہوا تو اوپر نیچے دونوں ہوں گی حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ وسلم فرماتے ہیں، نہ اس سے اوپر کچھ ہے نہ نیچے کچھ، تو واجب ہوا کہ مولیٰ تعالیٰ مکان سے پاک ہو۔

ضرب ۷۷: عرش فرش جگہ کو معاذ اللہ مکانِ الٰہی کہو اللہ تعالیٰ ازل سے اس میں متمکن تھا یا اب متمکن ہوا، پہلی تقدیر پر وہ مکان بھی ازلی ٹھہرا اور کسی مخلوق کو ازلی ماننا باجماع مسلمین کفر ہے دوسری تقدیر پر اللہ تعالیٰ عزوجل میں تغیر آیا اور یہ خلاف شان الوہیت ہے۔

ضرب ۷۸: اقول: مکان خواہ بعد موہوم ہو یا مجرد یا سطح حاوی مکین کو اُس کا محیط ہونا لازم، محیط یا مماس بعض شے مکان یا بعض مکان ہے نہ مکان شے، مثلاً ٹوپی کو نہیں کہہ سکتے کہ پہننے والے کا مکان، تم جوتا پہنے ہو تو یہ نہ کہیں گے کہ تمہارا مکان جوتے میں ہے، تو عرش اگر معاذ اللہ مکانِ الٰہی ہو لازم کہ اللہ عزوجل کو محیط ہو، یہ محال ہے۔

قال اللہ تعالیٰ: و کان اللہ بکل شیئ محیطا ا ؎ اللہ تعالیٰ عرش و فرش سب کو محیط ہے۔ وہ احاطہ جو عقل سے وراء ہے اور اس کی شان قدوسی کے لائق ہے اس کا غیر اسے محیط نہیں ہوسکتا۔ (ا ؎ القرآن الکریم ۴ / ۱۲۶)

ضرب ۷۹: نیز لازم کہ اللہ عزوجل عرش سے چھوٹا ہو۔

ضرب ۸۰: نیز محدود محصور ہو۔

ضرب ۸۱: ان سب شناعتوں کے بعد جس آیت سے عرش کی مکانیت نکالی تھی وہی باطل ہوگئی، آیت میں عرش پر فرمایا ہے اور عرش مکانِ خدا ہو تو خدا عرش کے اندر ہوگا نہ کہ عرش پر۔

ضرب ۸۲: اقول: جب تیرے نزدیک تیرا معبود مکانی ہوا تو دو حال سے خالی نہیں جزء، لایتجزی کے برابر ہوگا یا اس سے بڑا، اول باطل ہے کہ اس تقدیر پر تیرا معبود ہر چھوٹی چیز سے چھوٹا ہوا، ایک دانہ ریگ کے ہزارویں لاکھوں حصے سے بھی کمتر ہوا، نیز اس صورت میں صدہا آیات و احادیث عین و ید و وجہ و ساق وغیرہا کا انکار ہوگا کہ جب متشابہات ظاہر پر محمول ٹھہریں تو یہاں بھی معانی مفہومہ ظاہرہ ←

....

مراد لینے واجب ہوں گے اور جزء لا یتجزی کے لیے آنکھ، ہاتھ، چہرہ، پاؤں ممکن نہیں۔ اگر کہیے وہ ایک ہی جزء ان سب اعضاء کے کام دیتا ہے، لہٰذا ان ناموں سے مسمّٰی ہوا تو یہ بھی باطل ہے کہ اوّلاً تو اس کے لیے یہ اشیاء مانی گئی ہیں نہ یہ کہ وہ خود یہ اشیاء ہے۔

ثانیاً اعیننا اور بل یداہ کا کیا جواب ہوگا کہ جزء لا یتجزی میں دو فرض نہیں کر سکتے۔ اور مبسوطتان تو صراحۃً اس کا ابطال ہے جو ہر فرد میں بسط کہاں، اور ثانی بھی باطل ہے کہ اس تقدیر پر تیرے معبود کے ٹکڑے ہوسکیں گے اس میں حصے فرض کرسکیں گے اور معبود حق عز جلالہ اس سے پاک ہے۔

ضرب ۸۳: اقول: جو کسی چیز پر بیٹھا ہو اس کی تین ہی صورتیں ممکن، یا تو وہ بیٹھک اس کے برابر ہے یا اس سے بڑی ہے کہ وہ بیٹھا ہے اور جگہ خالی باقی ہے یا چھوٹی ہے کہ وہ پورا اس بیٹھک پر نہ آیا کچھ حصہ باہر ہے، اللہ عزوجل میں یہ تینوں صورتیں محال ہیں، وہ عرش کے برابر ہو تو جتنے حصے عرش میں ہوسکتے ہیں اس میں بھی ہوسکیں گے، اور چھوٹا ہو تو اسے خدا کہنے سے عرش کو خدا کہنا اولی ہے کہ وہ خدا سے بھی بڑا ہے اور بڑا ہو تو بالفعل حصے متعین ہو گئے کہ خدا کا ایک حصہ عرش سے ملا ہے اور ایک حصہ باہر ہے۔

ضرب ۸۴: اقول: خدا اس عرش سے بھی بڑا بنا سکتا ہے یا نہیں، اگر نہیں تو عاجز ہوا حالانکہ ان اللہ علی کل شیئ قدیر۔ اــــ بے شک اللہ تعالٰی ہر چیز پر قادر ہے۔ ت) اور اگر ہاں تو اب اگر خدا عرش سے چھوٹا نہیں برابر بھی ہو تو جب عرش سے بڑا بنا سکتا ہے اپنے سے بڑا بھی بنا سکتا ہے کہ جب دونوں برابر ہیں تو جو عرش سے بڑا ہے خدا سے بھی بڑا ہے اور اگر خدا عرش سے بڑا ہی تو غیر متناہی بڑا نہیں ہوسکتا کہ لاتناہی ابعاد دلائل قاطعہ سے باطل ہے لاجرم بقدر متناہی بڑا ہوگا۔ مثلاً عرش سے دونا فرض کیجئے، اب عرش سے سوائی ڈیوڑھی، پون دگنی، تگنی مقداروں کو پوچھتے جایئے کہ خدا ان کے بنانے پر قادر ہے یا نہیں، جہاں انکار کرو گے خدا کو عاجز کہو گے اور اقرار کرتے جاؤ گے تو وہی مصیبت آڑے آئے گی کہ خدا اپنے سے بڑا بنا سکتا ہے۔ (اــــ القرآن الکریم ۲/ ۲۰ و ۱۰۶ و ۱۰۹ و ۱۴۸ وغیرہ)

ضرب ۸۵: اقول: یہ تو ضرور ہے کہ خدا جب عرش پر بیٹھے تو عرش سے بڑا ہو ورنہ خدا اور مخلوق برابر ہو جائیں گے یا مخلوق اس سے بڑی ٹھہرے گی، اور جب وہ بیٹھنے والا اپنی بیٹھک سے بڑا ہے تو قطعاً اس پر پورا نہیں آسکتا جتنا بڑا ہے اتنا حصہ باہر رہے گا تو اس میں دو حصے ہوئے ایک عرش سے لگا اور ایک الگ۔ اب سوال ہوگا کہ یہ دونوں حصے خدا ہیں یا جتنا عرش سے لگا ہے وہی خدا ہے باہر والا خدائی سے جدا ہے یا اس کا عکس ہے یا اُن میں کوئی خدا نہیں بلکہ دونوں کا مجموعہ خدا ہے پہلی تقدیر پر دو خدا لازم آئیں گے، دوسری پر خدا و عرش برابر ہو گئے کہ خدا تو اتنے ہی کا نام رہا جو عرش سے ملا ہوا ہے۔ تیسری تقدیر پر خدا عرش پر نہ بیٹھا کہ جو خدا ہے وہ الگ ہے اور جو لگا ہے وہ خدا نہیں، چوتھی پر عرش خدا کا مکان نہ ہوا کہ وہ اگر مکان ہے تو اُتنے ٹکڑے کا جو اس سے ملا ہے اور وہ خدا نہیں۔

ضرب ۸۶: اقول: جو مکانی ہے اور جزء لا یتجزے کے برابر نہیں اسے مقدار سے مفر نہیں اور مقدار غیر متناہی بالفعل باطل ہے اور مقدار متناہی کے افراد نا متناہی ہیں اور شخص معین کو ان میں سے کوئی قدر معین ہی عارض ہوگی، تو لاجرم تیرا معبود ایک مقدار مخصوص محدود پر ہوا اس تخصیص کو علت سے چارہ نہیں مثلاً کروڑ گز کا ہے تو دو کروڑ کا کیوں نہ ہوا، دو کروڑ کا ہے تو کروڑ کا کیوں نہ ہوا، اس تخصیص کی علت تیرا معبود آپ ہی ہے یا اس کا غیر اگر غیر ہے جب تو سچا خدا وہی ہے جس نے تیرے معبود کو اتنے یا اتنے گز کا بنایا، اور اگر خود ہی ہوتا ہم بہر حال اس کا ←

....

حادث ہونا لازم کہ امور متساویۃ النسبۃ میں ایک کی ترجیح ارادے پر موقوف، اور ہر مخلوق بالا رادہ حادث ہے تو وہ مقدار مخصوص حادث ہوئی اور مقداری کا وجود بے مقدار کے محال، تو تیرا معبود حادث ہوا اور تقدم الشیئ علی نفسہ کا لزوم علاوہ۔

ضرب ۸۷: اقول: ہر مقدار متناہی قابل زیادت ہے تو تیرے معبود سے بڑا اور اس کے بڑے سے بڑا ممکن۔

ضرب ۸۸: اقول: جہات فوق وتحت دو مفہوم اضافی ہیں ایک کا وجود بے دوسرے کے محال ہر بچہ جانتا ہے کہ کسی چیز کو اوپر نہیں کہہ سکتے جب تک دوسری چیز نیچی نہ ہو، اور ازل میں اللہ عزوجل کے سوا کچھ نہ تھا۔ صحیح بخاری شریف میں عمران بن حصین رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: کان اللہ تعالٰی ولم یکن شیئ غیرہ ا۔ اللہ تعالٰی تھا اور اس کے سوا کچھ نہ تھا۔

(ا۔ صحیح البخاری کتاب بدء الخلق باب ماجاء فی قول اللہ تعالٰی وھو الذی یبدؤا الخلق الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۵۳)

تو ازل میں اللہ عزوجل کا فوق یا تحت ہونا محال اور جب ازل میں محال تھا تو ہمیشہ محال رہے گا ورنہ اللہ عزوجل کے ساتھ حوادث کا قیام لازم آئے گا اور یہ محال ہے، کتاب الاسماء والصفات میں امام ابوعبداللہ حلیمی سے ہے:

اذا قیل اللہ العزیز فانما یراد بہ الاعتراف لہ بالقدم الذی لا یتھیأ معہ تغیرہ عما لم یزل علیہ من القدرۃ والقوۃ و ذٰلک عائد الی تنزیہہ تعالٰی عما یجوز علی المصنوعین لاعراضھم بالحدوث فی انفسھم للحوادث ان تصیبھم وتغیرھم ا۔

جب اللہ تعالٰی کو عزیز کہا جائے تو اس سے اس کے قدم کا اعتراف ہے کہ جس کی بناء پر ازل سے اس کی قدرت وطاقت پر کوئی تغیر نہیں ہوا، اور اللہ تعالٰی کی پاکیزگی کی طرف راجع ہے ان چیزوں سے جو مخلوق کے لیے ہوسکتی ہیں کیونکہ وہ خود اور ان کے حوادث تغیر پاتے ہیں۔ (ت) (ا۔ کتاب الاسماء والصفات للبیہقی جماع ابواب ذکر الاسماء التی تتبع نفی التشبیہ الخ، المکتبۃ الاثریہ سانگلہ ہل شیخوپورہ ۱/ ۷۱)

ضرب ۸۹: اقول: ہر ذی جہت قابل اشارہ حسیہ ہے کہ اُوپر ہوا تو اُنگلی اوپر کو اٹھا کر بتا سکتے ہیں، کہ وہ ہے اور نیچے ہوا تو نیچے کو، اور ہر قابل اشارہ حسیہ متحیز ہے اور متحیز جسم یا جسمانی ہے اور ہر جسم وجسمانی محتاج ہے اور اللہ عزوجل احتیاج سے پاک ہے تو واجب ہوا کہ جہت سے پاک ہو، نہ اوپر ہو نہ نیچے، نہ آگے نہ پیچھے، نہ دہنے نہ بائیں تو قطعاً لازم کہ کسی مکان میں نہ ہو۔

ضرب ۹۰: اقول: عرش زمین سے غایت بعد پر ہے اور اللہ بندے سے نہایت قرب میں قال اللہ تعالٰی: نحن اقرب الیہ من حبل الورید ۲۔ ہم تمہاری شہ رگ سے زیادہ قریب ہیں۔ (ت) (۲۔ القرآن الکریم ۵۰/ ۱۶)

قال اللہ تعالٰی: اذا سألك عبادی عنی فانی قریب ۳۔ جب تجھ سے میرے بندے میرے متعلق سوال کریں تو میں قریب ہوں۔ (ت) (۳۔ القرآن الکریم ۲/ ۱۸۶)

تو اگر عرش پر اللہ عزوجل کا مکان ہوتا اللہ تعالٰی ہر دور تر سے زیادہ ہم سے دور ہوتا، اور وہ بنصِ قرآن باطل ہے۔

ضرب ۹۱: مولٰی تعالٰی اگر عرش پر چڑھا بیٹھا ہے تو اس سے اُتر بھی سکتا ہے یا نہیں، اگر نہیں تو عاجز ہوا اور عاجز خدا نہیں، اور اگر ہاں تو جب اُترے گا عرش سے نیچے ہوگا تو اس کا اسفل ہونا بھی ممکن ہوا اور اسفل خدا نہیں۔ ←

ضرب ۹۲: اقول: اگر تیرے معبود کے لیے مکان ہے اور مکان و مکانی کو جہت سے چارہ نہیں کہ جہات نفس امکنہ ہیں یا حدود امکنہ، تو اب دو حال سے خالی نہیں، یا تو آفتاب کی طرح صرف ایک ہی طرف ہوگا یا آسمان کی مانند ہر جہت سے محیط، اولٰی باطل ہے بوجوہ۔ اولاً آیہ کریمہ وکان اللہ بکل شیئ محیطا۔ ۱؎ (اللہ تعالٰی کی قدرت ہر چیز کو محیط ہے۔ ت) کے مخالف ہے۔

(۱؎ القرآن الکریم ۴/۱۲۶)

ثانیاً کریمہ اینما تولوا فثم وجہ اللہ۔ ۲؎ (تم جدھر پھرو تو وہاں اللہ تعالٰی کی ذات ہے۔) کے خلاف ہے۔

(۲؎ القرآن الکریم ۲/۱۱۵)

ثالثاً زمین کروی یعنی گول ہے اور اس کی ہر طرف آبادی ثابت ہوئی ہے اور بحمد اللہ ہر جگہ اسلام پہنچا ہوا ہے نئی پرانی دنیا میں سب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے کلمے سے گونج رہی ہیں شریعت مطہرہ تمام بقاع کو عام ہے۔

تبٰرک الذی نزل الفرقان علی عبدہ لیکون للعٰلمین نذیرا۔ ۳؎ وہ پاک ذات ہے جس نے اپنے خاص بندے پر قرآن نازل فرمایا تاکہ سب جہانوں کے لیے ڈر سنانے والا ہو۔ (ت) (۳؎ القرآن الکریم ۲۵/۱)

اور صحیح بخاری میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: ان احدکم اذا کان فی الصلٰوۃ فان اللہ تعالٰی قبل وجہہ فلا یتنخمن احد قبل وجہہ فی الصلٰوۃ۔ ۴؎ جب تم میں کوئی شخص نماز میں ہوتا ہے تو اللہ تعالٰی اس کے منہ کے سامنے ہے تو ہرگز کوئی شخص نماز میں سامنے کو کھکار نہ ڈالے۔

(۴؎ صحیح البخاری کتاب الاذان باب ھل یلتفت لامر ینزل بہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۰۴)

اگر اللہ تعالٰی ایک ہی طرف ہے تو ہر پارہ زمین میں نماز پڑھنے والے کے سامنے کیونکر ہو سکتا ہے۔

رابعاً ان گمراہوں مکان و جہت ماننے والوں کے پیشواؤں ابن تیمیہ وغیرہ نے اللہ تعالٰی کے جہت بالا میں ہونے پر خود ہی یہ دلیل پیش کی ہے کہ تمام جہان کے مسلمان دعا و مناجات کے وقت ہاتھ اپنے سروں کی طرف اٹھاتے ہیں۔ پُر ظاہر کہ یہ دلیل ذلیل طبل کلیل کہ ائمہ کرام جس کے پرخچے اُڑا چکے اگر ثابت کرے گی تو اللہ عزوجل کا سب طرف سے محیط ہونا کہ ایک ہی طرف ہوتا تو وہیں کے مسلمان سر کی طرف ہاتھ اٹھاتے جہاں وہ سروں کے مقابل ہے باقی اطراف کے مسلمان سروں کی طرف کیونکر اٹھاتے بلکہ سمت مقابل کے رہنے والوں پر لازم ہوتا کہ اپنے پاؤں کی طرف ہاتھ بڑھائیں کہ ان مجسمہ کا معبود اُن کے پاؤں کی طرف ہے۔ بالجملہ پہلی شق باطل ہے، رہی دوسری اس پر یہ احاطہ عرش کے اندر اندر ہرگز نہ ہوگا ورنہ استواء باطل ہوجائے گا، ان کا معبود عرش کے اوپر نہ ہوگا نیچے قرار پائے گا، لاجرم عرش کے باہر سے احاطہ کرے گا اب عرش ان کے معبود کے پیٹ میں ہوگا تو عرش اس کا مکان کیونکر ہو سکتا ہے بلکہ وہ عرش کا مکان ٹھہرا اور اب عرش پر بیٹھنا بھی باطل ہوگیا، کہ جو چیز اپنے اندر ہو اس پر بیٹھنا نہیں کہہ سکتے کیا تمہیں کہیں گے کہ تم اپنے دل یا جگر یا طحال پر بیٹھے ہوئے ہو، گمراہو، حجۃ اللہ یوں قائم ہوتی ہے۔

ضرب ۹۳: اقول: شرع مطہر نے تمام جہان کے مسلمانوں کو نماز میں قبلہ کی طرف منہ کرنے کا حکم فرمایا، یہی حکم دلیل قطعی ہے کہ ←

....

اللہ عزوجل جہت و مکان سے پاک و بری ہے، اگر خود حضرت عزت جلالہ کے لیے طرف وجہت ہوتی محض مہمل باطل تھا کہ اصل معبود کی طرف منہ کرکے اس کی خدمت میں کھڑا ہونا اس کی عظمت کے حضور پیٹھ جھکانا اس کے سامنے خاک پر منہ ملنا چھوڑ کر ایک اور مکان کی طرف سجدہ کرنے لگیں حالانکہ معبود دوسرے مکان میں ہے، بادشاہ کا مجرئی اگر بادشاہ کو چھوڑ کر دیوان خانہ کی کسی دیوار کی طرف منہ کرکے آداب مجرا بجالائے اور دیوار ہی کے سامنے ہاتھ باندھے کھڑا رہے تو بے ادب مسخرہ کہلائے گا یا مجنون پاگل۔ ہاں اگر معبود سب طرف سے زمین کو گھیرے ہوتا تو البتہ جہت قبلہ مقرر کرنے کی جہت نکل سکتی کہ جب وہ ہر ست سے محیط ہے تو اس کی طرف منہ تو ہر حال میں ہوگا ہی، ایک ادب قاعدے کے طور پر ایک سمت خاص بنادی گئی، مگر معبود ایسے گھیرے سے پاک ہے کہ یہ صورت دو ہی طور پر متصور ہے، ایک یہ کہ عرش تا فرش سب جگہیں اس سے بھری ہوں جیسے ہر خلا میں ہوا بھری ہے۔ دوسرے یہ کہ وہ عرش سے باہر باہر افلاک کی طرح محیط عالم ہو اور بیچ میں خلا جس میں عرش و کرسی، آسمان و زمین و مخلوقات واقع ہیں، اور دونوں صورتیں محال ہیں، پچھلی اس لیے کہ اب وہ صمد نہ رہے گا صمد وہ جس کے لیے جوف نہ ہو، اور اس کا جوف تو اتنا بڑا ہوا معہذا جب خالق عالم آسمان کی شکل پر ہوا تو تمہیں کیا معلوم ہوا کہ وہ یہی آسمان اعلیٰ ہو جسے فلک اطلس و فلک الافلاک کہتے ہیں، جب تشبیہ ٹھہری تو اس کے استحالے پر کیا دلیل ہو سکتی ہے اور پہلی صورت اس سے بھی شنیع تر و بدیہی البطلان ہے کہ جب مجسمہ گمراہوں کا وہی معبود عرش تا فرش ہر مکان کو بھرے ہوئے ہے تو معاذ اللہ ہر پاخانے غسل خانے میں ہوگا مردوں کے پیٹ اور عورتوں کے رحم میں بھی ہوگا، راہ چلنے والے اسی پر پاؤں اور جوتا رکھ کر چلیں گے معہذا اس تقدیر پر تمہیں کیا معلوم کہ وہ یہی ہوا ہو جو ہر جگہ بھری ہے، جب احاطہ جسمانیہ ہر طرح باطل ہوا تو بالضرورۃ ایک ہی کنارے کو ہوگا اور شک نہیں کہ کرہ زمین کے ہر سمت رہنے والے جب نمازوں میں کعبے کو منہ کریں گے تو سب کا منہ اس ایک ہی کنارے کی طرف نہ ہوگا جس میں تم نے خدا کو فرض کیا ہے بلکہ ایک کا منہ ہے تو دوسرے کی پیٹھ ہوگی، تیسرے کا بازو، ایک کا سر ہوگا تو دوسرے کے پاؤں، یہ شریعت مطہرہ کو سخت عیب لگانا ہوگا۔ لاجرم ایمان لانا فرض ہے کہ وہ غنی بے نیاز مکان و جہت و جملہ اعراض سے پاک ہے وللہ الحمد۔

ضرب ۹۴: اقول: صحیحین میں ابوہریرہ اور صحیح مسلم میں ابوہریرہ و ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ینزل ربنا کل اللیلۃ الی سماء الدنیا حین یبقی ثلث اللیل الأخر فیقول من یدعونی فاستجیب لہ الحدیث ۱۔

ہمارا رب عزوجل ہر رات تہائی رات رہے اس آسمانِ زیریں تک نزول کرتا اور ارشاد فرماتا ہے، ہے کوئی دعا کرنے والا کہ میں اس کی دعا قبول کروں۔ (۱۔ صحیح البخاری کتاب التہجد باب الدعاء والصلوۃ من آخر اللیل قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۵۳) (صحیح مسلم کتاب صلوۃ المسافرین باب صلوۃ اللیل وعدد رکعات الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۵۸)

اور ارصاد صحیحہ متواترہ نے ثابت کیا ہے کہ آسمان و زمین دونوں گول بشکل کرہ ہیں، آفتاب ہر آن طلوع و غروب میں ہے، جب ایک موضع میں طالع ہوتا ہے تو دوسرے میں غروب ہوتا ہے، آٹھ پہر یہی حالت ہے تو دن اور رات کا ہر حصہ بھی یونہی آٹھ پہر باختلاف مواضع موجود ہے گا کسی وقت یہاں تہائی رات رہی تو ایک لحظہ کے بعد دوسری جگہ تہائی رہے گی جو پہلی جگہ سے ایک مقدار خفیف پر مغرب کو ہٹی ←

ہوگی ایک لحظہ بعد تیسری جگہ تجائی رہے گی وعلی ہذا القیاس، تو واجب ہے کہ مجسمہ کا معبود جن کے طور پر یہ نزول وغیرہ سب معنی حقیقی پر محمل کرنا لازم، ہمیشہ ہر وقت آٹھوں پہر بارھوں مہینے اسی نیچے کے آسمان پر رہتا ہو، غایت یہ کہ جو جورات سرکتی جائے خود بھی ان لوگوں کے محاذات میں سرکتا ہو خواہ آسمان پر ایک ہی جگہ بیٹھا آواز دیتا ہو، بہر حال جب ہر وقت اسی آسمان پر براج رہا ہے تو عرش پر بیٹھنے کا کون سا وقت آئے گا اور آسمان پر اترنے کے کیا معنی ہوں گے۔

بحمد اللہ یہ بیس دلائل جلائل، مثبت حق ومبطل باطل ہیں، تین افادہ ائمہ کرام اور سترہ افاضہ مولائے علام کہ بلا مراجعت کتاب ارتجالاً لکھ دیں، چودہ ایک جلسہ واحدہ خفیفہ میں اور باقی تین نماز کے بعد جلسہ ثانیہ میں، اگر کتب کلامیہ کی طرف رجوع کی جائے تو ظاہراً بہت دلائل ان میں ان سے جدا ہوں گے بہت ان میں جدید وتازہ ہوں گے، اور عجب نہیں کہ بعض مشترک بھی ملیں، مگر نہ زیادہ کی فرصت نہ حاجت، نہ اس رسالے میں کتب دیگر سے استناد کا قرار داد، لہذا اسی پر اقتصار وقناعت، اور توفیق الٰہی ساتھ ہو تو انہیں میں کفایت وہدایت، والحمد للہ رب العلمین۔

اب رَدِّ جہالاتِ مخالف

لیجئے یعنی وہ جو اس بے علم نے اپنی گمراہی کے زور میں دو حدیثیں پیش خویش اپنی مفید جان کر پیش کیں۔

ضرب ۹۵: حدیث صحیح بخاری تو ان علامۃ الدہر صاحب نے بالکل آنکھیں بند کر کے لکھ دی اپنے معبود کا مکانی وجسم ہونا جو ذہن میں جم گیا ہے تو خواہی نخواہی بھی ہر اہی ہرا سوجھتا ہے حدیث کے لفظ یہ ہیں۔

فقال وهو مكانه يارب خفف عنا فان امتي لاتستطيع هذا [۱] آپ نے اپنی جگہ پر فرمایا: اے رب! ہم پر تخفیف فرما کیونکہ میری امت میں یہ استطاعت نہیں۔ (ت)

(۱ صحیح البخاری کتاب التوحید باب قول اللہ عزوجل وکلم اللہ موسٰی تکلیما قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۱۲۰)

یعنی جب نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر پچاس نمازیں فرض ہوئیں اور حضور سدرہ سے واپس آئے آسمان ہفتم پر موسٰی علیہ الصلوۃ والسلام نے تخفیف چاہنے کے لیے گزارش کی حضور بمشورہ جبریل امین علیہ الصلوۃ والتسلیم پھر عازمِ سدرہ ہوئے اور اپنے اسی مکان سابق پر پہنچ کر جہاں تک پہلے پہنچے تھے اپنے رب سے عرض کی: الٰہی! ہم سے تخفیف فرمادے کہ میری امت سے اتنی نہ ہو سکیں گی۔

یہاں سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے مکان ترقی کا ذکر ہے، باؤلے فاضل نے جھٹ ضمیر حضرت عزت کی طرف پھیر دی یعنی حضور نے عرض کی اس حال میں کہ خدا اپنے اسی مکان میں بیٹھا ہوا تھا کہیں چلا نہ گیا تھا۔ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم

بصیر صاحب کو اتنی بھی نہ سوجھی کہ وھو مکانہ جملہ حالیہ قال اور اس کے مقولے کے درمیان واقع ہے تو اقرب کو چھوڑ کر بلا دلیل کیونکر گھڑ لیا جائے کہ یہ حال حضور سے نہیں اللہ عزوجل سے ہے جو اس جملے میں مذکور بھی نہیں مگر یہ ہے کہ۔ من لم یجعل اللہ لہ نوراً فمالہ من نور [۱] جس کے لیے اللہ تعالٰی نور نہ بنائے تو اس کے لیے نور نہیں۔ (ت) (۱ القرآن الکریم ۲۴/ ۴۰)

ضرب ۹۶: اپنی مستند کتاب الاسماء والصفات کو دیکھ کر اس حدیث کے باب میں کیا کیا فرماتے ہیں یہ حدیث شریک بن عبداللہ بن ←

عقیدہ (۲۶): دنیا کی زندگی میں اللہ عزوجل کا دیدار نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے خاص ہے (47)

ابی نمر نے (جنہیں امام یحیٰ بن معین و امام نسائی نے لیس بالقوی ۲؎ کہا، ویسے قوی نہیں،

(۲؎ میزان الاعتدال بحوالہ النسائی ترجمہ ۳۶۹۶ شریک بن عبداللہ دارالمعرفۃ بیروت ۲/ ۲۶۹)

اور تم غیر مقلدوں کے پیشوا ابن حزم نے اسی حدیث کی وجہ سے واہی وضعیف بتایا اور حافظ الشان نے تقریب ۳؎ میں صدوق یخطی فرمایا۔) (۳؎ تقریب التہذیب ترجمہ ۲۷۹۶ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱/ ۴۱۸)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی جس میں جا بجا ثقات حفاظ کی مخالفت کی اس پر کتاب موصوف میں فرماتے ہیں:

وروی حدیث المعراج ابن شہاب الزہری عن انس بن مالک عن ابی ذر وقتادۃ عن انس بن مالک عن مالک بن صعصعۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ لیس فی حدیث واحد منہما شیئ من ذلک، وقد ذکر شریک بن عبداللہ بن ابی نمر فی روایتہ ہذا ما یستدل بہ علی انہ لم یحفظ الحدیث کما ینبغی لہ۔

(۴؎ کتاب الاسماء والصفات للبیہقی باب ماجاء فی قول اللہ ثم دنا فتدلی المکتبۃ الاثریہ سانگلہ ہل شیخوپورہ ۲/ ۱۸۷)

یعنی یہ حدیث معراج امام ابن شہاب زہری نے حضرت انس بن مالک انہوں نے حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اور قتادہ نے حضرت انس بن مالک انہوں نے حضرت مالک بن صعصعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی ان روایات میں اصلاً ان الفاظ کا پتہ نہیں اور بیشک شریک نے روایت میں وہ باتیں ذکر کی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ حدیث جیسی چاہیے انہیں یاد نہ تھی۔

(فتاوی رضویہ، جلد ۲۹، ص ۱۵۰۔ ۱۶۳ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(47) اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

الاحادیث المرفوعہ (مرفوع حدیثیں)

امام احمد اپنی مسند میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی: قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم رأیت ربی عزوجل ۱؎۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں میں نے اپنے رب عزوجل کو دیکھا۔

(۱؎ مسند احمد بن حنبل عن عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۲۸۵)

امام جلال الدین سیوطی خصائص کبرٰی اور علامہ عبدالرؤف مناوی تیسیر شرح جامع صغیر میں فرماتے ہیں:

یہ حدیث بسند صحیح ہے ۱؎۔ (۱؎ التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث رأیت ربی مکتبۃ الامام الشافعی ریاض ۲/ ۲۵) (الخصائص الکبرٰی حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما مرکز اہلسنت برکات رضا گجرات ہند ۱/ ۱۶۱)

ابن عساکر حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی، حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: لان اللہ اعطی موسی الکلام واعطانی الرؤیۃ لوجہہ وفضلنی بالمقام المحمود والحوض المورود ۲؎۔

بیشک اللہ تعالیٰ نے موسیٰ کو دولت کلام بخشی اور مجھے اپنا دیدار عطا فرمایا مجھ کو شفاعت کبرٰی وحوض کوثر سے فضیلت بخشی۔

(۲؎ کنز العمال بحوالہ ابن عساکر عن جابر حدیث ۳۹۲۰۶ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۴/ ۴۴۷) ←

....

وابن عساکر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی: قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال لی ربی نحلت ابرٰھیم خلتی و کلمت موسٰی تکلیما و اعطیتک یا محمد کفاحا ۳؎۔

یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں مجھے میرے رب عزوجل نے فرمایا میں نے ابراہیم کو اپنی دوستی دی اور موسیٰ سے کلام فرمایا اور تمہیں اے محمد مواجہ بخشا کہ بے پردہ وحجاب تم نے میرا جمال پاک دیکھا۔

(۳؎ تاریخ دمشق الکبیر باب ذکر عروجہ الی السماء واجتماعہ بجماعۃ من الانبیاء داراحیاء التراث العربی بیروت ۳ /۲۹۶)

فی مجمع البحار کفاحا ای مواجھۃ لیس بینہما حجاب ولا رسول ۴؎۔

مجمع البحار میں ہے کہ کفاح کا معنی بالمشافہ دیدار ہے جبکہ درمیان میں کوئی پردہ اور قاصد نہ ہو۔ (ت)

(۴؎ مجمع بحار الانوار باب کف ح تحت اللفظ کفح مکتبہ دارالایمان مدینہ منورہ ۴ /۴۲۴)

ابن مردویہ حضرت اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی: سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وھو یصف سدرۃ المنتھٰی (وذکر الحدیث الی ان قالت) قلت یارسول اللہ ما رأیت عندھا؟ قال رأیتہ عندھا یعنی ربہ ۱؎۔

یعنی میں نے سنا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سدرۃ المنتہٰی کا وصف بیان فرماتے تھے میں نے عرض کی یارسول اللہ! حضور نے اس کے پاس کیا دیکھا؟ فرمایا: مجھے اس کے پاس دیدار ہوا یعنی رب کا۔

(۱؎ الدرالمنثور فی التفسیر بالماثور بحوالہ ابن مردویہ تحت آیۃ ۱۷/۱ داراحیاء التراث العربی بیروت ۵ /۱۹۴)

آثار الصحابہ

ترمذی شریف میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی:

اما نحن بنوھاشم فنقول ان محمدا رای ربہ مرتین ۲؎۔

ہم بنی ہاشم اہلبیت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو فرماتے ہیں کہ بیشک محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دوبار دیکھا۔

(۲؎ جامع الترمذی ابواب التفسیر سورۃ نجم امین کمپنی اردو بازار دہلی ۲ /۱۶۱) (الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی فصل واما رؤیتہ لربہ المطبعۃ الشرکۃ الصحافیۃ فی البلاد العثمانیہ ۱ /۱۵۹)

ابن اسحٰق عبداللہ بن ابی سلمہ سے راوی:

ان ابن عمر ارسل الی ابن عباس یسألہ ھل رای محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ربہ. فقال نعم ۳؎۔

یعنی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے دریافت کرا بھیجا: کیا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا؟ انہوں نے جواب دیا: ہاں۔

(۳؎ الدرالمنثور بحوالہ ابن اسحٰق تحت آیۃ ۵۳ /۱۸ داراحیاء التراث العربی بیروت ۷ /۵۷۰)

....

جامع ترمذی ومعجم طبرانی میں عکرمہ سے مروی:

واللفظ للطبرانی عن ابن عباس قال نظر محمد الی ربہ قال عکرمۃ فقلت لابن عباس نظر محمد الی ربہ قال نعم جعل الکلام لموسٰی والخلۃ لابرٰھیم والنظر لمحمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ا۔ (زاد الترمذی) فقد رای ربہ مرتین ۲۔

یعنی طبرانی کے الفاظ ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما نے فرمایا: محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا۔ عکرمہ ان کے شاگرد کہتے ہیں: میں نے عرض کی: کیا محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا؟ فرمایا: ہاں اللہ تعالٰی نے موسٰی کے لئے کلام رکھا اور ابراہیم کے لئے دوستی اور محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لئے دیدار۔ (اور امام ترمذی نے یہ زیادہ کیا کہ) بیشک محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اللہ تعالٰی کو دوبار دیکھا۔ (ا۔ المعجم الاوسط حدیث ۹۳۹۲ مکتبۃ المعارف ریاض ۱۰/۱۸۱) (۲۔ جامع الترمذی ابواب التفسیر سورۃ نجم امین کمپنی اردو بازار دہلی ۲/۱۶۰)

امام ترمذی فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن ہے۔

امام نسائی اور امام خزیمہ وحاکم وبیہقی کی روایت میں ہے:

واللفظ للبیھقی أتعجبون ان تکون الخلۃ لابراھیم والکلام لموسٰی والرؤیۃ لمحمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

کیا ابراہیم کے لئے دوستی اور موسٰی کے لئے کلام اور محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لئے دیدار ہونے میں تمہیں کچھ اچنبا ہے۔ یہ الفاظ بیہقی کے ہیں۔

حاکم ۳۔ نے کہا: یہ حدیث صحیح ہے۔ امام قسطلانی وزرقانی نے فرمایا: اس کی سند جید ہے ۴۔

(۳۔ المواہب اللدنیۃ بحوالہ النسائی والحاکم المقصد الخامس المکتب الاسلامی بیروت ۳/۱۰۴) (الدر المنثور بحوالہ النسائی والحاکم تحت الآیۃ ۵۳/۱۸ دار احیاء التراث العربی بیروت ۷/۵۶۹) (المستدرک علی الصحیحین کتاب الایمان رای محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ربہ دار الفکر بیروت ۱/۶۵) (السنن الکبرٰی للنسائی حدیث ۱۱۵۳۹ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۶/۴۷۲) (۴۔ شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ المقصد الخامس دار المعرفۃ بیروت ۶/۱۱۷)

طبرانی معجم اوسط میں راوی:

عن عبداللہ بن عباس انہ کان یقول ان محمدا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم رای ربہ مرتین مرۃ ببصرہ ومرۃ بفوادہ ۵۔

یعنی حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما فرمایا کرتے بیشک محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے دوبار اپنے رب کو دیکھا ایک بار اس آنکھ سے اور ایک بار دل کی آنکھ سے۔ (۵۔ المواہب اللدنیۃ بحوالہ الطبرانی فی الاوسط المقصد الخامس المکتب الاسلامی بیروت ۳/۱۰۵) (المعجم الاوسط حدیث ۵۷۵۷ مکتبۃ المعارف ریاض ۶/۳۵۶)

←

....

امام سیوطی و امام قسطلانی و علامہ شامی علامہ زرقانی فرماتے ہیں: اس حدیث کی سند صحیح ہے ا۔ (ا۔ المواہب اللدنیۃ المقصد الخامس، المکتب الاسلامی بیروت ۳/۱۰۵) (شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیہ المقصد الخامس، دار المعرفہ بیروت ۶/۱۱۷)

امام الائمہ ابن خزیمہ و امام بزار حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی:

ان محمدا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم رای ربہ عزوجل ۲۔

بیشک محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنے رب عزوجل کو دیکھا۔

(۲۔ المواہب اللدنیۃ بحوالہ ابن خزیمہ المقصد الخامس المکتب الاسلامی بیروت ۳/۱۰۵)

امام احمد قسطلانی و عبدالباقی زرقانی فرماتے ہیں: اس کی سند قوی ہے ۳۔ (۳۔ المواہب اللدنیۃ بحوالہ ابن خزیمہ المقصد الخامس المکتب الاسلامی بیروت ۳/۱۰۵) (شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیہ المقصد الخامس دار المعرفہ بیروت ۶/۱۱۸)

محمد بن اسحٰق کی حدیث میں ہے:

ان مروان سأل اباهریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ هل رای محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ربہ فقال نعم ۴۔

یعنی مروان نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے پوچھا: کیا محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا؟ فرمایا: ہاں

(۴۔ شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ بحوالہ ابن اسحٰق دار المعرفہ بیروت ۶/۱۱۶) (الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی بحوالہ ابن اسحٰق فصل و ما رؤیۃ لربہ المطبعۃ الشرکۃ الصحافیۃ فی البلاد العثمانیہ ۱/۱۵۹)

اخبار التابعین

مصنف عبدالرزاق میں ہے:

عن معمر عن الحسن البصری انہ کان یحلف باللہ لقد رای محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ۵۔

یعنی امام حسن بصری رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ قسم کھا کر فرمایا کرتے بیشک محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا۔

(۵۔ الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی بحوالہ عبدالرزاق عن معمر عن الحسن البصری فصل و ما رؤیۃ لربہ المطبعۃ الشرکۃ الصحافیۃ فی البلاد العثمانیہ ۱/۱۵۹)

اسی طرح امام ابن خزیمہ حضرت عروہ بن زبیر سے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے پھوپھی زاد بھائی کے بیٹے اور صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نواسے ہیں راوی کہ وہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو شب معراج دیدار الٰہی ہونا مانتے:

وانہ یشتد علیہ انکارها ا۔ اھ ملتقطا۔

اور ان پر اس کا انکار سخت گراں گزرتا۔

(ا۔ شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ بحوالہ ابن خزیمہ المقصد الخامس دار المعرفۃ بیروت ۱/۱۱۶)

یوں ہی کعب احبار عالم کتب سابقہ و امام ابن شہاب زہری قرشی و امام مجاہد مخزومی مکی و امام عکرمہ بن عبداللہ مدنہ ہاشمی و امام عطا بن رباح قرشی مکی۔ استاذ امام ابوحنیفہ و امام مسلم بن صبیح ابوالضحٰی کوفی وغیرہم جمیع تلامذہ عالم قرآن حبر الامہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہم کا بھی ←

یہی مذہب ہے۔

امام قسطلانی مواہب لدنیہ میں فرماتے ہیں:

اخرج ابن خزیمۃ عن عروہ بن الزبیر اثباتھا وبہ قال سائر اصحاب ابن عباس وجزم بہ کعب الاحبار والزھری [۲] الخ۔

ابن خزیمہ نے عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اس کا اثبات روایت کیا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے تمام شاگردوں کا یہی قول ہے۔ کعب احبار اور زہری نے اس پر جزم فرمایا ہے۔ الخ۔ (ت)

(۲؎ المواہب اللدنیۃ المقصد الخامس المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۱۰۴)

اقوال من بعدھم من ائمۃ الدین

امام خلال کتاب السنۃ میں اسحٰق بن مروزی سے راوی، حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ رویت کو ثابت مانتے اور اس کی دلیل فرماتے:

قول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رأیت ربی [۳] اھ مختصراً۔

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے میں نے اپنے رب کو دیکھا۔

(۳؎ المواہب اللدنیۃ بحوالہ الخلال فی کتاب السنۃ المقصد الخامس المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۱۰۷)

نقاش اپنی تفسیر میں اس امام سند الانام رحمہ اللہ تعالیٰ سے راوی:

انہ قال اقول بحدیث ابن عباس بعینہ رای ربہ راہ راہ راہ حتی انقطع نفسہ۔ [۴]

یعنی انہوں نے فرمایا میں حدیث ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا معتقد ہوں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے رب کو اسی آنکھ سے دیکھا دیکھا دیکھا، یہاں تک فرماتے رہے کہ سانس ٹوٹ گئی۔

(۴؎ الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی بحوالہ النقاش عن احمد وامام رؤیۃ لربہ المکتبۃ الشرکۃ الصحافیۃ ۱/ ۱۵۹)

امام ابن الخطیب مصری مواہب شریف میں فرماتے ہیں: جزم بہ معمر وآخرون وھو قول الاشعری وغالب اتباعہ [۱]۔

یعنی امام معمر بن راشد بصری اور ان کے سوا اور علماء نے اس پر جزم کیا، اور یہی مذہب ہے امام اہلسنت امام ابوالحسن اشعری اور ان کے غالب پیرووں کا۔ (۱؎ المواہب اللدنیہ المقصد الخامس المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۱۰۴)

علامہ شہاب خفاجی نسیم الریاض شرح شفائے امام قاضی عیاض میں فرماتے ہیں:

الاصح الراجح انہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رای ربہ بعین راسہ حین اسری بہ کما ذھب الیہ اکثر الصحابۃ [۲]۔

مذہب اصح وراجح یہی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شب اسرا اپنے رب کو بچشم سر دیکھا جیسا کہ جمہور صحابۂ کرام کا یہی مذہب ہے۔

(۲؎ نسیم الریاض شرح شفاء القاضی عیاض فصل واما رؤیتہ لربہ مرکز اہلسنت برکات رضا گجرات ہند ۲/ ۳۰۳) ←

اور آخرت میں ہر سُنّی مسلمان کے لیے ممکن بلکہ واقع۔ (48) رہا قلبی دیدار یا خواب میں، یہ دیگر انبیا علیہم السلام

امام نووی شرح صحیح مسلم میں پھر علامہ محمد بن عبدالباقی شرح مواہب میں فرماتے ہیں:

الراجح عند اکثر العلماء انہ طرای ربہ بعینی راسہ لیلۃ المعراج ۳ ۔

جمہور علماء کے نزدیک راجح یہی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شب معراج اپنے رب کو اپنے سر کی آنکھوں سے دیکھا۔

(۳۔ شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ المقصد الخامس دارالمعرفۃ بیروت ۶/ ۱۱۶)

ائمہ متاخرین کے جدا جدا اقوال کی حاجت نہیں کہ وہ حد شمار سے خارج ہیں اور لفظ اکثر العلماء کہ منہاج میں فرمایا کافی ومغنی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (فتاوی رضویہ، جلد ۲۹، ص ۶۳۷ ۔ ۶۴۳ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(48) جنت میں دیدارِ الٰہی عزوجل

حضرتِ سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بڑے مرتبہ کا جنتی وہ شخص ہوگا جو صبح وشام دیدارِ الٰہی سے مشرف ہوگا اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی:

وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ۝ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ۝

ترجمہ کنز الایمان: کچھ منہ اس دن تروتازہ ہوں گے اپنے رب کو دیکھتے۔ (پ ۲۹، القیمۃ: ۲۲، ۲۳)

(ترمذی، کتاب صفۃ الجنۃ، رقم الحدیث ۲۵۶۲، ج ۴، ص ۲۴۹)

جنت میں خدا عزوجل کا دیدار

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب جنتی جنت میں داخل ہوجائیں گے تو خدا عزوجل کا ایک منادی یہ اعلان کریگا کہ اے اہلِ جنت! ابھی تمہارے لئے اللہ عزوجل کا ایک اور وعدہ بھی ہے۔ تو اہلِ جنت کہیں گے کہ اللہ عزوجل نے ہمارے چہروں کو روشن نہیں کر دیا ہے! کیا اللہ عزوجل نے ہم کو جہنم سے نجات دے کر جنت میں نہیں داخل کر دیا ہے؟ تو منادی جواب دے گا کہ کیوں نہیں! پھر ایک دم خداوند قدوس عزوجل اپنے حجاب اقدس کو دور فرمادے گا (اور جنتی لوگ خدا عزوجل کا دیدار کرلیں گے) تو جنتیوں کو اس سے زیادہ جنت کی کوئی نعمت پیاری نہ ہوگی۔ (سنن الترمذی، کتاب صفۃ الجنۃ، باب ماجاء فی رؤیۃ الرب تبارک وتعالیٰ، الحدیث: ۲۵۶۱، ج ۴، ص ۲۴۸)

اسی طرح بخاری ومسلم کی حدیث میں ہے۔ حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ہم لوگ رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے تو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے چودھویں رات کو چاند کی طرف دیکھ کر ارشاد فرمایا کہ تم لوگ عنقریب (قیامت کے دن) اپنے رب عزوجل کو دیکھو گے جس طرح تم لوگ چاند کو دیکھ رہے ہو۔ (یعنی جس طرح چاند کو دیکھنے میں کوئی کسی کے لئے حجاب اور آڑ نہیں بنتا اسی طرح تم لوگ اپنے رب عزوجل کو دیکھو گے) تو اگر تم لوگوں سے ہوسکے تو نماز فجر و نماز عصر کبھی نہ چھوڑو۔ (صحیح مسلم، کتاب المساجد۔۔۔ الخ، باب فضل صلاتی۔۔۔ الخ، الحدیث ۶۳۳، ص ۳۱۷)

اسی طرح حضرت صہیب رومی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب جنتی جنت میں داخل ہوچکیں گے تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ اے اہلِ جنت! کیا تم چاہتے ہو کہ کچھ اور زیادہ نعمتیں میں تم لوگوں کو عطا کروں؟ تو ←

بلکہ اولیا کے لیے بھی حاصل ہے۔ ہمارے امامِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خواب میں سو ۱۰۰ بار زیارت ہوئی۔(49)

عقیدہ (۲۷): اس کا دیدار بلا کیف ہے، یعنی دیکھیں گے اور یہ نہیں کہہ سکتے کہ کیسے دیکھیں گے، جس چیز کو دیکھتے ہیں اُس سے کچھ فاصلہ مسافت کا ہوتا ہے، نزدیک یا دور، وہ دیکھنے والے سے کسی جہت میں ہوتی ہے، اوپر یا نیچے، دہنے یا بائیں، آگے یا پیچھے، اُس کا دیکھنا اِن سب باتوں سے پاک ہوگا۔ پھر رہا یہ کہ کیونکر ہوگا؟ یہی تو کہا جاتا ہے کہ کیونکر کو یہاں دخل نہیں، اِن شاء اللہ تعالیٰ جب دیکھیں گے اُس وقت بتا دیں گے۔ اس کی سب باتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ جہاں تک عقل پہنچتی ہے، وہ خدا نہیں اور جو خدا ہے، اُس تک عقل رسا نہیں، اور وقتِ دیدار نگاہ اُس کا اِحاطہ کرے، یہ محال ہے(50)۔

اہلِ جنت کہیں گے کہ خداوندا! عزوجل کیا تو نے ہمارا منہ اُجالا نہیں کر دیا؟ کیا تو نے ہمیں جنت میں نہیں داخل کر دیا؟ اور جہنم سے نجات دیدیا۔ اِتنے میں حجاب اُٹھ جائے گا اور لوگ دیدارِ الٰہی عزوجل کر لیں گے تو اس سے زیادہ بڑھ کر انہیں جنت کی کوئی نعمت محبوب نہ ہوگی۔

اُس وقت حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی کہ

لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ

ترجمہ کنزالایمان: بھلائی والوں کے لئے بھلائی ہے اور اس سے بھی زائد۔(پ ۱۱، یونس: ۲۶)(مشکوٰۃ شریف، ج ۲، ص ۵۰۰)

(49) کیا خواب میں دیدارِ الٰہی ممکن ہے؟

امامِ اعظم، فقیہِ اَفخم، شمسُ الأئمہ، سِراجُ الأمہ حضرتِ سیِّدُنا امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خواب میں سو بار پروردگار عَزَّ وَجَلَّ کا دیدار کیا۔ چنانچہ منقول ہے: آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اللہ تعالیٰ کی 99 مرتبہ خواب میں زیارت کی تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دل میں کہا کہ اگر میں اللہُ غفار عَزَّ وَجَلَّ کا پورے سو بار دیدار کروں گا تو اُس سے عرض کروں گا کہ یا اللہ! تو مخلوق کو اپنے عذاب سے کس طرح نجات دے گا؟ چنانچہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اللہُ ربُّ العِزَّت کی جب 100 ویں بار زیارت کی تو اس سے سُوال عرض کیا اور اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے جواب ارشاد فرمایا۔(الخیرات الحسان ص 234)

(50) مؤمنین کے لئے دیدارِ الٰہی

لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ ۝

ترجمۂ کنزالایمان: آنکھیں اسے احاطہ نہیں کرتیں اور سب آنکھیں اس کے احاطہ میں ہیں اور وہی ہے پورا باطن پورا خبردار۔

اس آیت کے تحت مفسرِ شہیر مولانا سید محمد نعیم الدین مرادآبادی علیہ الرحمۃ ارشاد فرماتے ہیں کہ ادراک کے معنٰی ہیں مَرئی کے جوانب و حدود پر واقف ہونا اسی کو احاطہ کہتے ہیں۔ ادراک کی یہی تفسیر حضرت سعید ابنِ مسیّب اور حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے منقول ہے اور جمہور مفسّرین ادراک کی تفسیر احاطہ سے فرماتے ہیں اور احاطہ اسی چیز کا ہوسکتا ہے جس کے حدود و جہات ہوں، اللہ تعالیٰ کے لئے حد و جہت محال ہے تو اس کا ادراک و احاطہ بھی ناممکن، یہی مذہب ہے اہلِ سنّت کا، خوارج و معتزلہ وغیرہ گمراہ فرقے ادراک اور رویت میں ←

عقیدہ (۲۸): وہ جو چاہے اور جیسا چاہے کرے (51)، کسی کو اُس پر قابو نہیں اور نہ کوئی اُس کے ارادے سے

فرق نہیں کرتے اس لئے وہ اس گمراہی میں مبتلا ہو گئے کہ انہوں نے دیدارِ الٰہی کو محالِ عقلی قرار دے دیا باوجودیکہ نفیٔ رویت نفیٔ علم کو مستلزم ہے ورنہ جیسا کہ باری تعالیٰ بخلاف تمام موجودات کے بلاکیفیت وجہت جانا جا سکتا ہے ایسے ہی دیکھا بھی جا سکتا ہے کیونکہ اگر دوسری موجودات بغیر کیفیت وجہت کے دیکھی نہیں جاسکتی تو جانی بھی نہیں جاسکتی، راز اس کا یہ ہے کہ رویت و دید کے معنی یہ ہیں کہ بصر کسی شئے کو جیسی کہ وہ ہو ویسا جانے تو جو شئے جہت والی ہوگی اس کی رویت و دید جہت میں ہوگی اور جس کے لئے جہت نہ ہوگی اس کی دید بے جہت ہوگی۔

دیدارِ الٰہی: آخرت میں اللہ تعالیٰ کا دیدار مومنین کے لئے اہلِ سنت کا عقیدہ اور قرآن وحدیث واجماعِ صحابہ وسلفِ اُمت کے دلائلِ کثیرہ سے ثابت ہے۔ قرآنِ کریم میں فرمایا: وُجُوْهٌ یَّوْمَىٕذٍ نَّاضِرَةٌ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ اس سے ثابت ہے کہ مومنین کو روزِ قیامت ان کے رب کا دیدار میسّر ہوگا، اس کے علاوہ اور بہت آیات اور صحاح کی کثیر احادیث سے ثابت ہے۔ اگر دیدارِ الٰہی ناممکن ہوتا تو حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام دیدار کا سوال نہ فرماتے۔ رَبِّ اَرِنِیْۤ اَنْظُرْ اِلَیْكَ ارشاد نہ کرتے اور ان کے جواب میں اِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهٗ فَسَوْفَ تَرٰىنِیْ نہ فرمایا جاتا۔ ان دلائل سے ثابت ہوگیا کہ آخرت میں مومنین کے لئے دیدارِ الٰہی شرع میں ثابت ہے اور اس کا انکار گمراہی۔

اللہ تعالیٰ کا دیدار بلا کیف ہے

دنیا کی زندگی میں سر کی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کا دیدار صرف ہمارے نبی حضرت محمد مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کو حاصل ہوا۔ ہاں دل کی نگاہ سے یا خواب میں اللہ تعالیٰ کا دیدار دوسرے انبیاء علیہم السلام بلکہ بہت سے اولیاء کرام کو بھی نصیب ہوا۔ اور آخرت میں ہر سنی مسلمان کو اللہ تعالیٰ اپنا دیدار کرائے گا مگر یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ کا دیدار بلاکیف ہے۔ یعنی دیکھیں گے مگر یہ نہیں کہہ سکتے کہ کیسے؟ اور کس طور پر دیکھیں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ جب دیکھیں گے۔ اس وقت بتادیں گے۔ اس میں بحث کرنا جائز نہیں۔ یہ ایمان رکھو کہ قیامت میں ضرور اس کا دیدار ہوگا جو آخرت کی نعمتوں میں سب سے بڑی نعمت ہے۔ (شرح الملاعلی القاری علی الفقہ الاکبر، جواز رؤیۃ الباری جل شانہ فی الدنیا، ص ۱۲۳۔۱۲۴ / المعتقد المنتقد مع المستند المعتمد، منہ (۱۶) انہ تعالیٰ مرئی بالا بصار فی الآخرۃ، ص ۵۶، ۵۸، شرح العقائد النسفیۃ، مبحث رؤیۃ اللہ تعالیٰ والدلیل علیھا، ص ۷۴۔۷۵)

(51) اعلیٰ حضرت، امامِ اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

خالق ہے۔ (ہر شے کا، ذوات ہوں خواہ افعال، سب اسی کے پیدا کیے ہوئے ہیں) نہ علت سے (اس کے افعال نہ علت وسبب کے محتاج، نہ اس کے فعل کے لیے کوئی غرض، کہ غرض اس فائدہ کو کہتے ہیں جو فاعل کی طرف رجوع کرے اور نہ اس کے افعال کے لیے غایت، کہ غایت کا حاصل بھی وہی غرض ہے۔ فعال ہے (ہمیشہ جو چاہے کر لینے والا) نہ جوارح (وآلات) سے (جب کہ انسان اپنے ہر کام میں اپنے جوارح یعنی اعضائے بدن کا محتاج ہے۔ مثلاً علم کے لیے دل ودماغ کا۔ دیکھنے اور سننے کے لیے آنکھ، کان کا، لیکن خداوند قدوس کہ ہر پست سے پست آواز کو سنتا اور ہر باریک سے باریک کو کہ خوردبین سے محسوس نہ ہو دیکھتا ہے، مگر کان آنکھ سے اس کا سننا دیکھنا اور زبان سے ←

اُسے باز رکھنے والا۔ اُس کو نہ اُونگھ آئے نہ نیند(52)، تمام جہان کا نگاہ رکھنے والا(53)، نہ تھکے(54)، نہ اُکتائے،

کلام کرتا نہیں کہ یہ سب اجسام ہیں۔ اور جسم وجسمانیت سے وہ پاک) قریب ہے۔ (اپنے کمال قدرت وعلم ورحمت سے) نہ (کہ) مسافت سے (کہ اس کا قرب ماپ وپیائش میں سما سکے) ملک (وسلطان وشہنشاہ زمین وآسمان) ہے مگر بے وزیر (جیسا کہ سلاطین دنیا کے وزیر باتدبیر ہوتے ہیں کہ اس کے امور سلطنت میں اس کا بوجھ اٹھاتے اور ہاتھ بٹاتے ہیں۔) والی (ہے۔ مالک وحاکم علی الاطلاق ہے۔ جو چاہے اور جیسا چاہے کرے مگر) بے مشیر (نہ کوئی اس کو مشورہ دینے والا۔ نہ وہ کسی کے مشورہ کا محتاج، نہ کوئی اس کے ارادے سے اسے باز رکھنے والا۔ ولایت، ملکیت، مالکیت، حاکیت، کے سارے اختیارات اسی کو حاصل، کسی کو کسی حیثیت سے بھی اس ذات پاک پر دسترس نہیں، ملک وحکومت کا حقیقی مالک کہ تمام موجودات اس کے تحتِ ملک وحکومت ہیں، اور اس کی مالکیت وسلطنت دائمی ہے جسے زوال نہیں) حیات وکلام وسمع وبصر وارادہ وقدرت وعلم (کہ اس کے صفات ذاتیہ ہیں اور ان کے علاوہ تکوین وتخلیق ورزاقیت یعنی مارنا، جلانا، صحت دینا، بیمار کرنا، غنی کرنا، فقیر کرنا، ساری کائنات کی ترتیب فرمانا اور ہر چیز کو بتدریج اس کی فطرت کے مطابق کمالِ مقدار تک پہنچانا، انہیں ان کے مناسب احوال روزی رزق مہیا کرنا) وغیرہا (صفات جن کا تعلق مخلوق سے ہے اور جنہیں صفاتِ اضافیہ اور صفاتِ فعلیہ بھی کہتے ہیں اور جنہیں صفات تخلیق وتکوین کی تفصیل سمجھنا چاہیے، اور صفاتِ سلبیہ یعنی وہ صفات جن سے اللہ تعالیٰ کی ذات منزہ اور مبرا ہے، مثلاً وہ جاہل نہیں عاجز نہیں، بے اختیار وبے بس نہیں، کسی کے ساتھ متحد نہیں جیسا کہ برف پانی میں گھل کر ایک ہوجاتا ہے، غرض وہ اپنی صفاتِ ذاتیہ، صفاتِ اضافیہ اور صفات سلبیہ) تمام صفات کمال سے ازلاً ابداً موصوف (ہے، اور جس طرح اس کی ذات قدیم ازلی ابدی ہے اس کی تمام صفات بھی قدیم ازلی ابدی ہیں، اور ذات وصفات باری تعالیٰ کے سوا سب چیزیں حادث ونو پید، یعنی پہلے نہ تھیں پھر موجود ہوئیں، صفات الٰہی کو جو مخلوق کہے یا حادث بتائے گمراہ بے دین ہے۔ اس کی ذات وصفات) تمام شیون (تمام نقائص تمام کوتاہیوں سے) وشین وعیب (ہر قسم کے نقص ونقصان) سے اوّلاً وآخراً بری (کہ جب وہ مجتمع ہے تمام صفات کمال کا جامع ہے ہر کمال وخوبی کا، تو کسی عیب کسی نقص، کسی کوتاہی کا اس میں ہونا محال، بلکہ جس بات میں نہ کمال ہو نہ نقصان وہ بھی اس کے لیے محال)

(فتاوٰی رضویہ، جلد ۲۹، ص ۳۴۵ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(52) لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ. (پ3، البقرہ:255)

ترجمۂ کنزالایمان: اسے نہ اونگھ آئے نہ نیند۔

(53) وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطًا۠ (پ5، النسآء:126)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں اور ہر چیز پر اللہ کا قابو ہے۔

(54) اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَمْ يَعْيَ بِخَلْقِهِنَّ. (پ26، احقاف:33)

ترجمۂ کنزالایمان: کیا انہوں نے نہ جانا کہ وہ اللہ جس نے آسمان اور زمین بنائے اور ان کے بنانے میں نہ تھکا۔

وَّمَا مَسَّنَا مِنْ لُّغُوْبٍ۠ (پ26، قٓ:38)

ترجمۂ کنزالایمان: اور تکان ہمارے پاس نہ آئی

تمام عالم کا پالنے والا (55)، ماں باپ سے زیادہ مہربان (56)،

(55) حضرت غزالیِ دوراں علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مقالات کاظمی میں فرماتے ہیں:

سب تعریفیں تمام جہانوں کے رب کے لئے ہیں" وہ تمام جہانوں کا رب ہے، وہ العالمین کا رب ہے۔ جن کا وہ رب ہے ان کے لئے سرکار صلی اللہ علیہ وسلم رحمت فرمانے والے ہیں۔ جب کوئی چیز اللہ تعالیٰ کی ربوبیت سے باہر نہیں تو آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت سے باہر کیسے ہوسکتی ہے اور رب کہتے ہیں تربیت کرنے والے کو۔ تربیت کا مطلب ہے "پالنا" اور پالنے کے لئے رحمت لازمی ہے۔ ماں بچے کو پال نہیں سکتی۔ اس کے لئے اپنی نیند خراب نہیں کرسکتی، اس کے آرام کے لئے خود تکلیف نہیں اٹھاسکتی جب تک بچے کے لئے رحمت کا جذبہ اس کے اندر موجزن نہ ہو۔ انسان تو درکنار، حیوان بھی، چرند، پرند اور درند بھی اپنے بچوں کو اس وقت پال سکتے ہیں جب ان کے اندر بچوں کے لئے رحمت ہو۔ اپنی غذا، اپنا شکار بچوں کو تبھی کھلائیں گے ناں۔

پتا چلا کہ "رحمۃ" کے بغیر تربیت نہیں ہوسکتی۔ اللہ تعالیٰ گویا فرماتا ہے کہ ربوبیت میری صفت ہے اور رحمت بھی میری صفت ہے۔ اے محبوب! اگرچہ رحمت بھی میری صفت ہے، میں رحمن ہوں، میں رحیم ہوں لیکن میری اس صفت رحمت کا مظہر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ میں نے اپنی ربوبیت عامہ کو اپنی رحمت عامہ میں ظاہر کیا۔ میری رحمت عامہ کا مظہر اتم آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ میں نے اپنی رحمت کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت میں ڈھال دیا ہے۔ اس لئے میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو "رحمت" قرار دیا ہے اور چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم میری صفت کا مظہر ہیں اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام کائنات، ساری خدائی، سب عالموں پر رحم فرمانے والے ہیں۔ اے محبوب! جس کا میں رب ہوں، اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم رحمت فرمانے والے ہیں۔

پتا چلا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت کے دائرے سے کوئی باہر نہیں۔ وہ انسان ہوں یا حیوان ہوں، جن ہوں یا فرشتے ہوں، وہ عالم تحت ہو یا عالم فوق، عالم ظاہر ہو یا عالم باطن، وہ عالم خلق ہو یا عالم امر ہو، جواہر ہوں یا اعراض ہوں، لوح و قلم ہو یا عرش و کرسی ہوں، میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم سب پر رحم فرمانے والے ہیں۔

(56) تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نُبوت، مَخزنِ جودوسخاوت صَلَّی اللہُ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ رحمت نشان ہے:

لَلّٰہُ اَرْحَمُ بِعَبْدِہِ الْمُؤْمِنِ مِنَ الْوَالِدَۃِ الشَّفِیْقَۃِ بِوَلَدِھَا.

ترجمہ: اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنے مؤمن بندے پر اپنے بچے پر شفقت کرنے والی ماں سے بھی زیادہ رحیم ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب الادب، باب رحمۃ الولد۔۔۔۔۔۔الخ، الحدیث ۵۹۹۹، ص ۵۰۸، مختصراً)

حضرتِ سیِّدُنا ابو غالب علیہ رحمۃ اللہ الغالب فرماتے ہیں: میں ابو امامہ کے پاس شام کے وقت جایا کرتا تھا۔ ایک دن ان کے پڑوس میں ایک مریض کے پاس گیا تو وہ مریض کو جھڑک رہے تھے اور فرما رہے تھے: افسوس ہے تجھ پر، اے اپنی جان پر ظلم کرنے والے! کیا میں نے تجھے بھلائی کا حکم نہ دیا اور برائی سے نہ روکا تھا؟ تو وہ نوجوان بولا: اے میرے محترم! اگر اللہ عَزَّوَجَلَّ مجھے میری ماں کے سپرد کردے اور میرا معاملہ اسی کے حوالے فرمادے تو میری ماں میرے ساتھ کیسا معاملہ فرمائے گی؟ تو انہوں نے جواب دیا: وہ تجھے جنت میں داخل کردے گی۔ تو اس نے عرض کی: اللہ عَزَّوَجَلَّ مجھ پر میری والدہ سے بھی زیادہ مہربان ہے۔ پھر اس کی روح قفسِ عُنصری سے پرواز کرگئی۔ ←

حلم والا (57) اُسی کی رحمت ٹوٹے ہوئے دلوں کا سہارا (58)،

چنانچہ، جب اس کے چچا نے اس کے ساتھ قبر میں اُتر کر اُسے دفن کیا اور قبر کو برابر کر دیا تو اس نے گھبرا کر چیخ ماری۔ میں نے پوچھا: کیا ہوا؟ تو کہنے لگا: اس کی قبر وسیع کر دی گئی اور نور سے بھر دی گئی ہے۔

(شعب الایمان للبیہقی، باب فی معالجۃ کل ذنب بالتوبۃ، الحدیث ۷۱۱۵، ج۵، ص۴۱۷)

حضرت سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلَّم کی خدمت میں قیدیوں کو لایا گیا۔ ان میں ایک عورت بھاگ رہی تھی۔ اس نے ایک قیدی بچے کو اٹھا کر اپنے سینے سے لگایا اور اسے دودھ پلانے لگی۔ آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: اس عورت کو دیکھ کر بتاؤ! کیا یہ اپنے بچے کو جہنم میں ڈال دے گی؟ عرض کی گئی: نہیں، اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! کبھی نہیں۔ تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنے بندوں پر اس سے کہیں زیادہ رحم وکرم کرتا ہے جتنی یہ عورت اپنے بچے پر مہربان ہے۔

(صحیح مسلم، کتاب التوبۃ، باب فی سعۃ رحمۃ اللہ۔۔۔۔۔۔الخ، الحدیث ۲۷۵۴، ص ۱۱۵۵)

(57) حلم والا ہے کہ تمھیں بے شمار نعمتیں دے کر تمھاری سخت سخت نافرمانیوں سے درگزر فرماتا ہے۔

(58) رحمتِ خداوندی عزوجل کے بارے میں احادیثِ مبارکہ

تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نُبوت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: اللہ عزوجل کی سو رحمتیں ہیں ان میں سے ہر رحمت زمین وآسمان کے درمیان کی ہر چیز کو ڈھانپ سکتی ہے، اللہ عزوجل نے ان میں سے ایک رحمت نازل فرما کر جن وانس اور جانوروں میں تقسیم فرما دیا، اسی وجہ سے وہ ایک دوسرے پر مہربانی اور رحم کرتے ہیں؛ اسی وجہ سے پرندے اور وحشی جانور اپنی اولاد پر مہربانی کرتے ہیں اور باقی 99 رحمتوں کے ذریعے اللہ عزوجل قیامت کے دن اپنے بندوں پر رحم فرمائے گا۔

(صحیح مسلم، کتاب التوبۃ، باب فی سعۃ رحمۃ اللہ تعالیٰ وانھا تغلب غضبہ، الحدیث: ۶۹۷۴، ۶۹۷۷، ص ۱۱۵۵)

حضرت سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے میں نے مَخْزنِ جودوسخاوت، پیکرِ عظمت وشرافت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلَّم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے: اے فرزندِ آدم! تو جب تک مجھے پکارتا رہے گا اور مجھ سے امید رکھے گا میں تجھ سے سرزد ہونے والے گناہوں کو مٹاتا رہوں گا اور مجھے کوئی پرواہ نہیں، اے ابنِ آدم! اگر تیرے گناہ آسمان کی بلندیوں کو پہنچ جائیں پھر تو مجھ سے مغفرت طلب کرے تو میں تجھے بخش دوں، اے ابنِ آدم! اگر تو میرے پاس زمین کے برابر بھی گناہ لے کر آئے اور مجھ سے اس حال میں ملے کہ تو نے کسی کو میرا شریک نہ ٹھہرایا ہو تو میں تجھے زمین کے برابر مغفرت عطا فرماؤں گا۔

(جامع الترمذی، ابواب الدعوات، باب الحدیث القدسی، یا ابن آدم، الحدیث: ۳۵۴۰، ص ۲۰۱۶)

حضرت سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ محبوبِ رَبُّ العزت، مُحسنِ انسانیت عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلَّم ایک نوجوان کے پاس تشریف لے گئے جس پر نزع کا عالم طاری تھا، شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلَّم نے اس سے دریافت فرمایا کیسا محسوس کر رہے ہو؟ اس نے عرض کی میں اللہ عزوجل سے امید رکھتا ہوں اور اپنے گناہوں پر خوفزدہ ہوں۔ ←

اسی کے لیے بڑائی اور عظمت ہے (59) ماؤں کے پیٹ میں جیسی چاہے صورت بنانے والا (60) گناہوں کو بخشنے والا (61)، توبہ قبول

تو صاحبِ معطر پسینہ، باعثِ نُزولِ سکینہ، فیض گنجینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: ایسے وقت میں جب بندے کے دل میں یہ دو چیزیں جمع ہو جائیں تو اللہ عزوجل اس کی اُمید پوری فرما دیتا ہے اور اس کے خوف سے اسے امن عطا فرماتا ہے۔

(جامع الترمذی، ابواب الجنائز، باب الرجاء باللہ والخوف۔۔۔۔۔۔الخ، الحدیث: ۹۸۳، ص۱۷۴۵)

نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: اگر تم چاہو تو میں تمہیں بتاؤں کہ قیامت کے دن اللہ عزوجل سب سے پہلے مؤمنین سے کیا فرمائے گا اور مؤمنین اللہ عزوجل کی بارگاہ میں کیا عرض کریں گے؟ ہم نے عرض کی یارسول اللہ عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم! ہمیں ضرور بتائیے۔ تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: اللہ عزوجل مؤمنین سے استفسار فرمائے گا: کیا تم مجھ سے ملاقات کرنا پسند کرتے تھے؟ وہ عرض کریں گے جی ہاں! اے ہمارے رب عزوجل! تو وہ دوبارہ ان سے دریافت کریگا، کیوں؟ مؤمنین عرض کریں گے ہم تجھ سے عفو اور مغفرت کی اُمید رکھتے تھے۔ تو اللہ عزوجل ارشاد فرمائے گا: تو پھر تمہاری بخشش میرے ذمۂ کرم پر ہے۔ (المسند للامام احمد بن حنبل، مسند الانصار، الحدیث: ۲۲۱۳۳، ج۸، ص۲۴۹)

(59) وَهُوَ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ ۝

ترجمۂ کنز الایمان: اور وہی بلندی وعظمت والا ہے۔ (پ۲۵، الشوریٰ: ۴)

کبریائی اور عظمت بادشاہِ حقیقی عزوجل ہی کے لائق ہے نہ کہ عاجز اور کمزور بندے کے لائق، لہٰذا بندے کا تکبر کرنا اللہ عزوجل کے ساتھ اس کی ایسی صفت میں جھگڑنا ہے جو اسی مالک عزوجل کے لائق ہے۔

(60) هُوَ الَّذِیْ یُصَوِّرُكُمْ فِی الْاَرْحَامِ كَیْفَ یَشَآءُ

ترجمۂ کنز الایمان: وہی ہے کہ تمہاری تصویر بناتا ہے ماؤں کے پیٹ میں جیسی چاہے۔ (پ۳، آل عمران: ۶)

اس آیت کے تحت مفسرِ شہیر مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ ارشاد فرماتے ہیں کہ مرد۔ عورت۔ گورا، کالا، خوب صورت بدشکل وغیرہ بخاری ومسلم کی حدیث میں ہے سید عالم صلَّی اللہ علیہ وآلہ وسلَّم نے فرمایا تمہارا مادۂ پیدائش ماں کے پیٹ میں چالیس روز جمع ہوتا ہے پھر اتنے ہی دن علقہ یعنی خونِ بستہ کی شکل میں ہوتا ہے پھر اتنے ہی دن پارۂ گوشت کی صورت میں رہتا ہے پھر اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ بھیجتا ہے جو اس کا رزق اس کی عمر اس کے عمل اس کا انجام کار یعنی اس کی سعادت وشقاوت لکھتا ہے پھر اس میں روح ڈالتا ہے تو اس کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں آدمی جنتیوں کے سے عمل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ اس میں اور جنت میں ہاتھ بھر کا یعنی بہت ہی کم فرق رہ جاتا ہے تو کتاب سبقت کرتی ہے اور وہ دوزخیوں کے سے عمل کرتا ہے، اسی پر اس کا خاتمہ ہو جاتا ہے اور داخلِ جہنم ہوتا ہے اور کوئی ایسا ہوتا ہے کہ دوزخیوں کے سے عمل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ اس میں اور دوزخ میں ایک ہاتھ کا فرق رہ جاتا ہے پھر کتاب سبقت کرتی ہے اور اس کی زندگی کا نقشہ بدلتا ہے اور وہ جنتیوں کے سے عمل کرنے لگتا ہے اسی پر اس کا خاتمہ ہوتا ہے اور داخلِ جنت ہو جاتا ہے۔

(61) اِنَّ رَبَّنَا لَغَفُوْرٌ شَكُوْرُ ۝

ترجمۂ کنز الایمان: بیشک ہمارا رب بخشنے والا قدر فرمانے والا ہے (پ۲۲، فاطر: ۳۴)

←

کرنے والا (62)،

اِنَّ اللّٰہَ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ۝

ترجمہ کنزالایمان: بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ (پ ۲، البقرہ: ۱۷۳)

وَاللّٰہُ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ۝

ترجمہ کنزالایمان: اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ (پ ۲، البقرہ: ۲۱۸)

وَاللّٰہُ غَفُوۡرٌ حَلِیۡمٌ ۝

ترجمہ کنزالایمان: اور اللہ بخشنے والا علم والا ہے۔ (پ ۲، فاطر: ۲۲۵)

(62) اللہ عزوجل کی بارگاہ میں توبہ کرنے کا ثواب

اس بارے میں آیاتِ کریمہ:

(1) اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیۡنَ وَ یُحِبُّ الۡمُتَطَہِّرِیۡنَ ۝

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک اللہ پسند رکھتا ہے بہت توبہ کرنے والوں کو اور پسند رکھتا ہے ستھروں کو (پ 2، البقرہ: 222)

(2) اِنَّمَا التَّوۡبَۃُ عَلَی اللّٰہِ لِلَّذِیۡنَ یَعۡمَلُوۡنَ السُّوۡٓءَ بِجَہَالَۃٍ ثُمَّ یَتُوۡبُوۡنَ مِنۡ قَرِیۡبٍ فَاُولٰٓئِکَ یَتُوۡبُ اللّٰہُ عَلَیۡہِمۡ ؕ وَ کَانَ اللّٰہُ عَلِیۡمًا حَکِیۡمًا ۝

ترجمۂ کنزالایمان: وہ توبہ جس کا قبول کرنا اللہ نے اپنے فضل سے لازم کرلیا ہے وہ انہی کی ہے جو نادانی سے برائی کر بیٹھیں پھر تھوڑی ہی دیر میں توبہ کرلیں ایسوں پر اللہ اپنی رحمت سے رجوع کرتا ہے اور اللہ علم و حکمت والا ہے (پ 4، النساء: 17)

(3) فَمَنۡ تَابَ مِنۡۢ بَعۡدِ ظُلۡمِہٖ وَ اَصۡلَحَ فَاِنَّ اللّٰہَ یَتُوۡبُ عَلَیۡہِ

ترجمۂ کنزالایمان: تو جو اپنے ظلم کے بعد توبہ کرے اور سنور جائے تو اللہ اپنی مہر سے اس پر رجوع فرمائے گا۔ (پ 6، المائدہ: 39)

(4) وَ الَّذِیۡنَ عَمِلُوا السَّیِّاٰتِ ثُمَّ تَابُوۡا مِنۡۢ بَعۡدِہَا وَ اٰمَنُوۡۤا ۫ اِنَّ رَبَّکَ مِنۡۢ بَعۡدِہَا لَغَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ۝

ترجمۂ کنزالایمان: اور جنہوں نے برائیاں کیں اور ان کے بعد توبہ کی اور ایمان لائے تو اس کے بعد تمہارا رب بخشنے والا مہربان ہے۔
(پ 9، الاعراف: 153)

(5) وَّ اَنِ اسۡتَغۡفِرُوۡا رَبَّکُمۡ ثُمَّ تُوۡبُوۡۤا اِلَیۡہِ یُمَتِّعۡکُمۡ مَّتَاعًا حَسَنًا اِلٰۤی اَجَلٍ مُّسَمًّی وَّ یُؤۡتِ کُلَّ ذِیۡ فَضۡلٍ فَضۡلَہٗ

ترجمۂ کنزالایمان: اور یہ کہ اپنے رب سے معافی مانگو پھر اس کی طرف توبہ کرو تمہیں بہت اچھا برتنا دے گا ایک ٹھہرائے وعدہ تک اور ہر فضیلت والے کو اس کا فضل پہنچائے گا۔ (پ 11، الھود: 3)

(6) وَ اِنِّیۡ لَغَفَّارٌ لِّمَنۡ تَابَ وَ اٰمَنَ وَ عَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اہۡتَدٰی ۝

ترجمۂ کنزالایمان: اور بے شک میں بہت بخشنے والا ہوں اسے جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور اچھا کام کیا پھر ہدایت پر رہا۔
(پ 16، طٰہٰ: 82)

(7) اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا O

ترجمۂ کنزالایمان: مگر جو توبہ کرے اور ایمان لائے اور اچھا کام کرے تو ایسوں کی برائیوں کو اللہ بھلائیوں سے بدل دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ (پ19، الفرقان:70)

(8) وَهُوَ الَّذِيْ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَيَعْفُوْا عَنِ السَّيِّاٰتِ وَيَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ O

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہی ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا اور گناہوں سے درگزر فرماتا ہے اور جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔

(پ25، الشوریٰ:25)

(9) يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّكَفِّرَ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَيُدْخِلَكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ

ترجمہ کنزالایمان: اے ایمان والو! اللہ کی طرف ایسی توبہ کرو جو آگے کو نصیحت ہو جائے قریب ہے کہ تمہارا رب تمہاری برائیاں تم سے اتار دے اور تمہیں باغوں میں لے جائے جن کے نیچے نہریں بہیں۔ (پ28، التحریم:8)

(10) اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ شَيْـًٔا O

ترجمۂ کنزالایمان: مگر جو تائب ہوئے اور ایمان لائے اور اچھے کام کئے تو یہ لوگ جنت میں جائیں گے اور انہیں کچھ نقصان نہ دیا جائے گا۔ (پ16، مریم:60)

(11) اَلَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِيْنَ تَابُوْا وَاتَّبَعُوْا سَبِيْلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ O

ترجمۂ کنزالایمان: وہ جو عرش اٹھاتے ہیں اور جو اس کے گرد ہیں اپنے رب کی تعریف کے ساتھ اس کی پاکی بولتے اور اس پر ایمان لاتے اور مسلمانوں کی مغفرت مانگتے ہیں اے رب ہمارے! تیرے رحمت وعلم میں ہر چیز کی سمائی ہے تو انہیں بخش دے جنہوں نے توبہ کی اور تیری راہ پر چلے اور انہیں دوزخ کے عذاب سے بچالے (پ24، المومن:7)

(12) رَبَّنَا وَاَدْخِلْهُمْ جَنّٰتِ عَدْنِ الَّتِيْ وَعَدْتَّهُمْ وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ O وَقِهِمُ السَّيِّاٰتِ وَمَنْ تَقِ السَّيِّاٰتِ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمْتَهٗ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ O

ترجمۂ کنزالایمان: اے ہمارے رب اور انہیں بسنے کے باغوں میں داخل کر جن کا تو نے ان سے وعدہ فرمایا ہے اور ان کو جو نیک ہوں ان کے باپ، دادا اور بیبیوں اور اولاد میں بے شک تو ہی عزت وحکمت والا ہے اور انہیں گناہوں کی شامت سے بچالے اور جسے تو اس دن گناہوں کی شامت سے بچائے تو بیشک تو نے اس پر رحم فرمایا اور یہی بڑی کامیابی ہے۔ (پ24، المومن:8،9)

اس بارے میں احادیث مقدسہ:

حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ خاتم المرسلین، رحمۃ للعٰلمین، شفیع المذنبین، انیس الغریبین، سراج السالکین، ←

....

محبوبِ ربُّ العٰلمین، جنابِ صادق و امین صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم نے فرمایا، جب سورج مغرب سے طلوع ہوگا تو جس نے سورج کے مغرب سے طلوع ہونے سے پہلے توبہ کرلی اللہ عزوجل اس کی توبہ قبول فرمالے گا۔

(مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب استحباب الاستغفار، رقم ۲۷۰۳، ص ۱۴۴۹)

حضرتِ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نُبوت، مَخزنِ جودوسخاوت، پیکرِ عظمت و شرافت، محبوبِ رَبُّ العزت، محسنِ انسانیت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم نے فرمایا، اگر تم گناہ کرتے رہو یہاں تک کہ وہ آسمان تک پہنچ جائیں پھر تم توبہ کرو تو اللہ عزوجل تمہاری توبہ قبول فرمالے گا۔ (ابن ماجہ، کتاب الزھد، باب ذکر التوبہ، رقم ۴۲۴۸، ج ۴، ص ۴۹۰ بتغیر قلیل)

حضرتِ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نُور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحرو بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم نے فرمایا، جنت کے آٹھ دروازے ہیں، سات دروازے بند ہیں اور ایک دروازہ سورج کے مغرب سے طلوع ہونے تک توبہ کے لئے کھلا ہوا ہے۔ (طبرانی کبیر مسند ابن مسعود، رقم ۱۰۴۷۹، ج ۱۰، ص ۲۰۶)

حضرتِ سیدنا زِر بن حُبَیش رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت سیدنا صَفوان بن عَسَّال رضی اللہ عنہ کے پاس موزوں پر مسح کے بارے میں سوال کرنے کے لئے گیا (پھر ایک حدیث مبارکہ ذکر کی، اس کے بعد فرماتے ہیں)، میں نے پوچھا، کیا آپ نے رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم سے خواہشات کے بارے میں کچھ سنا ہے؟ انہوں نے فرمایا، ہاں! ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے کہ ایک اعرابی نے باآواز بلند ندا کی، یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم! تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنی ہی آواز میں جواب دیا کہ پکڑلو۔ تو میں نے اس شخص سے کہا، تجھ پر افسوس ہے اپنی آواز کو آہستہ کر، تو اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ہے اور تجھے ان کی بارگاہ میں آواز بلند کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ تو اس نے کہا، خدا کی قسم! میں اپنی آواز پست نہیں کروں گا۔ پھر اس اعرابی نے عرض کیا، ایک شخص کسی قوم کے ساتھ محبت کرتا ہے مگر ابھی تک اس قوم سے مل نہیں سکا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی قیامت کے دن اسی کے ساتھ ہوگا جس سے وہ محبت کرتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں یہ حدیث بیان کرتے رہے یہاں تک کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مغرب کی طرف کے ایک دروازے کا ذکر فرمایا جس کی چوڑائی کی مسافت ۴۰ یا ۷۰ سال ہے۔ (اس حدیث مبارک کے ایک راوی سفیان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں وہ دروازہ ملک شام کی طرف ہے۔) اللہ عزوجل نے اسے اسی دن پیدا فرمایا تھا جس دن زمین و آسمان کو پیدا فرمایا تھا اور جب تک سورج اس دروازے سے طلوع نہ ہوجائے، یہ توبہ کے لئے کھلا رہے گا۔

(جامع الترمذی، کتاب الدعوات، باب فی فضل التوبۃ، رقم ۳۵۴۶، ج ۵، ص ۳۱۵)

ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہمیں بیان فرماتے رہے یہاں تک آپ نے فرمایا کہ اللہ عزوجل نے مغرب کی طرف ایک دروازہ بنایا ہے جس کی چوڑائی کی مسافت ۷۰ سال ہے وہ اس وقت تک بند نہیں ہوگا جب تک سورج اس کی طرف سے طلوع نہ ہوجائے اور اس کا ذکر اللہ عزوجل کے اس فرمان میں ہے،

یَوۡمَ یَاۡتِیۡ بَعۡضُ اٰیٰتِ رَبِّکَ لَا یَنۡفَعُ نَفۡسًا اِیۡمَانُہَا ←

....

ترجمۂ کنزالایمان: جس دن تمہارے رب کی وہ ایک نشانی آئے گی کسی جان کو ایمان لانا کام نہ دے گا۔

حضرت سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آقائے مظلوم، سرورِ معصوم، حسنِ اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، مَحبوبِ رَبِّ اکبر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ٖ وآلہ وسلَّم نے فرمایا، جب تک بندے کی روح حلقوم (گلے) تک نہ پہنچ جائے اللہ عزوجل بندے کی توبہ قبول فرماتا ہے۔(پ 8، الانعام: 158)(سنن ابن ماجہ، کتاب الزھد، باب ذکر التوبۃ، رقم ۴۲۵۳، ج ۴، ص ۴۹۲)

حضرت سیدنا ابوسعید خُدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی مُکَرَّم، نُورِ مُجَسَّم، رسولِ اکرم، شہنشاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ٖ وآلہ وسلَّم نے فرمایا، تم سے پہلے ایک شخص نے ننانوے قتل کئے تھے۔ جب اس نے اہل زمین میں سب سے بڑے عالم کے بارے میں پوچھا تو اسے ایک راہب کے بارے میں بتایا گیا پھر وہ اس کے پاس آیا اور اس سے کہا کہ میں نے ننانوے قتل کئے ہیں کیا میرے لئے توبہ کی کوئی صورت ہے؟ راہب نے جواب دیا، نہیں۔ پھر اس نے اسے بھی قتل کر دیا اور سو ۱۰۰ کا عدد پورا کرلیا۔ پھر اس نے اہل زمین کے سب سے بڑے عالم کے بارے میں سوال کیا تو اسے ایک عالم کے بارے میں بتایا گیا تو اس نے اس عالم سے کہا کہ میں نے سو قتل کئے ہیں کیا میرے لئے توبہ کی کوئی صورت ہے؟ اس نے جواب دیا، ہاں! اللہ عزوجل اور توبہ کے درمیان کیا چیز رکاوٹ بن سکتی ہے؟ فلاں فلاں علاقہ کی طرف جاؤ وہاں کچھ لوگ اللہ عزوجل کی عبادت کرتے ہیں، ان کے ساتھ مل کر اللہ عزوجل کی عبادت کرو اور اپنے علاقہ کی طرف واپس نہ آنا کیونکہ یہ برائی کی سرزمین ہے۔

وہ قاتل اس علاقہ کی طرف چل دیا جب وہ آدھے راستے میں پہنچا تو اسے موت آگئی تو رحمت اور عذاب کے فرشتے اس کے بارے میں بحث کرنے لگے۔ رحمت کے فرشتے کہنے لگے کہ یہ بارگاہِ الٰہی عزوجل میں توبہ کی نیت سے اس طرف آیا تھا۔ جبکہ عذاب کے فرشتے کہنے لگے کہ اس نے کبھی کوئی اچھا کام نہیں کیا۔ تو ان کے پاس ایک فرشتہ انسانی صورت میں آیا اور انہوں نے اسے ثالث مقرر کرلیا۔ اس فرشتے نے ان سے کہا کہ دونوں طرف کی زمینوں کو ناپ لو یہ جس زمین کے قریب ہوگا اسی کا حق دار ہے۔ جب زمین ناپی گئی تو وہ اس زمین کے قریب تھا جس کے ارادے سے وہ اپنے شہر سے نکلا تھا لہٰذا! رحمت کے فرشتے اسے لے گئے۔

ایک روایت میں ہے کہ وہ صالحین کے شہر سے ایک بالشت قریب تھا لہٰذا انہی میں سے کر دیا گیا۔

ایک روایت میں ہے کہ اللہ عزوجل نے اس طرف کی زمین کو حکم دیا کہ دور ہو جا۔ اور اس طرف کی زمین کو حکم دیا کہ قریب ہو جا۔ پھر فرمایا، دونوں طرف کی زمین کو ناپو۔ تو اسے اس زمین کے ایک بالشت قریب پایا گیا تو اس کی مغفرت کر دی گئی۔

(مسلم، کتاب التوبۃ، باب قبول توبۃ القاتل، رقم ۲۷۶۶، ص ۱۴۷۹)

حضرت سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، صاحبِ معطر پسینہ، باعثِ نُزولِ سکینہ، فیض گنجینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ٖ وآلہ وسلَّم کو فرماتے ہوئے سنا کہ اپنی جان پر بہت ظلم کرنے والے شخص کی کسی سے ملاقات ہوئی تو اس نے اُس سے پوچھا، میں نے ننانوے افراد کو ظلماً قتل کیا ہے کیا میرے لئے توبہ کی کوئی صورت ہے؟ تو اس نے کہا کہ میں تجھ سے یہ کہوں کہ اللہ تعالیٰ قاتل کی توبہ قبول نہیں فرماتا تو یہ جھوٹ ہے، یہاں ایک عبادت گزار قوم ہے ان کے پاس جاؤ اور ان کے ساتھ مل کر اللہ عزوجل کی عبادت کرو۔ وہ شخص ←

اس کی طرف جاتے ہوئے راستے میں مر گیا تو اس کے بارے میں رحمت اور عذاب کے فرشتوں میں بحث ہوئی تو اللہ نے ایک فرشتہ بھیجا اس نے ان سے کہا کہ دونوں جانب کی زمین کو ناپ لو یہ جس علاقے کے قریب ہوگا انہیں سے ہوگا۔ تو انہوں نے اسے توبہ والوں کی بستی سے انگلی کے پورے کے برابر قریب پایا تو اس کی مغفرت کر دی گئی۔

(طبرانی کبیر، مسند معاویہ، رقم ۷۹۸، ج ۱۹، ص ۳۴۹)

ایک روایت میں ہے کہ دو شہر تھے ایک نیک لوگوں کا اور دوسرا ظالموں کا، ظالموں کے شہر سے ایک شخص صالحین کے شہر کا ارادہ کر کے چلا تو اللہ عزوجل نے راستے میں جہاں چاہا اسے موت دے دی تو اس کے بارے میں فرشتے اور شیطان میں جھگڑا ہو گیا شیطان کہنے لگا کہ خدا کی قسم! اس نے کبھی میری نافرمانی نہیں کی۔ فرشتہ کہنے لگا کہ یہ توبہ کے ارادے سے نکلا تھا۔ پھر ان دونوں کے درمیان یہ طے ہوا کہ دیکھا جائے کہ یہ کس شہر کے قریب ہے تو انہوں نے اسے صالحین کے علاقے سے ایک بالشت قریب پایا تو اس کی مغفرت کر دی گئی۔

حضرت سیدنا معمر علیہ الرحمۃ کہتے ہیں کہ میں نے کچھ راویوں کو یہ کہتے ہوئے بھی سنا ہے کہ اللہ عزوجل نے صالحین کے شہر کو اس کے قریب کر دیا۔ (الترغیب والترہیب، کتاب التوبۃ والزھد، باب فی التوبۃ والمبادرۃ۔۔۔، رقم ۲۰، ج ۴، ص ۵۰)

حضرت شریح حارث رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک صحابی رضی اللہ عنہ کو نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بحر و بر صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے روایت کرتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے ابن آدم! میری طرف اٹھ، میری رحمت تیری طرف چل کر آئے گی اور تو میری طرف قدم بڑھا، میری رحمت تیری طرف دوڑتی ہوئی آئے گی۔

(مسند احمد بن حنبل، مسند مکیین، رقم ۱۵۹۲۵، ج ۵، ص ۳۹۳)

حضرت سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضور پاک، صاحبِ لولاک، سیاحِ افلاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا، جو اللہ عزوجل کے ایک بالشت قریب آتا ہے اللہ عزوجل کی رحمت ایک ہاتھ اس کے قریب آجاتی ہے اور جو ایک ہاتھ اللہ عزوجل کے قریب آتا ہے اللہ عزوجل کی رحمت اس کے دو ہاتھ قریب آجاتی ہے اور جو اللہ عزوجل کی طرف چل کر آتا ہے اللہ عزوجل کی رحمت اس کی طرف دوڑتی ہوئی آتی ہے، حالانکہ اللہ عزوجل سب سے بلند و اعلیٰ ہے بیشک اللہ عزوجل سب سے بلند و اعلیٰ ہے بیشک اللہ عزوجل سب سے بلند و اعلیٰ ہے۔ (الترغیب والترہیب، کتاب التوبۃ والزھد، باب التوبۃ والمبادرۃ۔۔۔الخ رقم ۳۱، ج ۴، ص ۵۲)

حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید المبلغین، رحمۃ للعلمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا، اللہ عزوجل فرماتا ہے میں اپنے بندے کے مجھ سے کئے جانے والے گمان کے قریب ہوں اور جب وہ میرا ذکر کرتا ہے تو میری رحمت اس کے ساتھ ہوتی ہے۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، خدا کی قسم! تم میں سے کسی شخص کو بیابان میں اپنا گمشدہ مال مل جانے پر جو خوشی ہوتی ہے اللہ عزوجل اپنے بندے کی توبہ پر اس سے بھی زیادہ خوش ہوتا ہے۔

پھر فرمایا کہ رب عزوجل فرماتا ہے، اور جو ایک بالشت میرے قریب ہو میری رحمت ایک ہاتھ اس کے قریب ہو جاتی ہے اور جو ←

....

ایک ہاتھ میرے قریب آجائے میری رحمت اس کے دو ہاتھ قریب آجاتی ہے اور جو چل کر میری طرف آئے میری رحمت دوڑ کر اس کی طرف آتی ہے۔(مسلم، کتاب التوبۃ، باب الحض علی التوبہ، رقم ۲۶۷۵، ص ۱۴۶۷)

حضرتِ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اللہ عزوجل کے محبوب، دانائے غُیوب، مُنزَّہٌ عَنِ العُیوب صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلَّم کو فرماتے ہوئے سنا کہ موت کی تمنامت کیا کرو کیونکہ اخروی زندگی کی ابتداء بہت سخت ہے اور بندے کی عمر کا طویل ہونا اور اسے اللہ عزوجل کی طرف سے توبہ کی توفیق ملنا خوش بختی ہے۔(مسند احمد بن حنبل، مسند جابر، رقم ۱۴۵۷۰، ج ۵، ص ۸۷)

حضرتِ سیدنا اَنس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَرصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلَّم نے فرمایا کہ ہر آدمی گنہگار ہے اور ان میں سے بہتر وہ ہیں جو توبہ کر لیتے ہیں۔

(سنن ابن ماجہ، کتاب الزھد، باب ذکر التوبہ، رقم ۴۲۵۱، ج ۴، ص ۴۹۱)

حضرتِ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ شہنشاہِ خوش خِصال، پیکرِ حُسن و جمال،، دافعِ رنج و مَلال، صاحبِ جُودو نوال، رسولِ بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلَّم نے فرمایا کہ مومن جب ایک گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک سیاہ نکتہ لگا دیا جاتا ہے پھر اگر وہ توبہ کر لے اور گناہ چھوڑ دے اور استغفار کرے تو وہ نکتہ مٹا دیا جاتا ہے اور اگر وہ مزید گناہ کرے تو اس سیاہی میں اضافہ کر دیا جاتا ہے یہاں تک کہ اس کے دل پر غلاف آجاتا ہے یہ وہی سیاہی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اسطرح ذکر کیا ہے:

كَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝

ترجمۂ کنزالایمان: کوئی نہیں! بلکہ ان کے دلوں پر زنگ چڑھا دیا ہے ان کی کمائیوں نے۔(پ ۳۰، المطففین: ۱۴)

(مسند احمد بن حنبل، مسند ابی هريرة، رقم ۷۹۵۷)

حضرتِ سیدنا اَنس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ خاتم المُرسلین، رَحمۃٌ لِّلعٰلمین، شفیع المذنبین، انیس الغریبین، سراج السالکین، مَحبوبِ ربُّ العلمین، جنابِ صادق و امین صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلَّم نے فرمایا کہ جب بندہ اپنے گناہوں سے توبہ کرتا ہے تو اللہ عزوجل لکھنے والے فرشتوں کو اسکے گناہ بھلا دیتا ہے، یہاں تک کہ قیامت کے دن جب وہ اللہ عزوجل سے ملے گا تو اللہ عزوجل کی طرف سے اس کے گناہ پر کوئی گواہ نہ ہوگا۔(الترغیب والترھیب، الترغیب فی التوبۃ، رقم ۱۷، ج ۴، ص ۴۸)

حضرتِ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نُبوت، مَخزنِ جودوسخاوت، پیکرِ عظمت و شرافت، مَحبوبِ رَبُّ العزت، محسنِ انسانیت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلَّم نے فرمایا، گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے جیسے اس نے گناہ کیا ہی نہیں۔

(سنن ابن، ماجہ کتاب الزھد، باب ذکر التوبۃ، رقم ۴۲۵۰، ج ۴، ص ۴۹۱)

جبکہ حضرتِ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ گناہ پر قائم رہتے ہوئے توبہ کرنے والا اپنے رب عزوجل سے مذاق کرنے والا ہے۔(الترغیب والترھیب، الترغیب فی التوبۃ...، اِلخ، رقم ۱۹، ج ۴، ص ۴۸)

قہر وغضب فرمانے والا (63)، اُس کی پکڑ نہایت سخت ہے، جس سے بے اُس کے چھڑائے کوئی چھوٹ نہیں سکتا۔ (64) وہ چاہے تو چھوٹی چیز کو وسیع کردے اور وسیع کو سمیٹ دے، جس کو چاہے بلند کردے اور جس کو چاہے

---

(63) مَنۡ لَّعَنَهُ اللّٰهُ وَغَضِبَ عَلَيۡهِ

ترجمہ کنز الایمان: وہ جن پر اللہ نے لعنت کی اور ان پر غضب فرمایا۔ (پ ۲۴، المؤمن: ۵۶)

غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ وَلَهُمۡ عَذَابٌ عَظِيۡمٌ ۝

ترجمہ کنز الایمان: ان پر اللہ کا غضب ہے اور ان کو بڑا عذاب ہے۔ (پ ۶، المائدہ: ۶۰)

عَلَيۡهِمۡ غَضَبٌ وَّلَهُمۡ عَذَابٌ شَدِيۡدٌ ۝

ترجمہ کنز الایمان: اور ان پر غضب ہے اور ان کے لئے سخت عذاب ہے۔ (پ ۲۵، شوریٰ: ۱۶)

قہار مبالغہ ہے یعنی رب تعالیٰ ایسا عظیم الشان غالب ہے کہ بڑی سے بڑی مخلوق اس کے دربار میں عاجز و سرنگوں ہے۔

(64) إِنَّ بَطۡشَ رَبِّكَ لَشَدِيۡدٌ ۝

ترجمہ کنز الایمان: بے شک تیرے رب کی گرفت بہت سخت ہے۔ (پ ۳۰، البروج: ۱۲)

إِنَّ أَخۡذَهٗٓ أَلِيۡمٌ شَدِيۡدٌ ۝

ترجمہ کنز الایمان: بیشک اس کی پکڑ دردناک کرّی ہے۔ (پ ۱۲، ھود: ۱۰۲)

حضرت سیِّدُنا شیخ محمد بن اسمٰعیل بخاری علیہ رحمۃ الباری صحیح بخاری میں نقل کرتے ہیں: حضرتِ سیِّدُنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، سرکارِ مدینۂ منورہ، سردارِ مکۂ مکرمہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وٰالہٖ وسلَّم نے فرمایا: بے شک اللہ عزَّ وجلَّ ظالم کو مُہلت دیتا ہے یہاں تک کہ جب اس کو اپنی پکڑ میں لیتا ہے تو پھر اس کو نہیں چھوڑتا۔ یہ فرما کر سرکارِ نامدار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وٰالہٖ وسلَّم نے پارہ 12 سورۂ ہُود کی آیت 102 تلاوت فرمائی:

وَكَذٰلِكَ أَخۡذُ رَبِّكَ إِذَآ أَخَذَ الۡقُرٰى وَهِيَ ظَالِمَةٌ ۚ إِنَّ أَخۡذَهٗٓ أَلِيۡمٌ شَدِيۡدٌ ۝

ترجَمۂ کنز الایمان: اور ایسی ہی پکڑ ہے تیرے رب (عزوجل) کی جب بستیوں کو پکڑتا ہے ان کے ظلم پر۔ بے شک اس کی پکڑ دردناک کرّی ہے۔

دہشت گردوں، لیٹروں، قتل و غارتگری کا بازار گرم کرنے والوں کو بیان کردہ حکایت سے عبرت حاصل کرنی چاہئے، انہیں اپنے انجام سے بے خبر نہیں رہنا چاہئے کہ جب دنیا میں بھی قہر کی بجلی گرتی ہے تو اس طرح کے ظالم لوگ کُتّے کی موت مارے جاتے ہیں اور ان پر دو آنسو بہانے والا بھی کوئی نہیں ہوتا اور آہ! آخرت کی سزا کون برداشت کرسکتا ہے یقیناً لوگوں پر ظلم کرنا گناہ، دنیا و آخرت کی بربادی کا سبب اور عذابِ جہنم کا باعث ہے۔ اس میں اللہ و رسول عزوجل و صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وٰالہٖ وسلَّم کی نافرمانی بھی ہے اور بندوں کی حق تلفی بھی۔ حضرتِ جرجانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّورانی اپنی کتاب التَّعریفات میں ظلم کے معنٰی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: کسی چیز کو اس کی جگہ کے علاوہ کہیں اور رکھنا۔ (التعریفات للجرجانی ص ۱۰۲) شریعت میں ظلم سے مراد یہ ہے کہ کسی کا حق مارنا، کسی کو غیر محل میں خرچ کرنا، کسی کو بغیر قصور کے سزا دینا۔

(مراٰۃ ج ۶ ص ۶۶۹)

پست، ذلیل کو عزت دیدے اور عزت والے کو ذلیل کر دے (65)، جس کو چاہے راہِ راست پر لائے اور جس کو چاہے سیدھی راہ سے الگ کر دے (66)، جسے چاہے اپنا نزدیک بنالے اور جسے چاہے مردود کر دے، جسے جو چاہے دے اور جو چاہے چھین لے (67)، وہ جو کچھ کرتا ہے یا کریگا عدل وانصاف ہے (68)، ظلم سے پاک وصاف ہے (69)، بلندو

---

(65) وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ

ترجمہ کنزالایمان: اور جسے چاہے عزت دے اور جسے چاہے ذلت دے۔ (پ ۳، آل عمران: ۲۶)

(66) قُلْ اِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ اَنَابَ ۝

ترجمہ کنزالایمان: بیشک اللہ جسے چاہے گمراہ کرتا ہے اور اپنی راہ اسے دیتا ہے جو اس کی طرف رجوع لائے۔ (پ ۱۳، الرعد: ۲۷)

فَيُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ

ترجمہ کنزالایمان: پھر اللہ گمراہ کرتا ہے جسے چاہے اور وہ راہ دکھاتا ہے جسے چاہے۔ (پ ۱۳، ابراھیم: ۴)

(67) يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ

ترجمہ کنزالایمان: جسے چاہے دے۔ (پ ۳، آل عمران: ۷۳)

(68) لَا يُسْـَٔلُ عَمَّا يَفْعَلُ

ترجمۂ کنزالایمان: اس سے نہیں پوچھا جاتا جو وہ کرے۔ (پ 17، الانبیآء: 23)

مفسرِ شہیر، خلیفۂ اعلیحضرت، صدرالافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ رحمۃ اللہ الہادی تفسیر خزائن العرفان میں اس آیت مبارکہ کے تحت فرماتے ہیں: کیونکہ وہ مالک حقیقی ہے جو چاہے کرے، جسے چاہے عزت دے، جسے چاہے ذلت دے، جسے چاہے سعادت دے، جسے چاہے شقی کرے۔ وہ سب کا حاکم ہے، کوئی اس کا حاکم نہیں جو اس سے پوچھ سکے۔

وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا

ترجمۂ کنزالایمان: اور پوری ہے تیرے رب کی بات سچ اور انصاف میں۔ (پ8، الانعام: 115)

قُلْ اَمَرَ رَبِّيْ بِالْقِسْطِ

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ میرے رب نے انصاف کا حکم دیا ہے۔ (پ8، الاعراف: 29)

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک اللہ حکم فرماتا ہے انصاف۔ (پ14، النحل: 90)

(69) اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ ایک ذرہ بھر ظلم نہیں فرماتا۔ (پ5، النسآء: 40)

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ النَّاسَ شَيْـًٔا

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک اللہ لوگوں پر کچھ ظلم نہیں کرتا۔ (پ11، یونس: 44)

←

بالا ہے (70)، وہ سب کو محیط ہے (71) اُس کا کوئی اِحاطہ نہیں کر سکتا (72)، نفع وضرر اُسی کے ہاتھ میں ہیں (73)،

وَلَا یَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا۝

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک اللہ لوگوں پر کچھ ظلم نہیں کرتا۔ (پ15، الکھف:49)

(70) وَهُوَ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ۝

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہی ہے بلند بڑائی والا۔ (پ3، البقرہ:255)

اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِیًّا كَبِیْرًا۝

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک اللہ بلند بڑا ہے۔ (پ5، النسآء:34)

الْكَبِیْرُ الْمُتَعَالِ۝

ترجمۂ کنزالایمان: سب سے بڑا بلندی والا۔ (پ13، الرعد:9)

وَلِلّٰهِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ کی شان سب سے بلند۔ (پ14، النحل:60)

فَتَعٰلَى اللّٰهُ

ترجمۂ کنزالایمان: تو سب سے بلند ہے اللہ۔ (پ16، طٰہٰ:114)

(71) اَلَاۤ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَیْءٍ مُّحِیْطٌ۝

ترجمۂ کنزالایمان: سنو وہ ہر چیز کو محیط ہے۔ (پ25، سجدہ 54)

یعنی کوئی چیز اس کے احاطۂ علمی سے باہر نہیں اور اس کے معلومات غیر متناہی ہیں۔

(72) وہ اَبصار و جملہ اشیاء کا محیط ہے اسے بصر اور کوئی شے محیط نہیں۔ فلک وغیرہ کی مثالیں اس کے بیان کو ہیں کہ بصر کو احاطہ لازم نہیں، نہ یہ کہ وہاں بھی عدمِ احاطہ مَعاذَ اللہ اسی طرح کا ہے وہاں بمعنی عدمِ اِدراکِ حقیقت وکُنہ ہی رہا۔ یہ کہ رؤیت کیونکر یہ کیف سے سوال ہے وہ اور اس کی رؤیت کیف سے پاک ہے پھر کیونکر کو کیا دخل۔

(73) وَاِنْ یَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗۤ اِلَّا هُوَ ۚ وَاِنْ یُّرِدْكَ بِخَیْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ

ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر تجھے اللہ کوئی تکلیف پہنچائے تو اس کا کوئی ٹالنے والا نہیں اس کے سوا اور اگر تیرا بھلا چاہے تو اس کے فضل کے رد کرنے والا کوئی نہیں۔ (پ11، یونس 107)

اس آیت کے تحت مفسرِ شہیر مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ ارشاد فرماتے ہیں کہ وہی نفع وضرر کا مالک ہے، تمام کائنات اسی کی محتاج ہے، وہی ہر چیز پر قادر اور جود وکرم والا ہے۔ بندوں کو اس کی طرف رغبت اور اس کا خوف اور اسی پر بھروسہ اور اسی پر اعتماد چاہیے اور نفع وضرر جو کچھ بھی ہے وہی۔ ←

مظلوم کی فریاد کو پہنچتا اور ظالم سے بدلا لیتا ہے(74)، اُس کی مشیت اور اِرادہ کے بغیر کچھ نہیں ہوسکتا (75)، مگر اچھے پر خوش ہوتا ہے اور بُرے سے ناراض، اُس کی رحمت ہے کہ ایسے کام کا حکم نہیں فرماتا جو طاقت سے باہر ہے۔(76)

اللہ عزوجل پر ثواب یا عذاب یا بندے کے ساتھ لطف یا اُس کے ساتھ وہ کرنا جو اُس کے حق میں بہتر ہو اُس پر کچھ واجب نہیں۔(77)

نفع وضرر کے بالذات مالک

الٰہ (مستحق عبادت) وہی ہوسکتا ہے جو نفع وضرر وغیرہ ہر چیز پر ذاتی قدرت واختیار رکھتا ہو، جو ایسا نہ ہو وہ الٰہ مستحق عبادت نہیں ہوسکتا اور حضرت عیسٰی علیہ السلام نفع وضرر کے بالذات مالک نہ تھے، اللہ تعالٰی کے مالک کرنے سے مالک ہوئے تو ان کی نسبت اُلوہیت کا اعتقاد باطل ہے۔(تفسیر ابوالسعود)

(74) وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غٰفِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہرگز اللہ کو بے خبر نہ جاننا ظالموں کے کام سے۔(پ13، ابراہیم 42)

اس آیت کے تحت مفسرِ شہیر مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ ارشاد فرماتے ہیں کہ اس میں مظلوم کو تسلی دی گئی کہ اللہ تعالٰی ظالم سے اس کا انتقام لے گا۔

يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرٰى اِنَّا مُنْتَقِمُوْنَ ○

ترجمۂ کنزالایمان: جس دن ہم سب سے بڑی پکڑ پکڑیں گے بیشک ہم بدلہ لینے والے ہیں۔(پ25، الدخان 16)

(75) اللہ جل جلالہ نے سچ فرمایا کہ

اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ○ (پ13، الرعد:16)

ترجمہ کنزالایمان:۔ اللہ ہر چیز کا بنانے والا ہے اور وہ اکیلا سب پر غالب ہے

وہ جس کو چاہے اور جیسے چاہے اور جب چاہے پیدا فرما دیتا ہے۔ اس کے افعال اور اس کی قدرت کسی اسباب وعلل، اور کسی خاص طور طریقوں کی بندشوں کے محتاج نہیں ہیں۔ وہ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ ہے۔ یعنی وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے(پ۳۰، البروج:۱۶)۔

اس کی شان يَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَاءُ وَيَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يُرِيْدُ ہے۔ یعنی جس چیز اور جس کام کا وہ ارادہ فرماتا ہے اسکو کر ڈالتا ہے۔ نہ کوئی اسکی مشیت وارادہ میں دخل انداز ہوسکتا ہے، نہ کسی کو اسکے کسی کام میں چون وچرا کی مجال ہوسکتی ہے۔

(76) لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا

ترجمہ کنزالایمان:۔ اللہ کسی جان پر بوجھ نہیں ڈالتا مگر اس کی طاقت بھر(پ۳، البقرہ:۲۸۶)

(77) فَتَلَقّٰى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ

ترجمہ کنزالایمان:۔ پھر سیکھ لئے آدم نے اپنے رب سے کچھ کلمے تو اللہ نے اس کی توبہ قبول کی (پ۱، البقرہ:۳۷)

اس آیت کے تحت مفسرِ شہیر مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ ارشاد فرماتے ہیں کہ آدم علیہ السلام نے زمین پر آنے کے بعد←

مالک علی الاطلاق ہے، جو چاہے کرے اور جو چاہے حکم دے (78)، ہاں! اُس نے اپنے کرم سے وعدہ فرمالیا

تین سو برس تک حیاء سے آسمان کی طرف سر نہ اٹھایا اگرچہ حضرت داؤد علیہ السلام کثیر البکاء تھے آپ کے آنسو تمام زمین والوں کے آنسوؤں سے زیادہ ہیں مگر حضرت آدم علیہ السلام اس قدر روئے کہ آپ کے آنسو حضرت داؤد علیہ السلام اور تمام اہلِ زمین کے آنسوؤں کے مجموعہ سے بڑھ گئے۔ (خازن) طبرانی و حاکم و ابونعیم و بیہقی نے حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت کی کہ جب حضرت آدم علیہ السلام پر عتاب ہوا تو آپ فکرِ توبہ میں حیران تھے اس پریشانی کے عالم میں یاد آیا کہ وقتِ پیدائش میں نے سر اٹھا کر دیکھا تھا کہ عرش پر لکھا ہے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ میں سمجھا تھا کہ بارگاہِ الٰہی میں وہ رُتبہ کسی کو میسر نہیں جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حاصل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کا نام اپنے نام اقدس کے ساتھ عرش پر مکتوب فرمایا لہٰذا آپ نے اپنی دعا میں رَبَّنَا ظَلَمْنَا الآیہ کے ساتھ یہ عرض کیا اَسْئَلُكَ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ اَنْ تَغْفِرَلِیْ ابن منذر کی روایت میں یہ کلے ہیں۔
اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ بِجَاهِ مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَ كَرَامَتِهٖ عَلَيْكَ اَنْ تَغْفِرَلِیْ خَطِيْئَتِیْ یعنی یارب میں تجھ سے تیرے بندۂ خاص محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جاہ و مرتبت کے طفیل میں اور اس کرامت کے صدقہ میں جو انہیں تیرے دربار میں حاصل ہے مغفرت چاہتا ہوں یہ دعا کرنی تھی کہ حق تعالیٰ نے ان کی مغفرت فرمائی مسئلہ اس روایت سے ثابت ہے کہ مقبولانِ بارگاہ کے وسیلہ سے دعا بحق فلاں اور بجاہ فلاں کہہ کر مانگنا جائز اور حضرت آدم علیہ السلام کی سنت ہے مسئلہ: اللہ تعالیٰ پر کسی کا حق واجب نہیں ہوتا لیکن وہ اپنے مقبولوں کو اپنے فضل و کرم سے حق دیتا ہے اسی تفضلی حق کے وسیلہ سے دعا کی جاتی ہے صحیح احادیث سے یہ حق ثابت ہے جیسے وارد ہوا مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَصَامَ رَمَضَانَ كَانَ حَقًّا عَلَى اللّٰهِ اَنْ يُّدْخِلَ الْجَنَّةَ
حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ دسویں محرم کو قبول ہوئی جنت سے اخراج کے وقت اور نعمتوں کے ساتھ عربی زبان بھی آپ سے سلب کر لی گئی تھی بجائے اس کے زبان مبارک پر سریانی جاری کر دی گئی تھی قبولِ توبہ کے بعد پھر زبان عربی عطا ہوئی (فتح العزیز) مسئلہ: توبہ کی اصل رجوع الی اللہ ہے اس کے تین رکن ہیں ایک اعتراف جرم دوسرے ندامت تیسرے عزم ترک اگر گناہ قابل تلافی ہو تو اس کی تلافی بھی لازم ہے مثلاً تارک صلوٰۃ کی توبہ کے لئے پچھلی نمازوں کی قضا پڑھنا بھی ضروری ہے توبہ کے بعد حضرت جبرئیل نے زمین کے تمام جانوروں میں حضرت آدم علیہ السلام کی خلافت کا اعلان کیا اور سب پر ان کی فرماں برداری لازم ہونے کا حکم سنایا سب نے قبولِ طاعت کا اظہار کیا۔
(فتح العزیز)

وَمَنْ يَّخْرُجْ مِنْ بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ
ترجمہ کنزالایمان:۔ اللہ و رسول کی طرف ہجرت کرتا پھر اسے موت نے آلیا تو اس کا ثواب اللہ کے ذمہ پر ہو گیا (پ۵، النساء:۱۰۰)
اس آیت کے تحت مفسرِ شہیر مولانا سید محمد نعیم الدین مرادآبادی علیہ الرحمۃ ارشاد فرماتے ہیں کہ اس کے وعدے اور اس کے فضل و کرم سے کیونکہ بطریقِ استحقاق کوئی چیز اس پر واجب نہیں اس کی شان اس سے عالی ہے۔

(78) وَيَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ ۝
ترجمہ کنزالایمان:۔ اور اللہ جو چاہے کرے (پ۱۳، ابراہیم:۲۷)

←

ہے کہ مسلمانوں کو جنت میں داخل فرمائے گا (79) اور بمقتضائے عدل کفار کو جہنم میں (80)، اور اُس کے وعدہ و وعید بدلتے نہیں،۔

اُس نے وعدہ فرمالیا ہے کہ کفر کے سوا ہر چھوٹے بڑے گناہ کو جسے چاہے معاف فرمادے گا۔(81)

عقیدہ (۲۹): اُس کے ہر فعل میں کثیر حکمتیں ہیں، خواہ ہم کو معلوم ہوں یا نہ ہوں اور اُس کے فعل کے لیے غرض نہیں، کہ غرض اُس فائدہ کو کہتے ہیں جو فاعل کی طرف رجوع کرے، نہ اُس کے فعل کے لیے غایت، کہ غایت کا حاصل بھی وہی غرض ہے اور نہ اُس کے افعال علّت و سبب کے محتاج، اُس نے اپنی حکمتِ بالغہ کے

فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ ○

ترجمہ کنزالایمان:۔ ہمیشہ جو چاہے کر لینے والا (پ ۳۰، البروج:۱۶)

(79) وَاللّٰهُ یَعِدُكُمْ مَّغْفِرَةً مِّنْهُ وَفَضْلًا

ترجمہ کنزالایمان:۔ اور اللّٰہ تم سے وعدہ فرماتا ہے بخشش اور فضل کا (پ ۳، البقرہ:۲۶۸)

مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِیْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ

ترجمہ کنزالایمان:۔ احوال اس جنت کا کہ ڈر والوں کے لئے جس کا وعدہ ہے (پ ۱۳، الرعد:۳۵)

اِنَّ الَّذِیْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰۤىۙ اُولٰٓىٕكَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ ○ (پ17، الانبیاء:101)

ترجمہ کنزالایمان: بے شک وہ جن کے لئے ہمارا وعدہ بھلائی کا ہو چکا وہ جہنم سے دور رکھے گئے ہیں۔

(80) وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمَوْعِدُهُمْ اَجْمَعِیْنَ ○ (پ14، الحجر:43)

ترجمہ کنزالایمان: اور بے شک جہنم ان سب کا وعدہ ہے۔

وَعَدَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِیْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْكُفَّارَ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا

ترجمہ کنزالایمان: اللّٰہ نے منافق مردوں اور منافق عورتوں اور کافروں کو جہنم کی آگ کا وعدہ دیا ہے جس میں ہمیشہ رہیں گے

(پ10، التوبہ:68)

(81) اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَكَ بِهٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ یَّشَآءُ

ترجمہ کنزالایمان: بے شک اللّٰہ اسے نہیں بخشتا کہ اس کے ساتھ کفر کیا جائے اور کفر سے نیچے جو کچھ ہے جسے چاہے معاف فرمادیتا ہے۔

(پ5، النسآء:48)

اس آیت کے تحت مفسرِ شہیر مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ ارشاد فرماتے ہیں کہ معنی یہ ہیں کہ جو کفر پر مرے اس کی بخشش نہیں اس کے لئے ہمیشگی کا عذاب ہے اور جس نے کفر نہ کیا ہو وہ خواہ کتنا ہی گنہگار مرتکب کبائر ہو اور بے توبہ بھی مر جائے تو اُس کے لئے خلود نہیں اس کی مغفرت اللّٰہ کی مشیّت میں ہے چاہے معاف فرمائے یا اُس کے گناہوں پر عذاب کرے پھر اپنی رحمت سے جنّت میں داخل فرمائے اس آیت میں یہود کو ایمان کی ترغیب ہے، اور اس پر بھی دلالت ہے کہ یہود پر عُرفِ شرع میں مُشرک کا اطلاق درست ہے۔

مطابق عالَمِ اسباب میں مسبّبات کو اسباب سے ربط فرما دیا ہے، آنکھ دیکھتی ہے، کان سنتا ہے، آگ جلاتی ہے، پانی پیاس بجھاتا ہے، وہ چاہے تو آنکھ سُنے، کان دیکھے، پانی جلائے، آگ پیاس بجھائے، نہ چاہے تو لاکھ آنکھیں ہوں دن کو پہاڑ نہ سُوجھے، کروڑ آگیں ہوں ایک تنکے پر داغ نہ آئے (82)۔ کس قہر کی آگ تھی جس میں ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام کو کافروں نے ڈالا...! (83) کوئی پاس نہ جا سکتا تھا، گوپھن میں رکھ کر پھینکا، جب

---

(82) اللہ چاہتا تو کسی کو بھوک ہی نہ لگتی

مگر اس نے دنیا کو عالَمِ اسباب بنایا اور ہر نعمت میں اپنی حکمتِ بالغہ کے مطابق مُختلف حصّہ رکھا ہے۔ وہ چاہتا تو انسان وغیرہ جانداروں کو بھوک ہی نہ لگتی، یا بھوکے ہوتے تو کسی کا صرف نام پاک لینے سے، کسی کا ہوا سونگھنے سے پیٹ بھرتا۔ زمین جوتنے (یعنی ہَل چلانے) سے روٹی پکانے تک جو سخت مشقّتیں پڑتی ہیں کسی کو نہ ہوتیں۔ مگر اُس (عَزَّ وَجَلَّ) نے یونہی چاہا اور اس میں بھی بے شمار اختلاف (فرق) رکھا۔ کسی کو اتنا دیا کہ لاکھوں پیٹ اس کے دَر سے پلتے ہیں اور کسی پر اس کے اہل وعیال کے ساتھ تین تین فاقے گزرتے ہیں۔ غرض ہر چیز میں،

أَهُمْ يَقْسِمُونَ رَحْمَتَ رَبِّكَ نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُم مَّعِيشَتَهُمْ فِي الْحَيَوٰةِ الدُّنْيَا

ترجمۂ کنزالایمان: کیا تمہارے رب کی رحمت وہ بانٹتے ہیں؟ ہم نے ان میں ان کی زِیست کا سامان دنیا کی زندگی میں بانٹا۔ (پ25 الزخرف 32)

کی نیرنگیاں ہیں۔ (مگر) احمق بدعقل، یا اَجہلِ بددین (یعنی سخت جاہل گمراہ) وہ اس کی ناموس (بارگاہِ عظمت) میں چُون وچَرا کرے کہ یوں کیوں کیا، یوں کیوں نہ کیا؟ سنتا ہے! اس کی شان ہے:

وَيَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ ۝

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ (عَزَّ وَجَلَّ) جو چاہے کرے۔ (پ13 ابرھیم 27)

اس کی شان ہے:

إِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ مَا يُرِيدُ ۝

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک اللہ (عَزَّ وَجَلَّ) حکم فرماتا ہے جو چاہے۔ (پ6 المائدہ 1)

اس کی شان ہے:

لَا يُسْئَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْئَلُونَ ۝

ترجمۂ کنزالایمان: اس سے نہیں پوچھا جاتا جو وہ کرے اور ان سب سے سوال ہوگا۔ (پ17 الانبیاء 23)

(83) حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بت شکنی

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بت پرستی کے معاملہ میں پہلے تو اپنی قوم سے مناظرہ کرکے حق کو ظاہر کردیا۔ مگر لوگوں نے حق کو قبول نہیں کیا بلکہ یہ کہا [illegible] ایک بہت بڑا میلہ لگے گا وہاں آپ چل کر دیکھیں کہ ہمارے دین میں کیا لطف اور کیسی بہار ہے۔ ←

آپ کے مقابل پہنچے، جبریل امین علیہ الصلاۃ والسلام حاضر ہوئے اور عرض کی: ابراہیم کچھ حاجت ہے؟ فرمایا:

اس قوم کا یہ دستور تھا کہ سالانہ ان لوگوں کا ایک میلہ لگتا تھا۔ لوگ ایک جنگل میں جمع ہوتے اور دن بھر لہو ولعب میں مشغول رہ کر شام کو بت خانہ میں جا کر بتوں کی پوجا کرتے اور بتوں کے چڑھاوے مٹھائیوں اور کھانوں کو پرشاد کے طور پر کھاتے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام قوم کی دعوت پر تھوڑی دور تو میلہ کی طرف چلے لیکن پھر اپنی بیماری کا عذر کر کے واپس چلے آئے اور قوم کے لوگ میلہ میں چلے گئے۔ پھر جو میلہ میں نہیں گئے آپ نے اُن لوگوں سے صاف صاف کہہ دیا۔

وَتَاللّٰهِ لَاَكِيْدَنَّ اَصْنَامَكُمْ بَعْدَ اَنْ تُوَلُّوْا مُدْبِرِيْنَ O (پ17، الانبیاء:57)

ترجمہ کنزالایمان:۔ اور مجھے اللہ کی قسم ہے میں تمہارے بتوں کا برا چاہوں گا بعد اس کے کہ تم پھر جاؤ پیٹھ دے کر۔

چنانچہ اس کے بعد آپ ایک کلہاڑی لے کر بت خانہ میں تشریف لے گئے اور دیکھا کہ اس میں چھوٹے بڑے بہت سے بت ہیں اور دروازہ کے سامنے ایک بہت بڑا بت ہے۔ ان جھوٹے معبودوں کو دیکھ کر توحید الٰہی کے جذبہ سے آپ جلال میں آ گئے اور کلہاڑی سے مار مار کر بتوں کو چکنا چور کر ڈالا اور سب سے بڑے بت کو چھوڑ دیا اور کلہاڑی اُس کے کندھے پر رکھ کر آپ بت خانہ سے باہر چلے آئے۔ قوم کے لوگ جب میلہ سے واپس آ کر بت پوجنے اور پرشاد کھانے کے لئے بت خانہ میں گھسے تو یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ اُن کے دیوتا ٹوٹے پھوٹے پڑے ہوئے ہیں۔ ایک دم سب بوکھلا گئے اور شور مچا کر چلانے لگے۔

مَنْ فَعَلَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَاۤ اِنَّهٗ لَمِنَ الظّٰلِمِيْنَ O (پ17، الانبیاء:59)

ترجمہ کنزالایمان:۔ کس نے ہمارے خداؤں کے ساتھ یہ کام کیا بیشک وہ ظالم ہے۔

تو کچھ لوگوں نے کہا کہ ہم نے ایک جوان کو جس کا نام ابراہیم ہے اس کی زبان سے ان بتوں کو برا بھلا کہتے ہوئے سنا ہے۔ قوم نے کہا کہ اس جوان کو لوگوں کے سامنے لاؤ۔ شاید لوگ گواہی دیں کہ اُس نے بتوں کو توڑا ہے۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بلائے گئے۔ تو قوم کے لوگوں نے پوچھا کہ اے ابراہیم! کیا تم نے ہمارے خداؤں کے ساتھ یہ سلوک کیا ہے؟ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ تمہارے اس بڑے بت نے کیا ہوگا کیونکہ کلہاڑی اس کے کاندھے پر ہے۔ آخر تم لوگ اپنے ان ٹوٹے پھوٹے خداؤں ہی سے کیوں نہیں پوچھتے کہ کس نے تمہیں توڑا ہے؟ اگر یہ بت بول سکتے ہوں تو ان ہی سے پوچھ لو۔ وہ خود بتا دیں کہ کس نے انہیں توڑا ہے۔ قوم نے سر جھکا کر کہا کہ اے ابراہیم! ہم ان خداؤں سے کیا اور کیسے پوچھیں؟ آپ تو جانتے ہی ہیں کہ یہ بت بول نہیں سکتے۔ یہ سن کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جلال میں تڑپ کر فرمایا:۔

قَالَ اَفَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكُمْ شَيْــٴًـا وَّلَا يَضُرُّكُمْ O اُفٍّ لَّكُمْ وَلِمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ O (پ17، الانبیاء:66-67)

ترجمہ کنزالایمان:۔ کہا تو کیا اللہ کے سوا ایسے کو پوجتے ہو جو نہ تمہیں نفع دے اور نہ نقصان پہنچائے۔ تف ہے تم پر اور ان بتوں پر جن کو اللہ کے سوا پوجتے ہو تو کیا تمہیں عقل نہیں۔

آپ کی اس حق گوئی کا نعرہ سن کر قوم نے کوئی جواب نہیں دیا۔ بلکہ شور مچایا اور چلا چلا کر بت پرستوں کو بلایا۔ ←

ہے مگر نہ تم سے (84)۔

عرض کی: پھر اُسی سے کہیے جس سے حاجت ہے، فرمایا:

عِلْمُہٗ بِحَالِیْ کَفَانِیْ عَنْ سُؤَالِیْ. (85)

حَرِّقُوْهُ وَانْصُرُوْۤا اٰلِهَتَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ۝ (پ17، الانبیاء:68)

ترجمہ کنزالایمان:۔ان کو جلادو اور اپنے خداؤں کی مدد کرو اگر تمہیں کرنا ہے۔

چنانچہ ظالموں نے اتنا لمبا چوڑا آگ کا الاؤ جلایا کہ اس آگ کے شعلے اتنے بلند ہو رہے تھے کہ اس کے اوپر سے کوئی پرندہ بھی اُڑ کر نہیں جا سکتا تھا۔ پھر آپ کو ننگے بدن کر کے ان ظلم و ستم کے مجسموں نے ایک گوپھن کے ذریعے اس آگ میں پھینک دیا اور اپنے اس خیال میں مگن تھے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام جل کر راکھ ہو گئے ہوں گے، مگر احکم الحاکمین کا فرمان اس آگ کے لئے یہ صادر ہو گیا کہ

قُلْنَا يٰنَارُ كُوْنِیْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰۤى اِبْرٰهِيْمَ۝ (پ17، الانبیاء:69)

ترجمہ کنزالایمان:۔ہم نے فرمایا اے آگ ہو جا ٹھنڈی اور سلامتی ابراہیم پر۔

چنانچہ نتیجہ یہ ہوا جس کو قرآن نے اپنے قاہرانہ لہجے میں ارشاد فرمایا کہ

وَاَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَخْسَرِيْنَ۝ (پ17، الانبیاء:70)

ترجمہ کنزالایمان:۔اور انہوں نے اس کا برا چاہا تو ہم نے انہیں سب سے بڑھ کر زیاں کار کر دیا۔

آگ بجھ گئی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام زندہ اور سلامت رہ کر نکل آئے اور ظالم لوگ کفِ افسوس مل کر رہ گئے۔

(84) حضرت ابراہیم علیہ السلام کا توکل

روایت ہے کہ جب نمرود نے اپنی ساری قوم کے روبرو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں پھینک دیا تو زمین و آسمان کی تمام مخلوقات چیخ مار مار کر بارگاہِ خداوندی میں عرض کرنے لگیں کہ خداوندا! تیرے خلیل آگ میں ڈالے جا رہے ہیں اور اُن کے سوا زمین میں کوئی اور انسان تیری توحید کا علمبردار اور تیرا پرستار نہیں، لہٰذا تو ہمیں اجازت دے کہ ہم ان کی امداد و نصرت کریں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ابراہیم میرے خلیل ہیں اور میں اُن کا معبود ہوں تو اگر حضرت ابراہیم تم سبھوں سے فریاد کر کے مدد طلب کریں تو میری اجازت ہے کہ سب ان کی مدد کرو۔ اور اگر وہ میرے سوا کسی اور سے کوئی مدد طلب نہ کریں تو تم سب سن لو کہ میں ان کا دوست اور حامی و مددگار ہوں۔ لہٰذا تم اب اُن کا معاملہ میرے اوپر چھوڑ دو۔ اس کے بعد آپ کے پاس پانی کا فرشتہ آیا اور کہا کہ اگر آپ فرمائیں تو میں پانی برسا کر اس آگ کو بجھا دوں۔ پھر ہوا کا فرشتہ حاضر ہوا اور اس نے کہا کہ اگر آپ کا حکم ہو تو میں زبردست آندھی چلا کر اس آگ کو اڑا دوں تو آپ نے ان دونوں فرشتوں سے فرمایا کہ مجھے تم لوگوں کی کوئی ضرورت نہیں۔ مجھ کو میرا اللہ کافی ہے اور وہی میرا بہترین کارساز ہے وہی جب چاہے گا اور جس طرح اس کی مرضی ہوگی میری مدد فرمائے گا۔ (صاوی، ج۴، ص۱۳۰۷، پ۱۷، الانبیاء:۶۸)

(85) یعنی اس کا میرے حال کو جاننا ہی مجھے کفایت کرتا ہے میرے سوال کرنے سے۔

اظہار احتیاج خود آنجا چہ حاجت ست۔ (86)

ارشاد ہوا:

(یٰنَارُ كُوْنِیْ بَرْدًا وَّ سَلٰمًا عَلٰۤى اِبْرٰهِیْمَ ۙ) (87)

اے آگ! ٹھنڈی اور سلامتی ہوجا ابراہیم پر۔

اس ارشاد کو سن کر روئے زمین پر جتنی آگیں تھیں سب ٹھنڈی ہوگئیں کہ شاید مجھی سے فرمایا جاتا ہو اور یہ تو ایسی ٹھنڈی ہوئی کہ علما فرماتے ہیں کہ اگر اس کے ساتھ (وَّ سَلٰمًا) کا لفظ نہ فرمادیا جاتا کہ ابراہیم پر ٹھنڈی اور سلامتی ہوجا تو اتنی ٹھنڈی ہوجاتی کہ اُس کی ٹھنڈک ایذا دیتی۔

❀❀❀❀❀

(86) یعنی خدا جانتا ہے کہ حافظ کی غرض کیا۔ حافظ سے مراد حافظ شیرازی ہیں۔

خدا تو جانتا ہے حال کیا ہے اس کے بندے کا — نہیں حاجت میرے معروض کی اس رب اعلم کو

(87) پ ۱۷، الانبیآء: ۶۹

عقائد متعلّقہ نبوت

مسلمان کے لیے جس طرح ذات وصفات کا جاننا ضروری ہے، کہ کسی ضروری کا انکار یا محال کا اثبات اسے کافر نہ کردے، اسی طرح یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ نبی کے لیے کیا جائز ہے اور کیا واجب اور کیا محال، کہ واجب کا انکار اور محال کا اقرار موجب کُفر ہے اور بہت ممکن ہے کہ آدمی نادانی سے خلاف عقیدہ رکھے یا خلاف بات زبان سے نکالے اور ہلاک ہوجائے (1)۔

---

(1) اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

سب سے اَعلیٰ، سب سے اَولیٰ

بایں ہمہ (کہ اُس کی ذاتِ کریم دوسری ذوات کی مناسبت سے معرا ہے اور اس کی صفاتِ عالیہ اوروں کی صفات کی مشابہت سے مبرا) اس نے اپنی حکمت کاملہ (ورحمت شاملہ) کے مطابق عالم (یعنی ماسوی اللہ) کو جس طرح وہ (اپنے علم قدیم ازلی سے) جانتا ہے۔ ایجاد فرمایا (تمام کائنات کو خلعت وجود بخشا۔ اپنے بندوں کو پیدا فرمایا انہیں کان، آنکھ، ہاتھ، پاؤں زبان وغیرہ عطا فرمائے اور انہیں کام میں لانے کا طریقہ الہام فرمایا۔ پھر اعلیٰ درجہ کے شریف جوہر یعنی عقل سے ممتاز فرمایا جس نے تمام حیوانات پر انسان کا مرتبہ بڑھایا۔ پھر لاکھوں باتیں ہیں جن کا عقل ادراک نہیں کرسکتی تھی۔ لہذا انبیاء بھیج کر کتابیں اتار کر ذرا ذرا سی بات بتادی۔ اور کسی کو عذر کی کوئی جگہ باقی نہ چھوڑی) اور مکلفین کو (جو تکلیف شرعی کے اہل، امر ونہی کے خطاب کے قابل، بالغ عاقل ہیں) اپنے فضل وعدل سے دو فرقے کردیا فریق فی الجنّة۔۱؎ (ایک جنتی وناجی، جس نے حق قبول کیا) وفریق فی السعیر۔۲؎ (دوسرا جہنمی وہالک، جس نے قبولِ حق سے جی چرایا۔) اور جس طرح پرتو وجود (موجود حقیقی جل جلالہ) سے سب نے بہرہ پایا (اور اسی اعتبار سے وہ ہست وموجود کہلایا) اسی طرح فریق جنت کو اس کے صفات کمالیہ سے نصیبہ خاص ملا (دنیا وآخرت میں اس کے لیے فوز وفلاح کے دروازے کھلے اور علم وفضل خاص کی دولتوں سے اس کے دامن بھرے) دبستان (مدرسہ) علّمك مالم تكن تعلم۔۳؎ (اور دار العلوم علّم الانسان مالم یعلم۔۴؎ میں تعلیم فرمایا (کہ جو کچھ وہ نہ جانتا تھا اُسے سکھایا پھر) وكان فضل الله عليك عظيما۔۵؎ نے اور رنگ آمیزیاں کیں (کہ اللہ تعالیٰ کا فضل عظیم اس پر جلوہ گستر رہا، (۱؎ القرآن الکریم ۴۲ / ۷) (۲؎ القرآن الکریم ۴۲ / ۷) (۳؎ القرآن الکریم ۴ / ۱۱۳) (۴؎ القرآن الکریم ۹۶ / ۵) (۵؎ القرآن الکریم ۴ / ۱۱۳)

مولائے کریم نے گوناگوں نعمتوں سے اسے نوازا۔ بے شمار فضائل ومحاسن سے اسے سنوارا۔ قلب وقالب، جسم وجان، ظاہر وباطن کو رذائل اور خصائل قبیحہ مذمومہ سے پاک صاف اور محامد واخلاق حسنہ سے اسے آراستہ وپیراستہ کیا۔ اور قرب خداوندی کی راہوں پر اُسے ڈال دیا) اور یہ سب تصدق (صدقہ وطفیل) ایک ذات جامع البرکات کا تھا جسے اپنا محبوب خاص فرمایا۔ (مرتبہ محبوبیت کبریٰ سے سرفراز فرمایا کہ ←

....

تمام خلق حتّی کہ نبی و مرسل و ملک مقرب جویائے رضائے الٰہی ہے اور وہ ان کی رضا کا طالب)

مرکز دائرہ (کن) و دائرہ مرکز کاف و نون بنایا، اپنی خلافت کاملہ کا خلعتِ رفیع المنزلت اُس کے قامتِ موزوں پر سجایا کہ تمام افرادِ کائنات اس کے ظلِ ظلیل (سایہ ممدود رافت) اور ذیلِ جلیل (دامن معمور رحمت) میں آرام کرتے ہیں۔ اعاظم مقربین (کہ اُس کی بارگاہ عالی جاہ میں قربِ خاص سے مشرف ہیں) (ان) کو (بھی) جب تک اس مأمن جہاں (پناہ گاہ کون و مکان) سے توسل نہ کریں (انہیں اس کی جناب والا میں وسیلہ نہ بنائیں) بادشاہ (حقیقی عزّ اسمہ وجل مجدہ) تک پہنچنا ممکن نہیں کنجیاں، خزائنِ علم و قدرت، تدبر و تصرف کی، اس کے ہاتھ میں رکھیں، عظمت والوں کو مہ پارے (چاند کے ٹکڑے، روشن تارے) اور اس کو اس نے آفتاب عالم تاب کیا کہ اس سے اقتباس انوار کریں (عرفان و معرفت کی روشنیوں سے اپنے دامن بھریں) اور اس کے حضور انا زبان پر (اور اپنے فضائل و محاسن، ان کے مقابل، شمار میں) نہ لائیں اس (محبوب اجل و اعلٰی) کے سراپردہ عزت و اجلال کو وہ عزت و رفعت بخشی کہ عرش عظیم جیسے ہزاراں ہزار اس میں یوں گم ہو جائیں جیسے بیدائے ناپیدا کنار (وسیع و عریض بیابان، جس کا کنارہ نظر نہ آئے اس) میں ایک شلنگ ذرہ کم مقدار (کہ لق و دق صحرا میں اس کی اُڑان کی کیا وقعت اور کیا قدرت و منزلت)

علم وہ وسیع و غزیر (کثیر در کثیر) عطا فرمایا کہ علومِ اوّلین و آخرین اس کے بحرِ علوم کی نہریں یا جوشش فیض کے چھینٹے قرار پائے (شرق تا غرب، عرش تا فرش انہیں دکھایا، ملکوت السمٰوت والارض کا شاہد بنایا) روزِ اوّل سے روزِ آخر تک کا، سب ماکان و مایکون انہیں بتایا) ازل سے ابد تک تمام غیب و شہادت (غائب و حاضر) پر اطلاع تام (و آگاہی تمام انہیں) حاصل، الا ماشاء اللہ (اور ہنوز ان کے احاطہ علم میں وہ ہزار در ہزار، بے حد و بے کنار سمندر لہرا رہے ہیں جن کی حقیقت وہ جانیں یا اُن کا عطا کرنے والا اُن کا مالک و مولٰی جل و علا) بصر (و نظر) وہ محیط (اور اس کا احاطہ اتنا بسیط) کہ شش جہت مقابل (کہ بصارت کو ان پر اطلاع تام حاصل) دنیا اس کے سامنے اٹھالی کہ تمام کائنات تا بروزِ قیامت، آنِ واحد میں پیش نظر (تو وہ دنیا کو اور جو کچھ دنیا میں قیامت تک ہونے والا ہے سب کو ایسے دیکھ رہے ہیں جیسے اپنی ہتھیلی کو، اور ایمانی نگاہوں میں نہ یہ قدرت الٰہی پر دشوار نہ عزت و وجاہت انبیاء کے مقابل بسیار) سمع والا کے نزدیک پانچ سو برس راہ کی صدا جیسے کان پڑی آواز ہے اور (بعطائے قادر مطلق) قدرت (و اختیارات) کا تو کیا پوچھنا، کہ قدرت قدیر علی الاطلاق جل جلالہ کی نمونہ و آئینہ ہیں، عالم علوی و سفلی (اقطار و اطراف زمین و آسمان) میں اس کا حکم جاری۔ فرمانروائی کن کو اس کی زبان کی پاسداری، مردہ کو قم کہیں (کہ بحکم الٰہی کھڑا ہو جا تو وہ) زندہ اور چاند کو اشارہ کریں (تو) فوراً دو پارہ ہو۔ جو (یہ) چاہتے ہیں خدا وہی چاہتا ہے کہ یہ وہی چاہتے ہیں جو خدا چاہتا ہے۔

منشورِ خلافت مطلقہ (تامہ، عامہ، شاملہ، کاملہ) و تفویض تام کا فرمان شاہی) ان کے نام نامی (اسم گرامی) پر پڑھا گیا اور سکہ و خطبہ ان کا ملاءِ ادنٰی سے عالمِ بالا تک جاری ہوا۔ (تو وہ اللہ عزوجل کے نائب مطلق ہیں اور تمام ماسوی اللہ تمام عالم ان کے تحت تصرف ان کے زیر اختیار، ان کے سپرد کہ جو چاہیں کریں جسے جو چاہیں دیں اور جس سے جو چاہیں واپس لیں تمام جہان میں کوئی ان کا پھیرنے والا نہیں اور ہاں کوئی کیونکر ان کا حکم پھیر سکے کہ حکم الٰہی کسی کے پھیرے نہیں پھرتا۔ تمام جہان ان کا محکوم اور تمام آدمیوں کے وہ مالک، جو نہیں ←

اپنا مالک نہ جانے حلاوتِ سنت سے محروم رہے۔ ملکوت السموات والارض ان کے زیر فرمان، تمام زمین اُن کی ملک اور تمام جنت ان کی جاگیر) دنیا و دیں میں جو جسے ملتا ہے ان کی بارگاہ عرش اشتباہ سے ملتا ہے۔ (جنت و نار کی کنجیاں دستِ اقدس میں دے دی گئیں۔ رزق و خیر اور ہر قسم کی عطائیں حضور ہی کے دربار سے تقسیم ہوتی ہیں۔ دنیا و آخرت حضور ہی کی عطا کا ایک حصہ ہے۔ ؎

فانّ من جودك الدنيا وضرّتها ا؎ (بے شک دُنیا و آخرت آپ کے جود و سخا سے ہے)

(ا؎ مجموع المتون، قصیدۃ بردۃ فی مدحہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، الشئون الدینیہ، دولۃ قطر، ص ۱۰)

تو تمام ماسوی اللہ نے جو نعمت، دنیاوی و اخروی، جسمانی یا روحانی، چھوٹی یا بڑی پائی انہیں کے دستِ عطا سے پائی۔ انہیں کے کرم، انہیں کے طفیل، انہیں کے اسطے سے ملی۔ اللہ عطا فرماتا ہے اور ان کے ہاتھوں ملا، ملتا ہے اور ابد الآباد تک ملتا رہے گا جس طرح دین و ملت، اسلام و سنت، صلاح و عبادت، زہد و طہارت اور علم و معرفت ساری دینی نعمتیں ان کی عطا فرمائی ہوئی ہیں۔ یونہی مال و دولت، شفاء و صحت، عزت و رفعت اور فرزند و عشرت یہ سب دنیاوی نعمتیں بھی انہیں کے دستِ اقدس سے ملی ہیں۔

قال الرضا: ؎

بے ان کے واسطے کے خدا کچھ عطا کرے حاشا غلط غلط، یہ ہوس بے بصر کی ہے ا؎

وقال الفقیر ؎

بے اُن کے توسّل کے، مانگے بھی نہیں ملتا بے اُن کے توسط کے، پرسش ہے نہ شنوائی

وہ بالا دست حاکم کہ تمام ماسوی اللہ ان کا محکوم اور ان کے سوا عالم میں کوئی حاکم نہیں۔ (ملکوت السموات والارض میں ان کا حکم جاری ہے، تمام مخلوقِ الٰہی کو ان کے لیے حکمِ اطاعت و فرمانبرداری ہے وہ خدا کے ہیں، اور جو کچھ خدا کا ہے سب ان کا ہے۔ ؎

میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب یعنی محبوب و محب میں نہیں میرا، تیرا ۲؎

(ا؎ حدائقِ بخشش، حاضری بارگاہ بہیں جائے حصہ اول مکتبہ رضویہ کراچی، ص ۹۴) (۲؎ حدائقِ بخشش، وصل اول در نعت رسول اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حصہ اول مکتبہ رضویہ کراچی ص ۲)

جو سر ہے اُن کی طرف جھکا ہوا، اور جو ہاتھ ہے وہ ان کی طرف پھیلا ہوا۔)

سب اُن کے محتاج اور وہ خدا کے محتاج (وہی بارگاہِ الٰہی کے وارث ہیں اور تمام عالم کو انہیں کی وساطت سے ملتا ہے) قرآن عظیم ان کی مدح و ستائش کا دفتر (اور) نام ان کا ہر جگہ نامِ الٰہی کے برابر۔ ؎

ورفعنا لک ذکرک کا ہے سایہ تجھ پر ذکر اونچا ہے ترا، بول ہے بالا تیرا۔ ۳؎

(۳؎ حدائقِ بخشش وصل چہارم، در مناقحت اعداء الخصہ اول مکتبہ رضویہ کراچی ص ۹)

احکامِ تشریعیہ، شریعت کے فرامین، اوامر و نواہی سب ان کے قبضہ میں، سب ان کے سپرد، جس بات میں جو چاہیں اپنی طرف سے فرمادیں، وہی شریعت ہے، جس پر جو چاہیں حرام فرمادیں، اور جس کے لیے جو چاہیں حلال کر دیں، اور جو فرض چاہیں معاف فرمادیں وہی شرع ہے، ←

....

غرض وہ کارخانہ الٰہی کے مختارِ کل ہیں، اور خسروانِ عالم اس کے دستِ نگر ومحتاج)

(وہ کون؟) اعنی سیّد المرسلین (رہبر رہبراں)، خاتم النبیین (خاتم پیغمبراں) رحمۃ للعلمین (رحمتِ ہر دو جہاں)، شفیع المذنبین (شافع خطاکاراں)، قائد الغر المحجلین (ہادی نوریاں وروشن جبیناں)، سرّ اللہ المکنون (رب العزت کا رازِ سربستہ) دُرّ اللہ المخزون (خزانۂ الٰہی کا موتی، قیمتی وپوشیدہ) سرور القلب المحزون (ٹوٹے دلوں کا سہارا) عالم ماکان ومایکون (ماضی ومستقبل کا واقف کار) تاج الاتقیاء (نیکوکاروں کے سر کا تاج) نبی الانبیاء (تمام نبیوں کا سرتاج) محمد المصطفیٰ) رسول رب العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی الہ وصحبہ وبارک وسلم الی یوم الدین۔

بایں ہمہ (فضائل جمیلہ وفواضل جلیلہ ومحاسنِ حمیدہ ومحامد محمودہ وہ) خدا کے بندہ ومحتاج ہیں (اور یسئلہ من فی السمٰوٰت والارض اے کے مصداق۔ حاش للہ کہ عینیت یا مثلیت کا گمان (تو گمان یہ وہم بھی ان کی ذاتِ کریمہ، ذاتِ الٰہی عزشانہ کی عین یا اس کے مثل ومماثل یا شبیہ ونظیر ہے) کافر کے سوا مسلمان کو ہوسکے۔ خزانہ قدرت میں ممکن۔ (وحادث ومخلوق) کے لیے جو کمالات متصور تھے (تصور وگمان میں آسکتے تھے یا آسکتے ہیں) سب پائے کہ دوسری کو ہم عنانی (وہمسری اور ان مراتب رفیعہ میں برابری) کی مجال نہیں، مگر دائرہ عبدیت وافتقار (بندگی واحتیاج) سے قدم نہ بڑھا، نہ بڑھا سکے۔ العظمۃ للہ خدائے تعالیٰ سے ذات وصفات میں مشابہت (ومماثلت) کیسی۔ (اس سے مشابہ ومماثل ہونے کا شبہ بھی اس قابل نہیں کہ مسلمان کے دل ایمان منزل میں اس کا خطرہ گزر سکے، جب کہ اہل حق کا ایمان ہے کہ حضور اقدس سرور عالم عالم اعلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم ان احسانات الٰہی کا جو بارگاہِ الٰہی سے ہر آن، ہر گھڑی، ہر لحظہ، ہر لمحہ ان کی بارگاہِ بیکس پناہ پر مبذول رہتے ہیں، ان انعامات اور ان) نعمائے خداوندی کے لائق جو شکر وثناء ہے اسی پورا پورا بجانہ لاسکے نہ ممکن کہ بجالائیں کہ جو شکر کریں وہ بھی نعمت آخر موجب شکر دیگر الیٰ مالا نھایۃ لہ نعم وافضال خداوندی (ربانی نعمتیں اور بخششیں خصوصاً آپ پر) غیر متناہی ہیں۔ ان کی کوئی حد ونہایت نہیں، انہیں کوئی گنتی وشمار میں نہیں لاسکتا۔ قال اللہ تعالیٰ وللاخرۃ خیر لک من الاولی ۲۔ (اے نبی بے شک ہر آنے والا لمحہ تمہارے لیے گزرے ہوئے لمحہ سے بہتر ہے اور ساعت بساعت آپ کے مراتب رفیعہ ترقیوں میں ہیں) مرتبہ قاب قوسین او ادنیٰ ا۔

(۱۔ القرآن الکریم ۵۵/۲۹) (۲۔ القرآن الکریم ۹۳/۴) (ا۔ القرآن الکریم ۵۳/۹)

کا پایا۔ (اور یہ وہ منزل ہے کہ نہ کسی نے پائی اور نہ کسی کے لیے ممکن ہے اس تک رسائی وہ خود ارشاد فرماتے ہیں کہ شب اسریٰ مجھے میرے رب نے اتنا نزدیک کیا کہ مجھ میں اور اس میں دو کمانوں بلکہ اس سے بھی کم کا فاصلہ رہ گیا۔) ۔۲۔ قسم کھانے کو فرق کا نام رہ گیا۔

کمانِ امکاں کے جھوٹے نقطو! تم اول آخر کے پھیر میں ہو
محیط کی چال سے تو پوچھو کدھر سے آئے، کدھر گئے تھے۔ ۳۔

دیدار الٰہی بچشم سر دیکھا، کلام الٰہی بے واسطہ سنا، (بدن اقدس کے ساتھ، بیداری میں، اور یہ وہ قرب خاص ہے کہ کسی نبی مرسل وملک مقرب کو بھی نہ کبھی حاصل ہوا اور نہ کبھی حاصل ہو) (۲۔ صحیح البخاری کتاب التوحید باب قول اللہ تعالیٰ وکلم اللہ موسیٰ تکلیما قدیمی ۔۔۔

....

کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۲۰ا)(۳ـ حدائق بخشش معراج نظم نذر گدا بحضور سلطان الانبیاء الخ حصہ اول مکتبہ رضویہ کراچی ص ۱۰۵)

محملِ لیلٰی (ادراک سے ماوراء) کروڑوں منزل سے کروڑوں منزل (دُور) (اور) خرد خردہ میں (عقل نکتہ دان، دقیقہ شناس) دنگ ہے۔ (کوئی جائے تو کیا جانے اور کوئی خبر دے تو کیا خبر دے) نیا سماں ہے نیا رنگ) (ہوش و حواس ان وسعتوں میں گم اور دامانِ نگاہ تنگ) قُرب میں بعد (نزدیکی میں دوری) بعد میں قرب (دوری میں نزدیکی) وصل میں ہجر (فرقت میں وصال) ع

عجب گھڑی تھی کہ وصل و فرقت جنم کے بچھڑے گلے ملے تھے۔۴ـ

عقل و شعور کو خود اپنا شعور نہیں، دست و پا بستہ خود گم کردہ حواس ہے، ہوش و خرد کو خود اپنے لالے پڑے ہیں وہم و گمان دوڑیں تو کہاں تک پہنچیں، ٹھوکر کھائی اور گرے۔

سراغ این و متٰی کہاں تھا، نشان کیف و الٰی کہاں تھا

نہ کوئی راہی، نہ کوئی ساتھی، نہ سنگِ منزل، نہ مرحلے تھے۔ ۵ـ

جس راز کو اللہ جل شانہ ظاہر نہ فرمائے بے بتائے کس کی سمجھ میں آئے اور کسی بے وقار کی کیا مجال کہ درون خانہ خاص تک قدم بڑھائے)

(۴ـ حدائق بخشش معراج نظم نذر گدا بحضور سلطان الانبیاء الخ حصہ اول مکتبہ رضویہ کراچی ص ۱۱۰)(۵ـ حدائق بخشش معراج نظم نذر گدا بحضور سلطان الانبیاء الخ حصہ اول مکتبہ رضویہ کراچی ص ۱۱۰)

گوہر شناور دریا (گویا موتی پانی میں تیر رہا ہے) مگر (یوں کہ) صدف (یعنی سیپی) نے وہ پردہ ڈال رکھا ہے کہ نم سے آشنا نہیں (قطرہ تو قطرہ، نمی سے بھی بہرہ ور نہیں) اے جاہلِ ناداں، علم (وکنہ حقیقت) کو علم والے پر چھوڑ اور اس میدان دشوار جولان سے (جس سے سلامتی سے گزر جانا جوئے شیر لانا ہے اور سخت مشقتوں میں پڑنا)، سمندِ بیان (کلام و خطاب کی تیز و طرار سواری) کی عنان (باگ ڈور) موڑ (اس والا جناب کی رفعتوں، منزلتوں اور قربتوں کے اظہار کے لیے) زبان بند ہے پر اتنا کہتے ہیں کہ خلق کے آقا ہیں، خالق کے بندے، عبادت (و پرستش) ان کی کفر (اور ناقابلِ معافی جرم) اور بے ان کی تعظیم کے حبط (برباد، ناقابلِ اعتبار، منہ پر مار دیے جانے کے قابل) ایمان ان کی محبت و عظمت کا نام (اور فعل تعظیم، بعد ایمان، ہر فرض سے مقدم) اور مسلمان وہ جس کا کام ہے نامِ خدا کے ساتھ، ان کے نام پر تمام والسلام علی خیر الانام والآل والاصحاب علی الدّ دام۔

عقیدہ ثالثہ .... صدر نشینانِ بزم عزّ وجاہ

اس جناب عرش قباب کے بعد (جن کے قبہ اطہر اور گنبدِ انور کی رفعتیں عرش سے ملتی ہیں) مرتبہ اور انبیاء و مرسلین کا ہے۔ صلوات اللہ وسلامہ علیہم اجمعین کہ باہم ان میں تفاضل (اور بعض کو بعض پر فضیلت) مگر ان کا غیر، گو کسی مرتبہ ولایت تک پہنچے، فرشتہ ہو (اگر چہ مقرب خواہ آدمی صحابی ہو خواہ اہلبیت (اگر چہ مکرم تر و معظم ترین) ان کے درجے تک (اس غیر کو) وصول محال، جو قرب الٰہی انہیں حاصل، کوئی اس تک فائز نہیں، اور جیسے یہ خدا کے محبوب، دوسرا ہرگز نہیں، یہ وہ صدر (والا) نشینانِ بزم عزّ وجاہ ہیں (اور والا مقامانِ محفل عزت و وجاہت اور مقربانِ حضرت عزت) کہ رب العالمین تبارک و تعالیٰ خود ان کے مولیٰ و سردار (نبی مختار علیہ الصلوۃ والسلام الیٰ یوم القرار) کو حکم ←

عقیدہ (۱): نبی اُس بشر کو کہتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے ہدایت کے لیے وحی بھیجی ہو (2) اور رسول بشر ہی کے

فرماتا ہے: اولٰئک الذین ھدی اللہ فبھداھم اقتدہ ۔ا؎ (اللہ اللہ کوئی کیا اندازہ کرسکتا ہے اس مقدس ذات برگزیدہ صفات کا جسے اس کے رب تبارک وتعالیٰ نے محامد جمیلہ، محاسن جلیلہ، اخلاقِ حسنہ، خصائل محمودہ سے نوازا، سرِ اقدس پر محبوبیت کبریٰ کا تاج والا ابتہاج رکھا، جسے خلافتِ عظمیٰ کا خلعت والا مرتبت پہنایا جس کے طفیل ساری کائنات کو بنایا، جس کے فیوض وبرکات کا دروازہ تمام ماسوی اللہ کو دکھایا۔ انہیں سے یہ خطاب فرمایا کہ) یہ وہ ہیں جنہیں خدا نے راہ دکھائی تو تو ان کی پیروی کر۔ اور فرماتا ہے: فاتبعوا ملۃ ابراھیم حنیفا ۔ا؎ تو پیروی کر شریعتِ ابراہیم کی، جو سب ادیانِ باطلہ سے کنارہ کش ہوکر دینِ حق کی طرف جھک آیا۔

(ا؎ القرآن الکریم ۶/ ۹۰)(ا؎ القرآن الکریم ۳/ ۹۵)

(غرض انبیاء ومرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام الیٰ یوم الدین میں سے، ہر نبی، ہر رسول بارگاہِ عزت جل مجدہ میں بڑی عزت ووجاہت والا ہے، اور اس کی شان بہت رفیع، ولہذا ہر نبی کی تعظیم فرض عین بلکہ اصل جملہ فرائض ہے اور) ان کی ادنیٰ توہین مثل سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، کفرِ قطعی (ان میں سے کسی کی تکذیب وتنقیص، کسی کی اہانت، کسی کی بارگاہ میں ادنیٰ گستاخی ایسے ہی قطعاً کفر ہے جیسے خود حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی جناب پاک میں گستاخی ودریدہ دہنی، والعیاذ باللہ تعالیٰ) اور کسی کی نسبت، صدیق ہوں خواہ مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان (حضرات قدسی صفاتؑ) کی خادمی وغاشیہ برادری (اطاعت وفرمانبرداری کہ یہ ان کے پیش خدمت واطاعت گزار ہیں، اس) سے بڑھا کر (افضلیت وبرتری درکنار) دعویٰ ہم سری (کہ یہ بھی مراتب رفیعہ اور ان کے درجاتِ علیہ میں ان کے ہمسر وبرابر ہیں) محض بے دینی (الحاد وزندیقی ہے) جس نگاہ اجلال وتوقیر (تکریم وتعظیم) سے انہیں دیکھنا فرض (ہے اور دائمی فرض) حاشا کہ اس کے سوحصے سے ایک حصہ (۱۰۰/ ۱) دوسرے کو دیکھیں آخر نہ دیکھا کہ صدیق ومرتضےٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہما جس سرکار ابد قرار (وتیر ہرکاز) کے غلام ہیں، اسی کو حکم ہوتا ہے ان کی راہ پر چل اور ان کی اقتداء سے نہ نکل (تابہ دیگراں چہ رسد)

(اے عقل خبردار! یہاں مجال دم زدن نہیں) (فتاوی رضویہ، جلد ۲۹، ص ۳۴۵۔ ۳۵۳ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(2) اللہ عزوجل کسی کا محتاج نہیں

پیارے بھائیو! اللہ عزوجل ہر چیز پر قادر ہے، وہ ہرگز ہرگز کسی کا محتاج نہیں، اُس نے اپنی قُدرتِ کامِلہ سے اِس دُنیا کو بنایا، اِسے طرح طرح سے سَجایا اور پھر اس میں انسانوں کو بسایا۔ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی ہدایت کے لیے وَقتاً فوقتاً رُسُل وانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو مَبعُوث فرمایا (یعنی بھیجا)۔ وہ اگر چاہے تو اَنبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بغیر بھی بگڑے ہوئے انسانوں کی اِصلاح کرسکتا ہے، لیکن اُس کی مَشِیَّت (یعنی مرضی) کچھ اِس طرح ہے کہ میرے بندے نیکی کی دعوت دیں، میری راہ میں مَشَقَّتیں جھیلیں اور میری بارگاہِ عالی سے دَرَجاتِ رَفیعہ (یعنی بُلند درجے) حاصل کریں۔ چنانچہ اللہ عزوجل اپنے رَسُولوں اور نبیوں علیہم الصلوٰۃ والسلام کو نیکی کی دعوت کیلئے دُنیا میں بھیجتا رہا اور آخر میں اپنے پیارے حبیب، حبیبِ لبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو مبعوث کیا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر سِلسِلۂ نُبُوّت خَتم فرمایا۔

نبی اس بشر کو کہتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے ہدایت کے لئے وحی بھیجی ہو اور رسول بشر ہی کے ساتھ خاص نہیں بلکہ ملائکہ میں بھی رسول ہیں ←

ساتھ خاص نہیں بلکہ ملائکہ میں بھی رسول ہیں۔(3)

عقیدہ (۲): انبیا سب بشر تھے اور مرد، نہ کوئی جن نبی ہوا نہ عورت(4)۔

(شرح العقائد نسفیہ ص ۱۷۷،۱۷) نبی وہ ہے جس کی طرف وحی شرع کی گئی ہو اور رسول وہ ہے جو وحی شرع کے ساتھ ساتھ مامور بالتبلیغ بھی ہو۔لہذا ہر رسول نبی ہے مگر اس کا عکس نہیں (یعنی ہر نبی رسول نہیں)۔(المعتقد المنتقد، ۱۰۵)

(3) وَلَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُنَآ اِبْرٰهِيْمَ بِالْبُشْرٰى قَالُوْا سَلٰمًا (پ12،ھود:69)

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک ہمارے فرشتے ابراہیم کے پاس مژدہ لے کر آئے بولے سلام کہا

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ جَاعِلِ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا وَلَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُنَآ اِبْرٰهِيْمَ بِالْبُشْرٰى قَالُوْا سَلٰمًا (پ22،فاطر:1)

ترجمۂ کنزالایمان: سب خوبیاں اللہ کو جو آسمانوں اور زمین کا بنانے والا فرشتوں کو رسول کرنے والا۔

(4) وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ اِلَّا رِجَالًا (پ17،الانبیاء:7)

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے تم سے پہلے نہ بھیجے مگر مرد۔

شانِ نزول

اس آیت کے تحت مفسر شہیر مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ ارشاد فرماتے ہیں کہ یہ آیت مشرکینِ مکہ کے جواب میں نازل ہوئی جنہوں نے سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کا اس طرح انکار کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی شان اس سے برتر ہے کہ وہ کسی بشر کو رسول بنائے۔انہیں بتایا گیا کہ سنتِ الٰہی اسی طرح جاری ہے ہمیشہ اس نے انسانوں میں سے مردوں ہی کو رسول بنا کر بھیجا۔

اَللّٰهُ يَصْطَفِيْ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا وَّمِنَ النَّاسِ (پ14،النحل:43)

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ چن لیتا ہے فرشتوں میں سے رسول اور آدمیوں میں سے۔

شانِ نزول:

اس آیت کے تحت مفسر شہیر مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ ارشاد فرماتے ہیں کہ یہ آیت ان کفار کے رد میں نازل ہوئی جنہوں نے بشر کے رسول ہونے کا انکار کیا تھا اور کہا تھا کہ بشر کیسے رسول ہو سکتا ہے اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ اللہ مالک ہے جسے چاہے اپنا رسول بنائے وہ انسانوں میں سے بھی رسول بناتا ہے اور ملائکہ میں سے بھی جنہیں چاہے۔

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

جو یہ کہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ اللہ کے بندے نہیں وہ قطعاً کافر ہے،

اشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، قال اللہ تعالیٰ وانہ لما قام عبد اللہ یدعوہ ۱؎، وقال تعالیٰ تبارک الذی نزل الفرقان علی عبدہ لیکون للعالمین نذیرا ۲؎، وقال تعالیٰ سبحن الذی اسری بعبدہ ۳؎، وقال تعالیٰ وان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا ۴؎، وقال تعالیٰ الحمد للہ الذی انزل علی ←

عقیدہ (۳): اللہ عزوجل پر نبی کا بھیجنا واجب نہیں (5)، اُس نے اپنے فضل وکرم سے لوگوں کی ہدایت کے لیے انبیا بھیجے۔ (6)

عبدہ الکتٰب ۵، وقال تعالٰی فاوحی الی عبدہ ما اوحی ۱۰ ۔ میں گواہی دیتا ہوں بلاشبہہ حضرت محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اللہ تعالٰی کے بندے اور اس کے رسول ہیں، اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور یہ کہ جب اللہ کا بندہ اس کی بندگی کرنے کھڑا ہوا۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: بڑی برکت والا ہے وہ جس نے اتارا قرآن اپنے بندہ پر جو سارے جہان کوڈر سنانے والا ہو۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے کو سیر کرائی اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور اگر تمہیں کچھ شک ہو اس میں جو ہم نے اپنے (ان خاص) بندے پر اتارا۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: سب خوبیاں اللہ کو جس نے اپنے بندے پر کتاب اتاری۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: اب وحی فرمائی اپنے بندے کو جو وحی فرمائی۔ (۱_ القرآن الکریم ۷۲/۱۹) (۲_ القرآن الکریم ۲۵/۱) (۳_ القرآن الکریم ۱۷/۱) (۴_ القرآن الکریم ۲/ ۲۳) (۵_ القرآن الکریم ۱۸/۱) (۶_ القرآن الکریم ۵۳/۱۰)

اور جو یہ کہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی صورت ظاہری بشری ہے حقیقت باطنی بشریت سے ارفع واعلٰی ہے یا یہ کہ حضور اوروں کی مثل بشر نہیں وہ سچ کہتا ہے اور جو مطلقاً حضور سے بشریت کی نفی کرے وہ کافر ہے،

قال تعالٰی قل سبحٰن ربی ھل کنت الا بشرا رسولا ۱ ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (۱_ القرآن الکریم ۱۷/ ۹۳)

اللہ تعالٰی نے فرمایا: تم فرماؤ پاکی ہے میرے رب کو میں کون ہوں مگر آدمی اللہ کا بھیجا ہوا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

(فتاوی رضویہ، جلد ۱۴، ص ۳۵۷۔ ۳۵۸ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(5) اعلٰی حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

اے اللہ! ہمارے پروردگار! اور حمد تیری ذات کے زیادہ لائق ہے بنسبت اس کے جو بندے نے کہا۔ اور ہم سب تیرے بندے ہیں، جو تُو نے عطا فرمایا اُسے کوئی روکنے والے نہیں، اور جسے تُو نے روک دیا اُسے کوئی دینے والا نہیں، اور تیرے فیصلے کو کوئی رد کرنے والا نہیں اور تیرے سامنے کسی تونگر کی تونگری اُس کے لیے نافع نہیں، اور تیرے سامنے کسی تونگر کی تونگری اسکے لیے نافع نہیں، تیرے لیے ہی حمد ہے اس پر جو تو نے ہدایت دی، معاف فرمایا، عافیت دی، عطا فرمایا اور والی بنایا، تو برکت والا ہے اور برتر ہے، اے رب کعبہ! ہم تیری پاکی بیان کرتے ہیں، تیرے دردناک عذاب سے تیری ذات کی پناہ مانگتے ہوئے اور اس پر گواہی دیتے ہوئے کہ اللہ برتر وعظیم کی توفیق کے بغیر نہ گناہ سے بچنے کی طاقت ہے نہ نیکی کرنے کی قوت تُو عزت والا غالب ہے، کوئی بھاگنے والا تیرے قابو سے [illegible] اور جو تُو روک دے کوئی طالب اس کو پا نہیں سکتا تجھ پر کچھ بھی واجب نہیں، تُو نے تقدیریں مقدر فرمائیں اور ادوار کو گردش دی۔

(فتاوی رضویہ، جلد ۱۴، ص ۳۵۷۔ ۳۵۸ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(6) پیارے بھائیو! اللہ عزوجل ہر چیز پر قادر ہے۔ وہ کسی بھی معاملہ میں ہرگز ہرگز کسی کا محتاج نہیں۔ اُس نے اپنی قدرت کاملہ سے دنیا کو بنایا پھر اس کو طرح طرح سے سجایا اور پھر انسانوں کو اس میں بسایا اور انسانوں کی ہدایت کے لئے وقتاً فوقتاً رسل وانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو مبعوث فرمایا۔ وہ اگر چاہے تو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بغیر بھی بگڑے ہوئے انسانوں کی اصلاح کرسکتا ہے۔ لیکن اُس کی ←

عقیدہ (۴): نبی ہونے کے لیے اُس پر وحی ہونا ضروری ہے، خواہ فرشتہ کی معرفت ہو یا بلا واسطہ۔(7)

عقیدہ (۵): بہت سے نبیوں پر اللہ تعالیٰ نے صحیفے اور آسمانی کتابیں اُتاریں، اُن میں سے چار کتابیں بہت مشہور ہیں: توراۃ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر(8)، زبور حضرت داوٗد علیہ السلام پر(9)، اِنجیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر(10)، قرآنِ عظیم کہ سب سے افضل کتاب ہے، سب سے افضل رسول حضور پُر نور احمدِ مجتبیٰ محمدِ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر۔(11) کلامِ الٰہی میں بعض کا بعض سے افضل ہونا اس کے یہ معنی ہیں کہ ہمارے لیے اس میں ثواب زائد ہے، ورنہ اللہ (عزوجل) ایک، اُس کا کلام ایک، اُس میں افضل و مفضول کی گنجائش نہیں۔

مشیت ہی کچھ اسطرح ہے اور اُس نے یہی پسند فرمایا کہ میرے بندے ہی نیکی کی دعوت دیں اور برائی سے منع کریں۔اور اس طرح وہ میری راہ میں مشقتیں جھیلیں اور میری بارگاہ عالی سے درجات رفیعہ حاصل کریں۔چنانچہ نیکی کی دعوت دینے اور برائی سے منع کرنے کے منصب عالی کی بجا آوری کے لئے اللہ عزوجل اپنے رسولوں اور نبیوں علیہم الصلوۃ والسلام کو دنیا میں بھیجتا رہا اور آخر میں اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا اور سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سلسلہ نبوت ختم فرمایا۔

(7) وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ یُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْیًا (پ25، الشوریٰ:51)

ترجمۂ کنزالایمان: اور کسی آدمی کو نہیں پہنچتا کہ اللہ اس سے کلام فرمائے مگر وحی کے طور پر۔

اس آیت کے تحت مفسرِ شہیر مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ ارشاد فرماتے ہیں کہ یعنی بے واسطہ اس کے دل میں القا فرما کر اور الہام کر کے بیداری میں یا خواب میں، اس میں وحی کا وصول بے واسطہ سمع کے ہے اور آیت میں اِلَّا وَحْیًا سے یہی مراد ہے، اس میں یہ قید نہیں کہ اس حال میں سامع متکلم کو دیکھتا ہو یا نہ دیکھتا ہو۔مجاہد سے منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داوٗد علیہ السلام کے سینۂ مبارک میں زبور کی وحی فرمائی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ذبح فرزند کی خواب میں وحی فرمائی اور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے معراج میں اسی طرح کی وحی فرمائی جس کا فَاَوْحٰۤى اِلٰى عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰى میں بیان ہے، یہ سب اسی قسم میں داخل ہیں، انبیاء کے خواب حق ہوتے ہیں جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ انبیاء کے خواب وحی ہیں۔(تفسیر ابی السعود و کبیر و مدارک و زرقانی علی المواہب وغیرہ)

(8) اِنَّاۤ اَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ فِیْهَا هُدًى وَّ نُوْرٌ (پ6، المائدہ44)

ترجمۂ کنزالایمان: اور کسی آدمی کو نہیں پہنچتا کہ اللہ اس سے کلام فرمائے مگر وحی کے طور پر۔

(9) وَاٰتَیْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا (پ15، بنی اسرائیل 55)

ترجمۂ کنزالایمان: اور داوٗد کو زبور عطا فرمائی۔

(10) وَاٰتَیْنٰهُ الْاِنْجِیْلَ (پ6، المائدہ46)

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے اُسے انجیل عطا کی۔

(11) اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا عَلَیْكَ الْقُرْاٰنَ تَنْزِیْلًا ۟ (پ29، الدھر23)

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک ہم نے تم پر قرآن بتدریج اتارا۔

عقیدہ (۶): سب آسمانی کتابیں اور صحیفے حق ہیں اور سب کلام اللہ ہیں، اُن میں جو کچھ ارشاد ہوا سب پر ایمان ضروری ہے(12)، مگر یہ بات البتہ ہوئی کہ اگلی کتابوں کی حفاظت اللہ تعالٰی نے اُمّت کے سپرد کی تھی، اُن سے اُس کا حفظ نہ ہوسکا، کلامِ الٰہی جیسا اُترا تھا اُن کے ہاتھوں میں ویسا باقی نہ رہا، بلکہ اُن کے شریروں نے تو یہ کیا کہ اُن میں تحریفیں کر دیں، یعنی اپنی خواہش کے مطابق گھٹا بڑھا دیا۔(13)

---

(12) كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ (پ3، البقرہ285)

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں کو یہ کہتے ہوئے کہ ہم اس کے کسی رسول پر ایمان لانے میں فرق نہیں کرتے۔

اس آیت کے تحت مفسرِ شہیر مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ ارشاد فرماتے ہیں کہ یہ اصول و ضروریاتِ ایمان کے چار مرتبے ہیں۔(۱) اللہ تعالٰی پر ایمان لانا یہ اسطرح کہ اعتقاد و تصدیق کرے کہ اللہ واحد اَحَدْ ہے اسکا کوئی شریک و نظیر نہیں اس کے تمام اسمائے حسنہ وصفاتِ عُلیا پر ایمان لائے اور یقین کرے اور مانے کہ وہ علیم اور ہر شئے پر قدیر ہے اور اس کے علم و قدرت سے کوئی چیز باہر نہیں۔ (۲) ملائکہ پر ایمان لانا یہ اس طرح پر ہے کہ یقین کرے اور مانے کہ وہ موجود ہیں معصوم ہیں پاک ہیں اللہ تعالٰی کے اور اس کے رسولوں کے درمیان احکام و پیام کے وسائط ہیں۔(۳) اللہ کی کتابوں پر ایمان لانا اس طرح کہ جو کتابیں اللہ تعالٰی نے نازل فرمائیں اور اپنے رسولوں کے پاس بطریقِ وحی بھیجیں بے شک و شبہہ سب حق و صدق اور اللہ کی طرف سے ہیں اور قرآن کریم تغییر تبدیل تحریف سے محفوظ ہے اور محکم و متشابہ پر مشتمل ہے۔(۴) رسولوں پر ایمان لانا اسطرح پر کہ ایمان لائے کہ وہ اللہ کے رسول ہیں جنہیں اُسنے اپنے بندوں کی طرف بھیجا اسکی وحی کے امین ہیں گناہوں سے پاک معصوم ہیں ساری خلق سے افضل ہیں ان میں بعض حضرات بعض سے افضل ہیں۔

(13) فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ يَكْتُبُوْنَ الْكِتٰبَ بِاَيْدِيْهِمْ ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ لِيَشْتَرُوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا (پ1، البقرہ79)

ترجمۂ کنزالایمان: تو خرابی ہے ان کے لئے جو کتاب اپنے ہاتھ سے لکھیں پھر کہہ دیں یہ خدا کے پاس سے ہے کہ اس کے عوض تھوڑے دام حاصل کریں۔

شانِ نُزول:

اس آیت کے تحت مفسرِ شہیر مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ ارشاد فرماتے ہیں کہ جب سید انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف فرما ہوئے تو علماء توریت و رؤساء یہود کو قوی اندیشہ ہوگیا کہ ان کی روزی جاتی رہے گی اور سرداری مٹ جائے گی کیونکہ توریت میں حضور کا حلیہ اور اوصاف مذکور ہیں جب لوگ حضور کو اس کے مطابق پائیں گے فوراً ایمان لے آئیں گے اور اپنے علماء اور رؤساء کو چھوڑ دیں گے اس اندیشہ سے انہوں نے توریت میں تحریف و تغییر کر ڈالی اور حلیہ شریف بدل دیا۔ مثلاً توریت میں آپ کے اوصاف یہ لکھے تھے کہ آپ خوب رو ہیں بال خوب صورت آنکھیں سرگیں قد میانہ ہے اس کو مٹا کر انہوں نے یہ بتایا کہ وہ بہت دراز قامت ہیں آنکھیں کنجی نیلی بال الجھے ہیں۔ یہی عوام کو سناتے یہی کتابِ الٰہی کا مضمون بتاتے اور سمجھتے کہ لوگ حضور کو اس کے خلاف پائیں گے تو آپ پر ایمان نہ لائیں گے ہمارے گرویدہ رہیں گے اور ہماری کمائی میں فرق نہ آئے گا۔ ←

لہٰذا جب کوئی بات اُن کتابوں کی ہمارے سامنے پیش ہو تو اگر وہ ہماری کتاب کے مطابق ہے، ہم اُس کی تصدیق کریں گے (14) اور اگر مخالف ہے تو یقین جانیں گے کہ یہ اُن کی تحریفات سے ہے اور اگر موافقت، مخالفت کچھ معلوم نہیں تو حکم ہے کہ ہم اس بات کی نہ تصدیق کریں نہ تکذیب، بلکہ یوں کہیں کہ:

اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَ كُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ.

اللہ (عزوجل) اور اُس کے فرشتوں اور اُس کی کتابوں اور اُس کے رسولوں پر ہمارا ایمان ہے۔

عقیدہ (۷): چونکہ یہ دین ہمیشہ رہنے والا ہے، لہٰذا قرآنِ عظیم کی حفاظت اللہ عزوجل نے اپنے ذِمہ رکھی، فرماتا ہے:

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ۝ (15)

وَمَنْ يُّبَدِّلْ نِعْمَةَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُ (پ2، البقرہ211)

ترجمۂ کنزالایمان: اور جو اللہ کی آئی ہوئی نعمت کو بدل دے۔

يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَلْبِسُوْنَ الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (پ3، آل عمران 71)

ترجمۂ کنزالایمان: اے کتابیو حق میں باطل کیوں ملاتے ہو اور حق کیوں چھپاتے ہو حالانکہ تمہیں خبر ہے۔

وَاِنَّ مِنْهُمْ لَفَرِيْقًا يَّلْوٗنَ اَلْسِنَتَهُمْ بِالْكِتٰبِ لِتَحْسَبُوْهُ مِنَ الْكِتٰبِ وَمَا هُوَ مِنَ الْكِتٰبِ وَيَقُوْلُوْنَ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَمَا هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَيَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ۝ (پ3، آل عمران 78)

ترجمۂ کنزالایمان: اور ان میں کچھ وہ ہیں جو زبان پھیر کر کتاب میں میل کرتے ہیں کہ تم سمجھو یہ بھی کتاب میں ہے اور وہ کتاب میں نہیں اور وہ کہتے ہیں یہ اللہ کے پاس سے ہے اور وہ اللہ کے پاس سے نہیں اور اللہ پر دیدہ و دانستہ جھوٹ باندھتے ہیں۔

شانِ نزول

اس آیت کے تحت مفسرِ شہیر مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ ارشاد فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ یہ آیت یہود و نصاریٰ دونوں کے حق میں نازل ہوئی کہ انہوں نے توریت و انجیل کی تحریف کی اور کتاب اللہ میں اپنی طرف سے جو چاہا ملایا۔

(14) وَلَا تُجَادِلُوْٓا اَهْلَ الْكِتٰبِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ اِلَّا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ وَقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِالَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَاُنْزِلَ اِلَيْكُمْ وَاِلٰهُنَا وَاِلٰهُكُمْ وَاحِدٌ وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ۝ (پ21، العنکبوت 46)

اور اے مسلمانو کتابیوں سے نہ جھگڑو مگر بہتر طریقہ پر مگر وہ جنہوں نے ان میں سے ظلم کیا اور کہو ہم ایمان لائے اس پر جو ہماری طرف اُترا اور جو تمہاری طرف اُترا اور ہمارا تمہارا ایک معبود ہے اور ہم اس کے حضور گردن رکھے ہیں۔

(15) پ ۱۴، الحجر: ۹

بے شک ہم نے قرآن اُتارا اور بے شک ہم اُس کے ضرور نگہبان ہیں۔ (16)

لہٰذا اس میں کسی حرف یا نقطہ کی کمی بیشی محال ہے، اگرچہ تمام دنیا اس کے بدلنے پر جمع ہو جائے تو جو یہ کہے کہ اس میں کے کچھ پارے یا سورتیں یا آیتیں بلکہ ایک حرف بھی کسی نے کم کر دیا، یا بڑھا دیا، یا بدل دیا، قطعاً کافر ہے(17)، کہ اس نے اُس آیت کا انکار کیا جو ہم نے ابھی لکھی۔

---

(16) اس آیت کے تحت مفسر شہیر مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ ارشاد فرماتے ہیں کہ تحریف و تبدیل و زیادتی و کمی سے اس کی حفاظت فرماتے ہیں۔ تمام جن و انس اور ساری خلق کے مقدور میں نہیں ہے کہ اس میں ایک حرف کی کمی بیشی کرے یا تغییر و تبدیل کر سکے اور چونکہ اللہ تعالٰی نے قرآنِ کریم کی حفاظت کا وعدہ فرمایا ہے اس لئے یہ خصوصیت صرف قرآن شریف ہی کی ہے دوسری کسی کتاب کو یہ بات میسر نہیں۔ یہ حفاظت کئی طرح پر ہے ایک یہ کہ قرآنِ کریم کو معجزہ بنایا کہ بشر کا کلام اس میں مل ہی نہ سکے، ایک یہ کہ اس کو معارضے اور مقابلہ سے محفوظ کیا کوئی اس کی مثل کلام بنانے پر قادر نہ ہو، ایک یہ کہ ساری خلق کو اس کے نیست و نابود اور معدوم کرنے سے عاجز کر دیا کہ کفار باوجود کمالِ عداوت کے اس کتابِ مقدس کو معدوم کرنے سے عاجز ہیں۔

(17) اعلٰی حضرت، امامِ اہلسنت، مجدد دین و ملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

قرآن عظیم کو ناقص بتاتے ہیں، کوئی کہتا ہے اُس میں سے کچھ سورتیں امیر المومنین عثمان غنی ذوالنورین یا دیگر صحابہ اہلسنت رضی اللہ تعالٰی عنہم نے گھٹا دیں، کوئی کہتا ہے اُس میں سے کچھ لفظ بدل دیئے، کوئی کہتا ہے یہ نقص و تبدیل اگرچہ یقیناً ثابت نہیں محتمل ضرور ہے اور جو شخص قرآن مجید میں زیادت یا نقص یا تبدیل کسی طرح کے تصرفِ بشری کا دخل ماننے یا اُسے محتمل جانے بالاجماع کافر مرتد ہے کہ صراحۃً قرآن عظیم کی تکذیب کر رہا ہے۔

اللہ عزوجل سورہ حجر میں فرماتا ہے:

انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون۔ ؎

بیشک ہم نے اتارا یہ قرآن اور بیشک بالیقین ہم خود اس کے نگہبان ہیں۔ (؎ القرآن الکریم ۱۵/ ۹)

بیضاوی شریف مطبع لکھنؤ صفحہ ۴۲۸ میں ہے:

لحفظون ای من التحریف والزیادۃ والنقص۔ ؎

تبدیل و تحریف اور کمی بیشی سے حفاظت کرنے والے ہیں۔ (ت)

(؎ انوار التنزیل المعروف بالبیضاوی تحت آیۃ انا نحن نزلنا الذکر الخ مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۰۰)

جلالین شریف میں ہے:

لحفظون من التبدیل والتحریف والزیادۃ والنقص۔ ؎

یعنی حق تعالٰی فرماتا ہے ہم خود اس کے نگہبان ہیں اس سے کہ کوئی اُسے بدل دے یا اُلٹ پلٹ کر دے یا کچھ بڑھا دے یا گھٹا دے۔

(؎ تفسیر جلالین تحت آیۃ انا نحن نزلنا الذکر الخ اصح المطابع دہلی ص ۲۱۱) ←

عقیدہ (۸): قرآنِ مجید، کتابُ اللہ ہونے پر اپنے آپ دلیل ہے کہ خود اعلان کے ساتھ کہہ رہا ہے:

جمل مطبع مصر جلد ۳ ص ۵۶۱ میں ہے:

بخلاف سائر الکتب المنزلة فقد دخل فیہا التحریف والتبدیل بخلاف القران فانہ محفوظ عن ذلك لا یقدر احد من جمیع الخلق الانس والجن ان یزید فیہ اوینقص منہ حرفا واحدا او کلمة واحدة۔ ۳ ؎

یعنی بخلاف اور کُتبِ آسمانی کے کہ اُن میں تحریف وتبدیل نے دخل پایا۔ اور قرآن اس سے محفوظ ہے، تمام مخلوق جن وانس کسی کی جان نہیں کہ اُس میں ایک لفظ یا ایک حرف بڑھادیں یا کم کردیں۔

(۳ ؎ الفتوحات الالہیہ، تحت آیۃ انا نحن نزلنا الذکر الخ مصطفی البابی مصر ۲/ ۵۳۹)

اللہ تعالیٰ سورۂ حٰم السجدہ میں فرماتا ہے:

وانہ لکتب عزیز ٥ لا یأتیہ الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہ تنزیل من حکیم حمید ۴ ؎

بیشک یہ قرآن شریف معزز کتاب ہے باطل کو اس کی طرف اصلاً راہ نہیں، نہ سامنے سے نہ پیچھے سے یہ اتارا ہُوا ہے حکمت والے سراہے ہُوئے کا۔ (۴ ؎ القرآن الکریم ۴۱/ ۴۱ و ۴۲)

تفسیر معالم التنزیل شریف مطبوعہ بمبئی جلد ۴ ص ۳۵ میں ہے:

قال قتادة والسدی الباطل ھو الشیطان لا یستطیع ان یغیر او یزید فیہ اوینقص منہ قال الزجاج معناہ انہ محفوظ من ان ینقص منہ فیأتیہ الباطل من بین یدیہ اویزادفیہ فیأتیہ الباطل من خلفہ وعلی ھذا المعنی الباطل الزیادة والنقصان۔ ۱ ؎

یعنی قتادہ وسُدی مفسرین نے کہا باطل کہ شیطان ہے قرآن میں کچھ گھٹا بڑھا بدل نہیں سکتا۔ زجاج نے کہا باطل کہ زیادت ونقصان ہیں قرآن ان سے محفوظ ہے، کچھ کم ہوجائے تو باطل سامنے سے آئے بڑھ جائے تو پس پشت سے۔ اور یہ کتاب ہر طرح باطل سے محفوظ ہے۔

(۱ ؎ معالم التنزیل علی ھامش الخازن تحت آیۃ انہ لکتاب عزیز لایاتیہ الخ (مصطفی البابی مصر ۶/ ۱۱۳)

کشف الاسرار امام اجل شیخ عبدالعزیز بخاری شرح اصول امام ہمام فخر الاسلام بزدوی مطبوع قسطنطنیہ جلد ۳ ص ۸۸، ۸۹ میں ہے:

کان نسخ التلاوة والحکم جمیعا جائزا فی حیاة النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فاما بعد وفاتہ فلا یجوز قال بعض الرافضة والملحدة ممن یتستر باظہار الاسلام وھو قاصد الی افسادہ، ھذا جائز بعد وفاتہ ایضا وزعموا ان فی القراٰن کانت اٰیت فی امامة علی وفی فضائل اھل البیت فکتمہا الصحابة فلم تبق بانتہ اس زمانہم، والدلیل علی بطلان ھذا القول قولہ تعالٰی انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون، کذا فی اصول الفقہ لشمس الائمة ملتقطا۔ ۲ ؎

قرآن عظیم سے کسی چیز کی تلاوت وحکم دونوں کا منسوخ ہونا زمانہ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں جائز تھا، بعد وفات اقدس ممکن نہیں، بعض وہ لوگ کہ رافضی اور نرے زندیق ہیں بظاہر مسمانی کا نام لے کر اپنا پردہ ڈھانکتے ہیں اور حقیقۃً انھیں اسلام کو تباہ کرنا مقصود ہے، وُہ ←

(وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ○ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ ○ (18)

اگر تم کو اس کتاب میں جو ہم نے اپنے سب سے خاص بندے (محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) پر اُتاری کوئی شک ہو تو اُس کی مثل کوئی چھوٹی سی سُورت کہہ لاؤ اور اللہ کے سوا اپنے سب حمایتیوں کو بلالو اگر تم سچے ہو تو اگر ایسا نہ کر سکو اور ہم کہے دیتے ہیں ہرگز ایسا نہ کر سکو گے تو اُس آگ سے ڈرو! جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں، جو کافروں کے لیے تیار کی گئی ہے۔

لہٰذا کافروں نے اس کے مقابلہ میں جی توڑ کوششیں کیں، مگر اس کی مثل ایک سطر نہ بنا سکے نہ بنا سکیں۔ (19)

کہتے ہیں کہ یہ بعد وفات والا بھی ممکن ہے، وہ بکتے ہیں کہ قرآن میں کچھ آیتیں امامتِ مولا علی اور فضائل اہلبیت میں تھیں کہ صحابہ نے چھپا ڈالیں جب وہ زمانہ مٹ گیا باقی نہ رہیں اور اس قول کے بطلان پر دلیل خود قرآن عظیم کا ارشاد ہے کہ بیشک ہم نے اتارا یہ قرآن اور ہم خود اس کے نگہبان ہیں۔ ایسا ہی امام شمس الائمہ کی کتاب اصول الفقہ میں ہے۔

(۲۔ کشف الاسرار عن اصول البزدوی باب تفصیل المنسوخ دار الکتاب العربی بیروت ۳/۸۹۔۱۸۸)

امام قاضی عیاض شفا شریف مطبع صدیقی ص ۳۶۶ میں بہت سے یقینی اجماعی کفر بیان کر کے فرماتے ہیں:

وکذلك من انکر القراٰن او حرفا منه او غیر شیئا منه او زاد فیه۔ ا۔

یعنی اسی طرح وہ بھی قطعاً اجماعاً کافر ہے جو قرآن عظیم یا اس کے کسی حرف کا انکار کرے یا اُس میں سے کچھ بدلے یا قرآن میں اس موجودہ میں کچھ زیادہ بتائے۔ (ا۔ الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ فصل فی بیان ماھو من مقالات المطبعۃ الشرکۃ الصحافیہ ۲/۲۷۴)

فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت مطبع لکھنؤ ص ۶۱۷ میں ہے:

اعلم انی رأیت فی مجمع البیان تفسیر الشیعة انه ذهب بعض اصحابهم الی ان القراٰن العیاذ بالله کان زائدا علی هذا المکتوب المقروء قد ذهب بتقصیر من الصحابة الجامعین العیاذ بالله لم یختر صاحب ذلك التفسیر هذا القول فمن قال بهذا القول فهو کافر لانکاره الضروری۔ ۲۔

یعنی میں نے طبرسی رافضی کی تفسیر مجمع البیان میں دیکھا کہ بعض رافضیوں کے مذہب میں قرآن عظیم معاذ اللہ اس قدر موجود سے زائد تھا جن صحابہ نے قرآن جمع کیا عیاذاً باللہ اُن کے قصور سے جاتا رہا اس مفسر نے یہ قول اختیار نہ کیا، جو اس کا قائل ہو کافر ہے کہ ضروریات دین کا منکر ہے۔ (۲۔ فواتح الرحموت بذیل المستصفیٰ مسئلہ کل مجتهد فی المسئلة الاجتهاد الخ منشورات الشریف الرضی قم ایران ۲/۳۸۸)

(فتاوی رضویہ، جلد ۲۹، ص ۲۵۹۔ ۲۶۲ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(18) پ ا، البقرۃ: ۲۳۔ ۲۴

(19) قرآن مجید

رسول اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے معجزات نبوت میں سے قرآن مجید بھی ایک بہت ہی جلیل القدر معجزہ اور آپ کی صداقت کا ←

ایک فیصلہ کن نشان ہے۔ بلکہ اگر اس کو اعظم المعجزات کہہ دیا جائے تو یہ ایک ایسی حقیقت کا انکشاف ہوگا جس کی پردہ پوشی ناممکن ہے کیونکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دوسرے معجزات تو اپنے وقت پر ظہور پذیر ہوئے اور آپ کے زمانے ہی کے لوگوں نے اس کو دیکھا مگر قرآن مجید آپ کا وہ عظیم الشان معجزہ ہے کہ قیامت تک باقی رہے گا۔

کون نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ نے فصحاء عرب کو قرآن کا مقابلہ کرنے کے لیے ایک بار اس طرح چیلنج دیا کہ

قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰۤى اَنْ یَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا یَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِیْرًا۝

پ۱۵، بنی اسراءیل: ۸۸

(اے محبوب) فرما دیجئے کہ اگر تمام انسان و جن اس کام کے لیے جمع ہو جائیں کہ قرآن کا مثل لائیں تو نہ لاسکیں گے اگرچہ ان کے بعض بعض کی مدد کریں۔

مگر کوئی بھی اس خداوندی چیلنج کو قبول کرنے پر تیار نہیں ہوا۔ پھر قرآن نے ایک بار اس طرح چیلنج دیا کہ

قُلْ فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ پ ۱۲، ہود: ۱۳

یعنی اگر تم لوگ پورے قرآن کا مثل نہیں لا سکتے تو قرآن جیسی دس ہی سورتیں بنا کر لاؤ۔

مگر انتہائی جدوجہد کے باوجود یہ بھی نہ ہو سکا۔ پھر قرآن نے اس طرح للکارا کہ

وَاِنْ كُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ۝ پ۱، البقرۃ: ۲۳

(اے حبیب) آپ فرما دیجئے کہ اگر تم لوگوں کو اس میں کچھ شک ہو جو ہم نے اپنے خاص بندے پر نازل فرمایا ہے تو تم اس جیسی ایک ہی سورۃ لے آؤ اور اللہ کے سوا اپنے تمام حمایتیوں کو بلا لو اگر تم سچے ہو۔

اللہ اکبر! قرآن عظیم کی عظیم الشان و معجزانہ فصاحت و بلاغت کا بول بالا تو دیکھو کہ عرب کے تمام وہ فصحاء و بلغاء جن کی فصیحانہ شعر گوئی اور خطیبانہ بلاغت کا چار دانگ عالم میں ڈنکا بج رہا تھا مگر وہ اپنی پوری پوری کوششوں کے باوجود قرآن کی ایک سورۃ کے مثل بھی کوئی کلام نہ لا سکے۔ حد ہو گئی کہ قرآن مجید نے فصحاء عرب سے یہاں تک کہہ دیا کہ

فَلْیَاْتُوْا بِحَدِیْثٍ مِّثْلِهٖۤ اِنْ كَانُوْا صٰدِقِیْنَ۝ (1)

یعنی اگر کفار عرب سچے ہیں تو قرآن جیسی کوئی ایک ہی بات لائیں۔ (سورہ طور)

الغرض چار چار مرتبہ قرآن کریم نے فصحاء عرب کو للکارا، چیلنج دیا، جھنجھوڑا کہ وہ قرآن کا مثل بنا کر لائیں۔ مگر تاریخ عالم گواہ ہے کہ چودہ سو برس کا طویل عرصہ گزر جانے کے باوجود آج تک کوئی شخص بھی اس خداوندی چیلنج کو قبول نہ کر سکا اور قرآن کے مثل ایک سورۃ بھی بنا کر نہ لا سکا۔ یہ آفتاب سے زیادہ روشن دلیل ہے کہ قرآن مجید حضور خاتم النبیین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ایک لاثانی معجزہ ہے جس کا مقابلہ نہ کوئی کر سکا ہے نہ قیامت تک کر سکتا ہے۔ (سیرتِ مصطفیٰ صفحہ ۴۳۸۔۴۳۹)

←

مسیلمہ کذاب اور قرآنی چیلنج

یہ خود کو رحمن الیمامہ کہلواتا تھا پورا نام مسیلمہ بن ثمامہ تھا یہ کہتا تھا: ''جو مجھ پر وحی لاتا ہے اس کا نام رحمن ہے۔'' یہ اپنے قبیلہ بنو حنیفہ کے ساتھ مدینہ منورہ حاضر ہوا تھا ایک روایت کے مطابق ایمان لایا تھا بعد میں مرتد ہوگیا تھا اور ایک روایت کے مطابق اس نے مطالبہ کیا اور کہا اگر محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم اپنے بعد خلیفہ بنادیں تو میں مسلمان ہوجاؤں اور ان کی متابعت کراؤں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم اس کی قیام گاہ پر تشریف لے گئے اور اس کے سر پر کھڑے ہوگئے اس وقت آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے دست اقدس میں کھجور کی ایک شاخ تھی فرمایا اگر تو مجھ سے اس شاخ کو بھی مانگے تو میں تجھے نہ دوں بجز اس کے جو مسلمانوں کے بارے میں حکم الہ ہے اور ایک روایت کے مطابق اس نے تھوڑی دیر سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے گفتگو کرنے کے بعد کہا اگر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم مجھے اپنی نبوت میں شریک کرلیں یا اپنا جانشین مقرر کردیں تو میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے بیعت کرنے کو تیار ہوں اس پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا (اور اس وقت آپ کے ہاتھ میں کھجور کی شاخ تھی) کہ تم نبوت میں سے اگر یہ لکڑی بھی مجھ سے مانگو تو نہیں مل سکتی بہر حال جب دربار نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے ناکام و نامراد واپس ہوا تو اس نے خود ہی اعلان نبوت کرڈالا اور اہل یمامہ کو بھی گمراہ و مرتد بنانا شروع کردیا اس نے شراب و زنا کو حلال کرکے نماز کی فرضیت کو ساقط کردیا مفسدوں کی ایک جماعت اس کے ساتھ مل گئی اس کے چند عقائد یہاں بیان کیے جاتے ہیں۔

(۱) سمت معین کرکے نماز پڑھنا کفر و شرک کی علامت ہے لہٰذا نماز کے وقت جدھر دل چاہے منہ کرلیا جائے اور نیت کے وقت کہا جائے کہ میں بے سمت نماز ادا کررہا ہوں۔

(۲) مسلمانوں کے ایک پیغمبر ہیں لیکن ہمارے دو ہیں ایک محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم ہیں اور دوسرا مسیلمہ اور ہر امت کے کم از کم دو پیغمبر ہونے چاہیں۔

(۳) مسیلمہ کے ماننے والے اپنے آپ کو رحمانیہ کہلاتے تھے اور بسم اللہ الرحمن الرحیم کے معنی کرتے تھے شروع مسیلمہ کے خدا کے (مسیلمہ کا نام رحمان بھی مشہور تھا) کے نام سے جو مہربان ہے۔

(۴) ختنہ کرنا حرام ہے وغیرہ وغیرہ۔

اس نے ایک کتاب بھی وضع کی تھی جس کے دو حصے تھے پہلے کو فاروق اول اور دوسرے کو فاروق ثانی کہا جاتا تھا اور اس کی حیثیت کسی طرح قرآن سے کم نہ سمجھتے تھے اسی کو نمازوں میں پڑھا جاتا تھا اس کی تلاوت کو باعث ثواب خیال کرتے۔ اس شیطانی صحیفے کے چند جملے ملاحظہ ہوں: یا ضفدع بنت ضفدع نقی ما تنقین اعلاك فی الماء و اسفلك فی الطین لا الشارب تمنعین ولا الماء تکدرین ترجمہ: اے مینڈکی کی بچی اسے صاف کر جسے تو صاف کرتی ہے تیرا بالائی حصہ تو پانی میں اور نچلا حصہ مٹی میں ہے نہ تو پانی پینے والوں کو روکتی ہے اور نہ پانی کو گدلا کرتی ہے۔

اس وحی شیطان کا مطلب کیا ہے یہ بیان نہیں کیا جاسکتا کیونکہ مسیلمیوں کے نزدیک قرآن کریم اور فاروق کی تفسیر کرنا حرام تھا اب ذرا ـــــ

مسئلہ: اگلی کتابیں انبیاء ہی کو زبانی یاد ہوتیں، قرآنِ عظیم کا معجزہ ہے کہ مسلمانوں کا بچّہ بچّہ یاد کرلیتا ہے۔(20)

فاروق اول کی سورۃ الفیل بھی پڑھیے الفیل و ما الفیل له ذنب دبیل و خرطوم طویل ان ذلك من خلق ربنا الجلیل یعنی ہاتھی اور وہ ہاتھی کیا ہے اس کی بھدی دم ہے اور لمبی سونڈ ہے یہ ہمارے رب جلیل کی مخلوق ہے۔ اس کی یہ وحی شیطانی سن کر ایک بچہ نے کہ یہ وحی ہو ہی نہیں سکتی اس میں کیا بات بتائی گئی ہے جو ہمیں معلوم نہیں ہے سب کو پتہ ہے کہ ہاتھی کی دم بھدی اور سونڈ طویل ہوتی ہے مسیلمہ کذاب اس شیطانی کتاب کے علاوہ لوگوں کو گمراہ کرنے کے لیے شعبدہ بازی بھی کرتا تھا جس کو وہ اپنا معجزہ کہتا تھا اور وہ یہ تھا کہ اس نے ایک مرغی کے بالکل تازہ انڈے کو سرکے میں ڈال کر نرم کیا اور پھر اس کو ایک چھوٹے منہ والی بوتل میں ڈالا انڈہ ہوا لگنے سے پھر سخت ہوگیا بس مسیلمہ لوگوں کے سامنے وہ بوتل رکھتا اور کہتا کہ کوئی عام آدمی انڈے کو بوتل میں کسطرح ڈال سکتا ہے لوگ اس کو حیرت سے دیکھتے اور اسکے کمال کا اعتراف کرنے لگتے تھے۔ اس کے علاوہ جب لوگ اس کے پاس کسی مصیبت کی شکایت لے کر آتے تو یہ انکے لیے دعا بھی کرتا مگر اس کا نتیجہ ہمیشہ برعکس ہوتا تھا چنانچہ لوگ اس کے پاس ایک بچے کو برکت حاصل کرنے کو لائے اس نے اپنا ہاتھ بچے کے سر پر پھیرا وہ گنجا ہوگیا ایک عورت ایک مرتبہ اسکے پاس آئی کہا کہ ہمارے کھیت سوکھے جا رہے ہیں کنویں کا پانی کم ہوگیا ہے ہم نے سنا ہے کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلم کی دعا سے خشک کنووں میں پانی ابلنے لگتا ہے آپ بھی ہمارے لیے دعا کریں چنانچہ اس کذاب نے اپنے شریر خاص نہار سے مشورہ کیا اور اپنا تھوک کنویں میں ڈالا جس کی نحوست سے کنویں کا رہا سہا پانی بھی ختم ہوگیا ایک مرتبہ اس کذاب نے سنا کہ آقائے دوجہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی آنکھوں میں آب دہن لگایا تھا تو انکی آنکھوں کی تکلیف ختم ہوگئی تھی اس نے بھی کئی مریضوں کی آنکھوں میں تھوک لگایا مگر اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جس کی آنکھ میں یہ تھوک لگاتا وہ بدنصیب اندھا ہوجاتا تھا۔ ایک معتقد نے آکر بیان کیا کہ میرے بہت سے بچے مرچکے ہیں صرف دو لڑکے باقی ہیں آپ ان کی درازی عمر کی دعا کریں کذاب نے دعا کی اور کہا جاؤ تمہارے چھوٹے بچے کی عمر چالیس سال ہوگی یہ شخص خوشی سے جھومتا ہوا گھر پہنچا تو ایک اندوہناک خبر اس کی منتظر تھی کہ ابھی اس کا ایک لڑکا کنویں میں گر کر ہلاک ہوگیا ہے اور جس بچے کی عمر چالیس سال بتائی تھی وہ اچانک ہی بیمار ہوا اور چند لمحوں میں چل بسا اور ایک روایت کے مطابق ایک لڑکے کو بھیڑیے نے پھاڑ ڈالا تھا اور دوسرا کنویں میں گر کر ہلاک ہوا تھا۔

ان لوگوں پر تعجب ہے جو اس ملعون کے ایسے کرتوتوں کے باوجود اس کی پیروی کرتے تھے اور اس سے بیزار نہ ہوتے تھے چونکہ جاہلوں کی جماعت میں غرض کے بندے شامل تھے لہٰذا جب سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلم کا وصالِ ظاہری ہوا تو اس کا کاروبار چمک گیا اور ایک لاکھ سے زیادہ جہال اس کے ارد گرد جمع ہوگئے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت مقدسہ میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ ۲۴ ہزار کا لشکر لیکر اس کے استیصال کو تشریف لے گئے ان کے مقابل ۴۰ ہزار کا لشکر کفار تھا فریقین میں خوب لڑائی ہوئی یہاں تک کہ اللہ عزوجل نے مسلمانوں کو فتح عطا فرمائی اور یہ بدبخت کذاب حضرت وحشی رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں واصل با جہنم ہوا اور اس وقت آپ نے یہ جملہ ارشاد فرمایا: میں زمانہ کفر میں سب سے اچھے آدمی کا قاتل تھا اور زمانہ اسلام میں سب سے بدتر کا قاتل ہوں۔

(ملخص از ترجمان اہلسنت بابت ماہ نومبر 1973ص ۲۹ تا ۳۳، مدارج النبوۃ مترجم جلد دوم صفحہ ۵۵۲ مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ اردو بازار لاہور)

(20) وَلَقَدْ یَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّکْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّکِرٍ ○ (پ27القمر17)

←

عقیدہ (۹): قرآنِ عظیم کی سات قرائتیں سب سے زیادہ مشہور اور متواتر ہیں، (21) ان میں معاذ اللہ کہیں

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک ہم نے قرآن یاد کرنے کے لئے آسان فرمادیا تو ہے کوئی یاد کرنے والا۔

اس آیت کے تحت مفسرِ شہیر مولانا سید محمد نعیم الدین مرادآبادی علیہ الرحمۃ ارشاد فرماتے ہیں کہ اس آیت میں قرآنِ کریم کی تعلیم وتعلّم اور اس کے ساتھ اشتغال رکھنے اور اسکو حفظ کرنے کی ترغیب ہے اور یہ بھی مستفاد ہوتا ہے کہ قرآن یاد کرنے والے کی اللہ تعالیٰ کی طرف سے مدد ہوتی ہے اور اس کا حفظ سہل وآسان فرمادینے ہی کا ثمرہ ہے کہ بچے تک اس کو یاد کرلیتے ہیں سوائے اس کے کوئی مذہبی کتاب ایسی نہیں ہے جو یاد کی جاتی ہو اور سہولت سے یاد ہو جاتی ہو۔

(21) حضرت ابن مسعود سے روایت ہے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ قرآن سات طریقوں پر اترا ۱۔ ان میں سے ہر آیت کا ظاہر بھی ہے باطن بھی ۲۔ اور ہر ظاہر وباطن کی ایک حد ہے جہاں سے اطلاع ہے ۳۔

شرح

مفسرِ شہیر حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان مراۃ المناجیح میں فرماتے ہیں:

۱۔ طریقوں سے مراد یا تو عربی لغتیں ہیں، چونکہ عرب میں سات قبیلے فصاحت و بلاغت میں مشہور تھے، قریش، ثقیف، طے، ہوازن، ہذیل، یمنی، تمیم اور ان کی زبانوں کا آپس میں کچھ اختلاف تھا جیسے دہلی اور لکھنؤ والوں کی اردو میں قدرے فرق ہے۔ نزولِ قرآن قریش کی زبان میں ہوا جو دوسرے قبیلوں پر بھاری تھی۔ اسی لئے ان کو اجازت دی گئی کہ اپنی اپنی زبانوں میں تلاوت کریں۔ زمانہ نبوی میں عام تلاوت قریشی زبان میں ہوتی تھی۔ مگر بعض لوگ دوسری قرأتوں میں بھی تلاوت کرتے تھے۔ حضور کے پردہ فرمانے کے بعد یہ اختلاف فساد کا باعث بننے لگا، عہدِ عثمانی میں جب قرآن پاک کو کتابی شکل میں جمع کیا گیا تو لغت قریش کو ملحوظ رکھا گیا جس میں قرآن کا نزول ہوا تھا باقی قرائتیں ختم کردی گئیں تاکہ مسلمانوں میں یہود و نصاریٰ کا سا اختلاف نہ ہو اس میں قرآن کی تبدیلی نہ تھی بلکہ فتنہ کا دفع کرنا تھا جیسے "فَلَا تَقُلْ لَّهُمَاۤ اُفٍّ" میں لفظ اف لغت قریش میں الف کے پیش ف کے شد اور زیر و تنوین سے ہے دیگر لغتوں میں الف کے زبر یا زیر ف کا زبر یا زیر بغیر تنوین شد اور بغیر شد کے ہے معنی ایک ہیں لفظوں میں اتنا اختلاف یا اس سے مراد سات قرأتیں ہیں "یا مَالِكِ مَلِكِ مَلِيْكِ يَوْمِ الدِّيْنِ" وغیرہ، یا مطلب یہ ہے کہ سات معانی پر اترا امر، نہی، مثالیں، قصے، وعدے، وعیدیں اور نصیحتیں یا سات چیزیں لے کر اترا، عقائد، احکام، اخلاق، حرام، حلال، محکم، متشابہ اور بھی اس کی بہت تفسیریں کی گئیں ہیں۔

۲۔ یعنی قرآن کی ہر آیت کی ظاہر مراد بھی ہے اور باطنی بھی، ظاہری مراد اس کا لفظی ترجمہ ہے باطنی مراد اس کا منشاء اور مقصد، یا ظاہر شریعت ہے اور باطن طریقت، یا ظاہر احکام ہیں اور باطن اسرار، یا ظاہر وہ ہے جس پر سب علماء مطلع ہیں اور باطن وہ ہے جس سے صوفیائے کرام خبردار ہیں، یا ظاہر وہ جو نقل سے معلوم ہو باطن وہ جو کشف سے معلوم ہو جیسے "یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قَاتِلُوا الَّذِیْنَ یَلُوْنَكُمْ مِّنَ الْكُفَّارِ" اس کے ظاہری معنی یہ ہیں کہ اپنے قریبی کافروں پر لوہے کی تلوار وغیرہ سے جہاد کرو باطن یہ ہے کہ قریبی کافر اپنے نفس امارہ پر مجاہدے کی تلوار اور اعانت یار سے جہاد کرو۔

۳۔ حد مطلع وہ پہاڑ کی چوٹی یا اونچا ٹیلہ ہے۔ جہاں سے دور تک چیزیں دیکھی جاسکیں یعنی قرآن کے ظاہر و باطن معلوم کرنے کے علیحدہ

اختلافِ معنی نہیں، وہ سب حق ہیں، اس میں اُمّت کے لیے آسانی یہ ہے کہ جس کے لیے جو قراءت آسان ہو وہ پڑھے اور حکم یہ ہے کہ جس ملک میں جو قراءت رائج ہے عوام کے سامنے وہی پڑھی جائے، جیسے ہمارے ملک میں قراءتِ عاصم بروایتِ حفص، کہ لوگ ناواقفی سے انکار کریں گے اور وہ معاذ اللہ کلمۂ کفر ہوگا۔

عقیدہ (۱۰): قرآنِ مجید نے اگلی کتابوں کے بہت سے احکام منسوخ کر دیے(22)۔ یوہیں قرآنِ مجید کی بعض آیتوں نے بعض آیت کو منسوخ کر دیا۔(23)

مقامات ہیں۔ چنانچہ اس کا ظاہر علماء سے اور باطن مشائخ سے معلوم ہوتا ہے یا ظاہر قال سے، باطن حال سے، یا ظاہر نحو سے باطن فنا اور محو سے، یا ظاہر کتابوں سے باطن کسی کی نظر سے۔ شعر

دین مجو اندر کتب اے بے خبر — علم وحکمت از کتب دین از نظر
صد کتاب وصد ورق در نار کن — رُوئے دل را جانب دلدار کن

غرضیکہ جیسے قرآن کے ظاہر کے الفاظ میاں جی سے، تجوید قاری سے، حفظ حافظ سے، معانی عالم سے، احکام مجتہد سے سیکھے جاتے ہیں، ایسے ہی اس کے اسرار مشائخ سے حاصل کئے جائیں۔ ہر ایک کا حد مطلع علیحدہ ہے۔ خیال رہے کہ مشائخ وہ حضرات ہیں جو شریعت وطریقت کے جامع ہوں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پروانے ہوں، آپ کے دین کے سچے مبلغ ہوں۔ وہ جاہل صوفی جو فقط میراثی ولی بنے بیٹھے ہیں فاسق وفاجر ہیں وہ مراد نہیں۔ (مراۃ المناجیح ج۱ ص۲۳۰)

(22) أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلٰى نِسَآئِكُمْ (پ2 البقرہ 187)

ترجمۂ کنز الایمان: اور بیشک ہم نے قرآن یاد کرنے کے لئے آسان فرما دیا تو ہے کوئی یاد کرنے والا۔

شانِ نزول

اس آیت کے تحت مفسرِ شہیر مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ ارشاد فرماتے ہیں کہ شرائع سابقہ میں افطار کے بعد کھانا پینا مجامعت کرنا نمازِ عشاء تک حلال تھا بعد نمازِ عشاء یہ سب چیزیں شب میں بھی حرام ہو جاتی تھیں یہ حکم زمانہ اقدس تک باقی تھا بعض صحابہ سے رمضان کی راتوں میں بعدِ عشاء مباشرت وقوع میں آئی ان میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی تھے اس پر وہ حضرات نادم ہوئے اور درگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں عرض حال کیا اللہ تعالیٰ نے معاف فرمایا اور یہ آیت نازل ہوئی اور بیان کر دیا گیا کہ آئندہ کے لئے رمضان کی راتوں میں مغرب سے صبح صادق تک مجامعت کرنا حلال کیا گیا۔

(23) قرآن کریم نے جہاں اگلی کتابوں کو منسوخ فرما دیا ہے وہاں خود قرآن کریم کی بعض آیتوں نے بھی بعض کو منسوخ فرمایا ہے۔ اس کی تین صورتیں ہیں۔ اول:۔ تلاوت اور حکم دونوں منسوخ ہوں۔ دوم:۔ صرف تلاوت منسوخ ہو حکم باقی ہو۔ جیسے آیت رجم وہ یہ ہے اَلشَّيْخُ وَالشَّيْخَةُ إِذَا زَنَيَا فَارْجُمُوهُمَا الْبَتَّةَ نَكَالًا مِّنَ اللهِ وَاللهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ۔ سوم:۔ صرف حکم منسوخ ہو تلاوت باقی ہو جیسے۔ مرقات المفاتیح میں ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ وَالْمَنْسُوخُ أَنْوَاعٌ مِنْهَا التِّلَاوَةُ وَالْحُكْمُ مَعًا وَهُوَ مَا نُسِخَ مِنَ الْقُرْآنِ فِي حَيَاةِ الرَّسُولِ بِالْإِنْسَاءِ حَتّٰى رُوِيَ أَنَّ سُورَةَ الْأَحْزَابِ كَانَتْ تَعْدِلُ سُورَةَ الْبَقَرَةِ وَمِنْهَا الْحُكْمُ دُونَ التِّلَاوَةِ ←

عقیدہ (۱۱): نسخ کا مطلب یہ ہے کہ بعض احکام کسی خاص وقت تک کے لیے ہوتے ہیں، مگر یہ ظاہر نہیں کیا جاتا کہ یہ حکم فلاں وقت تک کے لیے ہے، جب میعاد پوری ہوجاتی ہے تو دوسرا حکم نازل ہوتا ہے، جس سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ پہلا حکم اُٹھا دیا گیا اور حقیقۃً دیکھا جائے تو اُس کے وقت کا ختم ہوجانا بتایا گیا۔ منسوخ کے معنی بعض لوگ باطل ہونا کہتے ہیں، یہ بہت سخت بات ہے، احکامِ الٰہیہ سب حق ہیں، وہاں باطل کی رسائی کہاں...!

كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى "لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ" وَمِنْهَا التِّلَاوَةُ دُوْنَ الْحُكْمِ كَاٰيَةِ الرَّجْمِ وَهِيَ اَلشَّيْخُ وَالشَّيْخَةُ إِذَا زَنَيَا فَارْجُمُوْهُمَا اَلْبَتَّةَ نَكَالًا مِنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ

منسوخ کی کئی قسمیں ہیں۔

(1) ایک یہ کہ تلاوت اور حکم دونوں منسوخ ہوں۔ یہ قرآن کا وہ حصہ ہے جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی حیات ظاہری میں بھلا کر منسوخ کیا گیا۔ یہاں تک کہ مروی ہے کہ سورہ احزاب سورہ بقرہ کے برابر تھی۔

(2) ایک یہ کہ حکم منسوخ ہو تلاوت باقی ہو جیسے لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ [پ ۳۰، کافرون: ۶]۔

(3) ایک یہ کہ تلاوت منسوخ ہو نہ کہ حکم جیسے آیت رجم۔ ان تینوں قسموں کے نَنْسَخْ کو سورہ بقرہ کی آیت مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَا میں بیان کیا گیا ہے اِنْسَاء نسخ ہی کی ایک قسم ہے۔ جیسا کہ ملا جیون قدس سرہ فرماتے ہیں:

فَيَكُوْنُ الْمُرَادُ مِنْ قَوْلِهٖ نَنْسَخْ مَنْسُوْخُ اَحَدِهِمَا فَقَطْ مِنْ قَوْلِهٖ اَوْ نُنْسِهَا مَنْسُوْخُ التِّلَاوَةِ وَالْحُكْمِ جَمِيْعًا وَاِنَّمَا اَعَادَهَا مَعَ دُخُوْلِهٖ فِي الْمَنْسُوْخِ اِظْهَارًا لِكَمَالِهٖ حَيْثُ فِي النَّسْخِ لَا يَبْقٰى مِنْهُ اَثَرٌ فِي اللَّفْظِ وَلَا فِي الْمَعْنٰى

پس نَنْسَخْ سے مراد صرف مَنْسُوْخُ التِّلَاوَةِ یا صرف مَنْسُوْخُ الْحُكْمِ ہے۔ اَوْ نُنْسِهَا سے مَنْسُوْخُ الْحُكْمِ وَالتِّلَاوَةِ مراد ہے۔ باوجودیکہ یہ منسوخ میں داخل ہے اس کا اعادہ اس کے کمالِ نسخ کو ظاہر کرنے کے لئے ہے کہ اس کا کوئی نشان باقی نہیں، نہ لفظ میں نہ معنی میں حضرت ملا علی قاری اور ملا احمد جیون دونوں اس بات پر متفق ہیں کہ نُنْسِهَا سے مراد وہ آیات ہیں جن کی تلاوت اور حکم دونوں منسوخ ہیں جیسے سورہ احزاب کے بارے میں گزر چکا کہ وہ سورہ بقرہ کے برابر تھی اور سورہ طلاق کے بارے میں بھی وارد ہے کہ یہ سورۃ بقرہ سے بھی بڑی تھی۔

بیہقی شریف میں حضرت ابو اُمامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک انصاری صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ رات میں نمازِ تہجد کے لئے اٹھے۔ سورہ فاتحہ کے بعد جو سورۃ ہمیشہ تلاوت کیا کرتے تھے اس کو پڑھنا چاہا لیکن وہ بالکل یاد نہ آئی۔ صبح کو دوسرے صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ذکر کیا۔ انھوں نے بتایا کہ میرا بھی یہی حال ہے۔ دونوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: آج شب وہ سورت اٹھالی گئی۔ اُس کا حکم اور تلاوت دونوں منسوخ ہوگیا۔ جن کاغذوں پر لکھی تھی اُن پر نقش تک باقی نہیں۔

مع ہذا بعض حضرات کو بعض منسوخ التلاوۃ والحکم کے الفاظ یاد بھی تھے جیسے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ یہ آیت تھی عَشْرُ رَضَعَاتٍ مَعْلُوْمَاتٍ يُحَرِّمْنَ۔ اِس کا حکم اور تلاوت دونوں منسوخ ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ منسوخ التلاوۃ والحکم کی دو قسمیں ہیں بعض ذہنوں میں محفوظ رہیں اور بعض بالکل محو ہوگئیں۔

اس سے ثابت ہوگیا کہ قرآن مُنَزَّل مِنَ اللہ کا ایک حصہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم اور تمام امت کے ذہنوں سے اس طرح اٹھا

عقیدہ (۱۲): قرآن کی بعض باتیں محکم (24) ہیں کہ ہماری سمجھ میں آتی ہیں اور بعض متشابہ (25) کہ اُن کا پورا

الدَّفَّتَیْن موجود نہیں۔ اس لئے وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہرگز نہیں کہ جتنا قرآن مجید نازل ہوا تھا وہ سب کا سب مصحف میں مَابَیْنَ الدَّفَّتَیْن محفوظ ہے اور رہے گا۔ اِس کا ادّعا کرنا خود قرآن کریم اور احادیث کو جھٹلانا ہے۔ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ سے مراد یہ ہے کہ نَسْخ اور اِنْسَاء کے بعد جو کچھ بچا جس کی تحدید اور ترتیب حسب ارشاد ربانی خود حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے اپنی حیات ظاہری میں ہی فرمادی تھی جو مختلف اشیاء پر مکتوب اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے سینوں میں محفوظ تھا ۔ جسے صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حکم سے ایک صحیفہ میں جمع کیا گیا۔ اور جس کی کثیر نقلیں حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بلاد اسلامیہ میں بھجوائیں جو عہد صدیق سے لے کر آج تک مصحف میں مَابَیْنَ الدَّفَّتَیْن موجود ہے۔ وہ پورا پورا محفوظ ہے اور محفوظ رہے گا۔ اس میں کسی قسم کا تَغَیُّر وتَبَدُّل، تحریم وتَّسْخیع، اِزْدِیاد وتَنَقُّص، تَقَدُّم وتَاَخُّر راہ نہیں پا سکتا۔

حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی حیات ظاہری میں حسب منشاء ربانی بعض آیتوں کے نسیان کو قرآن کے محفوظ ہونے کے منافی سمجھنا اپنی دیانت اور اپنے دین سے ہاتھ دھونا ہے۔ (تحقیقات، ص ۷۳ تا ۷۵)

(24) حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ قرآن پانچ قسموں پر اترا ۱؎ حلال حرام محکم اور متشابہ ۲؎ اور مثالیں لہذا حلال کو حلال جانو اور حرام کو حرام مانو محکم پر عمل کرو اور متشابہ پر ایمان لاؤ ۳؎ مثالوں سے عبرت پکڑو ۴؎ یہ مصابیح کے الفاظ ہیں اور بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کیا جس کی عبارت یوں ہے کہ حلال پر عمل کرو اور حرام سے بچو اور محکم کی اتباع کرو۔

مُفَسِّر شہیر حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان مراۃ المناجیح میں فرماتے ہیں:

۱؎ بطریق اجمال ان کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ جیسے "اُحِلَّ لَكُمُ الطَّیِّبٰتُ" یا "وَیُحَرِّمُ عَلَیْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ" ان دو آیتوں میں اجمالی طور پر سارے حلال وحرام کا ذکر آ گیا ہے۔

۲؎ محکم کے اصطلاحی معنے ہیں ناقابل نسخ آیات مگر یہاں کھلی اور واضح آیتیں مراد ہیں کہ اس کے مقابل متشابہ فرمایا گیا۔ متشابہ: وہ آیات ہیں جن کے معنی یا مراد سمجھ میں نہ آسکیں۔ امثال سے گزشتہ امتوں کے قصے یا مثالیں مراد ہیں۔

۳؎ کہ جو کچھ متشابہ کی مراد ہے حق ہے ہمیں اگرچہ اس پر اطلاع نہیں۔

۴؎ کہ گزشتہ قوموں پر جن وجوہ سے عذاب آئے وہ تم چھوڑ دو۔ اس سے قیاس شرعی کا ثبوت ہوا۔ (مراۃ المناجیح ج ۱ ص ۱۸۰)

(25) آیاتِ متشابہات کے باب میں اہلسنت کا اعتقاد

قال اللہ تعالیٰ (اللہ تعالیٰ نے فرمایا): هو الذی انزل علیك الكتب منه ایت محكمت هن ام الكتب و اخر متشبهت فاما الذین فی قلوبهم زیغ فیتبعون ماتشابه منه ابتغاء الفتنة وابتغاء تاویله ۝ ومایعلم تاویله الا الله و الراسخون فی العلم یقولون اٰمنّا به كل من عند ربنا وما یذكر الا اولوا الالباب ۱؎ (موضح القرآن میں اس کا ترجمہ یوں ہے۔ وہی ہے جس نے اتاری تجھ پر کتاب اس میں بعض آیتیں پکی ہیں سو جڑ ہیں کتاب کی، اور دوسری ہیں کئی طرف ملتی، ←

مطلب اللہ اور اللہ کے حبیب (عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) سوا کوئی نہیں جانتا۔ متشابہ کی تلاش اور اُس کے معنی کی

سو جن کے دل میں پھرے ہوئے وہ لگتے ہیں ان کے ڈھب والیوں سے، تلاش کرتے ہیں گمراہی اور تلاش کرتے ہیں اُن کی کل بیٹھانی، اور ان کی کل کوئی نہیں جانتا سوائے اللہ کے، اور جو مضبوط علم والے ہیں سو کہتے ہیں ہم اس پر ایمان لائے سب کچھ ہمارے رب کی طرف سے ہے، اور سمجھائے وہی سمجھے ہیں جن کو عقل ہے۔ ۲؎

(۱؎ القرآن الکریم ۳/ ۷)(۲؎ موضح القرآن ترجمہ وتفسیر شاہ عبدالقادر ۱۲۱ تاج کمپنی لاہور ص ۶۲)

اور اس کے فائدے میں لکھا: اللہ صاحب فرماتا ہے کہ ہر کلام میں اللہ نے بعضی باتیں رکھی ہیں جن کے معنی صاف نہیں کھلتے تو جو گمراہ ہو اُن کے معنی عقل سے لگے پکڑنے اور جو مضبوط علم رکھے وہ ان کے معنی اور آیتوں سے ملا کر سمجھے جو جڑ کتاب کی ہے اس کے موافق سمجھ پائے تو سمجھے اور اگر نہ پائے تو اللہ پر چھوڑ دے کہ وہی بہتر جانے ہم کو ایمان سے کام ہے ۳؎ انتہی۔

(۳؎ موضح القرآن ترجمہ وتفسیر شاہ عبدالقادر ۱۲۱ تاج کمپنی لاہور ص ۶۲)

اقول: (میں کہتا ہوں، ت) بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید اتارا ہے ہدایت فرمانے اور بندوں کو جانچنے آزمانے کو، یضل بہ کثیرا ویھدی بہ کثیرا۔ ۴؎ اسی قرآن سے بہتوں کو گمراہ فرمائے اور بہتیروں کو راہ دکھائے۔ (۴؎ القرآن الکریم ۲/ ۲۶)

اس ہدایت وضلالت کا بڑا منشا قرآن عظیم کی آیتوں کا دو قسم ہونا ہے: محکمات جن کے معنی صاف بے دقت ہیں جیسے اللہ تعالیٰ کی پاکی و بے نیازی و بے مثلی کی آیتیں جن کا ذکر اوپر گزرا، اور دوسری متشابہات جن کے معنی میں اشکال ہے یا تو ظاہر لفظ سے کچھ سمجھ ہی نہیں آتا جیسے حروف مقطعات الم وغیرہ یا جو سمجھ میں آتا ہے وہ اللہ عزوجل پر محال ہے، جیسے الرحمٰن علی العرش استوی۔ ۵؎ (وہ بڑا مہر والا اس نے عرش پر استواء فرمایا۔ ت) یا ثم استوٰی علی العرش۔ ۶؎ (پھر اس نے عرش پر استواء فرمایا۔ ت)

(۵؎ القرآن الکریم ۲۰/ ۵)(۶؎ القرآن الکریم ۷/ ۵۴ و ۱۰/ ۳ وغیرہ)

پھر جن کے دلوں میں کجی و گمراہی تھی وہ تو ان کو اپنے ڈھب کا پا کر ان کے ذریعہ سے بے علموں کو بہکانے اور دین میں فتنے پھیلانے لگے کہ دیکھو قرآن میں آیا ہے اللہ عرش پر بیٹھا ہے، عرش پر چڑھا ہوا ہے، عرش پر ٹھہر گیا ہے۔ اور آیاتِ محکمات جو کتاب کی جڑ تھیں اُن کے ارشاد دل سے بھلا دیئے حالانکہ قرآن عظیم میں تو استواء آیا ہے اور اس کے معنی چڑھنا، بیٹھنا، ٹھہرنا، ہونا کچھ ضرور نہیں یہ تو تمہاری اپنی سمجھ ہے جس کا حکم خدا پر لگا رہے۔ ما انزل اللہ بھا من سلطٰن۔ ۱؎ (اللہ تعالیٰ نے اس پر کوئی دلیل نازل نہ فرمائی۔ ت) (۱؎ القرآن الکریم ۱۲/ ۴۰)

اگر بالفرض قرآن مجید میں یہی الفاظ چڑھنا، بیٹھنا، ٹھہرنا آتے تو قرآن ہی کے حکم سے فرض قطعی تھا کہ انہیں ان ظاہری معنی پر نہ سمجھو جو ان لفظوں سے ہمارے ذہن میں آتے ہیں کہ یہ کام تو اجسام کے ہیں اور اللہ تعالیٰ جسم نہیں مگر یہ لوگ اپنی گمراہی سے اسی معنی پر جم گئے انہیں کو قرآن مجید نے فرمایا: الذین فی قلوبھم زیغ۔ ۲؎ ان کے دل پھرے ہوئے ہیں۔ (۲؎ القرآن الکریم ۳/ ۷)

اور جو لوگ علم میں پکے اور اپنے رب کے پاس سے ہدایت رکھتے تھے وہ سمجھے کہ آیات محکمات سے قطعاً ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ مکان وجہت وجسم و اعراض سے پاک ہے بیٹھنے، چڑھنے، بیٹھنے سے منزہ ہے کہ یہ سب باتیں اس بے عیب کے حق میں عیب ہیں جن کا بیان ان شاء اللہ المستعان عنقریب آتا ہے اور وہ ہر عیب سے پاک ہے ان میں اللہ عزوجل کے لیے اپنی مخلوق عرش کی طرف حاجت نکلے گی اور وہ ہر ←

رکی کاوش وہی کرتا ہے جس کے دل میں کجی (ٹیڑھا پن) ہو۔(26)

احتیاج سے پاک ہے ان میں مخلوقات سے مشابہت ثابت ہوگی کہ اٹھنا، بیٹھنا، چڑھنا، اترنا، سرکنا ٹھہرنا اجسام کے کام ہیں اور وہ ہر مشابہت خلق سے پاک ہے تو قطعاً یقیناً ان لفظوں کے ظاہری معنی جو ہماری سمجھ میں آتے ہیں ہرگز مراد نہیں، پھر آخر معنی کیا لیں۔ اس میں یہ ہدایت والے دو روش ہو گئے۔

اکثر نے فرمایا جب یہ ظاہری معنی قطعاً مقصود نہیں اور تاویلی مطلب متعین و محدود نہیں تو ہم اپنی طرف سے کیا کہیں، یہی بہتر کہ اس کا علم اللہ پر چھوڑیں ہمیں ہمارے رب نے آیات متشابہات کے پیچھے پڑنے سے منع فرمایا اور ان کی تعیین مراد میں خوض کرنے کو گمراہی بتایا تو ہم حد سے باہر کیوں قدم دھریں، اسی قرآن کے بتائے حصے پر قناعت کریں کہ امنا به کل من عند ربنا۔ ۳؎ جو کچھ ہمارے مولٰی کی مراد ہے ہم اس پر ایمان لائے محکم متشابہ سب ہمارے رب کے پاس سے ہے، (۳؎ القرآن الکریم ۳/ ۷)

یہ مذہب جمہور ائمہ سلف کا ہے اور یہی اسلم واولٰی ہے اسے مسلک تفویض وتسلیم کہتے ہیں، ان ائمہ نے فرمایا استواء معلوم ہے کہ ضرور اللہ تعالٰی کی ایک صفت ہے اور کیف مجہول ہے کہ اس کے معنی ہماری سمجھ سے وراء ہیں، اور ایمان اس پر واجب ہے کہ نص قطعی قرآن سے ثابت ہے اور سوال اس سے بدعت ہے کہ سوال نہ ہوگا مگر تعیین مراد کے لیے اور تعین مراد کی طرف راہ نہیں اور بعض نے خیال کیا کہ جب اللہ عزوجل نے محکم متشابہ دو قسمیں فرما کر محکمات کو ھن ام الکتب ۱؎ فرمایا کہ وہ کتاب کی جڑ ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ ہر فرع اپنی اصل کی طرف پلٹتی ہے تو آیہ کریمہ نے تاویل متشابہات کی راہ خود بتادی اور ان کی ٹھیک معیار ہمیں سمجھادی کہ ان میں وہ درست و پاکیزہ احتمالات پیدا کرو جن سے یہ اپنی اصل یعنی محکمات کے مطابق آجائیں اور فتنہ وضلال و باطل ومحال راہ نہ پائیں۔ یہ ضرور ہے کہ اپنے نکالے ہوئے معنی پر یقین نہیں کر سکتے کہ اللہ عزوجل کی یہی مراد ہے مگر جب معنی صاف و پاکیزہ ہیں اور مخالفت محکمات سے بری و منزہ ہیں اور محاورات عرب کے لحاظ سے بن بھی سکتے ہیں تو احتمالی طور پر بیان کرنے میں کیا حرج ہے اور اس میں نفع یہ ہے کہ بعض عوام کی طبائع صرف اتنی بات پر مشکل سے قناعت کریں کہ انکے معنی ہم کچھ نہیں کہہ سکتے اور جب انہیں روکا جائے گا تو خواہ مخواہ ان میں فکر کی اور حرص بڑھے گی۔

ان ابن ادم (عہ) لحریص علی مامنع ۲؎ انسان کو جس چیز سے منع کیا جائے وہ اس پر حریص ہوتا ہے۔

عہ: رواہ الطبرانی ۳؎ ومن طریقہ الدیلمی عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ اس کو طبرانی نے روایت کیا اور دیلمی نے طبرانی کے طریق پر ابن عمر رضی اللہ عنہما سے انہوں نے نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔ (ت) (۱؎ القرآن الکریم ۳/ ۷) (۲؎ الفردوس بماثور الخطاب حدیث ۸۸۵ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۲۳۱) (۳؎ کشف الخفاء بحوالہ الطبرانی حدیث ۶۷۴ / ۱۶۹)

اور جب فکر کریں گے فتنے میں پڑیں گے گمراہی میں گریں گے تو یہی انسب ہے کہ ان کی افکار ایک مناسب وملائم معنی کی طرف کہ محکمات سے مطابق محاورات سے موافق ہوں پھیر دی جائیں کہ فتنہ وضلال سے نجات پائیں یہ مسلک بہت علمائے متاخرین کا ہے کہ نظر بحال عوام اسے اختیار کیا ہے اسے مسلک تاویل کہتے ہیں یہ علماء بوجوہ کثیرہ تاویل آیت فرماتے ہیں ان میں چار وجہیں نفیس و واضح ہیں۔ (فتاوی رضویہ، جلد ۲۹، ص ۱۲۱۔ ۱۲۶ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(26) هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ فَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ ←

عقیدہ (۱۳): وحیِ نبوت (27)، انبیا کے لیے خاص ہے، جو اسے کسی غیرِ نبی کے لیے مانے کافر ہے۔ نبی کو

زَیۡغٌ فَیَتَّبِعُوۡنَ مَا تَشٰبَہَ مِنۡہُ ابۡتِغَآءَ الۡفِتۡنَۃِ وَ ابۡتِغَآءَ تَاۡوِیۡلِہٖ وَ مَا یَعۡلَمُ تَاۡوِیۡلَہٗۤ اِلَّا اللّٰہُ وَ الرّٰسِخُوۡنَ فِی الۡعِلۡمِ یَقُوۡلُوۡنَ اٰمَنَّا بِہٖ کُلٌّ مِّنۡ عِنۡدِ رَبِّنَا وَ مَا یَذَّکَّرُ اِلَّاۤ اُولُوا الۡاَلۡبَابِ ○ (پ3، آل عمران:7)

ترجمۂ کنزالایمان: وہی ہے جس نے تم پر یہ کتاب اتاری اس کی کچھ آیتیں صاف معنی رکھتی ہیں وہ کتاب کی اصل ہیں اور دوسری وہ ہیں جن کے معنی میں اشتباہ ہے وہ جن کے دلوں میں کجی ہے وہ اشتباہ والی کے پیچھے پڑتے ہیں گمراہی چاہنے اور اس کا پہلو ڈھونڈنے کو اور اس کا ٹھیک پہلو اللہ ہی کو معلوم ہے اور پختہ علم والے کہتے ہیں ہم اس پر ایمان لائے سب ہمارے رب کے پاس سے ہے اور نصیحت نہیں مانتے مگر عقل والے۔

(27) قواعد قرآنیہ

مفسر قرآن حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ رحمۃ اللہ الغنی علم القرآن میں فرماتے ہیں۔

قرآن شریف میں ایک لفظ چند معنی میں آتا ہے، ہر مقام پر لفظ کے وہی معنی کرنا چاہئیں جو اس جگہ مناسب ہوں۔ اب ہم وہ قاعدے بیان کرتے ہیں جن سے معلوم ہو جائے کہ لفظ کے معنے معلوم کرنے کے قاعدے کیا ہیں؟ کیسے معلوم کریں کہ یہاں فلاں معنی ہیں۔ ان قواعد کو بغور مطالعہ کرو تاکہ ترجمہ قرآن میں غلطی واقع نہ ہو۔

قاعدہ نمبر ا

الف: جب وحی کی نسبت نبی کی طرف ہوگی تو اسکے معنی ہوں گے رب تعالیٰ کا بذریعہ فرشتہ پیغمبر سے کلام فرمانا یعنی وحی الٰہی عرفی۔

ب: جب وحی کی نسبت غیر نبی کی طرف ہو تو اس سے مراد ہوگا دل میں ڈالنا، خیال پیدا کر دینا۔ الف کی مثال ان آیات میں ہے:

(1) اِنَّاۤ اَوۡحَیۡنَاۤ اِلَیۡکَ کَمَاۤ اَوۡحَیۡنَاۤ اِلٰی نُوۡحٍ وَّ النَّبِیّٖنَ مِنۡۢ بَعۡدِہٖ

بے شک ہم نے وحی کی تمہاری طرف جیسے وحی کی تھی نوح اور ان کے بعد والے پیغمبروں کی طرف۔ (پ6، النسآء:163)

(2) وَ اُوۡحِیَ اِلٰی نُوۡحٍ اَنَّہٗ لَنۡ یُّؤۡمِنَ مِنۡ قَوۡمِکَ اِلَّا مَنۡ قَدۡ اٰمَنَ

اور وحی کی گئی نوح کی طرف کہ اب ایمان نہ لائیگا مگر وہ جو ایمان لا چکے۔ (پ12، ھود:36)

ان جیسی صدہا آیتوں میں وحی سے مراد ہے وحی ربانی جو پیغمبروں پر آتی ہے۔ ''ب'' کی مثال یہ آیات ہیں:

(1) وَ اَوۡحٰی رَبُّکَ اِلَی النَّحۡلِ اَنِ اتَّخِذِیۡ مِنَ الۡجِبَالِ بُیُوۡتًا وَّ مِنَ الشَّجَرِ وَ مِمَّا یَعۡرِشُوۡنَ ○

اور تمہارے رب نے شہد کی مکھی کے دل میں ڈالا کہ پہاڑوں میں گھر بنا اور درختوں میں اور چھتوں میں۔ (پ14، النحل:68)

(2) وَ اِنَّ الشَّیٰطِیۡنَ لَیُوۡحُوۡنَ اِلٰۤی اَوۡلِیٰٓئِہِمۡ

اور بے شک شیطان اپنے دوستوں کے دلوں میں ڈالتا ہے۔ (پ8، الانعام:121)

(3) وَ اَوۡحَیۡنَاۤ اِلٰۤی اُمِّ مُوۡسٰۤی اَنۡ اَرۡضِعِیۡہِ

اور ہم نے موسیٰ علیہ السلام کی ماں کے دل میں ڈال دیا کہ انہیں دودھ پلاؤ۔ (پ20، القصص:7)

←

خواب میں جو چیز بتائی جائے وہ بھی وحی ہے، اُس کے جھوٹے ہونے کا احتمال نہیں(28)۔ ولی کے دل میں بعض وقت سوتے یا جاگتے میں کوئی بات اِلقا ہوتی ہے، اُس کو اِلہام کہتے ہیں(29) اور وحی شیطانی کہ اِلقا من جانبِ شیطان ہو، یہ کاہن، ساحر اور دیگر کفّار وفسّاق کے لیے ہوتی ہے۔(30)

عقیدہ (۱۴): نبوّت کسبی نہیں کہ آدمی عبادت و ریاضت کے ذریعہ سے حاصل کر سکے(31)، بلکہ محض عطائے

ان آیتوں میں چونکہ وحی کی نسبت شہد کی مکھی یا موسیٰ علیہ السلام کی ماں یا شیطان کی طرف ہے اور یہ سب نبی نہیں اس لئے یہاں وحی نبوت مراد نہ ہوگی بلکہ فقط دل میں ڈال دینا مراد ہوگا کبھی وحی اس کلام کو بھی کہا جاتا ہے جو نبی سے بلا واسطہ فرشتہ ہو۔ جیسے اس آیت میں ہے۔

فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰىۚ○ فَاَوْحٰۤى اِلٰى عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰى○

پس ہو گئے وہ محبوب دو کمانوں کے فاصلہ پر اب وحی فرمائی اپنے بندے کو جو وحی کی۔(پ27، النجم:9۔10)

معراج کی رات قرب خاص کے موقعہ پر جب فرشتہ کا واسطہ نہ رہا تھا جو رب تعالیٰ سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ہم کلامی ہوئی اسے وحی فرمایا گیا۔

(28) وحی کا لغوی معنی پیغام بھیجنا، دل میں بات ڈالنا، خفیہ بات کرنا۔ اصطلاح شریعت میں وحی اس کلام کو کہتے ہیں جو کسی نبی پر اللہ کی طرف سے نازل ہوا ہو۔ انبیاء علیہم السلام کے حق میں وحی کی دو قسمیں ہیں (۱) بالواسطہ اور (۲) بلاواسطہ۔ بالواسطہ یعنی کلام ربانی عزوجل فرشتہ کی وساطت سے نبی کے پاس آئے جیسے جبرائیل علیہ السلام کا وحی لانا اور بلاواسطہ یعنی فرشتے کی وساطت کے بغیر بنفس نفیس کلام ربانی عزوجل کو سننا جیسے معراج کی رات حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا اور کوہ طور پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سنا۔ اسی طرح نبی کو خواب میں جو چیز بتائی جائے وہ بھی وحی ہے جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خواب میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی کا حکم ہوا۔

(ملخص از نزھۃ القاری شرح صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۲۴ مطبوعہ فرید بک اسٹال اردو بازار لاہور۔)

(29) وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا○ (پ15، الکھف:65)

اور اُسے اپنا علم لدنی عطا کیا۔

اس آیت کے تحت مفسرِ شہیر مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ ارشاد فرماتے ہیں کہ یعنی غیوب کا علم۔ مفسّرین نے فرمایا علمِ لدنی وہ ہے جو بندہ کو بطریق الہام حاصل ہو۔

اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا○

ترجمۂ کنز الایمان: پھر اس کی بدکاری اور اس کی پرہیز گاری دل میں ڈالی۔(پ30، الشمس:8)

(30) حاشیہ نمبر 27 ملاحظہ فرمائیں۔

(31) اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

فلاسفہ نے کہا تھا کہ نبوت کسب سے مل سکتی ہے آدمی ریاضتیں مجاہدے کرنے سے پا سکتا ہے اس کے رد میں فرماتے ہیں کہ ان کے ←

الٰہی ہے، کہ جسے چاہتا ہے اپنے فضل سے دیتا ہے، ہاں! دیتا اُسی کو ہے جسے اس منصب عظیم کے قابل بناتا ہے، جو قبلِ حصولِ نبوّت تمام اخلاقِ رذیلہ سے پاک، اور تمام اخلاقِ فاضلہ سے مزین ہوکر جملہ مدارجِ ولایت طے کر چکتا ہے اور اپنے نسب وجسم وقول وفعل وحرکات وسکنات میں ہر ایسی بات سے منزہ ہوتا ہے جو باعثِ نفرت ہو، اُسے عقلِ کامل عطا کی جاتی ہے، جو اوروں کی عقل سے بدرجہا زائد ہے، کسی حکیم اور کسی فلسفی کی عقل اُس کے لاکھویں حصہ تک نہیں پہنچ سکتی۔

(اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ) (32)

(ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ O) (33)

مذہب کا بطلان محتاجِ بیان نہیں آنکھوں دیکھا باطل ہے اور کیوں نہ ہو کہ اس کے نتیجے میں ہمارے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے زمانے میں یا حضور کے بعد کسی نبی کا امکان نکلے گا اور یہ تکذیب قرآن کو مستلزم ہے قرآن عظیم نص فرما چکا کہ حضور خاتم النبیین وآخر المرسلین ہیں اور حدیث میں ہے میں پچھلا نبی ہوں کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں، اور امت کا اجماع ہے کہ یہ کلام اسی معنی پر ہے جو اس کے ظاہر سے سمجھ میں آتے ہیں، یہ ان مشہور مسئلوں میں سے ہے جن کے سبب ہم اہل اسلام نے فلاسفہ کو کافر کہا اللہ تعالٰی ان پر لعنت کرے۔

(۱ـ المعتقد المنتقد بحوالہ شرح الفرائد للنابلسی مع المستند المعتمد، مکتبہ حامدیہ، لاہور، ص ۱۵۔ ۱۱۴)

نقل هٰذين خاتم المحققين معين الحق المبين السيف المسلول مولانا فضل الرسول قدس سره في المعتقد المنتقد. یہ مذکورہ دونوں عبارتیں خاتم المحققین، حق مبین کے معاون ننگی تلوار مولانا فضل رسول قدس سرہ نے اپنی کتاب المعتقد المنتقد میں نقل کی ہیں۔

مواہب شریف:

مواہب شریف آخر نوع ثالث، مقصد سادس میں امام ابن حبان صاحب صحیح مسمی بالتقاسیم والانواع سے نقل فرمایا:

من ذهب الى ان النبوة مكتسبة لا تنقطع او الى ان الولى افضل من النبى فهو زنديق الى آخره ۲ ـ

(۲ـ المواہب اللدنیہ، المقصد السادس، النوع الثالث، المکتب الاسلامی، بیروت، ۳/ ۱۸۳)

جو اس طرف جائے کہ نبوت کسب سے مل سکتی ہے ختم نہ ہوگی، یا کسی ولی کو کسی نبی سے افضل بتائے وہ زندیق بے دین ملحد دہریہ ہے۔

علامہ زرقانی نے اس کی دلیل میں فرمایا:

لتكذيب القراٰن وخاتم النبيين ا ـ

(۱ـ شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیہ، المقصد السادس النوع الثالث، دار المعرفۃ بیروت ۶/ ۱۸۸)

یہ شخص اس وجہ سے کافر ہوا کہ قرآن عظیم وختم نبوت کی تکذیب کرتا ہے۔ (فتاوی رضویہ، جلد ۱۵، ص ۲۶ ۷ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(32) ترجمہ کنز الایمان: اللہ خوب جانتا ہے جہاں اپنی رسالت رکھے، پ ۸، الانعام: ۱۲۴

(33) ترجمہ کنز الایمان: یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے دے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔ پ ۲۷، الحدید: ۲۱

اور جو اِسے کسبی مانے کہ آدمی اپنے کسب و ریاضت سے منصبِ نبوّت تک پہنچ سکتا ہے، کافر ہے۔(34)

عقیدہ (۱۵): جو شخص نبی سے نبوّت کا زوال جائز جانے کافر ہے۔

عقیدہ (۱۶): نبی کا معصوم ہونا ضروری ہے اور یہ عصمت نبی اور مَلَک کا خاصہ ہے، کہ نبی اور فرشتہ کے سوا کوئی معصوم نہیں (35)۔ اماموں کو انبیا کی طرح معصوم سمجھنا گمراہی و بددینی ہے(36)۔ عصمتِ انبیا کے یہ معنی ہیں کہ اُن کے لیے حفظِ الٰہی کا وعدہ ہولیا، جس کے سبب اُن سے صدورِ گناہ شرعاً محال ہے(37)، بخلاف ائمہ و اکابر اولیا، کہ اللہ

---

(34) حاشیہ 31 ملاحظہ فرمائیں۔

(35) اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

اجماعِ اہلسنت ہے کہ بشر میں انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کے سوا کوئی معصوم نہیں، جو دوسرے کو معصوم مانے اہلسنت سے خارج ہے، پھر عرف حادث میں بچوں کو بھی معصوم کہتے ہیں یہ خارج از بحث ہے جیسے لڑکوں کے معلم تک کو خلیفہ کہتے ہیں، یہ مبحث واجب الحفظ ہے کہ دھوکا نہ ہو وباللہ التوفیق۔ (فتاوی رضویہ، جلد ۱۴، ص ۱۸۷، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(36) امامتِ کبریٰ

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نیابتِ مطلقہ کو امامتِ کبریٰ اور اس منصبِ عظیم پر فائز ہونے والے کو امام کہتے ہیں۔

امام المسلمین حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نیابت سے مسلمانوں کے تمام امور دینی و دنیوی میں حسبِ شرع تصرف عام کا اختیار رکھتا ہے اور غیر معصیت میں اس کی اطاعت تمام جہان کے مسلمانوں پر فرض ہوتی ہے۔

اس امام کے لیے مسلمان آزاد، عاقل، بالغ، قادر، قرشی ہونا شرط ہے، ہاشمی علوی اور معصوم ہونا اس کی شرط نہیں، ان کا شرط کرنا روافض کا مذہب ہے جس سے ان کا مقصد یہ ہے کہ برحق امرائے مومنین، خلفائے ثلثہ ابوبکر صدیق و عمر فاروق و عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو خلافتِ رسول سے جدا کردیں۔ حالانکہ ان کی خلافتوں پر تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا اجماع ہے۔

(37) نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ادنیٰ گستاخی بھی کُفر ہے۔

حضرتِ سیّدنا یوسف علٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اللہ عزوجل کے نبی ہیں اور ہر نبی معصوم۔ نبی سے ہرگز کوئی مذموم حرکت صادر نہیں ہو سکتی۔ چُنانچہ دعوتِ اسلامی کے اِشاعتی ادارے مکتبۃُ المدینہ کے مطبوعہ ترجَمے والے پاکیزہ قران، ''کنزُ الایمان مَع خزائنُ العرفان'' صَفْحَہ 445 پر پارہ 12 سورۂ یوسف کی آیت نمبر 24 میں اللہ تبارَکَ وَتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَاۤ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ

ترجَمۂ کنزالایمان: اور بیشک عورت نے اس کا اِرادہ کیا اور وہ بھی عورت کا اِرادہ کرتا اگر اپنے رب کی دلیل نہ دیکھ لیتا۔

صدرُ الافاضِل حضرتِ علّامہ مولانا سیِّد محمد نعیم الدّین مُراد آبادی علیہ رحمۃ اللہ الھادی فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے نُفُوسِ طاہِرہ کو اَخلاقِ ذَمیمہ واَفعالِ رَذیلہ (یعنی مذموم اَخلاق اور ذلیل کاموں) سے پاک پیدا کیا ہے اور اَخلاقِ شریفہ طاہِرہ مقدّسہ پر اُن کی خِلقت (یعنی پیدائش) فرمائی ہے اس لیے وہ ہرنا کردنی (یعنی ہر بُرے) فعل سے باز رہتے ہیں۔

عزوجل اُنھیں محفوظ رکھتا ہے، اُن سے گناہ ہوتا نہیں، مگر ہو تو شرعاً محال بھی نہیں (38)۔

عقیدہ (۱۷): انبیا علیہم السلام شرک و کفر اور ہر ایسے امر سے جو خلق کے لیے باعث نفرت ہو، جیسے کذب و خیانت وجہل وغیرہا صفاتِ ذمیمہ (بری صفتوں) سے، نیز ایسے افعال سے جو وجاہت اور مروّت کے خلاف ہیں قبلِ نبوت اور بعدِ نبوت بالاجماع معصوم ہیں اور کبائر سے بھی مطلقاً معصوم ہیں اور حق یہ ہے کہ تعمدِ صغائر سے بھی قبلِ نبوّت اور بعدِ نبوّت معصوم ہیں (39)۔

عقیدہ (۱۸): اللہ تعالیٰ نے انبیا علیہم السلام پر بندوں کے لیے جتنے احکام نازل فرمائے اُنھوں نے وہ سب پہنچا دیے، جو یہ کہے کہ کسی حکم کو کسی نبی نے چھپا رکھا، تقیہ یعنی خوف کی وجہ سے یا اور کسی وجہ سے نہ پہنچایا، کافر ہے (40)۔

---

(38) ہر نبی اور فرشتہ کا معصوم ہونا ضروری ہے۔ نبی اور فرشتہ کے سوا کوئی معصوم نہیں۔

(النبراس، مبحث مسئلہ عصمۃ الانبیاء علیہم السلام، ص ۲۸۳ النبراس، مبحث الملائکہ علیہم السلام، ص ۲۸۷)

(39) علامہ عبدالغنی نابلسی حنفی علیہ رحمۃ اللہ الغنی فرماتے ہیں: انبیائے علیہم السلام شرک و کفر اور ہر ایسے امر سے جو خلق کے لئے باعثِ نفرت ہو جیسے کذب و خیانت وجہل وغیرہا صفاتِ ذمیمہ (یعنی بری صفتوں) سے، نیز ایسے افعال سے جو وجاہت اور مروت کے خلاف ہیں قبل نبوت اور بعد نبوت بالاجماع معصوم ہیں اور کبائر سے بھی مطلقاً معصوم ہیں اور حق یہ ہے کہ تعمد صغائر سے بھی قبل نبوت اور بعد نبوت معصوم ہیں۔

(الحدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیۃ، الباب الثانی فی الامور المھمۃ فی الشریعۃ، الفصل الاوّل فی تصحیح الاعتقاد، ج ۱، ص ۲۸۸)

(40) علم چھپانا

اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْتُمُوْنَ مَاۤ اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَیِّنٰتِ وَ الْهُدٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا بَیَّنّٰهُ لِلنَّاسِ فِی الْكِتٰبِۙ اُولٰٓىٕكَ یَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ وَ یَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُوْنَۙ○

ترجمۂ کنز الایمان: بے شک وہ جو ہماری اتاری ہوئی روشن باتوں اور ہدایت کو چھپاتے ہیں بعد اس کے کہ لوگوں کے لئے ہم اسے کتاب میں واضح فرما چکے ان پر اللہ کی لعنت ہے اور لعنت کرنے والوں کی لعنت۔ (پ2، البقرۃ:159)

حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور مفسرین کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کی ایک جماعت کے نزدیک یہ آیت مبارکہ نصاریٰ کے حق میں نازل ہوئی۔

ایک قول یہ ہے کہ یہ یہودیوں کے حق میں نازل ہوئی کیونکہ وہ تورات میں موجود نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے اوصاف چھپاتے تھے۔

جبکہ ایک قول یہ ہے کہ یہ (حکم میں) عام ہے اور یہی درست ہے کیونکہ الفاظ کے عموم کا اعتبار ہوتا ہے سبب کے خصوص کا نہیں کیونکہ حکم کو مناسب وصف پر مرتب کرنا علت بیان کرنے کی طرف اشارہ کرتا ہے اور دین چھپانا یقیناً لعنت کے استحقاق کے مناسب ہے، لہٰذا ←

عقیدہ (۱۹): احکامِ تبلیغیہ میں انبیا سے سہو و نسیان محال ہے۔

عقیدہ (۲۰): اُن کے جسم کا برص و جذام (41) وغیرہ ایسے امراض سے جن سے تنفر ہوتا ہے، پاک ہونا ضروری ہے (42)۔

وصف کے عام ہونے کی صورت میں حکم کا عموم ثابت ہو جائے گا۔

نیز صحابہ کرام علیہم الرضوان کی ایک جماعت نے اس آیت مبارکہ کے عموم کی صراحت بھی کی ہے جیسا کہ اُم المؤمنین حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ارشاد فرمایا: دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے اللہ عزوجل کے نازل کردہ احکامات میں سے کچھ بھی نہیں چھپایا۔

(41) برص: وہ شدید سفیدی جو مکمل بدن یا اسکے بعض حصوں پر ہوتی ہے جو تمام بدن میں سرایت کر جاتی اور بڑھتی جاتی ہے یہاں تک کہ وہ سفیدی تمام بدن کو گھیر لیتی ہے، یہ کمزور اور اپاہج کر دینے والی بیماری ہے۔

(الرحمۃ فی الطب والحکمۃ للسیوطی، الباب الثامن والاربعون والمئۃ، ص ۱۷۵)

جذام (کوڑھ): ایک متعدی مرض جس میں بدن سفید ہو جاتا ہے مرض کی شدت میں اعضا بھی گل جاتے ہیں۔

(اردو لغت، ج ۶، ص ۵۵۴)

(42) حضرت ایوب علیہ السلام کا امتحان

حضرت ایوب علیہ السلام حضرت اسحٰق علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں اور ان کی والدہ حضرت لوط علیہ السلام کے خاندان سے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہر طرح کی نعمتوں سے نوازا تھا۔ حسن صورت بھی اور مال و اولاد کی کثرت بھی، بے شمار مویشی اور کھیت و باغ وغیرہ کے آپ مالک تھے۔ جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو آزمائش و امتحان میں ڈالا تو آپ کا مکان گر پڑا اور آپ کے تمام فرزندان اس کے نیچے دب کر مر گئے اور تمام جانور جس میں سینکڑوں اُونٹ اور ہزار ہا بکریاں تھیں، سب مر گئے۔ تمام کھیتیاں اور باغات بھی برباد ہو گئے۔ غرض آپ کے پاس کچھ بھی باقی نہ رہا۔ آپ کو جب ان چیزوں کے ہلاک و برباد ہونے کی خبر دی جاتی تھی تو آپ حمدِ الٰہی کرتے اور شکر بجالاتے تھے اور فرماتے تھے کہ میرا کیا تھا اور کیا ہے جس کا تھا اس نے لے لیا۔ جب تک اس نے مجھے دے رکھا تھا میرے پاس تھا، جب اس نے چاہا لے لیا۔ میں ہر حال میں اس کی رضا پر راضی ہوں۔ اس کے بعد آپ بیمار ہو گئے اور آپ کے جسم مبارک پر بڑے بڑے آبلے پڑ گئے۔ اس حال میں سب لوگوں نے آپ کو چھوڑ دیا، بس فقط آپ کی بیوی جن کا نام رحمت بنت افرائیم تھا۔ جو حضرت یوسف علیہ السلام کی پوتی تھیں، آپ کی خدمت کرتی تھیں۔ سالہا سال تک آپ کا یہی حال رہا، آپ آبلوں اور پھوڑوں کے زخموں سے بڑی تکلیفوں میں رہے۔

عام طور پر لوگوں میں مشہور ہے کہ معاذ اللہ آپ کو کوڑھ کی بیماری ہو گئی تھی۔ چنانچہ بعض غیر معتبر کتابوں میں آپ کے کوڑھ کے بارے میں بہت سی غیر معتبر داستانیں بھی تحریر ہیں، مگر یاد رکھو کہ یہ سب باتیں سرتاپا بالکل غلط ہیں اور ہرگز ہرگز آپ یا کوئی نبی بھی کبھی کوڑھ اور جذام کی بیماری میں مبتلا نہیں ہوا۔ اس لئے کہ یہ مسئلہ متفق علیہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کا تمام ان بیماریوں سے محفوظ رہنا ضروری ہے جو عوام کے نزدیک باعث نفرت و حقارت ہیں۔ کیونکہ انبیاء علیہم السلام کا یہ فرض منصبی ہے کہ وہ تبلیغ و ہدایت کرتے رہیں تو ظاہر ہے کہ جب عوام ←

ان کی بیماریوں سے نفرت کر کے ان سے دور بھاگیں گے تو بھلا تبلیغ کا فریضہ کیونکر ادا ہو سکے گا؟ الغرض حضرت ایوب علیہ السلام ہرگز کبھی کوڑھ اور جذام کی بیماری میں مبتلا نہیں ہوئے بلکہ آپ کے بدن پر کچھ آبلے اور پھوڑے پھنسیاں نکل آئی تھیں جن سے آپ برسوں تکلیف اور مشقت جھیلتے رہے اور برابر صابر و شاکر رہے۔ پھر آپ نے بحکم الٰہی اپنے رب سے یوں دعا مانگی:

اَنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَ اَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ ۝ (پ17، الانبیاء: 83)

ترجمہ کنزالایمان:۔ مجھے تکلیف پہنچی اور تو سب مہر والوں سے بڑھ کر مہر والا ہے۔

جب آپ خدا کی آزمائش میں پورے اترے اور امتحان میں کامیاب ہو گئے تو آپ کی دعا مقبول ہوئی اور ارحم الراحمین نے حکم فرمایا کہ اے ایوب علیہ السلام! اپنا پاؤں زمین پر مارو۔ آپ نے زمین پر پاؤں مارا تو فوراً ایک چشمہ پھوٹ پڑا۔ حکم الٰہی ہوا کہ اس پانی سے غسل کرو، چنانچہ آپ نے غسل کیا تو آپ کے بدن کی تمام بیماریاں دور ہو گئیں۔ پھر آپ چالیس قدم دور چلے تو دوبارہ زمین پر قدم مارنے کا حکم ہوا اور آپ کے قدم مارتے ہی پھر ایک دوسرا چشمہ نمودار ہو گیا جس کا پانی بے حد ٹھنڈا، بہت شیریں اور نہایت لذیذ تھا۔ آپ نے وہ پانی پیا تو آپ کے باطن میں نور ہی نور پیدا ہو گیا۔ اور آپ کو اعلیٰ درجے کی صحت و نورانیت حاصل ہو گئی اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی تمام اولاد کو دوبارہ زندہ فرما دیا اور آپ کی بیوی کو دوبارہ جوانی بخشی اور ان کے کثیر اولاد ہوئی، پھر آپ کا تمام ہلاک شدہ مال و مویشی اور اسباب و سامان بھی آپ کو مل گیا بلکہ پہلے جس قدر مال و دولت کا خزانہ تھا اس سے کہیں زیادہ مل گیا۔

اس بیماری کی حالت میں ایک دن آپ نے اپنی بیوی صاحبہ کو پکارا تو وہ بہت دیر کر کے حاضر ہوئیں اس پر غصہ میں آ کر آپ نے ان کو سو دُرّے مارنے کی قسم کھالی تھی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے ایوب علیہ السلام آپ ایک سینکوں کی جھاڑو سے ایک مرتبہ اپنی بیوی کو مار دیجئے اس طرح آپ کی قسم پوری ہو جائے گی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس واقعہ کو اس طرح بیان فرمایا ہے:۔

اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ هٰذَا مُغْتَسَلٌۢ بَارِدٌ وَّ شَرَابٌ ۝ وَ وَهَبْنَا لَهٗۤ اَهْلَهٗ وَ مِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنَّا وَ ذِكْرٰى لِاُولِی الْاَلْبَابِ ۝ وَ خُذْ بِیَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِبْ بِّهٖ وَ لَا تَحْنَثْ اِنَّا وَجَدْنٰهُ صَابِرًا نِعْمَ الْعَبْدُ اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ ۝ (پ23، ص:42-44)

ترجمہ کنزالایمان:۔ ہم نے فرمایا زمین پر اپنا پاؤں مار یہ ہے ٹھنڈا چشمہ نہانے اور پینے کو اور ہم نے اسے اس کے گھر والے اور ان کے برابر اور عطا فرما دیئے اپنی رحمت کرنے اور عقلمندوں کی نصیحت کو اور فرمایا کہ اپنے ہاتھ میں ایک جھاڑو لے کر اس سے مار دے اور قسم نہ توڑ بیشک ہم نے اسے صابر پایا کیا اچھا بندہ بیشک وہ بہت رجوع لانے والا ہے۔

الغرض حضرت ایوب علیہ السلام اس امتحان میں پورے پورے کامیاب ہو گئے۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی نوازشوں اور عنایتوں سے ہر طرح سرفراز فرما دیا اور قرآن مجید میں ان کی مدح خوانی فرما کر ''اَوَّابٌ'' کے لاجواب خطاب سے ان کے سر مبارک پر سربلندی کا تاج رکھ دیا۔

حضرت ایوب علیہ السلام کے اس واقعہ امتحان میں یہ ہدایت ملتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کا بھی خدا کی طرف سے امتحان ہوا کرتا ہے اور جب وہ امتحان میں کامیاب اور آزمائش میں پورے اترتے ہیں تو خداوند قدوس ان کے مراتب و درجات میں اتنی اعلیٰ سربلندی عطا

عقیدہ (۲۱): اللہ عزوجل نے انبیا علیہم السلام کو اپنے غیوب پر اطلاع دی زمین و آسمان کا ہر ذرہ ہر نبی کے پیش نظر ہے (43)۔

عطا فرما دیتا ہے کہ کوئی انسان اس کو سوچ بھی نہیں سکتا اور اس واقعہ سے یہ سبق بھی ملتا ہے کہ امتحان کی آزمائش کے وقت صبر کرنا اور خداوند عالم عزوجل کی رضا پر راضی رہنا اس کا پھل کتنا اچھا، کتنا میٹھا اور کس قدر لذیذ ہوتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(43) علم غیب

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے معجزات میں سے آپ کا علم غیب بھی ہے۔ اس بات پر تمام امت کا اتفاق ہے کہ علم غیب ذاتی تو خدا کے سوا کسی اور کو نہیں مگر اللہ اپنے برگزیدہ بندوں یعنی اپنے نبیوں اور رسولوں وغیرہ کو علم غیب عطا فرماتا ہے۔ یہ علم غیب عطائی کہلاتا ہے قرآن مجید میں ہے کہ عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖۤ اَحَدًاۙ۝ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ۔ پ۲۹، الجن: ۲۶۔۲۷

(اللہ) عالم الغیب ہے وہ اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے۔ (جن)

اسی طرح قرآن مجید میں دوسری جگہ اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا کہ

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِیُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَیْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ یَجْتَبِیْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ یَّشَآءُ (پ۴، آل عمران: ۱۷۹)

اللہ کی شان نہیں کہ اے عام لوگو! تمہیں غیب کا علم دے دے۔ ہاں اللہ چن لیتا ہے اپنے رسولوں میں سے جسے چاہے۔ (آل عمران)

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بے شمار غیوب کا علم عطا فرمایا۔ اور آپ نے ہزاروں غیب کی خبریں اپنی امت کو دیں جن میں سے کچھ کا تذکرہ تو قرآن مجید میں ہے باقی ہزاروں غیب کی خبروں کا ذکر احادیث کی کتابوں اور سیر و تواریخ کے دفتروں میں مذکور ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا کہ

تِلْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَیْبِ نُوْحِیْهَاۤ اِلَیْكَ۔ (پ۱۲، ہود: ۴۹)

یہ غیب کی خبریں ہیں جن کو ہم آپ کی طرف وحی کرتے ہیں۔ (ہود)

ہم یہاں ان بے شمار غیب کی خبروں میں سے مثال کے طور پر چند کا ذکر تحریر کرتے ہیں۔ پہلے ان چند غیب کی خبروں کا تذکرہ ملاحظہ فرمائیے جن کا ذکر قرآن مجید میں ہے۔

غالب مغلوب ہوگا

۶۱۴ء میں روم اور فارس کے دونوں بادشاہوں میں ایک جنگ عظیم شروع ہوئی چھبیس ہزار یہودیوں نے بادشاہ فارس کے لشکر میں شامل ہو کر ساٹھ ہزار عیسائیوں کا قتل عام کیا یہاں تک کہ ۶۱۶ء میں بادشاہ فارس کی فتح ہوگئی اور بادشاہ روم کا لشکر بالکل ہی مغلوب ہو گیا اور رومی سلطنت کے پرزے پرزے اڑ گئے۔ بادشاہ روم اہل کتاب اور مذہباً عیسائی تھا اور بادشاہ فارس مجوسی مذہب کا پابند اور آتش پرست تھا۔ اس لیے بادشاہ روم کی شکست سے مسلمانوں کو رنج و غم ہوا اور کفار کو انتہائی شادمانی و مسرت ہوئی۔ چنانچہ کفار نے مسلمانوں کو طعنہ دیا اور کہنے لگے کہ تم اور نصاریٰ اہل کتاب ہو اور ہم اور اہل فارس بے کتاب ہیں جس طرح ہمارے بھائی تمہارے بھائیوں پر فتح یاب ہو کر غالب آ گئے اسی طرح ہم بھی ایک دن تم لوگوں پر غالب آ جائیں گے۔ کفار کے ان طعنوں سے مسلمانوں کو اور زیادہ رنج و صدمہ ہوا۔ ←

....

اس وقت رومیوں کی یہ افسوسناک حالت تھی کہ وہ اپنے مشرقی مقبوضات کا ایک ایک چپہ کھو چکے تھے۔ خزانہ خالی تھا۔ فوج منتشر تھی ملک میں بغاوتوں کا طوفان اٹھ رہا تھا۔ شہنشاہ روم بالکل نالائق تھا۔ ان حالات میں کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ بادشاہ روم بادشاہ فارس پر غالب ہوسکتا تھا مگر ایسے وقت میں نبی صادق نے قرآن کی زبان سے کفار مکہ کو یہ پیش گوئی سنائی کہ

الٓمّٓ ۝ غُلِبَتِ الرُّوْمُ ۝ فِیْٓ اَدْنَی الْاَرْضِ وَ ھُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِھِمْ سَیَغْلِبُوْنَ ۝ فِیْ بِضْعِ سِنِیْنَ (پ۲۱،الروم:۱۔۴)

رومی مغلوب ہوئے پاس کی زمین میں اور وہ اپنی مغلوبی کے بعد عنقریب غالب ہوں گے چند برسوں میں۔ (روم)

چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ صرف نو سال کے بعد خاص صلح حدیبیہ کے دن بادشاہ روم کا لشکر اہل فارس پر غالب آ گیا اور مخبر صادق کی یہ خبر غیب عالم وجود میں آ گئی۔

ہجرت کے بعد قریش کی تباہی

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جس بے سروسامانی کے ساتھ ہجرت فرمائی تھی اور صحابہ کرام جس کسمپرسی اور بے کسی کے عالم میں کچھ حبشہ، کچھ مدینہ چلے گئے تھے۔ ان حالات کے پیش نظر بھلا کسی کے حاشیہ خیال میں بھی یہ آ سکتا تھا کہ یہ بے سروسامان اور غریب الدیار مسلمانوں کا قافلہ ایک دن مدینہ سے اتنا طاقتور ہو کر نکلے گا کہ وہ کفار قریش کی ناقابل تسخیر عسکری طاقت کو تہس نہس کر ڈالے گا جس سے کافروں کی عظمت و شوکت کا چراغ گل ہو جائے گا اور مسلمانوں کے جان کے دشمن مٹھی بھر مسلمانوں کے ہاتھوں سے ہلاک و برباد ہو جائیں گے۔ لیکن خداوند علام الغیوب کا محبوب دانائے غیوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہجرت سے ایک سال پہلے ہی قرآن پڑھ پڑھ کر اس خبر غیب کا اعلان کر رہا تھا کہ

ھَاوَاِذًا لَّا یَلْبَثُوْنَ خِلٰفَكَ اِلَّا قَلِیْلًا ۝ (پ۱۵، بنی اسراءیل:۷۶)

اگر وہ تم کو سرزمین مکہ سے گھبرا چکے تا کہ تم کو اس سے نکال دیں تو وہ اہل مکہ تمہارے بعد بہت ہی کم مدت تک باقی رہیں گے۔

(بنی اسرائیل)

چنانچہ یہ پیش گوئی حرف بہ حرف پوری ہوئی اور ایک ہی سال کے بعد غزوہ بدر میں مسلمانوں کی فتح مبین نے کفار قریش کے سرداروں کا خاتمہ کر دیا اور کفار مکہ کی لشکری طاقت کی جڑ کٹ گئی اور ان کی شان و شوکت کا جنازہ نکل گیا۔

مسلمان ایک دن شہنشاہ ہوں گے

ہجرت کے بعد کفار قریش جوش انتقام میں آپے سے باہر ہو گئے اور بدر کی شکست کے بعد تو جذبہ انتقام نے ان کو پاگل بنا ڈالا تھا۔ تمام قبائل عرب کو ان لوگوں نے جوش دلا دلا کر مسلمانوں پر یلغار کر دینے کے لیے تیار کر دیا تھا۔ چنانچہ مسلسل آٹھ برس تک خونریز لڑائیوں کا سلسلہ جاری رہا۔ جس میں مسلمانوں کو تنگ دستی، فاقہ مستی، قتل و خونریزی، قسم قسم کی حوصلہ شکن مصیبتوں سے دوچار ہونا پڑا۔ مسلمانوں کو ایک لمحہ کے لیے سکون میسر نہیں تھا۔ مسلمان خوف و ہراس کے عالم میں راتوں کو جاگ جاگ کر وقت گزارتے تھے اور رات رات بھر رحمت عالم کے کاشانہ نبوت کا پہرہ دیا کرتے تھے لیکن عین اس پریشانی اور بے سروسامانی کے ماحول میں ←

....

دونوں جہان کے سلطان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قرآن کا یہ اعلان نشر فرمایا کہ مسلمانوں کو خلافت ارض یعنی دین و دنیا کی شہنشاہی کا تاج پہنایا جائے گا۔ چنانچہ غیب داں رسول نے اپنے دلکش اور شیریں لہجہ میں قرآن کی ان روح پرور اور ایمان افروز آیتوں کو علی الاعلان تلاوت فرمانا شروع کر دیا کہ

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِی الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَیُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِیْنَهُمُ الَّذِی ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَیُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا (پ۱۸، النور:۵۵) .

تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور عمل صالح کیا خدا نے ان سے وعدہ کیا ہے کہ ان کو زمین کا خلیفہ بنائے گا جیسا کہ اس نے ان کے پہلے لوگوں کو خلیفہ بنایا تھا اور جو دین ان کے لیے پسند کیا ہے اس کو مستحکم کر دے گا اور ان کے خوف کو امن سے بدل دے گا۔ (سورہ نور)

مسلمان جن نامساعد حالات اور پریشان کن ماحول کی کشمکش میں مبتلا تھے ان حالات میں خلافتِ ارض اور دین و دنیا کی شہنشاہی کی یہ عظیم بشارت انتہائی حیرت ناک خبر تھی بھلا کون تھا جو یہ سوچ سکتا تھا کہ مسلمانوں کا ایک مظلوم و بے کس گروہ جس کو کفار مکہ نے طرح طرح کی اذیتیں دے کر کچل ڈالا تھا اور اس نے اپنا سب کچھ چھوڑ کر مدینہ آ کر چند نیک بندوں کے زیر سایہ پناہ لی تھی اور اس کو یہاں آ کر بھی سکون واطمینان کی نیند نصیب نہیں ہوئی تھی بھلا ایک دن ایسا بھی آئے گا کہ اس گروہ کو ایسی شہنشاہی مل جائے گی کہ خدا کے آسمان کے نیچے اور خدا کی زمین پر خدا کے سوا ان کو کسی اور کا ڈر نہ ہوگا۔ بلکہ ساری دنیا ان کے جاہ و جلال سے ڈر کر لرزہ براندام رہے گی مگر ساری دنیا نے دیکھ لیا کہ یہ بشارت پوری ہوئی اور ان مسلمانوں نے شہنشاہ بن کر دنیا پر اس طرح کامیاب حکومت کی کہ اس کے سامنے دنیا کی تمام متمدن حکومتوں کا شیرازہ بکھر گیا اور تمام سلاطین عالم کی سلطانی کے پرچم عظمت اسلام کی شہنشاہی کے آگے سرنگوں ہو گئے۔ کیا اب بھی کسی کو اس پیشین گوئی کی صداقت میں بال کے کروڑویں حصہ کے برابر بھی شک و شبہ ہو سکتا ہے۔

فتح مکہ کی پیشگوئی

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ سے اس طرح ہجرت فرمائی تھی کہ رات کی تاریکی میں اپنے یار غار کے ساتھ نکل کر غار ثور میں رونق افروز رہے۔ آپ کی جان کے دشمنوں نے آپ کی تلاش میں سرزمین مکہ کے چپے چپے کو چھان مارا اور آپ ان دشمنوں کی نگاہوں سے چھپتے اور بچتے ہوئے غیر معروف راستوں سے مدینہ منورہ پہنچے۔ ان حالات میں بھلا کسی کے وہم و گمان میں بھی یہ آ سکتا تھا کہ رات کی تاریکی میں چھپ کر روتے ہوئے اپنے پیارے وطن مکہ کو خیر باد کہنے والا رسولِ برحق ایک دن فاتح مکہ بن کر فاتحانہ جاہ و جلال کے ساتھ شہر مکہ میں اپنی فتح مبین کا پرچم لہرائے گا اور اس کے دشمنوں کی قاہر فوج اس کے سامنے قیدی بن کر دست بستہ سر جھکائے لرزہ براندم کھڑی ہوگی۔ مگر نبی غیب داں نے قرآن کی زبان سے اس پیشین گوئی کا اعلان فرمایا کہ

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَ الْفَتْحُ ۝ وَ رَاَیْتَ النَّاسَ یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا ۝ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَ اسْتَغْفِرْهُ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا ۝ (پ۳۰، النصر:۱۔۳)

جب اللہ کی مدد اور فتح (مکہ) آ جائے اور لوگوں کو تم دیکھو کہ اللہ کے دین میں فوج فوج داخل ہوتے ہیں تو اپنے رب کی ثنا ←

....

کرتے ہوئے اُس کی پاکی بولو اور اس سے بخشش چاہو بے شک وہ بہت توبہ قبول کرنے والا ہے۔ (سورہ نصر)

چنانچہ یہ پیش گوئی حرف بہ حرف پوری ہوئی کہ ۸ھ میں مکہ فتح ہوگیا اور آپ فاتح مکہ ہونے کی حیثیت سے افواج الٰہی کے جاہ و جلال کے ساتھ مکہ مکرمہ کے اندر داخل ہوئے اور کعبہ معظمہ میں داخل ہو کر آپ نے دوگانہ ادا فرمایا اور اہل عرب فوج در فوج اسلام میں داخل ہونے لگے۔ حالانکہ اس سے قبل اکا دُکا لوگ اسلام قبول کرتے تھے۔

جنگ بدر میں فتح کا اعلان

جنگ بدر میں جب کہ کل تین سو تیرہ مسلمان تھے جو بالکل ہی نہتے، کمزور اور بے سروسامان تھے بھلا کسی کے خیال میں بھی آ سکتا تھا کہ ان کے مقابلہ میں ایک ہزار کا لشکر جرار جس کے پاس ہتھیار اور عسکری طاقت کے تمام سامان و اوزار موجود تھے شکست کھا کر بھاگ جائے گا اور ستر مقتول اور ستر گرفتار ہو جائیں گے مگر جنگ بدر سے برسوں پہلے مکہ مکرمہ میں آیتیں نازل ہوئیں اور رسول برحق نے اقوام عالم کو کئی برس پہلے جنگ بدر میں اس طرح اسلامی فتح مبین کی بشارت سنائی کہ

اَمْ یَقُوْلُوْنَ نَحْنُ جَمِیْعٌ مُّنْتَصِرٌ ○ سَیُهْزَمُ الْجَمْعُ وَیُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ ○ (پ ۲۷، القمر: ۴۴۔۴۵)

کیا وہ کفار کہتے ہیں کہ ہم سب متحد اور ایک دوسرے کے مددگار ہیں۔ یہ لشکر عنقریب شکست کھا جائیگا اور وہ پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے۔

وَلَوْ قٰتَلَكُمُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَوَلَّوُا الْاَدْبَارَ ثُمَّ لَا یَجِدُوْنَ وَلِیًّا وَّلَا نَصِیْرًا ○ (پ ۲۶، الفتح: ۲۲)

اور اگر کفار تم (مسلمانوں) سے لڑیں گے تو یقیناً وہ پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے پھر وہ کوئی حامی و مددگار نہ پائیں گے۔ (فتح)

عہد نبوی کے بعد کی لڑائیاں

قرآن مجید کی پیشگوئیاں اور غیب کی خبریں صرف انہیں جنگوں کے ساتھ مخصوص و محدود نہیں تھیں جو عہد نبوی میں ہوئیں بلکہ اس کے بعد خلفاء کے دور خلافت میں عرب و عجم میں جو عظیم و خوں ریز لڑائیاں ہوئیں ان کے متعلق بھی قرآن مجید نے پہلے سے پیشگوئی کر دی تھی جو حرف بحرف پوری ہوئی۔ مسلمانوں کو روم و ایران کی زبردست حکومتوں سے جو لڑائیاں لڑنی پڑیں وہ تاریخ اسلام کے بہت ہی زریں اوراق اور نمایاں واقعات ہیں مگر قرآن مجید نے برسوں پہلے ان جنگوں کے نتائج کا اعلان ان لفظوں میں کر دیا تھا۔

قُلْ لِّلْمُخَلَّفِیْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ سَتُدْعَوْنَ اِلٰى قَوْمٍ اُولِیْ بَاْسٍ شَدِیْدٍ تُقَاتِلُوْنَهُمْ اَوْ یُسْلِمُوْنَ (پ ۲۶، الفتح: ۱۶)

جہاد میں پیچھے رہ جانے والے دیہاتیوں سے کہہ دو کہ عنقریب تم کو ایک سخت جنگجو قوم سے جنگ کرنے کے لیے بلایا جائے گا تم لوگ ان سے لڑو گے یا وہ مسلمان ہو جائیں گے۔ (فتح)

اس پیش گوئی کا ظہور اس طرح ہوا کہ روم و ایران کی جنگجو اقوام سے مسلمانوں کو جنگ کرنی پڑی جس میں بعض جگہ خونریز معرکے ہوئے اور بعض جگہ کے کفار نے اسلام قبول کر لیا۔ الغرض اس قسم کی بہت سی غیب کی خبریں قرآن مجید میں مذکور ہیں جن کو غیب داں رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے واقعات کے واقع ہونے سے بہت پہلے اقوام عالم کے سامنے بیان فرما دیا اور یہ تمام غیب کی خبریں آفتاب کی طرح ←

ظاہر ہو کر اہل عالم کے سامنے زبان حال سے اعلان کر رہی ہیں اور قیامت تک اعلان کرتی رہیں گی کہ

چشم اقوام یہ نظارہ ابد تک دیکھے رفعت شان رفعنا لک ذکرک دیکھے

احادیث میں غیب کی خبریں۔۔۔۔۔۔اسلامی فتوحات کی پیشگوئیاں

ابتداء اسلام میں مسلمان جن آلام و مصائب میں گرفتار اور جس بے سروسامانی کے عالم میں تھے اس وقت کوئی اس کو سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ چند نہتے، فاقہ کش اور بے سروسامان مسلمان قیصر و کسریٰ کی جابر حکومتوں کا تختہ الٹ دیں گے۔ لیکن غیب جاننے والے پیغمبر صادق نے اس حالت میں پورے عزم و یقین کے ساتھ اپنی امت کو یہ بشارتیں دیں کہ اے مسلمانو! تم عنقریب قسطنطنیہ کو فتح کرو گے اور قیصر و کسریٰ کے خزانوں کی کنجیاں تمہارے دست تصرف میں ہوں گی۔ مصر پر تمہاری حکومت کا پرچم لہرائے گا۔ تم سے ترکوں کی جنگ ہوگی جن کی آنکھیں چھوٹی چھوٹی اور چہرے چوڑے چوڑے ہوں گے اور ان جنگوں میں تم کو فتح مبین حاصل ہوگی۔

(صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب علامات النبوۃ فی الاسلام، الحدیث: ۳۵۸۷، ۳۵۹۰، ج ۲، ص ۴۹۷۔۴۹۸)

تاریخ گواہ ہے کہ غیب داں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دی ہوئی یہ سب غیب کی خبریں عالم ظہور میں آئیں۔

قیصر و کسریٰ کی بربادی

عین اس وقت جب کہ قیصر و کسریٰ کی حکومتوں کے پرچم انتہائی جاہ و جلال کے ساتھ دنیا پر لہرا رہے تھے اور بظاہر ان کی بربادی کا کوئی سامان نظر نہیں آرہا تھا مگر غیب داں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی امت کو یہ غیب کی خبر سنائی کہ اِذَا هَلَكَ كِسْرٰى فَلَا كِسْرٰى بَعْدَهٗ وَإِذَا هَلَكَ قَيْصَرُ فَلَا قَيْصَرَ بَعْدَهٗ وَالَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ لَتُنْفَقَنَّ كُنُوْزُهُمَا فِيْ سَبِيْلِ اللهِ.

(صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب علامات النبوۃ فی الاسلام، الحدیث: ۳۶۱۸، ج ۲، ص ۵۰۶)

جب کسریٰ ہلاک ہوگا تو اس کے بعد کوئی کسریٰ نہ ہوگا اور جب قیصر ہلاک ہوگا تو اس کے بعد کوئی قیصر نہ ہوگا اور اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں محمد کی جان ہے ضرور ان دونوں کے خزانے اللہ تعالیٰ کی راہ میں (مسلمانوں کے ہاتھ سے) خرچ کیے جائیں گے۔

دنیا کا ہر مؤرخ اس حقیقت کا گواہ ہے کہ حضرت امیر المؤمنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں کسریٰ اور قیصر کی تباہی کے بعد نہ پھر کسی نے سلطنت فارس کا تاج خسروی دیکھا نہ رومی سلطنت کا روئے زمین پر کہیں وجود نظر آیا۔ کیوں نہ ہو کہ یہ غیب داں نبی صادق کی وہ غیب کی خبریں ہیں جو خداوند علام الغیوب کی وحی سے آپ نے دی ہیں۔ بھلا کیونکر ممکن ہے کہ غیب داں نبی کی دی ہوئی غیب کی خبریں بال کے کروڑویں حصہ کے برابر بھی خلاف واقع ہو سکیں۔

یمن، شام، عراق فتح ہوں گے

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یمن و شام و عراق کے فتح ہونے سے برسوں پہلے یہ غیب کی خبر دی تھی کہ یمن فتح کیا جائے گا تو لوگ اپنی سواریوں کو ہنکاتے ہوئے اور اپنے اہل و عیال اور متبعین کو لے کر (مدینہ سے) یمن چلے آئیں گے حالانکہ وہاں ایک اینٹ بھر جگہ کے لیے دو آدمی جھگڑا کرتے ہوں تو تم مصر سے نکل جانا۔ چنانچہ حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خود اپنی آنکھ سے مصر میں یہ ←

....

دیکھا کہ عبدالرحمن بن شرحبیل اوران کے بھائی ربیعہ ایک اینٹ بھر جگہ کے لیے لڑ رہے ہیں۔ یہ منظر دیکھ کر حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وصیت کے مطابق مصر چھوڑ کر چلے آئے۔

(صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابۃ، باب وصیۃ النبی باھل مصر، الحدیث: ۲۵۴۳، ص۱۳۷۶)

بیت المقدس کی فتح

بیت المقدس کی فتح ہونے سے برسوں پہلے حضور اقدس مخبر صادق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے غیب کی خبر دیتے ہوئے اپنی امت سے ارشاد فرمایا کہ قیامت سے پہلے چھ چیزیں گن رکھو(۱) میری وفات (۲) بیت المقدس کی فتح (۳) پھر طاعون کی وبا جو بکریوں کی گلٹیوں کی طرح تمہارے اندر شروع ہوجائے گی۔ (۴) اس قدر مال کی کثرت ہوجائے گی کہ کسی آدمی کو سو دینار دینے پر بھی وہ خوش نہیں ہوگا۔ (۵) ایک ایسا فتنہ اٹھے گا کہ عرب کا کوئی گھر باقی نہیں رہے گا جس میں فتنہ داخل نہ ہوا ہو۔ (۶) تمہارے اور رومیوں کے درمیان ایک صلح ہوگی اور رومی عہد شکنی کریں گے وہ اَسی جھنڈے لے کر تمہارے اوپر حملہ آور ہوں گے اور ہر جھنڈے کے نیچے بارہ ہزار فوج ہوگی۔

(صحیح البخاری، کتاب الجزیۃ والموادعۃ، باب مایحذر من الغدر، الحدیث: ۳۱۷۶، ج۲، ص۳۶۹)

خوفناک راستے پر امن ہوجائیں گے

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ میں بارگاہ رسالت میں حاضر تھا تو ایک شخص نے آ کر فاقہ کی شکایت کی پھر ایک دوسرا شخص آیا اس نے راستوں میں ڈاکہ زنی کا شکوہ کیا۔ یہ سن کر شہنشاہِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عدی! اگر تمہاری عمر لمبی ہوگی تو تم یقیناً دیکھو گے کہ ایک پردہ نشین عورت اکیلی حیرہ سے چلے گی اور مکہ آ کر کعبہ کا طواف کرے گی اور اس کو خدا کے سوا کسی کا کوئی ڈر نہیں ہوگا۔

حضرت عدی کہتے ہیں کہ میں نے اپنے دل میں کہا کہ بھلا قبیلہ طی کے وہ ڈاکو جنہوں نے شہروں میں آگ لگا رکھی ہے کہاں چلے جائیں گے؟

پھر آپ نے ارشاد فرمایا کہ اگر تم نے لمبی عمر پائی تو یقیناً تم دیکھو گے کہ کسریٰ کے خزانوں کو مسلمان اپنے ہاتھوں سے کھولیں گے اور اے عدی! اگر تمہاری زندگی دراز ہوئی تو تم ضرور ضرور دیکھو گے کہ ایک آدمی مٹھی بھر سونا یا چاندی لے کر تلاش کرتا پھرے گا کہ کوئی اس کے صدقہ کو قبول کرے مگر کوئی شخص ایسا نہیں آئے گا جو اس کے صدقہ کو قبول کرے (کیونکہ ہر شخص کے پاس بکثرت مال ہوگا اور کوئی فقیر نہ ہوگا۔) حضرت عدی بن حاتم کا بیان ہے کہ اے لوگو! یہ تو میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ واقعی حیرہ سے ایک پردہ نشین عورت اکیلی طواف کعبہ کے لیے چلی آئی ہے اور وہ خدا کے سوا کسی سے نہیں ڈرتی اور میں خود ان لوگوں میں سے ہوں جنہوں نے کسریٰ بن ہرمز کے خزانوں کو کھول کر نکالا۔ یہ دو چیزیں تو میں نے دیکھ لیں اے لوگو! اگر تم لوگوں کی عمریں دراز ہوئیں تو یقیناً تم لوگ تیسری چیز کو بھی دیکھ لو گے کہ کوئی فقیر نہیں ملے گا جو صدقہ قبول کرے۔

(صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب علامات النبوۃ فی الاسلام، الحدیث: ۳۵۹۵، ج۲، ص۴۹۹) ←

....

فاتح خیبر کون ہوگا

جنگ خیبر کے دوران ایک دن غیب داں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ کل میں اس شخص کے ہاتھ میں جھنڈا دوں گا جو اللہ و رسول سے محبت کرتا ہے اور اللہ و رسول اس سے محبت کرتے ہیں اور اسی کے ہاتھ سے خیبر فتح ہوگا۔ اس خوشخبری کو سن کر لشکر کے تمام مجاہدین نے اس انتظار میں نہایت ہی بے قراری کے ساتھ رات گزاری کہ دیکھیں کون وہ خوش نصیب ہے جس کے سر اس بشارت کا سہرا بندھتا ہے۔ صبح کو ہر مجاہد اس امید پر بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا کہ شاید وہی اس خوش نصیبی کا تاجدار بن جائے۔ ہر شخص گوش برآواز تھا کہ ناگہاں شہنشاہ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ علی بن ابی طالب کہاں ہیں؟ لوگوں نے کہا کہ یا رسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کی آنکھوں میں آشوب ہے۔ ارشاد فرمایا کہ قاصد بھیج کر انہیں بلاؤ جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ دربار رسالت میں حاضر ہوئے تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی آنکھوں میں اپنا لعاب دہن لگا کر دعا فرما دی جس سے فی الفور وہ اس طرح شفایاب ہو گئے کہ گویا انہیں کبھی آشوب چشم ہوا ہی نہیں تھا۔ پھر آپ نے ان کے ہاتھ میں جھنڈا عطا فرمایا اور خیبر کا میدان اسی دن ان کے ہاتھوں سے سر ہو گیا۔

(صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ خیبر، الحدیث: ۴۲۱۰، ج ۳، ص ۸۵)

اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ایک دن قبل ہی یہ بتا دیا کہ کل حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ خیبر کو فتح کریں گے۔ مَاذَا تَكْسِبُ غَدًا (پ ۲۱، لقمٰن: ۳۴) یعنی کل کون کیا کریگا؟ کا علم غیب ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو عطا فرمایا۔

تیس برس خلافت پھر بادشاہی

حضرت سفینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے بعد تیس برس تک خلافت رہے گی اس کے بعد بادشاہی ہو جائے گی۔ اس حدیث کو سنا کر حضرت سفینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ تم لوگ گن لو! حضرت ابو بکر کی خلافت دو برس اور حضرت عمر کی خلافت دس برس اور حضرت عثمان کی خلافت بارہ برس اور حضرت علی کی خلافت چھ برس یہ کل تیس برس ہو گئے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ (مشکاۃ المصابیح، کتاب الرقاق، الفصل الثانی، الحدیث: ۵۳۹۵، ج ۲، ص ۲۸۱)

۶۰ ؁ھ اور لڑکوں کی حکومت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ۶۰ ؁ھ کے شروع اور لڑکوں کی حکومت سے پناہ مانگو۔ (مشکاۃ المصابیح، کتاب الامارۃ والقضاء، الفصل الثالث، الحدیث: ۳۷۱۶، ج ۲، ص ۱۱)

اسی طرح حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کی تباہی قریش کے چند لڑکوں کے ہاتھوں پر ہوگی۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس حدیث کو سنا کر فرمایا کرتے تھے کہ اگر تم چاہو تو میں ان لڑکوں کے نام بتا سکتا ہوں وہ فلاں کے بیٹے اور فلاں کے بیٹے ہیں۔

(صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب علامات النبوۃ فی الاسلام، الحدیث: ۳۶۰۵، ج ۲، ص ۵۰۱)

تاریخ اسلام گواہ ہے کہ ۶۰ ؁ھ میں بنو امیہ کے کم عمر حاکموں نے جو فتنے برپا کیے واقعی یہ ایسے فتنے تھے کہ جن سے ہر مسلمان کو خدا کی پناہ مانگنی چاہیے۔ ان واقعات کی برسوں پہلے نبی برحق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خبر دی جو یقیناً غیب کی خبر ہے۔ ←

....

ترکوں سے جنگ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی جب تک تم لوگ ایسی قوم سے نہ لڑو گے جن کے جوتے بال کے ہوں گے اور جب تک تم لوگ قوم ترک سے نہ لڑو گے جو چھوٹی آنکھوں والے، سرخ چہروں والے، چپٹی ناکوں والے ہوں گے۔ ان کے چہرے گویا ہتھوڑوں سے پٹی ہوئی ڈھالوں کی مانند (چوڑے چپٹے) ہوں گے اور ان کے جوتے بال کے ہوں گے۔

اور دوسری روایت میں ہے کہ تم لوگ خوز و کرمان کے عجمیوں سے جنگ کرو گے جن کے چہرے سرخ، ناکیں چپٹی، آنکھیں چھوٹی ہوں گی۔ اور تیسری روایت میں یہ ہے کہ قیامت سے پہلے تم لوگ ایسی قوم سے جنگ کرو گے جن کے جوتے بال کے ہوں گے وہ اہل بارز ہیں۔ (یعنی صحراؤں اور میدانوں میں رہنے والے ہیں)۔

(صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب علامات النبوۃ فی الاسلام، الحدیث: ۳۵۸۷، ۳۵۹۱، ج ۲، ص ۴۹۷، ۴۹۸ ملتقطاً)

غیب داں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ خبریں اس وقت دی تھیں جب اسلام ابھی پورے طور پر زمین حجاز میں بھی نہیں پھیلا تھا۔ مگر تاریخ گواہ ہے کہ مخبر صادق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یہ تمام پیشگوئیاں پہلی ہی صدی کے آخر تک پوری ہوگئیں کہ مجاہدین اسلام کے لشکروں نے ترکوں اور صحراؤں میں رہنے والے بربریوں سے جہاد کیا اور اسلام کی فتح مبین ہوئی اور ترک و بربری اقوام دامن اسلام میں آگئیں۔

ہندوستان میں مجاہدین

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہندوستان میں اسلام کے داخل اور غالب ہونے کی خوشخبری سناتے ہوئے یہ ارشاد فرمایا کہ میری امت کے دو گروہ ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو جہنم سے آزاد فرما دیا ہے۔ ایک وہ گروہ جو ہندوستان میں جہاد کریگا اور ایک وہ گروہ جو حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے ساتھ ہوگا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہا کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہم مسلمانوں سے ہندوستان میں جہاد کرنے کا وعدہ فرمایا تھا تو اگر میں نے وہ زمانہ پالیا جب تو میں اس کی راہ میں اپنی جان و مال قربان کردوں گا اور اگر میں اس جہاد میں شہید ہوگیا تو میں بہترین شہید ٹھہروں گا اور اگر میں زندہ لوٹا تو میں دوزخ سے آزاد ہونے والا ابوہریرہ ہوں گا۔

(سنن النسائی، کتاب الجہاد، باب غزوۃ الھند، الحدیث: ۳۱۷۱، ۳۱۷۲، ص ۵۱۷)

امام نسائی نے ۳۰۲ھ میں وفات پائی اور انہوں نے اپنی کتاب سلطان محمود غزنوی کے حملہ ہندوستان ۳۹۲ھ سے تقریباً سو برس پہلے تحریر فرمائی۔

تمام دنیا کے مؤرخین گواہ ہیں کہ غیب داں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی زبان قدسی بیان سے ہندوستان کے بارے میں سینکڑوں برس پہلے جس غیب کی خبر کا اعلان فرمایا تھا وہ حرف بحرف پوری ہو کر رہی کہ محمد بن قاسم نے سرزمین سندھ و مکران پر جہاد فرمایا اور محمود غزنوی و شہاب الدین غوری نے ہندوستان کے سومنات و اجمیر وغیرہ پر جہاد کرکے اس ملک میں اسلام کا پرچم لہرایا۔ یہاں تک کہ سرزمین ←

....

ہند میں ناگالینڈ کی پہاڑیوں سے کوہ ہندوکش تک اور راس کماری سے ہمالیہ کی چوٹیوں تک اسلام کا پرچم لہرا چکا۔ حالانکہ مخبر صادق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ پیشین گوئی اس وقت دی تھی جب اسلام سرزمین حجاز سے بھی آگے نہیں پہنچ پایا تھا۔ ان غیب کی خبروں کو لفظ بلفظ پورا ہوتے ہوئے دیکھ کر کون ہے جو غیب داں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دربار میں اس طرح نذرانہ عقیدت نہ پیش کریگا کہ۔

سرِ عرش پر ہے تری گزر دلِ فرش پر ہے تری نظر
ملکوت و ملک میں کوئی شے نہیں وہ جو تجھ پہ عیاں نہیں

(اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمۃ)

کون کہاں مرے گا؟

جنگ بدر میں لڑائی سے پہلے ہی حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صحابہ کو لے کر میدان جنگ میں تشریف لے گئے اور اپنی چھڑی سے لکیر کھینچ کھینچ کر بتایا کہ یہ فلاں کافر کی قتل گاہ ہے۔ یہ ابوجہل کا مقتل ہے۔ اس جگہ قریش کا فلاں سردار مارا جائے گا۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا بیان ہے کہ ہر سردار قریش کے قتل ہونے کے لیے آپ نے جو جو جگہیں مقرر فرمادی تھیں اسی جگہ اس کافر کی لاش خاک و خون میں لتھڑی ہوئی پائی گئی۔ (صحیح مسلم، کتاب الجہاد والسیر، باب غزوۃ بدر، الحدیث: ۱۷۷۹، ص۹۸۱)

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وفات کب ہوگی؟

حضرت رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے مرض وفات میں حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اپنے پاس بلا کر ان کے کان میں کوئی بات فرمائی تو وہ رونے لگیں۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد ان کے کان میں ایک اور بات کہی تو وہ ہنسنے لگیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو یہ دیکھ کر بڑا تعجب ہوا۔ انہوں نے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اس رونے اور ہنسنے کا سبب پوچھا؟ تو انہوں نے صاف کہہ دیا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا راز ظاہر نہیں کرسکتی۔ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے دوبارہ دریافت کرنے پر حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا کہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پہلی مرتبہ میرے کان میں یہ فرمایا تھا کہ میں اپنی اسی بیماری میں وفات پا جاؤں گا۔ یہ سن کر میں فرطِ غم سے رو پڑی پھر فرمایا کہ اے فاطمہ! میرے گھر والوں میں سب سے پہلے تم وفات پا کر مجھ سے ملوگی۔ یہ سن کر میں ہنس پڑی کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے میری جدائی کا زمانہ بہت ہی کم ہوگا۔

پس حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بھی صرف چھ مہینے کے بعد وفات پا کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے جا ملیں۔

(صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب علامات النبوۃ فی الاسلام، الحدیث: ۳۶۲۶، ج۲، ص۵۰۷، ۵۰۸ و کتاب الاستئذان، باب من ناجی بین یدی الناس... الخ، الحدیث: ۶۲۸۵، ج۴، ص۱۸۴)

جس سال حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس دنیا سے رحلت فرمائی، پہلے ہی سے آپ نے اپنی وفات کا اعلان فرمانا شروع کر دیا۔ چنانچہ حجۃ الوداع سے پہلے ہی حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یمن کا حاکم بنا کر روانہ فرمایا تو ان کے رخصت کرتے وقت آپ نے ان سے فرمایا کہ اے معاذ! اب اس کے بعد تم مجھ سے نہ مل سکو گے جب تم واپس آؤ گے تو میری مسجد اور میری قبر کے پاس سے گزرو گے۔ (المسند للامام احمد بن حنبل، مسند الانصار، الحدیث: ۲۲۱۱۵، ج۸، ص۲۴۳) ←

اسی طرح حجۃ الوداع کے موقع پر جب کہ عرفات میں ایک لاکھ پچیس ہزار سے زائد مسلمانوں کا اجتماع عظیم تھا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وہاں دوران خطبہ میں ارشاد فرمایا کہ شاید آئندہ سال تم لوگ مجھ کو نہ پاؤ گے۔

(تاریخ الطبری، حجۃ الوداع، الحدیث:۳۰۱، ج۲، ص۳۴۴)

اسی طرح مرض وفات سے کچھ دنوں پہلے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک بندے کو یہ اختیار دیا تھا کہ وہ چاہے تو دنیا کی زندگی کو اختیار کر لے اور چاہے تو آخرت کی زندگی قبول کر لے تو اس بندے نے آخرت کو قبول کرلیا۔ یہ سن کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ رونے لگے۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ہم لوگوں کو بڑا تعجب ہوا کہ آپ تو ایک بندے کے بارے میں یہ خبر دے رہے ہیں تو اس پر حضرت ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے رونے کا کیا موقع ہے؟ مگر جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کے چند ہی دنوں کے بعد وفات پائی تو ہم لوگوں کو معلوم ہوا کہ وہ اختیار دیا ہوا بندہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی تھے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہم لوگوں میں سے سب سے زیادہ علم والے تھے۔ (کیونکہ انہوں نے ہم سب لوگوں سے پہلے یہ جان لیا تھا کہ وہ اختیار دیا ہوا بندہ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی ہیں۔)

(صحیح البخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم، باب قول النبی سدوا الابواب... الخ، الحدیث:۳۶۵۴، ج۲، ص۵۱۷)

حضرت عمر و حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما شہید ہوں گے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک مرتبہ حضرت ابوبکر و حضرت عمر و حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو ساتھ لے کر اُحد پہاڑ پر چڑھے۔ اس وقت پہاڑ ہلنے لگا تو آپ نے فرمایا کہ اے احد! ٹھہر جا اور یقین رکھ کہ تیرے اوپر ایک نبی ہے ایک صدیق ہے اور دو (عمر و عثمان) شہید ہیں۔

(صحیح البخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی، باب قول النبی لوکنت متخذا... الخ، الحدیث:۳۶۷۵، ج۲، ص۵۲۴)

نبی اور صدیق کو تو سب جانتے تھے لیکن حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی شہادت کے بعد سب کو یہ بھی معلوم ہو گیا کہ وہ دو شہید کون تھے۔

حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہادت ملے گی

حضرت ابو سعید خدری و حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا بیان ہے کہ حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ خندق کھود رہے تھے اس وقت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سر پر اپنا دستِ شفقت پھیر کر ارشاد فرمایا کہ افسوس! تجھے ایک باغی گروہ قتل کریگا۔

(صحیح مسلم، کتاب الفتن... الخ، باب لاتقوم الساعۃ... الخ، الحدیث:۲۹۱۵، ۲۹۱۶، ص۱۵۵۸)

یہ پیشگوئی اس طرح پوری ہوئی کہ حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنگ صفین کے دن حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ تھے اور حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھیوں کے ہاتھ سے شہید ہوئے۔

اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ جنگ صفین میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ یقیناً حق پر تھے اور حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا گروہ یقیناً ←

....

خطا کا مرتکب تھا۔ لیکن چونکہ ان لوگوں کی خطا اجتہادی تھی لہٰذا یہ لوگ گنہگار نہ ہوں گے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ کوئی مجتہد اگر اپنے اجتہاد میں صحیح اور درست مسئلہ تک پہنچ گیا تو اس کو دوگنا ثواب ملے گا اور اگر مجتہد نے اپنے اجتہاد میں خطا کی جب بھی اس کو ایک ثواب ملے گا۔ (حاشیۃ صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب علامات النبوۃ...الخ، حاشیۃ: ۱۱، ج۱، ص۵۰۹)

اس لیے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں لعن طعن ہرگز ہرگز جائز نہیں کیونکہ بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اس جنگ میں حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ تھے۔

پھر یہ بات بھی یہاں ذہن میں رکھنی ضروری ہے کہ مصری باغیوں کا گروہ جنہوں نے حضرت امیر المؤمنین عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا محاصرہ کرکے ان کو شہید کر دیا تھا یہ لوگ جنگ صفین میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لشکر میں شامل ہو کر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لڑ رہے تھے تو ممکن ہے کہ گھمسان کی جنگ میں انہی باغیوں کے ہاتھ سے حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہو گئے ہوں۔ اس صورت میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بالکل صحیح ہوگا کہ افسوس اے عمار! تجھ کو ایک باغی گروہ قتل کریگا اور اس قتل کی ذمہ داری سے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دامن پاک رہے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

بہرحال حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں لعن طعن کرنا رافضیوں کا مذہب ہے حضرات اہل سنت کو اس سے پرہیز کرنا لازم و ضروری ہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا امتحان

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ کے ایک باغ میں ٹیک لگائے ہوئے بیٹھے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ دروازہ کھلوا کر اندر آئے تو آپ نے ان کو جنت کی بشارت دی۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے تو آپ نے ان کو بھی جنت کی خوشخبری سنائی۔ اس کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے تو آپ نے ان کو جنت کی بشارت کے ساتھ ساتھ ایک امتحان اور آزمائش میں مبتلا ہونے کی بھی اطلاع دی۔ یہ سن کر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صبر کی دعا مانگی اور یہ کہا کہ خدا مددگار ہے۔ (صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابۃ، باب من فضائل عثمان بن عفان، الحدیث: ۶۱۵۹، ص۱۳۰۸)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور بعض دوسرے صحابہ کرام حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں بتادوں کہ سب سے بڑھ کر دو بدبخت انسان کون ہیں؟ لوگوں نے عرض کیا کہ ہاں یا رسول اللہ! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) بتائیے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ ایک قوم ثمود کا سرخ رنگ والا وہ بدبخت جس نے حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کو قتل کیا اور دوسرا وہ بدبخت انسان جو اے علی! تمہارے یہاں پر (گردن کی طرف اشارہ کیا) تلوار مارے گا۔

(المستدرک للحاکم، کتاب معرفۃ الصحابۃ، باب وجہ تلقیب علی بابی تراب، الحدیث: ۴۷۳۴، ج۴، ص۱۱۶)

یہ غیب کی خبر اس طرح ظہور پذیر ہوئی کہ ۱۷ رمضان ۴۰ھ کو عبدالرحمن بن ملجم خارجی نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر تلوار سے ←

قاتلانہ حملہ کیا جس سے زخمی ہو کر دو دن بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہادت سے سرفراز ہو گئے۔

(تاریخ الخلفاء، فصل فی مبایعۃ علی رضی اللہ عنہ۔۔۔الخ، ص ۱۳۹)

حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے خوشخبری

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ حجۃ الوداع میں مکہ معظمہ جا کر اس قدر شدید بیمار ہو گئے کہ ان کو اپنی زندگی کی امید نہ رہی۔ ان کو اس بات کی بہت زیادہ بے چینی تھی کہ اگر میں مر گیا تو میری ہجرت نامکمل رہ جائے گی۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے۔ آپ نے ان کی بے قراری دیکھ کر تسلی دی اور ان کے لیے دعا بھی فرمائی اور یہ بشارت دی کہ امید ہے کہ تم ابھی نہیں مرو گے بلکہ تمہاری زندگی لمبی ہو گی اور بہت سے لوگوں کو تم سے نفع اور بہت سے لوگوں کو تم سے نقصان پہنچے گا۔

(صحیح البخاری، کتاب الوصایا، باب ان یترک ورثتہ۔۔۔الخ، الحدیث: ۲۷۴۲، ج۲، ص ۲۳۲)

یہ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے فتوحات عجم کی بشارت تھی۔ کیونکہ تاریخ گواہ ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسلامی لشکر کا سپہ سالار بن کر ایران پر فوج کشی کی اور چند سال میں بڑے بڑے معرکوں کے بعد بادشاہ ایران کسریٰ کے تخت و تاج کو چھین لیا۔ اس طرح مسلمانوں کو ان کی ذات سے بڑا فائدہ اور کفار مجوس کو ان کی ذات سے نقصان عظیم پہنچا۔ ایران حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں فتح ہوا اور اس لڑائی کا نقشہ جنگ خود امیر المؤمنین نے ماہرین جنگ کے مشوروں سے تیار فرمایا تھا۔

حجاز کی آگ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت اس وقت تک نہیں آئے گی جب تک حجاز کی زمین سے ایک ایسی آگ نہ نکلے جس کی روشنی میں بصریٰ کے اونٹوں کی گردنیں نظر آئیں گی۔

(صحیح مسلم، کتاب الفتن، باب لاتقوم الساعۃ۔۔۔الخ، الحدیث: ۲۹۰۲، ص ۱۵۵۲)

اس غیب کی خبر کا ظہور ۶۵۴ھ میں ہوا۔ چنانچہ حضرت امام نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس حدیث کی شرح میں تحریر فرمایا کہ یہ آگ ہمارے زمانے میں ۶۵۴ھ میں مدینہ کے اندر ظاہر ہوئی۔ یہ آگ اس قدر بڑی تھی کہ مدینہ کے مشرقی جانب سے لے کر حرہ کی پہاڑیوں تک پھیلی ہوئی تھی اس آگ کا حال ملک شام اور تمام شہروں میں تواتر کے طریقے پر معلوم ہوا ہے اور ہم سے اس شخص نے بیان کیا جو اس وقت مدینہ میں موجود تھا۔ (شرح مسلم للنووی، کتاب الفتن، ج۲، ص ۳۹۴)

اسی طرح علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ نے تحریر فرمایا ہے کہ ۳ جمادی الآخرۃ ۶۵۴ھ کو مدینہ منورہ میں ناگہاں ایک گھڑگھڑاہٹ کی آواز سنائی دینے لگی پھر نہایت ہی زوردار زلزلہ آیا جس کے جھٹکے تھوڑے تھوڑے وقفہ کے بعد دو دن تک محسوس کیے جاتے رہے۔ پھر بالکل اچانک قبیلہ قریظہ کے قریب پہاڑوں میں ایک ایسی خوفناک آگ نمودار ہوئی جس کے بلند شعلے مدینہ سے ایسے نظر آ رہے تھے کہ گویا یہ آگ مدینہ منورہ کے گھروں میں لگی ہوئی ہے۔ پھر یہ آگ بہتے ہوئے نالوں کی طرح سیلاب کے مانند پھیلنے لگی اور ایسا محسوس ہونے لگا کہ پہاڑیاں آگ بن کر بہتی چلی جا رہی ہیں اور پھر اس کے شعلے اس قدر بلند ہو گئے کہ آگ کا ایک پہاڑ نظر آنے لگا اور آگ کے شرارے ←

....

ہر چہار طرف فضاؤں میں اڑنے لگے۔ یہاں تک کہ اس آگ کی روشنی مکہ مکرمہ سے نظر آنے لگی اور بہت سے لوگوں نے شہر بصریٰ میں رات کو اسی آگ کی روشنی میں اونٹوں کی گردنوں کو دیکھ لیا۔ اہل مدینہ آگ کے اس ہولناک منظر سے لرزہ براندام ہوکر دہشت اور گھبراہٹ کے عالم میں توبہ اور استغفار کرتے ہوئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روضہ اقدس کے پاس پناہ لینے کے لیے مجتمع ہو گئے۔ ایک ماہ سے زائد عرصہ تک یہ آگ جلتی رہی اور پھر خود بخود رفتہ رفتہ اس طرح بجھ گئی کہ اس کا کوئی نشان بھی باقی نہیں رہا۔

(تاریخ الخلفاء، المستعصم باللہ عبداللہ بن المستنصر باللہ، ص ۳۶۵)

فتنوں کے علمبردار

حضرت حذیفہ بن یمان صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ خدا کی قسم! میں نہیں جانتا کہ میرے ساتھی بھول گئے ہیں یا جانتے ہوئے انجان بن رہے ہیں۔

واللہ! دنیا کے خاتمہ تک جتنے فتنوں کے ایسے قائدین ہیں جن کے متبعین کی تعداد تین سو یا اس سے زائد ہوں ان سب فتنوں کے علمبرداروں کا نام، ان کے باپوں کا نام، ان کے قبیلوں کا نام رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہم لوگوں کو بتا دیا ہے۔

(سنن ابی داود، کتاب الفتن والملاحم، باب ذکر الفتن ودلائلھا، الحدیث: ۴۲۴۳، ج ۴، ص ۱۲۹)

اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ قیامت تک پیدا ہونے والے گمراہوں اور فتنوں کے ہزاروں لاکھوں سرداروں اور علمبرداروں کے نام مع ولدیت وسکونت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کو بتا دیئے۔ ظاہر ہے کہ یہ علم غیب ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عطا فرمایا۔

قیامت تک کے واقعات

مسلم شریف کی حدیث ہے، حضرت عمرو بن اخطب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہم لوگوں کو نماز فجر پڑھا کر منبر پر تشریف لے گئے اور ہم لوگوں کو خطبہ سناتے رہے یہاں تک کہ نماز ظہر کا وقت آ گیا۔ پھر آپ نے منبر سے اتر کر نماز ظہر ادا فرمائی۔ پھر خطبہ دینے میں مشغول ہو گئے یہاں تک کہ نماز عصر کا وقت ہو گیا۔ اس وقت آپ نے منبر سے اتر کر نماز عصر پڑھائی پھر منبر پر چڑھ کر خطبہ پڑھنے لگے یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا تو اس دن بھر کے خطبہ میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہم لوگوں کو تمام ان واقعات کی خبر دے دی جو قیامت تک ہونے والے تھے تو جس شخص نے جس قدر زیادہ اس خطبہ کو یاد رکھا وہ ہم صحابہ میں سب سے زیادہ علم والا ہے۔ (مشکاۃ المصابیح، کتاب احوال القیامۃ... الخ، باب فی المعجزات، الحدیث: ۵۹۳۶، ج ۲، ص ۳۹۷)

ضروری انتباہ

مذکورہ بالا واقعات ان ہزاروں واقعات میں سے صرف چند ہیں جن میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے غیب کی خبریں دی ہیں۔ بلاشبہ ہزاروں واقعات جو صحاح ستہ اور احادیث کی دوسری کتابوں میں ستاروں کی طرح چمک رہے ہیں، امت کو جھنجھوڑ کر متنبہ کر رہے ہیں کہ ازل سے ابد تک کے تمام علوم غیبیہ کے خزانوں کو علام الغیوب جل جلالہ نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سینہ نبوت میں ودیعت ←

مگر یہ علمِ غیب کہ ان کو ہے اللہ (عزوجل) کے دیے سے ہے، لہٰذا ان کا علم عطائی ہوا (44) اور علمِ عطائی اللہ

فرما دیا ہے۔ لہٰذا ہر امتی کو یہ عقیدہ رکھنا لازمی اور ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم غیب عطا فرمایا ہے۔ یہ عقیدہ قرآن مجید کی مقدس تعلیم کا وہ عطر ہے جس سے اہل سنت کی دنیائے ایمان معطر ہے جیسا کہ خود خداوند عالم جل مجدہ، نے ارشاد فرمایا کہ

وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا ○ (پ ۵، النساء: ۱۱۳)

اللہ نے آپ کو ہر اس چیز کا علم عطا فرما دیا جس کو آپ نہیں جانتے تھے اور آپ پر اللہ کا بہت ہی بڑا فضل ہے۔

(44) اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدددین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

ذاتی وعطائی کی جانب علم کا انقسام اور علماء کی تصریحات

مخالفین کو تو محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فضائل کریمہ کی دشمنی نے اندھا بہرا کر دیا، انہیں حق نہیں سوجھتا مگر تھوڑی سی عقل والا سمجھ سکتا ہے کہ یہاں کچھ بھی دشواری نہیں۔

علم یقیناً اُن صفات میں سے ہے کہ غیر خدا کو بعطائے خدا مل سکتا ہے، تو ذاتی وعطائی کی طرف اس کا انقسام یقینی، یونہی محیط وغیر محیط کی تقسیم بدیہی، ان میں اللہ عزوجل کے ساتھ خاص ہونے کے قابل صرف ہر تقسیم کی قسم اول ہے یعنی علم ذاتی وعلم محیط حقیقی۔

تو آیات واحادیث واقوال علماء جن میں دوسرے کے لیے اثباتِ علم غیب سے انکار ہے ان میں قطعاً یہی قسمیں مراد ہیں۔ فقہا کہ حکم تکفیر کرتے ہیں انہیں قسموں پر حکم لگاتے ہیں کہ آخر بنائے تکفیر یہی تو ہے کہ خدا کی صفتِ خاصہ دُوسرے کے لیے ثابت کی۔ اب یہ دیکھ لیجئے کہ خدا کے لیے علم ذاتی خاص ہے یا عطائی، حاشا للہ علم عطائی خدا کے ساتھ ہونا درکنار خدا کے لیے محال قطعی ہے کہ دوسرے کے دیے سے اسے علم حاصل ہو پھر خدا کے لیے علم محیط حقیقی خاص ہے یا غیر محیط، حاشا للہ علم محیط خدا کے لیے محال قطعی ہے جس میں بعض معلومات مجہول رہیں، تو علمِ عطائی غیر محیط حقیقی غیر خدا کے لیے ثابت کرنا خدا کی صفتِ خاصہ ثابت کرنا کیونکر ہوا۔ تکفیر فقہاء اگر اس طرف ناظر ہو تو معنی یہ ٹھہریں گے کہ دیکھو تم غیر خدا کے لیے وہ صفت ثابت کرتے ہو جو زنہار خدا کی صفت نہیں ہوسکتی لہٰذا کافر ہو یعنی وہ صفت غیر کے لیے ثابت کرنی چاہیے تھی جو خاص خدا کی صفت ہے، کیا کوئی احمق ایسا اخبث جنون گوارا کرسکتا ہے۔ "ولکن النجدیۃ قوم لایعقلون" (لیکن نجدی بے عقل قوم ہے۔ت)

(۲۹ و ۳۰) امام ابن حجر مکی فتاوٰی حدیثیہ میں فرماتے ہیں:

وما ذکرناہ فی الاٰیۃ صرح بہ النووی رحمۃ اللہ تعالیٰ فی فتاواہ فقال معناھا لایعلم ذٰلک استقلالاً وعلم احاطۃ بکل المعلومات الا اللہ تعالیٰ ا ھ

یعنی ہم نے جو آیات کی تفسیر کی امام نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے اپنے فتاوٰی میں اس کی تصریح کی، فرماتے ہیں آیت کے معنی یہ ہیں کہ غیب کا ایسا علم صرف خدا کو ہے جو بذاتِ خود ہو اور جمیع معلومات کو محیط ہو۔

(اے فتاوٰی حدیثیہ، مطلب فی حکم ما اذا قال فلان یعلم الغیب، مصطفی البابی مصر ص ۲۲۸) ←

عزوجل کے لیے محال ہے، کہ اس کی کوئی صفت، کوئی کمال کسی کا دیا ہوا نہیں ہوسکتا، بلکہ ذاتی ہے۔ جو لوگ انبیا بلکہ سید

(۳۱) نیز شرح ہمزیہ میں فرماتے ہیں:

انه تعالى اختص به لكن من حيث الاحاطة فلا ينافي ذلك اطلاع الله تعالى لبعض خواصه على كثير من المغيبات حتى من الخمس التي قال صلى الله تعالى عليه وسلم فيهن خمس لا يعلمهن الا الله ۲؎۔

غیب اللہ کے لیے خاص ہے مگر بمعنی احاطہ تو اس کے منافی نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بعض خاصوں کو بہت سے غیبوں کا علم دیا یہاں تک کہ ان پانچ میں سے جن کو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا ہے۔

(۲؎ افضل القراء القراء ام القرا۔ تحت شعر لک ذات العلوم الخ مجمع الثقافی ابوظبی ص ۴۴ ۔ ۱۴۳)

(۳۲) تفسیر کبیر (امام فخر الدین رازی المتوفی 606ء) میں ہے:

قوله ولا اعلم الغيب يدل على اعترافه بانه غير عالم بكل المعلومات ۱؎۔

یعنی آیت میں جو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ کو ارشاد ہوا تم فرمادو میں غیب نہیں جانتا، اس کے یہ معنی ہیں کہ میرا علم جمیع معلومات الٰہیہ کو حاوی نہیں۔ (۱؎ مفاتح الغیب)

(۳۳ و ۳۴) امام قاضی عیاض شفا شریف اور علامہ شہاب الدین خفاجی اس کی شرح نسیم الریاض میں فرماتے ہیں:

(هذه المعجزة) في اطلاعه صلى الله تعالى عليه وسلم على الغيب (المعلومة على القطع) بحيث لا يمكن انكارها اوالتردد فيها لا حد من العقلاء (لكثرة رواتها واتفاق معانيها على الاطلاع على الغيب) وهذا لا ينافي الأيات الدالة على انه لا يعلم الغيب الا الله وقوله ولو كنت اعلم الغيب لاستكثرت من الخير فان المنفي علمه من غير واسطة واما اطلاعه صلى الله تعالى عليه وسلم عليه باعلام الله تعالى له فامر متحقق بقوله تعالى فلا يظهر على غيبه احداً الا من ارتضى من رسول ۲؎۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا معجزہ علم غیب یقیناً ثابت ہے جس میں کسی عاقل کو انکار یا تردد کی گنجائش نہیں کہ اس میں احادیث بکثرت آئیں اور ان سب سے بالاتفاق حضور کا علم غیب ثابت ہے اور یہ ان آیتوں کے کچھ منافی نہیں جو بتاتی ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی غیب نہیں جانتا اور یہ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس کہنے کا حکم ہوا کہ میں غیب جانتا تو اپنے لیے بہت خیر جمع کر لیتا، اس لیے کہ آیتوں میں نفی اس علم کی ہے جو بغیر خدا کے بتائے ہو اور اللہ تعالیٰ کے بتانے سے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم غیب ملنا تو قرآن عظیم سے ثابت ہے، کہ اللہ اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا سوا اپنے پسندیدہ رسول کے۔

(۲؎ نسیم الریاض شرح الشفا للقاضی عیاض ومن ذلک ما اطلع علیہ من الغیوب مرکز اہلسنت برکات رضا ۳/۱۵۰)

(۳۵) تفسیر نیشاپوری میں ہے:

لا اعلم الغيب فيه دلالة على ان الغيب بالاستقلال لا يعلمه الا الله ۳؎۔

آیت کے یہ معنی ہیں کہ علم غیب جو بذات خود ہو وہ خدا کے ساتھ خاص ہے۔

(۳؎ غرائب القرآن (تفسیر النیسابوری) تحت آیۃ ۶/۵۰ مصطفی البابی مصر ۶/۱۱۰)

الانبیا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم وسلم سے مطلق علمِ غیب کی نفی کرتے ہیں، وہ قرآن عظیم کی اس آیت کے مصداق ہیں:

---

(۳۶) تفسیر المسوذج جلیل میں ہے:

معناہ لایعلم الغیب بلادلیل الا اللہ اوبلا تعلیم الا اللہ او جمیع الغیب الا اللہ۔

آیت کے یہ معنی ہیں کہ غیب کو بلادلیل و بلا تعلیم جاننا یا جمیع غیب کو محیط ہونا یہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے۔

(۳۷) جامع الفصولین میں ہے:

یجاب بانہ یمکن التوفیق بأن المنفی ھو العلم بالاستقلال لا العلم بالاعلام اوالمنفی ھو المجزوم بہ لا المظنون ویؤیدہ قولہ تعالٰی اتجعل فیھا من یفسد فیھا الأیۃ لانہ غیب اخبر بہ الملئکۃ ظنا منھم اوباعلام الحق فیلبغی ان یکفر لوادعاہ مستقلاً لا لو اخبر بہ باعلام فی نومہ اویقظتہ بنوع من الکشف اذلامنافاۃ بینہ وبین الأیۃ لما مرّ من التوفیق ۲؎۔

(یعنی فقہا نے دعویٰ علم غیب پر حکم کفر کیا اور حدیثوں اور آئمہ ثقات کی کتابوں میں بہت غیب کی خبریں موجود ہیں جن کا انکار نہیں ہوسکتا) اس کا جواب یہ ہے کہ ان میں تطبیق یوں ہوسکتی ہے کہ فقہاء نے اس کی نفی کی ہے کہ کسی کے لیے بذاتِ خود علم غیب مانا جائے، خدا کے بتائے سے علم غیب کی نفی نہ کی، یا نفی قطعی کی ہے نہ ظنی کی، اور اس کی تائید یہ آیت کریمہ کرتی ہے، فرشتوں نے عرض کیا تو زمین میں ایسوں کو خلیفہ کرے گا جو اس میں فساد وخونریزی کریں گے۔ ملائکہ غیب کی خبر بولے مگر ظناً یا خدا کے بتائے سے، تو تکفیر اس پر چاہیے کہ کوئی بے خدا کے بتائے سے، تو تکفیر اس پر چاہیے کہ کوئی بے خدا کے بتائے علم غیب ملنے کا دعوٰی کرے نہ یوں کہ براہِ کشف جاگتے یا سوتے میں خدا کے بتائے سے، ایسا علم غیب آیت کے کچھ منافی نہیں۔ (۲؎ جامع الفصولین الفصل الثامن والثلاثون اسلامی کتب خانہ کراچی ۲/ ۳۰۲)

(۳۸و۳۹) ردالمحتار میں امام صاحب ہدایہ کی مختارات النوازل سے ہے:

لوادعٰی علم الغیب بنفسہ یکفر ا؎۔

اگر بذاتِ خود علم غیب حاصل کر لینے کا دعوٰی کرے تو کافر ہے۔

(ا؎ ردالمحتار کتاب الجہاد باب المرتد داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۲۹۷)

(۴۰ تا ۴۴) اسی میں ہے:

قال فی التتارخانیۃ وفی الحجۃ ذکر فی الملتقط انہ لایکفر لان الاشیاء تعرض علی روح النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وان الرسل یعرفون بعض الغیب قال اللہ تعالٰی عالم الغیب فلا یظھر علی غیبہ احدا الامن ارتضٰی من رسول اھ قلت بل ذکروا فی کتب العقائد ان من جملۃ کرامات الاولیاء الاطلاع علی بعض المغیبات وردوا علی المعتزلۃ المستدلین بھذہ الأیۃ علی نفیھا ۲؎۔

تاتارخانیہ میں ہے کہ فتاوی حجہ میں ہے، ملتقط میں فرمایا: کہ جس نے اللہ ورسول کو گواہ کرکے نکاح کیا کافر نہ ہوگا۔ اس لیے کہ اشیاء نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی روحِ مبارک پر عرض کی جاتی ہیں اور بے شک رسولوں کو بعض علم غیب ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے غیب کا ←

....

جاننے والا تو اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا۔ مگر اپنے پسندیدہ رسولوں کو" علامہ شامی نے فرمایا کہ بلکہ ائمہ اہلسنت نے کتب عقائد میں فرمایا کہ بعض غیبوں کا علم ہونا اولیاء کی کرامت سے ہے اور معتزلہ نے اس آیت کو اولیاء کرام سے اس کی نفی پر دلیل قرار دیا۔ ہمارے ائمہ نے اس کا رد کیا یعنی ثابت فرمایا کہ آیہ کریمہ اولیاء سے بھی مطلقاً علم غیب کی نفی نہیں فرماتی۔

(۲۔ ردالمحتار، کتاب النکاح، قبیل فصل فی المحرمات، داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۲۷۶)

(۴۵) تفسیر غرائب القرآن ورغائب الفرقان میں ہے:

لم ینف الا الدرایة من قبل نفسه وما نفی الدرایة من جهة الوحی ۳۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی ذات سے جاننے کی نفی فرمائی ہے خدا کے بتائے سے جاننے کی نفی نہیں فرمائی۔

(۳۔ غرائب القرآن (تفسیر النیساپوری) تحت آیۃ ۴۶/۹ مصطفی البابی مصر ۸/۲۶)

(۴۶ و ۴۷) تفسیر جمل شرح جلالین وتفسیر خازن میں ہے:

المعنی لا اعلم الغیب الا ان یطلعنی اللہ تعالیٰ علیه ۱۔

آیت میں جو ارشاد ہوا کہ میں غیب نہیں جانتا۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ میں بے خدا کے بتائے نہیں جانتا۔

(۱۔ لباب التاویل (تفسیر الخازن) تحت الآیۃ ۷/۱۸۸، ۲/۲۸۰ والفتوحات (تفسیر الجمل) ۳/۱۵۸)

(۴۸) تفسیر البیضاوی میں ہے:

لا اعلم الغیب مالم یوح الی ولم ینصب علیه دلیل ۲۔

آیت کے یہ معنی ہیں کہ جب تک کوئی وحی یا کوئی دلیل قائم نہ ہو مجھے بذاتِ خود غیب کا علم نہیں ہوتا۔

(۲۔ انوار التنزیل (تفسیر البیضاوی) تحت آیۃ ۶/۵۰ دارالفکر بیروت ۲/۴۱۰)

(۴۹) تفسیر عنایۃ القاضی میں ہے:

وعندہ مفاتیح الغیب وجه اختصاصها به تعالیٰ انه لا یعلمها کما هی ابتداءً الا هو ۳۔

یہ جو آیت میں فرمایا کہ غیب کی کنجیاں اللہ ہی کے پاس ہیں اُس کے سوا انہیں کوئی نہیں جانتا اس خصوصیت کے یہ معنی ہیں کہ ابتداءً بغیر بتائے ان کی حقیقت دوسرے پر نہیں کھلتی۔ (۳۔ عنایۃ القاضی علی تفسیر البیضاوی تحت آیۃ ۶/۵۸ دارصادر بیروت ۴/۷۳)

(۵۰) تفسیر علامہ نیشاپوری میں ہے:

(قل لا اقول لکم) لم یقل لیس عندی خزائن اللہ لیعلم ان خزائن اللہ وهی العلم بحقائق الاشیاء وما هیاتها عندہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم باستجابة دعاءہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم فی قوله ارنا الاشیاء کما هی ولکنه یکلم الناس علی قدر عقولهم (ولا اعلم الغیب) ای لا اقول لکم هذا مع انه قال صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم علمت ما کان وما سیکون اھ مختصراً ۱۔ ←

....

یعنی ارشاد ہوا کہ اے نبی! فرمادو کہ میں تم سے نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ تعالٰی کے خزانے ہیں، یہ نہیں فرمایا کہ اللہ کے خزانے میرے پاس نہیں۔ بلکہ یہ فرمایا کہ میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس ہیں، تاکہ معلوم ہوجائے کہ اللہ کے خزانے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے پاس ہیں، مگر حضور لوگوں سے انکی سمجھ کے قابل باتیں فرماتے ہیں، اور وہ خزانے کیا ہیں، تمام اشیاء کی حقیقت و ماہیت کا علم حضور نے اسی کے ملنے کی دعا کی اور اللہ عزوجل نے قبول فرمائی پھر فرمایا: میں نہیں جانتا یعنی تم سے نہیں کہتا کہ مجھے غیب کا علم ہے، ورنہ حضور تو خود فرماتے ہیں مجھے ماکان و مایکون کا علم ملا یعنی جو کچھ ہوگزرا اور جو کچھ قیامت تک ہونے والا ہے انتہی۔

(اے غرائب القرآن (تفسیر النیسابوری) تحت الآیۃ ۶/۵۰ مصطفی البابی مصر ۷/۱۱۲)

الحمدللہ اس آیہ کریمہ کی "مفرمادو میں غیب نہیں جانتا" ایک تفسیر وہ تھی جو تفسیر کبیر سے گزری کہ احاطہ جمیع غیوب کی نفی ہے، نہ کہ غیب کا علم ہی نہیں۔

دوسری وہ تھی جو بہت کتب سے گزری کہ بے خدا کے بتائے جاننے کی نفی ہے نہ یہ کہ بتائے سے بھی مجھے علم غیب نہیں۔

اب بحمداللہ تعالٰی سب سے لطیف تر یہ تیسری تفسیر ہے کہ میں تم سے نہیں کہتا کہ مجھے علم غیب ہے، اس لیے کہ اے کافرو! تم ان باتوں کے اہل نہیں ہو ورنہ واقع میں مجھے ماکان و مایکون کا علم ملا ہے۔ والحمدللہ رب العلمین۔

علم غیب سے متعلق اجماعی مسائل

یہاں تک جو کچھ معروض ہوا جمہور ائمہ دین کا متفق علیہ ہے۔

(۱) بلاشبہ غیر خدا کے لیے ایک ذرہ کا علم ذاتی نہیں اس قدر خود ضروریات دین سے اور منکر کافر۔

(۲) بلاشبہ غیر خدا کا علم معلومات الٰہیہ کو حاوی نہیں ہوسکتا، مساوی درکنار تمام اولین و آخرین وانبیاء و مرسلین و ملائکہ و مقربین سب کے علوم مل کر علوم الٰہیہ سے وہ نسبت نہیں رکھ سکتے جو کروڑ ہا کروڑ سمندروں سے ایک ذراسی بوند کے کروڑویں حصے کو کہ وہ تمام سمندر اور یہ بوند کا کروڑواں حصہ دونوں متناہی ہیں، اور متناہی کو متناہی سے نسبت ضرور ہے بخلاف علوم الٰہیہ کو غیر متناہی در غیر متناہی ہیں۔ اور مخلوق کے علوم اگرچہ عرش و فرش شرق و غرب و جملہ کائنات از روز اول تا روز آخر کو محیط ہوجائیں آخر متناہی ہیں کہ عرش و فرش دو حدیں ہیں۔ روز اول و روز آخر دو حدیں ہیں۔ اور جو کچھ دو حدوں کے اندر ہو سب متناہی ہے۔

بالفعل غیر متناہی کا علم تفصیلی مخلوق کو مل ہی نہیں سکتا تو جملہ علوم خلق کو علم الٰہی سے اصلاً نسبت ہونی محال قطعی ہے نہ کہ معاذ اللہ توہم مساوات۔

(۳) یوں ہی اس پر اجماع ہے کہ اللہ عزوجل کے دیئے سے انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام کو کثیر و وافر غیبوں کا علم ہے یہ بھی ضروریات دین سے ہے جو اس کا منکر ہو کافر ہے کہ سرے سے نبوت ہی کا منکر ہے۔

(۴) اس پر بھی اجماع ہے کہ اس فضل جلیل میں محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا حصہ تمام انبیاء و تمام جہان سے اتم و اعظم ہے، اللہ عزوجل کی عطا سے حبیب اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو اتنے غیبوں کا علم ہے جن کا شمار اللہ عزوجل ہی جانتا ہے، مسلمانوں کا یہاں تک اجماع تھا مگر وہابیہ کو محمد رسول اللہ صلی علیہ وسلم کی عظمت کس دل سے گوارا ہو۔ انہوں نے صاف کہہ دیا کہ۔ ←

....

(۱) حضور کو دیوار کے پیچھے کی بھی خبر نہیں ۔ ا ۔ (ا ۔ البراہین القاطعۃ بحث علم غیب مطبع بلاساوا قع ڈھورص ۵۱)

(۲) وہ اور تو اور اپنے خاتمے کا بھی نہ جانتے تھے ۲ ۔ ساتھ ہی یہ بھی کہہ دیا کہ:

(۳) خدا کے بتائے سے بھی اگر بعض مغیبات کا علم ان کے لیے مانے جب بھی شرک ہے ۔ ۳ ۔

(۲ ۔ البراہین القاطعۃ بحث علم غیب مطبع بلاساوا قع ڈھورص ۵۱) (۳ ۔ البراہین القاطعۃ بحث علم غیب مطبع بلاساوا قع ڈھورص ۵۱)

(۴) اس پر قہر یہ کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تو دیوار کے پیچھے کی بھی خبر نہ مانیں اور ابلیس لعین کے لیے تمام زمین کا علم محیط حاصل جانیں ۔ ۴ ۔ (۴ ۔ البراہین القاطعۃ بحث علم غیب مطبع بلاساوا قع ڈھورص ۵۱)

(۵) اس پر عذر کہ ابلیس کی وسعتِ علم نص سے ثابت ہے، فخر عالم کی وسعت علم کی کون سی نص قطعی ہے ۔ ۵ ۔

(۵ ۔ البراہین القاطعۃ بحث علم غیب مطبع بلاساوا قع ڈھور ص ۵۱)

(۶) پھر ستم، قہر یہ کہ جو کچھ ابلیس کے لیے خود ثابت مانا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے اس کے ماننے پر جھٹ حکم شرک جڑ دیا یعنی خاص صفت ابلیس کے لیے تو ثابت ہے وہ تو خدا کا شریک ہے، مگر حضور کے لیے ثابت کرو تو مشرک ہو۔

(۷) اس پر بعض غالی اور بڑھے اور صاف کہہ دیا کہ جیسا علم غیب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہے ایسا تو ہر پاگل ہر چوپائے کو ہوتا ہے۔

ا ۔ "انّا للہ وانّا الیہ راجعون" (بے شک ہم اللہ کے مال ہیں اور ہم کو اُسی کی طرف پھرنا ہے ۔ ت)

(ا ۔ تغییر العنوان مع حفظ الایمان دریبہ کلاں دہلی بھارت، ص ۱۷)

اصل بحث ان کلماتِ ملعونہ کی ہے، خبثاء کا واکاٹ کہ (پینترا بدل کر) اس سے بچتے اور علم کے خاص وغیر خاص ہونے کی بحث بے علاقہ لے دوڑتے ہیں کہ علمِ غیب کو آیات واحادیث نے خاص بخدا بتایا۔ فقہاء نے دوسرے کے لیے اس کے اثبات کو کفر کہا ہے، اس کا جواب تو اوپر معروض ہو چکا کہ خدا کے ساتھ خاص وہی علم ذاتی ومحیط حقیقی ہے غیر کے لیے اسی کے اثبات کو فقہاء کفر کہتے ہیں۔

علمِ عطائی غیر محیط حقیقی خدا کے لیے ہو ہی نہیں سکتا نہ کہ معاذ اللہ اس کی صفت خاصہ ہو یہ علم ہم نے نہ غیر خدا کے لیے مانا، نہ وہ نصوص وا قوال ہم پر وارد۔ مگر ان حضرات سے پوچھیے کہ آیات واحادیث حصر واقوال فقہاء علم عطائی غیر محیط حقیقی کو بھی شامل ہیں یا نہیں۔ اگر نہیں تو تمہارا کتنا جنون ہے کہ انہیں ہم پر پیش کرتے ہو ان کو ہمارے دعوے سے کیا منافات ہوئی اور اگر اسے بھی شامل ہیں تو اب بتایئے کہ گنگوہی صاحب آپ ابلیس کے لیے جو علمِ محیط زمین اور تھانوی صاحب آپ ہر پاگل ہر چوپائے کے لیے جو علمِ غیب کے قائل ہیں آیا ان کے لیے علم ذاتی حقیقی مانتے ہیں یا اس کا غیر، برتقدیر اول قطعاً کافر ہو، برتقدیر ثانی بھی خود تمہارے ہی منہ سے وہ آیات وہ احادیث و اقوالِ فقہاء تم پر وارد۔ اور تم اپنے ہی پیش کردہ دلائل سے خود کافر ومرتد۔

اب کہیے، مفر کدھر؟

ہاں مفر وہی ہے کہ ابلیس اور پاگل اور چوپائے سب تو علم غیب رکھتے ہیں، آیات واحادیث واقوالِ فقہاء ان کے لیے نہیں، وہ تو صرف محمد رسول کی نفی علم کے لیے ہیں۔ الا لعنۃ اللہ علی الظّٰلمین (خبردار! ظالموں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔)

(فتاوی رضویہ، جلد ۲۹، ص ۵۲ ۴ ۔ ۴۴ ۴ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

﴿اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ﴾ (45)

یعنی: قرآنِ عظیم کی بعض باتیں مانتے ہیں اور بعض کے ساتھ کُفر کرتے ہیں۔

کہ آیتِ نفی دیکھتے ہیں اور اُن آیتوں سے جن میں انبیا علیہم السلام کو علومِ غیب عطا کیا جانا بیان کیا گیا ہے، انکار کرتے ہیں، حالانکہ نفی و اثبات دونوں حق ہیں، کہ نفی علمِ ذاتی کی ہے کہ یہ خاصہ اُلوہیت ہے، اِثبات عطائی کا ہے، کہ یہ انبیا ہی کی شایانِ شان ہے اور مُنافی اُلوہیت ہے اور یہ کہنا کہ ہر ذرّہ کا علم نبی کے لیے مانا جائے تو خالق ومخلوق کی مساوات لازم آئے گی، باطل محض ہے، کہ مساوات تو جب لازم آئے کہ اللہ عزوجل کیلئے بھی اتنا ہی علم ثابت کیا جائے اور یہ نہ کہے گا مگر کافر، ذرّاتِ عالَم متناہی ہیں اور اُس کا علم غیرِ متناہی، ورنہ جہل لازم آئے گا اور یہ محال، کہ خدا جہل سے پاک، نیز ذاتی وعطائی کا فرق بیان کرنے پر بھی مساوات کا الزام دینا صراحۃً ایمان و اسلام کے خلاف ہے، کہ اس فرق کے ہوتے ہوئے مساوات ہو جایا کرے تو لازم کہ ممکن و واجب وجود میں معاذ اللہ مساوی ہو جائیں، کہ ممکن بھی موجود ہے اور واجب بھی موجود اور وجود میں مساوی کہنا صریح کُفر، کھلا شرک ہے۔ انبیا علیہم السلام غیب کی خبر دینے کے لیے ہی آتے ہیں کہ جنّت و نار و حشر و نشر و عذاب و ثواب غیب نہیں تو اور کیا ہیں...؟ اُن کا منصب ہی یہ ہے کہ وہ باتیں ارشاد فرمائیں جن تک عقل وحواس کی رسائی نہیں اور اسی کا نام غیب ہے۔ اولیا کو بھی علمِ غیب عطائی ہوتا ہے، مگر بواسطہ انبیا کے (46)۔

عقیدہ (۲۲): انبیائے کرام، تمام مخلوق یہاں تک کہ رُسُلِ ملائکہ سے افضل ہیں۔ (47) ولی کتنا ہی بڑے مرتبہ

---

(45) پ ۱، البقرۃ: ۸۵

(46) حضرت سیّدنا شیخ عبدالحق محدِّث دہلوی علیہ رحمۃ اللہِ القوی نے اَخبارُ الاخیار صَفْحہ نمبر 15 میں حضور غوث الاعظم علیہ رحمۃ اللہ الاکرم کا یہ ارشادِ معظّم نقل کیا ہے: اگر شریعت نے میرے منہ میں لگام نہ ڈالی ہوتی تو میں تمہیں بتا دیتا کہ تم نے گھر میں کیا کھایا ہے اور کیا رکھا ہے، میں تمہارے ظاہر و باطن کو جانتا ہوں کیونکہ تم میری نظر میں آر پار نظر آنے والے شیشے کی طرح ہو۔

حضرت مولینا رُومی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ مثنوی شریف میں فرماتے ہیں:

لوحِ محفوظ اَست پیشِ اولیاء ۔۔۔ اَز چہ محفوظ اَست محفوظ اَز خطا

(یعنی لوحِ محفوظ اولیاءُ اللہ رحمہم اللہ تعالٰی کے پیشِ نظر ہوتا ہے جو کہ ہر خطا سے محفوظ ہوتا ہے)

(47) اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

ہمارے رسول ملائکہ کے رسولوں سے افضل ہیں، اور ملائکہ کے رسول ہمارے اولیاء سے افضل ہیں، اور ہمارے اولیاء عوام ملائکہ یعنی غیر رسل سے افضل ہیں اور یہاں عوام مومنین سے یہی مراد ہے۔ نہ فسّاق و فجار کہ ملائکہ سے کسی طرح افضل نہیں ہو سکتے۔ انسان صفت ملکوتی و بہیمی وشیطانی سب کا جامع ہے جو صفت اس پر غلبہ کرے گی اس کے منسوب الیہ سے زائد ہو جائے گا کہ اگر ملکوتی صفت غالب ہوئی ـــ

والا ہو، کسی نبی کے برابر نہیں ہوسکتا۔ جو کسی غیر نبی کو کسی نبی سے افضل یا برابر بتائے، کافر ہے(48)۔

عقیدہ (۲۳): نبی کی تعظیم فرضِ عین بلکہ اصلِ تمام فرائض ہے(49)۔ کسی نبی کی ادنیٰ توہین یا تکذیب، کفر ہے(50)۔

عقیدہ (۲۴): حضرت آدم علیہ السلام سے ہمارے حضور سیّد عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک اللہ تعالیٰ نے بہت سے نبی بھیجے، بعض کا صریح ذکر قرآنِ مجید میں ہے اور بعض کا نہیں، جن کے اسمائے طیبہ بالتصریح قرآنِ مجید میں ہیں،

کروڑوں ملائکہ سے افضل ہوگا۔ (فتاویٰ رضویہ، جلد ۲۹، ص ۳۹۳ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(48) اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

مسلمانوں کا اجماع ہے کہ کوئی غیر نبی کسی نبی کے برابر نہیں ہوسکتا، جو کسی غیر نبی کو کسی نبی کے ہمسر یا افضل جانے وہ بالاجماع کافر مرتد ہے۔ مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کا مرتبہ انبیائے بنی اسرائیل یا کسی نبی سے بالا یا برابر ماننا واجب در کنار کفر خالص ہے۔

(فتاویٰ رضویہ، جلد ۲۹، ص ۲۲۵ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

علماء دیوبند کا یہی عقیدہ ہے کہ اُمتی عمل میں نبی کے برابر ہوسکتا ہے بلکہ نبی سے بڑھ سکتا ہے۔ چنانچہ علمائے دیوبند کے پیشوا بانی مدرسہ دیوبند مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی تحریر فرماتے ہیں

حوالہ:۔ تحذیر الناس مصنفہ مولوی محمد قاسم صفحہ ۵۔ انبیاء اپنی اُمت سے اگر ممتاز ہوتے ہیں تو علوم ہی میں ممتاز ہوتے ہیں باقی رہا عمل اس میں بسا اوقات بظاہر اُمتی مساوی (برابر) ہوجاتے ہیں بلکہ بڑھ جاتے ہیں۔

(49) تعظیم رسول

ولہذا قرآنِ عظیم میں ان کی تعظیم کو اپنی عبادت سے مقدّم رکھا کہ فرمایا:

لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ وَتُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ۝

تاکہ تم ایمان لاؤ اللہ ورسول پر اور رسول کی تعظیم وتوقیر کرو، اور صبح وشام اللہ کی پاکی بولو یعنی نماز پڑھو۔ (پ ۲۶، الفتح: ۹)

توسب میں مقدم ایمان ہے کہ بے اس کے تعظیم رسول مقبول نہیں، اس کے بعد تعظیم رسول ہے کہ بے اسکے نماز اور کوئی عبادت مقبول نہیں، یوں تو عبد اللہ تمام جہان ہے مگر سچا عبد اللہ وہ ہے جو عبدِ مصطفیٰ (یعنی غلامِ مصطفیٰ) ہے ورنہ عبدِ شیطان ہوگا۔ اَلْعِیَاذُ بِاللہِ تعالیٰ

(50) اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

غرض انبیاء ومرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام الیٰ یوم الدین میں سے، ہر نبی، ہر رسول بارگاہِ عزت جل مجدہ میں بڑی عزت ووجاہت والا ہے، اور اس کی شان بہت رفیع، ولہذا ہر نبی کی تعظیم فرض عین بلکہ اصل جملہ فرائض ہے اور) ان کی ادنیٰ توہین مثل سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، کفر قطعی (ان میں سے کسی کی تکذیب وتنقیص، کسی کی اہانت، کسی کی بارگاہ میں ادنیٰ گستاخی ایسے ہی قطعاً کفر ہے جیسے خود حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی جناب پاک میں گستاخی ودریدہ دہنی، والعیاذ باللہ تعالیٰ) (فتاویٰ رضویہ، جلد ۲۹، ص ۲۵۶ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

وہ یہ ہیں(51):

حضرت آدم(52) علیہ السلام،

---

(51) وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ مِنْهُمْ مَّنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ. (پ24، المومن:78)

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک ہم نے تم سے پہلے کتنے ہی رسول بھیجے کہ جن میں کسی کا احوال تم سے بیان فرمایا اور کسی کا احوال نہ بیان فرمایا۔

(52) خلافت آدم علیہ السلام

حضرت آدم علیہ السلام کا لقب خلیفۃ اللہ ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو اپنی خلافت سے سرفراز فرمانے کا ارادہ فرمایا تو اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ اور فرشتوں میں جو مکالمہ ہوا وہ بہت ہی تعجب خیز ہونے کے ساتھ ساتھ نہایت ہی فکر انگیز و عبرت آموز بھی ہے، جو حسب ذیل ہے:

اللہ تعالیٰ: اے فرشتو! میں زمین میں اپنا خلیفہ بنانے والا ہوں جو میرا نائب بن کر زمین میں میرے احکام کو نافذ کریگا۔

ملائکہ: اے باری تعالیٰ کیا تو زمین میں ایسے شخص کو اپنی خلافت و نیابت کے شرف سے سرفراز فرمائے گا جو زمین میں فساد برپا کریگا اور قتل و غارت گری سے خوں ریزی کا بازار گرم کریگا؟ اے خداوند تعالیٰ! اس شخص سے زیادہ تیری خلافت کے حق دار تو ہم ملائکہ کی جماعت ہے، کیونکہ ہم ملائکہ نہ زمین میں فساد پھیلائیں گے، نہ خوں ریزی کریں گے بلکہ ہم تیری حمد و ثناء کے ساتھ تیری سبوحیت کا اعلان اور تیری قدوسیت اور پاکی کا بیان کرتے رہتے ہیں اور تیری تسبیح و تقدیس سے ہر لحظہ و ہر آن رطب اللسان رہتے ہیں اس لئے ہم فرشتوں کی جماعت ہی میں سے کسی کے سر پر اپنی خلافت و نیابت کا تاج رکھ کر اس کو خلیفۃ اللہ کے معزز لقب سے سربلند فرما۔

اللہ تعالیٰ: اے فرشتو! آدم (علیہ السلام) کے خلیفہ بنانے میں جو حکمتیں اور مصلحتیں ہیں ان کو میں ہی جانتا ہوں، تم گروہ ملائکہ ان حکمتوں اور مصلحتوں کو نہیں جانتے۔

فرشتے باری تعالیٰ کے اس ارشاد کو سن کر اگرچہ خاموش ہو گئے مگر انہوں نے اپنے دل میں یہ خیال چھپائے رکھا کہ اللہ تعالیٰ خواہ کسی کو بھی اپنا خلیفہ بنادے مگر وہ فضل و کمال میں ہم فرشتوں سے بڑھ کر نہ ہوگا۔ کیونکہ ہم ملائکہ فضیلت کی جس منزل پر ہیں وہاں تک کسی مخلوق کی بھی رسائی نہ ہو سکے گی۔ اس لئے فضیلت کے تاجدار بہر حال ہم فرشتوں کی جماعت ہی رہے گی۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرما کر تمام چھوٹی بڑی چیزوں کا علم ان کو عطا فرما دیا اس کے بعد پھر اللہ تعالیٰ اور ملائکہ کا حسب ذیل مکالمہ ہوا۔

اللہ تعالیٰ: اے فرشتو! اگر تم اپنے اس دعویٰ میں سچے ہو کہ تم سے افضل کوئی دوسری مخلوق نہیں ہو سکتی تو تم تمام ان چیزوں کے نام بتاؤ جن کو میں نے تمہارے پیش نظر کر دیا ہے۔

ملائکہ: اے اللہ تعالیٰ! تو ہر نقص و عیب سے پاک ہے ہمیں تو بس اتنا ہی علم ہے جو تو نے ہمیں عطا فرما دیا ہے اس کے سوا ہمیں اور کسی چیز کا کوئی علم نہیں ہے ہم بالیقین یہ جانتے ہیں اور مانتے ہیں کہ بلاشبہ علم و حکمت کا خالق و مالک تو صرف تو ہی ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو مخاطب فرما کر ارشاد فرمایا کہ اے آدم تم ان فرشتوں کو تمام چیزوں کے نام بتاؤ۔ تو حضرت آدم علیہ السلام نے ←

تمام اشیاء کے نام اور ان کی حکمتوں کا علم فرشتوں کو بتا دیا جس کو سن کر فرشتے متعجب و محو حیرت ہو گئے۔

اللہ تعالیٰ:۔اے فرشتو! کیا میں نے تم سے یہ نہیں فرما دیا تھا کہ میں آسمان و زمین کی چھپی ہوئی تمام چیزوں کو جانتا ہوں اور تم جو علانیہ یہ کہتے تھے کہ آدم فساد برپا کریں گے اس کو بھی میں جانتا ہوں اور تم جو خیالات اپنے دلوں میں چھپائے ہوئے تھے کہ کوئی مخلوق تم سے بڑھ کر افضل نہیں پیدا ہوگی، میں تمہارے دلوں میں چھپے ہوئے ان خیالات کو بھی جانتا ہوں۔

پھر حضرت آدم علیہ السلام کے فضل و کمال کے اظہار و اعلان کے لئے اور فرشتوں سے ان کی عظمت و فضیلت کا اعتراف کرانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے سب فرشتوں کو حکم فرمایا کہ تم سب حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرو چنانچہ سب فرشتوں نے آپ کو سجدہ کیا لیکن ابلیس نے سجدہ سے انکار کر دیا اور تکبر کیا تو کافر ہو کر مردود بارگاہ ہو گیا۔

اس پورے مضمون کو قرآن مجید نے اپنے معجزانہ طرز بیان میں اس طرح ذکر فرمایا ہے:

وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓىِٕكَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً قَالُوْۤا اَتَجْعَلُ فِیْهَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْهَا وَ یَسْفِكُ الدِّمَآءَ وَ نَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَ نُقَدِّسُ لَكَ قَالَ اِنِّیْۤ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ○ وَ عَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰٓىِٕكَةِ فَقَالَ اَنْۢبِـُٔوْنِیْ بِاَسْمَآءِ هٰۤؤُلَآءِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ○ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَاۤ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَكِیْمُ ○ قَالَ یٰۤاٰدَمُ اَنْۢبِئْهُمْ بِاَسْمَآىِٕهِمْ فَلَمَّاۤ اَنْۢبَاَهُمْ بِاَسْمَآىِٕهِمْ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ اِنِّیْۤ اَعْلَمُ غَیْبَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ اَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَ مَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ ○ وَ اِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓىِٕكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْۤا اِلَّاۤ اِبْلِیْسَ اَبٰى وَ اسْتَكْبَرَ وَ كَانَ مِنَ الْكٰفِرِیْنَ ○ (پ1،البقرۃ:30-34)

ترجمہ کنزالایمان:۔اور یاد کرو جب تمہارے رب نے فرشتوں سے فرمایا میں زمین میں اپنا نائب بنانے والا ہوں۔بولے کیا ایسے کو نائب کریگا جو اس میں فساد پھیلائے اور خون ریزیاں کرے اور ہم تجھے سراہتے ہوئے تیری تسبیح کرتے اور تیری پاکی بولتے ہیں فرمایا مجھے معلوم ہے جو تم نہیں جانتے اور اللہ تعالیٰ نے آدم کو تمام اشیاء کے نام سکھائے پھر سب اشیاء ملائکہ پر پیش کر کے فرمایا سچے ہو تو ان کے نام تو بتاؤ بولے پاکی ہے تجھے ہمیں کچھ علم نہیں مگر جتنا تو نے ہمیں سکھایا۔بے شک تو ہی علم و حکمت والا ہے۔فرمایا اے آدم بتا دے انہیں سب اشیاء کے نام جب آدم نے انہیں سب کے نام بتا دیئے فرمایا میں نہ کہتا تھا کہ میں جانتا ہوں آسمانوں اور زمین کی سب چھپی چیزیں اور میں جانتا ہوں جو کچھ تم ظاہر کرتے اور جو کچھ تم چھپاتے ہو اور یاد کرو جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کرو تو سب نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے منکر ہوا اور غرور کیا اور کافر ہو گیا۔

علوم آدم علیہ السلام کی ایک فہرست

حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے کتنے اور کس قدر علوم عطا فرمائے اور کن کن چیزوں کے علوم و معارف کو عالم الغیب والشہادۃ نے ایک لمحہ کے اندر ان کے سینۂ اقدس میں بذریعہ الہام جمع فرما دیا، جن کی بدولت حضرت آدم علیہ السلام علوم و معارف کی اتنی بلند ترین منزل پر فائز ہو گئے کہ فرشتوں کی مقدس جماعت آپ کے علمی وقار و عرفانی عظمت و اقتدار کے روبرو سربسجود ہو گئی، ان علوم کی ایک فہرست ←

حضرت نوح (53) علیہ السلام،

آپ قطب زمانہ حضرت علامہ شیخ اسمٰعیل حقی علیہ الرحمۃ کی شہرہ آفاق تفسیر روح البیان شریف میں پڑھئے جس کا ترجمہ حسب ذیل ہے، وہ فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو تمام چیزوں کا نام، تمام زبانوں میں سکھا دیا اور ان کو تمام ملائکہ کے نام اور تمام اولادِ آدم کے نام، اور تمام حیوانات و نباتات و جمادات کے نام، اور تمام چیز کی صنعتوں کے نام اور تمام شہروں اور تمام بستیوں کے نام اور تمام پرندوں اور درختوں کے نام اور جو آئندہ عالم وجود میں آنے والے ہیں سب کے نام اور قیامت تک پیدا ہونے والے تمام جانداروں کے نام اور تمام کھانے پینے کی چیزوں کے نام اور جنت کی تمام نعمتوں کے نام اور تمام چیزوں اور سامانوں کے نام، یہاں تک کہ پیالہ اور پیالی کے نام۔ اور حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو سات لاکھ زبانیں سکھائی ہیں۔ (تفسیر روح البیان، ج۱، ص۱۰۰، پ۱، البقرۃ:۳۱)

ان علوم مذکورہ بالا کی فہرست کو قرآن مجید نے اپنے معجزانہ جوامع الکلم کے انداز بیان میں صرف ایک جملہ کے اندر بیان فرما دیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے کہ:

وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا

اور اللہ تعالیٰ نے آدم کو تمام اشیاء کے نام سکھائے۔ (پ۱، البقرۃ:۳۱)

(53) نوح علیہ السلام کی کشتی

حضرت نوح علیہ السلام ساڑھے نو سو برس تک اپنی قوم کو خدا کا پیغام سناتے رہے مگر ان کی بدنصیب قوم ایمان نہیں لائی بلکہ طرح طرح سے آپ کی تحقیر و تذلیل کرتی رہی اور قسم قسم کی اذیتوں اور تکلیفوں سے آپ کو ستاتی رہی یہاں تک کہ کئی بار ان ظالموں نے آپ کو اس قدر زدو کوب کیا کہ آپ کو مردہ خیال کر کے کپڑوں میں لپیٹ کر مکان میں ڈال دیا۔ مگر آپ پھر مکان سے نکل کر دین کی تبلیغ فرمانے لگے۔ اسی طرح بارہا آپ کا گلا گھونٹتے رہے یہاں تک کہ آپ کا دم گھٹنے لگا اور آپ بے ہوش ہو جاتے مگر ان ایذاؤں اور مصیبتوں پر بھی آپ یہی دعا فرمایا کرتے تھے کہ اے میرے پروردگار! تو میری قوم کو بخش دے اور ہدایت عطا فرما کیونکہ یہ مجھ کو نہیں جانتے ہیں۔

اور قوم کا یہ حال تھا کہ ہر بوڑھا باپ اپنے بچوں کو یہ وصیت کر کے مرتا تھا کہ نوح (علیہ السلام) بہت پرانے پاگل ہیں اس لئے کوئی ان کی باتوں کو نہ سنے اور نہ ان کی باتوں پر دھیان دے، یہاں تک کہ ایک دن یہ وحی نازل ہوگئی کہ اے نوح! اب تک جو لوگ مومن ہو چکے ہیں ان کے سوا اور دوسرے لوگ کبھی ہرگز ہرگز ایمان نہیں لائیں گے۔ اس کے بعد آپ اپنی قوم کے ایمان لانے سے ناامید ہو گئے۔ اور آپ نے اس قوم کی ہلاکت کے لئے دعا فرما دی۔ اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا کہ آپ ایک کشتی تیار کریں چنانچہ ایک سو برس میں آپ کے لگائے ہوئے ساگوان کے درخت تیار ہو گئے اور آپ نے ان درختوں کی لکڑیوں سے ایک کشتی بنائی جو ۸۰ گز لمبی اور ۵۰ گز چوڑی تھی اور اس میں تین درجے تھے، نچلے طبقے میں درندے، پرندے اور حشرات الارض وغیرہ اور درمیانی طبقے میں چوپائے وغیرہ جانوروں کے لئے اور بالائی طبقے میں خود اور مومنین کے لئے جگہ بنائی۔ اس طرح یہ شاندار کشتی آپ نے بنائی اور ایک سو برس کی مدت میں یہ تاریخی کشتی بن کر تیار ہوئی جو آپ کی اور مومنوں کی محنت اور کاری گری کا ثمرہ تھی۔ جنہوں نے بے پناہ محنت کر کے یہ کشتی بنائی تھی۔ ←

جب آپ کشتی بنانے میں مصروف تھے تو آپ کی قوم آپ کا مذاق اُڑاتی تھی۔ کوئی کہتا کہ اے نوح! اب تم بڑھئی بن گئے؟ حالانکہ پہلے تم کہا کرتے تھے کہ میں خدا کا نبی ہوں۔ کوئی کہتا اے نوح! اس خشک زمین میں تم کشتی کیوں بنا رہے ہو؟ کیا تمہاری عقل ماری گئی ہے؟ غرض طرح طرح کا تمسخر واستہزاء کرتے اور قسم قسم کی طعنہ بازیاں اور بدزبانیاں کرتے رہتے تھے اور آپ ان کے جواب میں یہی فرماتے تھے کہ آج تم ہم سے مذاق کرتے ہو لیکن مت گھبراؤ جب خدا کا عذاب بصورت طوفان آ جائے گا تو ہم تمہارا مذاق اُڑائیں گے۔

جب طوفان آ گیا تو آپ نے کشتی میں درندوں، چرندوں اور پرندوں اور قسم قسم کے حشرات الارض کا ایک ایک جوڑا نر و مادہ سوار کرا دیا اور خود آپ اور آپ کے تینوں فرزند یعنی حام، سام اور یافث اور ان تینوں کی بیویاں اور آپ کی مومنہ بیوی اور ۷۲ مومنین مرد و عورت کل ۸۰ انسان کشتی میں سوار ہو گئے اور آپ کی ایک بیوی واعلہ جو کافرہ تھی، اور آپ کا ایک لڑکا جس کا نام کنعان تھا، یہ دونوں کشتی میں سوار نہیں ہوئے اور طوفان میں غرق ہو گئے۔

روایت ہے کہ جب سانپ اور بچھو کشتی میں سوار ہونے لگے تو آپ نے ان دونوں کو روک دیا۔ تو ان دونوں نے کہا کہ اے اللہ کے نبی! آپ ہم دونوں کو سوار کر لیجئے۔ ہم عہد کرتے ہیں کہ جو شخص سَلَامٌ عَلٰی نُوْحٍ فِی الْعٰلَمِیْنَ پڑھ لے گا ہم دونوں اس کو ضرر نہیں پہنچائیں گے تو آپ نے ان دونوں کو بھی کشتی میں بٹھا لیا۔

طوفان میں کشتی والوں کے سوا ساری قوم اور کل مخلوق غرق ہو کر ہلاک ہو گئی اور آپ کی کشتی جودی پہاڑ پر جا کر ٹھہر گئی اور طوفان ختم ہونے کے بعد آپ مع کشتی والوں کے زمین پر اُتر پڑے اور آپ کی نسل میں بے پناہ برکت ہوئی کہ آپ کی اولاد تمام روئے زمین پر پھیل کر آباد ہو گئی اسی لئے آپ کا لقب آدم ثانی ہے۔ (تفسیر صاوی، پ ۱۲، ھود: ۳۶۔۳۹)

قرآن مجید میں خداوند (عزوجل) نے اس واقعہ کو ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے کہ:

وَ اُوْحِیَ اِلٰی نُوْحٍ اَنَّهٗ لَنْ یُّؤْمِنَ مِنْ قَوْمِكَ اِلَّا مَنْ قَدْ اٰمَنَ فَلَا تَبْتَىٕسْ بِمَا كَانُوْا یَفْعَلُوْنَ ۝ وَ اصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْیُنِنَا وَ وَحْیِنَا وَ لَا تُخَاطِبْنِیْ فِی الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا اِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ ۝ وَ یَصْنَعُ الْفُلْكَ وَ كُلَّمَا مَرَّ عَلَیْهِ مَلَاٌ مِّنْ قَوْمِهٖ سَخِرُوْا مِنْهُ قَالَ اِنْ تَسْخَرُوْا مِنَّا فَاِنَّا نَسْخَرُ مِنْكُمْ كَمَا تَسْخَرُوْنَ ۝ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ مَنْ یَّاْتِیْهِ عَذَابٌ یُّخْزِیْهِ وَ یَحِلُّ عَلَیْهِ عَذَابٌ مُّقِیْمٌ ۝

ترجمہ کنزالایمان:۔ اور نوح کو وحی ہوئی کہ تمہاری قوم سے مسلمان نہ ہوں گے مگر جتنے ایمان لا چکے تو غم نہ کھا اس پر جو وہ کرتے ہیں اور کشتی بنا ہمارے سامنے اور ہمارے حکم سے اور ظالموں کے بارے میں مجھ سے بات نہ کرنا وہ ضرور ڈوبائے جائیں گے اور نوح کشتی بناتا ہے اور جب اس کی قوم کے سردار اس پر گزرتے اس پر ہنستے بولا اگر تم ہم پر ہنستے ہو تو ایک وقت ہم تم پر ہنسیں گے جیسا تم ہنستے ہو تو اب جان جاؤ گے کس پر آتا ہے وہ عذاب کہ اسے رسوا کرے اور اترتا ہے وہ عذاب جو ہمیشہ رہے۔ (پ12، ھود: 36۔39)

طوفان برپا کرنے والا تنور

یوں تو اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو دو سو برس پہلے ہی بذریعہ وحی مطلع کر دیا تھا کہ آپ کی قوم طوفان میں غرق کر دی جائے گی۔ ←

....

مگر طوفان آنے کی نشانی یہ مقرر فرمادی تھی کہ آپ کے گھر کے تنور سے پانی ابلنا شروع ہوگا۔ چنانچہ پتھر کے اس تنور سے ایک دن صبح کے وقت پانی ابلنا شروع ہوگیا اور آپ نے کشتی پر جانوروں اور انسانوں کو سوار کرانا شروع کردیا پھر زوردار بارش ہونے لگی جو مسلسل چالیس دن اور چالیس رات موسلا دھار برستی رہی اور زمین بھی جابجا شق ہوگئی اور پانی کے چشمے پھوٹ کر بہنے لگے۔ اس طرح بارش اور زمین سے نکلنے والے پانیوں سے ایسا طوفان آگیا کہ چالیس چالیس گز اُونچے پہاڑوں کی چوٹیاں ڈوب گئیں۔

چنانچہ ارشادِ خداوندی ہے کہ:

حَتّٰۤى اِذَا جَآءَ اَمْرُنَا وَ فَارَ التَّنُّوْرُ قُلْنَا احْمِلْ فِیْهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَیْنِ اثْنَیْنِ وَ اَهْلَكَ اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَیْهِ الْقَوْلُ وَ مَنْ اٰمَنَ وَ مَاۤ اٰمَنَ مَعَهٗۤ اِلَّا قَلِیْلٌ۝

ترجمہ کنزالایمان:۔ یہاں تک کہ جب ہمارا حکم آیا اور تنور اُبلا ہم نے فرمایا کشتی میں سوار کرلے ہر جنس میں سے ایک جوڑا نر و مادہ اور جن پر بات پڑ چکی ہے ان کے سوا اپنے گھر والوں اور باقی مسلمانوں کو اور اس کے ساتھ مسلمان نہ تھے مگر تھوڑے۔ (پ ۱۲، ھود: ۴۰)

اور آسمان و زمین کے پانی کی فراوانی اور طغیانی کا بیان فرماتے ہوئے ارشادِ ربانی ہوا کہ:۔

فَفَتَحْنَاۤ اَبْوَابَ السَّمَآءِ بِمَآءٍ مُّنْهَمِرٍ۝ وَّ فَجَّرْنَا الْاَرْضَ عُیُوْنًا فَالْتَقَى الْمَآءُ عَلٰۤى اَمْرٍ قَدْ قُدِرَ۝

ترجمہ کنزالایمان:۔ تو ہم نے آسمان کے دروازے کھول دیئے زور کے بہتے پانی سے اور زمین چشمے کرکے بہادی تو دونوں پانی مل گئے اس مقدار پر جو مقدر تھی۔ (پ 27، القمر: 11)

یعنی طوفان آگیا اور ساری دنیا غرق ہوگئی۔ (تفسیر صادی، ج ۳، ص ۹۱۳، پ ۱۲، ھود: ۴۲)

طوفان کتنا زوردار تھا اور طوفانی سیلاب کی موجوں کی کیا کیفیت تھی؟ اس کی منظر کشی قرآن مجید نے ان لفظوں میں فرمائی ہے:

وَ هِیَ تَجْرِیْ بِهِمْ فِیْ مَوْجٍ كَالْجِبَالِ

ترجمہ کنزالایمان:۔ اور وہ انہیں لئے جارہی ہے ایسی موجوں میں جیسے پہاڑ۔ (پ 12، ھود: 42)

حضرت نوح علیہ السلام کشتی پر سوار ہوگئے اور کشتی طوفانی موجوں کے تھپیڑوں سے ٹکراتی ہوئی برابر چلی جارہی تھی یہاں تک کہ سلامتی کے ساتھ کوہِ جودی پر پہنچ کر ٹھہر گئی۔ کشتی پر سوار ہوتے وقت حضرت نوح علیہ السلام نے یہ دعا پڑھی تھی کہ:

بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا وَ مُرْسٰىهَا اِنَّ رَبِّیْ لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ۝

ترجمہ کنزالایمان:۔ اللہ کے نام پر اس کا چلنا اور اس کا ٹھہرنا بیشک میرا رب ضرور بخشنے والا مہربان ہے۔ (پ 12، ھود: 41)

جودی پہاڑ

حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی طوفان کے تھپیڑوں میں چھ ماہ تک چکر لگاتی رہی یہاں تک کہ خانہ کعبہ کے پاس سے گزری اور کعبہ مکرمہ کا سات چکر طواف بھی کیا۔ پھر اللہ تعالیٰ کے حکم سے یہ کشتی جودی پہاڑ پر ٹھہر گئی، جو عراق کے ایک شہر جزیرہ میں واقع ہے۔

روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر پہاڑ کی طرف یہ وحی کی کہ حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کسی ایک پہاڑ پر ٹھہرے گی تو تمام پہاڑوں نے ←

تکبر کیا۔ لیکن جودی پہاڑ نے تواضع اور عاجزی کا اظہار کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کو یہ شرف بخشا کہ کشتی جودی پہاڑ پر ٹھہری۔ اور ایک روایت ہے کہ بہت دنوں تک اس کشتی کی لکڑیاں اور تختے باقی رہے تھے۔ یہاں تک کہ اگلی امتوں کے بعض لوگوں نے اس کشتی کے تختوں کو جودی پہاڑ پر دیکھا تھا۔ محرم کی دسویں تاریخ عاشورا کے دن یہ کشتی جودی پہاڑ پر ٹھہری۔ چنانچہ اس تاریخ کو کشتی کی تمام مخلوق یعنی انسان اور وحوش وطیور وغیرہ سبھی نے شکرانہ کا روزہ رکھا اور حضرت نوح علیہ السلام نے کشتی سے اُتر کر سب سے پہلی جو بستی بسائی اس کا نام ثمانین رکھا۔ عربی زبان میں ثمانین کے معنی اسی ہوتے ہیں، چونکہ کشتی میں ۸۰ آدمی تھے اس لئے اس گاؤں کا نام ثمانین رکھ دیا گیا۔

(تفسیر صاوی، ج ۳، ص ۹۱۵۔ ۹۱۴، پ ۱۲، ھود: ۴۴)

وَاسْتَوَتْ عَلَى الْجُوْدِيِّ وَقِيْلَ بُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ۝

ترجمہ کنزالایمان:۔ اور کشتی کوہ جودی پر ٹھہری اور فرمایا گیا کہ دور ہوں بے انصاف لوگ۔ (پ12، ھود:44)

(54) حضرت ابراہیم علیہ السلام

مفسرین کا بیان ہے کہ نمرود بن کنعان بڑا جابر بادشاہ تھا۔ سب سے پہلے اسی نے تاج شاہی اپنے سر پر رکھا۔ اس سے پہلے کسی بادشاہ نے تاج نہیں پہنا تھا یہ لوگوں سے زبردستی اپنی پرستش کراتا تھا کاہن اور نجومی اس کے دربار میں بکثرت اس کے مقرب تھے۔ نمرود نے ایک رات یہ خواب دیکھا کہ ایک ستارہ نکلا اور اس کی روشنی میں چاند، سورج وغیرہ سارے ستارے بے نور ہو کر رہ گئے۔ کاہنوں اور نجومیوں نے اس خواب کی یہ تعبیر دی کہ ایک فرزند ایسا ہوگا جو تیری بادشاہی کے زوال کا باعث ہوگا۔ یہ سن کر نمرود بے حد پریشان ہو گیا اور اس نے یہ حکم دے دیا کہ میرے شہر میں جو بچہ پیدا ہو وہ قتل کر دیا جائے۔ اور مرد عورتوں سے جدا رہیں۔ چنانچہ ہزاروں بچے قتل کر دیئے گئے۔ مگر تقدیراتِ الٰہیہ کو کون ٹال سکتا ہے؟ اسی دوران حضرت ابراہیم علیہ السلام پیدا ہو گئے اور بادشاہ کے خوف سے ان کی والدہ نے شہر سے دور پہاڑ کے ایک غار میں ان کو چھپا دیا اسی غار میں چھپ کر ان کی والدہ روزانہ دودھ پلا دیا کرتی تھیں۔ بعض مفسرین کا قول ہے کہ سات برس کی عمر تک اور بعضوں نے تحریر فرمایا کہ سترہ برس تک آپ اسی غار میں پرورش پاتے رہے۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

(روح البیان، ج ۳، ص ۵۹، پ ۷، الانعام: ۷۵)

اس زمانے میں عام طور پر لوگ ستاروں کی پوجا کیا کرتے تھے۔ ایک رات آپ علیہ السلام نے زہرہ یا مشتری ستارہ کو دیکھا تو قوم کو توحید کی دعوت دینے کے لئے آپ نے نہایت ہی نفیس اور دل نشین انداز میں لوگوں کے سامنے اس طرح تقریر فرمائی کہ اے لوگو! کیا ستارہ میرا رب ہے؟ پھر جب وہ ستارہ ڈوب گیا تو آپ نے فرمایا کہ ڈوب جانے والوں سے میں محبت نہیں رکھتا۔ پھر اس کے بعد جب چمکتا چاند نکلا تو آپ نے فرمایا کہ کیا یہ میرا رب ہے؟ پھر جب وہ بھی غروب ہو گیا تو آپ نے فرمایا کہ اگر میرا رب مجھے ہدایت نہ فرماتا تو میں بھی انہیں گمراہوں میں سے ہوتا۔ پھر جب چمکتے دمکتے سورج کو دیکھا تو آپ نے فرمایا کہ یہ تو ان سب سے بڑا ہے، کیا یہ میرا رب ہے؟ پھر جب یہ بھی غروب ہو گیا تو آپ نے فرمایا کہ اے میری قوم! میں ان تمام چیزوں سے بیزار ہوں جن کو تم لوگ خدا کا شریک ٹھہراتے ہو۔ اور میں نے اپنی ہستی کو اس ذات کی طرف متوجہ کر لیا ہے جس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا فرمایا ہے۔

....

بس میں صرف اسی ایک ذات کا عابد اور پجاری بن گیا ہوں اور میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔ پھر ان کی قوم ان سے جھگڑا کرنے لگی تو آپ نے فرمایا کہ تم لوگ مجھ سے خدا کے بارے میں جھگڑتے ہو؟ اس خدا نے تو مجھے ہدایت دی ہے اور میں تمہارے جھوٹے معبودوں سے بالکل نہیں ڈرتا۔ سن لو! بغیر میرے رب کے حکم کے تم لوگ اور تمہارے دیوتا میرا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتے۔ میرا رب ہر چیز کو جانتا ہے۔ کیا تم لوگ میری نصیحت کو نہیں مانو گے؟ اس واقعہ کو مختصر مگر بہت جامع الفاظ میں قرآن مجید نے یوں بیان فرمایا ہے:۔

فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ الَّيْلُ رَاٰ كَوْكَبًاۚ قَالَ هٰذَا رَبِّيْۚ فَلَمَّاۤ اَفَلَ قَالَ لَاۤ اُحِبُّ الْاٰفِلِيْنَ ○ فَلَمَّا رَاَ الْقَمَرَ بَازِغًا قَالَ هٰذَا رَبِّيْۚ فَلَمَّاۤ اَفَلَ قَالَ لَىٕنْ لَّمْ يَهْدِنِيْ رَبِّيْ لَاَكُوْنَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّآلِّيْنَ ○ فَلَمَّا رَاَ الشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ هٰذَا رَبِّيْ هٰذَاۤ اَكْبَرُۚ فَلَمَّاۤ اَفَلَتْ قَالَ يٰقَوْمِ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ○ اِنِّيْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا وَّمَاۤ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ○

ترجمہ کنزالایمان:۔ پھر جب ان پر رات کا اندھیرا آیا ایک تارا دیکھا بولے اسے میرا رب ٹھہراتے ہو پھر جب وہ ڈوب گیا بولے مجھے خوش نہیں آتے ڈوبنے والے پھر جب چاند چمکتا دیکھا بولے اسے میرا رب بتاتے ہو پھر جب وہ ڈوب گیا کہا اگر مجھے میرا رب ہدایت نہ کرتا تو میں بھی انہیں گمراہوں میں ہوتا پھر جب سورج جگمگاتا دیکھا بولے اسے میرا رب کہتے ہو۔ یہ تو ان سب سے بڑا ہے پھر جب وہ ڈوب گیا کہا اے قوم میں بیزار ہوں ان چیزوں سے جنہیں تم شریک ٹھہراتے ہو میں نے اپنا منہ اس کی طرف کیا جس نے آسمان و زمین بنائے ایک اسی کا ہو کر اور میں مشرکوں میں نہیں۔ (پ7، الانعام:76 تا 79)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بت شکنی

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بت پرستی کے معاملہ میں پہلے تو اپنی قوم سے مناظرہ کر کے حق کو ظاہر کر دیا۔ مگر لوگوں نے حق کو قبول نہیں کیا بلکہ یہ کہا کہ کل ہماری عید کا دن ہے اور ہمارا ایک بہت بڑا میلہ لگے گا، وہاں آپ چل کر دیکھیں کہ ہمارے دین میں کیا لطف اور کیسی بہار ہے۔

اس قوم کا یہ دستور تھا کہ سالانہ ان لوگوں کا ایک میلہ لگتا تھا۔ لوگ ایک جنگل میں جمع ہوتے اور دن بھر لہو ولعب میں مشغول رہ کر شام کو بت خانہ میں جا کر بتوں کی پوجا کرتے اور بتوں کے چڑھاوے، مٹھائیوں اور کھانوں کو پرشاد کے طور پر کھاتے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام قوم کی دعوت پر تھوڑی دور تو میلہ کی طرف چلے لیکن پھر اپنی بیماری کا عذر کر کے واپس چلے آئے اور قوم کے لوگ میلہ میں چلے گئے۔ پھر جو میلہ میں نہیں گئے آپ نے اُن لوگوں سے صاف صاف کہہ دیا۔

وَتَاللّٰهِ لَاَكِيْدَنَّ اَصْنَامَكُمْ بَعْدَ اَنْ تُوَلُّوْا مُدْبِرِيْنَ ○ (پ17، الانبیاء:57)

ترجمہ کنزالایمان:۔ اور مجھے اللہ کی قسم ہے میں تمہارے بتوں کا برا چاہوں گا بعد اس کے کہ تم پھر جاؤ پیٹھ دے کر۔

چنانچہ اس کے بعد آپ ایک کلہاڑی لے کر بت خانہ میں تشریف لے گئے اور دیکھا کہ اس میں چھوٹے بڑے بہت سے بت ہیں اور دروازہ کے سامنے ایک بہت بڑا بت ہے۔ ان جھوٹے معبودوں کو دیکھ کر توحید الٰہی کے جذبہ سے آپ جلال میں آگئے اور کلہاڑی سے ←

مار مار کر بتوں کو چکنا چور کر ڈالا اور سب سے بڑے بت کو چھوڑ دیا اور کلہاڑی اُس کے کندھے پر رکھ کر آپ بت خانہ سے باہر چلے آئے۔ قوم کے لوگ جب میلہ سے واپس آ کر بت پوجنے اور پرشاد کھانے کے لئے بت خانہ میں گھسے تو یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ اُن کے دیوتا ٹوٹے پھوٹے پڑے ہوئے ہیں۔ ایک دم سب بوکھلا گئے اور شور مچا کر چلانے لگے۔

مَنۡ فَعَلَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَاۤ اِنَّهٗ لَمِنَ الظّٰلِمِيۡنَ ۝ (پ17، الانبیاء:59)

ترجمہ کنزالایمان:۔کس نے ہمارے خداؤں کے ساتھ یہ کام کیا بیشک وہ ظالم ہے۔

تو کچھ لوگوں نے کہا کہ ہم نے ایک جوان کو جس کا نام ابراہیم ہے اس کی زبان سے ان بتوں کو برا بھلا کہتے ہوئے سنا ہے۔ قوم نے کہا کہ اس جوان کو لوگوں کے سامنے لاؤ۔ شاید لوگ گواہی دیں کہ اُس نے بتوں کو توڑا ہے۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بلائے گئے۔ تو قوم کے لوگوں نے پوچھا کہ اے ابراہیم! کیا تم نے ہمارے خداؤں کے ساتھ یہ سلوک کیا ہے؟ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ تمہارے اس بڑے بت نے کیا ہوگا کیونکہ کلہاڑی اس کے کاندھے پر ہے۔ آخر تم لوگ اپنے ان ٹوٹے پھوٹے خداؤں ہی سے کیوں نہیں پوچھتے کہ کس نے تمہیں توڑا ہے؟ اگر یہ بت بول سکتے ہوں تو ان ہی سے پوچھ لو۔ وہ خود بتا دیں کہ کس نے انہیں توڑا ہے۔ قوم نے سر جھکا کر کہا کہ اے ابراہیم! ہم ان خداؤں سے کیا اور کیسے پوچھیں؟ آپ تو جانتے ہی ہیں کہ یہ بت بول نہیں سکتے۔ یہ سن کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جلال میں تڑپ کر فرمایا:۔

قَالَ اَفَتَعۡبُدُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنۡفَعُكُمۡ شَيۡـًٔا وَّلَا يَضُرُّكُمۡ ۝ اُفٍّ لَّكُمۡ وَلِمَا تَعۡبُدُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ ؕ اَفَلَا تَعۡقِلُوۡنَ ۝ (پ17، الانبیاء:66۔67)

ترجمہ کنزالایمان:۔کہا تو کیا اللہ کے سوا ایسے کو پوجتے ہو جو نہ تمہیں نفع دے اور نہ نقصان پہنچائے۔ تف ہے تم پر اور ان بتوں پر جن کو اللہ کے سوا پوجتے ہو تو کیا تمہیں عقل نہیں۔

آپ کی اس حق گوئی کا نعرہ سن کر قوم نے کوئی جواب نہیں دیا۔ بلکہ شور مچایا اور چلا چلا کر بت پرستوں کو بلایا۔

حَرِّقُوۡهُ وَانۡصُرُوۡۤا اٰلِهَتَكُمۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ فٰعِلِيۡنَ ۝ (پ17، الانبیاء:68)

ترجمہ کنزالایمان:۔ان کو جلا دو اور اپنے خداؤں کی مدد کرو اگر تمہیں کرنا ہے۔

چنانچہ ظالموں نے اتنا لمبا چوڑا آگ کا الاؤ جلایا کہ اس آگ کے شعلے اتنے بلند ہو رہے تھے کہ اس کے اوپر سے کوئی پرندہ بھی اُڑ کر نہیں جا سکتا تھا۔ پھر آپ کو ننگے بدن کر کے ان ظلم و ستم کے مجسموں نے ایک گوپھن کے ذریعے اس آگ میں پھینک دیا اور اپنے اس خیال میں مگن تھے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام جل کر راکھ ہو گئے ہوں گے، مگر احکم الحاکمین کا فرمان اس آگ کے لئے یہ صادر ہو گیا کہ

قُلۡنَا يٰنَارُ كُوۡنِىۡ بَرۡدًا وَّسَلٰمًا عَلٰۤى اِبۡرٰهِيۡمَ ۝ (پ17، الانبیاء:69)

ترجمہ کنزالایمان:۔ہم نے فرمایا اے آگ ہو جا ٹھنڈی اور سلامتی ابراہیم پر۔

چنانچہ نتیجہ یہ ہوا جس کو قرآن نے اپنے قاہرانہ لہجے میں ارشاد فرمایا کہ

←

حضرت اسمٰعیل (55) علیہ السلام، حضرت اسحاق (56) علیہ السلام،

وَاَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَخْسَرِيْنَ۝ (پ17، الانبیاء:70)

ترجمہ کنزالایمان:۔ اور انہوں نے اس کا برا چاہا تو ہم نے انہیں سب سے بڑھ کر زیاں کار کر دیا۔

آگ بجھ گئی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام زندہ اور سلامت رہ کر نکل آئے اور ظالم لوگ کف افسوس مل کر رہ گئے۔

(55) وَاذْكُرْ فِى الْكِتٰبِ اِسْمٰعِيْلَ (پ16، مریم:54)

ترجمۂ کنزالایمان: اور کتاب میں اسماعیل کو یاد کرو۔

حضرت اسمٰعیل

بانئ کعبہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک فرزند کا نام نامی حضرت اسمٰعیل علیہ السلام ہے جو حضرت بی بی ہاجرہ کے شکم مبارک سے پیدا ہوئے تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کو اور ان کی والدہ حضرت بی بی ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو مکہ مکرمہ میں لاکر آباد کیا اور عرب کی زمین ان کو عطا فرمائی۔

اولاد حضرت اسمٰعیل

حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے بارہ بیٹے ہوئے اور ان کی اولاد میں خداوند قدوس نے اس قدر برکت عطا فرمائی کہ وہ بہت جلد تمام عرب میں پھیل گئے یہاں تک کہ مغرب میں مصر کے قریب تک ان کی آبادیاں جا پہنچیں اور جنوب کی طرف ان کے خیمے یمن تک پہنچ گئے اور شمال کی طرف ان کی بستیاں ملک شام سے جاملیں۔ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے ایک فرزند جن کا نام قیدار تھا بہت ہی نامور ہوئے اور ان کی اولاد خاص مکہ میں آباد رہی اور یہ لوگ اپنے باپ کی طرح ہمیشہ کعبہ معظمہ کی خدمت کرتے رہے جس کو دنیا میں توحید کی سب سے پہلی درسگاہ ہونے کا شرف حاصل ہے۔

انہی قیدار کی اولاد میں عدنان نامی نہایت اولوالعزم شخص پیدا ہوئے اور عدنان کی اولاد میں چند پشتوں کے بعد قصی بہت ہی جاہ وجلال والے شخص پیدا ہوئے جنہوں نے مکہ مکرمہ میں مشترکہ حکومت کی بنیاد پر 440ء میں ایک سلطنت قائم کی اور ایک قومی مجلس (پارلیمنٹ) بنائی جو دارالندوہ کے نام سے مشہور ہے اور اپنا ایک قومی جھنڈا بنایا جسکو لواء کہتے تھے اور مندرجہ ذیل چار عہدے قائم کئے۔ جن کی ذمہ داری چار قبیلوں کو سونپ دی۔

(1) رفادۃ (2) سقایۃ (3) حجابۃ (4) قیادۃ

قصی کے بعد ان کے فرزند عبد مناف اپنے باپ کے جانشین ہوئے پھر ان کے فرزند ہاشم پھر ان کے فرزند عبدالمطلب یکے بعد دیگرے ایک دوسرے کے جانشین ہوتے رہے۔ انہی عبدالمطلب کے فرزند حضرت عبداللہ ہیں۔ جن کے فرزند ارجمند ہمارے حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔

(56) اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ وَهَبَ لِىْ عَلَى الْكِبَرِ اِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ (پ13، ابراہیم:39)

ترجمۂ کنزالایمان: سب خوبیاں اللہ کو جس نے مجھے بڑھاپے میں اسماعیل واسحٰق دیئے۔

←

حضرت یعقوب (57) علیہ السلام، حضرت یوسف (58) علیہ السلام،

حضرت اسحاق علیہ السلام

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دوسرے فرزند کا نام نامی حضرت اسحاق علیہ السلام ہے جو حضرت بی بی سارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مقدس شکم سے تولد ہوئے تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کو ملک شام عطا فرمایا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تیسری بیوی حضرت قطورہ کے پیٹ سے جو اولاد مدین وغیرہ ہوئے ان کو آپ نے یمن کا علاقہ عطا فرمایا۔

(57) وَاذْكُرْ عِبٰدَنَآ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ اُولِي الْاَيْدِيْ وَالْاَبْصَارِ ۝ (پ23، ص:45)

ترجمۂ کنزالایمان: اور یاد کرو ہمارے بندوں ابراہیم اور اسحٰق اور یعقوب قدرت اور علم والوں کو۔

(58) اِذْ قَالَ يُوْسُفُ لِاَبِيْهِ يٰۤاَبَتِ (پ12، یوسف:4)

ترجمۂ کنزالایمان: یاد کرو جب یوسف نے اپنے باپ سے کہا۔

حضرت یوسف علیہ السلام

اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کے قصہ کو احسن القصص یعنی تمام قصوں میں سب سے اچھا قصہ فرمایا ہے۔ اس لئے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی مقدس زندگی کے اتار چڑھاؤ میں اور رنج و راحت اور غم و سرور کے مد و جزر میں ہر ایک واقعہ بڑی بڑی عبرتوں اور نصیحتوں کے سامان اپنے دامن میں لئے ہوئے ہے اس لئے ہم اس قصہ عجیبہ کا خلاصہ تحریر کرتے ہیں۔ تاکہ ناظرین اس سے عبرت حاصل کریں اور خداوند قدوس کی قدرتوں کا مشاہدہ کریں۔

حضرت یعقوب بن اسحٰق بن ابراہیم علیہم السلام کے بارہ بیٹے تھے جن کے نام یہ ہیں:۔

(۱) یہودا (۲) روبیل (۳) شمعون (۴) لاوی (۵) زبولون (۶) یسجر (۷) دان (۸) نفتالی (۹) جاد (۱۰) آشر (۱۱) یوسف (۱۲) بنیامین

حضرت بنیامین حضرت یوسف علیہ السلام کے حقیقی بھائی تھے۔ باقی دوسری ماؤں سے تھے۔ حضرت یوسف علیہ السلام اپنے تمام بھائیوں میں سب سے زیادہ اپنے باپ کے پیارے تھے اور چونکہ ان کی پیشانی پر نبوت کے نشان درخشاں تھے اس لئے حضرت یعقوب علیہ السلام ان کا بے حد اکرام اور ان سے انتہائی محبت فرماتے تھے۔ سات برس کی عمر میں حضرت یوسف علیہ السلام نے یہ خواب دیکھا کہ گیارہ ستارے اور چاند و سورج ان کو سجدہ کر رہے ہیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے جب اپنا یہ خواب اپنے والد ماجد حضرت یعقوب علیہ السلام کو سنایا تو آپ نے ان کو منع فرمادیا کہ پیارے بیٹے! خبردار تم اپنا یہ خواب اپنے بھائیوں سے مت بیان کر دینا ورنہ وہ لوگ جذبہ حسد میں تمہارے خلاف کوئی خفیہ چال چل دیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ ان کے بھائیوں کو ان پر حسد ہونے لگا۔ یہاں تک کہ سب بھائیوں نے آپس میں مشورہ کر کے یہ منصوبہ تیار کرلیا کہ ان کو کسی طرح گھر سے لے جا کر جنگل کے کنوئیں میں ڈال دیں۔ اس منصوبہ کی تکمیل کے لئے سب بھائی جمع ہو کر حضرت یعقوب علیہ السلام کے پاس گئے۔ اور بہت اصرار کر کے شکار اور تفریح کا بہانہ بنا کر ان کو جنگل میں لے جانے کی اجازت حاصل کرلی۔ اور ان کو گھر سے کندھوں پر بٹھا کر لے چلے۔ لیکن جنگل میں پہنچ کر دشمنی کے جوش میں ان کو زمین پر پٹخ دیا۔ اور سب نے بہت زیادہ مارا۔ پھر ان کا کرتا اتار کر اور ہاتھ پاؤں باندھ کر ایک گہرے اور اندھیرے کنوئیں میں گرادیا۔ لیکن فوراً ہی ←

حضرت جبریل علیہ السلام نے کنوئیں میں تشریف لا کر ان کو غرق ہونے سے اس طرح بچالیا کہ ان کو ایک پتھر پر بٹھا دیا جو اس کنوئیں میں تھا۔ اور ہاتھ پاؤں کھول کر تسلی دیتے ہوئے ان کا خوف و ہراس دور کر دیا۔ اور گھر سے چلتے وقت حضرت یعقوب علیہ السلام نے حضرت یوسف علیہ السلام کا جو کرتا تعویذ بنا کر آپ کے گلے میں ڈال دیا تھا وہ نکال کر ان کو پہنا دیا جس سے اس اندھیرے کنوئیں میں روشنی ہوگئی۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی آپ کو کنوئیں میں ڈال کر اور آپ کے پیراہن کو ایک بکری کے خون میں لت پت کر کے اپنے گھر کو روانہ ہو گئے اور مکان کے باہر ہی سے چیخیں مار کر رونے لگے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام گھبرا کر گھر سے باہر نکلے۔ اور رونے کا سبب پوچھا کہ تم لوگ کیوں رو رہے ہو؟ کیا تمہاری بکریوں کو کوئی نقصان پہنچ گیا ہے؟ پھر حضرت یعقوب علیہ السلام نے دریافت فرمایا کہ میرا یوسف کہاں ہے؟ میں اس کو نہیں دیکھ رہا ہوں۔ تو بھائیوں نے روتے ہوئے کہا کہ ہم لوگ کھیل میں دوڑتے ہوئے دور نکل گئے اور یوسف علیہ السلام کو اپنے سامان کے پاس بٹھا کر چلے گئے تو ایک بھیڑیا آیا اور وہ اُن کو پھاڑ کر کھا گیا۔ اور یہ اُن کا کرتا ہے۔ ان لوگوں نے کرتے میں خون تو لگالیا تھا لیکن کرتے کو پھاڑنا بھول گئے تھے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اشک بار ہو کر اپنے نورِ نظر کے کرتے کو جب ہاتھ میں لے کر غور سے دیکھا تو کرتا بالکل سلامت ہے اور کہیں سے بھی پھٹا نہیں ہے تو آپ ان لوگوں کے مکر اور جھوٹ کو بھانپ گئے۔ اور فرمایا کہ بڑا ہوشیار اور سیانا بھیڑیا تھا کہ میرے یوسف کو تو پھاڑ کر کھا گیا مگر ان کے کرتے پر ایک ذرا سی خراش بھی نہیں آئی اور آپ نے صاف صاف فرما دیا کہ یہ سب تم لوگوں کی کارستانی اور مکر و فریب ہے۔ پھر آپ نے دکھے ہوئے دل سے نہایت درد بھری آواز میں فرمایا:

فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ O (پ12، یوسف:18)

حضرت یوسف علیہ السلام تین دن اس کنوئیں میں تشریف فرما رہے۔ یہ کنواں کھاری تھا۔ مگر آپ کی برکت سے اس کا پانی بہت لذیذ اور نہایت شیریں ہو گیا۔ اتفاق سے ایک قافلہ مدین سے مصر جا رہا تھا۔ جب اس قافلہ کا ایک آدمی جس کا نام مالک بن ذُعر خزاعی تھا، پانی بھرنے کے لئے آیا اور کنوئیں میں ڈول ڈالا تو حضرت یوسف علیہ السلام ڈول پکڑ کر لٹک گئے مالک بن ذُعر نے ڈول کھینچا تو آپ کنوئیں سے باہر نکل آئے۔ جب اس نے آپ کے حسن و جمال کو دیکھا تو

یٰبُشْرٰی هٰذَا غُلٰمٌ کہہ کر اپنے ساتھیوں کو خوشخبری سنانے لگا۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی جو اس جنگل میں روزانہ بکریاں چرایا کرتے تھے، برابر روزانہ کنوئیں میں جھانک جھانک کر دیکھا کرتے تھے۔ جب ان لوگوں نے آپ کو کنوئیں میں نہیں دیکھا تو تلاش کرتے ہوئے قافلہ میں پہنچے اور آپ کو دیکھ کر کہنے لگے کہ یہ تو ہمارا بھاگا ہوا غلام ہے جو بالکل ہی ناکارہ اور نافرمان ہے۔ یہ کسی کام کا نہیں ہے۔ اگر تم لوگ اس کو خرید و تو ہم بہت ہی سستا تمہارے ہاتھ فروخت کر دیں گے مگر شرط یہ ہے کہ تم لوگ اس کو یہاں سے اتنی دور لے جا کر فروخت کرنا کہ یہاں تک اس کی خبر نہ پہنچے۔ حضرت یوسف علیہ السلام بھائیوں کے خوف سے خاموش کھڑے رہے اور ایک لفظ بھی نہ بولے۔ پھر ان کے بھائیوں نے ان کو مالک بن ذعر کے ہاتھ صرف بیس درہموں میں فُروخت کر دیا۔

مالک بن ذعر ان کو خرید کر مصر کے بازار میں لے گیا۔ اور وہاں عزیزِ مصر نے ان کو بہت گراں قیمت دے کر خرید لیا اور اپنے ←

....

شاہی محل میں لے جا کر اپنی ملکہ زلیخا سے کہا کہ تم اس غلام کو نہایت اعزاز و اکرام کے ساتھ اپنی خدمت میں رکھو۔ چنانچہ آپ عزیزِ مصر کے شاہی محل میں رہنے لگے۔ اور ملکہ زلیخا ان سے بہت محبت کرنے لگی بلکہ ان کے حسن و جمال پر فریفتہ ہو کر عاشق ہو گئی اور اس کا جوشِ عشق یہاں تک بڑھا کہ ایک دن زلیخا عشق و محبت میں والہانہ طور پر آپ کو پھسلانے اور لبھانے لگی۔ اور آپ کو ہم بستری کی دعوت دینے لگی۔ آپ نے معاذ اللہ کہہ کر انکار فرمادیا۔ اور صاف کہہ دیا کہ میں اپنے مالک عزیزِ مصر کے ساتھ خیانت کر کے اس کے احسانوں کی ناشکری نہیں کرسکتا۔ اور آپ گھر میں سے بھاگ نکلے۔ تو ملکہ زلیخا نے دوڑ کر پیچھے سے آپ کا پیراہن پکڑ لیا۔ اور آپ کا پیراہن پیچھے سے پھٹ گیا۔ عین اسی حالت میں عزیزِ مصر مکان میں آگئے اور دونوں کو دیکھ لیا۔ تو زلیخا نے آپ پر تہمت لگادی۔ عزیزِ مصر حیران ہو گیا کہ ان دونوں میں سے کون سچا ہے۔ اتفاق سے مکان میں ایک چار ماہ کا بچہ پالنے میں لیٹا ہوا تھا۔ اس نے شہادت دی کہ اگر کرتا آگے سے پھٹا ہو تو یوسف علیہ السلام قصوروار ہیں اور اگر کرتا پیچھے سے پھٹا ہو تو زلیخا کی خطا ہے اور یوسف علیہ السلام بے قصور ہیں۔ جب عزیزِ مصر نے دیکھا تو کرتا پیچھے سے پھٹا ہوا تھا۔ فوراً عزیزِ مصر نے زلیخا کو خطاوار قرار دے کر ڈانٹا اور حضرت یوسف علیہ السلام سے یہ کہا کہ اس کا خیال و ملال نہ کیجئے۔ پھر زلیخا کے مشورہ سے عزیزِ مصر نے یوسف علیہ السلام کو قید خانہ میں بھجوادیا۔ اس طرح اچانک حضرت یوسف علیہ السلام عزیزِ مصر کے شاہی محل سے نکل کر جیل خانہ کی کوٹھری میں چلے گئے۔ اور آپ نے جیل میں پہنچ کر یہ کہا کہ اے اللہ عزوجل! یہ قید خانہ کی کوٹھری مجھ کو اس بلا سے زیادہ محبوب ہے جس کی طرف زلیخا مجھے بلا رہی تھی۔ پھر آپ سات برس یا بارہ برس جیل خانہ میں رہے اور قیدیوں کو توحید اور اعمالِ صالحہ کی دعوت دیتے اور وعظ فرماتے رہے۔

یہ عجیب اتفاق کہ جس دن آپ قید خانہ میں داخل ہوئے اُسی دن آپ کے ساتھ بادشاہ مصر کے دو خادم ایک شراب پلانے والا، دوسرا باورچی دونوں جیل خانہ میں داخل ہوئے اور دونوں نے اپنا ایک ایک خواب حضرت یوسف علیہ السلام سے بیان کیا اور آپ نے اُن دونوں کے خوابوں کی تعبیر بیان فرمادی جو سو فیصدی صحیح ثابت ہوئی۔ اس لئے آپ کا نام معبر (تعبیر دینے والا) ہونا مشہور ہو گیا۔

اسی دوران مصر کے بادشاہ اعظم ریال بن ولید نے یہ خواب دیکھا کہ سات فربہ گایوں کو سات دبلی گائیں کھا رہی ہیں اور سات ہری بالیاں ہیں اور سات سوکھی بالیاں ہیں۔ بادشاہ اعظم نے اپنے درباریوں سے اس خواب کی تعبیر دریافت کی تو لوگوں نے اس خواب کو خوابِ پریشاں کہہ کر اس کی کوئی تعبیر نہیں بتائی۔ اتنے میں بادشاہ کا ساقی جو قید خانہ سے رہا ہو کر آگیا تھا، اس نے کہا کہ مجھے اس خواب کی تعبیر معلوم کرنے کے لئے جیل خانہ میں جانے کی اجازت دی جائے۔ چنانچہ یہ بادشاہ کا فرستادہ ہو کر قید خانہ میں حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس گیا اور بادشاہ کا خواب بیان کر کے تعبیر دریافت کی کہ سات دبلی گائیں سات موٹی گایوں کو کھا رہی ہیں اور سات ہری بالیاں ہیں اور سات سوکھی۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ سات برس مسلسل کھیتی کرو اور ان کے اناجوں کو بالیوں میں محفوظ رکھو۔ پھر سات برس تک سخت خشک سالی رہے گی، قحط کے ان سات برسوں میں پہلے سات برسوں کا محفوظ کیا ہوا اناج لوگ کھائیں گے اس کے بعد پھر ہریالی کا سال آئے گا۔

قاصد نے واپس جا کر بادشاہ سے اُس کے خواب کی تعبیر بتائی تو بادشاہ نے حکم دیا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو جیل خانہ سے ←

....

نکال کر میرے دربار میں لاؤ۔ قاصد رہائی کا پروانہ لے کر جیل خانہ میں پہنچا تو آپ نے فرمایا کہ پہلے زلیخا اور دوسری عورتوں کے ذریعہ میری بے گناہی اور پاک دامنی کا اظہار کرالیا جائے اس کے بعد ہی میں جیل سے باہر نکلوں گا۔ چنانچہ بادشاہ نے اس کی تحقیقات کرائی تو تحقیقات کے دوران زلیخا نے اقرار کرلیا کہ میں نے خود ہی حضرت یوسف علیہ السلام کو پھسلایا تھا۔ خطا میری ہے۔ حضرت یوسف سچے اور پاک دامن ہیں۔ اس کے بعد بادشاہ نے حضرت یوسف علیہ السلام کو دربار میں بلا کر کہہ دیا کہ آپ ہمارے معتمد اور ہمارے دربار کے معزز ہیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے کہا کہ آپ زمین کے خزانوں کے انتظامی امور اور حفاظتی نظام کے انتظام پر میرا تقرر کردیں۔ میں پورے نظام کو سنبھال لوں گا۔ بادشاہ نے خزانے کا انتظامی معاملہ اور ملک کے نظام و انصرام کا پورا شعبہ آپ کے سپرد کردیا۔ اس طرح ملک مصر کی حکمرانی کا اقتدار آپ کو مل گیا۔

اس کے بعد آپ نے خزانوں کا نظام اپنے ہاتھ میں لے کر سات سال تک کھیتی کا پلان چلایا اور اناجوں کو بالیوں میں محفوظ رکھا۔ یہاں تک کہ قحط اور خشک سالی کا زور شروع ہو گیا تو پوری سلطنت کے لوگ غلے کی خریداری کے لئے مصر آنا شروع ہو گئے اور آپ نے غلوں کی فروخت شروع کردی۔

اسی سلسلے میں آپ کے بھائی کنعان سے مصر آئے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے تو ان لوگوں کو دیکھتے ہی پہلی نظر میں پہچان لیا مگر آپ کے بھائیوں نے آپ کو بالکل ہی نہیں پہچانا۔ آپ نے ان لوگوں کو غلہ دے دیا اور پھر فرمایا کہ تمہارا ایک بھائی (بنیامین) ہے آئندہ اس کو بھی ساتھ لے کر آنا۔ اگر تم لوگ آئندہ اس کو نہ لائے تو تمہیں غلہ نہیں ملے گا۔

بھائیوں نے جواب دیا کہ ہم اُس کے والد کو رضامند کرنے کی کوشش کریں گے پھر حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے غلاموں سے کہا کہ تم لوگ ان کی نقدیوں کو ان کی بوریوں میں ڈال دو تا کہ یہ لوگ جب اپنے گھر پہنچ کر ان نقدیوں کو دیکھیں گے تو امید ہے کہ ضرور یہ لوگ واپس آئیں گے۔ چنانچہ جب یہ لوگ اپنے والد کے پاس پہنچے تو کہنے لگے کہ ابا جان! اب کیا ہوگا؟ عزیز مصر نے تو یہ کہہ دیا ہے کہ جب تک تم لوگ بنیامین کو ساتھ لے کر نہ آؤ گے تمہیں غلہ نہیں ملے گا۔ لہٰذا آپ بنیامین کو ہمارے ساتھ بھیج دیں تا کہ ہم ان کے حصہ کا بھی غلہ لے لیں۔ اور آپ اطمینان رکھیں کہ ہم لوگ ان کی حفاظت کریں گے۔ اس کے بعد جب ان لوگوں نے اپنی بوریوں کو کھولا تو حیران رہ گئے کہ ان کی رقمیں اور نقدیاں ان کی بوریوں میں موجود تھیں۔ یہ دیکھ کر برادران یوسف نے پھر اپنے والد سے کہا کہ ابا جان! اس سے بڑھ کر اچھا سلوک اور کیا چاہیے؟ دیکھ لیجئے عزیزِ مصر نے ہم کو پورا پورا غلہ بھی دیا ہے اور ہماری نقدیوں کو بھی واپس کردیا ہے لہٰذا آپ بلاخوف و خطر ہمارے بھائی بنیامین کو ہمارے ساتھ بھیج دیں۔

حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا کہ میں ایک مرتبہ یوسف کے معاملہ میں تم لوگوں پر بھروسا کر چکا ہوں تو تم لوگوں نے کیا کر ڈالا۔ اب دوبارہ میں تم لوگوں پر کیسے بھروسا کرلوں؟ میں اس طرح بنیامین کو ہرگز تم لوگوں کے ساتھ نہیں بھیجوں گا۔ لیکن ہاں اگر تم لوگ حلف اٹھا کر میرے سامنے عہد کرو تو البتہ میں اس کو بھیج سکتا ہوں۔ یہ سن کر سب بھائیوں نے حلف لے کر عہد کیا اور آپ نے ان لوگوں کے ساتھ بنیامین کو بھیج دیا۔

←

....

جب یہ لوگ عزیز مصر کے دربار میں پہنچے تو حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائی بنیامین کو اپنی مسند پر بٹھالیا۔ اور چپکے سے ان کے کان میں کہہ دیا کہ میں تمہارا بھائی یوسف ہوں۔ لہٰذا تم کوئی فکر وغم نہ کرو۔ پھر آپ نے سب کو اناج دیا اور سب نے اپنی اپنی بوریوں کو سنبھال لیا۔ جب سب چلنے لگے تو آپ نے بنیامین کو اپنے پاس روک لیا۔ اب برادرانِ یوسف سخت پریشان ہوئے۔ اپنے والد کے روبرو یہ عہد کر کے آئے تھے کہ ہم اپنی جان پر کھیل کر بنیامین کی حفاظت کریں گے اور یہاں بنیامین اُن کے ہاتھ سے چھین لئے گئے۔ اب گھر جائیں تو کیونکر اور یہاں ٹھہریں تو کیسے؟ یہ معاملہ دیکھ کر سب سے بڑا بھائی یہودا کہنے لگا کہ اے میرے بھائیو! سوچو کہ تم لوگ والد صاحب کو کیا کیا عہد و پیمان دے کر آئے ہو؟ اور اس سے پہلے تم اپنے بھائی یوسف کے ساتھ کتنی بڑی تقصیر کر چکے ہو۔ لہٰذا میں تو جب تک والد صاحب حکم نہ دیں اس زمین سے ہٹ نہیں سکتا۔ ہاں تم لوگ گھر جاؤ اور والد صاحب سے سارا ماجرا عرض کر دو۔ چنانچہ یہودا کے سوا دوسرے سب بھائی لوٹ کر گھر آئے اور اپنے والد سے سارا حال بیان کیا۔ تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا کہ یوسف کی طرح بنیامین کے معاملہ میں بھی تم لوگوں نے حیلہ سازی کی ہے۔ تو خیر، میں صبر کرتا ہوں اور صبر بہت اچھی چیز ہے۔ پھر آپ نے منہ پھیر کر رونا شروع کر دیا۔ اور کہا کہ ہائے افسوس! اور حضرت یوسف علیہ السلام کو یاد کر کے اتنا روئے کہ شدت غم سے نڈھال ہو گئے اور روتے روتے آنکھیں سفید ہو گئیں۔ آپ کی زبان سے یوسف علیہ السلام کا نام سن کر حضرت یعقوب علیہ السلام سے ان کے بیٹوں پوتوں نے کہا کہ ابا جان! آپ ہمیشہ یوسف علیہ السلام کو یاد کرتے رہیں گے یہاں تک کہ لب گور ہو جائیں یا جان سے گزر جائیں اپنے بیٹوں پوتوں کی بات سن کر آپ نے فرمایا کہ میں اپنے غم اور پریشانی کی فریاد اللہ عزوجل ہی سے کرتا ہوں اور میں جو کچھ جانتا ہوں وہ تم لوگوں کو معلوم نہیں۔ اے میرے بیٹو! تم لوگ جاؤ۔ اور یوسف اور اُس کے بھائی بنیامین کو تلاش کرو۔ اور خدا کی رحمت سے مایوس مت ہو جاؤ کیونکہ خدا کی رحمت سے مایوس ہو جانا کافروں کا کام ہے۔

چنانچہ برادرانِ یوسف پھر مصر کو روانہ ہوئے اور جا کر عزیز مصر سے کہا کہ اے عزیزِ مصر! ہمارے گھر والوں کو بہت بڑی مصیبت پہنچ گئی ہے اور ہم چند کھوٹے سکے لے کر آئے ہیں۔ لہٰذا آپ بطور خیرات کے کچھ غلہ دے دیجئے اپنے بھائیوں کی زبان سے گھر کی داستان اور خیرات کا لفظ سن کر حضرت یوسف علیہ السلام پر رقت طاری ہو گئی اور آپ نے بھائیوں سے پوچھا کہ تم لوگوں کو یاد ہے کہ تم لوگوں نے یوسف اور اُس کے بھائی بنیامین کے ساتھ کیا کیا سلوک کیا ہے؟ یہ سن کر بھائیوں نے حیران ہو کر پوچھا کہ سچ مچ آپ یوسف علیہ السلام ہی ہیں؟ تو آپ نے فرمایا کہ ہاں۔ میں ہی یوسف ہوں۔ اور یہ بنیامین میرا بھائی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہم پر بڑا فضل و احسان فرمایا ہے۔ یہ سن کر بھائیوں نے نہایت شرمندگی اور لجاجت کے ساتھ کہنا شروع کیا کہ بلاشبہ ہم لوگ واقعی بڑے خطا کار ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہم لوگوں پر بہت بڑی فضیلت بخشی ہے۔ بھائیوں کی شرمندگی اور لجاجت سے متاثر ہو کر آپ کا دل بھر آیا اور آپ نے فرمایا کہ آج میں تم لوگوں کو ملامت نہیں کروں گا۔ جاؤ میں نے سب کچھ معاف کر دیا۔ اللہ تعالیٰ تمہیں معاف فرمائے۔ اب تم لوگ میرا یہ کرتا لے کر گھر جاؤ۔ اور ابا جان کے چہرے پر اس کو ڈال دو تو ان کی آنکھوں میں روشنی آجائے گی۔ پھر تم لوگ سب گھر والوں کو ساتھ لے کر مصر چلے آؤ۔

بڑا بھائی یہودا کہنے لگا کہ یہ کرتا میں لے کر جاؤں گا کیونکہ حضرت یوسف علیہ السلام کا کرتا بکری کے خون میں رنگ کر میں ہی اُن کے پاس ←

لے گیا تھا۔ تو جس طرح میں نے انہیں وہ کرتا دے کر غمگین کیا تھا۔ آج یہ کرتا لے جا کر ان کو خوش کر دوں گا۔ چنانچہ یہودا یہ کرتا لے کر گھر پہنچے اور اپنے والد کے چہرے پر ڈال دیا تو اُن کی آنکھوں میں بینائی آ گئی۔ پھر حضرت یعقوب علیہ السلام نے تہجد کے وقت کے بعد اپنے سب بیٹوں کے لئے دعا فرمائی اور یہ دعا مقبول ہوگئی۔ چنانچہ آپ پر یہ وحی اتری کہ آپ کے صاحبزادوں کی خطائیں بخش دی گئیں۔

پھر مصر کو روانگی کا سامان ہونے لگا۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے والد اور سب اہل و عیال کو لانے کے لئے بھائیوں کے ساتھ دو سو سواریاں بھیج دی تھیں۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے گھر والوں کو جمع کیا تو کل بہتر یا تہتر آدمی تھے جن کو ساتھ لے کر آپ مصر روانہ ہو گئے مگر اللہ تعالیٰ نے آپ کی نسل میں اتنی برکت عطا فرمائی کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وقت میں بنی اسرائیل مصر سے نکلے تو چھ لاکھ سے زیادہ تھے۔ حالانکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا زمانہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے مصر جانے سے صرف چار سو سال بعد کا زمانہ ہے۔ جب حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے اہل و عیال کے ساتھ مصر کے قریب پہنچے تو حضرت یوسف علیہ السلام نے چار ہزار لشکر اور بہت سے مصری سواروں کو ساتھ لے کر آپ کا استقبال کیا اور صدہا ریشمی جھنڈے اور قیمتی پرچم لہراتے ہوئے قطاریں باندھے ہوئے مصری باشندے جلوس کے ساتھ روانہ ہوئے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے فرزند یہودا کے ہاتھ پر ٹیک لگائے تشریف لا رہے تھے۔ جب ان لشکروں اور سواروں پر آپ کی نظر پڑی تو آپ نے دریافت فرمایا کہ یہ فرعونِ مصر کا لشکر ہے؟ تو یہودا نے عرض کیا کہ جی نہیں۔ یہ آپ کے فرزند حضرت یوسف علیہ السلام ہیں جو اپنے لشکروں اور سواروں کے ساتھ آپ کے استقبال کے لئے آئے ہوئے ہیں آپ کو متعجب دیکھ کر حضرت جبریل علیہ السلام نے فرمایا کہ اے اللہ عزوجل کے نبی ذرا سر اٹھا کر فضائے آسمانی میں نظر فرمائیے کہ آپ کے سرور و شادمانی میں شرکت کے لئے ملائکہ کا جمِ غفیر حاضر ہے جو مدتوں آپ کے غم میں روتے رہے ہیں۔ ملائکہ کی تسبیح اور گھوڑوں کی ہنہناہٹ اور طبل و بوق کی آوازوں نے عجیب سماں پیدا کر دیا تھا۔

جب باپ بیٹے دونوں قریب ہو گئے اور حضرت یوسف علیہ السلام نے سلام کا ارادہ کیا تو حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا کہ آپ ذرا توقف کیجئے اور اپنے پدر بزرگوار کو اُن کے رقت انگیز سلام کا موقع دیجئے چنانچہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے ان لفظوں کے ساتھ سلام کہا کہ ''اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا مُذْهِبَ الْاَحْزَانِ'' یعنی اے تمام غموں کو دور کرنے والے آپ پر سلام ہو۔ پھر باپ بیٹوں نے نہایت گرمجوشی کے ساتھ معانقہ کیا اور فرطِ مسرت میں دونوں خوب روئے۔ پھر ایک استقبالیہ خیمہ میں تشریف لے گئے جو خوب مزین اور آراستہ کیا گیا تھا۔ وہاں تھوڑی دیر ٹھہر کر جب شاہی محل میں رونق افروز ہوئے تو حضرت یوسف علیہ السلام نے سہارا دے کر اپنے والدِ محترم کو تختِ شاہی پر بٹھایا۔ اور اُن کے اردگرد آپ کے گیارہ بھائی اور آپ کی والدہ سب بیٹھ گئے اور سب کے سب بیک وقت حضرت یوسف علیہ السلام کے آگے سجدے میں گر پڑے۔ اُس وقت حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے والدِ بزرگوار کو مخاطب کر کے یہ کہا:

یٰاَبَتِ هٰذَا تَاْوِیْلُ رُءْیَایَ مِنْ قَبْلُ قَدْ جَعَلَهَا رَبِّیْ حَقًّا وَقَدْ اَحْسَنَ بِیْ اِذْ اَخْرَجَنِیْ مِنَ السِّجْنِ وَجَآءَ بِكُمْ مِّنَ الْبَدْوِ مِنْ بَعْدِ اَنْ نَّزَغَ الشَّیْطٰنُ بَیْنِیْ وَبَیْنَ اِخْوَتِیْ اِنَّ رَبِّیْ لَطِیْفٌ لِّمَا یَشَآءُ اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِیْمُ الْحَكِیْمُ ۝

ترجمہ کنزالایمان:۔ اے میرے باپ یہ میرے پہلے خواب کی تعبیر ہے بیشک اسے میرے رب نے سچا کیا اور بیشک اس نے مجھ پر ــــ

حضرت موسیٰ (59) علیہ السلام،

احسان کیا کہ مجھے قید سے نکالا اور آپ سب کو گاؤں سے لے آیا بعد اس کے کہ شیطان نے مجھ میں اور میرے بھائیوں میں ناچاقی کرادی تھی بیشک میرا رب جس بات کو چاہے آسان کردے بیشک وہی علم وحکمت والا ہے۔(پ ۱۳، یوسف: ۱۰۰)

یعنی میرے گیارہ بھائی ستارے ہیں اور میرے باپ سورج اور میری والدہ چاند ہے اور یہ سب مجھ کو سجدہ کررہے ہیں۔ یہی آپ کا خواب تھا جو بچپن میں دیکھا تھا کہ گیارہ ستارے اور سورج و چاند مجھے سجدہ کررہے ہیں۔ یہ تاریخی واقعہ محرم کی دس تاریخ عاشورہ کے دن وقوع پذیر ہوا۔

(59) وَاِذْ قَالَ مُوْسٰی لِقَوْمِهٖ (پ1، البقرہ؛67)

ترجمۂ کنزالایمان: اور جب موسیٰ نے اپنی قوم سے فرمایا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام

حضرت موسیٰ علیہ السلام بچپن ہی سے فرعون کے محل میں پلے بڑھے مگر جب جوان ہو گئے تو فرعون اور اس کی قوم قبطیوں کے مظالم دیکھ کر بے زار ہو گئے اور فرعونیوں کے خلاف آواز بلند کرنے لگے۔ اس پر فرعون اور اس کی قوم جو قبطی کہلاتے تھے، آپ کے دشمن بن گئے اور آپ فرعون کا محل بلکہ اس کا شہر چھوڑ کر اطراف میں چھپ کر رہنے لگے۔ ایک دن جب شہر والے دوپہر میں قیلولہ کررہے تھے تو آپ چپکے سے شہر میں داخل ہو گئے اور اس شہر کا نام منف تھا جو مصر کے حدود میں واقع ہے اور منف دراصل مافہ تھا جو عربی میں منف ہو گیا اور بعض کا قول یہ ہے کہ یہ شہر عین الشمس تھا اور بعض مفسرین نے کہا کہ یہ شہر خابین تھا جو مصر سے دو کوس دور ہے۔ (تفسیر خازن، ج ۳، ص ۴۲۷، پ ۲۰، القصص: ۱۴) یا ام خنان یا مصر تھا۔ (تفسیر صاوی، ج ۴، ص ۱۵۲۲، پ ۲۰، القصص: ۱۴)

جب آپ شہر میں پہنچے تو یہ دیکھا کہ ایک شخص آپ کی قوم کا اسرائیلی اور ایک شخص فرعون کی قوم کا قبطی دونوں لڑ جھگڑ رہے ہیں۔ اسرائیلی نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فریاد کر کے مدد مانگی۔ اس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قبطی کو ایک گھونسہ مار دیا جس سے اس کا دم نکل گیا۔ اس پر آپ کو بہت افسوس ہوا اور آپ خدا سے استغفار کرنے لگے۔ فرعون کی قوم کے لوگوں نے فرعون کو اطلاع دی کہ کسی اسرائیلی نے ہمارے ایک قبطی کو مار ڈالا ہے اس پر فرعون نے قاتل اور گواہوں کی تلاش کا حکم دیا۔

فرعونی چاروں طرف گشت کرتے پھرتے تھے۔ مگر کوئی سراغ نہیں ملتا تھا۔ رات بھر صبح تک حضرت موسیٰ علیہ السلام فکر مند رہے کہ خدا جانے اس قبطی کے مارے جانے کا کیا نتیجہ نکلے گا اور اس کی قوم کے لوگ کیا کریں گے؟ دوسرے روز جب موسیٰ علیہ السلام کو پھر ایسا اتفاق پیش آیا کہ وہی اسرائیلی جس نے ایک دن پہلے آپ سے مدد طلب کی تھی آج پھر ایک فرعونی سے لڑ رہا تھا تو آپ نے اسرائیلی کو ڈانٹا کہ تو روز روز لوگوں سے لڑتا ہے اپنے کو بھی پریشانی میں ڈالتا ہے اور اپنے مددگاروں کو بھی فکر میں مبتلا کرتا ہے لیکن پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اسرائیلی پر رحم آ گیا اور آپ نے چاہا کہ اس کو فرعونی کے ظلم سے بچائیں تو اسرائیلی بولا کہ اے موسیٰ! کیا تم مجھے بھی ایسے ہی قتل کرنا چاہتے ہو جیسا کہ کل تم نے ایک آدمی کو قتل کر دیا۔ کیا تم یہی چاہتے ہو کہ زمین میں سخت گیر بنو اور اصلاح چاہتے ہی نہیں۔ اتنے میں شہر کے کنارے سے ایک آدمی دوڑتا ہوا آیا اور یہ خبر دی کہ دربار فرعون کے قبطی آپس میں آپ کے قتل کا مشورہ کررہے ہیں۔ لہٰذا آپ شہر سے نکل جایئے ←

....

میں آپ کا خیر خواہ ہوں تو آپ شہر سے باہر نکل گئے اور اس انتظار میں رہے کہ دیکھئے اب کیا ہوتا ہے؟ پھر آپ نے یہ دعا مانگی کہ اے میرے رب! مجھے ظالموں سے بچالے۔ یہ دعا مانگ کر آپ ہجرت کر کے مدین حضرت شعیب علیہ السلام کے پاس پہنچ گئے۔ انہوں نے آپ کو پناہ دی اور پھر اپنی ایک صاحبزادی بی بی صفورا سے آپ کا نکاح بھی کر دیا۔ (پ ۲۰، القصص: ۱۵۔ ۲۳ ملخصاً)

جس شخص نے شہر کے کنارے سے دوڑتے ہوئے آکر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو آپ کے قتل کا منصوبہ تیار ہونے کی خبر دی اور ہجرت کا مشورہ دیا وہ فرعون کے چچا کا لڑکا تھا، جس کا نام حزقیل یا شمعون یا سمعان تھا۔ یہ خاندان فرعون میں سے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لاچکا تھا۔ (تفسیر صاوی، ج ۴، ص ۱۵۲۴، پ ۲۰، القصص: ۲۰)

جنتی لاٹھی

یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وہ مقدس لاٹھی ہے جس کو عصاء موسیٰ کہتے ہیں اس کے ذریعہ آپ کے بہت سے اُن معجزات کا ظہور ہوا جن کو قرآن مجید نے مختلف عنوانوں کے ساتھ بار بار بیان فرمایا ہے۔

اس مقدس لاٹھی کی تاریخ بہت قدیم ہے جو اپنے دامن میں سینکڑوں اُن تاریخی واقعات کو سمیٹے ہوئے ہے جن میں عبرتوں اور نصیحتوں کے ہزاروں نشانات ستاروں کی طرح جگمگا رہے ہیں جن سے اہل نظر کو بصیرت کی روشنی اور ہدایت کا نور ملتا ہے۔

یہ لاٹھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قد برابر دس ہاتھ لمبی تھی۔ اور اس کے سر پر دو شاخیں تھیں جو رات میں مشعل کی طرح روشن ہو جایا کرتی تھیں۔ یہ جنت کے درخت پیلو کی لکڑی سے بنائی گئی تھی اور اس کو حضرت آدم علیہ السلام بہشت سے اپنے ساتھ لائے تھے۔ چنانچہ حضرت سید علی اجہوزی علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ

حضرت آدم علیہ السلام کے بعد یہ مقدس عصاء حضرات انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام کو یکے بعد دیگرے بطور میراث کے ملتا رہا۔ یہاں تک کہ حضرت شعیب علیہ السلام کو ملا جو قوم مدین کے نبی تھے جب حضرت موسیٰ علیہ السلام مصر سے ہجرت فرما کر مدین تشریف لے گئے اور حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی صاحبزادی حضرت بی بی صفوراء رضی اللہ عنہا سے آپ کا نکاح فرما دیا۔ اور آپ دس برس تک حضرت شعیب علیہ السلام کی خدمت میں رہ کر آپ کی بکریاں چراتے رہے۔ اُس وقت حضرت شعیب علیہ السلام نے حکم خداوندی (عزوجل) کے مطابق آپ کو یہ مقدس عصا عطا فرمایا۔

پھر جب آپ اپنی زوجہ محترمہ کو ساتھ لے کر مدین سے مصر اپنے وطن کے لئے روانہ ہوئے۔ اور وادی مقدس مقام طویٰ میں پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے اپنی تجلی سے آپ کو سرفراز فرما کر منصب رسالت کے شرف سے سربلند فرمایا۔ اُس وقت حضرت حق جل مجدہ نے آپ سے جس طرح کلام فرمایا قرآن مجید نے اُس کو اس طرح بیان فرمایا کہ!

وَمَا تِلْكَ بِيَمِيْنِكَ يٰمُوْسٰى ○ قَالَ هِيَ عَصَايَ اَتَوَكَّؤُا عَلَيْهَا وَاَهُشُّ بِهَا عَلٰى غَنَمِيْ وَلِيَ فِيْهَا مَاٰرِبُ اُخْرٰى ○

ترجمہ کنزالایمان:۔ اور یہ تیرے داہنے ہاتھ میں کیا ہے، اے موسیٰ عرض کی یہ میرا عصا ہے میں اس پر تکیہ لگاتا ہوں اور اس سے اپنی بکریوں پر پتے جھاڑتا ہوں اور میرے اس میں اور کام ہیں۔ (پ16، طہ:17، 18)

←

....

مَآرِبُ اُخْرٰی (دوسرے کاموں) کی تفسیر میں حضرت علامہ ابو البرکات عبداللہ بن احمد نسفی علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ مثلاً:۔
(۱) اس کو ہاتھ میں لے کر اُس کے سہارے چلنا (۲) اُس سے بات چیت کر کے دل بہلانا (۳) دن میں اُس کا درخت بن کر آپ پر سایہ کرنا (۴) رات میں اس کی دونوں شاخوں کا روشن ہو کر آپ کو روشنی دینا (۵) اُس سے دشمنوں، درندوں اور سانپوں، بچھوؤں کو مارنا (۶) کنوئیں سے پانی بھرنے کے وقت اس کا رسی بن جانا اور اُس کی دونوں شاخوں کا ڈول بن جانا (۷) بوقتِ ضرورت اُس کا درخت بن کر حسبِ خواہش پھل دینا (۸) اس کو زمین میں گاڑ دینے سے پانی نکل پڑنا وغیرہ (مدارک التنزیل، ج۳، ص۲۵۱، پ۱۶، طٰہٰ:۱۸)
حضرت موسیٰ علیہ السلام اِس مقدّس لاٹھی سے مذکورہ بالا کام نکالتے رہے مگر جب آپ فرعون کے دربار میں ہدایت فرمانے کی غرض سے تشریف لے گئے اور اُس نے آپ کو جادوگر کہہ کر جھٹلایا تو آپ کے اس عصا کے ذریعہ بڑے بڑے معجزات کا ظہور شروع ہو گیا

عصا مارنے سے چشمے جاری ہو گئے

بنی اسرائیل کا اصل وطن مُلکِ شام تھا لیکن حضرت یوسف علیہ السلام کے دورِ حکومت میں یہ لوگ مصر میں آ کر آباد ہو گئے اور ملکِ شام پر قوم عمالقہ کا تسلط اور قبضہ ہو گیا۔ جو بدترین قسم کے کفار تھے۔ جب فرعون دریائے نیل میں غرق ہو گیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کے خطرات سے اطمینان ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ قوم عمالقہ سے جہاد کر کے ملکِ شام کو اُن کے قبضہ و تسلط سے آزاد کرائیں۔ چنانچہ آپ چھ لاکھ بنی اسرائیل کی فوج لے کر جہاد کے لئے روانہ ہو گئے مگر ملکِ شام کی حدود میں پہنچ کر بنی اسرائیل پر قوم عمالقہ کا ایسا خوف سوار ہو گیا کہ بنی اسرائیل ہمت ہار گئے اور جہاد سے منہ پھیر لیا۔ اس نافرمانی پر اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو یہ سزا دی کہ یہ لوگ چالیس برس تک میدان تیہ میں بھٹکتے اور گھومتے پھرے اور اس میدان سے باہر نہ نکل سکے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی اُن لوگوں کے ساتھ میدانِ تیہ میں تشریف فرما تھے۔ جب بنی اسرائیل اس بے آب و گیاہ میدان میں بھوک و پیاس کی شدت سے بے قرار ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دُعا سے اُن لوگوں کے کھانے کے لئے من و سلویٰ آسمان سے اُتارا۔ مَن شہد کی طرح ایک قسم کا حلوہ تھا، اور سلویٰ بھنی ہوئی بٹیریں تھیں۔ کھانے کے بعد جب یہ لوگ پیاس سے بے تاب ہونے لگے اور پانی مانگنے لگے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پتھر پر اپنا عصا مار دیا تو اُس پتھر میں بارہ چشمے پھوٹ کر بہنے لگے اور بنی اسرائیل کے بارہ خاندان اپنے اپنے ایک چشمے سے پانی لے کر خود بھی پینے لگے اور اپنے جانوروں کو بھی پلانے لگے اور پورے چالیس برس تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ تھا جو عصا اور پتھر کے ذریعہ ظہور میں آیا۔ قرآن مجید نے اس واقعہ اور معجزہ کا بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ:

وَاِذِ اسْتَسْقٰى مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ فَقُلْنَا اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا قَدْ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ.

ترجمۂ کنزالایمان :۔ اور جب موسیٰ نے اپنی قوم کے لئے پانی مانگا تو ہم نے فرمایا اس پتھر پر اپنا عصا مارو فوراً اس میں سے بارہ چشمے بہہ نکلے۔ ہر گروہ نے اپنا گھاٹ پہچان لیا۔ (پ1، البقرۃ:60)

حضرت ہارون (60) علیہ السلام، حضرت شعیب (61) علیہ السلام،

عصا کی مار سے دریا پھٹ گیا

حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک مدت دراز تک فرعون کو ہدایت فرماتے رہے اور آیات و معجزات دکھاتے رہے مگر اس نے حق کو قبول نہیں کیا بلکہ اور زیادہ اس کی شرارت و سرکشی بڑھتی رہی۔ اور بنی اسرائیل نے چونکہ اس کی خدائی کو تسلیم نہیں کیا اس لئے اس نے اُن مومنین کو بہت زیادہ ظلم و ستم کا نشانہ بنایا اس دوران میں ایک دم حضرت موسیٰ علیہ السلام پر وحی اُتری کہ آپ اپنی قوم بنی اسرائیل کو اپنے ساتھ لے کر رات میں مصر سے ہجرت کر جائیں۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو ہمراہ لے کر رات میں مصر سے روانہ ہو گئے۔

جب فرعون کو پتا چلا تو وہ بھی اپنے لشکروں کو ساتھ لے کر بنی اسرائیل کی گرفتاری کے لئے چل پڑا۔ جب دونوں لشکر ایک دوسرے کے قریب ہو گئے تو بنی اسرائیل فرعون کے خوف سے چیخ پڑے کہ اب تو ہم فرعون کے ہاتھوں گرفتار ہو جائیں گے اور بنی اسرائیل کی پوزیشن بہت نازک ہو گئی کیونکہ اُن کے پیچھے فرعون کا خونخوار لشکر تھا اور آگے موجیں مارتا ہوا دریا تھا۔ اس پریشانی کے عالم میں حضرت موسیٰ علیہ السلام مطمئن تھے اور بنی اسرائیل کو تسلی دے رہے تھے۔ جب دریا کے پاس پہنچ گئے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم فرمایا کہ تم اپنی لاٹھی دریا پر مار دو۔ چنانچہ جونہی آپ نے دریا پر لاٹھی ماری تو فوراً ہی دریا میں بارہ سڑکیں بن گئیں اور بنی اسرائیل ان سڑکوں پر چل کر سلامتی کے ساتھ دریا سے پار نکل گئے۔ فرعون جب دریا کے قریب پہنچا اور اس نے دریا کی سڑکوں کو دیکھا تو وہ بھی اپنے لشکروں کے ساتھ اُن سڑکوں پر چل پڑا۔ مگر جب فرعون اور اس کا لشکر دریا کے بیچ میں پہنچا تو اچانک دریا موجیں مارنے لگا اور سب سڑکیں ختم ہو گئیں اور فرعون اپنے لشکروں سمیت دریا میں غرق ہو گیا۔ اس واقعہ کو قرآن مجید نے اس طرح بیان فرمایا کہ:۔

فَلَمَّا تَرَآءَ الْجَمْعٰنِ قَالَ اَصْحٰبُ مُوْسٰۤى اِنَّا لَمُدْرَكُوْنَ ۝ قَالَ كَلَّا ۚ اِنَّ مَعِیَ رَبِّیْ سَیَهْدِیْنِ ۝ فَاَوْحَیْنَاۤ اِلٰى مُوْسٰۤى اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْبَحْرَ ؕ فَانْفَلَقَ فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِیْمِ ۝ وَ اَزْلَفْنَا ثَمَّ الْاٰخَرِیْنَ ۝ وَ اَنْجَیْنَا مُوْسٰى وَ مَنْ مَّعَهٗۤ اَجْمَعِیْنَ ۝ ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِیْنَ ۝ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً ؕ وَ مَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ۝

ترجمہ کنزالایمان: پھر جب آمنا سامنا ہوا دونوں گروہوں کا موسیٰ والوں نے کہا ہم کو اُنہوں نے آلیا موسیٰ نے فرمایا۔ یوں نہیں بیشک میرا رب میرے ساتھ ہے وہ مجھے اب راہ دیتا ہے تو ہم نے موسیٰ کو وحی فرمائی کہ دریا پر اپنا عصا مار تو جبھی دریا پھٹ گیا تو ہر حصہ ہو گیا جیسے بڑا پہاڑ۔ اور وہاں قریب لائے ہم دوسروں کو اور ہم نے بچالیا موسیٰ اور اس کے سب ساتھ والوں کو پھر دوسروں کو ڈبو دیا بیشک اس میں ضرور نشانی ہے اور اُن میں اکثر مسلمان نہ تھے۔ (پ19، الشعراء: 61 تا 67)

(60) رَبِّ مُوْسٰى وَ هٰرُوْنَ ۝ (پ19، الشعراء: 48)

ترجمۂ کنزالایمان: جو موسیٰ اور ہارون کا رب ہے۔

(61) قَالُوْا یٰشُعَیْبُ اَصَلٰوتُكَ تَاْمُرُكَ (پ12، ھود: 87)

ترجمۂ کنزالایمان: بولے اے شعیب کیا تمہاری نماز تمہیں یہ حکم دیتی ہے۔

←

....

حضرت شعیب علیہ السلام

ایکہ جھاڑی کو کہتے ہیں ان لوگوں کا شہر سرسبز جنگلوں اور ہرے بھرے درختوں کے درمیان تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی ہدایت کے لئے حضرت شعیب علیہ السلام کو بھیجا۔ آپ نے اصحاب ایکہ کے سامنے جو وعظ فرمایا وہ قرآن مجید میں اس طرح بیان کیا گیا ہے، آپ نے فرمایا کہ

اَلَا تَتَّقُوْنَ ۝ اِنِّیْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ ۝ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوْنِ ۝ وَ مَاۤ اَسْــٴَـلُكُمْ عَلَیْهِ مِنْ اَجْرٍۚ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ اَوْفُوا الْكَیْلَ وَ لَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُخْسِرِیْنَ ۝ وَ زِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِیْمِ ۝ وَ لَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْیَآءَهُمْ وَ لَا تَعْثَوْا فِی الْاَرْضِ مُفْسِدِیْنَ ۝ وَ اتَّقُوا الَّذِیْ خَلَقَكُمْ وَ الْجِبِلَّةَ الْاَوَّلِیْنَ ۝ قَالُوْۤا اِنَّمَاۤ اَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِیْنَ ۝ وَ مَاۤ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا وَ اِنْ نَّظُنُّكَ لَمِنَ الْكٰذِبِیْنَ ۝ فَاَسْقِطْ عَلَیْنَا كِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ ۝ قَالَ رَبِّیْۤ اَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝ فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَهُمْ عَذَابُ یَوْمِ الظُّلَّةِؕ اِنَّهٗ كَانَ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ ۝

(پ19، الشعراء: 177 تا 189)

ترجمہ کنزالایمان: کیا ڈرتے نہیں بیشک میں تمہارے لئے اللہ کا امانت دار رسول ہوں تو اللہ سے ڈرو اور میرا حکم مانو اور میں اس پر کچھ تم سے اجرت نہیں مانگتا میرا اجر تو اسی پر ہے جو سارے جہان کا رب ہے ناپ پورا کرو اور گھٹانے والوں میں نہ ہو اور سیدھی ترازو سے تولو اور لوگوں کی چیزیں کم کر کے نہ دو اور زمین میں فساد پھیلاتے نہ پھرو اور اس سے ڈرو جس نے تم کو پیدا کیا اور اگلی مخلوق کو بولے تم پر جادو ہوا ہے تم تو نہیں مگر ہم جیسے آدمی اور بیشک ہم تمہیں جھوٹا سمجھتے ہیں تو ہم پر آسمان کا کوئی ٹکڑا گرا دو اگر تم سچے ہو فرمایا میرا رب خوب جانتا ہے جو تمہارے کوتک ہیں تو انہوں نے اسے جھٹلایا تو انہیں شامیانے والے دن کے عذاب نے آلیا۔ بیشک وہ بڑے دن کا عذاب تھا۔

خلاصہ یہ کہ اصحاب ایکہ نے حضرت شعیب علیہ السلام کی مصلحانہ تقریر کو سن کر بدزبانی کی اور اپنی سرکشی اور غرور و تکبر کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے پیغمبر کو جھٹلا دیا اور یہاں تک اپنی سرکشی کا اظہار کیا کہ پیغمبر سے یہ کہہ دیا کہ اگر تم سچے ہو تو ہم پر آسمان کا کوئی ٹکڑا گرا کر ہم کو ہلاک کر دو۔

اس کے بعد اس قوم پر خداوند قہار و جبار کا قاہرانہ عذاب آ گیا وہ عذاب کیا تھا؟ سنئے اور عبرت حاصل کیجئے۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں پر جہنم کا ایک دروازہ کھول دیا جس سے پوری آبادی میں شدید گرمی اور لو کی حرارت و تپش پھیل گئی اور بستی والوں کا دم گھٹنے لگا تو وہ لوگ اپنے گھروں میں گھسنے لگے اور اپنے اوپر پانی کا چھڑکاؤ کرنے لگے مگر پانی اور سایہ سے انہیں کوئی چین اور سکون نہیں ملتا تھا۔ اور گرمی کی تپش سے ان کے بدن جھلسے جا رہے تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ایک بدلی بھیجی جو شامیانے کی طرح پوری بستی پر چھا گئی اور اس کے اندر ٹھنڈک اور فرحت بخش ہوا تھی۔ یہ دیکھ کر سب گھروں سے نکل کر اس بدلی کے شامیانے میں آ گئے جب تمام آدمی بدلی کے نیچے آ گئے تو زلزلہ آیا اور آسمان سے آگ برسی۔ جس میں سب کے سب ٹڈیوں کی طرح تڑپ تڑپ کر جل گئے۔ ان لوگوں نے اپنی سرکشی سے یہ کہا تھا کہ اے شعیب! ہم پر آسمان کا کوئی ٹکڑا گرا کر ہم کو ہلاک کر دو۔ چنانچہ وہی عذاب ←

حضرت لوط (62) علیہ السلام،

اس صورت میں اس سرکش قوم پر آ گیا اور سب کے سب جل کر راکھ کا ڈھیر بن گئے۔

(تفسیر صاوی، ج ۴، ص ۱۴۶۷، پ ۱۹، الشعراء: ۱۸۹)

ایک ضروری توضیح: واضح رہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام دو قوموں کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے تھے۔ ایک قوم مدین، دوسرے اصحاب ایکہ۔ ان دونوں قوموں نے آپ کو جھٹلا دیا، اور اپنے طغیان و عصیان کا مظاہرہ اور اپنی سرکشی کا اظہار کرتے ہوئے ان دونوں قوموں نے آپ کے ساتھ بے ادبی اور بدزبانی کی اور دونوں قومیں عذاب الٰہی سے ہلاک کر دی گئیں۔ اصحاب مدین پر تو یہ عذاب آیا کہ فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ یعنی حضرت جبرئیل علیہ السلام کی چیخ اور چنگھاڑ کی ہولناک آواز سے زمین دہل گئی اور لوگوں کے دل خوف و دہشت سے پھٹ گئے اور سب دم زدن میں موت کے گھاٹ اُتر گئے۔

اور اصحاب ایکہ، عذاب یوم الظلۃ سے ہلاک کر دیئے گئے جس کا تفصیلی بیان ابھی ابھی آپ پڑھ چکے ہیں۔

(تفسیر صاوی، ج ۴، ص ۱۴۶۷، پ ۱۹، الشعراء: ۱۷۶)

(62) كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوْطِ ِالْمُرْسَلِيْنَ ۝ (پ 19، الشعراء: 160)

ترجمۂ کنزالایمان: لوط کی قوم نے رسولوں کو جھٹلایا۔

حضرت لوط علیہ السلام

یہ حضرت لوط علیہ السلام کا شہر سدوم ہے۔ جو ملک شام میں صوبہ حمص کا ایک مشہور شہر ہے۔ حضرت لوط علیہ السلام بن هاران بن تارخ، یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے ہیں۔ یہ لوگ عراق میں شہر بابل کے باشندہ تھے پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام وہاں سے ہجرت کر کے فلسطین تشریف لے گئے اور حضرت لوط علیہ السلام ملک شام کے ایک شہر اُردن میں مقیم ہو گئے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو نبوت عطا فرما کر سدوم والوں کی ہدایت کے لئے بھیج دیا۔ (تفسیر الصاوی، ج ۲، ص ۶۸۹، پ ۸، الاعراف: ۸۰)

شہر سدوم:۔ شہر سدوم کی بستیاں بہت آباد اور نہایت سرسبز و شاداب تھیں اور وہاں طرح طرح کے اناج اور قسم قسم کے پھل اور میوے بکثرت پیدا ہوتے تھے۔ شہر کی خوشحالی کی وجہ سے اکثر جابجا کے لوگ مہمان بن کر ان آبادیوں میں آیا کرتے تھے اور شہر کے لوگوں کو ان مہمانوں کی مہمان نوازی کا بار اٹھانا پڑتا تھا۔ اس لئے اس شہر کے لوگ مہمانوں کی آمد سے بہت ہی کبیدہ خاطر اور تنگ ہو چکے تھے۔ مگر مہمانوں کو روکنے اور بھگانے کی کوئی صورت نظر نہیں آ رہی تھی۔ اس ماحول میں ابلیس لعین ایک بوڑھے کی صورت میں نمودار ہوا۔ اور ان لوگوں سے کہنے لگا کہ اگر تم لوگ مہمانوں کی آمد سے نجات چاہتے ہو تو اس کی یہ تدبیر ہے کہ جب بھی کوئی مہمان تمہاری بستی میں آئے تو تم لوگ زبردستی اس کے ساتھ بدفعلی کرو۔ چنانچہ سب سے پہلے ابلیس خود ایک خوبصورت لڑکے کی شکل میں مہمان بن کر اس بستی میں داخل ہوا۔ اور ان لوگوں سے خوب بدفعلی کرائی اس طرح یہ فعلِ بد ان لوگوں نے شیطان سے سیکھا۔ پھر رفتہ رفتہ اس برے کام کے یہ لوگ اس قدر عادی بن گئے کہ عورتوں کو چھوڑ کر مردوں سے اپنی شہوت پوری کرنے لگے۔ (روح البیان، ج ۳، ص ۱۹۷، پ ۸، الاعراف: ۸۴)

چنانچہ حضرت لوط علیہ السلام نے ان لوگوں کو اس فعلِ بد سے منع کرتے ہوئے اس طرح وعظ فرمایا کہ: ←

....

اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِیْنَ ۝ اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِؕ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ ۝

ترجمہ کنزالایمان:۔اپنی قوم سے کہا کیا وہ بے حیائی کرتے ہو جو تم سے پہلے جہان میں کسی نے نہ کی تم تو مردوں کے پاس شہوت سے جاتے ہو عورتیں چھوڑ کر بلکہ تم لوگ حد سے گزر گئے۔(پ8،الاعراف:80،81)

حضرت لوط علیہ السلام کے اس اصلاحی اور مصلحانہ وعظ کو سن کر ان کی قوم نے نہایت بے باکی اور انتہائی بے حیائی کے ساتھ کیا کہا؟ اس کو قرآن کی زبان سے سنئے:

وَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوْۤا اَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ قَرْیَتِكُمْۚ اِنَّهُمْ اُنَاسٌ یَّتَطَهَّرُوْنَ ۝

ترجمہ کنزالایمان:۔اور اس کی قوم کا کچھ جواب نہ تھا مگر یہی کہنا کہ ان کو اپنی بستی سے نکال دو یہ لوگ تو پاکیزگی چاہتے ہیں۔

(پ8،الاعراف:82)

جب قوم لوط کی سرکشی اور بدفعلی قابل ہدایت نہ رہی تو اللہ تعالیٰ کا عذاب آ گیا۔چنانچہ حضرت جبرائیل علیہ السلام چند فرشتوں کو ہمراہ لے کر آسمان سے اتر پڑے۔پھر یہ فرشتے مہمان بن کر حضرت لوط علیہ السلام کے پاس پہنچے اور یہ سب فرشتے بہت ہی حسین اور خوبصورت لڑکوں کی شکل میں تھے۔ان مہمانوں کے حسن و جمال کو دیکھ کر اور قوم کی بدکاری کا خیال کر کے حضرت لوط علیہ السلام بہت فکر مند ہوئے۔تھوڑی دیر بعد قوم کے بدفعلوں نے حضرت لوط علیہ السلام کے گھر کا محاصرہ کر لیا اور ان مہمانوں کے ساتھ بدفعلی کے ارادہ سے دیوار پر چڑھنے لگے۔حضرت لوط علیہ السلام نے نہایت دل سوزی کے ساتھ ان لوگوں کو سمجھانا اور اس برے کام سے منع کرنا شروع کر دیا۔مگر یہ بدفعل اور سرکش قوم اپنے بے ہودہ جواب اور برے اقدام سے باز نہ آئی۔تو آپ اپنی تنہائی اور مہمانوں کے سامنے رسوائی سے تنگ دل ہو کر غمگین و رنجیدہ ہو گئے۔یہ منظر دیکھ کر حضرت جبریل علیہ السلام نے فرمایا کہ اے اللہ عزوجل کے نبی آپ بالکل کوئی فکر نہ کریں۔ہم لوگ اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے فرشتے ہیں جو ان بدکاروں پر عذاب لے کر اترے ہیں۔لہٰذا آپ مومنین اور اپنے اہل و عیال کو ساتھ لے کر صبح ہونے سے قبل ہی اس بستی سے دور نکل جائیں اور خبردار کوئی شخص پیچھے مڑ کر اس بستی کی طرف نہ دیکھے ورنہ وہ بھی اس عذاب میں گرفتار ہو جائے گا۔چنانچہ حضرت لوط علیہ السلام اپنے گھر والوں اور مومنین کو ہمراہ لے کر بستی سے باہر نکل گئے۔پھر حضرت جبریل علیہ السلام اس شہر کی پانچوں بستیوں کو اپنے پروں پر اٹھا کر آسمان کی طرف بلند ہوئے اور کچھ اوپر جا کر ان بستیوں کو الٹ دیا اور یہ آبادیاں زمین پر گر کر چکنا چور ہو کر زمین پر بکھر گئیں۔پھر کنکر کے پتھروں کا مینہ برسا اور اس زور سے سنگ باری ہوئی کہ قوم لوط کے تمام لوگ مر گئے اور ان کی لاشیں بھی ٹکڑے ٹکڑے ہو کر بکھر گئیں۔عین اس وقت جب کہ یہ شہر الٹ پلٹ ہو رہا تھا۔حضرت لوط علیہ السلام کی ایک بیوی جس کا نام واعلہ تھا جو درحقیقت منافقہ تھی اور قوم کے بدکاروں سے محبت رکھتی تھی اس نے پیچھے مڑ کر دیکھ لیا اور یہ کہا کہ ہائے رے میری قوم یہ کہہ کر کھڑی ہو گئی پھر عذاب الٰہی کا ایک پتھر اس کے اوپر بھی گر پڑا اور وہ بھی ہلاک ہو گئی۔چنانچہ قرآن مجید میں حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

فَاَنْجَیْنٰهُ وَ اَهْلَهٗۤ اِلَّا امْرَاَتَهٗ ﳲ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِیْنَ ۝ وَ اَمْطَرْنَا عَلَیْهِمْ مَّطَرًاؕ فَانْظُرْ كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِیْنَ ۝ ←

حضرت ہود(63)علیہ السلام،حضرت داود(64)علیہ السلام،

ترجمہ کنزالایمان: تو ہم نے اسے اور اس کے گھر والوں کو نجات دی مگر اس کی عورت وہ رہ جانے والوں میں ہوئی اور ہم نے اُن پر ایک مینہ برسایا تو دیکھو کیسا انجام ہوا مجرموں کا۔(پ8،الاعراف:84،83)

جو پتھر اس قوم پر برسائے گئے وہ کنکروں کے ٹکڑے تھے۔اور ہر پتھر پر اُس شخص کا نام لکھا ہوا تھا جو اس پتھر سے ہلاک ہوا۔

(تفسیر الصاوی،ج ۲،ص ۶۹۱،پ ۸،الاعراف:۸۴)

(63) وَاِلٰی عَادٍ اَخَاھُمْ ھُوْدًا (پ8،الاعراف:65)

ترجمۂ کنزالایمان: اور عاد کی طرف ان کی برادری سے ہود کو بھیجا۔

(64) حضرت داؤد علیہ السلام

جب طالوت بنی اسرائیل کے بادشاہ بن گئے تو آپ نے بنی اسرائیل کو جہاد کے لئے تیار کیا اور ایک کافر بادشاہ جالوت سے جنگ کرنے کے لئے اپنی فوج کو لے کر میدان جنگ میں نکلے۔جالوت بہت ہی قد آور اور نہایت ہی طاقتور بادشاہ تھا وہ اپنے سر پر لوہے کی جو ٹوپی پہنتا تھا اس کا وزن تین سو رطل تھا۔جب دونوں فوجیں میدانِ جنگ میں لڑائی کے لئے صف آرائی کر چکیں تو حضرت طالوت نے اپنے لشکر میں یہ اعلان فرما دیا کہ جو شخص جالوت کو قتل کریگا،میں اپنی شہزادی کا نکاح اس کے ساتھ کردوں گا۔اور اپنی آدھی سلطنت بھی اس کو عطا کردوں گا۔یہ فرمان شاہی سن کر حضرت داؤد علیہ السلام آگے بڑھے جو ابھی بہت ہی کمسن تھے اور بیماری سے چہرہ زرد ہو رہا تھا۔اور غربت و مفلسی کا یہ عالم تھا کہ بکریاں چرا کر اس کی اجرت سے گزر بسر کرتے تھے۔روایت ہے کہ جب حضرت داؤد علیہ السلام گھر سے جہاد کے لئے روانہ ہوئے تھے تو راستہ میں ایک پتھر یہ بولا کہ اے حضرت داؤد! مجھے اٹھا لیجئے کیونکہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا پتھر ہوں۔پھر دوسرے پتھر نے آپ کو پکارا کہ اے حضرت داؤد مجھے اٹھا لیجئے کیونکہ میں حضرت ہارون علیہ السلام کا پتھر ہوں۔پھر ایک تیسرے پتھر نے آپ کو پکار کر عرض کیا کہ اے حضرت داؤد علیہ السلام مجھے اٹھا لیجئے کیونکہ میں جالوت کا قاتل ہوں۔آپ علیہ السلام نے ان تینوں پتھروں کو اٹھا کر اپنے جھولے میں رکھ لیا۔جب جنگ شروع ہوئی تو حضرت داؤد علیہ السلام اپنی گوپھن لے کر صفوں سے آگے بڑھے اور جب جالوت پر آپ کی نظر پڑی تو آپ نے ان تینوں پتھروں کو اپنی گوپھن میں رکھ کر اور بسم اللہ پڑھ کر گوپھن سے تینوں پتھروں کو جالوت کے اوپر پھینکا اور یہ تینوں پتھر جا کر جالوت کی ناک اور کھوپڑی پر لگے اور اس کے بھیجے کو پاش پاش کر کے سر کے پیچھے سے نکل کر تیس جالوتیوں کو لگے اور سب کے سب مقتول ہو کر گر پڑے۔پھر حضرت داؤد علیہ السلام نے جالوت کی لاش کو گھسیٹتے ہوئے لا کر اپنے بادشاہ حضرت طالوت کے قدموں میں ڈال دیا اس پر حضرت طالوت اور بنی اسرائیل بے حد خوش ہوئے۔

جالوت کے قتل ہو جانے سے اس کا لشکر بھاگ نکلا اور حضرت طالوت کو فتح مبین ہوگئی اور اپنے اعلان کے مطابق حضرت طالوت نے حضرت داؤد علیہ السلام کے ساتھ اپنی لڑکی کا نکاح کر دیا اور اپنی آدھی سلطنت کا ان کو سلطان بنا دیا۔پھر پورے چالیس برس کے بعد جب حضرت طالوت بادشاہ کا انتقال ہوگیا تو حضرت داؤد علیہ السلام پوری سلطنت کے بادشاہ بن گئے اور جب حضرت شمویل علیہ السلام کی وفات ہوگئی تو اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کو سلطنت کے ساتھ نبوت سے بھی سرفراز فرما دیا۔آپ سے پہلے سلطنت اور نبوت ـــــ

دونوں اعزاز ایک ساتھ کسی کو بھی نہیں ملا تھا۔ آپ پہلے شخص ہیں کہ ان دونوں عہدوں پر فائز ہو کر ستر برس تک سلطنت اور نبوت دونوں منصبوں کے فرائض پورے کرتے رہے اور پھر آپ کے بعد آپ کے فرزند حضرت سلیمان علیہ السلام کو بھی اللہ تعالیٰ نے سلطنت اور نبوت دونوں مرتبوں سے سرفراز فرمایا۔ (تفسیر جمل علی الجلالین، ج۱، ص۳۰۸، پ۲، البقرۃ۲۵۱)

اس واقعہ کا اجمالی بیان قرآن مجید کی سورہ بقرہ میں اس طرح ہے کہ:۔

وَقَتَلَ دَاوٗدُ جَالُوْتَ وَاٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَهٗ مِمَّا یَشَآءُؕ

ترجمہ کنزالایمان:۔اور قتل کیا داؤد نے جالوت کو اور اللہ نے اسے سلطنت اور حکمت عطا فرمائی اور اسے جو چاہا سکھایا۔

(پ2،البقرۃ:251)

حضرت داؤد علیہ السلام کا ذریعہ معاش

حضرت داؤد علیہ السلام نے باوجودیکہ ایک عظیم سلطنت کے بادشاہ تھے مگر ساری عمر وہ اپنے ہاتھ کی دستکاری کی کمائی سے اپنے خورد ونوش کا سامان کرتے رہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ معجزہ عطا فرمایا تھا کہ آپ لوہے کو ہاتھ میں لیتے تو وہ موم کی طرح نرم ہو جایا کرتا تھا اور آپ اس سے زرہیں بنایا کرتے تھے اور ان کو فروخت کر کے اس رقم کو اپنا ذریعہ معاش بنائے ہوئے تھے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو پرندوں کی بولی سکھادی تھی۔ (روح البیان، ج۱، ص۳۹۱، پ۲، البقرۃ:۲۵۱)

(65) حضرت سلیمان علیہ السلام

حضرت سلیمان علیہ السلام حضرت داؤد علیہ السلام کے فرزند ہیں۔ یہ اپنے مقدس باپ کے جانشین ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے ان کو بھی نبوت اور سلطنت دونوں سعادتوں سے سرفراز فرما کر تمام روئے زمین کا بادشاہ بنادیا اور چالیس برس تک آپ تختِ سلطنت پر جلوہ گر رہے۔ جن و انسان وشیاطین اور چرندوں، پرندوں، درندوں سب پر آپ کی حکومت تھی سب کی زبانوں کا آپ کو علم عطا کیا گیا اور طرح طرح کی عجیب و غریب صنعتیں آپ کے زمانے میں بروئے کار آئیں۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے:۔

وَوَرِثَ سُلَیْمٰنُ دَاوٗدَ وَقَالَ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّیْرِ وَاُوْتِیْنَا مِنْ كُلِّ شَیْءٍؕ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْفَضْلُ الْمُبِیْنُ○

(پ19،النمل:16)

ترجمہ کنزالایمان:۔اور سلیمان داؤد کا جانشین ہوا اور کہا اے لوگو ہمیں پرندوں کی بولی سکھائی گئی اور ہر چیز میں سے ہم کو عطا ہوا بیشک یہی ظاہر فضل ہے۔

اسی طرح قرآن مجید میں دوسری جگہ ارشاد ہوا:

وَلِسُلَیْمٰنَ الرِّیْحَ غُدُوُّهَا شَهْرٌ وَّرَوَاحُهَا شَهْرٌۚ وَاَسَلْنَا لَهٗ عَیْنَ الْقِطْرِؕ وَمِنَ الْجِنِّ مَنْ یَّعْمَلُ بَیْنَ یَدَیْهِ بِاِذْنِ رَبِّهٖؕ وَمَنْ یَّزِغْ مِنْهُمْ عَنْ اَمْرِنَا نُذِقْهُ مِنْ عَذَابِ السَّعِیْرِ○ یَعْمَلُوْنَ لَهٗ مَا یَشَآءُ مِنْ مَّحَارِیْبَ وَتَمَاثِیْلَ وَجِفَانٍ كَالْجَوَابِ وَقُدُوْرٍ رّٰسِیٰتٍ (پ22،سبا:13،12)

ترجمہ کنزالایمان:۔اور سلیمان کے بس میں ہوا کردی اس کی صبح کی منزل ایک مہینہ کی راہ اور شام کی منزل ایک مہینے کی راہ اور ہم نے اس کے لئے پگھلے ہوئے تانبے کا چشمہ بہایا اور جنوں میں سے وہ جو اس کے آگے کام کرتے اس کے رب کے حکم سے اور جو ان میں ہمارے حکم سے پھرے ہم اسے بھڑکتی آگ کا عذاب چکھائیں گے اس کے لئے بناتے جو وہ چاہتا اونچے اونچے محل اور تصویریں اور بڑے حوضوں کے برابر لگن اور لنگر دار دیگیں۔

روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت سلیمان علیہ السلام جن وانس وغیرہ اپنے تمام لشکروں کو لے کر طائف یا شام میں وادی نمل سے گزرے جہاں چیونٹیاں بکثرت تھیں تو چیونٹیوں کی ملکہ جو مادہ اور لنگڑی تھی اس نے تمام چیونٹیوں سے کہا کہ اے چیونٹیو! تم سب اپنے گھروں میں چلی جاؤ ورنہ حضرت سلیمان اور ان کا لشکر تمہیں بے خبری میں کچل ڈالے گا۔ چیونٹی کی اس تقریر کو حضرت سلیمان علیہ السلام نے تین میل کی دوری سے سن لیا اور مسکرا کر ہنس دیئے۔ چنانچہ رب تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا:

حَتّٰۤى اِذَاۤ اَتَوْا عَلٰى وَادِ النَّمْلِۙ قَالَتْ نَمْلَةٌ یّٰۤاَیُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوْا مَسٰكِنَكُمْۚ لَا یَحْطِمَنَّكُمْ سُلَیْمٰنُ وَ جُنُوْدُهٗۙ وَ هُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ○ فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا مِّنْ قَوْلِهَا (پ19،النمل:19،18)

ترجمہ کنزالایمان:۔ یہاں تک کہ جب چیونٹیوں کے نالے پر آئے ایک چیونٹی بولی اے چیونٹیو! اپنے گھروں میں چلی جاؤ تمہیں کچل نہ ڈالیں سلیمان اور ان کے لشکر بے خبری میں تو اس کی بات سے مسکرا کر ہنسا۔

جن اور جانور فرمانبردار

حضرت سلیمان علیہ السلام کا ایک خاص معجزہ اور اُن کی سلطنت کا ایک خصوصی امتیاز یہ ہے کہ ان کے زیر نگین صرف انسان ہی نہیں تھے بلکہ جن اور حیوانات بھی تابع فرمان تھے اور سب آپ کے حاکمانہ اقتدار کے زیر حکم تھے اور یہ سب کچھ اس لئے ہوا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ایک مرتبہ دربار خداوندی (عزوجل) میں یہ دعا کی تھی کہ:

قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِیْ وَ هَبْ لِیْ مُلْكًا لَّا یَنْۢبَغِیْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِیْۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ○

ترجمہ کنزالایمان:۔اے میرے رب مجھے بخش دے اور مجھے ایسی سلطنت عطا کر کہ میرے بعد کسی کو لائق نہ ہو بیشک تو ہی ہے بڑی دین والا۔(پ23،ص:35)

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا مقبول فرمائی اور آپ کو ایسی عجیب و غریب حکومت اور بادشاہی عطا فرمائی کہ نہ آپ سے پہلے کسی کو ملی، نہ آپ کے بعد کسی کو میسر ہوئی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن ارشاد فرمایا کہ گزشتہ رات ایک سرکش جن نے یہ کوشش کی کہ میری نماز میں خلل ڈالے تو خداوند تعالیٰ نے مجھ کو اس پر قابو دے دیا اور میں نے اس کو پکڑ لیا اس کے بعد میں نے ارادہ کیا کہ اس کو مسجد کے ستون سے باندھ دوں تاکہ تم سب دن میں اس کو دیکھ سکو۔ مگر اس وقت مجھ کو اپنے بھائی سلیمان (علیہ السلام) کی یہ دعا یاد آگئی کہ وَهَبْ لِیْ مُلْكًا لَّا یَنْۢبَغِیْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِیْ ...الخ یہ یاد آتے ہی میں نے اس کو چھوڑ دیا۔ ←

(بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب قول اللہ عزوجل ووھبنا الخ، رقم الحدیث ۳۴۲۳، ج ۲، ص ۵۲۶)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ اگرچہ خداوند تعالیٰ نے تمام انبیاء و رسل کے خصائص و معجزات و خصوصی امتیازات و کمالات مجھ میں جمع فرما دیئے ہیں اس لئے قوم جن کی تسخیر پر بھی مجھ کو قدرت حاصل ہے لیکن چونکہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس اختصاص کو اپنا خصوصی طغراء امتیاز قرار دیا ہے اس لئے میں نے اس سلسلہ کا مظاہرہ کرنا مناسب نہیں سمجھا۔ قرآن کریم کی حسب ذیل آیتوں میں بھی حضرت سلیمان علیہ السلام کے اس معجزانہ اقتدار حکومت کا تذکرہ ہے۔

(۱) وَمِنَ الشَّیٰطِیْنِ مَنْ یَّغُوْصُوْنَ لَهٗ وَیَعْمَلُوْنَ عَمَلًا دُوْنَ ذٰلِكَ ۚ وَكُنَّا لَهُمْ حٰفِظِیْنَ ۝

ترجمہ کنزالایمان:۔اور شیطان میں سے وہ جو اس کے لئے غوطہ لگاتے اور اس کے سوا اور کام کرتے اور ہم انہیں روکے ہوئے تھے۔

(پ17، الانبیاء:82)

اسی طرح سورہ "سبا" میں ارشاد فرمایا:

وَمِنَ الْجِنِّ مَنْ یَّعْمَلُ بَیْنَ یَدَیْهِ بِاِذْنِ رَبِّهٖ ؕ وَمَنْ یَّزِغْ مِنْهُمْ عَنْ اَمْرِنَا نُذِقْهُ مِنْ عَذَابِ السَّعِیْرِ ۝ یَعْمَلُوْنَ لَهٗ مَا یَشَآءُ مِنْ مَّحَارِیْبَ وَتَمَاثِیْلَ وَجِفَانٍ كَالْجَوَابِ وَقُدُوْرٍ رّٰسِیٰتٍ

ترجمہ کنزالایمان:۔اور جنوں میں سے وہ جو اس کے آگے کام کرتے اس کے رب کے حکم سے اور جو ان میں ہمارے حکم سے پھرے ہم اسے بھڑکتی آگ کا عذاب چکھائیں گے اس کے لئے بناتے جو وہ چاہتا اونچے اونچے محل اور تصویریں اور بڑے حوضوں کے برابر لگن اور لنگردار دیگیں۔ (پ22، سبا:12۔13)

اور سورہ نمل میں یہ فرمایا کہ:

(3) وَحُشِرَ لِسُلَیْمٰنَ جُنُوْدُهٗ مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ وَالطَّیْرِ فَهُمْ یُوْزَعُوْنَ ۝

ترجمہ کنزالایمان:۔اور جمع کئے گئے سلیمان کے لئے اس کے لشکر جنوں اور آدمیوں اور پرندوں سے تو وہ روکے جاتے تھے۔

(پ19، النمل:17)

اور سورہ ص میں اس طرح ارشاد فرمایا کہ

(4) وَالشَّیٰطِیْنَ كُلَّ بَنَّآءٍ وَّغَوَّاصٍ ۝ وَّاٰخَرِیْنَ مُقَرَّنِیْنَ فِی الْاَصْفَادِ ۝ هٰذَا عَطَآؤُنَا فَامْنُنْ اَوْ اَمْسِكْ بِغَیْرِ حِسَابٍ ۝

ترجمہ کنزالایمان:۔اور دیو بس میں کر دیئے ہر معمار اور غوطہ خور اور دوسرے اور بیڑیوں میں جکڑے ہوئے یہ ہماری عطا ہے اب تو چاہے تو احسان کر یا روک رکھ تجھ پر کچھ حساب نہیں۔ (پ23، ص:37۔39)

ہوا پر حکومت

حضرت سلیمان علیہ السلام کا یہ بھی ایک خاص معجزہ اور آپ کی نبوت کا خصوصی امتیاز تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ہوا کو ان کے حق میں مسخر کر دیا تھا ←

اور وہ ان کے زیرِ فرمان کردی گئی تھی۔ چنانچہ حضرت سلیمان علیہ السلام جب چاہتے تو صبح کو ایک مہینے کی مسافت اور شام کو ایک مہینے کی مسافت کی مقدار ہوا کے دوش پر سفر کر لیتے تھے۔

قرآن کریم نے آپ کے اس معجزے کے متعلق تین باتیں بیان کی ہیں۔ ایک یہ کہ ہوا کو حضرت سلیمان علیہ السلام کے حق میں مسخر کر دیا۔ دوسرے یہ کہ ہوا ان کے حکم کے اس طرح تابع تھی کہ شدید تیز و تند ہونے کے باوجود ان کے حکم سے نرم اور آہستہ روی کے باعث راحت ہو جاتی تھی، تیسری بات یہ کہ ہوا کی نرم رفتاری کے باوجود اس کی تیز رفتاری کا یہ عالم تھا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے صبح و شام کا جدا جدا سفر ایک شہ سوار کے مسلسل ایک ماہ کی رفتار کے برابر تھا گویا حضرت سلیمان علیہ السلام کا تخت انجن اور مشین جیسے ظاہری اسباب سے بالاتر صرف ان کے حکم سے ایک بہت تیز رفتار ہوائی جہاز سے بھی زیادہ تیز مگر سبک روی کے ساتھ ہوا کے کاندھے پر اُڑا چلا جاتا تھا۔

اس مقام پر تختِ سلیمان اور آپ کے سفر کے متعلق جو تفصیلات سیرت کی کتابوں اور تفسیروں میں منقول ہیں ان میں بہت سے واقعات اسرائیلیات کا ذخیرہ ہیں جن کو بعض واعظین بیان کرتے ہیں مگر وہ قابل اعتبار نہیں اور ان پر بہت سے اعتراضات بھی وارد ہوتے ہیں۔

قرآن مجید نے اس واقعہ کے متعلق صرف اس قدر بیان کیا ہے کہ:

وَلِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ عَاصِفَةً تَجْرِيْ بِاَمْرِهٖۤ اِلَى الْاَرْضِ الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا ؕ وَكُنَّا بِكُلِّ شَيْءٍ عٰلِمِيْنَ۝

ترجمہ کنزالایمان:۔اور سلیمان کے لئے تیز ہوا مسخر کردی کہ اس کے حکم سے چلتی اس زمین کی طرف جس میں ہم نے برکت رکھی اور ہم کو ہر چیز معلوم ہے۔(پ17،الانبیاء:81)

اور سورہ سبا میں یہ ارشاد فرمایا کہ:

وَلِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ غُدُوُّهَا شَهْرٌ وَّرَوَاحُهَا شَهْرٌ (پ22،سبا:12)

ترجمہ کنزالایمان:۔اور سلیمان کے بس میں ہوا کردی اس کی صبح کی منزل ایک مہینہ کی راہ اور شام کی منزل ایک مہینہ کی راہ۔

اور سورہ صٓ میں فرمایا کہ:

فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيْحَ تَجْرِيْ بِاَمْرِهٖ رُخَآءً حَيْثُ اَصَابَ۝

ترجمہ کنزالایمان:۔تو ہم نے ہوا اس کے بس میں کردی کہ اس کے حکم سے نرم نرم چلتی جہاں وہ چاہتا۔(پ23،ص:36)

تانبے کے چشمے

حضرت سلیمان علیہ السلام چونکہ عظیم الشان عمارتوں اور پرشوکت قلعوں کی تعمیر کے بہت شائق تھے اس لئے ضرورت تھی کہ گارے اور چونے کے بجائے پگھلی ہوئی دھات گارے کی جگہ استعمال کی جائے لیکن اس قدر کثیر مقدار میں یہ کیسے میسر آئے یہ سوال تھا جس کا حل حضرت سلیمان علیہ السلام چاہتے تھے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی اس مشکل کو اس طرح حل کر دیا کہ ان کو پگھلے ہوئے تانبے کے چشمے عطا فرمائے۔

بعض مفسرین کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ حسب ضرورت حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے تانبے کو پگھلا دیتا تھا اور یہ حضرت سلیمان علیہ السلام ←

حضرت زکریا (67) علیہ السلام،

ہرگز کبھی کوڑھ اور جذام کی بیماری میں مبتلا نہیں ہوئے بلکہ آپ کے بدن پر کچھ آبلے اور پھوڑے پھنسیاں نکل آئی تھیں جن سے آپ برسوں تکلیف اور مشقت جھیلتے رہے اور برابر صابر وشاکر رہے۔ پھر آپ نے بحکم الٰہی اپنے رب سے یوں دعا مانگی:

اَنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَ اَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ ۝ (پ17، الانبیاء:83)

ترجمہ کنزالایمان:۔ مجھے تکلیف پہنچی اور تو سب مہر والوں سے بڑھ کر مہر والا ہے۔

جب آپ خدا کی آزمائش میں پورے اترے اور امتحان میں کامیاب ہو گئے تو آپ کی دعا مقبول ہوئی اور ارحم الراحمین نے حکم فرمایا کہ اے ایوب علیہ السلام! اپنا پاؤں زمین پر مارو۔ آپ نے زمین پر پاؤں مارا تو فوراً ایک چشمہ پھوٹ پڑا۔ حکم الٰہی ہوا کہ اس پانی سے غسل کرو، چنانچہ آپ نے غسل کیا تو آپ کے بدن کی تمام بیماریاں دور ہو گئیں۔ پھر آپ چالیس قدم دور چلے تو دوبارہ زمین پر قدم مارنے کا حکم ہوا اور آپ کے قدم مارتے ہی پھر ایک دوسرا چشمہ نمودار ہو گیا جس کا پانی بے حد ٹھنڈا، بہت شیریں اور نہایت لذیذ تھا۔ آپ نے وہ پانی پیا تو آپ کے باطن میں نور ہی نور پیدا ہو گیا۔ اور آپ کو اعلیٰ درجے کی صحت ونورانیت حاصل ہو گئی اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی تمام اولاد کو دوبارہ زندہ فرما دیا اور آپ کی بیوی کو دوبارہ جوانی بخشی اور ان کے کثیر اولاد ہوئی، پھر آپ کا تمام ہلاک شدہ مال ومویشی اور اسباب وسامان بھی آپ کو مل گیا بلکہ پہلے جس قدر مال ودولت کا خزانہ تھا اس سے کہیں زیادہ مل گیا۔

اس بیماری کی حالت میں ایک دن آپ نے اپنی بیوی صاحبہ کو پکارا تو وہ بہت دیر کر کے حاضر ہوئیں اس پر غصہ میں آ کر آپ نے ان کو سو دُرّے مارنے کی قسم کھالی تھی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے ایوب علیہ السلام آپ ایک سینکوں کی جھاڑو سے ایک مرتبہ اپنی بیوی کو مار دیجئے اس طرح آپ کی قسم پوری ہو جائے گی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس واقعہ کو اس طرح بیان فرمایا ہے:۔

اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ هٰذَا مُغْتَسَلٌۢ بَارِدٌ وَّ شَرَابٌ ۝ وَ وَهَبْنَا لَهٗۤ اَهْلَهٗ وَ مِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنَّا وَ ذِكْرٰى لِاُولِی الْاَلْبَابِ ۝ وَ خُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِبْ بِّهٖ وَ لَا تَحْنَثْ اِنَّا وَجَدْنٰهُ صَابِرًا نِعْمَ الْعَبْدُ اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ ۝ (پ23، ص:42۔44)

ترجمہ کنزالایمان:۔ ہم نے فرمایا زمین پر اپنا پاؤں مار یہ ہے ٹھنڈا چشمہ نہانے اور پینے کو اور ہم نے اسے اس کے گھر والے اور ان کے برابر اور عطا فرما دیئے اپنی رحمت کرنے اور عقلمندوں کی نصیحت کو اور فرمایا کہ اپنے ہاتھ میں ایک جھاڑو لے کر اس سے مار دے اور قسم نہ توڑ بیشک ہم نے اسے صابر پایا کیا اچھا بندہ بیشک وہ بہت رجوع لانے والا ہے۔

الغرض حضرت ایوب علیہ السلام اس امتحان میں پورے پورے کامیاب ہو گئے۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی نوازشوں اور عنایتوں سے ہر طرح سرفراز فرما دیا اور قرآن مجید میں ان کی مدح خوانی فرما کر "اَوَّابٌ" کے لاجواب خطاب سے ان کے سر مبارک پر سربلندی کا تاج رکھ دیا۔

(67) حضرت یحییٰ علیہ السلام

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ ماجدہ حضرت مریم (رضی اللہ عنہا) کے والد کا نام عمران اور ماں کا نام حنہ تھا۔ جب بی بی مریم اپنی ماں کے شکم میں تھیں اس وقت ان کی ماں نے یہ منت مان لی تھی کہ جو بچہ پیدا ہوگا میں اس کو بیت المقدس کی خدمت کے لئے آزاد کر دوں گی۔ ←

چنانچہ جب حضرت مریم پیدا ہوئیں تو ان کی والدہ ان کو بیت المقدس میں لے کر گئیں۔ اس وقت بیت المقدس کے تمام عالموں اور عابدوں کے امام حضرت زکریا علیہ السلام تھے جو حضرت مریم کے خالو تھے۔ حضرت زکریا علیہ السلام نے حضرت مریم رضی اللہ عنہا کو اپنی کفالت اور پرورش میں لے لیا اور بیت المقدس کی بالائی منزل میں تمام منزلوں سے الگ ایک محراب بنا کر حضرت مریم رضی اللہ عنہا کو اس محراب میں ٹھہرایا۔ چنانچہ حضرت مریم رضی اللہ عنہا اس محراب میں اکیلی خدا کی عبادت میں مصروف رہنے لگیں اور حضرت زکریا علیہ السلام صبح و شام محراب میں ان کی خبر گیری اور خورد و نوش کا انتظام کرنے کے لئے آتے جاتے رہے۔

چند ہی دنوں میں حضرت مریم رضی اللہ عنہا کی محراب کے اندر یہ کرامت نمودار ہوئی کہ جب حضرت زکریا علیہ السلام محراب میں جاتے تو وہاں جاڑوں کے پھل گرمی میں اور گرمی کے پھل جاڑوں میں پاتے۔ حضرت زکریا علیہ السلام حیران ہو کر پوچھتے کہ اے مریم یہ پھل کہاں سے تمہارے پاس آتے ہیں؟ تو حضرت مریم رضی اللہ عنہا یہ جواب دیتیں کہ یہ پھل اللہ کی طرف سے آتے ہیں اور اللہ جس کو چاہتا ہے بلا حساب روزی عطا فرماتا ہے۔

حضرت زکریا علیہ السلام کو خداوند قدوس نے نبوت کے شرف سے نوازا تھا مگر ان کے کوئی اولاد نہیں تھی اور وہ بالکل ضعیف ہو چکے تھے۔ برسوں سے ان کے دل میں فرزند کی تمنا موجزن تھی اور بارہا انہوں نے گڑگڑا کر خدا سے اولاد نرینہ کے لئے دعا بھی مانگی تھی مگر خدا کی شان بے نیازی کہ باوجود اس کے اب تک ان کو کوئی فرزند نہیں ملا۔ جب انہوں نے حضرت مریم رضی اللہ عنہا کی محراب میں یہ کرامت دیکھی کہ اس جگہ بے موسم کا پھل آتا ہے تو اس وقت ان کے دل میں یہ خیال آیا کہ میری عمر اب اتنی ضعیفی کی ہو چکی ہے کہ اولاد کے پھل کا موسم ختم ہو چکا ہے۔ مگر وہ اللہ جو حضرت مریم کی محراب میں بے موسم کے پھل عطا فرماتا ہے وہ قادر ہے کہ مجھے بھی بے موسم کی اولاد کا پھل عطا فرمادے۔ چنانچہ آپ نے محراب مریم میں دعا مانگی اور آپ کی دعا مقبول ہو گئی۔ اور اللہ تعالیٰ نے بڑھاپے میں آپ کو ایک فرزند عطا فرمایا جن کا نام خود خداوند عالم نے یحییٰ رکھا اور اللہ تعالیٰ نے ان کو نبوت کا شرف بھی عطا فرمایا۔ قرآن مجید میں خداوند قدوس نے اس واقعہ کو اس طرح بیان فرمایا:۔

كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا قَالَ يٰمَرْيَمُ اَنّٰى لَكِ هٰذَا قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ○ هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهٗ قَالَ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَآءِ ○ فَنَادَتْهُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَهُوَ قَآئِمٌ يُّصَلِّيْ فِي الْمِحْرَابِ اَنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيٰى مُصَدِّقًاۢ بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَسَيِّدًا وَّحَصُوْرًا وَّنَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ○

ترجمہ کنزالایمان:۔ جب زکریا اس کے پاس اس کی نماز پڑھنے کی جگہ جاتے اس کے پاس نیا رزق پاتے کہا اے مریم یہ تیرے پاس کہاں سے آیا بولیں وہ اللہ کے پاس سے ہے بے شک اللہ جسے چاہے بے گنتی دے یہاں پکارا زکریا اپنے رب کو بولا اے رب میرے مجھے اپنے پاس سے دے ستھری اولاد بے شک تو ہی ہے دعا سننے والا، تو فرشتوں نے اسے آواز دی اور وہ اپنی نماز کی جگہ کھڑا نماز پڑھ رہا تھا بے شک اللہ آپ کو مژدہ دیتا ہے یحییٰ کا جو اللہ کی طرف کے ایک کلمہ کی تصدیق کریگا اور سردار اور ہمیشہ کے لئے عورتوں سے بچنے والا اور نبی ←

ہمارے خاصوں میں سے۔ (پ3،اٰل عمران:37تا39)

حضرت یحییٰ علیہ السلام کی شہادت

ابن عساکر نے المستقصی فی فضائل الاقصیٰ میں حضرت یحییٰ علیہ السلام کی شہادت کا واقعہ اس طرح تحریر فرمایا ہے کہ دمشق کے بادشاہ حداد بن حدار نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دی تھیں۔ پھر وہ چاہتا تھا کہ بغیر حلالہ اس کو واپس کر کے اپنی بیوی بنالے۔ اس نے حضرت یحییٰ علیہ السلام سے فتویٰ طلب کیا تو آپ نے فرمایا کہ وہ اب تم پر حرام ہو چکی ہے اس کی بیوی کو یہ بات سخت ناگوار گزری اور وہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کے قتل کے درپے ہوگئی۔ چنانچہ اس نے بادشاہ کو مجبور کر کے قتل کی اجازت حاصل کر لی اور جب کہ وہ مسجد جبرون میں نماز پڑھ رہے تھے بحالت سجدہ ان کو قتل کرادیا اور ایک طشت میں ان کا سر مبارک اپنے سامنے منگوایا۔ مگر کٹا ہوا سر اس حالت میں بھی یہی کہتا رہا کہ تو بغیر حلالہ کرائے بادشاہ کے لئے حلال نہیں اور اسی حالت میں اس پر خدا کا یہ عذاب نازل ہوگیا وہ عورت، سر مبارک کے ساتھ زمین میں دھنس گئی۔ (البدایہ والنہایہ، ج۲،ص۵۵)

حضرت زکریا علیہ السلام کا مقتل

یہودیوں نے جب حضرت یحییٰ علیہ السلام کو قتل کر دیا تو پھر ان کے والد ماجد حضرت زکریا علیہ السلام کی طرف یہ ظالم لوگ متوجہ ہوئے کہ ان کو بھی شہید کر دیں۔ مگر جب حضرت زکریا علیہ السلام نے یہ دیکھا تو وہاں سے ہٹ گئے اور ایک درخت کے شگاف میں روپوش ہو گئے۔ یہودیوں نے اس درخت پر آرا چلا دیا۔ جب آرا حضرت زکریا علیہ السلام پر پہنچا تو خدا کی وحی آئی کہ خبردار اے زکریا! اگر آپ نے کچھ بھی آہ وزاری کی تو ہم پوری روئے زمین کو تہ وبالا کر دیں گے۔ اور اگر تم نے صبر کیا تو ہم بھی ان یہودیوں پر اپنا عذاب نازل کر دیں گے۔ چنانچہ حضرت زکریا علیہ السلام نے صبر کیا اور ظالم یہودیوں نے درخت کے ساتھ ان کے بھی دو ٹکڑے کر دیئے۔

(تاریخ ابن کثیر، ج۲،ص۵۲)

(68) یٰیَحْیٰی خُذِ الْکِتٰبَ بِقُوَّةٍ (پ16، مریم:۱۲)

ترجمہ کنزالایمان:۔ اے یحییٰ کتاب مضبوط تھام۔

(69) حضرت عیسیٰ علیہ السلام

حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت بی بی مریم کے شکم سے بغیر باپ کے پیدا ہوئے ہیں۔ جب ولادت کا وقت آیا تو حضرت بی بی مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا آبادی سے کچھ دور ایک کھجور کے سوکھے درخت کے نیچے تنہائی میں بیٹھ گئیں اور اُسی درخت کے نیچے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت ہوئی۔ چونکہ آپ بغیر باپ کے کنواری مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے شکم سے پیدا ہوئے۔ اس لئے حضرت مریم بڑی فکرمند اور بے حد اداس تھیں اور بدگوئی وطعنہ زنی کے خوف سے بستی میں نہیں آرہی تھیں۔ اور ایک ایسی سنسان زمین میں کھجور کے سوکھے درخت کے نیچے بیٹھی ہوئی تھیں کہ جہاں کھانے پینے کا کوئی سامان نہیں تھا۔ ناگہاں حضرت جبریل علیہ السلام اُتر پڑے اور اپنی ایڑی زمین پر مار کر ایک نہر جاری کر دی اور اچانک کھجور کا سوکھا درخت ہرا بھرا ہو کر پختہ پھل لایا۔ اور حضرت جبریل علیہ السلام نے حضرت مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو

پکار کر اُن سے یوں کلام فرمایا:

فَنَادٰىهَا مِنْ تَحْتِهَاۤ اَلَّا تَحْزَنِیْ قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِیًّا ۝ وَ هُزِّیْۤ اِلَیْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسٰقِطْ عَلَیْكِ رُطَبًا جَنِیًّا ۝ فَكُلِیْ وَ اشْرَبِیْ وَ قَرِّیْ عَیْنًا ۝ (پ16، مریم،24۔26)

ترجمہ کنزالایمان:۔تو اسے اس کے تلے سے پکارا کہ غم نہ کھا بے شک تیرے رب نے تیرے نیچے ایک نہر بہا دی ہے اور کھجور کی جڑ پکڑ کر اپنی طرف ہلا تجھ پر تازی پکی کھجوریں گریں گی تو کھا اور پی اور آنکھ ٹھنڈی رکھ۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پہلی تقریر

جب حضرت مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو گود میں لے کر بنی اسرائیل کی بستی میں تشریف لائیں تو قوم نے آپ پر بدکاری کی تہمت لگائی۔ اور لوگوں نے کہنا شروع کر دیا کہ اے مریم! تم نے یہ بہت برا کام کیا۔ حالانکہ تمہارے والدین میں کوئی خرابی نہیں تھی اور تمہاری ماں بھی بدکار نہیں تھی۔ بغیر شوہر کے تمہارے لڑکا کیسے ہو گیا؟ جب قوم نے بہت زیادہ طعنہ زنی اور بدگوئی کی تو حضرت مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا خود تو خاموش رہیں مگر ارشاد کیا کہ اس بچے سے تم لوگ سب کچھ پوچھ لو۔ تو لوگوں نے کہا کہ ہم اس بچے سے کیا اور کیونکر اور کس طرح گفتگو کریں؟ یہ تو ابھی بچہ ہے جو پالنے میں پڑا ہوا ہے۔ قوم کا یہ کلام سن کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے تقریر شروع کر دی۔ جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں یوں فرمایا ہے:

قَالَ اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ اٰتٰىنِیَ الْكِتٰبَ وَ جَعَلَنِیْ نَبِیًّا ۝ وَّ جَعَلَنِیْ مُبٰرَكًا اَیْنَ مَا كُنْتُ وَ اَوْصٰنِیْ بِالصَّلٰوةِ وَ الزَّكٰوةِ مَا دُمْتُ حَیًّا ۝ وَّ بَرًّۢا بِوَالِدَتِیْ وَ لَمْ یَجْعَلْنِیْ جَبَّارًا شَقِیًّا ۝ وَ السَّلٰمُ عَلَیَّ یَوْمَ وُلِدْتُّ وَ یَوْمَ اَمُوْتُ وَ یَوْمَ اُبْعَثُ حَیًّا ۝

(پ16، مریم:30۔33)

ترجمہ کنزالایمان:۔ بچہ نے فرمایا میں ہوں اللہ کا بندہ اس نے مجھے کتاب دی اور مجھے غیب کی خبریں بتانے والا (نبی) کیا اور اس نے مجھے مبارک کیا میں کہیں ہوں اور مجھے نماز و زکوٰۃ کی تاکید فرمائی جب تک جیوں۔ اور اپنی ماں سے اچھا سلوک کرنے والا اور مجھے زبردست بدبخت نہ کیا اور وہی سلامتی مجھ پر جس دن میں پیدا ہوا اور جس دن مروں گا اور جس دن زندہ اٹھایا جاؤں گا۔

(70) حضرت الیاس علیہ السلام

یہ حضرت حزقیل علیہ السلام کے خلیفہ اور جانشین ہیں۔ بیشتر مؤرخین کا اس پر اتفاق ہے کہ حضرت الیاس علیہ السلام حضرت ہارون علیہ السلام کی نسل سے ہیں اور ان کا نسب نامہ یہ ہے۔ الیاس بن یاسین بن فنحاس بن عیزار بن ہارون علیہ السلام۔ حضرت الیاس علیہ السلام کی بعثت کے متعلق مفسرین و مؤرخین کا اتفاق ہے کہ وہ شام کے باشندوں کی ہدایت کے لئے بھیجے گئے اور بعلبک کا مشہور شہر ان کی رسالت و ہدایت کا مرکز تھا۔

ان دنوں بعلبک شہر پر ارجب نامی بادشاہ کی حکومت تھی جو ساری قوم کو بت پرستی پر مجبور کئے ہوئے تھا اور ان لوگوں کا سب سے بڑا بت بعل تھا جو سونے کا بنا ہوا تھا اور بیس گز لمبا تھا اور اس کے چار چہرے بنے ہوئے تھے اور چار سو خدام اس بت کی خدمت کرتے تھے ←

حضرت الیسع (71) علیہ السلام، حضرت یونس (72) علیہ السلام،

جن کو ساری قوم بیٹوں کی طرح مانتی تھی اور اس بت میں سے شیطان کی آواز آتی تھی جو لوگوں کو بت پرستی اور شرک کا حکم سنایا کرتا تھا۔ اس ماحول میں حضرت الیاس علیہ السلام ان لوگوں کو توحید اور خدا پرستی کی دعوت دینے لگے مگر قوم ان پر ایمان نہیں لائی۔ بلکہ شہر کا بادشاہ ارجب ان کا دشمن جاں بن گیا اور اس نے حضرت الیاس علیہ السلام کو قتل کر دینے کا ارادہ کرلیا۔ چنانچہ آپ شہر سے ہجرت فرما کر پہاڑوں کی چوٹیوں اور غاروں میں روپوش ہو گئے اور پورے سات برس تک خوف و ہراس کے عالم میں رہے اور جنگلی گھاسوں اور جنگل کے پھولوں اور پھلوں پر زندگی بسر فرماتے رہے۔ بادشاہ نے آپ کی گرفتاری کے لئے بہت سے جاسوس مقرر کر دیئے تھے۔ آپ نے مشکلات سے تنگ آکر یہ دعا مانگی کہ الٰہی! مجھے ان ظالموں سے نجات اور راحت عطا فرما تو آپ پر وحی آئی کہ تم فلاں دن فلاں جگہ پر جاؤ اور وہاں جو سواری ملے بلاخوف اس پر سوار ہو جاؤ۔ چنانچہ اس دن اس مقام پر آپ پہنچے تو ایک سرخ رنگ کا گھوڑا کھڑا تھا۔ آپ اس پر سوار ہو گئے اور گھوڑا چل پڑا تو آپ کے چچا زاد بھائی حضرت الیسع علیہ السلام نے آپ کو پکارا اور عرض کیا کہ اب میں کیا کروں؟ تو آپ نے اپنا کمبل ان پر ڈال دیا۔ یہ نشانی تھی کہ میں نے تم کو بنی اسرائیل کی ہدایت کے لئے اپنا خلیفہ بنا دیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو لوگوں کی نظروں سے اوجھل فرما دیا اور آپ کو کھانے اور پینے سے بے نیاز کر دیا اور آپ کو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کی جماعت میں شامل فرما لیا اور حضرت الیسع علیہ السلام نہایت عزم و ہمت کے ساتھ لوگوں کی ہدایت کرنے لگے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ہر دم ہر قدم پر ان کی مدد فرمائی اور بنی اسرائیل آپ پر ایمان لائے اور آپ کی وفات تک ایمان پر قائم رہے۔

حضرت الیاس کے معجزات

اللہ تعالیٰ نے تمام پہاڑوں اور حیوانات کو آپ کے لئے مسخر فرما دیا اور آپ کو ستر انبیاء کی طاقت بخش دی۔ غضب و جلال اور قوت و طاقت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ہم پلہ بنا دیا۔ اور روایات میں آیا ہے کہ حضرت الیاس اور حضرت خضر علیہما السلام ہر سال کے روزے بیت المقدس میں ادا کرتے ہیں اور ہر سال حج کے لئے مکہ مکرمہ جایا کرتے ہیں اور سال کے باقی دنوں میں حضرت الیاس علیہ السلام تو جنگلوں اور میدانوں میں گشت فرماتے رہتے ہیں اور حضرت خضر علیہ السلام دریاؤں اور سمندروں کی سیر فرماتے رہتے ہیں اور یہ دونوں حضرات آخری زمانے میں وفات پائیں گے جب کہ قرآن مجید اٹھا لیا جائے گا۔

(71) وَاِسْمٰعِیْلَ وَالْیَسَعَ وَیُوْنُسَ وَلُوْطًا وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعٰلَمِیْنَ O (پ ۷، الانعام: ۸۶)

ترجمہ کنزالایمان: اور اسمٰعیل اور یسع اور یونس اور لوط کو اور ہم نے ہر ایک کو اس کے وقت میں سب پر فضیلت دی۔

(72) حضرت یونس علیہ السلام

حضرت یونس علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے شہر نینوٰی کے باشندوں کی ہدایت کے لئے رسول بنا کر بھیجا تھا۔

نینوٰی:۔ یہ موصل کے علاقہ کا ایک بڑا شہر تھا۔ یہاں کے لوگ بت پرستی کرتے تھے اور کفر و شرک میں مبتلا تھے۔ حضرت یونس علیہ السلام نے ان لوگوں کو ایمان لانے اور بت پرستی چھوڑنے کا حکم دیا۔ مگر ان لوگوں نے اپنی سرکشی اور تمرد کی وجہ سے اللہ عزوجل کے رسول علیہ السلام کو جھٹلا دیا اور ایمان لانے سے انکار کر دیا۔ حضرت یونس علیہ السلام نے انہیں خبر دی کہ تم لوگوں پر عنقریب عذاب آنے والا ہے۔ ←

....

یہ سن کر شہر کے لوگوں نے آپس میں یہ مشورہ کیا کہ حضرت یونس علیہ السلام نے کبھی کوئی جھوٹی بات نہیں کہی ہے۔ اس لئے یہ دیکھو کہ اگر وہ رات کو اس شہر میں رہیں جب تو سمجھو کہ کوئی خطرہ نہیں ہے اور اگر انہوں نے اس شہر میں رات نہ گزاری تو یقین کر لینا چاہے کہ ضرور عذاب آئے گا۔ رات کو لوگوں نے یہ دیکھا کہ حضرت یونس علیہ السلام شہر سے باہر تشریف لے گئے۔ اور واقعی صبح ہوتے ہی عذاب کے آثار نظر آنے لگے کہ چاروں طرف سے کالی بدلیاں نمودار ہوئیں اور ہر طرف سے دھواں اٹھ کر شہر پر چھا گیا۔ یہ منظر دیکھ کر شہر کے باشندوں کو یقین ہو گیا کہ عذاب آنے والا ہی ہے تو لوگوں کو حضرت یونس علیہ السلام کی تلاش و جستجو ہوئی مگر وہ دور دور تک کہیں نظر نہیں آئے۔ اب شہر والوں کو اور زیادہ خطرہ اور اندیشہ ہو گیا۔ چنانچہ شہر کے تمام لوگ خوف خداوندی عزوجل سے ڈر کر کانپ اٹھے اور سب کے سب عورتوں، بچوں بلکہ اپنے مویشیوں کو ساتھ لے کر اور پھٹے پرانے کپڑے پہن کر روتے ہوئے جنگل میں نکل گئے اور رو رو کر صدق دل سے حضرت یونس علیہ السلام پر ایمان لانے کا اقرار و اعلان کرنے لگے۔ شوہر بیوی سے اور مائیں بچوں سے الگ ہو کر سب کے سب استغفار میں مشغول ہو گئے اور زار و قطار میں گڑگڑا کر گریہ وزاری شروع کر دی۔ جو مظالم آپس میں ہوئے تھے ایک دوسرے سے معاف کرانے لگے اور جتنی حق تلفیاں ہوئی تھیں سب کی آپس میں معافی تلافی کرنے لگے۔ غرض سچی توبہ کر کے خدا عزوجل سے یہ عہد کر لیا کہ حضرت یونس علیہ السلام جو کچھ خدا کا پیغام لائے ہیں ہم اس پر صدق دل سے ایمان لائے، اللہ تعالیٰ کو شہر والوں کی بے قراری اور مخلصانہ گریہ وزاری پر رحم آیا اور عذاب اٹھا لیا گیا۔ ناگہاں دھواں اور عذاب کی بدلیاں رفع ہو گئیں اور تمام لوگ پھر شہر میں آ کر امن و چین کے ساتھ رہنے لگے۔

اس واقعہ کو ذکر کرتے ہوئے خداوند قدوس نے قرآن مجید میں یوں ارشاد فرمایا ہے کہ:

فَلَوْ لَا كَانَتْ قَرْيَةٌ اٰمَنَتْ فَنَفَعَهَاۤ اِيْمَانُهَاۤ اِلَّا قَوْمَ يُوْنُسَ لَمَّاۤ اٰمَنُوْا كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ۝

ترجمہ کنزالایمان: تو ہوئی ہوتی نہ کوئی بستی کہ ایمان لاتی تو اس کا ایمان کام آتا ہاں یونس کی قوم جب ایمان لائے ہم نے ان سے رسوائی کا عذاب دنیا کی زندگی میں ہٹا دیا اور ایک وقت تک انہیں برتنے دیا۔ (پ۱۱، یونس:۹۸)

مطلب یہ ہے کہ جب کسی قوم پر عذاب آ جاتا ہے تو عذاب آ جانے کے بعد ایمان لانا مفید نہیں ہوتا مگر حضرت یونس علیہ السلام کی قوم پر عذاب کی بدلیاں آ جانے کے بعد بھی جب وہ لوگ ایمان لائے تو ان سے عذاب اٹھا لیا گیا۔

عذاب ٹلنے کی دعا: طبرانی شریف کی روایت ہے کہ شہر نینویٰ پر جب عذاب کے آثار ظاہر ہونے لگے اور حضرت یونس علیہ السلام باوجود تلاش و جستجو کے لوگوں کو نہیں ملے تو شہر والے گھبرا کر اپنے ایک عالم کے پاس گئے جو صاحب ایمان اور شیخ وقت تھے اور ان سے فریاد کرنے لگے تو انہوں نے حکم دیا کہ تم لوگ یہ وظیفہ پڑھ کر دعا مانگو یَاحَیُّ حِیْنَ لَاحَیَّ وَیَاحَیُّ یُحْیِ الْمَوْتٰی وَیَاحَیُّ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ چنانچہ لوگوں نے یہ پڑھ کر دعا مانگی تو عذاب ٹل گیا۔ لیکن مشہور محدث اور صاحب کرامت ولی حضرت فضیل بن عیاض علیہ الرحمۃ کا قول ہے کہ شہر نینویٰ کا عذاب جس دعا کی برکت سے دفع ہوا وہ دعا یہ تھی کہ اَللّٰهُمَّ اِنَّ ذُنُوْبَنَا قَدْ عَظُمَتْ وَجَلَّتْ وَاَنْتَ اَعْظَمُ وَاَجَلُّ فَافْعَلْ بِنَا مَا اَنْتَ اَهْلُهٗ وَلَا تَفْعَلْ بِنَا مَا نَحْنُ اَهْلُهٗ بہرحال عذاب ٹل جانے کے بعد جب حضرت یونس علیہ السلام شہر کے قریب آئے ←

کے لئے ایک خاص نشان اور ان کا معجزہ تھا آپ سے پہلے کوئی شخص دھات کو پگھلا نا نہیں جانتا تھا۔

(تذکرۃ الانبیاء، ص ۷۷۳، پ ۲۲، سبا:۱۲)

اور نجار کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام پر یہ انعام فرمایا کہ زمین کے جن حصوں میں آتشی مادوں کی وجہ سے تانبا پانی کی طرح پگھل کر بہہ رہا تھا ان چشموں کو حضرت سلیمان علیہ السلام پر آشکارا فرمایا۔ آپ سے پہلے کوئی شخص بھی زمین کے اندر دھات کے چشموں سے آگاہ نہ تھا۔ چنانچہ ابن کثیر بروایت قتادہ ناقل ہیں کہ پگھلے ہوئے تانبے کے چشمے یمن میں تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام پر ظاہر فرما دیا۔ (البدایہ والنہایہ، ج ۲، ص ۲۸)

قرآن مجید نے اس قسم کی کوئی تفصیل نہیں بیان فرمائی ہے کہ تانبے کے چشمے کس شکل میں حضرت سلیمان علیہ السلام کو ملے مگر قرآن کی جس آیت میں اس معجزہ کا ذکر ہے مذکورہ بالا دونوں توجیہات اس آیت کا مصداق بن سکتی ہیں۔ اور وہ آیت یہ ہے:

وَاَسَلْنَا لَهٗ عَيْنَ الْقِطْرِ

ترجمہ کنزالایمان:۔ اور ہم نے اس کے لئے پگھلے ہوئے تانبے کا چشمہ بہایا۔ (پ22، سبا:12)

(66) حضرت ایوب علیہ السلام کا امتحان

حضرت ایوب علیہ السلام حضرت اسحٰق علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں اور ان کی والدہ حضرت لوط علیہ السلام کے خاندان سے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہر طرح کی نعمتوں سے نوازا تھا۔ حسن صورت بھی اور مال و اولاد کی کثرت بھی، بے شمار مویشی اور کھیت و باغ وغیرہ کے آپ مالک تھے۔ جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو آزمائش و امتحان میں ڈالا تو آپ کا مکان گر پڑا اور آپ کے تمام فرزندان اس کے نیچے دب کر مر گئے اور تمام جانور جس میں سینکڑوں اُونٹ اور ہزارہا بکریاں تھیں، سب مر گئے۔ تمام کھیتیاں اور باغات بھی برباد ہو گئے۔ غرض آپ کے پاس کچھ بھی باقی نہ رہا۔ آپ کو جب ان چیزوں کے ہلاک و برباد ہونے کی خبر دی جاتی تھی تو آپ حمدِ الٰہی کرتے اور شکر بجالاتے تھے اور فرماتے تھے کہ میرا کیا تھا اور کیا ہے جس کا تھا اس نے لے لیا۔ جب تک اس نے مجھے دے رکھا تھا میرے پاس تھا، جب اس نے چاہا لے لیا۔ میں ہر حال میں اس کی رضا پر راضی ہوں۔ اس کے بعد آپ بیمار ہو گئے اور آپ کے جسم مبارک پر بڑے بڑے آبلے پڑ گئے۔ اس حال میں سب لوگوں نے آپ کو چھوڑ دیا، بس فقط آپ کی بیوی جن کا نام رحمت بنت افرائیم تھا۔ جو حضرت یوسف علیہ السلام کی پوتی تھیں، آپ کی خدمت کرتی تھیں۔ سالہا سال تک آپ کا یہی حال رہا، آپ آبلوں اور پھوڑوں کے زخموں سے بڑی تکلیفوں میں رہے۔

فائدہ:۔ عام طور پر لوگوں میں مشہور ہے کہ معاذ اللہ آپ کو کوڑھ کی بیماری ہو گئی تھی۔ چنانچہ بعض غیر معتبر کتابوں میں آپ کے کوڑھ کے بارے میں بہت سی غیر معتبر داستانیں بھی تحریر ہیں، مگر یاد رکھو کہ یہ سب باتیں سرتا پا بالکل غلط ہیں اور ہرگز ہرگز آپ یا کوئی نبی بھی کبھی کوڑھ اور جذام کی بیماری میں مبتلا نہیں ہوا۔ اس لئے کہ یہ مسئلہ متفق علیہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کا تمام ان بیماریوں سے محفوظ رہنا ضروری ہے جو عوام کے نزدیک باعث نفرت و حقارت ہیں۔ کیونکہ انبیاء علیہم السلام کا یہ فرض منصبی ہے کہ وہ تبلیغ و ہدایت کرتے رہیں تو ظاہر ہے کہ جب عوام ان کی بیماریوں سے نفرت کر کے ان سے دور بھاگیں گے تو بھلا تبلیغ کا فریضہ کیونکر ادا ہو سکے گا؟ الغرض حضرت ایوب علیہ السلام

تو آپ نے شہر میں عذاب کا کوئی اثر نہیں دیکھا۔ لوگوں نے عرض کیا کہ آپ اپنی قوم میں تشریف لے جائیے۔ تو آپ نے فرمایا کہ کس طرح اپنی قوم میں جا سکتا ہوں؟ میں تو ان لوگوں کو عذاب کی خبر دے کر شہر سے نکل گیا تھا، مگر عذاب نہیں آیا۔ تو اب وہ لوگ مجھے جھوٹا سمجھ کر قتل کر دیں گے۔ آپ یہ فرما کر اور غصہ میں بھر کر شہر سے پلٹ آئے اور ایک کشتی میں سوار ہو گئے یہ کشتی جب بیچ سمندر میں پہنچی تو کھڑی ہو گئی۔ وہاں کے لوگوں کا یہ عقیدہ تھا کہ وہی کشتی سمندر میں کھڑی ہو جایا کرتی تھی جس کشتی میں کوئی بھاگا ہوا غلام سوار ہو جاتا ہے۔ چنانچہ کشتی والوں نے قرعہ نکالا تو حضرت یونس علیہ السلام کے نام کا قرعہ نکلا۔ تو کشتی والوں نے آپ کو سمندر میں پھینک دیا اور کشتی لے کر روانہ ہو گئے اور فوراً ہی ایک مچھلی آپ کو نگل گئی اور مچھلی کے پیٹ میں جہاں بالکل اندھیرا تھا آپ مقید ہو گئے۔ مگر اسی حالت میں آپ نے آیت کریمہ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ۝ (پ ۱۷، الانبیاء: ۸۷) کا وظیفہ پڑھنا شروع کر دیا تو اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس اندھیری کوٹھری سے نجات دی اور مچھلی نے کنارے پر آ کر آپ کو اُگل دیا۔ اس وقت آپ بہت ہی نحیف و کمزور ہو چکے تھے۔ خداعزوجل کی شان کہ اُس جگہ کدو کی ایک بیل اُگ گئی اور آپ اُس کے سایہ میں آرام کرتے رہے پھر جب آپ میں کچھ توانائی آ گئی تو آپ اپنی قوم میں تشریف لائے اور سب لوگ انتہائی محبت و احترام کے ساتھ پیش آ کر آپ پر ایمان لائے۔

(تفسیر الصاوی، ج ۳، ص ۸۹۳، پ ۱۱، یونس: ۹۸)

(73) حضرت ادریس علیہ السلام

آپ کا نام اخنوخ ہے۔ آپ حضرت نوح علیہ السلام کے والد کے دادا ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام کے بعد آپ ہی پہلے رسول ہیں۔ آپ کے والد حضرت شیث بن آدم علیہما السلام ہیں۔ سب سے پہلے جس شخص نے قلم سے لکھا وہ آپ ہی ہیں۔ کپڑوں کے سینے اور سلے ہوئے کپڑے پہننے کی ابتداء بھی آپ ہی سے ہوئی۔ اس سے پہلے لوگ جانوروں کی کھالیں پہنتے تھے۔ سب سے پہلے ہتھیار بنانے والے، ترازو اور پیمانے قائم کرنے والے اور علم نجوم و حساب میں نظر فرمانے والے بھی آپ ہی ہیں۔ یہ سب کام آپ ہی سے شروع ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ پر تیس صحیفے نازل فرمائے۔ اور آپ اللہ تعالیٰ کی کتابوں کا بکثرت درس دیا کرتے تھے۔ اس لئے آپ کا لقب ادریس ہو گیا۔ اور آپ کا یہ لقب اس قدر مشہور ہو گیا کہ بہت سے لوگوں کو آپ کا اصلی نام معلوم ہی نہیں۔ قرآن مجید میں آپ کا نام ادریس ہی ذکر کیا گیا ہے۔

آپ کو اللہ تعالیٰ نے آسمان پر اُٹھا لیا ہے۔ بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شبِ معراج حضرت ادریس علیہ السلام کو چوتھے آسمان پر دیکھا۔ حضرت کعب احبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ وغیرہ سے مروی ہے۔ حضرت ادریس علیہ السلام نے ملک الموت سے فرمایا کہ موت کا مزہ چکھنا چاہتا ہوں، کیسا ہوتا ہے؟ تم میری روح قبض کر کے دکھاؤ۔ ملک الموت نے اس حکم کی تعمیل کی اور روح قبض کر کے اُسی وقت آپ کی طرف لوٹا دی اور آپ زندہ ہو گئے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ اب مجھے جہنم دکھاؤ تاکہ خوفِ الٰہی زیادہ ہو۔ چنانچہ یہ بھی کیا گیا جہنم کو دیکھ کر آپ نے داروغہ جہنم سے فرمایا کہ دروازہ کھولو، میں اس دروازے سے گزرنا چاہتا ہوں۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور آپ اس پر سے گزرے۔ پھر آپ نے ملک الموت سے فرمایا کہ مجھے جنت دکھاؤ، وہ آپ کو جنت میں لے گئے۔ آپ دروازوں کو ـــــ

کھلوا کر جنت میں داخل ہوئے۔ تھوڑی دیر انتظار کے بعد ملک الموت نے کہا کہ اب آپ اپنے مقام پر تشریف لے چلئے۔ آپ نے فرمایا کہ اب میں یہاں سے کہیں نہیں جاؤں گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ تو موت کا مزہ میں چکھ ہی چکا ہوں اور اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا کہ ہر شخص کو جہنم پر گزرنا ہے تو میں گزر چکا۔ اب میں جنت میں پہنچ گیا اور جنت میں پہنچنے والوں کے لئے خداوند قدوس نے یہ فرمایا ہے کہ وَمَا هُمْ مِّنْهَا بِمُخْرَجِيْنَ کہ جنت میں داخل ہونے والے جنت سے نکالے نہیں جائیں گے۔ اب مجھے جنت سے چلنے کے لئے کیوں کہتے ہو؟ اللہ تعالیٰ نے ملک الموت کو وحی بھیجی کہ حضرت ادریس علیہ السلام نے جو کچھ کیا میرے اذن سے کیا اور وہ میرے ہی اذن سے جنت میں داخل ہوئے۔ لہٰذا تم انہیں چھوڑ دو۔ وہ جنت ہی میں رہیں گے۔ چنانچہ حضرت ادریس علیہ السلام آسمانوں کے اوپر جنت میں ہیں اور زندہ ہیں۔ (خزائن العرفان، ص ۵۵٦۔ ۵۵۷، مریم: ۵٦۔ ۵۸)

(74) حضرت ذوالکفل علیہ السلام

قرآن مجید میں حضرت ذوالکفل علیہ السلام کا ذکر صرف دو سورتوں یعنی سورہ انبیاء اور سورہ ص میں کیا گیا ہے اور ان دونوں سورتوں میں صرف آپ کا نام مذکور ہے۔ نام کے علاوہ آپ کے حالات کا مجمل یا مفصل کوئی تذکرہ نہیں ہے۔ سورہ انبیاء میں یہ ہے:

وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِدْرِيْسَ وَذَا الْكِفْلِ كُلٌّ مِّنَ الصّٰبِرِيْنَ ○

ترجمہ کنزالایمان:۔ اور اسماعیل اور ادریس، ذوالکفل کو (یاد کرو) وہ سب صبر والے تھے۔ (پ 17، الانبیاء: 85)

اور سورہ ص میں اس طرح ارشاد ہوا کہ:

وَاذْكُرْ اِسْمٰعِيْلَ وَالْيَسَعَ وَذَا الْكِفْلِ وَكُلٌّ مِّنَ الْاَخْيَارِ ○

ترجمہ کنزالایمان:۔ اور یاد کرو اسمٰعیل اور یسع اور ذوالکفل کو اور سب اچھے ہیں۔ (پ 23، ص: 48)

حضرت ذوالکفل علیہ السلام کے متعلق قرآن مجید نے نام کے سوا کچھ نہیں بیان کیا ہے اسی طرح حدیثوں میں بھی آپ کا کوئی تذکرہ منقول نہیں ہے۔ لہٰذا قرآن وحدیث کی روشنی میں اس سے زیادہ نہیں کہا جا سکتا کہ ذوالکفل علیہ السلام خدا کے برگزیدہ نبی اور پیغمبر تھے جو کسی قوم کی ہدایت کے لئے مبعوث ہوئے تھے۔

البتہ حضرت شاہ عبدالقادر صاحب دہلوی ارشاد فرماتے ہیں کہ حضرت ذوالکفل علیہ السلام حضرت ایوب علیہ السلام کے فرزند ہیں اور انہوں نے خالصاً لوجہ اللہ کسی کی ضمانت کر لی تھی۔

جس کی وجہ سے ان کو کئی برس قید کی تکلیف برداشت کرنی پڑی۔ (موضح القرآن)

اور بعض مفسرین نے تحریر فرمایا کہ حضرت ذوالکفل علیہ السلام درحقیقت حضرت حزقیل علیہ السلام کا لقب ہے۔

اور زمانہ حال کے کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ ذوالکفل، گوتم بدھ کا لقب ہے اس لئے کہ اس کے دارالسلطنت کا نام کپل وستو تھا جس کا معرب کفل ہے اور عربی میں ذو، صاحب اور مالک کے معنی میں بولا جاتا ہے اس لئے یہاں بھی کپل وستو کے مالک اور بادشاہ کو ذوالکفل کہا گیا اور ان لوگوں کا دعویٰ ہے کہ گوتم بدھ کی اصل تعلیم توحید اور حقیقی اسلام ہی کی تھی مگر بعد میں یہ دین دوسرے ادیان وملل کی طرح ←

مسخ و محرف ہوگیا۔ مگر واضح رہے کہ زمانہ حال کے چند لوگوں کی یہ رائے کہ ذوالکفل گوتم بدھ کا لقب ہے میرے نزدیک یہ محض ایک خیالی تک بندی ہے۔ تاریخی اور تحقیقی حیثیت سے اس رائے کی کوئی وقعت نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ذوالکفل علیہ السلام انبیاء بنی اسرائیل میں سے ہیں اور بنی اسرائیل کے ان حالات و واقعات کے سوا جن کی تفصیلات قرآن مجید میں مختلف انبیاء بنی اسرائیل کے ذکر میں آتی رہی ہیں، حضرت ذوالکفل علیہ السلام کے زمانہ میں کوئی خاص واقعہ ایسا درپیش نہیں ہوا جو عام تبلیغ و ہدایت سے زیادہ اپنے اندر عبرت و موعظت کا پہلو رکھتا ہو۔ اس لئے قرآن مجید نے فقط ان کے نام ہی کے ذکر پر اکتفا کیا اور حالات و واقعات کا ذکر نہیں فرمایا فقط۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(75) حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی

حضرت صالح علیہ السلام قوم ثمود کی طرف نبی بنا کر بھیجے گئے۔ آپ نے جب قوم ثمود کو خدا (عزوجل) کا فرمان سنا کر ایمان کی دعوت دی تو اس سرکش قوم نے آپ سے یہ معجزہ طلب کیا کہ آپ اس پہاڑ کی چٹان سے ایک گابھن اونٹنی نکالیے جو خوب فربہ اور ہر قسم کے عیوب و نقائص سے پاک ہو۔ چنانچہ آپ نے چٹان کی طرف اشارہ فرمایا تو وہ فوراً ہی پھٹ گئی اور اس میں سے ایک نہایت ہی خوبصورت و تندرست اور خوب بلند قامت اونٹنی نکل پڑی جو گابھن تھی اور نکل کر اس نے ایک بچہ بھی جنا اور یہ اپنے بچے کے ساتھ میدانوں میں چرتی پھرتی رہی۔

اس بستی میں ایک ہی تالاب تھا جس میں پہاڑوں کے چشموں سے پانی گر کر جمع ہوتا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ اے لوگو! دیکھو یہ معجزہ کی اونٹنی ہے۔ ایک روز تمہارے تالاب کا سارا پانی یہ پی ڈالے گی اور ایک روز تم لوگ پینا۔ قوم نے اس کو مان لیا پھر آپ نے قوم ثمود کے سامنے یہ تقریر فرمائی کہ:

یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ قَدْ جَآءَتْكُمْ بَیِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰیَةً فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِیْۤ اَرْضِ اللّٰهِ وَ لَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَیَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ○ (پ8، الاعراف:73)

ترجمہ کنزالایمان:۔ اے میری قوم اللہ کو پوجو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں بے شک تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے روشن دلیل آئی یہ اللہ کا ناقہ ہے تمہارے لئے نشانی تو اسے چھوڑ دو کہ اللہ کی زمین میں کھائے اور اسے برائی سے ہاتھ نہ لگاؤ کہ تمہیں دردناک عذاب آئے گا۔

چند دن تو قوم ثمود نے اس تکلیف کو برداشت کیا کہ ایک دن اُن کو پانی نہیں ملتا تھا۔ کیونکہ اس دن تالاب کا سارا پانی اونٹنی پی جاتی تھی۔ اس لئے ان لوگوں نے طے کرلیا کہ اس اونٹنی کو قتل کر ڈالیں۔

قدار بن سالف

چنانچہ اس قوم میں قدار بن سالف جو سرخ رنگ کا بھوری آنکھوں والا اور پستہ قد آدمی تھا اور ایک زنا کار عورت کا لڑکا تھا۔ ساری قوم کے حکم سے اس اونٹنی کو قتل کرنے کے لئے تیار ہوگیا۔ حضرت صالح علیہ السلام منع ہی کرتے رہے، لیکن قدار بن سالف نے پہلے تو اونٹنی کے ←

حضرت عزیر (76) علیہ السلام،

چاروں پاؤں کو کاٹ ڈالا۔ پھر اس کو ذبح کر دیا اور انتہائی سرکشی کے ساتھ حضرت صالح علیہ السلام سے بے ادبانہ گفتگو کرنے لگا۔ چنانچہ خداوند قدوس کا ارشاد ہے کہ:

فَعَقَرُوا النَّاقَةَ وَعَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ وَقَالُوْا یٰصٰلِحُ ائْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الْمُرْسَلِیْنَ○ (پ8، الاعراف 77)

ترجمہ کنزالایمان:۔ پس ناقہ کی کوچیں کاٹ دیں اور اپنے رب کے حکم سے سرکشی کی اور بولے اے صالح ہم پر لے آؤ جس کا تم وعدہ دے رہے ہو اگر تم رسول ہو۔

زلزلہ کا عذاب

قوم ثمود کی اس سرکشی پر عذاب خداوندی کا ظہور اس طرح ہوا کہ پہلے ایک زبردست چنگھاڑ کی خوفناک آواز آئی۔ پھر شدید زلزلہ آیا جس سے پوری آبادی اتھل پتھل ہو کر چکنا چور ہو گئی۔ تمام عمارتیں ٹوٹ پھوٹ کر تہس نہس ہو گئیں اور قوم ثمود کا ایک ایک آدمی گھٹنوں کے بل اوندھا گر کر مر گیا۔ قرآن مجید نے فرمایا کہ:

فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِیْ دَارِهِمْ جٰثِمِیْنَ○

ترجمہ کنزالایمان:۔ تو انہیں زلزلہ نے آلیا تو صبح کو اپنے گھروں میں اوندھے رہ گئے تو صالح نے ان سے منہ پھیرا۔ (پ8، الاعراف:78)

حضرت صالح علیہ السلام نے جب دیکھا کہ پوری بستی زلزلوں کے جھٹکوں سے تباہ و برباد ہو کر اینٹ پتھروں کا ڈھیر بن گئی اور پوری قوم ہلاک ہو گئی تو آپ کو بڑا صدمہ اور قلق ہوا۔ اور آپ کو قوم ثمود اور اُن کی بستی کے ویرانوں سے اس قدر نفرت ہو گئی کہ آپ نے اُن لوگوں کی طرف سے منہ پھیر لیا۔ اور اُس بستی کو چھوڑ کر دوسری جگہ تشریف لے گئے اور چلتے وقت مردہ لاشوں سے یہ فرما کر روانہ ہو گئے کہ:

یٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسَالَةَ رَبِّیْ وَنَصَحْتُ لَكُمْ وَلٰكِنْ لَّا تُحِبُّوْنَ النّٰصِحِیْنَ○

ترجمہ کنزالایمان:۔ اے میری قوم بے شک میں نے تمہیں اپنے رب کی رسالت پہنچادی اور تمہارا بھلا چاہا مگر تم خیر خواہوں کے غرضی (پسند کرنے والے) ہی نہیں۔ (پ۸، الاعراف:۷۹)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ قوم ثمود کی پوری بستی برباد و ویران ہو کر کھنڈر بن گئی اور پوری قوم فنا کے گھاٹ اتر گئی کہ آج اُن کی نسل کا کوئی انسان روئے زمین پر باقی نہیں رہ گیا۔ (تفسیر الصاوی، ج ۲، ص ۶۸۸، پ ۸، الاعراف: ۷۳۔ ۷۷ تا ۷۹ ملخصاً)

(76) حضرت عزیر بن شرخیا علیہ السلام

اکثر مفسرین کے نزدیک یہ واقعہ حضرت عزیر بن شرخیا علیہ السلام کا ہے جو بنی اسرائیل کے ایک نبی ہیں۔ واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ جب بنی اسرائیل کی بداعمالیاں بہت زیادہ بڑھ گئیں تو ان پر خدا کی طرف سے یہ عذاب آیا کہ بخت نصر بابلی ایک کافر بادشاہ نے بہت بڑی فوج کے ساتھ بیت المقدس پر حملہ کر دیا اور شہر کے ایک لاکھ باشندوں کو قتل کر دیا۔ اور ایک لاکھ کو ملک شام میں ادھر ادھر بکھیر کر آباد کر دیا۔ اور ایک لاکھ کو گرفتار کر کے لونڈی غلام بنالیا۔ حضرت عزیر علیہ السلام بھی انہیں قیدیوں میں تھے۔ اس کے بعد اس کافر بادشاہ نے پورے شہر

بیت المقدس کو توڑ پھوڑ کر مسمار کر دیا اور بالکل ویران بنا ڈالا ←

....

بخت نصر کون تھا؟: قوم عمالقہ کا ایک لڑکا ان کے بت نصر کے پاس لاوارث پڑا ہوا ملا چونکہ اس کے باپ کا نام کسی کو نہیں معلوم تھا، اس لئے لوگوں نے اس کا نام بخت نصر (نصر کا بیٹا) رکھ دیا۔ خدا کی شان کہ یہ لڑکا بڑا ہو کر کہراسف بادشاہ کی طرف سے سلطنت بابل پر گورنر مقرر ہو گیا۔ پھر یہ خود دنیا کا بہت بڑا بادشاہ ہو گیا۔ (تفسیر جمل، ج ا، ص ۳۲۱، پ ۳، البقرۃ: ۲۵۹)

کچھ دنوں کے بعد حضرت عزیر علیہ السلام جب کسی طرح بخت نصر کی قید سے رہا ہوئے تو ایک گدھے پر سوار ہو کر اپنے شہر بیت المقدس میں داخل ہوئے۔ اپنے شہر کی ویرانی اور بربادی دیکھ کر ان کا دل بھر آیا اور وہ رو پڑے۔ چاروں طرف چکر لگایا مگر انہیں کسی انسان کی شکل نظر نہیں آئی۔ ہاں یہ دیکھا کہ وہاں کے درختوں پر خوب زیادہ پھل آئے ہیں جو پک کر تیار ہو چکے ہیں مگر کوئی ان پھلوں کو توڑنے والا نہیں ہے۔ یہ منظر دیکھ کر نہایت ہی حسرت و افسوس کے ساتھ بے اختیار آپ کی زبان مبارک سے یہ جملہ نکل پڑا کہ اَنّٰی یُحْیٖ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا یعنی اس شہر کی ایسی بربادی اور ویرانی کے بعد بھلا کس طرح اللہ تعالیٰ پھر اس کو آباد کریگا؟ پھر آپ نے کچھ پھلوں کو توڑ کر تناول فرمایا، اور انگوروں کو نچوڑ کر اس کا شیرہ نوش فرمایا پھر بچے ہوئے پھلوں کو اپنے جھولے میں ڈال لیا اور بچے ہوئے انگور کے شیرہ کو اپنی مشک میں بھر لیا اور اپنے گدھے کو ایک مضبوط رسی سے باندھ دیا۔ اور پھر آپ ایک درخت کے نیچے لیٹ کر سو گئے اور اسی نیند کی حالت میں آپ کی وفات ہو گئی اور اللہ تعالیٰ نے درندوں، پرندوں، چرندوں اور جن و انسان سب کی آنکھوں سے آپ کو اوجھل کر دیا کہ کوئی آپ کو نہ دیکھ سکا۔ یہاں تک کہ ستر برس کا زمانہ گزر گیا تو ملک فارس کے بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ اپنے لشکر کے ساتھ بیت المقدس کے اس ویرانے میں داخل ہوا۔ اور بہت سے لوگوں کو یہاں لا کر بسایا اور شہر کو پھر دوبارہ آباد کر دیا۔ اور بچے کھچے بنی اسرائیل کو جو اطراف و جوانب میں بکھرے ہوئے تھے سب کو بلا بلا کر اس شہر میں آباد کر دیا۔ اور ان لوگوں نے نئی عمارتیں بنا کر اور قسم قسم کے باغات لگا کر اس شہر کو پہلے سے بھی زیادہ خوبصورت اور بارونق بنا دیا۔

جب حضرت عزیر علیہ السلام کو پورے ایک سو برس وفات کی حالت میں ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو زندہ فرمایا تو آپ نے دیکھا کہ آپ کا گدھا مر چکا ہے اور اس کی ہڈیاں گل سڑ کر ادھر ادھر بکھری پڑی ہیں۔ مگر تھیلے میں رکھے ہوئے پھل اور مشک میں رکھا ہوا انگور کا شیرہ بالکل خراب نہیں ہوا، نہ پھلوں میں کوئی تغیر نہ شیرے میں کوئی بو باس یا بدمزگی پیدا ہوئی ہے اور آپ نے یہ بھی دیکھا کہ اب بھی آپ کے سر اور داڑھی کے بال کالے ہیں اور آپ کی عمر وہی چالیس برس ہے۔ آپ حیران ہو کر سوچ بچار میں پڑے ہوئے تھے کہ آپ پر وحی اتری اور اللہ تعالیٰ نے آپ سے دریافت فرمایا کہ اے عزیر! آپ کتنے دنوں تک یہاں رہے؟ تو آپ نے خیال کر کے کہا کہ میں صبح کے وقت سویا تھا اور اب عصر کا وقت ہو گیا ہے، یہ جواب دیا کہ میں دن بھر یا دن بھر سے کچھ کم سوتا رہا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ نہیں، اے عزیر! تم پورے ایک سو برس یہاں ٹھہرے رہے، اب تم ہماری قدرت کا نظارہ کرنے کے لئے ذرا اپنے گدھے کو دیکھو کہ اس کی ہڈیاں گل سڑ کر بکھر چکی ہیں اور اپنے کھانے پینے کی چیزوں پر نظر ڈالو کہ ان میں کوئی خرابی اور بگاڑ نہیں پیدا ہوا۔ پھر ارشاد فرمایا کہ اے عزیر! اب تم دیکھو کہ کس طرح ہم ان ہڈیوں کو اٹھا کر ان پر گوشت پوست چڑھا کر اس گدھے کو زندہ کرتے ہیں۔ چنانچہ حضرت عزیر علیہ السلام نے دیکھا کہ اچانک بکھری ہوئی ہڈیوں میں حرکت پیدا ہوئی اور ایک دم تمام ہڈیاں جمع ہو کر اپنے اپنے جوڑ سے مل کر گدھے کا ڈھانچہ بن گیا ←

 اور لمحہ بھر حضرت عزیر علیہ السلام نے بلند آواز سے یہ کہا:

اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ○

ترجمہ کنزالایمان: میں خوب جانتا ہوں کہ اللہ سب کچھ کرسکتا ہے۔ (پ3، البقرۃ:259)

اس کے بعد حضرت عزیر علیہ السلام شہر کا دورہ فرماتے ہوئے اس جگہ پہنچ گئے جہاں ایک سو برس پہلے آپ کا مکان تھا۔ تو نہ کسی نے آپ کو پہچانا نہ آپ نے کسی کو پہچانا۔ ہاں البتہ یہ دیکھا کہ ایک بہت ہی بوڑھی اور اپاہج عورت مکان کے پاس بیٹھی ہے جس نے اپنے بچپن میں حضرت عزیر علیہ السلام کو دیکھا تھا۔ آپ نے اس سے پوچھا کہ کیا یہی عزیر کا مکان ہے تو اس نے جواب دیا کہ جی ہاں۔ پھر بڑھیا نے کہا کہ عزیر کا کیا ذکر ہے؟ ان کو تو سو برس ہو گئے کہ وہ بالکل ہی لاپتہ ہو چکے ہیں یہ کہہ کر بڑھیا رونے لگی تو آپ نے فرمایا کہ اے بڑھیا! میں ہی عزیر ہوں تو بڑھیا نے کہا کہ سبحان اللہ آپ کیسے عزیر ہو سکتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ اے بڑھیا! مجھ کو اللہ تعالیٰ نے ایک سو برس مردہ رکھا۔ پھر مجھ کو زندہ فرما دیا اور میں اپنے گھر آ گیا ہوں تو بڑھیا نے کہا کہ حضرت عزیر علیہ السلام تو ایسے باکمال تھے کہ ان کی ہر دعا مقبول ہوتی تھی اگر آپ واقعی حضرت عزیر (علیہ السلام) ہیں تو میرے لئے دعا کر دیجئے کہ میری آنکھوں میں روشنی آ جائے اور میرا فالج اچھا ہو جائے۔ حضرت عزیر علیہ السلام نے دعا کر دی تو بڑھیا کی آنکھیں ٹھیک ہو گئیں اور اس کا فالج بھی اچھا ہو گیا۔ پھر اس نے غور سے آپ کو دیکھا تو پہچان لیا اور بول اٹھی کہ میں شہادت دیتی ہوں کہ آپ یقیناً حضرت عزیر علیہ السلام ہی ہیں پھر وہ بڑھیا آپ کو لے کر بنی اسرائیل کے محلہ میں گئی۔ اتفاق سے وہ سب لوگ ایک مجلس میں جمع تھے اور اسی مجلس میں آپ کا لڑکا بھی موجود تھا جو ایک سو اٹھارہ برس کا ہو چکا تھا۔ اور آپ کے چند پوتے بھی تھے جو سب بوڑھے ہو چکے تھے۔ بڑھیا نے مجلس میں شہادت دی اور اعلان کیا کہ اے لوگو! بلاشبہ یہ حضرت عزیر علیہ السلام ہی ہیں مگر کسی نے بڑھیا کی بات کو صحیح نہیں مانا۔ اتنے میں ان کے لڑکے نے کہا کہ میرے باپ کے دونوں کندھوں کے درمیان ایک کالے رنگ کا مسہ تھا جو چاند کی شکل کا تھا۔ چنانچہ آپ نے اپنا کرتا اتار کر دکھایا تو وہ مسہ موجود تھا۔ پھر لوگوں نے کہا کہ حضرت عزیر کو تو توراۃ زبانی یاد تھی اگر آپ عزیر ہیں تو زبانی توراۃ پڑھ کر سنایئے۔ آپ نے بغیر کسی جھجک کے فوراً پوری توراۃ پڑھ کر سنا دی۔ بخت نصر بادشاہ نے بیت المقدس کو تباہ کرتے وقت چالیس ہزار توراۃ کے عالموں کو چن چن کر قتل کر دیا تھا اور توراۃ کی کوئی جلد بھی اس نے زمین پر باقی نہیں چھوڑی تھی۔ اب یہ سوال پیدا ہوا کہ حضرت عزیر نے توراۃ صحیح پڑھی ہے یا نہیں؟ تو ایک آدمی نے کہا کہ میں نے اپنے باپ سے سنا ہے کہ جس دن ہم لوگوں کو بخت نصر نے گرفتار کیا تھا اس دن ایک ویرانے میں ایک انگور کی بیل کی جڑ میں توریت کی ایک جلد دفن کر دی گئی تھی اگر تم لوگ میرے دادا کے انگور کی جگہ کی نشان دہی کر دو تو میں توراۃ کی ایک جلد برآمد کر دوں گا۔ اس وقت پتا چل جائے گا کہ حضرت عزیر نے جو توراۃ پڑھی ہے وہ صحیح ہے یا نہیں؟ چنانچہ لوگوں نے تلاش کر کے اور زمین کھود کر توراۃ کی جلد نکال لی تو وہ حرف بہ حرف حضرت عزیر کی زبانی یاد کی ہوئی توراۃ کے مطابق تھی۔ یہ عجیب و غریب اور حیرت انگیز ماجرا دیکھ کر سب لوگوں نے ایک زبان ہو کر یہ کہنا شروع کر دیا کہ بے شک حضرت عزیر یہی ہیں اور یقیناً یہ خدا کے بیٹے ہیں۔ چنانچہ اسی دن سے یہ غلط اور مشرکانہ عقیدہ یہودیوں میں ←

حضور سید المرسلین محمد رسول اللہ (77) صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

عقیدہ (۲۵): حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے بے ماں باپ کے مٹی سے پیدا کیا (78) اور اپنا خلیفہ کیا (79)

پھیل گیا کہ معاذ اللہ حضرت عزیر خدا کے بیٹے ہیں۔ چنانچہ آج تک دنیا بھر کے یہودی اس باطل عقیدہ پر جمے ہوئے ہیں کہ حضرت عزیر علیہ السلام خدا کے بیٹے ہیں۔ (معاذ اللہ) (تفسیر جمل علی الجلالین، ج ۱، ص ۳۲۲، پ ۳، البقرۃ: ۲۵۹)

(77) رحمۃ اللعالمین

تمام نبیوں پر بے شمار بزرگیاں بخشیں، حضور کو آخری نبی، تمام خلق کا نبی، ہمیشہ تک کا نبی بنایا، رحمۃ اللعالمین، شفیع المذنبین قرار دیا، تمام انبیاء ورسل کل قیامت میں حضور کے جھنڈے تلے ہوں گے۔ غرضیکہ ان کو وہ بزرگیاں بخشیں جو مخلوق کے وہم وگمان سے وراء ہیں یا دینے والا رب جانے یا لینے والا محبوب۔ شعر

تیرے تو وصف عیب تناہی سے ہیں بری حیراں ہوں میرے شاہ میں کیا کیا کہوں تجھے (حدائق بخشش)

(78) سب خوبیاں اس ذات کے لئے ہیں وہم وگمان جس کا ادراک نہیں کر سکتے، نہ آنکھیں اس کا احاطہ کر سکتی ہے۔ نہ اسے آفات آتی ہیں نہ موت۔ اس نے کتاب کو نازل فرمایا، بادل برسایا، ترپھلوں کو خشک ٹہنیوں سے نکالا اور انسان کو خشک بجتی مٹی سے پیدا کیا جو اصل میں ایک سیاہ بودار گارا تھی۔ وہ خود اپنی قدرتِ کاملہ کو یوں بیان فرماتا ہے:

وَاِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا یَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ○

ترجمۂ کنزالایمان: اور جب کسی بات کا حکم فرمائے تو اس سے یہی فرماتا ہے کہ ہوجا، وہ فوراً ہوجاتی ہے۔ (پ ۱، البقرہ: ۱۱۷)

(79) خلافتِ آدم علیہ السلام

حضرت آدم علیہ السلام کا لقب خلیفۃ اللہ ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو اپنی خلافت سے سرفراز فرمانے کا ارادہ فرمایا تو اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ اور فرشتوں میں جو مکالمہ ہوا وہ بہت ہی تعجب خیز ہونے کے ساتھ ساتھ نہایت ہی فکر انگیز وعبرت آموز بھی ہے، جو حسب ذیل ہے:

اللہ تعالیٰ: اے فرشتو! میں زمین میں اپنا خلیفہ بنانے والا ہوں جو میرا نائب بن کر زمین میں میرے احکام کو نافذ کریگا۔

ملائکہ: اے باری تعالیٰ کیا تو زمین میں ایسے شخص کو اپنی خلافت و نیابت کے شرف سے سرفراز فرمائے گا جو زمین میں فساد برپا کریگا اور قتل و غارت گری سے خوں ریزی کا بازار گرم کریگا؟ اے خداوند تعالیٰ! اس شخص سے زیادہ تیری خلافت کے حق دار تو ہم ملائکہ کی جماعت ہے، کیونکہ ہم ملائکہ نہ زمین میں فساد پھیلائیں گے، نہ خون ریزی کریں گے بلکہ ہم تیری حمد وثناء کے ساتھ تیری سبوحیت کا اعلان اور تیری قدوسیت اور پاکی کا بیان کرتے رہتے ہیں اور تیری تسبیح وتقدیس سے ہر لحظہ وہر آن رطب اللسان رہتے ہیں اس لئے ہم فرشتوں کی جماعت ہی میں سے کسی کے سر پر اپنی خلافت و نیابت کا تاج رکھ کر اس کو خلیفۃ اللہ کے معزز لقب سے سربلند فرما۔

اللہ تعالیٰ: اے فرشتو! آدم (علیہ السلام) کے خلیفہ بنانے میں جو حکمتیں اور مصلحتیں ہیں ان کو میں ہی جانتا ہوں، تم گروہ ملائکہ ان حکمتوں اور مصلحتوں کو نہیں جانتے۔

←

اور تمام اسماء مسمّیات کا علم دیا (80)، ملائکہ کو حکم دیا کہ ان کو سجدہ کریں، سب نے سجدہ کیا، شیطان (کہ از قسمِ جن تھا،

فرشتے باری تعالیٰ کے اس ارشاد کو سن کر اگرچہ خاموش ہو گئے مگر انہوں نے اپنے دل میں یہ خیال چھپائے رکھا کہ اللہ تعالیٰ خواہ کسی کو بھی اپنا خلیفہ بنا دے مگر وہ فضل وکمال میں ہم فرشتوں سے بڑھ کر نہ ہوگا۔ کیونکہ ہم ملائکہ فضیلت کی جس منزل پر ہیں وہاں تک کسی مخلوق کی بھی رسائی نہ ہو سکے گی۔ اس لئے فضیلت کے تاجدار بہر حال ہم فرشتوں کی جماعت ہی رہے گی۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرما کر تمام چھوٹی بڑی چیزوں کا علم ان کو عطا فرما دیا اس کے بعد پھر اللہ تعالیٰ اور ملائکہ کا حسب ذیل مکالمہ ہوا۔

اللہ تعالیٰ: اے فرشتو! اگر تم اپنے اس دعویٰ میں سچے ہو کہ تم سے افضل کوئی دوسری مخلوق نہیں ہو سکتی تو تم تمام ان چیزوں کے نام بتاؤ جن کو میں نے تمہارے پیش نظر کر دیا ہے۔

ملائکہ: اے اللہ تعالیٰ! تو ہر نقص وعیب سے پاک ہے ہمیں تو بس اتنا ہی علم ہے جو تو نے ہمیں عطا فرما دیا ہے اس کے سوا ہمیں اور کسی چیز کا کوئی علم نہیں ہے ہم بالیقین یہ جانتے ہیں اور مانتے ہیں کہ بلاشبہ علم وحکمت کا خالق ومالک تو صرف تو ہی ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو مخاطب فرما کر ارشاد فرمایا کہ اے آدم تم ان فرشتوں کو تمام چیزوں کے نام بتاؤ۔ تو حضرت آدم علیہ السلام نے تمام اشیاء کے نام اور ان کی حکمتوں کا علم فرشتوں کو بتا دیا جس کو سن کر فرشتے متعجب ومحوِ حیرت ہو گئے۔

اللہ تعالیٰ: اے فرشتو! کیا میں نے تم سے یہ نہیں فرما دیا تھا کہ میں آسمان وزمین کی چھپی ہوئی تمام چیزوں کو جانتا ہوں اور تم جو علانیہ یہ کہتے تھے کہ آدم فساد برپا کریں گے اس کو بھی میں جانتا ہوں اور تم جو خیالات اپنے دلوں میں چھپائے ہوئے تھے کہ کوئی مخلوق تم سے بڑھ کر افضل نہیں پیدا ہوگی، میں تمہارے دلوں میں چھپے ہوئے ان خیالات کو بھی جانتا ہوں۔

پھر حضرت آدم علیہ السلام کے فضل وکمال کے اظہار واعلان کے لئے اور فرشتوں سے ان کی عظمت وفضیلت کا اعتراف کرانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے سب فرشتوں کو حکم فرمایا کہ تم سب حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرو چنانچہ سب فرشتوں نے آپ کو سجدہ کیا لیکن ابلیس نے سجدہ سے انکار کر دیا اور تکبر کیا تو کافر ہو کر مردودِ بارگاہ ہو گیا۔

(80) علوم آدم علیہ السلام کی ایک فہرست

حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے کتنے اور کس قدر علوم عطا فرمائے اور کن کن چیزوں کے علوم ومعارف کو عالم الغیب والشہادۃ نے ایک لمحہ کے اندر ان کے سینۂ اقدس میں بذریعہ الہام جمع فرما دیا، جن کی بدولت حضرت آدم علیہ السلام علوم ومعارف کی اتنی بلند ترین منزل پر فائز ہو گئے کہ فرشتوں کی مقدس جماعت آپ کے علمی وقار وعرفانی عظمت واقتدار کے روبرو سربسجود ہو گئی، ان علوم کی ایک فہرست آپ قطب زمانہ حضرت علامہ شیخ اسمٰعیل حقی علیہ الرحمۃ کی شہرہ آفاق تفسیر روح البیان شریف میں پڑھیے جس کا ترجمہ حسب ذیل ہے، وہ فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو تمام چیزوں کا نام، تمام زبانوں میں سکھا دیا اور ان کو تمام ملائکہ کے نام اور تمام اولادِ آدم کے نام، اور تمام حیوانات ونباتات وجمادات کے نام، اور تمام چیز کی صنعتوں کے نام اور تمام شہروں اور تمام بستیوں کے نام اور تمام پرندوں ←

مگر بہت بڑا عابد زاہد تھا، یہاں تک کہ گروہِ ملائکہ میں اُس کا شمار تھا باِنکار پیش آیا، ہمیشہ کے لیے مردود ہوا۔(81)

اور درختوں کے نام اور جو آئندہ عالم وجود میں آنے والے ہیں سب کے نام اور قیامت تک پیدا ہونے والے تمام جانداروں کے نام اور تمام کھانے پینے کی چیزوں کے نام اور جنت کی تمام نعمتوں کے نام اور تمام چیزوں اور سامانوں کے نام، یہاں تک کہ پیالہ اور پیالی کے نام۔ اور حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو سات لاکھ زبانیں سکھائی ہیں۔ (تفسیر روح البیان، ج۱، ص۱۰۰، پ۱، البقرۃ:۳۱)

ان علوم مذکورہ بالا کی فہرست کو قرآن مجید نے اپنے معجزانہ جوامع الکلم کے انداز بیان میں صرف ایک جملہ کے اندر بیان فرما دیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے کہ:

وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا.

اور اللہ تعالیٰ نے آدم کو تمام اشیاء کے نام سکھائے۔ (پ۱، البقرۃ:۳۱)

حضرت آدم علیہ السلام کے خزائن علم کی یہ عظیم فہرست دیکھ کر سوچئے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام کے علوم و معارف کی یہ منزل ہے تو پھر حضور سید آدم و سرور اولادِ آدم، خلیفۃ اللہ الاعظم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم عالیہ کی کثرت و وسعت اور ان کی رفعت و عظمت کا کیا عالم ہوگا؟ میں کہتا ہوں کہ واللہ حضرت آدم علیہ السلام کے علوم کو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم سے اتنی بھی نسبت نہیں ہوسکتی جتنی کہ ایک قطرہ کو سمندر سے اور ایک ذرہ کو تمام روئے زمین سے نسبت ہے۔ اللہ اکبر! کہاں علوم آدم اور کہاں علوم سید عالم! ؎

فرش تا عرش سب آئینہ، ضمائر حاضر بس قسم کھایئے اُمّی! تیری دانائی کی

(81) ابلیس کیا تھا اور کیا ہوگیا؟

ابلیس جس کو شیطان کہا جاتا ہے۔ یہ فرشتہ نہیں تھا بلکہ جن تھا جو آگ سے پیدا ہوا تھا۔ لیکن یہ فرشتوں کے ساتھ ساتھ ملا جلا رہتا تھا اور دربارِ خداوندی میں بہت مقرب اور بڑے بڑے بلند درجات و مراتب سے سرفراز تھا۔ حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ابلیس چالیس ہزار برس تک جنت کا خزانچی رہا اور اَسّی ہزار برس تک ملائکہ کا ساتھی رہا اور بیس ہزار برس تک ملائکہ کو وعظ سناتا رہا اور تیس ہزار برس تک مقربین کا سردار رہا اور ایک ہزار برس تک روحانیین کی سرداری کے منصب پر رہا اور چودہ ہزار برس تک عرش کا طواف کرتا رہا اور پہلے آسمان میں اس کا نام عابد اور دوسرے آسمان میں زاہد، اور تیسرے آسمان میں عارف اور چوتھے آسمان میں ولی اور پانچویں آسمان میں تقی اور چھٹے آسمان میں خازن اور ساتویں آسمان میں عزازیل تھا اور لوح محفوظ میں اس کا نام ابلیس لکھا ہوا تھا اور یہ اپنے انجام سے غافل اور خاتمہ سے بے خبر تھا۔ (تفسیر صاوی، ج۱، ص۵۱، پ۱، البقرۃ:۳۴، تفسیر جمل، ج۱، ص۶۰)

لیکن جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے کا حکم دیا تو ابلیس نے انکار کر دیا اور حضرت آدم علیہ السلام کی تحقیر اور اپنی بڑائی کا اظہار کر کے تکبر کیا اسی جرم کی سزا میں خداوند عالم نے اس کو مردودِ بارگاہ کر کے دونوں جہان میں ملعون فرما دیا اور اس کی پیروی کرنے والوں کو جہنم میں عذابِ نار کا سزاوار بنا دیا۔ چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد ربانی ہوا کہ:

قَالَ مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُكَ قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّ خَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ ۝ قَالَ فَاهْبِطْ مِنْهَا فَمَا يَكُوْنُ لَكَ اَنْ تَتَكَبَّرَ فِيْهَا فَاخْرُجْ اِنَّكَ مِنَ الصّٰغِرِيْنَ ۝ قَالَ اَنْظِرْنِيْۤ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ۝ قَالَ اِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ ۝ قَالَ ←

عقیدہ (۲۶): حضرت آدم علیہ السلام سے پہلے انسان کا وجود نہ تھا، بلکہ سب انسان اُن ہی کی اولاد ہیں، اسی وجہ سے انسان کو آدمی کہتے ہیں، یعنی اولادِ آدم اور حضرت آدم علیہ السلام کو ابوالبشر کہتے ہیں، یعنی سب انسانوں کے باپ۔

عقیدہ (۲۷): سب میں پہلے نبی حضرت آدم علیہ السلام ہوئے اور سب میں پہلے رسول جو کُفّار پر بھیجے گئے حضرت نوح علیہ السلام ہیں، اُنھوں نے ساڑھے نوسو برس ہدایت فرمائی، اُن کے زمانہ کے کفار بہت سخت تھے، ہر قسم کی تکلیفیں پہنچاتے، استہزا کرتے، اتنے عرصہ میں گنتی کے لوگ مسلمان ہوئے، باقیوں کو جب ملاحظہ فرمایا کہ ہرگز اصلاح پذیر نہیں، ہٹ دھرمی اور کُفر سے باز نہ آئیں گے، مجبور ہو کر اپنے رب کے حضور اُن کے ھلاک کی دُعا کی، طوفان آیا اور ساری زمین ڈوب گئی، صرف وہ گنتی کے مسلمان اور ہر جانور کا ایک ایک جوڑا جو کشتی میں لے لیا گیا تھا، بچ گئے۔(82)

فَبِمَا اَغْوَیْتَنِیْ لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِیْمَ ۝ ثُمَّ لَاٰتِیَنَّهُمْ مِّنْۢ بَیْنِ اَیْدِیْهِمْ وَ مِنْ خَلْفِهِمْ وَ عَنْ اَیْمَانِهِمْ وَ عَنْ شَمَآىٕلِهِمْ وَ لَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِیْنَ ۝ قَالَ اخْرُجْ مِنْهَا مَذْءُوْمًا مَّدْحُوْرًا لَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ لَاَمْلَــٴَـنَّ جَهَنَّمَ مِنْكُمْ اَجْمَعِیْنَ ۝ (پ8، الاعراف:12۔18)

ترجمہ کنزالایمان: فرمایا کس چیز نے تجھے روکا کہ تو نے سجدہ نہ کیا جب میں نے تجھے حکم دیا تھا بولا میں اس سے بہتر ہوں تو نے مجھے آگ سے بنایا اور اسے مٹی سے بنایا۔ فرمایا تو یہاں سے اتر جا تجھے نہیں پہنچتا کہ یہاں رہ کر غرور کرے نکل تو ہے ذلت والوں میں بولا مجھے فرصت دے اس دن تک کہ لوگ اٹھائے جائیں فرمایا تجھے مہلت ہے بولا تو قسم اس کی کہ تو نے مجھے گمراہ کیا میں ضرور تیرے سیدھے راستہ پر ان کی تاک میں بیٹھوں گا پھر ضرور میں ان کے پاس آؤں گا ان کے آگے اور پیچھے اور داہنے اور بائیں سے اور تو ان میں اکثر کو شکر گزار نہ پائے گا فرمایا یہاں سے نکل جا رد کیا گیا راندہ ہوا ضرور جو ان میں سے تیرے کہے پر چلا میں تم سب سے جہنم بھر دوں گا۔

(82) طوفان برپا کرنے والا تنور

یوں تو اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو دوسو برس پہلے ہی بذریعہ وحی مطلع کر دیا تھا کہ آپ کی قوم طوفان میں غرق کر دی جائے گی۔ مگر طوفان آنے کی نشانی یہ مقرر فرما دی تھی کہ آپ کے گھر کے تنور سے پانی ابلنا شروع ہوگا۔ چنانچہ پتھر کے اس تنور سے ایک دن صبح کے وقت پانی ابلنا شروع ہو گیا اور آپ نے کشتی پر جانوروں اور انسانوں کو سوار کرانا شروع کر دیا پھر زوردار بارش ہونے لگی جو مسلسل چالیس دن اور چالیس رات موسلا دھار برستی رہی اور زمین بھی جا بجا شق ہو گئی اور پانی کے چشمے پھوٹ کر بہنے لگے۔ اس طرح بارش اور زمین سے نکلنے والے پانیوں سے ایسا طوفان آ گیا کہ چالیس چالیس گز اُونچے پہاڑوں کی چوٹیاں ڈوب گئیں۔

چنانچہ ارشادِ خداوندی ہے کہ:

حَتّٰۤى اِذَا جَآءَ اَمْرُنَا وَ فَارَ التَّنُّوْرُۙ قُلْنَا احْمِلْ فِیْهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَیْنِ اثْنَیْنِ وَ اَهْلَكَ اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَیْهِ الْقَوْلُ وَ مَنْ ←

عقیدہ (۲۸): انبیا کی کوئی تعداد معیّن کرنا جائز نہیں، کہ خبریں اس باب میں مختلف ہیں اور تعداد معیّن پر ایمان رکھنے میں نبی کو ملت سے خارج ماننے، یا غیر نبی کو نبی جاننے کا احتمال ہے اور یہ دونوں باتیں کفر ہیں، لہٰذا یہ اعتقاد

اٰمَنَ وَمَآ اٰمَنَ مَعَهٗٓ اِلَّا قَلِیْلٌ ○

ترجمہ کنزالایمان:۔ یہاں تک کہ جب ہمارا حکم آیا اور تنور اُبلا ہم نے فرمایا کشتی میں سوار کرلے ہر جنس میں سے ایک جوڑا نر و مادہ اور جن پر بات پڑ چکی ہے ان کے سوا اپنے گھر والوں اور باقی مسلمانوں کو اور اس کے ساتھ مسلمان نہ تھے مگر تھوڑے۔ (پ ۱۲، ھود: ۴۰)

اور آسمان وزمین کے پانی کی فراوانی اور طغیانی کا بیان فرماتے ہوئے ارشاد ربانی ہوا کہ:۔

فَفَتَحْنَآ اَبْوَابَ السَّمَآءِ بِمَآءٍ مُّنْهَمِرٍ ○ وَّفَجَّرْنَا الْاَرْضَ عُیُوْنًا فَالْتَقَى الْمَآءُ عَلٰٓى اَمْرٍ قَدْ قُدِرَ ○

ترجمہ کنزالایمان:۔ تو ہم نے آسمان کے دروازے کھول دیئے زور کے بہتے پانی سے اور زمین چشمے کرکے بہادی تو دونوں پانی مل گئے اس مقدار پر جو مقدر تھی۔ (پ 27، القمر: 11)

یعنی طوفان آ گیا اور ساری دنیا غرق ہو گئی۔ (تفسیر صاوی، ج ۳، ص ۹۱۳، پ ۱۲، ھود: ۴۲)

طوفان کتنا زوردار تھا اور طوفانی سیلاب کی موجوں کی کیا کیفیت تھی؟ اس کی منظر کشی قرآن مجید نے ان لفظوں میں فرمائی ہے:

وَهِیَ تَجْرِیْ بِهِمْ فِیْ مَوْجٍ كَالْجِبَالِ

ترجمہ کنزالایمان:۔ اور وہ انہیں لئے جارہی ہے ایسی موجوں میں جیسے پہاڑ۔ (پ 12، ھود: 42)

حضرت نوح علیہ السلام کشتی پر سوار ہو گئے اور کشتی طوفانی موجوں کے تھپیڑوں سے ٹکراتی ہوئی برابر چلی جارہی تھی یہاں تک کہ سلامتی کے ساتھ کوہ جودی پر پہنچ کر ٹھہر گئی۔ کشتی پر سوار ہوتے وقت حضرت نوح علیہ السلام نے یہ دعا پڑھی تھی کہ:

بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا وَمُرْسٰىهَا اِنَّ رَبِّیْ لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ○

ترجمہ کنزالایمان:۔ اللہ کے نام پر اس کا چلنا اور اس کا ٹھہرنا بیشک میرا رب ضرور بخشنے والا مہربان ہے۔ (پ 12، ھود: 41)

طوفان کیونکر ختم ہوا

جب حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی جودی پہاڑ پر پہنچ کر ٹھہر گئی اور سب کفار غرق ہو کر فنا ہو چکے تو اللہ تعالیٰ نے زمین کو حکم دیا کہ اے زمین! جتنا پانی تجھ سے چشموں کی صورت میں نکلا ہے تو ان سب پانیوں کو پی لے۔ اور اے آسمان! تو اپنی بارش بند کر دے۔ چنانچہ پانی گھٹنا شروع ہو گیا اور طوفان ختم ہو گیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو حکم دیا کہ اے نوح! آپ کشتی سے اُتر جائیے۔ اللہ کی طرف سے سلامتی اور برکتیں آپ پر بھی ہیں اور ان لوگوں پر بھی ہیں جو کشتی میں آپ کے ساتھ رہے۔ (پ ۱۲، ھود: ۴۸)

حدیث شریف میں آیا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے روئے زمین کی خبر لانے کے لئے کسی کو بھیجنے کا ارادہ فرمایا تو سب سے پہلے مرغی نے کہا کہ میں روئے زمین کی خبر لاؤں گی تو آپ نے اس کو پکڑ لیا اور اس کے بازوؤں پر مہر لگا کر فرمایا کہ تجھ پر میری مہر ہے، تو پرند ہوتے ہوئے بھی لمبی اُڑان نہ اُڑ سکے گی اور میری امت تجھ سے فائدہ اٹھائے گی۔ پھر آپ نے کوے کو بھیجا تو وہ ایک مردار دیکھ کر اس پر گر پڑا اور واپس نہیں آیا۔ تو آپ نے اس پر لعنت فرما دی اور اس کے لئے بددعا فرما دی کہ وہ ہمیشہ خوف میں مبتلا رہے۔ چنانچہ کوے کو حل وحرم میں ←

چاہیے کہ اللہ (عزوجل) کے ہر نبی پر ہمارا ایمان ہے۔

عقیدہ (۲۹): نبیوں کے مختلف درجے ہیں، بعض کو بعض پر فضیلت ہے(83) اور سب میں افضل ہمارے آقا و مولیٰ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں(84)، حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے بعد سب سے بڑا مرتبہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کا ہے، پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام، پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت نوح علیہ السلام کا، اِن حضرات کو مرسلین اُولو العزم کہتے ہیں اور یہ پانچوں حضرات باقی تمام انبیا و مرسلینِ انس و ملک و جن و جمیع مخلوقاتِ الٰہی سے افضل ہیں۔ جس طرح حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) تمام رسولوں کے سردار اور سب سے افضل ہیں، بلاتشبیہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے صدقہ میں حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی اُمت تمام اُمتوں سے افضل۔

عقیدہ (۳۰): تمام انبیا، اللہ عزوجل کے حضور عظیم وجاہت و عزت والے ہیں(85) ان کو اللہ تعالیٰ کے نزدیک معاذ اللہ چوہڑے چمار کی مثل کہنا کھلی گستاخی اور کلمہ کفر ہے(86)۔

عقیدہ (۳۱): نبی کے دعویٔ نبوت میں سچے ہونے کی ایک دلیل یہ ہے کہ نبی اپنے صدق کا علانیہ دعویٰ

کہیں بھی پناہ نہیں ہے۔ پھر آپ نے کبوتر کو بھیجا تو وہ زمین پر نہیں اُترا بلکہ ملک سبا سے زیتون کی ایک پتی چونچ میں لے کر آگیا تو آپ نے فرمایا کہ تم زمین پر نہیں اُترے اس لئے پھر جاؤ اور روئے زمین کی خبر لاؤ۔ تو کبوتر دوبارہ روانہ ہوا اور مکہ مکرمہ میں حرم کعبہ کی زمین پر اُترا اور دیکھ لیا کہ پانی زمین حرم سے ختم ہو چکا ہے اور سرخ رنگ کی مٹی ظاہر ہوگئی ہے۔ کبوتر کے دونوں پاؤں سرخ مٹی سے رنگین ہو گئے۔ اور وہ اسی حالت میں حضرت نوح علیہ السلام کے پاس واپس آگیا اور عرض کیا کہ اے خدا کے پیغمبر! آپ میرے گلے میں ایک خوبصورت طوق عطا فرمایئے اور میرے پاؤں میں سرخ خضاب مرحمت فرمایئے اور مجھے زمین حرم میں سکونت کا شرف عطا فرمایئے۔ چنانچہ حضرت نوح علیہ السلام نے کبوتر کے سر پر دست شفقت پھیرا اور اس کے لئے یہ دعا فرمادی کہ اس کے گلے میں دھاری کا ایک خوبصورت ہار پڑا رہے اور اس کے پاؤں سرخ ہو جائیں اور اس کی نسل میں خیر و برکت رہے اور اس کو زمین حرم میں سکونت کا شرف ملے۔

(تفسیر صاوی، ج ۳، ص ۹۱۶، پ ۱۲، ھود: ۴۸)

(83) وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِيّٖنَ عَلٰى بَعْضٍ وَّاٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا۝

ترجمۂ کنز الایمان: اور بیشک ہم نے نبیوں میں ایک کو ایک پر بڑائی دی اور داؤد کو زبور عطا فرمائی۔ (پ 15، بنی اسرائیل 55)

(84) تیرے تو وصف "عیب تناہی" سے ہیں بری — حیراں ہوں میرے شاہ میں کیا کیا کہوں تجھے (حدائق بخشش)

(85) وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِیْٓ اٰدَمَ..

ترجمۂ کنز الایمان: اور بیشک ہم نے اولادِ آدم کو عزت دی۔ (پ 15، بنی اسرائیل 70)

(86) جیسا کہ تقویۃ الایمان میں ہے: اور یہ یقین جان لینا چاہیے کہ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا وہ اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہے۔

(تقویۃ الایمان مع تذکیر الاخوان، ص ۲۵، مطبوعہ میر محمد کتب خانہ آرام باغ کراچی)

فرما کر محالات عادیہ کے ظاہر کرنے کا ذمہ لیتا اور منکروں کو اُس کے مثل کی طرف بلاتا ہے، اللہ عزوجل اُس کے دعویٰ کے مطابق امرِ محالِ عادی ظاہر فرما دیتا ہے اور منکرین سب عاجز رہتے ہیں اسی کو معجزہ کہتے ہیں(87) جیسے حضرت صالح علیہ السلام کا ناقہ، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا کا سانپ ہو جانا(88) اور

(87) مُفسّرِ شہیر حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان فرماتے ہیں:

معجزات جمع ہے معجزہ کی، یہ بنا ہے اعجاز سے بمعنی عاجز کرنا، وہ کام جس کے مقابلہ سے بلکہ اس کی سمجھ سے خلق عاجز ہو اسے معجزہ کہتے ہیں۔ شریعت کی اصطلاح میں معجزہ ہر وہ عجیب و غریب خلاف عادت کام ہے جو دعویٰ نبوت کرنے والے کے ہاتھ پر ظاہر ہو۔ دعویٰ نبوت سے پہلے جو نبی کے ہاتھ پر ظاہر ہوا اسے کہتے ہیں ارہاص، بمعنی عمارت کو مضبوط و پختہ بنانا بنیاد مستحکم رکھنا، اس کے ذریعے نبوت کی دیوار کی پختگی کی جاتی ہے۔ اولیاء اللہ کے ہاتھ پر جو عجیب بات ظاہر ہو اسے کہتے ہیں کرامت۔ عام مؤمنین کے ہاتھ پر اگر کبھی کوئی عجیب بات ظاہر ہو وہ ہے معونت اور کفار کے ہاتھ سے جو عجوبہ ظاہر ہو وہ ہے استدراج۔ یہ پانچ قسمیں یاد رکھو: معجزہ، ارہاص، کرامت، معونت، استدراج۔ گذشتہ انبیاء کرام کو ایک یا دو معجزے عطا ہوئے تھے حضور انور کو ہزارہا معجزے عطا ہوئے، کسی نبی کے ہاتھ میں معجزہ تھا، کسی کے سانس میں، کسی کی آنکھ میں مگر حضور کی شان یہ ہے کہ ؎

دیئے معجزے انبیاء کو خدا نے ہمارا نبی معجزہ بن کے آیا (مراۃ المناجیح ج ۸ ص ۱۲۶)

(88) جنتی لاٹھی

یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وہ مقدس لاٹھی ہے جس کو عصاء موسیٰ کہتے ہیں اس کے ذریعہ آپ کے بہت سے اُن معجزات کا ظہور ہوا جن کو قرآن مجید نے مختلف عنوانوں کے ساتھ بار بار بیان فرمایا ہے۔

اس مقدس لاٹھی کی تاریخ بہت قدیم ہے جو اپنے دامن میں سینکڑوں اُن تاریخی واقعات کو سمیٹے ہوئے ہے جن میں عبرتوں اور نصیحتوں کے ہزاروں نشانات ستاروں کی طرح جگمگا رہے ہیں جن سے اہل نظر کو بصیرت کی روشنی اور ہدایت کا نور ملتا ہے۔

یہ لاٹھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قد برابر دس ہاتھ لمبی تھی۔ اور اس کے سر پر دو شاخیں تھیں جو رات میں مشعل کی طرح روشن ہو جایا کرتی تھیں۔ یہ جنت کے درخت پیلو کی لکڑی سے بنائی گئی تھی اور اس کو حضرت آدم علیہ السلام بہشت سے اپنے ساتھ لائے تھے۔ چنانچہ حضرت سید علی اجہوری علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ ؎

وَاٰدَمُ مَعَهٗ اُنْزِلَ الْعُوْدُ وَالْعَصَا لِمُوْسٰى مِنَ الْاٰسِ النَّبَاتِ الْمُكَرَّمِ

وَاَوْرَاقُ تِيْنٍ وَّالْيَمِيْنُ بِمَكَّةَ وَ خَتْمُ سُلَيْمٰنَ النَّبِيِّ الْمُعَظَّمِ

ترجمہ: حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھ عود (خوشبودار لکڑی) حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا جو عزت والی پیلو کی لکڑی کا تھا، انجیر کی پتیاں، حجر اسود جو مکہ معظمہ میں ہے اور نبی معظم حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی یہ پانچوں چیزیں جنت سے اُتاری گئیں۔

(تفسیر الصاوی، ج ۱، ص ۶۹، البقرۃ: ۶۰) ←

ید بیضا(89)

عصا اژدہا بن گیا

فرعون نے ایک میلہ لگوایا اور اپنی پوری سلطنت کے جادوگروں کو جمع کر کے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو شکست دینے کے لئے مقابلہ پر لگا دیا۔ اور اس میلہ کے ازدحام میں جہاں لاکھوں انسانوں کا مجمع تھا، ایک طرف جادوگروں کا ہجوم اپنی جادوگری کا سامان لے کر جمع ہو گیا۔ اور اُن جادوگروں کی فوج کے مقابلہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام تنہا ڈٹ گئے۔ جادوگروں نے فرعون کی عزت کی قسم کھا کر اپنے جادو کی لاٹھیوں اور رسیوں کو پھینکا تو ایک دم وہ لاٹھیاں اور رسیاں سانپ بن کر پورے میدان میں ہر طرف پھنکاریں مار کر دوڑنے لگیں اور پورا مجمع خوف وہراس میں بدحواس ہو کر اِدھر اُدھر بھاگنے لگا اور فرعون اور اس کے تمام جادوگر اس کرتب کو دکھا کر اپنی فتح کے گھمنڈ اور غرور کے نشہ میں بدمست ہو گئے اور جوشِ شادمانی سے تالیاں بجا بجا کر اپنی مسرت کا اظہار کرنے لگے کہ اتنے میں ناگہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خدا کے حکم سے اپنی مقدس لاٹھی کو اُن سانپوں کے ہجوم میں ڈال دیا تو یہ لاٹھی ایک بہت بڑا اور نہایت ہیبت ناک اژدہا بن کر جادوگروں کے تمام سانپوں کو نگل گیا۔ یہ معجزہ دیکھ کر تمام جادوگر اپنی شکست کا اعتراف کرتے ہوئے سجدہ میں گر پڑے اور باآوازِ بلند یہ اعلان کرنا شروع کر دیا کہ اٰمَنَّا بِرَبِّ هٰرُوْنَ وَمُوْسٰى یعنی ہم سب حضرت ہارون اور حضرت موسیٰ علیہما السلام کے رب پر ایمان لائے۔

چنانچہ قرآن مجید نے اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ:

قَالُوْا یٰمُوْسٰۤى اِمَّاۤ اَنْ تُلْقِیَ وَ اِمَّاۤ اَنْ نَّكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَلْقٰى ۝ قَالَ بَلْ اَلْقُوْا ۚ فَاِذَا حِبَالُهُمْ وَ عِصِیُّهُمْ یُخَیَّلُ اِلَیْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ اَنَّهَا تَسْعٰى ۝ فَاَوْجَسَ فِیْ نَفْسِهٖ خِیْفَةً مُّوْسٰى ۝ قُلْنَا لَا تَخَفْ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعْلٰى ۝ وَ اَلْقِ مَا فِیْ یَمِیْنِكَ تَلْقَفْ مَا صَنَعُوْا ؕ اِنَّمَا صَنَعُوْا كَیْدُ سٰحِرٍ ؕ وَ لَا یُفْلِحُ السّٰحِرُ حَیْثُ اَتٰى ۝ فَاُلْقِیَ السَّحَرَةُ سُجَّدًا قَالُوْۤا اٰمَنَّا بِرَبِّ هٰرُوْنَ وَ مُوْسٰى ۝

ترجمہ کنزالایمان:۔ بولے اے موسیٰ یا تو تم ڈالو یا ہم پہلے ڈالیں موسیٰ نے کہا بلکہ تمہیں ڈالو جبھی اُن کی رسیاں اور لاٹھیاں اُن کے جادو کے زور سے اُن کے خیال میں دوڑتی معلوم ہوئیں تو اپنے جی میں موسیٰ نے خوف پایا ہم نے فرمایا ڈر نہیں بیشک تو ہی غالب ہے اور ڈال تو دے جو تیرے داہنے ہاتھ میں ہے اور اُن کی بناوٹوں کو نگل جائے گا وہ جو بنا کر لائے ہیں وہ تو جادوگر کا فریب ہے اور جادوگر کا بھلا نہیں ہوتا کہیں آوے تو سب جادوگر سجدے میں گرا لئے گئے بولے ہم اس پر ایمان لائے جو ہارون اور موسیٰ کا رب ہے۔

(پ16، طٰہٰ 65تا70)

(89) روشن ہاتھ

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جب اللہ تعالیٰ نے فرعون کی ہدایت کے لئے اُس کے دربار میں بھیجا تو دو معجزات آپ کو عطا فرما کر بھیجا۔ ایک عصا، دوسرا ید بیضا (روشن ہاتھ) حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے گریبان میں ہاتھ ڈال کر باہر نکالتے تھے تو ایک دم آپ کا ہاتھ روشن ہو کر چمکنے لگتا تھا، پھر جب آپ اپنا ہاتھ گریبان میں ڈال دیتے تو وہ اپنی اصلی حالت پر ہو جایا کرتا تھا۔ اس معجزہ کو قرآنِ عظیم نے مختلف سورتوں میں بار بار ذکر فرمایا ہے۔ چنانچہ سورہ طٰہٰ میں ارشاد فرمایا کہ:۔

وَ اضْمُمْ یَدَكَ اِلٰى جَنَاحِكَ تَخْرُجْ بَیْضَآءَ مِنْ غَیْرِ سُوْٓءٍ اٰیَةً اُخْرٰى ۝ لِنُرِیَكَ مِنْ اٰیٰتِنَا الْكُبْرٰى ۝

←

اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مُردوں کو جلا دینا (90) اور مادر زاد اندھے اور کوڑھی کو اچھا کر دینا اور ہمارے حضور

ترجمہ کنزالایمان:۔ اور اپنا ہاتھ اپنے بازو سے ملا خوب سپید نکلے گا بے کسی مرض کے ایک اور نشانی کہ ہم تجھے اپنی بڑی بڑی نشانیاں دکھائیں۔ (پ16، طٰہٰ:22، 23)

اسی معجزہ کا نام ید بیضا ہے جو ایک عجیب اور عظیم معجزہ ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دستِ مبارک سے رات اور دن میں آفتاب کی طرح نور نکلتا تھا۔ (تفسیر خزائن العرفان، ص ۵۶۳، پ ۱۶، طٰہٰ ۲۲)

(90) مردوں کو زندہ کرنا

روایت ہے کہ آپ نے چار مردوں کو زندہ فرمایا:۔

(۱) عاذر اپنے دوست کو۔ (۲) ایک بڑھیا کے لڑکے کو۔

(۳) ایک عُشر وصول کرنے والے کی لڑکی کو۔ (۴) حضرت سام بن نوح علیہ السلام کو۔

عاذر:۔ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ایک مخلص دوست تھے جب ان کا انتقال ہونے لگا تو ان کی بہن نے آپ کے پاس قاصد بھیجا کہ آپ کا دوست مر رہا ہے۔ اس وقت آپ اپنے دوست سے تین دن کی دوری کی مسافت پر تھے۔ عاذر کے انتقال و دفن کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام وہاں پہنچے اور عاذر کی قبر کے پاس تشریف لے گئے اور عاذر کو پکارا تو وہ زندہ ہو کر اپنی قبر سے باہر نکل آئے اور برسوں زندہ رہے اور صاحبِ اولاد بھی ہوئے۔

بڑھیا کا بیٹا:۔ یہ مر گیا تھا اور لوگ اس کا جنازہ اٹھا کر اس کو دفن کرنے کے لئے جا رہے تھے۔ ناگہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ادھر سے گزر ہوا تو وہ آپ کی دعا سے زندہ ہو کر جنازہ سے اٹھ بیٹھا اور کپڑا پہن کر اپنے جنازہ کی چارپائی اٹھائے ہوئے اپنے گھر آیا اور مدتوں زندہ رہا اور اس کی اولاد بھی ہوئی۔

عاشر کی بیٹی:۔ ایک چنگی وصول کرنے والے کی لڑکی مر گئی تھی۔ اس کی موت کے ایک دن بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعا سے زندہ ہو گئی اور بہت دنوں تک زندہ رہی اور اس کے کئی بچے بھی ہوئے۔

حضرت سام بن نوح:۔ اوپر کے تینوں مردوں کو آپ نے زندہ فرمایا تو بنی اسرائیل کے شریروں نے کہا کہ یہ تینوں درحقیقت مرے ہوئے نہیں تھے بلکہ ان تینوں پر سکتہ طاری تھا اس لئے وہ ہوش میں آ گئے لہٰذا آپ کسی پرانے مردہ کو زندہ کر کے ہمیں دکھائیے تو آپ نے فرمایا کہ حضرت سام بن نوح علیہ السلام کو وفات پائے ہوئے چار ہزار برس کا زمانہ گزر گیا۔ تم لوگ مجھے ان کی قبر پر لے چلو میں ان کو خدا کے حکم سے زندہ کر دیتا ہوں تو آپ نے ان کی قبر کے پاس جا کر اسم اعظم پڑھا تو فوراً ہی حضرت سام بن نوح علیہ السلام قبر سے زندہ ہو کر نکل آئے اور گھبرائے ہوئے پوچھا کہ قیامت قائم ہو گئی؟ پھر وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے پھر تھوڑی دیر بعد ان کا انتقال ہو گیا۔

(تفسیر جمل علی الجلالین، ص ۴۱۹، پ ۳، آل عمران ۴۹) ←

(صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے معجزے تو بہت ہیں(91)۔

عقیدہ (۳۲): جو شخص نبی نہ ہو اور نبوّت کا دعویٰ کرے، وہ دعویٰ کر کے کوئی محالِ عادی اپنے دعوے کے مطابق ظاہر نہیں کرسکتا، ورنہ سچے جھوٹے میں فرق نہ رہے گا۔

فائدہ: نبی سے جو بات خلافِ عادت قبلِ نبوّت ظاہر ہو، اُس کو اِرہاص کہتے ہیں اور ولی سے جو ایسی بات صادر ہو، اس کو کرامت کہتے ہیں اور عام مومنین سے جو صادر ہو، اُسے معونت کہتے ہیں اور بیباک فجّار یا کفار سے جو اُن کے موافق ظاہر ہو، اُس کو اِستِدراج کہتے ہیں اور اُن کے خلاف ظاہر ہو تو اِہانت ہے۔

---

(91) آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے معجزات

جاننا چاہیے! بے شک جس نے بھی نبیِّ اکرم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے احوال اور اخلاق کا مشاہدہ کیا اور آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم سے منقول امور کا غور سے مطالعہ کیا اسے معلوم ہوا کہ اوّلین وآخرین ان جیسی اَمثال پیش کرنے سے عاجز ہیں اور یہ چیز وحی اور تنزیل کے بغیر متصور نہیں یہاں تک کہ ایک خالص عربی نے آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا چہرۂ انور دیکھ کر کہا:

وَاللهِ مَا هٰذَا وَجْهُ كَذَّابٍ قَطُّ

ترجمہ: اللہ عزَّوجلَّ کی قسم! یہ کسی جھوٹے شخص کا چہرہ نہیں۔

صاحبِ بصیرت کے لئے آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے صدق اور نبوت کی یہی دلیل کافی ہے۔

سراپائے معجزہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے بعض معجزات

ہم یہاں ان بعض واقعات کا ذکر کرتے ہیں جو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم سے معجزات کی صورت میں صادر ہوئے، ان میں سے ایک معجزہ یہ ہے کہ جب قریش نے آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم سے شقِ قمر کا مطالبہ کیا تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے لئے چاند کو شق کر دیا گیا۔ (جامع الترمذی، ابواب تفسیر القرآن، باب ومن سورۃ القمر، الحدیث ۳۲۸۶، ص۱۹۸۷)

ان میں سے ایک معجزہ یہ ہے کہ آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے غزوۂ خندق کے دن حضرت سیّدنا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر میں بہت سے صحابۂ کرام کو (تھوڑے سے) کھانے سے سیر فرما دیا اور حضرت سیّدنا طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر میں بھی (تھوڑا سا کھانا) بہت سے لوگوں کو کھلایا۔ (صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب علامات النبوۃ فی الاسلام، الحدیث ۳۵۷۸، ص۲۹۱۔ صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ الخندق وھی الاحزاب، الحدیث ۴۱۰۲، ص۳۳۶)

آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی مبارک انگلیوں سے پانی کے چشمے پھوٹ پڑے جس سے تمام لشکر نے پانی پیا جبکہ وہ پیاسے تھے اور انہیں چھوٹے سے پیالے کے پانی سے وضو کروایا جو اس قدر تنگ تھا کہ آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا دستِ اقدس بھی اس میں پھیل نہ سکتا تھا۔ (المعجم الکبیر، الحدیث ۱۰۰۱۶، ج۱۰، ص۷۹۔۸۰)

ایسے بہت سے معجزات ہیں مگر صاحبِ بصیرت کا ایمان لانا ان چیزوں پر موقوف نہیں۔ وَاللہُ اَعْلَم۔

عقیدہ (۳۳): انبیا علیہم السلام اپنی اپنی قبروں میں اُسی طرح بحیاتِ حقیقی زندہ ہیں، جیسے دنیا میں تھے، کھاتے پیتے ہیں، جہاں چاہیں آتے جاتے ہیں، تصدیقِ وعدۂ الٰہیہ کے لیے ایک آن کو اُن پر موت طاری ہوئی، پھر بدستور زندہ ہوگئے، اُن کی حیات، حیاتِ شہدا سے بہت ارفع و اعلیٰ ہے (92) فلہذا شہید کا ترکہ تقسیم ہوگا، اُس کی بی بی بعدِ عدت نکاح کرسکتی ہے بخلاف انبیا کے، کہ وہاں یہ جائز نہیں۔ یہاں تک جو عقائد بیان ہوئے، اُن میں تمام انبیا علیہم السلام شریک ہیں، اب بعض وہ اُمور جو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خصائص میں ہیں، بیان کیے جاتے ہیں۔

عقیدہ (۳۴): اور انبیا کی بعثت خاص کسی ایک قوم کی طرف ہوئی، حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام مخلوق انسان وجن، بلکہ ملائکہ، حیوانات، جمادات، سب کی طرف مبعوث ہوئے (93)۔ جس طرح انسان کے ذمہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی اطاعت فرض ہے۔ (94) یوہیں ہر مخلوق پر حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی فرمانبرداری ضروری۔

---

(92) برزخ میں حیاتِ ابدی

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

تصدیق وعدہ الٰہیہ کے لیے جو ایک آن کے لیے انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کو طریان موت ہوکر معاً حیاتِ حقیقی ابدی روحانی جسمانی بخشی جاتی ہے، یہ حضور کے لیے نہ ہوئی بلکہ اس سے حضور کی برزخ میں حیاتِ ابدی اور فضائل اقدس میں ترقی دوامی مراد ہوگی بلاشبہ اُس تصدیقِ وعدہ کے بعد سب انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے لیے ابدیت ذات حاصل ہے۔

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون ۔[1]

انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز پڑھتے ہیں۔ (ت) (۱؎ شرح الصدور، باب احوال الموتی فی قبورھم الخ، خلافت اکیڈمی منگورہ سوات ص ۷۸) (مسند ابی یعلیٰ، حدیث ۳۴۱۲ موسسۃ علوم القرآن بیروت ۳/ ۳۷۹)

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء فنبی اللہ حی یرزق۔[2]

بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کردیا ہے کہ وہ نبیوں کے جسموں کو کھائے چنانچہ اللہ تعالیٰ کا نبی زندہ ہوتا ہے اس کو رزق دیا جاتا ہے۔ (ت) (۲؎ سنن ابن ماجہ ابواب ماجاء فی الجنائز باب ذکر وفاتہ الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۱۹)

بالجملہ قرب معنی صحیح مسلمان کے کلام کو معنی قبیح بلکہ کفر صریح پر حمل کرنا مسلمان کا کام نہیں۔ واللہ تعالیٰ۔ (فتاوی رضویہ جلد ۲۹ ص ۵۴۲ رضا فاؤنڈیشن لاہور)

(93) وَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ۔

ترجمہ کنزالایمان: اور اے محبوب ہم نے تم کو نہ بھیجا مگر ایسی رسالت سے جو تمام آدمیوں کو گھیرنے والی ہے۔ (پ22، سبا:28)

(94) یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ۔

عقیدہ (۳۵): حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ملائکہ وانس وجن وحور وغلمان وحیوانات و جمادات، غرض تمام عالَم کے لیے رحمت ہیں (95) اور مسلمانوں پر تو نہایت ہی مہربان (96)۔

ترجمہ کنزالایمان:۔اے ایمان والوحکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا۔ (پ22، سبا:28)

(95) وَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ O

ترجمہ کنزالایمان:۔اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہان کے لئے۔ (پ17، الانبیاء:107)

اس آیت کے تحت مفسرِ شہیر مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ ارشاد فرماتے ہیں کہ کوئی ہو جن ہو یا انس مؤمن ہو یا کافر۔ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ حضور کا رحمت ہونا عام ہے ایمان والے کے لئے بھی اور اس کے لئے بھی جو ایمان نہ لایا، مؤمن کے لئے تو آپ دنیا و آخرت دونوں میں رحمت ہیں اور جو ایمان نہ لایا اس کے لئے آپ دنیا میں رحمت ہیں کہ آپ کی بدولت تاخیر عذاب ہوئی اور خسف و مَسخ اور اِستیصال کے عذاب اٹھا دیئے گئے۔ تفسیر روح البیان میں اس آیت کی تفسیر میں اکابر کا یہ قول نقل کیا ہے کہ آیت کے معنی یہ ہیں کہ ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر رحمتِ مطلقہ تامّہ کاملہ عامہ شاملہ جامعہ محیطہ بہ جمیع مقیدات رحمتِ غیبیہ وشہادتِ علمیہ وعینیہ ووجودیہ وشہودیہ وسابقہ ولاحقہ وغیر ذلک تمام جہانوں کے لئے، عالَمِ ارواح ہوں یا عالَمِ اجسام، ذوی العقول ہوں یا غیر ذوی العقول اور جو تمام عالَموں کے لئے رحمت ہو لازم ہے کہ وہ تمام جہان سے افضل ہو۔

اور اس آیت کے تحت اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں: عالَم ماسوائے اللہ کو کہتے ہیں جس میں انبیاء وملائکہ سب داخل ہیں۔ تو لاجرم حضور پُرنور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان سب پر رحمت ونعمت رب الارباب ہوئے، اور وہ سب حضور کی سرکار عالی مدار سے بہرہ مند وفیضیاب۔ اسی لئے اولیائے کاملین وعلمائے عاملین تصریحیں فرماتے ہیں کہ ازل سے ابد تک ارض وسماء میں اولیٰ وآخرت میں دین ودنیا میں روح وجسم میں چھوٹی یا بڑی، بہت یا تھوڑی، جو نعمت ودولت کسی کو ملی یا اب ملتی ہے یا آئندہ ملے گی سب حضور کی بارگاہ بیکس پناہ سے بٹی اور بٹتی ہے اور ہمیشہ بٹے گی۔ کما بیّنّاہ بتوفیق اللہ تعالیٰ فی رسالتنا سلطنۃ المصطفیٰ فی ملکوت کل الورٰی۔ (جیسا کہ ہم نے اس کو اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اپنے رسالہ سلطنت المصطفیٰ فی ملکوت الورٰی میں بیان کیا ہے۔ت)

امام فخر الدین رازی علیہ الرحمہ نے اس آیہ کریمہ کے تحت لکھا:

لما کان رحمۃ للعالمین لزم ان یکون افضل من کل العٰلمین ا۔

(ا۔ مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر)، تحت الآیۃ ۲ / ۲۵۳، دار الکتب العلمیۃ بیروت ۶ / ۱۹۵)

قلت وادعاء التخصیص خروج عن الظاھر بلا دلیل وھو لا یجوز عند عاقل فضلا عن فاضل واللہ الھادی۔ جب حضور تمام عالَم کے لیے رحمت ہیں واجب ہوا کہ تمام ماسوائے اللہ سے افضل ہوں۔ میں کہتا ہوں تخصیص کا دعوٰی کرنا ظاہر سے بلا دلیل خروج ہے اور وہ کسی عاقل کے نزدیک جائز نہیں چہ جائیکہ کسی فاضل کے نزدیک۔ اور اللہ تعالیٰ ہی ہدایت دینے والا ہے۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ، جلد ۳۰، ص ۱۳۴، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(96) لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْكُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ O ←

عقیدہ (۳۶): حضور، خاتم النبیین ہیں (97)، یعنی اللہ عزوجل نے سلسلہ نبوت حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) پر ختم کر دیا، کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے زمانہ میں یا بعد کوئی نیا نبی نہیں ہوسکتا، جو حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے زمانہ میں یا حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے بعد کسی کو نبوت ملنا مانے یا جائز جانے، کافر ہے (98)۔

ترجمہ کنزالایمان:۔ بیشک تمہارے پاس تشریف لائے تم میں سے وہ رسول جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں ہے تمہاری بھلائی کے نہایت چاہنے والے مسلمانوں پر کمال مہربان مہربان۔ (پ11، التوبۃ:128)

(97) مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَاۤ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا۠

ترجمہ کنزالایمان:۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تمہارے مردوں میں کسی کے باپ نہیں ہاں اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں کے پچھلے۔ (پ22، الاحزاب:40)

(98) اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

حضور پر نور خاتم النبیین سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علیہم اجمعین کا خاتم یعنی بعثت میں آخر جمیع انبیاء ومرسلین بلا تاویل وبلا تخصیص ہونا ضروریات دین سے ہے جو اس کا منکر ہو یا اس میں ادنی شک وشبہہ کو بھی راہ دے کافر مرتد ملعون ہے، آیہ کریمہ ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین ۳؎ (لیکن آپ اللہ کے رسول اور انبیاء کے خاتم ہیں۔ت) وحدیث متواتر لانبی بعدی ۴؎ (میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ت) سے تمام امت مرحومہ نے سلفا وخلفا یہی معنی سمجھے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بلا تخصیص تمام انبیاء میں آخر نبی ہوئے حضور کے ساتھ یا حضور کے بعد قیام قیامت تک کسی کو نبوت ملنی محال ہے۔

(۳؎ القرآن الکریم ۳۳/ ۴۰) (۴؎ صحیح البخاری، کتاب الانبیاء باب ماذکر عن بنی اسرائیل قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۹۱)

فتاوٰی یتیمۃ الدہر واشباہ والنظائر وفتاوٰی عالمگیریہ وغیرہا میں ہے:

اذا لم یعرف الرجل ان محمدا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اٰخر الانبیاء فلیس بمسلم لانہ من الضروریات ۱؎۔

جو شخص یہ نہ جانے کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انبیاء میں سب سے پچھلے نبی ہیں وہ مسلمان نہیں کہ حضور کا آخر الانبیاء ہونا ضروریات دین سے ہے (ت) (۱؎ الاشباہ والنظائر باب الردۃ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۱/ ۲۹۶) (فتاوٰی ہندیہ باب احکام المرتدین نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۲۶۳)

شفاء شریف امام قاضی عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ میں ہے:

کذلک (یکفر) من ادعی نبوۃ احد مع نبینا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اوبعدہ (الی قولہ) فھؤلاء کلھم کفار مکذبون للنبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اخبرانہ خاتم النبیین ولانبی بعدہ واخبر عن اللہ تعالٰی انہ خاتم النبیین وانہ ارسل کافۃ للناس واجمعت الامۃ علی حمل ان ھذا الکلام علی ظاھرہ وان مفھومہ المراد بہ دون تاویل ولا تخصیص فلا شك فی کفر ھؤلاء الطوائف کلھا قطعا اجماعا وسمعا ۲؎۔

یعنی جو ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ میں خواہ حضور کے بعد کسی کی نبوت کا ادعا کرے کافر ہے (اس قول تک) یہ سب ←

عقیدہ (۳۷): حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) افضل جمیع مخلوق الٰہی ہیں، کہ اوروں کو فرداً فرداً جو کمالات عطا ہوئے حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) میں وہ سب جمع کر دیے گئے اور ان کے علاوہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تکذیب کرنے والے ہیں کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خبر دی کہ خاتم النبیین ہیں اور ان کے بعد کوئی نبی نہیں اور اللہ تعالیٰ کی جانب سے یہ خبر دی کہ حضور خاتم النبیین ہیں اور ان کی رسالت تمام لوگوں کو عام ہے اور امت نے اجماع کیا ہے کہ یہ آیات واحادیث اپنے ظاہر پر ہیں جو کچھ ان سے مفہوم ہوتا ہے وہی خدا ورسول کی مراد ہے نہ ان میں کوئی تاویل ہے نہ کچھ تخصیص تو جو لوگ اس کا خلاف کریں وہ بحکم اجماع امت وبحکم قرآن وحدیث سب یقیناً کافر ہیں۔

(۲۔ الشفاء بعریف حقوق المصطفی فصل فی تحقیق القول فی اکفار المتاولین شرکت صحافیہ فی البلد العثمانیہ ترکی ۲/۲۷۰،۲۷۱)

امام حجۃ الاسلام غزالی قدس سرہ العالی کتاب الاقتصاد میں فرماتے ہیں:

ان الامة فهمت هذا اللفظ انه افهم عدم نبی بعده ابدا وعدم رسول بعده ابدا وانه ليس فيه تأويل ولا تخصيص وامن اوله بتخصيص فكلامه من انواع الهذيان لا يمنع الحكم بتكفيره لانه مكذب لهذا النص الذى اجمعت الامة على انه غير مؤول ولا مخصوص ا ۔

یعنی تمام امت مرحومہ نے لفظ خاتم النبیین سے یہی سمجھا ہے وہ بتاتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد کبھی کوئی نبی نہ ہوگا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد کوئی رسول نہ ہوگا اور تمام امت نے یہی مانا ہے کہ اس میں اصلاً کوئی تاویل یا تخصیص نہیں تو جو شخص لفظ خاتم النبیین میں النبیین کو اپنے عموم واستغراق پر نہ مانے بلکہ اسے کسی تخصیص کی طرف پھیرے اس کی بات مجنون کی بک یا سرسامی کی بہک ہے اسے کافر کہنے سے کچھ ممانعت نہیں کہ اس نے نص قرآنی کو جھٹلایا جس کے بارے میں امت کا اجماع ہے کہ اس میں نہ کوئی تاویل ہے نہ تخصیص۔ (۱۔ الاقتصاد فی الاعتقاد امام غزالی المکتبۃ الادبیہ مصر ص ۱۱۴)

عارف باللہ سیدی عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی شرح الفرائد میں فرماتے ہیں:

تجويز نبى مع نبينا صلى الله تعالى عليه وسلم اوبعده يستلزم تكذيب القران اذ قد نص على انه خاتم النبيين واخر المرسلين وفى السنة انا العاقب لانبى بعدى واجمعت الامة على ابقاء هذا الكلام على ظاهره وهذه احدى المسائل المشهورة التى كفرنا بها الفلاسفة لعنهم الله تعالى ۲ ۔

ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ یا بعد کسی کو نبوت ملنی جائز ماننا تکذیب قرآن کو مستلزم ہے کہ قرآن عظیم تصریح فرما چکا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خاتم النبیین وآخر المرسلین ہیں اور حدیث میں فرمایا: میں پچھلا نبی ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ اور تمام امت کا اجماع ہے کہ یہ کلام اپنے ظاہر پر ہے یعنی عموم واستغراق بلاتاویل وتخصیص اور یہ ان مشہور مسئلوں سے ہے جن کے سبب ہم اہل اسلام نے کافر کہا فلاسفہ کو، اللہ تعالیٰ ان پر لعنت کرے۔

(۲۔ المعتقد المنتقد بحوالہ المطالب الوفیہ شرح الفرائد السنیہ تجویز نبی بعدہ کفر مکتبۃ الحقیقیۃ استنبول ترکی ص ۱۱۵)

امام علامہ شہاب الدین فضل اللہ بن حسین تورپشتی حنفی کتاب المعتمد فی المعتقد میں فرماتے ہیں: ←

وہ کمالات ملے جن میں کسی کا حصہ نہیں بلکہ اوروں کو جو کچھ ملا حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے طفیل میں، بلکہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے دستِ اقدس سے ملا، بلکہ کمال اس لیے کمال ہوا کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی صفت ہے اور حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اپنے رب کے کرم سے اپنے نفسِ ذات میں کامل واکمل ہیں، حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کا کمال کسی وصف سے نہیں، بلکہ اس وصف کا کمال ہے کہ کامل کی صفت بن کر خود کمال وکامل ومکمل ہو گیا، کہ جس میں پایا جائے اس کو کامل بنا دے۔

عقیدہ (۳۸): محال ہے کہ کوئی حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کا مثل ہو، جو کسی صفتِ خاصّہ میں کسی کو حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کا مثل بتائے، گمراہ ہے یا کافر۔

عقیدہ (۳۹): حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو اللہ عزوجل نے مرتبہ محبوبیتِ کبریٰ سے سرفراز فرمایا، کہ تمام خَلق جُویائے رضائے مولا ہے اور اللہ عزوجل طالبِ رضائے مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔(99)

بحمدہ اللہ تعالیٰ ایں مسئلہ درمیان اسلامیان روشن تر از اں ست کہ آں را بکشف و بیان حاجت افتد، خدائے تعالیٰ خبر دار کہ بعد از وے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نبی دیگر نباشد ومنکر ایں مسئلہ کسے تواند بود کہ اصلا در نبوت او صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم معتقد نباشد کہ اگر برسالت او معترف بودے وے را در ہر چہ از اں خبر دار صادق دانستے وبہماں حجتہا کہ از طریق تواتر رسالت او پیش ما درست شدہ ایں نیز درست شد کہ وے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باز پسیں پیغمبران ست در زمان او وتاقیامت بعد از وے ہیچ نبی نباشد وہر کہ دریں بہ شک ست دراں نیز بہ شک ست ونہ آں کس کہ گوید کہ بعد او وے نبی دیگر بود یا ہست یا خواہد بود وآں کس نیز کہ گوید کہ امکان دارد کہ باشد کافرست اینست شرط درستی ایمان بخاتم انبیاء محمد مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ اھ (المعتمد فی المعتقد)

بحمداللہ تعالیٰ یہ مسئلہ اہلِ اسلام کے ہاں اتنا واضح اور آشکار ہے کہ اسے بیان کرنے کی ضرورت ہی نہیں، اللہ تعالیٰ نے خود اطلاع فرمادی ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا، اگر کوئی شخص اس کا منکر ہے تو وہ تو اصلاً آپ کی نبوت کا معتقد نہیں کیونکہ اگر آپ کی رسالت کو تسلیم کرتا تو جو کچھ آپ نے بتایا ہے اس کو حق جانتا جس طرح آپ کی رسالت ونبوت تواتر سے ثابت ہے اسی طرح یہ بھی تواتر سے ثابت ہے کہ حضور تمام انبیاء کے آخر میں تشریف لائے ہیں اور اب تا قیامت آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا جس کو اس بارے میں شک ہے اسے پہلی بات کے بارے میں شک ہوگا صرف وہی شخص کافر نہیں جو یہ کہے کہ آپ کے بعد نبی تھا یا ہے یا ہوگا بلکہ وہ بھی کافر ہے جو آپ کے بعد کسی نبی کی آمد کو ممکن تصور کرے، خاتم الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ایمان درست ہونے کی شرط ہی یہ ہے۔

(فتاوی رضویہ، جلد ۱۴، ص ۳۳۳۔ ۳۳۴ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(99) اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

بلاشبہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تابع مرضی الٰہی ہیں اور بلاشبہ کوئی بات اس کے خلاف حکم نہیں فرماتے اور بلاشبہ اللہ عزوجل حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رضا چاہتا ہے۔ ←

عقیدہ (۴۰): حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے خصائص سے معراج ہے، کہ مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک (100) اور وہاں سے ساتوں آسمان اور کرسی و عرش تک، بلکہ بالائے عرش رات کے ایک خفیف حصہ میں مع جسم تشریف لے گئے۔(101)

ولسوف یعطیك ربك فترضی ا، قد نری تقلب وجهك فی السماء فلنولینك قبلة ترضها فول وجهك شطر المسجد الحرام ۲۔ اور بیشک قریب ہے کہ تمہارا رب تمہیں اتنا دے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے۔ ہم دیکھ رہے ہیں، بار بار تمہارا آسمان کی طرف منہ کرنا تو ضرور ہم تمہیں پھیر دیں گے اس قبلہ کی طرف جس میں تمہاری خوشی ہے ابھی اپنا منہ پھیر دو مسجد حرام کی طرف۔(ت)

(ا۔ القرآن الکریم ۹۳/ ۵) (۲۔ القرآن الکریم ۲/ ۱۴۴)

حکم الٰہی بیت المقدس کی طرف استقبال کا تھا حضور تابع فرمان تھے یہ حضور کی طرف سے رضا جوئی الٰہی تھی مگر قلب اقدس کعبہ کی طرف استقبال چاہتا تھا، مولیٰ عزوجل نے مرضی مبارک کے لئے اپنا وہ حکم منسوخ فرمادیا اور حضور جو چاہتے تھے قیامت تک کے لئے وہی قبلہ مقرر فرمادیا، یہ اللہ عزوجل کی طرف سے رضا جوئی محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے ان میں سے جس کا انکار ہو قرآن عظیم کا انکار ہے۔

ام المومنین صدیقہ رضی اللہ عنہا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کرتی ہیں:

ماأری ربك الا یسارع فی هواك ا۔ رواہ البخاری۔

میں حضور کے رب کو دیکھتی ہوں کہ حضور کی خواہش میں شتابی فرماتا ہے، اسے بخاری نے روایت کیا۔

(ا۔ صحیح البخاری کتاب التفسیر الاحزاب باب قولہ ترجی من تشاء الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۷۰۶)

مزید آگے ارشاد فرماتے ہیں:

حدیث روز محشر میں ہے رب عزوجل اولین وآخرین کو جمع کر کے حضور اقدس صلی تعالیٰ علیہ وسلم سے فرمائے گا:

کلهم یطلبون رضائی وانا اطلب رضاك یامحمد ۲۔

(۲۔ التفسیر الکبیر تحت آیۃ "فلنولینك قبلة ترضها" المطبعۃ المصریۃ مصر ۴/ ۱۰۶)

یہ سب میری رضا چاہتے ہیں اور اے محبوب! میں تمہاری رضا چاہتا ہوں۔

؎ خدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم خدا چاہتا ہے رضائے محمد

(فتاوی رضویہ، جلد ۱۴، ص ۲۷۶ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(100) سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی بِعَبۡدِهٖ لَیۡلًا مِّنَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ اِلَی الۡمَسۡجِدِ الۡاَقۡصَا۔

ترجمہ کنزالایمان پاکی ہے اسے جو اپنے بندے کو راتوں رات لے گیا مسجد حرام سے مسجد اقصا تک۔(پ15، بنی اسرائیل:40)

(101) معراج نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

←

اسی میں ہے:

رقیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ببدنہ یقظۃ بمکۃ لیلۃ ولاسراء الی السماء ثم الی سدرۃ المنتھی ثم الی المستوی الی العرش والرفرف والرویۃ ۳؎

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے جسم پاک کے ساتھ بیداری میں شب اسرا آسمانوں تک ترقی فرمائی، پھر سدرۃ المنتھیٰ، پھر مقام مستوی، پھر عرش و رفرف و دیدار تک۔ (۳؎ افضل القری لقراء ام القری تحت شعر ۱۱ المجمع الثقافی ابوظبی ۱/۱۱۶ و ۱۱۷)

علامہ احمد بن محمد صاوی مالکی خلوتی رحمۃ اللہ تعالیٰ تعلیقات افضل القری میں فرماتے ہیں:

الاسراء بہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علی یقظۃ بالجسد والروح من المسجد الحرام الی المسجد الاقصی ثم عرج بہ الی السمٰوٰت العلی ثم الی سدرۃ المنتھی ثم الی المستوی ثم الی العرش والرفرف ۱؎

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو معراج بیداری میں بدن وروح کے ساتھ مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک ہوئی، پھر آسمانوں، پھر سدرہ، پھر مستوی، پھر عرش و رفرف تک۔

(۱؎ تعلیقات علی ام القری للعلامۃ احمد بن محمد الصاوی علی حاشیۃ الفتوحات الاحمدیۃ المکتبۃ التجاریۃ الکبری مصر ص ۳)

فتوحات احمدیہ شرح الھمزیہ للشیخ سلیمان الجمل میں ہے:

رقیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لیلۃ الاسراء من بیت المقدس الی السمٰوٰت السبع الی حیث شاء اللہ تعالیٰ لکنہ لم یجاوز العرش علی الراجح ۲؎

حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ترقی شب اسرا بیت المقدس سے ساتوں آسمانوں اور وہاں سے اس مقام تک ہے جہاں تک اللہ عزوجل نے چاہا مگر راجح یہ ہے کہ عرش سے آگے تجاوز نہ فرمایا۔

(۲؎ الفتوحات الاحمدیۃ بالمنح المحمدیۃ شرح الھمزیۃ، المکتبۃ التجاریۃ الکبری قاہرہ مصر ص ۳)

اسی میں ہے:

المعاریج لیلۃ الاسراء عشرۃ سبعۃ فی السمٰوٰت والثامن الی سدرۃ المنتھی والتاسع الی المستوی والعاشر الی العرش لکن لم یجاوز العرش کما ھو التحقیق عند اھل المعاریج ۳؎

معراجیں شب اسراء دس ہوئیں، سات آسمانوں میں، اور آٹھویں سدرہ، نویں مستوی، دسویں عرش تک۔ مگر راویان معراج کے نزدیک تحقیق یہ ہے کہ عرش سے اوپر تجاوز نہ فرمایا۔ (۳؎ الفتوحات الاحمدیۃ بالمنح المحمدیۃ شرح الھمزیۃ المکتبۃ التجاریۃ الکبری قاہرہ مصر ص ۳۰)

اسی میں ہے:

بعد ان جاوز السماء السابعۃ رفعت لہ سدرۃ المنتھی ثم جاوزھا الی مستوی ثم زج بہ فی النور فخرق سبعین الف حجاب من نور مسیرۃ کل حجاب خمسمائۃ عام ثم دلی لہ رفرف اخضر فارتقی بہ حتی وصل الی العرش ولم یجاوزہ فکان من ربہ قاب قوسین او ادنیٰ ۱؎ ←

....

جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آسمان ہفتم سے گزرے سدرہ حضور کے سامنے بلند کی گئی اس سے گزر کر مقام مستوی پر پہنچے، پھر حضور عالم نور میں ڈالے گئے وہاں ستر ہزار پردے نور کے طے فرمائے، ہر پردے کی مسافت پانسو برس کی راہ۔ پھر ایک سبز بچھونا حضور کے لئے لٹکایا گیا، حضور اقدس اس پر ترقی فرما کر عرش تک پہنچے، اور عرش سے ادھر گزر نہ فرمایا وہاں اپنے رب سے قاب قوسین اوادنیٰ پایا۔

(۱؎ الفتوحات الاحمدیۃ بالمنح الحدیثیۃ شرح الھمزیۃ المکتبۃ التجاریۃ الکبرٰی قاہرہ مصر ص ۳۱)

اقول: (میں کہتا ہوں۔ت) شیخ سلیمٰن نے عرش سے اوپر تجاوز نہ فرمانے کو ترجیح دی، اور امام ابن حجر مکی وغیرہ کی عبارت ماضیہ وآتیہ وغیرہا میں فوق العرش ولامکان کی تصریح ہے، لامکان یقیناً فوق العرش ہے اور حقیقۃً دونوں قولوں میں کچھ اختلاف نہیں، عرش تک منتہائے مکان ہے، اس سے آگے لامکان ہے، اور جسم نہ ہوگا مگر مکان میں، تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جسم مبارک سے منتہائے عرش تک تشریف لے گئے اور روح اقدس نے وراء الوراء تک ترقی فرمائی جسے ان کا رب جانے جو لے گیا، پھر وہ جانیں جو تشریف لے گئے، اسی طرف کلام امام شیخ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں اشارہ عنقریب آتا ہے کہ ان پاؤں سے سیر کا منتہٰی عرش ہے، تو سیر قدم عرش پر ختم ہوئی، نہ اس لئے کہ سیر اقدس میں معاذ اللہ کوئی کمی رہی، بلکہ اس لئے کہ تمام اماکن کا احاطہ فرمالیا، اوپر کوئی مکان ہی نہیں جسے کہیے کہ قدم پاک وہاں نہ پہنچا اور سیر قلب انور کی انتہاء قاب قوسین، اگر وسوسہ گزرے کہ عرش سے ورا تو سیا ہوگا کہ حضور نے اس سے تجاوز فرمایا تو امام اجل سیدی علی وفا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد سنئے جسے امام عبدالوہاب شعرانی نے کتاب الیواقیت والجواہر فی عقائد الاکابر میں نقل فرمایا کہ فرماتے ہیں:

لیس الرجل من یقیدہ العرش وما حواہ من الافلاک والجنۃ والنار وانما الرجل من نفذ بصرہ الی خارج ھذا الوجود کلہ وھناک یعرف قدر عظمۃ موجدہ سبحنہ وتعالٰی ۲؎۔

مرد وہ نہیں جسے عرش اور جو کچھ اس کے احاطہ میں ہے افلاک وجنت ونار یہی چیزیں محدود ومقید کرلیں، مرد وہ ہے جس کی نگاہ اس تمام عالم کے پار گزر جائے وہاں اسے موجد عالم جل جلالہ کی عظمت کی قدر کھلے گی۔

(۲؎ الیواقیت والجواہر المبحث الرابع والثلاثون داراحیاء التراث العربی بیروت ۲ /۳۷۰)

امام علامہ احمد قسطلانی مواہب لدنیہ ومنح محمدیہ میں اور علامہ محمد زرقانی اس کی شرح میں فرماتے ہیں:

(ومنہا انہ رای اللہ تعالٰی بعینیہ) یقظۃ علی الراجح (وکلمہ اللہ تعالٰی فی الرفیع الاعلی) علی سائر الامکنۃ وقد روی ابن عساکر عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ مرفوعا لما اسری بی قربنی ربی حتی کان بینی وبینہ قاب قوسین اوادنی ۱؎۔

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خصائص سے ہے کہ حضور نے اللہ عزوجل کو اپنی آنکھوں سے بیداری میں دیکھا، یہی مذہب راجح ہے، اور اللہ عزوجل نے حضور سے اس بلند وبالا تر مقام میں کلام فرمایا جو تمام امکنہ سے اعلیٰ تھا اور بیشک ابن عساکر نے انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: شب اسراء مجھے میرے رب نے اتنا نزدیک کیا کہ مجھ میں اور اس میں دو کمانوں بلکہ اس سے کم کا فاصلہ رہ گیا۔ (۱؎ المواہب اللدنیۃ المقصد الرابع الفصل الثانی المکتب الاسلامی بیروت ۲ /۶۳۴)(شرح الزرقانی ←

اور وہ قرب خاص حاصل ہوا کہ کسی بشر و مَلَک کو کبھی نہ حاصل ہوا نہ ہو، اور جمال الٰہی بچشم سر دیکھا اور کلام

علی المواہب اللدنیۃ المقصد الرابع الفصل الثانی دار المعرفۃ بیروت ۵/۲۵۱و۲۵۲)

اسی میں ہے:

قد اختلف العلماء فی الاسراء ھل ھو اسراء واحد او اثنین مرۃ بروحہ وبدنہ یقظۃ ومرۃ مناما او یقظۃ بروحہ وجسدہ من المسجد الحرام الی المسجد الاقصی ثم مناما من المسجد الاقصی الی العرش [۲]۔

علماء کو اختلاف ہوا کہ معراج ایک ہے یا دو، ایک بار روح و بدن اقدس کے ساتھ بیداری میں اور ایک بار خواب میں یا بیداری میں روح وبدن مبارک کے ساتھ مسجد الحرام سے مسجد اقصٰی تک، پھر خواب میں وہاں سے عرش تک۔

(۲۔ المواہب اللدنیۃ المقصد الخامس المکتب الاسلامی بیروت ۳/۷)

فالحق انہ اسراء واحد بروحہ وجسدہ یقظۃ فی القصۃ کلھا والی ھذا ذھب الجمھور من علماء المحدثین والفقہاء والمتکلمین [۳]۔

اور حق یہ ہے کہ وہ ایک اسراء ہے اور سارے قصے میں یعنی مسجد الحرام سے عرش اعلٰی تک بیداری میں روح وبدن اطہر ہی کے ساتھ ہے۔ جمہور علماء ومحدثین وفقہاء ومتکلمین سب کا یہی مذہب ہے۔ (۳۔ المواہب اللدنیۃ المقصد الخامس المکتب الاسلامی بیروت ۳/۷)

(المواہب اللدنیۃ المقصد الخامس المکتب الاسلامی بیروت ۳/۱۲)

اسی میں ہے:

المعاریج عشرۃ (الی قولہ) العاشر الی العرش [۱]۔

معراجیں دس ہوئیں، دسویں عرش تک۔ (۱۔ المواہب اللدنیۃ المقصد الخامس مراحل المعراج المکتب الاسلامی بیروت ۳/۱۷)

اسی میں ہے:

قد ورد فی الصحیح عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ قال لما عرج بی جبریل الی سدرۃ المنتھی ودنا الجبار رب العزۃ فتدلی فکان قاب قوسین او ادنی [۲] وتدلیہ علی ما فی حدیث شریک کان فوق العرش [۳]۔

صحیح بخاری شریف میں انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: میرے ساتھ جبریل نے سدرۃ المنتہٰی تک عروج کیا اور جبار رب العزۃ جل وعلا نے دنو وتدلی فرمائی تو فاصلہ دو کمانوں بلکہ ان سے کم کا رہا، یہ تدلی بالائے عرش تھی، جیسا کہ حدیث شریک ہے۔ (۲۔ المواہب اللدنیۃ المقصد الخامس ثم دنی فتدلی المکتب الاسلامی بیروت ۳/۸۸) (المواہب اللدنیۃ المقصد الخامس ثم دنی فتدلی المکتب الاسلامی بیروت ۳/۹۰)

علامہ شہاب خفاجی نسیم الریاض شرح شفائے قاضی عیاض میں فرماتے ہیں:

وردفی المعراج انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لما بلغ سدرۃ المنتھی جاءہ بالرفرف جبریل علیہ الصلوۃ والسلام فتناولہ فطاربہ الی العرش [۴]۔ ←

الٰہی بلاواسطہ سنا اور تمام ملکوت السمٰوات والارض کو بالتفصیل ذرہ ذرہ ملاحظہ فرمایا(102)۔

حدیث معراج میں وارد ہوا کہ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سدرۃ المنتہی پہنچے جبریل امین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم رفرف حاضر لائے وہ حضور کو لے کر عرش تک اڑ گیا۔

(۴ـــ نسیم الریاض شرح شفاء القاضی عیاض فصل واما ماورد فی حدیث الاسراء مرکز اہلسنت گجرات ہند ۲/۳۱۰)

اسی میں ہے:

علیہ یدل صحیح الاحادیث الاحاد الدالۃ علی دخولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الجنۃ ووصولہ الی العرش اوطرف العالم کما سیأتی کل ذٰلک بجسدہ یقظۃ اـــ۔

(اـــ نسیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض فصل ثم اختلف السلف والعلماء مرکز اہلسنت گجرات ہند ۲/۲۶۹، ۲۷۰)

صحیح احادیثیں دلالت کرتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم شب اسراء جنت میں تشریف لے گئے اور عرش تک پہنچے یا علم کے اس کنارے تک کہ آگے لامکان ہے اور یہ سب بیداری میں مع جسم مبارک تھا۔

(فتاوی رضویہ، جلد ۳۰، ص ۶۳۶۔ ۶۵۱ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(102) دیدار باری تعالٰی

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

امام احمد اپنی مسند میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی:

قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم رأیت ربی عزوجل اـــ۔

یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں میں نے اپنے رب عزوجل کو دیکھا۔

(اـــ مسند احمد بن حنبل عن عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما المکتب الاسلامی بیروت ۱/۲۸۵)

امام جلال الدین سیوطی خصائص کبرٰی اور علامہ عبدالرؤف مناوی تیسیر شرح جامع صغیر میں فرماتے ہیں:

یہ حدیث بسند صحیح ہے اـــ۔ (اـــ التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث رأیت ربی مکتبۃ الامام الشافعی ریاض ۲/۲۵)(الخصائص الکبرٰی حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما مرکز اہلسنت برکات رضا گجرات ہند ۱/۱۶۱)

ابن عساکر حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی، حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لان اللہ اعطی موسی الکلام واعطانی الرؤیۃ لوجہہ وفضلنی بالمقام المحمود والحوض المورود ۲ـــ۔

بیشک اللہ تعالٰی نے موسیٰ کو دولت کلام بخشی اور مجھے اپنا دیدار عطا فرمایا مجھ کو شفاعت کبرٰی وحوض کوثر سے فضیلت بخشی۔

(۲ـــ کنز العمال بحوالہ ابن عساکر عن جابر حدیث ۳۹۲۰۶ موسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۴/۴۴۷)

وہی محدث حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی:

قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال لی ربی نحلت ابرٰھیم خلتی وکلمت موسی تکلیما ←

....

واعطیتك یا محمد کفاحا ۳؎

یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں مجھے میرے رب عزوجل نے فرمایا میں نے ابراہیم کو اپنی دوستی دی اور موسیٰ سے کلام فرمایا اور تمہیں اے محمد امواجہ بخشا کہ بے پردہ وحجاب تم نے میرا جمال پاک دیکھا۔

(۳؎ تاریخ دمشق الکبیر باب ذکر عروجہ الی السماء واجتماعہ بجماعۃ من الانبیاء داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/۲۹۶)

فی مجمع البحار کفاحا ای مواجھۃ لیس بینھما حجاب ولارسول ۴؎

مجمع البحار میں ہے کہ کفاح کا معنی بالمشافہ دیدار ہے جبکہ درمیان میں کوئی پردہ اور قاصد نہ ہو۔

(۴؎ مجمع بحار الانوار باب کف ح تحت اللفظ کفح مکتبہ دارالایمان مدینہ منورہ ۴/۴۲۴)

ابن مردویہ حضرت اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی:

سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وھو یصف سدرۃ المنتھٰی (وذکر الحدیث الی ان قالت) قلت یارسول اللہ مارأیت عندھا؟ قال رأیتہ عندھا یعنی ربہ ۱؎

یعنی میں نے سنا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سدرۃ المنتہٰی کا وصف بیان فرماتے تھے میں نے عرض کی یارسول اللہ! حضور نے اس کے پاس کیا دیکھا؟ فرمایا: مجھے اس کے پاس دیدار ہوا یعنی رب کا۔

(۱؎ الدرالمنثور فی التفسیر بالماثور بحوالہ ابن مردویہ تحت آیۃ ۱۷/۱ داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۱۹۴)

آثار الصحابہ

ترمذی شریف میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی:

اما نحن بنوھاشم فنقول ان محمدا رای ربہ مرتین ۲؎

ہم بنی ہاشم اہلبیت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تو فرماتے ہیں کہ بیشک محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنے رب کو دوبار دیکھا۔

(۲؎ جامع الترمذی ابواب التفسیر سورۂ نجم امین کمپنی اردو بازار دہلی ۲/۱۶۱)(الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی فصل واما رؤیۃ لربہ المطبعۃ الشرکۃ الصحافیۃ فی البلاد العثمانیہ ۱/۱۵۹)

ابن اسحٰق عبداللہ بن ابی سلمہ سے راوی:

ان ابن عمر ارسل الی ابن عباس یسألہ ھل رای محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ربہ، فقال نعم ۳؎

یعنی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے دریافت کرا بھیجا: کیا محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا؟ انہوں نے جواب دیا: ہاں۔

(۳؎ الدرالمنثور بحوالہ ابن اسحٰق تحت آیۃ ۵۳/۱۸ داراحیاء التراث العربی بیروت ۷/۵۷۰)

جامع ترمذی ومعجم طبرانی میں عکرمہ سے مروی: ←

....

واللفظ للطبرانی عن ابن عباس قال نظر محمد الی ربہ قال عکرمة فقلت لابن عباس نظر محمد الی ربہ قال نعم جعل الکلام لموسی والخلة لابرٰھیم والنظر لمحمد صلی اللہ تعالی علیہ وسلم ا ــــ (زاد الترمذی) فقد رای ربہ مرتین ۲ ــــ

یعنی طبرانی کے الفاظ ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا۔ عکرمہ ان کے شاگرد کہتے ہیں: میں نے عرض کی: کیا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا؟ فرمایا: ہاں اللہ تعالیٰ نے موسیٰ کے لئے کلام رکھا اور ابراہیم کے لئے دوستی اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے دیدار۔ (اور امام ترمذی نے یہ زیادہ کیا کہ) بیشک محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو دوبار دیکھا۔ (ا ــــ المعجم الاوسط حدیث ۹۳۹۲ مکتبۃ المعارف ریاض ۱۰/ ۱۸۱) (۲ ــــ جامع الترمذی ابواب التفسیر سورۃ نجم امین کمپنی اردو بازار دہلی ۲ / ۱۶۰)

امام ترمذی فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن ہے۔

امام نسائی اور امام خزیمہ وحاکم وبیہقی کی روایت میں ہے:

واللفظ للبیہقی أتعجبون ان تکون الخلة لابراھیم والکلام لموسی والرؤیة لمحمد صلی اللہ تعالی علیہ وسلم۔

کیا ابراہیم کے لئے دوستی اور موسیٰ کے لئے کلام اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے دیدار ہونے میں تمہیں کچھ اچنبا ہے۔ یہ الفاظ بیہقی کے ہیں۔

حاکم ۳ ــــ نے کہا: یہ حدیث صحیح ہے۔ امام قسطلانی وزرقانی نے فرمایا: اس کی سند جید ہے ۴ ــــ

(۳ ــــ المواہب اللدنیۃ بحوالہ النسائی والحاکم المقصد الخامس المکتب الاسلامی بیروت ۳ / ۱۰۴) (الدر المنثور بحوالہ النسائی والحاکم تحت الآیۃ ۵۳ / ۱۸ دار احیاء التراث العربی بیروت ۷ / ۵۶۹) (المستدرک علی الصحیحین کتاب الایمان رای محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ربہ دار الفکر بیروت ۱ / ۶۵) (السنن الکبری للنسائی حدیث ۱۱۵۳۹ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۶ / ۴۷۲) (۴ ــــ شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیہ المقصد الخامس دار المعرفۃ بیروت ۶ / ۱۱۷)

طبرانی معجم اوسط میں راوی:

عن عبد اللہ بن عباس انہ کان یقول ان محمدا صلی اللہ تعالی علیہ وسلم رای ربہ مرتین مرة ببصرہ ومرة بفوادہ ۵ ــــ

یعنی حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرمایا کرتے بیشک محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دوبار اپنے رب کو دیکھا ایک بار اس آنکھ سے اور ایک بار دل کی آنکھ سے۔ (۵ ــــ المواہب اللدنیۃ بحوالہ الطبرانی فی الاوسط المقصد الخامس المکتب الاسلامی بیروت ۳ / ۱۰۵) (المعجم الاوسط حدیث ۵۷۵۷ مکتبۃ المعارف ریاض ۶ / ۳۵۶)

امام سیوطی وامام قسطلانی وعلامہ شامی علامہ زرقانی فرماتے ہیں: اس حدیث کی سند صحیح ہے ا ــــ (ا ــــ المواہب اللدنیۃ المقصد ←

....

الخامس، المکتب الاسلامی بیروت ۳/۱۰۵)(شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیہ المقصد الخامس، دارالمعرفہ بیروت ۶/۱۱۷)

امام الائمہ ابن خزیمہ وامام بزار حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی:

ان محمداً صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رای ربہ عزوجل ۲ ؎۔

بیشک محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے رب عزوجل کو دیکھا۔

(۲ ؎ المواہب اللدنیۃ بحوالہ ابن خزیمہ المقصد الخامس المکتب الاسلامی بیروت ۳/۱۰۵)

امام احمد قسطلانی وعبدالباقی زرقانی فرماتے ہیں: اس کی سند قوی ہے ۳ ؎۔ (۳ ؎ المواہب اللدنیۃ بحوالہ ابن خزیمہ المقصد الخامس المکتب الاسلامی بیروت ۳/۱۰۵)(شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیہ المقصد الخامس دارالمعرفہ بیروت ۶/۱۱۸)

محمد بن اسحٰق کی حدیث میں ہے: ان مروان سأل اباھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ھل رای محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ربہ فقال نعم ۴ ؎۔

یعنی مروان نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا: کیا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا؟ فرمایا: ہاں

(۴ ؎ شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ بحوالہ ابن اسحٰق دارالمعرفہ بیروت ۶/۱۱۶)(الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ بحوالہ ابن اسحٰق فصل وما ورد فی رؤیتہ لربہ المطبعۃ الشرکۃ الصحافیۃ فی البلاد العثمانیہ ۱/۱۵۹)

اخبار التابعین

مصنف عبدالرزاق میں ہے:

عن معمر عن الحسن البصری انہ کان یحلف باللہ لقد رای محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۵ ؎۔

یعنی امام حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ قسم کھا کر فرمایا کرتے بیشک محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا۔ (۵ ؎ الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ بحوالہ عبدالرزاق عن معمر عن الحسن البصری فصل وما ورد فی رؤیتہ لربہ المطبعۃ الشرکۃ الصحافیۃ فی البلاد العثمانیہ ۱/۱۵۹)

اسی طرح امام ابن خزیمہ حضرت عروہ بن زبیر سے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پھوپھی زاد بھائی کے بیٹے اور صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نواسے ہیں راوی کہ وہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو شب معراج دیدار الٰہی ہونا مانتے:

وانہ یشتد علیہ انکارھا ۱ ؎ اھ ملتقطا۔

اور ان پر اس کا انکار سخت گراں گزرتا۔ (۱ ؎ شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ بحوالہ ابن خزیمہ المقصد الخامس دارالمعرفۃ بیروت ۱/۱۱۶)

یوں ہی کعب احبار عالم کتب سابقہ وامام ابن شہاب زہری قرشی وامام مجاہد مخزومی مکی وامام عکرمہ بن عبداللہ مدنہ ہاشمی وامام عطا بن رباح قرشی مکی۔ استاد امام ابوحنیفہ وامام مسلم بن صبیح ابوالضحٰی کوفی وغیرہم جمیع تلامذہ عالم قرآن حبر الامہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا بھی یہی مذہب ہے۔

امام قسطلانی مواہب لدنیہ میں فرماتے ہیں:

←

....

اخرج ابن خزیمة عن عروہ بن الزبیر اثباتھا وبه قال سائر اصحاب ابن عباس وجزم به کعب الاحبار والزھری [۲]۔ الخ۔

ابن خزیمہ نے عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے اس کا اثبات روایت کیا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما کے تمام شاگردوں کا یہی قول ہے۔کعب احبار اور زہری نے اس پر جزم فرمایا ہے۔ الخ۔ (۲۔ المواھب اللدنیۃ المقصد الخامس المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۱۰۴)

اقوال من بعدھم من ائمۃ الدین

امام خلال کتاب السنہ میں اسحٰق بن مروزی سے راوی، حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالٰی رؤیت کو ثابت مانتے اور اس کی دلیل فرماتے:

قول النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم رأیت ربی [۳]۔ اھ مختصراً۔

نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد ہے میں نے اپنے رب کو دیکھا۔

(۳۔ المواھب اللدنیۃ بحوالہ الخلال فی کتاب السنۃ المقصد الخامس المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۱۰۷)

نقاش اپنی تفسیر میں اس امام سند الانام رحمہ اللہ تعالٰی سے راوی:

انه قال اقول بحدیث ابن عباس بعینه رای ربه راٰہ راٰہ حتی انقطع نفسه۔ [۴]

یعنی انہوں نے فرمایا میں حدیث ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما کا معتقد ہوں نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنے رب کو اسی آنکھ سے دیکھا دیکھا دیکھا، یہاں تک فرماتے رہے کہ سانس ٹوٹ گئی۔

(۴۔ الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی بحوالہ النقاش عن احمد وامام رؤیۃ لربہ المکتبۃ الشرکۃ الصحافیۃ ۱/ ۱۵۹)

امام ابن الخطیب مصری مواہب شریف میں فرماتے ہیں:

جزم به معمر واٰخرون وھو قول الاشعری وغالب اتباعه [۱]۔

یعنی امام معمر بن راشد بصری اور ان کے سوا اور علماء نے اس پر جزم کیا، اور یہی مذہب ہے امام اہلسنت امام ابوالحسن اشعری اور ان کے غالب پیرووں کا۔ (۱۔ المواھب اللدنیۃ المقصد الخامس المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۱۰۴)

علامہ شہاب خفاجی نسیم الریاض شرح شفائے امام قاضی عیاض میں فرماتے ہیں:

الاصح الراجح انه صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم رای ربه بعین راسه حین اسری به کما ذھب الیه اکثر الصحابة [۲]۔

مذہب اصح وراجح یہی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے شب اسرا اپنے رب کو بچشم سر دیکھا جیسا کہ جمہور صحابۂ کرام کا یہی مذہب ہے۔

(۲۔ نسیم الریاض شرح شفاء القاضی عیاض فصل واما رؤیۃ لربہ مرکز اہلسنت برکات رضا گجرات ہند ۲/ ۳۰۳)

امام نووی شرح صحیح مسلم میں پھر علامہ محمد بن عبدالباقی شرح مواہب میں فرماتے ہیں:

الراجح عند اکثر العلماء انه طرای ربه بعین راسه لیلة المعراج [۳]۔

←

عقیدہ (۴۱): تمام مخلوق اولین وآخرین حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی نیاز مند ہے، یہاں تک کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام (103)۔

عقیدہ (۴۲): قیامت کے دن مرتبہ شفاعتِ کبریٰ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے خصائص سے ہے کہ جب تک حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) فتح بابِ شفاعت نہ فرمائیں گے کسی کو مجالِ شفاعت نہ ہوگی (104)، بلکہ حقیقۃً

جمہور علماء کے نزدیک راجح یہی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شب معراج اپنے رب کو اپنے سر کی آنکھوں سے دیکھا۔

(۳۔ شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ المقصد الخامس دار المعرفۃ بیروت ۶/۱۱۶)

ائمہ متاخرین کے جدا جدا اقوال کی حاجت نہیں کہ وہ حد شمار سے خارج ہیں اور لفظ اکثر العلماء کہ منہاج میں فرمایا کافی ومغنی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (فتاوی رضویہ، جلد ۳۰، ص ۶۳۷۔ ۶۴۳ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(103) ہے خلیل اللہ کو حاجت رسول اللہ کی

اس بات کی تائید وتصدیق کہ حضرت محمد مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تمام رسولوں سے افضل اور سب انبیاء کے خاتم ہیں نیز یہ کہ تمام انبیاء علیہم السلام رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے مدد حاصل کرتے ہیں۔ شیخ اکبر محی الدین ابن العربی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۱) کے اس قول سے ہوتی ہے جو شیخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے (۲) باب ۴۹۱ کے علوم میں ارشاد فرمایا ہے کہ مخلوق کا کوئی فرد، دنیا وآخرت کا کوئی علم حضرت محمد مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی باطنیت (روحانیت) کے بغیر کسی ذریعہ سے حاصل نہیں کرسکتا۔ برابر ہے کہ انبیاء متقدمین (۳) ہوں یا وہ علماء ہوں جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سے متاخرین ہیں اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ مجھے اولین وآخرین کے تمام علوم عطا کئے گئے ہیں اور اس میں شک نہیں کہ ہم آخرین سے ہیں (پھر ہمارا کوئی علم بلاواسطہ روحانیتِ محمدیہ کیونکر حاصل ہوسکتا ہے) اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان علوم کے حکم میں تعمیم فرمائی لہذا یہ حکم ہر قسم کے علوم کو شامل ہے۔ خواہ وہ علم منقول ومعقول (۱) ہو یا مفہوم وموہوب۔ (۲) لہذا ہر مسلمان کو کوشش کرنی چاہئے کہ وہ بواسطہ نبی کریم حضرت محمد مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ سے علم حاصل کرے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوق میں علی الاطلاق سب سے زیادہ علم والے ہیں۔ (الیواقیت والجواہر، ۲/۲۸۱، دار الکتب العلمیہ لبنان)

(104) مالکِ شفاعت صرف حضور شفیع یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

اور مالک شفاعت صرف حضور شفیع یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں، اور جو کوئی شفاعت کرے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نیابت سے کرے گا۔ شفیع المذنبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اعطیت الشفاعۃ ۱۔ رواہ البخاری ومسلم والنسائی عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما فی حدیث اعطیت خمسا لم یعطھن احد من الانبیاء قبلی ۲۔ ←

جتنے شفاعت کرنے والے ہیں حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے دربار میں شفاعت لائیں گے اور اللہ عزوجل کے حضور مخلوقات میں صرف حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) شفیع ہیں اور یہ شفاعتِ کبریٰ مومن، کافر، مطیع، عاصی سب کے لیے ہے، کہ وہ انتظارِ حساب جو سخت جانگزا ہوگا، جس کے لیے لوگ تمنائیں کریں گے کہ کاش جہنم میں پھینک دیے جاتے اور اس انتظار سے نجات پاتے، اس بلا سے چھٹکارا کفار کو بھی حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی بدولت ملے گا، جس پر اوّلین و آخرین، موافقین و مخالفین، مؤمنین و کافرین سب حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی حمد کریں گے، اسی کا نام مقامِ محمود ہے (105) اور شفاعت کے اور اقسام بھی ہیں، مثلاً بہتوں کو بلا حساب جنت میں داخل فرمائیں گے، جن میں

شفاعت مجھے عطا فرمادی گئی ہے۔ اسے بخاری، مسلم اور نسائی نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا۔ اس حدیث میں کہ مجھے پانچ چیزیں دی گئیں جو مجھ سے پہلے کے انبیاء کو نہ ملیں۔ (۱۔ صحیح البخاری باب قول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، جعلت لی الارض مسجدا قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۶۲) (۲۔ صحیح البخاری باب قول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، جعلت لی الارض مسجدا، قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۶۲)

حضور شافع شفیع صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا کان یوم القیمة کنت امام النبیین وخطیبهم وصاحب شفاعتهم غیر فخر ۳۔ رواہ احمد والترمذی وابن ماجة والحاکم بأسانید صحیحة عن ابی بن کعب رضی اللہ تعالی عنه۔

(۳۔ جامع الترمذی، ابواب الجنائز، امین کمپنی، کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۱/ ۱۲۲)

روزِ قیامت تمام انبیاء کا امام اور ان کا خطیب اور اُن کی شفاعت کا مالک ہوں اور یہ بات کچھ براہ فخر نہیں فرماتا۔ اسے امام احمد، ترمذی، ابن ماجہ اور حاکم نے صحیح سندوں سے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔

(فتاویٰ رضویہ، جلد ۹، ص ۲۹۵ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(105) مقامِ محمود

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

آیت تاسعه: قال تعالیٰ عظمته: عسٰی ان یبعثك ربك مقامًا محمودا ۱؎

نویں آیت: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: قریب ہے تجھے تیرا رب بھیجے گا تعریف کے مقام میں۔ (۱۔ القرآن الکریم ۱۷/ ۷۹)

صحیح بخاری وجامع ترمذی میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے فرمایا:

سئل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم عن المقام المحمود فقال هو الشفاعة ۲؎

(۲۔ صحیح البخاری، کتاب التفسیر، سورۃ ۱۷، باب قولہ عسٰی ان یبعثک الخ، قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۶۸۶) (جامع الترمذی، ابواب التفسیر، سورۃ بنی اسرائیل، امین کمپنی دہلی ۲/ ۱۴۲)

حضرت سید المرسلین خاتم النبیین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سوال ہوا: مقامِ محمود کیا ہے؟ ارشاد فرمایا: شفاعت۔ ←

چار اَرَب نوے کروڑ کی تعداد معلوم ہے، اِس سے بہت زائد اور ہیں، جو اللہ و رسول (عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے علم میں ہیں، بہتیرے وہ ہوں گے جن کا حساب ہو چکا ہے اور مستحقِ جہنم ہو چکے، اُن کو جہنم سے بچائیں گے اور بعضوں کی شفاعت فرما کر جہنم سے نکالیں گے اور بعضوں کے درجات بلند فرمائیں گے اور بعضوں سے تخفیفِ عذاب فرمائیں گے۔

اسی طرح احمد و بیہقی ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی:

سئل عنها رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يعني قوله عسى ان يبعثك ربك مقاما محموداً ط فقال هي الشفاعة [3]۔ (۳؎ مسند احمد بن حنبل عن ابی ہریرۃ المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۴۴۴)(نسیم الریاض شرح شفاء القاضی عیاض بحوالہ احمد والبیہقی فصل فی تفضیلہ بالشفاعۃ ۲/ ۳۴۵)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اللہ تعالیٰ کے قول قریب ہے کہ تمہارا رب تمہیں ایسی جگہ کھڑا کرے جہاں سب تمہاری حمد کریں کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا وہ شفاعت ہے۔

اور شفاعت کی حدیثیں خود متواتر ومشہور اور صحاح وغیرہ میں مروی ومسطور، جن کی بعض ان شاء اللہ تعالیٰ بیکل دوم میں مذکور ہوں گی۔

اس دن آدم صفی اللہ سے عیسیٰ کلمۃ اللہ تک سب انبیاء اللہ علیہم الصلوٰۃ والسلام نفسی نفسی فرمائیں گے اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انا لها انا لها [4]۔ میں ہوں شفاعت کے لیے، میں ہوں شفاعت کے لیے۔

(۴؎ الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ فصل فی تفضیلہ بالشفاعۃ المطبعۃ الشرکۃ الصحافیۃ ۱/ ۱۸۰)

انبیاء ومرسلین وملائکہ مقربین سب ساکت ہوں گے اور وہ متکلم۔ سب سربگریبان، وہ ساجد وقائم۔ سب محلِ خوف میں، وہ آمن وناہم۔ سب اپنی فکر میں، انہیں فکرِ عوالم۔ سب زیرِ حکومت، وہ مالک وحاکم۔ بارگاہِ الٰہی میں سجدہ کریں گے۔ ان کا رب انہیں فرمائے گا:

یا محمد ارفع رأسك وقل تسمع وسل تعطه واشفع تشفع [1]۔

(۱؎ صحیح مسلم کتاب الایمان باب اثبات الشفاعۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۰۹)

اے محمد! اپنا سر اٹھاؤ اور عرض کرو کہ تمہاری عرض سنی جائے گی، اور مانگو کہ تمہیں عطا ہوگا، اور شفاعت کرو تمہاری شفاعت قبول ہے۔

اس وقت اولین وآخرین میں حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی حمد وثناء کا غلغلہ پڑ جائے گا اور دوست، دشمن، موافق، مخالف، ہر شخص حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی افضلیتِ کبریٰ وسیادتِ عظمیٰ پر ایمان لائے گا۔ والحمد للہ رب العٰلمین۔

مقام محمود و نامت محمد   بہ نیساں مقامے ونامے کہ دارد

آپ کا مقام محمود اور نام محمد ہے، ایسا مقام اور نام کون رکھتا ہے۔ (ت)

امام محی السنۃ بغوی معالم التنزیل میں فرماتے ہیں:

عن عبدالله رضي الله تعالى عنه قال ان الله عزوجل اتخذ ابراهيم خليلا وان صاحبكم صلى الله تعالى عليه وسلم خليل الله واكرم الخلق على الله ثم قرأ عسى ان يبعثك ربك مقاما محمودا ۝ قال يجلسه على ←

عقیدہ (۴۳): ہر قسم کی شفاعت حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے لیے ثابت ہے۔ شفاعت بالو جاہۃ، شفاعت بالمحبۃ، شفاعت بالاذن، اِن میں سے کسی کا انکار وہی کریگا جو گمراہ ہے۔

عقیدہ (۴۴): منصبِ شفاعت حضور کو دیا جاچکا، حضور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

العرش ۲؎

یعنی عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی بیشک اللہ عزوجل نے ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خلیل بنایا۔ اور بیشک تمہارے آقا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خلیل اور تمام خلق سے زیادہ اس کے نزدیک عزیز وجلیل ہیں۔ پھر یہ آیت تلاوت کر کے فرمایا اللہ تعالیٰ انہیں روز قیامت عرش پر بٹھائے گا۔ (۲؎ معالم التنزیل (تفسیر بغوی) تحت الآیۃ ۱۷/۷۹ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۳/۱۰۹)

وعزا نحوہ فی المواھب ۳؎ للثعلبی۔ (اس کی مثل مواہب میں ثعلبی کی طرف منسوب ہے۔ ت)

(۳؎ المواھب اللدنیۃ الفصل الثالث الشفاعۃ والمقام المحمود المکتب الاسلامی بیروت ۴/۶۴۲)

امام عبد بن حمید وغیرہ حضرت مجاہد تلمیذ رشید حضرت حبر الامہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے اس آیت کی تفسیر میں راوی: یجلسہ اللہ تعالیٰ معہ علی العرش ۱؎۔ اللہ تعالیٰ انہیں عرش پر اپنے ساتھ بٹھائے گا۔ یعنی معیتِ تشریف وتکریم کہ وہ جلوس ومجلس سے پاک ومتعالی ہے۔ (۱؎ المواھب اللدنیۃ عن القسطلانی المقصد العاشر الفصل الثالث المکتب الاسلامی بیروت ۴/۶۴۲) (شرح الزرقانی علی المواھب اللدنیۃ بحوالہ عبد بن حمید وغیرہ المقصد العاشر الفصل الثالث ۸/۳۶۸)

امام قسطلانی مواہب لدنیہ میں ناقل امام علامہ سید الحفاظ شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں مجاہد کا یہ قول نہ از روئے نقل مدفوع نہ از جہت (عہ) نظر ممنوع، اور نقاش نے ابو داود صاحبِ سنن رحمہ اللہ تعالیٰ سے نقل کیا۔ من انکر ھذا القول فھو متھم ۱؎۔ جو اس قول سے انکار کرے وہ متہم ہے۔

(۱؎ المواھب اللدنیۃ عن العسقلانی المقصد العاشر الفصل الثالث المکتب الاسلامی بیروت ۴/۶۴۳)

اسی طرح امام دارقطنی نے اس قول کی تصریح فرمائی، اور اس کے بیان میں چند اشعار (عہ) نظم کیے۔ کمافی نسیم الریاض (جیسا کہ نسیم الریاض میں ہے۔) (۳؎ نسیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض فصل فی تفضیلہ بالشفاعۃ مرکز اہلسنت گجرات ہند ۲/۳۴۳)

ابو الشیخ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی: ان محمدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یوم القیمۃ یجلس علی کرسی الرب بین یدی الرب ۱؎۔ بیشک محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم روزِ قیامت رب کے حضور رب کی کرسی پر جلوس فرمائیں گے۔

(۱؎ المواھب اللدنیہا المقصد العاشر الفصل الثالث المکتب الاسلامی بیروت ۴/۶۴۳و۶۴۴)

معالم میں عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے: یقعدہ علی الکرسی ۲؎۔ اللہ تعالیٰ انہیں کرسی پر بٹھائے گا، صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وعلی الہٖ واصحابہٖ اجمعین والحمدللہ رب العٰلمین (اللہ تعالیٰ درود نازل فرمائے آپ پر، آپ کی آل پر اور آپ کے تمام صحابہ پر، اور تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے جو کل جہانوں کا پروردگار ہے۔ ت) (۲؎ معالم التنزیل (تفسیر بغوی) تحت الآیۃ ۱۷/۷۹ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۳/۱۰۹) (فتاویٰ رضویہ، جلد ۳۰، ص ۱۶۹۔ ۱۷۷ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

((أُعْطِيْتُ الشَّفَاعَةَ)) (106)، اور ان کا رب فرماتا ہے:

(وَ اسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ) (107)

مغفرت چاہو اپنے خاصوں کے گناہوں اور عام مؤمنین و مؤمنات کے گناہوں کی۔

شفاعت اور کس کا نام ہے...؟ اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنَا شَفَاعَةَ حَبِيْبِكَ الْكَرِيْمِ.

(يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ ۝ اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ ۝) (108)

شفاعت کے بعض احوال، نیز دیگر خصائص جو قیامت کے دن ظاہر ہوں گے، احوالِ آخرت میں اِن شاءَ اللہ تعالیٰ بیان ہوں گے۔

عقیدہ (۴۵): حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی محبت مدارِ ایمان، بلکہ ایمان اسی محبت ہی کا نام ہے، جب تک حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی محبت ماں باپ اولاد اور تمام جہان سے زیادہ نہ ہو آدمی مسلمان نہیں ہوسکتا۔ (109)

---

(106) یعنی: مجھے شفاعت دے دی گئی۔ (صحیح البخاري، کتاب التیمم، الحدیث: ۳۳۵، ج۱، ص ۱۳۴)

(107) وَ اسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ

ترجمۂ کنز الایمان: اور اے محبوب اپنے خاصوں اور عام مسلمان مردوں اور عورتوں کے گناہوں کی معافی مانگو۔ (پ 26، محمد: 19)

(108) ترجمہ کنز الایمان: جس دن نہ مال کام آئے گا نہ بیٹے مگر وہ جو اللہ کے حضور حاضر ہوا سلامت دل لے کر۔ پ۱۹، الشعراء: ۸۸۔۸۹

(109) محبت مدارِ ایمان

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لایؤمن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہٖ وولدہٖ والناس اجمعین ا۔

(لوگو!) تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک میں اس کی نگاہوں میں اس کے والدین، اولاد اور سب لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہوجاؤں۔ (ا۔ صحیح البخاری کتاب الایمان باب حب الرسول قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۷)

کاش مسلمان اتنا ہی کریں کہ اللہ ورسول کی محبت وعظمت کو ایک پلہ میں رکھیں اپنے ماں باپ کی الفت وعزت کو دوسرے میں، پھر دشمنان وبدگویان محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اتنا ہی برتاؤ کریں جو اپنی ماں کو گالیاں دینے والے کے ساتھ برتتے ہیں تو یہ صلح کلی یہ بے پرواہی، یہ سہل انگاری یہ میٹھی ملعون تہذیب، سدراہ ایمان نہ ہو ورنہ ماں باپ کی محبت وعزت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت وعزت سے زائد ہوکر ایمان کا دعوی محض باطل اور اسلام قطعاً زائل۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ (اللہ تعالیٰ کی پناہ۔ ت)

قال اللہ تعالیٰ (اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ ت) الم احسب الناس ان یترکوا ان یقولوا امنا وھم لا یفتنون ۲؎ ←

عقیدہ (۴۶): حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی اِطاعت عین طاعتِ الٰہی ہے، طاعتِ الٰہی بے طاعتِ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ناممکن ہے، یہاں تک کہ آدمی اگر فرض نماز میں ہو اور حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اُسے یاد فرمائیں، فوراً جواب دے اور حاضرِ خدمت ہو اور یہ شخص کتنی ہی دیر تک حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) سے کلام کرے، بدستور نماز میں ہے، اِس سے نماز میں کوئی خلل نہیں (110)۔

عقیدہ (۴۷): حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم یعنی اعتقادِ عظمت جزوِ ایمان و رکنِ ایمان ہے اور فعلِ

کیا لوگ اس گھمنڈ میں پڑ گئے کہ وہ صرف اتنا کہنے پر کہ ہم ایمان لائے، چھوڑ دیئے جائینگے اور ان کی آزمائش نہ ہوگی۔

(۲؎ القرآن الکریم ۲۹/ ۲)

زبان سے سب کہہ دیتے ہیں کہ ہاں ہمیں اللہ و رسول کی محبت و عظمت سب سے زائد ہے مگر عملی کارروائیاں آزمائش کرادیتی ہیں کہ کون اس دعوے میں جھوٹا اور کون سچا۔ ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ھدیتنا وھب لنا من لدنک رحمۃ انک انت الوھاب ۳؎

(۳؎ القرآن الکریم ۳/ ۸)

وصلی اللہ تعالٰی وسلم وبارک علی مالکنا و مولینا والاٰل والاصحاب امین۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

اے ہمارے پروردگار! ہمارے دلوں کو نہ پھیر جبکہ تو نے سیدھی راہ دکھادی اور ہمیں اپنے پاس رحمت سے نواز دے یقیناً تو ہی بہت زیادہ عطا کرنیوالا ہے۔ ہمارے مالک و مولیٰ پر اللہ تعالیٰ درود و سلام اور برکات کا نزول فرمائے اور ان کی آل اور ساتھیوں پر بھی (درود و سلام اور برکات نازل ہوں) اور اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ علم رکھنے والا ہے۔ (فتاوی رضویہ، جلد ۲۱، ص ۱۷۲۔۱۷۳ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(110) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اِطاعت عین طاعتِ الٰہی

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِیْبُوْا لِلّٰهِ وَ لِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا یُحْیِیْكُمْ

ترجمۂ کنز الایمان: اے ایمان والو اللہ اور اس کے رسول کے بلانے پر حاضر ہو جب رسول تمہیں اس چیز کے لئے بلائیں جو تمہیں زندگی بخشے۔ (پ9، انفال: 24)

اس آیت کے تحت مفسرِ شہیر مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ ارشاد فرماتے ہیں کہ بخاری شریف میں سعید بن معلّٰی سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں مسجد میں نماز پڑھتا تھا مجھے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پکارا میں نے جواب نہ دیا پھر میں نے حاضرِ خدمت ہو کر عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نماز پڑھ رہا تھا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا ہے کہ اللہ اور رسول کے بلانے پر حاضر ہو۔ ایسا ہی دوسری حدیث میں ہے کہ حضرت ابی بن کعب نماز پڑھتے تھے حضور نے انہیں پکارا، انہوں نے جلدی نماز تمام کر کے سلام عرض کیا، حضور نے فرمایا تمہیں جواب دینے سے کیا بات مانع ہوئی، عرض کیا حضور میں نماز میں تھا۔ حضور نے فرمایا کیا تم نے قرآنِ پاک میں یہ نہیں پایا کہ اللہ اور رسول کے بلانے پر حاضر ہو عرض کیا بے شک آئندہ ایسا نہ ہوگا۔

(صحیح البخاری، کتاب التفسیر، الحدیث: ۴۶۴۷، ج ۳، ص ۲۲۹)

تعظیم بعد ایمان ہر فرض سے مقدم ہے، اِس کی اہمیت کا پتا اس حدیث سے چلتا ہے کہ غزوہ خیبر سے واپسی میں منزل صہبا پر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نمازِ عصر پڑھ کر مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کے زانو پر سرِ مبارک رکھ کر آرام فرمایا، مولیٰ علی نے نمازِ عصر نہ پڑھی تھی، آنکھ سے دیکھ رہے تھے کہ وقت جارہا ہے، مگر اِس خیال سے کہ زانو سرکاؤں تو شاید خوابِ مبارک میں خلل آئے، زانو نہ ہٹایا، یہاں تک کہ آفتاب غروب ہوگیا، جب چشمِ اقدس کھلی مولیٰ علی نے اپنی نماز کا حال عرض کیا، حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے حکم دیا، ڈوبا ہوا آفتاب پلٹ آیا، مولیٰ علی نے نماز ادا کی پھر ڈوب گیا، اس سے ثابت ہوا کہ افضل العبادات نماز اور وہ بھی صلوٰۃِ وسطیٰ نمازِ عصر مولیٰ علی نے حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی نیند پر قربان کردی، کہ عبادتیں بھی ہمیں حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ہی کے صدقہ میں ملیں۔ دوسری حدیث اسکی تائید میں یہ ہے کہ غارِ ثور میں پہلے صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ گئے، اپنے کپڑے پھاڑ پھاڑ کر اُس کے سوراخ بند کر دیے، ایک سوراخ باقی رہ گیا، اُس میں پاؤں کا انگوٹھا رکھ دیا، پھر حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بلایا، تشریف لے گئے اور اُن کے زانو پر سرِ اقدس رکھ کر آرام فرمایا، اُس غار میں ایک سانپ مشتاقِ زیارت رہتا تھا، اُس نے اپنا سر صدیقِ اکبر کے پاؤں پر مَلا، انھوں نے اِس خیال سے کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی نیند میں فرق نہ آئے پاؤں نہ ہٹایا، آخر اُس نے پاؤں میں کاٹ لیا، جب صدیقِ اکبر کے آنسو چہرہ انور پر گرے، چشمِ مبارک کھلی، عرضِ حال کیا، حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے لعابِ دہن لگا دیا فوراً آرام ہوگیا، ہر سال وہ زہر عود کرتا، بارہ برس بعد اُسی سے شہادت پائی (111)۔

---

(111) شاہکارِ تعظیم

غزوہ خیبر سے واپسی میں منزل صہبا پر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے نماز عصر پڑھ کر مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے زانو پر سر مبارک رکھ کر آرام فرمایا: مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے نماز عصر نہ پڑھی تھی، آنکھ سے دیکھ رہے تھے کہ وقت جارہا ہے مگر اس خیال سے کہ زانو سرکاؤں تو شاید خواب مبارک میں خلل آئے زانو نہ ہٹایا یہاں تک کہ آفتاب غروب ہوگیا۔ جب چشم اقدس کھلی مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے اپنی نماز کا حال عرض کیا، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے دعا کی، ڈوبا ہوا سورج پلٹ آیا، مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے نماز عصر ادا کی، پھر ڈوب گیا اس سے ثابت ہوا کہ افضل العبادات نماز، وہ بھی نماز وسطیٰ یعنی عصر مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نیند پر قربان کردی کہ عبادتیں بھی ہمیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہی کے صدقہ میں ملیں۔

(الشفاء، ج۱، ص ۵۹۴۔ شواہد النبوۃ، رکن سادس، ص ۲۲۰)

بوقت ہجرت غار ثور میں پہلے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ گئے اپنے کپڑے پھاڑ پھاڑ کر اس کے سوراخ بند کئے ایک سوراخ باقی رہ گیا اس میں پاؤں کا انگوٹھا رکھ دیا، پھر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو بلایا تشریف لے گئے اور انکے زانو پر سر اقدس رکھ کر آرام فرمایا اس غار میں ایک سانپ مشتاق زیارت رہتا تھا، اس نے اپنا سر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاؤں پر ملا انھوں نے اس خیال سے کہ

ثابت ہوا کہ جملہ فرائض فروع ہیں۔

اصل الاصول بندگی اُس تاجور کی ہے

عقیدہ (۴۸): حضور (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) کی تعظیم و توقیر جس طرح اُس وقت تھی کہ حضور (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) اِس عالم میں ظاہری نگاہوں کے سامنے تشریف فرما تھے، اب بھی اُسی طرح فرضِ اعظم ہے (112)، جب

حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ ؤالہٖ وسلم کی نیند میں فرق نہ آئے پاؤں نہ ہٹایا۔ آخراس نے پاؤں میں کاٹ لیا جب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے آنسو چہرہ انور پر گرے چشم مبارک کھلی، عرض حال کیا۔ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ ؤالہٖ وسلم نے لعاب دہن لگا دیا فوراً آرام ہوگیا۔ ہر سال وہ زہر عود کرتا، بارہ برس بعد اسی سے شہادت پائی۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جان بھی سرکار صلی اللہ تعالٰی علیہ ؤالہٖ وسلم کی نیند پر قربان کی۔

(مدارج النبوت، ج ۲، ص ۵۸)

ان ہی نکات کو اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ نے اپنے ان اشعار میں بیان فرمایا ہے:

مولا علی نے واری تری نیند پر نماز — اور وہ بھی عصر سب سے جو اعلیٰ خطر کی ہے
صدیق بلکہ غار میں جاں اس پہ دے چکے — اور حفظ جاں تو جان فروض غرر کی ہے
ہاں تو نے ان کو جان انھیں پھیر دی نماز — پر وہ تو کر چکے تھے جو کرنی بشر کی ہے
ثابت ہوا کہ جملہ فرائض فروع ہیں — اصل الاصول بندگی اس تاجور کی ہے

(حدائق بخشش)

(112) تعظیم رسول

اُمت پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حقوق میں ایک نہایت ہی اَہم اور بہت ہی بڑا حق یہ بھی ہے کہ ہر امتی پر فرض عین ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور آپ سے نسبت و تعلق رکھنے والی تمام چیزوں کی تعظیم و توقیر اور ان کا ادب و احترام کرے اور ہرگز ہرگز کبھی ان کی شان میں کوئی بے ادبی نہ کرے۔ احکم الحاکمین جل جلالہ کا فرمان والا شان ہے کہ

اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا ۝ لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ تُعَزِّرُوْهُ وَ تُوَقِّرُوْهُ وَ تُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّ اَصِیْلًا ۝

(پ ۲۶، الفتح: ۸، ۹)

بے شک ہم نے تمہیں (اے رسول) بھیجا حاضر و ناظر اور خوشخبری دینے والا اور ڈر سنانے والا تا کہ اے لوگو! تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور رسول کی تعظیم و توقیر کرو اور صبح و شام اللہ کی پاکی بولو۔ (فتح)

حضور کی توہین کرنے والا کافر ہے

حضرت علامہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے فرمایا کہ اس بات پر تمام علماء امت کا اجماع ہے کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو گالی دینے والا یا ان کی ذات، ان کے خاندان، اُن کے دین، ان کی کسی خصلت میں نقص بتانے والا یا اس کی طرف اشارہ کنایہ کرنے والا یا ←

حضور (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) کا ذکر آئے تو بکمالِ خشوع و خضوع وانکسار باادب سُنے، اور نامِ پاک سُنتے ہی درود شریف

حضور کو بدگوئی کے طریقے پر کسی چیز سے تشبیہ دینے والا یا آپ کو عیب لگانے والا یا آپ کی شان کو چھوٹی بتانے والا یا آپ کی تحقیر کرنے والا بادشاہ اسلام کے حکم سے قتل کر دیا جائے گا۔ اسی طرح حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر لعنت کرنے والا یا آپ کے لیے بددعا کرنے والا یا آپ کی طرف کسی ایسی بات کی نسبت کرنے والا جو آپ کے منصب کے لائق نہ ہو یا آپ کے لئے کسی معضرت کی تمنا کرتے والا یا آپ کی مقدس جناب میں کوئی ایسا کلام بولنے والا جس سے آپ کی شان میں استخفاف ہوتا ہو یا کسی آزمائش یا امتحان کی باتوں سے آپ کو عار دلانے والا بھی سلطان اسلام کے حکم سے قتل کر دیا جائے گا۔ اور وہ مرتد قرار دیا جائے گا اور اس کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی اور اس مسئلہ میں علماء امصار اور سلف صالحین کے مابین کوئی اختلاف نہیں ہے کہ ایسا شخص کافر قرار دے کر قتل کر دیا جائے گا۔ محمد بن سحنون علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں بدزبانی کرنے والا اور آپ کی تنقیص کرنے والا کافر ہے اور جو اس کے کفر اور عذاب میں شک کرے وہ بھی کافر ہے اور توہین رسالت کرنے والے کی دنیا میں یہ سزا ہے کہ وہ قتل کر دیا جائے گا۔

(الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ، الباب الاول فی بیان ماھوفی حقہ۔۔۔الخ، ج۲، ص ۲۱۴، ۲۱۶)

اسی طرح حضرت علامہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلقین یعنی آپ کے اصحاب، آپ کے اہل بیت، آپ کی ازواج مطہرات وغیرہ کو گالی دینے والے کے بارے میں فرمایا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اہل بیت و آپ کی ازواج مطہرات اور آپ کے اصحاب کو گالی دینا یا انکی شان میں تنقیص کرنا حرام ہے اور ایسا کرنے والا ملعون ہے۔

(الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ، فصل ومن سب آل بیتہ۔۔۔الخ، ج۲، ص ۳۰۷)

یہی وجہ ہے کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اس قدر ادب و احترام کرتے تھے اور آپ کی مقدس بارگاہ میں اتنی تعظیم و تکریم کا مظاہرہ کرتے تھے کہ حضرت عروہ بن مسعود ثقفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب کہ مسلمان نہیں ہوئے تھے اور کفار مکہ کے نمائندہ بن کر میدان حدیبیہ میں گئے تھے تو وہاں سے واپس آ کر انہوں نے کفار کے مجمع میں علی الاعلان یہ کہا تھا کہ

اے میری قوم! میں نے بادشاہ رُوم قیصر اور بادشاہ فارس کسریٰ اور بادشاہ حبشہ نجاشی سب کا دربار دیکھا ہے مگر خدا کی قسم! میں نے کسی بادشاہ کے درباریوں کو اپنے بادشاہ کی اتنی تعظیم کرتے نہیں دیکھا جتنی تعظیم محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے اصحاب محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی کرتے ہیں۔ (صحیح البخاری، کتاب الشروط، باب الشروط فی الجھاد۔۔۔الخ، الحدیث: ۲۷۳۱، ۲۷۳۲، ج۲، ص ۲۲۵)

چنانچہ مندرجہ ذیل مثالوں سے یہ اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اصحاب کبار اپنے آقائے نامدار کے دربار میں کس قدر تعظیم و تکریم کے جذبات سے سرشار رہتے تھے۔

سر پر چڑیاں

حضرت امیر المؤمنین علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاضرین مجلس کے ساتھ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیرت مقدسہ کا تذکرہ کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ جس وقت آپ کلام فرماتے تھے تو آپ کی مجلس میں بیٹھنے والے صحابہ کرام اس طرح سر جھکا کر خاموش اور سکون کے ساتھ بیٹھے رہا کرتے تھے کہ گویا انکے سروں پر پرندے بیٹھے ہوئے ہیں۔ جس وقت آپ خاموش ہو جاتے تو صحابہ کرام گفتگو کرتے ←

پڑھنا واجب ہے (113)۔

اور کبھی آپ کے سامنے کلام میں تنازعہ نہیں کرتے اور جو آپ کے سامنے کلام کرتا آپ توجہ کے ساتھ اس کے کلام کو سنتے رہتے یہاں تک کہ وہ خاموش ہو جاتا۔ (الشمائل المحمدیۃ، باب ما جاء فی خلق رسول اللہ، الحدیث: ۳۳۴، ص ۱۹۸)

کون بڑا؟

امیر المؤمنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت قباث بن اُشیم سے پوچھا کہ تم بڑے ہو یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم؟ انہوں نے کہا کہ بڑے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی ہیں مگر میری پیدائش حضور سے پہلے ہوئی ہے۔

(سنن الترمذی، کتاب المناقب، باب ما جاء فی میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم، الحدیث: ۳۶۳۹، ج ۵، ص ۳۵۶)

حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ادب

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کچھ دریافت کرنے کا ارادہ رکھتا تھا مگر کمال ادب اور آپ کی ہیبت سے برسوں دریافت نہیں کر سکتا تھا۔

(الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ، فصل فی عادۃ الصحابۃ فی تعظیمہ...الخ، ج ۲، ص ۴۰)

(113) درود شریف پڑھنا واجب ہے

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

نامِ پاک حضور پُرنور سید دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مختلف جلسوں میں جتنے بار لے یا سنے ہر بار درود شریف پڑھنا واجب ہے اگر نہ پڑھے گا گنہگار ہوگا اور سخت وعیدوں میں گرفتار، ہاں اس میں اختلاف ہے کہ اگر ایک ہی جلسہ میں چند بار نام پاک لیا یا سنا تو ہر بار واجب ہے یا ایک بار کافی اور ہر بار مستحب ہے، بہت علما قولِ اول کی طرف گئے ہیں ان کے نزدیک ایک جلسہ میں ہزار بار کلمہ شریف پڑھے تو ہر بار درود شریف بھی پڑھتا جائے اگر ایک بار بھی چھوڑا گنہگار ہوا مجتبیٰ و دُرمختار وغیرہما میں اس قول کو مختار واضح کہا۔

فی الدر المختار اختلف فی وجوبہا علی السامع والذاکر کلما ذکر صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم والمختار تکرار الوجوب کلماذکر ولو اتحد المجلس فی الاصح ۲؎ اھ بتلخیص۔ دُرمختار میں ہے کہ اس بارے میں اختلاف ہے کہ جب بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اسم گرامی ذکر کیا جائے تو سامع اور ذاکر دونوں پر ہر بار درود وسلام عرض کرنا واجب ہے یا نہیں اصح مذہب پر مختار قول یہی ہے کہ ہر بار درود وسلام واجب ہے اگر چہ مجلس ایک ہی ہو اھ خلاصۃً

(۲؎ درمختار فصل واذا اراد الشروع الخ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/ ۷۸)

دیگر علما نے بنظر آسانی امت قولِ دوم اختیار کیا ان کے نزدیک ایک جلسہ میں ایک بار درود ادائے واجب کے لئے کفایت کرے گا زیادہ کے ترک سے گنہگار نہ ہوگا مگر ثوابِ عظیم وفضلِ جسیم سے بیشک محروم رہا، کافی وقنیہ وغیرہما میں اسی قول کی تصحیح کی۔

فی ردالمحتار صححہ الزاھدی فی المجتبٰی لکن صحح فی الکافی وجوب الصلٰوۃ مرۃ فی کل مجلس کسجود التلاوۃ للحرج الا انہ یندب تکرار الصلٰوۃ فی المجلس الواحد بخلاف السجود وفی القنیۃ قیل یکفی المجلس ←

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ مَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ مَعْدِنِ الْجُوْدِ وَالْکَرَمِ وَاٰلِہِ الْکِرَامِ وَصَحْبِہِ الْعِظَامِ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ۔

اور حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) سے محبت کی علامت یہ ہے، کہ بکثرت ذکر کرے (114) اور درود شریف کی کثرت کرے اور نامِ پاک لکھے تو اُس کے بعد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لکھے، بعض لوگ براہِ اختصار صلعم یا لکھتے ہیں، یہ محض ناجائز و حرام ہے (115) اور محبت کی یہ بھی علامت ہے کہ آل و اصحاب، مہاجرین و انصار و جمیع متعلقین و متوسلین

مرۃ کسجدۃ التلاوۃ وبہ یفتی وقد جزم بھذا القول المحقق ابن الہمام فی زاد الفقیر اھ ملتقطا۔ ردالمحتار میں ہے کہ اسے زاہدی نے المجتبیٰ میں صحیح قرار دیا ہے لیکن کافی میں ہر مجلس میں ایک ہی دفعہ درود کے وجوب کو صحیح کہا ہے جیسا کہ سجدہ تلاوت کا حکم ہے تاکہ مشکل اور تنگی لازم نہ آئے، البتہ مجلس واحد میں تکرارِ درود مستحب و مندوب ہے بخلاف سجدہ تلاوت کے۔ قنیہ میں ہے ایک مجلس میں ایک ہی دفعہ درود پڑھنا کافی ہے جیسا کہ سجدہ تلاوت کا حکم ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔ ابن ہمام نے زاد الفقیر میں اسی قول پر جزم کیا ہے اھ ملتقطا (ا۔ ردالمحتار فصل واذا اراد الشروع المطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۳۸۱)

بہر حال مناسب یہی ہے کہ ہر بار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہا جائے کہ ایسی چیز جس کے کرنے میں بالاتفاق بڑی بڑی رحمتیں برکتیں اور نہ کرنے میں بلاشبہ بڑے فضل سے محرومی اور ایک مذہب قوی پر گناہ و معصیت عاقل کا کام نہیں کہ اُسے ترک کرے وباللہ التوفیق۔

(فتاوی رضویہ، جلد ۶، ص ۲۲۲۔ ۲۲۳ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(114) علاماتِ محبت

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کی بہت سی علامتیں اور آثار ہیں جو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کے امتحان کے لئے کسوٹی کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان میں سے ایک علامت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا بکثرت ذکر کرنا ہے۔ حدیث شریف میں ہے: مَنْ اَحَبَّ شَیْئًا اَکْثَرَ ذِکْرَہٗ جو شخص کسی سے محبت رکھتا ہے، اس کا ذکر بکثرت کرتا ہے۔

(کنز العمال، کتاب الاذکار، الباب الاول، الحدیث ۱۸۲۵، ج ۱، ص ۲۱۷)

(115) درود لکھنے میں اختصار نہ کرے

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

جواب مسئلہ سے پہلے ایک بہت ضروری مسئلہ معلوم کیجئے سوال میں نامِ پاک حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ بجائے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (صلعم) لکھا ہے۔ یہ جہالت آج کل بہت جلد بازوں میں رائج ہے۔ کوئی صلعم لکھتا ہے کوئی عم کوئی ص، اور یہ سب بیہودہ و مکروہ و سخت ناپسند و موجب محرومی شدید ہے اس سے بہت سخت احتراز چاہیئے اگر تحریر میں ہزار جگہ نامِ پاک حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آئے ہر جگہ پورا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لکھا جائے ہرگز ہرگز کہیں صلعم وغیرہ نہ ہو علماء نے اس سے سخت ممانعت فرمائی ہے یہاں تک کہ بعض کتابوں میں تو بہت اشد حکم لکھ دیا ہے۔ علامہ طحطاوی حاشیہ درمختار میں فرماتے ہیں:

ویکرہ الرمز بالصلوۃ والترضی بالکتابۃ بل یکتب ذلک کلہ بکمالہ وفی بعض المواضع من التتارخانیۃ ←

سے محبت رکھے اور حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے دشمنوں سے عداوت رکھے (116)، اگرچہ وہ اپنا باپ یا بیٹا یا

من كتب عليه السلام بالهمزة والميم يكفر لانه تخفيف و تخفيف الانبياء كفر بلاشك ولعله ان صح النقل فهو مقيد بقصد والافالظاهر انه ليس بكفر و كون لازم الكفر كفرابعد تسليم كونه مذهباً مختارا محله اذاكان اللزوم بيّناً نعم الاحتياط فى الاحتراز عن الايهام والشبهة ا ۔

(ا ۔ حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار مقدمۃ الکتاب مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۶)

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جگہ (ص) وغیرہ اور رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جگہ (رض) لکھنا مکروہ ہے بلکہ اسے کامل طور پر لکھا پڑھا جائے تاتارخانیہ میں بعض جگہ پر ہے جس نے درود وسلام ہمزہ (ء) اور میم (م) کے ساتھ لکھا اس نے کفر کیا کیونکہ یہ عمل تخفیف ہے اور انبیاء علیہم السلام کی بارگاہ میں یہ عمل بلاشبہ کفر ہے۔ اگر یہ قول صحت کے ساتھ منقول ہو تو یہ مقید ہوگا اس بات کے ساتھ کہ ایسا کرنے والا قصداً ایسا کرے، ورنہ ظاہر یہ ہے کہ وہ کافر نہیں باقی لزوم کفر سے کفر اس وقت ثابت ہوگا جب اسے مذہب مختار تسلیم کیا جائے اور اس کا محل وہ ہوتا ہے جہاں لزوم بیان شدہ اور ظاہر ہو البتہ احتیاط اس میں ہے کہ ایہام اور شبہ سے احتراز کیا جائے۔ (فتاوی رضویہ، جلد ۶، ص ۲۲۰ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(116) کیا میرے محبوبوں سے محبت اور میرے دشمنوں سے عداوت بھی رکھی؟

سرکارِ نامدار، مدینے کے تاجدار صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا: قیامت کے دن ایک ایسے شخص کو لایا جائے گا جو خود کو نیک سمجھتا ہوگا اور اُسے یہ گمان ہوگا کہ میرے نامۂ اعمال میں کوئی گناہ نہیں ہے۔ اس سے پوچھا جائے گا: کیا تُو میرے دوستوں سے دوستی رکھتا تھا؟ وہ عرض کرے گا: اے میرے پروردگار عزوجل! تُو تو لوگوں سے سالم ومحفوظ (یعنی بے نیاز) ہے۔ پھر ربِ عظیم عزوجل فرمائے گا: کیا تُو میرے دشمنوں سے عداوت رکھتا تھا؟ تو وہ عرض کرے گا: اے میرے مالک ومختار عزوجل! میں یہ پسند نہیں کرتا تھا کہ میرے اور کسی کے درمیان کچھ ہو، تو اللہ تبارک وتعالیٰ فرمائے گا: لَا یَنَالُ رَحْمَتِیْ مَنْ لَمْ یُوَالِ اَوْلِیَائِیْ وَیُعَادِیْ اَعْدَائِیْ یعنی: وہ میری رحمت کو نہیں پاسکے گا جس نے میرے دوستوں کے ساتھ دوستی اور میرے دشمنوں کے ساتھ عداوت نہ رکھی۔ (المعجم الکبیر، باب الواو، ۲۲/ ۵۹، الحدیث: ۱۴۰)

بدمذہب کو کھانا نہیں کھلایا

حضرتِ سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نمازِ مغرب پڑھ کر مسجد سے تشریف لائے تھے کہ ایک شخص نے آواز دی: کون ہے کہ مسافر کو کھانا دے؟ امیرالمؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خادم سے ارشاد فرمایا: اسے ہمراہ لے آ۔ وہ آیا تو اسے کھانا منگا کر دیا۔ مسافر نے کھانا شروع ہی کیا تھا کہ ایک لفظ اس کی زبان سے ایسا نکلا جس سے بدمذہبی کی بُو آتی تھی، فوراً کھانا سامنے سے اُٹھوالیا اور اسے نکال دیا۔

(کنز العمال، کتاب العلم، قسم الافعال، ۱۰/ ۱۱۷، الحدیث ۲۹۳۸۴ ملخصاً)

جب ایک غیر مسلم نے اعلیٰ حضرت کے جسم پر ہاتھ رکھا

میرے آقا اعلیٰ حضرت، امامِ اہلسنت، مجدِّدِ دین وملت، مولانا شاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن ملفوظات شریف میں فرماتے ہیں: ہر مسلمان پر فرضِ اعظم ہے کہ اللہ (عزوجل) کے سب دوستوں (یعنی نبیوں، صحابیوں اور ولیوں وغیرہ) سے محبت رکھے اور اس کے سب دشمنوں (یعنی کافروں، بدمذہبوں، بے دینوں اور مرتدوں) سے عداوت رکھے۔ یہ ہمارا عین ایمان ہے۔ {اسی تذکرہ میں فرمایا:} ←

بھائی یا کُنبہ کے کیوں نہ ہوں اور جو ایسا نہ کرے وہ اِس دعویٰ میں جھوٹا ہے، کیا تم کو نہیں معلوم کہ صحابہ کرام نے حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی محبت میں اپنے سب عزیزوں، قریبوں، باپ، بھائیوں اور وطن کو چھوڑا اور یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ اللہ و رسول (عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) سے بھی محبت ہو اور اُن کے دشمنوں سے بھی اُلفت...! ایک کو اختیار کر کہ ضِدَّین جمع نہیں ہوسکتیں، چاہے جنت کی راہ چل یا جہنم کو جا۔ نیز علامتِ محبت یہ ہے کہ شانِ اقدس میں جو الفاظ استعمال کیے جائیں ادب میں ڈوبے ہوئے ہوں، کوئی ایسا لفظ جس میں کم تعظیمی کی بُو بھی ہو، کبھی زبان پر نہ لائے، اگر حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو پکارے تو نامِ پاک کے ساتھ ندا نہ کرے(117)، کہ یہ جائز نہیں، بلکہ یوں کہے:

یَانَبِیَّ اللہِ! یَارَسُوْلَ اللہِ! یَاحَبِیْبَ اللہِ!۔

اگر مدینہ طیبہ کی حاضری نصیب ہو تو روضہ شریف کے سامنے چار ہاتھ کے فاصلہ سے دست بستہ جیسے نماز میں کھڑا ہوتا ہے، کھڑا ہو کر سر جھکائے ہوئے صلاۃ وسلام عرض کرے، بہت قریب نہ جائے، نہ اِدھر اُدھر دیکھے اور خبردار... خبردار...! آواز کبھی بلند نہ کرنا، کہ عمر بھر کا سارا کیا دھرا اکارت جائے (118) اور محبت کی یہ نشانی بھی ہے کہ حضور

بحمد اللہ تعالیٰ میں نے جب سے ہوش سنبھالا اللہ (عَزَّوَجَلَّ) کے سب دشمنوں سے دل میں سخت نفرت ہی پائی۔ ایک بار اپنے دیہات (دیہات) کو گیا تھا، کوئی دیہی مقدمہ پیش آیا جس میں چوپال کے تمام ملازموں کو بدایوں جانا پڑا، میں تنہا رہا۔ اُس زمانے میں مَعاذَاللہ دردِ قولنج (یعنی بڑی انتڑی کا درد) کے دورے ہُوا کرتے تھے۔ اس دن ظہر کے وقت سے درد شروع ہوا، اسی حالت میں جس طرح بنا، وضو کیا۔ اب نماز کو نہیں کھڑا ہوا جاتا۔ ربِّ عَزَّوَجَلَّ سے دعا کی اور حضورِ اقدس صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم سے مدد مانگی۔ مولیٰ عَزَّوَجَلَّ مُضطر (یعنی پریشان) کی پکار سنتا ہے۔ میں نے سُنّتوں کی نیت باندھی، درد بالکل نہ تھا۔ جب سلام پھیرا، اسی شدت سے تھا۔ فوراً اُٹھ کر فرضوں کی نیت باندھی، درد جاتا رہا۔ جب سلام پھیرا وہی حالت تھی۔ بعد کی سُنّتیں پڑھیں، درد موقوف (یعنی ختم) اور سلام کے بعد پھر بدستور، میں نے کہا: اب عصر تک ہوتا رہ۔ پلنگ پر لیٹا کروٹیں لے رہا تھا کہ درد سے کسی پہلو قرار نہ تھا۔ اتنے میں سامنے سے اسی گاؤں کا ایک برہمن گزرا، پھاٹک کھلا ہوا تھا، مجھے دیکھ کر اندر آیا اور میرے پیٹ پر ہاتھ رکھ کر پوچھا کیا یہاں درد ہے؟ مجھے اس کا نجس ہاتھ بدن کو لگنے سے اتنی کراہت ونفرت پیدا ہوئی کہ درد کو بھول گیا اور یہ تکلیف اس سے بڑھ کر معلوم ہوئی کہ ایک کافر کا ہاتھ میرے پیٹ پر ہے۔ ایسی عداوت رکھنا چاہیے۔ (ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت، ص۲۷۶ بتصرف)

(117) لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَیْنَکُمْ کَدُعَآءِ بَعْضِکُمْ بَعْضًا

ترجمۂ کنزالایمان: رسول کے پکارنے کو آپس میں ایسا نہ ٹھہرا لو جیسا تم میں ایک دوسرے کو پکارتا ہے۔ (پ18، النور: 63)

(118) یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَ لَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ۝

←

(صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے اقوال و افعال و احوال لوگوں سے دریافت کرے اور اُن کی پیروی کرے۔

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو اپنی آوازیں اونچی نہ کرو اس غیب بتانے والے (نبی) کی آواز سے اور ان کے حضور بات چلّا کر نہ کہو جیسے آپس میں ایک دوسرے کے سامنے چلّاتے ہو کہ کہیں تمہارے عمل اکارت نہ ہوجائیں اور تمہیں خبر نہ۔ (پ26، الحجرات:2)

ابو محمد مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ای لاتسابقوہ بالکلام ولاتغلظوا لہ بالخطاب ولاتنادوہ باسمہ نداء بعضکم بعضا ولکن عظموہ ووقروہ ونادوہ باشرف مایحب ان ینادی بہ یارسول اللہ! یانبی اللہ. (الشفاء، الباب الثالث، ج۲، ص۶۵)

یعنی کلام میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ فالہٖ وسلم سے سبقت نہ کرو اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ فالہٖ وسلم سے ہم کلام ہوتے ہوئے سختی سے بات نہ کرو اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ فالہٖ وسلم کا نام لیکر نہ پکارو جس طرح تم ایک دوسرے کو پکارتے ہو بلکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ فالہٖ وسلم کی تعظیم و توقیر کرو اور اشرف ترین اوصاف سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ فالہٖ وسلم کو نداء کرو جن سے نداء کئے جانے کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ فالہٖ وسلم پسند فرمائیں اور یوں کہو یارسول اللہ! یا نبی اللہ!۔ (عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ فالہٖ وسلم)

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ فالہٖ وسلم کی بے ادبی کفر ہے

اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ فالہٖ وسلم کے لیے آواز بلند کرنے اور تعظیم وتوقیر کے بغیر بلانے سے منع فرمایا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ فالہٖ وسلم کی اس بے ادبی کو روا نہیں رکھا اور اس عظیم جرم کے مرتکب کو اعمال کے برباد ہوجانے کی وعید سنائی، معلوم ہوا کہ بارگاہ رسالت کی بے ادبی اعمال کے ضائع ہوجانے کا سبب ہے اور تمام علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ کفر کے سوا کوئی گناہ اعمال کے ضائع ہونے کا سبب نہیں ہے اور جو چیز اعمال کے ضیاع کا سبب ہو، کفر ہے۔

اب غور کرنا چاہیے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ فالہٖ وسلم کی بے ادبی اعمال کے ضائع ہوجانے کا سبب ہے اور جو ضیاع اعمال کا سبب ہو کفر ہے، نتیجہ یہ ہوا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ فالہٖ وسلم کی بے ادبی کفر ہے۔ یہ بھی پیش نظر رہے کہ حیات ظاہری میں اور وصال کے بعد نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ فالہٖ وسلم کی شان تعظیم وتکریم کے سلسلے میں یکساں ہے۔

امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ابوجعفر منصور سے مکالمہ

ابوجعفر منصور بادشاہ مسجد نبوی علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام میں حضرت امام مالک علیہ الرحمۃ سے ایک مسئلہ میں گفتگو کررہا تھا، امام مالک علیہ الرحمۃ نے اس سے فرمایا:

یا امیرالمؤمنین لاترفع صوتك فی ھذا المسجد فان اللہ عزوجل ادب قوما فقال: لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ الآیۃ و مدح قوما فقال: اِنَّ الَّذِيْنَ يَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ الآیۃ وذم قوما فقال: اِنَّ الَّذِيْنَ يُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ الآیۃ وان حرمتہ میتا کحرمتہ حیا فاستکان لھا ابو جعفر وقال یا اباعبداللہ استقبل القبلۃ وادعو ام استقبل رسول اللہ؟ فقال ولم تصرف وجھك عنہ وھو وسیلتك ووسیلۃ ابیك آدم علیہ السلام الی اللہ تعالیٰ یوم القیامۃ بل استقبلہ واستشفع بہ فیشفعہ اللہ عزوجل. (الشفاء، الباب الثالث، ج۲، ص۴۲) ←

عقیدہ (۴۹): حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے کسی قول وفعل وعمل وحالت کو جو بہ نظرِ حقارت دیکھے کافر ہے۔

عقیدہ (۵۰): حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ عزوجل کے نائب مطلق ہیں (119)۔تمام جہان حضور صلی

اے مسلمانوں کے امیر! اس مسجد میں آواز بلند نہ کریں کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے ایک جماعت کوادب سکھایا اور فرمایا:

لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ

ترجمہ کنزالایمان: اپنی آوازیں اونچی نہ کرو اس غیب بتانے والے (نبی) کی آواز سے ۔(پ26، الحجرات:2)

اور ایک جماعت کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا:

اِنَّ الَّذِيْنَ يَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ٥

ترجمہ کنزالایمان: بے شک وہ جو اپنی آوازیں پست کرتے ہیں رسول اللہ کے پاس وہ ہیں جن کا دل اللہ نے پرہیزگاری کے لیے پرکھ لیا ہے ان کے لیے بخشش اور بڑا ثواب ہے۔(پ26، الحجرات:3)

اور ایک جماعت کی مذمت کرتے ہوئے فرمایا:

اِنَّ الَّذِيْنَ يُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ

ترجمہ کنزالایمان: بے شک وہ جو تمہیں حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں ان میں اکثر بے عقل ہیں۔(پ26، الحجرات:4)

بے شک بعد از وصال حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی عزت ایسی ہے جیسی آپ کی حیات ظاہری میں تھی۔ (یہ سن کر) ابوجعفر نے فروتنی کا اظہار کیا اور کہا اے ابوعبداللہ (امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی کنیت) قبلہ رو ہو کر دعا کروں یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی طرف رخ کروں؟ امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے کیوں رخ پھیرتا ہے حالانکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم قیامت کے دن بارگاہ الٰہی عزوجل میں تیرے اور تیرے جد امجد آدم علیہ السلام کے وسیلہ ہیں، تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی طرف رخ کر اور شفاعت کی درخواست کر، اللہ تعالیٰ تیرے لئے شفاعت قبول فرمائیگا۔

(119) اللہ عزوجل کے نائب مطلق

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدددین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

حضور تمام ملک وملکوت پر اللہ عزوجل کے نائب مطلق ہیں جن کو رب عزوجل نے اپنے اسماء وصفات کے اسرار کا خلعت پہنایا اور ہر مفرد ومرکب میں تصرف کا اختیار دیا ہے، دولھا بادشاہ کی شان دکھاتا ہے، اس کا حکم برات میں نافذ ہوتا ہے، سب اس کی خدمت کرتے ہیں اور اپنے کام چھوڑ کر اس کے کام میں لگے ہوتے ہیں جس بات کو اس کا جی چاہے موجود کی جاتی ہے، چین میں ہوتا ہے، سب براتی اس کی خدمت میں اور اس کے طفیل میں کھانا پاتے ہیں، یوہیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں بادشاہ حقیقی عزوجل کی شان دکھاتے ہیں، تمام جہاں میں ان کا حکم نافذ ہے، سب ان کی خدمت گار وزیر فرمان ہیں، جو وہ چاہتے ہیں اللہ عزوجل موجود کر دیتا ہے ما ازی ربك الا يسارع ←

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تحتِ تصرّف کر دیا گیا، جو چاہیں کریں، جسے جو چاہیں دیں، جس سے جو چاہیں واپس لیں، تمام جہان میں اُن کے حکم کا پھیرنے والا کوئی نہیں، تمام جہان اُن کا محکوم ہے اور وہ اپنے رب کے سوا کسی کے محکوم نہیں، تمام آدمیوں کے مالک ہیں، جو اُنھیں اپنا مالک نہ جانے حلاوتِ سنّت (120) سے محروم رہے، تمام زمین اُن کی مِلک ہے، تمام جنت اُن کی جاگیر ہے، ملکوت السمٰوات والارض حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے زیرِ فرمان جنت و نار کی کنجیاں دستِ اقدس میں دیدی گئیں، رزق وخیر اور ہر قسم کی عطائیں حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ہی کے دربار سے تقسیم ہوتی ہیں، دنیا و آخرت حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی عطا کا ایک حصہ ہے۔

احکامِ تشریعیہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے قبضہ میں کر دیے گئے (121)، کہ جس پر جو چاہیں حرام فرمادیں

فی هوائك ا ۔ صحیح بخاری کی حدیث ہے کہ ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کرتی ہیں میں حضور کے رب کو دیکھتی ہوں کہ حضور کی خواہش میں شتابی فرماتا ہے،

(ا ۔ صحیح بخاری کتاب التفسیر باب قولہ ترجی من تشاء قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۷۰۶)

تمام جہاں حضور کے صدقہ میں حضور کا دیا کھاتا ہے کہ "انما انا قاسم واللہ المعطی" ۲ ۔

(۲ ۔ صحیح بخاری، کتاب الاعتصام، قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۱۰۸۷)

صحیح بخاری کی حدیث ہے کہ حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ ہر نعمت دینے والا اللہ ہے اور بانٹنے والا میں ہوں۔ یوں تشبیہ کامل ہوئی اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الٰہی کے دولھا ٹھہرے، والحمد للہ رب العالمین۔

(فتاویٰ رضویہ، جلد ۱۵، ص ۲۸۶ ۔ ۲۸۷ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(120) سنّت کی لذت ومٹھاس۔

(121) احکامِ تشریعیہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قبضہ میں

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

احکام الٰہی کی دو قسمیں ہیں: تکوینیہ مثل احیاء و اماتت و قضائے حاجت و دفع مصیبت و عطائے دولت و رزق و نعمت و فتح وشکست وغیرہا عالم کے بندوبست۔

دوسرے تشریعیہ کہ کسی فعل کو فرض یا حرام یا واجب یا مکروہ یا مستحب یا مباح کر دینا مسلمانوں کے سچے دین میں ان دونوں حکموں کی ایک ہی حالت ہے کہ غیر خدا کی طرف بروجہ ذاتی احکام تشریعی کی اسناد بھی شرک۔ قال اللہ تعالیٰ ام لھم شرکاء شرعوا لھم من الدین مالم یأذن بہ اللہ ا ۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کیا ان کے لیے خدا کی الوہیت میں کچھ شریک ہیں جنھوں نے ان کے واسطے دین میں اور راہیں نکال دی ہیں جن کا خدا نے انہیں حکم نہ دیا۔ (ا ۔ القرآن الکریم ۴۲/۲۱)

اور بروجہ عطائی امور تکوین کی اسناد بھی شرک نہیں۔

اور جس کے لیے جو چاہیں حلال کر دیں اور جو فرض چاہیں معاف فرما دیں (122)۔

قال اللہ تعالیٰ: فالمدبرات امرًا ۲؎ قسم ان مقبول بندوں کی جو کاروبار عالم کی تدبیر کرتے ہیں۔ (۲؎ القرآن الکریم ۷۹/۵)

مقدمہ رسالہ میں شاہ عبدالعزیز کی شہادت سن چکے کہ:

حضرت امیر وذریۂ طاہرہ او را تمام امت بر مثال پیران و مرشدان می پرستند وامور تکوینیہ را بایشان وابستہ میدانند ۳؎۔ (۳؎ تحفہ اثنا عشریہ باب ہفتم در امامت سہیل اکیڈمی لاہور ص ۲۱۴)

حضرت امیر (مولا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم) اور ان کی اولاد کو تمام امت اپنے مرشد جیسا سمجھتی ہے اور امور تکوینیہ کو ان سے وابستہ جانتی ہے۔ (فتاوی رضویہ، جلد ۳۰، ص ۵۱۲ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(122) شریعت اسلامی حضور کی مقرر کی ہوئی ہے

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: سن لو مجھے قرآن کے ساتھ اس کا مثل ملا یعنی حدیث دیکھو کوئی پیٹ بھرا اپنے تخت پر بیٹھا یہ نہ کہے کہ یہی قرآن لیے رہو جو اس میں حلال ہے اسے حلال جانو جو اس میں حرام ہے اسے حرام مانو، وان ماحرم رسول اللہ مثل ماحرم اللہ۔ احمد ۱؎ والدارمی وابوداود والترمذی وابن ماجۃ عن المقدام بن معدیکرب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بسند حسن۔ جو کچھ اللہ کے رسول نے حرام کیا وہ بھی اسی کی مثل ہے جسے اللہ عزوجل نے حرام کیا، جل جلالہ، وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ (احمد اور دارمی اور ابوداود اور ترمذی اور ابن ماجہ نے مقدام بن معدیکرب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بسند حسن روایت کیا۔ ت)

(۱؎ سنن ابی داود کتاب السنۃ باب فی لزوم السنۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۲۷۶)

یہاں صراحۃً حرام کی دو قسمیں فرمائیں: ایک وہ جسے اللہ عزوجل نے حرام فرمایا اور دوسرا وہ جسے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حرام کیا۔ اور فرما دیا کہ وہ دونوں برابر و یکساں ہیں۔

اقول: مراد واللہ اعلم نفس رحمت میں برابری ہے تو اس ارشاد کے منافی نہیں کہ خدا کا فرض رسول کے فرض سے اشد واقوی ہے۔ حدیث ۱۶۷: جہیش بن اویس نخعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مع اپنے چند اہل قبیلہ کے باریاب خدمت اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہوئے قصیدہ عرض کیا از انجملہ یہ اشعار ہیں ۱؎:

الا یا رسول اللہ انت مصدق	فبورکت مھدیا وبورکت ھادیاً
شرعت لنا دین الحنیفۃ بعدما	عبدنا کامثال الحمیر طواغیاً

یا رسول اللہ! حضور تصدیق کئے گئے ہیں حضور اللہ عزوجل سے ہدایت پانے میں بھی مبارک اور خلق کو ہدایت عطا فرمانے میں بھی مبارک حضور ہمارے لئے دین اسلام کے شارع ہوئے بعد اس کے کہ ہم گدھوں کی طرح بتوں کو پوج رہے تھے۔

مندۃ ا؎ من طریق عمار بن عبدالجبار عن عبداللہ بن المبارک عن الاوزاعی عن یحیٰی بن ابی سلمۃ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حدیث طویل۔

←

عقیدہ (۵۱): سب سے پہلے مرتبہ نبوت حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو ملا۔ روزِ میثاق تمام انبیا سے حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) پر ایمان لانے اور حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی نصرت کرنے کا عہد لیا گیا(123) اور اسی شرط پر یہ منصب اعظم اُن کو دیا گیا۔ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نبی الانبیا ہیں اور تمام انبیا حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے اُمتی، سب نے اپنے اپنے عہدِ کریم میں حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی نیابت میں کام کیا، اللہ عزوجل نے حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو اپنی ذات کا مظہر بنایا اور حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے نُور سے تمام عالَم کو

مندہ نے عمار بن عبدالجبار کے طریقے سے عبداللہ بن مبارک سے انہوں نے اوزاعی سے انہوں نے یحییٰ بن ابی سلمہ سے انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا، حدیث لمبی ہے۔

(۱؎ الاصابہ فی تمیز الصحابۃ بحوالہ ابن مندۃ ترجمہ ۱۲۵۱ جہیش بن اویس دار الفکر بیروت ۱/ ۳۵۸)

یہاں صراحۃً تشریع کی نسبت حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف ہے کہ شریعت اسلامی حضور کی مقرر کی ہوئی ہے ولہٰذا قدیم سے عرف علمائے کرام میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو شارع کہتے ہیں۔

علامہ زرقانی شرح مواہب میں فرماتے ہیں: قد اشتھر اطلاقہ علیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لانہ شرع الدین والاحکام ۲؎۔ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو شارع کہنا مشہور و معروف ہے اس لئے کہ حضور نے دین متین واحکام دین کی شریعت نکالی۔ (۲؎ شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیہ المقصد الثانی الفصل الاول دار المعرفۃ بیروت ۳/ ۱۴۴)

اسی قدر پر بس کیجئے کہ اس میں سب کچھ آ گیا ایک لفظ شارع تمام احکام تشریعیہ کو جامع ہوا، میں نے یہاں وہ احادیث نقل نہ کیں جن میں حضور کی طرف امر ونہی وقضا وامثالہا کی اسناد ہے کہ: امر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قطی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے امر فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فیصلہ فرمایا۔

اتنی حدیثوں میں وارد جن کے جمع کو ایک مجلد کبیر بھی کافی نہو، اور خود قرآن عظیم ہی نے جو ارشاد فرمایا: وما اٰتکم الرسول فخذوہ وما نھٰکم عنہ فانتھوا ۱؎۔ جو کچھ رسول تمہیں دے وہ لو اور جس سے منع فرمائے اس سے باز رہو۔ (۱؎ القرآن الکریم ۵۹/ ۷)

کہ امر ونہی وقضا اوروں کی طرف بھی اسناد کرتے ہیں۔ قال اللہ تعالیٰ:

اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم ۲؎۔ (۲؎ القرآن الکریم ۴/ ۵۹)

حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا اور ان کا جو تم میں حکومت والے ہیں۔ (فتاوی رضویہ، جلد ۳۰، ص ۵۶۲ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(123) وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَاۤ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ

ترجمۂ کنزالایمان: اور یاد کرو جب اللہ نے پیغمبروں سے ان کا عہد لیا جو میں تم کو کتاب اور حکمت دوں پھر تشریف لائے تمہارے پاس وہ رسول کہ تمہاری کتابوں کی تصدیق فرمائے تو تم ضرور ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور ضرور اس کی مدد کرنا۔ (پ 3، آل عمران: 81)

منوّر فرمایا یایوں معنی ہر جگہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) تشریف فرما ہیں۔ ؎

کالشمس فی وسط السماءِ ونُورُھا یغشی البلاد مشارقاً ومغارباً

مگر کورِ باطن کا کیا علاج۔ ؎

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم چشمہ آفتاب را چہ گناہ

مسئلہ ضروریہ: انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام سے جو لغزشیں واقع ہوئیں، انکا ذکر تلاوتِ قرآن و روایت حدیث کے سوا حرام اور سخت حرام ہے، اوروں کو اُن سرکاروں میں لب کشائی کی کیا مجال۔۔۔! مولیٰ عزوجل اُن کا مالک ہے، جس محل پر جس طرح چاہے تعبیر فرمائے، وہ اُس کے پیارے بندے ہیں، اپنے رب کے لیے جس قدر چاہیں تواضع فرمائیں، دوسرا اُن کلمات کو سند نہیں بنا سکتا اور خود اُن کا اطلاق کرے تو مردودِ بارگاہ ہو، پھر اُنکے یہ افعال جن کو زلّت و لغزش سے تعبیر کیا جائے ہزار ہا حِکم و مَصالح پر مبنی، ہزار ہا فوائد و برکات کی مُثمر ہوتی ہیں، ایک لغزشِ اَبِینا آدم علیہ الصلاۃ والسلام کو دیکھیے، اگر وہ نہ ہوتی، جنت سے نہ اترتے، دنیا آباد نہ ہوتی، نہ کتابیں اُترتیں، نہ رسول آتے، نہ جہاد ہوتے، لاکھوں کروڑوں مثوبات کے دروازے بند رہتے، اُن سب کا فتحِ باب ایک لغزشِ آدم کا نتیجہ بارکہ وثمرہ طیبہ ہے۔ بالجملہ انبیا علیہم الصلاۃ والسلام کی لغزش، مَن و تُو کس شمار میں ہیں، صدیقین کی حَسَنات سے افضل و اعلیٰ ہے۔

حَسَنَاتُ الْأَبْرَارِ سَيِّئَاتُ الْمُقَرَّبِيْنَ. (124)

❁❁❁❁❁

---

(124) جن کے رُتبے ہیں سوا اُن کو سوا مشکل ہے

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

جتنا قُرب زائد اُسی قدر احکام کی شدت زیادہ۔۔۔۔۔ع

جن کے رُتبے ہیں سوا اُن کو سوا مشکل ہے۔

بادشاہ جبار جلیل القدر ایک جنگلی گنوار کی جو بات سُن لے گا جو برتاؤ گوارا کرے گا ہرگز شہریوں سے پسند نہ کرے گا، شہریوں میں بازاریوں سے معاملہ آسان ہوگا اور خاص لوگوں سے سخت اور خاصوں میں درباریوں اور درباریوں میں وزراء ہر ایک پر بار دوسرے سے زائد ہے اس لیے وارد ہوا۔ حسنات الابرار سیئات المقربین۔ (۴۔ لباب التاویل (تفسیر الخازن) تحت آیۃ ۴۷/۱۹ مصطفی البابی مصر ۶/۱۸۰)(ارشاد العقل السلیم تحت آیۃ ۴۷/۱۹ دار احیاء التراث العربی بیروت ۸/۹۷)

نیکوں کے جو نیک کام ہیں مقربوں کے حق میں گناہ ہیں۔ وہاں ترکِ اولیٰ کو بھی گناہ سے تعبیر کیا جاتا ہے حالانکہ ترکِ اولیٰ ہرگز گناہ نہیں۔

(فتاوی رضویہ، جلد ۲۹، ص ۴۰۰ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

ملائکہ کا بیان

فرشتے اجسامِ نوری ہیں، اللہ تعالیٰ نے اُن کو یہ طاقت دی ہے کہ جو شکل چاہیں بن جائیں، کبھی وہ انسان کی شکل میں ظاہر ہوتے ہیں اور کبھی دوسری شکل میں۔

عقیدہ (۱): وہ وہی کرتے ہیں جو حکمِ الٰہی ہے(1)، خدا کے حکم کے خلاف کچھ نہیں کرتے(2)، نہ قصداً، نہ سہواً، نہ خطأً، وہ اللہ (عزوجل) کے معصوم بندے ہیں، ہر قسم کے صغائر و کبائر سے پاک ہیں۔

عقیدہ (۲): ان کو مختلف خدمتیں سپرد ہیں(3)، بعض کے ذمہ حضراتِ انبیائے کرام کی خدمت میں وحی لانا، کسی

---

(1) وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ۝

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہی کرتے ہیں جو انہیں حکم ہو۔ (پ14، النحل:50)

اس آیت کے تحت مفسرِ شہیر مولانا سید محمد نعیم الدین مرادآبادی علیہ الرحمۃ ارشاد فرماتے ہیں کہ اس آیت سے ثابت ہوا کہ فرشتے مکلّف ہیں اور جب ثابت کر دیا گیا کہ تمام آسمان و زمین کی کائنات اللہ کے حضور خاضع و متواضع اور عابد و مطیع ہے اور سب اس کے مملوک اور اسی کے تحتِ قدرت و تصرّف ہیں تو شرک سے ممانعت فرمائی۔

(2) لَا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَا اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ۝

ترجمۂ کنزالایمان: جو اللہ کا حکم نہیں ٹالتے اور جو انہیں حکم ہو وہی کرتے ہیں۔ (پ28، التحریم:6)

(3) فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا ۝

ترجمۂ کنزالایمان: پھر کام کی تدبیر کریں۔ (پ30، النازعات:5)

مدبرات الامر

خازن و معالم التنزیل میں ہے:

قال ابن عباس هم الملٰئكة وكلوا بامور عرفهم الله تعالى العمل بها قال عبد الرحمٰن بن سابط يدبر الامر في الدنيا اربعة جبريل وميكائيل وملك الموت واسرافيل عليهم السلام. اما جبريل فموكل بالرياح والجنود واما ميكائيل فموكل بالقطر والنبات واما ملك الموت فموكل بقبض الانفس واما اسرافيل فهو ينزل عليهم بالامر۔

یعنی عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: یہ مدبرات الامر ملائکہ ہیں کہ ان کاموں پر مقرر کیے گئے جن کی کارروائی اللہ عزوجل نے انہیں تعلیم فرمائی، عبدالرحمن بن سابط نے فرمایا: دنیا میں چار فرشتے کاموں کی تدبیر کرتے ہیں جبریل، میکائیل، عزرائیل، ←

کے متعلق پانی برسانا، کسی کے متعلق ہوا چلانا، کسی کے متعلق روزی پہنچانا، کسی کے ذمہ ماں کے پیٹ میں بچہ کی صورت بنانا، کسی کے متعلق بدنِ انسان کے اندر تصرّف کرنا، کسی کے متعلق انسان کی دشمنوں سے حفاظت کرنا، کسی کے متعلق ذاکرین کا مجمع تلاش کرکے اُس میں حاضر ہونا، کسی کے متعلق انسان کے نامہ اعمال لکھنا، بہتوں کا دربارِ رسالت میں حاضر ہونا، کسی کے متعلق سرکار میں مسلمانوں کی صلاۃ وسلام پہنچانا بعضوں کے متعلق مُردوں سے سوال کرنا، کسی کے ذمہ قبضِ روح کرنا، بعضوں کے ذمہ عذاب کرنا، کسی کے متعلق صُور پھونکنا اور اِن کے علاوہ اور بہت سے کام ہیں جو ملائکہ انجام دیتے ہیں۔

عقیدہ (۳): فرشتے نہ مرد ہیں، نہ عورت۔

عقیدہ (۴): اُن کو قدیم ماننا یا خالق جاننا کفر ہے۔

عقیدہ (۵): انکی تعداد وہی جانے جس نے ان کو پیدا کیا اور اُس کے بتائے سے اُس کا رسول۔ چار فرشتے بہت مشہور ہیں: جبریل و میکائیل و اسرافیل و عزرائیل علیہم السلام اور یہ سب ملائکہ پر فضیلت رکھتے ہیں۔(4)

اسرافیل علیہم السلام۔ جبریل تو ہواؤں اور لشکروں پر مؤکل ہیں (کہ ہوائیں چلانا، لشکروں کو فتح وشکست دینا ان کا تعلق ہے) اور میکائیل باراں وروئیدگی پر مقرر ہیں۔ (کہ مینہ برساتے اور درخت اور گھاس اور کھیتی اگاتے ہیں) اور عزرائیل قبضِ ارواح پر مسلط ہیں۔ اسرافیل ان سب پر حکم لے کر اترتے ہیں علیہم السلام اجمعین۔ (۱۔ لباب التاویل (تفسیر الخازن) تحت الآیۃ ۷۹/۵ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۴/۳۹۱) (معالم التنزیل (تفسیر البغوی) تحت الآیۃ ۷۹/۵ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۴/۴۱۱)

(4) اعلیٰ طبقہ، ملائکہ مقربین

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

ان (انبیاء ومرسلین علیہم الصلوۃ والسلام) کے بعد اعلیٰ طبقہ ملائکہ مقربین کا ہے مثل ساداتنا و موالینا (مثلاً ہمارے سرداروں اور پیش رو مددگاروں میں سے حضرت) جبرائیل (جن کے ذمہ پیغمبروں کی خدمت میں وحی الٰہی لانا ہے) و (حضرت) میکائیل (جو پانی برسانے والے اور مخلوقِ خدا کو روزی پہنچانے پر مقرر ہیں) و (حضرت) اسرافیل (جو قیامت کو صور پھونکیں گے) و (حضرت) عزرائیل (جنہیں قبضِ ارواح کی خدمت سپرد کی گئی ہے) وحملہ (یعنی حاملان) عرش جلیل، صلوات اللہ وسلامہ علیہم اجمعین، ان کے علوِ شان ورفعت مکان (شوکت وعظمت اور عالی مرتبت) کو بھی کوئی ولی نہیں پہنچتا) (خواہ کتنا ہی مقرب بارگاہِ احدیت ہو) اور ان کی جناب میں گستاخی کا بھی بعینہٖ وہی حکم (جو انبیاء مرسلین کی رفعت پناہ بارگاہوں میں گستاخی کا ہے کہ کفر قطعی ہے ان ملائکہ مقربین میں بالخصوص) جبرئیل علیہ السلام من وجہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے استاذ (عہ) ہیں قال تعالیٰ علمہ شدید القوی .اے (سکھایا ان کو یعنی سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو سخت قوتوں والے طاقتور نے، یعنی جبرائیل علیہ السلام نے جو قوت واجلال خداوندی کے مظہرِ اتم، قوت جسمانی وعقل ونظر کے اعتبار سے کامل وحی الٰہی کے بار کے متحمل، چشم زدن میں سدرۃ المنتہٰی تک پہنچ جانے والے جن کی دانشمندی اور ←

عقیدہ (٦): کسی فرشتہ کے ساتھ ادنیٰ گستاخی کفر ہے، جاہل لوگ اپنے کسی دشمن یا مبغوض کو دیکھ کر کہتے ہیں کہ ملک الموت یا عزرائیل آ گیا، یہ قریب بکلمہ کفر ہے۔

فراست ایمانی کا یہ عالم کہ تمام انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہوں میں وحی الٰہی لے کر نزول اجلال فرماتے اور پوری دیانتداری سے اس امانت کو ادا کرتے رہے)

ص: قال الامام الفخر الرازی وقوله شدید القوی. فیه فوائد الاولی ان مدح المعلم مدح المتعلم فلو قال علمه جبرائیل ولم یصفه ما کان یحصل للنبی صلی الله تعالی علیه وسلم به فضیلة ظاهرة الثانیة هی ان فیه رداً علیهم حیث قالوا اساطیر الاولین سمعها وقت سفره الی الشام فقال لم یعلمه احد من الناس بل معلمه شدید القوی ۔۲ــ الخ ولهذا قال الامام احمد رضا ما قال وهو حق ثابت، والله اعلم۔ العبد محمد خلیل عفی عنہ امام فخر الدین رازی علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد شدید القوٰی میں کئی فائدے ہیں، پہلا فائدہ یہ ہے کہ معلم کی مدح معلّم کی مدح ہوتی ہے، اگر اللہ تعالیٰ یوں فرماتا کہ اس کو جبرائیل نے سکھایا ہے، اور وصف شدید القوٰی سے اس کو متصف نہ فرماتا تو اس سے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فضیلت ظاہرہ حاصل نہ ہوتی، دوسرا فائدہ یہ ہے کہ اس میں رد ہے ان لوگوں کا جنہوں نے کہا یہ پہلے لوگوں کے قصے ہیں جن کو انہوں نے شام کی طرف سفر کے دوران سُن لیا ہے، تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ انہیں لوگوں میں سے کسی نے نہیں سکھایا ان کا معلم تو شدید القوٰی ہے الخ،

اسی لیے امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے جو کہا ہے وہ حق ثابت ہے۔(۱ــ القرآن الکریم ۵۳/۵)

(۲ــ مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت الآیۃ ۵۳/۵ دارالکتب العلمیہ بیروت ۲۸/۲۴۵)

پھر وہ کسی کے شاگرد کیا ہوں گے جسے ان کا استاذ بنایئے۔ اسے سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا استاذ الاستاذ ٹھہرایئے یہ وہی ہیں جنہیں حق تبارک وتعالیٰ رسول کریم۔۱ــ مکین امین۔ ۲ــ فرماتا ہے (کہ وہ عزت والے مالک عرش کے حضور بڑی عزت والے ہیں ملاء اعلیٰ کے مقتداء کہ تمام ملائکہ ان کے اطاعت گزار وفرماں بردار، وحی الٰہی کے امانت دار، کہ انکی امانت میں کسی کو مجال حرف زدن نہیں پیام رسانی وحی میں امکان نہ سہو کا نہ کسی غلط فہمی وغلطی کا اور نہ کسی سہل پسندی اور غفلت کا، منصب رسالت کے پوری طرح متحمل، اسرار وانوار کے ہر طرح محافظ، فرشتوں میں سب سے اونچا ان کا مرتبہ ومقام اور قرب قبول پر فائز المرام، وہ صاحب عزت واحترام کہ) نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سوا دوسرے کے خادم نہیں۔ (اور تمام مخلوقات میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علاوہ کوئی اور ان کا مخدوم ومطاع نہیں۔ اور جنگ بدر میں فرشتوں کی ایک جمعیت کے ساتھ حضور کے لشکر کا ایک سپاہی بن کر شامل ہونا مشہور، زبان زد خاص وعام) اکابر صحابہ واعاظم اولیاء کو (کہ واسطہ نزول برکات ہیں) اگر ان کی خدمت (کی دولت) ملے دو جہاں کی فخر وسعادت جانیں پھر یہ کس کے خدمت گار یا غاشیہ بردار ہوں گے (اور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تو بادشاہ کون ومکاں، مخدوم ومطاع ہر دو جہاں ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم اجمعین وبارک وسلم۔(۱ــ القرآن الکریم ۸۱/۱۹)(۲ــ القرآن الکریم ۸۱/۲۰و۲۱)

(فتاوی رضویہ، جلد ۲۹، ص ۳۳۹ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

عقیدہ (۷): فرشتوں کے وجود کا انکار، یا یہ کہنا کہ فرشتہ نیکی کی قوت کو کہتے ہیں اور اس کے سوا کچھ نہیں، یہ دونوں باتیں کُفر ہیں(5)۔

❁❁❁❁❁

(5) سرسید فرشتوں کے وجود کا منکر

سرسید فرشتوں کے منکر ہے وہ لکھتا ہے کہ

"قرآن مجید سے فرشتوں کا ایسا وجود جیسا مسلمانوں نے اعتقاد کر رکھا ہے ثابت نہیں ہوتا"۔ (تفسیر القرآن ج:۱، ص:۴۲)

آگے لکھتا ہے:

"اس میں شک نہیں کہ جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئے تھے، انسان تھے اور قوم لوط کے پاس بھیجے گئے تھے۔ علماء مفسرین نے قبل اس کے کہ الفاظ قرآن پر غور کریں یہودیوں کی روایتوں کے موافق ان کا فرشتہ ہونا تسلیم کرلیا ہے، حالانکہ وہ خاصے بھلے چنگے انسان تھے۔ (ایضاً ج:۵، ص:۶۱)

اس طرح قرآن پاک اور احادیث طیبہ یہ بات موجود ہے کہ مختلف غزوات کے موقع پر اللہ تعالی نے مسلمانوں کی مدد کے لئے فرشتوں کو بھیجا ہے جیسا کہ آیت ولقد نصر کم اللہ ببدر وانتم اذلۃ (آل عمران: ۱۲۳) میں مذکور ہے۔ سرسید اس کا منکر ہے وہ اس آیت کے تحت لکھتا ہے۔

"بڑا بحث طلب مسئلہ اس آیت میں فرشتوں کا لڑائی میں دشمنوں سے لڑنے کے لئے اترنا ہے، میں اس بات کا بالکل منکر ہوں، مجھے یقین ہے کہ کوئی فرشتہ لڑنے کو سپاہی بن کر یا گھوڑے پر چڑھ کر نہیں آیا، مجھ کو یہ بھی یقین ہے کہ قرآن سے بھی ان جنگجو فرشتوں کا اترنا ثابت نہیں"۔
(تفسیر القرآن از سرسید ج:۲، ص:۵۲)

سرسید احمد علی گڑھی جبرائیل امین کا منکر

قرآن پاک میں حضرت جبرائیل علیہ السلام کا ذکر ہے:

مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَرُسُلِهٖ وَجِبْرِيْلَ وَمِيْكٰىلَ فَاِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْكٰفِرِيْنَ۝

ترجمۂ کنزالایمان: جو کوئی دشمن ہو اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کے رسولوں اور جبریل اور میکائیل کا تو اللہ دشمن ہے کافروں کا۔
(پ1، البقرہ:98)

شانِ نزول: یہودیوں کے ایک گروہ نے حضور سید المرسلین صَلَّی اللہُ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم سے کہا: آپ کے پاس آسمان سے کون فرشتہ آتا ہے؟ نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا میرے پاس حضرت جبرئیل عَلَیْہِ السَّلام آتے ہیں۔ ابن صوریا یہودی پیشوا نے کہا: وہ ہمارا دشمن ہے، عذاب، شدت اور زمین میں دھنسانا وہی اتارتا ہے اور پہلے بھی کئی مرتبہ ہم سے دشمنی کر چکا ہے اگر آپ صَلَّی اللہُ تَعالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے پاس حضرت میکائیل عَلَیْہِ السَّلام آتے تو ہم آپ صَلَّی اللہُ تَعالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر ایمان لے آتے۔
(قرطبی، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۹۷، ۱/ ۲۸، الجزء الثانی، خازن، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۹۷، ۱/ ۷۱) ←

جِنّ کا بیان

عقیدہ (۱): یہ آگ سے پیدا کیے گئے ہیں۔ (1) اِن میں بھی بعض کو یہ طاقت دی گئی ہے کہ جو شکل چاہیں بن جائیں، اِن کی عمریں بہت طویل ہوتی ہیں، اِن کے شریروں کو شیطان کہتے ہیں، یہ سب انسان کی طرح ذی عقل اور ارواح واجسام والے ہیں، اِن میں توالد وتناسل ہوتا ہے، کھاتے، پیتے، جیتے، مرتے ہیں (2)۔

یہودیوں کی یہ بات سراسر جہالت تھی کیونکہ حضرت جبرئیل عَلَیْہِ السَّلَام تو جو چیز بھی لائے وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے تھی تو حقیقت میں یہ اللہ تعالیٰ سے دشمنی تھی، بلکہ اگر یہودی انصاف کرتے تو حضرت جبریل امین عَلَیْہِ السَّلَام سے محبت کرتے اور ان کے شکر گزار ہوتے کہ وہ ایسی کتاب لائے جس سے ان کی کتابوں کی تصدیق ہوتی ہے۔

مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَرُسُلِهٖ وَجِبْرِيْلَ وَمِيْكٰىلَ فَاِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْكٰفِرِيْنَ ○

ترجمۂ کنز الایمان: جو کوئی دشمن ہو اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کے رسولوں اور جبریل اور میکائیل کا تو اللہ دشمن ہے کافروں کا۔

اسی طرح کی احادیث میں ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام بھی انسانی شکل میں بارگاہ نبوی میں تشریف لاتے' چنانچہ مشکوٰۃ کی پہلی حدیث "حدیث جبرائیل" میں جب سوالات کرنے کے بعد حضرت جبرائیل علیہ السلام تشریف لے گئے تو آپ نے فرمایا:- فانہ جبرئیل اتاکم یعلمکم دینکم۔ (یہ حضرت جبرائیل علیہ السلام تھے' تم کو تمہارا دین سکھانے آئے تھے) (مشکوٰۃ: کتاب الایمان)

سرسید حضرت جبرائیل علیہ السلام کے وجود کا منکر ہے۔ وہ لکھتا ہے:

ہم بھی جبرائیل اور روح القدس کو شئی واحد تجویز کرتے ہیں' مگر اس کو خارج از خلقتِ انبیاء جداگانہ مخلوق تسلیم نہیں کرتے' بلکہ اس بات کے قائل ہیں کہ خود انبیاء علیہم السلام میں جو ملکہ نبوت ہے اور ذریعہ مبدء فیاض سے ان امور کے اقتباس کا ہے جو نبوت یعنی رسالت سے علاقہ رکھتے ہیں' وہی روح القدس ہے اور وہی جبرائیل ہے"۔ (تفسیر القرآن از سرسید ج:۲' ص:۱۵۶' ج:۱' ص:۱۸۱' ۱۲۲' ۱۲۹' ۱۷۰)

اس عبارت میں سرسید نے اس بات کا انکار کیا کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کوئی خارجی وجود ہے' بلکہ ان کے نزدیک یہ رسول اکرم کی طبیعت میں ودیعت کردہ ایک ملکہ نبوت کا نام ہے۔

(1) وَخَلَقَ الْجَآنَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ ○

ترجمۂ کنز الایمان: اور جن کو پیدا فرمایا آگ کے لوکے سے۔ (پ27، الرحمٰن:15)

وَالْجَآنَّ خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ ○

ترجمۂ کنز الایمان: اور جن کو اس سے پہلے بنایا بے دھوئیں کی آگ سے۔ (پ14، الحجر:27)

(2) جِنّات کی اَقسام

حضرت علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ نے قرآنِ پاک اور احادیثِ مبارکہ اور آثار میں غور وفکر کرکے جنات کی مزید اقسام بیان فرمائی ہیں۔ ←

عقیدہ (۲): اِن میں مسلمان بھی ہیں اور کافر بھی، مگر اِن کے کفّار انسان کی بہ نسبت بہت زیادہ ہیں، اور اِن میں کے مسلمان نیک بھی ہیں اور فاسق بھی، سُنّی بھی ہیں، بدمذہب بھی، اور اِن میں فاسقوں کی تعداد بہ نسبت انسان کے زائد ہے۔

عقیدہ: اِن کے وجود کا انکار یا بدی کی قوت کا نام جن یا شیطان رکھنا کفر ہے(3)۔

❁❁❁❁❁

---

(۱) غول یا عِفریت: یہ سب سے خطرناک اور خبیث جن ہے، کسی سے مانوس نہیں ہوتا۔ جنگلات میں رہتا ہے عُموماً مسافروں کو دکھائی دیتا ہے اور انہیں راستے سے بھٹکاتا ہے۔ (۲) عذار: یہ مصر اور یمن میں پایا جاتا ہے اسے دیکھتے ہی انسان بے ہوش ہوجاتا ہے۔ (۳) ولہان: سَمُندر کے اوپر جزیروں میں رہتا ہے اس کی شکل ایسی ہے جیسے انسان شُتر مرغ پر سوار ہو۔ جو انسان جزیروں میں جا پڑتے ہیں اُنہیں کھالیتا ہے۔ (۴) شق: یہ انسان کے آدھے قد کے برابر ہوتا ہے سفر میں ظاہر ہوتا ہے۔ (۵) بعض جِنّات انسانوں سے مانوس ہوتے ہیں اور انہیں ایذا نہیں پہنچاتے۔ (۶) بعض جِنّات کنواری لڑکیوں کو اُٹھا لے جاتے ہیں۔ (۷) بعض جِنّات کتّے اور چھپکلی کی شکل میں ہوتے ہیں۔ (ملخص از، رسالہ: جِنّات کی حکایات ص ۱۰ مطبوعہ مکتبۃ المدینہ)

(3) جن وشیاطین کے وجود کا انکار اور بدی کی قوت کا نام جن یا شیطان رکھنا کفر ہے اور ایسے اقوال کے قائل یقیناً کافر اور اسلامی برادری سے خارج ہیں۔

(ماخوذ از اعتقاد الاحباب فی الجمیل، المعروف دس عقیدے، از اعلیٰ حضرت علیہ رحمۃ الرحمن، ص ۷۷ تا ص ۸۱، مطبوعہ فرید بک اسٹال لاہور)

عالَمِ برزخ کا بیان

دنیا اور آخرت کے درمیان ایک اور عالَم ہے جس کو برزخ کہتے ہیں(1)، مرنے کے بعد اور قیامت سے پہلے تمام اِنس وجن کو حسبِ مراتب اُس میں رہنا ہوتا ہے، اور یہ عالَم اِس دنیا سے بہت بڑا ہے۔ دنیا کے ساتھ برزخ کو وہی نسبت ہے جو ماں کے پیٹ کے ساتھ دنیا کو، برزخ میں کسی کو آرام ہے اور کسی کو تکلیف (2)۔

---

(1) برزخ کے معنی

برزخ کے لفظی معنی آڑ اور پردہ کے ہیں اور مرنے کے بعد سے لے کر قیامت میں اٹھنے تک کا وقفہ برزخ کہلاتا ہے۔ چُنانچِہ برزخ کے متعلّق پارہ 18 سورۂ مؤمنون آیت نمبر 100 میں اللہ عَزَّ وَجَلَّ فرماتا ہے:

وَمِنْ وَّرَآىِٕهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ۝ (پ۱۸ المؤمنون ۱۰۰)

ترجَمۂ کنزالایمان: اور اُن کے آگے ایک آڑ ہے اس دن تک جس دن اٹھائے جائیں گے۔

حضرتِ سیِّدُنا مجاہد رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ: مَابَیْنَ الْمَوْتِ اِلَی الْبَعْثِ۔

یعنی برزخ سے مراد موت سے لے کر قیامت کے دن دوبارہ اٹھائے جانے کی مُدّت ہے۔

(تفسیر طبری ج۹ ص ۲۴۳ دار الکتب العلمیہ بیروت)

(2) مسلمان کا قید خانہ

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

حدیث (۱): امام اجل عبد اللہ بن مبارک وابوبکر بن ابی شیبہ عبداللہ عہ بن عمر وبن عاص رضی اللہ تعالٰی عنہما

عہ صحابی ابن صحابی رضی اللہ تعالٰی عنہما ۱۲ منہ (م)

سے موقوف اور امام اجل احمد بن حنبل اپنی مسند اور طبرانی معجم الکبیر اور حاکم صحیح مستدرک اور ابونعیم حلیہ میں بسند صحیح حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے مرفوعاً راوی:

والموقوف ابسط لفظا واتم معنی وانت تعلم انه فی الباب کمثل المرفوع وھذا لفظ امام ابن المبارك قال ان الدنیا جنة الکافر وسجن المؤمن وانما مثل المؤمن حین تخرج نفسه کمثل رجل کان فی سجن فاخرج منه فجعل یتقلب فی الارض ویتفسح فیھا۔

(اور حدیث موقوف لفظاً زیادۃ مبسوط اور معناً زیادہ تام ہے۔ اور معلوم ہے کہ اس باب میں موقوف بھی مرفوع کا حکم رکھتی ہے۔ ←

عقیدہ (۱): ہر شخص کی جتنی زندگی مقرر ہے اُس میں نہ زیادتی ہوسکتی ہے نہ کمی (3)، جب زندگی کا وقت پورا ہو جاتا ہے، اُس وقت حضرت عزرائیل علیہ السلام قبضِ روح کے لیے آتے ہیں اور اُس شخص کے دہنے بائیں جہاں تک نگاہ کام کرتی ہے فرشتے دکھائی دیتے ہیں، مسلمان کے آس پاس رحمت کے فرشتے ہوتے ہیں (4) اور کافر کے دہنے بائیں عذاب کے اُس وقت ہر شخص پر اسلام کی حقانیت آفتاب سے زیادہ روشن ہوجاتی ہے، مگر اُس وقت کا ایمان معتبر

اور یہ روایت امام ابن مبارک کے الفاظ ہیں۔ت) بیشک دنیا کافر کی جنت اور مسلمان کی زندان ہے، اور ایمان والے کی جب جان نکلتی ہے تو اس کی کہاوت ایسی ہے جیسے کوئی قید خانہ میں تھا اب اس سے نکال دیا گیا کہ زمین میں گشت کرتا اور بافراغت چلتا پھرتا ہے۔

(۱۔ کتاب الزہد لابن مبارک، حدیث ۵۹۷ دار الکتب العلمیۃ بیروت ص ۲۱۱)

ولفظ ابی بکر ھکذا الدنیا سجن المومن وجنۃ الکافر فاذا مات المومن یخلی سربہ یسرح حیث شاء ۲۔

(اور روایت ابوبکر کے الفاظ یہ ہیں۔ت) دنیا مسلمان کا قیدخانہ اور کافر کی بہشت ہے۔ جب مسلمان مرتا ہے اس کی راہ کھول دی جاتی ہے کہ جہاں چاہے سیر کرے۔ (۲۔ المصنف لابن ابی شیبۃ حدیث ۱۶۵۷۱ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۱۳ / ۳۵۵)

حدیث (۲): سیدی محمد علی ترمذی انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

ما شبھت خروج المومن من الدنیا الامثل خروج الصبی من بطن امہ من ذٰلک الغم والظلمۃ الی روح الدنیا ۳۔ یعنی دنیا سے مسلمان کا جانا (عہ) ایسا ہے جیسے بچے کا ماں کے پیٹ سے نکلنا اس دم گھٹنے اور اندھیری کی جگہ سے اس فضائے وسیع دنیا میں آنا۔ (۳۔ نوادر الاصول الاصل الثالث والخمسون فی ان الکبائر لاتجامعہا دار صادر بیروت ص ۷۵)

عہ فائدہ: اسی کے موید دو ۲ حدیثیں اور ہیں مرسل سلیم بن عامر و بن دینار سے اخرجھا ابن ابی الدنیا (ابن ابی الدنیا نے ان دونوں کو روایت کیا ہے۔ت) (م)

اسی لیے علماء فرماتے ہیں دنیا کو برزخ سے وہی نسبت ہے جو رحمِ مادر کو دنیا سے۔ پھر برزخ کو آخرت سے یہی نسبت ہے جو دنیا کو برزخ سے۔ اب اس سے برزخ ودنیا کے علوم وادراک میں فرق سمجھ لیجئے، وہی نسبت چاہئے جو علم جنین کو علکم اہل دنیا سے، واقعی روح طائر ہے اور بدن قفس، اور علم پرواز، پنجرے میں پرند کی پرفشانی، کتنی؟ ہاں، جب کھڑکی سے باہر آیا اس وقت اس کی جولاناں قابل دید ہیں،

(فتاوی رضویہ، جلد ۹، ص ۷۰۶ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(3) وَلَنْ یُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا۔

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہرگز اللہ کسی جان کو مہلت نہ دے گا جب اس کا وعدہ آجائے۔ (پ 28، المنافقون: 11)

(4) ملائکہ رحمت کا میت کو تسلی دینا

حضرت سیّدنا ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، رسولِ اکرم، نورِ مجسم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: جب مؤمن کی روح پرواز کرتی ہے تو اللہ عزّوجلّ کی طرف سے رحمت کے فرشتے اس سے اس طرح ملاقات کرتے ہیں جس طرح دنیا میں خوشخبری دینے والے سے ملاقات کی جاتی ہے۔ اور کہتے ہیں: اپنے بھائی کو مہلت دو یہاں تک کہ یہ آرام پائے، کیونکہ یہ سخت

نہیں، اس لیے کہ حکم ایمان بالغیب کا ہے اور اب غیب نہ رہا، بلکہ یہ چیزیں مشاہد ہو گئیں(5)۔

عقیدہ (۲): مرنے کے بعد بھی روح کا تعلق بدنِ انسان کے ساتھ باقی رہتا ہے(6)، اگرچہ روح بدن سے جدا

تکلیف میں تھا۔ پھر وہ اس سے مختلف سوالات کرتے ہیں: فلاں نے کیا کیا؟ فلاں عورت نے کیا کیا؟ کیا فلاں عورت کی شادی ہوگئی؟ جب وہ اس سے پہلے مرنے والے کسی شخص کے بارے میں پوچھتے ہیں تو وہ انہیں بتاتا ہے کہ وہ شخص تو مجھ سے پہلے مرگیا تھا۔ پس وہ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ ○ ترجمۂ کنزالایمان: ہم اللہ کے مال ہیں اور ہم کو اسی کی طرف پھرنا۔(پ ۲، البقرۃ ۱۵۶) پڑھتے ہیں اور کہتے ہیں: اسے اپنے ٹھکانے دوزخ میں پہنچا دیا گیا۔

(موسوعۃ لابن ابی الدنیا، کتاب ذکر الموت، باب ملاقاۃ الارواح، الحدیث ۲۷۴، ج ۵، ص ۴۸۱-۴۸۲)

(5) موت کا غرغرہ

اور موت کا غرغرہ اس پر طاری ہو گیا اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ

فَلَمۡ یَکُ یَنۡفَعُہُمۡ اِیۡمَانُہُمۡ لَمَّا رَاَوۡا بَاۡسَنَا

یعنی اللہ تعالیٰ کا یہ دستور ہے کہ جب کسی قوم پر عذاب آجاتا ہے تو اس وقت ان کا ایمان لانا ان کو کچھ بھی نفع نہیں پہنچاتا۔

(پ24، المومن:85)

چونکہ فرعون، عذاب آجانے کے بعد، جب موت کا غرغرہ سوار ہو گیا، اس وقت ایمان لایا اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرعون کے ایمان کو بھی قبول نہیں فرمایا۔

(6) روح کا تعلق

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

عزیزی میں فرمایا:

در دفن کردن چوں اجزائے بدن بتمامہ یکجائی باشد علاقہ روح با بابدن ز راہ نظر عنایت بحال می ماند وتوجہ روح بزائرین ومتانسین ومستفیدین بہ سہولت مے شود۔ ا ـــــ

دفن کرنے میں بدن کے تمام اجزاء ایک جگہ جمع ہو جاتے ہیں اور نظر عنایت سے روح کا تعلق بدن سے ہو جاتا ہے اور زائرین اور انس اور استفادہ کرنے والوں کی طرف توجہ آسان ہو جاتی ہے۔

(ا ـــــ تفسیر عزیزی پارہ عما استفادہ از اولیائے مدفونین، مسلم بک ڈپو لال کنواں دہلی، ص ۱۴۳)

مقال (۶۴): میاں اسمٰعیل صراط مستقیم میں لکھ گئے:

حضرت مرتضوی را یک نوع تفضیل بر حضرات شیخین ہم ثابت واں تفضیل بجہت کثرت اتباع ایشاں وو ساطت مقامات ولایت بل سائر خدمات است مثل قطبیت وغوثیت وابدالیت وغیرہا از عہد کرامت مہد حضرت مرتضی تا انقراض دنیا ہمہ بواسطہ ایشاں است۔ ۲ ـــــ

حضرت مرتضی کو یک گونہ فضیلت حضرات شیخین پر بھی ثابت ہے اور وہ فضیلت متبعین کی کثرت اور مقامات ولایت بلکہ تمام خدمات ←

ہوگی، مگر بدن پر جو گزرے گی رُوح ضرور اُس سے آگاہ و متاثر ہوگی، جس طرح حیات دنیا میں ہوتی ہے، بلکہ اُس سے زائد۔ دنیا میں ٹھنڈا پانی، سرد ہوا، نرم فرش، لذیذ کھانا، سب باتیں جسم پر وارد ہوتی ہیں، مگر راحت و لذّت روح کو پہنچتی

جیسے قطبیت، غوثیت، ابدالیت وغیرہا میں وساطت کے لحاظ سے ہے۔ سب حضرت مرتضیٰ کے عہد کریم سے اختتام دینا تک ان ہی کے واسطے سے ہے۔ (۲؎ صراط مستقیم ہدایت ثانیہ درذکر بدعاتیکہ الخ، المکتبۃ السلفیہ لاہور ص ۵۸)

مقال (۶۵): اسی میں ہے:

حق جل وعلا بذات پاک خود یا بواسطہ ملائکہ عظام یا ارواح مقدسہ بسبب برکت توسل قرآن محافظت طالب خواہد نمود ۳؎۔

حق جل وعلا بذات خود یا ملائکہ عظام یا ارواح مقدسہ کے واسطہ سے، قرآن سے توسل کی برکت کے سبب طالب کی حفاظت فرمائے گا۔

(۳؎ صراط مستقیم، باب چہارم دربیان طریق سلوک راہ نبوت الخ، المکتبۃ السلفیہ لاہور ص ۱۴۸)

مقال (۶۶): مولوی اسحاق کی مائۃ مسائل میں ہے:

سوال: شخصیکہ منکر باشد فیض روح مبارک محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم را در عالم برزخ وشخصے کہ منکر باشد از فیض ارواح مقدسہ انبیاء دیگر علیہم الصلوۃ والسلام وشخصے کہ منکر ان باشد از فیض ارواح اولیاء اللہ در عالم برزخ حکم او چیست؟

جو شخص عالم برزخ میں محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی روح مبارک کے فیض کا اور جو دیگر انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کی ارواح مقدسہ کے فیض کا اور عالم برزخ میں جو اولیاء اللہ کی ارواح کے فیض کا منکر ہو اس کا حکم کیا ہے؟

جواب: ہر فیض شرع کہ ثبوت باخبار متواترہ باشد منکر آں کافر است و ہر فیضیکہ ثبوت باخبار مشہورہ باشد منکر ان ضال است ہر فیضے کہ ثبوت ان بخبر واحد باشد منکر ان بہ سبب ترک قبول گنہ گار خواہد شد بشرطیکہ ثبوت آں صحیح یا بطریق حسن خواہد شد ا؎ اھ ملخصا

جس فیض شرع کا ثبوت احادیث میں متواترہ سے ہو اس کا منکر کافر ہے اور جس فیض کا ثبوت احادیث مشہورہ سے ہو اس کا منکر گمراہ ہے اور جس فیض کا ثبوت خبر واحد سے ہو اس کا منکر ترک قبول کی وجہ سے گنہ گار ہوگا بشرطیکہ اس کا ثبوت بطریق صحیح یا بطریق حسن ہو۔

(ا؎ مائۃ مسائل سوال ششم تا ہشتم مکتبہ توحید وسنت پشاور ص ۱۷۔۱۶)

ہر چند یہ جواب سراپا عیاری پر مبنی ہے مگر سب نے دیکھا کہ سوال فیض برزخ سے تھا، واجب کہ جواب اسے بھی شامل ہو اوس قدر امر نفی جنون کے لے ضروری یا ان کی دیانت وللّٰہیت سے انکار اور اخفائے حق تلبیس بالباطل کا اقرار کیا جائے۔

مقال (۶۷): جناب شیخ مجدد الف ثانی اپنے مکتوبات میں فرماتے ہیں:

بعد از رحلت ارشاد پناہی قبلہ گاہی (یعنی خواجہ باقی باللہ علیہ رحمۃ اللہ) بتقریب زیارت مزار شریف بہ بلدہ محروسہ دہلی اتفاق عبور افتاد روز عید بزیارت مزار شریف ایشاں رفتہ بود درا ثنائے توجہ بہ مزار متبرک التفاتے تمام از رُوحانیت مقدسہ ایشاں ظاہر گشت واز کمال غریب نوازی نسبت خاصہ خود را کہ بحضرت خواجہ احرار منسوب بود مرحمت فرمودند ۲؎۔

حضرت ارشاد پناہی قبلہ گاہی (خواجہ باقی باللہ علیہ رحمۃ اللہ) کی رحلت کے بعد مزار شریف کی زیارت کی تقریب سے شہر دہلی میں گزرنے کا اتفاق ہوا، عید کے دن حضرت کے مزار پاک کی زیارت کے لے گیا، مزار پاک کی جانب توجہ کے دوران حضرت کی مقدس ←

ہے اور ان کے عکس بھی جسم ہی پر وارد ہوتے ہیں اور کلفت واذیت روح پاتی ہے، اور روح کے لیے خاص اپنی راحت والم کے الگ اسباب ہیں، جن سے سرور یا غم پیدا ہوتا ہے، بعینہٖ یہی سب حالتیں برزخ میں ہیں۔

روحانیت سے کام التفات رونما ہوا، اور کمال غریب نوازی سے اپنی خاص نسبت جو حضرت خواجہ احرار کی جانب تھی مجھے مرحمت فرمائی۔

(۲۔ مکتوبات امام ربانی مکتوب ۲۹۷ منشی نولکشور لکھنؤ / ۳۱۳)

تنبیہ: لفظ بتقریب زیارت مزار شریف الخ ملحوظ رہے اور یونہی غریب نواز بھی کہ حضرت خواجہ اجمیری رضی اللہ تعالٰی عنہ کی نسبت کہ جس سے متعصبان طائفہ چڑتے ہیں۔

مقال (۶۸): شاہ ولی اللہ انفاس العارفین میں اپنے استاذ محدث ابراہیم کردی علیہ الرحمۃ کا حال لکھتے ہیں:

دوسال کم وبیش در بغداد ساکن بود برقبر سید عبدالقادر قدس سرہ، متوجہ ے شد و ذوق ایں راہ از آنجا پیدا کرد۔ ا۔

کم وبیش دو سال تک آپ بغداد میں مقیم رہے اس دوران آپ اکثر سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالٰی عنہ کے مزار مبارک کو مرکز توجہ بنایا کرتے تھے اور یہیں سے آپ کو راہ معرفت کا ذوق پیدا ہوا۔

(ا۔ انفاس العارفین مترجم اردو شیخ ابراہیم کردیا سلامک بک فاؤنڈیشن لاہور ص ۲۸۶)

مقال (۶۹): اسی میں حضرت میر ابوالعلی قدس سرہ، کے ذکر مبارک میں لکھا:

بمزار فیض الانوار حضرت خواجہ معین الدین چشتی قدس سرہ، متوجہ بودند واز آنجناب دل رباہا یافتند وفیضاں گرفتند۔ ۲۔

حضرت خواجہ معین الدین چشتی قدس سرہ کے مزار فائض الانوار کی طرف متوجہ ہوئے اس بارگاہ سے خاص لطف وکرم پایا اور فیوض حاصل کیے۔ (۲۔ انفاس العارفین میر ابوالعلی شیخ ابراہیم کردیا سلامک بک فاؤنڈیشن لاہور ص ۶۹)

مقال (۷۰ و ۷۱): اسی میں اپنے نانا ابوالرضا محمد سے نقل کیا:

می فرمودند یک بار حضرت غوث الاعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ را در یقظہ دیدم اسرار عظیم دراں محل تعلیم فرمودند ۳۔

فرماتے تھے ایک بار حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کو بیداری میں دیکھا اس مقام میں عظیم اسرار تعلیم فرمائے۔

(۳۔ انفاس العارفین، حصہ دو شیخ ابوالرضا محمد اسلامک بک فاؤنڈیشن لاہور، ص ۱۹۴)

مقال (۷۲): اسی میں شیخ مذکور کے حالات میں لکھا:

عجوزہ راز مخلصان بعد وفات ایشاں تپ لرزہ گرفت بغایت نزار گشت شبے بنوشیدن آب و پوشیدن لحاف محتاج شد وطاقت آں نداشت وکسے حاضر نبود ایشاں متمثل شدند وآب دادند ولحاف پوشانیدند آں گاہ غائب شدند۔ ۴۔

مخلصین میں سے ایک بڑھیا حضرت کی وفات کے بعد تب لرزہ میں گرفتار ہوئی، انتہائی لاغر ہوگئی، ایک رات اسے پانی پینے اور لحاف اوڑھنے کی ضرورت تھی، اس کے اندر طاقت نہ تھی، اور دوسرا کوئی موجود نہیں تھا، حضرت متمثل ہوئے پانی دیا، لحاف اڑھایا، پھر اچانک غائب ہوگئے۔ (۴۔ انفاس العارفین امداد اولیاء اسلامک بک فاؤنڈیشن لاہور ص ۳۶۹)

مقال (۷۳ تا ۷۵): القول الجمیل میں ہے:

....

تادب شیخنا عبدالرحیم من روح الائمۃ الشیخ عبدالقادر الجیلانی والخواجہ بہاء الدین محمد نقشبند والخواجہ معین الدین بن الحسن الچشتی وانہ راٰھم واخذ منہم الاجازۃ وعرف لسبۃ کل واحد منہم علی حدتہا مما فاض منہم علی قلبہ وکان یحکی لنا حکایتہا رضی اللہ تعالٰی عنہ وعنہم اجمعین ۱؎

یعنی ہمارے مرشد شیخ عبدالرحیم نے ائمہ کرام حضور غوث اعظم وخواجہ نقشبند وخواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالٰی عنہم کی ارواح طیبہ سے آداب طریقت سیکھے اور ان سے اجازتیں لیں اور ہر ایک کی نسبت جو ان سرکاروں سے ان کے دل پر فائز ہوئی جدا جدا پہچانی اور ہم سے اس کی حکایت بیان کرتے تھے اللہ تعالٰی ان سب حضرات اور ان سے راضی ہوا۔

(۱؎ القول الجمیل مع شرح شفاء العلیل فصل ۱۱ سند سلسلہ قادریہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۸۲)

مولوی خرم علی صاحب نے اگرچہ راٰھم کے ترجمہ میں لفظ خواب میں دیکھا ۲؎ اپنی طرف سے بڑھا دیا جس پر کلام شاہ ولی اللہ میں اصلاً دال نہیں، مگر ارواح عالیہ کا فیض بخشنا، اجازتیں دینا نسبتیں عطا فرمانا مجبورانہ مسلم رکھا۔

(۲؎ شفاء العلیل ترجمہ القول الجمیل فصل ۱۱ سند سلسلہ قادریہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۸۲)

مقال (۷۶ و ۷۷): مرزا جانجاناں صاحب فرماتے ہیں:

از حضرت شیخ عبدالاحد رحمۃ اللہ علیہ دو کس طریقہ گرفتہ یکے طریقہ قادری اخذ کرد و دیگرے طریقہ نقشبندیہ اختیار نمود ایشاں فرمودند کہ روح مبارک حضرت غوث اعظم تشریف آوردہ صورت مثالی مرید خاندان خود را ہمراہ روند حضرت خواجہ نقشبند تشریف فرما شدہ صورت مثالی معتقد خود را با خود بردند رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم ۳؎

حضرت شیخ عبدالاحد رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ سے دو آدمیوں نے طریقت حاصل کی، ایک نے طریقہ قادری لیا دوسرے نے طریقہ نقشبندیہ اختیار کیا، حضرت فرماتے ہیں کہ حضرت غوث اعظم کی روح مبارک تشریف لائی اور اپنے خاندان کے مرید کی صورت مثالی کو ساتھ لے گئی اور حضرت خواجہ نقشبند تشریف فرما ہو کر اپنے عقیدت مند کی صورت مثالی کو اپنے ساتھ لے گئے، رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم اجمعین۔

(۳؎ ملفوظات مرزا مظہر از کلمات طیبات مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ص ۸۳)

مقال (۷۸): اسمٰعیل نے صراط مستقیم میں اپنے پیر کا حال لکھا:

روح مقدس جناب حضرت غوث الثقلین وجناب حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند متوجہ حال حضرت ایشاں گردیدہ تا قریب یک ماہ فی الجملہ تنازع درمابین روحیں مقدسین درحق حضرت ایشاں ماندہ زیرا کہ ہر دو واحد از یں دو امام تقاضائے جذب حضرت ایشاں بتمامہ بسوئے خود مے فرمود تا از ینکہ بعد انقراض زمانہ تنازع ووقوع مصالحت برشرکت روزے ہر دو روح مقدس بر حضرت ایشاں جلوہ گر شدند تا قریب یک پاس ہر دو امام بر نفس نفیس حضرت ایشاں توجہ قوی وتاثیر زور آور مے فرمودند تا آنکہ درہمان یک پاس حصول نسبت ہر دو طریقہ نصیبہ حضرت ایشاں گردید۔

حضرت غوث الثقلین اور حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند کی روحیں حضرت کے حال پر متوجہ ہوئیں اور قریب ایک ماہ تک دونوں ←

مقدس روحوں کے درمیان حضرت کے حق میں تنازع رہا اس لیے دونوں اماموں میں سے ہر ایک حضرت کو پورے طور سے اپنی طرف کھینچنے کا تقاضا کر رہے تھے یہاں تک کہ زمانہ تنازع کے ختم ہونے اور شرکت پر مصالحت واقع ہوجانے کے بعد ایک دن دونوں مقدس روحیں حضرت پر جلوہ گر ہوئیں ایک پہر کے قریب دونوں امام حضرت کے نفس نفیس پر قوی توجہ اور پرزور تاثیر ڈالتے رہے یاں تک کہ اسی ایک پہر کے اندر دونوں طریقتوں کی نسبت حضرت کو نصیب ہوگئی۔(۱؎ صراط مستقیم، باب چہارم در بیان سلوک راہ ثبوت الخ المکتبۃ السلفیہ لاہور ص۱۶۶)

مقال(۷۹): اسی میں ہے:

روزے حضرت ایشاں بسوئے مرقد منور حضرت خواجہ خواجگان خواجہ قطب الاقطاب بختیار کاکی قدس سرہ العزیز تشریف فرما شدند بر مرقد مبارک ایشاں مراقب نشستند دریں اثنا بروح پرفتوح ایشاں توجہی بس قوی فرمودند کہ بسبب آں توجہ ابتدائے حصول نسبت چشتیہ متحقق شد ۲؎۔

ایک دن حضرت خواجہ خواجگان خواجہ قطب الاقطاب بختیار کاکی قدس سرہ، العزیز کے مرقد انور کی طرف حضرت تشریف لے گئے ان کے مرقد مبارک پر مراقبہ میں بیٹھے اس دوران حضرت کی روح پرفتوح پر علامات تحقیق ہوئیں، اور آں حضور نے حضرت پر بہت قوی توجہ فرمائی جس کے سبب نسبت چشتیہ کے حصول کی ابتداء متحقق ہوئی۔

(۲؎ صراط مستقیم، باب چہارم در بیان سلوک راہ ثبوت الخ المکتبۃ السلفیہ لاہور ص۱۶۶)

وصل چہارم، اصل مسئلہ مسئولہ مسائل یعنی اولیائے کرام سے استمداد والتجا اور اپنے مطالب میں طلب دعا اور حاجت کے وقت ان کی ندا میں۔

مقال(۸۰ تا ۸۸): شاہ ولی اللہ نے ہمعات میں کہا:

بزیارت قبر ایشان رود واز آں جا انجذاب دریوزہ کند ۳؎۔ ان کی قبروں کی زیارت کو جائے اور وہاں بھیک مانگے۔

(۳؎ ہمعات ہمعہ ۱۸ اکادیمیہ شاہ ولی اللہ حیدر آباد ص۳۴)

رباعی میں کہا: ع فیض قدس از ہمت ایشاں میجو اے (ان کے ہمت سے فیض قدس کے خواستگار رہو۔ت)

(۱؎ ہمعات مکتوبات شاہ ولی اللہ مع کلمات طیبات مکتوب بست ودوم شرح رباعیات مطبع مجتبائی دہلی ص۱۹۴)

وہ پھر مولوی خرم علی کہتے ہیں: میت سے قریب ہو پھر کہے یا روح ۲؎۔

(۲؎ شفاء العلیل ترجمہ القول الجمیل کشف قبور واستفاضہ بدانا ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۷۲)

آگے مزید ارشاد فرماتے ہیں:

امام جلیل جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں:

ھذہ الأثار لا تدل علی ان الارواح لا تتصل بالا بدان بعد الموت انما تدل علی ان الاجسام لا تتضرر ربما ینالھا من عذاب الناس لھا ومن اکل التراب لھا فان عذاب القبر لیس من جنس عذاب الدنیا وانما ھو نوع اخر یصل الی المیّت بمشیۃ اللہ تعالٰی وقدرتہ ۲؎۔

←

عقیدہ (۳): مرنے کے بعد مسلمان کی روح حسب مرتبہ مختلف مقاموں میں رہتی ہے، بعض کی قبر پر، بعض کی

ان کا آثار میں اس پر دلیل نہیں کہ موت کے بعد بدن سے روح کا تعلق نہیں ہوتا، ان کی دلالت صرف اس پر ہے کہ جسم کو تکلیف سے ضرر نہیں ہوتا جو انسانوں کو جانب سے اسے پہنچائی جاتی ہے، اسی طرح مٹی کے کھالینے سے اسے تکلیف نہیں ہوتی، اس لیے کہ عذاب قبر عذاب دینا کی جنس سے نہیں، وہ ایک دوسری قسم کی چیز ہے جو اللہ تعالیٰ کی مشیت وقدرت سے میت کو پہنچتی ہے۔

(۲۔ شرح الصدور باب احوال الموتی فی قبورھم خلافت اکیڈمی منگورہ سوات ص ۸۳)

اور ظواہر حدیث ودیگر آثار واخبار واقوال اخیار جانب اول ہیں، حدیث ۲۶ میں روایت دارقطنی سے زیادت لفظ فی الالم گزری یعنی مردہ وزندہ کی ہڈی توڑنی درد میں برابر ہے، علامہ طیبی شرح مشکوۃ میں فرماتے ہیں:

جم غفیر ذھبوا الی ان المراد ان کسر عظم المیت ککسر عظمه حیا فی التألم والتاذی ۳؎

جماعت عظیم علماء اس طرف گئی کہ مراد حدیث یہ ہے کہ مردے کی ہڈی توڑنی درد وایذا میں ایسے ہی ہے جیسے زندہ کی۔

(۳۔ مرقاۃ، شرح مشکوۃ بحوالہ طیبی فصل ثالث من باب دفن المیت، مکتبہ امدادیہ ملتان ۴/ ۷۹)

امام ابو عمر ابن عبد البر شیخ محقق کا اس باب میں ارشاد قول ۴۰ و ۴۱ میں گزرا اور تینوں سید علامہ ابراہیم حلبی واحمد مصری ومحمد شامی محشیان دُر کے اقوال اسی کے بعد مذکور ہوئے، حدیث ۲۴ میں بروایت صحیح مسلم شریف انہی عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے گزرا:

اذا دفنتمونی فشنوا علی التراب شنا ۴؎۔

جب مجھے دفن کرو تو مٹی مجھ پر آہستہ آہستہ نرم نرم ڈالنا۔ (۴۔ صحیح مسلم باب کون الاسلام یہدم ماقبلہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/ ۷۶)

یہی وصیت حدیث ۳۲ میں علاء بن لجلاج تابعی سے گزری اور وہیں اس پر شیخ محقق کا قول کہ:

ایں قول اشارت است با آنکہ میت احساس می کند ودردناک می شود بانچہ دردناک م شود باں زندہ ا؎۔

اس قول میں اس جانب اشارہ ہے کہ میت کو احساس ہوتا ہے اور اسے بھی اس چیز سے درد پہنچتا ہے جس سے زندہ کو درد پہنچتا ہے

(ا۔ اشعۃ اللمعات باب دفن المیت مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۶۹۷)

حدیث ۱۶ میں امام سفیان کا ارشاد گزرا کہ: انه لینا شد بالله غاسله الا خففت غسلی ۲؎۔

مردہ اپنے نہلانے والے کو خدا کی قسم دیتا ہے کہ مجھ پر آسانی کرنا۔

(۲۔ شرح الصدور عن سفیان باب معرفۃ المیت من یغسلہ خلافت اکیڈمی منگورہ سوات ص ۴۰)

ام المومنین حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایک عورت کی میت کو دیکھا کہ اس کے سر میں زور زور سے کنگھی کی جاتی ہے۔ فرمایا:

علام تنصون میتکم ۳؎۔ الامام محمد فی الاثار اخبرنا ابو حنیفة ح وعبد الرزاق فی مصنفه واللفظ له قال اخبرنا سفین عن الثوری کلاهما عن حماد بن ابی سلیمان عن ابراهیم النخعی عن عائشه رضی الله تعالی عنها انها رأت امرأة یکدون رأسها بمشط فقالت علام تنصو میتکم ۴؎ ورواه کمحمد ابو عبید القاسم بن سلام وابراهیم الحربی فی کتابیهما فی غریب الحدیث عن ابراهیم عن عائشه رضی الله تعالی عنها انها سئلت ←

چاہِ زمزم شریف میں، بعض کی آسمان و زمین کے درمیان، بعض کی پہلے، دوسرے، ساتویں آسمان تک اور بعض کی آسمانوں سے بھی بلند، اور بعض کی روحیں زیرِ عرش قندیلوں میں، اور بعض کی اعلیٰ عِلّیین میں مگر کہیں ہوں (7)، اپنے جسم

عن المیت یسرح رأسه فقالت علام تنصون میتکم ا؎

کس جُرم میں اپنے مردے کی پیشانی کے بال کھینچتے ہو۔ (اسے امام محمد نے کتاب الآثار میں روایت کیا، فرمایا ہمیں ابوحنیفہ نے خبر دی اور عبدالرزاق نے مصنف میں روایت کیا، الفاظ اسی کے ہیں: کہا ہمیں خبر دی سفیان نے وہ ثوری سے راوی ہیں۔ امام ابوحنیفہ اور سفیان ثوری دونوں حماد بن ابی سلیمان سے وہ ابراہیم نخعی سے وہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راوی ہیں انھوں نے دیکھا کہ ایک عورت کے بالوں میں کنگھا کررہے ہیں، فرمایا: کیوں اپنی میت کی پیشانی کے بال کھینچتے ہو؟ اور اسے امام محمد کی طرح ابوعبید قاسم بن سلام اور ابراہیم حربی نے اپنی کتاب غریب الحدیث میں ابراہیم نخعی سے، انھوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راویت کیا، ان سے میت کے سر میں کنگھا کرنے سے متعلق سوال ہوا، فرمایا: کیوں اپنی میت کا موئے پیشانی کھینچتے ہو۔ (۳؎ کتاب الآثار امام محمد باب الجنائز و غسل المیت ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ص ۴۶) (۴؎ مصنف عبدالرزاق، باب شعر المیت واظفارہ حدیث ۶۲۳۱ المکتبۃ الاسلامی بیروت ۳/۴۳۷) (۱؎ غریب الحدیث قاسم بن سلام وابراہیم الحربی)

بالجملہ رجحان اسی جانب ہے اور بہر حال اگر الم مانیے تو مسئلہ یمین فی الضرب پر کچھ نقض نہیں کہ الم پہنچے گا حیات معادہ سے، اور حلف تھا حیات موجودہ عند الحلف پر، کما قدمنا تحقیقه عن الفتح (جیسا فتح القدیر سے اس کی تحقیق ہم پیش کر چکے۔ ت) اور نہ مانیے تو سماع میں کچھ نقض نہیں کہ ہمارا کلام روح سے ہے آلیتِ بدن ہونا نہ ہونا یکساں۔ ولہٰذا امام اجل سیوطی نے باآں کہ اثباتِ سماعِ موتٰی میں ہو تحقیقاتِ باہرہ وقاہرہ رکھتے ہیں اس تقریر پر تقریر فرمائی: هکذا ینبغی ان یفهم هذا المقام والله سبحانه ولی الانعام وافضل الصلوٰة واکمل السلام علی سیدنا محمد اکرم الکرام واله وصحبه الی یوم القیام۔ اسی طرح اس مقام کو سمجھنا چاہیے اور خدائے پاک ہی انعام کا مالک ہے، اور بہتر درود، کامل تر سلام ہمارے آقا حضرت محمد پر جو کریموں میں سب سے زیادہ کریم ہیں، اور ان کی آل واصحاب پر، روزِ قیامت تک۔ (فتاوی رضویہ، جلد ۹، ص ۹۰۹۔ ۹۰۱ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(7) مسلمان کی روح

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

ہوشمندوں نے اتنا بھی نہ دیکھا کہ روحیں تو عوام مومنین کی بھی قبور میں محبوس نہیں رہتیں بلکہ اپنے اپنے مراتب کے لائق علیین یا جنت یا آسمان یا چاہ زمزم وغیرہ میں ہوتی ہیں، جسے علمائے کرام یہاں تک کہ شاہ عبدالعزیز صاحب نے بھی تفسیر عزیزی (عہ) میں مفصلاً ذکر کیا:

عہ: مقام علیین بالائے ہفت آسمان است و پائیں آن متصل بہ سدرۃ المنتہیٰ و بالائے آن متصل بپایہ راست عرش مجید است و ارواح نیکاں بعد از قبض در آن جا می رسند و مقربان یعنی انبیاء و اولیاء در آن مستقر می مانند و عوام صلحا را بعد از نویسانیدن نام و رسانیدنامہائے اعمال برحسب مراتب در آسمان دنیا یا درمیان آسمان و زمین یا در چاہ زمزم قراری دہند و تعلقے بقبر نیز ان ارواح رامی باشد ا؎

آخر عبارت تک کہ مقال ۷ میں گزری ۱۲ از تفسیر عزیزی (م) علیین ساتوں آسمان کے اوپر ہے اس کا زیریں حصہ سدرۃ المنتہیٰ سے ←

سے اُن کو تعلق بدستور رہتا ہے۔ جو کوئی قبر پر آئے اُسے دیکھتے، پہچانتے، اُس کی بات سنتے ہیں، بلکہ روح کا دیکھنا قُربِ قبر ہی سے مخصوص نہیں، (8) اس کی مثال حدیث میں یہ فرمائی ہے، کہ ایک طائر پہلے قفص میں بند تھا اور اب آزاد

متصل ہے اور بالائی حصہ عرش مجید کے دائیں پائے سے متصل ہے، نیکوں کی روحیں قبض ہونے کے بعد وہاں پہنچتی ہیں اور مقربین یعنی انبیاء واولیاء اس مستقر میں رہتے ہیں، اور عام صالحین کو درج کرانے اور اعمال نامے پہنچ جانے کے بعد حسب مراتب آسمان دنیا، یا درمیان آسمان وزمین یا چاہ زمزم میں جگہ دیتے ہیں اور ان کو قبر سے بھی ایک تعلق رہتا ہے۔ (اے تفسیر عزیزی پارہ عم زیر آیۃ ان کتاب الابرار لفی علیین مسلم بک ڈپو لال کنواں دہلی ص ۱۹۳) (فتاوی رضویہ، جلد ۹، ص ۸۳۰ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(8) احوال احیاء پر علم وشعور

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

فصل ہفتم: وہ اپنے زائرین کو دیکھتے پہچانتے اور ان کی زیارت پر مطلع ہوتے ہیں:

قول (۶۳ و ۶۴): مولانا علی قاری علیہ رحمۃ الباری مسلک متقسط شرح منسک متوسط، پھر فاضل ابن عابدین حاشیہ شرح تنویر میں فرماتے ہیں:

من اٰداب الزیارۃ ماقالوا من انہ لایاتی الزائر من قبل راسہ لانہ اتعب بصر المیت بخلاف الاول لانہ یکون مقابل بصرہ ا ۔

زیارت قبور کے ادب سے ایک بات یہ ہے جو علماء نے فرمائی ہے کہ زیارت کو قبر کی پائنتی سے جائے نہ کہ سرہانے سے کہ اس میں میت کی نگاہ کو مشقت ہوگی یعنی سر اٹھا کر دیکھنا پڑے گا، پائنتی سے جائے گا تو اس کی نظر کے خاص سامنے ہوگا۔

(اے ردالمحتار حاشیہ درمختار مطلب فی زیارۃ القبور مصطفی البابی مصر ۱/ ۶۶۵)

قول (۶۵): مدخل میں فرمایا:

کفی فی ھذا بیانا قولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام المومن ینظر بنور اللہ انتھی ونور اللہ لایحجبہ شیئ ھذا فی حق الاحیاء من المومنین فکیف من کان منھم فی الدار الاٰخرۃ ۲ ۔

اس امر کے ثبوت میں کہ اہل قبور کو احوال احیاء پر علم وشعور ہے، سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ فرمانا بس ہے کہ مسلمان خدا کے نور سے دیکھتا ہے اور خدا کے نور کو کوئی چیز پردہ نہیں ہوتی، جب زندگی کا یہ حال ہے تو ان کا کیا پوچھنا جو آخرت کے گھر یعنی برزخ میں ہیں:

(۲ے المدخل فصل فی الکلام علی زیارۃ سید المرسلین الخ دار الکتاب العربی بیروت ۱/ ۲۵۳)

قول (۶۶): شیخ محقق جذب القلوب میں امام علامہ صدر الدین قونوی سے نقل فرماتے ہیں:

درمیان قبور سائر مؤمنین وارواح ایشاں نسبت خاصی است مستمر کہ بدان زائرین رامی شناسند و ردسلام برایشاں می کنند بدلیل استحباب زیارت در جمیع اوقات ۳ ۔

تمام مؤمنین کی قبروں اور روحوں کے درمیان ایک خاص نسبت ہوتی ہے جو ہمیشہ موجود رہتی ہے، اسی سے زیارت کے لیے آنے

کر دیا گیا۔ ائمہ کرام فرماتے ہیں:

إِنَّ النُّفُوْسَ الْقُدْسِيَّةَ إِذَا تَجَرَّدَتْ عَنِ الْعَلَائِقِ الْبَدَنِيَّةِ اتَّصَلَتْ بِالْمَلَإِ الْأَعْلٰى وَتَرٰى وَتَسْمَعُ الْكُلَّ كَالْمُشَاهِدِ.

والوں کو پہچانتے ہیں اور ان کے سلام کا جواب دیتے ہیں، اس کی دلیل یہ ہے کہ زیارت تمام اوقات میں مستحب ہے۔

(۳۔ جذب القلوب باب چہارم دہم، منشی نولکشور لکھنؤ ص ۲۰۶)

قول (۶۷): انیس الغریب میں فرمایا:

ویعرفون من اتاھم زائرا ۴؎

(جو زیارت کو آتا ہے مُردے اسے پہچانتے ہیں۔ت) (۴۔ انیس الغریب)

قول (۶۸): تیسیر میں ہے:

الشعور باق حتی بعد الدفن حتی انہ یعرف زائرہ ۱؎۔

شعور باقی ہے یہاں تک کہ بعد دفن بھی یہاں تک کہ اپنے زائر کو پہچانتا ہے۔

(۱۔ التیسیر شرح جامع صغیر تحت ان المیت یعرف من یحملہ مکتبۃ الامام الشافعی الریاض السعودیہ ۱/ ۳۰۳)

قول (۶۹): لمعات و اشعۃ اللمعات و جامع البرکات میں ہے:

واللفظ للوسطی در روایات آمدہ است کہ دادہ می شود برائے میت روز جمعہ علم و ادراک پیشتر از انچہ دادہ می شود در روز ہائے دیگر تا آنکہ می شناسد زائر را بیشتر از روز دیگر ۲؎

الفاظ اشعۃ اللمعات کے ہیں: روایات میں آیا ہے کہ میت کو جمعہ کے دن دوسرے دنوں سے زیادہ علم و ادراک دیا جاتا ہے جس کی وجہ سے وہ روز جمعہ زیارت کرنے والے کو دوسرے دن سے زیادہ پہچانتا ہے۔ (۲۔ اشعۃ اللمعات باب زیارۃ القبور فصل ا نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۷۱۶)

شرح سفر السعادۃ میں مفصل و منقح تر فرمایا کہ:

خاصیت سی ام آنکہ روز جمعہ ارواح مومناں بقبور خویش نزدیک می شوند نزدیک شدن معنوی و تعلق و اتصال روحانی نظیر و مشابہ اتصال کہ بہ بدن دارد و زائران را کہ نزدیک قبر می آیند می شناسد و خود ہمیشہ می شناسند ولیکن دریں روز شناختن زیادت بر شناخت سائر ایام ست از جہت نزدیک شدن بقبور لابد شناخت از نزدیک پیشتر و قوی تر باشد از شناخت و دور در بعض روایات آمد کہ ایں شناخت در اول روز پیشتر است از آخر آں ولہذا ازیارت قبور درین وقت مستحب تر است و عادت در حرمین شریفین ہمیں است ۳؎

تیسویں ۳۰ خاصیت یہ ہے کہ جمعہ کے دن مومنین کی روحیں اپنی قبروں سے نزدیک ہوجاتی ہیں، یہ نزدیکی معنوی ہوتی ہے اور روحانی تعلق و اتصال ہوتا ہے جیسے بدن سے قرب و اتصال ہوتا ہے۔ اس دن جو زائرین قبر کے پاس آتے ہیں انھیں پہچانتی ہیں، اور یہ پہچاننا ہمیشہ ہوتا ہے مگر اس دن کی شناخت دیگر ایام کی شناخت سے بڑھی ہوئی ہوتی ہے، ضروری بات ہے کہ نزدیک سے جو شناخت ہے زائد ہوتی ہے وہ دور والی شناخت سے زائد قوی ہوتی ہے اور بعض روایات میں آیا ہے کہ یہ شناخت جمعہ کی شام کو بہ نسبت اور زیادہ ہوتی ہے اسی لیے ←

بیشک پاک جانیں جب بدن کے علاقوں سے جدا ہوتی ہیں، عالم بالا سے مل جاتی ہیں اور سب کچھ ایسا دیکھتی سنتی ہیں جیسے یہاں حاضر ہیں۔

وقت زیارت قبور کا استحباب زیادہ ہے، اور حرمین شریفین کا دستور بھی یہی ہے۔

(۳۔ شرح سفر السعادۃ فصل در بیان تعظیم جمعہ، نوریہ رضویہ سکھر ص ۱۹۹)

اقول ولا عطر بعد العروس (میں کہتا ہوں، دلہن کے بعد عطر نہیں ہے۔ت)

قول (۷۰ و ۷۱): شیخ و شیخ الاسلام نے فرمایا: واللفظ للشیخ فی جامع البرکات (جامع البرکات میں شیخ کے الفاظ ہیں۔ت): تحقیق ثابت شدہ است بآیات واحادیث کہ روح باقی است وا و را علم وشعور بزائران و احوال ایشاں ثابت است وایں امریست مقرر در دین ا۔

آیات واحادیث سے بہ تحقیق ثابت ہو چکا ہے کہ روح باقی رہتی ہے اور اسے زائرین اور ان کے احوال کا علم وادراک ہوتا ہے۔ یہ دین میں ایک طے شدہ امر ہے۔ (ا۔ جامع البرکات)

قول (۷۲): تیسیر میں زیر حدیث من زار قبر ابویہ (جس نے اپنے باپ کی قبر کی زیارت کی۔ت) نقل فرمایا: هذا نص فی ان المیت یشعر من یزورہ والا لما صح تسمیتہ زائرا واذا لم یعلم المزور بزیارۃ من زارہ لم یصح ان یقال زارہ. هذا هو المعقول عند جمیع الامم ۲۔ یہ حدیث نص ہے اس بات میں کہ مُردہ زائر پر مطلع ہوتا ہے ورنہ اسے زائر کہنا صحیح نہ ہوتا کہ جس کی ملاقات کو جائیے جب اسے خبر ہی نہ ہو تو یہ نہیں کہہ سکتے کہ اس سے ملاقات کی، تمام عالم اس لفظ سے یہی معنیٰ سمجھتا ہے۔

(۲۔ تیسیر شرح جامع صغیر تحت من زار قبر ابویہ مکتبۃ الامام الشافعی الریاض السعودیہ ۲ / ۴۲۰)

قول (۷۳ و ۷۴): اشعۃ اللمعات آخر باب الجنائز شرح مشکوٰۃ امام ابن حجر مکی سے زیر حدیث ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کہ آغاز نوع دوم مقصد دوم میں گزری نقل فرمایا:

دریں حدیث دلیلے واضح ست برحیات میت وعلم وے آنکہ واجب است احترام میت نزد زیارت وے خصوصاً صالحان ومراعات ادب بر قدر مراتب ایشاں چنانکہ درحالت حیات ایشاں ۳۔

اس حدیث میں اس پر کھلی ہوئی دلیل موجود ہے کہ وفات یافتہ کو حیات وعلم حاصل ہوتا ہے اور وقت زیارت اس کا احترام واجب ہے خصوصاً صالحین کا احترام اور ان کے مراتب کے لحاظ سے رعایت ادب حیات دنیوی کی طرح ضروری ہے۔

(۳۔ اشعۃ اللمعات باب زیارۃ القبور فصل سوم تیج کمار لکھنؤ ۱ / ۷۲۰)

پھر کتاب الجہاد لمعات میں اسے ذکر کرکے لکھا ہے: و هل هذا الا لاثبات العلم والادراك ا۔ (یہ اگر میت کے لیے علم وادراک ثابت کرنا نہیں تو اور کیا ہے۔ت) (ا۔ لمعات کتاب الجہاد)

فصل ہشتم: وہ اپنے زائروں سے کلام (عہ) کرتے اور ان کے سلام وکلام کا جواب دیتے ہیں۔

عہ: تنبیہ: جواب سلام کا ایک قول فصل ہفتم میں علامہ قونوی سے گزرا ۱۲ منہ (م)

قول (۷۵ تا ۷۸): امام یافعی پھر امام سیوطی امام محب طبری شارح تنبیہ سے ناقل ہیں امام اسمٰعیل حضرمی کے ساتھ مقبرہ زبیدہ ←

....

میں تھے فقال یامحب الدین اتؤمن بکلام الموتی قلت نعم فقال ان صاحب ھذا القبر یقول لی انامن حشو الجنۃ ۲؎ انھوں نے فرمایا: اے محب الدین! آپ اعتقاد رکھتے ہیں کہ مُردے کلام کرتے ہیں؟ میں نے کہا، ہاں، کہاں اس قبر والا مجھ سے کہہ رہا ہے کہ میں جنت کی بھرتی سے ہوں۔ (۲؎ شرح الصدور باب فی زیارۃ القبور الخلافت اکیڈمی منگورہ سوات ص ۸۶)

تنبیہ: اس روایت کے لانے سے یہ غرض نہیں کہ اس میت نے امام اسمٰعیل سے کلام کیا کہ ایسی روایات تو صدہا ہیں اور ہم پہلے کہہ آئے کہ وقائع جزئیہ شمار نہ کریں گے بلکہ محل استدلال یہ ہے کہ وہ دونوں امام احیاء سے اموات کے کلام کرنے پر اعتقاد رکھتے تھے، اور ان دونوں اماموں نے اسے استناداً نقل فرمایا۔

تذییل: امام یافعی امام سیوطی انہی اسمٰعیل قدس سرہ الجلیل سے حاکی ہوئے بعض مقابر یمن پر ان کا گزر ہوا بہ شدت روئے اور سخت مغموم ہوئے، پھر کھلکھلا کر ہنسے اور نہایت شاد ہوئے، کسی نے سبب پوچھا، فرمایا: میں نے اس قبر والوں کو عذاب قبر میں دیکھا، رویا اور جناب الٰہی سے گڑ گڑا کر عرض کی، حکم ہوا: فقد شفعناك فیھم ہم نے تیری شفاعت ان کے حق میں قبول فرمائی، اس پر یہ قبر والی مجھ سے بولی: وانا معھم یا فقیہ اسمٰعیل انا فلانۃ المغنیۃ مولانا اسمٰعیل! میں بھی انھیں میں سے ہوں میں فلانی گانے والی ہوں، میں نے کہا: وانت معھم تو بھی ان کے ساتھ ہے۔ اس پر مجھے ہنسی آئی ۳؎

(۳؎ شرح الصدور باب فی زیارۃ القبور الخ خلافت اکیڈمی منگورہ سوات ص ۸۶)

اللّٰھم اجعلنا ممن رحمتہ باولیائك امین

(اے اللہ ہمیں بھی ان میں شامل فرما جن کو اپنے اولیاء کے طفیل رحمت سے نوازا، الٰہی قبول فرما۔ ت)

قول (۷۹): زہر الربی شرح سنن نسائی میں نقل فرمایا:

ان للروح شانا اخر فتکون فی الرفیق الاعلی وھی متصلۃ بالبدن بحیث اذا سلم المسلم علی صاحبہ ردعلیہ السلام وھی فی مکانھا ھناك الی ان قال انما یاتی الغلط ھھنا من قیاس الغائب علی الشاھد فیعتقدون ان الروح من جنس مایعھد من الاجسام التی اذا شغلت مکانا لم یمکن ان تکون فی غیرہ وھذا غلط محض ۱؎

محض روح کی شان جدا ہے باآنکہ ملاء اعلیٰ میں ہوتی ہے پھر بھی بدن سے ایسی متصل ہے کہ جب سلام کرنے والا سلام کرے جواب دیتی ہے۔ لوگوں کو دھوکا میں یوں ہوتا ہے کہ بے دیکھے چیز کو محسوسات پر قیاس کرکے روح کا حال جسم کا سا سمجھتے ہیں کہ جب ایک مکان میں ہو اسی وقت دوسرے میں نہیں ہو سکتی حالانکہ یہ محض غلط ہے۔

(۱؎ زہر الربی حاشیۃ علی النسائی کتاب الجنائز ارواح المومنین نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱/ ۲۹۲)

قول (۸۰): علامہ زرقانی شرح مواہب میں نقل فرماتے ہیں:

ردالسلام علی المسلم من الانبیاء حقیقی بالروح والجسد بجملتہ، ومن غیر الانبیاء والشھداء باتصال الروح بالجسد اتصالا یحصل بواسطتہ التمکن من الرد مع کون ارواحھم لیست فی اجسادھم وسواء ←

حدیث میں فرمایا:

((إِذَا مَاتَ الْمُؤْمِنُ يُخَلّٰى سَرْبُهٗ يَسْرَحُ حَيْثُ شَاءَ.)) (9)

جب مسلمان مرتا ہے اُس کی راہ کھول دی جاتی ہے، جہاں چاہے جائے۔

شاہ عبدالعزیز صاحب لکھتے ہیں: روح راقُرب وبُعد مکانی یکساں است۔

الجمعة وغيرها على الاصح، لكن لا مانع ان الاتصال في الجمعة واليومين المكتنفين به اقوى من الاتصال في غيرها من الايام ٢؎ اھ ملخصا۔

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا جواب سلام سے مشرف فرمانا توحقیق ہے کہ روح وبدن دونوں سے ہے اور انبیاء وشہداء کے سوا اور مومنین میں یوں ہے۔ کہ ان کی روحیں اگرچہ بدن میں نہیں تاہم بدن سے ایسا اتصال رکھتی ہیں جس کے باعث جواب سلام پر انھیں قدرت ہے اور مذہب اصح یہ ہے کہ جمعہ وغیرہ سب دن برابر ہیں، ہاں اس کا انکار نہیں کہ پنجشنبہ وجمعہ وشنبہ میں اور دونوں کی نسبت اتصال اقوی ہے۔ اھ ملخصاً (٢؎ الزرقانی شرح المواہب المقصد العاشر فی اتمام نعمۃ الطبعۃ العامرہ مصر ٨ / ٣٥٢)

قول (٨١و٨٢): شرح الصدور وطحطاوی حاشیہ مراقی میں نقل فرمایا:

الاحاديث والاثار تدل على ان الزائر متى جاء علم به المزور وسمع سلامه وانس به ورد عليه وهذا عام في حتى الشهداء وغيرهم وانه لا توقيت في ذلك ١؎۔

احادیث وآثار دلیل ہیں کہ جب زائر آتا ہے مُردے کو اس پر علم ہوتا ہے کہ اس کا سلام سُنتا ہے اور اس سے اُنس کرتا ہے اور اس کو جواب دیتا ہے اور یہ بات شہداء وغیر شہداء سب میں عام ہے نہ اس میں کچھ وقت کی خصوصیت (عہ) کہ بعض وقت ہو اور بعض وقت نہیں۔

عہ: انھیں امام جلیل نے انیس الغریب میں فرمایا:

وسلموا ردا على المسلم في اى يوم قاله ابن القيم،

مُردے سلام کے جواب میں سلام کرتے ہیں کوئی دن ہو جیسا کہ ابن قیم نے تصریح کی ١٢ (م)

(١؎ حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح فصل فی زیارۃ القبور دارالکتب العلمیۃ بیروت ص ٦٢٠)

قول (٨٣): بنایہ حاشیہ ہدایہ میں دربارہ حدیث تلقین موتٰی فرمایا:

عند اهل السنة هذا على الحقيقة لان الله تعالى يجيب على ماجاءت به الأثار ٢؎۔

(٢؎ البنایۃ شرح الہدایۃ باب الجنائز مکتبہ امدادیہ مکۃ المکرمہ ١ / ١٠٧٣)

اہل سنت کے نزدیک یہ اپنی حقیقت پر ہے اس لیے کہ مُردہ تلقین کا جواب دیتا ہے جیسا کہ حدیث میں آیا۔

(فتاوی رضویہ، جلد ٢٩، ص ٦٧١۔٧٦٦ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(9) شرح الصدور، باب فضل الموت، ص ١٣۔ والمصنف لابن أبي شيبۃ، کتاب الزھد، کلام عبداللہ بن عمرو، الحدیث: ١٠، ج ٨، ص ١٨٩۔

کافروں کی خبیث روحیں (10) بعض کی ان کے مرگھٹ، یا قبر پر رہتی ہیں، بعض کی چاہ برہوت میں کہ یمن میں ایک نالہ ہے، بعض کی پہلی، دوسری، ساتویں زمین تک، بعض کی اُس کے بھی نیچے سجین میں، اور وہ کہیں بھی ہوں جو اُن کی قبر یا مرگھٹ پر گزرے اُسے دیکھتے، پہچانتے، بات سُنتے ہیں، مگر کہیں جانے آنے کا اختیار نہیں، کہ قید ہیں۔

عقیدہ (۴): یہ خیال کہ وہ روح کسی دوسرے بدن میں چلی جاتی ہے، خواہ وہ آدمی کا بدن ہو یا کسی اور جانور کا جس کو تناسخ اور آواگون کہتے ہیں (11) محض باطل اور اُس کا ماننا کفر ہے۔

عقیدہ (۵): موت کے معنی روح کا جسم سے جدا ہو جانا ہیں، نہ یہ کہ روح مرجاتی ہو (12)، جو روح کو فنا مانے بدمذہب ہے۔

---

(10) کفار کی روحیں

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

روح کا مقام بعد موت حسب مراتب مختلف ہے۔ مسلمانوں میں بعض کی روحیں قبر پر رہتی ہیں اور بعض کی چاہ زمزم میں اور بعض کی آسمان وزمین کے درمیان، اور بعض آسمانِ اول دوم ہفتم تک، اور بعض اعلیٰ علیین میں، اور بعض سبز پرندوں کی شکلیں میں زیر عرش نور کی قندیلوں میں، کفار میں بعض کی روحیں چاہ وادی برہوت میں، بعض کی زمین دوم سوم ہفتم تک، بعض سجین میں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(فتاوی رضویہ، جلد ۹، ص ۶۵۸ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(11) آواگون کے بارے میں حیرت انگیز معلومات

ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت صفحہ 362 پر سے اِس ضمن میں ایک معلوماتی اقتباس ملاحظہ ہو۔ عرض: حضور! بعض جگہ بچہ پیدا ہوتا ہے اور وہ بیان کرتا ہے کہ میں فلاں جگہ پیدا ہوا تھا اور تمام نشانیاں ظاہر کرتا ہے۔ ارشاد: اَلشَّیْطَانُ یَنْطِقُ عَلٰی لِسَانِہٖ. (یعنی) شیطان اُس کی زبان پر بولتا ہے۔ اِس (نومولود) کا شیطان (ہمزاد) اُس (مرنے والے) بچے کے شیطان (ہمزاد) سے پوچھ رکھتا ہے (اور) وہی بیان کرتا ہے تا کہ لوگ گمراہ ہوں کہ او ہو! یہ تو آواگون ہو گیا۔

(12) روح کے لیے فنا نہیں

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

مقدمہ اولیٰ: فصول سابقہ میں ثابت ہوا کہ اہلسنت کے نزدیک روح کے لیے فنا نہیں، موت سے روحوں کا مرجانا بدمذہبوں کا قول ہے۔ کتب عقائد مثل مقاصد ومواقف وطوالع، اور ان کی شروح وغیرہا اس کی تصریحات سے مالا مال ہیں، یہ مسئلہ بلکہ خود روح جسم کے علاوہ ایک شی ہونا ہی اگرچہ بنظر بعض الناس مجملہ نظریات تھا جس کے سبب امام اجل فخر الدین رازی کو تفسیر کبیر میں زیر کریمہ یسئلونک عن الروح الآیہ اس پر سترہ حجج قاہرہ (عہ) کا قائم کرنا پڑا مگر قرآن وحدیث پر اتنے نصوص واضحہ قاطعہ عطا نہیں فرماتے جن کا حصر وشمار ہو سکے اور اب تو بحمد اللہ تعالیٰ یہ باتیں اہل اسلام میں بدیہیات سے ہیں جان کا جانا ہر ایک جان نہیں مگر انجان جان کا جانا جسم سے نکلنا ضرور جانتا ہے ←

....

اور ساتھ ہی فاتحہ وخیرات وایصال ثواب حسنات وصدقات سے بتا دیتا ہے کہ وہ روح کو باقی و برقرار مانتا ہے تو موت حقیقتا صفت بدن ہے نہ کہ وصف روح ولہذا علامہ الوجود مفتی ابوالسعود محمد نے تفسیرات ارشاد العقل السلیم میں زیر قول تعالیٰ بل احیاء عند ربھم (بلکہ وہ اپنے رب کے یہاں زندہ ہیں۔ت)

عہ: ان میں بعض دلائل کا خلاصہ قریب آتا ہے جن سے موت بدن حیات روح بھی ثابت ۱۲ منہ (م) (۱؎ القرآن ۱۵ / ۸۵)

فرمایا: فیه دلالة علی ان روح الانسان جسم لطیف لایفنی بخراب البدن ولایتوقف علیه ادراکه وتالمه والتذاذه ۲؎۔ اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ انسان کی روح ایک جسم لطیف ہے جو بدن کے ہلاک ہونے سے فنا نہیں ہوتی اور اس کا ادراک اور لذت والم پانا بدن پر موقوف نہیں۔ (۲؎ ارشاد العقل السلیم تحت آیہ مذکور بدار احیاء التراث العربی بیروت ۲ / ۱۱۲)

پھر بھی مجازاً روح مفارق عن البدن پر بھی اس کا اطلاق آتا ہے۔ حدیث میں ہے:

اللھم رب الارواح الفانية والاجساد البالية ۱؎ الحدیث ولفظه عند ابن السنی عن ابن مسعود رضی الله تعالٰی عنه قال کان رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم اذا دخل الجبانة یقول السلام علیکم ایتها الارواح الفانية، والابدان البالية والعظام النخرة التی خرجت من الدنیا وهی بالله المؤمنة اللهم ادخل علیهم روحا منك وسلاما منا ۲؎۔

اے اللہ فانی ارواح اور بوسیدہ اجسام کے رب، الحدیث۔ ابن السنی کے یہاں حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں، وہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب قبرستان میں داخل ہوتے تو فرماتے: تم پر سلام ہو اے فانی ارواح اور بوسیدہ اجسام اور گلی ہوئی ہڈیو! جو دنیا سے خدا پر ایمان کے ساتھ نکلے۔ اے اللہ! ان پر اپنی جانب سے آسائش اور ہماری طرف سے سلام پہنچا۔ (۱؎ تنزیہ الشریعۃ المرفوعۃ کتاب الذکر والدعاء فصل ثالث دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲ / ۳۲۸) (۲؎ کتاب عمل الیوم واللیلۃ باب مایقول اذا خرج الی المقابر حدیث ۵۹۳ نور محمد اصح المطابع کراچی ص ۱۹۸)

علامہ عزیزی اس حدیث کے نیچے سراج المنیر میں فرماتے ہیں: (الارواح الفانية) ای الفسانی اجسادها ۳؎۔

(ارواح فانی کا مطلب یہ ہے کہ جن کے جسم فانی ہیں۔ت)

(۳؎ السراج المنیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث مذکور مطبعۃ ازہریۃ مصریۃ مصر ۳ / ۱۲۵)

علامہ زین العابدین مناوی تیسیر میں فرماتے ہیں:

الارواح التی اجسادها فانية ولا فالارواح لاتفنی ۴؎۔

(یعنی وہ ارواح جن کے جسم فانی ہیں ورنہ ارواح تو فنا نہیں ہوتیں۔

علامہ حفنی حاشیہ جامع صغیر میں فرماتے ہیں:

قوله الفانية ای الفانية اجسادها اذا الارواح لا تفنی ولذا اتی بالجملة بعدها مفسرة لذالك اعنی ←

عقیدہ (۶): مردہ کلام بھی کرتا ہے (13) اور اُس کے کلام کو عوام جن اور انسان کے سوا اور تمام حیوانات وغیرہ

والابدان البالیۃ ای فی غیر نحو الشھداء ۵ـ

اس قول الفانیۃ یعنی جن روحوں کے جسم فانی ہیں کیونکہ روحیں فنا نہیں ہوتی اس لیے اس کی تفسیر کرنیوالا جملہ بعد میں لائے ۔میری مراد، الابدان البالیہ (بوسیدہ اجسام) یعنی شہداء کے ماسوا اجسام بوسیدہ ہیں۔

(۵ـ حواشی الحفنی علی حاشیہ السراج المنیر شرح الجامع الصغیر مطبعۃ ازہریۃ مصریۃ مصر ۳/۱۲۵)

ان سب عبارات کا محصل یہ کہ روح پر اطلاق فانی باعتبار جسم واقع ہوا یعنی اے وہ روحو! جن کے بدن فنا ہو گئے تم پر سلام ہو۔ ورنہ خود روح کے لیے ہرگز فنا نہیں۔ ولہذا دوسرے فقرے میں اس کی تفسیر فرمادی کہ گلے ہوئے بدن یعنی عام لوگوں کے لیے کہ شہداء اور ان کے مثل خواص کے جسم پر بھی سلامت رہتے ہیں، اس کے بعد تیسیر وسراج المنیر دونوں میں ہے:

فیہ ان الاموات یسمعون اذلا یخاطب الامن یسمع ا ـ

(اـ السراج المنیر شرح الجامع الصغیر تحت آیہ مذکورہ مطبعۃ ازہریۃ مصریۃ مصر ۳/۱۲۵)

یعنی اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہو کہ مردے سنتے ہیں خطاب اس سے کیا جاتا ہے جو سنتا ہو۔

(فتاوی رضویہ، جلد ۹، ص ۸۴۵ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(13) مردہ کلام بھی کرتا ہے

حضرت ابوسعید سے روایت ہے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب جنازہ رکھا جاتا ہے پھر اسے لوگ اپنی گردنوں پر اٹھاتے ہیں تو اگر وہ نیک ہوتا ہے تو کہتا ہے مجھے لے چلو اور اگر بد ہوتو اپنے گھر والوں سے کہتا ہے ہائے اسے کہاں لے جاتے ہو اس کی آواز انسان کے سوا ہر چیز سنتی ہے اگر انسان سنے تو بے ہوش ہو جائے۔ (صحیح البخاري، کتاب الجنائز، باب کلام المیت علی الجنازۃ، الحدیث: ۱۳۸۰، ج۱، ص۴۶۵)

مفسرِ شہیر حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان فرماتے ہیں:

جنازے سے مراد میت ہے اور اس کے رکھے جانے سے مراد گھر سے باہر نکال کر لوگوں کے سامنے قبرستان لے جانے کے لیے رکھا جانا ہے۔ ظاہر یہی ہے کہ مردہ بزبان قال یہ گفتگو کرتا ہے کیونکہ اسے نزع میں ہی اپنے آئندہ حال کا پتہ چل جاتا ہے، اب اسے یہاں ٹھہرنا وبال معلوم ہوتا ہے اس لیے کہتا ہے جلدی پہنچاؤ۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس حالت ہی میں جسم میں جان پڑ چکی ہوتی ہے اور بعد موت مردہ بولتا بھی ہے، سنتا بھی ہے جیسا کہ باب عذاب قبر میں گزر چکا کہ مردہ چلنے والوں کے جوتوں کی آہٹ سنتا ہے۔ احمد، طبرانی، ابن ابی دنیا، معروزی، اور ابن مندہ نے ابوسعید خدری سے روایت کی کہ میت اپنے غسل دینے والے، اٹھانے والے، کفن دینے والے اور قبر میں اتارنے والے سب کو پہچانتا ہے۔ (مرقات)

۲ـ اس عبارت سے معلوم ہوا کہ مردے کی یہ گفتگو زبان قال سے آواز کے ساتھ ہی ہوتی ہے جسے جانور فرشتہ کنکر، پتھر سب سنتے ہیں انسان کو اس لیے نہ سنائی گئی کہ اولاً تو اس میں اس آواز کی برداشت کی طاقت نہیں۔ دوسرے اس پر ایمان بالغیب لازم ہے اگر وہ آواز سن لے تو ایمان بالغیب نہ رہے۔ (مراۃ المناجیح ج۲ ص۷۷)

سنتے بھی ہیں (14)۔

(14) مردے سنتے ہیں اور محبوبین بعد وفات مدد کرتے ہیں

مفسرِ شہیر حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان علم القرآن میں فرماتے ہیں:

اس مسئلہ کی تحقیق پہلے بابوں میں ہو چکی ہے کہ مسلمانوں کا متفقہ عقیدہ ہے کہ مردے سنتے ہیں اور زندوں کے حالات دیکھتے ہیں کچھ اجمالی طور سے یہاں عرض کیا جاتا ہے۔

(1) فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِیْ دَارِهِمْ جٰثِمِیْنَ ○ فَتَوَلّٰی عَنْهُمْ وَقَالَ یٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسَالَةَ رَبِّیْ وَنَصَحْتُ لَكُمْ وَلٰكِنْ لَّا تُحِبُّوْنَ النّٰصِحِیْنَ ○

پس پکڑ لیا قوم صالح کو زلزلے نے تو وہ صبح کو اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے پھر صالح نے ان سے منہ پھیرا اور کہا کہ اے میری قوم میں نے تمہیں اپنے رب کی رسالت پہنچا دی اور تمہاری خیر خواہی کی لیکن تم خیر خواہوں کو پسند نہیں کرتے۔

(پ8، الاعراف: 78۔79)

(2) فَتَوَلّٰی عَنْهُمْ وَقَالَ یٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّیْ وَنَصَحْتُ لَكُمْ فَكَیْفَ اٰسٰی عَلٰی قَوْمٍ كٰفِرِیْنَ ○

تو شعیب نے ان مرے ہوؤں سے منہ پھیرا اور کہا اے میری قوم میں تمہیں اپنے رب کی رسالت پہنچا چکا اور تمہیں نصیحت کی تو کیوں کر غم کروں کافروں پر۔ (پ9، الاعراف: 93)

ان آیتوں سے معلوم ہوا کہ صالح علیہ السلام اور شعیب علیہ السلام نے ہلاک شدہ قوم پر کھڑے ہو کر ان سے یہ باتیں کیں۔

(3) وَسْئَلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَا اَجَعَلْنَا مِنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ اٰلِهَةً یُّعْبَدُوْنَ ○

ان رسولوں سے پوچھو جو ہم نے آپ سے پہلے بھیجے کیا ہم نے رحمن کے سوا اور خدا ٹھہرائے ہیں جو پوجے جاویں۔ (پ25، الزخرف: 45)

گزشتہ نبی حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں وفات پا چکے تھے فرمایا جا رہا ہے کہ وفات یافتہ رسولوں سے پوچھو کہ ہم نے شرک کی اجازت نہ دی تو ان کی امتیں ان پر تہمت لگا کر کہتی ہیں کہ ہمیں شرک کا حکم ہمارے پیغمبروں نے دیا ہے۔

اگر مردے نہیں سنتے تو ان سے پوچھنے کے کیا معنی؟ بلکہ اس تیسری آیت نے تو یہ معلوم ہوا کہ خاص بزرگوں کو مردے جواب بھی دیتے ہیں اور وہ جواب بھی سن لیتے ہیں۔ اب بھی کشف قبور کرنے والے مردوں سے سوال کر لیتے ہیں۔ اس لئے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے بدر کے مقتول کافروں سے پکار کر فرمایا کہ بولو میرے تمام فرمان سچے تھے یا نہیں۔ فاروق اعظم نے عرض کیا کہ بے جان مردوں سے آپ کلام کیوں فرماتے ہیں تو فرمایا وہ تم سے زیادہ سنتے ہیں۔

(صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب فی عذاب القبر، الحدیث 1370، ج1، ص462، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

دوسری روایت میں ہے کہ دفن کے بعد جب زندے واپس ہوتے ہیں تو مردہ ان کے پاؤں کی آہٹ سنتا ہے۔

(مکاشفۃ القلوب، الباب الخامس والاربعون فی بیان القبر وسؤالہ، ص۱۷۱، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

اسی لئے ہم نمازوں میں حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کو سلام کرتے ہیں اور کھانا کھانے والے، استنجا کرنے والے، سوتے ہوئے کو

عقیدہ (۷): جب مردہ کو قبر میں دفن کرتے ہیں، اُس وقت اُس کو قبر دباتی ہے۔ اگر وہ مسلمان ہے تو اُس کا دبانا ایسا ہوتا ہے کہ جیسے ماں پیار میں اپنے بچّے کو زور سے چپٹا لیتی ہے، اور اگر کافر ہے تو اُس کو اِس زور سے دباتی ہے کہ اِدھر کی پسلیاں اُدھر اور اُدھر کی اِدھر ہو جاتی ہیں (15)۔

عقیدہ (۸): جب دفن کرنے والے دفن کرکے وہاں سے چلتے ہیں وہ اُن کے جوتوں کی آواز سنتا ہے، اُس وقت اُس کے پاس دو فرشتے اپنے دانتوں سے زمین چیرتے ہوئے آتے ہیں، اُن کی شکلیں نہایت ڈراوٴنی اور ہیبت ناک ہوتی ہیں، اُن کے بدن کا رنگ سیاہ، اور آنکھیں سیاہ اور نیلی، اور دیگ کی برابر اور شعلہ زن ہیں، اور اُن کے مُہیب بال سر سے پاؤں تک، اور اُن کے دانت کئی ہاتھ کے، جن سے زمین چیرتے ہوئے آئیں گے، اُن میں ایک کو منکر،

سلام کرنا منع ہے کیونکہ وہ جواب نہیں دے سکتے تو جو جواب نہ دے سکے اسے سلام کرنا منع ہے اگر مردے نہ سنتے ہوتے تو قبرستان جاتے وقت انہیں سلام نہ کیا جاتا اور نماز میں حضور کو سلام نہ ہوتا۔

زندگی میں لوگوں کی سننے کی طاقت مختلف ہوتی ہے بعض قریب سے سنتے ہیں جیسے عام لوگ اور بعض دور سے بھی سن لیتے ہیں جیسے پیغمبر اور اولیاء۔ مرنے کے بعد یہ طاقت بڑھتی ہے گھٹتی نہیں لہٰذا عام مردوں کو ان کے قبرستان میں جاکر پکار سکتے ہیں دور سے نہیں لیکن انبیاء و اولیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو دور سے بھی پکار سکتے ہیں کیونکہ وہ جب زندگی میں دور سے سنتے تھے تو بعد وفات بھی سنیں گے۔ لہٰذا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو ہر جگہ سے سلام عرض کرو مگر دوسرے مردوں کو صرف قبر پر جاکر دور سے نہیں۔

دوسری ہدایت: اگرچہ مرنے کے بعد روح اپنے مقام پر رہتی ہے لیکن اس کا تعلق قبر سے ضرور رہتا ہے کہ عام مردوں کو قبر پر جاکر پکارا جاوے تو سنیں گے مگر اور جگہ سے نہیں۔ جیسے سونے والا آدمی کہ اس کی ایک روح نکل کر عالم میں سیر کرتی ہے لیکن اگر اس کے جسم کے پاس کھڑے ہوکر آواز دو تو سنے گی۔ دوسری جگہ سے نہیں سنتی۔

(15) قبر دباتی ہے

حضرت سیدنا عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: جب کسی بندۂ مؤمن کو قبر میں رکھا جاتا ہے تو اس کی قبر ستر گز لمبی اور ستر گز چوڑی کردی جاتی ہے۔ اس پر خوشبودار ٹھنڈی ہوائیں چلائی جاتی ہیں۔ اسے ریشمی لباس پہنایا جاتا ہے۔ پھر اگر اس کے نامۂ اعمال میں کچھ تلاوتِ قرآن بھی ہو تو اس کا نور ہی اسے قبر میں کافی ہوتا ہے۔ اور اس کی مثال دلہن کی سی ہے کہ وہ سوتی ہے تو اس کا محبوب ترین شخص ہی اسے بیدار کرتا ہے پھر وہ اس طرح بیدار ہوتی ہے گویا ابھی اس کی نیند باقی ہے۔ اور فاجر و فاسق اور کافر کی قبر کو اس قدر تنگ کردیا جاتا ہے کہ اس کی پسلیاں ٹوٹ پھوٹ کر ایک دوسرے میں پیوست ہوجاتی ہیں۔ اس پر اونٹ کی گردن کی مانند موٹے موٹے سانپ چھوڑ دیے جاتے ہیں۔ وہ ان کا گوشت کھاتے ہیں یہاں تک کہ ہڈیوں پر ذرہ برابر گوشت بھی نہیں چھوڑتے۔ پھر گونگے، بہرے اور اندھے فرشتوں کو لوہے کے گرز دے کر اس پر مسلّط کردیا جاتا ہے۔ تو وہ ان گرزوں سے اسے مارتے ہیں، انہیں سنائی نہیں دیتا کہ اس کی چیخ و پکار سن کر ترس کھائیں، نہ انہیں دکھائی دیتا ہے کہ اس کی حالت زار دیکھ کر اس پر نرمی برتیں۔ اسے صبح و شام آگ پر پیش کیا جاتا ہے۔ (الامان والحفیظ)

(مصنف عبدالرزاق، کتاب الجنائز، باب الصبر والبکاء والنیاحۃ، الحدیث ۶۷۴۱، ج ۳، ص ۳۷۴، بتغیر)

دوسرے کو نکیر کہتے ہیں، مردے کو جھنجھوڑتے اور جھڑک کر اُٹھاتے اور نہایت سختی کے ساتھ کرخت آواز میں سوال کرتے ہیں۔

پہلا سوال: ((مَنْ رَّبُّكَ؟))

تیرا رب کون ہے؟

دوسرا سوال: ((مَا دِيْنُكَ؟))

تیرا دین کیا ہے؟

تیسرا سوال: ((مَا كُنْتَ تَقُوْلُ فِيْ هٰذَا الرَّجُلِ؟))

ان کے بارے میں تُو کیا کہتا تھا؟

مردہ مسلمان ہے تو پہلے سوال کا جواب دے گا:

((رَبِّيَ اللهُ.))

میرا رب اللہ (عزوجل) ہے۔

اور دوسرے کا جواب دے گا:

((دِيْنِيَ الْإِسْلَامُ.))

میرا دین اسلام ہے۔

تیسرے سوال کا جواب دے گا:

((هُوَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.))

وہ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔

وہ کہیں گے، تجھے کس نے بتایا؟ کہے گا: میں نے اللہ (عزوجل) کی کتاب پڑھی، اس پر ایمان لایا اور تصدیق کی۔ بعض روایتوں میں آیا ہے، کہ سوال کا جواب پا کر کہیں گے کہ ہمیں تو معلوم تھا کہ تُو یہی کہے گا، اُس وقت آسمان سے ایک منادی ندا کریگا کہ میرے بندہ نے سچ کہا، اس کے لیے جنت کا بچھونا بچھاؤ، اور جنت کا لباس پہناؤ اور اس کے لیے جنت کی طرف ایک دروازہ کھول دو۔ جنت کی نسیم اور خوشبو اُس کے پاس آتی رہے گی اور جہاں تک نگاہ پھیلے گی، وہاں تک اُس کی قبر کشادہ کردی جائے گی اور اُس سے کہا جائے گا کہ تو سو جیسے دُولھا سوتا ہے(16)۔ یہ خواص کے

---

(16) مؤمن کا سفرِ آخرت:

پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بندۂ مؤمن جب مرنے کے قریب ہوتا ہے تو اللہ عزَّ وَجَلَّ فرشتوں کو بھیجتا ہے ←

لیے عموماً ہے اور عوام میں اُن کے لیے جن کو وہ چاہے، ورنہ وسعتِ قبر حسب مراتب مختلف ہے، بعض کیلئے ستر ستر ہاتھ لمبی چوڑی، بعض کے لیے جتنی وہ چاہے زیادہ، حتیٰ کہ جہاں تک نگاہ پہنچے، اور عصاۃ میں بعض پر عذاب بھی ہوگا ان کی معصیت کے لائق، پھر اُس کے پیرانِ عظام یا مذہب کے امام یا اور اولیائے کرام کی شفاعت یا محض رحمت سے جب وہ چاہے گا، نجات پائیں گے، اور بعض نے کہا کہ مؤمن عاصی پر عذابِ قبر شبِ جمعہ آنے تک ہے، اس کے آتے ہی اٹھا لیا جائے گا، واللہ تعالیٰ اعلم۔

جن کے چہرے سورج کی مانند ہوتے ہیں، اُن کے پاس اس کی خوشبو اور کفن ہوتا ہے، وہ اس کے سامنے تاحدِ نگاہ بیٹھ جاتے ہیں، جب اس کی روح نکلتی ہے تو زمین وآسمان کے درمیان والے فرشتے اور تمام آسمانی فرشتے اس کے لئے دعائے رحمت کرتے ہیں، اس کے لئے آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور ہر دروازہ تمنا کرتا ہے کہ اُس کی روح اس کے اندر داخل ہو۔ جب اس کی روح اوپر لائی جاتی ہے تو کہا جاتا ہے: اے رب عزَّ وَجَلَّ! یہ تیرا فلاں بندہ حاضر ہے۔ اللہ عزَّ وَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے: اس کو واپس لے جاؤ! اور وہ کرامات دکھاؤ جو میں نے اس کے لئے تیار کر رکھی ہیں، کیونکہ میرا اس سے وعدہ ہے:

مِنۡهَا خَلَقۡنٰكُمۡ وَفِيۡهَا نُعِيۡدُكُمۡ وَمِنۡهَا نُخۡرِجُكُمۡ تَارَةً اُخۡرٰى ۝

ترجمۂ کنزالایمان: ہم نے زمین ہی سے تمہیں بنایا اور اسی میں تمہیں پھر لے جائیں گے اور اسی سے تمہیں دوبارہ نکالیں گے۔

(پ16، طٰہٰ:55)

مُردہ جوتوں کی آواز سنتا ہے؟

جب لوگ واپس لوٹتے ہیں تو مُردہ اُن کے جوتوں کی آواز سنتا ہے یہاں تک کہ اس سے پوچھا جاتا ہے: يَا هٰذَا، مَنْ رَّبُّكَ؟ وَمَا دِيْنُكَ؟ وَمَنْ نَّبِيُّكَ؟ ترجمہ: اے فلاں! تیرا رب کون ہے؟ تیرا دین کیا ہے؟ اور تیرا نبی کون ہے؟ وہ جواب دیتا ہے: میرا رب اللہ عزَّ وَجَلَّ ہے، میرا دین اسلام ہے اور میرے نبی حضرت (سیِّدنا) محمد مصطفیٰ (صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم) ہیں۔ وہ دونوں فرشتے اسے بہت زیادہ جھنجھوڑتے ہیں اور یہ آخری آزمائش ہے جس میں میت کو مبتلا کیا جاتا ہے۔ پس جب وہ یہ جوابات دیتا ہے تو ایک منادی ندا دیتا ہے: تو نے سچ کہا اور یہی اللہ عزَّ وَجَلَّ کے اس فرمان کا معنی ہے:

يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا بِالۡقَوۡلِ الثَّابِتِ فِى الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا وَفِى الۡاٰخِرَةِ

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ ثابت رکھتا ہے ایمان والوں کو حق بات پر دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں۔ (پ13، ابراھیم:27)

پھر اس کے پاس ایک آنے والا آتا ہے جو نہایت خوبصورت چہرے والا، عمدہ خوشبو اور حسین لباس میں ملبوس ہوتا ہے، وہ کہتا ہے: تجھے تیرے رب کی رحمت اور باغات کی خوشخبری ہو، جن میں دائمی نعمتیں ہیں۔ قبر والا کہتا ہے: اللہ عزَّ وَجَلَّ تجھے بھی بھلائی کی بشارت دے، تو کون ہے؟ وہ کہتا ہے: میں تیرا نیک عمل ہوں، اللہ عزَّ وَجَلَّ کی قسم! میں جانتا تھا کہ تو نیکی میں جلدی کرنے والا اور اللہ عزَّ وَجَلَّ کی نافرمانی میں دیر کرنے والا تھا، اللہ تعالیٰ تجھے جزائے خیر عطا فرمائے۔ پھر ایک منادی ندا دیتا ہے: اس کے لئے جنت کا بچھونا بچھاؤ اور جنت کی طرف دروازہ کھول دو۔ پس اس کے لئے جنتی بچھونا بچھایا جاتا اور جنت کی طرف دروازہ کھولا جاتا ہے۔ وہ عرض کرتا ہے: اے اللہ عزَّ وَجَلَّ! ←

ہاں! یہ حدیث سے ثابت ہے کہ جو مسلمان شبِ جمعہ یا روزِ جمعہ یا رمضانِ مبارک کے کسی دن رات میں مرے گا، سوالِ نکیرین وعذابِ قبر سے محفوظ رہے گا۔ اور یہ جو ارشاد ہوا کہ اُس کے لیے جنت کی کھڑکی کھول دیں گے، یہ یوں ہوگا کے پہلے اُس کے بائیں ہاتھ کی طرف جہنم کی کھڑکی کھولیں گے، جس کی لپٹ اور جلن اور گرم ہوا اور سخت بدبو آئے

جلد از جلد قیامت قائم فرما، تا کہ میں اپنے اہل ومال کی طرف لوٹ جاؤں۔

کافر کا سفرِ آخرت:

کافر جب مرنے کے قریب ہوتا ہے اور دنیا سے اس کا رشتہ ختم ہونے لگتا ہے، تو اس کے پاس نہایت سخت کرّ ے (یعنی طاقتور) فرشتے آتے ہیں، اُن کے پاس آگ کا لباس اور گندھک کی قمیص ہوتی ہے، وہ اُسے گھیر لیتے ہیں۔ جب اس کی رُوح نکلتی ہے تو زمین وآسمان کے درمیان والے فرشتے اور تمام آسمانی فرشتے اس پر لعنت بھیجتے ہیں اور اس پر آسمانوں کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں۔ ہر دروازہ ناپسند کرتا ہے کہ وہ اس میں سے گزرے۔ جب اس کی روح کو اُوپر لے جایا جاتا ہے، تو اسے پھینک دیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے: اے رب عَزَّ وَجَلَّ! یہ تیرا فلاں بندہ ہے اسے نہ آسمان قبول کرتا ہے نہ زمین۔

اللہ عَزَّ وَجَلَّ فرماتا ہے: اس کو واپس لے جاؤ اور میں نے اس کے لئے جو شر (یعنی بڑا عذاب) تیار کر رکھا ہے وہ اسے دِکھاؤ کیونکہ میرا اس سے وعدہ ہے:

مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى ○

ترجمۂ کنزالایمان: ہم نے زمین ہی سے تمہیں بنایا اور اسی میں تمہیں پھر لے جائیں گے اور اسی سے تمہیں دوبارہ نکالیں گے۔

(پ16، طٰہٰ:55)

جب لوگ واپس پلٹتے ہیں، تو مُردہ اُن کے جوتوں کی آواز سنتا ہے یہاں تک کہ اس سے پوچھا جاتا ہے: يَا هٰذَا، مَنْ رَبُّكَ؟ وَمَا دِيْنُكَ؟ وَمَنْ نَبِيُّكَ؟ ترجمہ: اے فلاں! تیرا رب کون ہے؟ تیرا دین کیا ہے؟ اور تیرا نبی کون ہے؟ وہ جواب دیتا ہے: میں نہیں جانتا۔ پس کہا جاتا ہے: تو نے جاننے کی کوشش ہی نہیں کی تھی۔

پھر اس کے پاس ایک نہایت بدصورت، بدبودار، بدلباس آتا ہے، وہ کہتا ہے: تجھے اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی ناراضگی اور دردناک دائمی عذاب کی خبر ہو۔ کافر مردہ کہتا ہے: اللہ عَزَّ وَجَلَّ تجھے بری خبر سنائے، تو کون ہے؟ وہ جواب دیتا ہے: میں تیرا برا عمل ہوں، اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی قسم! تو اس کی نافرمانی میں جلدی کرتا اور اس کی فرمانبرداری میں کوتاہی کرتا تھا، اللہ عَزَّ وَجَلَّ تجھے برا بدلہ دے۔ پھر اس پر ایک بہرہ، اندھا اور گونگا فرشتہ مقرر کیا جاتا ہے، اس کے پاس لوہے کا ایک گُرز ہوتا ہے، اگر جن وانس اسے مل کر اُٹھانا چاہیں تو نہ اُٹھا سکیں، اگر اُسے پہاڑ پر مارا جائے تو وہ مٹی بن جائے۔ وہ اُسے ایک ضرب لگاتا ہے تو وہ (کافر مردہ) مٹی ہو جاتا ہے پھر اس میں روح لوٹ آتی ہے، پھر وہ اس کی آنکھوں کے درمیان ایک ضرب لگاتا ہے تو جن وانس کے علاوہ زمین کی تمام مخلوق اُسے سنتی ہے۔ مزید فرمایا: پھر ایک ندا دینے والا ندا دیتا ہے: اس کے لئے آگ کی تختیاں بچھاؤ اور جہنم کی طرف ایک دروازہ کھول دو۔ پس اس کے لئے آگ کی دو تختیاں بچھائی جاتی ہیں اور جہنم کی طرف ایک دروازہ کھول دیا جاتا ہے۔ (سنن ابی داؤد، کتاب السنۃ، باب مسئلۃ فی القبر، الحدیث ۴۷۵۳، ج۴، ص۱۵۷، ملخصًا)

گی اور معاً بند کر دیں گے، اُس کے بعد دہنی طرف سے جنت کی کھڑکی کھولیں گے اور اُس سے کہا جائے گا کہ اگر تُو اِن سوالوں کے صحیح جواب نہ دیتا تو تیرے واسطے وہ تھی اور اب یہ ہے، تاکہ وہ اپنے رب کی نعمت کی قدر جانے کہ کیسی بلائے عظیم سے بچا کر کیسی نعمتِ عظمٰی عطا فرمائی۔ اور منافق کے لیے اس کا عکس ہوگا، پہلے جنت کی کھڑکی کھولیں گے کہ اس کی خوشبو، ٹھنڈک، راحت، نعمت کی جھلک دیکھے گا اور معاً بند کر دیں گے اور دوزخ کی کھڑکی کھول دیں گے، تاکہ اُس پر اس بلائے عظیم کے ساتھ حسرتِ عظیم بھی ہو، کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نہ مان کر، یا اُن کی شانِ رفیع میں ادنیٰ گستاخی کر کے کیسی نعمت کھوئی اور کیسی آفت پائی! اور اگر مُردہ منافق ہے تو سب سوالوں کے جواب میں یہ کہے گا:

((هَاهْ هَاهْ لَا أَدْرِي.))

افسوس! مجھے تو کچھ معلوم نہیں۔

((كُنْتُ أَسْمَعُ النَّاسَ يَقُولُونَ شَيْئًا فَأَقُولُ.))

میں لوگوں کو کہتے سنتا تھا، خود بھی کہتا تھا۔

اس وقت ایک پکارنے والا آسمان سے پکارے گا: کہ یہ جھوٹا ہے، اس کے لیے آگ کا بچھونا بچھاؤ اور آگ کا لباس پہناؤ اور جہنم کی طرف ایک دروازہ کھول دو۔ اس کی گرمی اور لپٹ اس کو پہنچے گی اور اس پر عذاب دینے کے لیے دو فرشتے مقرر ہوں گے، جو اندھے اور بہرے ہوں گے، ان کے ساتھ لوہے کا گُرز ہوگا کہ پہاڑ پر اگر مارا جائے تو خاک ہو جائے، اُس ہتوڑے سے اُس کو مارتے رہیں گے۔ نیز سانپ اور بچھو اسے عذاب پہنچاتے رہیں گے، نیز اعمال اپنے مناسب شکل پر متشکّل ہو کر کتا یا بھیڑیا یا اور شکل کے بن کر اُس کو ایذا پہنچائیں گے اور نیکوں کے اعمالِ حَسنہ مقبول و محبوب صورت پر متشکّل ہو کر اُنس دیں گے۔

(المستدرک، کتاب الایمان، باب مجیء ملک الموت عند قبض الروح۔۔۔۔۔۔ الخ، الحدیث ۱۱۴، ج ۱، ص ۱۹۸ تا ۲۰۰)

حضور نبیِ پاک، صاحبِ لولاک، سیّاحِ افلاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ جنت نشان ہے: مؤمن اپنی قبر میں سرسبز باغ میں ہوتا ہے اور اُس کی قبر ستر گز کشادہ اور منوّر ہو جاتی ہے یہاں تک کہ چودھویں کے چاند کی طرح ہو جاتی ہے اور کیا تم جانتے ہو کہ یہ آیت کس کے بارے میں نازل ہوئی؟ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا (پ ۱۶، طٰہٰ: ۱۲۴) ترجمۂ کنزالایمان: تو بے شک اس کے لئے تنگ زندگانی ہے۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کی: اللہ عزّوجلّ اور اس کا رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بہتر جانتا ہے۔ تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کافر کو قبر میں یوں عذاب ہوتا ہے کہ اس پر ننانوے تِنّین مسلّط کر دیئے جاتے ہیں، کیا تم جانتے ہو تِنّین کیا ہے؟ وہ ننانوے سانپ ہیں، ہر سانپ کے ستر سر (یعنی پھن) ہیں، وہ قیامت تک اس کے جسم کو کاٹتے، چاٹتے اور پھنکارتے رہیں گے۔

(الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان، کتاب الجنائز، فصل فی احوال المیت فی قبرہ، الحدیث ۳۱۱۲، ج ۵، ص ۵۰، تسع وتسعون بدلہ سبعون)

عقیدہ (۹): عذاب قبر حق ہے (17)، اور یوہیں تنعیم قبر حق ہے، اور دونوں جسم و روح دونوں پر ہیں، جیسا کہ اوپر گزرا۔ جسم اگرچہ گل جائے، جل جائے، خاک ہو جائے، مگر اُس کے اجزائے اصلیہ قیامت تک باقی رہیں گے، وہ مورِدِ عذاب و ثواب ہوں گے اور اُنھیں پر روزِ قیامت دوبارہ ترکیب جسم فرمائی جائے گی، وہ کچھ ایسے باریک اجزا ہیں ریڑھ کی ہڈی میں جس کو عَجْبُ الذَّنب کہتے ہیں، کہ نہ کسی خوردبین سے نظر آسکتے ہیں، نہ آگ اُنھیں جلا سکتی ہے، نہ زمین اُنھیں گلا سکتی ہے، وہی تخمِ جسم ہیں (18)۔ ولہٰذا روزِ قیامت روحوں کا اِعادہ اُسی جسم میں ہوگا، نہ جسمِ دیگر میں، بالائی

---

(17) عذاب قبر برحق ہے

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اَلنَّارُ یُعْرَضُوْنَ عَلَیْهَا غُدُوًّا وَّ عَشِیًّا وَ یَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ اَدْخِلُوْا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ ۝

ترجمہ کنزالایمان: آگ جس پر صبح و شام پیش کیے جاتے ہیں (۱) اور جس دن قیامت قائم ہوگی حکم ہوگا (۲) فرعون والوں کو سخت تر عذاب میں داخل کرو۔ (۳) (پ ۲۴، المؤمن: ۴۶)

مُفسّرِ شہیر حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان فرماتے ہیں:

(۱) اس طرح کہ ان کی قبروں میں دوزخ کی گرمی تو ہر وقت ہی رہتی ہے مگر آگ کی پیشی صبح و شام ہوتی رہے گی قیامت تک۔ قبر سے مراد عالَمِ برزخ ہے اس سے تین مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ عذابِ قبر برحق ہے، دوسرے یہ کہ عذابِ قبر جہنم میں داخل ہو کر نہ ہوگا بلکہ دور سے دوزخ کی گرمی پہنچا کر۔ تیسرے یہ کہ حسابِ قبر صرف ایمان کا ہے اور حسابِ قیامت ایمان و اعمال دونوں کی جانچ ہے اس لئے کہ اس آیت میں آلِ فرعون کے لئے دو عذابوں کا ذکر ہوا جہنم کی آگ پر پیش ہونا قیامت سے پہلے پھر قیامت میں دوزخ میں داخلہ ہونا۔

(۲) اس دن عذاب کے فرشتوں کو علانیہ۔

(۳) اس سے معلوم ہوا کہ کفار کے عذاب مختلف ہوں گے سخت کافروں کا عذاب بھی سخت ہے ہلکے کافروں کا عذاب بھی ہلکا جیسا کہ اشد سے معلوم ہوا۔ (تفسیر نورالعرفان)

(18) عجب الذنب

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین و ملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

انسان کبھی خاک نہیں ہوتا بدن خاک ہو جاتا ہے، اور وہ بھی کُل نہیں، کچھ اجزائے اصلیہ دقیقہ جن کو عجب الذنب کہتے ہیں وہ نہ جلتے ہیں نہ گلتے ہیں ہمیشہ باقی رہتے ہیں، انھیں پر روز قیامت ترکیب جسم ہوگی، عذاب و ثواب روح و جسم دونوں کے لیے ہے۔ جو فقط روح کے لیے مانتے ہیں گمراہ ہیں، روح بھی باقی اور جسم کے اجزائے اصلی بھی باقی، اور جو خاک ہوگئے وہ بھی فنائے مطلق نہ ہوئے، بلکہ تفرق اتصال ہوا اور تغیر ہیأت۔ پھر استحالہ کیا ہے۔ حدیث میں روح و جسم دونوں کے معذب ہونے کی یہ مثال ارشاد فرمائی کہ ایک باغ ہے اس کے پھل کھانے کی ممانعت ہے۔ ایک لنجھا ہے کہ پاؤں نہیں رکھتا اور آنکھیں ہیں وہ اس باغ کے باہر پڑا ہوا ہے، پھلوں کو دیکھتا ہے مگر ←

زائد اجزا کا گھٹنا، بڑھنا، جسم کو نہیں بدلتا، جیسا: بچہ کتنا چھوٹا پیدا ہوتا ہے، پھر کتنا بڑا ہو جاتا ہے، قوی ہیکل جوان بیماری میں گھل کر کتنا حقیر رہ جاتا ہے، پھر نیا گوشت پوست آ کر مثلِ سابق ہو جاتا ہے، اِن تبدیلیوں سے کوئی نہیں کہہ سکتا کہ شخص بدل گیا۔ یوہیں روزِ قیامت کا عود ہے، وہی گوشت اور ہڈیاں کہ خاک یا راکھ ہو گئے ہوں، اُن کے ذرّے کہیں بھی منتشر ہو گئے ہوں، رب عزوجل انھیں جمع فرما کر اُس پہلی ہیئت پر لا کر اُنھیں پہلے اجزائے اصلیہ پر کہ محفوظ ہیں، ترکیب دے گا اور ہر رُوح کو اُسی جسمِ سابق میں بھیجے گا، اِس کا نام حشر ہے، عذاب و تنعیمِ قبر کا اِنکار وہی کریگا، جو گمراہ ہے۔

عقیدہ (۱۰): مردہ اگر قبر میں دفن نہ کیا جائے تو جہاں پڑا رہ گیا یا پھینک دیا گیا، غرض کہیں ہو اُس سے وہیں سوالات ہوں گے اور وہیں ثواب یا عذاب اُسے پہنچے گا، یہاں تک کہ جسے شیر کھا گیا تو شیر کے پیٹ میں سوال و ثواب و عذاب جو کچھ ہو پہنچے گا۔

مسئلہ: انبیاء علیہم السلام اور اولیائے کرام و علمائے دین و شہدا و حافظانِ قرآن کہ قرآن مجید پر عمل کرتے ہوں اور وہ جو منصب محبت پر فائز ہیں اور وہ جسم جس نے کبھی اللہ عزوجل کی معصیت نہ کی اور وہ کہ اپنے اوقات درود شریف میں مستغرق رکھتے ہیں، ان کے بدن کو مٹی نہیں کھا سکتی جو شخص انبیائے کرام علیہم السلام کی شان میں یہ خبیث کلمہ کہے کہ مرکے مٹی میں مل گئے، گمراہ، بددین، خبیث، مرتکب توہین ہے۔

✿✿✿✿✿

ان تک جا نہیں سکتا، اتنے میں ایک اندھا آیا اس لنجھے نے اس سے کہا: تو مجھے اپنی گردن پر بٹھا کر لے چل، میں تجھے رستہ بتاؤں گا، اس باغ کا میوہ ہم تم دونوں کھائیں گے، یوں وہ اندھا اس لنجھے کو لے گیا اور میوے کھائے دونوں میں کون سزا کا مستحق ہے؟ دونوں ہی مستحق ہیں، اندھا اسے نہ لے جاتا تو وہ نہ جا سکتا، اور لنجھا اسے نہ بتاتا تو وہ نہ دیکھ سکتا، وہ لنجھا روح ہے کہ ادراک رکھتی ہے اور افعال جوارح نہیں کر سکتی۔ اور وہ اندھا بدن ہے کہ افعال کر سکتا ہے اور ادراک نہیں رکھتا۔ دونوں کے اجتماع سے معصیت ہوئی دونوں ہی مستحق سزا ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم (فتاوی رضویہ، جلد ۹، ص ۶۵۸ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

معاد و حشر کا بیان

بیشک زمین و آسمان اور جن و انس و ملک سب ایک دن فنا ہونے والے ہیں، صرف ایک اللہ تعالیٰ کے لیے ہمیشگی و بقا ہے(1)۔ دنیا کے فنا ہونے سے پہلے چند نشانیاں ظاہر ہوں گی۔

---

(1) ہر ایک کو موت آئے گی!

(پھر فرمایا) اللہ اکبر یہ موت ایسی چیز ہے کہ سوا ذات باری عز جلالہ کے کوئی اس سے نہ بچے گا۔ جب آیت نازل ہوئی:

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ۝ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ۝

جتنے زمین پر ہیں سب فنا ہونے والے ہیں اور باقی رہے گا وجہ کریم رب العزۃ جل جلالہ کا۔ (پ ۲۷، الرحمٰن: ۲۶، ۲۷)

فرشتے بولے: ہم بچے کہ ہم زمین پر نہیں۔ پھر آیت نازل ہوئی:

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ

ہر جاندار موت کو چکھنے والا ہے۔ (پ ۴، ال عمران: ۱۸۵)

فرشتوں نے کہا: اب ہم بھی گئے۔ جب آسمان و زمین سب فنا ہو جائیں گے اور صرف ملائکہ مقربین میں جبریل، میکائیل، اسرافیل، عزرائیل (علیہم الصلوٰۃ والسلام) اور چار فرشتے حملہ عرش (یعنی عرش کے اٹھانے والے) رہ جائیں گے۔ ارشاد فرمائے گا اور وہ خوب جاننے والا ہے، عزرائیل! اب کون باقی ہے؟ عرض کریں گے کہ باقی ہیں تیرے بندے جبریل، میکائل، اسرافیل، عزرائیل اور چار فرشتے عرش کے اٹھانے والے اور یہ بھی فنا ہو جائیں گے اور باقی ہے تیرا وجہ کریم اور وہ ہمیشہ رہے گا۔ ارشاد فرمائے گا: جبریل کی روح قبض کر۔ جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روح قبض کریں گے، وہ ایک عظیم پہاڑ کی طرح سجدہ میں ربُّ العزت کی تسبیح و تقدیس کرتے ہوئے گر پڑیں گے۔ پھر فرمائے گا: عزرائیل! اب کون باقی ہے؟ عرض کریں گے: باقی ہیں تیرے بندے میکائیل، اسرافیل، عزرائیل اور عرش کے اٹھانے والے اور یہ بھی فنا ہوں گے اور باقی ہے تیرا وجہ کریم اور وہ کبھی فنا نہ ہوگا۔ فرمائے گا: میکائیل کی روح قبض کر۔ میکائیل علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی ایک عظیم پہاڑ کی مانند سجدہ میں تسبیح کرتے ہوئے گر پڑیں گے۔ پھر ارشاد فرمائے گا: عزرائیل! اب کون باقی ہے؟ عرض کریں گے: باقی ہیں تیرے بندے اسرافیل، عزرائیل اور حملہ عرش اور یہ بھی فنا ہوں گی اور باقی ہے تیرا وجہ کریم اور وہ ہمیشہ رہے گا۔ ارشاد فرمائے گا: اسرافیل کی روح قبض کر۔ اسرافیل علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی ایک عظیم پہاڑ کی طرح سجدہ میں تسبیح و تقدیس کرتے ہوئے گر پڑیں گے۔ اور پھر فرمائے گا: عزرائیل! اب کون باقی ہے؟ عرض کریں گے: باقی ہیں تیرے بندے حملہ عرش اور باقی ہے تیرا بندہ عزرائیل اور یہ بھی فنا ہوں گے اور باقی ہے تیرا وجہ کریم اور وہ ہمیشہ باقی رہے گا۔ فرمائے گا: حملہ عرش کی روح قبض کر۔ وہ سب بھی اسی طرح مر جائیں گے۔ پھر ارشاد فرمائے گا: عزرائیل! اب کون باقی ہے؟ عرض کریں گے کہ باقی ہے تیرا بندہ عزرائیل اور یہ بھی فنا ہوگا اور باقی ہے تیرا وجہ کریم ←

(۱) تین خسف ہوں گے یعنی آدمی زمین میں دھنس جائیں گے، ایک مشرق میں، دوسرا مغرب میں، تیسرا جزیرۂ عرب میں(2)۔

(۲) علم اُٹھ جائے گا یعنی علما اُٹھالیے جائیں گے، یہ مطلب نہیں کہ علما تو باقی رہیں اور اُن کے دلوں سے علم محو کر دیا جائے۔

(۳) جہل کی کثرت ہوگی۔

(۴) زنا کی زیادتی ہوگی اور اِس بے حیائی کے ساتھ زنا ہوگا، جیسے گدھے جُفتی کھاتے ہیں، بڑے چھوٹے کسی کا لحاظ پاس نہ ہوگا۔

(۵) مرد کم ہوں گے اور عورتیں زیادہ، یہاں تک کہ ایک مرد کی سرپرستی میں پچاس عورتیں ہوں گی۔

(۶) علاوہ اُس بڑے دجّال کے اور تیس دجّال ہوں گے، کہ وہ سب دعویٰ نبوت کریں گے، حالانکہ نبوت ختم ہو چکی۔ جن میں بعض گزر چکے، جیسے مسیلمہ کذّاب(3)،

اور کبھی فنا نہ ہوگا۔ ارشاد فرمائے گا: مُت مرجا! عزرائیل علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی ایک عظیم پہاڑ کی مانند ربُّ العزت (عَزَّ وَجَلَّ) کے حضور سجدہ میں تسبیح کرتے ہوئے گر پڑیں گے اور روح نکل جائے گی۔ اس وقت سوا ربُّ العزت جل جلالہٗ کے کوئی نہ ہوگا اس وقت ارشاد ہوگا:

لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ

آج کس کے لیے بادشاہت ہے۔(پ ۲۴، المؤمن:۱۶)

کوئی ہوتو جواب دے، خود ربُّ العزت جل جلالہٗ جواب فرمائے گا:

لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ○

اللہ واحد قہار کے لیے ہے۔(پ ۲۴، المؤمن:۱۶)(ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ صفحہ ۵۲۲)

(2) (صحیح مسلم، کتاب الفتن وأشراط الساعۃ، باب في الآیات التي... إلخ، الحدیث:۲۹۰۱، ص۱۵۵۱).

(3) مسیلمہ کذاب

یہ خود کو رحمن الیمامہ کہلواتا تھا، پورا نام مسیلمہ بن ثمامہ تھا یہ کہتا تھا جو مجھ پر وحی لاتا ہے اس کا نام رحمن ہے، یہ اپنے قبیلے بنو حنیف کے ساتھ مدینہ منورہ حاضر ہوا تھا ایک روایت کے مطابق ایمان لایا تھا بعد میں مرتد ہو گیا تھا اور ایک روایت کے مطابق اس نے تخلف کیا اور کہا: اگر محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وٰالہٖ وسلم اپنے بعد خلیفہ بنادیں تو میں مسلمان ہو جاؤں اور ان کی متابعت کرلوں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وٰالہٖ وسلم اس کی قیام گاہ پر تشریف لے گئے اور اس کے سر پر کھڑے ہو گئے اس وقت آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وٰالہٖ وسلم کے دست اقدس میں کھجور کی ایک شاخ تھی فرمایا اگر تو مجھ سے اس شاخ کو بھی مانگے تو میں تجھے نہ دوں بجز اس کے جو مسلمانوں کے بارے میں حکم الٰہ ہے اور ایک ←

....

روایت کے مطابق اس نے تھوڑی دیر سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے گفتگو کرنے کے بعد کہا اگر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مجھے اپنی نبوت میں شریک کرلیں یا اپنا جانشین مقرر کردیں تو میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے بیعت کرنے کو تیار ہوں اس پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا (اور اس وقت آپ کے ہاتھ میں کھجور کی شاخ تھی) کہ تم نبوت میں سے اگر یہ لکڑی بھی مجھ سے مانگو تو نہیں مل سکتی بہر حال جب دربار نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے ناکام و نامراد واپس ہوا تو اس نے خود ہی اعلان نبوت کرڈالا اور اہل یمامہ کو بھی گمراہ و مرتد بنانا شروع کردیا اس نے شراب و زنا کو حلال کر کے نماز کی فرضیت کو ساقط کردیا مفسدوں کی ایک جماعت اس کے ساتھ مل گئی اس کے چند عقائد یہاں بیان کیے جاتے ہیں۔

(۱) سمت متعین کر کے نماز پڑھنا کفر و شرک کی علامت ہے لہٰذا نماز کے وقت جدھر دل چاہے منہ کرلیا جائے اور نیت کے وقت کہا جائے کہ میں بے سمت نماز ادا کر رہا ہوں۔

(۲) مسلمانوں کے ایک پیغمبر ہیں لیکن ہمارے دو ہیں ایک محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور دوسرا مسیلمہ اور ہر امت کے کم از کم دو پیغمبر ہونے چاہیں۔

(۳) مسیلمہ کے ماننے والے اپنے آپ کو رحمانیہ کہلاتے تھے اور بسم اللہ الرحمن الرحیم کے معنی کرتے تھے شروع مسیلمہ کے خدا کے (مسیلمہ کا نام رحمان بھی مشہور تھا) کے نام سے جو مہربان ہے۔

(۴) ختنہ کرنا حرام ہے وغیرہ وغیرہ۔

اس نے ایک کتاب بھی وضع کی تھی جس کے دو حصے تھے پہلے کو فاروق اول اور دوسرے کو فاروق ثانی کہا جاتا تھا اور اس کی حیثیت کسی طرح قرآن سے کم نہ سمجھتے تھے اسی کو نمازوں میں پڑھا جاتا تھا اس کی تلاوت کو باعث ثواب خیال کرتے۔ اس شیطانی صحیفے کے چند جملے ملاحظہ ہوں: یا ضفدع بنت ضفدع نقی ما تنقین اعلاك فی الماء و اسفلك فی الطین لا الشارب تمنعین ولا الماء تکدرین ترجمہ: اے مینڈکی کی بچی اسے صاف کر جسے تو صاف کرتی ہے تیرا بالائی حصہ تو پانی میں اور نچلا حصہ مٹی میں ہے نہ تو پانی پینے والوں کو روکتی ہے اور نہ پانی کو گدلا کرتی ہے۔

اس وحی شیطان کا مطلب کیا ہے یہ بیان نہیں کیا جاسکتا کیونکہ مسیلمیوں کے نزدیک قرآن کریم اور فاروق کی تفسیر کرنا حرام تھا اب ذرا فاروق اول کی سورۃ الفیل بھی پڑھیے: الفیل و ما الفیل له ذنب دبیل و خرطوم طویل ان ذلك من خلق ربنا الجلیل یعنی ہاتھی اور وہ ہاتھی کیا ہے اس کی بھدی دم ہے اور لمبی سونڈ ہے یہ ہمارے رب جلیل کی مخلوق ہے۔ اس کی یہ وحی شیطانی سن کر ایک بچی نے کہا کہ یہ وحی ہو ہی نہیں سکتی اس میں کیا بات بتائی گئی ہے جو ہمیں معلوم نہیں ہے سب کو پتہ ہے کہ ہاتھی کی دم بھدی اور سونڈ طویل ہوتی ہے۔ مسیلمہ کذاب اس شیطانی کتاب کے علاوہ لوگوں کو گمراہ کرنے کے لیے شعبدہ بازی بھی کرتا تھا جس کو وہ اپنا معجزہ کہتا تھا اور وہ یہ تھا کہ اس نے ایک مرغی کے بالکل تازہ انڈے کو سرکے میں ڈال کر نرم کیا اور پھر اس کو ایک چھوٹے منہ والی بوتل میں ڈالا انڈہ ہوا لگنے سے پھر سخت ہو گیا بس مسیلمہ لوگوں کے سامنے وہ بوتل رکھتا اور کہتا کہ کوئی عام آدمی انڈے کو بوتل میں کسطرح ڈال سکتا ہے لوگ اس کو حیرت سے دیکھتے ←

طلیحہ بن خویلد، اسود عنسی (4)،

اور اسکے کمال کا اعتراف کرنے لگتے تھے۔ اس کے علاوہ جب لوگ اس کے پاس کسی مصیبت کی شکایت لے کر آتے تو یہ انکے لیے دعا بھی کرتا مگر اس کا نتیجہ ہمیشہ برعکس ہوتا تھا چنانچہ لوگ اس کے پاس ایک بچے کو برکت حاصل کرنے کو لائے اس نے اپنا ہاتھ بچے کے سر پر پھیرا وہ گنجا ہوگیا ایک عورت ایک مرتبہ اسکے پاس آئی کہا کہ ہمارے کھیت سوکھے جارہے ہیں کنویں کا پانی کم ہوگیا ہے ہم نے سنا ہے کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی دعا سے خشک کنووں میں پانی ابلنے لگتا ہے آپ بھی ہمارے لیے دعا کریں چنانچہ اس کذاب نے اپنے خیر خواہ نہار سے مشورہ کیا اور اپنا تھوک کنویں میں ڈالا جس کی نحوست سے کنویں کا رہا سہا پانی بھی ختم ہوگیا ایک مرتبہ اس کذاب نے سنا کہ آقائے دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی آنکھوں میں آپ دہن لگایا تھا تو انکی آنکھوں کی تکلیف ختم ہوگئی تھی اس نے بھی کئی مریضوں کی آنکھوں میں تھوک لگایا مگر اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جس کی آنکھ میں یہ تھوک لگا تا وہ بدنصیب اندھا ہوجاتا تھا ایک معتقد نے آکر بیان کیا کہ میرے بہت سے بچے مرچکے ہیں صرف دولڑکے باقی ہیں آپ ان کی درازی عمر کی دعا کریں کذاب نے دعا کی اور کہا جاؤ تمہارے چھوٹے بچے کی عمر چالیس سال ہوگی یہ شخص خوشی سے جھومتا ہوا گھر پہنچا تو ایک اندوہناک خبر اس کی منتظر تھی کہ ابھی اس کا ایک لڑکا کنویں میں گر کر ہلاک ہوگیا ہے اور جس بچے کی عمر چالیس سال بتائی تھی وہ اچانک ہی بیمار ہوا اور چند لمحوں میں چل بسا اور ایک روایت کے مطابق ایک لڑکے کو بھیڑیے نے پھاڑ ڈالا تھا اور دوسرا کنویں میں گر کر ہلاک ہوا تھا۔

ان لوگوں پر تعجب ہے جو اس ملعون کے ایسے کرتوتوں کے باوجود اس کی پیروی کرتے تھے اور اس سے بیزار نہ ہوتے تھے چونکہ جاہلوں کی جماعت میں غرض کے بندے شامل تھے لہٰذا جب سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا وصال ظاہری ہوا تو اس کا کاروبار چمک گیا اور ایک لاکھ سے زیادہ جہال اس کے ارد گرد جمع ہوگئے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت مقدسہ میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ ۲۴ ہزار کا لشکر لیکر اس کے استیصال کو تشریف لے گئے ان کے مقابل ۴۰ ہزار کا لشکر کفار تھا فریقین میں خوب لڑائی ہوئی یہاں تک کہ اللہ عزوجل نے مسلمانوں کو فتح عطا فرمائی اور یہ بدبخت کذاب حضرت وحشی رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں واصل بجہنم ہوا اور اس وقت آپ نے یہ جملہ ارشاد فرمایا: میں زمانہ کفر میں سب سے اچھے آدمی کا قاتل تھا اور زمانہ اسلام میں سب سے بدتر کا قاتل ہوں۔

(ملخص از ترجمان اہلسنت بابت ماہ نومبر 1973 ص ۲۹ تا ۳۳، مدارج النبوۃ مترجم جلد دوم صفحہ ۵۵۲ مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ اردو بازار لاہور)

(4) اسود عنسی

یہ عنس بن مذحج سے منسوب تھا اس کا نام عیہلہ تھا۔ اسے ذوالخمار بھی کہتے تھے اور ذوالحمار بھی۔ ذوالخمار کہنے کی وجہ تو یہ تھی کہ یہ اپنے منہ پر دوپٹہ ڈالا کرتا تھا جبکہ ذوالحمار کہنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ کہا کرتا تھا کہ جو شخص مجھ پر ظاہر ہوتا ہے وہ گدھے پر سوار ہوکر آتا ہے۔

ارباب سیر کے نزدیک یہ کاہن تھا اور اس سے عجیب وغریب باتیں ظاہر ہوتی تھیں یہ لوگوں کو اپنی چرب زبانی سے گرویدہ کرلیا کرتا تھا اس کے ساتھ وہ ہمزاد شیطان تھے جس طرح کاہنوں کے ساتھ ہوتے ہیں اس کا قصہ یوں ہے کہ فارس کا ایک باشندہ باذان، جسے کسریٰ نے یمن کا حاکم بنایا تھا، نے آخری عمر میں توفیق اسلام پائی اور سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے اسے یمن کی حکومت پر برقرار رکھا اس کی وفات کے بعد حکومت یمن کو تقسیم کرکے کچھ اس کے بیٹے شہر بن باذان کو دی اور کچھ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو اور حضرت معاذ ←

سجاح عورت کہ بعد کو اسلام لے آئی،

غلام احمد قادیانی (5) وغیرہم۔ اور جو باقی ہیں، ضرور ہوں گے۔

بن جبل رضی اللہ عنہ کو مرحمت فرمائی اس علاقے میں اسود عنسی نے خروج کیا اور شہر بن باذان کو قتل کر دیا اور مرزبانہ جو کہ شہر کی بیوی تھی اسے کنیز بنالیا فروہ بن مسیک نے جو کہ وہاں کے عامل تھے اور قبیلہ مراد سے تعلق رکھتے تھے انہوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلم کو ایک خط لکھ کر مطلع کیا حضرت معاذ اور ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما اتفاق رائے سے حضرموت چلے گئے جب یہ خبر سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلم کو پہنچی تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلم نے اس جماعت کو لکھا کہ تم اکٹھے ہو کر جس طرح ممکن ہو اسود عنسی کے شر و فساد کو ختم کر و اس پر تمام فرمانبرداران نبوت ایک جگہ جمع ہوئے اور مرزبانہ کو پیغام بھیجا کہ یہ اسود عنسی وہ شخص ہے جس نے تیرے باپ اور شوہر کو قتل کیا ہے اس کے ساتھ تیری زندگی کیسے گزرے گی اس نے کہلوایا میرے نزدیک یہ شخص مخلوق میں سب سے زیادہ دشمن ہے مسلمانوں نے جوابا پیغام بھیجا کہ جسطرح تمہاری سمجھ میں آئے اور جسطرح بن پڑے اس ملعون کے خاتمہ کی سعی کرو چنانچہ مرزبانہ نے دو اشخاص کو تیار کیا کہ وہ رات کو دیوار میں نقب لگا کر اسود کی خواب گاہ میں داخل ہو کر اسے قتل کر دیں ان میں سے ایک کا نام فیروز دیلمی تھا جو مرزبانہ کا چچازاد اور نجاشی کا بھانجا تھا انہوں نے دسویں سال مدینہ منورہ حاضر ہو کر اسلام قبول کیا تھا رضی اللہ عنہ اور دوسرے شخص کا نام داذویہ تھا بہر حال جب مقررہ رات آئی تو مرزبانہ نے اسود کو خالص شراب کثیر مقدار میں پلادی جس سے وہ مدہوش ہو گیا فیروز دیلمی نے اپنی ایک جماعت کے ساتھ نقب لگائی اور اس بدبخت کو قتل کر دیا اس کے قتل کرتے وقت گائے کے چلانے کی طرح بڑی شدید آواز آئی اس کے دروازے پر ایک ہزار پہرے دار ہوا کرتے تھے وہ آواز سن کر اس طرف لپکے مگر مرزبانہ نے انہیں یہ کہہ کر مطمئن کر دیا کہ خاموش رہو تمہارے نبی پر وحی آئی ہے ادھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلم نے اپنی وفات ظاہری سے پہلے ہی خبر دے دی تھی کہ آج رات اسود عنسی مارا گیا ہے اور ایک مرد مبارک نے جو کہ اس کے اہلبیت سے ہے اس نے اسے قتل کیا ہے اس کا نام فیروز ہے اور فرمایا: فاز فیروز یعنی فیروز کامیاب ہوا۔

(مدارج النبوۃ مترجم ج دوم ص ۵۵۴ مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ اردو بازار لاہور)

(5) مرزا غلام احمد قادیانی

مرزا غلام قادیانی ۱۸۳۹ یا ۱۸۴۰ء کو پیدا ہوا ابتدائی تعلیم مولوی گل علی شاہ سے حاصل کی کچھ عرصے اپنے والد کے ساتھ انگریزی کچہریوں کے چکر بھی لگائے آبائی پیشہ زمینداری تھا آباؤ اجداد سکھوں اور انگریزوں کے وفادار ملازم رہتے آئے تھے والد کا نام غلام مرتضیٰ تھا مرزا غلام قادیانی انگریزی اور عربی میں ابجد خواں تھا اس نے قانون کا امتحان دیا مگر فیل ہونے پر تعلیم سے دل اچاٹ ہو گیا کمزوری دل و دماغ کا مرض پوری عمر جولانی سے رہا تشنج قلب، اسہال، دردسر، مالیخولیا، شوگر وغیرہ امراض موصوف کی زندگی کے ساتھی تھے ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو لاہور میں موصوف کا شدت اسہال یا ہیضہ سے انتقال ہوا۔ بعد وفات انکے منہ سے پاخانہ نکلتے دیکھا گیا جو حاضرین کی عبرت کا باعث ہوا۔ مرزا غلام احمد قادیانی کے خلفاء اس صورت حال کی تردید کرتے رہے والعلم عند اللہ عزوجل۔

۱۸۸۲ء میں مرزا نے اپنی نبوت کی بنیاد رکھنا شروع کی جو کہ گول مول الہام اور کشف وغیرہ پر مبنی تھی جو کہ براہین احمدیہ میں موجود ہے یاد رہے براہین احمدیہ اور تحذیر الناس (مدرسہ دیوبند) بیک وقت لکھی گئیں نیز علی گڑھ کالج کا اجراء، مدرسہ دیوبند کی تاسیس اور ←

(۷) مال کی کثرت ہوگی، نہر فرات اپنے خزانے کھول دے گی کہ وہ سونے کے پہاڑ ہوں گے۔
(۸) ملک عرب میں کھیتی اور باغ اور نہریں ہو جائیں گی۔

براہین احمدیہ کی تصنیف کا زمانہ بھی ایک ہی ہے گویا انگریزوں نے بیک وقت چار فتنے دیوبند، قادیان، علی گڑھ و دہلی سے کھڑے کر دیئے مگر مرزا غلام قادیانی سب پر بازی لے گیا کہ نبوت کا دعویٰ کر کے دجالوں میں اپنا نام لکھوایا اپنی دنیا سنبھالنے کی خاطر کروڑوں مسلمانوں کی عاقبت برباد کی چنانچہ ۱۸۸۶ء کے کشف والہام کے دعاوی کے بعد ایک نیا مکسچر ظلی و بروزی نبی کے نام سے تیار کیا چنانچہ ۱۸۹۰ء میں یہ کہنا شروع کیا کہ مسیح موعود اور ابن مریم، میں خود ہوں، چنانچہ خود لکھتا ہے: مریم کی طرح عیسیٰ کی روح مجھ میں نفخ کی گئی اور استعارہ کے رنگ میں مجھے حاملہ ٹھہرایا گیا اور آخر کئی مہینے بعد جو دس مہینے سے زیادہ نہیں بذریعہ اس الہام کے مجھے مریم سے عیسیٰ بنایا گیا پس اس طور سے میں ابن مریم ٹھہرا (کشتی نوح ص ۴۷) اور مسیح موعود کے متعلق لکھتا ہے: میرا دعویٰ یہ ہے کہ میں وہ مسیح موعود ہوں جس کے بارے میں خدائے تعالیٰ کی تمام پاک کتابوں میں پیشن گوئیاں ہیں کہ وہ آخری زمانے میں ظاہر ہوگا (تحفہ گولڑویہ ص ۱۹۵)۔
موصوف نے اپنی ظلی و بروزی کی منطق کا ہیر پھیر لفظوں کی چکر بازی میں یوں بھی دکھایا ہے کہ اس نکتہ کو یاد رکھو کہ میں رسول اور نبی نہیں ہوں یعنی باعتبار نئی شریعت اور نئے دعوے اور نئے نام کے، اور میں رسول اور نبی ہوں یعنی باعتبار ظلیت کاملہ کے۔ میں وہ آئینہ ہوں جس میں محمدی شکل اور محمدی نبوت کا کامل انعکاس ہے اور میں کوئی علیحدہ شخص نبوت کا دعویٰ کرنے والا ہوتا تو خدا تعالیٰ میرا نام محمد، احمد، مصطفیٰ اور مجتبیٰ نہ رکھتا (نزول المسیح ص ۲) یہ تو ظل ہونے کے بارے میں ہے۔ بروزی کا فارمولا بھی ملاحظہ فرمایئے لکھتا ہے: مجھے بروزی صورت میں نبی و رسول بنایا ہے اور اس بناء پر خدا نے بار بار میرا نام نبی اللہ اور رسول اللہ رکھا مگر بروزی صورت میں میرا نفس درمیان میں نہیں بلکہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ہے اسی لحاظ سے میرا نام محمد اور حامد ہوا پس نبوت و رسالت کسی دوسرے کے پاس نہیں گئی محمد کی چیز محمد کے پاس ہی رہی (نعوذ باللہ) (ایک غلطی کا ازالہ)۔
اس کے بعد مرزا قادیانی نے اور ترقی کی یہاں تک کہ ۱۹۰۱ء میں حقیقی نبوت کا دعویٰ کر دیا چنانچہ لکھتا ہے: ہلاک ہو گئے وہ جنہوں نے ایک برگزیدہ رسول (یعنی مرزا غلام) کو قبول نہ کیا۔ مبارک وہ، جس نے مجھ کو پہچانا۔ میں خدا کی سب راہوں میں سے آخری راہ ہوں اور اس کے نوروں میں سے آخری نور ہوں بدقسمت ہے وہ جو مجھے چھوڑتا ہے کیونکہ میرے بغیر سب تاریکی ہے۔ (کشتی نوح ص ۵۶)
یہ شخص انبیاء کرام کا نہایت گستاخ تھا چنانچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں لکھتا ہے: عیسائیوں نے بہت سے آپ کے معجزات لکھے ہیں مگر حق بات یہ ہے کہ آپ سے کوئی معجزہ ظاہر نہ ہوا اور اس دن سے کہ آپ نے معجزہ مانگنے والوں کو گندی گالیاں دیں اور ان کو حرام کار اور حرام کی اولاد ٹھہرایا اسی روز سے شریفوں نے آپ سے کنارہ کیا۔
(ازالہ اوہام ص ۳۰۳ ملخص از برطانوی مظالم کی کہانی مؤلفہ عبد الحکیم اختر شاہ جہاں پوری علیہ الرحمۃ ص ۶۴۳ تا ۶۵۶)
سیدی اعلیٰحضرت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: قادیانی سے بدزبان کو دیکھو سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی کیسی توہین کرتا ہے یہاں تک انہیں اور انکی ماں صدیقہ بتول کو فحش گالیاں دیتا ہے یہاں تک ۴۰۰ انبیاء کو صاف جھوٹا لکھا حتی کہ دربارہ حبیب خود شان اقدس حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ناپاک حملہ کیا۔ (ملفوظات ص ۲۰۸ مطبوعہ مشتاق بک کارنر لاہور)

(۹) دین پر قائم رہنا اتنا دشوار ہوگا جیسے مُٹھی میں انگارا لینا، یہاں تک کہ آدمی قبرستان میں جاکر تمنا کریگا، کہ کاش! میں اِس قبر میں ہوتا۔

(۱۰) وقت میں برکت نہ ہوگی، یہاں تک کہ سال مثل مہینے کے اور مہینہ مثل ہفتہ کے اور ہفتہ مثل دن کے اور دن ایسا ہوجائے گا جیسے کسی چیز کو آگ لگی اور جلد بھڑک کر ختم ہوگئی، یعنی بہت جلد جلد وقت گزرے گا۔

(۱۱) زکوٰۃ دینا لوگوں پر گراں ہوگا کہ اس کو تاوان سمجھیں گے۔

(۱۲) علمِ دین پڑھیں گے، مگر دین کے لیے نہیں۔

(۱۳) مرد اپنی عورت کا مُطیع ہوگا۔

(۱۴) ماں باپ کی نافرمانی کریگا۔

(۱۵) اپنے احباب سے میل جول رکھے گا اور باپ سے جدائی۔

(۱۶) مسجد میں لوگ چلائیں گے۔

(۱۷) گانے باجے کی کثرت ہوگی۔

(۱۸) اَگلوں پر لوگ لعنت کریں گے، ان کو بُرا کہیں گے۔

(۱۹) درندے، جانور، آدمی سے کلام کریں گے، کوڑے کی پھنچی، جُوتے کا تسمہ کلام کریگا، اُس کے بازار جانے کے بعد جو کچھ گھر میں ہوا بتائے گا، بلکہ خود انسان کی ران اُسے خبر دے گی۔

دعویٰ نبوت کے بعد مرزا کی رگ شیطانی مزید پھڑکی تو اس نے خدائی دعویٰ کرڈالا چنانچہ لکھتا ہے میں نے نیند میں اپنے آپ کو ہو بہو اللہ دیکھا اور میں نے یقین کرلیا کہ میں وہ (اللہ) ہوں پھر میں نے آسمان وزمین بنائے اور کہا ہم نے آسمان کو ستاروں کے ساتھ سجایا ہے۔

(کمالات اسلام ص ۵۶۴، ۵۶۵ بحوالہ برطانوی مظالم کی کہانی ص ۶۵۸)

دیگر جھوٹے نبوت کے دعویداروں کی طرح مرزا غلام قادیانی نے بھی کچھ پیشن گوئیاں کی تھیں مگر ان کا انجام مسیلمہ کذاب کی طرح ہوا۔

۱۔ اپنے لیے ایک لڑکے کی پیشن گوئی کی تھی جس کی نسبت کہا تھا کہ انبیاء کا چاند ہوگا اور بادشاہ اس کے کپڑوں سے برکت لیں گے مگر نشان الٰہی کہ چوں دم براد شتم مادہ برآمد بیٹی پیدا ہوئی اس پر کہا کہ وحی سمجھنے میں غلطی ہوئی اب کی جو ہوگا وہ لڑکا انبیاء کا چاند ہوگا، بیٹی بیٹے ہمیشہ پیدا ہوتے ہیں اب کی ہوا بیٹا مگر چند روز جی کر مرگیا بادشاہ کیا کسی محتاج نے بھی اس کے کپڑوں سے برکت نہ لی۔

۲۔ ایک اور پیشن گوئی آسمانی بیوی کی تھی اپنی چچا زاد بہن احمدی کو لکھ بھیجا کہ اپنی بیٹی محمدی بیگم میرے نکاح میں دے دے اس نے صاف انکار کیا اس پر طمع دلائی پھر دھمکیاں دیں پھر کہا کہ وحی آگئی کہ زوجنٰکھا ہم نے تیرا نکاح اس سے کردیا اور یہ کہ اس کا نکاح اگر تو دوسری جگہ کرے گی تو ڈھائی یا تین برس کے اندر اس کا شوہر مرجائے گا مگر اس خدا کی بندی نے ایک نہ سنی، سلطان محمد خان سے نکاح کردیا وہ آسمانی نکاح دھرا ہی رہا نہ وہ شوہر مرا کتنے بچے اس سے ہوچکے اور یہ چل دیئے۔ (ملخص از فتاویٰ رضویہ جلد ۶ ص ۱۳۱ مطبوعہ آرام باغ کراچی)

(۲۰) ذلیل لوگ جن کو تن کا کپڑا، پاؤں کی جوتیاں نصیب نہ تھیں، بڑے بڑے محلوں میں فخر کریں گے۔

(۲۱) دجّال کا ظاہر ہونا کہ چالیس دن میں حرمَینِ طیبین کے سوا تمام روئے زمین کا گشت کریگا۔ چالیس دن میں، پہلا دن سال بھر کے برابر ہوگا اور دوسرا دن مہینے بھر کے برابر اور تیسرا دن ہفتہ کے برابر اور باقی دن چوبیس چوبیس گھنٹے کے ہوں گے اور وہ بہت تیزی کے ساتھ سیر کریگا، جیسے بادل جس کو ہَوا اڑاتی ہو۔ اُس کا فتنہ بہت شدید ہوگا، ایک باغ اور ایک آگ اُس کے ہمراہ ہوں گی، جن کا نام جنت و دوزخ رکھے گا، جہاں جائے گا یہ بھی جائیں گی، مگر وہ جو دیکھنے میں جنت معلوم ہوگی وہ حقیقۃً آگ ہوگی اور جو جہنم دکھائی دے گا، وہ آرام کی جگہ ہوگی اور وہ خدائی کا دعویٰ کریگا، جو اُس پر ایمان لائے گا اُسے اپنی جنت میں ڈالے گا اور جو انکار کریگا اُسے جہنم میں داخل کریگا، مُردے جلائے گا۔ زمین کو حکم دے گا وہ سبزے اُگائے گی، آسمان سے پانی برسائے گا اور اُن لوگوں کے جانور لمبے چوڑے خوب تیار اور دودھ والے ہوجائیں گے اور ویرانے میں جائے گا تو وہاں کے دفینے شہد کی مکھیوں کی طرح دَل کے دَل اس کے ہمراہ ہوجائیں گے۔ اِسی قسم کے بہت سے شعبدے دکھائے گا اور حقیقت میں یہ سب جادو کے کرشمے ہوں گے اور شیاطین کے تماشے، جن کو واقعیت سے کچھ تعلق نہیں، اِسی لیے اُس کے وہاں سے جاتے ہی لوگوں کے پاس کچھ نہ رہے گا۔ حرمین شریفین میں جب جانا چاہے گا ملائکہ اس کا منہ پھیر دیں گے۔ البتہ مدینہ طیبہ میں تین زلزلے آئیں گے کہ وہاں جو لوگ بظاہر مسلمان بنے ہوں گے اور دل میں کافر ہوں گے اور وہ جو علمِ الٰہی میں دجّال پر ایمان لاکر کافر ہونے والے ہیں، اُن زلزلوں کے خوف سے شہر سے باہر بھاگیں گے اور اُس کے فتنہ میں مبتلا ہوں گے۔

دجّال کے ساتھ یہود کی فوجیں ہوں گی، اُس کی پیشانی پر لکھا ہوگا: ک، ف، ر یعنی کافر، جس کو ہر مسلمان پڑھے گا اور کافر کو نظر نہ آئے گا جب وہ ساری دنیا میں پھر پھرا کر ملکِ شام کو جائے گا، اُس وقت حضرت مسیح علیہ السلام آسمان سے جامع مسجد دمشق کے شَرقی مینارہ پر نُزول فرمائیں گے، صبح کا وقت ہوگا، نمازِ فجر کے لیے اِقامت ہو چکی ہوگی، حضرت امام مَہدی کو کہ اُس جماعت میں موجود ہوں گے امامت کا حکم دیں گے، حضرت امام مَہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز پڑھائیں گے، وہ لعین دجّال حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سانس کی خوشبو سے پگھلنا شروع ہوگا، جیسے پانی میں نمک گھلتا ہے اور اُن کی سانس کی خوشبو حدِ بصر تک پہنچے گی؛ وہ بھاگے گا، یہ تعاقب فرمائیں گے اور اُس کی پیٹھ میں نیزہ ماریں گے، اُس سے وہ جہنم واصل ہوگا۔

(۲۲) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے نُزول فرمانا:

اِس کی مختصر کیفیت اوپر معلوم ہوچکی، آپ کے زمانہ میں مال کی کثرت ہوگی، یہاں تک کہ اگر کوئی شخص دوسرے کو

مال دے گا تو وہ قبول نہ کریگا، نیز اُس زمانہ میں عداوت و بغض و حسد آپس میں بالکل نہ ہوگا۔عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام صَلیب توڑیں گے اور خنزیر کو قتل کریں گے، تمام اھلِ کتاب جو قتل سے بچیں گے سب اُن پر ایمان لائیں گے۔تمام جہان میں دین ایک دینِ اسلام ہوگا اور مذہب ایک مذہب اھلِ سنّت۔

بچے سانپ سے کھیلیں گے اور شیر اور بکری ایک ساتھ چریں گے، چالیس برس تک اقامت فرمائیں گے، نکاح کریں گے، اولاد بھی ہوگی، بعدِ وفات روضہ انور میں دفن ہونگے۔

(۲۴) حضرت امام مَہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ظاہر ہونا(6):

اِس کا اِجمالی واقعہ یہ ہے کہ دنیا میں جب سب جگہ کفر کا تسلط ہوگا اُس وقت تمام اَبدال بلکہ تمام اولیا سب جگہ سے سمٹ کر حرمین شریفین کو ہجرت کر جائیں گے، صرف وہیں اسلام ہوگا اور ساری زمین کفرستان ہو جائے گی۔رمضان شریف کا مہینہ ہوگا، اَبدال طوافِ کعبہ میں مصروف ہوں گے اور حضرت امام مَہدی بھی وہاں ہوں گے، اولیاء اُنھیں پہچانیں گے، اُن سے درخواستِ بیعت کریں گے، وہ انکار کریں گے۔

دفعۃً غیب سے ایک آواز آئے گی:

هٰذَا خَلِيْفَةُ اللّٰهِ الْمَهْدِيُّ فَاسْمَعُوْا لَهٗ وَأَطِيْعُوْهُ.

یہ اللہ (عزوجل) کا خلیفہ مہدی ہے، اس کی بات سُنو اور اس کا حکم مانو۔

تمام لوگ اُن کے دستِ مبارک پر بیعت کریں گے۔وہاں سے سب کو اپنے ہمراہ لے کر ملکِ شام کو تشریف لے جائیں گے۔

بعد قتلِ دجّال حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو حکمِ الٰہی ہوگا کہ مسلمانوں کو کوہِ طور پر لے جاؤ، اس لیے کہ کچھ ایسے لوگ ظاہر کیے جائیں گے، جن سے لڑنے کی کسی کو طاقت نہیں۔

---

(6) حضرت امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفۃ اللہ ہیں۔آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی آل میں سے حسنی سیّد ہوں گے۔جب دنیا میں کُفر پھیل جائے گا اور اسلام حرمین شریفین کی طرف سمٹ جائے گا، اولیاء وابدال وہاں کو ہجرت کر جائیں گے۔ماہ رمضان میں ابدال کعبہ شریف کے طواف میں مشغول ہوں گے وہاں اولیاء حضرت مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پہچان کر ان سے بیعت کی درخواست کریں گے۔آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ انکار فرمائیں گے۔غیب سے ندا آئے گی هٰذَا خَلِيْفَةُ اللّٰهِ الْمَهْدِيُّ فَاسْمَعُوْا لَهٗ وَ أَطِيْعُوْهُ. یہ اللہ تعالیٰ کے خلیفہ مہدی ہیں ان کا حکم سنو اور اطاعت کرو۔لوگ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دستِ مبارک پر بیعت کریں گے وہاں سے مسلمانوں کو ساتھ لے کر شام تشریف لے جائیں گے۔آپ کا زمانہ بڑی خیر و برکت کا ہوگا۔زمین عدل و انصاف سے بھر جائے گی۔

(۲۴) یاجوج و ماجوج کا خروج(7):

مسلمانوں کے کوہِ طور پر جانے کے بعد یاجوج و ماجوج ظاہر ہوں گے، یہ اس قدر کثیر ہوں گے کہ ان کی پہلی

(7) یاجوج و ماجوج

یہ یافث بن نوح علیہ السلام کی اولاد میں سے ایک فسادی گروہ ہے۔ اور ان لوگوں کی تعداد بہت ہی زیادہ ہے۔ یہ لوگ بلا کے جنگجو خونخوار اور بالکل ہی وحشی اور جنگلی ہیں جو بالکل جانوروں کی طرح رہتے ہیں۔ موسم ربیع میں یہ لوگ اپنے غاروں سے نکل کر تمام کھیتیاں اور سبزیاں کھا جاتے تھے۔ اور خشک چیزوں کو لاد کر لے جاتے تھے۔ آدمیوں اور جنگلی جانوروں یہاں تک کہ سانپ، بچھو، گرگٹ اور ہر چھوٹے بڑے جانور کو کھا جاتے تھے۔

سدِ سکندری:۔ حضرت ذوالقرنین سے لوگوں نے فریاد کی کہ آپ ہمیں یاجوج و ماجوج کے شر اور اُن کی ایذاء رسانیوں سے بچائیے اور ان لوگوں نے ان کے عوض کچھ مال دینے کی بھی پیش کش کی تو حضرت ذوالقرنین نے فرمایا کہ مجھے تمہارے مال کی ضرورت نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے سب کچھ دیا ہے۔ بس تم لوگ جسمانی محنت سے میری مدد کرو۔ چنانچہ آپ نے دونوں پہاڑوں کے درمیان بنیاد کھدوائی۔ جب پانی نکل آیا تو اس پر پگھلائے تانبے کے گارے سے پتھر جمائے گئے اور لوہے کے تختے نیچے اوپر چن کر اُن کے درمیان میں لکڑی اور کوئلہ بھروا دیا۔ اور اُس میں آگ لگوا دی۔ اس طرح یہ دیوار پہاڑ کی بلندی تک اونچی کر دی گئی اور دونوں پہاڑوں کے درمیان کوئی جگہ نہ چھوڑی گئی۔ پھر پگھلایا ہوا تانبا دیوار میں پلا دیا گیا جو سب مل کر بہت ہی مضبوط اور نہایت مستحکم دیوار بن گئی۔

(خزائن العرفان، ص۵۴۵۔۵۴۷، پ۱۶، الکہف:۸۶تا۹۸)

قرآن مجید کی سورہ کہف میں حَتّٰۤی اِذَا بَلَغَ مَغْرِبَ الشَّمْسِ سے مِنْ اَمْرِنَا یُسْرًا پہلے سفر کا ذکر ہے پھر ثُمَّ اَتْبَعَ سَبَبًا سے خُبْرًا تک دوسرے سفر کا تذکرہ ہے اور ثُمَّ اَتْبَعَ سَبَبًا سے وَعْدُ رَبِّیْ حَقًّا تک تیسرے سفر کی روداد ہے۔

سدِ سکندری کب ٹوٹے گی؟: حدیث شریف میں ہے کہ یاجوج و ماجوج روزانہ اس دیوار کو توڑتے ہیں اور دن بھر جب محنت کرتے کرتے اس کو توڑنے کے قریب ہو جاتے ہیں تو ان میں سے کوئی کہتا ہے کہ اب چلو باقی کو کل توڑ ڈالیں گے۔ دوسرے دن جب وہ لوگ آتے ہیں تو خدا کے حکم سے وہ دیوار پہلے سے بھی زیادہ مضبوط ہو جاتی ہے۔ جب اس دیوار کے ٹوٹنے کا وقت آئے گا تو ان میں سے کوئی کہے گا کہ اب چلو۔ ان شاء اللہ تعالیٰ کل اس دیوار کو توڑ ڈالیں گے۔ ان لوگوں کے ان شاء اللہ تعالیٰ کہنے کی برکت اور اس کلمہ کا یہ ثمرہ ہوگا کہ دوسرے دن دیوار ٹوٹ جائے گی۔ یہ قیامت قریب ہونے کا وقت ہوگا۔ دیوار ٹوٹنے کے بعد یاجوج و ماجوج نکل پڑیں گے اور زمین میں ہر طرف فتنہ و فساد اور قتل و غارت کریں گے۔ چشموں اور تالابوں کا پانی پی ڈالیں گے اور جانوروں اور درختوں کو کھا ڈالیں گے۔ زمین پر ہر جگہوں میں پھیل جائیں گے۔ مگر مکہ مکرمہ و مدینہ طیبہ و بیت المقدس ان تینوں شہروں میں یہ داخل نہ ہو سکیں گے۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعا سے اُن لوگوں کی گردنوں میں کیڑے پیدا ہو جائیں گے اور یہ سب ہلاک ہو جائیں گے۔ قرآن مجید میں ہے:۔

حَتّٰۤی اِذَا فُتِحَتْ یَاْجُوْجُ وَمَاْجُوْجُ وَهُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ یَّنْسِلُوْنَ ۝

ترجمہ کنزالایمان:۔ یہاں تک کہ جب کھولے جائیں گے یاجوج و ماجوج اور وہ ہر بلندی سے ڈھلکتے ہوں گے۔ (پ17، الانبیاء:96)

جماعت بُحَیرَہ طَبَرِیَہ پر (جس کا طول دس میل ہوگا جب گزرے گی، اُس کا پانی پی کر اس طرح سکھا دے گی کہ دوسری جماعت بعد والی جب آئے گی تو کہے گی: کہ یہاں کبھی پانی تھا۔

پھر دنیا میں فساد وقتل وغارت سے جب فرصت پائیں گے تو کہیں گے کہ زمین والوں کو تو قتل کرلیا، آؤ اب آسمان والوں کو قتل کریں، یہ کہہ کر اپنے تیر آسمان کی طرف پھینکیں گے، خدا کی قدرت کہ اُن کے تیر اوپر سے خون آلودہ گریں گے۔

یہ اپنی اِنہیں حرکتوں میں مشغول ہوں گے اور وہاں پہاڑ پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام مع اپنے ساتھیوں کے محصور ہوں گے، یہاں تک کہ اُن کے نزدیک گائے کے سر کی وہ وقعت ہوگی جو آج تمہارے نزدیک ۱۰۰ سو اشرفیوں کی نہیں، اُس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام مع اپنے ہمراہیوں کے دُعا فرمائیں گے، اللہ تعالیٰ اُن کی گردنوں میں ایک قسم کے کیڑے پیدا کردے گا کہ ایک دَم میں وہ سب کے سب مر جائیں گے، اُن کے مرنے کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام پہاڑ سے اُتریں گے، دیکھیں گے کہ تمام زمین اُن کی لاشوں اور بدبُو سے بھری پڑی ہے، ایک بالشت بھی زمین خالی نہیں۔

اُس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام مع ہمراہیوں کے پھر دُعا کریں گے، اللہ تعالیٰ ایک قسم کے پرند بھیجے گا کہ وہ انکی لاشوں کو جہاں اللہ (عزوجل) چاہے گا پھینک آئیں گے اور اُن کے تیر وکمان وترکش کو مسلمان ۷ سات برس تک جلائیں گے، پھر اُس کے بعد بارش ہوگی کہ زمین کو ہموار کر چھوڑے گی اور زمین کو حکم ہوگا کہ اپنے پھلوں کو اُگا اور اپنی برکتیں اُگل دے اور آسمان کو حکم ہوگا کہ اپنی برکتیں اُنڈیل دے تو یہ حالت ہوگی کہ ایک انار کو ایک جماعت کھائے گی اور اُس کے چھلکے کے سایہ میں ۱۰ دس آدمی بیٹھیں گے اور دودھ میں یہ برکت ہوگی کہ ایک اونٹنی کا دودھ، جماعت کو کافی ہوگا اور ایک گائے کا دودھ، قبیلہ بھر کو اور ایک بکری کا، خاندان بھر کو کفایت کریگا۔

(۲۵) دُھواں ظاہر ہوگا (8): جس سے زمین سے آسمان تک اندھیرا ہو جائے گا۔

(۲۶) دابۃ الارض کا نکلنا (9): یہ ایک جانور ہے، اِس کے ہاتھ میں عصائے موسیٰ اور انگشتری سلیمان علیہما السلام ہوگی، عصا سے ہر مسلمان کی پیشانی پر ایک نشان نورانی بنائے گا اور انگشتری سے ہر کافر کی پیشانی پر ایک سخت سیاہ دھبّا، اُس وقت تمام مسلم وکافر علانیہ ظاہر ہوں گے۔ یہ علامت کبھی نہ بدلے گی، جو کافر ہے ہرگز ایمان نہ لائے

---

(8) فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِينٍ ۝

ترجمۂ کنزالایمان: تو تم اس دن کے منتظر رہو جب آسمان ایک ظاہر دھواں لائے گا۔ (پ 25، الدخان: 10)

(9) وَإِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ أَخْرَجْنَا لَهُمْ دَآبَّةً مِّنَ الْأَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ

ترجمۂ کنزالایمان: اور جب بات ان پر آپڑے گی ہم زمین سے ان کے لئے ایک چوپایہ نکالیں گے جو لوگوں سے کلام کرے گا۔

(پ 20، النمل: 82)

گا اور جو مسلمان ہے ہمیشہ ایمان پر قائم رہے گا۔

(۲۷) آفتاب کا مغرب سے طلوع ہونا: اِس نشانی کے ظاہر ہوتے ہی توبہ کا دروازہ بند ہو جائے گا، اُس وقت کا اسلام معتبر نہیں۔

(۲۸) وفاتِ سیدنا عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کے ایک زمانہ کے بعد جب قیامِ قیامت کو صرف چالیس برس رہ جائیں گے، ایک خوشبودار ٹھنڈی ہوا چلے گی، جو لوگوں کی بغلوں کے نیچے سے گزرے گی، جس کا اثر یہ ہوگا کہ مسلمان کی روح قبض ہو جائے گی اور کافر ہی کافر رہ جائیں گے اور اُنھیں پر قیامت قائم ہوگی۔

یہ چند نشانیاں بیان کی گئیں، اِن میں بعض واقع ہو چکیں اور کچھ باقی ہیں، جب نشانیاں پوری ہو لیں گی اور مسلمانوں کی بغلوں کے نیچے سے وہ خوشبودار ہوا گزر لے گی جس سے تمام مسلمانوں کی وفات ہو جائے گی، اس کے بعد پھر چالیس برس کا زمانہ ایسا گزرے گا کہ اس میں کسی کے اولاد نہ ہوگی، یعنی چالیس برس سے کم عمر کا کوئی نہ رہے گا اور دنیا میں کافر ہی کافر ہوں گے، اللہ کہنے والا کوئی نہ ہوگا، کوئی اپنی دیوار لیستا (پلستر کرتا) ہوگا، کوئی کھانا کھاتا ہوگا، غرض لوگ اپنے اپنے کاموں میں مشغول ہوں گے کہ دفعتہ (اچانک) حضرت اسرافیل علیہ السلام کو صُور پھونکنے کا حکم ہوگا، شروع شروع اس کی آواز بہت باریک ہوگی اور رفتہ رفتہ بہت بلند ہو جائے گی، لوگ کان لگا کر اس کی آواز سنیں گے اور بے ہوش ہو کر گر پڑیں گے اور مر جائیں گے، آسمان، زمین، پہاڑ، یہاں تک کہ صُور اور اسرافیل اور تمام ملائکہ فنا ہو جائیں گے، اُس وقت سوا اُس واحدِ حقیقی کے کوئی نہ ہوگا، وہ فرمائے گا:

﴿لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ﴾ (10)

آج کس کی بادشاہت ہے۔۔۔؟! کہاں ہیں جبّارین۔۔۔؟! کہاں ہیں متکبرین۔۔۔؟! مگر ہے کون جو جواب دے، پھر خود ہی فرمائے گا:

﴿لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ۝﴾ (11)

صرف اللہ واحد قہار کی سلطنت ہے۔

پھر جب اللہ تعالیٰ چاہے گا، اسرافیل کو زندہ فرمائے گا اور صور کو پیدا کر کے دوبارہ پھونکنے کا حکم دے گا، صور پھونکتے ہی تمام اوّلین و آخرین، ملائکہ و انس و جن و حیوانات موجود ہو جائیں گے۔ سب سے پہلے حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قبر مبارک سے یوں برآمد ہونگے کہ دہنے ہاتھ میں صدیقِ اکبر کا ہاتھ، بائیں ہاتھ میں فاروقِ اعظم کا ہاتھ

(11-10) لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ۝

ترجمۂ کنز الایمان: آج کس کی بادشاہی ہے ایک اللہ سب پر غالب کی۔ (پ 24، المؤمن: 16)

رضی اللہ تعالٰی عنہما، پھر مکہ معظمہ و مدینہ طیبہ کے مقابر میں جتنے مسلمان دفن ہیں، سب کو اپنے ہمراہ لے کر میدانِ حشر میں تشریف لے جائیں گے(12)۔

عقیدہ (۱): قیامت بیشک قائم ہوگی، اس کا انکار کرنے والا کافر ہے(13)۔

عقیدہ (۲): حشر صرف رُوح کا نہیں، بلکہ روح و جسم دونوں کا ہے، جو کہے صرف روحیں اٹھیں گی جسم زندہ نہ ہوں گے، وہ بھی کافر ہے۔(14)

---

(12) سنن الترمذي، كتاب المناقب، باب أنا أول من تنشق عنه الارض، ثم أبو بكر وعمر، الحديث: ۳۷۱۲، ج۵، ص۳۸۸۔

(13) ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ تُبْعَثُوْنَ○

ترجمۂ کنزالایمان: پھر تم سب قیامت کے دن اٹھائے جاؤ گے۔(پ18، المومنون:16)

(14) حشر صرف رُوح کا نہیں

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

جب باجماع اہل حق روح کے لیے موت نہیں، اور تمام کُتب عقائد میں تصریح اور شرح مقاصد کی عبارت فصل دوم نوع اول مقصد سوم میں گزری کہ اہل سنت کے نزدیک جسم شرط حیات نہیں، معتزلہ اس میں خلاف کرتے ہیں اور ظاہر ہے کہ ادراکات تابع حیات ہیں کما نص علی فی شرح طوالع الانوار للعلامۃ التفتازانی وللاصفھانی وشرح المواقف للسید الجرجانی (جیسا کہ علامہ تفتازانی واصفہانی کی شروح طوالع الانوار اور سید شریف جرجانی کی شرح مواقف میں اس کی تصریح ہے۔ ت) ولہذا ہمارے نزدیک روح موت سے متغیر نہیں ہوتی اس کے کلام وادراک بدستور رہتے ہیں جس کا بیان شافی درجہ کافی فصل مذکور میں مسطور، تو روح بعد دفن فتنہ وسوال یا نعیم ونکال، کسی امر میں ہرگز اعادہ حیات کی محتاج نہیں کہ حیات وادراکات اس سے جدا ہی کب ہوئے تھے، ہاں بدن ضرور محتاج ہے۔ وجہ یہ کہ اہل سنت کے نزدیک قبر کی تنعیم یا معاذاللہ عذاب جو کچھ ہے روح وجسم دونوں پر ہے۔

امام جلیل جلال الدین سیوطی شرح الصدور میں فرماتے ہیں: عذاب القبر محله الروح والبدن جميعا باتفاق اهل السنة وكذا القول فى التنعيم ا۔ باتفاق اہل سنت عذاب قبر اور آسائش قبر کا محل روح اور بدن دونوں میں ہیں۔

(ا۔ شرح الصدور باب عذاب القبر خلافت اکیڈمی منگورہ سوات ص ۷۶)

اور اس پر شرع مطہرہ سے نصوص کثیرہ وشہیرہ متواتر دال ہیں جن کے استقصا کی طرف راہ نہیں، اسی کتاب کی احادیث مذکورہ میں بکثرت اس کے دلائل ہیں کما ترٰی، اسی طرح سوال نکیرین بھی روح وبدن دونوں سے ہے۔

شرح فقہ اکبر میں ہے:

ليس السوال فى البرزخ للروح وحدها كما قال ابن حزم وغيره منه قول من قال انه للبدن بلا روح والاحاديث الصحيحة ترد القولين ۲۔

(۲۔ شرح فقہ الاکبر تعلق الروح بالبدن علی خمسۃ انواع مطبع قیومی کانپور بھارت، ص ۱۵۴) ←

عقیدہ (۳): دنیا میں جو رُوح جس جسم کے ساتھ متعلق تھی اُس رُوح کا حشر اُسی جسم میں ہوگا، یہ نہیں کہ کوئی نیا جسم پیدا کر کے اس کے ساتھ روح متعلق کر دی جائے۔

عقیدہ (۴): جسم کے اجزا اگرچہ مرنے کے بعد متفرق ہوگئے اور مختلف جانوروں کی غذا ہوگئے ہوں، مگر اللہ تعالٰی ان سب اجزا کو جمع فرما کر قیامت کے دن اٹھائے گا، قیامت کے دن لوگ اپنی اپنی قبروں سے ننگے بدن، ننگے پاؤں، ناختنہ شدہ اٹھیں گے (15)، کوئی پیدل، کوئی سوار (16) اور ان میں بعض تنہا سوار ہوں گے اور کسی سواری پر دو ۲، کسی پر تین ۳، کسی پر چار ۴، کسی پر دس ۱۰ ہوں گے۔ (17) کافر منہ کے بل چلتا ہوا میدانِ حشر کو جائے گا (18)، کسی کو ملائکہ گھسیٹ کر لے جائیں گے، کسی کو آگ جمع کرے گی۔ (19) یہ میدانِ حشر ملکِ شام کی زمین پر قائم ہوگا۔ (20) زمین ایسی ہموار ہوگی کہ اِس کنارہ پر رائی کا دانہ گر جائے تو دوسرے کنارے سے دکھائی دے، اُس دن زمین تانبے کی ہوگی (21) اور آفتاب ایک میل کے فاصلہ پر ہوگا۔ راوی حدیث نے فرمایا: معلوم نہیں میل سے مراد

برزخ میں تنہا روح سے سوال نہیں جیسے ابن حزم وغیرہ کا قول ہے اور اس سے زیادہ فاسد اس کا قول ہے جو کہتا ہے کہ سوال صرف بدن بے روح سے ہے۔ صحیح احادیث دونوں قولوں کی تردید فرماتی ہیں۔ (فتاوی رضویہ، جلد ۹، ص ۸۵۱ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(15) صحیح مسلم، کتاب الجنۃ وصفۃ نعیمھا واھلھا، باب فناء الدنیا... إلخ، الحدیث: ۲۸۶۹، ص ۱۵۲۹۔
صحیح البخاري، کتاب أحادیث الأنبیائ، الحدیث: ۳۳۴۹، ج ۲، ص ۴۲۰۔

(16) سنن الترمذي، کتاب التفسیر، باب: ومن سورۃ النحل، الحدیث: ۳۱۵۳، ج ۵، ص ۹۶

(17) صحیح البخاري، کتاب الرقاق، باب کیف الحشر، الحدیث: ۶۵۲۲، ج ۴، ص ۲۵۲۔
صحیح مسلم، کتاب الجنۃ وصفۃ نعیمھا واھلھا، باب فناء الدنیا... إلخ، الحدیث: ۲۸۶۱، ص ۱۵۳۰۔

(18) صحیح مسلم، کتاب صفات المنافقین وأحکامھم، یحشر الکافر علی وجھہ، الحدیث: ۲۸۰۶، ص ۱۵۰۸۔

(19) سنن النسائی، کتاب الجنائز، البعث، الحدیث: ۲۰۸۳، ص ۳۵۰۔

(20) المسند، للامام أحمد بن حنبل، الحدیث: ۲۰۰۴۲، ۲۰۰۵۱ ج ۷، ص ۲۳۵۔ ۲۳۷۔

(21) تانبے کی زمین

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

جب وہ جانِ راحت کان رأفت پیدا ہوا بارگاہ الٰہی میں سجدہ کیا اور رب ھب لی امتی ا؎ فرمایا، جب قبر شریف میں اتارا لب جاں بخش کو جنبش تھی، بعض صحابہ نے کان لگا کر سنا آہستہ آہستہ امتی امتی ۲؎ فرماتے تھے۔ قیامت کے روز کہ عجب سختی کا دن ہے، تانبے کی زمین، ننگے پاؤں، زبانیں پیاس سے، باہر، آفتاب سروں پر، سائے کا پتہ نہیں، حساب کا دغدغہ، مَلِکِ قہار کا سامنا، عالَم اپنی فکر میں گرفتار ہوگا، مجرمانِ بے یار دامِ آفت کے گرفتار، جدھر جائیں گے سوا نفسی نفسی اذھبوا الی غیری ۳؎ کچھ جواب نہ پائیں گے۔

(ا؎ تا ۳؎ صحیح مسلم کتاب الایمان باب اثبات الشفاعۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۱۱) ←

سُرمہ کی سلائی ہے یا میلِ مُسافت (22)، اگر میل مسافت بھی ہو تو کیا بہت فاصلہ ہے۔۔۔؟! کہ اب چار ہزار برس کی راہ کے فاصلہ پر ہے اور اِس طرف آفتاب کی پیٹھ ہے، پھر بھی جب سر کے مقابل آجاتا ہے، گھر سے باہر نکلنا دشوار ہوجاتا ہے، اُس وقت کہ ایک میل کے فاصلہ پر ہوگا اور اُس کا منہ اِس طرف کو ہوگا، تپش اور گرمی کا کیا پوچھنا۔۔۔؟! اور اَب مٹی کی زمین ہے، مگر گرمیوں کی دھوپ میں زمین پر پاؤں نہیں رکھا جاتا، اُس وقت جب تانبے کی ہوگی اور آفتاب کا اتنا قرب ہوگا، اُس کی تپش کون بیان کرسکے۔۔۔؟! اللہ (عزوجل) پناہ میں رکھے۔ بھیجے کھولتے ہوں گے (23) اور اس کثرت سے پسینہ نکلے گا کہ ستر گز زمین میں جذب ہوجائے گا (24)، پھر جو پسینہ زمین نہ پی سکے گی وہ اوپر چڑھے گا، کسی کے ٹخنوں تک ہوگا، کسی کے گھٹنوں تک، کسی کے کمر کمر، کسی کے سینہ، کسی کے گلے تک، اور کافر کے تو منہ تک چڑھ کر مثلِ لگام کے جکڑ جائے گا جس میں وہ ڈبکیاں کھائے گا۔ (25) اس گرمی کی حالت میں پیاس کی جو کیفیت ہوگی محتاجِ بیان نہیں، زبانیں سُوکھ کر کانٹا ہوجائیں گی، بعضوں کی زبانیں منہ سے باہر نکل آئیں گی، دل اُبل کر گلے کو آجائیں گے، ہر مُبتلا بقدرِ گناہ تکلیف میں مبتلا کیا جائے گا، جس نے چاندی سونے کی زکوٰۃ نہ دی ہوگی اُس مال کو خوب گرم کرکے اُس کی کروٹ اور پیشانی اور پیٹھ پر داغ کریں گے (26)، جس نے جانوروں کی زکوٰۃ نہ دی ہوگی اس کے جانور قیامت کے دن خوب طیار ہوکر آئیں گے اور اس شخص کو وہاں لٹائیں گے اور وہ جانور اپنے سینگوں سے مارتے اور

اس وقت یہی محبوبِ غمگسار کام آئے گا، قفلِ شفاعت اس کے زورِ بازو سے کھل جائے گا، عمامہ سرِ اقدس سے اتاریں گے اور سربسجود ہوکر یارب امتی ۴؎ فرمائینگے۔ (۴؎ صحیح مسلم کتاب الایمان باب اثبات الشفاعۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۱۱)

وائے بے انصافی! ایسے غم خوار پیارے کے نام پر جان نثار کرنا اور مدح وستائش ونشرِ فضائل سے اپنی آنکھوں کو روشنی اور دل کو ٹھنڈک دینا واجب یا یہ کی حتی الوسع چاند پر خاک ڈالے اوران روشن خوبیوں میں انکار کی شاخیں نکالے۔

(فتاوی رضویہ، جلد ۳۰، ص ۱۷۷ رضا فاونڈیشن، لاہور)

(22) صحیح مسلم، کتاب الجنۃ۔۔۔ إلخ، باب في صفۃ یوم القیامۃ۔۔۔ إلخ، الحدیث: ۲۸۶۴، ص ۱۵۳۱۔ ۱۵۳۲.

(23) المسند للامام أحمد بن حنبل، الحدیث: ۲۲۲۴۸، ج ۸، ص ۲۷۹.

(24) صحیح البخاري، کتاب الرقاق، الحدیث: ۶۵۳۲، ج ۴، ص ۲۵۵.

(25) المسند للامام أحمد بن حنبل، الحدیث: ۱۷۴۴۴، ج ۶، ص ۱۴۶.

(26) وَالَّذِیْنَ یَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا یُنْفِقُوْنَهَا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ۙ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ ۝ یَّوْمَ یُحْمٰی عَلَیْهَا فِیْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰی بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ ؕ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ ۝

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ کہ جوڑ کر رکھتے ہیں سونا اور چاندی اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے انہیں خوشخبری سناؤ دردناک عذاب کی جس دن وہ تپایا جائے گا جہنم کی آگ میں پھر اس سے داغیں گے ان کی پیشانیاں اور کروٹیں اور پیٹھیں یہ ہے وہ جو تم نے اپنے لئے ←

پاؤں سے روندتے اُس پر گزریں گے، جب سب اسی طرح گزر جائیں گے پھر اُدھر سے واپس آکر یونہی اُس پر گزریں گے، اسی طرح کرتے رہیں گے، یہاں تک کہ لوگوں کا حساب ختم ہو (27) وعلٰی ھذا القیاس پھر باوجود ان مصیبتوں کے کوئی کسی کا پُرسانِ حال نہ ہوگا، بھائی سے بھائی بھاگے گا، ماں باپ اولاد سے پیچھا چھڑائیں گے، بی بی بچے الگ جان چُرائیں گے (28)، ہر ایک اپنی اپنی مصیبت میں گرفتار، کون کس کا مددگار ہوگا...! حضرت آدم علیہ السلام کو حکم ہوگا، اے آدم! دوزخیوں کی جماعت الگ کر، عرض کرینگے: کتنے میں سے کتنے؟ ارشاد ہوگا: ہر ہزار سے نو سو ننانوے، یہ وہ وقت ہوگا کہ بچے مارے غم کے بوڑھے ہو جائیں گے، حمل والی کا حمل ساقط ہو جائے گا، لوگ ایسے دکھائی دیں گے کہ نشہ میں ہیں، حالانکہ نشہ میں نہ ہوں گے، ولیکن اللہ کا عذاب بہت سخت ہے، غرض کس کس مصیبت کا بیان کیا جائے، ایک ہو، دو ۲ ہوں، ۱۰۰ سو ہوں، ۱۰۰۰ ہزار ہوں تو کوئی بیان بھی کرے، ہزارہا مصائب اور وہ بھی ایسے شدید کہ الاماں الاماں...! اور یہ سب تکلیفیں دو چار گھنٹے، دو چار دن، دو چار ماہ کی نہیں، بلکہ قیامت کا دن کہ پچاس ہزار برس کا ایک دن ہوگا (29)، قریب آدھے کے گزر چکا ہے اور ابھی تک اھلِ محشر اسی حالت میں ہیں۔ اب آپس میں مشورہ کریں گے کہ کوئی اپنا سفارشی ڈھونڈنا چاہیے کہ ہم کو اِن مصیبتوں سے رہائی دلائے، ابھی تک تو یہی نہیں پتا چلتا ہے کہ آخر کدھر کو جانا ہے، یہ بات مشورے سے قرار پائے گی کہ حضرت آدم علیہ السلام ہم سب کے باپ ہیں، اللہ تعالیٰ نے اِن کو اپنے دستِ قدرت سے بنایا اور جنت میں رہنے کو جگہ دی اور مرتبہ نبوت سے سرفراز فرمایا، اُنکی خدمت میں حاضر ہونا چاہیے، وہ ہم کو اِس مصیبت سے نجات دلائیں گے۔

غرض اُفتاں وخیزاں کس کس مشکل سے اُن کے پاس حاضر ہوں گے اور عرض کریں گے: اے آدم! آپ ابوالبشر ہیں، اللہ عزوجل نے آپ کو اپنے دستِ قدرت سے بنایا اور اپنی چُنی ہوئی روح آپ میں ڈالی اور ملائکہ سے آپ کو سجدہ کرایا اور جنت میں آپ کو رکھا، تمام چیزوں کے نام آپ کو سکھائے، آپ کو صفی کیا، آپ دیکھتے نہیں کہ ہم کس حالت

جوڑ کر رکھا تھا اب چکھو مزا اس جوڑنے کا۔(پ10،التوبۃ:34۔35)

(27) صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب إثم مانع الزکاۃ، الحدیث:۹۸۷، ص۴۹۳۔

(28) یَوْمَ یَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِیْهِۙ وَ اُمِّهٖ وَ اَبِیْهِۙ وَ صَاحِبَتِهٖ وَ بَنِیْهِؕ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ یَوْمَىٕذٍ شَاْنٌ یُّغْنِیْهِؕ

ترجمۂ کنزالایمان: اس دن آدمی بھاگے گا اپنے بھائی اور ماں اور باپ اور جورو اور بیٹوں سے ان میں سے ہر ایک کو اس دن ایک فکر ہے کہ وہی اسے بس ہے۔(پ30،عبس:34۔37)

(29) كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِیْنَ اَلْفَ سَنَةٍۚ

ترجمۂ کنزالایمان: جس کی مقدار پچاس ہزار برس ہے۔(پ29،المعارج:4)

میں ہیں...؟! آپ ہماری شفاعت کیجیے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے نجات دے۔(30) فرمائیں گے: میرا یہ مرتبہ نہیں، مجھے آج اپنی جان کی فکر ہے(31)، آج رب عزوجل نے ایسا غضب فرمایا ہے کہ نہ پہلے کبھی ایسا غضب فرمایا، نہ آئندہ فرمائے، تم کسی اور کے پاس جاؤ!(32) لوگ عرض کریں گے: آخر کس کے پاس ہم جائیں...؟ فرمائیں گے(33): نُوح کے پاس جاؤ، کہ وہ پہلے رسول ہیں کہ زمین پر ہدایت کے لیے بھیجے گئے(34)، لوگ اُسی حالت میں حضرت نُوح علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوں گے اور اُن کے فضائل بیان کرکے عرض کریں گے کہ(35): آپ اپنے ربّ کے حضور ہماری شفاعت کیجیے کہ وہ ہمارا فیصلہ کر دے، یہاں سے بھی وہی جواب ملے گا کہ میں اس لائق نہیں، مجھے اپنی پڑی ہے(36)، تم کسی اور کے پاس جاؤ!(37) عرض کریں گے، کہ آپ ہمیں کس کے پاس بھیجتے ہیں(38)...؟ فرمائیں گے: تم ابراہیم خلیل اللہ کے پاس جاؤ(39)، کہ اُن کو اللہ تعالیٰ نے مرتبہ خُلّت سے ممتاز فرمایا ہے(40)، لوگ یہاں حاضر ہوں گے، وہ بھی یہی جواب دیں گے کہ میں اِس کے قابل نہیں، مجھے اپنا اندیشہ ہے۔

مختصر یہ کہ وہ حضرت موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کی خدمت میں بھیجیں گے، وہاں بھی وہی جواب ملے گا، پھر موسیٰ علیہ السلام حضرت عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کے پاس بھیجیں گے، وہ بھی یہی فرمائیں گے: کہ میرے کرنے کا یہ کام نہیں(41)، آج میرے رب نے وہ غضب فرمایا ہے، کہ ایسا نہ کبھی فرمایا، نہ فرمائے، مجھے اپنی جان کا ڈر ہے، تم کسی دوسرے کے پاس جاؤ(42)، لوگ عرض کریں گے: آپ ہمیں کس کے پاس بھیجتے ہیں؟ فرمائیں گے: تم اُن کے حضور

---

(30) صحیح البخاري، کتاب التوحید، الحدیث: ۷۴۴۰، ج ۴، ص ۵۵۴.

(31) المسند للامام أحمد بن حنبل، ج ۱، ص ۶۰۳، الحدیث: ۲۵۴۶.

(32) صحیح البخاري، کتاب أحادیث الانبیاء، الحدیث: ۳۳۴۰، ج ۲، ص ۴۱۵.

(33) الخصائص الکبری، باب الشفاعة، ج ۲، ص ۳۸۳.

(34) صحیح البخاري، کتاب التوحید، الحدیث: ۷۴۱۰، ج ۴، ص ۵۴۲.

(35) صحیح البخاري، کتاب أحادیث الانبیاء، الحدیث: ۳۳۴۰، ج ۲، ص ۴۱۵.

(36) المسند للامام أحمد بن حنبل، الحدیث: ۲۵۴۶، ج ۱، ص ۶۰۳.

(37) صحیح البخاري، کتاب التفسیر، باب: (ذُرِّیَّةَ مَنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ اِنَّه...[لخ)، الحدیث: ۴۷۱۲، ج ۳، ص ۲۶۰.

(38) الخصائص الکبری، باب الشفاعة، ج ۲، ص ۳۸۳.

(39) الخصائص الکبری، باب الشفاعة، ج ۲، ص ۳۸۳

(40) المسند للامام أحمد بن حنبل، الحدیث: ۱۵، ج ۱، ص ۲۱.

(41) المسند للامام أحمد بن حنبل، الحدیث: ۲۵۴۶، ج ۱، ص ۶۰۳۔۶۰۴.

(42) صحیح البخاري، کتاب التفسیر، باب: (ذُرِّیَّةَ مَنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ اِنَّه...[لخ)، الحدیث: ۴۷۱۲، ج ۳، ص ۲۶۰.

حاضر ہو، جن کے ہاتھ پر فتح رکھی گئی، جو آج بے خوف ہیں (43)، اور وہ تمام اولادِ آدم کے سردار ہیں، تم محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو، وہ خاتم النبیین ہیں، وہ آج تمہاری شفاعت فرمائیں گے، اُنھیں کے حضور حاضر ہو، وہ یہاں تشریف فرما ہیں۔(44)

اب لوگ پھرتے پھراتے، ٹھوکریں کھاتے، روتے چلّاتے، دُہائی دیتے حاضرِ بارگاہِ بے کس پناہ ہوکر عرض کریں گے: اے محمد! اے اللہ کے نبی! حضور کے ہاتھ پر اللہ عزوجل نے فتحِ باب رکھا ہے، آج حضور مطمئن ہیں (45)، اِن کے علاوہ اور بہت سے فضائل بیان کرکے عرض کریں گے: حضور ملاحظہ تو فرمائیں ہم کس مصیبت میں ہیں! اور کس حال کو پہنچے! حضور بارگاہِ خداوندی میں ہماری شفاعت فرمائیں اور ہم کو اس آفت سے نجات دلوائیں۔(46)
جواب میں ارشاد فرمائیں گے: ((أَنَا لَهَا)) (47) میں اس کام کے لیے ہوں، ((أَنَا صَاحِبُكُمْ)) (48) میں ہی وہ ہوں جسے تم تمام جگہ ڈھونڈ آئے، یہ فرما کر بارگاہِ عزّت میں حاضر ہوں گے اور سجدہ کریں گے، ارشاد ہوگا:

((يَا مُحَمَّدُ! اِرْفَعْ رَأْسَكَ وَقُلْ تُسْمَعْ وَسَلْ تُعْطَهْ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ)) (49)

اے محمد! اپنا سر اٹھاؤ اور کہو، تمھاری بات سنی جائے گی اور مانگو جو کچھ مانگو گے ملے گا اور شفاعت کرو، تمہاری شفاعت مقبول ہے۔ دوسری روایت میں ہے:

((وَقُلْ تُطَعْ))

فرماؤ! تمہاری اِطاعت کی جائے۔

پھر تو شفاعت کا سلسلہ شروع ہو جائے گا، یہاں تک کہ جس کے دل میں رائی کے دانہ سے کم سے کم بھی ایمان ہوگا، اس کے لیے بھی شفاعت فرما کر اُسے جہنم سے نکالیں گے، یہاں تک کہ جو سچے دل سے مسلمان ہوا اگرچہ اس کے پاس کوئی نیک عمل نہیں ہے، اسے بھی دوزخ سے نکالیں گے۔(50) اَب تمام انبیا اپنی اُمت کی شفاعت فرمائیں گے،

---

(43) الخصائص الکبری، باب الشفاعۃ، ج۲، ص۳۸۳، ملتقطاً۔

(44) المسند للامام أحمد بن حنبل: الحدیث: ۲۵۴۶، ج۱، ص۶۰۴۔

(45) الخصائص الکبری، باب الشفاعۃ، ج۲، ص۳۸۳، ملتقطاً۔

(46) صحیح مسلم، کتاب الایمان، الحدیث: ۳۲۷، ص۱۲۵

(47) صحیح البخاري، کتاب التوحید، الحدیث: ۷۵۱۰، ج۴، ص۵۷۷۔

(48) المعجم الکبیر للطبراني، الحدیث: ۶۱۱۷، ج۶، ص۲۴۸۔

(49) صحیح البخاري، کتاب الایمان، باب أدنی أھل الجنۃ منزلۃ فیھا، الحدیث: ۳۲۲(۱۹۳)، ص۱۲۲۔

(50) صحیح البخاري، کتاب التوحید، الحدیث: ۷۵۱۰، ج۴، ص۵۷۷۔۵۷۸۔

اولیائے کرام، شہدا، علما، حُفّاظ، حُجّاج، بلکہ ہر وہ شخص جس کو کوئی منصبِ دینی عنایت ہوا، اپنے اپنے متعلقین کی شفاعت کریگا۔ نابالغ بچے جو مر گئے ہیں، اپنے ماں باپ کی شفاعت کریں گے، یہاں تک کہ علما کے پاس کچھ لوگ آ کر عرض کریں گے: ہم نے آپ کے وضو کے لیے فلاں وقت میں پانی بھر دیا تھا، کوئی کہے گا: کہ میں نے آپ کو استنجے کے لیے ڈھیلا دیا تھا، علما اُن تک کی شفاعت کریں گے۔

عقیدہ (۵): حساب حق ہے، اعمال کا حساب ہونے والا ہے۔(51)

عقیدہ (۶): حساب کا منکر کافر ہے، کسی سے تو اس طرح حساب لیا جائے گا کہ خُفیۃً اُس سے پوچھا جائے گا: تو نے یہ کیا اور یہ کیا؟ عرض کریگا: ہاں اے رب! یہاں تک کہ تمام گناہوں کا اقرار لے لے گا، اب یہ اپنے دل میں سمجھے گا کہ اب گئے، فرمائے گا: کہ ہم نے دنیا میں تیرے عیب چھپائے اور اب بخشتے ہیں۔ اور کسی سے سختی کے ساتھ ایک ایک بات کی باز پرس ہوگی، جس سے یوں سوال ہوا، وہ ھلاک ہوا۔ کسی سے فرمائے گا: اے فلاں! کیا میں نے تجھے عزت نہ دی...؟! تجھے سردار نہ بنایا...؟! اور تیرے لیے گھوڑے اور اونٹ وغیرہ کو مسخر نہ کیا...؟! ان کے علاوہ اور نعمتیں یاد دلائے گا، عرض کریگا: ہاں! تُو نے سب کچھ دیا تھا، پھر فرمائے گا: تو کیا تیرا خیال تھا کہ مجھ سے ملنا ہے؟ عرض کریگا کہ نہیں، فرمائے گا: تو جیسے تُو نے ہمیں یاد نہ کیا، ہم بھی تجھے عذاب میں چھوڑتے ہیں۔

بعض کافر ایسے بھی ہوں گے کہ جب نعمتیں یاد دلا کر فرمائے گا کہ تُو نے کیا کیا؟ عرض کریگا: تجھ پر اور تیری کتاب اور تیرے رسولوں پر ایمان لایا، نماز پڑھی، روزے رکھے، صدقہ دیا اور ان کے علاوہ جہاں تک ہو سکے گا، نیک کاموں کا ذکر کر جائے گا۔ ارشاد ہوگا: تو اچھا تُو ٹھہر جا! تجھ پر گواہ پیش کیے جائیں گے، یہ اپنے جی میں سوچے گا: مجھ پر کون گواہی دیگا...؟! اس وقت اس کے مونھ پر مُہر کر دی جائے گی اور اَعضا کو حکم ہوگا: بول چلو، اُس وقت اُس کی ران اور ہاتھ پاؤں، گوشت پوست، ہڈیاں سب گواہی دیں گے کہ یہ تو ایسا تھا ایسا تھا، وہ جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: میری اُمت سے ستر ہزار بے حساب جنت میں داخل ہوں گے اور ان کے طفیل میں ہر ایک کے ساتھ ستر ہزار اور رب عزوجل ان کے ساتھ تین جماعتیں اور دے گا، معلوم نہیں ہر جماعت میں کتنے ہوں گے، اس کا شمار وہی جانے۔ تہجد پڑھنے والے بلا حساب جنت میں جائیں گے(52)۔

---

(51) اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ○

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک اللہ کو حساب کرتے دیر نہیں لگتی۔ (پ 6، المآئدہ: 4)

(52) تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّ طَمَعًا

ترجمۂ کنزالایمان: ان کی کروٹیں جدا ہوتی ہیں خوابگاہوں سے اور اپنے رب کو پکارتے ہیں ڈرتے اور امید کرتے۔ (پ 21، السجدہ: 16)

اس امت میں وہ شخص بھی ہوگا، جس کے ننانوے دفتر گناہوں کے ہوں گے اور ہر دفتر اتنا ہوگا، جہاں تک نگاہ پہنچے، وہ سب کھولے جائیں گے، رب عزوجل فرمائے گا: ان میں سے کسی امر کا تجھے انکار تو نہیں ہے؟ میرے فرشتوں کراماً کاتبین نے تجھ پر ظلم تو نہیں کیا؟ عرض کریگا: نہیں اے رب! پھر فرمائے گا: تیرے پاس کوئی عذر ہے؟ عرض کریگا: نہیں اے رب! فرمائے گا: ہاں تیری ایک نیکی ہمارے حضور میں ہے اور تجھ پر آج ظلم نہ ہوگا، اُس وقت ایک پرچہ جس میں أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ہوگا نکالا جائے گا اور حکم ہوگا جا تلوا، عرض کرے گا: اے رب! یہ پرچہ ان دفتروں کے سامنے کیا ہے؟ فرمائے گا: تجھ پر ظلم نہ ہوگا، پھر ایک پلے پر یہ سب دفتر رکھے جائیں گے اور ایک میں وہ، وہ پرچہ ان دفتروں سے بھاری ہو جائے گا۔ (53) بالجملہ اس کی رحمت کی کوئی انتہا نہیں، جس پر رحم فرمائے، تھوڑی چیز بھی بہت کثیر ہے۔

عقیدہ (۷): قیامت کے دن ہر شخص کو اُس کا نامہ اعمال دیا جائے گا (54)، نیکوں کے دہنے ہاتھ میں اور بدوں کے بائیں ہاتھ میں (55)، کافر کا سینہ توڑ کر اُس کا بایاں ہاتھ اس سے پسِ پشت نکال کر پیٹھ کے پیچھے دیا جائے گا۔ (56)

عقیدہ (۸): حوضِ کوثر کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مرحمت ہوا، حق ہے۔ (57)

---

(53) سنن الترمذي، کتاب الایمان، باب ماجاء فیمن یموت وھو یشھد أن لا إلہ إلا اللہ، الحدیث: ۲۶۴۸، ج۴، ص۲۹۰۔۲۹۱۔

(54) وَكُلَّ إِنْسَانٍ أَلْزَمْنٰهُ طٰٓئِرَهٗ فِيْ عُنُقِهٖ وَنُخْرِجُ لَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ كِتٰبًا يَّلْقٰهُ مَنْشُوْرًا ۝ اِقْرَاْ كِتٰبَكَ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا ۝

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہر انسان کی قسمت ہم نے اس کے گلے سے لگادی اور اس کے لئے قیامت کے دن ایک نوشتہ نکالیں گے جسے کھلا ہوا پائے گا فرمایا جائے گا کہ اپنا نامہ پڑھ آج تو خود ہی اپنا حساب کرنے کو بہت ہے۔ (پ15، بنی اسرائیل: 13۔14)

(55) فَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ فَيَقُوْلُ هَآؤُمُ اقْرَءُوْا كِتٰبِيَهْ ۝

ترجمۂ کنزالایمان: تو وہ جو اپنا نامۂ اعمال دہنے ہاتھ میں دیا جائے گا کہے گا لو میرے نامۂ اعمال پڑھو۔ (پ29، الحاقۃ: 19)

(56) وَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ وَرَآءَ ظَهْرِهٖ ۝

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ جس کا نامۂ اعمال اس کی پیٹھ کے پیچھے دیا جائے۔ (پ30، الانشقاق: 10)

(57) المسند للامام أحمد بن حنبل، الحدیث: ۱۳۵۷۹، ج۴، ص۴۹۱۔

حوضِ کوثر

{1}......سیدِ عالم، نورِ مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ روح پرور ہے: میرے حوض کی لمبائی ایک مہینے کی مسافت ہے، اس کے سب کنارے برابر ہیں اور اس کا پانی چاندی سے زیادہ سفید ہے۔

(صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب اثبات حوض نبینا وصفاتہ، الحدیث: ۵۹۷۱، ص۱۰۸۲)

....

{2}......ایک روایت میں ہے: اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید ہے۔(المرجع السابق، الحدیث:۵۹۸۹،ص۱۰۸۵)

{3}......ایک روایت میں ہے: اس کا پانی شہد سے زیادہ میٹھا ہے۔(المرجع السابق، الحدیث:۵۹۸۹،ص۱۰۸۵)

{4}......ایک روایت میں ہے: اس کی خوشبو کستوری سے زیادہ پاکیزہ ہے اور اس کے آبخورے (یعنی پیالے) آسمان کے ستاروں کی طرح ہیں، جس نے اس میں سے پی لیا وہ کبھی پیاسا نہ ہوگا۔(المرجع السابق، الحدیث:۵۹۷۱،ص۱۰۸۴)

{5}......ایک روایت میں ہے کہ اس کا چہرہ کبھی سیاہ نہ ہوگا۔

(المسند للامام احمد بن حنبل، حدیث ابی امامۃ الباہلی، الحدیث:۲۲۲۱۸،ج۸،ص۲۷۳)

حوضِ کوثر سے کون، کب پئے گا؟

حضرت سیِّدُنا قاضی عیاض مالکی علیہ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ اس کا ظاہری معنی یہی ہے کہ حوضِ کوثر سے پانی کا پینا حساب وکتاب اور پُل صراط سے گزرنے کے بعد ہوگا کیونکہ اسے عبور کرنے والا ہی پیاسا ہونے سے محفوظ رہے گا۔ایک قول یہ ہے کہ اسے وہی پئے گا جس کے مقدر میں جہنم سے نجات ہوگی۔یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس اُمّت میں سے جو اسے پئے گا اور جہنم میں داخلہ اس کے مقدر میں ہوا تو اسے جہنم میں بغیر پیاس کے عذاب ہوگا کیونکہ ایک دوسری حدیثِ پاک کا ظاہری مفہوم یہ ہے کہ سوائے مرتد کے تمام اُمّت اسے پئے گی۔ایک قول یہ بھی ہے کہ نامۂ اعمال دائیں ہاتھ میں لینے والے تمام اُمتوں کے مؤمنین اسے پئیں گے، پھر اللہ عَزَّوَجَلَّ نافرمان بندوں میں سے جسے چاہے گا عذاب دے گا۔

علمائے کرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام کا اس میں اختلاف ہے کہ کیا حوضِ کوثر پُل صراط کو عبور کرنے سے پہلے میدانِ محشر میں ہے یا جنت کی سرزمین میں ہے کہ جس تک پُل صراط عبور کرنے کے بعد ہی پہنچا جاسکے گا؟

حوضِ کوثر کی وسعت:

{6}......حضور نبی مُکَرَّم، نُورِ مُجَسَّم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی علیہ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: اللہ عَزَّوَجَلَّ نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے کہ میری امت کے 70 ہزار لوگوں کو بغیر حساب وکتاب کے جنت میں داخل فرمائے گا۔تو حضرت سیِّدُنا یزید بن اخنس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے عرض کی: خدا عَزَّوَجَلَّ کی قسم! یہ لوگ تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی علیہ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی اُمت میں سے اس طرح ہیں جس طرح مکھیوں میں بھوری مکھیاں ہوتی ہیں (یعنی بہت کم)۔ تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی علیہ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: میرے پروردگار عَزَّوَجَلَّ نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے کہ ان 70 ہزار (جنت میں داخل ہونے والوں) میں سے ہر ہزار کے ساتھ 70 ہزار افراد جنت میں داخل فرمائے گا اور اللہ عَزَّوَجَلَّ مزید 3 مٹھیاں (جن کی وسعت خدا و مصطفٰی عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللہُ تَعَالٰی علیہ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہی بہتر جانتے ہیں) بھر کر بلا حساب جنت میں داخل فرمائے گا۔کسی نے عرض کی: یارسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی علیہ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی علیہ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے حوض کی وسعت کتنی ہے؟ ارشاد فرمایا: جتنا عدن سے عمان کے درمیان فاصلہ ہے بلکہ اس سے بھی وسیع۔ اور اپنے دستِ اقدس سے اشارہ فرمارہے تھے کہ اس میں پانی پینے کے دو راستے ہیں۔(المسند للامام احمد بن حنبل، حدیث ابی امامۃ الباہلی، الحدیث:۲۲۲۱۸،ج۸،ص۲۷۲)

←

....

{7}...... ایک روایت میں ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی علیہ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: اس حوض پر سب سے پہلے پراگندہ سر اور میلے کچیلے کپڑوں والے مہاجرین فقرا آئیں گے، جو امیر عورتوں سے نکاح نہ کرسکے اور نہ ہی ان کے لئے بادشاہوں کے دروازے کھولے جاتے ہیں۔ (المرجع السابق، حدیث ثوبان، الحدیث: ۲۲۴۳۰، ص ۳۲۱)

{ بکھرے بال آزردہ صورت، ہوتے ہیں کچھ اہلِ محبت بدر مگر یہ شان ہے اُن کی، بات نہ ٹالے ربُّ العزّت }

{8}...... حضور نبی رحمت، شفیعِ اُمت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی علیہ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: میرے حوض کی وسعت عدن اور عمان کے درمیانی فاصلے جتنی ہے، جو برف سے زیادہ ٹھنڈا، شہد سے زیادہ میٹھا اور کستوری سے زیادہ خوشبودار ہے، اس کے پیالے آسمان کے ستاروں جتنے ہیں، جس نے اس سے ایک گھونٹ پی لیا وہ کبھی پیاسا نہ ہوگا، اس پر سب سے پہلے مہاجرین فقرا آئیں گے۔ ایک شخص نے عرض کی: یارسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی علیہ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! وہ کون لوگ ہیں؟ تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی علیہ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: جن کے سر پراگندہ، چہرے بھوک سے مرجھائے ہوئے اور کپڑے میلے کچیلے ہوتے ہیں، جن کے لئے بادشاہوں کے دروازے نہیں کھولے جاتے اور نہ ہی وہ حسن و دولت والی عورتوں سے نکاح کرسکتے ہیں، ان سے تمام حقوق تو لئے جاتے ہیں لیکن ان کے تمام حقوق دیئے نہیں جاتے۔ (المسند للامام احمد بن حنبل، مسند عبداللہ بن عمر بن الخطاب، الحدیث: ۶۱۷۰، ج ۲، ص ۴۹۱)

{9}...... حضور نبی کریم، رءوف رّحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی علیہ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عظمت نشان ہے: جنت سے حوض میں دو پرنالے بہتے ہیں ان میں سے ایک سونے کا اور دوسرا چاندی کا ہے۔ (صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب اثبات حوض نبینا وصفاتہ، الحدیث: ۵۹۹۰، ص ۱۰۸۵، بتغیر)

{10}...... ایک روایت میں ہے: میں اہلِ یمن کے پینے کی خاطر اپنے حوض کے کنارے سے لوگوں کو عصا کے ذریعے ہٹاؤں گا، یہاں تک کہ پانی ان کے اوپر سے بہنے لگے گا۔ (صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب اثبات حوض نبینا وصفاتہ، الحدیث: ۵۹۹۰، ص ۱۰۸۵)

حوضِ کوثر پر پیالوں کی تعداد:

{11}...... سرکارِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی علیہ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ معظّم ہے: حوض پر آسمان کے ستاروں کی تعداد کے برابر سونے اور چاندی کے پیالے ہوں گے۔ (صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب اثبات حوض نبینا وصفاتہ، الحدیث: ۶۰۰۰، ص ۱۰۸۵)

{12}...... ایک روایت میں ہے کہ یا آسمان کے ستاروں سے بھی زیادہ ہوں گے۔ (صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب اثبات حوض نبینا وصفاتہ، الحدیث: ۶۰۰۱، ص ۱۰۸۵)

{13}...... ایک صحیح روایت میں میٹھے میٹھے آقا، مکی مدنی مصطفےٰ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی علیہ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: اس میں سونے اور چاندی کے 2 میزاب (پرنالے) ہیں جو جنت سے بہتے ہیں۔ (المسند للامام احمد بن حنبل، حدیث ابی برزۃ الاسلمی، الحدیث: ۱۹۸۲۵، ج ۷، ص ۱۸۸)

سرکار کی کرم نوازی:

{14}...... حضرت سیِّدُنا امام حسن رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے کہ اُمُّ المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا فرماتی ہیں کہ (ایک دفعہ) میں رو پڑی تو شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی علیہ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے دریافت فرمایا: تجھے کس چیز نے رُلایا؟ ←

اِس حوض کی مسافت ایک مہینہ کی راہ ہے(58)، اس کے کناروں پر موتی کے قُبّے ہیں، چاروں گوشے برابر یعنی زاویے قائمہ ہیں، اس کی مٹی نہایت خوشبودار مشک کی ہے(59)، اس کا پانی دُودھ سے زیادہ سفید، شہد سے زیادہ میٹھا (60) اور مشک سے زیادہ پاکیزہ(61) اوراس پر برتن ستاروں سے بھی گنتی میں زیادہ (62) جواس کا پانی پیے گا کبھی پیاسا نہ ہوگا(63)، اس میں جنت سے دو پرنالے ہر وقت گرتے ہیں، ایک سونے کا، دوسرا چاندی کا۔(64)

میں نے عرض کی: جہنم کو یاد کیا تو رونے لگ گئی، کیا آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی علیہ ٖوَالِہٖ وَسَلَّم قیامت کے دن اپنے اہل وعیال کو یاد رکھیں گے؟ تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی علیہ ٖوَالِہٖ وَسَلَّم نے ارشادفرمایا: 3 جگہوں پر (میرے سوا) کوئی کسی کو یاد نہ رکھے گا: (۱)...... میزان کے پاس یہاں تک کہ وہ جان لے کہ اس کی نیکیاں ہلکی ہیں یا بھاری (۲)...... اعمال ناموں کے کھلنے کے وقت یہاں تک کہ وہ جان لے کہ اسے نامۂ اعمال دائیں ہاتھ میں ملے گا یا بائیں میں یا پیٹھ کے پیچھے سے اور (۳)...... پلِ صراط کے پاس جب وہ جہنم کی پشت پر بچھایا جائے گا یہاں تک کہ بندہ جان لے کہ وہ اسے عبور کرلے گا یا نہیں۔ (سنن ابی داود، کتاب السنۃ، باب فی ذکر المیزان، الحدیث:۴۷۵۵،ص۱۵۷۳) (المستدرک، کتاب الأھوال، باب ذکر عرض الانبیاء......الخ، الحدیث:۸۷۶۲،ج۵،ص۷۹۸، أیجوز بدلہ بنحو)

{15}...... حضرت سیِّدُنا أنس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں کہ میں نے سرکارِ مدینہ، راحتِ قلب وسینہ، فیض گنجینہ، صاحب معطر پسینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی علیہ ٖوَالِہٖ وَسَلَّم سے بروزِ قیامت اپنی شفاعت کا سوال کیا تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی علیہ ٖوَالِہٖ وَسَلَّم نے ارشادفرمایا: میں اِنْ شآءَ اللہ عَزَّ وَجَلَّ شفاعت کروں گا۔ میں نے عرض کی: میں آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی علیہ ٖوَالِہٖ وَسَلَّم کو کہاں تلاش کروں؟ ارشادفرمایا: پہلے مجھے پل صراط کے پاس تلاش کرنا۔ میں نے عرض کی: اگر پل صراط کے پاس نہ پاؤں تو (پھر کہاں تلاش کروں)؟ تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی علیہ ٖوَالِہٖ وَسَلَّم نے ارشادفرمایا: مجھے میزان کے پاس تلاش کرنا۔ میں نے عرض کی: اگر میں آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی علیہ ٖوَالِہٖ وَسَلَّم کو میزان کے پاس بھی نہ پاؤں تو (پھر کہاں تلاش کروں)؟ ارشادفرمایا: پھر مجھے حوض کے پاس تلاش کرنا کیونکہ میں ان 3 جگہوں میں سے ایک پر ضرور مل جاؤں گا۔ (جامع الترمذی، ابواب صفۃ القیامۃ، باب ما جاء فی شأن الصراط، الحدیث:۲۴۳۳،ص۱۸۹۶) (جامع الاصول للجزری، الکتاب التاسع، الفصل الرابع، الفرع الثالث، الحدیث:۸۰۰۷،ج۱۰،ص۴۳۹)

(58) صحیح البخاري، کتاب الرقاق، باب الحوض، الحدیث:۶۵۷۹،ج۴،ص۲۶۷۔

صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب إثبات حوض نبینا...إلخ، الحدیث:۲۲۹۲،ص۱۲۵۶۔

(59) المسند للامام أحمد بن حنبل، الحدیث:۱۳۵۷۹،ج۴،ص۴۹۱۔

(60) صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب إثبات حوض نبینا وصفاتہ، الحدیث:۲۳۰۰،ص۱۲۶۰۔

(61) المسند للامام أحمد بن حنبل، الحدیث:۲۳۳۷۷،ج۹،ص۸۹۔

(62) صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب إثبات حوض نبینا وصفاتہ، الحدیث:۲۳۰۰،ص۱۲۶۰۔

(63) المسند للامام أحمد بن حنبل، الحدیث:۲۳۳۷۷،ج۹،ص۸۹

(64) صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب إثبات حوض نبینا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وصفاتہ، الحدیث:۲۳۰۱،ص۱۲۶۰۔

عقیدہ (۹): میزان حق ہے۔ اس پر لوگوں کے اعمال نیک و بد تولے جائیں گے (65)، نیکی کا پلّہ بھاری ہونے کے یہ معنی ہیں کہ اوپر اُٹھے، دنیا کا سا معاملہ نہیں کہ جو بھاری ہوتا ہے نیچے کو جھکتا ہے۔

عقیدہ (۱۰): حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ عزوجل مقامِ محمود عطا فرمائے گا، کہ تمام اوّلین و آخرین حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی حمد وستائش کریں گے۔ (66)

---

(65) وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم عدل کی ترازوئیں رکھیں گے قیامت کے دن تو کسی جان پر کچھ ظلم نہ ہوگا۔ (پ 17، الانبیاء: 47)

(66) مقامِ محمود

اعلیٰ حضرت، امامِ اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

مالک، بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان الحاشر الذی یحشر الناس علی قدمی ۳؎

میں ہی حاشر ہوں کہ تمام لوگ میرے قدموں پر اٹھائیں جائیں گے۔ (۳؎ صحیح البخاری، کتاب التفسیر، سورۃ الصف، قدیمی کتب خانہ کراچی ۲ /۷۲۷) (صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب فی اسماءہ صلی اللہ علیہ وسلم، قدیمی کتب خانہ کراچی ۲ /۲۶۱) (سنن الترمذی، ابواب الادب، باب جاء فی اسماء النبی صلی اللہ علیہ وسلم حدیث ۲۸۴۹ دارالفکر بیروت ۴ /۳۸۲-۳۸۳)

یعنی روزِ محشر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آگے ہوں گے اور تمام اولین وآخرین حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے۔

ارشاد بستم (۲۰): ابن زنجویہ فضائل الاعمال میں کثیر بن مرہ حضرمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

تبعث ناقۃ ثمود لصالح فیرکبھا من عند قبرہ حتی توافی بہ المحشر قال معاذ اذن ترکب العضباء یارسول اللہ! قال لا ترکبھا ابنتی وانا علی البراق اختصصت بہ من دون الانبیاء یومئذ ویبعث بلال علی ناقۃ من نوق الجنۃ ینادی علی ظہرھا بالاذان فاذا سمعت الانبیاء وامھا اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمدا رسول اللہ قالوا ونحن نشھد علی ذٰلک ۱؎

یعنی حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: صالح علیہ الصلوۃ والسلام کیلئے ناقہ ثمود اٹھایا جائے گا وہ اپنی قبر سے اس پر سوار ہو کر میدان محشر میں آئیں گے (فقیر کہتا ہے غفر اللہ تعالیٰ لہ عشاق کی عادت ہے کہ جب کسی جمیل با عزت کی کوئی خوبی سنتے ہیں فوراً ان کی نظر اپنے محبوب کی طرف جاتی ہے کہ اس کے مقابل اس کے لیے کیا ہے۔) اسی بناء پر معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ نے عرض کی: اور یارسول اللہ! حضور اپنے ناقہ مقدسہ عضباء پر سوار ہوں گے۔ فرمایا: نہ، اس پر تو میری صاحبزادی سوار ہوگی اور میں براق پر تشریف رکھوں گا کہ اس روز سب انبیاء سے الگ خاص مجھی کو عطا ہوگا، اور ایک جنتی اونٹنی پر بلال (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا حشر ہوگا کہ عرصاتِ محشر میں اس کی پشت پر اذان دے گا۔ جب انبیاء اور ان کی امتیں اشھد ان لا الٰہ الا اللہ واشھد ان محمدا رسول اللہ سنیں گے سب بول اٹھیں گے کہ ہم بھی اس پر گواہی دیتے ہیں۔ (۱؎ تہذیب تاریخ دمشق الکبیر بحوالہ ابن زنجویہ ترجمہ بلال بن رباح داراحیاء التراث العربی بیروت ۲ /۳۱۲) ←

عقیدہ (۱۱): حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایک جھنڈا مرحمت ہوگا جس کو لواء الحمد کہتے ہیں، تمام مومنین حضرت آدم علیہ السلام سے آخر تک سب اُسی کے نیچے ہوں گے(67)۔

عقیدہ (۱۲): صراط حق ہے(68)۔ یہ ایک پُل ہے کہ پشتِ جہنم پر نصب کیا جائے گا، بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہوگا، جنت میں جانے کا یہی راستہ ہے، سب سے پہلے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم گزر فرمائیں گے، پھر اور انبیا و مرسلین، پھر یہ اُمت پھر اور اُمتیں گزریں گی اور حسبِ اختلافِ اعمال پُل صراط پر لوگ مختلف طرح سے گزریں گے(69)، بعض تو ایسے تیزی کے ساتھ گزریں گے جیسے بجلی کا کوندا کہ ابھی چمکا اور ابھی غائب ہوگیا اور بعض

سبحان اللہ! جب تمام مخلوق الٰہی اولین و آخرین یک جا ہوں گے اس وقت بھی ہمارے آقائے نامدار والاسرکار کے نام پاک کی دُہائی پھرے گی۔ الحمدللہ! اس دن کھل جائے گا کہ ہمارے حضور نبی الانبیاء ہیں۔ الحمد للہ تعالیٰ، اس دن موافق و مخالف پر روشن ہوجائے گا کہ مالک یوم الدین ایک اللہ ہے اور اس کی نیابت سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ (فتاوی رضویہ، جلد ۳۰، ص ۲۱۴ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(67) سنن الترمذي، کتاب المناقب، باب سلوا اللہ لي الوسیلۃ، الحدیث: ۳۶۲۵، ج۵، ص ۳۵۴۔
(المعجم الکبیر للطبرانی، حدیث ۱۷۵۰، باب من اسمہ جابر بن عبداللہ، المکتبۃ الفیصلیہ بیروت، ۲/ ۱۸۴)

(68) وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا

ترجمۂ کنز الایمان: اور تم میں کوئی ایسا نہیں جس کا گزر دوزخ پر نہ ہو۔ (پ16، مریم:71)

اس آیت کے تحت مفسرِ شہیر مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ ارشاد فرماتے ہیں کہ نیک ہو یا بدمگر نیک سلامت رہیں گے اور جب ان کا گزر دوزخ پر ہوگا تو دوزخ سے صدا اٹھے گی کہ اے مومن گزر جا کہ تیرے نور نے میری لپٹ سرد کر دی۔ حسن و قتادہ سے مروی ہے کہ دوزخ پر گزرنے سے پل صراط پر گزرنا مراد ہے جو دوزخ پر ہے۔

(69) پُل صراط

حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جہنم کے اوپر تیز دھار تلوار کی مثل پل صراط بچھایا جائے گا جس پر پھسلن ہوگی، اس پر آگ کے اُچک لے جانے والے دندانے دار کانٹے ہوں گے، ان سے اُلجھنے والے بعض جہنم میں گر پڑیں گے اور بعض زخمی ہوجائیں گے اور کچھ بجلی کی تیزی سے گزر جائیں گے، نجات پانے والے ان میں نہ پھنسیں گے اور کچھ ہوا کی طرح گزر جائیں گے اور وہ بھی نہ اٹکیں گے، پھر کچھ گھوڑے کی رفتار میں گزریں گے، پھر کچھ آدمی کے دوڑنے کی طرح، کچھ تیز چلنے والے کی طرح اور کچھ عام رفتار سے پیدل چلنے والے کی طرح گزریں گے، پھر ان میں سے آخری انسان وہ ہوگا جسے آگ نے جلا دیا ہوگا اور وہ اس میں کافی عذاب پا چکا ہوگا، پھر اللہ عزّ وجلّ اسے اپنے فضل و کرم اور رحمت سے جنت میں داخل فرمائے گا اور اسے کہا جائے گا: اپنی خواہش کا اظہار کر اور مانگ۔ تو وہ عرض کرے گا: اے اللہ عزّ وجلّ! کیا تو مجھ سے استہزا فرماتا ہے حالانکہ تو ربُّ العزّت ہے؟ اسے کہا جائے گا: اپنی خواہش کا اظہار کر اور مانگ۔ یہاں تک کہ جب اس کی آرزوئیں پوری ہو جائیں گی تو اللہ عزّ وجلّ ارشاد فرمائے گا: تیرے لئے وہ بھی ہے جو تو نے مانگا اور اس کے ساتھ اس کی مثل بھی ہے۔ (المعجم الکبیر، الحدیث: ۸۹۹۲، ج۹، ص ۲۰۳)

←

تیز ہوا کی طرح، کوئی ایسے جیسے پرند اڑتا ہے اور بعض جیسے گھوڑا دوڑتا ہے اور بعض جیسے آدمی دوڑتا ہے، یہاں تک کہ بعض شخص سُرین پر گھسٹتے ہوئے اور کوئی چیونٹی کی چال جائے گا اور پُل صراط کے دونوں جانب بڑے بڑے آنکڑے

حضرت سیِّدَتُنا اُمِّ مبشر انصاریہ رَضِیَ اللہُ تعالٰی عَنْہا فرماتی ہیں کہ میں نے سرکارِ نامدار، مدینے کے تاجدار صلَّی اللہ تعالٰی علیہ فَالِہٖ وَسَلَّم کو اُمّ المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا حفصہ رَضِیَ اللہُ تعالٰی عَنْہا کی موجودگی میں یہ ارشاد فرماتے سنا: اگر اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے چاہا تو اصحابِ شجرہ میں سے کوئی بھی جہنم میں داخل نہ ہوگا، جنہوں نے درخت کے نیچے بیعت کی تھی۔ اُمّ المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا حفصہ رَضِیَ اللہُ تعالٰی عَنْہا نے عرض کی: یارسول اللہ صَلَّی اللہُ تعالٰی علیہ فَالِہٖ وَسَلَّم! کیوں داخل نہ ہوں گے۔ تو آپ صَلَّی اللہُ تعالٰی علیہ فَالِہٖ وَسَلَّم نے انہیں ڈانٹ دیا تو انہوں نے یہ آیتِ مبارکہ تلاوت فرمائی:

وَاِنۡ مِّنۡکُمۡ اِلَّا وَارِدُهَا (پ۱۶، مریم: ۷۱)

ترجمۂ کنزالایمان: اور تم میں کوئی ایسا نہیں جس کا گزر دوزخ پر نہ ہو۔

اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے پیارے حبیب صلَّی اللہ تعالٰی علیہ فَالِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: بے شک اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے یہ بھی تو ارشاد فرمایا ہے:

ثُمَّ نُنَجِّی الَّذِیۡنَ اتَّقَوۡا وَّنَذَرُ الظّٰلِمِیۡنَ فِیۡهَا جِثِیًّا ۝ (پ۱۶، مریم: ۷۲)

ترجمۂ کنزالایمان: پھر ہم ڈر والوں کو بچالیں گے اور ظالموں کو اس میں چھوڑ دیں گے گھٹنوں کے بل گرے۔

(صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابۃ، باب من فضائل اصحاب الشجرۃ، الحدیث: ۲۴۹۶، ص۱۱۱۷)

صحابۂ کرام رِضْوَانُ اللہِ تعالٰی علیہم اَجْمَعِین کی ایک جماعت میں پُل صراط پر سے گزرنے کے معاملے میں اختلاف پیدا ہوا تو بعض نے کہا کہ مومن اس میں داخل نہیں ہوں گے اور بعض نے کہا کہ پہلے اس میں تمام داخل ہوں گے، پھر اللہ عَزَّ وَجَلَّ اہلِ تقویٰ کو بچالے گا، کسی نے حضرت سیِّدُنا جابر بن عبداللہ رَضِیَ اللہُ تعالٰی عَنْہ سے اس کے متعلق پوچھا تو انہوں نے ارشاد فرمایا: سب اس پر وارد ہوں گے، پھر اپنی انگلیاں اپنے کانوں کی طرف بڑھاتے ہوئے ارشاد فرمایا: میرے دونوں کان بہرے ہوجائیں اگر میں نے نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر صلَّی اللہ تعالٰی علیہ فَالِہٖ وَسَلَّم کو یہ ارشاد فرماتے نہ سنا ہو کہ گزرنے سے مراد داخل ہونا ہے، یعنی ہر نیک و بد اس میں داخل ہوگا، پھر یہ آگ مؤمنین پر ٹھنڈی اور سلامتی والی ہوجائے گی جیسا کہ حضرت سیِّدُنا ابراہیم عَلٰی نَبِیِّنَا وَعلیہ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر ہوئی یہاں تک کہ جہنم کی آگ اُن کی ٹھنڈک سے ٹھنڈی ہوجائے گی:

ثُمَّ نُنَجِّی الَّذِیۡنَ اتَّقَوۡا وَّنَذَرُ الظّٰلِمِیۡنَ فِیۡهَا جِثِیًّا ۝ (پ۱۶، مریم: ۷۲)

ترجمۂ کنزالایمان: پھر ہم ڈر والوں کو بچالیں گے اور ظالموں کو اس میں چھوڑ دیں گے گھٹنوں کے بل گرے۔

(المسند للامام احمد بن حنبل، مسند جابر بن عبداللہ، الحدیث: ۱۴۵۲۷، ج۵، ص۸۰)

سرکارِ مکۂ مکرمہ، سردارِ مدینۂ منورہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ فَالِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: لوگ جہنم پر آئیں گے، پھر اپنے اعمال کے مطابق اُسے پار کریں گے؛ ان میں سے بعض بجلی کے چمکنے کی طرح، بعض ہوا کی طرح، بعض گھوڑے کی دوڑنے کی طرح، بعض اونٹ سوار کی طرح، بعض آدمی کے دوڑنے کی طرح اور بعض پیدل چلنے والے کی طرح پُل صراط سے گزر جائیں گے۔

(جامع الترمذی، ابواب تفسیر القرآن، باب ومن سورۃ مریم، الحدیث: ۳۱۵۹، ص۱۹۷۲) ←

(اللہ (عزوجل) ہی جانے کہ وہ کتنے بڑے ہونگے) لٹکتے ہوں گے، جس شخص کے بارے میں حکم ہوگا اُسے پکڑلیں گے، مگر بعض تو زخمی ہوکر نجات پا جائیں گے اور بعض کو جہنم میں گرادیں گے اور یہ ہلاک ہوا۔

یہ تمام اہلِ محشر تو پُل پر سے گزرنے میں مشغول، مگر وہ بے گناہ، گناہگاروں کا شفیع پُل کے کنارے کھڑا ہوا بکمالِ گریہ وزاری اپنی اُمتِ عاصی کی نجات کی فکر میں اپنے رب سے دُعا کررہا ہے: ((رَبِّ سَلِّمْ سَلِّمْ))، الٰہی! ان گناہگاروں کو بچالے بچالے۔ اور ایک اسی جگہ کیا! حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اُس دن تمام مواطن میں دورہ فرماتے رہیں گے، کبھی میزان پر تشریف لے جائیں گے، وہاں جس کے حسنات میں کمی دیکھیں گے، اس کی شفاعت فرما کر نجات دلوائیں گے اور فوراً ہی دیکھو تو حوضِ کوثر پر جلوہ فرما ہیں، پیاسوں کو سیراب فرمارہے ہیں اور وہاں سے پُل پر رونق افروز ہوئے اور گرتوں کو بچایا۔(70)

غرض ہر جگہ اُنھیں کی دُوہائی، ہر شخص اُنھیں کو پکارتا، اُنھیں سے فریاد کرتا ہے اور اُن کے سوا کس کو پکارے...؟! کہ ہر ایک تو اپنی فکر میں ہے، دوسروں کو کیا پوچھے، صرف ایک یہی ہیں، جنہیں اپنی کچھ فکر نہیں اور تمام عالم کا بار اِن کے ذِمے۔

صَلَّی اللہ تعالی علیہ وَعلیٰ آلِہٖ وأَصْحَابِہٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ اَللّٰھُمَّ نَجِّنَا مِنْ أَھْوَالِ الْمَحْشَرِ بِجَاہِ ھٰذَا النَّبِیِّ الْکَرِیْمِ عَلَیْہِ وَعَلیٰ آلِہٖ وَأَصْحَابِہٖ أَفْضَلُ الصَّلاَۃِ وَالتَّسْلِیْمِ. اٰمِیْن!

یہ قیامت کا دن کہ حقیقۃً قیامت کا دن ہے، جو پچاس ہزار برس کا دن ہوگا، جس کے مصائب بے شمار ہوں گے، مولیٰ عزوجل کے جو خاص بندے ہیں ان کے لیے اتنا ھلکا کردیا جائے گا، کہ معلوم ہوگا اس میں اتنا وقت صَرف ہوا جتنا ایک وقت کی نمازِ فرض میں صَرف ہوتا ہے(71)، بلکہ اس سے بھی کم، یہاں تک کہ بعضوں کے لیے تو پلک جھپکنے میں سارا دن طے ہوجائے گا(72)۔

(وَمَآ اَمْرُ السَّاعَةِ اِلَّا كَلَمْحِ الْبَصَرِ اَوْ هُوَ اَقْرَبُ)(73)

قیامت کا معاملہ نہیں مگر جیسے پلک جھپکنا، بلکہ اس سے بھی کم۔

سب سے اعظم و اعلیٰ جو مسلمانوں کو اس روز نعمت ملے گی وہ اللہ عزوجل کا دیدار ہے(74)، کہ اس نعمت کے برابر

---

(70) شعب الایمان، باب في حشر الناس بعد ما یبعثون من قبورھم، الحدیث: ۳۶۲، ج۱، ص۳۲۵

(71) مشکاۃ المصابیح، کتاب أحوال القیامۃ وبدء الخلق، ج۲، الحدیث: ۵۵۶۳، ص۳۱۷.

(72) المسند للإمام أحمد بن حنبل، الحدیث: ۱۱۷۱۷، ج۴، ص۱۵۱

(73) پ ۱۴، النحل: ۷۷.

(74) كَلَّآ اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ○

کوئی نعمت نہیں،

جسے ایک بار دیدار میسّر ہوگا، ہمیشہ ہمیشہ اس کے ذوق میں مستغرق (مشغول) رہے گا، کبھی نہ بھولے گا اور سب سے پہلے دیدارِ الٰہی، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہوگا (75)۔

یہاں تک تو حشر کے احوال و اہوال مختصراً بیان کیے گئے، ان تمام مرحلوں کے بعد اب اسے ہیشگی کے گھر میں جانا ہے، کسی کو آرام کا گھر ملے گا، جس کی آسائش کی کوئی انتہا نہیں، اس کو جنت کہتے ہیں۔ یا تکلیف کے گھر میں جانا پڑے جس کی تکلیف کی کوئی حد نہیں، اسے جہنم کہتے ہیں۔

عقیدہ (۱۳): جنت و دوزخ حق ہیں، ان کا انکار کرنے والا کافر ہے (76)۔

عقیدہ (۱۴): جنت و دوزخ کو بنے ہوئے ہزارہا سال ہوئے اور وہ اب موجود ہیں، یہ نہیں کہ اس وقت تک مخلوق نہ ہوئیں، قیامت کے دن بنائی جائیں گی۔

عقیدہ (۱۵): قیامت و بعث و حشر و حساب و ثواب و عذاب و جنت و دوزخ سب کے وہی معنی ہیں جو مسلمانوں میں مشہور ہیں، جو شخص ان چیزوں کو تو حق کہے، مگر ان کے نئے معنی گھڑے (مثلاً ثواب کے معنی اپنے حسنات کو دیکھ کر خوش ہونا اور عذاب اپنے بُرے اعمال کو دیکھ کر غمگین ہونا، یا حشر فقط روحوں کا ہونا)، وہ حقیقۃً ان چیزوں کا منکر ہے اور ایسا شخص کافر ہے۔ اب جنت و دوزخ کی مختصر کیفیت بیان کی جاتی ہے۔

❁❁❁❁❁

ترجمۂ کنزالایمان: ہاں ہاں بے شک وہ اس دن اپنے رب کے دیدار سے محروم ہیں۔ (پ30، المطففین:15)

اس آیت کے تحت مفسرِ شہیر مولانا سید محمد نعیم الدین مرادآبادی علیہ الرحمۃ ارشاد فرماتے ہیں کہ اس آیت سے ثابت ہوا کہ مومنین کو آخرت میں دیدارِ الٰہی کی نعمت میسّر آئے گی کیونکہ محرومیِ دیدار سے کفار کی وعید میں ذکر کی گئی اور جو چیز کفار کے لئے وعید و تہدید ہو وہ مسلمان کے حق میں ثابت ہو نہیں سکتی تو لازم آیا کہ مومنین کے حق میں یہ محرومی ثابت نہ ہو، حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ جب اس نے اپنے دشمنوں کو اپنے دیدار سے محروم کیا تو دوستوں کو اپنی تجلّی سے نوازے گا اور اپنے دیدار سے سرفراز فرمائے گا۔

(75) حجۃ اللہ علی العالمین، ذکر الخصائص الذي فضل بہا علی جمیع الانبیاء، ص ۵۳

(76) وَنَادٰۤى اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ اَصْحٰبَ النَّارِ اَنْ قَدْ وَجَدْنَا مَا وَعَدَنَا رَبُّنَا حَقًّا فَهَلْ وَجَدْتُّمْ مَّا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا قَالُوْا نَعَمْ فَاَذَّنَ مُؤَذِّنٌۢ بَیْنَهُمْ اَنْ لَّعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِیْنَ ۝

ترجمۂ کنزالایمان: اور جنت والوں نے دوزخ والوں کو پکارا کہ ہمیں تو مل گیا جو سچا وعدہ ہم سے ہمارے رب نے کیا تھا تو کیا تم نے بھی پایا جو تمہارے رب نے سچا وعدہ تمہیں دیا تھا بولے ہاں اور بیچ میں منادی نے پکار دیا کہ اللہ کی لعنت ظالموں پر۔ (پ30، المنافقین:15)

جنّت کا بیان

جنت ایک مکان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کے لیے بنایا ہے، اس میں وہ نعمتیں مہیا کی ہیں جن کو نہ آنکھوں نے دیکھا، نہ کانوں نے سنا، نہ کسی آدمی کے دل پر ان کا خطرہ گزرا۔(1)

---

(1) جنت میں داخلہ رحمتِ الٰہی سے ہوگا:

حضرت سیّدنا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبیِ پاک، صاحبِ لَولاک صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم ہمارے پاس تشریف لائے اور ارشاد فرمایا: اچانک میرے پاس میرے خلیل جبریل علیہ السَّلام آئے اور کہا: اے محمد (صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم) اس ذات کی قسم جس نے آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا! اللہ عزَّ وجلَّ کے بندوں میں سے ایک بندے نے سمندر میں ایک پہاڑ کی چوٹی پر 500 سال تک اس کی عبادت کی، اس پہاڑ کی چوڑائی اور لمبائی 30،30 ہاتھ تھی اور اسے سمندر نے ہر طرف سے 4 ہزار فرسخ (ایک فرسخ 3 میل کا ہوتا ہے) تک گھیرا ہوا تھا، اللہ عزَّ وجلَّ اس کے لئے انگلی جتنی چوڑی شیریں نہر نکالتا جس میں آہستہ آہستہ میٹھا پانی بہتا اور پہاڑ کے نیچے جمع ہو جاتا اور ہر رات انار کے درخت سے ایک انار نکلتا، وہ دن کے وقت عبادت کرتا اور جب شام ہوتی تو اترتا، وضو کرتا اور وہ انار لے کر کھالیتا، پھر نماز کے لئے کھڑا ہو جاتا، اس نے بوقتِ وصال اللہ عزَّ وجلَّ سے سوال کیا کہ وہ سجدے کی حالت میں اس کی روح قبض فرمائے، زمین اور کسی دوسری چیز کو اسے ختم کرنے کی قدرت نہ دے یہاں تک کہ (بروزِ قیامت) وہ سجدے کی حالت میں ہی اُٹھایا جائے۔

حضرت جبرئیل علیہ السَّلام نے کہا: اس کے ساتھ ایسا ہی کیا گیا، جب ہم نیچے اُترتے یا چڑھتے تو اس کے پاس سے گزرتے اور ہمارے علم میں ہے کہ اسے قیامت کے دن اٹھایا جائے گا اور وہ اللہ عزَّ وجلَّ کے سامنے کھڑا ہوگا تو اللہ عزَّ وجلَّ اس کے متعلق ارشاد فرمائے گا: میرے بندے کو میری رحمت سے جنت میں داخل کر دو۔ وہ عرض کرے گا: اے میرے پروردگار عزَّ وجلَّ! بلکہ میرے عمل سے۔ اللہ عزَّ وجلَّ ارشاد فرمائے گا: میرے بندے کو میری رحمت سے جنت میں داخل کر دو۔ وہ عرض کرے گا: اے میرے پروردگار عزَّ وجلَّ! بلکہ میرے عمل سے۔ تو اللہ عزَّ وجلَّ فرشتوں سے ارشاد فرمائے گا: میرے بندے کے عمل کا اسے دی گئی میری نعمتوں سے موازنہ کرو۔ تو آنکھ کی نعمت اس کی 500 سالہ عبادت کو گھیر لے گی اور باقی جسم کی نعمتیں اس پر زائد ہوں گی۔

اللہ عزَّ وجلَّ ارشاد فرمائے گا: میرے بندے کو جہنم میں داخل کر دو۔ تو اسے جہنم کی طرف کھینچا جائے گا، وہ پکارے گا: اے پروردگار عزَّ وجلَّ! مجھے اپنی رحمت سے جنت میں داخل فرما دے۔ تو اللہ عزَّ وجلَّ ارشاد فرمائے گا: اسے واپس لے آؤ۔ اسے اللہ عزَّ وجلَّ کی بارگاہ میں کھڑا کیا جائے گا تو اللہ عزَّ وجلَّ اس سے پوچھے گا: اے میرے بندے! تجھے کس نے زندگی بخشی حالانکہ تو کچھ نہ تھا؟ وہ عرض کرے گا: اے پروردگار عزَّ وجلَّ! تو نے۔ تو اللہ عزَّ وجلَّ ارشاد فرمائے گا: کس نے تجھے 500 سال عبادت کرنے کی قوت دی؟ وہ عرض کرے گا: ←

....

اے پروردگار عَزَّوَجَلَّ! تو نے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرمائے گا: کس نے تجھے عظیم سمندر کے درمیان پہاڑ پر ٹھہرایا، تیرے لئے نمکین پانی میں سے میٹھا پانی نکالا اور تیرے لئے ہر رات ایک انار پیدا کیا جبکہ وہ سال میں ایک مرتبہ نکلتا ہے؟ اور تو نے کس سے عرض کی کہ میری روح سجدے کی حالت میں قبض کرنا تو ایسا ہی کیا گیا؟ تو وہ بندہ عرض کرے گا: اے میرے پروردگار عَزَّوَجَلَّ! یہ سب کچھ کرنے والا تو ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرمائے گا: یہ سب میری رحمت سے ہی تو ہے اور میں اپنی رحمت سے ہی تجھے جنت میں بھی داخل کرتا ہوں، میرے بندے کو جنت میں داخل کر دو، اے میرے بندے! تو کتنا اچھا تھا۔ پس اسے اللہ عَزَّوَجَلَّ داخلِ جنت فرما دے گا۔ حضرت جبرئیل علیہ السَّلَام نے عرض کی: اے محمد صَلَّی اللہُ تَعَالٰی علیہ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! بے شک تمام اشیاء اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت سے ہی ہیں۔

(المستدرک، کتاب التوبۃ والانابۃ، باب حکایۃ عابد عبد اللہ......الخ، الحدیث: ۷۷۱۲، ج۵، ص۲۵۵)

سرکارِ نامدار، مدینے کے تاجدار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی علیہ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: سیدھی راہ پر چلو، میانہ روی اختیار کرو اور بشارتیں دو کیونکہ کسی کو اس کا عمل جنت میں داخل نہ کرے گا۔ صحابہ کرام علیہم الرِّضوان نے عرض کی: یارسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی علیہ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! کیا آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی علیہ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو بھی نہیں۔ تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی علیہ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: اور نہ ہی مجھے، مگر یہ کہ مجھے اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنی رحمت سے ڈھانپ لے گا۔ (صحیح مسلم، کتاب صِفَاتِ الْمُنَافِقِیْنَ، باب لَنْ یَّدْخُلَ اَحَدٌ الْجَنَّۃَ بِعَمَلِہٖ......الخ، الحدیث: ۷۱۲۲، ص۱۱۲۹)

ایک روایت میں ہے کہ اور نہ ہی مجھے، مگر یہ کہ مجھے اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنی رحمت سے ڈھانپ لے گا۔ راوی فرماتے ہیں آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی علیہ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنا دستِ اقدس اپنے سرِ انور کے اوپر رکھ دیا۔

(المسند للامام احمد بن حنبل، مسند ابی سعید الخدری، الحدیث: ۱۱۴۸۶، ج۴، ص۱۰۵، بتغیرٍ قلیل)

جنت میں داخل ہونے والا پہلا گروہ:

سرکارِ والا تبار، ہم بے کسوں کے مددگار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی علیہ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: میری اُمت میں سے 70 ہزار یا 7 لاکھ افراد ایک دوسرے کا ہاتھ مضبوطی سے پکڑ کر جنت میں داخل ہو جائیں گے، ان میں سے پہلا اس وقت تک داخل نہ ہوگا جب تک کہ آخری بھی داخل نہ ہو جائے، ان کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی طرح ہوں گے۔

(صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب الدَّلیلِ عَلٰی دُخُولِ طَوَائِف......الخ، الحدیث: ۵۲۶، ص۷۱۸)

سیِّدِ عالم، نُورِ مُجسَّم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی علیہ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: جنت میں جو پہلا گروہ داخل ہوگا اس کی صورت چودھویں رات کے چاند کی طرح ہوگی اور جو ان کے بعد جائے گا وہ آسمان میں بہت زیادہ چمک دار ستارے کی طرح ہوگا، وہ نہ تو پیشاب کریں گے، نہ پاخانہ کریں گے، نہ ناک صاف کریں گے اور نہ ہی تھوکیں گے، ان کی کنگھیاں سونے کی اور پسینہ مشک کا ہوگا اور ان کی انگیٹھیوں میں عود سلگتا ہوگا، ان کی بیویاں بڑی بڑی آنکھوں والی حوریں ہوں گی، ان سب کے اخلاق ایک ہی جیسے ہوں گے، وہ اپنے باپ حضرت آدم علیہ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی صورت پر ہوں گے اور ان کا قد آسمان میں 60 گز کے برابر ہوگا۔

(صحیح مسلم، کتاب الجنۃ، باب اَوَّلُ زُمْرَۃٍ تَدْخُلُ الْجَنَّۃَ عَلٰی...الخ، الحدیث: ۷۱۴۹، ص۱۱۷۰) ←

ایک روایت میں ہے: ہر جنتی کی دو ایسی بیویاں ہوں گی کہ جن کی پنڈلی کا گودا گوشت کے اندر سے نظر آئے گا، ان کے درمیان نہ تو کبھی کوئی اختلاف ہوگا اور نہ ہی ان میں بغض پایا جائے گا، ان کے دل ایک جیسے ہوں گے اور وہ صبح وشام اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی تسبیح کریں گی۔

(صحیح البخاری، کتاب بدء الخلق، باب ماجاء فی صفۃ الجنۃ۔۔۔الخ، الحدیث:۳۲۴۶/۳۲۴۵،ص۲۶۳)

جنت میں داخل ہوتے وقت جنتیوں کی عمریں:

رحمتِ عالم، نُورِ مجسّم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: جنتی جُرد مُرد (یعنی جسم پر بال نہ ہوں گے اور داڑھی بھی نہ ہوگی)، سفید رنگت والے، گھنگریالے بالوں والے اور سرمہ ڈالے ہوئے 33 سال کی عمر کے جنت میں داخل ہوں گے اور وہ سب حضرت آدم علیہ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی خلقت پر ہوں گے، 9 گز چوڑے اور 60 گز لمبے۔

(المصنف لابن ابی شیبۃ، کتاب الجنۃ، ماذکر فی صفۃ الجنۃ۔۔۔الخ، الحدیث:۵۳، ج۸، ص۷۵، بتغیر)

حضور نبی مکرّم، نُورِ مجسّم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: نامکمل (یعنی جسمانی خدوخال کے مکمل ہونے سے قبل پیدا ہونے والے) بچے اور بہت بوڑھے اور اس کی درمیانی عمر میں فوت ہونے والے سب لوگوں کو (بروزِ قیامت) 33 سال کا اٹھایا جائے گا اور اگر وہ اہلِ جنت میں سے ہوں گے تو وہ حضرت آدم علیہ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی نشانی، حضرت یوسف علیہ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی صورت اور حضرت ایوب علیہ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے قلب پر ہوں گے اور اگر جہنمی ہوں گے تو پہاڑوں کی طرح بڑے بڑے اور پھیلے ہوئے ہوں گے۔

(المعجم الکبیر، الحدیث:۲۹۳، ج۲۰، ص۲۸۰)

ادنیٰ واعلیٰ جنتی کا مقام:

رسولِ اکرم، شاہِ بنی آدم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: حضرت موسیٰ علیہ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی بارگاہ میں عرض کی کہ اہلِ جنت میں سب سے ادنیٰ مقام کس کا ہوگا؟ اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے ارشاد فرمایا: یہ وہ شخص ہوگا جو دیگر تمام جنتیوں کے جنت میں داخل ہونے کے بعد آئے گا اور اس سے کہا جائے گا کہ جنت میں داخل ہو جا۔ وہ عرض کرے گا: اے میرے رب عَزَّ وَجَلَّ! میں کیسے داخل ہو جاؤں حالانکہ لوگ تو پہلے ہی اس کے محلات اور مناصب ومراتب پر فائز ہو چکے ہیں۔ اسے کہا جائے گا: کیا تو اس بات پر راضی نہیں کہ تیرے لئے کسی دنیوی بادشاہ کی مملکت کی مثل سلطنت ہو؟ وہ عرض کرے گا: اے رب عَزَّ وَجَلَّ! میں راضی ہوں۔ تو اللہ عَزَّ وَجَلَّ ارشاد فرمائے گا: تیرے لئے اس کی مثل اور اس کی مثل اور اس کی مثل مزید ہے اور پانچویں مرتبہ پر وہ عرض کرے گا: اے رب عَزَّ وَجَلَّ! میں راضی ہوں۔ تو اللہ عَزَّ وَجَلَّ ارشاد فرمائے گا: یہ تیرے لئے ہے اور اس کی مثل 10 گنا ہے، نیز تیرے لئے ہر وہ شے ہے جو تیرے دل کو اچھی لگے اور جو تیری آنکھوں کو بھائے۔ وہ عرض کرے گا: اے رب عَزَّ وَجَلَّ! میں راضی ہوں۔

پھر حضرت موسیٰ علیہ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے دریافت فرمایا: اور جن لوگوں کا جنت میں سب سے بڑا درجہ ہوگا وہ کون ہوں گے؟ اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے ارشاد فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں جن پر انعام واکرام کی نوازشیں میں نے اپنے دستِ قدرت سے کرنا چاہیں اور پھر ان پر مہر ثبت ←

....

کروی کہ ان انعامات ونوازشات کو نہ تو کسی آنکھ نے دیکھا، نہ کسی کان نے سنا اور نہ ہی کسی انسان کے دل میں ان کا خیال گزرا۔

(صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب اَدْنٰی اَہْلِ الْجَنَّۃِ مَنْزِلَۃً فِیْہَا، الحدیث: ۴۶۵، ص ۲۱۲)

ایک روایت میں ہے کہ ادنیٰ مرتبہ والے کے متعلق مروی ہے: جب اس کی آرزوئیں ختم ہو جائیں گی تو اللہ عَزَّ وَجَلَّ ارشاد فرمائے گا: تیرے لئے وہ بھی ہے اور اس کی مثل مزید 10 گنا۔ وہ عرض کرے گا: مجھے وہ کچھ عطا کیا گیا ہے جو کسی کو عطا نہیں کیا گیا۔

(المرجع السابق، الحدیث: ۴۶۴)

ایک روایت میں ہے: سوائے ایک شخص کے جو دنیا کے 3 دنوں کی مقدار تک خواہش کا اظہار کرتا رہے گا اور اللہ عَزَّ وَجَلَّ اسے وہ وہ چیزیں عطا کرے گا جس کا اسے علم بھی نہ ہوگا، پس وہ سوال اور تمنا کرتا رہے گا اور جب فارغ ہو جائے گا تو اللہ عَزَّ وَجَلَّ ارشاد فرمائے گا: تیرے لئے وہ ہے جس کا تو نے سوال کیا۔

حضرت سیِّدُنا ابوسعید خدری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: اور اس کی مثل اس کے ساتھ ہے۔ تو حضرت سیِّدُنا ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: اس کے ساتھ اس کی مثل 10 گنا ہے۔ پھر دونوں میں سے ایک نے دوسرے سے کہا: آپ وہ حدیثِ پاک بیان کریں جو آپ نے سنی اور میں وہ بیان کرتا ہوں جو میں نے سنی ہے۔ (المسند للامام احمد بن حنبل، مسند ابی سعید الخدری، الحدیث: ۱۱۷۰۸، ج ۴، ص ۱۴۹)

حضور نبیِّ رحمت، شفیعِ اُمت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی علیہ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ بابرکت نشان ہے: ادنیٰ جنتی کا مقام وہ ہوگا کہ اس کی سلطنت ہزار سال کی مسافت تک وسیع ہوگی اور اپنی سلطنت میں موجود کسی دور کی شے کو بھی ایسے ہی دیکھے گا جیسے اپنے قریب کی شے کو دیکھے گا جیسے وہ اپنی بیوی اور خادموں کو دیکھ رہا ہو۔ (المسند للامام احمد بن حنبل، مسند عبداللہ بن عمر بن الخطاب، الحدیث: ۴۶۲۳، ج ۲، ص ۲۲۷)

حضور نبیِّ کریم، رَءُوْف رَّحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی علیہ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: سب سے افضل مقام والا جنتی ہر روز دو مرتبہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ کا دیدار کرے گا۔ (المصنف لابن ابی شیبۃ، کتاب الجنۃ، ماذُکِرَ فِیْ صِفَۃِ الْجَنَّۃِ وَمَا......الخ، الحدیث: ۴۷، ج ۸، ص ۷۴)

سرکارِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی علیہ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: سب سے ادنیٰ جنتی کا مقام یہ ہے کہ اس کے 80 ہزار خدام ہوں گے اور 72 بیویاں ہوں گی اور اس کے لئے موتیوں، زبرجد اور یاقوت کا اتنا طویل قبہ کھڑا کیا جائے گا جتنا جَابِیَہ اور صَنْعَاء کا درمیانی فاصلہ ہے۔ (جامع الترمذی، ابواب صفۃ الجنۃ، باب مَاجَاءَ مَالِاَدْنٰی اَہْلِ الْجَنَّۃِ مِنَ الْکَرَامَۃِ، الحدیث: ۲۵۶۲، ص ۱۹۰۹)

دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی علیہ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: تمام جنتیوں میں سب سے کم درجہ والے جنتی کی خدمت 10 ہزار خدام کریں گے اور ہر خادم کے ہاتھ میں دو پلیٹیں ہوں گی، ایک سونے کی اور دوسری چاندی کی، ہر ایک میں دوسرے سے مختلف رنگ کا کھانا ہوگا، وہ دوسری سے بھی ایسے ہی کھائے گا جیسے پہلی پلیٹ سے کھائے گا اور دوسری سے بھی ویسی ہی خوشبو اور لذت پائے گا جیسی پہلی سے پائے گا، پھر یہ سب ایک ڈکار ہوگا جیسا کہ عمدہ کستوری کی خوشبو، وہ نہ تو پیشاب کریں گے، نہ پاخانہ کریں گے اور نہ ہی ناک صاف کریں گے اور بھائیوں کی طرح ایک دوسرے کے سامنے تخت پر بیٹھے ہوں گے۔

(المعجم الاوسط، الحدیث: ۷۶۷۴، ج ۵، ص ۳۸۰) (الزہد لابن المبارک، باب فضل ذکر اللہ عزوجل، الحدیث: ۱۵۳۰، ص ۵۳۶) ←

امام حافظ زکی الدین عبدالعظیم منذری علیہ رَحمۃُ اللہِ القوی فرماتے ہیں کہ ان احادیثِ مبارکہ میں کوئی اختلاف نہیں: ایک روایت میں ہے کہ جنتی کے 80 ہزار خدام ہوں گے۔

(جامع الترمذی، ابواب صفۃ الجنۃ، باب ماجاء ما لِادنٰی اَہلِ الجَنَّۃِ مِنَ الکَرامۃِ، الحدیث: ۲۵۶۲، ص۱۹۰۹)

اور دوسری میں ہے کہ 10 ہزار خدام اس کی خدمت کریں گے۔ (المعجم الاوسط، الحدیث: ۷۶۷۴، ج۵، ص۳۸۰)

اور ایک حدیثِ پاک میں ہے کہ ہر روز صبح شام اس کے پاس 15 ہزار خدام حاضر ہوں گے۔

(موسوعۃ الامام ابن ابی الدنیا، کتاب صفۃ الجنۃ، الحدیث: ۲۰۷، ج۶، ص۳۶۲)

ہو سکتا ہے جنتی کے 80 ہزار خدام ہی ہوں، ان میں سے 10 ہزار اس کے پاس ہر وقت حاضر رہیں اور 15 ہزار صبح کے وقت اس کے پاس حاضر ہوں۔ (الترغیب والترہیب، کتاب صفۃ الجنۃ والنار، فصل فیما لادنی اہل الجنۃ فیہا، تحت الحدیث: ۵۷۱۰، ج۴، ص۳۰۶)

میں (یعنی حضرتِ سیِّدُنا ابنِ حجر مکی ہیتمی علیہ رَحمۃُ اللہِ القوی) کہتا ہوں: اس میں کوئی مانع نہیں کہ ادنیٰ جنتیوں کے مراتب بھی ان کی مناسبت سے ہوں یعنی اس کا ادنیٰ درجہ پر فائز ہونا اس کی قوم یا امت کے اعتبار سے ہو کہ جو قوم یا امت کسی دوسری امت کے اوصاف سے مختلف اوصاف کی حامل ہوگی (اسی اعتبار سے ادنیٰ واعلیٰ ہونے میں مختلف ہوگی)۔ اور شاید یہی توجیہ زیادہ اَولیٰ (یعنی بہتر) ہے (اور احادیثِ مبارکہ میں وارد تعداد کے ظاہری اختلاف کو اسی توجیہ پر جمع کیا جائے جیسا کہ غور وفکر کرنے والا جانتا ہے۔

جنت کے بالاخانے:

حضور نبیِّ پاک صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: اہلِ جنت اپنے اوپر بالاخانے والوں کو یوں دیکھیں گے جیسے تم آسمان کے مشرقی یا مغربی کنارے میں دور سے چمکتے ہوئے ستارے کو دیکھتے ہو کیونکہ بعض کے درجات بعض سے زائد ہوں گے۔ صحابۂ کرام علیہم الرِّضوان نے عرض کی: یارسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم! کیا وہ انبیا علیہم السَّلام کے درجات ہوں گے کہ کوئی دوسرا جن کا مالک نہ ہو گا؟ ارشاد فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ عزَّوجلَّ پر ایمان لائے اور جنہوں نے رسولوں کی تصدیق کی۔ (صحیح مسلم، کتاب الجنۃ، باب تَرائِی اَہلِ الجَنَّۃِ اَہلَ الغُرَف، الحدیث: ۷۱۴۴، ص۱۱۷۰، بتغیر)

ایک روایت میں ہے: (اہلِ جنت اپنے اوپر بالاخانے والوں کو یوں دیکھیں گے) جیسے تم غروب ہونے والے ستارے کو دیکھتے ہو۔

(صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب صفۃ الجنۃ والنار، الحدیث: ۶۵۵۶، ص۵۴۹)

پیارے آقا، مکی مدنی مصطفٰی صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: جنت میں ایسے بالاخانے ہیں جن کا باہر اندر سے اور اندر کا باہر سے نظر آتا ہے، اللہ عزَّوجلَّ نے انہیں اُن لوگوں کے لئے تیار فرمایا ہے جو کھانا کھلائیں، سلام کو عام کریں اور رات کو نماز پڑھیں جبکہ لوگ سوئے ہوئے ہوں۔ (الاحسان بترتیب......، کتاب البر والاحسان، باب إفشاء السلام وإطعام الطعام، الحدیث: ۵۰۹، ج۱، ص۳۶۳) ←

....

جنت کے دَرَجات میں فاصلہ:

شہنشاہِ مدینہ،قرارِ قلب وسینہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: جنت میں 100 درجے ہیں جنہیں اللہ عزَّوَجَلَّ نے اپنی راہ میں جہاد کرنے والوں کے لئے تیار فرمایا ہے، ہر دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا زمین وآسمان کے درمیان ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب الجھاد، باب درجات المجاھدین فی سبیل اللہ، الحدیث:۲۷۹۰، ص۲۲۵)

تاجدارِ رِسالت، شہنشاہِ نبوت صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: جنت میں 100 درجے ہیں، ہر دو درجوں کے درمیان 100 سال کی مسافت جتنا ہے۔(جامع الترمذی، ابواب صفۃ الجنۃ، باب ماجاء فی صفۃ درجات الجنۃ، الحدیث:۲۵۲۹، ص۱۹۰۶)

جنت کی بناوٹ:

(صحابۂ کرام رِضْوَانُ اللہِ تعالٰی علیہم اَجْمعین فرماتے ہیں:) ہم نے عرض کی: یارسول اللہ صلَّی اللہُ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم! ہمیں جنت کے بارے میں بتایئے کہ اس کی بناوٹ کیسی ہے؟ تو آپ صلَّی اللہُ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: اس کی ایک اینٹ سونے کی اور دوسری چاندی کی ہے، اس کا گارا مشک کا ہے اور کنکر موتی اور یاقوت کے ہیں، اس کی مٹی زعفران کی ہے، جو اس میں داخل ہو گا نعمتیں پائے گا اور رنجیدہ نہ ہو گا، وہ اس میں ہمیشہ رہے گا کبھی نہ مرے گا، اس کے کپڑے میلے نہ ہوں گے اور نہ ہی کبھی اس کی جوانی ختم ہو گی۔

(جامع الترمذی، ابواب صفۃ الجنۃ، باب ماجاء فی صفۃ الجنۃ ونعیمہا، الحدیث:۲۵۲۶، ص۱۹۰۵)

حضرت سیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں: جنت کی دیواریں سونے اور چاندی کی اینٹوں سے بنی ہوئی ہیں اور اس کے درجے یاقوت اور موتیوں کے ہیں۔

مزید ارشاد فرماتے ہیں: ہم بیان کرتے تھے کہ جنت کی نہروں کی کنکریاں موتیوں کی ہیں اور مٹی زعفران کی ہے۔

(کتاب الجامع لمعمر مع المصنف لعبد الرزاق، باب الجنۃ وصفتھا، الحدیث:۲۱۰۳۹، ج۱۰، ص۳۴۷)

حضور نبیِّ پاک، صاحبِ لَولاک صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم سے جنت کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ صلَّی اللہُ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: جو جنت میں داخل ہو گا وہ اس میں زندہ رہے گا کبھی نہ مرے گا، اس میں نعمتیں پائے گا کبھی غمگین نہ ہو گا، اس کے کپڑے کبھی میلے نہ ہوں گے اور نہ ہی اس کی جوانی فنا ہو گی۔ عرض کی گئی: یارسول اللہ صلَّی اللہُ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم! اس کی بناوٹ کیسی ہے؟ ارشاد فرمایا: اس کی ایک اینٹ سونے کی اور دوسری چاندی کی ہے، اس کا گارا کستوری کا اور مٹی زعفران کی ہے اور کنکر موتی اور یاقوت کے ہیں۔

(موسوعۃ الامام ابن ابی الدنیا، کتاب صفۃ الجنۃ، الحدیث:۱۲، ج۶، ص۳۱۸)

جنتِ عدن:

سرکارِ نامدار، مدینے کے تاجدار صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: اللہ عزَّوَجَلَّ نے جنتِ عدن کو اپنے دستِ قدرت سے بنایا، اس میں پھل لگائے اور اس میں وسیع نہریں بنائیں، پھر اسے دیکھ کر ارشاد فرمایا: مجھ سے بات کر۔ تو اس نے عرض کی: بے شک مؤمنین کامیاب ہو گئے۔ تو اللہ عزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا: مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم! کوئی بخیل تیرے اندر میرا قرب ←

حاصل نہ کر سکے گا۔ (المعجم الکبیر، الحدیث: ۱۲۷۲۳، ج ۱۲، ص ۱۱۴)

اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللہ تَعَالٰی علیہ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: جنتِ عدن کی اینٹیں سفید موتی، سرخ یاقوت اور سبز زبرجد کی ہیں، اس کا گارا کستوری کا، گھاس زعفران کی، کنکر موتیوں کے اور مٹی عنبر کی ہے۔

(موسوعۃ الامام ابن ابی الدنیا، کتاب صفۃ الجنۃ، الحدیث: ۲۰، ج ۶، ص ۳۱۹)

جنت کی زمین اور صحن:

نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر صَلَّی اللہ تَعَالٰی علیہ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: جنت کی زمین سفید ہے، اس کا صحن کافور کی چٹانوں سے بنا ہوا ہے اور کستوری نے ریت کے ٹیلوں کی طرح اسے گھیرا ہوا ہے، اس میں نہریں رواں ہیں، وہاں تمام اعلیٰ وادنیٰ جنتی اکٹھے ہوں گے اور ایک دوسرے کو تعارف کرائیں گے، اللہ عَزَّ وَجَلَّ رحمت کی ہوا بھیجے گا تو ان پر کستوری سے معطر ہوا چلے گی، پھر ایک شخص اپنی بیوی کے پاس پلٹے گا تو اس کی خوبصورتی اور خوشبو میں اضافہ ہو چکا ہوگا، وہ عرض کرے گی: جب آپ میرے پاس سے گئے تھے میں تب بھی آپ سے محبت کرتی تھی اور اب تو میں آپ سے اور زیادہ محبت کرنے لگی ہوں۔

(موسوعۃ الامام ابن ابی الدنیا، کتاب صفۃ الجنۃ، الحدیث: ۲۸، ج ۶، ص ۳۲۱)

جنت کی چراگاہیں:

سرکارِ مکۂ مکرمہ، سردارِ مدینۂ منورہ صَلَّی اللہ تَعَالٰی علیہ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: جنت میں لوٹنے پوٹنے کی کستوری کی ایسی جگہیں ہیں جیسی دنیا میں تمہارے جانوروں کے لئے (مٹی کی ہوتی) ہیں۔ (المعجم الاوسط، الحدیث: ۱۷۶۱، ج ۱، ص ۴۷۷)

جنتی خیمہ:

دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صَلَّی اللہ تَعَالٰی علیہ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عظمت نشان ہے: مومن کے لئے جنت میں کھوکلے موتی سے بنا ہوا ایک خیمہ ہے کہ جس کی لمبائی آسمان میں 60 میل ہے، اس میں مومن کے گھر والے ہوں گے، جن کے پاس وہ چکر لگائے گا، لیکن ان میں سے بعض بعض کو نہ دیکھیں گے۔ (صحیح مسلم، کتاب الجنۃ، باب فی صفۃ خیام الجنۃ، الحدیث: ۷۱۵۸، ۷۱۶۰، ص ۱۱۷۱)

ایک روایت میں ہے کہ اس کی چوڑائی 60 میل ہے۔ (المرجع السابق، الحدیث: ۷۱۵۹)

حضرت سیِّدُنا عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ وہ خیمہ کھوکلے موتی کا ہوگا، جس کی لمبائی چوڑائی تین میل ہے اس کے 4 ہزار سونے کے (دروازے کے) پٹ ہیں۔ (موسوعۃ الامام ابن ابی الدنیا، کتاب صفۃ الجنۃ، الحدیث: ۳۲۱، ج ۶، ص ۳۸۵)

ایک روایت میں ہے: اس کے اردگرد قناتیں ہوں گی جن کی گولائی 150 میل ہوگی، اس کے پاس ہر دروازے سے ایک فرشتہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی طرف سے تحفہ لے کر آئے گا۔ (موسوعۃ الامام ابن ابی الدنیا، کتاب صفۃ الجنۃ، الحدیث: ۳۲۵، ج ۶، ص ۳۸۵)

سیِّدُ المبلغین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِین صَلَّی اللہ تَعَالٰی علیہ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: جنت میں ایسے بالاخانے ہیں جن کا باہر اندر سے اور اندر باہر سے دکھائی دیتا ہے۔ حضرت سیِّدُنا ابو مالک اشعری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے عرض کی: یارسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی علیہ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! یہ ←

....

کن کے لئے ہیں؟ تو ارشاد فرمایا: جو اچھی بات کہے، کھانا کھلائے اور رات عبادت میں گزارے جبکہ لوگ سوئے ہوئے ہوں۔

(المستدرک، کتاب صلاۃ التطوع، باب صلاۃ الحاجۃ، الحدیث: ۱۲۴۰، ج۱، ص۶۳۱)

جنتی سفید موتیوں کا محل:

سید عالم، نور مجسم صلّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلّم سے اللہ عزّوجلّ کے اس فرمانِ عالیشان کے متعلق دریافت کیا گیا:

وَمَسٰکِنَ طَیِّبَۃً فِیۡ جَنّٰتِ عَدۡنٍ (پ۱۰، التوبۃ: ۷۲)

ترجمۂ کنزالایمان: اور پاکیزہ مکانوں کا بسنے کے باغوں میں۔

تو اللہ عزّوجلّ کے محبوب، دانائے غُیُوب، مُنزّہ عن العُیُوب صلّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا: جنت میں سفید موتیوں کا ایک محل ہے جس میں سرخ یاقوت کے 70 گھر ہیں، ہر گھر میں سبز زمرد کے 70 کمرے ہیں، ہر کمرے میں 70 پلنگ ہیں، ہر پلنگ پر ہر رنگ کے 70 بستر ہیں، ہر بستر پر ایک عورت ہے، نیز ہر کمرے میں 70 دستر خوان بھی ہیں، ہر دستر خوان پر 70 رنگ کے کھانے ہیں اور ہر کمرے میں 70 غلام اور خادمائیں ہیں، مومن کو اتنی قوت عطا کی جائے گی کہ وہ صبح کے ایک ہی وقت میں ان سب کے پاس آئے گا۔

(المعجم الکبیر، الحدیث: ۳۵۳، ج۱۸، ص۱۶۱، دون قولہ بیضاء)

جنتی نہریں:

حُسنِ اَخلاق کے پیکر، محبوبِ رَبِّ اَکبر صلّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلّم کا فرمانِ معظم ہے: جنت میں کوثر نامی ایک نہر ہے جس کے دونوں کنارے سونے کے ہیں اور وہ موتیوں اور یاقوت پر بہتی ہے، اس کی مٹی کستوری سے زیادہ پاکیزہ ہے، اس کا پانی شہد سے زیادہ میٹھا اور برف سے زیادہ سفید ہے۔ (جامع الترمذی، ابواب تفسیر القرآن، باب ومن سورۃ الکوثر، الحدیث: ۳۳۷۲، ص۱۹۹۷)

ایک روایت میں اتنا زائد ہے: اس میں پرندے ہیں جن کی گردنیں اونٹ کی گردنوں جیسی ہیں۔ امیر المؤمنین حضرت سیّدنا عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے عرض کی: وہ تو بڑی نعمت میں ہیں۔ تو حضور پاک، صاحبِ لولاک، سیاحِ افلاک صلّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا: ان کو کھانے والے ان سے زیادہ نعمت میں ہوں گے۔

(جامع الترمذی، ابواب صفۃ الجنۃ، باب ماجاء فی صفۃِ طَیرِ الجَنَّۃِ، الحدیث: ۲۵۴۲، ص۱۹۰۷)

خَاتَمُ الْمُرْسَلِین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِین صلّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا: جنت کی نہریں ایک ٹیلے یا کستوری کے پہاڑ کے نیچے سے نکلتی ہیں۔ (الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان، کتاب اخبارہ، باب وصف الجنۃ واہلہا، الحدیث: ۷۳۶۵، ج۹، ص۲۴۹)

حضرت سیّدنا عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ جنت کی زمین چاندی سے بنے ہوئے سفید سنگِ مرمر کی ہے گویا کہ وہ آئینہ ہو اور اس کی روشنی ایسی ہے جیسے سورج طلوع ہونے سے پہلے ہوتی ہے اور اس کی نہریں ایک تسلسل سے بہتی ہیں، ان کے بہنے کی نالیاں مخصوص نہیں پھر بھی وہ اِدھر اُدھر نہیں بہتیں اور جنت کے حلے ایک ایسے پھلدار درخت پر ہوں گے گویا وہ انار ہوں، جب اللہ عزّوجلّ کا دوست حلہ پہننے کا ارادہ کرے گا تو وہ پھل اپنی ٹہنی سے ٹوٹ کر اس کے پاس آ کر پھٹ جائے گا، اس میں 70 رنگ کے مختلف ←

جو کوئی مثال اس کی تعریف میں دی جائے سمجھانے کے لیے ہے، ورنہ دنیا کی اعلیٰ سے اعلیٰ شے کو جنت کی کسی چیز

کھلے ہوں گے، (جنتی اپنی مرضی کا حلہ پہن لے گا) پھر بند ہو کر واپس اپنی جگہ لوٹ جائے گا۔

(موسوعۃ الامام ابن ابی الدنیا، کتاب صفۃ الجنۃ، الحدیث: ۱۴۴، ج۶، ص۳۴۹، بتغیر قلیل)

سرکارِ والا تبار، ہم بے کسوں کے مددگار صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: جنت میں ایک دریا پانی کا ہے، ایک شہد کا اور ایک شراب کا، پھر ان سے نہریں نکلتی ہیں۔ (جامع الترمذی، ابواب صفۃ الجنۃ، باب ماجاء فی صفۃ انھار الجنۃ، الحدیث: ۲۵۷۱، ص۱۹۱۰)

حضرت سیدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں کہ شاید تم یہ گمان کرتے ہو کہ جنتی نہریں زمین کھود کر بنائی گئی ہیں، نہیں، خدا عزَّوَجلَّ کی قسم! وہ زمین کی سطح پر بہتی ہیں، ان کا ایک کنارہ موتی کا اور دوسرا یاقوت کا ہے اور ان کی مٹی مہکنے والی کستوری کی ہے جس میں کوئی ملاوٹ نہیں۔ (موسوعۃ الامام ابن ابی الدنیا، کتاب صفۃ الجنۃ، الحدیث: ۶۸، ج۶، ص۳۳۴)

جنتی درخت:

سیدِ عالم، نورِ مجسم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: جنت میں ایک درخت ہے جس کے سائے میں ایک سوار 100 سال بھی چلتا رہے تو سایہ طے نہ کر سکے گا، اگر تم چاہو تو یہ آیتِ مبارکہ پڑھو:

وَّظِلٍّ مَّمْدُوْدٍO وَّمَآءٍ مَّسْكُوْبٍO (پ۲۷، الواقعۃ: ۳۰، ۳۱)

ترجمۂ کنز الایمان: اور ہمیشہ کے سائے میں اور ہمیشہ جاری پانی میں۔

(صحیح البخاری، کتاب التفسیر، باب سورۃ الواقعۃ، الحدیث: ۴۸۸۱، ص۴۸۱)

وَّظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ کی تفسیر:

رحمتِ عالم، نورِ مجسم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: جنت میں ایک درخت ہے جس کے سائے میں تیز رفتار سدھائے ہوئے گھوڑے پر سوار 100 سال تک بھی چلتا رہے تو سایہ طے نہ کر سکے گا۔

(صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب صفۃ الجنۃ والنار، الحدیث: ۶۵۵۳، ص۵۴۹)

ایک روایت میں اتنا زائد ہے، وَّظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ سے یہی مراد ہے۔

(جامع الترمذی، ابواب صفۃ الجنۃ، باب ماجاء فی صفۃ شجر الجنۃ، الحدیث: ۲۵۲۴، ص۱۹۰۵)

حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما فرماتے ہیں: اَلظِّلُّ الْمَمْدُوْد جنت میں ایک ایسا تن آور درخت ہے جس کے سائے تلے ایک تیز رفتار سوار اس کے قرب وجوار میں 100 سال تک چلتا رہے۔ بالا خانوں والے اور دیگر اہل جنت اس کے سائے میں بیٹھ کر گفتگو کریں گے اور بعض خواہشات کا اظہار کریں گے، بعض دنیاوی لھو ولعب یاد کریں گے تو اللہ عزَّوَجلَّ جنت سے ایک ہوا بھیجے گا جو تمام دُنیوی کھیل کود کے ساتھ اس درخت کو حرکت دے گی (تاکہ وہ دنیوی کھیل کود کے نعم البدل سے لذت پائیں)۔

(موسوعۃ الامام ابن ابی الدنیا، کتاب صفۃ الجنۃ، الحدیث: ۴۵، ج۶، ص۳۲۸) ←

کے ساتھ کچھ مناسبت نہیں۔ وہاں کی کوئی عورت اگر زمین کی طرف جھانکے تو زمین سے آسمان تک روشن ہو جائے اور

شجرِ طوبیٰ:

حضورِ نبی مُکَرَّم، نُورِ مُجَسَّم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وَاٰلِہٖ وَسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: طوبیٰ درخت کی جڑیں اخروٹ کے درخت کی جڑ کی طرح ہیں، اس کا ایک ہی تنا اُگتا ہے، پھر اوپر سے پھیل جاتا ہے، اس کی جڑ کی موٹائی اتنی زیادہ ہے کہ اگر 5 سال کا اونٹ اس پر سفر شروع کردے تو اسے طے نہ کر سکے حتی کہ بڑھاپے سے اس کی گردن ٹوٹ جائے اور اس کے انگوروں کا بڑا خوشہ سفید داغوں والے ایسے سیاہ (یعنی چتکبرے) کوّے کی ایک ماہ کی مسلسل مسافت جتنا ہے کہ جو نہ تو تھک کر گرے، نہ اِدھر اُدھر بھٹکے، نہ رفتار میں سستی کا مظاہرہ کرے اور اس کا دانہ بڑے ڈول جتنا ہے۔ (المعجم الاوسط، الحدیث: ۴۰۲، ج۱، ص۱۲۶۔ المعجم الکبیر، الحدیث: ۱۴۰۰۰، ج۱۷، ص۲۶ ملخصاً)

جنتی پھل:

حضرت سیِّدُنا براء بن عازب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فرمانِ عالیشان:

وَذُلِّلَتْ قُطُوفُهَا تَذْلِيلًا ○ (پ۲۹، الدھر: ۱۴)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اسکے گچھے جھکا کر نیچے کر دیئے گئے ہونگے۔

کی تفسیر میں فرماتے ہیں: اس سے مراد یہ ہے کہ جنتی جنت کے پھل کھڑے ہو کر، بیٹھے ہوئے اور پہلوؤں پر ٹیک لگا کر کھائیں گے۔

(الترغیب والترھیب، کتاب صفۃ الجنۃ، فصل فی شجر الجنۃ وثمارھا، الحدیث: ۵۷۴۸، ج۴، ص۳۱۹)

جنتی کھجور:

حضرت سیِّدُنا عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے کہ جنتی کھجور کے درختوں کی ٹہنیاں سبز زمرد کی اور شاخوں کے جوڑ سرخ سونے کے ہیں، اس کی شاخیں جنتیوں کا لباس ہیں اور ان کا پھل مٹکوں اور ڈولوں کے برابر ہے جو دودھ سے زیادہ سفید، شہد سے زیادہ میٹھے اور مکھن سے زیادہ نرم و ملائم ہیں، اُن میں کوئی گٹھلی نہیں۔

(المستدرک، کتاب التفسیر، تفسیر سورۃ الرحمٰن، اَوصاف نخیل الجنۃ، الحدیث: ۳۸۲۸، ج۳، ص۲۸۶، بتغیر قلیل)

جنتی کھانے:

رسولِ اکرم، شاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وَاٰلِہٖ وَسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: اہلِ جنت جنت میں کھائیں گے پئیں گے لیکن نہ ناک صاف کریں گے اور نہ ہی بول و براز کریں گے، ان کا کھانا کستوری کی طرح خوشبودار ڈکار کی صورت میں (زائل ہو جائے) گا، وہ اس طرح مسلسل اللہ عَزَّوَجَلَّ کی تسبیح و تکبیر کریں گے جیسے سانس لیتے ہیں۔

(صحیح مسلم، کتاب الجنۃ، باب فی صفات الجنۃ واھلھا......الخ، الحدیث: ۷۱۵۴، ۷۱۵۵، ص۱۱۷۱، بتغیر)

حضورِ نبیِّ رحمت، شفیعِ اُمت صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وَاٰلِہٖ وَسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ایک جنتی کو کھانے پینے اور جماع میں 100 آدمیوں کی قوت عطا کی جائے گی اور ان کی (قضائے) حاجت ان کے جسموں سے بہنے والا پسینہ ایسا ہوگا جیسے کستوری کا ہو، پس وہ اس کے پیٹ کو ←

خوشبو سے بھر جائے اور چاند سورج کی روشنی جاتی رہے اور اُس کا دوپٹا دنیا ومافیہا سے بہتر۔(2)

اور ایک روایت میں یوں ہے کہ اگر حور اپنی ہتھیلی زمین وآسمان کے درمیان نکالے تو اس کے حسن کی وجہ سے خلائق فتنہ میں پڑ جائیں اور اگر اپنا دوپٹا ظاہر کرے تو اسکی خوبصورتی کے آگے آفتاب ایسا ہو جائے جیسے آفتاب کے سامنے چراغ (3) اور اگر جنت کی کوئی ناخن بھر چیز دنیا میں ظاہر ہو تو تمام آسمان وزمین اُس سے آراستہ ہو جائیں اور اگر جنتی کا کنگن ظاہر ہو تو آفتاب کی روشنی مٹادے، جیسے آفتاب ستاروں کی روشنی مٹا دیتا ہے۔(4) جنت کی اتنی جگہ جس میں کوڑا (چابک) رکھ سکیں دنیا ومافیہا سے بہتر ہے۔(5)

جنت کتنی وسیع ہے، اس کو اللہ ورسول (عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ہی جانیں، اِجمالی بیان یہ ہے کہ اس میں

ہلکا کردے گا۔(المسند للامام احمد بن حنبل، حدیث زید بن ارقم، الحدیث:۱۹۲۸۹، ج۷، ص۶، بتغیر قلیل)

سرکارِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: تمام جنتیوں میں سب سے کم درجے والا وہ ہوگا جس کی خدمت 10 ہزار خادم کریں گے اور ہر خادم کے پاس دو پلیٹیں ہوں گی، ایک سونے کی اور دوسری چاندی کی، ہر ایک میں دوسرے سے مختلف رنگ کا کھانا ہوگا اور وہ دوسری پلیٹ سے بھی ایسے ہی کھائے گا جیسے پہلی پلیٹ سے کھائے گا اور دوسری سے بھی ویسی ہی خوشبو اور لذت پائے گا جو پہلی سے پائے گا، پھر یہ سب ایک ڈکار ہوگا جیسا کہ عمدہ کستوری کی خوشبو، وہ نہ تو پیشاب کریں گے، نہ قضائے حاجت کریں گے اور نہ ہی ناک صاف کریں گے۔

(موسوعۃ الامام ابن ابی الدنیا، کتاب صفۃ الجنۃ، الحدیث:۱۰۷، ج۶، ص۳۴۳۔ المعجم الاوسط، الحدیث:۷۶۷۴، ج۵، ص۳۸۰)

(2) صحیح البخاري، کتاب الرقاق، باب صفۃ الجنۃ والنار، الحدیث:۶۵۶۸، ج۴، ص۲۶۴۔

(3) الترغیب والترھیب، کتاب صفۃ الجنۃ والنار، فصل في وصف نساء أھل الجنۃ، الحدیث:۹۷، ج۴، ص۲۹۸

(4) سنن الترمذي، کتاب صفۃ الجنۃ، باب ماجاء في صفۃ أھل الجنۃ، الحدیث:۲۵۴۷، ج۴، ص۲۴۱۔

(5) صحیح البخاري، کتاب بدء الخلق، باب ماجاء في صفۃ الجنۃ وأنھا مخلوقۃ، الحدیث:۳۲۵۰، ج۲، ص۳۹۲

کوئی نسبت ہی نہیں

شیخ محقق شیخ عبدالحق مُحدِّث دھلوی علیہ رحمۃ اللہ القوی ارشاد فرماتے ہیں: یعنی جنت کی تھوڑی سی اور معمولی جگہ دنیا اور اس کی ہر چیز سے بہتر ہے۔ چابک کا ذکر اس عادت کے مطابق ہے کہ سوار جب کسی جگہ اترنا چاہتا ہے تو اپنا چابک پھینک دیتا ہے تا کہ اس کی نشانی رہے اور دوسرا کوئی شخص وہاں نہ اُترے۔(أشعۃ اللمعات، ج۷، ص۵۰)

مُفَسِّرِ شہیر حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان فرماتے ہیں: کوڑے سے مراد ہے وہاں کی تھوڑی سی جگہ۔ واقعی جنت کی نعمتیں دائمی ہیں۔ دنیا کی فانی پھر دنیا کی نعمتیں تکالیف سے مخلوط وہاں کی نعمتیں خالص، پھر دنیا کی نعمتیں ادنیٰ وہ اعلیٰ اس لیے دنیا کو وہاں کی ادنیٰ جگہ سے کوئی نسبت ہی نہیں۔(مراٰۃ المناجیح، ج۷، ص۴۴۷)

۱۰۰ سو درجے ہیں۔ ہر دو درجوں میں وہ مسافت ہے، جو آسمان و زمین کے درمیان ہے۔(6) رہا یہ کہ خود اُس درجہ کی کیا مسافت ہے، اس کے متعلق کوئی روایت خیال میں نہیں، البتہ ایک حدیث ترمذی کی یہ ہے: کہ اگر تمام عالم ایک درجہ میں جمع ہو تو سب کے لیے وسیع ہے۔ (7)

جنت میں ایک درخت ہے جس کے سایہ میں ۱۰۰ سو برس تک تیز گھوڑے پر سوار چلتا رہے اور ختم نہ ہو۔ جنت کے دروازے اتنے وسیع ہوں گے کہ ایک بازو سے دوسرے تک تیز گھوڑے کی ستر برس کی راہ ہوگی پھر بھی جانے والوں کی وہ کثرت ہوگی کہ مونڈھے سے مونڈھا چھلتا ہوگا، بلکہ بھیڑ کی وجہ سے دروازہ چُرچرانے لگے گا۔ اس میں قسم قسم کے جواہر کے محل ہیں، ایسے صاف و شفاف کہ اندر کا حصہ باہر سے اور باہر کا اندر سے دکھائی دے۔ جنت کی دیواریں سونے اور چاندی کی اینٹوں اور مشک کے گارے سے بنی ہیں، ایک اینٹ سونے کی، ایک چاندی کی، زمین زعفران کی، کنکریوں کی جگہ موتی اور یاقوت (8) اور ایک روایت میں ہے کہ جنتِ عدن کی ایک اینٹ سفید موتی کی ہے، ایک یاقوتِ سرخ کی، ایک زَبَرْجَد سبز کی، اور مشک کا گارا ہے اور گھاس کی جگہ زعفران ہے، موتی کی کنکریاں، عنبر کی مٹی، جنت میں ایک ایک موتی کا خیمہ ہوگا جس کی بلندی ساٹھ میل۔ جنت میں چار دریا ہیں، ایک پانی کا، دوسرا دودھ کا، تیسرا شہد کا، چوتھا شراب کا، پھر ان سے نہریں نکل کر ہر ایک کے مکان میں جاری ہیں۔ وہاں کی نہریں زمین کھود کر نہیں بہتیں، بلکہ زمین کے اوپر اوپر رواں ہیں، نہروں کا ایک کنارہ موتی کا، دوسرا یاقوت کا اور نہروں کی زمین خالص مشک کی، وہاں کی شراب دنیا کی سی نہیں جس میں بدبُو اور کڑواہٹ اور نشہ ہوتا ہے اور پینے والے بے عقل ہو جاتے ہیں، آپے سے باہر ہو کر بیہودہ بکتے ہیں، وہ پاک شراب اِن سب باتوں سے پاک و منزّہ ہے۔(9) جنتیوں کو جنت میں ہر

(6) سنن الترمذي، كتاب صفة الجنة، باب ما جاء في صفة درجات الجنة، الحديث: ۲۵۳۹، ج ۴، ص ۲۳۸.

(7) سنن الترمذي، كتاب صفة الجنة، باب ما جاء في صفة درجات الجنة، الحديث: ۲۵۴۰، ج ۴، ص ۲۳۹.

(8) سنن الدارمي، كتاب الرقاق، باب في بناء الجنة، الحديث: ۲۸۲۱، ج ۲، ص ۴۲۹.

سنن الترمذي، كتاب صفة الجنة، باب ما جاء في صفة الجنة ونعيمها، الحديث: ۲۵۳۴، ج ۴، ص ۲۳۶.

(9) وَاَنْهٰرٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ

ترجمۂ کنز الایمان: اور ایسی شراب کی نہریں ہیں جس کے پینے میں لذت ہے۔(پ 26، محمد: 15)

اس آیت کے تحت مفسرِ شہیر مولانا سید محمد نعیم الدین مرادآبادی علیہ الرحمۃ ارشاد فرماتے ہیں کہ خالص لذت ہی لذت، نہ دنیا کی شرابوں کی طرح اس کا ذائقہ خراب، نہ اس میں میل کچیل، نہ خراب چیزوں کی آمیزش، نہ وہ سڑ کر بنی، نہ اس کے پینے سے عقل زائل ہو، نہ سر چکرائے، نہ خمار آئے، نہ دردِ سر پیدا ہو۔ یہ سب آفتیں دنیا ہی کی شراب میں ہیں، وہاں کی شراب ان سب عیوب سے پاک، نہایت لذیذ، مُفرِّح، خوش گوار۔

قسم کے لذیذ سے لذیذ کھانے ملیں گے، جو چاہیں گے فوراً ان کے سامنے موجود ہوگا (10)، اگر کسی پرند کو دیکھ کر اس کے گوشت کھانے کو جی ہو تو اُسی وقت بُھنا ہوا اُن کے پاس آجائے گا، اگر پانی وغیرہ کی خواہش ہو تو کوزے خود ہاتھ میں آجائیں گے، ان میں ٹھیک اندازے کے موافق پانی، دودھ، شراب، شہد ہوگا کہ ان کی خواہش سے ایک قطرہ کم نہ زیادہ، بعد پینے کے خودبخود جہاں سے آئے تھے چلے جائیں گے۔ وہاں نجاست، گندگی، پاخانہ، پیشاب، تھوک، رینٹھ، کان کا میل، بدن کا میل اصلاً نہ ہوں گے، ایک خوشبودار فرحت بخش ڈکار آئے گی، خوشبودار فرحت بخش پسینہ نکلے گا، سب کھانا ہضم ہوجائے گا اور ڈکار اور پسینے سے مشک کی خوشبو نکلے گی۔ ہر شخص کو ۱۰۰ سو آدمیوں کے کھانے، پینے، جماع کی طاقت دی جائے گی۔ ہر وقت زبان سے تسبیح وتکبیر بہ قصد اور بلا قصد مثل سانس کے جاری ہوگی۔ کم سے کم ہر شخص کے سرہانے د۱۰ اس ہزار خادم کھڑے ہونگے، خادموں میں ہر ایک کے ایک ہاتھ میں چاندی کا پیالہ ہوگا اور دوسرے ہاتھ میں سونے کا اور ہر پیالے میں نئے نئے رنگ کی نعمت ہوگی، جتنا کھاتا جائے گا لذت میں کمی نہ ہوگی بلکہ زیادتی ہوگی، ہر نوالے میں ۷۰ ستر مزے ہوں گے، ہر مزہ دوسرے سے ممتاز، وہ معاً محسوس ہوں گے، ایک کا احساس دوسرے سے مانع نہ ہوگا، جنتیوں کے نہ لباس پرانے پڑیں گے، نہ ان کی جوانی فنا ہوگی۔

پہلا گروہ جو جنت میں جائے گا، اُن کے چہرے ایسے روشن ہوں گے جیسے چودہویں رات کا چاند اور دوسرا گروہ جیسے کوئی نہایت روشن ستارہ، جنتی سب ایک دل ہوں گے، ان کے آپس میں کوئی اختلاف وبغض نہ ہوگا، ان میں ہر ایک کو حورِ عین میں کم سے کم دو بیبیاں ایسی ملیں گی کہ ستر ستر جوڑے پہنے ہوں گی، پھر بھی ان لباسوں اور گوشت کے باہر سے ان کی پنڈلیوں کا مغز دکھائی دے گا، جیسے سفید شیشے میں شرابِ سُرخ دکھائی دیتی ہے اور یہ اس وجہ سے کہ اللہ عزوجل نے انہیں یاقوت سے تشبیہ دی اور یاقوت میں سوراخ کرکے اگر ڈورا ڈالا جائے تو ضرور باہر سے دکھائی دے گا۔ آدمی اپنے چہرے کو اس کے رُخسار میں آئینہ سے بھی زیادہ صاف دیکھے گا اور اس پر ادنٰی درجہ کا جو موتی ہوگا، وہ ایسا ہوگا کہ مشرق سے مغرب تک روشن کردے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ مرد اپنا ہاتھ اس کے شانوں کے درمیان رکھے گا تو سینہ کی طرف سے کپڑے اور جلد اور گوشت کے باہر سے دکھائی دے گا۔ اگر جنت کا کپڑا دنیا میں پہنا جائے تو جو دیکھے بے ہوش ہوجائے، اور لوگوں کی نگاہیں اس کا تحمل نہ کرسکیں (11)، مرد جب اس کے پاس جائے گا اسے ہر بار کوآری پائے گا، مگر اس کی وجہ سے مرد وعورت کسی کو کوئی تکلیف نہ ہوگی، اگر کوئی حور سمندر میں تھوک دے تو اُس کے

---

(10) وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهِيٓ أَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَدَّعُونَ ۝

ترجمۂ کنز الایمان: اور تمہارے لئے ہے اس میں جو تمہارا جی چاہے اور تمہارے لئے اس میں جو مانگو۔ (پ24، حٰمٓ السجدۃ:31)

(11) الترغیب والترھیب، کتاب صفۃ الجنۃ والنار، فصل فی ثیابھم وحللھم، الحدیث: ۸۴، ج۴، ص ۲۹۴.

تھوک کی شیرینی کی وجہ سے سمندر شیریں ہوجائے۔ اور ایک روایت ہے کہ اگر جنت کی عورت سات سمندروں میں تھوکے تو وہ شہد سے زیادہ شیریں ہوجائیں۔

جب کوئی بندہ جنت میں جائے گا تو اس کے سرہانے اور پائنتی دو حوریں نہایت اچھی آواز سے گائیں گی، مگر اُن کا گانا یہ شیطانی مزامیر نہیں بلکہ اللہ عزوجل کی حمد و پاکی ہوگا(12)، وہ ایسی خوش گلو ہوں گی کہ مخلوق نے ویسی آواز کبھی نہ سنی ہوگی اور یہ بھی گائیں گی: کہ ہم ہمیشہ رہنے والیاں ہیں، کبھی نہ مریں گے، ہم چین والیاں ہیں، کبھی تکلیف میں نہ پڑیں گے، ہم راضی ہیں ناراض نہ ہوں گے، مبارک باد اس کے لیے جو ہمارا اور ہم اس کے ہوں۔ سر کے بال اور پلکوں اور بھوؤں کے سوا جنتی کے بدن پر کہیں بال نہ ہوں گے، سب بے ریش ہوں گے، سُرگیں آنکھیں، تیس برس کی عمر کے معلوم ہوں گے کبھی اس سے زیادہ معلوم نہ ہوں گے۔ ادنیٰ جنتی کے لیے اَسّی ۸۰ ہزار خادم اور ۷۲ بہتر بیبیاں ہوں گی اور اُن کو ایسے تاج ملیں گے کہ اس میں کا ادنیٰ موتی مشرق و مغرب کے درمیان روشن کردے اور اگر مسلمان اولاد کی خواہش کرے تو اس کا حمل اور وضع اور پوری عمر (یعنی تیس سال کی)، خواہش کرتے ہی ایک ساعت میں ہوجائے گی۔ جنت میں نیند نہیں، کہ نیند ایک قسم کی موت ہے اور جنت میں موت نہیں۔ جنتی جب جنت میں جائیں گے ہر ایک اپنے اعمال کی مقدار سے مرتبہ پائے گا اور اس کے فضل کی حد نہیں۔ پھر اُنھیں دنیا کی ایک ہفتہ کی مقدار کے بعد اجازت دی جائے گی کہ اپنے پروردگار عزوجل کی زیارت کریں اور عرشِ الٰہی ظاہر ہوگا اور رب عزوجل جنت کے باغوں میں سے ایک باغ میں تجلّی فرمائے گا اور ان جنتیوں کے لیے منبر بچھائے جائیں گے، نور کے منبر، موتی کے منبر، یاقوت کے منبر، زَبرجد کے منبر، سونے کے منبر، چاندی کے منبر اور اُن میں کا ادنیٰ مشک و کافور کے ٹیلے پر بیٹھے گا اور اُن میں ادنیٰ کوئی نہیں، اپنے گمان میں کرسی والوں کو کچھ اپنے سے بڑھ کر نہ سمجھیں گے اور خدا کا دیدار ایسا صاف ہوگا جیسے آفتاب اور چودھویں رات کے چاند کو ہر ایک اپنی اپنی جگہ سے دیکھتا ہے، کہ ایک کا دیکھنا دوسرے کے لیے مانع نہیں اور اللہ عزوجل ہر ایک پر تجلّی فرمائے گا، ان میں سے کسی کو فرمائے گا: اے فلاں بن فلاں! تجھے یاد ہے، جس دن تُو نے ایسا ایسا کیا تھا...؟! دنیا کے بعض مَعاصی یاد دلائے گا، بندہ عرض کریگا: تو اے رب! کیا تُو نے مجھے بخش نہ دیا؟ فرمائے گا: ہاں! میری مغفرت کی وسعت ہی کی وجہ سے تُو اس مرتبہ کو پہنچا، وہ سب اسی حالت میں ہونگے کہ اَبر چھائے گا اور اُن پر خوشبو برسائے گا، کہ اُس کی سی خوشبو ان لوگوں نے کبھی نہ پائی تھی اور اللہ عزوجل فرمائے گا: کہ جاؤ اُس کی طرف جو میں نے تمہارے لیے عزت تیار کر رکھی ہے، جو چاہو لو، پھر لوگ ایک بازار میں جائیں گے جسے ملائکہ گھیرے ہوئے

---

(12) مجمع الزوائد، کتاب أھل الجنۃ، باب ما جاء في نساء أھل الجنۃ... إلخ، الحدیث: ۱۸۷۵۹، ج۱۰، ص ۷۷۴۔
المعجم الکبیر للطبراني، الحدیث: ۷۴۷۸، ج۸، ص۹۵۔

ہیں، اس میں وہ چیزیں ہوں گی کہ ان کی مثل نہ آنکھوں نے دیکھی، نہ کانوں نے سنی، نہ قلوب پر ان کا خطرہ گزرا، اس میں سے جو چاہیں گے، اُن کے ساتھ کر دی جائے گی اور خرید وفروخت نہ ہوگی اور جنتی اس بازار میں باہم ملیں گے، چھوٹے مرتبہ والا بڑے مرتبہ والے کو دیکھے گا، اس کا لباس پسند کریگا، ہنوز گفتگو ختم بھی نہ ہوگی کہ خیال کریگا، میرا لباس اُس سے اچھا ہے اور یہ اس وجہ سے کہ جنت میں کسی کے لیے غم نہیں، پھر وہاں سے اپنے اپنے مکانوں کو واپس آئیں گے۔ اُن کی بیبیاں استقبال کریں گی اور مبارکباد دے کر کہیں گی کہ آپ واپس ہوئے اور آپ کا جمال اس سے بہت زائد ہے کہ ھمارے پاس سے آپ گئے تھے، جواب دیں گے کہ پروردگار جبّار کے حضور بیٹھنا ہمیں نصیب ہوا تو ہمیں ایسا ہی ہو جانا سزاوار تھا۔(13) جنتی باہم ملنا چاہیں گے تو ایک کا تخت دوسرے کے پاس چلا جائے گا۔

اور ایک روایت میں ہے کہ ان کے پاس نہایت اعلیٰ درجہ کی سواریاں اور گھوڑے لائے جائیں گے اور ان پر سوار ہو کر جہاں چاہیں گے جائیں گے۔ سب سے کم درجہ کا جو جنتی ہے اس کے باغات اور بیبیاں اور نعیم وخدام اور تخت ہزار برس کی مسافت تک ہوں گے اور اُن میں اللہ عزوجل کے نزدیک سب میں معزز وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے وجہِ کریم کے دیدار سے ہر صبح وشام مشرّف ہوگا۔ جب جنتی جنت میں جالیں گے اللہ عزوجل اُن سے فرمائے گا: کچھ اور چاہتے ہو جو تم کو دوں؟ عرض کریں گے: تُو نے ھمارے مونھ روشن کیے، جنت میں داخل کیا، جہنم سے نجات دی، اس وقت پردہ کہ مخلوق پر تھا اُٹھ جائے گا تو دیدارِ الٰہی سے بڑھ کر انھیں کوئی چیز نہ ملی ہوگی (14)۔

اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنَا زِيَارَةَ وَجْهِكَ الْكَرِيْمِ بِجَاهِ حَبِيْبِكَ الرَّؤُوْفِ الرَّحِيْمِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالتَّسْلِيْمُ. اٰمین!

❀❀❀❀❀

---

(13) سنن الترمذي، كتاب صفة الجنة، باب ما جاء في سوق الجنة، الحديث: ٢٥٥٨، ج ٤، ص ٢٤٦.

(14) صحيح المسلم، كتاب الايمان، باب اثبات رؤية المؤمنين في الآخرة... إلخ، ص ١١٠، الحديث: ١٨١.

وسنن الترمذي، كتاب صفة الجنة، باب ما جاء في رؤية الرب تبارك وتعالى، الحديث: ٢٥٦١، ج ٤، ص ٢٤٨.

دوزخ کا بیان

یہ ایک مکان ہے کہ اُس قہار و جبار کے جلال وقہر کا مظہر ہے۔ جس طرح اُس کی رحمت ونعمت کی انتہا نہیں کہ انسانی خیالات وتصورات جہاں تک پہنچیں وہ ایک شمہ (قلیل مقدار) ہے اُس کی بے شمار نعمتوں سے، اسی طرح اس کے غضب وقہر کی کوئی حد نہیں کہ ہر وہ تکلیف واذیت کہ اِدراک کی جائے، ایک ادنیٰ حصہ ہے اس کے بے انتہا عذاب کا۔ قرآنِ مجید واحادیث میں جو اُس کی سختیاں مذکور ہیں، ان میں سے کچھ اجمالاً بیان کرتا ہوں، کہ مسلمان دیکھیں اور اس سے پناہ مانگیں اور اُن اعمال سے بچیں جن کی جزا جہنم ہے۔ حدیث میں ہے کہ جو بندہ جہنم سے پناہ مانگتا ہے، جہنم کہتا ہے: اے رب! یہ مجھ سے پناہ مانگتا ہے، تُو اس کو پناہ دے۔(1)

قرآن مجید میں بکثرت ارشاد ہوا کہ جہنم سے بچو! دوزخ سے ڈرو! ہمارے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہم کو سکھانے کے لیے کثرت کے ساتھ اُس سے پناہ مانگتے۔(2)

جہنم کے شرارے (چنگاریاں) اُونچے اُونچے محلوں کی برابر اُڑیں گے، گویا زرد اُونٹوں کی قطار کہ پیہم آتے رہیں گے۔(3)

آدمی اور پتھر اُس کا ایندھن ہے (4)، یہ جو دنیا کی آگ ہے اُس آگ کے ستر جُزوں میں سے ایک جُز ہے۔(5) جس کو سب سے کم درجہ کا عذاب ہوگا، اسے آگ کی جوتیاں پہنا دی جائیں گی، جس سے اُس کا دماغ ایسا کھولے گا جیسے تانبے کی پتیلی کھولتی ہے، وہ سمجھے گا کہ سب سے زیادہ عذاب اس پر ہو رہا ہے، حالانکہ اس پر سب سے ہلکا ہے، سب سے ہلکے درجہ کا جس پر عذاب ہوگا، اس سے اللہ عزوجل پوچھے گا: کہ اگر ساری زمین تیری ہو جائے تو کیا اس عذاب سے بچنے کے لیے تو سب فدیہ میں دیدے گا؟ عرض کریگا: ہاں! فرمائے گا: کہ جب تُو پشتِ آدم میں تھا تو

---

(1) مسند ابي يعلى، الحديث: ٦١٦٤، ج٥، ص٣٧٩.

(2) صحيح مسلم، كتاب المساجد، باب ما يستعاذ منه في الصلاة، الحديث: ١٣٣ (٥٨٨-٥٩٠)، ص٢٩٨.

(3) الترغيب والترهيب، كتاب صفة الجنة والنار، فصل في ظلمتها وسوادها وشررها، الحديث: ٣١، ص٢٥٢.

(4) فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ

ترجمۂ کنزالایمان: تو ڈرو اس آگ سے جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں۔ (پ1، البقرۃ: 24)

(5) صحيح مسلم، كتاب صفة الجنة وصفة نعيمها واهلها، باب في شدة حر نار جهنم...الخ، الحديث: ٢٨٤٣، ص١٥٢٣.

ہم نے اِس سے بہت آسان چیز کا حکم دیا تھا کہ کفر نہ کرنا مگر تُو نے نہ مانا۔(6) جہنم کی آگ ہزار برس تک دھونکائی گئی، یہاں تک کہ سُرخ ہوگئی، پھر ہزار برس اور، یہاں تک کہ سفید ہوگئی، پھر ہزار برس اور، یہاں تک کہ سیاہ ہوگئی، تو اب وہ نِری سیاہ ہے (7) جس میں روشنی کا نام نہیں۔ جبرئیل علیہ السلام نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے قسم کھا کر عرض کی: کہ اگر جہنم سے سوئی کے ناکے کی برابر کھول دیا جائے تو تمام زمین والے سب کے سب اس کی گرمی سے مر جائیں اور قسم کھا کر کہا: کہ اگر جہنم کا کوئی داروغہ (نگران) اھلِ دنیا پر ظاہر ہو تو زمین کے رہنے والے کُل کے کُل اس کی ہیبت سے مر جائیں اور بقسم بیان کیا: کہ اگر جہنمیوں کی زنجیر کی ایک کڑی دنیا کے پہاڑوں پر رکھ دی جائے تو کانپنے لگیں اور انہیں قرار نہ ہو، یہاں تک کہ نیچے کی زمین تک دھنس جائیں۔(8) یہ دنیا کی آگ (جس کی گرمی اور تیزی سے کون واقف نہیں کہ بعض موسم میں تو اس کے قریب جانا شاق ہوتا ہے، پھر بھی یہ آگ) خدا سے دعا کرتی ہے کہ اسے جہنم میں پھر نہ لے جائے (9)، مگر تعجب ہے انسان سے کہ جہنم میں جانے کا کام کرتا ہے اور اُس آگ سے نہیں ڈرتا جس سے آگ بھی ڈرتی اور پناہ مانگتی ہے۔

دوزخ کی گہرائی کو خدا ہی جانے کہ کتنی گہری ہے، حدیث میں ہے کہ اگر پتھر کی چٹان جہنم کے کنارے سے اُس میں پھینکی جائے تو ستر برس میں بھی تہ تک نہ پہنچے گی (10) اور اگر انسان کے سر برابر سیسہ کا گولا آسمان سے زمین کو پھینکا جائے تو رات آنے سے پہلے زمین تک پہنچ جائے گا، حالانکہ یہ پانسو (پانچ سو) برس کی راہ ہے۔(11) پھر اُس میں مختلف طبقات و وادی اور کوئیں ہیں، بعض وادی ایسی ہیں کہ جہنم بھی ہر روز ستر مرتبہ یا زیادہ اُن سے پناہ مانگتا ہے، یہ خود اس مکان کی حالت ہے، اگر اس میں اور کچھ عذاب نہ ہوتا تو یہی کیا کم تھا! مگر کفار کی سَرزَنش کے لیے اور طرح طرح کے عذاب مہیا کیے، لوہے کے ایسے بھاری گرزوں سے فرشتے ماریں گے کہ اگر کوئی گرز زمین پر رکھ دیا جائے تو تمام جن و انس جمع ہو کر اُس کو اُٹھا نہیں سکتے۔ بُختی اونٹ کی گردن برابر بچھو اور اللہ (عزوجل) جانے کس قدر بڑے سانپ کہ

---

(6) صحیح البخاري، کتاب أحادیث الأنبیاء، باب خلق آدم صلوات اللہ علیہ وذریتہ، الحدیث: ۳۳۳۴، ج ۲، ص ۴۱۳.

(7) سنن الترمذي، کتاب صفۃ جھنم، باب منہ، الحدیث: ۲۶۰۰، ج ۴، ص ۲۶۶.

(8) مجمع الزوائد، کتاب صفۃ النار، الحدیث: ۱۸۵۷۳، ج ۱۰، ص ۷۰۶۔۷۰۷.
المعجم الأوسط للطبراني، ج ۲، ص ۷۸، الحدیث: ۲۵۸۳.

(9) سنن ابن ماجہ، أبواب الزھد، باب صفۃ النار، الحدیث: ۴۳۱۸، ج ۴، ص ۵۲۸.

(10) سنن الترمذي، کتاب صفۃ جھنم، باب ما جاء في صفۃ قعر جھنم، الحدیث: ۲۵۸۴، ج ۴، ص ۲۶۰.

(11) سنن الترمذي، کتاب صفۃ جھنم، باب منہ، الحدیث: ۲۵۹۷، ج ۴، ص ۲۶۵.

اگر ایک مرتبہ کاٹ لیں تو اس کی سوزش، درد، بے چینی ہزار برس تک رہے(12)، تیل کی جلی ہوئی تلچھٹ کی مثل سخت کھولتا پانی پینے کو دیا جائے گا، کہ منہ کے قریب ہوتے ہی اس کی تیزی سے چہرے کی کھال گر جائے گی۔(13) سر پر گرم پانی بہایا جائے گا۔

جہنمیوں کے بدن سے جو پیپ بہے گی وہ پلائی جائے گی(14)، خاردار تھوہڑ کھانے کو دیا جائے گا(15)، وہ ایسا ہوگا کہ اگر اس کا ایک قطرہ دنیا میں آئے تو اس کی سوزش و بدبو تمام اہلِ دنیا کی معیشت برباد کر دے(16) اور وہ گلے میں جا کر پھندا ڈالے گا، اس کے اتارنے کے لیے پانی مانگیں گے، اُن کو وہ کھولتا پانی دیا جائے گا کہ منہ کے قریب آتے ہی منہ کی ساری کھال گل کر اس میں گر پڑے گی، اور پیٹ میں جاتے ہی آنتوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا اور وہ شوربے کی طرح بہہ کر قدموں کی طرف نکلیں گی ، پیاس اس بلا کی ہوگی کہ اس پانی پر ایسے گریں گے جیسے تونس کے مارے ہوئے اونٹ ، پھر کفار جان سے عاجز آکر باہم مشورہ کر کے مالک علیہ الصلاۃ والسلام داروغہ جہنم کو پکاریں گے: کہ اے مالک (علیہ الصلاۃ والسلام)! تیرا رب ہمارا قصہ تمام کر دے، مالک علیہ الصلاۃ والسلام ہزار برس تک جواب نہ دیں گے، ہزار برس کے بعد فرمائیں گے: مجھ سے کیا کہتے ہو، اُس سے کہو جس کی نافرمانی کی ہے!، ہزار برس تک رب العزت کو اُس کی رحمت کے ناموں سے پکاریں گے، وہ ہزار برس تک جواب نہ دے گا، اس کے بعد فرمائے گا تو یہ فرمائے گا: دُور ہو جاؤ! جہنم میں پڑے رہو! مجھ سے بات نہ کرو! اُس وقت کفار ہر قسم کی خیر سے نا اُمید(17) ہو جائیں گے اور گدھے کی آواز کی طرح چلّا کر روئیں گے، ابتداء آنسو نکلے گا، جب آنسو ختم ہو جائیں گے تو خون روئیں گے، روتے روتے گالوں میں خندقوں کی مثل گڑھے پڑ جائیں گے، رونے کا خون اور پیپ اس قدر ہوگا کہ اگر

(12) المسند للامام أحمد بن حنبل، الحديث: ۱۷۷۲۹، ج۶، ص۲۱۷۔

(13) سنن الترمذي، كتاب صفة جهنم، باب ماجاء في صفة شراب أهل النار، الحديث: ۲۵۹۰، ج۴، ص۲۶۱۔
المسند للامام أحمد بن حنبل، الحديث: ۱۱۶۷۲، ج۴، ص۱۴۱۔

(14) مِّنۡ وَّرَآئِهٖ جَهَنَّمُ وَيُسۡقٰى مِنۡ مَّآءٍ صَدِيۡدٍ ۝
ترجمۂ کنز الایمان: جہنم اس کے پیچھے لگی اور اسے پیپ کا پانی پلایا جائے گا۔(پ13، ابراھیم:16)

(15) اِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّوۡمِ ۝ طَعَامُ الۡاَثِيۡمِ ۝
ترجمۂ کنز الایمان: بیشک تھوہڑ کا پیڑ گنہگاروں کی خوراک ہے۔(پ25، ابراھیم:43-44)

(16) سنن الترمذي، كتاب صفة جهنم، باب ماجاء في صفة شراب أهل النار، الحديث: ۲۵۹۴، ج۴، ص۲۶۳۔

(17) سنن الترمذي، كتاب صفة جهنم، باب ماجاء في صفة طعام أهل النار، الحديث: ۲۵۹۵، ج۴، ص۲۶۴۔

اس میں کشتیاں ڈالی جائیں تو چلنے لگیں۔(18)

جہنمیوں کی شکلیں ایسی کریہ ہوں گی کہ اگر دنیا میں کوئی جہنمی اُسی صورت پر لایا جائے تو تمام لوگ اس کی بدصورتی اور بدبو کی وجہ سے مرجائیں۔(19) اور جسم ان کا ایسا بڑا کر دیا جائے گا کہ ایک شانہ سے دوسرے تک تیز سوار کے لیے تین ۳ دن کی راہ ہے۔(20) ایک ایک داڑھ اُحد کے پہاڑ برابر ہوگی(21)، کھال کی موٹائی بیالیس ذراع (ہاتھ) کی ہوگی(22)، زبان ایک کوس دو کوس تک مونھ سے باہر گھسٹتی ہوگی کہ لوگ اس کو روندیں گے(23)، بیٹھنے کی جگہ اتنی ہوگی جیسے مکہ سے مدینہ تک اور وہ جہنم میں مونھ سکوڑے ہوں گے کہ اوپر کا ہونٹ سمٹ کر بیچ سر کو پہنچ جائے گا اور نیچے کا لٹک کر ناف کو آلگے گا۔

ان مضامین سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کفّار کی شکل جہنم میں انسانی شکل نہ ہوگی کہ یہ شکل اَحسنِ تقویم (اچھی صورت) ہے(24) اور یہ اللہ عزوجل کو محبوب ہے، کہ اُس کے محبوب کی شکل سے مشابہ ہے، بلکہ جہنمیوں کا وہ حلیہ ہے جو اوپر مذکور ہوا، پھر آخر میں کفّار کے لیے یہ ہوگا کہ اس کے قد برابر آگ کے صندوق میں اُسے بند کریں گے، پھر اس میں آگ بھڑکائیں گے اور آگ کا قُفل (تالا) لگایا جائے گا، پھر یہ صندوق آگ کے دوسرے صندوق میں رکھا جائے گا اور ان دونوں کے درمیان آگ جلائی جائے گی اور اس میں بھی آگ کا قفل لگایا جائے گا، پھر اسی طرح اُس کو ایک اور صندوق میں رکھ کر اور آگ کا قفل لگا کر آگ میں ڈال دیا جائے گا، تو اب ہر کافر یہ سمجھے گا کہ اس کے سوا اب کوئی آگ میں نہ رہا(25)، اور یہ عذاب بالائے عذاب ہے اور اب ہمیشہ اس کے لیے عذاب ہے۔

جب سب جنتی جنت میں داخل ہولیں گے اور جہنم میں صرف وہی رہ جائیں گے جن کو ہمیشہ کے لیے اس میں رہنا ہے، اس وقت جنت و دوزخ کے درمیان موت کو مینڈھے کی طرح لاکر کھڑا کریں گے، پھر مُنادی (پکارنے والا) جنت

(18) سنن ابن ماجہ، کتاب الزھد، باب صفۃ النار، الحدیث: ۴۳۲۴، ج۴، ص۵۳۱.

(19) الترغیب والترھیب، کتاب صفۃ الجنۃ والنار، فصل في عظم أھل النار... إلخ، الحدیث: ۶۸، ج۴، ص۲۶۳.

(20) صحیح البخاري، کتاب الرقاق، باب صفۃ الجنۃ والنار، الحدیث: ۶۵۵۱، ج۴، ص۲۶۰.

(21) المسند للإمام أحمد بن حنبل، الحدیث: ۸۴۱۸، ج۳، ص۲۳۱

(22) سنن الترمذي، کتاب صفۃ جھنم، باب ما جاء في عظم أھل النار، الحدیث: ۲۵۸۶، ج۴، ص۲۶۰.

(23) سنن الترمذي، کتاب صفۃ جھنم، باب ما جاء في عظم أھل النار، الحدیث: ۲۵۸۹، ج۴، ص۲۶۱.

(24) لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسٰنَ فِیْۤ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ ۝

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک ہم نے آدمی کو اچھی صورت پر بنایا۔(پ30، والتین: 4)

(25) الترغیب والترھیب، کتاب صفۃ الجنۃ والنار، الترھیب من النار أعاذنا اللہ... إلخ، الحدیث: ۹۳، ج۴، ص۲۶۸.

والوں کو پکارے گا، وہ ڈرتے ہوئے جھانکیں گے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہاں سے نکلنے کا حکم ہو، پھر جہنمیوں کو پکارے گا، وہ خوش ہوتے ہوئے جھانکیں گے کہ شاید اس مصیبت سے رہائی ہو جائے، پھر ان سب سے پوچھے گا کہ اسے پہچانتے ہو؟ سب کہیں گے: ہاں! یہ موت ہے، وہ ذبح کر دی جائے گی اور کہے گا: اے اہلِ جنت! ہمیشگی ہے، اب مرنا نہیں اور اے اہلِ نار! ہمیشگی ہے، اب موت نہیں، اس وقت اُن کے لیے خوشی پر خوشی ہے اور اِن کے لیے غم بالائے غم۔

نَسْأَلُ اللہَ الْعَفْوَ وَالْعَافِیَۃَ فِی الدِّیْنِ وَالدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ.

ایمان وکفر کا بیان

ایمان اسے کہتے ہیں کہ سچے دل سے اُن سب باتوں کی تصدیق کرے جو ضروریاتِ دین ہیں (1) اور کسی ایک

---

(1) ضروریاتِ دین

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

نصوصِ قرآنیہ (اپنی مراد پر واضح آیاتِ فرقانیہ) واحادیثِ مشہورہ متواترہ (شہرت اور تواتر سے مؤید) واجماعِ امت مرحومہ مبارکہ (کہ یہ قصرِ شریعت کے اساسی ستون ہیں اور شبہات وتاویلات سے پاک، ان میں سے ہر دلیل قطعی، یقینی واجب الاذعان والثبوت، ان) سے جو کچھ در بارہ الوہیت (ذات وصفاتِ باری تعالیٰ) ورسالت (ونبوت انبیاء ومرسلین وحی رب العلمین) (وکتب سماوی، وملائکہ وجن وبعث و حشر ونشر وقیامِ قیامت، قضاء وقدر) وماکان ومایکون (جملہ ضروریاتِ دین) ثابت (اوران دلائل قطعیہ سے مدلل ان براہین واضحہ سے مبرہن) سب حق ہیں اور ہم سب پر ایمان لائے جنت اور اسکے جانفزا احوال (کہ لاعین رأت ولا اُذن سمعت ولا خطر ببال احدٍ۔ ا ـــ وہ عظیم نعمتیں وہ نعیم عظمتیں اور جان ودل کو مرغوب ومطلوب وہ لذتیں جن کو نہ آنکھوں نے دیکھا نہ کانوں نے سُنا، اور نہ کسی کے دل پر اُن کا خطرہ گزرا) (ا ـــ صحیح البخاری کتاب التفسیر تحت آیۃ ۳۲/۱۷ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۷۰۴) (جامع الترمذی ابواب التفسیر سورۃ السجدۃ امین کمپنی دہلی ۲/۱۵۱) (سُنن ابن ماجہ ابواب الزہد باب صفۃ الجنۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۳۳۱)

دوزخ اور اس کے جاں گزا حالات (کہ وہ ہر تکلیف واذیت جو ادراک کی جائے اور تصور میں لائی جائے، ایک ادنی حصہ ہے اس کے بے انتہا عذاب کا، والعیاذ باللہ) قبر کے نعیم وعذاب (کہ وہ جنت کی کیاریوں میں سے ایک کیاری ہے یا جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا) منکر نکیر سے سوال وجواب روزِ قیامت حساب وکتاب ووزنِ اعمال (جس کی حقیقت اللہ جانے اور اس کا رسول) وکوثر (کہ میدانِ حشر کا ایک حوض ہے اور جنت کا طویل وعریض چشمہ) وصراط (بال سے زیادہ باریک، تلوار سے زیادہ تیز، پشتِ جہنم پر ایک پُل) وشفاعۃ عصاۃ اہلِ کبائر (یعنی گناہگاران اُمت مرحومہ کہ کبیرہ گناہوں میں ملوث رہے ان کے لیے سوالِ بخشش) اور اس کے سبب اہل کبائر کی نجات الی غیر ذالک من الواردات سب حق (ہے اور سب ضروری القبول) جبر وقدر باطل (اپنے آپ کو مجبورِ محض یا بالکل مختار سمجھنا دونوں گمراہی)۔

ولکن امر بین آمرین (اختیار مطلق اور جبر محض کے بین بین راہِ سلامتی اور اس میں زیادہ غور وفکر سبب ہلاکت، صدیق وفاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما اس مسئلہ میں بحث کرنے سے منع فرمائے گئے۔ ماوشما کس گنتی میں) جو بات ہماری عقل میں نہیں آتی (اس میں خواہ مخواہ نہیں الجھتے اور اپنی اندھی اوندھی عقل کے گھوڑے نہیں دوڑاتے بلکہ) اس کو موکول بخدا کرتے (اللہ عزوجل کو سونپتے کہ واللہ اعلم بالصواب) اور اپنا نصیبہ اٰمنّا بہ کلّ من عند ربّنا۔ ا ـــ بناتے ہیں (کہ سب کچھ حق کی جانب سے ہے سب حق ہے اور سب پر ہمارا ایمان)۔

مصطفی اندر میاں آنگہ کہ می گوید بعقل آفتاب اندر جہاں آنگہ کہ می جوید سہا۔ ←

ضرورتِ دینی کے انکار کو کفر کہتے ہیں، اگرچہ باقی تمام ضروریات کی تصدیق کرتا ہو۔ ضروریاتِ دین وہ مسائلِ دین ہیں جن کو ہر خاص و عام جانتے ہوں، جیسے اللہ عزوجل کی وحدانیت، انبیا کی نبوت، جنت و نار، حشر و نشر وغیرہا، مثلاً یہ

مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف فرما ہوں تو اپنی عقل سے کون بات کرتا ہے سورج دنیا میں جلوہ گر ہو تو چھوٹے سے ستارے کو کون ڈھونڈتا ہے۔ ت۔) (قال الرضا)

عرش پہ جا کہ مرغِ عقل تھک کے گرا، غش آگیا اور ابھی منزلوں پرے، پہلا ہی آستان ہے ۳۔

(۱۔ القرآن الکریم ۳/ ۷) (۳۔ حدائق بخشش مکتبہ رضویہ کراچی حصہ اول ص ۷۹)

یاد رکھنا چاہیے کہ وحیِ الٰہی کا نزول، کتبِ آسمانی کی تنزیل، جن و ملائکہ، قیامت و بعث، حشر و نشر حساب و کتاب، ثواب و عذاب اور جنت و دوزخ کے وہی معنی ہیں جو مسلمانوں میں مشہور ہیں اور جن پر صدرِ اسلام سے اب تک چودہ سو سال کے کافہ مسلمین و مومنین دوسرے ضروریاتِ دین کی طرح ایمان رکھتے چلے آرہے ہیں مسلمانوں میں مشہور ہیں۔

جو شخص ان چیزوں کو توحق کہے اور ان لفظوں کا تو اقرار کرے مگر ان کے نئے معنی گھڑے مثلاً یوں کہے کہ جنت و دوزخ و حشر و نشر و ثواب و عذاب سے ایسے معنی مراد ہیں جو ان کے ظاہر الفاظ سے سمجھ میں نہیں آتے۔ یعنی ثواب کے معنی اپنے حسنات کو دیکھ کر خوش ہونا۔ اور عذاب، اپنے برے اعمال کو دیکھ کر غمگین ہونا ہیں۔ یا یہ کہ وہ روحانی لذتیں اور باطنی معنی ہیں وہ کافر ہے کیونکہ ان امور پر قرآن پاک اور حدیث شریف میں کھلے ہوئے روشن ارشادات موجود ہیں۔

یونہی یہ کہنا بھی یقیناً کفر ہے کہ پیغمبروں نے اپنی اپنی اُمتوں کے سامنے جو کلام، کلامِ الٰہی بتا کر پیش کیا وہ ہرگز کلامِ الٰہی نہ تھا بلکہ وہ سب انہیں پیغمبروں کے دلوں کے خیالات تھے جو فوارے کے پانی کی طرح انہیں کے قلوب سے جوش مار کر نکلے اور پھر انہیں کے دلوں پر نازل ہوگئے۔

یونہی یہ کہنا کہ نہ دوزخ میں سانپ، بچھو اور زنجیریں ہیں اور نہ وہ عذاب جن کا ذکر مسلمانوں میں رائج ہے، نہ دوزخ کا کوئی وجودِ خارجی ہے بلکہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے جو کلفت روح کو ہوئی تھی بس اسی روحانی اذیت کا اعلیٰ درجہ پر محسوس ہونا اسی کا نام دوزخ اور جہنم ہے، یہ سب کفرِ قطعی ہے۔

یونہی یہ سمجھنا کہ جنت میں میوے ہیں نہ باغ، نہ محل ہیں نہ نہریں ہیں، نہ حوریں ہیں، نہ غلمان ہیں، نہ جنت کا کوئی وجودِ خارجی ہے بلکہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کی جو راحت روح کو ہوئی تھی بس اسی روحانیت کا اعلیٰ درجہ پر حاصل ہونا اسی کا نام جنت ہے، یہ بھی قطعاً یقیناً کفر ہے۔

یونہی یہ کہنا کہ اللہ عزوجل نے قرآنِ عظیم میں جن فرشتوں کا ذکر فرمایا ہے نہ ان کا کوئی اصل وجود ہے نہ ان کا موجود ہونا ممکن ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ہر ہر مخلوق میں جو مختلف قسم کی قوتیں رکھی ہیں جیسے پہاڑوں کی سختی، پانی کی روانی، نباتات کی فزونی بس انہیں قوتوں کا نام فرشتہ ہے، یہ بھی بالقطع والیقین کفر ہے۔

یونہی جن و شیاطین کے وجود کا انکار اور بدی کی قوت کا نام جن یا شیطان رکھنا کفر ہے اور ایسے اقوال کے قائل یقیناً کافر اور اسلامی برادری سے خارج ہیں۔

←

اعتقاد کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں، حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے بعد کوئی نیا نبی نہیں ہوسکتا۔ عوام سے مراد وہ مسلمان ہیں جو طبقہ علما میں نہ شمار کیے جاتے ہوں، مگر علما کی صحبت سے شرفیاب ہوں اور مسائلِ

فائدہ جلیلہ

مانی ہوئی باتیں چار (۴) قسم ہوتی ہیں:

(۱) ضروریاتِ دین: ان کا ثبوت قرآن عظیم یا حدیث متواتر یا اجماع قطعیات الدلالات واضحۃ الافادات سے ہوتا ہی جن میں نہ شبہے کی گنجائش نہ تاویل کو راہ۔ اور ان کا منکر یا ان میں باطل تاویلات کا مرتکب کافر ہوتا ہے۔

(۲) ضروریاتِ مذہب اہلسنت و جماعت: ان کا ثبوت بھی دلیل قطعی سے ہوتا ہے۔ مگر ان کے قطعی الثبوت ہونے میں ایک نوع شبہہ اور تاویل کا احتمال ہوتا ہے اسی لیے ان کا منکر کافر نہیں بلکہ گمراہ، بدمذہب، بددین کہلاتا ہے۔

(۳) ثابتاتِ محکمہ: ان کے ثبوت کو دلیل ظنی کافی، جب کہ اس کا مفاد اکبر رائے ہو کہ جانب خلاف کو مطروح و مضمحل اور التفاتِ خاص کے ناقابل بنادے۔ اس کے ثبوت کے لیے حدیث احاد، صحیح یا حسن کافی، اور قول سوادِ اعظم و جمہور علماء کا سند وافی، فانّ ید اللہ علی الجماعۃ (اللہ تعالیٰ کا دستِ قدرت جماعت پر ہوتا ہے۔ت)

ان کا منکر وضوحِ امر کے بعد خاطی و آثم خطا کار و گناہگار قرار پاتا ہے، نہ بددین و گمراہ نہ کافر و خارج از اسلام۔

(۴) ظنیاتِ محتملہ: ان کے ثبوت کے لیے ایسی دلیل ظنی بھی کافی، جس نے جانبِ خلاف کے لیے بھی گنجائش رکھی ہو، ان کے منکر کو صرف مخطی و قصوروار کہا جائے گا نہ گنہگار، چہ جائیکہ گمراہ، چہ جائیکہ کافر۔

ان میں سے ہر بات اپنے ہی مرتبے کی دلیل چاہتی ہے جو فرقِ مراتب نہ کرے اور ایک مرتبے کی بات کو اس سے اعلیٰ درجے کی دلیل مانگے وہ جاہل بے وقوف ہے یا مکار فیلسوف۔۔۔۔۔۔ع

ہر سخن وقتے ہر نکتہ مقامے دارد

(ہر بات کا کوئی وقت اور ہر نکتے کا کوئی خاص مقام ہوتا ہے۔ت)

اور۔۔۔۔۔۔ع گر فرقِ مراتب نہ کنی زندیقی

(اگر تو مراتب کے فرق کو ملحوظ نہ رکھے تو زندیق ہے۔ت)

اور بالخصوص قرآن عظیم بلکہ حدیث ہی میں تصریح صریح ہونے کی تو اصلاً ضرورت نہیں حتیٰ کہ مرتبہ اعلیٰ اعنی ضروریاتِ دین میں بھی۔

بہت باتیں ضروریاتِ دین سے ہیں جن کا منکر یقیناً کافر مگر بالتصریح ان کا ذکر آیات و احادیث میں نہیں، مثلاً باری عزوجل کا جہل محال ہونا۔

قرآن عظیم میں اللہ عزوجل کے علم و احاطہ کا لاکھ جگہ ذکر ہے مگر امتناع و امکان کی بحث کہیں نہیں پھر کیا جو شخص کہے کہ واقع میں تو بے شک اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا ہے، عالم الغیب والشہادۃ ہے، کوئی ذرہ اس کے علم سے چھپا نہیں۔

مگر ممکن ہے کہ جاہل ہوجائے تو کیا وہ کافر نہ ہوگا کہ اس کے امکان کا سلب صریح قرآن میں مذکور نہیں۔ حاش للہ! ضرور کافر ہے اور ←

علمیہ سے ذوق رکھتے ہوں، نہ وہ کہ کوردہ اور جنگل اور پہاڑوں کے رہنے والے ہوں جو کلمہ بھی صحیح نہیں پڑھ سکتے، کہ ایسے لوگوں کا ضروریاتِ دین سے ناواقف ہونا اُس ضروری کو غیر ضروری نہ کر دے گا، البتہ ان کے مسلمان ہونے کے لیے یہ بات ضروری ہے کہ ضروریاتِ دین کے منکر نہ ہوں اور یہ اعتقاد رکھتے ہوں کہ اسلام میں جو کچھ ہے حق ہے، ان سب پر اجمالاً ایمان لائے ہوں۔

عقیدہ (۱): اصلِ ایمان صرف تصدیق کا نام ہے، اعمالِ بدن تو اصلاً جزوِ ایمان نہیں، رہا اقرار، اس میں یہ تفصیل ہے کہ اگر تصدیق کے بعد اس کو اظہار کا موقع نہ ملا تو عنداللہ (اللہ تعالیٰ کے نزدیک) مومن ہے اور اگر موقع ملا اور اُس سے مطالبہ کیا گیا اور اقرار نہ کیا تو کافر ہے (2) اور اگر مطالبہ نہ کیا گیا تو احکامِ دنیا میں کافر سمجھا جائے گا، نہ اُس کے

جو اسے کافر نہ کہے خود کافر، تو جب ضروریاتِ دین ہی کے ہر جزئیہ کی تصریح صریح، قرآن و حدیث میں ضرور نہیں تو ان سے اُتر کر اور کسی درجے کی بات پر یہ مڑ چڑا پن کہ ہمیں تو قرآن ہی میں دکھاؤ ورنہ ہم نہ مانیں گے، بڑی جہالت ہے یا صریح ضلالت، مگر جنون و تعصب کا علاج کسی کے پاس نہیں۔

تو خوب کان کھول کر سُن لو اور لوحِ دل پر نقش رکھو کہ جسے کہتا سنو ہم اماموں کا قول نہیں جانتے ہمیں تو قرآن و حدیث چاہیے۔ جان لو کہ یہ گمراہ ہے، اور جسے کہتا سنو کہ ہم حدیث نہیں جانتے ہمیں صرف قرآن درکار ہے سمجھ لو کہ یہ بددین، دینِ خدا کا بدخواہ ہے۔

مسلمانو! تم ان گمراہوں کی ایک نہ سُنو۔ اور جب تمہیں قرآن میں شبہہ ڈالیں تم حدیث کی پناہ لو۔ اگر حدیث میں ایں و آں نکالیں تم ائمہ دین کا دامن پکڑو۔ اس درجے پر آ کر حق و باطل صاف کھل جائے گا اور ان گمراہوں کا اڑایا ہوا، سارا غبار حق کے برستے ہوئے بادلوں سے دھل جائے گا اور اس وقت یہ ضال، مضل طائفے بھاگتے نظر آئیں گے۔

كأنهم حمر مستنفرة فرت من قسورة۔ (ا۔القرآن الکریم ۷۴/ ۵۰و۵۱)

(گویا وہ بھڑکے ہوئے گدھے ہوں کہ شیر سے بھاگے ہوں) (الصارم الربانی ملخصا)

(فتاوی رضویہ، جلد ۲۹، ص ۳۸۴_۳۸۶ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(2) اصلِ ایمان صرف تصدیق

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

فی الواقع جو بدعتی ضروریاتِ دین میں سے کسی شیئ کا منکر ہو باجماعِ مسلمین یقیناً قطعاً کافر ہے اگرچہ کروڑ بار کلمہ پڑھے، پیشانی اس کی سجدے میں ایک ورق ہو جائے، بدن اس کا روزوں میں ایک خاکہ رہ جائے، عمر میں ہزار حج کرے، لاکھ پہاڑ سونے کے راہِ خدا پر دے، واللہ ہرگز ہرگز کچھ مقبول نہیں تک حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ان تمام ضروری باتوں میں جو وہ اپنے رب کے پاس سے لائے تصدیق نہ کرے، ضروریاتِ اسلام اگر مثلاً ہزار ہیں تو ان میں سے ایک کا بھی انکار ایسا ہے جیسا نوسو ننانوے ۹۹۹ کا۔

(فتاوی رضویہ، جلد ۱۴، ص ۱۲۳ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

جنازے کی نماز پڑھیں گے، نہ مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کریں گے، مگر عند اللہ مومن ہے اگر کوئی امر خلاف اسلام ظاہر نہ کیا ہو۔

عقیدہ (۲): مسلمان ہونے کے لیے یہ بھی شرط ہے کہ زبان سے کسی ایسی چیز کا انکار نہ کرے جو ضروریات دین سے ہے، اگرچہ باقی باتوں کا اقرار کرتا ہو، اگرچہ وہ یہ کہے کہ صرف زبان سے انکار ہے دل میں انکار نہیں (3)، کہ بلا

---

(3) ضروریات دین کا زبان سے انکار

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

الحاصل ایمان تصدیق قلبی کا نام ہے اور وہ بعد انکار ضروریات کہاں، مثلاً:

(۱) جو رافضی اس قرآن مجید کو جو بفضلِ الٰہی ہمارے ہاتھوں میں موجود ہمارے دلوں میں محفوظ ہے، عیاذاً باللہ بیاضِ عثمانی بتائے اس کے ایک حرف یا ایک نقطہ کی نسبت صحابہ اہلسنت یا کسی شخص کے گھٹانے یا بڑھانے کا دعوٰی کرے۔

(۲) یا احتمالاً کہے شاید ایسا ہوا ہو۔

(۳) یا کہے مولٰی علی یا باقی ائمہ یا کوئی غیر نبی انبیاء سابقین علیہم الصلوٰۃ والسلام سے افضل ہیں۔

(۴) یا مسئلہ خبیثہ ملعونہ بدل کا قائل ہو یعنی کہے باری تعالٰی بھی ایک حکم سے پشیمان ہو کر اسے بدل دیتا ہے۔

(۵) یا کہے ایک وقت تک مصلحت پر اطلاع نہ تھی جب اسے اطلاع ہوئی حکم بدل دیا "تعالی اللہ عما یقول الظٰلمون علوا کبیرا"۔

(۶) یا دامن عفت مأمن طیب اعطر اطہر کنیزان بارگاہ طہارت پناہ حضرت ام المومنین صدیقہ بنت الصدیق صلی اللہ علٰی زوجہا الکریم وابیہا وعلیہا وبارک وسلم کے بارے میں اس افک مبغوض مغضوب ملعون کے ساتھ اپنی ناپاک زبان آلودہ کرے۔

(۷) یا کہے احکامِ شریعت حضرات ائمہ طاہرین کو سپرد تھے جو چاہتے راہ نکالتے جو چاہتے بدل ڈالتے۔

(۸) یا کہے مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی وسلم کے بعد ائمہ طاہرین پر وحی شریعت آتی رہی۔

(۹) یا کہے ائمہ سے کوئی شخص حضور پر نور مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ہم پلہ تھا۔

(۱۰) یا کہے حضرات کریمین امامین شہیدین رضی اللہ تعالٰی عنہما حضور پر نور علیہ الصلاۃ والسلام سے افضل ہیں کہ ان کی سی ماں حضور کی والدہ کب تھیں اور ان کے سے باپ حضور کے والد کہاں تھے اور ان کے سے نانا حضور کے نانا کب تھے۔

(۱۱) یا کہے حضرت جناب شیر خدا کرم اللہ وجہہ الکریم نے نوح کی کشتی بچائی، ابراہیم پر آگ بجھائی، یوسف کو بادشاہی دی، سلیمان کو عالم پناہی دی علیہم الصلوٰۃ والسلام اجمعین۔

(۱۲) یا کہے مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کبھی کسی وقت کسی جگہ حکمِ الٰہی کی تبلیغ میں معاذ اللہ تقیہ فرمایا الٰی غیر ذٰلک من الاقوال الخبیثۃ۔

(۱) یا جو مجدی وہابی حضور پر نور سید الاولین والآخرین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لئے کوئی مثل آسمان میں یا زمین، طبقات بالا میں یا زیریں میں موجود مانے یا کہے کبھی ہوگا یا شاید ہو یا ہے تو نہیں مگر ہو جائے تو کچھ حرج بھی نہیں۔ ←

اِکراہِ شرعی مسلمان کلمہ کفر صادر نہیں کرسکتا، وہی شخص ایسی بات منہ پر لائے گا جس کے دل میں اتنی ہی وقعت ہے کہ جب چاہا اِنکار کردیا اور ایمان تو ایسی تصدیق ہے جس کے خلاف کی اصلاً گنجائش نہیں۔

---

(۲) یا حضور خاتم النبیین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ختمِ نبوت کا انکار کرے۔

(۳) یا کہے آج تک جو صحابہ تابعین خاتم النبیین کے معنے آخر النبیین سمجھتے رہے خطا پر تھے نہ پچھلا نبی ہونا حضور کے لئے کوئی کمال بلکہ اس کے معنے یہ ہیں جو میں سمجھا۔

(۴) یا کہے میں ذمہ کرتا ہوں اگر حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بعد کوئی نبوت پائے تو کچھ مضائقہ نہیں۔

(۵) یا دو ایک برے نام ذکر کرکے کہے نماز میں جناب رسالتمآب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف خیال لے جانا فلاں فلاں کے تصور میں ڈوب جانے سے بدتر ہے لعنۃ اللہ علی مقالتہ الخبیثۃ۔

(۶) یا بوجہ تبلیغ رسالت حضور پر نور محبوب رب العٰلمین ملک الاولین والآخرین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو اس چپراسی سے تشبیہ دے جو فرمان شاہی رعایا کے پاس لایا۔

(۷) یا حضور اقدس مالک و معطی جنت علیہ افضل الصلوٰۃ والتحیۃ اور حضرت ومولانا علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ وحضرت سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے اسمائے کریمہ طیبہ لکھ کر کہے (خاک بدہانِ گستاخاں) یہ سب جہنم کی راہیں ہیں۔

(۸) یا حضور فریاد رس بیکساں حاجت روائے دو جہاں صلوات اللہ وسلامہ علیہ سے استعانت کو برا کہہ کر یوں ملعون مثال دے کہ جو غلام ایک بادشاہ کا ہو رہا اسے دوسرے بادشاہ سے بھی کام نہیں رہتا پھر کیسے۔۔۔۔۔۔ کا کیا ذکر ہے اور یہاں دونا پاک قوموں کے نام لکھے۔

(۹) یا ان کے مزار پر انوار کو فائدہ زیارت میں کسی پادری کافر کی گور سے برابر ٹھہرائے، اشد مقت اللہ علی قومہ۔

(۱۰) یا اس کی خباثت قلبی توہین شان رفیع المکان واجب الاعظام حضور سید الانام علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام پر باعث ہو کہ حضور کو اپنا بڑا بھائی بتائے،

(۱۱) یا کہے (انکے بدگو) مر کر مٹی میں مل گئے۔

(۱۲) یا ان کی تعریف ایسی ہی کرو جیسے آپس میں ایک دوسرے کی کرتے ہو بلکہ اس سے بھی کم الی غیر ذٰلک من الخرافات الملعونۃ۔

(۱) یا کوئی نیچری نئی روشنی کا مدعی کہے باندی غلام بنانا ظلم صریح اور بہائم کا سا کام ہے جس شریعت میں کبھی یہ فعل جائز رہا ہو وہ شریعت منجانب اللہ نہیں۔

(۲) یا معجزات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے انکار کرے، نیل کے شق ہونے کو جوار بھاٹا بتائے، عصا کے اژدہا بن کر حرکت کرنے کو سیماب وغیرہ کا شعبدہ ٹھہرائے۔

(۳) یا مسلمانوں کی جنت کو معاذ اللہ رنڈیوں کا چکلہ کہے۔

(۴) یا نارِ جہنم کو الم نفسانی سے تاویل کرے،

←

مسئلہ(۱): اگر معاذ اللہ کلمہ کفر جاری کرنے پر کوئی شخص مجبور کیا گیا، یعنی اُسے مار ڈالنے یا اُس کا عضو کاٹ ڈالنے کی سچی دھمکی دی گئی کہ یہ دھمکانے والے کو اس بات کے کرنے پر قادر سمجھے تو ایسی حالت میں اس کو رخصت دی گئی ہے،

(۵) یا وجود ملائکہ علیہم السلام کا منکر ہو،

(۶) یا کہے آسمان بر بلندی کا نام ہے وہ جسم جسے مسلمان آسمان کہتے ہیں محض باطل ہے،

(۷) یا کہے شیطان (کہ اس کا معلم شیخ ہے) کوئی چیز نہیں فقط قوت بدی کا نام ہے اور قرآن عظیم میں جو قصے آدم وحوا وغیر ہما کے موجود ہیں جن سے شیطان کا وجود جسمانی سمجھا جاتا ہے تمثیلی کہانیاں ہیں۔

(۸) یا کہے ہم بانی اسلام کو برا کہے بغیر نہیں رہ سکتے،

(۹) یا نصوص قرآنیہ کو عقل کا تابع بتائے کہ جو بات قرآن عظیم کی قانون نیچری کے مطابق ہوگی مانی جائے ورنہ کفر مخفی کے روئے زشت پر پردہ ڈھکنے کو ناپاک تاویلیں کی جائیں گی،

(۱۰) یا کہے نماز میں استقبال قبلہ ضرور نہیں جدھر منہ کرو اسی طرف خدا ہے۔

(۱۱) یا کہے آجکل کے یہود ونصارٰی کافر نہیں کہ انہوں نے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا زمانہ نہ پایا نہ حضور کے معجزات دیکھے۔

(۱۲) یا ہاتھ سے کھانا کھانے وغیرہ سنن کے ذکر پر کہے تہذیب نصارٰی نے ایجاد کی، نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے زمانہ میں بعض افعال نامہذب تھے۔ اور یہ دونوں کلمے بعض اشقیاء سے فقیر نے خود سنے،

الی غیر ذلک من الاباطیل الشیطانیۃ۔

(۱) یا کوئی جھوٹا صوفی کہے جب بندہ عارف باللہ ہو جاتا ہے تکالیف شرعیہ اس سے ساقط ہو جاتی ہیں یہ باتیں تو خدا تک پہنچنے کی راہ ہیں، جو مقصود تک واصل ہو گیا اسے راستہ سے کیا کام۔

(۲) یا کہے یہ رکوع وسجدہ تو مجوبوں کی نماز ہے محبوبوں کو اس نماز کی کیا ضرورت، ہماری نماز ترک وجود ہے۔

(۳) یا یہ نماز روزہ تو عالموں نے انتظام کے لئے بنالیا ہے،

(۴) یا جتنے عالم ہیں سب پنڈت ہیں عالم وہی ہے جو انبیاء بنی اسرائیل کی مثل معجزے دکھائے، یہ بات حسین رضی اللہ تعالٰی عنہما کو حاصل ہوئی وہ بھی ایک مدت کے بعد مولٰی علی کے سکھانے سے کما سمعتہ من بعض المتصورین علی اللہ (جیسا کہ میں نے خود ایسے لوگوں سے سنا ہے جو اللہ تعالٰی پر جرأت کرتے ہیں۔ت)

(۵) یا خدا تک پہنچنے کے لئے اسلام شرط نہیں، بیعت بک جانے کا نام ہے اگر کافر ہمارے ہاتھ پر بک جائے ہم اسے بھی خدا تک پہنچادیں گو وہ اپنے دین خبیث پر رہے۔

(۶) یا رنڈیوں کا ناچ علانیہ دیکھے جب اس پر اعتراض ہو تو کہے یہ تو نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی سنت ہے۔

کما بلغنی عن بعضھم واعترف بہ بعض خلص مریدیہ (جیسا کہ ان کے بعض سے مجھے اطلاع ملی اور اس کے مخلص مرید نے اس کا اعتراف کیا۔ت)

←

مگر شرط یہ ہے کہ دل میں وہی اطمینانِ ایمانی ہو جو پیشتر تھا، مگر افضل جب بھی یہی ہے کہ قتل ہو جائے اور کلمہ کفر نہ کہے۔
مسئلہ (۲): عملِ جوارح (اعضاء کے عمل) داخلِ ایمان نہیں، البتہ بعض اعمال جو قطعاً منافی ایمان ہوں اُن کے

---

(۷) یا شبانہ روز طبلہ سارنگی میں مشغول رہے جب تحریم مزامیر کی احادیث سنائیں تو کہے یہ مذمتیں تو ان کثیف بے مزہ باجوں کے لئے وارد ہوئیں جو اس وقت عرب میں رائج تھے یہ لطیف نفیس لذیذ باجے جواب ایجاد ہوئے اس زمانے میں ہوتے تو نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور صحابہ کرام سوا ان کے سننے کے ہرگز کوئی کام نہ کرتے۔

(۸) یا کہے:

بجنے خدا ہے سراپا گیا ہے محمد خدا ہے خدا ہے محمد
یہ دونوں ہیں ایک ان کو دو مت سمجھنا خدا باطن وظاہر ہے محمد

(۹) یا کہے:

مسیحا سے تری آنکھوں کی سب بیمار اچھے ہیں
اشاروں میں جلا دیتے ہیں مردہ یا رسول اللہ

(۱۰) یا کہے:

علی مشکل کشا شیر خدا تھا اور حیدر تھا
دو بالا مرتبہ تھارا کب دوش پیمبر تھا
بربیہ کعبہ کب خیبر شکن فرزندِ آزر تھا
بتوں کے توڑنے میں اس سے ابراہیم ہمسر تھا
اگر ہوتا نہ زیر پا کفِ شاہ رسولاں کا

(۱۱) یا کہے مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ اللہ تعالٰی کے محبوب تھے اور انبیاء سابقین علیہم الصلوۃ والسلام میں کوئی خدا کا محبوب نہ تھا۔

(۱۲) یا اس کے جلسہ میں لا الٰہ الا اللہ فلاں رسول اللہ اسی مغرور کا نام لے کر کہا جائے اور وہ اس پر راضی ہو جائے۔

یہ سب فرقے بالقطع والیقین کافر مطلق ہیں، ھداھم اللہ تعالٰی الی الصراط المستقیم والالعنھم لعنۃ تبید صغارھم وکبارھم وتزیل عن الاسلام والمسلمین عارھم وعوارھم آمین (اللہ تعالٰی ان کو سیدھی راہ کی ہدایت دے ورنہ ان پر لعنت فرمائے ایسی لعنت جو ان کے بڑوں چھوٹوں کو ملیا میٹ کردے اور اسلام اور مسلمانوں سے ان کی عار اور اندھا پن ختم ہو جائے، آمین ا۔ت) اور جو شخص ابتداء میں صحیح الاسلام تھا بعدہ ان خرافات کی طرف رجوع کی اس کے مرتد ہونے میں شبہہ نہیں، اس قدر پر تو اجماع قطعی قائم ہے، اب رہی تحقیق اس بات کی کہ ان میں جو شخص قدیم سے ایسے ہی عقائد پر ہو اور بچپن سے یہی کفریات سیکھے جیسے وہ مبتدعین جن کے باپ دادا سے یہی مذاہب مکفرہ چلے آتے ہیں ان کی نسبت کیا حکم ہونا چاہئے کہ کفار چند قسم ہیں کچھ ایسے کہ باوجود کفر شرع مطہر نے ان کی عورتوں سے نکاح اور ذبائح کا تناول جائز فرمایا وہ کتابی ہیں اور بعض وہ جن کے نساء و ذبائح حرام مگر ان سے جزیہ لینا، مناسب ہو تو صلح کرنا غلبہ پائیں تو رقیق بنانا جائز ہے اور انہیں خواہی نخواہی اسلام پر جبر نہ کریں گے، وہ مشرکین ہیں، اور بعض ایسے جن کے ساتھ یہ سب باتیں ناجائز، وہ مرتدین ہیں، آیا ان ہمیشہ کے بدعتی کفار مدعیان اسلام پر کس قسم کے حکم جاری ہوں، مطالعہ کتب فقہ سے اس بارہ میں چار قول مستفاد ہوتے ہیں جن کی تفصیل فقیر نے رسالہ مقالۃ المفسرۃ عن احکام البدعۃ المکفرۃ میں بما لا مزید علیہ میں کی، ان میں مذہب صحیح ومعتمد علیہ یہی ہے کہ یہ مبتدعین بحکم شرع مطلقاً مرتدین ہیں خواہ یہ بدعت ان کے باپ دادا سے چلی آتی ہو یا خود ←

مرتکب کو کافر کہا جائے گا، جیسے بُت یا چاند سورج کو سجدہ کرنا اور قتلِ نبی یا نبی کی توہین یا مصحف شریف یا کعبہ معظمہ کی توہین اور کسی سنّت کو ہلکا بتانا، یہ باتیں یقیناً کُفر ہیں۔

یوہیں بعض اعمال کفر کی علامت ہیں، جیسے زُنّار (4) باندھنا، سر پر چوٹیا (5) رکھنا، قَشْقَہ (6) لگانا، ایسے افعال کے مرتکب کو فقہائے کرام کافر کہتے ہیں۔(7) تو جب ان اعمال سے کفر لازم آتا ہے تو ان کے مرتکب کو از سرِ نو اسلام

انہوں نے ابتداء سے اختیار کی ہو خواہ بعد ایک زمانہ کے ہو کسی طرح فرق نہیں، بس اتنا چاہئے کہ باوجود دعویٔ اسلام و اقرار شہادتین بعض ضروریاتِ دین سے انکار رکھتا ہو اس پر احکامِ مرتدین جاری کیے جائیں گے۔

(فتاوی رضویہ، جلد ۱۴، ص ۱۲۵۔ ۱۲۸ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(4) وہ دھاگہ یا ڈوری جو ہندو گلے سے بغل کے نیچے تک ڈالتے ہیں، اور عیسائی، مجوسی اور یہودی کمر میں باندھتے ہیں۔

(اردو لغت تاریخی اصول پر، ج ۱۱، ص ۱۶۲)

(5) وہ چند بال جو بچے کے سر پر منت مان کر ہندو رکھتے ہیں۔(فرہنگ آصفیہ، ج ۱، ص ۱۰۴)

(6) ٹیکا، تلک جو ہندو ماتھے پر لگاتے ہیں۔(اردو لغت تاریخی اصول پر، ج ۱۴، ص ۲۵۴)

(7) بعض اعمال کفر کی علامت

اعلیٰ حضرت، امامِ اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

قشقہ ضرور شعار کفر منافی اسلام ہے جیسے زنار بلکہ اس سے زائد کہ وہ جسم سے جدا ایک ڈورا ہے جو اکثر کپڑوں کے نیچے چھپا رہتا ہے اور یہ خاص بدن پر اور بدن میں بھی کہاں چہرے پر، اور چہرے میں کس جگہ، ماتھے پر، جو ہر وقت چمکے اور دور سے کھلے حرفوں میں منہ پر لکھا دکھائے کہ ھذا من الکافرین (یہ کفار میں سے ہے۔ت)

خلاصہ وظہیریہ ومحیط ومنح الروض الازہر وغیرہ کتب معتمدہ میں ہے:

واللفظ لهذا في الخلاصة من تزنر بزنار اليهود والنصارى وان لم يدخل كنيستهم كفر، ومن شد على وسطه حبلا وقال هذا زنار كفر، وفي الظهيرية وحرم الزوج وفي المحيط لان هذا تصريح بما هو كفر، وفي الظهيرية من وضع قلنسوة المجوس على راسه فقيل له فقال ينبغي ان يكون القلب سويا كفر [2]۔(ملخصا)

([2] منح الروض الازہر شرح الفقہ الاکبر فصل فی العلم والعلماء مصطفی البابی مصر ص ۱۸۵)

خلاصہ کی عبارت یہ ہے جس نے یہود ونصاریٰ کا زنار پہنا اگرچہ وہ ان کے کنیسہ میں نہیں گیا وہ کافر ہے، جس نے اپنی کمر میں رسی باندھی اور کہا یہ زنار ہے اس نے کفر کیا۔ ظہیریہ میں ہے اس پر بیوی حرام ہوگئی۔ محیط میں ہے کیونکہ یہ صراحۃً کفر ہے۔ ظہیریہ میں ہے جس نے مجوس کی ٹوپی سر پر رکھی اسے بتایا گیا تو کہنے لگا بس دل صحیح ہونا چاہئے، وہ کافر ہے۔

(فتاوی رضویہ، جلد ۱۴، ص ۱۲۵۔ ۱۲۸ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

لانے اور اس کے بعد اپنی عورت سے تجدیدِ نکاح کا حکم دیا جائے گا۔

عقیدہ (۳): جس چیز کی حِلّت، نصِ قطعی سے ثابت ہو اُس کو حرام کہنا اور جس کی حرمت یقینی ہو اسے حلال بتانا کفر ہے، جبکہ یہ حکم ضروریاتِ دین سے ہو، یا منکر اس حکمِ قطعی سے آگاہ ہو۔(8)

مسئلہ (۱): اُصولِ عقائد میں تقلید جائز نہیں بلکہ (9) جو بات ہو بیقینِ قطعی کے ساتھ ہو، خواہ وہ یقین کسی طرح بھی حاصل ہو، اس کے حصول میں بالخصوص علمِ استدلالی کی حاجت نہیں، ہاں! بعض فروعِ عقائد میں تقلید ہوسکتی ہے (10)۔

(8) شریعت مطہرہ پر افتراء

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

کتب عقائد میں تصریح ہے کہ تحلیل حرام وتحریم حلال دونوں کفر ہیں یعنی جو شے مباح ہو جیسے اللہ ورسول نے منع نہ فرمایا اسے ممنوع جاننے والا کافر ہے جبکہ اس کی اباحت وحلت ضروریات دین سے ہو یا کم از کم حنفیہ کے طور پر قطعی ہو ورنہ اس میں شک نہیں کہ بے منع خدا ورسول منع کرنے والا شریعت مطہرہ پر افتراء کرتا ہے اور اللہ عزوجل پر بہتان اٹھاتا ہے اور اس کا ادنی درجہ فسق شدید وکبیرہ وخبیثہ ہے۔ قال اللہ تعالیٰ: ولا تقولوا لما تصف السنتکم الکذب ھذا حلال وھذا حرام لتفتروا علی اللہ الکذب ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لا یفلحون [۱]۔ اور جو کچھ تمھاری زبانیں جھوٹ بیان کرتی ہیں (اس کے متعلق یہ نہ کہا کرو کہ یہ حلال اور یہ حرام ہے تاکہ تم اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھو (یادرکھو) جو لوگ اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں وہ کامیاب نہیں ہوتے۔ (۱؎ القرآن الکریم ۱۶/ ۱۱۶)

وقال اللہ تعالیٰ (نیز اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ت)

انما یفتری الکذب الذین لا یؤمنون [۲]۔ (۲؎ القرآن الکریم ۱۶/ ۱۰۵)

اللہ تعالیٰ کے ذمے وہی لوگ جھوٹا الزام لگاتے ہیں (جو درحقیقت) ایمان نہیں رکھتے۔

(فتاوی رضویہ، جلد ۲۱، ص ۱۷۹ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(9) سوادِ اعظم اہل سنت کا اتباع

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کو ایک، رسول کو سچا، جنت ونار کو موجود، سوال وعذاب ونعیم قبر کو حق جاننے میں اس کا کوئی محل نہیں کہ فلاں فلاں مشائخ ایسا فرماتے تھے محض ان کے اعتبار پر مان لیا ہے۔ ہاں عقائد میں کتاب وسنت واجماع اُمت وسوادِ اعظم اہل سنت کا اتباع ہے۔ اس لیے کہ خدا ورسول نے ہمیں بتادیا کہ اجماع ضلالت پر ناممکن اور سوادِ اعظم کا خلاف ابتداع ہے۔ (فتاوی رضویہ، جلد ۹، ص ۹۴ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(10) فروعِ عقائد میں تقلید

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

جس طرح فقہ میں چار اصول ہیں، کتاب سنت، اجماع، قیاس، عقائد میں چار اصول ہیں، کتاب، سنت، سوادِ اعظم، عقل صحیح، تو ←

اِسی بنا پر خود اہلِ سنّت میں دو گروہ ہیں: ماتُرِیدیہ کہ امام عَلَمُ الہدیٰ حضرت ابو منصور ماتریدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (11)

جو ان میں ایک کے ذریعہ سے کسی مسئلہ عقائد کو جانتا ہے دلیل سے جانتا ہے نہ کہ بے دلیل محض تقلیداً اہل سنت ہی سوادِ اعظم اسلام ہیں، تو ان پر حوالہ دلیل پر حوالہ ہے نہ کہ تقلید۔ یوں ہی اقوالِ ائمہ سے استناد اسی معنی پر ہے کہ یہ اہلسنت کا مذہب ہے ولہذا ایک دو دس بیس علماء کبا رہی سہی اگر جمہور و سوادِ اعظم کے خلاف لکھیں گے اس وقت ان کے اقوال پر نہ اعتماد جائز نہ استناد کہ اب یہ تقلید ہوگی اور وہ عقائد میں جائز نہیں، اس دلیل اعنی سوادِ اعظم کی طرف ہدایت اللہ و رسول جل وعلا وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کمال رحمت ہے، ہر شخص کہاں قادر تھا کہ عقیدہ کتاب و سنت سے ثابت کرے، عقل تو خود ہی سمعیات میں کافی نہیں ناچار عوام کو عقائد میں تقلید کرنی ہوتی، لہذا یہ واضح روشن دلیل عطا فرمائی کہ سوادِ اعظم مسلمین جس عقیدہ پر ہو وہ حق ہے اس کی پہچان کچھ دشوار نہیں، صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے وقت میں تو کوئی بدمذہب تھا ہی نہیں اور بعد کو اگرچہ پیدا ہوئے مگر دنیا بھر کے سب بدمذہب ملا کر بھی اہلسنت کی گنتی کو نہیں پہنچ سکے، للہ الحمد فقہ میں جس طرح اجماع اقوی الادلہ ہے کہ اجماع کے خلاف کا مجتہد کو بھی اختیار نہیں اگرچہ وہ اپنی رائے میں کتاب و سنت سے اس کا خلاف پاتا ہو یقیناً سمجھا جائے گا کہ یا فہم کی خطا ہے یا یہ حکم منسوخ ہو چکا ہے اگرچہ مجتہد کو اس کا ناسخ نہ معلوم ہو، یونہی اجماع امت تو شئے عظیم ہے سوادِ اعظم یعنی اہلسنت کا کسی مسئلہ عقائد پر اتفاق یہاں اقوی الادلہ ہے کتاب و سنت سے اس کا خلاف سمجھ میں آئے تو فہم کی غلطی ہے، حق سوادِ اعظم کے ساتھ ہے، اور ایک معنی پر یہاں اقوی الادلہ عقل ہے کہ اور دلائل کی حجیت بھی اسی سے ظاہر ہوئی ہے مگر محال ہے کہ سوادِ اعظم کا اتفاق کسی برہان صحیح عقلی کے خلاف ہو، یہ گنتی کے جملے ہیں مگر بحمدہ تعالیٰ بہت نافع و سود مند فعضوا علیہا بالنواجذ (پس ان کو مضبوطی سے داڑھوں کے ساتھ پکڑلو۔) واللہ تعالیٰ اعلم۔ (فتاوی رضویہ، جلد ۲۹، ص ۲۱۵_۲۱۶ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(11) ابو منصور ماتریدی

پورا نام محمد بن محمد بن محمود ابو منصور ماتریدی سمرقندی حنفی ہے اسلامی فقہ قرآنی تفسیر کے ایک مشہور عالم تھے۔ امام ماتریدی مذہب اہلسنت ماتریدیہ کے بانی ہیں آپ اپنے دور کے علماء کرام کے درمیان ایک اعلیٰ مقام کے حامل ہیں۔

ولادت

آپ کی تاریخ ولادت کے متعلق کوئی متعین تاریخ تو نہیں ملتی مگر علماء کرام نے لکھا ہے کہ آپ کی ولادت عباسی خلیفہ المتوکل کے عہد میں ہوئی، سمرقند کے قریب ماترید میں پیدا ہوئے۔

ماتریدی نسبت

ماتریدی نسبت ہے ماترید کی طرف اور یہ سمرقند ماوراء النہر میں ایک مقام کا نام ہے۔

القابات

امام ابو منصور الماتریدي کو بھی علماء امت نے "إمام الهدى" و "إمام المتكلمين" و "إمام أهل السنه" وغیر ذلک القابات سے یاد کیا، اسلامی الٰہیات، تفسیر قرآن، اور اسلامی فقہ مہارت رکھتے۔ ←

کے متبع ہوئے اور اَشاعرہ کہ حضرت امام شیخ ابوالحسن اشعری رحمہ اللہ تعالیٰ (12) کے تابع ہیں، یہ دونوں جماعتیں اہل

اساتذہ

ان کے اساتذہ ابونصر العیاضی ابوبکر الجوزجانی، امام ابوسلیمان موسیٰ بن سلیمان الجوزجانی، نصیر البلخی، محمد بن مقاتل الرازی ہیں آپ نے جن مشائخ سے علم حاصل کیا ان سب کی سند امام اعظم ابوحنیفہ النعمان سے ملتی ہے۔

علمی حیثیت

آپ علوم قران، اصول فقہ، علم کلام وعقائد کے بے مثال ومستند امام ہیں، اورآپ کی پوری زندگی حمایت اسلام ونصرت عقیدۃ اہلسنت وجماعت سے عبارت ہے، اورآپ بالاتفاق اہلسنت وجماعت کے امام جلیل محافظ عقائد اہلسنت قرار پائے، معتزلہ اور دیگر فرق ضالہ کا اپنی مناظرات ومحاورات میں اور تصنیفات وتالیفات میں بھرپور رد وتعاقب کیا، اور تمام عمر عقائد اہلسنت کی حفاظت وصیانت وتبلیغ وتشہیر کی۔

تالیفات

- التوحید
- اوہام المعتزلہ
- الرد علی القرامطہ
- مآخذ الشرائع اصول الفقہ
- کتاب الجدل
- تاویلات القرآن
- (تفسیر الماتریدی) تاویلات اہل السنہ
- شرح الفقہ الاکبر منسوب امام ابوحنیفہ

وصال

صاحب کتاب، کشف الظنون نے ذکر کیا ہے کہ آپ کی وفات (332ھ) میں ہوئی ہے، دیگر کئی مؤرخین نے سنہ وفات (333ھ) بھی لکھی عبداللہ القرشی نے بھی "الفوائد البھیہ" میں سنہ وفات (333ھ) 944ء ہے اور آپ کی قبر سمرقند میں ہے۔

شیخ الاسلام شہاب الدین امام احمد بن حجر المکی الہیتمی الشافعی علیہ رحمۃ اللہ القوی اَلْمُتَوَفّٰی ۹۷۴ھ اپنی کتاب اَلزَّوَاجِرُ عَنْ اِقْتِرَافِ الْکَبَائِر صفحہ ۳۲۸ میں ارشاد فرماتے ہیں:

سنت سے مراد وہی طریقہ ہے جس پر اہل سنت وجماعت کے دو جلیل القدر امام حضرت سیدنا ابوالحسن اشعری اور ابومنصور ماتریدی رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہیں، اور بدعت وہ ہے جس طریقہ پر ان دو (اماموں) اور ان کے تمام پیروکاروں کے اعتقاد کے مخالف بدعتی فرقوں میں سے کوئی فرقہ ہے اور بدعتیوں کی مذمت میں بہت سی صحیح احادیث آئی ہیں۔

(12) حضرت سیدنا ابوالحسن اشعری

آپ رحمۃ اللہ علیہ کا پورا نام ابوالحسن علی بن اسماعیل بن اسحاق بن اسماعیل بن عبداللہ بن بلال ہے آپ کا نسب صحابی رسول حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملتا ہے، آپ رحمۃ اللہ علیہ کے اصحاب کو اشاعرہ کہا جاتا ہے، آپ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی کئی کتب تصنیف فرمائی جن میں سے چند کے نام یہ ہیں: الفصول فی الرد علی الملحدین والخارجین عن الملۃ، الرد علی المجسمۃ، کتاب مقالات الاسلامیین واختلاف المصلین، آپ رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ۳۲۴ ہجری میں بغداد میں ہوا۔

سنّت ہی کی ہیں اور دونوں حق پر ہیں، آپس میں صرف بعض فروع کا اختلاف ہے۔ اِن کا اختلاف حنفی، شافعی کا سا ہے، کہ دونوں اہلِ حق ہیں، کوئی کسی کی تضلیل و تفسیق نہیں کرسکتا۔ (یعنی کسی کو گمراہ اور فاسق نہیں کہہ سکتے)

مسئلہ (۲): ایمان قابلِ زیادتی و نقصان نہیں، اس لیے کہ کمی بیشی اُس میں ہوتی ہے جو مقدار یعنی لمبائی، چوڑائی، موٹائی یا گنتی رکھتا ہو اور ایمان تصدیق ہے (13) اور تصدیق، کیف یعنی ایک حالتِ إذعانیہ۔ (یعنی اعتماد و یقین کی ایک

---

(13) ایمان قابلِ زیادتی و نقصان نہیں

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین و ملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

تو جان لے کہ عبدِ ضعیف (اس پر مہربان مولیٰ مہربانی فرمائے۔ جب اس مقام پر پہنچا اور اس کلام کی وجہ سے متکلم پر حکم لگانی کا وقت آیا تو اُسی کلمہ اسلام کی عظمت و جلالت دامنگیر ہوئی، چنانچہ اس نے تکفیر کو بہت ہی عظیم معاملہ سمجھا اس بات کا خوف کرتے ہوئے کہ ہوسکتا ہے یہاں گہرا باریک علمی نکتہ ہو جس تک میری دانش نہ پہنچی ہو یا کوئی الگ تھلگ، علمی بات جس کو میرا علم حاوی نہ ہوا ہو، تو میں نے مولیٰ سبحنہ، وتعالیٰ سے استخارہ کیا اور کتابوں کی طرف مراجعت اور ورق گردانی کرنے لگا، یہاں تک کہ میں نے اپنی پوری کوشش کرلی اور مقدور بھر انتہائی محنت و مشقت کو بروئے کار لایا۔ اور اس میں پورے دو دن صرف کردیے۔ اس کے باوجود میں نے کوئی ایسی شے نہ پائی جس سے آنکھ ٹھنڈی ہوتی بلکہ جب بھی کتابوں کی تلاش میں منہمک ہوا، پے در پے تکفیر کے مؤید اقوال ہی پائے۔ یہاں تک میں نے حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی فقہاء کرام اور علماء عظام کی کتب میں بہت سے عظیم مسائل اور عام فروع پر واقفیت حاصل کی تو وہ مجموعی طور پر بھی ایسے ہی ہیں جیسے الگ الگ گویا کہ وہ سب ایک ہی کمان سے تیراندازی کرتے ہیں۔ چنانچہ میں نے یقین کرلیا کہ اُس شخص کے لیے کوئی جائے فرار نہیں اور نہ ہی حکم تکفیر سے ہٹنے کی گنجائش ہے۔ اے اللہ! مگر ایک ضعیف روایت جو ہمارے بعض علماء سے جامع اصغر میں منقول ہے وہ یہ کہ ارادہ قلبی معتبر ہے، جامع اصغر میں اس کو وارد کیا پھر اُس کا خوب رد کیا۔ لیکن میں نے اُس میں زیادہ سوچ بچار کی اور گناہ سے بچنے کے لیے توقف کو پسند کیا یہ سمجھتے ہوئے کہ مخالفت اگرچہ کمزور ہے مگر یہاں کافی ہے۔ چنانچہ میں نے گہری نظر ڈالی اور فکر میں مبالغہ کیا یہاں تک کہ مولیٰ تبارک وتعالیٰ نے مجھ پر آشکارا فرمادیا کہ تکفیر پر اجماع ہے، نزاع تو فقط کفر میں ہے۔ اس میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ جس نے بخوشی جان بوجھ کر بقائمی ہوش وحواس کلمہ کفر بولا وہ ہمارے نزدیک قطعی طور پر کافر ہے۔ اس میں دو بکریاں سینگ نہیں لڑائیں گی۔ ہم اُس پر مرتد ہونے کے احکام جاری کریں گے۔ اُس کی بیوی پر حرام ہوگا کہ وہ خود کو اس کے قابو میں دے اور اس کے لیے جائز ہوگا۔ بغیر طلاق جس کے ساتھ چاہے نکاح کرلے اور کلمہ کفر کہنے والے کو ہم بطور استحباب تین دن محبوس رکھیں گے اور اُس کو مہلت دیں گے تاکہ اُسے توبہ کی توفیق ملے۔ اگر اس نے توبہ کرلی تو ٹھیک ورنہ قتل کرکے اس کے لاش کو کتے کے لاش کی طرح غسل، کفن، نماز جنازہ اور دفن کے بغیر پھینک دیں گے مسلمان مورثوں سے اس کی میراث منقطع کردیں گے۔ اور اس کی حالت اِرتداد کی کمائی کو تمام مسلمانوں کے لیے غنیمت بنادیں گے۔ اسی طرح اس کے علاوہ دیگر احکام جاری کریں گے جو کتب فقہ میں تفصیل کے ساتھ مذکور ہیں۔

اما انه هل يكفر بذلك فيما بينه وبين ربه تبارك وتعالى فقيل مالم يعقد الضمير عليه، لان التصديق محله القلب وهذه هي الحكاية التي اشرنا اليها، وقال عامة العلماء و جمهور الامناء، نعم، وان لم يعقد، لانه ←

کیفیت کا نام ہے) بعض آیات میں ایمان کا زیادہ ہونا جو فرمایا ہے اُس سے مراد مُؤمَن بہ و مُصدَّق بہ ہے، یعنی جس پر ایمان لایا گیا اور جس کی تصدیق کی گئی کہ زمانہ نزولِ قرآن میں اس کی کوئی حد معیّن نہ تھی، بلکہ احکام نازل ہوتے رہتے اور جو حکم نازل ہوتا اس پر ایمان لازم ہوتا، نہ کہ خود نفسِ ایمان بڑھ گھٹ جاتا ہو(14)، البتہ ایمان قابلِ شدّت و ضُعف ہے کہ یہ کیف کے عوارض سے ہیں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تنہا ایمان اس اُمت کے تمام افراد کے مجموع ایمانوں پر غالب ہے۔

متلاعب بالدّین، وھو کفر بیقین وقد قضی اللہ تعالیٰ انّ مثل ذٰلک لایقدم علیہ الا من نزع اللہ الایمان من قلبہ عوذا بہ سبحٰنہ وتعالیٰ۔

رہا یہ مسئلہ کہ کیا وہ اس کلمہ کے ساتھ عنداللہ کافر ہوجائے گا یا نہیں، تو ایک قول یہ ہے کہ نہیں ہوگا جب دلی ارادہ نہ پایا جائے کیونکہ تصدیق کا محل دل ہے یہی وہ حکایت ہے جس کی طرف ہم نے اشارہ کیا ہے جب کہ عام علماء کرام اور جمہور ا منا نے کہا ہے کہ وہ کافر ہوجائے گا اگرچہ دلی طور پر عزم نہ پایا جائے کیونکہ وہ دین کے ساتھ کھیلنے والا ہے۔ اور یہ یقینا کفر ہے۔ تحقیق اللہ تعالیٰ نے فیصلہ فرمادیا ہے کہ اس جیسے فعل کا ارتکاب صرف وہی کرے گا جس کے دل سے اللہ تعالیٰ ایمان سلب کرلیتا ہے، اللہ سبحنہ وتعالیٰ کی پناہ۔

قال تعالیٰ: ولئن سالتھم لیقولن انما کنا نخوض ونلعب قل اباللہ وأیتہ ورسولہ کنتم تستھزء ون ٥ لاتعتذروا قد کفرتم بعد ایمانکم ا ۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور اے محبوب اگر تم ان سے پوچھو تو کہیں گے کہ ہم نے یونہی ہنسی کھیل میں تھے تم فرماؤ کیا اللہ اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول سے ہنستے ہو، بہانے نہ بناؤ تم کافر ہوچکے ہو مسلمان ہوکر۔ (ا ۔ القرآن الکریم ۹/ ۶۵۔۶۶)

وھذا ھو الصحیح الرجیح المذیل بطراز التصحیح فھنالک عملت فی ذلک رسالۃً جلیلۃً و عجالۃً جمیلۃً تشتمل علی غرر الفوائد والدُّرر الفرائد، سمیتھا البارقۃ اللمعا فی سوء من نطق بکفرٍ طوعا لیکون العلم علماً علی التاریخ کرسالتنا ھٰذہ التی نحن الان مفیضون فیھا سمینا ھا "مقامع الحدید علی خدّ المنطق الجدید ۱۳۰۴ھ"۔

اور یہی صحیح وراجح ہے جو تصحیح کے نقش ونگار سے مزین ہے، تو یہاں سے ہی میں نے ایک خوبصورت جلیل القدر رسالہ بنادیا جو چمکدار فوائد اور بڑے بڑے موتیوں پر مشتمل ہے میں نے اس کا نام البارقۃ اللمعا فی سوء من نطق بکفر طوعا (۱۳۰۴ھ) رکھا تاکہ نام سے رسالہ کی تاریخ تصنیف کا علم ہوجائے ہمارے اس رسالے کی طرح جس میں اب ہم مشغول ہونے والے ہیں اُس کا نام ہم نے مقامع الحدید علی خدالمنطق الجدید رکھا۔ (فتاوی رضویہ، جلد ۲۷، ص ۱۷۹۔۱۸۲ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(14) اعلیٰ حضرت، امامِ اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

اس لئے کہ کفر و ایمان یہ دونوں وصف گھٹتے بڑھتے نہیں ہیں اور یہ مسئلہ (کفر و ایمان کا کم زیادہ نہ ہونا) اجماعی ہے۔

(فتاوی رضویہ، جلد ۲۸، ص ۵۹۸ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

عقیدہ (۴): ایمان وکفر میں واسطہ نہیں (15)، یعنی آدمی یا مسلمان ہوگا یا کافر، تیسری صورت کوئی نہیں کہ نہ مسلمان ہو نہ کافر۔

مسئلہ: نفاق کہ زبان سے دعویٰ اسلام کرنا اور دل میں اسلام سے انکار، یہ بھی خالص کفر ہے (16)، بلکہ ایسے

---

(15) ایمان وکفر میں واسطہ نہیں

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

اقول وباللہ التوفیق اس دلیل کی علی حسب مرامہم (ان کے مقاصد کے مطابق۔ت) یہ ہے کہ کافر نہیں مگر وہ جس کا دین کفر ہے اور کوئی آدمی دین سے خالی نہیں، نہ ایک شخص کے ایک وقت میں دو دین ہوسکیں۔

فان الکفر والاسلام علی طرفی النقیض بالنسبۃ الی الانسان لایجتمعان ابدا ولا یرتفعان قال تعالیٰ اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا ۱؎ وقال تعالیٰ مَا جَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَیْنِ فِیْ جَوْفِهٖ ۲؎۔ کیونکہ کفر اور اسلام ایک انسان کی بنسبت نقیض کی دو طرفوں پر ہیں، نہ تو یہ ہمیشہ جمع ہوسکتے ہیں اور نہ ہی مرتفع۔ اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے: یا وہ شاکر ہوگا یا کافر۔ دوسرے مقام پر فرمایا: اور ہم نے ایک آدمی کے سینے میں دو دل نہیں بنائے۔ (۱؎ القرآن ۷۶/ ۳) (۲؎ القرآن ۳۳/ ۴)

اب جو یہ شخص مثلاً زید مؤمن کو کافر کہتا ہے اس کے یہ معنی کہ اس کا دین کفر ہے اور زید واقع میں بیشک ایک دین سے متصف ہے جس کے ساتھ دوسرا دین ہو نہیں سکتا تو لاجرم یہ خاص اسی دین کو کفر بتا رہا ہے جس سے زید اتصاف رکھتا ہے اور وہ دین نہیں مگر اسلام تو بالضرورۃ اس نے دین اسلام کو کفر ٹھہرایا اور جو دین اسلام کو کفر قرار دے قطعاً کافر۔ (فتاوی رضویہ، جلد ۶، ص ۱۱۱ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(16) مجاہر ومنافق

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

اللہ عزوجل ہر قسم کفر وکفار سے بچائے، کافر دو قسم ہے: اصلی ومرتد۔ اصلی وہ کہ شروع سے کافر اور کلمہ اسلام کا منکر ہے، یہ دو قسم ہے: مجاہر ومنافق، مجاہر وہ کہ علی الاعلان کلمہ کا منکر ہو اور منافق وہ کہ بظاہر کلمہ پڑھتا اور دل میں منکر ہو، یہ قسم حکم آخرت میں سب اقسام سے بدتر ہے۔

ان المنافقین فی الدرک الاسفل من النار ۱؎۔ بیشک منافقین سب سے نیچے طبقہ دوزخ میں ہیں۔

(۱؎ القرآن الکریم ۴/ ۱۴۵)

کافر مجاہر چار قسم ہے:

اول دہریہ کہ خدا ہی کا منکر ہے۔

دوم مشرک کہ اللہ عزوجل کے سوا اور کو بھی معبود یا واجب الوجود جانتا ہے، جیسے ہندو بت پرست کہ بتوں کو واجب الوجود تو نہیں مگر معبود مانتے ہیں اور آریہ کہ روح ومادہ کو معبود تو نہیں، مگر قدیم وغیر مخلوق جانتے ہیں دونوں مشرک ہیں اور آریوں کو موحد سمجھنا سخت باطل ہے۔

سوم مجوسی آتش پرست۔

چہارم کتابی یہود ونصاریٰ کہ دہریہ نہ ہوں،

←

لوگوں کے لیے جہنم کا سب سے نیچے کا طبقہ ہے۔(17) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں کچھ لوگ اس صفت کے اس نام کے ساتھ مشہور ہوئے کہ ان کے کفرِ باطنی پر قرآن ناطق ہوا(18)، نیز نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے وسیع علم سے ایک ایک کو پہچانا اور فرما دیا کہ یہ منافق ہے۔(19) اب اِس زمانہ میں کسی خاص شخص کی

ان میں اول تین قسم کا ذبیحہ مردار اور ان کی عورتوں سے نکاح باطل ہے اور قسم چہارم کی عورت سے نکاح ہو جائے گا اگرچہ ممنوع وگناہ ہے۔

کافر مرتدہ کہ کلمہ گو ہو کر کفر کرے اس کی بھی دو قسم ہیں: مجاہر و منافق۔

مرتد مجاہر وہ کہ پہلے مسلمان تھا پھر علانیہ اسلام سے پھر گیا کلمہ اسلام کا منکر ہو گیا چاہے دہریہ ہو جائے یا مشرک یا مجوسی یا کتابی کچھ بھی ہو۔

مرتد منافق وہ کہ کلمہ اسلام اب بھی پڑھتا ہے اپنے آپ کو مسلمان ہی کہتا ہے پھر اللہ عزوجل یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا کسی نبی کی توہین کرتا یا ضروریات دین میں سے کسی شئے کا منکر ہے، جیسے آجکل کے وہابی، رافضی، قادیانی، نیچری، چکڑالوی، جھوٹے صوفی کہ شریعت پر ہنستے ہیں، حکم دنیا میں سب سے بدتر مرتد ہیں اس سے جزیہ نہیں لیا جاسکتا، اس کا نکاح کسی مسلم کافر مرتد اس کے ہم مذہب یا مخالف مذہب، غرض انسان حیوان کسی سے نہیں ہوسکتا، جس سے ہوگا محض زنا ہوگا، مرتد مرد ہو خواہ عورت، مرتدوں میں سے سب سے بدتر مرتد منافق ہے، یہی وہ ہے کہ اس کی صحبت ہزار کافر کی صحبت سے زیادہ مضر ہے کہ یہ مسلمان بن کر کفر سکھاتا ہے،

(فتاوی رضویہ، جلد ۱۴، ص ۳۲۸ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(17) اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ فِی الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک منافق دوزخ کے سب سے نیچے طبقہ میں ہیں۔(پ5، النسآء:145)

اس آیت کے تحت مفسر شہیر مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ ارشاد فرماتے ہیں کہ منافق کا عذاب کافر سے بھی زیادہ ہے کیونکہ وہ دنیا میں اظہار اسلام کر کے مجاہدین کے ہاتھوں سے بچا رہا ہے اور کفر کے باوجود مسلمانوں کو مغالطہ دینا اور اسلام کے ساتھ استہزاء کرنا اس کا شیوہ رہا ہے۔

(18) وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ مُنٰفِقُوْنَ وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِیْنَةِ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَیْنِ ثُمَّ یُرَدُّوْنَ اِلٰى عَذَابٍ عَظِیْمٍ ۝

ترجمۂ کنزالایمان: اور تمہارے آس پاس کے کچھ گنوار منافق ہیں اور کچھ مدینہ والے ان کی خُو ہو گئی ہے نفاق تم انہیں نہیں جانتے ہم انہیں جانتے ہیں جلد ہم انہیں دوبارہ عذاب کریں گے پھر بڑے عذاب کی طرف پھیرے جائیں گے۔(پ11، التوبۃ:101)

عبداللہ بن ابی وہ مشہور منافق شخص ہے کہ واقعۂ ہجرت سے پہلے تمام مدینہ والوں نے اس کو اپنا بادشاہ مان کر اس کی تاج پوشی کی تیاری کر لی تھی مگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مدینہ تشریف لانے کے بعد یہ اسکیم ختم ہو گئی۔ چنانچہ اسی غم وغصہ میں عبداللہ بن اُبی عمر بھر منافقوں کا سردار بن کر اسلام کی بیخ کنی کرتا رہا اور اسلام و مسلمانوں کے خلاف طرح طرح کی سازشوں میں مصروف رہا۔(السیرۃ النبویۃ لابن ھشام ،نبذ من ذکر المنافقین، ص ۲۴۰ وسنن ابی داود، کتاب الخراج والفیئ...الخ، باب فی خبر النضیر، الحدیث: ۳۰۰۴، ج ۳، ص ۲۱۲)

(19) المعجم الأوسط، من اسمہ أحمد، الحدیث: ۷۹۲، ج ۱، ص ۲۳۱

نسبت قطع کے ساتھ منافق نہیں کہا جاسکتا، کہ ہمارے سامنے جو دعویٰ اسلام کرے ہم اس کو مسلمان ہی سمجھیں گے، جب تک اس سے وہ قول یا فعل جو مُنافیِ ایمان ہے نہ صادر ہو، البتہ نفاق کی ایک شاخ اِس زمانہ میں پائی جاتی ہے کہ بہت سے بد مذہب اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں اور دیکھا جاتا ہے تو دعویٰ اسلام کے ساتھ ضروریاتِ دین کا انکار بھی ہے۔

عقیدہ (۵): شرک (20) کے معنی غیرِ خدا کو واجبُ الوجود یا مستحقِ عبادت جاننا، یعنی اُلوہیت میں دوسرے کو

---

(20) شرک

مفسر قرآن حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ رحمۃ اللہ الغنی علم القرآن میں لکھتے ہیں:

شرک کے لغوی معنی ہیں حصہ یا ساجھا۔ لہٰذا شریک کے معنی ہیں حصہ دار یا ساجھی۔

رب تعالیٰ فرماتا ہے:

(1) اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ

کیا ان بتوں کا ان آسمانوں میں حصہ ہے۔(پ22، فاطر:40)

(2) هَلْ لَّكُمْ مِّنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ شُرَكَآءَ فِيْ مَا رَزَقْنٰكُمْ فَاَنْتُمْ فِيْهِ سَوَآءٌ تَخَافُوْنَهُمْ كَخِيْفَتِكُمْ اَنْفُسَكُمْ

کیا تمہارے مملوک غلاموں میں سے کوئی شریک ہے اس میں جو ہم نے تمہیں دیا ہے کہ تم اس میں برابر ہو ان غلاموں سے تم ایسا ڈرو جیسا اپنے نفسوں سے ڈرتے ہو(پ21، الروم:28)

(3) رَّجُلًا فِيْهِ شُرَكَآءُ مُتَشٰكِسُوْنَ وَرَجُلًا سَلَمًا لِّرَجُلٍ هَلْ يَسْتَوِيٰنِ

ایک وہ غلام جس میں برابر کے چند شریک ہوں اور ایک وہ غلام جو ایک ہی آدمی کا ہو۔ کیا یہ دونوں برابر ہیں (پ23، زمر:29)

ان آیتوں میں شرک اور شریک لغوی معنی میں استعمال ہوا ہے یعنی حصہ، ساجھا اور حصہ دار وساجھی۔ لہٰذا شرک کے لغوی معنی ہیں کسی کو خدا کے برابر جاننا۔ قرآن کریم میں یہ لفظ ان دونوں معنی میں استعمال ہوا ہے۔ شرک بمعنی کفران آیات میں آیا:

(1) اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ

اللہ تعالیٰ اس جرم کو نہ بخشے گا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے اس کے سوا جس کو چاہے بخش دے گا۔(پ5، النسآء:48)

(2) وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى يُؤْمِنُوْا

نکاح نہ کرو مشرکوں سے یہاں تک کہ ایمان لے آویں۔(پ2، البقرۃ:221)

(3) وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ

مومن غلام مشرک سے اچھا ہے۔(پ2، البقرۃ:221)

(4) مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يَّعْمُرُوْا مَسٰجِدَ اللّٰهِ شٰهِدِيْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ

مشرکوں کو یہ حق نہیں کہ اللہ کی مسجد یں آباد کریں اپنے پر کفر کی گواہی دیتے ہوئے۔(پ10، التوبۃ:17)

ان آیات میں شرک سے مراد ہر کفر ہے کیونکہ کوئی بھی کفر بخشش کے لائق نہیں اور کسی کافر مرد سے مومنہ عورت کا نکاح جائز نہیں اور ←

شریک کرنا اور یہ کفر کی سب سے بدتر قسم ہے، اس کے سوا کوئی بات اگرچہ کیسی ہی شدید کفر ہو حقیقۃً شرک نہیں،

ہر مومن ہر کافر سے بہتر ہے خواہ مشرک ہو جیسے ہندو یا کوئی اور جیسے یہودی، پارسی، مجوسی۔

دوسرے معنی کا شرک یعنی کسی کو خدا کے برابر جاننا کفر سے خاص ہے کفر اس سے عام یعنی ہر شرک کفر ہے مگر ہر کفر شرک نہیں۔ جیسے ہر کوا کالا ہے مگر ہر کالا کوا نہیں۔ ہر سونا پیلا ہے مگر ہر پیلا سونا نہیں۔ لہٰذا دہریہ کافر ہے مشرک نہیں اور ہندو مشرک بھی ہے کافر بھی۔ قرآن شریف میں شرک اکثر اسی معنی میں استعمال ہوا ہے جیسے

(1) جَعَلَا لَهٗ شُرَكَآءَ فِيْمَآ اٰتٰىهُمَا

ان دونوں نے خدا کے برابر کر دیا اس نعمت میں جو رب تعالیٰ نے انہیں دی۔ (پ9، الاعراف:190)

(2) حَنِيْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝

میں تمام برے دینوں سے بیزار ہوں اور میں مشرکین میں سے نہیں ہوں۔ (پ7، الانعام:79)

(3) اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ۝

بے شک شرک بڑا ظلم ہے۔ (پ21، لقمٰن:13)

(4) وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ ۝

ان میں سے بہت سے لوگ اللہ پر ایمان نہیں لاتے مگر وہ مشرک ہوتے ہیں۔ (پ13، یوسف:106)

ان جیسی صدہا آیتوں میں شرک اس معنی میں استعمال ہوا ہے بمعنی کسی کو خدا کے مساوی جاننا۔

شرک کی حقیقت

شرک کی حقیقت رب تعالیٰ سے مساوات پر ہے یعنی جب تک کسی کو رب کے برابر نہ جانا جائے تب تک شرک نہ ہوگا اسی لئے قیامت میں کفار اپنے بتوں سے کہیں گے۔

تَاللّٰهِ اِنْ كُنَّا لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝

خدا کی قسم ہم کھلی گمراہی میں تھے کہ تم کو رب العالمین کے برابر ٹھہراتے تھے۔ (پ19، الشعرآء:97)

اس برابر جاننے کی چند صورتیں ہیں ایک یہ کہ کسی کو خدا کا ہم جنس مانا جائے جیسے عیسائی عیسیٰ علیہ السلام کو اور یہودی عزیر علیہ السلام کو خدا کا بیٹا مانتے تھے اور مشرکین عرب فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں مانتے تھے چونکہ اولاد باپ کی ملک نہیں ہوتی بلکہ باپ کی ہم جنس اور مساوی ہوتی ہے۔ لہٰذا یہ ماننے والا مشرک ہوگا۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے:

(1) وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ ۝

یہ لوگ بولے کہ اللہ نے بچے اختیار فرمائے پاکی ہے اس کے لئے بلکہ یہ اللہ کے عزت والے بندے ہیں۔ (پ17، الانبیاء:26)

(2) وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ عُزَيْرُ ابْنُ اللّٰهِ وَقَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ

یہودی بولے کہ عزیر اللہ کے بیٹے ہیں اور عیسائی بولے کہ مسیح اللہ کے بیٹے ہیں۔ (پ10، التوبۃ:30)

....

(3) وَجَعَلُوْا لَهٗ مِنْ عِبَادِهٖ جُزْءًا اِنَّ الْاِنْسَانَ لَكَفُوْرٌ مُّبِیْنٌ O
بنادیا ان لوگوں نے اللہ کے لئے اس کے بندوں میں سے ٹکڑا بے شک آدمی کھلا ناشکرا ہے۔ (پ25، الزخرف:15)

(4) وَجَعَلُوا الْمَلٰٓىٕكَةَ الَّذِیْنَ هُمْ عِبٰدُ الرَّحْمٰنِ اِنَاثًا اَشَهِدُوْا خَلْقَهُمْ
انہوں نے فرشتوں کو جو رحمن کے بندے ہیں عورتیں ٹھہرایا کیا ان کے بناتے وقت یہ حاضر تھے۔ (پ25، الزخرف:19)

(5) اَمِ اتَّخَذَ مِمَّا یَخْلُقُ بَنٰتٍ وَّ اَصْفٰىكُمْ بِالْبَنِیْنَ O
کیا اس نے اپنی مخلوق میں سے بیٹیاں بنالیں اور تمہیں بیٹوں کے ساتھ خاص کیا۔ (پ25، الزخرف:16)

(6) وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ الْجِنَّ وَخَلَقَهُمْ وَخَرَقُوْا لَهٗ بَنِیْنَ وَبَنٰتٍۭ بِغَیْرِ عِلْمٍ
اور اللہ کا شریک ٹھہرایا جنوں کو حالانکہ اس نے ان کو بنایا اور اس کیلئے بیٹے اور بیٹیاں گھڑلیں جہالت سے۔ (پ7، الانعام:100)

(7) لَیُسَمُّوْنَ الْمَلٰٓىٕكَةَ تَسْمِیَةَ الْاُنْثٰى O
یہ کفار فرشتوں کا نام عورتوں کا سا رکھتے تھے۔ (پ27، النجم:27)

ان جیسی بہت سی آیتوں میں اسی قسم کا شرک مراد ہے یعنی کسی کو رب کی اولاد ماننا دوسرے یہ کہ کسی کو رب تعالیٰ کی طرح خالق مانا جائے جیسے کہ بعض کفار عرب کا عقیدہ تھا کہ خیر کا خالق اللہ ہے اور شر کا خالق دوسرا رب، اب بھی پارسی یہی مانتے ہیں خالق خیر کو یزداں اور خالق شر کو اہرمن کہتے ہیں۔ یہ وہی پرانا مشرکانہ عقیدہ ہے یا بعض کفار کہتے تھے کہ ہم اپنے برے اعمال کے خود خالق ہیں کیونکہ ان کے نزدیک بری چیزوں کا پیدا کرنا برا ہے لہٰذا اس کا خالق کوئی اور چاہیے اس قسم کے مشرکوں کی تردید کے لئے یہ آیات آئیں۔ خیال رہے کہ بعض عیسائی تین خالقوں کے قائل تھے جن میں سے ایک عیسیٰ علیہ السلام ہیں ان تمام کی تردید میں حسب ذیل آیات ہیں۔

(1) وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ O
اللہ نے تم کو اور تمہارے سارے اعمال کو پیدا کیا۔ (پ23، الصافات:96)

(2) اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَیْءٍ وَّهُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ وَّكِیْلٌ O
اللہ ہر چیز کا خالق ہے اور وہ ہر چیز کا مختار ہے۔ (پ24، الزمر:62)

(3) خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوةَ
اللہ نے موت اور زندگی کو پیدا فرمایا۔ (پ29، الملک:2)

(3) اَنَّ اللّٰهَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ
اللہ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا۔ (پ13، ابراھیم:19)

(4) لَقَدْ كَفَرَ الَّذِیْنَ قَالُوْۤا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِیْحُ ابْنُ مَرْیَمَ
بے شک کافر ہوگئے وہ جنہوں نے کہا کہ اللہ وہی مسیح مریم کا بیٹا ہے۔ (پ6، المآئدۃ:17)

(5) لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ

بے شک کافر ہو گئے وہ جو کہتے ہیں کہ اللہ تین خداؤں میں تیسرا ہے۔(پ6،المآئدۃ:73)

(6) لَوْ كَانَ فِيْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا

اگر زمین وآسمان میں خدا کے سوا اور معبود ہوتے تو یہ دونوں بگڑ جاتے۔(پ17،الانبیآء:22)

(7) هٰذَا خَلْقُ اللّٰهِ فَاَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ

یہ اللہ کی مخلوق ہے پس مجھے دکھاؤ کہ اس کے سوا اوروں نے کیا پیدا کیا۔(پ21،لقمٰن:11)

ان جیسی تمام آیتوں میں اسی قسم کے شرک کا ذکر ہے اور اسی کی تردید ہے۔اگر یہ مشرک غیر خدا کو خالق نہ مانتے ہوتے تو ان سے یہ مطالبہ کرنا کہ ان معبودوں کی مخلوق دکھاؤ درست نہ ہوتا۔

تیسرے یہ کہ خود زمانہ کو مؤثر مانا جائے اور خدا کی ہستی کا انکار کیا جائے جیسا کہ بعض مشرکین عرب کا عقیدہ تھا۔موجودہ دہریہ انہی کی یادگار ہیں۔رب تعالیٰ فرماتا ہے:

(1) وَقَالُوْا مَا هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَنَحْيَا وَمَا يُهْلِكُنَآ اِلَّا الدَّهْرُ وَمَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ

وہ بولے وہ تو نہیں مگر یہی ہماری دنیا کی زندگی مرتے ہیں اور جیتے ہیں اور ہمیں ہلاک نہیں کرتا مگر زمانہ اور انہیں اس کا علم نہیں۔

(پ25،الجاثیۃ:24)

اس قسم کے دہریوں کی تردید کے لئے تمام وہ آیات ہیں جن میں حکم دیا گیا ہے کہ عالم کی عجائبات میں غور کرو کہ ایسی حکمت والی چیزیں بغیر خالق کے نہیں ہوسکتیں۔

(1) يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ○

ڈھکتا ہے رات سے دن کو اس میں نشانیاں ہیں فکر والوں کے لئے۔(پ13،الرعد:3)

(2) اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ○

بے شک آسمان وزمین کی پیدائش اور دن رات کے گھٹنے بڑھنے میں نشانیاں ہیں عقل مندوں کے لئے۔(پ4،اٰل عمرٰن:190)

(3) وَفِي الْاَرْضِ اٰيٰتٌ لِّلْمُوْقِنِيْنَ○ وَفِيْ اَنْفُسِكُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ○

اور زمین میں نشانیاں ہیں یقین والوں کے لئے اور خود تمہاری ذاتوں میں ہیں تو تم دیکھتے کیوں نہیں۔(پ26،الذٰریٰت:20،21)

(4) اَفَلَا يَنْظُرُوْنَ اِلَى الْاِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ○ وَاِلَى السَّمَآءِ كَيْفَ رُفِعَتْ○ وَاِلَى الْجِبَالِ كَيْفَ نُصِبَتْ○ وَاِلَى الْاَرْضِ كَيْفَ سُطِحَتْ○

کیا یہ نہیں دیکھتے اونٹ کی طرف کہ کیسے پیدا کیا گیا اور آسمان کی طرف کہ کیسا اونچا کیا گیا اور پہاڑوں کی طرف کہ کیسے گاڑا گیا اور زمین کی طرف کہ کیسے بچھائی گئی۔(پ30،الغاشیۃ:17۔20)

←

....

اس قسم کی بیسیوں آیات میں ان دہریوں کی تردید ہے۔

چوتھے یہ عقیدہ کہ خالق ہر چیز کا تو رب ہی ہے مگر وہ ایک بار پیدا کر کے تھک گیا، اب کسی کام کا نہیں رہا، اب اس کی خدائی کی چلانے والے یہ ہمارے معبودین باطلہ ہیں۔ اس قسم کے مشرکین عجیب بکواس کرتے تھے۔ کہتے تھے کہ چھ دن میں آسمان زمین پیدا ہوئے اور ساتواں دن اللہ نے آرام کا رکھا تھکن دور کرنے کو اب بھی وہ آرام ہی کر رہا ہے۔ چنانچہ فرقہ تعطیلیہ اسی قسم کے مشرکوں کی یادگار ہے۔ ان کی تردید ان آیات میں ہے:

(1) وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَهُمَا فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ﳓ وَّمَا مَسَّنَا مِنْ لُّغُوْبٍ O

اور بے شک ہم نے آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان میں ہے چھ دن میں بنایا اور ہم کو تھکن نہ آئی (پ26، ق:38)

(2) اَفَعَیِیْنَا بِالْخَلْقِ الْاَوَّلِ ؕ بَلْ هُمْ فِیْ لَبْسٍ مِّنْ خَلْقٍ جَدِیْدٍ O

تو کیا ہم پہلی بار بنا کر تھک گئے بلکہ وہ نئے بننے سے شبہ میں ہیں۔ (پ26، ق:15)

(3) اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَمْ یَعْیَ بِخَلْقِهِنَّ بِقٰدِرٍ عَلٰۤى اَنْ یُّحْیِ ﰯ الْمَوْتٰى

اور کیا ان لوگوں نے غور نہ کیا کہ اللہ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا اور انہیں پیدا کر کے نہ تھکا وہ قادر اس پر بھی ہے کہ مردوں کو زندہ کرے۔ (پ26، الاحقاف:33)

(4) اِنَّمَاۤ اَمْرُهٗۤ اِذَاۤ اَرَادَ شَیْــٴًـا اَنْ یَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ O

اس کی شان یہ ہے کہ جب کسی چیز کا ارادہ فرماتا ہے تو اس سے کہتا ہے ہو جا تو وہ ہو جاتی ہے۔ (پ23، یٰس:82)

اس قسم کے مشرکوں کی تردید کیلئے اس جیسی کئی آیات ہیں جن میں فرمایا گیا کہ ہم کو عالم کے بنانے میں کسی قسم کی کوئی تھکاوٹ نہیں پہنچتی۔ اس قسم کے مشرک قیامت کے منکر اس لئے بھی تھے کہ وہ سمجھتے تھے ایک دفعہ دنیا پیدا فرما کر حق تعالیٰ کافی تھک چکا ہے اب دوبارہ کیسے بنا سکتا ہے۔ معاذ اللہ! اس لئے فرمایا گیا کہ ہم تو صرف کُن سے ہر چیز پیدا فرماتے ہیں تھکن کیسی؟ ہم دوبارہ پیدا کرنے پر بدرجہ اولیٰ قادر ہیں کہ اعادہ سے ایجاد مشکل ہے۔

شرک کی پانچویں قسم

یہ عقیدہ ہے کہ ہر ذرہ کا خالق و مالک تو اللہ تعالیٰ ہی ہے مگر وہ اتنے بڑے عالم کو اکیلا سنبھالنے پر قادر نہیں اس لئے اس نے مجبوراً اپنے بندوں میں سے بعض بندے عالم کے انتظام کے لئے چن لئے ہیں جیسے دنیاوی بادشاہ اور ان کے محکمے، اب یہ بندے جنہیں عالم کے انتظام میں دخیل بنایا گیا ہے وہ بندے ہونے کے باوجود رب تعالیٰ پر دھونس رکھتے ہیں کہ اگر ہماری شفاعت کریں تو رب کو مرعوب ہو کر ماننی پڑے اگر چاہیں تو ہماری بگڑی بنا دیں، ہماری مشکل کشائی کر دیں، جو وہ کہیں رب تعالیٰ کو ان کی ماننی پڑے ورنہ اس کا عالم بگڑ جاوے جیسے اسمبلی کے ممبر کہ اگرچہ وہ سب بادشاہ کی رعایا تو ہیں مگر ملکی انتظام میں ان کو ایسا دخل ہے کہ ملک ان سب کی تدبیر سے چل رہا ہے۔ یہ وہ شرک ہے جس میں عرب کے بہت سے مشرکین گرفتار تھے اور اپنے بت وَدّ، یغوث، لات و منات و عزّیٰ وغیرہ کو رب کا بندہ ←

....

مان کر اور سارے عالم کا رب تعالیٰ کو خالق مان کر مشرک تھے۔ اس عقیدے سے کسی کو پکارنا شرک، اس کی شفاعت ماننا شرک، اسے حاجت روا مشکل کشا ماننا شرک، اس کے سامنے جھکنا شرک، اس کی تعظیم کرنا شرک، غرضیکہ یہ برابری کا عقیدہ رکھ کر اس کے ساتھ جو تعظیم و توقیر کا معاملہ کیا جاوے وہ شرک ہے۔ ان کے متعلق قرآن کریم فرماتا ہے:

وَمَا یُؤْمِنُ اَکْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ○

ان مشرکین میں سے بہت سے وہ ہیں کہ اللہ پر ایمان نہیں لاتے مگر شرک کرتے ہوئے۔ (پ13، یوسف:106)

کہ خدا کو خالق، رازق مانتے ہوئے پھر مشرک ہیں، انہی پانچویں قسم کے مشرکین کے بارے میں فرمایا گیا:

(1) وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَیَقُوْلُنَّ اللّٰهُ فَاَنّٰی یُؤْفَكُوْنَ○

اگر آپ ان مشرکوں سے پوچھیں کہ کس نے آسمان و زمین پیدا کئے اور کام میں لگائے سورج اور چاند تو وہ کہیں گے اللہ نے تو فرماؤ کہ کیوں بھولے جاتے ہیں۔ (پ21 العنکبوت:61)

(2) قُلْ مَنْۢ بِیَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَیْءٍ وَّهُوَ یُجِیْرُ وَلَا یُجَارُ عَلَیْهِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ○ سَیَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ قُلْ فَاَنّٰی تُسْحَرُوْنَ○

فرمادو کہ ہر چیز کی بادشاہی کس کے قبضے میں ہے جو پناہ دیتا ہے اور پناہ نہیں دیا جاتا بتاؤ اگر تم جانتے ہو تو کہیں گے اللہ ہی کی ہے کہو پھر کہاں تم پر جادو پڑا جاتا ہے۔ (پ18 المؤمنون:88_89)

(3) وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَیَقُوْلُنَّ خَلَقَهُنَّ الْعَزِیْزُ الْعَلِیْمُ○

اگر آپ ان سے پوچھیں کہ آسمان اور زمین کس نے پیدا کئے تو کہیں گے کہ انہیں غالب جاننے والے اللہ نے پیدا کیا ہے۔

(پ25، الزخرف:9)

(4) قُلْ لِّمَنِ الْاَرْضُ وَمَنْ فِیْهَا اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ○ سَیَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ قُلْ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ○

فرماؤ کس کی ہے زمین اور اس کی چیزیں اگر تم جانتے ہو تو کہیں گے اللہ کی فرماؤ کہ تم نصیحت حاصل کیوں نہیں کرتے۔

(پ18، المؤمنون:84_85)

(5) قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ○ سَیَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ قُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ○

فرماؤ کہ سات آسمان اور بڑے عرش کا رب کون ہے؟ تو کہیں گے اللہ کا ہے فرماؤ کہ تم ڈرتے کیوں نہیں۔ (پ18، المؤمنون:86_87)

(6) قُلْ مَنْ یَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اَمَّنْ یَّمْلِكُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَمَنْ یُّخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ وَیُخْرِجُ الْمَیِّتَ مِنَ الْحَیِّ وَمَنْ یُّدَبِّرُ الْاَمْرَ فَسَیَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ فَقُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ○

فرماؤ تمہیں آسمان و زمین سے رزق کون دیتا ہے یا کان آنکھ کا کون مالک ہے اور کون زندے کو مردے سے اور مردے کو زندہ سے نکالتا ہے اور کاموں کی تدبیر کون کرتا ہے تو کہیں گے اللہ! فرماؤ تو تم ڈرتے کیوں نہیں؟ (پ11، یونس:31)

(7) وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَیَقُوْلُنَّ اللّٰهُ فَاَنّٰی یُؤْفَكُوْنَ○

←

....

اور اگر آپ ان سے پوچھیں کہ کس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور کس نے سورج و چاند تابعدار کیا تو کہیں گے اللہ نے تو فرماؤ تم کدھر پھرے جاتے ہو۔(پ21،العنکبوت:61)

(8) وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ نَّزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِ مَوْتِهَا لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ

اور اگر آپ ان سے پوچھیں کہ کس نے آسمان سے پانی اتارا پس زمین کو اس کی موت کے بعد زندہ کیا تو کہیں گے اللہ نے۔

(پ21،العنکبوت:63)

ان جیسی بہت سی آیات سے معلوم ہوا کہ یہ پانچویں قسم کے مشرک اللہ تعالیٰ کو سب کا خالق، مالک، زندہ کرنے والا، مارنے والا، پناہ دینے والا، عالم کا مدبر مانتے تھے مگر پھر مشرک تھے یعنی ذات، صفات کا اقرار کرنے کے باوجود مشرک رہے کیوں؟ یہ بھی قرآن سے پوچھئے۔ قرآن فرماتا ہے کہ ان عقائد کے باوجود وہ دو سبب سے مشرک تھے ایک یہ کہ وہ صرف خدا کو عالم کا مالک نہیں مانتے تھے بلکہ اللہ کو بھی اور دوسرے اپنے معبودوں کو بھی۔ یہاں للہ میں لام ملکیت کا ہے یعنی وہ اللہ کی ملکیت مانتے تھے مگر اکیلے کی نہیں بلکہ ساتھ ہی دوسرے معبودوں کی بھی، اسی لیے وہ یہ نہ کہتے تھے کہ ملکیت وقبضہ صرف اللہ کا ہے، اوروں کا نہیں بلکہ وہ کہتے تھے اللہ کا بھی ہے اور دوسروں کا بھی، دوسرے اسلئے کہ وہ سمجھتے تھے کہ اللہ اکیلا یہ کام نہیں کرتا بلکہ ہمارے بتوں کی مدد سے کرتا ہے۔ خود مجبور ہے اسی لئے ان دونوں عقیدوں کی تردید کے لئے حسب ذیل آیات ہیں:

(1) وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِي الْمُلْكِ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلِيٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَكَبِّرْهُ تَكْبِيْرًا۝

اور فرماؤ کہ سب خوبیاں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے اپنے لئے اولاد نہ بنائی اور نہ اس کے ملک میں کوئی شریک ہے اور نہ کوئی کمزوری کی وجہ سے اس کا ولی مددگار ہے تو اس کی بڑائی بولو۔(پ15،بنی اسرآءیل:111)

اگر یہ مشرکین ملک اور قبضہ میں خدا کے سوا کسی کو شریک نہیں مانتے تھے تو یہ تردید کس کی ہو رہی ہے اور کس سے یہ کلام ہو رہا ہے۔

(2) تَاللّٰهِ اِنْ كُنَّا لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ۝ اِذْ نُسَوِّيْكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۝

دوزخ میں مشرکین اپنے بتوں سے کہیں گے اللہ کی قسم ہم کھلی گمراہی میں تھے۔ کیونکہ ہم تم کو رب العالمین کے برابر سمجھتے تھے۔

(پ19،الشعرآء:97۔98)

یہ مشرک مسلمانوں کی طرح اللہ تعالیٰ کو ہر شے کا خالق، مالک بلا شرکت غیر کے مانتے تھے تو برابری کرنے کے کیا معنی ہیں، فرماتا ہے:

(3) اَمْ لَهُمْ اٰلِهَةٌ تَمْنَعُهُمْ مِّنْ دُوْنِنَا لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَ اَنْفُسِهِمْ وَلَا هُمْ مِّنَّا يُصْحَبُوْنَ۝

کیا ان کے کچھ خدا ہیں جو ان کو ہم سے بچاتے ہیں وہ اپنی جانوں کو نہیں بچا سکتے اور نہ ہماری طرف سے ان کی کوئی یاری ہو۔

(پ17،الانبیآء:43)

اس آیت میں مشرکین کے اسی عقیدے کی تردید کی ہے کہ ہمارے معبود ہمیں خدا سے مقابلہ کر کے بچا سکتے ہیں:

(4) اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُفَعَآءَ قُلْ اَوَلَوْ كَانُوْا لَا يَمْلِكُوْنَ شَيْـًٔا وَّلَا يَعْقِلُوْنَ۝ قُلْ لِّلّٰهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيْعًا ←

....

بلکہ انہوں نے اللہ کے مقابل کچھ سفارشی بنار کھے ہیں فرمادو کہ کیا اگر چہ وہ کسی چیز کے مالک نہ ہوں اور نہ عقل رکھیں فرمادو ساری شفاعتیں اللہ کے ہاتھ میں ہیں۔ (پ24 الزمر:43،44)

اس آیت میں مشرکین کے اسی عقیدے کی تردید ہے کہ ہمارے معبود بغیر اذن الٰہی دھونس کی شفاعت کر کے ہمیں اس کے غضب سے بچا سکتے ہیں اسی لئے اس جگہ بتوں کے مالک نہ ہونے اور رب کی ملکیت کا ذکر ہے یعنی ملک میں شریک ہونے کی وجہ سے اس کے ہاں کوئی شفیع نہیں ہے:

(5) وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ

اور پوجتے ہیں وہ اللہ کے سوا ان چیزوں کو جو نہ انہیں نقصان دیں نہ نفع اور کہتے ہیں کہ یہ ہمارے شفیع ہیں اللہ کے نزدیک۔

(پ11، یونس:18)

اس آیت میں بھی مشرکین کے اسی عقیدے کی تردید ہے کہ ہمارے بت دھونس کی شفاعت کریں گے کیونکہ وہ رب تعالیٰ کے ساتھ اس کی مِلک میں اور عالم کا کام چلانے میں شریک ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ مشرکین عرب کا شرک ایک ہی طرح کا نہ تھا بلکہ اس کی پانچ صورتیں تھیں:

(۱) خالق کا انکار اور زمانہ کو مؤثر ماننا (۲) چند مستقل خالق ماننا (۳) اللہ کو ایک مان کر اس کی اولاد ماننا (۴) اللہ کو ایک مان کر اسے تھکن کی وجہ سے معطل ماننا (۵) اللہ کو خالق و مالک مان کر اسے دوسرے کا محتاج ماننا، جیسے اسمبلی کے ممبر، شاہان موجودہ کیلئے اور انہیں ملکیت اور خدائی میں دخیل ماننا۔ ان پانچ کے سوا اور چھٹی قسم کا شرک ثابت نہیں۔

ان پانچ قسم کے مشرکین کے لئے پانچ ہی قسم کی تردیدیں قرآن میں آئی ہیں جن پانچوں کا ذکر سورہ اخلاص میں اس طرح ہے کہ قُلْ هُوَ اللّٰهُ میں دہریوں کا رد کہ اللہ عالم کا خالق ہے۔ اَحَدٌ میں ان مشرکوں کا رد جو عالم کے دو خالق مستقل مانتے تھے تا کہ عالم کا کام چلے۔ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ میں ان مشرکین کا رد جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام وحضرت عزیر علیہ السلام کو رب تعالیٰ کا بیٹا یا فرشتوں کو رب تعالیٰ کی بیٹیاں مانتے تھے۔ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ میں ان لوگوں کا رد جو خالق کو تھکا ہوا مان کر مدبر عالم اوروں کو مانتے تھے۔

(۱) اعتراض: مشرکین عرب بھی اپنے بتوں کو خدا کے ہاں سفارشی اور خدارسی کا وسیلہ مانتے تھے اور مسلمان بھی نبیوں، ولیوں کو شفیع اور وسیلہ مانتے ہیں تو وہ کیوں مشرک ہو گئے اور یہ کیوں مومن رہے؟ ان دونوں میں کیا فرق ہے؟

جواب: دو طرح فرق ہے کہ مشرکین خدا کے دشمنوں یعنی بتوں وغیرہ کو سفارشی اور وسیلہ سمجھتے تھے جو کہ واقعہ میں ایسے نہ تھے اور مومنین اللہ کے محبوبوں کو شفیع اور وسیلہ سمجھتے ہیں لہٰذا وہ کافر ہوئے اور یہ مومن رہے جیسے گنگا کے پانی اور بت کے پتھر کی تعظیم، ہولی، دیوالی، بنارس، کاشی کی تعظیم شرک ہے مگر آب زمزم، مقام ابراہیم، رمضان، محرم، مکہ معظمہ، مدینہ طیبہ کی تعظیم ایمان ہے۔ حالانکہ زمزم اور گنگا جل دونوں پانی ہیں۔ مقام ابراہیم اور سنگ اسود اور بت کا پتھر دونوں پتھر ہیں وغیرہ وغیرہ، دوسرے یہ کہ وہ اپنے معبودوں کو خدا کے مقابل دھونس کا شفیع مانتے تھے اور جبری وسیلہ مانتے تھے، مومن انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کو محض بندہ محض اعزازی طور پر ←

....

خدا کے اذن وعطا سے شفیع یا وسیلہ مانتے ہیں۔ اذن اور مقابلہ ایمان وکفر کا معیار ہے۔

(۲) اعتراض: مشرکین عرب کا شرک صرف اس لئے تھا کہ وہ مخلوق کو فریادرس، مشکل کشا، شفیع، حاجت روا، دور سے پکار سننے والا، عالم غیب، وسیلہ مانتے تھے وہ اپنے بتوں کو خالق، مالک، رازق، قابض موت وحیات بخشنے والا نہیں مانتے تھے۔ اللہ کا بندہ مان کر یہ پانچ باتیں ان میں ثابت کرتے تھے قرآن کے فتوے سے وہ مشرک ہوئے۔ لہٰذا موجودہ مسلمان جو نبیوں علیہم السلام، ولیوں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کے لئے یہ مذکورہ بالا چیزیں ثابت کرتے ہیں وہ انہیں کی طرح مشرک ہیں اگرچہ انہیں خدا کا بندہ مان کر ہی کریں چونکہ یہ کام مافوق الاسباب مخلوق کے لئے ثابت کرتے تھے، مشرک ہوئے۔

جواب: یہ محض غلط اور قرآن کریم پر افترا ہے۔ جب تک رب تعالیٰ کے ساتھ بندے کو برابر نہ مانا جاوے، شرک نہیں ہوسکتا۔ وہ بتوں کو رب تعالیٰ کے مقابل ان صفتوں سے موصوف کرتے تھے۔ مومن رب تعالیٰ کے اذن سے انہیں محض اللہ کا بندہ جان کر مانتا ہے لہٰذا وہ مومن ہے۔ ان اللہ کے بندوں کے لئے یہ صفات قرآن کریم سے ثابت ہیں، قرآنی آیات ملاحظہ ہوں۔

عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں باذن الٰہی مردوں کو زندہ، اندھوں، کوڑھیوں کو اچھا کرسکتا ہوں، میں باذن الٰہی ہی مٹی کی شکل میں پھونک مار کر پرندہ بنا سکتا ہوں جو کچھ تم گھر میں کھاؤ یا بچاؤ بتا سکتا ہوں۔ یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ میری قمیص میرے والد کی آنکھوں پر لگا دو۔ انہیں آرام ہوگا، جبریل علیہ السلام نے حضرت مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کہا کہ میں تمہیں بیٹا دوں گا۔ ان تمام میں مافوق الاسباب مشکل کشائی حاجت روائی علم غیب سب کچھ آ گیا۔ حضرت جبریل علیہ السلام کی گھوڑی کی ٹاپ کی خاک نے بے جان بچھڑے میں جان ڈال دی، یہ مافوق الاسباب زندگی دینا ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا دم میں لاٹھی اور دم میں زندہ سانپ بن جاتا تھا آپ کے ہاتھ کی برکت سے، حضرت آصف آنکھ جھپکنے سے پہلے تخت بلقیس یمن سے شام میں لے آئے، حضرت سلیمان علیہ السلام نے تین میل کے فاصلے سے چیونٹی کی آواز سن لی، حضرت یعقوب علیہ السلام نے کنعان بیٹھے ہوئے یوسف علیہ السلام کو سات قفلوں سے بند مقفل کوٹھڑی میں برے ارادے سے بچایا، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے روحوں کو حج کیلئے پکارا اور تاقیامت آنے والی روحوں نے سن لیا یہ تمام معجزات قرآن کریم سے ثابت ہیں جن کی آیات ان شاء اللہ باب احکام قرآنی میں پیش کی جائیں گی۔ یہ تو سب شرک ہوگئیں بلکہ معجزات اور کرامات تو کہتے ہی انہیں ہیں جو اسباب سے وراء ہو۔ اگر مافوق الاسباب تصرف ماننا شرک ہوجاوے تو ہر معجزہ وکرامت ماننا شرک ہوگا۔ ایسا شرک ہم کو مبارک رہے جو قرآن کریم سے ثابت ہو اور سارے انبیاء واولیاء کا عقیدہ ہو۔

فرق وہی ہے کہ باذن اللہ یہ چیزیں بندوں کو ثابت ہیں اور رب کے مقابل ماننا شرک ہے انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء عظام رحمہم اللہ کے معجزات اور کرامات تو ہیں ہی۔ ایک ملک الموت اور ان کے عملہ کے فرشتے سارے عالم کو بیک وقت دیکھتے ہیں اور ہر جگہ بیک وقت تصرف کرتے ہیں۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے:

(1) قُلْ یَتَوَفّٰىكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِیْ وُكِّلَ بِكُمْ

فرمادو کہ تم سب کو موت کا فرشتہ موت دیگا جو تم پر مقرر کیا گیا ہے۔ (پ21، السجدۃ:11)

←

ولہٰذا شرع مطہر نے اہلِ کتاب کفار کے احکام مشرکین کے احکام سے جدا فرمائے، کتابی کا ذبیحہ حلال (21)۔

(2) حَتّٰۤی اِذَا جَآءَتْهُمْ رُسُلُنَا یَتَوَفَّوْنَهُمْ

یہاں تک کہ جب ان کے پاس ہمارے قاصد آئیں گے انہیں موت دینے (پ8، الاعراف:37)

ابلیس ملعون کو یہ قوت دی گئی ہے کہ وہ گمراہ کرنے کیلئے تمام کو بیک وقت دیکھتا ہے وہ بھی اور اس کی ذریت بھی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

(3) اِنَّهٗ یَرٰىكُمْ هُوَ وَ قَبِیْلُهٗ مِنْ حَیْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ

وہ شیطان اور اس کا قبیلہ تم سب کو وہاں سے دیکھتا ہے جہاں سے تم انہیں نہیں دیکھ سکتے۔ (پ8، الاعراف:27)

جو فرشتے قبر میں سوال و جواب کرتے ہیں، جو فرشتہ ماں کے پیٹ میں بچہ بناتا ہے، وہ سب جہان پر نظر رکھتے ہیں کیونکہ بغیر اس قوت کے وہ اتنا بڑا انتظام کر سکتے ہی نہیں اور تمام کام مافوق الاسباب ہیں۔ جواہر القرآن کے اس فتوے سے اسلامی عقائد شرک ہو گئے۔ فرق وہ ہی ہے جو عرض کیا گیا کہ رب کے مقابل یہ قوت ماننا شرک ہے اور رب کے خدام اور بندوں میں باذن الٰہی رب کی عطا سے یہ طاقتیں ماننا عین ایمان ہے۔ (علم القرآن صفحہ ۶۹-۷۶)

(21) کیا کتابی کا ذبیحہ حلال ہے

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

شک نہیں کہ نصارٰی الوہیت وابنیت عبداللہ وابن امتہ، سیدنا مسیح ابن مریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صاف تصریح کرتے ہیں جو نصارٰی ایسے ہیں اور یونہی وہ یہود کہ ابنیت عبداللہ عزیر علیہ الصلوٰۃ والسلام مانیں ان کا ذبیحہ حلال ہونے میں ہمارے ائمہ کا اختلاف ہے، جمہور مشائخ جانب حرمت گئے اور کہا گیا کہ اسی پر فتوی ہے۔ اور بکثرت محققین تحقیق جواز فرماتے ہیں کہ یہی ظاہر الروایۃ اور یہی اقوی من حیث الدلیل ہے وقد حققناہ فی فتاونا بما یتعین المراجعة الیه (ہم نے اپنے فتاوی میں اس کی تحقیق کر دی ہے اور اس کی طرف مراجعت کی جائے۔ ت)

مستصفی میں ہے:

فی مبسوط شیخ الاسلام یجب ان لایاکلوا ذبائح اهل الکتاب اذا اعتقدوا ان المسیح اله وان عزیرا اله ولایتزوجوا نسائهم، وقیل علیه الفتوی لکن بالنظر الی الدلائل ینبغی ان یجوز الاکل والتزوج ا ھ۔

شیخ الاسلام کی مبسوط میں ہے جب کہ اہل کتاب کا عقیدہ ہو کہ مسیح علیہ السلام اللہ ہے، تو ان کے ذبیحہ کو مت کھاؤ اور ان کی عورتوں سے نکاح نہ کرو۔ اور یوں اگر عزیر علیہ السلام کو الٰہ کہتے ہوں، بعض کے نزدیک اس پر فتوی ہے لیکن دلائل کی روشنی میں کھانا اور نکاح کرنا جائز ہے۔

(۱۔ ردالمحتار بحوالہ المستصفی کتاب النکاح فصل فی المحرمات داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۲۸۹)

درمختار میں ہے:

صح نکاح کتابیة، وان اعتقدوا المسیح الها، وکذا حل ذبیحتهم علی المذهب بحر ۲۔ اھ مختصرا۔

کتابیہ عورت سے نکاح جائز ہے اگرچہ وہ مسیح کے الٰہ ہونے کا عقیدہ رکھے، یونہی ان کا ذبیحہ مذہب میں جائز ہے بحر اھ مختصرا۔

(۲۔ درمختار کتاب النکاح فصل فی المحرمات مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۸۹) ←

....

ہاں کراہت میں شک نہیں کہ جب بضرورت کتابی خالص کے ذبیحہ کو علماء ناپسند کرتے ہیں تو یہ بدتر درجے میں ہیں،

فتح القدیر میں ہے:

یجوز تزوج الکتابیات والاولی ان لایفعل ولا یاکل ذبیحتھم الا لضرورۃ ۳؎۔

کتابی عورتوں سے نکاح جائز ہے اور اولیٰ یہ ہے کہ نہ کیا جائے اور ان کا ذبیحہ نہ کھایا جائے، ماسوائے ضرورت کے۔

(۳؎ فتح القدیر کتاب النکاح فصل فی المحرمات مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/ ۱۳۵)

مجمع الانہر میں ہے:

النصاری فی زماننا یصرحون بالابنیۃ قبحھم اللہ تعالٰی، وعدم الضرورۃ متحقق، والاحتیاط واجب. لان فی حل ذبیحتھم اختلاف العلماء کما بیناہ فالاخذ بجانب الحرمۃ اولی عند عدم الضرورۃ ۱؎۔

ہمارے زمانہ کے نصرانی عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ابنیت کی تصریح کرتے ہیں اللہ تعالٰی ان کو قبیح کرے۔ ضرورت بھی متحقق نہیں ہے اور احتیاط واجب ہے کیونکہ ان کے ذبیحہ کے حلال ہونے میں علماء کا اختلاف ہے جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے ضرورت نہ ہو تو حرمت کی جانب کو ترجیح ہے۔ (۱؎ مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر کتاب النکاح باب المحرمات دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۳۲۸)

یہ سب اس صورت میں ہے کہ وہ ذبح بطور ذبح کریں، اور وقت ذبح خالص اللہ عزوجل کا نام پاک لیں، مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نام شریک نہ کریں اگرچہ دل میں مسیح ہی کو خدا جانیں، بالجملہ نہ قصداً تکبیر چھوڑیں نہ تکبیر میں شرک ظاہر کریں ورنہ جو ذبیحہ ان شرائط سے خالی ہو وہ مسلمان کا بھی حرام ومردار ہوتا ہے چہ جائیکہ کتابی، ردالمحتار میں ہے:

لاتحل ذبیحۃ من تعمد ترک التسمیۃ مسلما او کتابیا نص القران ۲؎۔

قصداً بسم اللہ کو ترک کرنے والے کا ذبیحہ حلال نہیں ہے وہ مسلم ہو یا کتابی قرآن کی نص کی بناء پر۔

(۲؎ ردالمحتار کتاب الذبائح دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۱۹۰)

درمختار میں ہے:

شرط کون الذابح مسلما او کتابیا ذمیا اوحربیا الا اذا سمع منہ عند الذبح ذکر المسیح ۳؎۔

ذبح کرنے والے کا مسلمان یا کتابی ذمی یا حربی ہونا شرط ہے۔ ہاں اگر ذبح کے وقت ان سے مسیح کا نام سنا جائے تو ناجائز ہے۔

(۳؎ درمختار کتاب الذبائح مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۲۸)

ردالمحتار میں ہے:

ولوسمع منہ ذکر اللہ تعالٰی لکنہ عنی بالمسیح قالوا یوکل الا اذا نص فقال باسم اللہ الذی ھو ثالث ثلثۃ. ھندیۃ ۴؎۔

اگر عیسائی سے اللہ تعالٰی کا نام سنا لیکن اس سے مراد اس نے مسیح کا لیا تو فقہاء نے فرمایا کھالیا جائے ہاں اگر صراحۃً باسم اللہ تعالٰی جو کہ ـــــ

مشرک کا مُردار، کتابیہ سے نکاح ہوسکتا ہے (22)، مشرکہ سے نہیں ہوسکتا امام شافعی کے نزدیک کتابی سے جزیہ لیا

تین کا تیسرا ہے کہیں تو نہ کھائیں، ہندیہ۔ (۴ ـ ردالمحتار کتاب الذبائح دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۱۸۸)

نصاریٰ زمانہ کا حال معلوم ہے کہ نہ وہ تکبیر کہیں نہ ذبح کے طور پر ذبح کریں، مرغ و پرند کا تو گلا گھونٹتے ہیں، اور بھیڑ بکری کو اگرچہ ذبح کریں، رگیں نہیں کاٹتے، فقیر نے بھی اسے مشاہدہ کیا ہے۔

ذیقعدہ ۱۲۹۵ھ میں کپتان کی ملک سے سمور کا ایک مینڈھا جہاز میں دیکھا گیا جسے وہ چالیس روپے کے خرید بتاتا تھا، مول لینا چاہا کہ گوشت درکار تھا، نہ بیچا اور کہا جب ذبح ہوگا گوشت کا حصہ خرید لینا، ذبح کیا تو گلے میں ایک کروٹ کو چھری داخل کردی تھی رگیں نہ کاٹیں، اس سے کہہ دیا گیا کہ اب یہ سوئر ہے ہمارے کسی کام کا نہیں بلکہ نصاریٰ کے یہاں صدسال سے ذبح شرعی نہیں،

فتاوٰی قاضی خاں میں نقل فرمایا:

النصرانی لاذبیحۃ لہ۔ وانما یاکل ھو ذبیحۃ المسلم ویخنق ا ۔

نصرانی کا ذبیحہ ہی نہیں، وہ مسلمان کا ذبیحہ کھالیتا ہے اور وہ جانور کا گلا گھونٹتا ہے۔

(ا ـ فتاوٰی قاضیخاں کتاب الحظر والاباحۃ مسائل مایکرہ ومالا یکرہ نولکشور لکھنؤ ۴/۷۷۸)

تو نصارائے زمانہ کا ذبیحہ ضرور حرام یہود کا حال معلوم نہیں۔ اگر ان کے یہاں بھی ترک تکبیر یا ذبح کی تغیر ہو تو حکم حرمت ہے ورنہ بے ضرورت، ناپسندی وکراہت واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔ (فتاوٰی رضویہ، جلد ۲۰، ص ۲۴۸۔ ۲۵۱ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(22) کیا کتابیہ سے نکاح جائز ہے

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوٰی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

کتابیہ سے نکاح کا جواز عدم ممانعت وعدم گناہ صرف کتابیہ ذمیہ میں ہے جو مطیع الاسلام ہوکر دارالاسلام میں مسلمانوں کے زیر حکومت رہتی ہو وہ بھی خالی از کراہت نہیں بلکہ بے ضرر مکروہ ہے، فتح القدیر وغیرہ میں فرمایا:

الاولی ان لا یفعل ولا یأکل ذبیحتھم الاللضرورۃ ۴ ۔

بہتر یہ ہے کہ بلاضرورت ان سے نکاح نہ کرے اور نہ ذبیحہ کھائے۔ (۴ ـ فتح القدیر فصل فی بیان المحرمات نوریہ رضویہ سکھر ۳/۱۳۵)

مگر کتابیہ حربیہ سے نکاح یعنی مذکورہ جائز نہیں بلکہ عندالتحقیق ممنوع وگناہ ہے، علمائے کرام وجہ ممانعت اندیشہ فتنہ قرار دیتے ہیں کہ ممکن کہ اس سے ایسا تعلق قلب پیدا ہو جس کے باعث آدمی دارالحرب میں وطن کرلے نیز بچے پر اندیشہ ہے کہ کفار کی عادتیں سیکھے نیز احتمال ہے کہ عورت بحالت حمل قید کی جائے تو بچہ غلام بنے، محیط میں ہے:

یکرہ تزوج الکتابیۃ الحربیۃ لان الانسان لایأمن ان یکون بینھا ولد فینشأ علی طبائع اھل الحرب ویتخلق باخلاقھم فلا یستطیع المسلم قلعہ عن تلک العادۃ ا ۔

حربیہ کتابیہ عورت سے نکاح مکروہ ہے کیونکہ انسان اس بات سے بے فکر نہیں ہوسکتا کہ اس سے بچہ پیدا ہو تو وہ اہل حرب میں پرورش پائیگا اور انکے طور طریقے اپنالے گا اور پھر مسلمان اس بچے سے ان کی عادات کو چھوڑنے پر قادر نہ ہوگا۔

(ا ـ بحرالرائق بحوالہ المحیط، فصل فی المحرمات ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳/۱۰۳) ←

جائے گا، شرک سے نہ لیا جائے گا اور کبھی شرک بول کر مطلق کفر مراد لیا جاتا ہے۔ یہ جو قرآنِ عظیم میں فرمایا کہ: شرک نہ بخشا جائے گا۔ (23) وہ اسی معنی پر ہے، یعنی اصلاً کسی کفر کی مغفرت نہ ہوگی، باقی سب گناہ اللہ عزوجل کی مشیت پر

فتح اللہ المعین میں علامہ سید احمد حموی سے ہے:

عم مالو کانت حربیۃ ولکن مکروہ بالاجماع لانہ ربما یختار المقام فی دار الحرب ولانہ فیہ تعریض ولدہ للرق فربما تحبل وتسبی معہ فیصیر ولدہ رقیقا وان کان مسلما وربما یتخلق الولد باخلاق الکفار ۲؎۔

جواز نکاح کا حکم کتابیہ حربیہ کو بھی شامل ہے لیکن یہ مکروہ ہے بالاجماع، کیونکہ ہوسکتا ہے کہ بیوی کی وجہ سے دارالحرب میں قیام پسند کرلے، اور اس لیے بھی کہ اس میں بچے کو غلامی میں مبتلا کرنے کی سبیل ہوسکتی ہے کہ اس کی وہ حاملہ بیوی مسلمانوں کے ہاتھ قید ہوجائے تو بچہ بھی ماں کی وجہ سے قیدی ہوکر غلام بن جائے اگرچہ وہ مسلمان ہے نیز وہ بچہ دارالحرب میں کفار کی عادات کو اپنا سکتا ہے۔

(۲؎ فتح المعین، فصل فی المحرمات ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۲۰)

محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں بعد عبارت مذکورہ فرمایا:

وتکرہ الکتابیۃ الحربیۃ اجماعا لانفتاح باب الفتنۃ من امکان التعلق المستدعی للمقام معھا فی دار الحرب وتعریض الولد علی التخلق باخلاق اھل الکفر وعلی الرق بان تسبی وھی حبلی فیولد رقیقا وان کان مسلما ۳؎۔

حربیہ کتابیہ بالاجماع مکروہ ہے کیونکہ اس سے فتنے کا دروازہ کھلنے کا اندیشہ ہے وہ یہ کہ بیوی سے تعلق مسلمان مرد کو دارالحرب میں رہنے پر آمادہ کرسکتا ہے اور بچے کو کفار کی عادات کا عادی بنانے کا راستہ ہے نیز بچے کی غلامی کے لیے راستہ ہموار کرنے کی کوشش ہے کیونکہ ہوسکتا ہے وہ بیوی حاملہ ہوکر مسلمانوں کے ہاتھوں گرفتار ہوجائے تو بچہ بھی ماں کی وجہ سے غلام بنے اگرچہ وہ مسلمان ہوگا۔

(۳؎ فتح القدیر فصل فی المحرمات نوریہ رضویہ سکھر ۳/ ۱۳۵)

ردالمحتار میں ہے:

قولہ والاولی ان لایفعل یفید کراھۃ التنزیہ فی غیر الحربیۃ وما بعدہ یفید کراھۃ التحریم فی الحربیۃ ۴؎۔

(۴؎ ردالمحتار، فصل فی المحرمات دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۲۸۹)

اس کے قول کہ بہتر ہے نہ کرے، سے یہ فائدہ ملتا ہے کہ کتابیہ غیر حربیہ سے نکاح مکروہ تنزیہہ ہے جبکہ اس کا مابعد میں حربیہ کے بارے میں مکروہ تحریمہ ہونے کا فائدہ دیتا ہے۔ (فتاوٰی رضویہ، جلد ۱۱، ص ۴۰۰۔ ۴۰۴ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(23) اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَكَ بِهٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ یَّشَآءُ

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک اللہ اسے نہیں بخشتا کہ اس کے ساتھ کفر کیا جائے اور کفر سے نیچے جو کچھ ہے جسے چاہے معاف فرما دیتا ہے۔

(پ 5، النسآء:48)

اس آیت کے تحت مفسرِ شہیر مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ ارشاد فرماتے ہیں کہ معنی یہ ہیں کہ جو کفر پر مرے اس کی بخشش نہیں اس کے لئے ہمیشگی کا عذاب ہے اور جس نے کفر نہ کیا ہو وہ خواہ کتنا ہی گنہگار مرتکب کبائر ہو اور بے توبہ بھی مرجائے تو اُس کے لئے ←

ہیں، جسے چاہے بخش دے(24)۔

عقیدہ (۶): مرتکبِ کبیرہ مسلمان ہے اور جنت میں جائے گا، خواہ اللہ عزوجل اپنے محض فضل سے اس کی مغفرت فرما دے، یا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت کے بعد، یا اپنے کیے کی کچھ سزا پا کر، اُس کے بعد کبھی جنت سے نہ نکلے گا۔(25)

خلود نہیں اس کی مغفرت اللہ کی مشیت میں ہے چاہے معاف فرمائے یا اُس کے گناہوں پر عذاب کرے پھر اپنی رحمت سے جنت میں داخل فرمائے اس آیت میں یہود کو ایمان کی ترغیب ہے، اور اس پر بھی دلالت ہے کہ یہود پر عرفِ شرع میں مُشرک کا اطلاق درست ہے۔

(24) اللہ عزوجل کی مشیت

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

اول وقوع یہ مذہب اہلسنت میں محض مشیت الٰہی پر ہے جسے چاہے ایسی فلاح عطا فرمائے اگر چہ لاکھوں کبائر کا مرتکب ہو اور چاہے تو ایک (عہ) گناہ صغیرہ پر گرفت کرلے اگر چہ لاکھوں حسنات رکھتا ہو۔

عہ: اگر چہ وہ ایسا کرے گا نہیں۔

لقوله تعالٰی ويجزى الذين احسنوا بالحسنى ○ الذين يجتنبون كبائر الاثم والفواحش الا اللمم ان ربك واسع المغفرة ۳؎ وقوله تعالٰی ان تجتنبوا كبائر ماتنهون عنه نكفر عنكم سيأتكم و ندخلكم مدخلا كريما ۴؎ ○ وقوله تعالٰی ان الحسنت يذهبن السيأت ذلك ذكرى للذكرين ۵؎ ۱۲ منہ غفرلہ،

ارشادِ باری تعالیٰ ہے اور نیکی کرنے والوں کو نہایت اچھا صلہ عطا فرمائے وہ جو گناہوں اور بے حیائیوں سے بچتے ہیں مگر اتنا کہ گناہ کے پاس گئے اور رک گئے، بیشک تمھارے رب کی مغفرت وسیع ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اگر بچتے رہو کبیرہ گناہوں سے جن کی تمھیں ممانعت ہے تو تمھارے اور گناہ ہم بخش دیں گے اور تمھیں عزت کی جگہ داخل کریں گے، اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے بے شک نیکیاں برائیوں کی مٹادیتی ہیں یہ نصیحت ہے نصیحت ماننے والوں کو۔

(۳؎ القرآن الکریم ۵۳/ ۳۱و ۳۲)(۴؎ القرآن الکریم ۴/ ۳۱)(۵؎ القرآن الکریم ۱۱/ ۱۱۴)

یہ عدل ہے اور وہ فضل: يغفر لمن يشاء ويعذب من يشاء ۱؎۔ (۱؎ القرآن الکریم ۲/ ۲۸۴)

جسے چاہے بخشے اور جسے چاہے عذاب کرے۔ (فتاوی رضویہ، جلد ۲۹، ص ۳۳۹ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(25) مرتکبِ کبیرہ مسلمان ہے

گذشتہ صفحات میں اللہ عزوجل کا یہ فرمان گزر چکا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ

ترجمہ کنز الایمان: بے شک اللہ اسے نہیں بخشتا کہ اس کے ساتھ کفر کیا جائے اور کفر سے نیچے جو کچھ ہے جسے چاہے معاف فرما دیتا ہے۔

(پ 5، النسآء: 48) ←

مسئلہ: جو کسی کافر کے لیے اُس کے مرنے کے بعد مغفرت کی دعا کرے، یا کسی مردہ مُرتد کو مرحوم یا مغفور، یا کسی مُردہ ہندو کو بیکنٹھ باشی (جنّتی) کہے، وہ خود کافر ہے۔(26)

عقیدہ (۷): مسلمان کو مسلمان، کافر کو کافر جاننا ضروریاتِ دین سے ہے، اگرچہ کسی خاص شخص کی نسبت یہ یقین نہیں کیا جاسکتا کہ اس کا خاتمہ ایمان یا معاذ اللہ کفر پر ہوا، تاوقتیکہ اس کے خاتمہ کا حال دلیلِ شرعی سے ثابت نہ ہو، مگر اس سے یہ نہ ہوگا کہ جس شخص نے قطعاً کفر کیا ہو اس کے کُفر میں شک کیا جائے، کہ قطعی کافر کے کفر میں شک بھی آدمی کو کافر بنا دیتا ہے۔(27) خاتمہ پر بنا روزِ قیامت اور ظاہر پر مدارِ حکمِ شرع ہے، اس کو یوں سمجھو کہ کوئی کافر مثلاً یہودی یا

يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝

ترجمہ کنزالایمان: اے میرے وہ بندو جنھوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی اللہ کی رحمت سے نا امید نہ ہو بے شک اللہ سب گناہ بخش دیتا ہے بے شک وہی بخشنے والا مہربان ہے۔(پ24، الزمر:53)

اہلِ سنت و جماعت کا عقیدہ

ان دونوں آیتوں سے معلوم ہوا کہ اہلسنت وجماعت کا یہ عقیدہ بالکل حق ہے کہ فاسق مؤمن کی میت مشیت کے تابع ہے، اگر اللہ عزوجل چاہے تو اسے اپنی مشیت کے مطابق عذاب دے گا اور پھر بالآخر اسے معاف فرما کر جہنم سے نکال دے گا، اس وقت وہ جہنم میں جلنے کی وجہ سے سیاہ ہو چکا ہوگا، پھر وہ بندہ نہرِ حیات میں غوطہ لگائے گا تو اسے ایک عظیم حسن وجمال اور تازگی حاصل ہوگی پھر اللہ عزوجل اسے جنت میں داخل فرمائے گا اور اس نے اس بندے کے سابقہ ایمان اور اس کے اعمال صالحہ کے مطابق اس کے لئے جو انعامات تیار کئے ہوں گے وہ اسے عطا فرمائے گا جیسا کہ یہ بات بخاری وغیرہ کی صحیح احادیث سے ثابت ہے اور اگر اللہ عزوجل چاہے تو اس بندے کو ابتداء ہی معاف فرما کر اس پر نرمی فرمائے اور اس کے مخالفین کو اس سے راضی فرما دے اور پھر نجات پانے والوں کے ساتھ اسے بھی جنت میں داخل فرما دے۔

خوارج کا عقیدہ

خوارج کا یہ عقیدہ ہے: گناہ کبیرہ کا مرتکب کافر ہے۔

معتزلہ کا عقیدہ

معتزلہ کا عقیدہ یہ ہے: مرتکب کبیرہ حتمی طور پر ہمیشہ کے لئے جہنم میں رہے گا اور اسے معاف کرنا جائز نہیں جیسا کہ مطیع کو عذاب دینا جائز نہیں۔

(26) فی الحلیۃ نقلا عن القرافی واقرہ الدعاء بالمغفرۃ للکافر کفر لطلبہ تکذیب اللہ تعالٰی فیما اخبر بہ ۳؎

(۳؎ حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی)

حلیہ میں قرافی سے نقل کیا اور اسے برقرار رکھا کہ: کافر کے لئے دُعائے مغفرت کفر ہے کیونکہ یہ خبر الٰہی کی تکذیب کا طالب ہے۔

(27) کفر میں شک

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں: ←

نصرانی یا بُت پرست مر گیا تو یقین کے ساتھ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ کفر پر مرا، مگر ہم کو اللہ و رسول (عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کا حکم یہی ہے کہ اُسے کافر ہی جانیں، اس کی زندگی میں اور موت کے بعد تمام وہی معاملات اس کے ساتھ کریں جو کافروں کے لیے ہیں، مثلاً میل جول، شادی بیاہ، نمازِ جنازہ، کفن دفن، جب اس نے کفر کیا تو فرض ہے کہ ہم اسے کافر ہی جانیں اور خاتمہ کا حال علمِ الٰہی پر چھوڑیں، جس طرح جو ظاہراً مسلمان ہو اور اُس سے کوئی قول وفعل خلافِ ایمان نہ ہو، فرض ہے کہ ہم اسے مسلمان ہی مانیں، اگرچہ ہمیں اس کے خاتمہ کا بھی حال معلوم نہیں۔

اِس زمانہ میں بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ میاں...! جتنی دیر اسے کافر کہو گے، اُتنی دیر اللہ اللہ کرو کہ یہ ثواب کی بات ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ہم کب کہتے ہیں کہ کافر کافر کا وظیفہ کرلو...؟! مقصود یہ ہے کہ اُسے کافر جانو اور پوچھا جائے تو قطعاً کافر کہو، نہ یہ کہ اپنی صُلحِ کل (سب سے دوستی) سے اس کے کُفر پر پردہ ڈالو۔

تنبیہ ضروری: حدیث میں ہے:

جو کسی منکرِ ضروریاتِ دین کو کافر نہ کہے آپ کافر ہے۔ امام علامہ قاضی عیاض قدس سرہ شفا شریف میں فرماتے ہیں:

الاجماع علی کفر من لم یکفر احدا من النصاری والیھود و کل من فارق دین المسلمین او وقف فی تکفیرھم او شك. قال القاضی ابو بکر لان التوقیف والاجماع اتفقا علی کفرھم فمن وقف فی ذلك فقد کذب النص والتوقیف اوشك فیه. والتکذیب والشك فیه لایقع الامن کافر .اھ

یعنی اجماع ہے اس کے کفر پر جو یہود و نصاریٰ یا مسلمانوں کے دین سے جدا ہونیوالے کافر نہ کہے یا اس کے کافر کہنے میں توقف کرے یا شک لائے، امام قاضی ابو بکر باقلانی نے اس کی وجہ یہ فرمائی کہ نصوص شرعیہ و اجماع امت ان لوگوں کے کفر پر متفق ہیں تو جو ان کے کفر میں توقف کرتا ہے وہ نص وسریعت کی تکذیب کرتا ہے یا اس میں شک رکھتا ہے اور یا امر کافر ہی سے صادر ہوتا ہے۔

(۱۔الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ فصل فی تحقیق القول فی اکفار المتاولین المطبعۃ الشرکۃ الصحافیہ ۲ /۲۹۷)

اسی میں ہے:

یکفر من لم یکفر من دان بغیر ملۃ الاسلام اووقف فیھم اوشك اوصحح مذھبھم وان اظھر الاسلام واعتقد ابطال کل مذھب سواہ فھو کافر باظھار ما اظھر من خلاف ذلك ۲ اھ ملخصا۔

(۲۔الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ، فصل جی بیان ماھو من المقالات کفر المطبعۃ الشرکۃ الصحافیہ ۲ /۲۷۱)

یعنی کافر ہے جو کافر نہ کہے ان لوگوں کو کہ غیر ملت اسلام کا اعتقاد رکھتے ہیں یا ان کے کفر میں شک لائے یا ان کے مذہب کو ٹھیک بتائے اگرچہ اپنے آپ کو مسلمان کہتا اور مذہب اسلام کی حقانیت اور اس کے سوا سب مذہبوں کے بطلان کا اعتقاد ظاہر کرتا ہو کہ اس نے بعض منکر ضروریاتِ دین کو جب کہ کافر نہ جانا تو اپنے اس اظہار کے خلاف اظہار کر چکا اھ ملخصا۔

(فتاوی رضویہ، جلد ۱۵، ص ۴۴۴۔۴۴۵ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

((سَتَفْتَرِقُ أُمَّتِي ثَلٰثًا وَسَبْعِيْنَ فِرْقَةً كُلُّهُمْ فِي النَّارِ إِلَّا وَاحِدَةً.))

یہ امت تہتر فرقے ہو جائے گی، ایک فرقہ جنتی ہوگا باقی سب جہنمی۔

صحابہ نے عرض کی:

مَنْ هُمْ يَا رَسُوْلَ اللهِ؟

وہ ناجی (نجات پانے والا) فرقہ کون ہے یارسول اللہ؟

فرمایا:

((مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِي.)) (28)

وہ جس پر میں اور میرے صحابہ ہیں، یعنی سنت کے پیرو۔

دوسری روایت میں ہے، فرمایا:

(هُمُ الْجَمَاعَةُ.)

وہ جماعت ہے۔

یعنی مسلمانوں کا بڑا گروہ ہے جسے سوادِ اعظم فرمایا اور فرمایا: جو اس سے الگ ہوا، جہنم میں الگ ہوا۔ (29) اسی وجہ سے اس ناجی (نجات یافتہ) فرقہ کا نام اھلِ سنت و جماعت ہوا۔ (30) اُن گمراہ فرقوں میں بہت سے پیدا ہو کر ختم ہو گئے، بعض ہندوستان میں نہیں، ان فرقوں کے ذکر کی ہمیں کیا حاجت؟!، کہ نہ وہ ہیں، نہ اُن کا فتنہ، پھر ان کے تذکرہ سے کیا مطلب جو اِس ہندوستان میں ہیں؟! مختصراً ان کے عقائد کا ذکر کیا جاتا ہے، کہ ہمارے عوام بھائی ان کے فریب میں نہ آئیں، کہ حدیث میں اِرشاد فرمایا:

((إِيَّاكُمْ وَإِيَّاهُمْ لَا يُضِلُّوْنَكُمْ وَلَا يَفْتِنُوْنَكُمْ.)) (31)

اپنے کو اُن سے دُور رکھو اور اُنھیں اپنے سے دور کرو، کہیں وہ تمھیں گمراہ نہ کر دیں، کہیں وہ تمھیں فتنہ میں نہ ڈال دیں۔

---

(28) سنن الترمذي، كتاب الايمان، باب ماجاء في افتراق هذه الأمة، الحديث: ۲۶۵۰، ج ۴، ص ۲۹۲.

وسنن ابن ماجه، كتاب الفتن، باب افتراق الأمم، الحديث: ۳۹۹۳، ج ۴، ص ۳۵۳.

(29) سنن الترمذي، كتاب الفتن، باب ماجاء في لزوم الجماعة، الحديث: ۲۱۷۳، ج ۴، ص ۶۸

مشكاة المصابيح، كتاب الايمان، باب الاعتصام بالكتاب والسنة، الفصل الثاني، الحديث: ۱۷۴، ج ۱، ص ۵۵.

(30) مشكوة المصابيح، كتاب الايمان، باب الاعتصام بالكتاب والسنة، الفصل الثاني ص ۳۰، قدیمی کتب خانہ کراچی

(31) (صحیح مسلم باب النھی عن الروایۃ عن الضعفاء الخ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/۱۰)

(ا) قادیانی: کہ مرزا غلام احمد قادیانی کے پیرو ہیں (32)، اس شخص نے اپنی نبوت کا دعویٰ کیا اور انبیائے کرام

(32) مرزا غلام احمد قادیانی

مرزا غلام قادیانی ۱۸۳۹ یا ۱۸۴۰ء کو پیدا ہوا ابتدائی تعلیم مولوی گل علی شاہ سے حاصل کی کچھ عرصے اپنے والد کے ساتھ انگریزی کچہریوں کے چکر بھی لگائے آبائی پیشہ زمینداری تھا آباؤ اجداد سکھوں اور انگریزوں کے وفادار ملازم رہتے آئے تھے والد کا نام غلام مرتضیٰ تھا مرزا غلام قادیانی انگریزی اور عربی میں ابجد خواں تھا اس نے قانون کا امتحان دیا مگر فیل ہونے پر تعلیم سے دل اچاٹ ہوگیا کمزوری دل و دماغ کا مرض پوری عمر جولانی سے رہا تشنج قلب، اسہال، دردسر، مالیخولیا، شوگر وغیرہ امراض موصوف کی زندگی کے ساتھی تھے ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو لاہور میں موصوف کا شدت اسہال یا ہیضہ سے انتقال ہوا۔ بعد وفات انکے منہ سے پاخانہ نکلتے دیکھا گیا جو حاضرین کی عبرت کا باعث ہوا۔ مرزا غلام احمد قادیانی کے خلفاء اس صورت حال کی تردید کرتے رہے والعلم عند اللہ عزوجل۔

۱۸۸۶ء میں مرزا نے اپنی نبوت کی بنیاد رکھنا شروع کی جو کہ کھل مول الہام اور کشف وغیرہ پر مبنی تھی جو کہ براہین احمدیہ میں موجود ہے یاد رہے براہین احمدیہ اور تحذیر الناس (مدرسہ دیوبند) بیک وقت لکھی گئیں نیز علی گڑھ کالج کا اجراء، مدرسہ دیوبند کی تاسیس اور براہین احمدیہ کی تصنیف کا زمانہ بھی ایک ہی ہے گویا انگریزوں نے بیک وقت چار فتنے دیوبند، قادیان، نئی گڑھ و دہلی سے کھڑے کردیئے مگر مرزا غلام قادیانی سب پر بازی لے گیا کہ نبوت کا دعویٰ کر کے دجالوں میں اپنا نام لکھوایا اپنی دنیا سنبھالنے کی خاطر کروڑوں مسلمانوں کی عاقبت برباد کی چنانچہ ۱۸۸۶ء کے کشف والہام کے دعاوی کے بعد ایک نیا مکسچر ظلی و بروزی نبی کے نام سے تیار کیا چنانچہ ۱۸۹۰ میں یہ کہنا شروع کیا کہ مسیح موعود اور ابن مریم، میں خود ہوں چنانچہ خود لکھتا ہے مریم کی طرح عیسیٰ کی روح مجھ میں نفخ کی گئی اور استعارہ کے رنگ میں مجھے حاملہ ٹھہرایا گیا اور آخر کئی مہینے بعد جو دس مہینے سے زیادہ نہیں بذریعہ اس الہام کے مجھے مریم سے عیسیٰ بنایا گیا پس اس طور سے میں ابن مریم ٹھہرا (کشتی نوح ص ۴۷) اور مسیح موعود کے متعلق لکھتا ہے: میرا دعویٰ یہ ہے کہ میں وہ مسیح موعود ہوں جس کے بارے میں خدائے تعالیٰ کی تمام پاک کتابوں میں پیشن گوئیاں ہیں کہ وہ آخری زمانے میں ظاہر ہوگا (تحفہ گولڑویہ ص ۱۹۵)۔

موصوف نے اپنی ظلی و بروزی کی منطق کا ہیر پھیر لفظوں کی چکر بازی میں یوں بھی دکھایا ہے کہ اس نکتہ کو یاد رکھو کہ میں رسول اور نبی نہیں ہوں یعنی باعتبار نئی شریعت اور نئے دعوے اور نئے نام کے، اور میں رسول اور نبی ہوں یعنی باعتبار ظلیت کاملہ کے۔ میں وہ آئینہ ہوں جس میں محمدی شکل اور محمدی نبوت کا کامل انعکاس ہے اور میں کوئی علیحدہ شخص نبوت کا دعویٰ کرنے والا ہوتا تو خدا تعالیٰ میرا نام محمد، احمد، مصطفیٰ اور مجتبیٰ نہ رکھتا (نزول المسیح ص ۲) یہ تو ظل ہونے کے بارے میں ہے۔ بروزی کا فارمولا بھی ملاحظہ فرمایئے لکھتا ہے: مجھے بروزی صورت میں نبی و رسول بنایا ہے اور اسی بناء پر خدا نے بار بار میرا نام نبی اللہ اور رسول اللہ رکھا مگر بروزی صورت میں میرا نفس درمیان میں نہیں بلکہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ہے اسی لحاظ سے میرا نام محمد اور حامد ہوا پس نبوت و رسالت کسی دوسرے کے پاس نہیں گئی محمد کی چیز محمد کے پاس ہی رہی (نعوذ باللہ) (ایک غلطی کا ازالہ)۔

اس کے بعد مرزا قادیانی نے اور ترقی کی یہاں تک کہ ۱۹۰۱ء میں حقیقی نبوت کا دعویٰ کردیا چنانچہ لکھتا ہے: ہلاک ہوگئے وہ جنہوں نے ایک برگزیدہ رسول (یعنی مرزا غلام) کو قبول نہ کیا۔ مبارک وہ، جس نے مجھ کو پہچانا۔ میں خدا کی سب راہوں میں سے آخری راہ ہوں ←

علیہم السلام کی شان میں نہایت بیبا کی کے ساتھ گستاخیاں کیں، خصوصاً حضرت عیسیٰ روح اللہ وکلمۃ اللہ علیہ الصلاۃ والسلام اور ان کی والدہ ماجدہ طیبہ طاہرہ صدیقہ مریم کی شانِ جلیل میں تو وہ بیہودہ کلمات استعمال کیے، جن کے ذکر سے مسلمانوں کے دل ہل جاتے ہیں، مگر ضرورتِ زمانہ مجبور کر رہی ہے کہ لوگوں کے سامنے اُن میں کے چند بطور نمونہ ذکر کیے جائیں، خود مدعیٔ نبوت بننا کافر ہونے اور ابدالآباد جہنم میں رہنے کے لیے کافی تھا، کہ قرآنِ مجید کا انکار اور حضور خاتم النبیین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خاتم النبیین نہ ماننا ہے، مگر اُس نے اتنی ہی بات پر اکتفانہ کیا بلکہ انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کی تکذیب وتوہین کا وبال بھی اپنے سر لیا اور یہ صدہا کفر کا مجموعہ ہے، کہ ہر نبی کی تکذیب مستقلاً کفر ہے، اگرچہ باقی انبیا

اور اس کے نوروں میں سے آخری نور ہوں بدقسمت ہے وہ جو مجھے چھوڑتا ہے کیونکہ میرے بغیر سب تاریکی ہے۔ (کشتی نوح ص ۵۶)

یہ شخص انبیاء کرام کا نہایت گستاخ تھا چنانچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں لکھتا ہے: عیسائیوں نے بہت سے آپ کے معجزات لکھے ہیں مگر حق بات یہ ہے کہ آپ سے کوئی معجزہ ظاہر نہ ہوا اور اس دن سے کہ آپ نے معجزہ مانگنے والوں کو گندی گالیاں دیں اور ان کو حرام کار اور حرام کی اولاد ٹھہرایا اسی روز سے شریفوں نے آپ سے کنارہ کیا۔

(ازالہ اوہام ص ۳۰۳ ملخص از برطانوی مظالم کی کہانی مؤلفہ عبدالحکیم اختر شاہ جہاں پوری علیہ الرحمۃ ص ۶۴۳ تا ۶۵۶)

سیدی اعلیحضرت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: قادیانی سے بدزبان کو دیکھو سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی کیسی توہین کرتا ہے یہاں تک انہیں اور انکی ماں صدیقہ بتول کو فحش گالیاں دیتا ہے یہاں تک ۴۰۰ انبیاء کو صاف جھوٹا لکھا حتی کہ درباره حبیب خود شان اقدس حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم پر ناپاک حملہ کیا۔ (ملفوظات ص ۲۰۸ مطبوعہ مشتاق بک کارنر لاہور)

دعویٰ نبوت کے بعد مرزا کی رگ شیطانی مزید پھڑ کی تو اس نے خدائی دعویٰ کر ڈالا چنانچہ لکھتا ہے میں نے نیند میں اپنے آپ کو ہو بہو اللہ دیکھا اور میں نے یقین کر لیا کہ میں وہ (اللہ) ہوں پھر میں نے آسمان وزمین بنائے اور کہا ہم نے آسمان کو ستاروں کے ساتھ سجایا ہے۔

(کمالات اسلام ص ۵۶۴، ۵۶۵ بحوالہ برطانوی مظالم کی کہانی ص ۶۵۸)

دیگر جھوٹے نبوت کے دعویداروں کی طرح مرزا غلام قادیانی نے بھی کچھ پیشن گوئیاں کی تھیں مگر ان کا انجام مسیلمہ کذاب کی طرح ہوا۔

۱۔ اپنے لیے ایک لڑکے کی پیشن گوئی کی تھی جس کی نسبت کہا تھا کہ انبیاء کا چاند ہوگا اور بادشاہ اس کے کپڑوں سے برکت لیں گے مگر نشان الٰہی کہ چوں دم برداشتم مادہ برآمد بیٹی پیدا ہوئی اس پر کہا کہ وحی سمجھنے میں غلطی ہوئی اب کی جو ہوگا وہ لڑکا انبیاء کا چاند ہوگا، بیٹی بیٹے ہمیشہ پیدا ہوتے ہیں اب کی ہوا بیٹا مگر چند روز جی کر مر گیا بادشاہ کیا کسی محتاج نے بھی اس کے کپڑوں سے برکت نہ لی۔

۲۔ ایک اور پیشن گوئی آسمانی بیوی کی تھی اپنی چچازاد بہن احمدی کو لکھ بھیجا کہ اپنی بیٹی محمدی بیگم میرے نکاح میں دے دے اس نے صاف انکار کیا اس پر طمع دلائی پھر دھمکیاں دیں پھر کہا کہ وحی آگئی کہ زوجنٰکھا ہم نے تیرا نکاح اس سے کر دیا اور یہ کہ اس کا نکاح اگر تو دوسری جگہ کرے گی تو ڈھائی یا تین برس کے اندر اس کا شوہر مر جائے گا مگر اس خدا کی بندی نے ایک نہ سنی، سلطان محمد خان سے نکاح کر دیا وہ آسمانی نکاح دھرا ہی رہا نہ وہ شوہر مرا کتنے بچے اس سے ہو چکے اور یہ چل دیئے۔

(ملخص از فتاوی رضویہ جلد ۶ ص ۱۳۱ مطبوعہ آرام باغ کراچی)

و دیگر ضروریات کا قائل بنتا ہو، بلکہ کسی ایک نبی کی تکذیب سب کی تکذیب ہے،

چنانچہ آیہ:

(كَذَّبَتْ قَوْمُ نُوحِ ۨالْمُرْسَلِيْنَ ۝) (33)

وغیرہ اس کی شاہد ہیں اور اُس نے تو صدہا کی تکذیب کی اور اپنے کو نبی سے بہتر بتایا۔ ایسے شخص اور اس کے متبعین کے کافر ہونے میں مسلمانوں کو ہرگز شک نہیں ہوسکتا، بلکہ ایسے کی تکفیر میں اس کے اقوال پر مطلع ہوکر جو شک کرے خود کافر۔

اب اُس کے اقوال سُنیے (34):

اِزالہ اَوہام صفحہ ۵۳۳: (خدا تعالیٰ نے براہین احمدیہ میں اس عاجز کا نام اُمّتی بھی رکھا اور نبی بھی)۔

انجام آتھم صفحہ ۵۲ میں ہے: (اے احمد! تیرا نام پورا ہو جائے گا قبل اس کے جو میرا نام پورا ہو)۔

صفحہ ۵۵ میں ہے: (تجھے خوشخبری ہو اے احمد! تو میری مراد ہے اور میرے ساتھ ہے)۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں جو آیتیں تھیں انہیں اپنے اوپر جما لیا۔

انجام صفحہ ۷۸ میں کہتا ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝ (35)

تجھ کو تمام جہان کی رحمت کے واسطے روانہ کیا۔

نیز یہ آیہ کریمہ (وَ مُبَشِّرًۢا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِي اسْمُهٗۤ اَحْمَدُ)(36)

سے اپنی ذات مراد لیتا ہے۔

دافع البلاء صفحہ ۶ میں ہے: مجھ کو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

(أَنْتَ مِنِّيْ بِمَنْزِلَةِ أَوْلَادِيْ أَنْتَ مِنِّيْ وَأَنَا مِنْكَ)۔

---

(33) ترجمۂ کنزالایمان: نوح کی قوم نے پیغمبروں کو جھٹلایا۔ (پ 5، النسآء: 48)

اس آیت کے تحت مفسرِ شہیر مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ ارشاد فرماتے ہیں کہ یعنی نوح علیہ السلام کی تکذیب تمام پیغمبروں کی تکذیب ہے کیونکہ دین تمام رسولوں کا ایک ہے اور ہر ایک نبی لوگوں کو تمام انبیاء پر ایمان لانے کی دعوت دیتے ہیں۔

(34) مرزا غلام قادیانی شیطان کی تقریباً ۸۰ اَسّی سے زائد کتابیں ہیں، جن میں سے بعض کے نام یہ ہیں: انجامِ آتھم، ضمیمہ انجامِ آتھم، کشتیٔ نوح، اِزالہ اَوہام، دافع البلاء و معیار اھل الاصطفاء، اربعین اور براہین احمدیہ وغیرہا۔

(35) پ ۱۷، الانبیآء: ۱۰۷۔

(36) پ ۲۸، الصف: ۶

(یعنی اے غلام احمد! تو میری اولاد کی جگہ ہے تو مجھ سے اور میں تجھ سے ہوں)۔

ازالہ اَوہام صفحہ ۶۸۸ میں ہے:

(حضرت رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اِلہام ووحی غلط نکلی تھیں)۔

صفحہ ۸ میں ہے:

(حضرت مُوسیٰ کی پیش گوئیاں بھی اُس صورت پر ظہور پذیر نہیں ہوئیں، جس صورت پر حضرت مُوسیٰ نے اپنے دل میں اُمید باندھی تھی، غایت مافی الباب (اس باب میں آخری بات) یہ ہے کہ حضرت مسیح کی پیش گوئیاں زیادہ غلط نکلیں)۔

اِزالہ اَوہام صفحہ ۷۵۰ میں ہے:

(سورہ بقرہ میں جو ایک قتل کا ذکر ہے کہ گائے کی بوٹیاں نعش پر مارنے سے وہ مقتول زندہ ہوگیا تھا اور اپنے قاتل کا پتادے دیا تھا، یہ محض موسیٰ علیہ السلام کی دھمکی تھی اور علمِ مسمر یزم تھا)۔

اُسی کے صفحہ ۷۵۳ میں لکھتا ہے:

(حضرت اِبراہیم علیہ السلام کا چار پرندے کے معجزے کا ذکر جو قرآن شریف میں ہے، وہ بھی اُن کا مسمر یزم کا عمل تھا)۔

صفحہ ۶۲۹ میں ہے:

(ایک باشاہ کے وقت میں چار سو نبی نے اُس کی فتح کے بارے میں پیشگوئی کی اور وہ جھوٹے نکلے، اور بادشاہ کو شکست ہوئی، بلکہ وہ اسی میدان میں مرگیا)۔

اُسی کے صفحہ ۲۸، ۲۶ میں لکھتا ہے:

(قرآن شریف میں گندی گالیاں بھری ہیں اور قرآنِ عظیم سخت زبانی کے طریق کو استعمال کر رہا ہے)۔

اور اپنی براہینِ احمدیہ کی نسبت اِزالہ صفحہ ۵۳۳ میں لکھتا ہے:

(براہینِ احمدیہ خدا کا کلام ہے)۔

اَربعین نمبر ۲ صفحہ ۱۳ پر لکھا:

(کامل مہدی نہ موسیٰ تھا نہ عیسیٰ)۔ اِن اُولوالعزم مرسلین کا ہادی ہونا در کنار، پورے راہ یافتہ بھی نہ مانا۔

اب خاص حضرت عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کی شان میں جو گستاخیاں کیں، اُن میں سے چند یہ ہیں۔

معیار صفحہ ۱۳:

(اے عیسائی مشنریو! اب ربنا المسیح مت کہو اور دیکھو کہ آج تم میں ایک ہے، جو اُس مسیح سے بڑھ کر ہے)۔

صفحہ ۱۳ و ۱۴ میں ہے:

(خدانے اِس امت میں سے مسیح موعود بھیجا، جو اُس پہلے مسیح سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھ کر ہے اور اس نے اس دوسرے مسیح کا نام غلام احمد رکھا، تا یہ اِشارہ ہو کہ عیسائیوں کا مسیح کیسا خدا ہے جو احمد کے ادنیٰ غلام سے بھی مقابلہ نہیں کرسکتا یعنی وہ کیسا مسیح ہے، جو اپنے قرب اور شفاعت کے مرتبہ میں احمد کے غلام سے بھی کمتر ہے)۔

کشتی صفحہ ۱۳ میں ہے:

(مثیلِ موسیٰ، موسیٰ سے بڑھ کر اور مثیلِ ابنِ مریم، ابنِ مریم سے بڑھ کر)۔

نیز صفحہ ۱۶ میں ہے:

(خدانے مجھے خبر دی ہے کہ مسیحِ محمدی، مسیحِ موسوی سے افضل ہے)۔

دافع البلاء صفحہ ۲۰:

(اب خدا بتلاتا ہے کہ دیکھو! میں اس کا ثانی پیدا کروں گا جو اُس سے بھی بہتر ہے، جو غلام احمد ہے یعنی احمد کا غلام۔

ابنِ مریم کے ذکر کو چھوڑو — اُس سے بہتر غلام احمد ہے

یہ باتیں شاعرانہ نہیں بلکہ واقعی ہیں اور اگر تجربہ کی رو سے خدا کی تائید مسیح ابن مریم سے بڑھ کر میرے ساتھ نہ ہو تو میں جھوٹا ہوں)۔

دافع البلاء ص ۱۵:

(خدا تو، بہ پابندی اپنے وعدوں کے ہر چیز پر قادر ہے، لیکن ایسے شخص کو دوبارہ کسی طرح دنیا میں نہیں لاسکتا، جس کے پہلے فتنہ نے ہی دنیا کو تباہ کر دیا ہے)۔

انجام آتھم ص ۴۱ میں لکھتا ہے:

(مریم کا بیٹا کُشلیا کے بیٹے سے کچھ زیادت نہیں رکھتا)۔

کشتی ص ۵۶ میں ہے:

(مجھے قسم ہے اُس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، کہ اگر مسیح ابنِ مریم میرے زمانہ میں ہوتا تو وہ کلام جو میں کرسکتا ہوں، وہ ہرگز نہ کرسکتا اور وہ نشان جو مجھ سے ظاہر ہو رہے ہیں، وہ ہرگز دِکھلا نہ سکتا)۔

اعجاز احمدی ص ۱۳:

(یہود تو حضرت عیسیٰ کے معاملہ میں اور ان کی پیشگوئیوں کے بارے میں ایسے قوی اعتراض رکھتے ہیں کہ ہم بھی

جواب میں حیران ہیں، بغیر اس کے کہ یہ کہہ دیں کہ ضرور عیسٰی نبی ہے، کیونکہ قرآن نے اُس کو نبی قرار دیا ہے اور کوئی دلیل اُن کی نبوت پر قائم نہیں ہوسکتی، بلکہ ابطالِ نبوت پر کئی دلائل قائم ہیں)۔

اس کلام میں یہودیوں کے اعتراض، صحیح ہونا بتایا اور قرآن عظیم پر بھی ساتھ لگے یہ اعتراض جما دیا کہ قرآن ایسی بات کی تعلیم دے رہا ہے جس کے بُطلان پر دلیلیں قائم ہیں۔

ص ۱۴ میں ہے:

(عیسائی تو اُن کی خدائی کو روتے ہیں، مگر یہاں نبوت بھی اُن کی ثابت نہیں)۔

اُسی کتاب کے ص ۲۴ پر لکھا:

(کبھی آپ کو شیطانی اِلہام بھی ہوتے تھے)۔

مسلمانو! تمھیں معلوم ہے کہ شیطانی اِلہام کس کو ہوتا ہے؟ قرآن فرماتا ہے:

(تَنَزَّلُ عَلٰی كُلِّ اَفَّاكٍ اَثِیْمٍ ۝) (37)

بڑے بہتان والے سخت گنہگار پر شیطان اُترتے ہیں۔

اُسی صفحہ میں لکھا: (اُن کی اکثر پیش گوئیاں غلطی سے پُر ہیں)۔

صفحہ ۱۳ میں ہے:

(افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ اُن کی پیش گوئیوں پر یہود کے سخت اعتراض ہیں، جو ہم کسی طرح اُن کو دفع نہیں کر سکتے)۔

صفحہ ۱۴: (ہائے! کس کے آگے یہ ماتم لے جائیں، کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کی تین پیش گوئیاں صاف طور پر جھوٹی نکلیں)۔

اس سے ان کی نبوت کا انکار ہے، چنانچہ اپنی کتاب کشتی نوح ص ۵ میں لکھتا ہے:

(ممکن نہیں کہ نبیوں کی پیش گوئیاں ٹل جائیں)۔

اور دافع الوساوس ص ۳ وضمیمہ انجام آتھم ص ۲۷ پر اس کو سب رُسوائیوں سے بڑھ کر رسوائی اور ذلت کہتا ہے۔

دافع البلاء ٹائٹل پیج صفحہ ۳ پر لکھتا ہے:

(ہم مسیح کو بیشک ایک راست باز آدمی جانتے ہیں کہ اپنے زمانہ کے اکثر لوگوں سے البتہ اچھا تھا واللہ تعالٰی اعلم، مگر وہ حقیقی منجی نہ تھا، حقیقی منجی وہ ہے جو حجاز میں پیدا ہوا تھا اور اب بھی آیا، مگر بُروز کے طور پر خاکسار غلام احمد از قادیان)۔

---

(37) پ ۱۹، الشعرآء: ۲۲۲

آگے چل کر راست بازی کا بھی فیصلہ کر دیا، کہتا ہے:

(یہ ہمارا بیان نیک ظنی کے طور پر ہے، ورنہ ممکن ہے کہ عیسیٰ کے وقت میں بعض راست باز اپنی راست بازی میں عیسیٰ سے بھی اعلیٰ ہوں)۔

اسی کے صفحہ ۴ میں لکھا:

(مسیح کی راست بازی اپنے زمانہ میں دوسرے راست بازوں سے بڑھ کر ثابت نہیں ہوتی، بلکہ یحییٰ کو اُس پر ایک فضیلت ہے، کیونکہ وہ (یحییٰ) شراب نہ پیتا تھا اور کبھی نہ سنا کہ کسی فاحشہ عورت نے اپنی کمائی کے مال سے اُس کے سر پر عطر ملا تھا، یا ہاتھوں اور اپنے سر کے بالوں سے اُس کے بدن کو چھوا تھا، یا کوئی بے تعلق جوان عورت اُس کی خدمت کرتی تھی، اسی وجہ سے خدا نے قرآن میں یحییٰ کا نام حصور رکھا، مگر مسیح کا نہ رکھا، کیونکہ ایسے قصے اس نام کے رکھنے سے مانع تھے)۔

ضمیمہ انجام آتھم ص ۷ میں لکھا:

(آپ کا کنجریوں سے مَیلان اور صحبت بھی شاید اسی وجہ سے ہو کہ جدّی مناسبت درمیان ہے، ورنہ کوئی پرہیز گار انسان ایک جوان کنجری کو یہ موقع نہیں دے سکتا کہ وہ اُس کے سر پر اپنے ناپاک ہاتھ لگا دے اور زنا کاری کی کمائی کا پلید عطر اس کے سر پر ملے اور اپنے بالوں کو اُس کے پیروں پر ملے، سمجھنے والے سمجھ لیں کہ ایسا انسان کس چلن کا آدمی ہو سکتا ہے)۔

نیز اس رسالہ میں اُس مقدس و برگزیدہ رسول پر اور نہایت سخت سخت حملے کیے، مثلاً شریر، مکار، بد عقل، فحش گو، بدزبان، جھوٹا، چور، خللِ دماغ والا، بدقسمت، نِرا فریبی، پیرو شیطان ، حد یہ کہ صفحہ ۷ پر لکھا: (آپ کا خاندان بھی نہایت پاک و مطہر ہے، تین دادیاں اور نانیاں آپ کی زنا کار اور کسبی عورتیں تھیں، جن کے خون سے آپ کا وجود ہوا)۔

ہر شخص جانتا ہے کہ دادی باپ کی ماں کو کہتے ہیں تو اس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لیے باپ کا ہونا بیان کیا، جو قرآن کے خلاف ہے اور دوسری جگہ یعنی کشتی نوح صفحہ ۱۶ میں تصریح کر دی:

(یسوع مسیح کے چار بھائی اور دو بہنیں تھیں، یہ سب یسوع کے حقیقی بھائی اور حقیقی بہنیں تھیں، یعنی یوسف اور مریم کی اولاد تھے)۔

حضرت مسیح علیہ الصلاۃ والسلام کے معجزات سے ایک دم صاف انکار کر بیٹھا۔

انجامِ آتھم صفحہ ۶ میں لکھتا ہے: (حق بات یہ ہے کہ آپ سے کوئی معجزہ نہ ہوا)۔

صفحہ ۷ پر لکھا: (اُس زمانہ میں ایک تالاب سے بڑے بڑے نشان ظاہر ہوتے تھے، آپ سے کوئی معجزہ ہوا بھی تو

وہ آپ کا نہیں، اُس تالاب کا ہے، آپ کے ہاتھ میں سوا مکر و فریب کے کچھ نہ تھا)۔

ازالہ کے صفحہ ۴ میں ہے:

(ماسوائے اِس کے اگر مسیح کے اصلی کاموں کو اُن حواشی سے الگ کر کے دیکھا جائے جو محض افتراء یا غلط فہمی سے گڑھے ہیں تو کوئی اعجوبہ نظر نہیں آتا، بلکہ مسیح کے معجزات پر جس قدر اعتراض ہیں میں نہیں سمجھ سکتا کہ کسی اور نبی کے خوارق پر ایسے شبہات ہوں، کیا تالاب کا قصہ مسیحی معجزات کی رونق نہیں دُور کرتا)۔

کہیں اُن کے معجزہ کو کَل (چابی) کا کھلونا بتاتا ہے(38)، کہیں مسمریزم بتا کر کہتا ہے:

(اگر یہ عاجز اِس عمل کو مکروہ اور قابلِ نفرت نہ سمجھتا تو اِن اعجوبہ نمائیوں میں ابنِ مریم سے کم نہ رہتا)۔(39)

اور مسمریزم کا خاصہ یہ بتایا:

(کہ جو اپنے تئیں اس مشغولی میں ڈالے، وہ رُوحانی تاثیروں میں جو روحانی بیماریوں کو دور کرتی ہیں، بہت ضعیف اور نکما ہو جاتا ہے، یہی وجہ ہے کہ گو مسیح جسمانی بیماریوں کو اس عمل کے ذریعہ سے اچھا کرتے رہے، مگر ہدایت و توحید اور دینی استقامتوں کے دِلوں میں قائم کرنے میں اُن کا نمبر ایسا کم رہا کہ قریب قریب ناکام رہے)۔(40)

غرض اِس دجّال قادیانی کے مُزخرفات (بیہودہ باتیں) کہاں تک گنائے جائیں، اِس کے لیے دفتر چاہیے، مسلمان اِن چند خرافات سے اُس کے حالات بخوبی سمجھ سکتے ہیں، کہ اُس نبی اُولوالعزم کے فضائل جو قرآن میں مذکور ہیں، اُن پر یہ کیسے گندے حملے کر رہا ہے...! تعجب ہے اُن سادہ لوحوں پر کہ ایسے دجّال کے متبع ہو رہے ہیں، یا کم از کم مسلمان جانتے ہیں...! اور سب سے زیادہ تعجب اُن پڑھے لکھے کٹ بگڑوں سے کہ جان بوجھ کر اس کے ساتھ جہنم کے گڑھوں میں گر رہے ہیں...! کیا ایسے شخص کے کافر، مرتد، بے دین ہونے میں کسی مسلمان کو شک ہو سکتا ہے۔ حَاشَ لِلّٰہ!

مَنْ شَكَّ فِيْ عَذَابِهٖ وَ كُفْرِهٖ فَقَدْ كَفَرَ. (41).

جو اِن خباثتوں پر مطلع ہو کر اُس کے عذاب و کفر میں شک کرے، خود کافر ہے۔

(۲) رافضی: اِن کے مذہب کی کچھ تفصیل اگر کوئی دیکھنا چاہے تو تحفہ اِثناعشریہ (42) دیکھے، چند مختصر باتیں یہاں گزارش کرتا ہوں۔

---

(38) ازالہ اَوھام، ص ۳۰۳، بحوالہ روحانی خزائن، ج ۳، ص ۲۵۴:

(39) ازالہ اَوھام، ص ۳۱۰، بحوالہ روحانی خزائن، ج ۳، ص ۲۵۸:

(40) ازالہ اَوہام، ص ۳۱۰۔۳۱۱، بحوالہ روحانی خزائن، ج ۳، ص ۲۵۸:

(41) درمختار، باب المرتد مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۵۶

(42) حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس کتاب کے مصنف ہیں، اور یہ کتاب اس موضوع پر لاجواب بے نظیر کتاب ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی شان میں یہ فرقہ نہایت گستاخ ہے، یہاں تک کہ اُن پر سب وشتم (لعن طعن) ان کا عام شیوہ ہے (43)، بلکہ باستثنائے چند سب کو معاذ اللہ کافر و منافق قرار دیتا ہے۔ حضرات خلفائے ثلٰثہ رضی

(43) رافضی تبرائی۔

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

تحقیق مقام وتفصیل مرام یہ ہے کہ رافضی تبرائی جو حضرات شیخین صدیق اکبر و فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما خواہ اُن میں سے ایک کی شان پاک میں گستاخی کرے اگر چہ صرف اس قدر کہ انھیں امام وخلیفہ برحق نہ مانے۔ کتب معتمدہ فقہ حنفی کی تصریحات اور عامہ ائمہ ترجیح وفتوی کی تصحیحات پر مطلقا کافر ہے۔

درمختار مطبوعہ مطبع ہاشمی صفحہ ۶۴ میں ہے:

ان انکر بعض ما علم من الدین ضرورۃ کفربھا کقولہ ان اللہ تعالی جسم کالاجسام وانکارہ صحبۃ الصدیق۔ ۲؎

اگر ضروریات دین سے کسی چیز کا منکر ہو تو کافر ہے مثلاً یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ اجسام کے مانند جسم ہے یا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صحابیت کا منکر ہونا۔ (۲؎ درمختار باب الامامۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۸۳)

طحطاوی حاشیہ درمطبوعہ مصر جلد اول ص ۲۴۴ میں ہے: وکذا خلافتہ ۳؎ (اور ایسے ہی آپ کی خلافت کا انکار کرنا بھی کفر ہے)۔

(۳؎ حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار باب الامامۃ دارالمعرفۃ بیروت ۱/ ۲۴۴)

فتاوی خلاصہ قلمی کتاب الصلوۃ فصل ۱۵ اور خزانۃ المفتین قلمی کتاب الصلوۃ فصل فی من یصح الاقتداء بہ ومن لایصح میں ہے:

الرافضی ان فضل علیا علی غیرہ فھو مبتدع ولو انکر خلافۃ الصدیق رضی اللہ تعالی عنہ فھو کافر۔ ۴؎

رافضی اگر مولی علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کو سب صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے افضل جانے تو بدعتی گمراہ ہے اور اگر خلافت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا منکر ہو تو کافر ہے۔ (۴؎ خزانۃ المفتین کتاب الصلوۃ فصل من یصح الاقتداء بہ ومن لایصح قلمی ۱/ ۲۸)

فتح القدیر شرح ہدایہ مطبع مصر جلد اول ص ۲۴۸ اور حاشیہ تبیین العلامہ احمد شلبی مطبوعہ مصر جلد اول ص ۱۳۵ میں ہے:

فی الروافض من فضل علیا علی الثلاثۃ فمبتدع وان انکر خلافۃ الصدیق او عمر رضی اللہ عنہما فھو کافر۔ ۱؎

رافضیوں میں جو شخص مولیٰ علی کو خلفاء ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے افضل کہے گمراہ ہے اور اگر صدیق یا فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی خلافت کا انکار کرے تو کافر ہے۔

(۱؎ حاشیۃ الشلبی علی تبیین الحقائق کتاب الصلوۃ باب الامامۃ والحدث فی الصلوۃ المطبعۃ الکبری الامیریہ مصر ۱/ ۱۳۵)

وجیز امام کردری مطبوعہ مصر جلد ۳ ص ۳۱۸ میں ہے:

من انکر خلافۃ ابی بکر رضی اللہ تعالی عنہ فھو کافر فی الصحیح ومن انکر خلافۃ عمر رضی اللہ تعالی عنہ فھو کافر فی الاصح۔ ۲؎

←

اللہ تعالیٰ عنہم کی خلافت راشدہ کو خلافت غاصبہ کہتا ہے اور مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو اُن حضرات کی خلافتیں تسلیم کیں اور اُن کے مدائح و فضائل بیان کیے، اُس کو تقیہ و بزدلی پر محمول کرتا ہے۔ کیا معاذ اللہ! منافقین و کافرین کے

خلافتِ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا منکر کافر ہے، یہی صحیح ہے، اور خلافتِ عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا منکر بھی کافر ہے، یہی صحیح تر ہے۔

(۲۔ فتاوی بزازیہ علی ہامش فتاوی ہندیہ نوع فیما یتصل بہا مما یجب اکفارہ من اہل البدع نورانی کتب خانہ پشاور ۶ / ۳۱۸)

تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق مطبوعہ مصر جلد اول ص ۱۳۴ میں ہے:

قال المرغینانی تجوز الصلوة خلف صاحب هوی و بدعة ولا تجوز خلف الرافضی والجهمی و القدری والمشبه ومن یقول بخلق القراٰن حاصله ان کان هوی لا یکفر به صاحبه تجوز مع الکراهة والا فلا ۳؎

امام مرغینانی نے فرمایا بد مذہب بدعتی کے پیچھے نماز ادا ہو جائیگی اور رافضی جہمی، قدری، تشبیہی کے پیچھے ہوگی ہی نہیں، اور اس کا حاصل یہ ہے کہ اگر اُس بدمذہبی کے باعث وہ کافر نہ ہو تو نماز اُس کے پیچھے کراہت کے ساتھ ہو جائے گی ورنہ نہیں۔

(۳۔ تبیین الحقائق کتاب الصلوٰۃ باب الامامۃ والحدث فی الصلوٰۃ المطبعۃ الکبری الامیریہ مصر ۱ / ۱۳۴)

فتاوی عالمگیریہ مطبوعہ مصر جلد اول ص ۸۴ میں اس عبارت کے بعد ہے:

هکذا فی التبیین والخلاصة وهو الصحیح هکذا فی البدائع۔

ایسا ہی تبیین الحقائق و خلاصہ میں ہے اور یہی صحیح ہے ایسا ہی بدائع میں ہے۔

اُسی کی جلد ۳ صفحہ ۲۶۴ اور بزازیہ جلد ۳ صفحہ ۳۱۹ اور الاشباہ قلمی فن ثانی کتاب السیر اور اتحاف الابصار والبصائر مطبوعہ مصر صفحہ ۱۸۷ اور فتاوی انقرویہ مطبوعہ مصر جلد اول ص ۲۵ اور واقعات المفتین مطبوعہ مصر ص ۱۳ سب میں فتاوی خلاصہ سے ہے:

الرافضی ان کان یسب الشیخین و یلعنهما والعیاذ بالله تعالیٰ فهو کافر وان کان یفضل علیا کرم الله تعالیٰ وجهه علیهما فهو مبتدع ۱؎

رافضی تبرائی جو حضرات شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو معاذ اللہ بُرا کہے کافر ہے، اور اگر مولا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کو صدیق اکبر اور عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ سے افضل بتائے تو کافر نہ ہوگا مگر گمراہ ہے۔

(۱۔ فتاوی بزازیہ علی ھامش فتاوی ہندیہ نوع فیما یتصل بہا نورانی کتب خانہ پشاور ۶ / ۳۱۹)

اُسی کے صفحہ مذکورہ اور برجندی شرح نقایہ مطبوعہ لکھنؤ جلد ۴ ص ۲۱ میں فتاوی ظہیریہ سے ہے:

من انکر امامة ابی بکر الصدیق رضی الله تعالیٰ عنه فهو کافر وعلی قول بعضهم هو مبتدع ولیس بکافر والصحیح انه کافر و کذلك من انکر خلافة عمر رضی الله تعالیٰ عنه فی اصح الاقوال ۲؎

امامت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا منکر کافر ہے، اور بعض نے کہا بدمذہب ہے کافر نہیں، اور صحیح یہ ہے کہ وہ کافر ہے، اسی طرح خلافت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا منکر بھی صحیح قول پر کافر ہے۔

(۲۔ برجندی شرح نقایہ کتاب الشہادۃ فصل یقبل الشہادۃ من اہل الاہواء نولکشور لکھنؤ ۴ / ۲۰، ۲۱) ←

ہاتھ پر بیعت کرنا اور عمر بھر اُن کی مدح و ستائش سے رطب اللسان رہنا شیرِ خدا کی شان ہو سکتی ہے...؟! سب سے

وہیں فتاوٰی بزازیہ سے ہے:

ویجب اکفارھم باکفار عثمان و علی وطلحة و زبیر و عائشة رضی اللہ تعالٰی عنہم۔ ۳؎

رافضیوں، ناصبیوں اور خارجیوں کا کافر کہنا واجب ہے اس سبب سے کہ وہ امیر المومنین عثمان و مولی علی و حضرت طلحہ و حضرت زبیر و حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کو کافر کہتے ہیں۔

(۳؎ فتاوٰی بزازیہ علی ھامش فتاوٰی ہندیہ نوع فیما یتصل بہا مما یجب اکفارہ الخ نورانی کتب خانہ پشاور ۶/۳۱۸)

بحر الرائق مطبوعہ مصر جلد ۵ ص ۱۳۱ میں ہے:

یکفر بانکارہ امامة ابی بکر رضی اللہ تعالٰی عنہ علی الاصح کانکارہ خلافة عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ علی الاصح۔ ۴؎

اصح یہ ہے کہ ابوبکر یا عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کی امامت و خلافت کا منکر کافر ہے۔

(۴؎ بحر الرائق باب احکام المرتدین ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۵/۱۲۱)

مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر مطبوعہ قسطنطنیہ جلد اول ص ۱۰۵ میں ہے:

الرافضی ان فضل علیا فھو مبتدع وان انکر خلافة الصدیق فھو کافر۔ ۵؎

رافضی اگر صرف تفضیلیہ ہو تو بدمذہب ہے اور اگر خلافتِ صدیق کا منکر ہو تو کافر ہے۔

(۵؎ مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر کتاب الصلٰوۃ فصل الجماعۃ سنۃ موکدۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۱۰۸)

اُسی کے صفحہ ۶۳۱ میں ہے:

یکفر بانکارہ صحابة ابی بکر رضی اللہ تعالٰی عنہ وبانکارہ امامتہ علی الاصح وبانکارہ صحبة عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ علی الاصح۔ ۱؎

جو شخص ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ کی صحابیت کا منکر ہو کافر ہے۔ یونہی جو اُن کے امامِ برحق ہونے کا انکار کرنے مذہب اصح میں کافر ہے، یونہی عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ کی صحابیت کا انکار قول اصح پر کفر ہے۔

(۱؎ مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر باب المرتد فصل ان الفاظ الکفر انواع داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۶۹۲)

غنیتہ شرح منیہ مطبوعہ قسطنطنیہ ص ۵۱۴ میں ہے:

المراد بالمبتدع من یعتقد شیئا علی خلاف مایعتقدہ اھل السنة والجماعة وانما یجوز الاقتداء بہ مع الکراھة اذا لم یکن ما یعتقدہ یؤدی الی الکفر عند اھل السنة اما لوکان مؤدیا الی الکفر فلا یجوز اصلا کالغلاة من الروافض الذین یدعون الالوھیة لعلی رضی اللہ تعالٰی اوان النبوة کانت لہ فغلط جبریل ونحو ذلک مما ھو کفر وکذا من یقذف الصدیقة اوینکر صحبة الصدیق اوخلافتہ اویسب الشیخین۔ ۲؎

←

بڑھ کر یہ کہ قرآنِ مجید اُن کو ایسے جلیل و مقدس خطابات سے یاد فرماتا ہے، وہ تو وہ، اُن کے اتباع کرنے والوں کی

بدمذہب سے وہ مراد ہے جو کسی بات کا اہلسنت وجماعت کے خلاف عقیدہ رکھتا ہو، اور اس کی اقتداء کراہت کے ساتھ اُس حال میں جائز ہے جب اُس کا عقیدہ اہلسنت کے نزدیک کفر تک نہ پہنچا تا ہو، اگر کفر تک پہنچائے تو اصلاً جائز نہیں، جیسے غالی رافضی کہ مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کو خدا کہتے ہیں، یا یہ کہ نبوت ان کے لئے تھی جبریل نے غلطی کی۔ اور اسی قسم کی اور باتیں کہ کفر ہیں، اور یونہی جو حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو معاذ اللہ اس تہمت ملعونہ کی طرف نسبت کرے یا صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صحابیت یا خلافت کا انکار کرے یا شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو برا کہے۔ (۲؎ غنیۃ المستملی فصل الاولی بالامامۃ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۱۵)

کفایہ شرح ہدایہ مطبع بمبئی جلد اول اور مستخلص الحقائق شرح کنز الدقائق مطبع احمدی ص ۳۲ میں ہے:

ان کان هوا ه یکفر اهله کالجهمی و القدری الذی قال بخلق القرأن والرافضی لغالی الذی ینکر خلافة ابی بکر رضی الله تعالی عنه لا تجوز الصلوة خلفه. ۳؎

بدمذہبی اگر کافر کردے جیسے جہمی اور قدری کہ قرآن کو مخلوق کہے، اور رافضی غالی کہ خلافت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انکار کرے اُس کے پیچھے نماز جائز نہیں۔ (۳؎ مستخلص الحقائق باب فی بیان احکام الامامۃ مطبع کانشی رام بردرس لاہور ا / ۲۰۲) (الکفایۃ مع فتح القدیر باب الامامۃ نوریہ رضویہ سکھر ۱ / ۳۰۵)

شرح کنز للملا مسکین مطبع مصر جلد اول ص ۲۰۸ علی ہامش فتح المعین میں ہے:

فی الخلاصة یصح الاقتداء باهل الاهواء الا الجهمیة والجبریة والقدریة والرافضی الغالی ومن یقول بخلق القرأن والمشبه. وجملتاه ان من کان من اهل قبلتنا ولم یغل فی هواه حتی لم یحکم بکونه کافرا تجوز الصلوة خلفه وتکره وأراد بالرافضی الغالی الذی ینکر خلافة ابی بکر رضی الله تعالی عنه. ۱؎

خلاصہ میں ہے بدمذہبوں کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے سوائے جہمیہ و جبریہ و قدریہ و رافضی غالی قائل خلق قرآن و مشبہ کے اور حاصل یہ کہ اہل قبلہ سے جو اپنی بدمذہبی میں غالی نہ ہو یہاں تک کہ اُسے کافر نہ کہا جائے اُس کے پیچھے نماز بکراہت جائز ہے۔ اور رافضی غالی سے وہ مراد ہے جو صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کا منکر ہو۔

(۱؎ شرح کنز للملا مسکین علی ہامش فتح المعین باب الامامۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱ / ۲۰۸)

طحطاوی علی مراقی الفلاح مطبع مصر ۱۹۸ میں ہے:

ان انکر خلافة الصدیق کفر والحق فی الفتح عمر بالصدیق فی هذا الحکم والحق فی البرهان عثمان بهما ایضا ولا تجوز الصلوة خلف منکر المسح علی الخفین او صحبة الصدیق ومن یسب الشیخین اویقذف الصدیقة ولا خلف من انکر بعض ما علم من الدین ضرورة لکفره ولا یلتفت الی تاویله واجتهاده ۲؎

یعنی خلافتِ صدیق رضی اللہ تعالیٰ کا منکر کافر ہے اور فتح القدیر میں فرمایا کہ خلافتِ فاروق رضی اللہ تعالیٰ کا منکر بھی کفر ہے، اور برہان شرح مواہب الرحمن میں فرمایا خلافت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا منکر بھی کافر ہے اور نماز اس کے پیچھے جائز نہیں جو مسح موزہ یا ←

نسبت فرماتا ہے:

صحابیت صدیق رضی اللہ تعالی عنہ کا منکر ہو یا شیخین رضی اللہ تعالی عنہما کو برا کہے یا صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا پر تہمت رکھے، اور نہ اس کے پیچھے جو ضروریات دین سے کسی شے کا منکر ہو کہ وہ کافر ہے اور اُس کی تاویل کی طرف التفات نہ ہوگا نہ اس جانب کہ اس نے رائے کی غلطی سے ایسا کہا۔ (۲۔ طحطاوی علی مراقی الفلاح باب الامامۃ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۱۶۵)

نظم الفرائد منظومہ علامہ ابن وہبان مطبوعہ مصر ہامش محبیہ ص ۴۰ اور نسخہ قدیمہ قلمیہ مع الشرح فصل من کتاب السیر میں ہے:۔

ومن لعن الشيخين اوسب كافر ومن قال في الايدي الجوارح اكفر

وصحح تكفير منكر خلافت العتيق في الفاروق ذلك الاظهر ۳ ـ

جو شخص حضرات شیخین رضی اللہ تعالی عنہما پر تبرا کہے یا برا کہے کافر ہے، اور جو کہے ید اللہ سے ہاتھ مراد ہے وہ اس سے بڑھ کر کافر ہے اور خلافتِ صدیق رضی اللہ تعالی عنہ کے انکار میں قول مصحح تکفیر ہے اور یہی دربارہ انکار خلافتِ فاروق رضی اللہ تعالی اظہر ہے۔

(۳ ـ نظم الفرائد منظومہ علامہ ابن وہبان)

تیسیر القاصد شرح وہبانیہ للعلامہ الشرنبلالی قلمی کتاب السیر میں ہے:۔

الرافضي اذا سب ابابكر و عمر رضي الله تعالى عنهما ولعنهما يكون كافر اوان فضل عليهما عليا لا يكفر وهو مبتدع ۔ ا ـ

رافضی اگر شیخین رضی اللہ تعالی عنہما کو برا کہے یا اُن پر تبرا کہے کافر ہو جائے، اور اگر مولی علی کرم اللہ تعالی وجہہ کو اُن سے افضل کہے کافر نہیں گمراہ بد مذہب ہے۔ (ا ـ تیسیر القاصد شرح وہبانیہ للشرنبلالی)

اسی میں وہیں ہے:

من انكر خلافة ابي بكر الصديق فهو كافر في الصحيح و كذا منكر خلافة ابي حفص عمر ابن الخطاب رضي الله تعالى عنه في الاظهر. ۲ ـ

خلافتِ صدیق رضی اللہ تعالی عنہ کا منکر مذہب صحیح پر کافر ہے، اور ایسا ہی قول اظہر میں خلافتِ فاروق رضی اللہ تعالی عنہ کا منکر بھی۔

(۲ ـ تیسیر القاصد شرح وہبانیہ للشرنبلالی)

فتوی علامہ نوح آفندی، پھر مجموعہ شیخ الاسلام عبید اللہ آفندی، پھر مغنی المستفتین سوال المفتی، پھر عقود الدریہ مطبع مصر جلد اول ص ۹۲، ۹۳ میں ہے:

الروافض كفرة جمعوا بين اصناف الكفر منها انهم يسبون الشيخين سود الله وجوههم في الدارين فمن اتصف بواحد من هذه الامور فهو كافر ملتقطا ۔ ۳ ـ

رافضی کافر ہیں طرح طرح کے کفروں کے مجمع میں از انجملہ خلافت شیخین کا انکار کرتے ہیں از انجملہ شیخین کو برا کہتے ہیں: اللہ تعالی دونوں جہان میں رافضیوں کا منہ کالا کرے، جو ان میں کسی بات سے متصف ہو کافر ہے۔ ملتقطا۔

(۳ ـ عقود الدریہ باب الردۃ والتعزیر ارگ بازار قندھار افغانستان ۱ / ۱۰۳، ۱۰۴) ←

....

انھیں میں ہے:

اماسب الشیخین رضی اللہ تعالٰی عنہما فانہ کسب النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وقال اصدر الشہیدمن سب الشیخین اولعنہما یکفر۔ ۱؎

شیخین رضی اللہ تعالٰی عنہما کو برا کہنا ایسا ہے جیسے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخی کرنا، اور امام صدر شہید نے فرمایا: جو شیخین کو برا کہے یا تبرا بکے کافر ہے۔(۱؎ عقود الدریہ باب الردۃ والتعزیر ارگ بازار قندھار افغانستان ۱/ ۱۰۴)

عقود الدریہ میں بعد نقل فتوی مذکورہ ہے:

وقد اکثر مشائخ الاسلام من علماء الدولۃ العثمانیۃ لا زالت مؤیدۃ بالنصرۃ العلیۃ الافتاء فی شأن الشیعۃ المذکورین وقد اشبع الکلام فی ذٰلک کثیر منہم والفوافیہ الرسائل وممن افتی بنحوذٰلک فیہم المحقق المفسر ابوا السعود افندی العمادی ونقل عبارتہ العلامۃ الکواکبی الحلبی فی شرحہ علی منظومتہ الفقہیۃ المسماۃ بالفرائد السنیۃ۔ ۲؎

علمائے دولتِ عثمانیہ کہ ہمیشہ نصرت الٰہی سے موید رہے، اُن سے جو اکابر شیخ الاسلام ہوئے انھوں نے شیعہ کے باب میں کثرت سے فتوے دیئے، بہت نے طویل بیان لکھے اور اس بارے میں رسالے تصنیف کئے، اور انھیں میں سے جنھوں نے روافض کے کفر و ارتداد کا فتوی دیا، محقق مفسر ابو سعود آفندی عمادی (سردار مفتیان دولت علیہ عثمانیہ) ہیں اور اُس کی عبارت علامہ کواکبی حلبی نے اپنے منظومہ فقہیہ مسمّی بہ فرائد سنیہ کی شرح میں نقل کی۔(۲؎ عقود الدریہ باب الردۃ والتعزیر ارگ بازار قندھار افغانستان ۱/ ۱۰۵)

اشباہ قلمی فن ثانی باب الرواۃ اور اتحاف ص ۱۸۷ اور انقروی جلد اول ص ۲۵ اور واقعات المفتین ص ۱۳ سب میں مناقب کردری سے ہے:

یکفر اذا انکر خلافتہما او یبغضہما لمحبۃ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لہما۔ ۳؎

جو خلافت شیخین کا انکار کرے یا اُن سے بغض رکھے کافر ہے کہ وہ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے محبوب ہیں۔

(۳؎ واقعات المفتین کتاب السیر دائرۂ معارف اسلامیہ، بلوچستان ص ۱۳)

بلکہ بہت اکابر نے تصریح فرمائی کہ رافضی تبرائی ایسے کافر ہیں جن کی توبہ بھی قبول نہیں،

تنویر الابصار متن درمختار مطبع ہاشمی ص ۳۱۹ میں ہے:

کل مسلم ارتدفتوبتہ مقبولۃ الا الکافر بسب النبی اوالشیخین او احدہما۔ ۱؎

ہر مرتد کی توبہ قبول ہے مگر وہ جو کسی نبی یا حضرات الشیخین یا ان میں ایک کی شان میں گستاخی سے کافر ہو۔

(۱؎ درمختار کتاب الجہاد باب المرتد مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۵۶-۵۷)

اشباہ والنظائر قلمی فن ثانی کتاب السیر اور فتاوٰی خیریہ مطبوعہ مصر جلد اول ص ۹۴، ۹۵ اور اتحاف الابصار والبصائر مطبوعہ مصر ص ۱۸۶ میں ہے:

کافر تاب فتوبتہ مقبولۃ فی الدنیا والاٰخرۃ الاجماعۃ الکافر بسب النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ←

کہ اللہ اُن سے راضی، وہ اللہ سے راضی (44)۔

کیا کافروں، منافقوں کے لیے اللہ عزوجل کے ایسے ارشادات ہوسکتے ہیں...؟! پھر نہایت شرم کی بات ہے کہ مولیٰ علی کرّم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم تو اپنی صاحبزادی فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نکاح میں دیں اور یہ فرقہ کہے: تقیۃً ایسا کیا۔ کیا جان بوجھ کر کوئی مسلمان اپنی بیٹی کافر کو دے سکتا ہے...؟! نہ کہ وہ مقدس حضرات جنھوں نے اسلام کے لیے اپنی جانیں وقف کر دیں اور حق گوئی اور اتباعِ حق میں

وسائر الانبیاء وبسب الشیخین اوا حدھما ۲؎

جو کافر توبہ کرے اس کی توبہ دُنیا وآخرت میں قبول ہے مگر کچھ کافر ایسے ہیں جن کی توبہ مقبول نہیں ایک وہ جو ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خواہ کسی نبی کی شان میں گستاخی کے سبب کافر ہوا، دوسرا وہ کہ ابوبکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما دونوں یا ایک کو بُرا کہنے کے باعث کافر ہوا۔

(۲؎ فتاویٰ خیریہ کتاب السیر باب المرتد دارالمعرفہ بیروت ۱/ ۱۰۳)

درمختار میں ہے:

فی البحر عن الجوھرۃ معزیاً للشھید من سب الشیخین اوطعن فیھما کفر ولا تقبل توبتہ وبہ اخذ الدبوسی وابو اللیث وھو المختار للفتوی انتھی وجزم بہ الاشباہ واقرہ المصنف ۳؎

یعنی بحرالرائق میں بحوالہ جوہرہ نیرہ شرح مختصر قدوری امام صدر شہید سے منقول ہے جو شخص حضرات شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو بُرا کہے یا اُن پر طعن کرے وہ کافر ہے اس کی توبہ قبول نہیں، اور اسی پر امام دبوسی اور امام فقیہ ابواللیث سمرقندی نے فتویٰ دیا، اور یہی قول فتویٰ کے لئے مختار ہے، اسی پر اشباہ میں جزم کیا، اور علامہ شیخ الاسلام محمد بن عبداللہ غزی تمرتاشی نے اسے برقرار رکھا۔

(۳؎ درمختار شرح تنویر الابصار باب المرتد مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۵۷)

اور پر ظاہر کہ کوئی کافر کسی مسلمان کا ترکہ نہیں پاسکتا۔

درمختار صفحہ ۲۸۳ میں: موانعہ الرق والقتل واختلاف الملتین اسلاما وکفرا ملتقطا ۴؎

(۴؎ درمختار، شرح تنویر الابصار، کتاب الفرائض، باب المرتد ۲/ ۳۴۵)

یعنی میراث کے مانع ہیں غلام ہونا اور مورث کو قتل کرنا اور مورث ووارث میں اسلام وکفر کا اختلاف۔

(فتاویٰ رضویہ، جلد ۱۴، ص ۲۵۸۔۲۵۱ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(44) وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَاۤ اَبَدًا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ۝

ترجمۂ کنز الایمان: اور سب میں اگلے پہلے مہاجر اور انصار اور جو بھلائی کے ساتھ ان کے پیرو ہوئے اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی اور ان کے لئے تیار کر رکھے ہیں باغ جن کے نیچے نہریں بہیں ہمیشہ ہمیشہ ان میں رہیں یہی بڑی کامیابی ہے۔(پ 11، التوبۃ:100)

(لَا یَخَافُوْنَ لَوْمَۃَ لَآئِمٍ) (45)

کے سچے مصداق تھے۔ پھر خود حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی دو شہزادیاں یکے بعد دیگرے حضرت عثمان ذی النورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نکاح میں آئیں (46) اور صدیق و فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی صاحبزادیاں (47) شرفِ زوجیت سے مشرف ہوئیں۔ کیا حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے ایسے تعلقات جن سے

---

(45) پ ۶، المآئدۃ: ۵۴

(46) حضرت عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ

آپ کی کنیت ابوعبداللہ ہے اموی قرشی ہیں، آپ شروع اسلام میں ہی حضرت ابوبکر صدیق کی تبلیغ سے انہیں کے ہاتھ پر اسلام لائے ابھی حضور انور دار ارقم میں نہیں گئے تھے آپ نے حبشہ کی طرف دو ہجرتیں کیں آپ غزوہ بدر میں شریک نہ ہوسکے کیونکہ آپ کی زوجہ رقیہ بنت رسول اللہ بیمار تھیں حضور انور کے حکم سے مدینہ منورہ میں رہے حضور نے بدر کی غنیمت سے حصہ آپ کو دیا، نیز صلح حدیبیہ کے موقعہ پر بیعت الرضوان میں جسمًا شریک نہ ہوئے کیونکہ حضور انور نے آپ کو اپنا نمائندہ بنا کر اہل مکہ کے پاس صلح کی بات چیت کرنے بھیجا تھا اور یہ بیعت آپ کے پیچھے ہوئی تھی اس خبر پر کہ عثمان کو اہل مکہ نے شہید کردیا۔ حضور انور نے اپنے بائیں ہاتھ کے متعلق فرمایا کہ یہ عثمان کا ہاتھ ہے اور آپ نے داہنے ہاتھ کے متعلق فرمایا کہ یہ محمد مصطفیٰ کا ہاتھ ہے صلی اللہ علیہ وسلم اور بیعت کی چونکہ حضور انور کی دو بیٹیاں رقیہ و کلثوم آگے پیچھے حضرت عثمان کے نکاح میں آئیں اسی لیے آپ کا لقب ذوالنورین ہے یعنی دو نور والے۔ آپ یکم محرم ۲۴ چوبیس کو خلیفہ بنے بیاسی سال عمر پائی بارہ برس خلافت کی آپ کو اسود تجیبی مصری نے یا کسی اور نے شہید کیا اور جنت البقیع کے کنارے پر دفن ہوئے شہادت ۱۸ اٹھارہ ذی الحجہ جمعہ کے دن ۳۵ پینتیس کو ہوئی۔ (مراۃ المناجیح ج ۸ ص ۵۸۲)

(47) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

ام المؤمنین ہیں ابوبکر صدیق کی دختر آپ کی ماں ام رومان بنت عامر ابن عویمر ہیں، حضور انور نے آپ سے نکاح کا پیغام دیا نبوت کے دسویں سال مکہ معظمہ میں آپ سے نکاح کیا یعنی ہجرت سے تین سال پہلے، ۲ دو ہجری شوال میں مدینہ منورہ میں رخصتی ہوئی اس وقت آپ کی عمر شریف صرف نو برس تھی، نو سال حضور انور کے ساتھ رہیں حضور انور کی وفات کے وقت آپ کی عمر شریف اٹھارہ سال تھی، آپ کے سوا کسی کنواری بیوی سے حضور انور نے نکاح نہیں کیا بے مثال عالمہ فقیہہ فصیحہ فاضلہ تھیں حضور انور سے بہت ہی احادیث روایت فرمائیں تاریخ عرب پر بڑی خبر تھی، اشعار عرب پر بڑی نظر تھی مدینہ منورہ میں ۱۷ سترہ رمضان منگل کی رات وفات ہوئی، وصیت فرمائی تھی کہ مجھے رات میں دفن کیا جاوے آپ جنت البقیع میں مدفون ہیں، آپ پر حضرت ابوہریرہ نے نماز پڑھائی مروان ابن حکم کی طرف سے اس وقت مروان مدینہ کے حاکم تھے امیر معاویہ کا زمانہ خلافت تھا۔ مترجم کہتا ہے کہ صرف آپ کے بستر میں حضور پر وحی آئی حضرت جبریل آپ کو سلام کرتے تھے آپ پر بہتان لگا تو سورۂ نور کی قریبًا اٹھارہ آیتیں آپ کی براءت میں نازل ہوئیں یعنی حضرت مریم اور حضرت یوسف کو بہتان لگا تو بچے گواہ مگر محبوبہ محبوب رب العالمین کو بہتان لگا تو خود رب تعالیٰ گواہ رضی اللہ عنہا۔

یعنی ہے سورۂ نور جن کی گواہ
ان کی پرنور صورت پہ لاکھوں سلام ←

ہوں، اُن کی نسبت وہ ملعون الفاظ کوئی ادنیٰ عقل والا ایک لمحہ کے لیے جائز رکھ سکتا ہے۔۔۔؟! ہرگز نہیں!، ہرگز نہیں!۔

اس فرقہ کا ایک عقیدہ یہ ہے کہ اللہ عزوجل پر اَصلح واجب ہے یعنی جو کام بندے کے حق میں نافع ہو، اللہ عزوجل پر واجب ہے کہ وہی کرے، اُسے کرنا پڑے گا۔

ایک عقیدہ یہ ہے کہ آئمہ اطہار رضی اللہ تعالیٰ عنہم، انبیا علیہم السلام سے افضل ہیں۔ اور یہ بالا جماع کفر ہے، کہ غیر نبی کو نبی سے افضل کہنا ہے(48)۔

خلاصہ تہذیب میں ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ سے دو ہزار دو سو دس احادیث مروی ہیں جن میں ایک سو چوہتر متفق علیہ ہیں یعنی بخاری مسلم دونوں کی روایات اور چون احادیث صرف بخاری کی ہیں اڑسٹھ احادیث صرف مسلم کی، عروہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ سے بڑھ کر کسی کو اشعار کا عالم نہ پایا۔ (حاشیہ) (مراۃ المناجیح ج ۸ ص ۵۸۴)

حضرت حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہا

آپ ام المؤمنین ہیں، حضرت عمر کی صاحبزادی، آپ کی ماں کا نام زینب بنت مظعون ہے۔ حضور انور سے پہلے خنیس ابن حذافہ سہمی کے نکاح میں تھیں، ان کے ساتھ ہجرت کی، غزوہ بدر کے بعد خنیس فوت ہو گئے، حضرت عمر نے جناب ابوبکر صدیق سے عرض کیا کہ حفصہ سے نکاح کرلو حضرت عثمان سے بھی یہی کہا اس کے بعد حضور انور نے پیغام دیا چنانچہ ۳ ہجری میں حضور کے نکاح میں آئیں، ایک بار حضور انور نے انہیں ایک طلاق دے دی تھی مگر پھر رجوع فرمالیا کیونکہ وحی الٰہی آئی کہ حفصہ آپ کی زوجہ ہیں، جنت میں بھی وہ بہت نمازی قائم اللیل ہیں۔ آپ سے جماعت صحابہ اور تابعین نے روایات لیں، شعبان ۴۵ پینتالیس میں وفات ہوئی، مدینہ منورہ میں قبر انور ہے، مترجم نے زیارت کی ہے رضی اللہ عنہا۔ (مراۃ المناجیح ج ۸ ص ۵۵۲)

(48) غیر نبی کو نبی سے افضل کہنا

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

ان کا ہر تنفس سیدنا امیر المؤمنین مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم و دیگر ائمہ طاہرین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو حضرات عالیات انبیائے سابقین علیہم الصلوۃ والتحیات سے افضل بتاتا ہے اور جو کسی غیر نبی کو نبی سے افضل کہے باجماع مسلمین کافر بے دین ہے۔ شفاء شریف صفحہ ۳۶۵ میں انہی اجماعی کفروں کے بیان میں ہے:

وکذلک نقطع بتکفیر غلاۃ الرافضۃ فی قولھم ان الائمۃ افضل من الانبیاء۔ ۳؎

اور اسی طرح ہم یقینی کافر جانتے ہیں اُن غالی رافضیوں کو جو ائمہ کو انبیاء سے افضل بتاتے ہیں۔

(۳؎ الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ فصل فی بیان ما ھو من المقالات ۲ / ۲۷۵)

امام اجل نووی کتاب الروضہ پھر امام ابن حجر مکی اعلام بقواطع الاسلام مطبع مصر صفحہ ۴۴ میں کلام شفا نقل فرماتے اور مقرر رکھتے ہیں، ملاعلی قاری شرح شفا مطبوعہ قسطنطنیہ جلد ۲ صفحہ ۵۲۶ میں فرماتے ہیں: ھذا کفر صریح ۴؎ (یہ کھلا کفر ہے۔)

(۴؎ شرح الشفاء ملا علی قاری فصل فی بیان ما ھو من المقالات دار الفکر بیروت ۴ / ۵۱۹) ←

ایک عقیدہ یہ ہے کہ قرآن مجید محفوظ نہیں، بلکہ اُس میں سے کچھ پارے یا سورتیں یا آیتیں یا الفاظ امیر المؤمنین عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا دیگر صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم نے نکال دیے۔ مگر تعجب ہے کہ مولیٰ علی کرّم اللہ تعالیٰ وجہہ نے بھی اُسے ناقص ہی چھوڑا۔۔۔؟! اور یہ عقیدہ بھی بالا جماع کفر ہے، کہ قرآن مجید کا اِنکار ہے۔(49)

منح الروض الازہر شرح فقہ اکبر مطبع حنفی ص ۱۴۶ میں ہے:

مانقل عن بعض الکرامیة من جواز کون الولی افضل من النبی کفر و ضلالة والحاد وجھالة۔[1]

وہ جو بعض کرامیہ سے منقول ہوا کہ جائز ہے کہ ولی نبی سے مرتبے میں بڑھ جائے یہ کفر وضلالت و بے دینی و جہالت ہے۔

([1] منح الروض الازہر شرح الفقہ الاکبر باب الولی لایبلغ درجۃ النبی مصطفی البابی مصر ص ۱۲۱)

شرح مقاصد مطبوع قسطنطنیہ جلد ۲ ص ۳۰۵ اور طریقہ محمدیہ علامہ برکوی قلمی آخر فصل اول باب ثانی میں ہے:

واللفظ لھا ان الاجماع منعقد علی ان الانبیاء افضل من الاولیاء۔[2]

بیشک مسلمانوں کا اجماع قائم ہے اس پر کہ انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اولیائے عظام سے افضل ہیں۔

([2] طریقہ محمدیہ ان الولی لایبلغ درجۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مکتبہ حنفیہ کوئٹہ ۱/ ۸۴)

حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ مطبع مصر جلد اول ص ۲۱۵ میں ہے:

التفضیل علی نبی تفضیل علی کل نبی۔[3]

کسی غیر نبی کو ایک نبی سے افضل کہنا تمام انبیاء سے افضل بتانا ہے۔

([3] الحدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیۃ والاستخفاف بالشریعۃ کفر مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۱/ ۲۱۵)

شرح عقائد نسفی مطبع قدیم ص ۶۵ پھر طریقہ محمدیہ وحدیقہ ندیہ ص ۲۱۵ میں ہے:

واللفظ لھما (تفضیل الولی علی النبی) مرسلا کان اولا (کفر و ضلال کیف وھو تحقیر النبی) بالنسبة الی الولی (وخرق الاجماع) حیث اجمع المسلمون علی فضیلة النبی علی الولی الخ باختصارہ[4]

ولی کو کسی نبی سے خواہ وہ نبی مرسل ہو یا غیر مرسل افضل بتانا کفر وضلال ہے اور کیوں نہ ہو کہ اس میں ولی کے مقابل نبی کی تحقیر اور اجماع کا رد ہے کہ ولی سے نبی کے افضل ہونے پر تمام اہل اسلام کا اجماع ہے الخ اختصاراً۔

([4] الحدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیۃ والاستخفاف بالشریعۃ کفر مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۱/ ۳۱۶)

ارشاد الساری شرح صحیح بخاری جلد ا صفحہ ۱۷۸ میں ہے:

النبی افضل من الولی وھو امر مقطوع بہ والقائل بخلافہ کافر لانہ معلوم من الشرع بالضرورة۔[5]

نبی ولی سے افضل ہے اور یہ امر یقینی ہے اور اس کے خلاف کہنے والا کافر ہے کہ یہ ضروریات دین سے ہے۔ ([5] ارشاد الساری کتاب العلم باب مایستحب للعالم اذا سئل ای الناس اعلم دار الکتاب العربی بیروت ۱/ ۲۱۴) (فتاویٰ رضویہ، جلد ۲۹، ص ۳۳۹ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(49) قرآن عظیم کو ناقص بتانا

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں: ←

....

اور روافض زمانہ تو ہرگز صرف تبرائی نہیں بلکہ یہ تبرائی علی العموم منکران ضروریات دین اور باجماع مسلمین یقیناً قطعاً کفار مرتدین ہیں یہاں تک کہ علمائے کرام نے تصریح فرمائی کہ جو انہیں کافر نہ جانے خود کافر ہے، بہت عقائد کفریہ کے علاوہ دو کفر صریح میں اُن کے عالم جاہل مرد عورت چھوٹے بڑے سب بالا تفاق گرفتار ہیں:

کفر اول: قرآن عظیم کو ناقص بتاتے ہیں، کوئی کہتا ہے اُس میں سے کچھ سورتیں امیر المومنین عثمان غنی ذوالنورین یا دیگر صحابہ اہلسنت رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے گھٹادیں، کوئی کہتا ہے اُس میں سے کچھ لفظ بدل دئے، کوئی کہتا ہے یہ نقص وتبدیل اگرچہ یقیناً ثابت نہیں محتمل ضرور ہے اور جو شخص قرآن مجید میں زیادت یا نقص یا تبدیل کسی طرح کے تصرف بشری کا دخل مانے یا اُسے محتمل جانے بالا جماع کافر مرتد ہے کہ صراحۃً قرآن عظیم کی تکذیب کر رہا ہے۔

اللہ عزوجل سورہ حجر میں فرماتا ہے:

انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون۔ ۳؎

بیشک ہم نے اتارا یہ قرآن اور بیشک بالیقین ہم خود اس کے نگہبان ہیں۔ (۳؎ القرآن الکریم ۱۵/۹)

بیضاوی شریف مطبع لکھنؤ صفحہ ۴۲۸ میں ہے:

لحفظون ای من التحریف والزیادۃ والنقص۔ ۱؎

تبدیل وتحریف اور کمی بیشی سے حفاظت کرنے والے ہیں۔

(۱؎ انوار التنزیل المعروف بالبیضاوی تحت آیۃ انا نحن نزلنا الذکر الخ مطبع مجتبائی دہلی ۲/۳۰۰)

جلالین شریف میں ہے:

لحفظون من التبدیل والتحریف والزیادۃ والنقص۔ ۲؎

یعنی حق تعالیٰ فرماتا ہے ہم خود اُس کے نگہبان ہیں اُس سے کہ کوئی اُسے بدل دے یا اُلٹ پلٹ کردے یا کچھ بڑھادے یا گھٹادے۔

(۲؎ تفسیر جلالین تحت آیۃ انا نحن نزلنا الذکر الخ اصح المطابع دہلی ص ۲۱۱)

جمل مطبع مصر جلد ۳ ص ۵۶۱ میں ہے:

بخلاف سائر الکتب المنزلۃ فقد دخل فیہا التحریف والتبدیل بخلاف القران فانه محفوظ عن ذلک لا یقدر احد من جمیع الخلق الانس والجن ان یزید فیه اوینقص منه حرفا واحدا او کلمۃ واحدۃ۔ ۳؎ یعنی بخلاف اور کتب آسمانی کے کہ اُن میں تحریف وتبدیل نے دخل پایا۔ اور قرآن اس سے محفوظ ہے، تمام مخلوق جن وانس کسی کی جان نہیں کہ اُس میں ایک لفظ یا ایک حرف بڑھادیں یا کم کردیں۔ (۳؎ الفتوحات الالٰہیہ، تحت آیۃ انا نحن نزلنا الذکر الخ مصطفی البابی مصر ۲/۵۳۹)

اللہ تعالیٰ سورۃ حٰم السجدہ میں فرماتا ہے:

وانه لکتٰب عزیز ۝ لا یأتیه الباطل من بین یدیه ولا من خلفه تنزیل من حکیم حمید ۴؎

←

ایک عقیدہ یہ ہے کہ اللہ عزوجل کوئی حکم دیتا ہے پھر یہ معلوم کر کے کہ مصلحت اس کے غیر میں ہے، پچھتا تا ہے۔

بیشک یہ قرآن شریف معزز کتاب ہے باطل کو اس کی طرف اصلاً راہ نہیں، نہ سامنے سے نہ پیچھے سے یہ اتارا ہُوا ہے حکمت والے سراہے ہُوئے کا۔ (۴؎ القرآن الکریم ۴۱/۴۱ و ۴۲)

تفسیر معالم التنزیل شریف مطبوعہ بمبئی جلد ۴ ص ۳۵ میں ہے:

قال قتادة والسدی الباطل هو الشیطان لا یستطیع ان یغیر او یزید فیه او ینقص منه قال الزجاج معناه انه محفوظ من ان ینقص منه فیأتیه الباطل من بین یدیه او یزاد فیه فیأتیه الباطل من خلفه وعلی هذا المعنی الباطل الزیادة والنقصان. اھ

یعنی قتادہ و سُدی مفسرین نے کہا باطل کہ شیطان ہے قرآن میں کچھ گھٹا بڑھا بدل نہیں سکتا۔ زجاج نے کہا باطل کہ زیادت ونقصان ہیں قرآن ان سے محفوظ ہے، کچھ کم ہوجائے تو باطل سامنے سے آئے بڑھ جائے تو پس پشت سے۔ اور یہ کتاب ہر طرح باطل سے محفوظ ہے۔

(۱؎ معالم التنزیل علی حاشیۃ الخازن تحت آیۃ انہ لکتاب عزیز لایأتیہ الخ (مصطفی البابی مصر ۶/ ۱۱۳)

کشف الاسرار امام اجل شیخ عبدالعزیز بخاری شرح اصول امام ہمام فخر الاسلام بزدوی مطبوع قسطنطنیہ جلد ۳ ص ۸۸ و ۸۹ میں ہے:

کان نسخ التلاوة والحکم جمیعا جائزا فی حیاة النبی صلی الله تعالی علیه وسلم فاما بعد وفاته فلا یجوز قال بعض الرافضة والملحدة ممن یتستر باظهار الاسلام وهو قاصد الی افساده. هذا جائز بعد وفاته ایضا و زعموا ان فی القراٰن کانت اٰیت فی امامة علی وفی فضائل اهل البیت فکتمها الصحابة فلم تبق بانعدام زمانهم، والدلیل علی بطلان هذا القول قوله تعالی انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون. کذا فی اصول الفقه لشمس الائمة ملتقطا. ۲؎

قرآن عظیم سے کسی چیز کی تلاوت و حکم دونوں کا منسوخ ہونا زمانہ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں جائز تھا، بعد وفات اقدس ممکن نہیں، بعض وہ لوگ کہ رافضی اور نرے زندیق ہیں بظاہر مسلمانی کا نام لے کر اپنا پردہ ڈھانکتے ہیں اور حقیقۃً انھیں اسلام کو تباہ کرنا مقصود ہے، وہ کہتے ہیں کہ یہ بعد وفات والا بھی ممکن ہے، وہ بکتے ہیں کہ قرآن میں کچھ آیتیں امامتِ مولا علی اور فضائل اہلبیت میں تھیں کہ صحابہ نے چھپا ڈالیں جب وہ زمانہ مٹ گیا باقی نہ رہیں اور اس قول کے بطلان پر دلیل خود قرآن عظیم کا ارشاد ہے کہ بیشک ہم نے اتارا یہ قرآن اور ہم خود اس کے نگہبان ہیں۔ ایسا ہی امام شمس الائمہ کی کتاب اصول الفقہ میں ہے۔

(۲؎ کشف الاسرار عن اصول البزدوی باب تفصیل المنسوخ دار الکتاب العربی بیروت ۳/ ۸۹۔۱۸۸)

امام قاضی عیاض شفا شریف مطبع صدیقی ص ۳۴۶ میں بہت سے یقینی اجماعی کفر بیان کر کے فرماتے ہیں:

و کذلك من انکر القراٰن او حرفا منه او غیر شیئا منه او زاد فیه. اھ

یعنی اسی طرح وہ بھی قطعاً اجماعاً کافر ہے جو قرآن عظیم یا اس کے کسی حرف کا انکار کرے یا اُس میں سے کچھ بدلے یا قرآن میں اس موجودہ میں کچھ زیادہ بتائے۔ (۱؎ الشفاء بتعریف حقوق المصطفی فصل فی بیان ما ھو من مقالات المطبعۃ الشرکۃ الصحافیۃ ۲/ ۲۷۴)

←

اور یہ بھی یقینی کفر ہے، کہ خدا کو جاہل بتاتا ہے (50)۔

ایک عقیدہ یہ ہے کہ نیکیوں کا خالق اللہ ہے اور برائیوں کے خالق یہ خود ہیں۔ مجوس نے دو ہی خالق مانے تھے: یزدان خالقِ خیر، اَہرمَن خالقِ شر۔ اِن کے خالقوں کی گنتی ہی نہ رہی، اربوں سنکھوں خالق ہیں۔

(۳) وہابی: یہ ایک نیا فرقہ ہے جو ۱۲۰۹ھ میں پیدا ہوا، اس مذہب کا بانی محمد بن عبدالوہاب نجدی تھا (51)، جس نے تمام عرب، خصوصاً حرمین شریفین میں بہت شدید فتنے پھیلائے، علما کو قتل کیا (52)، صحابہ کرام و ائمہ و علما و شہدا کی

فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت مطبع لکھنؤ ص ۶۱۷ میں ہے:

اعلم انی رأیت فی مجمع البیان تفسیر الشیعۃ انہ ذہب بعض اصحابہم الی ان القرآن العیاذ باللہ کان زائدا علی هذا المکتوب المقروء قد ذہب بتقصیر من الصحابۃ الجامعین العیاذ باللہ لم یختر صاحب ذلك التفسیر هذا القول فمن قال بهذا القول فهو کافر لانکارہ الضروری. ۲ـ

(۲ـ فواتح الرحموت بذیل المستصفی مسئلۃ کل مجتہد فی المسئلۃ الاجتہادیۃ الخ منشورات الشریف الرضی قم ایران ۲ / ۳۸۸)

یعنی میں نے طبرسی رافضی کی تفسیر مجمع البیان میں دیکھا کہ بعض رافضیوں کے مذہب میں قرآن عظیم معاذ اللہ اس قدر موجود سے زائد تھا جن صحابہ نے قرآن جمع کیا عیاذاً باللہ اُن کے قصور سے جاتا رہا اس مفسر نے یہ قول اختیار نہ کیا، جو اس کا قائل ہو کافر ہے کہ ضروریات دین کا منکر ہے۔ (فتاوی رضویہ، جلد ۲۹، ص ۳۳۹ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)۔

(50) تحفہ اثنا عشریہ (مترجم)، باب ۵: مسائل اِلٰھیات، عقیدہ نمبر ۱۷، ص ۲۸۶ـ۲۸۷ـ۲۹۲۔

(51) علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: رد المحتار جلد ۶ کتاب الجھاد باب البغاۃ۔

کما وقع فی زماننا فی اتباع عبد الوهاب الذین خرجوا من نجد وتغلبوا علی الحرمین وکانوا ینتحلون مذهب الحنابلة لکنهم اعتقدوا أنهم هم المسلمون وان من خالف اعتقادهم مشرکون واستباحوا بذلك قتل أهل السنة وقتل علمائهم حتی کسر اللہ تعالی شوکتهم وخرب بلادهم وظفر بهم عساکر المسلمین عام ثلث وثلاثین مائتین والف۔

یعنی جیسا ہمارے زمانہ میں عبدالوہاب کے متبعین میں واقع ہوا، جو نجد سے نکل کر حرمین شریف پر قابض ہوئے اور اپنے آپ کو حنبلی مذہب ظاہر کرتے تھے لیکن دراصل ان کا اعتقاد یہ تھا کہ مسلمان صرف وہی ہیں باقی سب مشرک ہیں اسی وجہ سے انہوں نے اہل سنت اور ان کے علماء کا قتل جائز سمجھا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی شوکت توڑی اور ان کے شہر ویران کئے اور اسلامی لشکروں کو ان پر فتح دی ۱۲۳۳ ہجری میں۔

توجہ رہے کہ وھابیہ کی تاریخ بیان کرنے والے علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ المتوفی ۱۲۵۲ ھجری جبکہ، اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، حسان الہند احمد رضا خان 1272ھ میں پیدا ہوئے

(52) علامہ سعید احمد کاظمی الحق المبین میں ارشاد فرماتے ہیں:

←

قبریں کھود ڈالیں، روضہ انور کا نام معاذ اللہ صنم اکبر رکھا تھا (53)، یعنی بڑا بت اور طرح طرح کے ظلم کیے۔ جیسا کہ صحیح حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خبر دی تھی کہ نجد سے فتنے اٹھیں گے اور شیطان کا گروہ نکلے گا۔(54)

محمد بن عبدالوہاب خارجی نے سرزمین نجد میں مسلمانوں کو کافر ومشرک کہہ کر سب کو مُباحُ الدَّم (قتل جائز) قرار دیا اور توحید کی آڑ لے کر شانِ نبوت وولایت میں خوب گستاخیاں کیں اور اپنے مذہب وعقائد کی ترویج کے لئے کتاب التوحید تصنیف کی۔ جس پر اسی زمانے کے علماء کرام نے سخت مواخذہ (٦) کیا اور اس کے شر سے مسلمانوں کو محفوظ رکھنے کیلئے سعی بلیغ فرمائی حتی کہ محمد بن عبدالوہاب کے حقیقی بھائی سلیمان بن عبدالوہاب نے اپنے بھائی پر سخت رد کیا اور اس کی تردید میں ایک شاندار کتاب تصنیف کی جس کا نام "الصواعق الالٰھیة فی الرد علی الوھابیة" (جو کہ فقیر کی کاوشوں سے چھپ کر مارکیٹ میں دستیاب) ہے اور اس میں وہابیت کو پوری طرح بے نقاب کر کے اہل سنت کے مذہب کی زبردست تائید وحمایت فرمائی۔ علامہ شامی حنفی، امام احمد صاوی مالکی وغیرہما جلیل القدر علماء امت نے محمد بن عبدالوہاب کو باغی اور خارجی قرار دیا اور مسلمانوں کو اس فتنہ سے محفوظ رکھنے کے لئے اپنی جدوجہد میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا۔

(ملاحظہ فرمایئے شامی جلد ٣ باب البغات صفحہ ٣٣٩ اور تفسیر صاوی جلد ٣ صفحہ ٢٥٥ مطبوعہ مصر)

(53) الدرر السنیة فیالأجوبة النجدیة، کتاب العقائد، الجزء الأول، ص ٥٧۔

(54) اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

اصل اس گروہ ناحق پژدہ کی نجد سے نکلی، صحیح بخاری شریف میں ہے:

عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال ذکر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقال اللّٰھم بارك لنا فی شامنا اللھم بارك لنا فی یمننا قالوا یارسول اللہ وفی نجدنا قال اللّٰھم بارك لنا فی شامنا اللھم بارك لنا فی یمننا قالوا یارسول اللہ وفی نجدنا فاظنہ قال فی الثالثة ھناك الزلزال والفتن وبھا یطلع قرن الشیطان۔ ٣؎

نافع نے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضور پُرنور سیّدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دُعا فرمائی الٰہی! ہمارے لئے برکت دے ہمارے شام میں، ہمارے لئے برکت رکھ، ہمارے یمن میں، صحابہ نے عرض کی یارسول اللہ! ہمارے نجد میں حضور نے دوبارہ وہی دُعا کی الٰہی! ہمارے لئے برکت کر ہمارے شام میں الٰہی! ہمارے لیے برکت بخش ہمارے یمن میں، صحابہ نے پھر عرض کی یارسول اللہ ہمارے نجد میں۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میرے گمان میں تیسری دفعہ حضور نے نجد کی نسبت فرمایا: وہاں زلزلے اور فتنے ہیں اور وہیں سے نکلے گا شیطان کا سینگ۔

(٣؎ صحیح البخاری، کتاب الفتن، باب قول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الفتنة من قبل المشرق مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ٢/ ١٠٥٠) (صحیح البخاری باب ما قیل فی الزلزال والآیات الفتنة من قبل المشرق مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ١/ ١٤١)

اس خبر صادق مخبر صادق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مطابق عبدالوہاب نجدی کے پسر واتباع نے بحکم آنکہ ع

پدر اگر نتواند پسر تمام کند (باپ اگر نہ کر سکا تو بیٹا تمام (مکمل) کر دے گا)

تیرھویں صدی میں حرمین شریفین پر خروج کیا اور ناکردنی کاموں، ناگفتنی باتوں سے کوئی دقیقہ زلزلہ وفتنہ کا اُٹھا نہ رکھا، وسیعلم ←

وہ گروہ بارہ سو برس بعد یہ ظاہر ہوا۔ علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اِسے خارجی بتایا۔ اِس عبدالوہاب کے بیٹے نے ایک کتاب لکھی جس کا نام کتاب التوحید رکھا(55)، اُس کا ترجمہ ہندوستان میں اسماعیل دھلوی نے کیا، جس کا نام تقویۃ

الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون ا۔ اور اب جان جائیں گے ظالم کہ کس کروٹ پلٹا کھائیں گے۔ (ا۔ القرآن، ۲۲۷/۲۶)

حاصل اُن کے عقائد زائغہ کا یہ تھا کہ عالم میں وہی مشت ذلیل موحد مسلمان ہیں باقی تمام مومنین معاذ اللہ مشرک۔ اسی بناء پر انھوں نے حرم خدا وحریم مصطفی علیہ افضل الصلوٰۃ والثناء کو عیاذاً باللہ دارالحرب اور وہاں کے سُکّان کرام ہمسائگان خدا و رسول کو (خاکم بدہان گستاخاں) کافر و مشرک ٹھہرایا اور بنامِ جہاد وخروج کر کے لوائے فتنہ عظمیٰ پر شیطنت کبریٰ کا پرچم اُڑایا۔ علامہ فہامہ خاتمۃ المحققین مولنا امین الدین محمد بن عابدین شامی قدس سرہ السامی نے کچھ تذکرہ اس واقعہ ہائلہ کا فرمایا ردالمحتار حاشیہ درمختار کی جلد ثالث کتاب الجہاد باب البغاۃ میں زیر بیانِ خوارج فرماتے ہیں:

کما وقع فی زماننا فی اتباع بن عبد الوھاب الذین خرجوا من نجد وتغلبوا علی الحرمین وکانوا ینتحلون مذھب الحنابلۃ لکنھم اعتقدوا انھم ھم المسلمون وان من خالف اعتقادھم مشرکون واستباحوا بذلک قتل اھل السنۃ وقتل علمائھم حتی کسر اللہ تعالیٰ شوکتھم وخرب بلادھم وظفربھم عساکر المسلمین عام ثلث وثلثین ومائتین والف ۲۔ والحمد للہ رب العلمین۔ (۲۔ ردالمحتار کتاب الجہاد مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۳۰۹/۳)

یعنی خارجی ایسے ہوتے ہیں جیسا ہمارے زمانے میں پیروانِ عبدالوہاب سے واقع ہوا جنھوں نے نجد سے خروج کر کے حرمین محترمین پر تغلب کیا اور وہ اپنے آپ کو کہتے تو حنبلی تھے مگر اُن کا عقیدہ یہ تھا کہ بس وہی مسلمان اور جو اُن کے مذہب پر نہیں وہ مشرک ہیں اس وجہ سے انھوں نے اہلسنّت وعلمائے اہلسنّت کا قتل مباح ٹھہرالیا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اُنکی شوکت توڑ دی اور اُن کے شہر ویران کئے اور لشکرِ مسلمین کو اُن پر فتح بخشی ۱۲۳۳ھ میں۔ (فتاوی رضویہ، جلد ۶، ص ۶۵۷۔۶۵۸ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(55) اعلیٰ حضرت، امام اہلسنّت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

واضح ہو کہ وہابیہ منسوب بہ عبدالوہاب نجدی ہیں، ابن عبدالوہاب ان کا معلم اول تھا، اس نے کتاب التوحید لکھی جس میں اپنے فرقہ خبیثہ کے سوا تمام اہل اسلام کو کھلم کھلا مشرک بنایا اور حرمین طیبین زادہما اللہ شرفاً وتکریماً پر چڑھائی کر کے کوئی دقیقہ گستاخی و بے ادبی وشرارت وظلم وقتل غارت کا اٹھا نہ رکھا۔ تقویۃ الایمان اسی کتاب التوحید کا ترجمہ ہے۔ اس کا حال کتاب مستطاب سیف الجبار کے مطالعہ سے کھلتا ہے، یہ فرقہ حادثہ گروہ خوارج کی ایک شاخ ہے جنھوں نے سب میں پہلے حضرت امیر المومنین مولی المسلمین سیدنا مولی علی کرم اللہ وجہہ الکریم پر خروج کیا اور اسد اللہ القہار کا فرشکار ہے دارالبوار کا رستہ لیا جن کی نسبت حدیث میں آیا کہ وہ قیامت تک منقطع نہ ہوں گے۔ جب ان کا ایک گروہ ہلاک ہوگا دوسرا سر اٹھائے گا یہاں تک کہ ان کا پچھلا طائفہ دجال لعین کے ساتھ نکلے گا بموجب اس وعدہ صادقہ کے یہ قوم مغضوب ہمیشہ فتنے اٹھایا کی تیرہ صدی کے شروع میں اس نے دیار نجد سے خروج کیا اور بنام نجدیہ مشہور ہوئی جن کا پیشوا نجدی تھا اسی کا مذہب میاں اسمعیل دہلوی نے قبول کیا اور اس کی کتاب کا ترجمہ بنام تویۃ الایمان کہ حقیقۃً تفویت الایمان ہے ان دیار میں پھیلایا اور بلحاظ معلم اول وہابیہ وبنظر معلم ثانی اسمعیلیہ لقب پایا اس طائفہ کا ہمیشہ سے یہی مذہب رہا ہے کہ دنیا میں وہی ←

الایمان رکھا اور ہندوستان میں اسی نے وہابیت پھیلائی (56)۔

اِن وہابیہ کا ایک بہت بڑا عقیدہ یہ ہے کہ جو اِن کے مذہب پر نہ ہو، وہ کافر مشرک ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بات بات پر محض بلاوجہ مسلمانوں پر حکمِ شرک و کفر لگایا کرتے اور تمام دنیا کو مشرک بتاتے ہیں۔ چنانچہ تقویۃ الایمان صفحہ ۴۵ میں وہ حدیث لکھ کر کہ آخر زمانہ میں اللہ تعالیٰ ایک ہوا بھیجے گا جو ساری دنیا سے مسلمانوں کو اٹھا لے گی۔ (57) اِس کے بعد صاف لکھ دیا: سو پیغمبرِ خدا کے فرمانے کے موافق ہوا، یعنی وہ ہوا چل گئی اور کوئی مسلمان روئے زمین پر نہ رہا (58)، مگر یہ نہ سمجھا کہ اس صورت میں خود بھی تو کافر ہو گیا۔

اِس مذہب کا رکنِ اعظم، اللہ (عزوجل) کی توہین اور محبوبانِ خدا کی تذلیل ہے، ہر امر میں وہی پہلو اختیار کریں گے جس سے منقصت۔ (نقص وعیب) نکلتی ہو اس مذہب کے سرگروہوں کے بعض اقوال نقل کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے، کہ ہمارے عوام بھائی ان کی قلبی خباثتوں پر مطلع ہوں اور ان کے دامِ تزویر (مکر وفریب) سے بچیں اور ان کے جبّہ و دستار پر نہ جائیں۔ برادرانِ اسلام بغور سُنیں اور میزانِ ایمان میں تولیں کہ ایمان سے زیادہ عزیز مسلمان کے نزدیک کوئی چیز نہیں اور ایمان، اللہ ورسول (عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی محبت وتعظیم ہی کا نام ہے۔ ایمان کے ساتھ جس میں جتنے فضائل پائے جائیں وہ اُسی قدر زیادہ فضیلت رکھتا ہے، اور ایمان نہیں تو مسلمانوں کے نزدیک وہ کچھ

موحد و مسلم ہیں باقی سب معاذ اللہ کافر۔ (فتاوی رضویہ، جلد ۱۵، ص ۲۳۴ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(56) تقویۃ الایمان علماء کی نظر میں

علامہ سعید احمد کاظمی الحق المبین میں ارشاد فرماتے ہیں:

تقویۃ الایمان کے رد میں کئی رسالے شائع ہوئے۔ مولانا شاہ فضل امام حضرت شاہ احمد سعید دہلوی شاگرد رشید مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، مولانا فضلِ حق خیر آبادی، مولانا عنایت احمد کاکوروی مصنف علم الصیغہ، مولانا شاہ رؤف احمد نقشبندی مجددی تلمیذ رشید حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مولوی اسماعیل دہلوی اور مسائلِ تقویۃ الایمان کا مختلف طریقوں سے رد فرمایا حتی کہ شاہ رفیع الدین صاحب محدث دہلوی نے اپنے فتاویٰ میں بھی کتاب التوحید اور مسائلِ تقویۃ الایمان کے خلاف واضح اور روشن مسائل تحریر فرما کر امتِ مسلمہ کو اس فتنے سے بچانے کی کوشش کی۔ لیکن علماء دیوبند اور ان کے بعض اساتذہ نے مولوی اسماعیل دہلوی اور ان کی کتاب تقویۃ الایمان کی تصدیق وتوثیق کر کے اس فتنے کا دروازہ مسلمانوں پر کھول دیا۔ علماء دیوبند نے نہ صرف تقویۃ الایمان اور اس کے مصنف مولوی اسماعیل دہلوی کی تصدیق پر اکتفاء کیا بلکہ خود محمد بن عبدالوہاب کی تائید وتوثیق سے بھی دریغ نہ کیا۔

ملاحظہ فرمائیے (فتاویٰ رشیدیہ جلد ۱ صفحہ ۱۱۱ مصنفہ مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی)

(57) صحیح مسلم، کتاب الفتن، باب لا تقوم الساعۃ حتی تعبد دوس ذا الخلیصۃ، الحدیث: ۷۲۹۹، ص ۱۱۸۲

(58) تقویۃ الایمان، باب اول، فصل ۴: شرک فی العبادات کی برائی کا بیان، ص ۴۵

وقعت نہیں رکھتا، اگرچہ کتنا ہی بڑا عالم و زاہد و تارک الدنیا وغیرہ بنتا ہو، مقصود یہ ہے کہ اُن کے مولوی اور عالم فاضل ہونے کی وجہ سے اُنھیں تم اپنا پیشوا نہ سمجھو، جب کہ وہ اللہ و رسول (عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے دشمن ہیں، کیا یہود و نصاریٰ بلکہ ہنود میں بھی اُن کے مذاہب کے عالم یا تارک الدنیا نہیں ہوتے...؟! کیا تم اُن کو اپنا پیشوا تسلیم کر سکتے ہو...؟! ہرگز نہیں! اسی طرح یہ لامذہب و بدمذہب تمھارے کسی طرح مقتدا نہیں ہو سکتے۔

ایضاح الحق صفحہ ۳۵ و صفحہ ۳۶ مطبع فاروقی میں ہے:

(تنزیہ اُو تعالیٰ از زمان و مکان و جہت و اثباتِ رویت بلاجہت و محاذات ہمہ از قبیل بدعاتِ حقیقیہ است، اگر صاحب آں اعتقاداتِ مذکورہ را از جنس عقایدِ دینیہ مے شمارد)۔(59)

اس میں صاف تصریح ہے کہ اللہ تعالیٰ کو زمان و مکان و جہت سے پاک جاننا اور اس کا دیدار بلاکیف ماننا، بدعت و گمراہی ہے، حالانکہ یہ تمام اہلِ سنت کا عقیدہ ہے۔(60) تو اِس قائل نے تمام پیشوایانِ اہلسنت کو گمراہ و بدعتی بتایا، بحرالرائق و درِمختار و عالمگیری میں ہے: کہ اللہ تعالیٰ کے لیے جو مکان ثابت کرے، کافر ہے۔(61)

---

(59) ایضاح الحق، (مترجم اردو) فائدہ اول، پہلا مسئلہ، ص ۷۷۔۷۸، قدیمی کتب خانہ

(60) یہ پہلے ہی بیان کیا جا چکا ہے۔

(61) اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

اللہ عزوجل کے لئے مکان ماننا کفر ہے،

بحرالرائق جلد پنجم ص ۱۲۹ میں ہے:

یکفر بقولہ یجوز ان یفعل اللہ فعلا لاحکمۃ فیہ وباثبات المکان للہ تعالی ۲؎

اگر کوئی کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ایسے فعل کا صدور ممکن ہے جس میں حکمت نہ ہو تو وہ کافر ہے یا وہ اللہ تعالیٰ کے مکان کا اثبات تسلیم کرتا ہے۔

(۲؎ بحرالرائق باب احکام المرتدین ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۵/ ۱۲۰)

فتاوی قاضی خاں فخر المطابع جلد چہارم ص ۸۳۰:

یکون کفرا لان اللہ تعالی منزہ عن المکان ۳؎

کافر ہو جائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ مکان سے پاک ہے۔

(۳؎ فتاوی قاضی خان کتاب السیر باب یکون کفرا و مالا یکون کفرا نولکشور لکھنؤ ۴/ ۸۸۳)

فتاوی خلاصہ قلمی کتاب الفاظ الکفر فصل ۲ جنس ۲:

یکفر لانہ اثبت المکان للہ تعالی ۴؎

وہ کافر ہے کیونکہ اس نے اللہ تعالیٰ کیلئے مکان ثابت کیا ہے۔(۴؎ خلاصۃ الفتاوی فصل الثانی فی الفاظ الکفر مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۴/ ۳۸۴) ←

تقویۃ الایمان صفحہ ۶۰ میں یہ حدیث:

((أَرَأَيْتَ لَوْ مَرَرْتَ بِقَبْرِيْ أَكُنْتَ تَسْجُدُ لَهُ.)) (62)

نقل کر کے ترجمہ کیا کہ بھلا خیال تو کر جو تُو گزرے میری قبر پر، کیا سجدہ کرے تو اُس کو، اُس کے بعد (ف) لکھ کر فائدہ یہ جڑ دیا: (یعنی میں بھی ایک دن مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں۔) (63) حالانکہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

((إِنَّ اللهَ حَرَّمَ عَلَى الْأَرْضِ أَنْ تَأْكُلَ أَجْسَادَ الْأَنْبِيَاءِ.)) (64)

اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیا علیہم السلام کے اَجسام کھانا، زمین پر حرام کر دیا ہے۔

((فَنَبِيُّ اللهِ حَيٌّ يُرْزَقُ.)) (65)

تو اللہ (عزوجل) کے نبی زندہ ہیں، روزی دیے جاتے ہیں۔

فتاوٰی عالمگیری مطبع مصر جلد دوم ص ۱۲۹: یکفر باثبات المکان اللہ تعالیٰ ا؎۔

(ا؎ فتاوٰی ہندیہ موجبات الکفر انواع نورانی کتب خانہ پشاور ۲/۲۵۹)

اللہ تعالیٰ کے لئے مکان ثابت کرنا کفر ہے۔

جامع الفصولین جلد دوم ص ۲۹۸، فتاوٰی ذخیرہ سے:

قال اللہ فی السماء عالم لو اراد بہ المکان کفر ۲؎۔

(۲؎ جامع الفصولین فصل الثامن والثلاثون فی مسائل کلمات الکفر اسلامی کتب خانہ کراچی ۲/۲۹۸)

کسی نے کہا اللہ تعالیٰ آسمان میں عالم ہے اگر اس سے مراد مکان لیا ہے تو کفر ہے۔

(فتاوٰی رضویہ، جلد ۱۴، ص ۲۷۵۔۲۷۶ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(62) سنن أبي داود، کتاب النکاح، باب في حق الزوج علی المرأۃ، الحدیث: ۲۱۴۰، ج ۲، ص ۳۵۵.

(63) تقویۃ الایمان، باب اوّل، فصل ۵، شرک فی العبادات کی برائی کا بیان، ص ۵۷

(64) سنن ابن ماجہ، کتاب الجنائز، باب ذکر وفاتہ ودفنہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، الحدیث: ۱۶۳۷، ج ۲، ص ۲۹۱.

سنن أبي داود، کتاب الصلاۃ، باب فضل یوم الجمعۃ ولیلۃ الجمعۃ، الحدیث: ۱۰۴۷، ج ۱، ص ۳۹۱.

سنن النسائي، کتاب الجمعۃ، باب إکثار الصلاۃ علی النبي صلی اللہ علیہ وسلم یوم الجمعۃ، الحدیث: ۱۳۷۱، ص ۲۳۷.

المسند، للإمام أحمد بن حنبل، ج ۵، ص ۴۶۳، الحدیث: ۱۶۱۶۲.

المستدرک للحاکم، کتاب الجمعۃ، الحدیث: ۱۰۶۸، ص ۵۶۹

(65) سنن ابن ماجہ، کتاب الجنائز، باب ذکر وفاتہ ودفنہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، الحدیث: ۱۶۳۷، ج ۲، ص ۲۹۱

اسی تقویۃ الایمان صفحہ ۱۹ میں ہے: ہمارا جب خالق اللہ ہے اور اس نے ہم کو پیدا کیا تو ہم کو بھی چاہیے کہ اپنے ہر کاموں پر اُسی کو پکاریں اور کسی سے ہم کو کیا کام؟ جیسے جو کوئی ایک بادشاہ کا غلام ہو چکا تو وہ اپنے ہر کام کا علاقہ اُسی سے رکھتا ہے، دوسرے بادشاہ سے بھی نہیں رکھتا اور کسی چوہڑے چمار کا تو کیا ذکر۔ (66)

انبیائے کرام واولیائے عِظام کی شان میں ایسے ملعون الفاظ استعمال کرنا، کیا مسلمان کی شان ہو سکتی ہے...؟!

صراطِ مستقیم صفحہ ۹۵: بمقتضائے (ظُلُمٰتٌۢ بَعۡضُهَا فَوۡقَ بَعۡضٍ) (67) از وسوسہ زنا، خیالِ مجامعتِ زوجہ خود بہتر است، وصرفِ ہمت بسوئے شیخ واَمثالِ آں از معظمین گو جنابِ رسالت مآب باشند بچندیں مرتبہ بدتر از استغراق درصورتِ گاؤ وخرِ خود است۔ (68)

مسلمانو! یہ ہیں اِمام الوہابیہ کے کلماتِ خبیثات! اور کس کی شان میں؟ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں! جس کے دل میں رائی برابر بھی ایمان ہے، وہ ضرور یہ کہے گا کہ اس قول میں گستاخی ضرور ہے۔

تقویۃ الایمان صفحہ ۱۰:

روزی کی کشائش اور تنگی کرنی اور تندرست و بیمار کر دینا، اِقبال و اِدبار (عروج وزوال) دینا، حاجتیں برلانی، بلائیں ٹالنی، مشکل میں دستگیری کرنی، یہ سب اللہ ہی کی شان ہے اور کسی انبیا، اولیا، بھوت، پری کی یہ شان نہیں، جو کسی کو ایسا تصرّف ثابت کرے اور اس سے مرادیں مانگے اور مصیبت کے وقت اُس کو پکارے، سو وہ مشرک ہو جاتا ہے، پھر خواہ یوں سمجھے کہ اِن کاموں کی طاقت اُن کو خود بخود ہے، خواہ یوں سمجھے کہ اللہ نے اُن کو قدرت بخشی ہے، ہر طرح شرک ہے۔ (69)

قرآن مجید میں ہے:

(اَغۡنٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوۡلُهٗ مِنۡ فَضۡلِهٖ) (70)

اُن کو اللہ و رسول اللہ نے غنی کر دیا اپنے فضل سے۔

قرآن تو کہتا ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دولت مند کر دیا اور یہ کہتا ہے: جو کسی کو ایسا تصرّف ثابت کرے مشرک ہے۔ تو اس کے طور پر قرآنِ مجید شرک کی تعلیم دیتا ہے...! قرآن عظیم میں ارشاد ہے:

---

(66) تقویۃ الایمان، باب اول، فصل ۱، شرک سے بچنے کا بیان، ص ۲۸

(67) ترجمۂ کنز الایمان: اندھیرے ہیں ایک پر ایک۔ (پ ۱۸، النور: ۴۰)

(68) صراط مستقیم، ص ۸۶

(69) تقویۃ الایمان، باب اوّل، توحید اور شرک کا بیان، ص ۲۲

(70) پ ۱۰، التوبۃ: ۷۴۔

(وَتُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ بِاِذْنِيْ) (71)
اے عیسیٰ! تو میرے حکم سے مادرزاد اندھے اور سفید داغ والے کو اچھا کر دیتا ہے۔
اور دوسری جگہ ہے:

(وَاُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْيِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ) (72)
عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام فرماتے ہیں: میں اچھا کرتا ہوں، مادرزاد اندھے اور سفید داغ والے کو اور مُردوں کو جلا دیتا ہوں، اللہ کے حکم سے۔

اب قرآن کا تو یہ حکم ہے اور وہابیہ یہ کہتے ہیں کہ تندرست کرنا اللہ (عزوجل) ہی کی شان ہے، جو کسی کو ایسا تصرّف ثابت کرے مشرک ہے۔ اب وہابی بتائیں کہ اللہ تعالیٰ نے ایسا تصرّف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لیے ثابت کیا تو اُس پر کیا حکم لگاتے ہیں...؟! اور لُطف یہ ہے کہ اللہ عزوجل نے اگر اُن کو قدرت بخشی ہے، جب بھی شرک ہے تو معلوم نہیں کہ ان کے یہاں اِسلام کس چیز کا نام ہے؟

تقویۃ الایمان صفحہ ۱۱:

گرد و پیش کے جنگل کا ادب کرنا، یعنی وہاں شکار نہ کرنا، درخت نہ کاٹنا، یہ کام اللہ نے اپنی عبادت کے لیے بتائے ہیں، پھر جو کوئی کسی پیغمبر یا بھوت کے مکانوں کے گرد و پیش کے جنگل کا ادب کرے، اُس پر شرک ثابت ہے، خواہ یوں سمجھے کہ یہ آپ ہی اِس تعظیم کے لائق ہے، یا یوں کہ اُن کی اس تعظیم سے اللہ خوش ہوتا ہے، ہر طرح شرک ہے۔ (73)

متعدد صحیح حدیثوں میں ارشاد فرمایا: کہ ابراہیم نے مکہ کو حرم بنایا اور میں نے مدینے کو حرم کیا، اِس کے ببول کے درخت نہ کاٹے جائیں اور اِس کا شکار نہ کیا جائے۔ (74)

مسلمانو! ایمان سے دیکھنا کہ اس شرک فروش کا شرک کہاں تک پہنچتا ہے! تم نے دیکھا اِس گستاخ نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر کیا حکم جڑا...؟!

تقویۃ الایمان صفحہ ۸:

پیغمبر خدا کے وقت میں کافر بھی اپنے بتوں کو اللہ کے برابر نہیں جانتے تھے، بلکہ اُسی کا مخلوق اور اس کا بندہ سمجھتے

---

(71) پ ۷، المآئدۃ: ۱۱۰

(72) پ ۳، اٰل عمرٰن: ۴۹

(73) تقویۃ الایمان، باب اول، توحید اور شرک کا بیان، ص ۲۳

(74) صحیح مسلم، کتاب الحج، باب فضل المدینۃ ودعاء النبی فیھا بالبرکۃ... إلخ، الحدیث: ۱۳۶۲، ص ۷۰۹

تھے اور اُن کو اُس کے مقابل کی طاقت ثابت نہیں کرتے تھے، مگر یہی پکارنا اور منتیں ماننی اور نذر و نیاز کرنی اور ان کو اپنا وکیل وسفارشی سمجھنا، یہی اُن کا کفر وشرک تھا، سو جو کوئی کسی سے یہ معاملہ کرے، گو کہ اُس کو اللہ کا بندہ ومخلوق ہی سمجھے، سو ابوجہل اور وہ شرک میں برابر ہے۔ (75)

یعنی جو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت مانے، کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اللہ عزوجل کے دربار میں ہماری سفارش فرمائیں گے تو معاذ اللہ اس کے نزدیک وہ ابوجہل کے برابر مشرک ہے، مسئلہ شفاعت کا صرف انکار ہی نہیں بلکہ اس کو شرک ثابت کیا اور تمام مسلمانوں صحابہ وتابعین وائمہ دین واولیا وصالحین سب کو مشرک وابوجہل بنا دیا۔

تقویۃ الایمان صفحہ ۵۸:

کوئی شخص کہے: فلانے درخت میں کتنے پتے ہیں؟ یا آسمان میں کتنے تارے ہیں؟ تو اس کے جواب میں یہ نہ کہے، کہ اللہ ورسول ہی جانے، کیونکہ غیب کی بات اللہ ہی جانتا ہے، رسول کو کیا خبر۔ (76) سبحان اللہ...! خدائی اسی کا نام رہ گیا کہ کسی پیڑ کے پتے کی تعداد جان لی جائے۔

تقویۃ الایمان صفحہ ۷:

اللہ صاحب نے کسی کو عالم میں تصرّف کرنے کی قدرت نہیں دی۔ (77) اس میں انبیائے کرام کے معجزات اور اولیائے عظام کی کرامت کا صاف انکار ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

{فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا ۞} (78)

قسم فرشتوں کی جو کاموں کی تدبیر کرتے ہیں۔

تو یہ قرآن کریم کو صاف رد کر رہا ہے۔

صفحہ ۲۲: جس کا نام محمد یا علی ہے، وہ کسی چیز کا مختار نہیں۔ (79)

تعجب ہے کہ وہابی صاحب تو اپنے گھر کی تمام چیزوں کا اختیار رکھیں اور مالکِ ہر دوسرا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کسی چیز کے مختار نہیں...!

---

(75) تقویۃ الایمان، باب اول، توحید اور شرک کا بیان، ص ۲۱

(76) تقویۃ الایمان، فصل ۵: شرک فی العادات کی برائی کا بیان، ص ۵۵

(77) تقویۃ الایمان، باب اول، توحید اور شرک کا بیان، ص ۲۰

(78) پ ۳۰، النّٰزعٰت: ۵

(79) تقویۃ الایمان، باب اول، فصل ۴: شرک فی العبادات کی برائی کا بیان، ص ۴۳:

اس گروہ کا ایک مشہور عقیدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جھوٹ بول سکتا ہے۔ (80)

(80) فتاوی رشیدیہ، کتاب العقائد، ص ۲۱۰۔ ۲۱۱

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

بعض تمسکات معتزلہ کے رد میں فرماتے ہیں:

اجاب اصحابنا عنہ بان الکذب محال علی اللہ تعالی ۳؎۔

اہلسنت نے جواب دیا کہ کذب الٰہی محال ہے۔

(۳؎ مفاتیح الغیب (تفسیر کبیر) تحت آیت ما کان اللہ ان یتخذ من ولد سبحٰنہ المطبعۃ البہیۃ المصر ۲۱ / ۲۱۷)

نص ۱۶: علامہ سعد تفتازانی شرح مقاصد میں انھیں امام ہمام سے ناقل:

صدق کلام تعالٰی لما کان عندنا ازلیا امتنع کذبہ لان ماثبت قدمہ امتنع عدمہ ۴؎۔

کلام خدا کا صدق جب کہ ہم اہلسنت کے نزدیک ازلی ہے تو اس کا کذب محال ہوا کہ جس چیز کا قدم ثابت ہے اس کا عدم محال ہے۔

(۴؎ شرح المقاصد المبحث الثانی العشر اتفقت الامۃ علی العفو الخ دار المعارف نعمانیہ لاہور ۲ / ۲۳۷)

تنبیہ: انھیں امام علام کا ارشاد کہ کذب الٰہی کا جواز ماننا قریب بکفر ہے، ان شاء اللہ تعالیٰ تنزیہ چہارم میں آئے گا۔

نص ۱۷: تفسیر بیضاوی شریف میں ہے:

ومن اصدق من اللہ حدیثا ۞ انکار ان یکون احد اکثر صدقا منہ فانہ لا یتطرق الکذب الی خبرہ بوجہ لان نقص وھو علی اللہ تعالی محال ۵؎۔

اللہ تعالیٰ اس آیت میں انکار فرماتا ہے اس لئے کہ کوئی شخص اللہ سے زیادہ سچا ہو کہ اس کی خبر تک تو کسی کذب کو کسی طرح راہ ہی نہیں کہ کذب عیب ہے اور عیب اللہ تعالیٰ پر محال۔

(۵؎ انوار التنزیل واسرار التاویل (بیضاوی مع القرآن الکریم) تحت آیۃ ومن اصدق الخ مصطفی البابی مصر ص ۹۲)

نص ۱۸: تفسیر مدارک شریف میں ہے:

ومن اصدق من اللہ حدیثا ۞ تمییز وھو استفہام بمعنی النفی ای لا احد اصدق منہ فی اخبارہ ووعدہ ووعیدہ لاستحالۃ الکذب علیہ تعالی لقبحہ (عہ) لکونہ اخبارا عن الشیئ بخلاف ماھو علیہ ۱؎۔

آیت میں استفہام انکاری ہے یعنی خبر وعدہ وعید کسی بات میں کوئی شخص اللہ سے زیادہ سچا نہیں کہ اس کا کذب تو محال بالذات ہے کہ خود اپنے معنی ہی کے رو سے قبیح ہے کہ خلاف واقع خبر دینے کا نام ہے۔

عہ: اقول استدل قدس سرہ بالقبح اما فی نظر الظاہر فلانہ رحمہ اللہ تعالی من ائمتنا الماتریدیۃ ولذا عدلت عنہ الاشاعرۃ کصاحب المواقف وصاحب المفاتیح کما سمعت نصہما واما عند التحقیق فلان عقلیۃ القبح بھذا المعنی من المجمع علیہ بین العقلاء وھو الاشاعرۃ رحمہم اللہ تعالی انفسہم ناصون بذلک ←

بلکہ اُن کے ایک سرغنہ نے تو اپنے ایک فتوے میں لکھ دیا کہ: وقوعِ کذب کے معنی درست ہو گئے، جو یہ کہے کہ اللہ تعالیٰ جھوٹ بول چکا، ایسے کو تضلیل و تفسیق سے مامون کرنا چاہیے۔

فلا علیك من ذھول من ذھل کما اومانا الیه فی صدر البحث واللہ تعالی اعلم ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اقول،
علامہ قدس سرہ، نے قبح سے استدلال کیا ظاہر نظر میں تو اس لئے کہ آپ رحمہ اللہ تعالیٰ ہمارے ائمہ ماتریدیہ میں سے ہے اسی لئے اشاعرہ نے قبح سے استدلال نہ کیا جیسا کہ آپ نے صاحب مواقف اور صاحب مفاتیح کی نصوص سنیں، اور عند التحقیق اس لئے کہ اس معنی میں قبح عقلی ہونا عقلاء اور اشاعرہ میں متفقہ چیز ہے جس کو خود اشاعرہ رحمہم اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا جیسا کہ ہم نے بحث کی ابتداء میں اشارہ کیا ہے کسی کے ذہول سے تجھ پر کوئی اعتراض نہیں، واللہ تعالیٰ اعلم ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۱۔ مدارک التنزیل (تفسیر النسفی) تحت آیہ ومن اصدق من اللہ الخ دار الکتاب العربی بیروت ۱/ ۲۴۱)

نص ۱۹: تفسیر علامۃ الوجود سیدی ابی السعود عمادی میں ہے:

ومن اصدق من اللہ حدیثا ۞ انکار لان یکون احد اصدق منہ تعالی فی وعدہ وسائر اخبارہ وبیان لاستحالتہ کیف لا والکذب محال علیہ سبحنہ دون غیرہ ۲؎۔

آیت میں انکار ہے اس کا کہ کوئی شخص اللہ تعالیٰ سے زیادہ سچا ہو وعدہ میں یا کسی اور خبر میں، اور بیان ہے اس زیادت کے محال ہونے کا، اور کیوں نہ محال ہو کہ اللہ تعالیٰ کا کذب تو ممکن ہی نہیں بخلاف اوروں کے۔

(۲۔ ارشاد العقل السلیم تحت آیہ ومن اصدق من اللہ الخ دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۱۲۔۲۱۱)

نص ۲۰: تفسیر روح البیان میں ہے:

ومن اصدق من اللہ حدیثا ۞ انکار لان یکون احد اکثر صدقا منہ فان الکذب نقص وھو علی اللہ محال دون غیرہ ۱؎ اھ ملخصا۔

آیت اس امر کا انکار فرماتی ہے کہ کوئی شخص صدق میں اللہ تعالیٰ سے زائد ہو کر کذب عیب ہے اور وہ خدا پر محال ہے، نہ اس کے غیر پر، اھ ملخصا۔(۱۔ تفسیر روح البیا تحت ومن اصدق من اللہ حدیثا المکتبۃ الاسلامیہ الریاض ۲/ ۲۵۵)

نص ۲۱: شرح السنوسیہ میں ہے:

الکذب علی اللہ تعالی محال لانہ دناءۃ ۲؎۔

اللہ تعالیٰ پر کذب محال ہے کہ وہ کمینہ پن ہے۔(۲۔ شرح السنوسیہ)

نص ۲۲: فاضل سیف الدین ابہری کی شرح موقف میں ہے:

ممتنع علیہ الکذب اتفاقا لانہ نقص والنقص علی اللہ تعالی محال اجماعا ۳؎۔

کذبِ الٰہی بالاتفاق محال ہے کہ وہ عیب ہے اور ہر عیب اللہ تعالیٰ پر بالاجماع محال ہے۔

(۳۔ شرح المواقف سیف الدین ابہری (تلمیذ مصنف)

سبحان اللہ۔۔۔! خدا کو جھوٹا مانا، پھر بھی اسلام وسنیت وصلاح کسی بات میں فرق نہ آیا، معلوم نہیں ان لوگوں نے کس چیز کو خدا ٹھہرالیا ہے!

نص ۲۳: شرح عقائد جلالی میں ہے:

الکذب نقص والنقص علیہ محال فلا یکون من الممکنات ولا تشملہ القدرۃ کسائر وجوہ النقص علیہ تعالٰی کالجھل والعجز ۴۔

جھوٹ عیب ہے اور عیب اللہ تعالٰی پر محال، تو کذب الٰہی ممکنات سے نہیں، نہ اللہ تعالٰی کی قدرت اسے شامل جیسے تمام اسباب عیب مثل جہل وعجز الٰہی، کہ سب محال ہیں اور صلاحیت قدرت سے خارج۔ (۴۔ الدوانی علی العقائد العضدیۃ، بحث علی مطبع مجتبائی دہلی ص ۷۳)

نص ۲۴: اسی میں ہے:

لا یصح علی تعالٰی الحرکۃ والانتقال ولا الجھل ولا الکذب لانھما النقص والنقص علی اللہ تعالٰی محال ۵۔

اللہ تعالٰی پر حرکت وانتقال وجہل وکذب کچھ ممکن نہیں کہ یہ سب عیب ہیں اور عیب اللہ تعالٰی پر محال۔

(۵۔ الدوانی علی العقائد العضدیۃ بحث لیس مطبع مجتبائی دہلی ص ۶۶ و ۶۷)

نص ۲۵: کنز الفوائد میں ہے:

قدس تعالٰی شانہ من الکذب شرعا وعقلا اذا ھو قبیح یدرك العقل قبحہ من غیر توقف علی شرح فیکون محالا فی حقلہ تعالٰی عقلا وشرعا کما حققہ ابن الھمام وغیرہ ۱۔

اللہ عزوجل بحکم شرح وبحکم عقل ہر طرح کذب سے پاک مانا گیا، اس لئے کہ کذب قبیح عقلی ہے کہ عقل خود بھی اس کے قبح کو مانتی ہے بغیر اس کے کہ اس کا پہچاننا شرح پر موقوف ہو تو جھوٹ بولنا اللہ تعالٰی کے حق میں عقلا وشرعا ہر طرح محال ہے جیسے کہ امام ابن الہمام وغیرہ نے اس کی تحقیق افادہ فرمائی۔ (۱۔ کنز الفوائد)

نص ۲۶: مولانا علی قاری شرح فقہ اکبر امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں:

الکذب علیہ تعالٰی محال ۲۔

اللہ تعالٰی پر کذب محال ہے۔ (۲۔ منح الروض الازہر شرح الفقہ الاکبر الصفات الفعلیہ مصطفی البابی مصر ص ۲۳)

نص ۲۷: مسلم الثبوت میں ہے:

المعتزلہ قالوا لولا کون الحکم عقلیا لم یمتنع الکذب منہ تعالٰی عقلا۔ والجواب انہ نقص فیجب تنزیہہ تعالٰی عنہ کیف وقد مر انہ عقلی باتفاق العقلاء لان ما ینافی الوجوب الذاتی من جملۃ النقص فی حق الباری تعالٰی ومن الاستحالات العقلیۃ علیہ سبحنہ ۳۔ اھ ملخصا مع الشرح۔

خاص یہ کہ معتزلہ نے اہلسنت سے کہا اگر حکم عقلی نہ ہو تو اللہ تعالٰی کا کذب محال نہ رہے حالانکہ اسے ہم تم بالاتفاق محال عقلی مانتے ہیں اہلسنت نے جواب دیا کہ کذب اس لئے محال عقلی ہوا کہ وہ عیب ہے تو واجب ہوا کہ اللہ تعالٰی کو اس سے منزہ مانیں اس کے عقلی ہونے پر ←

ایک عقیدہ ان کا یہ ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خاتم النبیین بمعنی آخر الانبیاء نہیں مانتے۔(81) اور یہ صریح

تمام عقلاء کا اجماع ہے وجہ یہ ہے کہ کذب الوہیت کی ضد ہے اور جو کچھ الوہیت کی ضد ہے وہ سب اللہ تعالیٰ کے حق میں عیب ہے اور اس کی شان میں محال عقلی ہے اھ ملخصا مع الشرح۔(۳ـ فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت بذیل المستصفی المقالۃ الثانیہ الخ منشورات الشریف الرضی قم ایران ۱/ ۴۶)(مسلم الثبوت الطبع الانصاری دہلی ص ۱۰)

نص ۲۸: مولانا نظام الدین سہالی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

الکذب نقص لان ماینا فی الوجوب الذاتی من الاستحالات العقلیۃ بذالک اثبت الحکماء الذین ھم غیر متشرعین بشریعۃ الاستحالۃ المذکورۃ فان الوجوب والکذب لایجتمعان کمابین فی الکلام ۱ـ اھ ملخصا۔

جھوٹ بولنا عیب ہے کہ جو کچھ خدا ہونے کے منافی ہے وہ سب محال عقلی ہے، اس پر دلیل سے وہ حکماء اسے محال جانتے ہیں جو کسی شریعت پر ایمان نہیں رکھتے کہ خدائی و دروغ گوئی جمع نہ ہوگی جیسا کہ علم کلام میں ثابت ہو چکا ہے اھ ملخصا۔

(اـ شرح مسلم الثبوت نظام الدین سہالی)

نص ۲۹: مولانا بحر العلوم عبد العلی ملک العلماء فواتح الرحموت میں فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ صادق قطعا لاستحالۃ الکذب ھناک ۲ـ (ملخصا)

اللہ تعالیٰ یقینا سچا ہے کہ وہاں کذب کا امکان ہی نہیں۔

(۲ـ فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت بذیل المصطفی، الباب الثانی فی الحکم، منشورات الشریف الرضی قم ایران ۱/ ۶۲)

نص ۳۰: افسوس کہ امام الوہابیہ کے نسبا چچا اور علما باپ اور طریقۃ دادا یعنی شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی نے بھی اس پسر نامور کی رعایت نہ فرمائی کہ تفسیر عزیزی میں زیر قولہ تعالیٰ فلن یخلف اللہ عھدہ ۳ـ (اللہ تعالیٰ ہرگز اپنے عہد کے خلاف نہیں فرماتا۔ت)

(۳ـ القرآن الکریم ۲/ ۸۰)

یوں تصریح کی ٹھہرائی: خبر او تعالیٰ کلام ازلی اوست و کذب در کلام نقصانے ست عظیم کہ ہرگز بصفات او راہ نمی یابد درحق او تعالیٰ کہ مبرا ز جمیع عیوب و نقائص ست خلاف خبر مطلقا نقصان ست ۴ـ اھ ملخصا۔

اللہ تعالیٰ کی خبر ازلی ہے، کلام میں جھوٹ کا ہونا عظیم نقص ہے لہذا وہ اللہ تعالیٰ کی صفات میں ہرگز راہ نہیں پاسکتا اللہ تعالیٰ کہ تمام نقائص وعیوب سے پاک ہے اس کی حق میں خبر کے خلاف ہونا سراپا نقص ہے اھ ملخصا

(۴ـ فتح العزیز (تفسیر عزیزی) تحت آیۃ لن یخلف اللہ عھدہ پ آلم در الکتب لال کنواں دہلی ص ۳۰۷)

مدعیان جدید سے پوچھا جائے جناب باری میں کہاں تک نقصان مانتے ہیں ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم اللہ تعالیٰ سچا ادب نصیب فرمائے۔ آمین!(فتاوی رضویہ، جلد ۱۵،ص ۳۲۸۔ ۳۳۰ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(81) تحذیر الناس، خاتم النبیین کا معنی، ص ۴۔ ۵

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں: ←

کفر ہے۔

ختم نبوت پر دیوبندی عقیدہ:

ان احادیث کثیرہ وافرہ شہیرہ متواترہ میں صرف گیارہ حدیثیں وہ ہیں جن میں فقط نبوت کا انہیں الفاظ موجودہ قرآن عظیم سے ذکر ہے جن میں آج کل کے بعض ضُلّال قاسمانِ کفر وضلال نے تحریف معنوی کی اور معاذ اللہ حضور کے بعد اور نبوتوں کی نیو جمانے کو خاتمیت بمعنی نبوت بالذات لی یعنی معنی خاتم النبیین صرف اس قدر ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نبی بالذات ہیں اور انبیاء نبی بالعرض، باقی زمانے میں تمام انبیاء کے بعد ہونا حضور کے بعد اور کسی کو نبوت ملنی ممتنع ہونا یہ معنی ختم نبوت نہیں اور صاف لکھ دیا کہ حضور کے بعد بھی کسی کو نبوت مل جائے تو ختم نبوت کے اصلاً منافی نہیں اس کے رسالہ ضلالت مقالہ کا خلاصہ عبارت یہ ہے:

قاسم نانوتوی کا عقیدہ:

عوام کے خیال میں تو رسول اللہ کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ سب میں آخر نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن کہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں پھر مقام مدح میں ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین فرمانا کیونکر صحیح ہوسکتا بلکہ موصوف بالعرض کا قصہ موصوف بالذات پر ختم ہوجاتا ہے اسی طور پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خاتمیت کو تصور فرمایئے آپ موصوف بوصف نبوت بالذات ہیں اور نبی موصوف بالعرض ایں معنی جو میں نے عرض کیا آپ کا خاتم ہونا انبیائے گزشتہ ہی کی نسبت خاص نہ ہوگا بلکہ بالفرض آپ کے زمانے میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی بھی کوئی نبی پیدا ہوتو خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا چہ جائیکہ آپ کے معاصر کسی اور زمین میں یا اسی زمین میں کوئی اور نبی تجویز کیا جائے ا ھ ملتقطاً

(۱ـ تحذیر الناس، مطبوعہ دار الاشاعت کراچی۔ ص ۱۸ و ۲۴)

مسلمانو! دیکھا اس ملعون ناپاک شیطانی قول نے ختم نبوت کی کیسی جڑ کاٹ دی، خاتمیت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ کہ وہ تاویل گھڑی کہ خاتمیت خود ہی ختم کردی صاف لکھ دیا کہ اگر حضور خاتم الانبیاء علیہ وعلیہم افضل الصلوٰۃ والثنا کے زمانے میں بلکہ حضور کے بعد بھی کوئی نبی پیدا ہوتو ختم نبوت کے کچھ منافی نہیں اللہ اللہ جس کفر ملعون کے موجد کو خود قرآن عظیم کا وخاتم النبیین فرمانا نافع نہ ہوا کما قال تعالیٰ (جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا): وننزّل من القراٰن ما ھو شفاء ورحمة للمؤمنین ولا یزید الظّٰلمین الاّ خسارا ۲ ـ اتارتے ہیں ہم اس قرآن سے وہ چیز کہ مسلمانوں کیلئے شفاء ورحمت ہے اور ظالموں کو اس سے کچھ نہیں بڑھتا سوا زیاں کے۔

(۲ـ القرآن الکریم ۱۷/ ۸۲)

اسے احادیث میں خاتم النبیین فرمانا کیا کام دے سکتا ہے فبای حدیث بعدہ یؤمنون ۳ـ

قرآن کے بعد اور کون سی حدیث پر ایمان لائیں گے۔ (القرآن الکریم ۷/ ۱۸۵)

صحابہ کرام اور ختم نبوت:

فقیر غفرلہ المولی القدیر نے ان احادیث کثیرہ میں صرف گیارہ حدیثیں ایسی لکھیں جن میں تنہا ختم نبوت کا ذکر ہے باقی نوے ۹۰ احادیث اور اکثر تذییلات، ان پر علاوہ سو ۱۰۰ سے زائد حدیثیں وہی جمع کیں کہ بالتصریح حضور کا اسی معنی پر خاتم ہونا بتارہی ہیں جسے وہ ←

گمراہ [illegible] وتابعین عظام کے
ارشادات کہ تذکروں میں گزرے، مثلاً:

۱۔ امیر المؤمنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی کہ اللہ تعالیٰ نے حضور کو سب انبیاء کے بعد بھیجا۔

۲۔ انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول تمہارے نبی آخر الانبیاء ہیں۔

۳۔ عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد کہ ان کے بعد کوئی نبی نہیں۔

۴۔ امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول کہ وہ سب انبیاء کے بعد بھیجے گئے۔

انہیں تو یہ گمراہ کب سنے گا کہ وہ اسی وسوسۃ الخناس میں صاف یہ خود بھی بتایا گیا ہے کہ وہ سلف صالح کے خلاف چلا ہے اور اسکا عذر یوں پیش کیا کہ:

اگر بوجہ کم التفاتی بڑوں کا فہم کسی مضمون تک نہ پہنچا تو ان کی شان میں کیا نقصان آ گیا اور کسی طفل ناداں نے کوئی ٹھکانے کی بات کہہ دی تو کیا وہ عظیم الشان ہو گیا۔

مگر آنکھیں کھول کر خود محمد رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی متواتر حدیثیں دیکھئے کہ:

۱۔ میں عاقب ہوں جس کے بعد کوئی نبی نہیں۔

۲۔ میں سب انبیاء میں آخر نبی ہوں۔

۳۔ میں تمام انبیاء کے بعد آیا۔

۴۔ ہمیں پچھلے ہیں۔

۵۔ میں سب پیغمبروں کے بعد بھیجا گیا۔

۶۔ قصر نبوت میں جو ایک اینٹ کی جگہ تھی مجھ سے کامل کی گئی۔

۷۔ میں آخر الانبیاء ہوں۔

۸۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

۹۔ رسالت و نبوت منقطع ہو گئی اب نہ کوئی رسول ہوگا نہ نبی۔

۱۰۔ نبوت میں سے اب کچھ نہ رہا سوا اچھے خواب کے۔

۱۱۔ میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر ہوتا۔

۱۲۔ میرے بعد دجال کذاب ادعائے نبوت کریں گے۔

۱۳۔ میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

۱۴۔ نہ میری امت کے بعد کوئی امت۔

←

چنانچہ تحذیر الناس ص ۳ میں ہے:

ادھر علمائے کتب سابقہ (یہ ۱) اللہ و رسول جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشادات سن سن کر شہادات ادا کر رہے ہیں کہ:

۱۔ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خاتم النبیین ہوں گے ان کے بعد کوئی نبی نہیں۔

۲۔ ان کے سوا کوئی نبی باقی نہیں۔

۳۔ وہ آخر الانبیاء ہیں۔

م: نیز تذییلات میں مقوقس کی دو حدیثیں گزریں کہ ایک نبی باقی تھے وہ عرب میں ظاہر ہوئے، ہرقل کی دو حدیثیں کہ یہ خاندآخر المبعوث تھا، عبداللہ بن سلام کی حدیث کہ وہ قیامت کے ساتھ مبعوث ہوئے، ایک حبر کا قول کہ وہ امت آخرہ کے نبی ہیں بلکہ جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عرض کہ حضور سب پیغمبروں سے زمانے میں متاخر ہیں۔ (م)

ادھر ملائکہ وانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی صدائیں آرہی ہیں کہ:

۴۔ وہ پسین پیغمبراں ہیں۔

۵۔ وہ آخر مرسلان ہیں۔

خود حضرت عزت عزت عزتہ سے ارشادات جانفزا و دلنواز آرہے ہیں کہ:

۶۔ محمد ہی اوّل وآخر ہے۔

۷۔ اس کی امت مرتبے میں سب سے اگلی اور زمانے میں سب سے پچھلی۔

۸۔ وہ سب انبیاء کے پیچھے آیا۔

۹۔ اے محبوب! میں نے تجھے آخر النبیین کیا۔

۱۰۔ اے محبوب! میں نے تجھے سب انبیاء سے پہلے بنایا اور سب کے بعد بھیجا۔

۱۱۔ محمد آخر الانبیاء ہے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

مگر یہ ضال مضل محرف قرآن مغیر ایمان ہے کہ نہ ملائکہ کی سنے نہ انبیاء کی نہ مصطفیٰ کی مانے نہ ان کے خدا کی۔ سب کی طرف سے ایک کان گونگا ایک بہرا، ایک دیدہ اندھا ایک پھوٹا، اپنی ہی ہانک لگائے جاتا ہے کہ یہ سب ناسمجھی کے اوہام، خیالات عوام ہیں، آخر الانبیاء ہونے میں فضیلت ہی کیا ہے۔

انّا للہ وانّا الیہ رٰجعون O کذٰلک یطبع اللہ علٰی کل قلب متکبر جبار O ربّنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ھدیتنا وھب لنا من لدنک رحمۃ انّک انت الوھّاب O ۲ ؎

اللہ یونہی مہر کردیتا ہے متکبر سرکش کے دل پر۔ اے ہمارے رب! ہمارے دل ٹیڑھے نہ کر بعد اس کے کہ تو نے ہمیں ہدایت دی اور ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا کر بیشک تو ہی بڑا دینے والا۔ (۱؎ القرآن الکریم ۴۰ / ۳۵) (۲؎ القرآن الکریم ۳ / ۸)

ہاں ان نوے ۹۰ حدیثوں میں تین حدیثیں صرف بلفظ خاتمیت بھی ہیں، دو حدیث سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہ اے چچا! جس طرح ←

عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلعم (82) کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیائے سابق کے بعد اور

اللہ تعالیٰ نے مجھ پر نبوت ختم کی تم پر ہجرت کو ختم فرمائے گا، جیسے میں خاتم النبیین ہوں تم خاتم المہاجرین ہوگے۔ شاید وہ گمراہ یہاں بھی کہہ دے کہ تمام مہاجرین کرام مہاجر بالعرض تھے حضرت عباس مہاجر بالذات ہوئے۔

ایک اور حدیث الٰہی جل وعلا کہ میں ان کی کتاب پر کتابوں کو ختم کرونگا اوران کے دین و شریعت پر ادیان شرائع کو۔

او گمراہ! اب یہاں بھی کہہ دے کہ اور دین دین بالعرض تھے یہ دین دین بالذات ہے توریت و انجیل و زبور اللہ تعالیٰ کے کلام بالعرض تھے قرآن کلام بالذات ہے مگر ہے یہ کہ:

من لم یجعل اللہ له نورا فما له من نور ۳۵ ۔نسأل اللہ العفو والعافیة ونعوذ به من الحور بعد الکور والکفر بعد الایمان والضلال بعد الھدی ولا حول ولا قوة الا باللہ العلی العظیم وصلی اللہ تعالٰی علی سیدنا ومولانا محمد اخر المرسلین و خاتم النبیین واله و صحبه اجمعین، والحمد للہ رب الغلمین۔

(۳۵؎ القرآن الکریم ۲۴/ ۴۰)

جس کے لئے اللہ تعالیٰ نور نہ بنائے تو اس کے لئے کوئی نور نہیں، ہم اللہ تعالیٰ سے معافی اور عافیت کے طلبگار ہیں، اور ہم سنور نے کے بعد بگڑنے اور ایمان کے بعد کفر اور ہدایت کے بعد گمراہی سے اس کی پناہ کے طالب ہیں، حرکت اور طاقت نہیں مگر صرف اللہ تعالیٰ سے جو بلند و عظیم ہے، اللہ تعالیٰ کی صلواتیں ہمارے آقا و مولیٰ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر جو رسولوں کے آخری اور نبیوں کے آخری ہیں اور آپ کی سب آل واصحاب پر، والحمد للہ رب العالمین (فتاوی رضویہ، جلد ۱۵، ص ۱۰۷۔ ۱۷ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(82) اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

یہ جہالت آج کل بہت جلد بازوں میں رائج ہے۔ کوئی صلعم لکھتا ہے کوئی عم کوئی ص، اور یہ سب بیہودہ و مکروہ وسخت ناپسند و موجب محرومی شدید ہے اس سے بہت سخت احتراز چاہیئے اگر تحریر میں ہزار جگہ نامِ پاک حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آئے ہر جگہ پورا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لکھا جائے ہرگز ہرگز کہیں صلعم وغیرہ نہ ہو علماء نے اس سے سخت ممانعت فرمائی ہے یہاں تک کہ بعض کتابوں میں تو بہت اشد حکم لکھ دیا ہے۔ علامہ طحطاوی حاشیہ دُرمختار میں فرماتے ہیں:

ویکرہ الرمز بالصلوة والترضی بالکتابة بل یکتب ذلک کله بکماله وفی بعض المواضع من التتار خانیة من کتب علیه السلام بالھمزة والمیم یکفر لانه تخفیف و تخفیف الانبیاء کفر بلاشك ولعله ان صح النقل فھو مقید بقصد والافالظاھر انه لیس بکفر و کون لازم الکفر کفرا بعد تسلیم کونه مذھباً مختارا محله اذا کان اللزوم بیّناً نعم الاحتیاط فی الاحتراز عن الایھام والشبھة اھ۔

(۱؎ حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار مقدمۃ الکتاب مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۶)

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جگہ (ص) وغیرہ اور رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جگہ (رض) لکھنا مکروہ ہے بلکہ اسے کامل طور پر لکھا پڑھا جائے تاتارخانیہ میں بعض جگہ پر ہے جس نے درود وسلام ہمزہ (ء) اور میم (م) کے ساتھ لکھا اس نے کفر کیا کیونکہ یہ عمل تخفیف ہے اور انبیاء علیہم السلام کی ←

آپ سب میں آخر نبی ہیں، مگر اہلِ فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تاخر میں بالذات کچھ فضیلت نہیں، پھر مقامِ مدح میں ﴿وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ﴾ (83) فرمانا اس صورت میں کیونکر صحیح ہوسکتا ہے؟ ہاں! اگر اس وصف کو اَوصافِ مدح میں سے نہ کہیے اور اس مقام کو مقامِ مدح نہ قرار دیجیے تو البتہ خاتمیت باعتبارِ تاخرِ زمانی صحیح ہوسکتی ہے۔ (84) پہلے تو اس قائل نے خاتم النبیین کے معنی تمام انبیا سے زمانا متاخر ہونے کو خیالِ عوام کہا اور یہ کہا کہ اہلِ فہم پر روشن ہے کہ اس میں بالذات کچھ فضیلت نہیں۔ حالانکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خاتم النبیین کے یہی معنی بکثرت احادیث میں ارشاد فرمائے تو معاذ اللہ اس قائل نے حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو عوام میں داخل کیا اور اہلِ فہم سے خارج کیا، پھر اس نے ختمِ زمانی کو مطلقاً فضیلت سے خارج کیا، حالانکہ اسی تاخرِ زمانی کو حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے مقامِ مدح میں ذکر فرمایا۔

پھر صفحہ ۴ پر لکھا: آپ موصوف بوصفِ نبوت بالذات ہیں اور سوا آپ کے اور نبی موصوف بوصفِ نبوت بالعرض۔ (85)

صفحہ ۱۶: بلکہ بالفرض آپ کے زمانہ میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو، جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے۔ (86)

صفحہ ۳۳: بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی بھی کوئی نبی پیدا ہو تو بھی خاتمیتِ محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا، چہ جائیکہ آپ کے مُعاصر (ہم زمانہ) کسی اور زمین میں، یا فرض کیجیے اسی زمین میں کوئی اور نبی تجویز کیا جائے۔ (87) لطف یہ کہ اس قائل نے اِن تمام خرافات کا ایجادِ بندہ ہونا خود تسلیم کرلیا۔

صفحہ ۳۴ پر ہے: اگر بوجہِ کم اِلتفاتی بڑوں کا فہم کسی مضمون تک نہ پہنچا تو اُن کی شان میں کیا نقصان آگیا اور کسی طفلِ نادان (ناسمجھ بچے) نے کوئی ٹھکانے کی بات کہہ دی تو کیا اتنی بات سے وہ عظیم الشان ہوگیا...؟!۔

بارگاہ میں یہ عمل بلاشبہ کفر ہے۔ اگر یہ قول صحت کے ساتھ منقول ہو تو یہ مقید ہوگا اس بات کے ساتھ کہ ایسا کرنے والا قصداً ایسا کرے، ورنہ ظاہر یہ ہے کہ وہ کافر نہیں باقی لزومِ کفر سے کفر اس وقت ثابت ہوگا جب اسے مذہب مختار تسلیم کیا جائے اور اس کا محل وہ ہوتا ہے جہاں لزوم بیان شدہ اور ظاہر ہو البتہ احتیاط اس میں ہے کہ ایہام اور شبہ سے احتراز کیا جائے۔

(فتاوی رضویہ، جلد ۶، ص ۲۲۱ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(83) پ ۲۲، الأحزاب: ۴۰

(84) تحذیر الناس، خاتم النبیین کا معنی، ص ۴۔۵

(85) تحذیر الناس، خاتم النبیین کا معنی، ص ۶

(86) تحذیر الناس، خاتم النبیین ہونے کا حقیقی مفہوم... إلخ، ص ۱۸

(87) تحذیر الناس، روایت حضرت عبد اللہ ابن عباس کی تحقیق، ص ۳۴

گاہ باشد کہ کودکِ ناداں بغلط برہدف زند تیرے (88)

ہاں! بعد وضوحِ حق (حق ظاہر ہونے کے بعد) اگر فقط اس وجہ سے کہ یہ بات میں نے کہی اور وہ اُگلے کہہ گئے تھے، میری نہ مانیں اور وہ پرانی بات گائے جائیں تو قطع نظر اِس کے کہ قانونِ محبتِ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ بات بہت بعید ہے، ویسے بھی اپنی عقل وفہم کی خوبی پر گواہی دینی ہے۔(89)

یہیں سے ظاہر ہوگیا جو معنی اس نے تراشے، سلف میں کہیں اُس کا پتا نہیں اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ سے آج تک جو سب سمجھے ہوئے تھے اُس کو خیالِ عوام بتا کر رد کر دیا کہ اِس میں کچھ فضیلت نہیں، اِس قائل پر علمائے حرمین طیبین نے جو فتوٰی دیا وہ حُسَامُ الحرمین (90) کے مطالعہ سے ظاہر اور اُس نے خود بھی اسی کتاب کے صفحہ ۴۶ میں اپنا اسلام برائے نام تسلیم کیا۔(91)

ع مدّعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری

اِن نام کے مسلمانوں سے اللہ (عزوجل) بچائے۔

اسی کتاب کے صفحہ ۵ پر ہے: کہ انبیا اپنی امت سے ممتاز ہوتے ہیں تو علوم ہی میں ممتاز ہوتے ہیں، باقی رہا عمل، اس میں بسا اوقات بظاہر امتی مساوی ہو جاتے ہیں، بلکہ بڑھ جاتے ہیں۔ (92)

اور سنیے! اِن قائل صاحب نے حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی نبوت کو قدیم اور دیگر انبیا کی نبوت کو حادث

---

(88) ممکن ہے کہ نادان بچہ غلطی سے تیر نشانہ پر مار دے۔

(89) تحذیر الناس، روایت حضرت عبداللہ ابن عباس کی تحقیق، ص ۳۵

(90) حسام الحرمین

حسام الحرمین مولانا احمد رضا خان کا مرتب کردہ ایک سوالنامہ اور اس پر حرمین شریفین کے مختلف فقہی مکاتب فکر کے سنی علماء کا فتویٰ کفر ہے۔ یہ فتوی 1906ء میں مولانا احمد رضا خان نے عربی و اردو میں شائع کرایا۔ اس میں مرزا غلام احمد بانی جماعت احمدیہ، اشرف علی تھانوی، محمد قاسم نانوتوی، رشید احمد گنگوہی، خلیل احمد انبیٹھوی کی مختلف کتب کی عبارات کو بطور گستاخی پیش کر کے ان پر حکم شرع طلب کیا گیا تھا جس پر علمائے مکہ و مدینہ نے حکم کفر جاری کیا اور تصدیقات و تقریضات لکھیں۔ اس پر بعد میں برصغیر کے 268 علماء نے بھی دستخط کیے۔

(91) تحذیر الناس، تفسیر بالرائے کا مفہوم ص ۴۵

(92) تحذیر الناس، نبوت کمالات علمی میں سے ہے، ص ۷

اہل سنت کا مذہب

اہل سنت کے مذہب میں انبیاء علیہم الصّلوٰۃ والسّلام اپنی امت سے جس طرح علم میں ممتاز ہوتے ہیں اسی طرح عمل میں بھی پوری امتیازی شان رکھتے ہیں۔ جو شخص انبیاء علیہم الصّلوٰۃ والسّلام کے اس امتیاز کا منکر ہے، وہ شانِ نبوت میں تخفیف کا مرتکب ہے۔

بتایا۔

صفحہ ۷ میں ہے: کیونکہ فرق قِدمِ نبوت اور حُدوثِ نبوت باوجود اتحادِ نوعی خوب جب ہی چسپاں ہوسکتا ہے۔(93)

کیا ذات وصفات کے سوا مسلمانوں کے نزدیک کوئی اور چیز بھی قدیم ہے...؟! نبوت صفت ہے اور صفت کا وجود بے موصوف محال، جب حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نبوت قدیم غیر حادث ہوئی تو ضرور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی حادث نہ ہوئے، بلکہ ازلی ٹھہرے اور جو اللہ (عزوجل) وصفاتِ الٰہیہ کے سوا کسی کو قدیم مانے باجماعِ مسلمین کافر ہے۔(94)

---

(93) تحذیر الناس، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ نبوت وصف ذاتی ہے، ص۹

(94) اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت، الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

اُن میں ہیولیٰ وصورتِ جسمیہ وصورت نوعیہ وعقول عشرہ وبعض نفوس کو قدیم زمانی مانا۔ اور یہ سب کفر ہیں۔

آئمہ دین فرماتے ہیں: جو کسی غیر خدا کو ازلی کہے باجماعِ مسلمین کافر ہے۔

شفاء ونسیم میں فرمایا:

من اعتراف بالٰھیة اللہ تعالیٰ ووحدانیته لکنه اعتقد قدیماً غیرہ. (ای غیر (عه) ذاته وصفاته. اشارة الی ماذھب الیه الفلاسفة من قدم العالم و العقول) اوصانِعاً للعالم سواہ (کالفلاسفة الذین یقولون انّ الواحد لایصدر عنه الّا واحد) فذلك کلّه کفر (ومعتقدہ کافر باجماع المسلمین کالا لٰھیین من الفلاسفة والطبائعیین ا__) اھ ملخصا۔

جس نے اللہ تعالیٰ کی الوہیت وحدانیت کا اقرار کیا لیکن اللہ تعالیٰ کے غیر کے قدیم ہونے کا اعتقاد رکھا۔ (یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کے علاوہ، یہ فلاسفہ کے مذہب یعنی عالم وعقول کے قدیم ہونے کی طرف اشارہ ہے۔ یا اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو صانع عالم ماننا (جیسے فلاسفہ جو کہ کہتے ہیں واحد سے نہیں صادر ہوتا مگر واحد) تو یہ سب کفر ہے (اور اس کے معتقد کے کافر ہونے پر مسلمانوں کا اجماع ہے جیسے فلاسفہ کا فرقہ الٰہیہ اور فرقہ طبائعیہ) اھ ملخصاً۔

عہ: اقول: توضیح لا توجیه ______ فان صفاته سبحنه وتعالیٰ لیست عندنا غیرہ کما ھی لیست عینه ۱۲ منه۔

میں کہتا ہوں: یہ توجیہ نہیں بلکہ توضیح ہے کیونکہ اللہ سبحنہ وتعالیٰ کی صفات ہمارے نزدیک اس کا غیر نہیں ہے جیسا کہ اس کا عین بھی نہیں ۱۲ منہ۔ (ا_ الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ فصل فی بیان ماھو من المقالات کفر المطبعۃ الشرکۃ الصحافیہ ۲/ ۲۶۸) (نسیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض فصل فی بیان ماھو من المقالات کفر مرکز اہلسنت برکات رضا گجرات ۴/ ۵۰۱)

اور فرمایا:

←

اِس گروہ کا یہ عام شیوہ ہے کہ جس امر میں محبوبانِ خدا کی فضیلت ظاہر ہو، طرح طرح کی جھوٹی تاویلات سے اسے

نقطع بکفر من قال بقدم العالم او بقاءہ اوشك فی ذلك علی مذهب بعض الفلاسفة (ومنهم من ذهب (عہ) لغیرہ. وقد کفّرهم اهل الشرع بهذا لما فیه من تکذیب الله ورسله و کتبه) الی ان قال فلا شك فی کفر هؤلاء قطعاً اجماعاً وسمعاً ا ے اھ ملتقطا۔

ہم اس شخص کے کفر کا قطعی حکم لگاتے ہیں جو عالم کے قدیم وباقی ہونے کا قائل ہے یا اسے اس میں شک ہے بعض فلاسفہ کے مذہب پر (اور ان میں سے بعض اس کے غیر کی طرف گئے ہیں، اہلِ شرع نے اس قول کی وجہ سے ان کی تکفیر کی ہے، کیونکہ اس سے اللہ تعالٰی، اس کے رسولوں اور اس کی کتابوں کو جھٹلانا لازم آتا ہے۔) یہاں تک کہ فرمایا ان کے کفر میں قطعی، اجماعی اور سمعی طور پر کوئی شک نہیں اھ التقاط۔

(اے نسیم الریاض فی شفاء القاضی عیاض، فصل فی بیان ما ھو من المقالات کفر، مرکز اہلسنت برکات رضا گجرات ۴/۵۰۱۔۵۰۹) (الشفاء بعریف حقوق المصطفٰی القاضی عیاض، فصل فی بیان ما ھو من المقالات کفر، المطبعۃ الشرکۃ الصحافیہ ۲/۲۶۸ و ۲۷۱)

عہ: اقول: او تکون البعضیة راجعةً الی الشك فهی اشارة الی ماحکی عن جالینوس انه قال فی مرضه الذی توفی فیه لبعض تلامذته اکتب عنّی انّی ماعلمتُ ان العالم قدیم اومُحدَث. وان النفس الناطقة هی المزاج اوغیرہ ـــــ قد طعن فیه اقرانه بذلك حین ارادمن سلطان زمانه تلقیبه بالفیلسوف. ذکرہ. فی شرح المواقف ۳ ـ اقول: ان کان الطعن للتردّد الاخیر. فهو بذالك حری وجدید ـــــ والا فمن العجب ان معتقد القدم یسمّی فلسفیا. دون الشاك مع انّ جهل ذلك مرکّب وجهل جالینوس بسیط ـــــ فان کان مثل (عہ) الجهل لاینافی حکمة الحکیم فالبسیط اولی به ـــــ الا ان یقال ان الفلسفی هو المتناهی فی الخباثة وذلك فی المرکب ۱۲ منه۔

میں کہتا ہوں: یا بعضیت شک کی طرف راجع ہوگی، یہ اشارہ اس حکایت کی طرف ہی جو جالینوس کے بارے میں منقول ہے کہ اس نے اپنے مرض الموت میں اپنے کسی شاگرد کو کہا میری طرف سے یہ لکھو کہ میں نہیں جانتا عالم قدیم ہے، یا حادث اور یہ کہ نفسِ ناطقہ ہی مزاج ہے یا اس کا غیر ـــــ یہی وجہ ہے کہ جب بادشاہِ وقت نے جالینوس کو فیلسوف کا لقب دینے کا ارادہ کیا تو اس کے معاصرین نے اس پر طعن کیا۔ یہ شرح مواقف میں مذکور ہے۔ میں کہتا ہوں: اگر یہ طعن آخری تردید کی وجہ سے ہے تو وہ اس کے لائق ومناسب ہے۔ ورنہ تعجب خیز بات ہے کہ عالم کے قدیم ہونے کا اعتقاد رکھنے والا تو فلسفی کہلائے اور شک کرنے والا نہ کہلائے باوجود یہ کہ قدم کے معتقد کا جہل مرکب ہے اور جالینوس کا جہل بسیط ہے۔ جب جہل مرکب حکیم کی حکمت کے منافی نہیں تو بسیط بدرجہ اولٰی اس کے منافی نہ ہوگا مگر یہ کہ یوں کہا جائے کہ فلسفی وہ ہے جو خباثت میں انتہا کو پہنچا ہوا ہو اور ایسا جہل مرکب ہوتا ہے۔ ۱۲ منہ

(۳ ـ شرح المواقف القسم الخامس المرصد الثانی منشورات الشریف الرضی ۷/۲۲۲)

(عہ: کذا فی المخطوطة. ویخاجل صدری ان العبارة "مثل ذا الجهل" او "ا مثل الجهل" ویصح "مثل الجهل" ایضاً بجعل اللام للعهد لکن السیاق یستدعی مقابلة البسیط ۱۲ محمد احمد المصباحی.) ←

باطل کرنا چاہیں گے اور وہ امر ثابت کریں گے جس میں تنقیص (نقص ہو) ہو، مثلاً براہینِ قاطعہ صفحہ ۵۱ میں لکھ دیا کہ:

علامہ ابن حجر مکی ہیتمی اعلام میں فرماتے ہیں:

اعتقادُ قِدَمِ العالَمِ او بعضِ اجزاءِہٖ کُفر، کما صرحوا بہ ۲؎

عالم یا اس کے بعض اجزاء کے قدیم ہونے کا اعتقاد کفر ہے جیسا کہ مشائخ نے اس کی تصریح کی ہے۔

(۱؎ اعلام بقواطع الاسلام مع سبل النجاۃ الفصل الاول مکتبۃ الحقیقۃ دار الشفقۃ استنبول ترکی ص ۳۷۵)

اسی میں ہے:

من المکفرات القول الذی ھو کفر سواء اصدر عن اعتقاد او عناد او استھزاء فمن ذلک اعتقادُ قدمِ العالم ۱؎ اھ ملتقطا۔

کلمہ کفر کے ساتھ تکلم کافر بنادینے والی چیزوں میں سے ہے، چاہے اس کو اعتقاد کے طور پر صادر کرے یا ضد واستہزاء کے طور پر عالم کے قدیم ہونے کا اعتقاد بھی ان ہی میں سے ہے اھ ملتقطا

(۱؎ اعلام بقواطع الاسلام مع سبل النجاۃ الفصل الاول مکتبۃ الحقیقۃ دار الشفقۃ استنبول ترکی ص ۳۵۰)

شرح مواقف میں ہے:

اِثباتُ المتعددِ من الذواتِ القدیمۃِ ھو الکفر اجماعاً ۳؎

متعدد ذوات قدیمہ کو ثابت کرنا بالاجماع کفر ہے۔

(۳؎ شرح المواقف المرصد الثالث فی الوجوب الخ المقصد الثانی منشورات الشریف الرضی ۳/ ۱۹۸)

شرح فقہ اکبر میں ہے:

مَن یؤوّل النصوص الواردۃ فی حشرِ الاجساد وحدوثِ العالَم وعلم الباری بالجزئیات فانہ یکفر ۴؎

جو شخص حشر اجساد، حدوث عالم اور اللہ تعالٰی کے علم جزئیات کے بارے میں وارد ہونے والی نصوص میں تاویل کرے وہ کافر ہوجاتا ہے۔

(۴؎ منح الروض الازہر شرح الفقہ الاکبر، الایمان ھو التصدیق والاقرار، مصطفٰی البابی مصر ص ۸۶)

بحرالرائق میں جمع الجوامع اور اس کی شرح سے منقول:

من خرج ببدعتہ من اھل القبلۃ کمنکری حدوث العالم، فلا نزع فی کفرھم لانکارھم بعض ماعلم مجیئ الرسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بہ ضرورۃ ۵؎ اھ مختصرا۔

جو کوئی بدعقیدگی کی وجہ سے اہل قبلہ سے خارج ہوجائیں ان کے کفر میں کوئی نزاع نہیں کیونکہ وہ بعض ایسی چیزوں کے منکر ہیں جن کو لے کر رسول اللہ کا تشریف لانا بالبداہت معلوم ہے اھ مختصراً (۵؎ البحر الرائق، کتاب الصلٰوۃ باب الامامۃ، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۳۵۰)

ردالمحتار میں شرح تحریر علامہ ابن الہمام سے منقول:

لاخِلاف فی کفر المخالف فی ضروریات الاسلام من حدوثِ العالم وحشر الاجساد ونفی (عہ۱) ←

....

العلم بالجزئیات وان کان من اهل القبلة المواظب طول عمرہ علی الطاعات ا ۔

ضروریات اسلام کے مخالف کے کفر میں کوئی اختلاف نہیں جیسے حدوث عالم، حشر اجساد اور (باری تعالی کے) علم جزئیات کا منکر ہونا اگرچہ وہ اہل قبلہ میں سے ہو اور تمام عمر عبادات کی پابندی کرنے والا ہو۔

عه ۱ : اقول : هکذا وقع فی الکتاب . والصواب اسقاط النفی. فانه هوالکفرا جماعاً . والضروری هوالاثبات ـــــ وکانه رحمه الله تعالی لما اراد تمثیل مخالفة الضروریات وکان الیه سبیلان : احداهما بتعدید المخالفات، والاخری بذکر الضروریات فالتبست فی البیان احداهما بالاخری ـــــ فسلك الاخری فی الاولین، والاولی فی الاخر ـــــ والامر واضح فلیتنبة ۱۲منه.

میں کہتا ہوں کتاب میں یونہی واقع ہوا جب کہ صحیح یہ ہے کہ لفظ "نفی" کو ساقط کیا جائے کیونکہ علم جزئیات کی نفی ہی بالاجماع کفر ہے، اور ضروری اس علم کا اثبات ہے گویا کہ مصنف علیہ الرحمہ نے جب ضرویات اسلام کی مثال ذکر کرنے کا ارادہ فرمایا تو اس کے دو طریقے تھے: پہلا یہ کہ مخالفات کو گنواتے، اور دوسرا یہ کہ ضروریات کا ذکر کرتے، تو بیان میں دونوں کا دوسرا یہ کہ ضروریات کو ذکر کرتے تو بیان میں دونوں ایک دوسرے سے غلط ملط ہو گئے چنانچہ مصنف علیہ الرحمہ نے پہلی بار دونوں مثالوں میں دوسرے طریقے کو جب کہ تیسری مثال میں پہلے طریقے کو اختیار کیا۔ معاملہ واضح ہے، آگاہ ہونا چاہیے ۱۲منہ

(۱ــ ردالمحتار، کتاب الصلوۃ، باب الامۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۳۷۷)

اور اسی طرح امام ابوزکریا یحیٰی نووی نے روضہ اور فاضل سید احمد طحطاوی ۲ ــ نے حاشیہ درمختار میں نقل کیا ہے۔

(۲ ــ حاشیہ الطحطاوی، باب الامامۃ، المکتبۃ العربیۃ کوئٹہ ۱/ ۲۴۳)

غرض تصریحیں اس کی کتب ائمہ میں بکثرت ہیں۔ ولا مطمح فی الاستقصاء (اور احاطہ مقصود نہیں ۔ت) حتی کہ اہل بدعت بھی اس میں مخالف نہیں ۔ کما یرشدك الیه قوله "باجماع المسلمین" (جیسا کہ اس کا قول "اجماع مسلمین" اس کی طرف تیری رہنمائی کرتا ہے۔

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ محصل میں فرماتے ہیں: اتّفق المتکلمون (عه۲) علی انّ القدیم یستحیل ستنادہ الی الفاعل (عه۱) ا ــ متکلمین کا اس پر اتفاق ہے کہ قدیم کو فاعل کی طرف منسوب کرنا محال ہے۔

عه ۲ : هولفظ یعم جمیع النظار من اهل القبلة، المقتدرین علی اثبات عقائدهم التی انوابها الله تعالی بایراد الحُجج وادِحاض الشُّبة ـــــ سواء کانوا مصیبئین کمعشر اهل السنة والجماعة حفظهم الله تعالی اوخاطئین کمن عداهم. کما صرح به فی المواقف وغیرها فالحاصل "اتفق المسلمون" ۱۲منه.

یہ لفظ اہل قبلہ میں سے تمام اہلِ نظر کو شامل ہے جو اپنے عقائد کو جس کے ذریعے انہیں اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوتا ہے ایراد دلائل و ازالہ شبہات کے ساتھ ثابت کرنے کی طاقت رکھتے ہیں۔ چاہے وہ صحیح ہوں جیسے اہلسنت کا گروہ۔ اللہ تعالیٰ ان کی حفاظت فرمائے، ـــ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیوار پیچھے کا بھی علم نہیں۔ (95)

یا وہ غلط ہوں جیسے اہلسنت و جماعت کے علاوہ دیگر گروہ۔ جیسا کہ مواقف وغیرہ میں صراحت کردی گئی ہے۔ حاصل اس کا یہ ہے کہ "تمام مسلمانوں کا اس پر اتفاق ہے" ۱۲ منہ

عہ۲: اقول: یعنی الفاعل المختار. اذلافاعل موجباً ــــ عندنا ــــ وهذا هو الذی قالوا: انه اجمع علیه المتکلمون ــــ اما ان القدیم لا یکن اسناده الی الفاعل مطلقا حتی الموجب لو کان. فمسلك خاص للامام الرازی لم یوافقه علیه کثیرون ــــ حتی قالوا: ان القول بقدم العالم انما ساغ للفلاسفة لقولهم بالفاعل الموجب ولو لا ذلك وامنوا بالفاعل المختار ــــ لأذعنوا بحدوث العالم عن اخره ــــ و کذا ایجاب المسلمین حدوث کل مخلوق لقولهم بالفاعل المختار ــــ ولو لا ذلك لقالوا بالقدم قلت المقصود نفی الاجماع علی التعمیم ــــ هو حاصل ــــ وان کان فی الکلام کلام. والله سبحنه و تعالی اعلم ۱۲ منه.

اقول: فاعل سے مراد فاعل مختار ہے کیونکہ فاعل موجب یعنی غیر مختار نہیں ہوتا۔ اسی موقف کے بارے میں مشائخ نے کہا ہے کہ اس پر متکلمین کا اجماع ہے۔ رہی یہ بات کہ قدیم کی نسبت مطلقاً فاعل کی طرف نہیں ہوسکتی چاہے فاعل موجب ہو۔ اگر وہ موجود ہو تو یہ خاص امام رازی کا مسلک ہے اس میں اکثریت نے ان کی موافقت نہیں کی، یہاں تک کہ مشائخ نے کہا فلاسفہ کا قدم عالم کا قول اسی صورت میں بزعم خویش درست ہوسکتا ہے کہ وہ فاعل موجب کے قائل ہیں، اگر وہ فاعل مختار کا یقین کرلیں تو تمام عالم کے حدوث کا یقین کرلیں اور اسی طرح مسلمانوں کا ہر مخلوق کو حادث قرار دینا اس لیے ہے کہ وہ فاعل مختار کے قائل ہیں۔ اگر وہ اس کے قائل نہ ہوں تو قدم عالم کا قول کرلیں۔

قلت: مقصد تو تعمیم پر اجماع کی نفی ہے اور وہ حاصل ہے اگرچہ کلام میں کلام ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ خوب جانتا ہے ۱۲ منہ

بلکہ حدوثِ تمام اجسام و صفاتِ اجسام پر تمام اہل ملل کا اتفاق ہے۔ یہود و نصاریٰ تک اس میں خلاف نہیں رکھتے۔ فی شرح المواقف:

الاجسام محدثة بذواتها الجوهرية، و صفاتها العرضية وهو الحق وبه قال الملیون کلهم من المسلمین والیهود والنصاری والمجوس ا ۔ اجسام اپنی ذواتِ جوہریہ اور صفات عرضیہ کے ساتھ حادث ہیں، اور یہی حق ہے۔ اور یہی کہا تمام ملتوں نے مسلمانوں، یہودیوں نصاریٰ اور مجوسیوں میں سے۔

(ا ۔ شرح المواقف المرصد الثانی فی عوارض الاجسام منشورات الشریف الرضی قم ایران ۷/۲۲۰)

اور بیشک زید کا ان مضامین کفریہ کو مقام رَدّ و استدلال میں لانا، اور اُن پر اختیار مذاہب و تحقیق مشارب کی بنا رکھنا، صراحۃً اُن کی رضا و قبول پر دال۔ اور بالفرض نہ ہو تو بلا اکراہ ایراد میں کیا مقال! و تذکّر کلّ ما قدّمنا من الکلام علی القول الاوّل تجد هنالك ما فیه الغناء وعلیه المعوّل. قولِ اوّل پر جو گفتگو ہم نے مقدم کی اس کو یاد کرلے، اس میں تو غناء پائے گا اور اُسی پر بھروسہ ہے۔

(فتاویٰ رضویہ، جلد ۲۷، ص ۱۳۱ ۔ ۱۳۷ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(95) براھین قاطعہ، بجواب، انوار ساطعہ، مسئلہ علم غیب، ص ۵۵

←

اور [illegible] شیخ محقق [illegible] طرف [illegible] وسعت علم [illegible]
علیہ [illegible]

الحاصل غور کرنا چاہیے کہ شیطان و ملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخر عالم کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کون سا ایمان کا حصہ ہے۔۔۔ شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی فخر عالم کی وسعت علم کی کون سی نص قطعی ہے کہ جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے۔ (96)

مجدد اعظم امام اہلسنت مجدد دین و ملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

یہی ان کی قاعدہ ... کہ ان کے مقابل میں فضیلت علم محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو باب فضائل سے نکلوا کر اس تنگنائے اعتقادیات میں داخل کر دیا تاکہ صحیحین بخاری و مسلم کی حدیثیں بھی جو وسعت علم محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر دال ہیں مردود ٹھہریں، اور وہیں دیکھ لی یہ ہیں محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم عظیم کی تنقیص کو محض بے اصل و بے سند حکایت سے سند لایا کہ شیخ عبدالحق روایت کرتے ہیں کہ مجھ کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں، حالانکہ حضرت شیخ قدس سرہ نے اسے ہرگز روایت نہ کیا بلکہ اعتراضاً ذکر کرکے صاف فرما دیا تھا کہ ایں سخن اصلے ندارد و روایت بداں صحیح نشدہ است (اس کلام کی کوئی اصل نہیں، اور اس کے بارے میں روایت صحیح نہیں ہے)
غرض محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فضائل ماننے کو تو جب تک حدیث قطعی نہ ہو بخاری و مسلم بھی مردود اور معاذ اللہ حضور کی تنقیص فضائل کے لیے بے اصل و بے سند و بے سرو پا حکایت مقبول و محمود، اور پھر دعویٰ ایمان و امانت و دین و دیانت بدستور موجود۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ قَلْبِ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ (اسی طرح اللہ ہر متکبر سخت گیر کے دل پر مہر کر دیتا ہے۔ ت)
بالجملہ یہ مسئلہ نہ باب عقائد سے نہ باب احکام حلال و حرام سے۔ اسے جتانا تنا چاہئے کہ اس کے لیے اتنی سندیں کافی و وافی، منکر آخر صرف انکار یقین کرے یعنی اس پر جزم و یقین نہیں تو ٹھیک ہے، اور عامہ مسائل سیر و مغازی و اخبار و فضائل ایسے ہی ہوتے ہیں، اس کے باعث وہ مردود نہیں قرار پاسکتے، اور اگر دعویٰ نفی کرے یعنی کہے مجھے معلوم و ثابت ہے کہ روحیں نہیں آتیں تو جھوٹا کذاب ہے، بالفرض ان روایات سے قطع نظر بھی تو غایت یہ کہ عدم ثبوت ہے نہ ثبوت عدم، اور بے دلیل عدم ادعائے عدم محض تحکم و ستم۔ آنے کے بارے تو اتنی کتب علماء کی عبارات اتنی روایات بھی ہیں نفی و انکار کے لیے کون سی روایت ہے؟ کس حدیث میں آیا کہ روحوں کا آنا باطل و غلط ہے؟ تو وہ سب بے دلیل محض باطل و ذلیل۔

کیسی ہٹ دھرمی ہے کہ طرف مقابل پر روایات موجودہ بر بنائے ضعف مردود، اور اپنی طرف روایت کا نام و نشان اور دعائے نفی کا بلند نشان، روحوں کا آنا اگر باب عقائد سے ہے تو نفیاً و اثباتاً ہر طرح اسی باب سے ہوگا، اور دعویٰ نفی کے لیے بھی دلیل قطعی درکار ہوگی، یہ مسئلہ ایک طرف سے باب عقائد میں ہے کہ صحاح بھی مردود، اور دوسری طرف سے ضروریات میں ہے کہ اصلاً حاجت دلیل مفقود۔

(فتاویٰ رضویہ، جلد ۹، ص ۶۵۱ ـ ۷۵۱، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

(96) براہین قاطعہ، بجواب، انوار ساطعہ، مسئلہ علم غیب، ص ۵۵

اور اُس کو شیخ محدّثِ دھلوی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف غلط منسوب کر دیا، بلکہ اُسی صفحہ پر وسعتِ علمِ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بابت یہاں تک لکھ دیا کہ:

الحاصل غور کرنا چاہیے کہ شیطان و ملک الموت کا حال دیکھ کر علمِ محیطِ زمین کا فخرِ عالَم کو خلافِ نصوصِ قطعیہ کے بِلا دلیل محض قیاسِ فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کون سا ایمان کا حصہ ہے...؟! کہ شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی فخرِ عالم کی وسعتِ علم کی کونسی نصِ قطعی ہے کہ جس سے تمام نُصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے۔(96)

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

اسی براہین قاطعہ لما امر اللہ بہ ان یوصل میں فضیلت علم محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو باب فضائل سے نکلوا کر اس تنگنائے اعتقادیات میں داخل کرایا تاکہ صحیحین بخاری ومسلم کی حدیثیں بھی جو وسعت علم محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر دال ہیں مردود ٹھہریں، اور وہیں اسی منہ میں محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم عظیم کی تنقیص کو محض بے اصل و بے سند حکایت سے سند لایا کہ شیخ عبدالحق روایت کرتے ہیں کہ مجھ کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں، حالانکہ حضرت شیخ قدس سرہ، نے اسے ہرگز روایت نہ کیا بلکہ اعتراضاً ذکر کر کے صاف فرمادیا تھا کہ ایں سخن اصلے ندارد وروایت بداں صحیح نشدہ است (اس کلام کی کوئی اصل نہیں، اور اس کے بارے میں روایت صحیح نہیں۔ت) غرض محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فضائل ماننے کو تو جب تک حدیث قطعی نہ ہو بخاری ومسلم بھی مردود اور معاذ اللہ حضور کی تنقیص فضائل کے لیے بے اصل و بے سند و بے سروپا حکایت مقبول ومحمود، اور پھر دعوٰی ایمان وامانت ودین ودیانت بدستور موجود۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ___ کذٰلک یطبع اللہ علی کل قلب متکبر جبار (اسی طرح اللہ ہر متکبر سخت گیر کے دل پر مہر کر دیتا ہے۔ت)

بالجملہ یہ مسئلہ نہ باب عقائد سے نہ باب احکامِ حلال وحرام سے۔ اسے جتنا ماننا چاہئے کہ اس کے لیے اتنی سندیں کافی ووافی، مگر اگر صرف انکار یقین کرے یعنی اس پر جزم ویقین نہیں تو ٹھیک ہے، اور عامہ مسائل سیر ومغازی واخبار وفضائل ایسے ہی ہوتے ہیں، اس کے باعث وہ مردود نہیں قرار پاسکتے، اور اگر دعوٰی نفی کرے یعنی کہے مجھے معلوم وثابت ہے کہ روحیں نہیں آتیں تو جھوٹا کذاب ہے، بالفرض اگر ان روایات سے قطع نظر بھی تو غایت یہ کہ عدم ثبوت ہے نہ ثبوت عدم، اور بے دلیل عدم ادعائے عدم محض تحکم وستم، آنے کے بارے تو اتنی کتب علماء کی عبارات اتنی روایات بھی ہیں نفی وانکار کے لیے کون سی روایت ہے؟ کس حدیث میں آیا کہ روحوں کا آنا باطل وغلط ہے؟ تو ادعائے بے دلیل محض باطل وذلیل۔

کیسی ہٹ دھرمی ہے کہ طرف مقابل پر روایات موجودہ بربنائے ضعف مردود، اور اپنی طرف روایت کا نام ونشان اور ادعائے نفی کا بلند نشان، روحوں کا آنا اگر باب عقائد سے ہے تو نفیاً واثباتاً ہر طرح اسی باب سے ہوگا، اور دعوٰی نفی کے لیے بھی دلیل قطعی درکار ہوگی، یا مسئلہ ایک طرف سے باب عقائد میں ہے کہ صحاح بھی مردود، اور دوسری طرف سے ضروریات میں ہے کہ اصلاً حاجت دلیل مفقود۔

(فتاوی رضویہ، جلد ۹، ص ۶۵۶ ۔ ۶۵۷ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(96) براہین قاطعہ، بجواب انوار ساطعہ، مسئلہ علم غیب، ص ۵۵

جس وسعتِ علم کو شیطان کے لیے ثابت کرتا اور اُس پر نص ہونا بیان کرتا ہے، اُسی کو نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لیے شرک بتاتا ہے تو شیطان کو خدا کا شریک مانا اور اُسے آیت وحدیث سے ثابت جانا۔ بے شک شیطان کے بندے شیطان کو مستقل خدا نہیں تو خدا کا شریک کہنے سے بھی گئے گزرے، ہر مسلمان اپنے ایمان کی آنکھوں سے دیکھے کہ اِس قائل نے ابلیسِ لعین کے علم کو نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے علم سے زائد بتایا یا نہیں؟ ضرور زائد بتایا! اور شیطان کو خدا کا شریک مانا یا نہیں؟ ضرور مانا! اور پھر اس شرک کو نص سے ثابت کیا۔ یہ تینوں امر صریح کفر اور قائل یقینی کافر ہے۔ کون مسلمان اس کے کافر ہونے میں شک کریگا...؟!

حفظ الایمان صفحہ ۷ میں حضور (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) کے علم کی نسبت یہ تقریر کی:

آپ کی ذاتِ مقدسہ پر علمِ غیب کا حکم کیا جانا، اگر بقولِ زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کُل غیب؟ اگر بعض علومِ غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی کیا تخصیص ہے؟ ایسا علمِ غیب تو زید وعَمرو، بلکہ ہر صبی ومجنون، بلکہ جمیع حیوانات وبہائم کے لیے بھی حاصل ہے۔ (97)

مسلمانو! غور کرو کہ اِس شخص نے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شان میں کیسی صریح گستاخی کی، کہ حضور (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) جیسا علم زید وعَمرو تو زید وعَمرو، ہر بچے اور پاگل، بلکہ تمام جانوروں اور چوپایوں کے لیے حاصل ہونا کہا۔ کیا ایمانی قلب ایسے شخص کے کافر ہونے میں شک کر سکتے ہیں...؟ ہر گز نہیں! اس قوم کا یہ عام طریقہ ہے کہ جس چیز کو اللہ ورسول (عزوجل وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) نے منع نہیں کیا، بلکہ قرآن وحدیث سے اس کا جواز ثابت، اُس کو ممنوع کہنا تو درکنار، اُس پر شرک وبدعت کا حکم لگا دیتے ہیں، مثلاً مجلسِ میلاد شریف اور قیام وایصالِ ثواب وزیارتِ قبور وحاضریٔ بارگاہِ بیکس پناہ سرکارِ مدینہ طیبہ، وعُرسِ بزرگانِ دین وفاتحہ سوم وچہلم، واستمداد بارواحِ انبیا واولیا اور مصیبت کے وقت انبیا واولیا کو پکارنا وغیرہا، بلکہ میلاد شریف کی نسبت تو براہینِ قاطعہ صفحہ ۱۴۸ میں یہ ناپاک لفظ لکھے:

پس یہ ہر روز اِعادہ ولادت کا تو مثلِ ہنود کے، کہ سانگ کنہیا کی ولادت کا ہر سال کرتے ہیں، یا مثلِ روافض کے، کہ نقلِ شہادتِ اہلبیت ہر سال بناتے ہیں۔ معاذ اللہ سانگ (ڈرامہ) آپ کی ولادت کا ٹھہرا اور خود حرکتِ قبیحہ، قابلِ لوم (قابلِ مذمت) وحرام وفسق ہے، بلکہ یہ لوگ اُس قوم سے بڑھ کر ہوئے، وہ تو تاریخِ معیّن پر کرتے ہیں، اِن کے یہاں کوئی قید ہی نہیں، جب چاہیں یہ خرافاتِ فرضی بناتے ہیں۔ (98)

(۴) غیر مقلدین: یہ بھی وہابیت ہی کی ایک شاخ ہے، وہ چند باتیں جو حال میں وہابیہ نے اللہ عزوجل اور نبی صلی

---

(97) حفظ الایمان، جواب سوال سوم، ص ۱۳

(98) براھین قاطعہ بقل فتوی رشید احمد گنگوہی... الخ، ص ۱۵۲

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں بکی ہیں، غیر مقلدین سے ثابت نہیں، باقی تمام عقائد میں دونوں شریک ہیں اور اِن حال کے اشد دیوبندی کفروں میں بھی وہ یوں شریک ہیں کہ ان پر اُن قائلوں کو کافر نہیں جانتے اور اُن کی نسبت حکم ہے کہ جو اُن کے کفر میں شک کرے، وہ بھی کافر ہے۔ ایک نمبر اِن کا زائد یہ ہے کہ چاروں مذہبوں سے جدا، تمام مسلمانوں سے الگ انھوں نے ایک راہ نکالی، کہ تقلید کو حرام و بدعت کہتے اور ائمہ دین کو سب وشتم سے یاد کرتے ہیں۔ مگر حقیقۃً تقلید سے خالی نہیں، ائمہ دین کی تقلید تو نہیں کرتے، مگر شیطانِ لعین کے ضرور مقلّد ہیں۔ یہ لوگ قیاس کے منکر ہیں اور قیاس کا مطلقاً اِنکار کفر تقلید کے منکر ہیں اور تقلید کا مطلقاً انکار کفر۔

مسئلہ: مطلق تقلید فرض ہے اور تقلیدِ شخصی واجب۔

ضروری تنبیہ: وہابیوں کے یہاں بدعت کا بہت خرچ ہے، جس چیز کو دیکھیے بدعت ہے، لہٰذا بدعت کسے کہتے ہیں اِسے بیان کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ بدعتِ مذمومہ وقبیحہ وہ ہے، جو کسی سنّت کے مخالف ومزاحم ہو اور یہ مکروہ یا حرام ہے۔ اور مطلق بدعت تو مستحب، بلکہ سنّت، بلکہ واجب تک ہوتی ہے (99)۔

---

(99) اقسامِ بدعت

چنانچہ حضرت علامہ عزالدین بن عبدالسلام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی کتاب القواعد کے آخر میں تحریر فرمایا کہ بدعت کی پانچ قسمیں ہیں:

(۱) بدعت واجبہ: جس پر عمل کرنا ضروری ہے جیسے قرآن مجید کو سمجھنے اور سمجھانے کے لیے علم نحو سیکھنا اور اصول فقہ اور جرح وتعدیل کے قواعد کو مدون کرنا تاکہ فقہ وحدیث کے سمجھنے میں آسانی ہو جائے۔

(۲) بدعت محرمہ: جس پر عمل کرنا حرام وگناہ ہے، جیسے جبریہ، قدریہ، مرجیہ وغیرہ تمام بدمذہبوں اور بددینوں کے مذاہب۔

(۳) بدعت مستحبہ: جس پر عمل کرنا ثواب ہے اور چھوڑ دینا گناہ نہیں، جیسے دینی مدارس اور مسافر خانوں کی تعمیرات۔

(۴) بدعت مکروہہ: جیسے مسجدوں اور قرآن مجید کی جلدوں کو نقش ونگار سے مزین کرنا۔

(۵) بدعت مباحہ: جیسے انواع واقسام کے کھانے، پہننے، پینے کا سامان کرنا اور فجر وعصر کی نمازوں کے بعد مصافحہ کرنا، مکانات بنوانا۔

(حاشیۃ مشکاۃ، کتاب الایمان، باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، ص ۲۷ و مرقاۃ المفاتیح، کتاب الایمان، تحت الحدیث: ۱۴۱، ج۱، ص ۳۶۸)

اسی طرح بدعت ضلالت کا بیان کرتے ہوئے حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تحریر فرمایا کہ وہ نئی چیز جو قرآن وحدیث یا اقوال واعمال صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم یا اجماع امت کے مخالف ہو وہ ضلالت وگمراہی ہے اور جو اچھی اچھی نئی نئی چیزیں ان میں سے کسی کے مخالف نہ ہوں وہ مذموم اور گمراہی نہیں۔ چنانچہ امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جماعت کے ساتھ تراویح کو نِعْمَتِ الْبِدْعَۃُ ھٰذِہٖ فرمایا یعنی یہ اچھی بدعت ہے اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ مَا رَاٰہُ الْمُسْلِمُوْنَ حَسَنًا فَھُوَ عِنْدَ اللہِ حَسَنٌ یعنی تمام مسلمان جس چیز کو اچھی مان لیں وہ چیز اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی اچھی ہے۔ کیونکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا ←

حضرت امیر المؤمنین عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ تراویح کی نسبت فرماتے ہیں:

((نِعْمَتِ الْبِدْعَةُ هٰذِهٖ.))(100)

یہ اچھی بدعت ہے۔

حالانکہ تراویح سنّتِ مؤکدہ ہے(101)، جس امر کی اصل شرع شریف سے ثابت ہو وہ ہرگز بدعتِ قبیحہ نہیں ہوسکتا، ورنہ خود وہابیہ کے مدارس اور اُن کے وعظ کے جلسے، اس ہیأتِ خاصہ کے ساتھ ضرور بدعت ہوں گے۔ پھر انھیں کیوں نہیں موقوف کرتے...؟ مگر ان کے یہاں تو یہ ٹھہری ہے کہ محبوبانِ خدا کی عظمت کے جتنے اُمور ہیں، سب بدعت اور جس میں اِن کا مطلب ہو، وہ حلال وسنت۔ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللہِ۔

❁❁❁❁❁

فرمان ہے کہ لَا یَجْتَمِعُ اُمَّتِیْ عَلَی الضَّلَالَةِ یعنی میری امت گمراہی پر جمع نہیں ہوگی۔

(مرقاۃ المفاتیح، کتاب الایمان، باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، تحت الحدیث: ۱۷۱، ج۱، ص۳۶۸)

(100) الموطا للامام مالک، کتاب الصلاۃ في رمضان، باب ما جاء في قیام رمضان، الحدیث: ۲۵۵، ج۱، ص۱۲۰۔

وصحیح البخاري، کتاب صلاۃ التراویح، باب فضل من قام رمضان، الحدیث: ۲۰۱۰، ج۲، ص۱۵۷۔

(101) في الدر المختار، کتاب الصلاۃ، مبحث صلاۃ التراویح، (التراویح سنۃ مؤکدۃ لمواظبۃ الخلفاء الراشدین للرجال والنساء إجماعا)۔ ج۲، ص۵۹۶۔۵۹۷۔

امامت کا بیان

امامت دو ۲ قسم ہے:

(۱) صغریٰ۔ (۲) کبریٰ۔

امامتِ صغریٰ، امامتِ نماز ہے، اِس کا بیان اِن شاء اللہ تعالیٰ کتاب الصلاۃ میں آئے گا۔

امامتِ کبریٰ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نیابتِ مطلقہ، کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی نیابت سے مسلمانوں کے تمام اُمورِ دینی ودنیوی میں حسبِ شرع تصرّفِ عام کا اختیار رکھے اور غیرِ معصیت میں اُس کی اطاعت، تمام جہان کے مسلمانوں پر فرض ہو۔ (1) اِس امام کے لیے مسلمان، آزاد، عاقل، بالغ، قادر، قرشی ہونا شرط ہے (2)۔ ہاشمی،

---

(1) یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ

ترجمۂ کنز الایمان: اے ایمان والو حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا اور ان کا جو تم میں حکومت والے ہیں۔ (پ 5، النسآء: 48)

اس آیت کے تحت مفسرِ شہیر مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ ارشاد فرماتے ہیں کہ اس آیت سے معلوم ہوا کہ احکام تین قسم کے ہیں ایک وہ جو ظاہر کتاب یعنی قرآن سے ثابت ہوں ایک وہ جو ظاہر حدیث سے ایک وہ جو قرآن وحدیث کی طرف بطریق قیاس رجوع کرنے سے اولی الامر میں امام امیر بادشاہ حاکم قاضی سب داخل ہیں خلافتِ کاملہ تو زمانۂ رسالت کے بعد تیس سال رہی مگر خلافتِ ناقصہ خلفاء عباسیہ میں بھی تھی اور اب تو امامت بھی نہیں پائی جاتی۔ کیونکہ امام کے لئے قریش میں سے ہونا شرط ہے اور یہ بات اکثر مقامات میں معدوم ہے لیکن سلطنت وامارت باقی ہے اور چونکہ سلطان وامیر بھی اولوالامر میں داخل ہیں اس لئے ہم پر اُن کی اطاعت بھی لازم ہے۔

(2) اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

قریش کی خلافت

اور امامت کبریٰ میں تو شرع مطہر نے اس درجہ کا لحاظ فرمایا ہے کہ اسے صرف قریش کے ساتھ مخصوص فرمادیا۔ غیر قریش اگرچہ عالم اجل ہو امام وخلیفہ نہیں ہوسکتا۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الائمۃ من قریش ۳؎ رواہ احمد وابن ابی شیبہ والنسائی وابن جریر والحاکم والبیہقی والضیاء فی المختارۃ عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ رواہ الطبرانی فی الکبیر عن ابی ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ وابوبکر بن ابی شیبہ ونعیم بن حماد وابن السنی فی کتاب الاخوۃ والبیہقی عن امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ۔

تمام خلفاء قریش ہوں گے۔ اس کو روایت کیا ہے احمد، ابن ابی شیبہ، نسائی، ابن جریر، حاکم اور بیہقی نے اور ضیاء نے حضرت ←

علوی، معصوم ہونا اس کی شرط نہیں۔ اِن کا شرط کرنا روافض کا مذہب ہے، جس سے اُن کا یہ مقصد ہے کہ برحق اُمرائے

انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مختارہ میں اور طبرانی نے حضرت ابوذر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اور ابوبکر بن ابی شیبہ اور نعیم بن حماد اور ابن السنی نے کتاب الاخوۃ میں اور بیہقی نے امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کیا۔

(۳ـ مسند احمد بن حنبل عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۱۸۳) (المستدرک للحاکم کتاب معرفۃ الصحابۃ دار الفکر بیروت ۴/ ۷۶) (السنن الکبرٰی کتاب الصلوۃ باب من قال یؤمہم ذونسب الخ دار صادر بیروت ۳/ ۱۲۱) (السنن الکبرٰی کتاب قتال اہل البغی، باب الائمۃ من قریش دار صادر بیروت ۸/ ۱۴۳) (المعجم الکبیر حدیث ۷۲۵ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱/ ۲۵۲)

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

ان ھذا الامر فی قریش لایعادیھم احد الا اکبہ اللہ علی وجھہ فی النار. رواہ الائمۃ احمد ۱ـ والبخاری ومسلم عن امیر معاویۃ وصدرہ ابوبکر ابن ابی شیبہ عن ابی موسٰی الاشعری وابن جریر عن کعب رضی اللہ تعالٰی عنہ.

بے شک خلافت قریش میں ہے جو ان میں سے بیر رکھے گا اللہ تعالٰی اسے منہ کے بل جہنم میں اَوندھا دے گا۔ اسے روایت کیا ہے امام احمد اور بخاری اور مسلم نے امیر معاویہ سے حدیث کے ابتدائی حصہ کو ابوبکر بن ابی شیبہ نے ابی موسیٰ اشعری سے اور ابن جریر نے کعب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے۔ (۱ـ صحیح البخاری کتاب المناقب باب مناقب قریش قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۹۷) (صحیح البخاری کتاب الاحکام باب الامراء من قریش قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۰۵۷) (مسند احمد بن حنبل عن معاویہ رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۹۴) (المصنف لابن ابی شیبہ کتاب الفضائل حدیث ۱۲۴۳۹ ادارۃ القرآن کراچی ۱۲/ ۱۷۰)

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

الا ان الامراء من قریش. رواہ ابویعلی ۲ـ عن امیر المومنین علی کرم اللہ تعالٰی وجھہ الکریم، واحمد والحاکم والطبرانی بلفظ الامراء من قریش الامراء من قریش ۱ـ عن ابی موسٰی الاشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

سن لو، امراء و حکام اسلام قریش سے ہیں، اس کو روایت کیا ابویعلٰی نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے احمد حاکم اور طبرانی نے اس لفظ کے ساتھ کہ امراء قریش ہیں اس کو ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ نے بھی روایت کیا ہے۔

(۲ـ مسند ابویعلی عن علی رضی اللہ عنہ حدیث ۵۷۰ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱/ ۲۸۴) (۱ـ مسند احمد بن حنبل حدیث ابوبرزہ اسلمی المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۴۲۴) (المستدرک للحاکم کتاب الفتن والملاحم دار الفکر بیروت ۵/ ۵۰۱) (کنز العمال بحوالہ (ک) حم طب عن ابی موسیٰ الاشعری حدیث ۳۳۸۲۵ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/ ۲۸)

اہل قریش کی فضیلت اور مقام و مرتبہ

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

قریش ولاۃ ھذا الامر رواہ احمد ۲ـ عن ابی بکر الصدیق وعن سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

اسلامی حکومت کے والی قریش ہیں۔ اس کو روایت کیا ہے احمد نے حضرت ابوبکر صدیق سے اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہما ←

مؤمنین خلفائے ثلثہ ابو بکر صدیق و عمرِ فاروق و عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو خلافت سے جدا کریں، حالانکہ ان کی

ہے۔ (۲۔ مسند احمد بن حنبل عن ابی بکر المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۵)

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

قدموا قریشا ولا تقدموها ۳؎ رواہ الامام الشافعی والامام احمد عن عبد اللہ بن خطب والطبرانی فی الکبیر عن عبد اللہ بن السائب والبزار عن امیر المومنین علی وابن عدی عن ابی ہریرۃ وابن جریر عن الحارث بن عبد اللہ وسیأتی فی حدیث عن انس و الشافعی والبیہقی فی معرفۃ الصحابۃ عن الزہری مرسلا رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

قریش کو تقدیم دو اور قریش پر تقدیم نہ کرو۔ اس کو روایت کیا ہے امام شافعی اور امام احمد نے عبداللہ بن خطب سے اور طبرانی نے کبیر میں عبداللہ بن سائب سے اور بزار نے امیر المؤمنین علی سے اور ابن عدی نے ابو ہریرہ اور ابن جریر نے حارث بن عبداللہ سے اور عنقریب آئے گا حضرت انس کی حدیث اور شافعی اور بیہقی نے معرفۃ صحابہ میں زہری سے مرسلا روایت کیا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

(۳۔ کنز العمال بحوالہ الشافعی البیہقی فی معرفۃ الصحابہ والبزار عن علی الخ (حدیث ۹۱۔ ۹۰۔ ۳۳۷۸۹) ۱۲/ ۲۲)

بلکہ ایک روایت میں ہے کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

یا ایہا الناس لا تتقدموا قریشا فتہلکوا رواہ البیہقی ۱؎ عن جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

اے لوگو! قریش پر سبقت نہ کرو کہ ہلاک ہوجاؤ گے اسے روایت کیا ہے۔ بیہقی نے حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے۔ (۱)

دوسری روایت میں ہے:

فتغلبوا ۲؎ رواہ ابن ابی طالب عن الامام الباقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مرسلا وہو عندہ باللفظ الاول عن سہل بن ابی خیثمۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

یعنی قریش پر سبقت نہ کرو کہ گمراہ ہوجاؤ گے، اسے روایت کیا ہے ابن ابی طالب نے امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرسلا، اور ان کے نزدیک پہلے الفاظ کے ساتھ سہل بن ابی خیثمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے۔ (۲)

اور فرماتا ہے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

الناس تبع لقریش فی ہذا الشان، رواہ الشیخان ۳؎ عن ابی ہریرۃ واحمد ومسلم عن جابر والطبرانی فی الاوسط والضیاء عن سہل بن سعد وعبد اللہ بن احمد واحمد وابن ابی شیبۃ عن معاویۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہم وہذا عن سعید بن ابراہیم بلاغا۔

سب لوگ اس کام میں قریش کے تابع ہیں اسے روایت کیا ہے امام بخاری و مسلم نے ابو ہریرہ سے اور احمد و مسلم نے جابر سے اور طبرانی نے اوسط میں اور ضیا نے سہل بن سعد سے اور عبداللہ بن احمد اور احمد وابن ابی شیبہ نے معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے، اور یہ سعید بن ابراہیم سے بلاغا روایت کی گئی ہے۔ (۳۔ صحیح البخاری، باب المناقب، قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۹۶) (صحیح مسلم، کتاب الامارۃ ←

خلافتوں پر تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا اِجماع ہے۔

باب الناس تبع لقریش الخ، قدیمی کتب خانہ کراچی ۲ / ۱۱۹) (مسند احمد بن حنبل، عن انس المکتب الاسلامی بیروت ۳ / ۳۳۱ و ۳۷۹)
(المعجم الکبیر حدیث ۵۵۹۲ مکتبۃ المعارف ریاض ۶ / ۲۷۷)

حدیث ۲۶: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

قریش صلاح الناس ولا یصلح الناس الا بہم رواہ ابن عدی عن ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔

قریش آدمیوں کی سنوار ہیں لوگ نہ سنوریں گے مگر قریش سے۔ روایت کیا ہے ابن عدی نے ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے۔

(۱؎ الکامل لابن عدی ترجمہ عمر بن حبیب العدوی دارالفکر بیروت ۵ / ۱۶۹۶) (کنز العمال، بحوالہ عد عن عائشہ حدیث ۳۳۷۹۲ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲ / ۲۲)

حدیث ۲۷: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

قریش خالصۃ اللہ تعالیٰ ۲؎ رواہ ابن عساکر عن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

قریش برگزیدہ خدا ہیں۔ اس کو روایت کیا ہے ابن عساکر نے عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے۔ (۲؎ تہذیب دمشق الکبیر ترجمہ اسحاق بن یعقوب داراحیاء التراث العربی بیروت ۲ / ۴۵۹) (تہذیب دمشق الکبیر ترجمہ سلمہ بن العیار داراحیاء التراث العربی بیروت ۶ / ۲۳۵) (کنز العمال بحوالہ ابن عساکر عن عمرو بن العاص حدیث ۳۳۸۱۵ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲ / ۲۶)

حدیث ۲۸: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: من یرد ھوان قریش اھان اللہ تعالیٰ ۳؎ رواہ احمد وابن ابی شیبۃ والترمذی والعدنی والطبرانی وابویعلی والحاکم وابونعیم فی المعرفۃ عن سعد بن ابی وقاص و تمام وابونعیم والضیاء عن ابن عباس والطبرانی فی الکبیر عن انس وابن عساکر عن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

جو قریش کی ذلت چاہے اللہ اسے ذلیل کرے اسے روایت کیا ہے احمد، ابن ابی شیبہ ترمذی، عدنی، طبرانی، ابویعلیٰ، حاکم اور ابونعیم نے معرفۃ میں سعد بن ابی وقاص سے اور تمام وابونعیم اور ضیاء نے ابن عباس سے اور طبرانی نے کبیر میں انس سے اور ابن عساکر نے عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے۔ (۳؎ جامع الترمذی ابواب المناقب فضل الانصار وقریش امین کمپنی دہلی ۲ / ۲۳۰) (المستدرک للحاکم کتاب معرفۃ الصحابۃ دارالفکر بیروت ۴ / ۷۴) (مسند احمد بن حنبل عن سعد بن ابی وقاص المکتب الاسلامی بیروت ۱ / ۱۷۱ و ۱۷۶ و ۱۸۳) (تہذیب دمشق الکبیر ترجمہ اسحاق بن یعقوب داراحیاء التراث العربی بیروت ۲ / ۴۵۹) (کنز العمال بحوالہ حم ش والعدنی ت طب، ع ک وابی نعیم فی المعرفۃ عن سعد بن ابی وقاص وتمام وابی نعیم، ص عن ابن عباس کر عن عمرو بن ابی العاص موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲ / ۳۸)

حدیث ۲۹ تا ۳۵: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

قوۃ الرجل من قریش قوۃ رجلین ۱؎ رواہ احمد وابن ابی شیبۃ والطیالسی وابویعلی وابن ابی عاصم والباوردی والطبرانی فی الکبیر والحاکم فی المستدرک والبیہقی فی المعرفۃ والضیاء فی المختارۃ وابونعیم فی الحلیۃ عن جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ھذا فیھا عن علی کرم اللہ وجھہ والطبرانی عن ابن ابی خیثمہ وابن ←

....

النجار فی حدیث طویل عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اولہ یا ایہا الناس قدموا قریشا ولا تقدموھا ۲؎
وھو ایضا قطعۃ من حدیث ابی بکر المار عن سھل۔

ایک مرد قریش کو قوت دو مردوں کے برابر ہے۔ اس کو روایت کیا ہے احمد، ابن ابی شیبہ، طیالسی، ابویعلی، ابن ابی عاصم ماوردی اور طبرانی نے کبیر میں، اور حاکم نے مستدرک میں، اور بیہقی نے معرفۃ میں۔ اور ضیاء نے مختارہ میں اور ابونعیم نے حلیہ میں جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ سے یہی الفاظ حلیہ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے اور طبرانی نے ابن ابی خیثمہ سے اور ابن نجار نے طویل حدیث میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے کہ اے لوگو! قریش کو مقدم کرو اور خود مقدم نہ بنو، یہ بھی مذکور ابوبکر عن سہل والی حدیث کا حصہ ہے۔

(۱؎ مسند احمد بن حنبل عن جبیر بن مطعم المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۸۱ و ۸۳) (۲؎ المصنف لابن ابی شیبہ حدیث ۱۲۴۳۵ ۱۲/ ۱۶۸ و مسند ابی داؤد الطیالسی حدیث ۱۹۵۱ الجزء الرابع/ ۱۲۸) (حلیۃ الاولیاء ترجمہ الامام الشافعی ۴۱۵ دار الکتب العربی بیروت ۹/ ۶۴) (المعجم الکبیر حدیث ۱۴۹۰ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۲/ ۱۱۴) (کنز العمال بحوالہ طحم وابن نعیم وابن ابی عاصم والماوردی حب کرطب ق فی المعرفۃ عن جبیر بن مطعم حدیث ۳۳۸۶۴ و ۳۳۸۶۵ و ۳۳۸۶۶ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/ ۳۴)

حدیث ۳۶: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

لا تؤموا قریشا وائتموھا ولا تعلموا قریشا وتعلموا منہا فان امانۃ الامین من قریش تعدل امانۃ امینین ۱؎۔
رواہ ابن عساکر عن امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ وھو ایضا بمعناہ قطعۃ من حدیث انس۔

قریش کو اپنا پیرو نہ بناؤ اور ان کی پیروی کرو۔ قریش پر دعوٰی استادی نہ رکھو اور ان کی شاگردی کرو کہ قریش میں ایک امین کی امانت دو امینوں کے برابر ہے۔ اسے روایت کیا ابن عساکر نے امیر المومنین علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے یہ بھی اپنے معنی کے اعتبار سے حدیث انس کا حصہ ہے۔ (۱؎ کنز العمال بحوالہ ابن عساکر عن علی حدیث ۳۳۸۴۴ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/ ۳۱)

حدیث ۳۷ و ۳۸: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

اعطیت قریش مالم یعط الناس ۲؎۔ رواہ الحسن بن سفیان فی مسندہ ابونعیم فی معرفۃ الصحابۃ عن الحلیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ونعیم بن حماد عن ابی الزاھریۃ مرسلا وصلہ الدیلمی عنہ عن خنیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ھکذا فیما نقلت عنہ بمعجمۃ فنون رواہ مصحفا عن حلیس بمھملۃ فلام۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

قریش کو وہ عطا ہوا جو کسی کو نہ ہوا۔ اس کو روایت کیا ہے حسن بن سفیان نے اپنی مسند میں، ابونعیم نے معرفۃ الصحابہ میں حلیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور نعیم بن حماد نے ابی زاہریہ سے مرسلا اور اس کو دیلمی نے عن حلیس عن خنیس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہہ کر متصل بنایا ہے، خ کے بعد ن منقول ہے انھوں نے ح کے بعد لام سے حلیس کہہ کر روایت کیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲؎ کنز العمال بحوالہ حسن بن سفیان وابونعیم فی المعرفۃ الخ حدیث ۳۳۸۰۵ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/ ۲۴)

حدیث ۳۹ و ۴۰: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

←

فضل اللہ قریشا بسبع خصال لم یعطھا احد قبلھم ولا یعطاھا احد بعدھم۔

اللہ تعالٰی نے قریش کو ایسی سات باتوں سے فضیلت دی جو نہ ان سے پہلے کسی کو ملیں نہ ان کے بعد کسی کو عطا ہوں۔

انی منھم ایک تو یہ ہے کہ میں قریش ہوں (یہ تمام فضائل سے ارفع واعلیٰ ہے) ___ وفیھم الخلافۃ والحجابۃ والسقایۃ اور انھیں میں خلافت اور کعبہ معظمہ کی دربانی اور حاجیوں کا سقایہ ___ ونصرھم علی الفیل اور انھیں اصحاب فیل پر نصرت بخشی ___

وعبدوا اللہ عشر سنین لا یعبدہ غیرھم اور انھوں نے دس سال اللہ کی عبادت تنہا کی کہ ان کے سوا روئے زمین پر کسی اور خاندان کے لوگ اس وقت عبادت نہ کرتے تھے (یہی تھے یا ان کے عبید وموالی) ___ وانزل اللہ فیھم سورۃ من القرأن لم یذکر فیھا احد غیرھم لایلف قریش اور اللہ تعالٰی نے ان میں ایک سورۃ قرآن عظیم کی اتاری کہ اس میں صرف انھیں کا ذکر فرمایا اور وہ سورۃ لایلف قریش ہے ___ رواہ البخاری فی التاریخ ۱؎ والطبرانی فی الکبیر والحاکم فی المستدرک والبیھقی فی الخلافیات عن ام ھانی وفی الاوسط عن سیدنا الزبیر رضی اللہ تعالٰی عنہ ولفظھا ھذا ملفق منھما۔

اس کو روایت کیا ہے بخاری نے تاریخ میں اور طبرانی نے کبیر میں اور حاکم نے مستدرک میں اور بیہقی نے ام ہانی سے خلافیات میں اور اوسط میں سیدنا زبیر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے، اور اس کے الفاظ ان دونوں سے مختلف ہیں۔ (۱؎ کنز العمال بحوالہ تخ طب ک البیھقی فی الخلافیات حدیث ۳۳۸۱۹ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲ / ۲۷) (کنز العمال بحوالہ المعجم الاوسط حدیث ۳۳۸۲۰ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲ / ۲۷)(المستدرک للحاکم کتاب التفسیر تفسیر سورۃ قریش دار الفکر بیروت ۲ / ۵۳۶)

حدیث ۳۱: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

یامعشر الناس احبوا قریشا فان من احب قریشا فقد احبنی ومن ابغض قریشا فقد ابغضنی وان اللہ تعالٰی حبب الی قومی فلا اتعجل لھم نقمۃ ولا استکثر لھم نعمۃ ۲؎۔

اے گروہ مردم! قریش سے محبت رکھو کہ قریش کا دوست میرا دوست ہے اور قریش کا دشمن میرا دشمن ہے۔ اور بیشک اللہ تعالٰی نے میری قوم کی محبت میرے دل میں ڈالی کہ ان پر کسی انتقام کی جلدی نہیں کرتا نہ ان کے لئے کسی نعمت کو بہت سمجھوں۔

(۲؎ کنز العمال، حدیث ۳۳۸۷۲ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲ / ۳۵)

قریش برکت کے درخت

الا ان اللہ تعالٰی علم مافی قلبی من حبی لقومی فسرنی فیھم قال اللہ تعالٰی وانہ لذکر لک ولقومک فجعل الذکر والشرف لقومی فی کتابہ فالحمد للہ الذی جعل الصدیق من قومی والشھید من قومی والائمۃ من قومی ان اللہ تعالٰی قلب العباد ظھر البطن فکان خیر العرب قریشا وھی الشجرۃ المبارکۃ التی قال اللہ عزوجل فی کتابہ مثل کلمۃ طیبۃ کشجرۃ طیبۃ یعنی بھا قریش اصلھا ثابت یقول اصلھا کرم وفرعھا فی السماء الشرف الذی شرفھم اللہ بالاسلام الذی ھداھم وجعلھم اھلہ. رواہ الطبرانی ۱؎ فی الکبیر وابن مردویۃ فی التفسیر ←

عن عدی بن حاتم رضی اللہ تعالٰی عنہ وھٰذا مختصر۔

سن لو بیشک اللہ تعالٰی نے جانا جیسی میرے دل میں میری قوم کی محبت ہے۔ تو اس نے مجھے ان کے بارے میں شاد کیا کہ ارشاد فرمایا بیشک یہ قرآن ناموری ہے تیری اور تیری قوم کی تو اسے اپنی کتاب کریم میں میری قوم کے لئے ذکر و شرف رکھا اللہ کے لئے حمد ہے جس نے میری قوم میں سے صدیق کیا اور میری قوم سے شہید اور میری قوم سے امام بیشک اللہ تعالٰی نے تمام بندوں کے ظاہر و باطن پر نظر فرمائی تو سب عرب سے بہتر قریش نکلے اور وہی برکت والے درخت ہیں۔ جس کا ذکر قرآن شریف میں ہے کہ پاکیزہ بات کی کہاوت ایسی ہے جیسے ستھرا درخت یعنی قریش کہ اس کی جڑ پائدار ہے یعنی ان کی اصل کرم ہے جس کی شاخیں آسمان میں ہیں یعنی وہ جو اللہ نے ان کو اسلام کا شرف بخشا اور انھیں اس کا اہل کیا، اس کو طبرانی نے کبیر میں اور ابن مردویہ نے تفسیر میں عدی بن حاتم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ اور یہ مختصرا ہے۔ (۱؎ کنز العمال بحوالہ طب و ابن مردویہ عن عدی بن حاتم حدیث ۳۳۸۷۲ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/ ۳۵)

عزت داری اور بہتر قریش ہیں

حدیث ۴۲: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم: کنانۃ عزالعرب رواہ الدیلمی ۲؎ وابن عساکر عن ابی ذر رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

بنی کنانہ سارے عرب کی عزت ہیں۔ اس کو روایت کیا ہے دیلمی اور ابن عساکر نے حضرت ابوذر سے۔

(۲؎ الفردوس بماثور الخطاب، حدیث ۴۹۱۲ دارالکتب العلمیہ بیروت ۳/ ۳۰۳) (کنز العمال بحوالہ ابن عساکر عن ابی ذر حدیث ۳۳۹۷۱ و ۳۴۰۳۹ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/ ۵۵۔۶۹)

حدیث ۴۳: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

قریش سادۃ العرب۔ رواہ الرامھرمزی ۱؎ فی کتاب الامثال عن الوضین بن مسلم مرسلا۔

قریش سارے عرب کے سردار ہیں۔ اس کو روایت کیا ہے رامہرمزی نے کتاب الامثال میں وضین بن مسلم سے مرسلا۔

(۱؎ کنز العمال بحوالہ الرامھرمزی فی الامثال حدیث ۳۴۱۱۴ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/ ۸۸)

حدیث ۴۴: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

عبد مناف عز قریش وقریش تبع لولد قصی والناس تبع لقریش ۲؎۔ رواہ ایضا کذٰلک عن بن الضحاک ھذا مختصر۔

بنی عبد مناف سارے قریش کی عزت ہیں اور قریش اولاد قصی کے تابع ہیں۔ اور تمام آدمی قریش کے تابع ہیں اسے بھی رامہرمزی نے کتاب الامثال میں عثمان بن ضحاک سے مرسلا روایت کیا۔ یہ مختصر ہے۔

(۲؎ کنز العمال، بحوالہ الرامھرمزی فی الامثال، حدیث ۳۴۱۱۲ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/ ۸۸)

حدیث ۴۵: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

←

مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم وحضرات حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اُن کی خلافتیں تسلیم کیں (3) اور علویت

یا ابا الدرداء اذا فاخرت ففاخر بقریش رواہ عنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمام فی فوائدہ وابن عساکر ۳ ۔

اے ابودرداء جب تو فخر کرے تو قریش سے فخر کر۔ اس کو روایت کیا ہے ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تمام نے فوائد میں اور ابن عساکر نے۔ (۳۔ کنز العمال بحوالہ تمام وابن عساکر حدیث ۳۴۱۲۰ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/۸۹) (تہذیب تاریخ دمشق الکبیر ترجمہ العباس بن عبداللہ داراحیاء التراث العربی بیروت ۷/۲۲۸)

حدیث ۴۶: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

خیر الناس العرب وخیر العرب قریش وخیر قریش بنو ہاشم. رواہ الدیلمی ۴۔ عن امیر المومنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

سب آدمیوں سے بہتر عرب ہیں اور سب عرب سے بہتر قریش، اور سب قریش سے بہتر بنی ہاشم، اس کو دیلمی نے امیر المؤمنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ (۴۔ الفردوس بماثور الخطاب حدیث ۲۸۹۲ دارالکتب العلمیہ بیروت ۲/۱۷۸)

اللہ تعالیٰ کا انتخاب اور اس کی پسند

حدیث ۴۷ و ۴۸: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

ان اللہ اختار من ادم العرب واختار من العرب مضر ومن مضر قریشا واختار من قریش بنی ہاشم واختارنی من بنی ہاشم ا۔ رواہ البیہقی وابن عدی عن ابن عمر والحکیم الترمذی والطبرانی فی الکبیر وابن عساکر عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ (ا۔ نوادرالاصول الاصل السابع والستون دارصادر بیروت ص۹۶) (المستدرک للحاکم کتاب معرفۃ الصحابۃ دارالفکر بیروت ۴/۷۳) (کنز العمال بحوالہ ک عن ابن عمر حدیث ۳۳۹۱۸ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/۴۳)

بیشک اللہ تعالیٰ نے بنی آدم میں سے عرب کو چنا، اور عرب سے مضر، اور مضر سے قریش، اور قریش سے بنی ہاشم، اور بنی ہاشم سے مجھ کو، اس کو روایت کیا ہے بیہقی نے اور ابن عدی نے ابن عمر سے اور حکیم ترمذی نے اور طبرانی نے کبیر میں اور ابن عساکر نے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے۔ (فتاوی رضویہ، جلد ۲۳، ص ۲۰۶ ۔ ۲۱۶ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(3) اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

اہل سنت وجماعت نصرہم اللہ تعالیٰ کا اجماع ہے کہ مرسلین ملائکہ ورسل وانبیائے بشر صلوات اللہ تعالیٰ وتسلیماتہ علیہم کے بعد حضرات خلفائے اربعہ رضوان تعالیٰ علیہم تمام مخلوق الٰہی سے افضل ہیں۔ تمام امم عالم اولین وآخرین کوئی شخص ان کی بزرگی وعظمت وعزت ووجاہت وقبول وکرامت وقرب وولایت کو نہیں پہنچتا۔ ان الفضل بید اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم ا۔ فضل اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے جسے چاہے عطا فرمائے، اور اللہ بڑا فضل والا ہے۔ (ا۔ القرآن الکریم ۵۷/۲۹)

پھر ان میں باہم ترتیب یوں ہے کہ سب سے افضل صدیق اکبر، پھر فاروق اعظم پھر عثمان غنی، پھر مولیٰ علی علیہ سیدہم ومولاہم وآلہ وعلیہم وبارک وسلم، اس مذہب مہذب پر آیات قرآن عظیم واحادیث کثیرہ حضور پر نور نبی کریم علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ الصلوۃ والتسلیم وارشادات جلیلہ ←

کی شرط نے تو مولیٰ علی کو بھی خلیفہ ہونے سے خارج کر دیا، مولیٰ علی، علوی کیسے ہو سکتے ہیں!

واضح امیر المؤمنین مولی علی مرتضی ودیگر ائمہ اہلبیت طہارت وار تضاو اجماع صحابہ کرام وتابعین عظام وتصریحات اولیائے امت وعلمائے امت رضی اللہ تعالی عنہم اجمعین سے وہ دلائل باہرہ وحجج قاہرہ ہیں جن کا استیعاب نہیں ہوسکتا۔ فقیر غفر اللہ تعالی لہ نے اس مسئلہ میں ایک کتاب عظیم بسیط وضخیم دو مجلد پر منقسم نام تاریخی مطلع القمرین فی ابانۃ سبقۃ العمرین ۱۲۹۷ھ سے متسم تصنیف کی اور خاص تفسیر آیہ کریمہ ان اکرمکم عند اللہ اتقکم اور اس سے افضلیت مطلقہ صدیق اکبر رضی اللہ تعالی عنہ کی اثبات واحقاق اور اوہام خلاف کے ابطال وازہاق میں ایک جلیل رسالہ مسمی بنام تاریخی الزلال الانقی من بحر سبقۃ الاتقی ۱۳۰۱ھ تالیف کیا اس بحث کی تفصیل ان کتب پر موکول، یہاں صرف چند ارشادات ائمہ اہلبیت کرام رضی اللہ تعالی عنہم پر اقتصار ہوتا ہے، اللہ عزوجل کی بیشمار رحمت ورضوان وبرکت امیر المومنین اس حیدر حق گو حق دان حق پرور کرم اللہ تعالی وجہہ الاسنی پر کہ اس جناب نے مسئلہ تفضیل کو بغایت مفصل فرمایا اپنی کرسی خلافت وعرش زعامت پر برسر منبر مسجد جامع ومشاہد ومجامع وجلوات عامہ وخلوات خاصہ میں بطریق عدیدہ تامدد مدیدہ سپید وصاف ظاہر ووانشگاف محکم ومفسر بے احتمال دگر حضرات شیخین کریمین وزیرین جلیلین رضی اللہ تعالی عنہما کا اپنی ذات پاک اور تمام امت مرحومہ سید لولاک صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے افضل وبہتر ہونا ایسے روشن وابین طور پر ارشاد کیا جس میں کسی طرح شائبہ شک وتردد نہ رہا مخالف مسئلہ کو مفتری بتایا اسی کوڑے کا مستحق ٹھہرا، حضرت سے ان اقوال کریمہ کے راوی اسی سے زیادہ صحابہ وتابعین رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین صواعق امام ابن حجر مکی میں ہے:

قال الذہبی وقد تواتر ذلك عنه فی خلافته وکرسی مملكة وبين الجم الغفير من شيعته ثم بسط الاسانيد الصحيحة فی ذلك قال ويقال رواه عنه نيف وثمانون نفسا وعدد منهم جماعة ثم قال فقبح الله الرافضة ما اجهلهم اھ انتہی۔

ذہبی نے کہا: امیر المومنین حضرت علی مرتضی رضی اللہ تعالی عنہ سے ان کے زمانہ خلافت میں جبکہ آپ کرسی اقتدار پر جلوہ گر تھے تواتر سے ثابت ہے کہ آپ نے اپنی جماعت کے جم غفیر میں افضلیت شیخین کو بیان فرمایا۔ کہا جاتا ہے کہ اسی سے زائد افراد نے اس بارے میں آپ سے روایت کی ہے۔ ذہبی نے ان میں سے کچھ کے نام گنوائے ہیں۔ پھر فرمایا کہ اللہ تعالی رافضیوں کا برا کرے وہ کس قدر جاہل ہیں انتہی۔ (اـ الصواعق المحرقۃ الباب الثالث الفصل الاول دار الکتب العلمیۃ بیروت ص ۹۰ و ۹۱)

یہاں تک کہ بعض منصفان شیعہ مثل عبد الرزاق محدث صاحب مصنف نے باوصف تشیع تفضیل شیخین اختیار کی اور کہا جب خود حضرت مولی کرم اللہ تعالی وجہہ الاسنی انہیں اپنے نفس کریم پر تفضیل دیتے تو مجھے اس کے اعتقاد سے کب مفر ہے مجھے یہ کیا گناہ تھوڑا ہے کہ علی سے محبت رکھوں اور علی کا خلاف کروں۔

صواعق میں ہے:

ما احسن ما سلكه بعض الشيعة المنصفين كعبد الرزاق فانه قال افضل الشيخين بتفضيل علی اياهما علی نفسه والا لما فضلتهما كفی بی وزرا ان احبه ثم اخالفه اھ

کیا ہی اچھی راہ چلے ہیں بعض منصف شیعہ جیسے عبد الرزاق کہ اس نے کہا میں اس لئے شیخین کو حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ پر ←

....

فضیلت دیتا ہوں کہ حضرت علی نے انہیں فضیلت دی ہے ورنہ میں انہیں آپ پر فضیلت نہ دیتا میرے لئے یہ گناہ کافی ہے کہ میں آپ سے محبت کروں پھر آپ کی مخالفت کروں۔ (۱؎ الصواعق المحرقۃ الباب الثالث الفصل الاول دار الکتب العلمیۃ بیروت ص ۹۳)

اب چند احادیث مرتضوی سنیے:

حدیث اول: صحیح بخاری شریف میں سیدنا وابن سیدنا امام محمد بن حنفیہ صاحبزادہ مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجوہما سے مروی:

قلت لابی ای الناس خیر بعد النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال ابوبکر قال قلت ثم من قال عمر ۲؎۔

میں نے اپنے والد ماجد کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے عرض کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب آدمیوں میں بہتر کون ہے؟ فرمایا ابوبکر میں نے عرض کی پھر کون؟ فرمایا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ (۲؎ الصواعق المحرقۃ الباب الثالث الفصل الاول دار الکتب بیروت ص ۹۳)

حدیث دوم: امام بخاری اپنی صحیح اور ابن ماجہ سنن میں بطریق عبداللہ بن سلمہ امیر المؤمنین کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے روای کہ فرماتے تھے:

خیر الناس بعد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ابوبکر وخیر الناس بعد ابوبکر عمر ۳؎ رضی اللہ تعالٰی عنہما۔ ھذا حدیث ابن ماجۃ۔

بہترین مرد بعد سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر ہیں اور بہترین مرد بعد ابوبکر عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ یہ حدیث ابن ماجہ کی ہے۔

(۳؎ صحیح البخاری مناقب اصحاب النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مناقب ابی بکر قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۵۱۸)

حدیث سوم: امام ابوالقاسم اسمٰعیل بن محمد بن الفضل الطلحی کتاب السنۃ میں راوی:

اخبرنا ابوبکر بن مردویہ ثنا سلیمن بن احمد ثنا الحسن بن المنصور الرمانی ثنا داؤد بن معاذ ثنا ابو سلمۃ العتکی عبداللہ بن عبدالرحمن عن سعید بن ابی عروبۃ عن منصور بن المعتمر عن ابراھیم عن علقمۃ قال بلغ علیا ان اقواما یفضلونہ علی ابی بکر و عمر فصعد المنبر فحمد اللہ واثنی علیہ ثم قال یاایھا الناس انہ بلغنی ان قسوما یفضلونی علی ابی بکر و عمر ولو کنت تقدمت فیہ لعاقبت فیہ فمن سمعتہ بعد ھذا الیوم یقول ھذا فھو مفتر علیہ حد المفتری ثم قال ان خیر ھذا الامۃ بعد نبیھا ابوبکر ثم عمر. ثم اللہ اعلم بالخیر بعد. قال وفی المجلس الحسن بن علی فقال واللہ لو سمی الثالث لسمی عثمان ۱؎۔

(ہم کو خبر دی ابوبکر بن مردویہ نے، ہم کو حدیث بیان کی سلیمان بن احمد نے، ہم کو حدیث بیان کی حسن بن منصور رمانی نے، ہم کو حدیث بیان کی داؤد معاذ بن، ہم کو ابوسلمہ عتکی عبداللہ بن عبدالرحمن نے، انہوں نے سعید بن ابوعروبہ سے، انہوں نے منصور بن معتمر سے، انہوں نے ابراہیم سے اور انہوں نے حضرت علقمہ سے روایت کی) حضرت علقمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں امیر المومنین کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کو خبر پہنچی کہ کچھ لوگ انہیں حضرات صدیق وفاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے افضل بتاتے ہیں، یہ سن کر منبر پر جلوہ فرما ہوئے حمد وثناء الٰہی بجالائے، پھر فرمایا: اے لوگو! مجھے خبر پہنچی کہ کچھ لوگ مجھے ابوبکر وعمر سے افضل کہتے ہیں اس بارہ میں اگر میں نے پہلے سے حکم سنا دیا ہوتا تو بے شک سزا دیتا آج سے جسے ایسا کہتے سنوں گا وہ مفتری ہے اس پر مفتری کی حد یعنی اسی کوڑے لازم ہیں۔ پھر فرمایا: بے شک ←

نبی صلی اللہ علیہ ہے۔ علقمہ فرماتے ہیں

مجلس میں سیدنا امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تشریف فرماتھے انہوں نے فرمایا خدا کی قسم اگر تیسرے کا نام لیتے تو عثمان کا نام لیتے رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ (۱؎ ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء بحوالہ ابی القاسم فی کتاب السنۃ مسند علی بن ابی طالب سہیل اکیڈمی لاہور ۱/ ۶۸)

حدیث چہارم: امام دارقطنی سنن میں اور ابوعمر بن عبدالبر استیعاب میں حکم بن جحل سے راوی حضرت مولیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ فرماتے ہیں:

لااجد احدافضلنی علی ابی بکر و عمر الاجلدتہ حد المفتری ۱؎

میں جسے پاؤں گا کہ مجھے ابوبکر وعمر سے افضل کہتا ہے اسے مفتری کی حد لگاؤں گا۔

(۱؎ الصواعق المحرقۃ بحوالہ الدار قطنی، الباب الثالث الفصل الاول دار الکتب العلمیۃ بیروت ص ۹۱)

امام ذہبی فرماتے ہیں: یہ حدیث صحیح ہے۔

حدیث پنجم: سنن دارقطنی میں حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی اور امیر المومنین علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ مقرب بارگاہ تھے جناب امیر انہیں وہب الخیر فرمایا کرتے تھے، مروی:

انہ کان یری ان علیا افضل الامۃ فسمع اقواما یخالفونہ فحزن حزنا شدیدا فقال لہ علی بعد ان اخذ بیدہ وادخلہ بیتہ ما احزنک یا اباجحیفۃ فذکرلہ الخبر فقال الا اخبرک بخیر ھذہ الامۃ خیرھا ابوبکر ثم عمر قال ابوجحیفۃ فاعطیت اللہ عھدا ان لااکتم ھذا الحدیث بعد ان شافھنی بہ علی ما بقیت ۲؎

یعنی ان کے خیال میں مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ تمام امت سے افضل تھے انہوں نے کچھ لوگوں کو اس کے خلاف کہتے سنا سخت رنج ہوا حضرت مولیٰ ان کا ہاتھ پکڑ کر کاشانہ ولایت میں لے گئے غم کی وجہ پوچھی، گزارش کی، فرمایا: کیا میں تمہیں نہ بتادوں کہ امت میں سب سے بہتر کون ہے ابوبکر ہیں پھر عمر۔ حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں نے اللہ عزوجل سے عہد کیا کہ جب تک جیوں گا اس حدیث کو نہ چھپاؤں گا بعد اس کے کہ خود حضرت مولیٰ نے بالمشافہ مجھے ایسا فرمایا۔

(۲؎ الصواعق المحرقۃ بحوالہ الدارقطنی، الباب الثالث الفصل الاول دار الکتب العلمیۃ بیروت ص ۹۲)

حدیث ششم: امام احمد مسند ذی الیدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں ابن ابی حازم سے راوی:

قال جاء رجل الی علی بن الحسین رضی اللہ تعالٰی عنہما فقال ما کان منزلۃ ابی بکر و عمر من النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال منزلتھما الساعۃ وھما ضجیعاہ ۱؎

یعنی ایک شخص نے حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت انور میں حاضر ہوکر عرض کی حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ابوبکر وعمر کا مرتبہ کیا تھا فرمایا جو مرتبہ ان کا اب ہے کہ حضور کے پہلو میں آرام کررہے ہیں۔

(۱؎ مسند احمد بن حنبل حدیث ذی الیدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۷۷)

حدیث ہفتم: دارقطنی حضرت امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ ارشاد فرماتے ہیں: ←

....

اجمع بنو فاطمة رضی الله تعالی عنهم علی ان یقولوا فی الشیخین احسن مایکون من القول ۲؎

یعنی اولاد امجاد حضرت بتول زہرا صلی اللہ علیہ وسلم ابیہا الکریم وعلیہا وعلیہم وبارک وسلم کا اجماع واتفاق ہے کہ ابوبکر وعمر رضی اللہ تعالی عنہما کے حق میں وہ بات کہیں جو سب سے بہتر ہو (ظاہر ہے کہ سب سے بہتر بات اسی کے حق میں کہی جائے گی جو سب سے بہتر ہو)

(۲؎ الصواعق المحرقۃ بحوالہ الدارقطنی عن محمد الباقر الباب الثانی دار الکتب العلمیہ بیروت ص ۷۸)

حدیث ہشتم: امام ابن عساکر وغیرہ سالم بن ابی الجعد سے راوی:

قلت لمحمد بن الحنفیة هل کان ابو بکر اول القوم اسلاما؟ قال لا. قلت فبم علا ابو بکر وسبق حتی لایذ کر احد غیر ابی بکر قال لانه کان افضلهم اسلاما حین اسلم حتی لحق بربه ۳؎

یعنی میں نے امام محمد بن حنفیہ سے عرض کی: کیا ابوبکر سب سے پہلے اسلام لائے تھے؟ فرمایا: نہ۔ میں نے کہا: پھر کیا بات ہے کہ ابوبکر سب سے بالا رہے اور پیش لے گئے یہاں تک کہ لوگ ان کے سوا کسی کا ذکر ہی نہیں کرتے۔ فرمایا: یہ اس لئے کہ وہ اسلام میں سب سے افضل تھے جب سے اسلام لائے یہاں تک کہ اپنے رب عزوجل سے ملے۔

(۳؎ الصواعق المحرقۃ بحوالہ ابن عساکر عن سالم بن ابی الجعد الباب الثانی دار الکتب العلمیہ بیروت ۸۰)

حدیث نہم: امام ابو الحسن دارقطنی جندب اسدی سے راوی کہ امام محمد بن عبداللہ محض ابن حسن مثنی بن حسن مجتبی بن علی مرتضی کرم اللہ تعالی وجوہہم کے پاس کچھ اہل کوفہ وجزیرہ نے حاضر ہو کہ ابوبکر وعمر رضی اللہ تعالی عنہما کے بارے میں سوال کیا امام ممدوح نے میری طرف ملتفت ہو کر فرمایا: انظر والی اهل بلادك یسالونی عن ابی بکر و عمر لهما عندی افضل من علی ۱؎ اپنے شہر والوں کو دیکھ مجھ سے ابوبکر وعمر کے بارے میں سوال کرتے ہیں وہ دونوں میرے نزدیک بلاشبہ مولا علی سے افضل ہیں رضی اللہ تعالی عنہم اجمعین۔

(۱؎ الصواعق المحرقۃ بحوالہ الدارقطنی عن جندب الاسدی الباب الثانی دار الکتب العلمیہ بیروت ص ۸۳)

یہ امام اجل حضرت امام حسن مجتبی کے پوتے اور حضرت امام حسین شہید کربلا کے نواسے ہیں ان کا لقب مبارک نفس زکیہ ہے، ان کے والد حضرت عبداللہ محض کہ سب میں پہلے حسنی حسینی دونوں شرف کے جامع ہوئے لہذا محض کہلوائے ۔ اپنے زمانے میں سردار بنی ہاشم تھے، ان کے والد ماجد امام حسن مثنی اور والدہ ماجدہ حضرت فاطمہ صغری بنت امام حسین صلی اللہ علیہ تعالی علی ابیہم وعلیہم وبارک وسلم۔

حدیث دہم: امام حافظ عمر بن شبہ حضرت امام اجل سید زید شہید ابن امام علی سجاد زین العابدین ابن امام حسین شہید صلوات اللہ تعالی وتسلیماتہ علی جدہم الکریم وعلیہم سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کوفیوں سے فرمایا:

انطلقت الخوارج فبرئت ممن دون ابی بکر و عمر. ولم یستطیعوا ان یقولوا فیهما شیئاً وانطلقتم انتم فظفر تم ای وثبتم فوق ذلك فبرئتم منهما فمن بقی؟ فوالله مابقی احد الابرئتم منه ۲؎

یعنی خارجیوں نے اٹھ کر ان سے تبری کی جو ابوبکر وعمر سے کم تھے یعنی عثمان وعلی رضی اللہ تعالی عنہم مگر ابوبکر وعمر کی شان میں کچھ کہنے کی گنجائش نہ پائی اور تم نے اے کوفیو! اور پر جست کی کہ ابوبکر وعمر سے تبری کی تو اب کون رہ گیا خدا کی قسم! اب کوئی نہ رہا جس پر تم نے تبرا نہ کہا ہو۔ ←

والعیاذ باللہ رب العالمین اللہ اکبر (اور اللہ تعالیٰ کی پناہ جو پروردگار ہے تمام جہانوں کا، اللہ سب سے بڑا ہے۔)

(۲؎ الصواعق المحرقۃ بحوالہ الحافظ عمر بن شبہ الباب الثانی دار الکتب العلمیۃ بیروت ص ۷۹)

امام زید شہید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ ارشاد مجید ہم غلامان خاندان زید کو بحمد اللہ کافی ووافی ہے، سید سادات بلگرام حضرت مرجع الفریقین، مجمع الطریقین، بحر شریعت، بحر طریقت بقیۃ السلف، حجۃ الخلف سیدنا ومولانا میر عبدالواحد حسینی زیدی واسطی بلگرامی قدس اللہ تعالیٰ سرہ السامی نے کتاب مستطاب سبع سنابل شریف تصنیف فرمائی کہ بارگاہ عالم پناہ حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں موقع قبول عظیم پر واقع ہوئی، حضرت مستفیق دامت برکاتہم کے جد امجد اور اس فقیر کے آقائے نعمت ومولائے اوحد حضرت اسد الواصلین محبوب العاشقین سیدنا ومولٰنا حضرت سید شاہ حمزہ حسینی زیدی مارہروی قدس سرہ القوی کتاب مستطاب کاشف الاستار شریف کی ابتدا میں فرماتے ہیں: باید دانست کہ درخاندان ما حضرت سند المحققین سید عبدالوحد بلگرامی بسیار صاحب کمال برخاستہ اند قطب فلک ہدایت ومرکز دائرہ ولایت بود درعلم صوری ومعنوی فائق واز مشارب اہل تحقیق ذائق صاحب تصنیف وتالیف ست ونسب ایں فقیر بچہار واسطہ بذات مبارکش می پیوندد۔ جاننا چاہئے کہ ہمارے خاندان میں حضرت سند المحققین میر سید عبدالواحد بلگرامی بہت صاحب کمال شخصیت ہیں۔ وہ فلک ہدایت کے قطب، دائرہ ولایت کے مرکز، ظاہری وباطنی علم میں فوقیت رکھنے والے، اصل تحقیق کے گھاٹوں کو چکھنے والے صاحب تصنیف وتالیف ہیں۔ اس فقیر کا نسب چار واسطوں سے آپ تک پہنچتا ہے۔ (ت) (۱؎ کاشف الاستار ماثر الکرام از میر علی آزاد بلگرامی (لاہور ۱۹۷۱ء ص ۲۵)

پھر بعد چند اجزاء کے فرماتے ہیں:

شہر تصانیف او کتاب سنابل ست در سلوک وعقائد حاجی الحرمین سید غلام علی آزاد سلمہ اللہ در ماثر الکلام فی نویسد وقتے درشہر رمضان المبارک سنۃ خمس وثلثین ومائۃ والف مولف اوراق در دار الخلافہ شاہجہاں آباد خدمت شاہ کلیم چشتی قدس سرہ راہ زیارت کرد ذکر میر عبدالواحد قدس سرہ درمیان آمد شیخ مناقب وماثر میر تادیر بیان کرد فرمود شبے درمدینہ منورہ پہلو بر بستر خواب گزاشتم درواقعہ می بینم کہ من وسید صبغۃ اللہ بروجی معادر مجلس اقدس رسالت پناہ صلی اللہ علیہ تعالیٰ علیہ وسلم باریاب شدیم جمعے از صحابہ کرام واولیائے امت حاضر اند دریں ہا شخصے ست کہ حضرت باولے بہ تبسم شریں کردہ حرفہا میزند والتفات تمام دارند چوں مجلس آخر شد از سید صبغۃ اللہ استفسار کردم کہ ایں سید شخص کیست کہ حضرت، با او التفاف بایں مرتبہ دارند گفت میر عبدالواحد بلگرام، وباعث مزید احترام او ہیست کہ سنابل تصنیف او درجناب رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم مقبول افتادہ انتہی کلامہ انتہی مقالہ الشریف بلفظہ المنیف قدس اللہ تعالیٰ سرہ اللطیف ۱؎

سلوک وعقائد میں آپ کی مشہور تصنیف کتاب سنابل ہے۔ حاجی حرمین سید غلام علی آزاد، اللہ انہیں سلامت رکھے، ماثر الکلام میں لکھتے ہیں جس وقت ۱۱۳۵ھ میں رمضان المبارک میں مؤلف اوراق نے دار الخلافہ شاہجہاں آباد میں شاہ کلیم اللہ چشتی قدس سرہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوکر آپ کی زیارت کی، میر عبدالواحد کا ذکر درمیان کلام میں آگیا۔ حضرت شیخ نے کافی دیر تک میر صاحب کے فضائل ومناقب بیان کئے اور فرمایا کہ ایک رات میں مدینہ منورہ میں اپنے بستر پر لیٹا تو خواب میں دیکھتا ہوں کہ میں اور سید صبغت اللہ بروجی اکٹھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس اقدس میں حاضر ہیں، صحابہ کرام اور اولیاء امت کی ایک جماعت بھی حاضر ہے، آپ کی ←

....

مجلس اقدس میں ایک شخص موجود ہے اور آپ اس کی طرف نظر کرم کرتے ہوئے مسکرا رہے ہیں اور اس سے باتیں کر رہے ہیں اور اس کی طرف بھرپور توجہ فرما رہے۔ جب مجلس ختم ہوئی تو میں نے سید صبغت اللہ سے پوچھا یہ شخص کون ہے جس کی طرف حضور علیہ الصلوۃ والسلام اس قدر توجہ فرماتے ہیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ یہ میر عبدالواحد بلگرامی ہیں اور ان کے اس قدر احترام کی وجہ یہ ہے کہ کتاب سنابل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں مقبول ہوئی ہے۔ ان کا کلام ختم ہوا۔ مقالہ شریف ان ہی کے بلند پایہ لفظوں میں ختم ہوا۔ اللہ تعالی ان کے سر لطیف کو مقدس بنائے۔ (اــ کاشف الاستار ص ۴۱ ب اصح التواریخ از مولانا محمد میاں قادری مارہروی خانقاہ برکاتیہ مارہرہ ۱۳۴۷ / ۱۶۸ا ء)(ماثر الکلام از میر غلام علی آزاد بلگرامی لاہور ۱۹۷۱ء ص ۲۹)

حضرت میر قدس سرہ المنیر نے اس کتاب مقبول ومبارک میں مسئلہ تفضیل بکمال تفصیل وتاکید جمیل وتجدید جلیل ارشاد فرمایا لفظ مبارک سے چند حروف کی نقل سے شرف حاصل کروں اولیائے کرام محدثین وفقہاء جملہ اہل حق کے اجماعی عقائد میں بیان فرماتے ہیں:

دو اجماع دارند کہ افضل از جملہ بشر بعد انبیاء ابو بکر صدیق ست وبعد از وے عمر فاروق ست وبعد از وے عثمان ذی النورین ست وبعد از وے علی مرتضے ست رضی اللہ تعالی عنہم اجمعین اــ

اور اس پر اجماع ہے کہ انبیاء کے بعد تمام انسانوں میں افضل ابو بکر صدیق، ان کے بعد عمر فاروق، ان کے بعد عثمان ذوالنورین، اور ان کے بعد حضرت علی المرتضی ہیں۔ اللہ تعالی ان سب پر راضی ہو۔

(اــ سبع سنابل سنبلہ اول در عقائد ومذاہب مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور ص ۷)

پھر فرمایا:

فضل ختنین از فضل شیخین کمتر ست بے نقصان وقصور ۲ــ

ختنین (عثمان غنی وعلی مرتضی) کی فضیلت شیخین (صدیق وفاروق) سے کم ہے مگر اس میں کوئی نقص اور خامی نہیں۔

(۲ــ سبع سنابل سنبلہ اول در عقائد ومذاہب مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور ص ۱۰)

پھر فرمایا:

اجماع اصحاب وتابعین وتبع تابعین وسائر علمائے امت ہمبرین عقیدہ واقع شدہ است ۳ــ

صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین اور تمام علمائے امت کا اجماع اسی عقیدہ پر واقع ہوا ہے۔

(۳ــ سبع سنابل سنبلہ اول در عقائد ومذاہب مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور ص ۱۰)

پھر فرمایا:

مخدوم قاضی شہاب الدین در ہمیر الحکام بنوشت کہ ہیچ ولی بدرجہ ہیچ پیغمبرے نرسد زیرا کہ امیر المومنین ابو بکر بحکم حدیث بعد پیغمبران از ہمہ اولیا برتر ست داد بدرجہ ہیچ پیغمبرے نرسید وبعد او امیر المومنین عمر بن خطاب ست وبعد او امیر المومنین عثمان بن عفان ست وبعد او امیر المومنین علی بن ابی طالب ست رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین کسیکہ امیر المومنین علی را خلیفہ نداند او از خوارج ست وکسیکہ او را بر امیر المومنین ابو بکر وعمر ←

مخدوم قاضی شہاب الدین نے تیسیر الحکام میں لکھا کوئی ولی کسی نبی کے درجہ تک نہیں پہنچ سکتا کیونکہ حدیث کی رو سے صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ انبیاء کے بعد تمام اولیاء سے افضل ہیں اور وہ کسی نبی کے مقام تک نہیں پہنچے۔ ابوبکر صدیق کے بعد امیر المومنین عمر بن خطاب، ان کے بعد امیر المومنین عثمان بن عفان اور ان کے بعد امیر المومنین علی بن ابی طالب کا مقام ہے اللہ تعالیٰ ان سب پر راضی ہو۔ جو شخص امیر المومنین علی مرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلیفہ نہ مانے وہ خارجیوں سے ہے اور جو آپ کو ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے افضل جانے وہ رافضیوں میں سے ہے۔ (اسبع سنابل سنبلہ اول درعقائد و مذاہب مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور ص ۱۰)

پھر فرمایا:

ازیجا باید دانست کہ درجہاں نہ ہمچو مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم پیرے پیدا شد و نہ ہمچو ابوبکر مریدے ہویدا گشت، اے عزیز! اگرچہ کمالیت فضائل شیخین برختنین مفرط وفائق اعتقاد باید کرد امانہ بروجہی کہ درکمالیت فضائل ختنین قصورے ونقصانے بخاطر تو رسد بلکہ فضائل ایشاں وفضائل جملہ اصحاب از عقول بشریہ افکار انسانیہ بسے بالا تر است ۲؎

یہاں سے جاننا چاہیے کہ مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم جیسا پیر اور ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسا مرید کائنات میں کوئی پیدا نہیں ہوا۔ اے عزیز! اگر شیخین کی فضیلت کاملہ ختنین پر بہت زیادہ سمجھنی چاہیے مگر اس طور پر نہیں کہ تیرے دل میں ختنین کی فضیلت کاملہ کے قاصر و ناقص ہونے کا خیال گزرے، بلکہ ان کے اور تمام صحابہ کے فضائل عقول بشریہ اور افکار انسانیہ سے بہت بلند ہیں۔

(۲؎ سبع سنابل سنبلہ اول درعقائد و مذاہب مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور ص ۱۰)

پھر فرمایا:

پس چوں اجماع صحابہ کہ انبیاء صفت اند بر تفضیل شیخین واقع شد و مرتضی نیز دریں اجماع متفق وشریک بود مفضلہ در اعتقاد خود غلط کردہ است اسے خان و مان ما فدائے نام مرتضے بادکدام بدبخت ازل کہ محبت مرتضے در دلش نباشد وکدام راندہ درگاہ مولے کہ اہانت او روا دارد، مفضلہ گمان بردہ است کہ نتیجہ محبت ما مرتضے تفضیل اوست بر شیخین، ونمیدانند کہ ثمرہ محبت موافقت ست با او نہ مخالفت کہ چوں مرتضے موافقت ست با او نہ مخالفت کہ چوں مرتضے فضل شیخین و ذی النورین را برخود روا داشت و اقتداء بایشاں کرد وحکمہا ے عہد خلافت ایشاں را امتثال فرمود شرط محبت با او آں باشد کہ در راہ و روش با موافق باشد نہ مخالف ۱؎

جب انبیاء جیسی صفات کے حامل صحابہ کرام کا اجماع واقع ہوگیا کہ شیخین کریمین افضل ہیں۔ اور حضرت علی مرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اس اجماع میں شامل اور متفق تھے۔ تو فرقہ تفضیلیہ نے خود اپنے اعتقاد میں غلطی کھائی ہے۔ میرا گھر بار حضرت علی مرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام پر فدا اور میرا جان و دل آپ کے قدموں پر قربان ہوں کون ازلی بدبخت ہے جس کے دل میں محبت مرتضے نہیں ہے اور کون ہے بارگاہ خداوندی کا دھتکارا ہوا جو توہین مرتضی کو روا رکھتا ہے۔ مفضلہ (فرقہ تفضیلیہ) نے گمان کیا ہے کہ محبت مرتضی کا تقاضا آپ کو شیخین پر فضیلت دینا ہے اور وہ نہیں جانتے کہ آپ کی محبت کا ثمرہ آپ کے ساتھ موافقت ہے نہ کہ مخالفت۔ جب حضرت مرتضی رضی اللہ عنہ نے ←

رہی عصمت، یہ انبیا و ملائکہ کا خاصہ ہے، جس کو ہم پہلے بیان کر آئے، امام کا معصوم ہونا روافض کا مذہب ہے۔(4)

مسئلہ (۱): محض مستحقِ امامت ہونا امام ہونے کے لیے کافی نہیں، بلکہ ضروری ہے کہ اہلِ حَل وعقد نے اُسے امام مقرر کیا ہو، یا امامِ سابق نے۔

مسئلہ (۲): امام کی اِطاعت مطلقاً ہر مسلمان پر فرض ہے، جبکہ اس کا حکم شریعت کے خلاف نہ ہو، خلافِ شریعت میں کسی کی اطاعت نہیں۔(5)

مسئلہ (۳): امام ایسا شخص مقرر کیا جائے، جو شجاع اور عالم ہو، یا علماء کی مدد سے کام کرے۔

مسئلہ (۴): عورت اور نابالغ کی امامت جائز نہیں، اگر نابالغ کو امامِ سابق نے امام مقرر کر دیا ہو تو اس کے بلوغ تک کے لیے لوگ ایک والی مقرر کریں کہ وہ احکام جاری کرے اور یہ نابالغ صرف رسمی امام ہوگا اور حقیقۃً اُس وقت

شیخین اور ذوالنورین کو اپنے آپ سے افضل قرار دیا، ان کی اقتداء کی اور ان کے عہدِ خلافت کے احکام کو تسلیم کیا تو ان کی محبت کی شرط یہ ہے کہ ان کی راہ روش کے ساتھ موافقت کی جائے نہ کہ مخالفت۔

(۱؎ سبع سنابل سنبلہ اول در عقائد و مذاہب مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور ص ۱۷)

حضرت میر قدس سرہ المنیر نے یہ بحث پانچ ورق سے زائد میں افادہ فرمائی ہے: من طلب الزیادۃ فلیرجع الیہ (جو زیادہ تفصیل چاہتا ہے وہ اس کی طرف رجوع کرے، ت) یہ عقیدہ ہے اہلِ سنت و جماعت اور ہم غلامان دو دمان زید شہید کا۔ واللہ تعالٰی اعلم (اور اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے۔ت) (فتاوی رضویہ، جلد ۲۸، ص ۴۸۹۔۴۷۸ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(4) اعلیٰ حضرت، امامِ اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

یہاں صرف ایک عبارت شاہ ولی اللہ پر اختصار کروں الدر الثمین شاہ صاحب مطبوع مطبع احمدی ص ۴ و ۵:

سألت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سوالا روحانیا عن الشیعۃ فاوحی الی ان مذھبھم باطل وبطلان مذھبھم یعرف من لفظ الامام ولما افقت عرفت ان الامام عندھم ھو المعصوم المفترض طاعۃ الموحی الیہ وحیا باطنیا وھذا ھو معنی النبی فمذھبھم یستلزم انکار ختم النبوۃ قبحھم اللہ تعالٰی ۱؎۔

میں نے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے رافضیوں کے بارے میں روحانی سوال کیا حضور نے ارشاد فرمایا کہ ان کا مذہب باطل ہے اور اس کا بطلان لفظ امام سے ظاہر ہے جب مجھے ہوش آیا میں نے پہچانا کہ ان کے نزدیک امام وہ ہے جو معصوم ہو اور اس کی اطاعت فرض اور اس کی طرف وحی باطنی آتی ہو، اور یہی معنی نبی کے ہیں تو ان کے مذہب سے ختم نبوت کا انکار لازم آتا ہے، اللہ ان کا بُرا کرے۔

(۱؎ الدر الثمین شاہ ولی اللہ) (فتاوی رضویہ، جلد ۱۵، ص ۱۹۴ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(5) حاشیہ نمبر 1 ملاحظہ فرمائیں۔

تک وہ والی اِمام ہے۔(6)

عقیدہ (۱): نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد خلیفہ برحق و امامِ مطلق حضرت سیّدنا ابوبکر صدیق، پھر حضرت عمر فاروق، پھر حضرت عثمان غنی، پھر حضرت مولیٰ علی پھر چھ مہینے کے لیے حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہوئے، اِن حضرات کو خلفائے راشدین اور اِن کی خلافت کو خلافتِ راشدہ کہتے ہیں(7)، کہ انھوں نے حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی سچی نیابت کا پورا حق ادا فرمایا۔

عقیدہ (۲): بعد انبیا و مرسلین، تمام مخلوقاتِ الٰہی انس و جن و مَلک سے افضل صدیق اکبر ہیں(8)، پھر عمر فاروقِ

---

(6) الدرالمختار، کتاب الصلاۃ، باب الامامۃ، ج۲، ص۳۳۵۔۳۳۶

(7) **خلافتِ راشدہ کسے کہتے ہیں؟**

عرض: خلافتِ راشدہ کسے کہتے ہیں اور اس کے مِصداق کون کون ہوئے، اور اب کون کون ہوں گے؟

ارشاد: خلافتِ راشدہ وہ خلافت کہ منھاجِ نبوت (یعنی نبوی طریقے) پر ہو جیسے حضرات خلفائے اَربعہ (یعنی چار خلفائے کرام حضرت سیّدنا صدیقِ اکبر، حضرت سیّدنا فاروقِ اعظم، حضرت سیّدنا عثمانِ غنی اور حضرت مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم) و امام حسن مجتبیٰ و امیر المؤمنین عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے کی اور اب میرے خیال میں ایسی خلافتِ راشدہ امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی قائم کریں گے۔ وَالْغَیْبُ عِنْدَ اللہ (یعنی: اور غیب کا علم اللہ تعالیٰ کو ہے۔ت) (ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ صفحہ ۱۶۰)

(8) اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

مولا علی کی نگاہ میں مقامِ صدیق اکبر:

صحیح بخاری شریف میں امام محمد بن حنفیہ صاحبزادہ امیر المؤمنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے ہے:

قال قلت لابی ای الناس خیر بعد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال ابوبکر قال قلت ثم من، قال ثم عمر ثم خشیت ان اقول ثم من فیقول عثمان فقلت ثم انت یا ابت، فقال ما انا الا رجل من المسلمین ۲؎ رواہ ایضاً ابن ابی عاصم وخشیش وابو نعیم فی الحلیۃ الاولیاء۔

میں نے اپنے والد ماجد مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد سب آدمیوں سے بہتر کون ہے؟ فرمایا: ابوبکر۔ میں نے کہا پھر کون؟ فرمایا: پھر عمر۔ پھر مجھے خوف ہوا کہ کہیں میں کہوں پھر کون تو فرمادیں عثمان، اس لئے میں نے سبقت کر کے کہا اے باپ میرے! پھر آپ؟ فرمایا: میں تو نہیں مگر ایک مرد مسلمانوں میں سے (اسے ابن ابی عاصم اور خشیش اور ابونعیم نے بھی حلیۃ الاولیاء میں بیان کیا ہے۔ت) (۲؎ صحیح بخاری، کتاب المناقب، فضائل ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، قدیمی کتب خانہ کراچی، ۱/ ۵۱۸) (جامع الاحادیث بحوالہ خ ودوابن ابی عاصم وخشیش وغیرہ، حدیث ۱۴۷۷ دارالفکر بیروت، ۱۶/ ۲۱۷) (کنز العمال، بحوالہ خ ودوابن ابی عاصم وخشیش وغیرہ، ۳۶۰۹۴ موسسۃ الرسالہ، بیروت، ۱۳/ ۷)

←

اعظم، پھر عثمان غنی، پھر مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم، جو شخص مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کو صدیق یا فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے افضل بتائے، گمراہ بدمذہب ہے۔

طبرانی معجم اوسط میں صلہ بن زفر سے راوی، جب امیر المؤمنین مولیٰ علی کے سامنے لوگ ابوبکر صدیق کا ذکر کرتے، امیر المؤمنین فرماتے:

السباق یذکرون السابق یذکرون والذی نفسی بیدہ ما استبقنا الی خیر قط الاسبقنا الیہ ابوبکر ا؎

ابوبکر کا بڑی سبقت والے ذکر کر رہے ہیں کمال پیشی لے جانے والے کا تذکرہ کرتے ہیں قسم اس کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے جب ہم نے کسی خیر میں پیشی چاہی ہے ابوبکر ہم سب پر سبقت لے گئے ہیں۔

(ا؎ المعجم الاوسط، حدیث ۷۱۶۴، مکتبۃ المعارف الریاض، ۸/ ۸۲) (جامع الاحادیث بحوالہ طس، حدیث ۷۲۸۸، دارالفکر بیروت، ۱۶/ ۲۰۹)

حضرت صدیق کے بارے میں حضرت علی کی رائے:

ابو القاسم طلحی و ابن ابی عاصم و ابن شاہین واللالکائی سب اپنی اپنی کتاب السنہ میں اور عشاری فضائل صدیق اور اصبہانی کتاب الحجہ اور ابن عساکر تاریخ دمشق میں راوی، امیر المؤمنین کو خبر پہنچی کچھ لوگ انہیں ابوبکر و عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) سے افضل بتاتے ہیں منبر شریف پر تشریف لے گئے حمد و ثنائے الٰہی کے بعد فرمایا:

ایھا الناس بلغنی ان اقواما یفضلونی علی ابی بکر و عمر ولو کنت تقدمت فیہ لعاقبت فیہ. فمن سمعتہ بعد ھذا الیوم یقول ھذا فھو مفتر. علیہ حد المفتری خیر الناس بعد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ابو بکر ثم عمر (زاد غیر الطلحی) ثم احدثنا بعضھم احداثا یقضی اللہ فیھا ما یشاء ۲؎

اے لوگو! مجھے خبر پہنچی کہ کچھ لوگ مجھے ابوبکر و عمر پر فضیلت دیتے ہیں اگر میں پہلے متنبہ کر چکا ہوتا تو اب سزا دیتا، آج کے بعد جسے ایسا کہتا سنوں گا وہ مفتری ہے، اس پر مفتری کی حد آئے گی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد سب آدمیوں سے بہتر ابوبکر ہیں، پھر عمر، پھر ان کے بعد ہم سے کچھ نئے امور واقع ہوئے کہ خدا ان میں جو چاہے گا حکم فرمائے گا۔

(۲؎ کنز العمال بحوالہ ابن ابی عاصم و ابن شاہین واللالکائی والعشاری، حدیث ۳۶۱۴۳، موسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۱۳/ ۲۱) (جامع الاحادیث ابن ابی عاصم و ابن شاہین واللالکائی والعشاری، حدیث ۷۷۳۵، دارالفکر بیروت، ۱۶/ ۲۲۲)

امام ابو عمر ابن عبد البر استیعاب میں حکم بن حجل سے اور امام ابو الحسن دارقطنی سنن میں روایت کرتے ہیں امیر المؤمنین مولا علی فرماتے ہیں:

لا اجد احدا فضلنی علی ابی بکر و عمر الا جلدتہ حد المفتری ا؎

میں جسے پاؤں گا کہ ابوبکر و عمر پر مجھے تفضیل دیتا ہے اسے مفتری کی حد اسی کوڑے لگاؤں گا۔

(ا؎ جامع الاحادیث عن الحکم بن حجل عن علی، حدیث ۷۷۴۷، دارالفکر بیروت، ۱۶/ ۲۲۵) (مختصر تاریخ دمشق لابن عساکر، ترجمہ ۲۲، عبد اللہ ابن ابی قحافہ، دارالفکر بیروت، ۱۳/ ۱۱۰)

ابن عساکر بطریق الزہری عن عبد اللہ بن کثیر راوی، امیر المؤمنین فرماتے ہیں:

لا یفضلنی احد علی ابی بکر و عمر الا جلدتہ جلدا وجیعا ۲؎

←

عقیدہ (۳): افضل کے یہ معنی ہیں کہ اللہ عزوجل کے یہاں زیادہ عزت و منزلت والا ہو، اسی کو کثرتِ ثواب سے بھی تعبیر کرتے ہیں، نہ کثرتِ اجر، کہ بارہا مفضول کے لیے ہوتی ہے۔ حدیث میں ہمراہیانِ سیّدنا امام مہدی کی نسبت آیا کہ: اُن میں ایک کے لیے پچاس کا اجر ہے، صحابہ نے عرض کی: اُن میں کے پچاس کا یا ہم میں کے؟ فرمایا:

جو مجھے ابوبکر و عمر سے افضل کہے گا اسے دردناک کوڑے لگاؤں گا۔ (۲۔ جامع الاحادیث بحوالہ ابن عساکر عن علی، حدیث ۲۳۷۷۲، دارالفکر بیروت، ۱۶/ ۲۱۹) (کنزالعمال بحوالہ ابن عساکر عن علی، حدیث ۳۶۱۰۳، موسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۱۳/ ۹)

امام احمد مسند اور عدنی مائتین اور ابوعبید کتاب الغریب اور نعیم بن حماد فتن اور خثیمہ بن سلیمان طرابلسی فضائل الصحابہ اور حاکم مستدرک اور خطیب تلخیص المتشابہ میں راوی، امیر المؤمنین فرماتے ہیں:

سبق رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وصلی ابوبکر وثلث عمر ثم خطبتنا فتنۃ و یعفو اللہ عمن یشاء ۳۔ وللخطیب وغیرہ فھو ماشاء اللہ زادھو فمن فضلنی علی ابی بکر و عمر رضی اللہ تعالٰی عنھما فعلیہ حد المفتری من الجلد و اسقاط الشھادۃ ۴۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سبقت لے گئے اور ان کے دوسرے ابوبکر اور تیسرے عمر ہوئے، پھر ہمیں فتنے نے مضطرب کیا اور خدا جسے چاہے معاف فرمائے گا یا فرمایا جو خدا نے چاہا وہ ہوا تو جو مجھے ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما پر فضیلت دے اس پر مفتری کی حد واجب ہے اسّی کوڑے لگائے جائیں اور گواہی کبھی نہ سنی جائے۔ (۳۔ المستدرک علی الصحیحین کتاب معرفۃ الصحابہ رضی اللہ تعالٰی عنہم، مناقب ابی بکر، دارالفکر بیروت، ۳/ ۶۸۔۶۷) (۴۔ کنزالعمال بحوالہ خط فی تلخیص المتشابہ، حدیث ۳۶۱۰۲، موسسۃ الرسالہ، بیروت، ۱۳/ ۹) (جامع الاحادیث خط فی تلخیص المتشابہ، حدیث ۲۳۷۷۲، دارالفکر بیروت، ۱۶/ ۲۱۹)

ابوطالب عشاری بطریق الحسن بن کثیر عن ابیہ راوی، ایک شخص نے امیر المؤمنین علی مرتضٰی کرم اللہ تعالٰی وجہہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی: آپ خیر الناس ہیں۔ فرمایا تو نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو دیکھا ہے؟ کہا نہ۔ فرمایا: ابوبکر کو دیکھا؟ کہا: نہ فرمایا: عمر کو دیکھا؟ کہا: نہ، فرمایا: اما انک لو قلت انک رأیت النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لقتلتک ولو قلت رأیت ابابکر و عمر لجلدتک اے سن لے اگر تو نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے دیکھنے کے بعد خیر الناس بعد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا اقرار کرتا اور پھر مجھے خیر الناس کہتا تو میں تجھے قتل کرتا اور اگر تو ابوبکر و عمر کو دیکھے ہوتا اور مجھے افضل بتاتا تو تجھے حد لگاتا۔

(۱۔ جامع الاحادیث بحوالہ العشاری، حدیث ۲۳۷۷۴، دارالفکر بیروت، ۱۶/ ۲۲۵) (کنزالعمال بحوالہ العشاری، حدیث ۳۶۱۵۳، موسسۃ الرسالہ بیروت، ۱۳/ ۲۶)

ابن عساکر سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی، امیر المؤمنین مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ نے فرمایا:

لایفضلنی احد علی ابی بکر و عمر الا وقد انکر حقی وحق اصحاب رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ۲۔

جو مجھے ابوبکر و عمر پر تفضیل دے گا وہ میرے اور تمام اصحاب رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے حق کا منکر ہوگا۔

(۲۔ جامع الاحادیث بحوالہ ابن عساکر، حدیث ۲۳۷۷۳، دارالفکر بیروت، ۱۶/ ۲۲۱۔۲۲) ←

بلکہ تم میں سے۔

حضرات شیخین اولین جنتی ہیں:

ابو طالب عشاری اور اصبہانی کتاب الحجہ میں عبد خیر سے راوی، میں نے امیر المؤمنین مولیٰ علی سے عرض کی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد سب سے پہلے جنت میں کون جائے گا؟ فرمایا: ابوبکر وعمر۔ میں نے عرض کی: یا امیر المؤمنین! کیا وہ دونوں آپ سے پہلے جنت میں جائیں گے؟ فرمایا: ای والذی فلق الحبة وبرأ النسمة انهما ليأكلان من ثمارها و يرويان من مائها ويتكئان على فرشها وانا موقوف بالحساب [3]۔ ہاں قسم اس کی جس نے بیج کو چیر کر پیڑ اگایا اور آدمی کو اپنی قدرت سے تصویر فرمایا بیشک وہ دونوں جنت کے پھل کھائیں گے، اس کے پانی سے سیراب ہوں گے، اس کی مسندوں پر آرام کریں گے اور میں ابھی حساب میں کھڑا ہوں گا۔

(۳۔ جامع الاحادیث بحوالہ ابو طالب العشاری والاصفہانی الخ حدیث ۲۰۷۷، دار الفکر بیروت، ۱۶ / ۲۱۹)

خیر الناس بعد رسول اللہ:

ابو ذر ہروی و دار قطنی وغیرہما حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی میں نے امیر المؤمنین سے عرض کی:

يا خير الناس بعد رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم فقال مهلا يا ابا جحيفة الا اخبرك بخير الناس بعد رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ابو بكر و عمر [1] يا خير الناس بعد رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم

فرمایا ٹھہر واے ابو جحیفہ! کیا میں تمہیں نہ بتادوں کہ کون ہے؟ فرمایا اے ابو جحیفہ! خیر الناس بعد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ابو بکر و عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) ہیں۔ (۱۔ جامع الاحادیث بحوالہ الصابونی فی المائتین، حدیث ۷۷۳۴، دار الفکر بیروت، ۱۶ / ۲۲۲) (کنز العمال بحوالہ الصابونی فی المائتین، وطس وکر حدیث ۳۶۱۴۱، موسسۃ الرسالہ، بیروت، ۱۳ / ۲۱)

افضل الناس بعد رسول اللہ:

ابو نعیم حلیہ اور ابن شاہین کتاب السنہ اور ابن عساکر تاریخ میں عمرو بن حریث سے راوی میں نے امیر المؤمنین مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ کو منبر پر فرماتے سنا:

ان افضل الناس بعد رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ابوبكر و عمر و عثمان وفي لفظ ثم عمر ثم عثمان [2]۔

بیشک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد سب آدمیوں سے افضل ابوبکر وعمر وعثمان ہیں، اور بالفاظ دیگر پھر عمر پھر عثمان۔

(۲۔ کنز العمال، بحوالہ ابن عساکر وحل ابن شاہین فی السنہ، حدیث ۸۰۰۶، دار الفکر بیروت، ۱۶ / ۲۹۰)

مولود ازکی فی الاسلام:

ابن عساکر بطریق سعد ابن طریف اصبغ بن نباتہ سے راوی، فرمایا:

قلت لعلي يا امير المؤمنين من خير الناس بعد رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم؟ قال ابو بكر، قلت ثم من؟ قال ثم عمر، قلت ثم من؟ قال ثم عثمان، قلت ثم من؟ قال انا رأيت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم بعيني هاتين والا فعميتا، وباذني هاتين والا فصمتا، يقول ماولد في الاسلام مولود ازكى ولا اطهر ولا ←

تو اجر اُن کا زائد ہوا، مگر افضلیت میں وہ صحابہ کے ہمسر بھی نہیں ہو سکتے، زیادت درکنار، کہاں امام مہدی کی رفاقت اور کہاں حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صحابیت! ، اس کی نظیر بلا تشبیہ یوں سمجھیے کہ سلطان نے کسی مہم پر

افضل من ابی بکر ثم عمر ۳؎

میں نے مولیٰ علی سے عرض کی یا امیر المؤمنین ا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد سب سے افضل کون ہے؟ فرمایا: ابوبکر۔ میں نے کہا: پھر کون؟ فرمایا: عمر، کہا: پھر کون؟ فرمایا: عثمان، کہا: پھر کون؟ فرمایا: میں، میں نے ان آنکھوں سے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا ورنہ یہ آنکھیں پھوٹ جائیں اور ان کانوں سے فرماتے سنا ورنہ بہرے ہو جائیں حضور فرماتے تھے اسلام میں کوئی شخص ایسا پیدا نہ ہوا جو ابوبکر پھر عمر سے زیادہ پاکیزہ زیادہ فضیلت والا ہو۔ (۳؎ جامع احادیث ابن عساکر حدیث ۸۰۲۳، دار الفکر بیروت، ۱۶/ ۲۹۴)

ابو طالب عشاری فضائل الصدیق میں راوی، امیر المؤمنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم فرماتے ہیں:

وھل انا الا حسنۃ من حسنات ابی بکر ا؎

میں کون ہوں مگر ابوبکر کی نیکیوں سے ایک نیکی۔ (ا؎ جامع الاحادیث بحوالہ ابی طالب العشاری، حدیث ۷۶۸۴، دار الفکر بیروت، ۱۶/ ۲۰۸)

سیدنا صدیق کی سبقت کی چہار وجوہات:

خیثمہ طرابلسی و ابن عساکر ابو الزناد سے راوی، ایک شخص نے مولیٰ علی سے عرض کی: یا امیر المؤمنین! کیا بات ہوئی کہ مہاجرین وانصار نے ابوبکر کو تقدیم دی حالانکہ آپ کے مناقب بیشتر اور اسلام و سوابق پیشتر، فرمایا: اگر مسلمان کے لئے خدا کی پناہ نہ ہوتی تو میں تجھے قتل کر دیتا، افسوس تجھ پر، ابوبکر چار وجہ سے مجھ پر سبقت لے گئے، افشائے اسلام میں مجھ سے پہلے، ہجرت میں مجھ سے سابق، صحبت غار میں انہیں کا حصہ، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے امامت کے لئے انہیں کو مقدم فرمایا:

ویحک ان اللہ ذم الناس کلھم ومدح ابابکر فقال الا تنصروہ فقد نصرہ اللہ ۲؎، (الآیۃ)

افسوس تجھ پر بیشک اللہ تعالیٰ نے سب کی مذمت کی اور ابوبکر کی مدح فرمائی کہ ارشاد فرماتا ہے اگر تم اس نبی کی مدد نہ کرو تو اللہ تعالیٰ نے اس کی مدد فرمائی جب کافروں نے اسے مکے سے باہر کیا دوسرا ان دو کا جب وہ غار میں تھے جب اپنے یار سے فرماتا تھا غم نہ کھا اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ (۲؎ جامع الاحادیث بحوالہ خیثمہ و ابن عساکر حدیث ۷۶۸۹، دار الفکر بیروت، ۱۶/ ۲۰۹)

حضرت صدیق کا تقدم:

خطیب بغدادی و ابن عساکر اور دیلمی مسند الفردوس اور عشاری فضائل الصدیق میں امیر المؤمنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

سألت اللہ ثلثا ان یقدمک فابی علی الا تقدیم ابی بکر ۳؎

اے علی! میں نے اللہ عزوجل سے تین بار سوال کیا کہ تجھے تقدیم دے اللہ تعالیٰ نے نہ مانا مگر ابوبکر کو مقدم رکھنا۔

(۳؎ تاریخ بغداد، حدیث ۵۹۲۱، دار الکتاب العربی، بیروت، ۱۱/ ۲۱۳) (کنز العمال بحوالہ ابی طالب العشاری وغیرہ حدیث ۳۲۶۸۰، موسسۃ الرسالہ، بیروت، ۱۲/ ۵۱۵)

وزیر اور بعض دیگر افسروں کو بھیجا، اس کی فتح پر ہر افسر کو لاکھ لاکھ روپے انعام دیے اور وزیر کو خالی پروانہ خوشنودی مزاج دیا تو انعام انھیں کو زائد ملا، مگر کہاں وہ اور کہاں وزیر اعظم کا اعزاز؟

حضرت علی کی مدح افراط وتفریط کا شکار:

عبداللہ بن احمد زوائد مسند میں، اور ابو یعلی ودورقی وحاکم وابن ابی عاصم وابن شاہین امیر المؤمنین مولی علی کرم اللہ وجہہ سے راوی کہ انہوں نے فرمایا:

دعانی رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فقال یا علی ان فیك من عیسٰی مثلا ابغضته الیھود حتی بھتوا امه واحبته النصاری حتی انزلوہ بالمنزلة التی لیس بھا وقال علی الا وانه یھلك فی رجلان محب مطری یفرطنی بما لیس فی و مبغض مفتر یحمله شنأنی علی ان یبھتنی الا وانی لست بنبی ولا یوحی الی ولکنی اعمل بکتاب اللہ وسنة نبیه صلی اللہ تعالی علیه وسلم ما استطعت فما امرتکم به من طاعة اللہ فحق علیکم طاعتی فیما احببتم او کرھتم وما امرتکم بمعصیة انا وغیری فلا طاعة لاحد فی معصیة اللہ انما الطاعة فی المعروف۔[1]

مجھے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بلا کر ارشاد فرمایا: اے علی! تجھ میں ایک کہاوت عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرح ہے، یہود نے ان سے دشمنی کی یہاں تک کہ ان کی ماں پر بہتان باندھا اور نصاری ان کے دوست بنے یہاں تک کہ جو مرتبہ ان کا نہ تھا وہاں جا اتارا، مولا علی فرماتے ہیں سن لو میرے معاملے میں دو شخص ہلاک ہوں گے ایک دوست میری تعریف میں حد سے بڑھنے والا جو میرا وہ مرتبہ بتائے گا جو مجھ میں نہیں، اور ایک دشمن مفتری جسے میری عداوت اس پر باعث ہوگی کہ مجھ پر تہمت اٹھائے، سن لو میں نہ تو نبی ہوں نہ مجھ پر وحی آتی ہے تو جہاں تک ہو سکے اللہ عزوجل کی کتاب اور اس کے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کرتا ہوں تو میں جب تمہیں اطاعت الٰہی کا حکم دوں تو میری فرمانبرداری تم پر لازم ہے چاہے تمہیں پسند ہو خواہ ناگوار، اور اگر معصیت کا حکم دوں میں یا کوئی، تو اللہ کی نافرمانی میں کسی کی اطاعت نہیں، اطاعت تو مشروع بات میں ہے۔ (1؎ المستدرک للحاکم، کتاب معرفۃ الصحابۃ، دار الفکر بیروت، ۳/ ۱۲۳)(مسند احمد بن حنبل مروی از علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، دار الفکر بیروت، ۱/ ۱۶۰)

افضل الایمان:

ابن عساکر سالم بن ابی الجعد سے راوی، فرمایا:

قلت لمحمد بن الحنفية هل کان ابو بکر اول القوم اسلاما قال لا قلت فیما علا ابو بکر وسبق حتی لا یذکر احد غیر ابی بکر قال لانه کان افضلھم اسلاما حین اسلم حتی لحق بربه۔[1]

میں نے امام محمد بن حنفیہ صاحبزادہ مولا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے دریافت کیا کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سب سے پہلے اسلام لائے تھے، فرمایا نہ۔ میں نے کہا پھر کس وجہ سے ابو بکر سب پر بلند وسابق ہوئے کہ ان کے سوا کوئی دوسرے کا ذکر ہی نہیں کرتا، فرمایا: اس لئے کہ وہ جب سے مسلمان ہوئے اور جب تک اپنے رب عزوجل کے پاس گئے ان کا ایمان سب سے افضل رہا۔

(1؎ الصواعق المحرقۃ بحوالہ ابن عساکر، الباب الثانی، مکتبہ مجیدیہ، ملتان، ص ۵۳) ←

عقیدہ (۴): ان کی خلافت بر ترتیب فضلیت ہے، یعنی جو عند اللہ افضل و اعلیٰ و اکرم تھا وہی پہلے خلافت پاتا گیا، نہ کہ افضلیت بر ترتیب خلافت، یعنی افضل یہ کہ مُلک داری و مُلک گیری میں زیادہ سلیقہ، جیسا آج کل سُنّی بننے والے تفضیلی کہتے ہیں(9)

یوں ہوتا تو فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سب سے افضل ہوتے کہ ان کی خلافت کو فرمایا:

لَمْ أَرَ عَبْقَرِيًّا يَفْرِيْ فَرِيَّهٗ حَتّٰى ضَرَبَ النَّاسُ بِعَطَنٍ (10)

اور صدیقِ اکبر کی خلافت کو فرمایا:

((فِيْ نَزْعِهٖ ضَعْفٌ وَاللّٰهُ يَغْفِرُ لَهٗ.)) (11)

عقیدہ (۵): خلفائے اربعہ راشدین کے بعد بقیہ عشرہ مبشرہ (12)

شیخین کی افضلیت:

امام دارقطنی جندب اسدی سے راوی:

ان محمد بن عبد اللہ بن الحسن اتاہ قوم من اھل الکوفۃ والجزیرۃ فسألوہ عن ابی بکر و عمر فالتفت الیّ فقال انظر الی اھل بلادک یسألونی عن ابی بکر و عمر لھما افضل عندی من علی ۲؎

(۲؎ الصواعق المحرقۃ بحوالہ الدارقطنی عن جندب الاسدی، مکتبہ مجیدیہ، ملتان، ص ۵۵)

یعنی امام نفس زکیہ محمد بن عبد اللہ محض ابن امام حسن مثنّٰی ابن امام حسن مجتبٰی ابن مولٰی علی مرتضی کرم اللہ تعالٰی وجوھھم کے پاس اہل کوفہ و جزیرہ سے کچھ لوگوں نے حاضر ہو کر ابوبکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہما کے بارے میں سوال کیا امام نے میری طرف التفات کر کے فرمایا اپنے وطن والوں کو دیکھو مجھ سے ابوبکر و عمر کے باب میں سوال کرتے ہیں بیشک وہ دونوں میرے نزدیک علی سے افضل ہیں رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین۔ (فتاوی رضویہ، جلد ۱۵، ص ۶۸۱-۶۸۸ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(9) وہ فرقہ جو امیر المومنین کرم اللہ وجہہ الکریم کو شیخین یعنی امیر المومنین ابوبکر صدیق اور امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہما پر فضیلت دیتا ہے۔

(10) میں نے کسی جواں مرد کو ایسا نہیں دیکھا جو اتنا کام کر سکے، حتیٰ کہ لوگ (اُن کے نکالے ہوئے پانی سے) سیراب ہو گئے۔

(سنن الترمذي، کتاب الرؤیا، باب ماجاء في رؤیا النبي صلی اللہ علیہ وسلم المیزان والدلو، الحدیث: ۲۲۹۶، ج ۴، ص ۱۲۷)

(11) ان کے (دورانِ خواب، کنوئیں سے پانی) نکالنے میں کمزوری تھی، اللہ عزوجل انہیں معاف فرمائے۔

(صحیح البخاري، کتاب فضائل أصحاب النبي صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، الحدیث: ۳۶۷۶، ج ۲، ص ۵۲۴)

(12) اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

اب ان سب میں افضل و اعلیٰ و اکمل حضرات عشرہ مبشرہ ہیں، وہ دس صحابی جن کے قطعی جنتی ہونے کی بشارت وخوشخبری ←

....

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی زندگی ہی میں سنادی تھی وہ عشرہ مبشرہ کہلاتے ہیں۔ یعنی حضرات خلفائے (۱ تا ۴) اربعہ راشدین، حضرت طلحہ بن عبید اللہ، حضرت زبیر بن العوام، حضرت عبدالرحمن بن عوف، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت سعید بن زید، حضرت ابوعبیدہ بن الجراح۔

دہ یار بہشتی اند قطعی بوبکر و عمر، عثمان و علی سعد ست سعید و بوعبیدہ طلحہ ست و زبیر و عبدالرحمن

اور ان میں خلفائے اربعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین اور ان چار ارکان قصر ملت (ملت اسلامیہ کے عالی شان محل کے چار ستونوں) و چار انہار باغ شریعت (اور گلستانِ شریعت کی ان چار نہروں) کے خصائص وفضائل، کچھ ایسے رنگ پر واقع ہیں کہ ان میں سے جس کسی کی فضلیت پر تنہا نظر کیجئے یہی معلوم (ومتبادر ومفہوم) ہوتا ہے کہ جو کچھ ہیں یہی ہیں ان سے بڑھ کر کون ہوگا۔

بہر گلے کہ ازیں چار باغ می نگرم بہار دامن دل می کشد کہ جا اینجاست

(ان چار باغوں میں سے جس پھول کو میں دیکھتا ہوں تو بہار میرے دل کے دامن کو کھینچتی ہے کہ اصل جگہ تو یہی ہے۔)

علی الخصوص شمع شبستان ولایت، بہار چمنستانِ معرفت، امام الواصلین، سیّد العارفین (واصلانِ حق کے امام، اہل معرفت کے پیش رو) خاتم خلافت نبوت، فاتح سلاسل طریقت، مولی المسلمین، امیر المومنین ابوالائمۃ الطاہرین (پاک طینت، پاکیزہ خصلت، اماموں کے جدامجد طاہر مطہر، قاسم کوثر، اسد اللہ الغالب، مظہر العجائب والغرائب، مطلوب کل طالب، سیدنا ومولانا علی بن طالب کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم وحشرنا فی زمرتہ فی یوم عقیم کہ اس جناب گردوں قباب (جن کے قبہ کی کلس آسمان برابر ہے ان) کے مناقب جلیلہ (اوصاف حمیدہ) ومحامد جمیلہ (خصائل حسنہ) جس کثرت وشہرت کے ساتھ (کثیر ومشہور، زبان زد عام وخواص) ہیں دوسرے کے نہیں۔

(پھر) حضرات شیخین، صاحبین صہرین (کہ ان کی صاحبزادیاں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے شرف زوجیت سے مشرف ہوئیں اور امہات المومنین، مسلمانوں ایمان والوں کی مائیں کہلائیں) وزیرین (جیسا کہ حدیث شریف میں وارد کہ میرے دو وزیر آسمان پر ہیں جبرائیل ومیکائیل اور دو وزیر زمین پر ہیں ابوبکر وعمر۔ اے رضی اللہ تعالیٰ عنہما) امیرین (کہ ہر دو امیر المومنین ہیں) مشیرین (دونوں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مجلس شوریٰ کے رکن اعظم (ضجیعین (ہم خواجہ اور دونوں اپنے آقا ومولیٰ کے پہلو بہ پہلو آج بھی مصروف استراحت) رفیقین (ایک دوسرے کے یار وغمگسار) سیّدنا ومولیٰنا عبداللہ العتیق ابوبکر صدیق وجناب حق مآب ابوحفص عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی شانِ والا سب کی شانوں سے جدا ہے اور ان پر سب سے زیادہ عنایت خدا اور رسول خدا جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بعد انبیاء ومرسلین وملائکہ مقربین کے جو مرتبہ ان کا خدا کے نزدیک ہے دوسرے کا نہیں اور رب تبارک وتعالیٰ سے جو قرب ونزدیکی اور بارگاہ عرش اشتباہ رسالت میں جو عزت وسربلندی ان کا حصہ ہے اوروں کا نصیبا نہیں، اور منازل جنت ومواہب۔ بے منت (عہ) میں انہیں کے درجات سب پر عالی فضائل وفواضل (فضیلتوں اور خصوصی بخششوں) وحسنات طیبات (نیکیوں اور پاکیزگیوں) میں انہیں کو تقدم وپیشی (یہی سب پر مقدم۔ یہی پیش پیش ہمارے علماء وائمہ نے اس (باب) میں مستقل تصنیفیں فرما کر سعادت کونین وشرافت دارین حاصل کی (ان کے خصائل تحریر میں لائے، ان کے محاسن کا ذکر فرمایا، ان کے اولیات وخصوصیات گنائے) ورنہ غیر متناہی (جو ہماری ←

وحضرات حسنین (13)

فہم وفراست کی رسائی سے ماوراہو۔اس) کا شمار کس کے اختیار واللہ العظیم اگر ہزاروں دفتر ان کے شرح فضائل (اور بسط فواضل) میں لکھے جائیں یکے از ہزار تحریر میں نہ آئیں۔(فتاوی رضویہ، جلد ۲۹، ص ۳۶۳۔۳۶۴ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(13) سیدین جلیلین شہیدین عظیمین حضرات حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما

حضرت امام ابومحمد حسن بن علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔آپ ائمہ اثناعشر میں امام دوم ہیں۔آپ کی کنیت ابومحمد لقب تقی و سید عرف سبط رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور سبط اکبر ہے۔آپ کو رَیْحَانَۃُ الرَّسُوْل اور آخر الخلفاء بالنص بھی کہتے ہیں۔آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت مبارکہ 15 رمضان مبارک 3ھ کی شب میں مدینہ طیبہ کے مقام پر ہوئی۔حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کا نام حسن رکھا اور ساتویں روز آپ کا عقیقہ کیا اور بال جدا کیے گئے اور حکم دیا گیا کہ بالوں کے وزن کی چاندی صدقہ کی جائے آپ خامس اہل کساء ہیں۔(تاریخ الخلفاء، باب الحسن بن علی بن ابی طالب، ص۱۴۹ و روضۃ الشہداء (مترجم)، باب ششم، ج۱، ص۳۹۶)

بخاری کی روایت میں ہے قبلۂ حُسن و جمال سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وبارک وسلم سے کسی کو وہ مشابہتِ صوری حاصل نہ تھی جو سیدنا حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حاصل تھی۔آپ سے پہلے حسن کسی کا نام نہ رکھا گیا تھا یہ جنتی نام پہلے آپ ہی کو عطا ہوا ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی، باب مناقب الحسن والحسین، الحدیث:۳۷۵۲، ج۲، ص۵۴۷ و تاریخ الخلفاء، باب الحسن بن علی بن ابی طالب، ص۱۴۹)

حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بارگاہ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت کا مژدہ پہنچایا۔حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما ہوئے،فرمایا کہ اسماء میرے فرزند کو لاؤ،اسماء نے ایک کپڑے میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر کیا۔سید عالم علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات نے داہنے کان میں اذان اور بائیں میں تکبیر فرمائی اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت فرمایا:تم نے اس فرزند ارجمند کا کیا نام رکھا ہے،عرض کیا:یارسول اللہ!صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میری کیا مجال کہ بے اذن واجازت نام رکھنے پر سبقت کرتا لیکن اب جو دریافت فرمایا جاتا ہے تو جو کچھ خیال میں آتا ہے وہ یہ ہے کہ حرب نام رکھا جائے،آیندہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مختار ہیں۔آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا نام حسن رکھا۔

(روضۃ الشہداء (مترجم)، باب ششم، ج۱، ص۳۹۶۔۳۹۷ و سیر اعلام النبلاء، ومن صغار الصحابۃ، ۲۶۹۔الحسن بن علی...الخ، ج۴، ص۳۷۹ والمسند للامام احمد بن حنبل، ومن مسند علی بن ابی طالب، الحدیث:۹۵۳، ج۱، ص۲۵۰ ماخوذاً)

ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے انتظار فرمایا، یہاں تک کہ حضرت جبریل علیہ السلام حاضر ہوئے اور انہوں نے عرض کیا:یارسول اللہ!صلی اللہ علیک وسلم حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آپ کی بارگاہ میں وہ قرب حاصل ہے جو حضرت ہارون علیہ السلام کو درگاہِ حضرت موسیٰ علیہ السلام میں تھا۔ مناسب ہے کہ اس فرزند سعادت مند کا نام فرزندِ حضرتِ ہارون کے نام پر رکھا جائے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا نام دریافت فرمایا۔عرض کیا:شبر ارشاد ہوا کہ اے جبریل!لغت عرب میں اس کے کیا معنی ہیں،عرض کیا حسن اور آپ کا نام حسن رکھا گیا۔(روضۃ الشہداء (مترجم)، باب ششم، ج۱، ص۳۹۷۔۳۹۸)

←

بخاری و [illegible] تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی،شہزادہ بلند اقبال حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے دوش اقدس پر تھے اور حضور فرمارہے تھے: یارب! عزوجل میں اس کو محبوب رکھتا ہوں تو تُو بھی محبوب رکھ۔

(صحیح البخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی، باب مناقب الحسن والحسین، الحدیث: ۳۷۴۹، ج ۲، ص ۵۴۷)

امام بخاری نے حضرت ابوبکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، فرماتے ہیں کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم منبر پر جلوہ افروز تھے۔ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پہلو میں تھے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ایک مرتبہ لوگوں کی طرف نظر فرماتے اور ایک مرتبہ اس فرزندِ جمیل کی طرف، میں نے سنا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ میرا فرزند سید ہے اور اللہ تعالیٰ اس کی بدولت مسلمانوں کی دو جماعتوں میں صلح کریگا۔

بخاری میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: حسن، حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما دنیا میں میرے دو پھول ہیں۔

ترمذی کی حدیث میں ہے، حضور علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: حسن اور حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما جنتی جوانوں کے سردار ہیں۔

ابن سعد نے عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ سب سے زیادہ مشابہ اور حضور کو سب سے پیارے حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے، میں نے دیکھا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تو سجدے میں ہوتے اور یہ والا شان صاحبزادے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی گردنِ مبارک یا پشتِ اقدس پر بیٹھ جاتے تو جب تک یہ اتر نہ جاتے آپ تعالیٰ عنہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پہلو میں تھے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ایک مرتبہ لوگوں کی طرف نظر فرماتے اور ایک مرتبہ اس فرزندِ جمیل کی طرف، میں نے سنا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ میرا فرزند سید ہے اور اللہ تعالیٰ اس کی بدولت مسلمانوں کی دو جماعتوں میں صلح کریگا۔

(صحیح البخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی، باب مناقب الحسن والحسین، الحدیث: ۳۷۴۶، ج ۲، ص ۵۴۶)

بخاری میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: حسن، حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما دنیا میں میرے دو پھول ہیں۔

(صحیح البخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی، باب مناقب الحسن والحسین، الحدیث: ۳۷۵۳، ج ۲، ص ۵۴۷)

ترمذی کی حدیث میں ہے، حضور علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: حسن اور حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما جنتی جوانوں کے سردار ہیں۔

(سنن الترمذی، کتاب المناقب، باب مناقب ابی محمد الحسن بن علی۔۔۔ الخ، الحدیث: ۳۷۹۳، ج ۵، ص ۴۲۶)

ابن سعد نے عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت میں ←

واصحابِ بدر(14)

واصحابِ بیعۃ الرضوان کے لیے افضلیت ہے اور یہ سب قطعی جنتی ہیں۔

عقیدہ (۶): تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنھم اھلِ خیر وصلاح ہیں اور عادل، ان کا جب ذکر کیا جائے تو خیر ہی

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ سب سے زیادہ مشابہ اور حضور کو سب سے پیارے حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے، میں نے دیکھا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم توسجدے میں ہوتے اور یہ والا شان صاحبزادے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی گردنِ مبارک یا پشتِ اقدس پر بیٹھ جاتے تو جب تک یہ اتر نہ جاتے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سر مبارک نہ اٹھاتے اور میں نے دیکھا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم رکوع میں ہوتے تو ان کیلئے اپنے قدمین طاہرین کو اتنا کشادہ فرمادیتے کہ یہ نکل جاتے۔

حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مناقب بہت کثیر ہیں۔آپ علم و وقار، حشمت و جاہ، جود و کرم، زہد و طاعت میں بہت بلند پایہ ہیں، ایک ایک آدمی کو ایک ایک لاکھ کا عطیہ مرحمت فرمادیتے تھے۔(تاریخ الخلفاء، باب الحسن بن علی بن ابی طالب، ص۱۵۰)

حاکم نے عبداللہ بن عبید بن عمیر سے روایت کیا کہ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پچیس حج پا پیادہ کئے ہیں اور کوتل سواریاں آپ کے ہمراہ ہوتی تھیں مگر امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تواضع اور اخلاص وادب کا اقتضاء کہ آپ حج کیلئے پیادہ سفر فرماتے، آپ کا کلام بہت شیریں تھا، اہل مجلس نہیں چاہتے تھے کہ آپ گفتگوختم فرمائیں۔(المستدرک للحاکم، کتاب معرفۃ الصحابۃ، باب حج الحسن...الخ، الحدیث:۴۸۴۱، ج۴، ص۱۶۰ وتاریخ الخلفاء، باب الحسن بن علی بن ابی طالب، ص۱۵۰ ماخوذاً)

ابن سعد نے علی بن زید بن جدعان سے روایت کی کہ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دوبار اپنا کل مال راہِ خدا عزوجل میں دے ڈالا اور تین مرتبہ نصف مال دیا اور ایسی صحیح تنصیف کی کہ نعلین شریف اور جرابوں میں سے ایک ایک دے دیتے تھے اور ایک ایک رکھ لیتے تھے۔

(تاریخ الخلفاء، باب الحسن بن علی بن ابی طالب، ص۱۵۱)

آپ کے حلم کا یہ حال تھا کہ ابن عساکر نے روایت کیا کہ آپ کی وفات کے بعد مروان بہت رویا۔ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ آج تو رو رہا ہے اور ان کی حیات میں ان کے ساتھ کس کس طرح کی بدسلوکیاں کیا کرتا تھا۔ تو وہ پہاڑ کی طرف اشارہ کر کے کہنے لگا: میں اس سے زیادہ حلیم کے ساتھ ایسا کرتا تھا۔(تاریخ الخلفاء، باب الحسن بن علی بن ابی طالب، ص۱۵۱)

اللہ رے حلم! مروان کو بھی اعتراف ہے کہ آپ کی بردباری پہاڑ سے بھی زیادہ ہے۔

(14) مجاہدین بدر کے فضائل

جو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم جنگِ بدر کے جہاد میں شریک ہو گئے وہ تمام صحابہ میں ایک خصوصی شرف کے ساتھ ممتاز ہیں اور ان خوش نصیبوں کے فضائل میں ایک بہت ہی عظیم الشان فضیلت یہ ہے کہ ان سعادت مندوں کے بارے میں حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ اہل بدر سے واقف ہے اور اس نے یہ فرما دیا ہے کہ تم اب جو عمل چاہو کرو بلاشبہ تمہارے لیے جنت واجب ہو چکی ہے یا (یہ فرمایا) کہ میں نے تمہیں بخش دیا ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب فضل من شھد بدراً، الحدیث: ۳۹۸۳، ج۳، ص۱۲)

کے ساتھ ہونا فرض ہے۔(15)

عقیدہ (۷): کسی صحابی کے ساتھ سوءِ عقیدت بدمذہبی و گمراہی و استحقاقِ جہنم ہے(16)، کہ وہ حضورِ اقدس صلی

(15) مفسرِ شہیر حکیم الامت حضرت علامہ مولانا مفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان مراۃ المناجیح، جلد 5، صفحہ 587 پر مذکورہ حدیثِ پاک کے تحت فرماتے ہیں: تمام صحابہ عادل ہیں۔ فسق کے معنی ہیں گناہِ کبیرہ کرنا یا گناہِ صغیرہ ہمیشہ کرتے رہنا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کے صحابہ کو فسق سے بچایا ہے۔ (صحابۂ کرام علیہم الرضوان کی شان میں اللہ عَزَّ وَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:) وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى (پ۵، النساء:۹۵) (ترجمۂ کنز الایمان: اور اللہ نے سب سے بھلائی کا وعدہ فرمایا۔) لہٰذا وہ مقروض صحابہ جن پر حضور انور (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) نے نماز نہ پڑھی اور یہ صحابی ان کی صحابیت مقبولیت یقینی ہے۔ حضور انور کی یہ سرزنش فرمانا ہم لوگوں کی تعلیم کے لیے ہے، گندم کھا لینے سے (حضرت سیدنا) آدم عَلَیْہِ السَّلَام نبی ہی رہے۔

(16) اللہ عَزَّ وَجَلَّ سے جنگ:

جس نے تمام صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان یا ان میں سے کسی ایک کو بھی گالی دی اس نے اللہ عَزَّ وَجَلَّ سے جنگ کا اعلان کیا اور جس نے اللہ عَزَّ وَجَلَّ سے اعلانِ جنگ کیا تو وہ اسے ہلاک اور ذلیل و رسوا کر دے گا۔

یہی وجہ ہے کہ علمائے کرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام فرماتے ہیں کہ اگر صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کا برائی سے ذکر کیا جائے مثلاً ان کی طرف کسی عیب کی نسبت کی جائے تو اس میں مبتلا ہونے سے روکنا نہ صرف واجب ہے بلکہ تمام برائیوں کی طرح حسبِ استطاعت پہلے اپنے ہاتھ، پھر زبان اور پھر دل سے اس کا انکار کرنا واجب ہے، بلکہ یہ گناہ سب سے زیادہ برا اور قبیح گناہ ہے۔

اسی وجہ سے حضور نبیٔ پاک، صاحبِ لَولاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ان الفاظ کے ساتھ اس سے بچنے کی تاکید فرمائی: اللہ اللہ یعنی اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے عذاب اور اس کی سزا سے ڈرو۔ یونہی اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے بھی ارشاد فرمایا:

وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ (پ۳، آل عمران:۲۸)

ترجمۂ کنز الایمان: اور اللہ تمہیں اپنے غضب سے ڈراتا ہے۔

جیسا کہ تم کسی کو بہت زیادہ بھڑکتی ہوئی آگ پر گرنے کے قریب جھک کر جھانکتے ہوئے دیکھو تو کہتے ہو: آگ آگ یعنی آگ سے بچ اور دور رہ۔

صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کے اُن فضائل و مناقب میں غور کرو جن کو سرکارِ نامدار، مدینے کے تاجدار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے بیان فرمایا اور ان کی محبت کو اپنی محبت اور ان کے بغض کو اپنا بغض قرار دیا، تیرے لئے اُن کی یہی عظمت و بزرگی کافی ہے کہ ان کی محبت آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی محبت اور ان سے بغض آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے بغض کی علامت ہے، اسی وجہ سے انصار کی محبت ایمان اور ان سے بغض رکھنا نفاق ہے کیونکہ وہ سبقت والے اور اپنے جان و مال کو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی محبت اور اعانت میں خرچ کرنے والے ہیں اور آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی حیاتِ ظاہری میں صحابۂ کرام رِضْوَانُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن کی آپ کے ساتھ گزری ہوئی زندگی اور وصال شریف کے بعد اُن کے آثارِ حمیدہ میں غور و فکر کرنے سے اُن کے فضائل حقیقی معنوں میں معلوم

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ بغض ہے، ایسا شخص رافضی ہے، اگرچہ چاروں خلفا کو مانے اور اپنے آپ کو سُنّی کہے، مثلاً

ہو سکتے ہیں، اللہ عَزَّ وَجَلَّ اُنہیں اسلام اور مسلمانوں کی طرف سے اچھی، کامل وافضل جزا عطا فرمائے۔ بے شک انہوں نے اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی راہ میں کوشش کا حق ادا کیا یہاں تک کہ انہوں نے دین کو پھیلایا اور اسلامی اصولوں کو غالب کیا، اگر وہ ایسا نہ کرتے تو ہم تک قرآن وسنت نہ پہنچتے، نہ کوئی اصل حکم پہنچتا اور نہ ہی کوئی فرع۔

صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان پر لعن طعن کرنے کے سبب ہلاکت و بربادی:

جس نے صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان پر لعن طعن کیا قریب ہے کہ وہ مِلّتِ اِسلامیہ سے الگ ہو جائے کیونکہ

ﺯ...... اُن پر لعن طعن کرنا نورِ اسلام کو بجھانے کی طرف لے جاتا ہے۔

اللہ عَزَّ وَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

وَیَاْبَی اللّٰہُ اِلَّاۤ اَنْ یُّتِمَّ نُوْرَہٗ وَلَوْ کَرِہَ الْکٰفِرُوْنَ ○ (پ۱۰، التوبۃ:۳۲)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اللہ نہ مانے گا مگر اپنے نور کا پورا کرنا، پڑے برا مانیں کافر۔

ﺯ...... اللہ عَزَّ وَجَلَّ اور اس کے رسول صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اُن کی جو تعریف کی ہے لعن طعن کرنا اس میں بے یقینی اور عقیدے کی کمزوری کی طرف لے جاتا ہے۔

ﺯ...... نیز اُن پر لعن طعن کرنا اللہ عَزَّ وَجَلَّ اور اس کے رسول صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو برا بھلا کہنے کا سبب بنتا ہے کیونکہ صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان ہمارے اور اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے درمیان وسیلہ ہیں اور وسیلے کو لعن طعن کرنا اصل کو برا بھلا کہنے کے مترادف ہے، نیز نقل کرنے والے کو عیب لگانا اسے عیب لگانے کی طرح ہے جس سے بات نقل کی گئی۔

لہٰذا جو شخص غور وفکر کرے گا اس پر یہ بات واضح ہو جائے گی جبکہ اس کا عقیدہ نفاق، دھوکا اور بدمذہبی سے محفوظ ہو۔ پس اللہ عَزَّ وَجَلَّ اور اس کے رسول صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے محبت رکھنے والے پر واجب ہے کہ ان لوگوں سے محبت کرے جنہوں نے اللہ عَزَّ وَجَلَّ اور اس کے رسول صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے احکام کی بجا آوری کی اور انہیں واضح کیا اور آپ صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے بعد ان کی تبلیغ کی اور اس کے تمام حقوق ادا کئے اور حضرات صحابہ کرام رِضْوَانُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن ہی وہ مقدس نفوس ہیں جو ان تمام باتوں کو حقیقی معنوں میں سرانجام دینے والے ہیں۔

گستاخانِ صحابہ کے چند عبرتناک واقعات

صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کو سبّ وشتم کرنے والوں کو ایسی بری حالتوں میں مبتلا پایا گیا جو ان کی اندرونی خباثت اور سزا کی شدت پر دلالت کرتی ہیں۔

گستاخ ابنِ منیر کا حال:

حضرت سیِّدُنا کمال بن قدیم رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ تاریخ حلب میں ایسے ہی ایک گستاخِ صحابہ کا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ←

حضرت امیر معاویہ اور اُن کے والدِ ماجد حضرت ابوسفیان اور والدہ ماجدہ حضرت ہند، اسی طرح حضرت سیدنا عمرو بن

جب گستاخ ابنِ منیر مرگیا تو حَلَب کے کچھ نوجوان اُس کا انجام دیکھنے کے لئے چل پڑے، وہ آپس میں ایک دوسرے سے کہنے لگے: ہم نے سنا ہے کہ امیر المؤمنین حضرتِ سیِّدُنا ابوبکر صِدِّیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ اور امیر المؤمنین حضرتِ سیِّدُنا عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو گالیاں بکنے والا جب مرتا ہے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے قبر میں خنزیر کی طرح کر دیتا ہے اور مَعَاذَ اللہ عَزَّوَجَلَّ ابنِ منیر بھی اُن مکرّم و مقدّس ہستیوں کو سبّ وشتم کرتا تھا۔ لہٰذا اُس کے انجامِ بد کی خبر لینے چلتے ہیں، اس ارادے کے ساتھ سب نے اُس کی قبر کی طرف جانے پر اتفاق کرلیا۔ چنانچہ جب اُنہوں نے جا کر اُس گستاخِ صحابہ کی قبر کو کھودا تو وہ واقعی خنزیر کی شکل میں بدل چکا تھا اور اُس کا چہرہ قبلہ سے جانبِ شمال پھرا ہوا تھا، اُنہوں نے اُس بدمذہب کی لاش کو قبر سے باہر نکال کر رکھ دیا تاکہ دیگر لوگ بھی اُس کا انجامِ بد دیکھیں اور بے ادبوں وگستاخوں سے خود بھی بچیں اور دوسروں کو بھی بچائیں۔ جب سب دیکھ چکے تو اُس کی لاش کو آگ لگا دی پھر قبر میں پھینک کر اُس پر مٹی ڈال دی اور واپس پلٹ آئے۔

{محفوظ سدا رکھنا شہا بے اَدَبوں سے اور مجھ سے بھی سرزد نہ کبھی بے اَدَبی ہو}

صحابہ کا گستاخ بندر بن گیا:

حضرت سیِّدُنا کمال بن قدیم رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نقل فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت سیِّدُنا ابوالعباس بن عبدالواحد رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے حضرت شیخ صالح عمر یمنی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَنِی کے حوالے سے بتایا کہ انہوں نے فرمایا کہ میں عاشورا کے دن مدینہ شریف زَادَہَا اللہُ شَرَفًا وَّتَعْظِیْمًا کے قریب فقیر بن کر بیٹھا ہوا تھا۔ اسی دن امامیہ (اہلِ تشیع کے ایک فرقہ کے لوگ) قبۂ عباس میں اکٹھے ہوتے تھے۔ جب وہ قبہ میں اکٹھے ہوئے تو میں نے دروازے پر کھڑے ہو کر کہا: مجھے امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا ابوبکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی محبت میں کچھ دیجئے۔

آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں، میری بات سن کر ایک بوڑھے شخص نے میرے پاس آ کر کہا: بیٹھ جا یہاں تک کہ ہم فارغ ہو کر تجھے کچھ دیں۔ میں بیٹھ گیا یہاں تک کہ وہ فارغ ہو گئے، پھر وہ شخص میری طرف آیا اور میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے اپنے گھر لے گیا۔ گھر میں داخل کرنے کے بعد اس نے دروازہ بند کر دیا اور دو غلاموں کو مجھ پر مسلّط کر دیا، انہوں نے میرے دونوں ہاتھوں کو کندھوں کے پیچھے رسی کے ساتھ باندھ کر بری طرح مارا پیٹا۔ پھر اس بوڑھے شخص نے ان غلاموں کو میری زبان کاٹنے کا حکم دیا تو انہوں نے اسے کاٹ دیا، اس کے بعد اس نے انہیں میرے کندھے کھولنے کا حکم دے کر مجھ سے کہا: تو نے جس کی محبت میں مانگا تھا اب اس کے پاس جا کہ وہ تیری زبان لوٹا دے۔

آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: میں وہاں سے شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے حجرۂ اقدس کی طرف آیا اس حال میں کہ تکلیف اور درد کی شدت سے میں رو رہا تھا اور دل میں عرض کی: یارسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! آپ تو جانتے ہیں کہ مجھے امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا ابوبکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی محبت میں یہ تکلیف پہنچی ہے، اگر آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا دوست حق پر ہے تو میں چاہتا ہوں کہ میری زبان میری طرف لوٹ آئے۔ میں نے حجرۂ اقدس میں درد کی شدت سے بے چینی کے

عاص، وحضرت مغیرہ بن شعبہ، وحضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنھم، حتیٰ کہ حضرت وحشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنہوں نے قبلِ اسلام حضرت سیّدنا سید الشہداء حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کیا اور بعدِ اسلام اَخبث الناس خبیث مُسَیلمہ کذاب

عالم میں رات بسر کی، آخر مجھے اونگھ آ گئی اور میں نے خواب میں دیکھا کہ میری زبان گزشتہ حالت پر لوٹ آئی ہے، میں بیدار ہوا تو واقعی اسے پہلے کی طرح صحیح وسالم پایا اور میں کلام بھی کر سکتا تھا، میں نے کہا: سب تعریف اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی ہے جس نے مجھے میری زبان لوٹائی۔

آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں کہ مجھے امیر المؤمنین حضرت سیّدُنا ابوبکر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے اور زیادہ محبت ہوگئی، جب دوسرے سال عاشورا کا دن آیا اور وہی لوگ اپنی عادت کے مطابق اکٹھے ہوئے تو میں نے قبہ کے دروازے پر آ کر پھر کہا: میں امیر المؤمنین حضرت سیّدُنا ابوبکر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی محبت میں کچھ دینار چاہتا ہوں۔ تو حاضرین میں سے ایک نوجوان نے میرے پاس آ کر مجھ سے کہا: بیٹھ جا یہاں تک کہ ہم فارغ ہو جائیں۔ چنانچہ میں بیٹھ گیا، جب وہ فارغ ہوئے تو وہ نوجوان میری طرف آیا اور میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے اسی گھر کی طرف لے گیا اور گھر میں داخل کر کے میرے سامنے کھانا پیش کیا، ہم نے کھانا کھایا اور جب ہم فارغ ہو گئے تو وہ نوجوان کھڑا ہو گیا اور گھر کے ایک کمرے کا دروازہ کھول کر رونے لگ گیا، میں یہ دیکھنے کے لئے کھڑا ہوا کہ اس کے رونے کا کیا سبب ہے؟ تو میں نے کمرے میں ایک بندر بندھا ہوا دیکھا، میں نے اس سے اس کا ماجرا پوچھا تو وہ اور زیادہ رونے لگا۔ میں نے اسے خاموش کرایا یہاں تک کہ وہ پرسکون ہو گیا تو میں نے اس سے دوبارہ پوچھا: تجھے اللہ عَزَّ وَجَلَّ کا واسطہ مجھے اس کا حال بتاؤ؟ اس نے بتایا کہ اگر مجھے قسم دیں کہ اہلِ مدینہ میں سے کسی کو نہیں بتائیں گے تو میں بتاتا ہوں۔

میرے حلف دینے پر اس نے بتایا کہ پچھلے سال ہمارے پاس ایک شخص آیا اور اس نے عاشورا کے دن امیر المؤمنین حضرت سیّدُنا ابوبکر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی محبت میں کسی چیز کا سوال کیا تو میرے باپ نے اس کا ذمہ اٹھایا۔ وہ امامیہ اور اہلِ تشیع کا سرغنہ تھا اور اسے کہا: بیٹھ جا یہاں تک کہ ہم فارغ ہو جائیں۔ جب وہ فارغ ہو گئے تو اُسے اس گھر میں لے آیا اور اس پر دو غلام مسلط کر دیئے، جنہوں نے اسے خوب مارا اور پھر اس کی زبان کاٹنے کا حکم دیا تو اسے بھی کاٹ کر اس شخص کو باہر نکال دیا، وہ اپنے راستے پر چل دیا، ہم اس کے متعلق کچھ نہیں جانتے۔ جب رات کا وقت ہوا اور ہم سو گئے تو میرے باپ نے ایک بہت سخت چیخ ماری جس کی شدت سے ہم بیدار ہو گئے اور ہم نے اسے اس حال میں پایا کہ وہ مسخ ہو کر بندر بن چکا تھا۔ ہم اس سے گھبرا گئے اور اسے اس کمرے میں داخل کر کے باندھ دیا اور لوگوں پر اس کی موت ظاہر کی، اب میں اس پر صبح شام روتا رہتا ہوں۔

آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں کہ میں نے اس سے پوچھا کہ تیرے باپ نے جس کی زبان کاٹی تھی کیا اسے دیکھ کر پہچان لوگے؟ اس نے کہا: خدا عَزَّ وَجَلَّ کی قسم! نہیں۔ تو میں نے اسے بتایا: اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی قسم! میں ہی وہ شخص ہوں جس کی زبان تیرے باپ نے کاٹ دی تھی۔ اور پھر میں نے اسے سارا واقعہ سنا دیا۔ آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں کہ وہ مجھ پر عقیدت سے اوندھے منہ گر پڑا اور میرے سر اور ہاتھوں کو بوسہ دیا۔ پھر مجھے کپڑے اور دینار دیئے اور مجھ سے پوچھا: اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے آپ کی زبان کیسے لوٹائی تو میں نے اسے بتایا اور اپنی راہ لی۔ (الزواجر عن اقتراف الکبائر، صفحہ ۸۳۷۔۸۳۹)

ملعون کو واصلِ جہنم کیا۔ وہ خود فرمایا کرتے تھے: کہ میں نے خیر الناس وشر الناس کو قتل کیا (17)، اِن میں سے کسی کی شان میں گستاخی، تبرا (گالیاں دینا) ہے اور اِس کا قائل رافضی، اگرچہ حضراتِ شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی توہین کے مثل نہیں ہوسکتی، کہ ان کی توہین، بلکہ ان کی خلافت سے انکار ہی فقہائے کرام کے نزدیک کفر ہے۔(18)

عقیدہ (۸): کوئی ولی کتنے ہی بڑے مرتبہ کا ہو، کسی صحابی کے رتبہ کو نہیں پہنچتا۔

مسئلہ (۵): صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے باہم جو واقعات ہوئے، ان میں پڑنا حرام، حرام، سخت حرام ہے(19)، مسلمانوں کو تو یہ دیکھنا چاہیے کہ وہ سب حضرات آقائے دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جاں نثار اور سچے

---

(17) أسد الغابة في معرفة الصحابة، الجزء الخامس، رقم الترجمة: ۵۴۴۲، ص ۴۵۴

(18) اعلیٰ حضرت، امامِ اہلسنت، مجدددین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

اسی میں وجیز سے ہے۔ من انکر خلافۃ ابی بکر الصدیق فھو کافر فی الصحیح و کذا منکر خلافۃ ابی حفص عمر ابن الخطاب رضی اللہ تعالی عنہ فی الاظھر ۲؎ خلافتِ صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا منکر مذہب صحیح پر کافر ہے، اور ایسا ہی قولِ اظہر میں خلافتِ فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا منکر بھی۔(۲؎ تیسیر المقاصد شرح وہبانیہ للشرنبلالی)

فتوی علامہ نوح آفندی، پھر مجموعہ شیخ الاسلام عبید اللہ آفندی، پھر مغنی المستفتی عن سوال المفتی، پھر عقود الدریہ مطبع مصر جلد اول ص ۹۲، ۹۳ میں ہے:

الروافض کفرۃ جمعوا بین اصناف الکفر منھا انھم یسبون الشیخین سود اللہ وجوھھم فی الدارین فمن اتصف بواحد من ھذہ الامور فھو کافر ملتقطا ۳؎۔

رافضی کافر ہیں طرح طرح کے کفروں کے مجمع میں از انجملہ خلافت شیخین کا انکار کرتے ہیں از انجملہ شیخین کو برا کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ دونوں جہان میں رافضیوں کا منہ کالا کرے، جو ان میں کسی بات سے متصف ہو کافر ہے۔ ملتقطا۔

(۳؎ عقود الدریۃ باب الردۃ والتعزیر ارگ بازار قندھار افغانستان ۱/ ۱۰۳،۴)

انھیں میں ہے:

اما سب الشیخین رضی اللہ تعالی عنھما فانہ کسب النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم وقال اصدر الشھید من سب الشیخین اولعنھما یکفر ۱؎۔

شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو برا کہنا ایسا ہے جیسے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخی کرنا، اور امام صدر شہید نے فرمایا: جو شیخین کو برا کہے یا تبرا بکے کافر ہے۔

(۱؎ عقود الدریۃ باب الردۃ والتعزیر ارگ بازار قندھار افغانستان ۱/ ۱۰۴) (فتاوی رضویہ، جلد ۱۴، ص ۲۵۵ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(19) اعلیٰ حضرت، امامِ اہلسنت، مجدددین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں: ←

غلام ہیں۔

مشاجرات صحابہ کرام

حضرت مرتضوی (امیر المومنین سیدنا علی المرتضی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے جنہوں نے مشاجرات و منازعات کیے۔ (اور اس حق مآب صائب الرائے کی رائے سے مختلف ہوئے، اور ان اختلافات کے باعث ان میں جو واقعات رُونما ہوئے کہ ایک دوسرے کے مد مقابل آئے مثلاً جنگ جمل میں حضرت طلحہ وزبیر و صدیقہ عائشہ اور جنگِ صفین میں حضرت امیر معاویہ بمقابلہ مولٰی علی مرتضی رضی اللہ تعالٰی عنہم) ہم اہلسنت ان میں حق، جانب جناب مولٰی علی (مانتے) اور ان سب کو مورد لغزش) برغلط و خطا اور حضرت اسد اللّٰہی کو بدر جہا ان سے اکمل واعلی جانتے ہیں مگر بایں ہمہ بلحاظ احادیث مذکورہ (کہ ان حضرات کے مناقب و فضائل میں مروی ہیں) زبان طعن وتشنیع ان دوسروں کے حق میں نہیں کھولتے اور انہیں ان کے مراتب پر جو ان کے لیے شرع میں ثابت ہوئے رکھتے ہیں، کسی کو کسی پر اپنی ہوائے نفس سے فضیلت نہیں دیتے۔ اور ان کے مشاجرات میں دخل اندازی کو حرام جانتے ہیں، اور ان کے اختلافات کو ابوحنیفہ و شافعی جیسا اختلاف سمجھتے ہیں۔ تو ہم اہلسنت کے نزدیک ان میں سے کسی ادنٰی صحابی پر بھی طعن جائز نہیں چہ جائیکہ اُم المومنین صدیقہ (عائشہ طیبہ طاہرہ) رضی اللہ تعالٰی عنہا کی جناب رفیع اور بارگاہِ وقیع) میں طعن کریں، حاش! یہ اللہ و رسول کی جناب میں گستاخی ہے۔ اللہ تعالٰی ان کی تطہیر و بریت (پاکدامنی و عفت اور منافقین کی بہتان تراشی سے براءت) میں آیات نازل فرمائے اور ان پر تہمت دھرنے والوں کو وعیدیں عذاب الیم کی سنائے۔ ا۔ (ا۔ القرآن الکریم ۲۴/ ۱۹)

نوٹ: بریلی شریف سے شائع ہونے والے رسالہ میں مذکور کہ یہاں اصل میں بہت بیاض ہے، درمیان میں کچھ ناتمام سطریں ہیں مناسبت مقام سے جو کچھ فہم قاصر میں آیا بنا دیا ۱۲ اس فقیر نے ان اضافوں کو اصل عبارت سے ملا کر توسین میں محدود کر دیا ہے تا کہ اصل و اضافہ میں امتیاز رہے اور ناظرین کو اس کا مطالعہ سہل ہو۔ اس میں غلطی ہو تو فقیر کی جانب منسوب کیا جائے۔ (محمد خلیل عفی عنہ)

حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انہیں اپنی سب ازواجِ مطہرات میں زیادہ چاہیں، جہاں منہ رکھ کر عائشہ صدیقہ پانی پئیں حضور اُسی جگہ اپنا لب اقدس رکھ کر وہیں سے پانی پئیں، یوں تو حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی سب ازواج (مطہرات، طیبات طاہرات) دنیا و آخرت میں حضور ہی کی بیبیاں ہیں مگر عائشہ سے محبت کا یہ عالم ہے کہ ان کے حق میں ارشاد ہوا کہ یہ حضور کی بی بی ہیں دنیا و آخرت میں حضرت خیر النساء یعنی فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالٰی عنہا کو حکم ہوا ہے کہ فاطمہ! تو مجھ سے محبت رکھتی ہے تو عائشہ سے بھی محبت رکھ کہ میں اسے چاہتا ہوں۔ (چنانچہ صحیح مسلم میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے سیدہ فاطمہ سے فرمایا)

اَیْ بُنَیَّۃُ! اَلَسْتِ تُحِبِّیْنَ مَا اُحِبُّ؟ فَقَالَتْ بَلٰی قَالَ فَاَحِبِّیْ ھٰذِہٖ ۲۔ پیاری بیٹی! جس سے میں محبت کرتا ہوں کیا تو اس سے محبت نہیں رکھتی؟ عرض کیا: بالکل یہی درست ہے (جسے آپ چاہیں میں ضرور اسے چاہوں گی) فرمایا تب تو بھی عائشہ سے محبت رکھا کر) سوال ہوا سب آدمیوں میں حضور کو کون محبوب ہیں؟ جواب عطا ہوا: عائشہ۔ ۳۔ (۲۔ صحیح مسلم، کتاب الفضائل، فضائل عائشہ رضی اللہ عنہا، قدیمی کتب خانہ ۲/ ۲۸۵) (۳۔ صحیح البخاری، ابواب مناقب اصحاب النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، قدیمی کتب خانہ ا/ ۵۱۷) (صحیح مسلم باب فضائل، ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ، قدیمی کتب خانہ ۲/ ۲۷۳) (مسند احمد بن حنبل عن عمرو بن العاص المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۲۰۳) ←

عقیدہ (۹): تمام صحابہ کرام اعلیٰ و ادنیٰ (اور ان میں ادنیٰ کوئی نہیں) سب جنتی ہیں، وہ جہنم کی بھنک نہ سنیں گے

(وہ عائشہ صدیقہ بنت الصدیق، اُمّ المومنین، جن کا محبوبہ رب العالمین ہونا آفتاب نیم روز سے روشن تر، وہ صدیقہ جن کی تصویر بہشتی حریر میں زوجِ اقدس خدمتِ اقدس سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حاضر لائیں۔ وہ ام المومنین کہ جبریل امین بآں فضل مبین انہیں سلام کریں اور ان کے کاشانہ عزت و طہارت میں بے اذن لیے حاضر نہ ہوسکیں، وہ صدیقہ کہ اللہ عزوجل وحی نہ بھیجے ان کے سوا کسی کے لحاف میں۔ وہ ام المومنین کہ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اگر سفر میں بے ان کے تشریف لے جائیں ان کی یاد میں واعروساہ۔ اے فرمائیں۔

(اے مسند احمد بن حنبل عن عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا، المکتب الاسلامی بیروت ۶/ ۲۴۸)

وہ صدیقہ کہ یوسف صدیق علیہ الصلوۃ والسلام کی براءت و پاکدامنی کی شہادت اہلِ زلیخا سے ایک بچہ ادا کرے بتول مریم کی تطہیر و عفت مآبی، روح اللہ کلمۃ اللہ فرمائیں، مگر ان کی براءت، پاک طینتی، پاک دامنی و طہارت کی گواہی میں قرآن کریم کی آیات کریمہ نزول فرمائیں۔ وہ ام المومنین کہ محبوب رب العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے پانی پینے میں دیکھتے رہیں کہ کوزے میں کس جگہ لب مبارک رکھ کر پانی پیا ہے حضور پُرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے لب ہائے مبارک وخدا پسند وہیں رکھ کر پانی نوش فرمائیں۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہا وعلیٰ ابیہا وبارک وسلم۔

آدمی اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر دیکھے اگر کوئی اس کی ماں کی توہین کرے اس پر بہتان اٹھائے یا اسے برا بھلا کہے تو اس کا کیسا دشمن ہوجائے گا اس کی صورت دیکھ کر آنکھوں میں خون اُتر آئے گا، اور مسلمانوں کی مائیں یوں بے قدر ہوں کہ کلمہ پڑھ کر ان پر طعن کریں تہمت دھریں اور مسلمان کے مسلمان بنے رہیں۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

اور زبیر و طلحہ ان سے بھی افضل کہ عشرہ مبشرہ سے ہیں۔ وہ (یعنی زبیر بن العوام) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پھوپھی زاد بھائی اور حواری (جاں باز، معاون و مددگار) اور یہ (یعنی طلحہ) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چہرے انور کے لیے سپر، وقت جاں نثاری (جیسے ایک جاں نثار نڈر سپاہی و سرفروش محافظ) رہے امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو اُن کا درجہ ان سب کے بعد ہے۔

اور حضرت مولیٰ علی (مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الاسنیٰ) کے مقام رفیع (مراتب بلند و بالا) و شانِ منیع (عظمت و منزلتِ محکم و اعلا) تک تو ان سے وہ دور دراز منزلیں ہیں جن ہزاروں ہزار رہوار برق کردار (ایسے کشادہ فراخ قدم گھوڑے جیسے بجلی کا کوندا) صبا رفتار (ہوا سے بات کرنے والے، تیز رو، تیز گام) تھک رہیں اور قطع (مسافت) نہ کرسکیں۔

مگر فضلِ صحبت (وشرفِ صحابیت وفضل) و شرف سعادت خدائی دین ہے۔ (جس سے مسلمان آنکھ بند نہیں کرسکتے تو ان پر لعن طعن یا ان کی توہین تنقیص کیسے گوارا رکھیں اور کیسے سمجھ لیں کہ مولیٰ علی کے مقابلے میں انہوں نے جو کچھ کیا بر بنائے نفسانیت تھا۔ صاحب ایمان مسلمان کے خواب و خیال میں بھی یہ بات نہیں آسکتی۔

ہاں ایک بات کہتے ہیں اور ایمان لگتی کہتے ہیں کہ) ہم تو بحمداللہ سرکار اہلبیت (کرام) کے غلامانِ خانہ زاد ہیں (اور موروثی خدمت گار، خدمت گزار) ہمیں (امیر) معاویہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے کیا رشتہ خدانخواستہ ان کی حمایت بے جا کریں مگر ہاں اپنی سرکار کی طرفداری (اور امر حق میں ان کی حمایت وپاسداری) اور ان (حضرت امیر معاویہ) کا (خصوصاً) الزام بدگویاں (اور دریدہ دہنوں، ←

اور ہمیشہ اپنی من مانتی مرادوں میں رہیں گے، محشر کی وہ بڑی گھبراہٹ انھیں غمگین نہ کرے گی، فرشتے ان کا استقبال

بدزبانوں کی تہمتوں سے بری رکھنا منظور ہے کہ ہمارے شہزادہ اکبر حضرت سبط (اکبر، حسن) مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حسب بشارت اپنے جدّ امجد سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد اختتام مدت (خلافت راشدہ کہ منہاج نبوت پر تیس سال رہی اور سیدنا امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چھ ماہ مدتِ خلافت پر ختم ہوئی) عین معرکہ جنگ میں ایک فوج جرار کی ہمراہی کے باوجود) ہتھیار رکھ دیے (بالقصد والاختیار) اور ملک (اور امور مسلمین کا انتظام والانصرام) امیر معاویہ کو سپرد کردیا (اور ان کے ہاتھ پر بیعت اطاعت فرمالی) اگر امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ العیاذ باللہ کافر یا فاسق تھے یا ظالم جائر تھے یا غاصب جابر تھے۔(ظلم وجور پر کمربستہ) تو الزام امام حسن پر آتا ہے کہ انہوں نے کاروبار مسلمین وانتظام شرع ودین باختیار خود (بلا جبر واکراہ بلا ضرورت شرعیہ، باوجود مقدرت) ایسے شخص کو تفویض فرمادیا (اور اس کی تحویل میں دے دیا) اور خیر خواہی اسلام کو معاذ اللہ کام نہ فرمایا (اس سے ہاتھ اٹھالیا) اگر مدت خلافت ختم ہوچکی تھی اور آپ (خود) بادشاہت منظور نہیں فرماتے تھے) تو صحابہ حجاز میں کوئی اور قابلیت نظم ونسق دین نہ رکھتا تھا جو انہیں کو اختیار کیا۔ اور انہیں کے ہاتھ پر بیعتِ اطاعت کرلی) حاش للہ بلکہ یہ بات خود رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک پہنچتی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی پیش گوئی میں ان کے اس فعل کو پسند فرمایا اور ان کی سیادت کا نتیجہ ٹھہرایا کمافی صحیح البخاری (جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے) صادق ومصدوق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسبت فرمایا۔

ان ابنی ھذا سید لعل اللہ ان یصلح بہ بین فئتین عظمتین من المسلمین۔ ا ؎ (میرا یہ بیٹا سید ہے، سیادت کا علمبردار) میں امید کرتا ہوں کہ اللہ عزوجل اس کے باعث دو بڑے گروہ اسلام میں صلح کرادے۔

(ا ؎ صحیح البخاری کتاب الصلح باب قول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم للحسن الخ ومناقب الحسن والحسین قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۷۳ و ۵۳۰)

آیہ کریمہ کا ارشاد ہے:

ونزعنا مافی صدورھم من غل۔ ا ؎

اور ہم نے ان کے سینوں میں سے کینے کھینچ لیے۔

جو دنیا میں ان کے درمیان تھے اور طبیعتوں میں جو کدورت وکشیدگی تھی اسے رفق والفت سے بدل دیا اور ان میں آپس میں نہ باقی رہی مگر مودت ومحبت۔ (ا ؎ القرآن الکریم ۷/ ۴۳)

اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی کہ آپ نے فرمایا کہ ان شاء اللہ تعالیٰ میں اور عثمان اور طلحہ وزبیر ان میں سے ہیں جن کے حق میں اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا کہ نزعنا الآیۃ۔

حضرت مولیٰ علی کے اس ارشاد کے بعد بھی ان پر الزام دینا عقل وخرد سے جنگ ہے، مولیٰ علی سے جنگ ہے، اور خدا ورسول سے جنگ ہے۔ والعیاذ باللہ۔

جب کہ تاریخ کے اوراق شاہد عادل ہیں کہ حضرت زبیر کو جونہی اپنی غلطی کا احساس ہوا انہوں نے فوراً جنگ سے کنارہ کشی کرلی۔

اور حضرت طلحہ کے متعلق بھی روایات میں آتا ہے کہ انہوں نے اپنے ایک مددگار کے ذریعے حضرت مولیٰ علی سے بیعت اطاعت کرلی تھی۔ ←

کریں گے کہ یہ ہے وہ دن جس کا تم سے وعدہ تھا، یہ سب مضمون قرآنِ عظیم کا ارشاد ہے۔
عقیدہ (۱۰): صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم، انبیا نہ تھے، فرشتہ نہ تھے کہ معصوم ہوں۔ ان میں بعض کے لیے

اور تاریخ سے ان واقعات کو کون چھپا سکتا ہے کہ جنگ جمل ختم ہونے کے بعد حضرت مولیٰ علی مرتضیٰ نے حضرت عائشہ کے برادر معظم محمد بن ابی بکر کو حکم دیا کہ وہ جائیں اور دیکھیں کہ حضرت عائشہ کو خدانخواستہ کوئی زخم وغیرہ تو نہیں پہنچا۔ بلکہ بعجلت تمام خود بھی تشریف لے گئے اور پوچھا۔ آپ کا مزاج کیسا ہے؟

انہوں نے جواب دیا: الحمدللہ اچھی ہوں۔

مولیٰ علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ آپ کی بخشش فرمائے۔

حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا: اور تمہاری بھی۔

پھر مقتولین کی تجہیز و تکفین سے فارغ ہو کر حضرت مولیٰ علی نے حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کی واپسی کا انتظام کیا اور پورے اعزاز و اکرام کے ساتھ محمد بن ابی بکر کی نگرانی میں چالیس معزز عورتوں کے جھرمٹ میں ان کو جانب حجاز رخصت کیا۔ خود حضرت علی نے دور تک مشایعت کی، ہمراہ رہے، امام حسن میلوں تک ساتھ گئے۔ چلتے وقت حضرت صدیقہ نے مجمع میں اقرار فرمایا کہ مجھ کو علی سے نہ کسی قسم کی کدورت پہلے تھی اور نہ اب ہے۔ ہاں ساس، داماد (یا دیور، بھاوج) میں کبھی کبھی جو بات ہو جایا کرتی ہے اس سے مجھے انکار نہیں۔

حضرت علی نے یہ سن کر ارشاد فرمایا: لوگو! حضرت عائشہ سچ کہہ رہی ہیں خدا کی قسم مجھ میں اور ان میں اس سے زیادہ اختلاف نہیں ہے، بہر حال خواہ کچھ ہو یہ دنیا و آخرت میں تمہارے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زوجہ ہیں (اور ام المومنین)۔

اللہ اللہ! ان یارانِ پیکر صدق و صفا میں باہمی یہ رفق و مودت اور عزت و اکرام اور ایک دوسرے کے ساتھ یہ معاملہ تعظیم و احترام، اور ان عقل سے بیگانوں اور نادان دوستوں کی حمایت علی کا یہ عالم کہ ان پر لعن طعن کو اپنا مذہب اور اپنا شعار بنائیں اور ان سے کدورت و دشمنی کو مولیٰ علی سے محبت و عقیدت ٹھہرائیں۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

مسلمانانِ اہلسنت اپنا ایمان تازہ کرلیں اور سن رکھیں کہ اگر صحابہ کرام کے دلوں میں کھوٹ، نیتوں میں فتور اور معاملات میں فتنہ و فساد ہو تو رضی اللہ عنہم کے کوئی معنی ہی نہیں ہو سکتے۔

صحابہ کرام کے عند اللہ مرضی و پسندیدہ ہونے کے معنی یہی تو ہیں کہ وہ مولائے کریم ان کے ظاہر و باطن سے راضی، ان کی نیتوں اور مافی الضمیر سے خوش ہے، اور ان کے اخلاق و اعمال بارگاہِ عزت میں پسندیدہ ہیں۔ اسی لیے ارشاد فرمایا ہے کہ:

ولکن اللہ حبب الیکم الایمان وزینہ فی قلوبکم ا۔ الایۃ. (ا۔ القرآن الکریم ۴۹/ ۷)

یعنی اللہ تعالیٰ نے تمہیں ایمان پیارا کر دیا ہے اور اسے تمہارے دلوں میں آراستہ کر دیا ہے اور کفر اور حکم عدولی اور نافرمانی تمہیں ناگوار کر دیئے اب جو کوئی اس کے خلاف کہے اپنا ایمان خراب کرے اور اپنی عاقبت برباد۔ والعیاذ باللہ۔

(فتاویٰ رضویہ، جلد ۲۹، ص ۲۷۵۔ ۲۸۰ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

لغزشیں ہوئیں، مگر ان کی کسی بات پر گرفت اللہ ورسول (عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے خلاف ہے۔(20) اللہ عزوجل نے سورہ حدید میں جہاں صحابہ کی دو قسمیں فرمائیں، مومنین قبلِ فتح مکہ اور بعدِ فتح مکہ اور اُن کو اِن پر تفضیل دی اور فرمادیا:

(وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى) (21)

سب سے اللہ نے بھلائی کا وعدہ فرمالیا۔

ساتھ ہی ارشاد فرمادیا:

(وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ۠O) (22)

اللہ خوب جانتا ہے، جو کچھ تم کرو گے۔

تو جب اُس نے اُن کے تمام اعمال جان کر حکم فرمادیا کہ ان سب سے ہم جنتِ بے عذاب وکرامت وثواب کا وعدہ فرماچکے تو دوسرے کو کیا حق رہا کہ اُن کی کسی بات پر طعن کرے...؟! کیا طعن کرنے والا اللہ (عزوجل) سے جدا اپنی مستقل حکومت قائم کرنا چاہتا ہے۔

عقیدہ (۱۱): امیرِ معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجتہد تھے، اُن کا مجتہد ہونا حضرت سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حدیثِ صحیح بخاری میں بیان فرمایا ہے، مجتہد سے صواب وخطا دونوں صادر ہوتے ہیں۔

خطا دو قسم ہے: خطاء عنادی، یہ مجتہد کی شان نہیں اور خطاء اجتہادی، یہ مجتہد سے ہوتی ہے اور اِس میں اُس پر عند اللہ اصلاً مؤاخذہ نہیں۔ مگر احکامِ دنیا میں وہ دو قسم ہے: خطاء مقرر کہ اس کے صاحب پر انکار نہ ہوگا، یہ وہ خطاء اجتہادی ہے جس سے دین میں کوئی فتنہ نہ پیدا ہوتا ہو، جیسے ھمارے نزدیک مقتدی کا امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنا۔

دوسری خطاء منکر، یہ وہ خطاء اجتہادی ہے جس کے صاحب پر انکار کیا جائے گا، کہ اِس کی خطا باعثِ فتنہ ہے۔

---

(20) وَنَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ.

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے ان کے سینوں میں سے کینے کھینچ لئے۔ (پ8، الاعراف: 43)

اس آیت کے تحت مفسرِ شہیر مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ ارشاد فرماتے ہیں کہ جو دنیا میں ان کے درمیان تھے اور طبیعتیں صاف کردی گئیں اور ان میں آپس میں نہ باقی رہی مگر محبت ومَوَدّت۔ حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ ہم اہلِ بدر کے حق میں نازل ہوا اور یہ بھی آپ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا مجھے امید ہے کہ میں اور عثمان اور طلحہ اور زبیر ان میں سے ہوں جن کے حق میں اللہ تعالیٰ نے "وَنَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ" فرمایا۔ حضرت علی مرتضی کے اس ارشاد نے رفض کی بیخ وبنیاد کا قلع قمع کردیا۔

(21) (پ5، النسآء: 95)

(22) (پ۲۷، الحدید: ۱۰)

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حضرت سیدنا امیر المؤمنین علی مرتضیٰ کرّم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے خلاف اسی قسم کی خطا کا تھا اور فیصلہ وہ جو خود رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مولیٰ علی کی ڈگری اور امیر معاویہ کی مغفرت، رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

مسئلہ (۶): یہ جو بعض جاہل کہا کرتے ہیں کہ جب حضرت مولیٰ علی کرّم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے ساتھ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام لیا جائے تو رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہ کہا جائے، محض باطل و بے اصل ہے۔ علمائے کرام نے صحابہ کے اسمائے طیبہ کے ساتھ مطلقاً رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہنے کا حکم دیا ہے، یہ استثنائی شریعت گڑھنا ہے۔

عقیدہ (۱۲): منہاجِ نبوت پر خلافتِ حقہ راشدہ تیس سال رہی، کہ سیدنا امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چھ مہینے پر ختم ہوگئی، پھر امیر المؤمنین عمر بن عبد العزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافتِ راشدہ ہوئی اور آخر زمانہ میں حضرت سیدنا امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہوں گے۔

امیرِ معاویہ(23) رضی اللہ تعالیٰ عنہ اوّل ملوکِ اسلام ہیں اسی کی طرف توراتِ مقدس میں اشارہ ہے کہ:

---

(23) حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپ کے والد کا نام ابوسفیان اور والدہ کا نام ہند بنت عتبہ ہے۔ ۸ھ میں فتح مکہ کے دن یہ خود اور آپ کے والدین سب مسلمان ہو گئے اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ چونکہ بہت ہی عمدہ کاتب تھے اس لئے دربار نبوت میں وحی لکھنے والوں کی جماعت میں شامل کر لئے گئے۔ امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں یہ شام کے گورنر مقرر ہوئے اور حضرت امیر المؤمنین عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دور خلافت ختم ہونے تک اس عہدہ پر فائز رہے مگر جب امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تخت خلافت پر رونق افروز ہوئے تو آپ نے ان کو گورنری سے معزول کر دیا لیکن انہوں نے معزولی کا پروانہ قبول نہیں کیا اور شام کی حکومت سے دست بردار نہیں ہوئے بلکہ امیر المؤمنین حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خون کے قصاص کا مطالبہ کرتے ہوئے انہوں نے امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت سے نہ صرف انکار کیا بلکہ ان سے مقام صفین میں جنگ بھی ہوئی۔

پھر جب ۴۱ھ میں حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خلافت ان کے سپرد فرما دی تو یہ پورے عالم اسلام کے بادشاہ ہو گئے۔ بیس برس تک خلافت راشدہ کے گورنر رہے اور بیس برس تک خود مختار بادشاہ رہے اس طرح چالیس برس تک شام کے تخت سلطنت پر بیٹھ کر حکومت کرتے رہے اور خشکی و سمندر میں جہادوں کا انتظام فرماتے رہے۔

اسلام میں بحری لڑائیوں کے موجد آپ ہیں، جنگی بیڑوں کی تعمیر کا کارخانہ بھی آپ نے بنوایا، خشکی اور سمندری فوجوں کی بہترین تنظیم فرمائی اور جہادوں کی بدولت اسلامی حکومت کی حدود کو وسیع سے وسیع تر کرتے رہے اور اشاعت اسلام کا دائرہ برابر بڑھتا رہا۔ جابجا مساجد کی تعمیر اور درس گاہوں کا قیام فرماتے رہے۔

رجب ۶۰ھ میں آپ نے لقوہ کی بیماری میں مبتلا ہو کر اپنے دارالسلطنت دمشق میں وصال فرمایا۔ بوقت وصال آپ نے وصیت ←

مَوْلِدُهٗ بِمَكَّةَ وَمُهَاجَرُهٗ بِطَيْبَةَ وَمُلْكُهٗ بِالشَّامِ. (24)

وہ نبی آخر الزماں (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) مکہ میں پیدا ہوگا اور مدینہ کو ہجرت فرمائے گا اور اس کی سلطنت شام میں ہوگی۔

تو امیرِ معاویہ کی بادشاہی اگرچہ سلطنت ہے، مگر کس کی! محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سلطنت ہے۔ سیّدنا امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک فوجِ جرار جاں نثار کے ساتھ عین میدان میں بالقصد و بالاختیار ہتھیار رکھ دیے اور خلافت امیرِ معاویہ کو سپرد کر دی اور ان کے ہاتھ پر بیعت فرمالی (25) اور اس صُلح کو حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ

فرمائی تھی کہ میرے پاس حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا ایک پیراہن، ایک چادر، ایک تہبند اور کچھ موئے مبارک اور ناخن اقدس کے چند تراشے ہیں۔ ان تینوں مقدس کپڑوں کو میرے کفن میں شامل کیا جائے اور موئے مبارک اور ناخن اقدس کو میری آنکھوں میں رکھ کر مجھے ارحم الراحمین کے سپرد کیا جائے۔ چنانچہ لوگوں نے آپ کی اس وصیت پر عمل کیا۔

(الاکمال فی اسماء الرجال، حرف المیم، فصل فی الصحابۃ، ص ۶۱۷ واسد الغابۃ، معاویۃ بن صخر بن ابی سفیان، ج ۵، ص ۲۲۰۔ ۲۲۳ ملتقطاً)

بوقت وصال اٹھتر یا چھیاسی برس کی عمر تھی۔ وصال کے وقت ان کا بیٹا یزید دمشق میں موجود نہیں تھا اس لئے ضحاک بن قیس نے آپ کے کفن و دفن کا انتظام کیا اور اسی نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت ہی خوبصورت، گورے رنگ والے اور نہایت ہی وجیہ اور رعب والے تھے۔ چنانچہ امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عرب کے کسریٰ ہیں۔

(اسد الغابۃ، معاویۃ بن صخر بن ابی سفیان، ج ۵، ص ۲۲۲۔ ۲۲۳ ملتقطاً)

(24) "المستدرک"، کتاب تواریخ المتقدمین من الأنبیاء والمرسلین، الحدیث: ۴۲۰۰، ج ۳، ص ۵۲۶.

و"دلائل النبوۃ" للبیھقی، ج ۶، ص ۲۸۱، و"مشکاۃ المصابیح"، کتاب الفضائل، الحدیث: ۵۷۷۱، ج ۳، ص ۳۵۸

(25) **حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت**

حضرت مولیٰ علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی شہادت کے بعد حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسند خلافت پر جلوہ افروز ہوئے، اہل کوفہ نے آپ کے دستِ حق پرست پر بیعت کی اور آپ نے وہاں چند ماہ چند روز قیام فرمایا، اس کے بعد آپ نے امر خلافت کا حضرت امیر معاویہ کو تفویض کرنا مسطورِ ذیل شرائط پر منظور فرمایا:

(1) بعد امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلافت حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پہنچے گی

(2) اہل مدینہ اور اہل حجاز اور اہل عراق میں کسی شخص سے بھی زمانہ حضرت امیر المومنین مولیٰ علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے متعلق کوئی مواخذہ و مطالبہ نہ کیا جاوے۔

(3) امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دیون کو ادا کریں۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ تمام شرائط قبول کیں اور باہم صلح ہوگئی اور حضور انور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ←

علیہ وسلم نے پسند فرمایا اور اس کی بشارت دی کہ امام حسن کی نسبت فرمایا:

إِنَّ ابْنِي هٰذَا سَيِّدٌ لَعَلَّ اللهَ أَنْ يُّصْلِحَ بِهٖ بَيْنَ فِئَتَيْنِ عَظِيْمَتَيْنِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ. (26)

میرا یہ بیٹا سیّد ہے، میں امید فرماتا ہوں کہ اللہ عزوجل اس کے باعث دو بڑے گروہِ اسلام میں صلح کرا دے۔

تو امیرِ معاویہ پر معاذ اللہ فسق وغیرہ کا طعن کرنے والا حقیقۃً حضرت امام حسن مجتبیٰ، بلکہ حضور سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، بلکہ حضرت عزّت جلّ وعلا پر طعن کرتا ہے۔

عقیدہ (۱۳): ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا قطعی جنتی اور یقیناً آخرت میں بھی محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبوبہ عروس ہیں (27)، جو انھیں ایذا دیتا ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایذا دیتا ہے اور حضرت طلحہ وحضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما تو عشرہ مبشّرہ سے ہیں، ان صاحبوں سے بھی بمقابلہ امیر المومنین مولیٰ علی کرّم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم خطائے اجتہادی واقع ہوئی، مگر اِن سب نے بالآخر رجوع فرمائی، عرفِ شرع میں بغاوت مطلقاً مقابلہ امامِ برحق کو کہتے ہیں، عناداً ہو، خواہ اجتہاداً، ان حضرات پر بوجہ رجوع اس کا اطلاق نہیں ہوسکتا، گروہِ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر حسبِ اصطلاحِ شرع اِطلاق فئہ باغیہ آیا ہے، مگر اب کہ باغی بمعنی مُفسِد ومُعانِد وسرکش ہوگیا اور دُشنام

یہ معجزہ ظاہر ہوا جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ میرے اس فرزند ارجمند کی بدولت مسلمانوں کی دو جماعتوں میں صلح فرمائے گا۔ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تختِ سلطنت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے خالی کردیا۔ یہ واقعہ ربیع الاول 41ھ کا ہے۔

حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اصحاب کو آپ کا خلافت سے دستبردار ہونا ناگوار ہوا اور انہوں نے طرح طرح کی تعریضیں کیں اور اشاروں کنایوں میں آپ پر ناراضگی کا اظہار کیا۔ آپ نے انھیں سمجھا دیا کہ مجھے گوارا نہ ہوا کہ ملک کے لیے تمہیں قتل کراؤں۔ اس کے بعد اِمام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کوفہ سے رحلت فرمائی اور مدینہ طیبہ میں اقامت گزیں ہوئے۔ (سوانحِ کربلا صفحہ ۹۶)

(26) صحیح البخاري، کتاب الصلح، باب قول النبي صلی اللہ علیہ وسلم للحسن بن علي رضي اللہ عنهما: إنّ ابني هذا۔۔۔ إلخ، الحدیث: ۲۷۰۴، ج۲، ص ۲۱۴

(27) حضرت مسروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت مسروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اکابر تابعین میں سے ہیں، جب سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے تو فرمایا کرتے:

"حدثتني الصديقة بنت الصديق حبيبة رسول الله صلى الله تعالى عليه واٰله وسلم" مجھ سے حدیث بیان کی صدیقہ بنت صدیق، محبوبہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے یا کبھی اس طرح حدیث بیان کرتے حبیبۃ حبیب اللہ المبرّأۃ من السماء اللہ کے حبیب کی محبوبہ جن کی پارسائی کی گواہی آسمان سے نازل ہوئی۔

(مدارج النبوت، قسم پنجم، باب دوم درذکر ازواج مطہرات وی، ج ۲، ص ۴۶۹)

(گالی) سمجھا جاتا ہے، اب کسی صحابی پر اس کا اطلاق جائز نہیں۔

عقیدہ (۱۴): ام المؤمنین حضرت صدیقہ بنت الصدیق محبوبہ محبوبِ ربِ العالمین جل وعلا وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہما وسلم پر معاذ اللہ تہمتِ ملعونہ اِفک (28) سے اپنی ناپاک زبان آلودہ کرنے والا، قطعاً یقیناً کافر مرتد ہے

(28) واقعہ افک

اسی غزوہ سے جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ واپس آنے لگے تو ایک منزل پر رات میں پڑاؤ کیا، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ایک بند ہودج میں سوار ہوکر سفر کرتی تھیں اور چند مخصوص آدمی اس ہودج کو اونٹ پر لادنے اور اتارنے کے لئے مقرر تھے، حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا لشکر کی روانگی سے کچھ پہلے لشکر سے باہر رفع حاجت کے لئے تشریف لے گئیں جب واپس ہوئیں تو دیکھا کہ ان کے گلے کا ہار کہیں ٹوٹ کر گر پڑا ہے وہ دوبارہ اس ہار کی تلاش میں لشکر سے باہر چلی گئیں اس مرتبہ واپسی میں کچھ دیر لگ گئی اور لشکر روانہ ہو گیا آپ کا ہودج لادنے والوں نے یہ خیال کر کے کہ اُم المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہودج کے اندر تشریف فرما ہیں ہودج کو اونٹ پر لاد دیا اور پورا قافلہ منزل سے روانہ ہو گیا جب حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا منزل پر واپس آئیں تو یہاں کوئی آدمی موجود نہیں تھا تنہائی سے سخت گھبرائیں اندھیری رات میں اکیلے چلنا بھی خطرناک تھا اس لئے وہ یہ سوچ کر وہیں لیٹ گئیں کہ جب اگلی منزل پر لوگ مجھے نہ پائیں گے تو ضرور ہی میری تلاش میں یہاں آئیں گے، وہ لیٹی لیٹی سو گئیں ایک صحابی جن کا نام حضرت صفوان بن معطل رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھا وہ ہمیشہ لشکر کے پیچھے پیچھے اس خیال سے چلا کرتے تھے تاکہ لشکر کا گرا پڑا سامان اٹھاتے چلیں وہ جب اس منزل پر پہنچے تو حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو دیکھا اور چونکہ پردہ کی آیت نازل ہونے سے پہلے وہ بارہا ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو دیکھ چکے تھے اس لئے دیکھتے ہی پہچان لیا اور انہیں مردہ سمجھ کر "اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن" پڑھا اس آواز سے وہ جاگ اٹھیں حضرت صفوان بن معطل سلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فوراً ہی ان کو اپنے اونٹ پر سوار کر لیا اور خود اونٹ کی مہار تھام کر پیدل چلتے ہوئے اگلی منزل پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس پہنچ گئے۔ (صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب حدیث الافک، الحدیث ۴۱۴۱، ج ۳، ص ۶۱ ملتقطاً ومدارج النبوت، قسم سوم، باب پنجم، ج ۲، ص ۱۵۹ ملتقطاً وملخصاً)

منافقوں کے سردار عبداللہ بن اُبَی نے اس واقعہ کو حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر تہمت لگانے کا ذریعہ بنا لیا اور خوب خوب اس تہمت کا چرچا کیا یہاں تک کہ مدینہ میں اس منافق نے اس شرمناک تہمت کو اس قدر اچھالا اور اتنا شور و غل مچایا کہ مدینہ میں ہر طرف اس افتراء اور تہمت کا چرچا ہونے لگا اور بعض مسلمان مثلاً حضرت حسان بن ثابت اور حضرت مسطح بن اثاثہ اور حضرت حمنہ بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے بھی اس تہمت کو پھیلانے میں کچھ حصہ لیا، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس شرانگیز تہمت سے بے حد رنج و صدمہ پہنچا اور مخلص مسلمانوں کو بھی انتہائی رنج و غم ہوا حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مدینہ پہنچتے ہی سخت بیمار ہو گئیں، پردہ نشین تو تھیں ہی صاحب فراش ہو گئیں اور انہیں اس تہمت تراشی کی بالکل خبر ہی نہیں ہوئی گو کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی پاک دامنی کا پورا پورا علم و یقین تھا مگر چونکہ اپنی بیوی کا معاملہ تھا اس لئے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی طرف سے اپنی بیوی کی براءت اور پاکدامنی کا اعلان کرنا مناسب نہیں سمجھا اور وحی الٰہی کا انتظار فرمانے لگے اس درمیان میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ←

اور اس کے سوا اور طعن کرنے والا رافضی، تبرائی، بددین، جہنمی۔

اپنے مخلص اصحاب سے اس معاملہ میں مشورہ فرماتے رہے تاکہ ان لوگوں کے خیالات کا پتا چل سکے۔

(مدارج النبوت، قسم سوم، باب پنجم، ج۲، ص۱۵۹۔۱۶۱ ملتقطا)

چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس تہمت کے بارے میں گفتگو فرمائی تو انہوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ منافق یقیناً جھوٹے ہیں اس لئے کہ جب اللہ تعالیٰ کو یہ گوارا نہیں ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جسم اطہر پر ایک مکھی بھی بیٹھ جائے کیونکہ مکھی نجاستوں پر بیٹھتی ہے تو بھلا جو عورت ایسی برائی کی مرتکب ہو خداوند قدوس کب اور کیسے برداشت فرمائے گا کہ وہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زوجیت میں رہ سکے۔ (مدارج النبوت، قسم سوم، باب پنجم، ج۲، ص۱۶۱)

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ یارسول اللہ! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) جب اللہ تعالیٰ نے آپ کے سایہ کو زمین پر نہیں پڑنے دیا تاکہ اس پر کسی کا پاؤں نہ پڑ سکے تو بھلا اس معبود برحق کی غیرت کب یہ گوارا کرے گی کہ کوئی انسان آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ کے ساتھ ایسی قباحت کا مرتکب ہو سکے؟۔ (مدارج النبوت، قسم سوم، باب پنجم، ج۲، ص۱۶۱)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ گزارش کی کہ یارسول اللہ! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ایک مرتبہ آپ کی نعلین اقدس میں نجاست لگ گئی تھی تو اللہ تعالیٰ نے حضرت جبریل علیہ السلام کو بھیج کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خبر دی کہ آپ اپنی نعلین اقدس کو اتار دیں اس لئے حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا معاذ اللہ اگر ایسی ہوتیں تو ضرور اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر وحی نازل فرما دیتا کہ آپ ان کو اپنی زوجیت سے نکال دیں۔ (مدارج النبوت، قسم سوم، باب پنجم، ج۲، ص۱۵۷ و مدارک التنزیل المعروف بتفسیر النسفی، الجزء الثامن عشر، سورۃ النور، تحت الآیۃ ۱۲، ۱۳، ص۷۷۲)

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب اس تہمت کی خبر سنی تو انہوں نے اپنی بیوی سے کہا کہ اے بیوی! تو سچ بتا! اگر حضرت صفوان بن معطل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جگہ میں ہوتا تو کیا تو یہ گمان کر سکتی ہے کہ میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حرم پاک کے ساتھ ایسا کر سکتا تھا؟ تو ان کی بیوی نے جواب دیا کہ اگر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی جگہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بیوی ہوتی تو خدا کی قسم! میں کبھی ایسی خیانت نہیں کر سکتی تھی تو پھر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو مجھ سے لاکھوں درجے بہتر ہے اور حضرت صفوان بن معطل رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو بدرجہا تم سے بہتر ہیں بھلا کیونکر ممکن ہے کہ یہ دونوں ایسی خیانت کر سکتے ہیں؟

(مدارک التنزیل المعروف بتفسیر النسفی، الجزء الثامن عشر، سورۃ النور، تحت الآیۃ ۱۲، ۱۳، ص۷۷۲)

بخاری شریف کی روایت ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس معاملہ میں حضرت علی اور اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے جب مشورہ طلب فرمایا تو حضرت اُسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے برجستہ کہا کہ اَھْلُکَ وَلَا نَعْلَمُ اِلَّا خَیْرًا کہ یارسول اللہ! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) وہ آپ کی بیوی ہیں اور ہم انہیں اچھی ہی جانتے ہیں، اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ جواب دیا کہ یارسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ نے آپ پر کوئی تنگی نہیں ڈالی ہے عورتیں ان کے سوا بہت ہیں اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے بارے میں ان کی لونڈی (حضرت بریرہ) سے پوچھ لیں وہ آپ سے سچ سچ کہہ دے گی۔ (صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب حدیث الافک، الحدیث ۴۱۴۱، ج۳، ص۶۳ ملتقطا)

←

عقیدہ (۱۵): حضرات حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہما یقیناً اعلیٰ درجہ شہدائے کرام سے ہیں، ان میں کسی کی شہادت کا منکر گمراہ، بددین، خاسر ہے۔

حضرت بریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے جب آپ نے سوال فرمایا تو انہوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اس ذات پاک کی قسم جس نے آپ کو رسول برحق بنا کر بھیجا ہے کہ میں نے حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا میں کوئی عیب نہیں دیکھا، ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ وہ ابھی کمسن لڑکی ہیں وہ گوندھا ہوا آٹا چھوڑ کر سو جاتی ہیں اور بکری آکر کھا ڈالتی ہے۔

(السیرۃ الحلبیۃ، غزوۃ بنی المصطلق، ج ۲، ص ۴۰۲ و دلائل النبوۃ للبیہقی، باب حدیث الافک، ج ۴، ص ۶۸)

پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی زوجہ محترمہ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے دریافت فرمایا جو حسن و جمال میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مثل تھیں تو انہوں نے قسم کھا کر یہ عرض کیا کہ یارسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اَحْمِیْ سَمْعِیْ وَبَصَرِیْ وَاللہِ مَا عَلِمْتُ اِلَّا خَیْرًا میں اپنے کان اور آنکھ کی حفاظت کرتی ہوں خدا کی قسم! میں تو حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اچھی ہی جانتی ہوں۔ (صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب حدیث الافک، الحدیث ۴۱۴۱، ج ۳، ص ۶۶)

اس کے بعد حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک دن منبر پر کھڑے ہو کر مسلمانوں سے فرمایا کہ اس شخص کی طرف سے مجھے کون معذور سمجھے گا، یا میری مدد کریگا جس نے میری بیوی پر بہتان تراشی کر کے میری دل آزاری کی ہے، وَاللہِ مَا عَلِمْتُ عَلٰی اَھْلِیْ اِلَّا خَیْرًا خدا کی قسم! میں اپنی بیوی کو ہر طرح کی اچھی ہی جانتا ہوں۔ وَلَقَدْ ذَکَرُوْا رَجُلًا مَا عَلِمْتُ عَلَیْہِ اِلَّا خَیْرًا اور ان لوگوں (منافقوں) نے (اس بہتان میں) ایک ایسے مرد (صفوان بن معطل) کا ذکر کیا ہے جس کو میں بالکل اچھا ہی جانتا ہوں۔

(صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب حدیث الافک، الحدیث ۴۱۴۱، ج ۳، ص ۶۴)

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی برسرِ منبر اس تقریر سے معلوم ہوا کہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حضرت عائشہ اور حضرت صفوان بن معطل رضی اللہ تعالیٰ عنہما دونوں کی براءت و طہارت اور عفت و پاک دامنی کا پورا پورا علم اور یقین تھا اور وحی نازل ہونے سے پہلے ہی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یقینی طور پر معلوم تھا کہ منافق جھوٹے اور اُم المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا پاک دامن ہیں ورنہ آپ برسرِ منبر قسم کھا کر ان دونوں کی اچھائی کا مجمع عام میں ہرگز اعلان نہ فرماتے مگر پہلے ہی اعلان عام نہ فرمانے کی وجہ یہی تھی کہ اپنی بیوی کی پاکدامنی کا اپنی زبان سے اعلان کرنا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مناسب نہیں سمجھتے تھے، جب حد سے زیادہ منافقین نے شور و غوغا شروع کر دیا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے منبر پر اپنے خیال اقدس کا اظہار فرما دیا مگر اب بھی اعلان عام کے لئے آپ کو وحی الٰہی کا انتظار ہی رہا۔

یہ پہلے تحریر کیا جا چکا ہے کہ اُم المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سفر سے آتے ہی بیمار ہو کر صاحب فراش ہو گئی تھیں اس لئے وہ اس بہتان کے طوفان سے بالکل ہی بے خبر تھیں جب انہیں مرض سے کچھ صحت حاصل ہوئی اور وہ ایک رات حضرت اُم مسطح صحابیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ رفع حاجت کے لئے صحرا میں تشریف لے گئیں تو انکی زبانی انہوں نے اس دلخراش اور روح فرسا خبر کو سنا۔ جس سے انہیں بڑا دھچکا لگا اور وہ شدت رنج و غم سے نڈھال ہو گئیں چنانچہ ان کی بیماری میں مزید اضافہ ہو گیا اور وہ دن رات بلک بلک کر روتی رہیں آخر جب ان سے یہ صدمہ جانکاہ برداشت نہ ہو سکا تو وہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اجازت لے کر اپنی والدہ کے گھر چلی گئیں اور اس ←

منحوس خبر کا تذکرہ اپنی والدہ سے کیا، ماں نے کافی تسلی و تشفی دی مگر یہ برابر لگاتار روتی ہی رہیں۔

(صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب حدیث الافک، الحدیث: ۴۱۴۱، ج ۳، ص ۶۳)

اسی حالت میں ناگہاں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا کہ اے عائشہ! رضی اللہ تعالیٰ عنہا تمہارے بارے میں ایسی ایسی خبر اڑائی گئی ہے اگر تم پاک دامن ہو اور یہ خبر جھوٹی ہے تو عنقریب خداوند تعالیٰ تمہاری براءت کا بذریعہ وحی اعلان فرما دے گا۔ ورنہ تم توبہ و استغفار کر لو کیونکہ جب کوئی بندہ خدا سے توبہ کرتا ہے اور بخشش مانگتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو معاف فرما دیتا ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یہ گفتگو سن کر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے آنسو بالکل تھم گئے اور انہوں نے اپنے والد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا جواب دیجیے۔ تو انہوں نے فرمایا کہ خدا کی قسم! میں نہیں جانتا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کیا جواب دوں؟ پھر انہوں نے ماں سے جواب دینے کی درخواست کی تو ان کی ماں نے بھی یہی کہا پھر خود حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ جواب دیا کہ لوگوں نے جو ایک بے بنیاد بات اڑائی ہے اور یہ لوگوں کے دلوں میں بیٹھ چکی ہے اور کچھ لوگ اس کو سچ سمجھ چکے ہیں اس صورت میں اگر میں یہ کہوں کہ میں پاک دامن ہوں تو لوگ اس کی تصدیق نہیں کریں گے اور اگر میں اس برائی کا اقرار کر لوں تو سب مان لیں گے حالانکہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ میں اس الزام سے بری اور پاک دامن ہوں اس وقت میری مثال حضرت یوسف علیہ السلام کے باپ (حضرت یعقوب علیہ السلام) جیسی ہے لہٰذا میں بھی وہی کہتی ہوں جو انہوں نے کہا تھا یعنی فَصَبْرٌ جَمِیْلٌ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰی مَا تَصِفُوْنَ○

ترجمۂ کنزالایمان: تو صبر اچھا اور اللہ ہی سے مدد چاہتا ہوں ان باتوں پر جو تم بتا رہے ہو۔ پ ۱۲، یوسف: ۱۸

یہ کہتی ہوئی انہوں نے کروٹ بدل کر منہ پھیر لیا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ میں اس تہمت سے بری اور پاک دامن ہوں اور مجھے یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ ضرور میری براءت کو ظاہر فرما دے گا۔ (صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب حدیث الافک، الحدیث ۴۱۴۱، ج ۳، ص ۶۴)

حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا جواب سن کر ابھی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی جگہ سے اٹھے بھی نہ تھے اور ہر شخص اپنی اپنی جگہ پر بیٹھا ہی ہوا تھا کہ ناگہاں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر وحی نازل ہونے لگی اور آپ پر نزول وحی کے وقت کی بے چینی شروع ہو گئی اور باوجودیکہ شدید سردی کا وقت تھا مگر پسینے کے قطرات موتیوں کی طرح آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بدن سے ٹپکنے لگے جب وحی اتر چکی تو ہنستے ہوئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عائشہ! رضی اللہ تعالیٰ عنہا تم خدا کا شکر ادا کرتے ہوئے اس کی حمد کرو کہ اس نے تمہاری براءت اور پاکدامنی کا اعلان فرما دیا اور پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قرآن کی سورۂ نور میں سے دس آیتوں کی تلاوت فرمائی جو اِنَّ الَّذِیْنَ جَآءُوْ بِالْاِفْكِ سے شروع ہو کر وَاَنَّ اللّٰهَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ○ پر ختم ہوتی ہیں۔

ان آیات کے نازل ہو جانے کے بعد منافقوں کا منہ کالا ہو گیا اور حضرت ام المؤمنین بی بی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی پاک دامنی کا آفتاب اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ اس طرح چمک اٹھا کہ قیامت تک آنے والے مسلمانوں کے دلوں کی دنیا میں نور ایمان سے اجالا ہو گیا۔

(صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب حدیث الافک، الحدیث ۴۱۴۱، ج ۳، ص ۶۵) ←

عقیدہ (۱۶): یزید پلید فاسق فاجر مرتکب کبائر تھا(29)، معاذ اللہ اس سے اور ریحانہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدددین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

معاذ اللہ رافضی قاذف باجماع مسلمین کافر ملعون ہے یہاں تک کہ جو اسے کافر نہ جانے خود کافر ہے، ردالمحتار میں ہے:

لاشك فی تکفیر من قذف السیدۃ عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا الخ ا ۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر تہمت لگانے والے کے کفر میں کوئی شک نہیں الخ۔

(ا ۔ ردالمحتار باب المرتد داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/۲۹۴)

اسی کے باب البغاۃ میں ہے:

لان ذلك تکذیب صریح القرآن ۲ ۔ (۲ ۔ ردالمحتار باب البغاۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/۳۱۰)

کیونکہ یہ صریح قرآن کی تکذیب ہے۔ (فتاوی رضویہ، جلد ۲۹، ص ۳۹۳ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(29) اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدددین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

یزید پلید علیہ ما یستحقہ من العزیز المجید قطعاً یقیناً باجماع اہلسنت فاسق وفاجر وجری علی الکبائر تھا اس قدر پر ائمہ اہل سنت کا اطباق واتفاق ہے، صرف اس کی تکفیر ولعن میں اختلاف فرمایا۔ امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے اتباع وموافقین اسے کافر کہتے اور بہ تخصیص نام اس پر لعن کرتے ہیں اور اس آیہ کریمہ سے اس پر سند لاتے ہیں:

فھل عسیتم ان تولیتم ان تفسدوا فی الارض وتقطعوا ارحامکم اولئك الذین لعنھم اللہ فاصمھم واعمی ابصارھم ا ۔

کیا قریب ہے کہ اگر والی ملک ہو تو زمین میں فساد کرو اور اپنے نسبی رشتہ کاٹ دو، یہ ہیں وہ لوگ جن پر اللہ تعالیٰ نے لعنت فرمائی تو انھیں بہرا کر دیا اور ان کی آنکھیں پھوڑ دیں۔ (ا ۔ القرآن الکریم ۴۷/۲۳۔۲۲)

شک نہیں کہ یزید نے والی ملک ہو کر زمین میں فساد پھیلایا، حرمین طیبین وخود کعبہ معظمہ وروضہ طیبہ کی سخت بے حرمتیاں کیں، مسجد کریم میں گھوڑے باندھے، ان کی لید اور پیشاب منبر اطہر پر پڑے، تین دن مسجد نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بے اذان ونماز رہی، مکہ ومدینہ وحجاز میں ہزاروں صحابہ وتابعین بے گناہ شہید کئے، کعبہ معظمہ پر پتھر پھینکے، غلاف شریف پھاڑا اور جلایا۔ مدینہ طیبہ کی پاکدامن پارسائیں تین شبانہ روز اپنے خبیث لشکر پر حلال کر دیں، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جگر پارے کو تین دن بے آب ودانہ رکھ کر مع ہمراہیوں کے تیغ ظلم سے پیاسا ذبح کیا، مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گود کے پالے ہوئے تن نازنین پر بعد شہادت گھوڑے دوڑائے گئے کہ تمام استخوان مبارک چور ہو گئے، سرانور کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بوسہ گاہ تھا کاٹ کر نیزہ پر چڑھایا اور منزلوں پھرایا۔ حرم محترم مخدرات مشکوئے رسالت قید کئے گئے اور بے حرمتی کے ساتھ اس خبیث کے دربار میں لائے گئے، اس سے بڑھ کر قطع رحم اور زمین میں فساد کیا ہوگا، ملعون ہے وہ جو ان ملعون حرکات کو فسق وفجور نہ جانے،

قرآن عظیم میں صراحۃً اس پر لعنھم اللہ ۲ ۔ (ان پر اللہ کی لعنت ہے۔ت) فرمایا۔ (۲ ۔ القرآن الکریم ۴۷/۲۳) ←

علیہ وسلم سیّدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کیا نسبت...؟! آج کل جو بعض گمراہ کہتے ہیں کہ: ہمیں ان کے معاملہ میں کیا دخل؟ ہمارے وہ بھی شہزادے، وہ بھی شہزادے۔ ایسا بکنے والا مردود، خارجی، ناصبی مستحقِ جہنم ہے۔ ہاں! یزید کو کافر کہنے اور اس پر لعنت کرنے میں علمائے اہلِ سنّت کے تین قول ہیں اور ہمارے امامِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مسلک سکوت، یعنی ہم اسے فاسق فاجر کہنے کے سوا، نہ کافر کہیں، نہ مسلمان۔

عقیدہ (۱۷): اہلِ بیتِ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم مقتدایانِ اہلِ سنّت ہیں، جو اِن سے محبت نہ رکھے (30)، مردود

لہذا امام احمد اور ان کے موافقین ان پر لعنت فرماتے ہیں اور ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لعن وتکفیر سے احتیاطاً سکوت فرمایا کہ اس سے فسق وفجور متواتر ہیں کفر متواتر نہیں، اور بحال احتمال نسبت کبیرہ بھی جائز نہیں نہ کہ تکفیر اور امثال وعیدات مشروط بعدم توبہ ہیں لقولہ تعالیٰ، فسوف یلقون غیا الامن تاب ۳۔ (تو عنقریب دوزخ میں غی کا جنگل پائیں گے مگر جو تائب ہو گئے۔ت) اور توبہ تادم غرغرہ مقبول ہے اور اس کے عدم پر جزم نہیں اور یہی احوط واسلم ہے، مگر اس کے فسق وفجور سے انکار کرنا اور امام مظلوم پر الزام رکھنا ضروریات مذہب اہل سنت کے خلاف ہے اور ضلالت و بدمذہبی صاف ہے، بلکہ انصافا یہ اس قلب سے متصور نہیں جس میں محبت سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا شمّہ ہو۔ (۳۔ القرآن الکریم ۱۹/ ۵۹)

وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون ا۔ (اب جانا چاہتے ہیں ظالم کہ کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے۔ت)

(ا۔ القرآن الکریم ۲۶/ ۲۲۷)

شک نہیں کہ اس کا قائل ناصبی مردود اور اہل سنت کا عدو وعنود ہے، ایسے گمراہ بددین سے مسئلہ مصافحہ کی شکایت بے سود ہے، اس کی غایت اسی قدر کہ اس نے قول صحیح کا خلاف کیا اور بلا وجہ شرعی دست کشی کر کے ایک مسلمان کا دل دکھایا مگر وہ تو ان کلمات ملعونہ سے حضرت بتول زہرا وعلی مرتضی اور خود حضور سید الانبیاء علیہ وعلیہم افضل الصلوۃ والسلام کا دل دکھا چکا ہے، اللہ واحد قہار کو ایذا دے چکا ہے، والذین یؤذون رسول اللہ لھم عذاب الیم ۲۔ ان الذین یؤذون اللہ ورسولہ لعنھم اللہ فی الدنیا والاخرۃ واعدلھم عذابا مھینا ۳۔ (۲۔ القرآن الکریم ۹/ ۶۱) (۳۔ القرآن الکریم ۳۳/ ۵۷)

اور جو رسول اللہ کو ایذا دیتے ہیں ان کے لئے دردناک عذاب ہے، بیشک جو ایذا دیتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو ان پر اللہ کی لعنت ہے دنیا اور آخرت میں اور اللہ نے ان کے لئے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔ (فتاوی رضویہ، جلد ۱۴، ص ۵۹۳۔ ۵۹۵ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(30) صحابہ اور اہل بیت کی اولاد کے درجات

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

جب عام صالحین کی صلاح ان کی نسل واولاد کو دین ودنیا وآخرت میں نفع دیتی ہے تو صدیق وفاروق وعثمان وعلی وجعفر وعباس وانصار کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی صلاح کا کیا کہنا۔ جن کی اولاد میں شیخ۔ صدیقی وفاروقی وعثمانی وعلوی وجعفری وعباسی وانصاری ہیں۔ یہ کیوں نہ اپنے نسب کریم سے دین ودنیا وآخرت میں نفع پائیں گے۔ پھر اللہ اکبر حضرات علیہ سادات کرام۔ اولاد امجاد حضرت خاتون جنت بتول زہرا کہ حضرت پرنور سید الصالحین سید العالمین سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بیٹے ہیں کہ ان کی شان تو ارفع واعلیٰ وبلند وبالا ہے ←

وملعون خارجی ہے۔

اللہ عزوجل فرماتا ہے: انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھر کم تطھیرا ۱؎۔ اللہ یہی چاہتا ہے کہ تم سے ناپاکی دور رکھے اے نبی کے گھر والو، اور تمہیں ستھرا کردے خوب پاک فرما کر۔ (۱؎ القرآن الکریم ۳۳/ ۳۳)

حدیث ۱۲۰: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

ان فاطمۃ احصنت فرجھا فحرمھا اللہ وذریتھا علی النار۔ رواہ تمام فی فوائدہ والبزار وابو یعلی والطبرانی ۲؎ والحاکم وصححہ عن ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

بے شک فاطمہ نے اپنی حرمت پر نگاہ رکھی تو اللہ تعالٰی نے اسے اور اس کی تمام نسل کو آگ پر حرام فرمادیا۔ اسے روایت کیا ہے تمام نے اپنی فوائد میں اور بزار، ابویعلٰی اور طبرانی اور حاکم نے اور اس کی تصحیح کی ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے۔

(۲؎ کنز العمال بحوالہ البزار ع طب ک عن ابن مسعود حدیث ۳۴۲۲۰ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/ ۱۰۸) (المستدرک للحاکم کتاب معرفۃ الصحابۃ زہد فاطمۃ رضی اللہ عنہما دارالفکر بیروت ۳/ ۱۵۲)

حدیث ۱۲۱: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم: سألت ربی ان لایدخل احدا من اھل بیتی النار فاعطانیھا۔ رواہ ابو القاسم ۳؎ بن بشران فی امالیہ عن عمران بن حصین رضی اللہ تعالٰی عنہ وعن الصحابۃ جمیعا۔

میں نے اپنے رب عزوجل سے مانگا کہ میرے اہل بیت سے کسی کو دوزخ میں نہ لے جائے۔ اس نے میری یہ مراد عطا فرمائی اس کو روایت کیا ہے ابوالقاسم بن بشران نے اپنی امالی میں عمران بن حصین رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اور تمام صحابہ سے۔

(۳؎ کنز العمال بحوالہ ابی القاسم بن بشران فی امالیہ حدیث ۳۴۱۴۹ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/ ۹۵)

حدیث ۱۲۲: رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حضرت بتول زہرا سے فرمایا: ان اللہ غیر معذبك ولا ولدك۔ رواہ الطبرانی ۱؎ بسند صحیح عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

بے شک اللہ تعالٰی نہ تجھے عذاب فرمائے گا نہ تیری اولاد کو۔ اس کو طبرانی نے بسند صحیح ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔

(۱؎ المعجم الکبیر حدیث ۱۱۶۸۵ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۱/ ۲۶۳)

حدیث ۱۲۳: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

انما سمیت فاطمۃ لان اللہ فطمھا وذریتھا عن النار یوم القیمۃ رواہ ابن عساکر ۲؎ عن ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

فاطمہ زہرا کا نام فاطمہ اس لئے ہوا کہ اللہ تعالٰی نے اسے اور اس کی نسل کو قیامت میں آگ سے محفوظ فرمادیا۔ اس کو روایت کیا ہے ابن عساکر نے ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے۔ (۲؎ فیض القدیر، تحت حدیث ۲۰۳، دارالمعرفۃ بیروت ۱/ ۱۶۸)

حضور اور اہلبیت سے محبت کرنے والے جنتی ہیں

حدیث ۱۲۴: عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ کریمہ ولسوف یعطیك ربك فترضی کی تفسیر میں فرماتے ہیں: من رضا ←

عقیدہ (۱۸): اُم المومنین خدیجۃ الکبریٰ، وام المؤمنین عائشہ صدیقہ، وحضرت سیّدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہن قطعی جنتی ہیں اور انھیں اور بقیہ بَنات مکرّمات وازواجِ مطہّرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کو تمام صحابیات پر فضیلت ہے۔

محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان لا یدخل احد من اہل بیتہ النار. رواہ ابن ۳؎ ابن جریر عنہ من طریق السدی.

یعنی اللہ عزوجل حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے وعدہ فرماتا ہے کہ بے شک عنقریب تمھارا رب اتنا دے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے۔ اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رضا یہ ہے کہ حضور کے اہل بیت سے کوئی شخص دوزخ میں نہ جائے۔ اسے روایت کیا ہے ابن جریر نے سدی کے حوالے سے عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے۔ (۳؎ جامع البیان (تفسیر ابن جریر) تحت آیۃ ولسوف یعطیک ربک فترضی المطبعۃ المیمنیۃ مصر ۳۰ / ۱۲۸) (الدرالمنثور بحوالہ ابن جریر عن السدی تحت آیۃ ولسوف یعطیک ربک فترضی مکتبۃ آیۃ اللہ قم ایران ۶ / ۳۶۱)

حدیث ۱۲۵: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

وعدنی ربی فی اہل بیتی من اقر منہم بالتوحید ولی بالبلاغ ان لا یعذبہم رواہ الحاکم ۱؎ عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ وصححہ ہو ثم ابن حجر فی صواعقہ. والحمد للہ رب العالمین.

میرے رب نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے کہ میرے اہل بیت سے جو شخص اللہ کی وحدانیت اور میری رسالت پر ایمان لائے گا اسے عذاب نہ فرمائے گا۔ اس کو روایت کیا ہے حاکم نے انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور اسے صحیح کہا، پھر ابن حجر نے اپنی صواعق میں۔ اور اللہ ہی کے لئے خوبیاں ہیں جو دونوں جہاں کا رب ہے۔ (۱؎ المستدرک للحاکم کتاب معرفۃ الصحابۃ دارالفکر بیروت ۳ / ۱۵۰)

حدیث ۱۲۶ و ۱۲۷: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: یا علی ان اول اربعۃ یدخلون الجنۃ انا وانت والحسن والحسین وذراریناخلف ظہورنا. رواہ ابن عساکر ۲؎ عن علی والطبرانی فی الکبیر عن ابی رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہما.

اے علی! سب میں پہلے وہ چار کہ جنت میں داخل ہوں گے میں ہوں اور تم، حسن اور حسین، اور ہماری ذریتیں۔ ہمارے پس پشت ہوں گی۔ اسے روایت کیا ہے ابن عساکر نے علی سے اور طبرانی نے کبیر میں ابی رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے۔

(۲؎ تہذیب تاریخ دمشق الکبیر ترجمہ حسین بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ داراحیاء التراث العربی بیروت ۴ / ۳۲۱) (کنز العمال بحوالہ طب عن محمد بن عبیداللہ حدیث ۳۴۲۰۵ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲ / ۱۰۴)

حدیث ۱۲۸: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

اول من یرد علی الحوض اہل بیتی ومن احبنی من امتی. رواہ الدیلمی ۳؎ عن علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ.

سب سے پہلے میرے پاس حوض کوثر پر آنے والے میرے اہل بیت ہیں اور میری امت سے میرے چاہنے والے۔ اسے روایت کیا ہے دیلمی نے علی کرم اللہ وجہہ سے۔ (۳؎ کنز العمال بحوالہ الدیلمی عن علی حدیث ۳۴۱۷۸ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲ / ۱۰۰)

حدیث ۱۲۹: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دعا کی:

اللہم انہم عترۃ رسولک فہب مسیئہم لمحسنہم وہبہم لی.

←

عقیدہ (۱۹): اِن کی طہارت کی گواہی قرآنِ عظیم نے دی۔

❀❀❀❀❀

الٰہی! وہ تیرے رسول کی آل ہیں تو ان کے بدکاران کے نکوکاروں کو دے ڈال اوران سب کو مجھے ہبہ فرمادے۔

پھر فرمایا: ففعل مولٰی تعالٰی نے ایسا ہی کیا۔ امیر المومنین نے عرض کی: ما فعل کیا کیا؟ فرمایا: فعلہ ربکم بکم ویفعلہ بمن بعدکم۔ رواہ الحافظ المحب ا الطبرانی عن امیر المومنین علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ۔ (ا۔ طبرانی)

یہ تمہارے ساتھ تمہارے رب نے کیا جو تمہارے بعد آنے والے ہیں ان کے ساتھ بھی ایسا ہی کرے گا اس کو روایت کیا حافظ محب طبرانی نے امیر المومنین مولا علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ سے۔ (فتاوی رضویہ، جلد ۱۴، ص ۲۴۳۔ ۲۴۷ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

ولایت کا بیان

ولایت ایک قربِ خاص ہے کہ مولیٰ عزوجل اپنے برگزیدہ بندوں کو محض اپنے فضل و کرم سے عطا فرماتا ہے(1)۔

---

(1) ولی

لفظ "وَلِیٌّ" وَلْیٌ یا وَلَایَۃٌ سے بنا ہے۔ وَلْیٌ کے معنی قرب اور ولایت کے معنی حمایت ہیں، لہٰذا وَلِیٌّ کے لغوی معنی قریب، والی، حمایتی ہیں۔ قرآن شریف میں یہ لفظ اتنے معنی میں استعمال ہوا ہے ا۔ دوست، ۲۔ قریب، ۳۔ مددگار، ۴۔ والی، ۵۔ وارث، ۶۔ معبود، ۷۔ مالک، ۸۔ ہادی

(1) اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوا الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّکٰوۃَ وَھُمْ رٰکِعُوْنَ ○

تمہارا دوست یا مددگار صرف اللہ اور اسکے رسول اور وہ مومن ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں اور زکوۃ دیتے ہیں اور رکوع کرتے ہیں۔

(پ6، المائدۃ:55)

(2) نَحْنُ اَوْلِیٰٓؤُکُمْ فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَۃِ

ہم ہی تمہارے دوست ہیں دنیا اور آخرت میں۔ (پ24، حٰم السجدۃ:31)

(3) فَاِنَّ اللّٰہَ ھُوَ مَوْلٰہُ وَجِبْرِیْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمَلٰٓئِکَۃُ بَعْدَ ذٰلِکَ ظَھِیْرٌ ○

پس نبی کا مددگار اللہ ہے اور جبریل اور نیک مومن اور اس کے بعد فرشتے مددگار ہیں۔ (پ28، التحریم:4)

(4) وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْکَ وَلِیًّا وَّاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْکَ نَصِیْرًا ○

پس بنا دے تو ہمارے لئے اپنے پاس سے والی اور بنا دے ہمارے لئے اپنے پاس سے مددگار۔ (پ5، النسآء:75)

(5) اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِھِمْ وَاَزْوَاجُہٗٓ اُمَّھٰتُھُمْ

نبی زیادہ قریب یا زیادہ مالک ہیں مسلمانوں کے بمقابلہ ان کی جانوں کے اور ان کی بیویاں ان کی مائیں ہیں۔ (پ21، الاحزاب:6)

ان آیتوں میں ولی کے معنی قریب، دوست، مددگار، مالک ہیں۔

(6) اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَھَاجَرُوْا وَجٰھَدُوْا بِاَمْوَالِھِمْ وَاَنْفُسِھِمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اُولٰٓئِکَ بَعْضُھُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ

بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت کی اور جہاد کیا اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے اللہ کی راہ میں اور وہ جنہوں نے جگہ دی اور مدد کی ان کے بعض بعض کے وارث ہیں (پ10، الانفال:72)

اس آیت میں ولی بمعنی وارث ہے کیونکہ شروع اسلام میں مہاجر و انصار ایک دوسرے کے وارث بنا دیئے گئے تھے۔ ←

(7) وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يُهَاجِرُوْا مَا لَكُمْ مِّنْ وَّلَايَتِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ حَتّٰى يُهَاجِرُوْا

اور جو ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت نہ کی انہیں ان کی وراثت سے کچھ نہیں یہاں تک کہ ہجرت کریں۔ (پ10، الانفال:72)

اس آیت میں بھی ولی سے مراد وارث ہے کیونکہ اول اسلام میں غیر مہاجر، مہاجر کا وارث نہ ہوتا تھا۔

(8) وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ

اور کافر بعض بعض کے وارث ہیں۔ (پ10، الانفال:73)

(9) وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ

رشتہ دار بعض بعض کے وارث ہیں (پ10، الانفال:75)

(10) فَهَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا ۝ يَّرِثُنِيْ وَيَرِثُ مِنْ اٰلِ يَعْقُوْبَ

تو مجھے اپنے پاس سے کوئی ایسا وارث دے جو میرا اور آل یعقوب کا وارث و جانشین ہو۔ (پ16، مریم:5،6)

ان آیات میں بھی ولی سے مراد وارث ہے جیسا کہ بالکل ظاہر ہے۔

(11) اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا اَوْلِيٰٓـــُٔهُمُ الطَّاغُوْتُ يُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ

اللہ تعالیٰ مومنوں کا حامی والی ہے کہ انہیں اندھیروں سے روشنی کی طرف نکالتا ہے اور کافروں کے حامی والی شیطان ہیں جو انہیں روشنی سے اندھیرے کی طرف نکالتے ہیں۔ (پ3، البقرۃ:257)

اس آیت میں ولی بمعنی حامی والی ہے، بعض آیات میں ولی بمعنی معبود آیا ہے ملاحظہ ہو:

(12) وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى

جنہوں نے اللہ کے سوا اور معبود بنالئے اور کہتے ہیں کہ نہیں پوجتے ہم ان کو مگر اس لئے کہ یہ ہمیں اللہ سے قریب کردیں۔

(پ23، الزمر:3)

جنہوں نے اللہ کے سوا اور معبود بنالئے اور کہتے ہیں کہ نہیں پوجتے ہم ان کو مگر اس لئے کہ یہ ہمیں اللہ سے قریب کردیں۔

اس آیت میں ولی بمعنی معبود ہے اس لئے آگے فرمایا گیا: مَا نَعْبُدُهُمْ۔

(13) اَفَحَسِبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنْ يَّتَّخِذُوْا عِبَادِيْ مِنْ دُوْنِيْٓ اَوْلِيَآءَ اِنَّآ اَعْتَدْنَا جَهَنَّمَ لِلْكٰفِرِيْنَ نُزُلًا ۝

تو کیا یہ کافر یہ سمجھتے ہیں کہ میرے سوا میرے بندوں کو معبود بنالیں بے شک ہم نے کافروں کی مہمانی کیلئے دوزخ تیار کر رکھی ہے۔

(پ16، الکہف:102)

اس آیت میں بھی ولی بمعنی معبود ہے۔ اس لئے ان ولی بنانے والوں کو کافر کہا گیا۔ کیونکہ کسی کو دوست اور مددگار بنانے سے انسان کافر نہیں ہوتا جیسا کہ پچھلی آیتوں سے معلوم ہوا ہے۔ معبود بنانے سے کافر ہوتا ہے: ←

نیز اعمالِ حسنہ اس عطیہ الٰہی کے لیے ذریعہ ہوتے ہیں اور بعضوں کو ابتداءً مل جاتی ہے۔

(14) مَثَلُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوْتِ اِتَّخَذَتْ بَيْتًا

ان کی مثال جنہوں نے خدا کے سوا کوئی معبود بنالیا مکڑی کی طرح ہے جس نے گھر بنایا۔(پ20،العنکبوت:41)

اس آیت میں بھی ولی بمعنی معبود ہے کہ یہاں کفار کی مذمت بیان ہورہی ہے اور کافر ہی دوسروں کو معبود بناتے ہیں۔

ولی اللہ، ولی من دون اللہ

ولی بمعنی دوست یا مددگار دو طرح کے ہیں ایک اللہ کے ولی، دوسرے اللہ کے مقابل ولی۔ اللہ کے ولی وہ ہیں جو اللہ سے قرب رکھتے ہیں اور اس کے دوست ہوں اور اسی وجہ سے دنیا والے انہیں دوست رکھتے ہیں ولی من دون اللہ کی دو صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ خدا کے دشمنوں کو دوست بنایا جائے جیسے کافروں یا بتوں یا شیطان کو، دوسرے یہ کہ اللہ کے دوستوں یعنی نبی، ولی کو خدا کے مقابل مددگار سمجھا جائے کہ خدا کا مقابلہ کرکے یہ ہمیں کام آئیں گے۔ ولی اللہ کو ماننا عین ایمان ہے اور ولی من دون اللہ بنانا عین کفر وشرک ہے۔ ولی اللہ کے لئے یہ آیت ہے:

(1) اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ۝

خبردار! اللہ کے دوست نہ ان پر خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہونگے وہ ہیں جو ایمان لائے اور پرہیز گاری کرتے ہیں۔

(پ11،یونس:63،62)

اس آیت میں ولی اللہ کا ذکر ہے۔

(2) لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ

مسلمان کافروں کو دوست نہ بنائیں مسلمانوں کے سوا۔(پ3،اٰل عمران:28)

(3) مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ۝

اللہ کے مقابل نہ تمہارا کوئی دوست ہے اور نہ مددگار(پ1،البقرۃ:107)

ان دو آیتوں میں ولی من دون اللہ کا ذکر ہے۔ پہلی آیت میں دشمنان خدا کو دوست بنانے کی ممانعت ہے۔ دوسری میں خدا کے مقابل دوست کی نفی ہے یعنی رب تعالیٰ کے مقابل دنیا میں کوئی مددگار نہیں نہ ولی، نہ پیر، نہ نبی۔ یہ حضرات جس کی مدد کرتے ہیں اللہ کے حکم اور اللہ کے ارادے سے کرتے ہیں۔

ولی یا اولیاء کے ان معانی کا بہت لحاظ رکھنا چاہیے۔ بے موقع ترجمہ بدعقیدگی کا باعث ہوتا ہے مثلاً۔ اگر نمبرا کی آیت اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ (المائدۃ:55) کا ترجمہ یہ کردیا جائے کہ تمہارے معبود اللہ، رسول اور مومنین ہیں شرک ہوگیا اور اگر وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ۝ (البقرۃ:۱۰۷) کے یہ معنی کردیے جائیں کہ خدا کے سوا کوئی مددگار نہیں تو کفر ہوگیا کیونکہ قرآن نے بہت سے مددگاروں کا ذکر فرمایا ہے اس آیت کا انکار ہوگیا۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے کافروں، ملعونوں کا کوئی مددگار نہیں۔ معلوم ہوا کہ مومنوں کے مددگار ہیں۔

(1) وَمَنْ يَّلْعَنِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ نَصِيْرًا ۝ ←

مسئلہ (۲): ولایت بے علم کو نہیں ملتی (2)، خواہ علم بطورِ ظاہر حاصل کیا ہو، یا اس مرتبہ پر پہنچنے سے پیشتر اللہ عزوجل نے اس پر علوم منکشف کر دیے ہوں۔

عقیدہ (۱): تمام اولیائے اوّلین و آخرین سے اولیائے محمدیّین یعنی اِس اُمت کے اولیاء افضل ہیں اور تمام اولیائے محمدیّین میں سب سے زیادہ معرفت وقربِ الٰہی میں خلفائے اَربعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہیں اور اُن میں ترتیب وہی ترتیب افضلیت ہے، سب سے زیادہ معرفت وقرب صدیقِ اکبر کو ہے، پھر فاروقِ اعظم، پھر ذوالنورین، پھر مولیٰ مرتضیٰ کو رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

ہاں مرتبہ تکمیل پر حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جانب کمالاتِ نبوت حضراتِ شیخین کو قائم فرمایا اور جانبِ کمالاتِ ولایت حضرت مولیٰ مشکل کشا کو تو جملہ اولیائے مابعد نے مولیٰ علی ہی کے گھر سے نعمت پائی اور انھیں کے دست نگر تھے، اور ہیں، اور رہیں گے۔

عقیدہ (۲): طریقت منافی شریعت نہیں۔ وہ شریعت ہی کا باطنی حصہ ہے، بعض جاہل مُتصوّف جو یہ کہہ دیا کرتے ہیں: کہ طریقت اور ہے شریعت اور (3)، محض گمراہی ہے اور اس زُعمِ باطل کے باعث اپنے آپ کو شریعت

اور جس پر خدا لعنت کر دے اس کے لئے مددگار کوئی نہیں پاؤ گے۔ (پ5، النسآء:52)

(2) وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ وَّلِيٍّ مِّنْۢ بَعْدِهٖ (پ25، الشوریٰ:44)

اور جسے اللہ گمراہ کردے اس کے پیچھے کوئی مددگار نہیں۔

(3) وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ وَلِيًّا مُّرْشِدًا ۝ (پ15، الکھف:17)

جسے اللہ گمراہ کردے اس کیلئے ہادی مرشد آپ نہ پائیں گے۔

(2) اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

عارف باللہ سیدی عبدالغنی نابلسی علیہ الرحمۃ حدیقہ ندیہ میں فرماتے ہیں کہ امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: علم باطن وہی جانتا ہے جو علم ظاہر جانتا ہے اور امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: اللہ نے کبھی کسی جاہل کو اپنا ولی نہ بنایا یعنی بنانا چاہا تو پہلے اسے علم دیدیا اس کے بعد ولی کیا۔ علم باطن، علم ظاہر ہی کا نتیجہ ہوتا ہے تو جو علم ظاہر نہیں رکھتا وہ علم باطن کیسے پاسکتا ہے اللہ تبارک وتعالیٰ کے متعلق بندوں کے لئے پانچ علم ہیں۔ (۱) علم ذات (۲) علم صفات (۳) علم اسماء (۴) علم افعال (۵) علم احکام۔ ان علوم میں ہر پہلا علم دوسرے کی بنسبت زیادہ مشکل ہے یعنی پہلا علم سب سے مشکل اور آخری علم سب سے آسان ہے تو جو سب سے آسان علم یعنی علم احکام حاصل کرنے سے عاجز ہوگا وہ سب سے مشکل علم ذات کس طرح حاصل کریگا۔ (فتاوی رضویہ، جلد ۲۱، ص ۵۳۹ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(3) اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

شریعت، طریقت، حقیقت، معرفت میں باہم اصلاً کوئی تخالف نہیں اس کا مدعی اگر بے سمجھے کہے تو نرا جاہل ہے اور سمجھ کر کہے تو ←

سے آزاد سمجھنا صریح کفر والحاد۔

مسئلہ (۳): اَحکامِ شرعیہ کی پابندی سے کوئی ولی کیسا ہی عظیم ہو، سُبکدوش نہیں ہوسکتا۔ بعض جہال جو یہ بک دیتے ہیں کہ شریعت راستہ ہے(4)، راستہ کی حاجت اُن کو ہے جو مقصود تک نہ پہنچے ہوں، ہم تو پہنچ گئے۔ سیّد الطائفہ حضرت جُنید بغدادی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے انھیں فرمایا:

صَدَقُوا لَقَدْ وَصَلُوا وَلٰكِنْ إِلٰى أَيْنَ؟ إِلَى النَّارِ. (5)

وہ سچ کہتے ہیں، بیشک پہنچے، مگر کہاں؟ جہنم کو۔

البتہ! اگر مجذوبیت سے عقلِ تکلیفی زائل ہوگئی ہو، جیسے غشی والا تو اس سے قلمِ شریعت اُٹھ جائے گا(6)،

گمراہ بددین، شریعت حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اقوال ہیں، اور طریقت حضور کے افعال، اور حقیقت حضور کے احوال، اور معرفت حضور کے علوم بے مثال، صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ الی مالا یزال (ان پر (یعنی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر) ان کی آل پر اور اصحابہ کرام پر اللہ تعالیٰ رحمت برسائے جب تک مولیٰ تعالیٰ فرمائے۔)

(فتاوی رضویہ، جلد ۲۱، ص ۴۵۹، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(4) اعلیٰ حضرت علیہ رحمۃ رب العزت مقال عرفا باعزاز شرع وعلما میں لکھتے ہیں:

عمرو کا دوسرا قول کہ طریقت اللہ تعالیٰ کی بارگاہ تک پہنچنے کا نام ہے محض پاگل پن اور جہالت ہے معمولی سا پڑھا لکھا آدمی بھی جانتا ہے کہ طریق، طریقہ، طریقت ان تینوں لفظوں کا معنی ہے راستہ، نہ کہ پہنچ جانا تو یقیناً طریقت بھی راستے ہی کا نام ہے۔ اب اگر وہ راستہ شریعت سے جدا ہو تو قرآن عظیم کی گواہی کے مطابق وہ اللہ تعالیٰ تک نہ پہنچائے گا بلکہ شیطان تک پہنچائے گا اور وہ راستہ جنت میں نہیں بلکہ جہنم میں لے جائے گا کیونکہ شریعت کے علاوہ تمام راہوں کو قرآن عظیم نے باطل ومردود قرار دیا تو لازمی طور پر ثابت ہوا کہ طریقت یہی شریعت ہے اور اسی روشن راہ کا ایک ٹکڑا ہے اور طریقت کا شریعت سے جدا ہونا ناممکن ہے جو اسے شریعت سے جدا مانتا ہے وہ طریقت کو خدا کا راستہ نہیں بلکہ ابلیس کا راستہ مانتا ہے۔ مگر صحیح وسچی طریقت ہرگز شیطان کا راستہ نہیں بلکہ وہ قطعی طور پر خدا عزوجل کا راستہ ہے جب طریقت خدا کا راستہ ہے تو یقیناً وہ شریعت مطہرہ ہی کا حصہ ہے۔

(۳) طریقت میں جو حقائق وغیرہ آدمی پر کھلتے ہیں وہ شریعت کی پیروی ہی کا صدقہ ہے ورنہ شریعت کی پیروی کے بغیر بڑے بڑے کشف تو راہبوں اور ہندو جوگیوں سنیاسیوں کو بھی ہوتے ہیں ان کے کشف انہیں کہاں لے جاتے ہیں اسی بھڑکتی آگ اور دردناک عذاب کی طرف لے جاتے ہیں۔ لھذا شریعت کی پیروی کے بغیر کسی کشف کا کوئی فائدہ نہیں۔ (مقال عرفا باعزاز شرع وعلما، ص ۵)

(5) الیواقیت والجواھر، المبحث السادس والعشرون، ص ۲۰۶:

(6) سالِک اور مجذُوب کے اَحکام

سُلوک کے معنی راستے پر چلنا ہے، اور راستے پر چلنے والے کو سالک کہتے ہیں۔ سالک! شریعت وطریقت دونوں کا جامع ہوتا ہے ←

....

وہ لطائفِ روحانی کی بیداری سے دَرَجہ بدَرَجہ ترقی کرتا ہے۔اُس وجہ سے اُس کے شعور کی سَکت (یعنی قوت) قائم رہتی ہے اور اسکا شعور مغلوب نہیں ہوتا۔ جبکہ مجذوب لطائف کی بیداری سے یکدم روحانیت کی بلند منزلوں میں مُستغرق ہو کر رہ جاتا ہے۔اُس کی شعوری صلاحیتیں مغلوب ہوجاتی ہیں،جس کی وجہ سے وہ ہوش وحواس سے بے نیاز ہوکر دنیاوی دلچسپیوں سے لاتعلق ہوجاتا ہے۔یعنی مجاذیب اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے وہ مخصوص بندے ہیں جنہیں دیگر مخلوق سے کوئی واسطہ وتعلق نہیں ہوتا۔وہ از خود نہ کھاتے ہیں نہ پیتے ہیں،نہ پہنتے ہیں نہ نہاتے ہیں،انہیں سردی گرمی،نفع ونقصان کی خبر تک نہیں ہوتی۔اگر کسی نے کھلادیا تو کھا پی لیا،پہنادیا تو پہن لیا،نہلادیا تو نہالیا،سردیوں میں بغیر کمبل چادر لئے شکون،گرمیوں میں لحاف اوڑھ لیں تو پرواہ نہیں۔یعنی مجذوب (بظاہر) ہوش میں نہیں ہوتا۔اسلئے وہ شریعت کا مُکلّف بھی نہیں ہوتا۔یعنی اس پر شرعی اَحکام لاگو نہیں ہوتے۔مگر وہ شرعی اَحکام کی مخالفت بھی نہیں کرتا۔

نقشِ قدم

حضرت شیخ محی الدین ابنِ عَرَبی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ ہر ولی کسی نہ کسی نبی علیہ السلام کے نقشِ قدم پر ہوتا ہے جیسے حضرت محبوب سبحانی سید قطب ربانی سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے: میں بدرِ کامل نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے قدمِ مبارک پر ہوں۔ اسی طرح حالتِ جذب والے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے نقشِ قدم پر ہیں۔مجذوب کو جذب کی کیفیت اللہ تعالیٰ کے قرب کے ذریعے حاصل ہوتی ہے یعنی مجذوب وہ شخص ہے جو اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی محبت میں گم ہوکر رہ جاتا ہے۔

عظمتِ مجاذیب

کتابوں میں اَولیاء کرام کے تذکرہ کے ساتھ ساتھ مجاذیب کا ذکرِ خیر بھی ملتا ہے۔ان کی تقلید نہیں کی جاسکتی لیکن ان کی عظمت و رِفعت کو صوفیاء کرام نے تسلیم کیا ہے۔

علامہ عبدالمصطفٰے اعظمی علیہ الرحمۃ نے مجذوب کی عظمت کو ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے،بخاری شریف کی ایک حدیث ہے کہ جس کے مصداق مجذوب اولیاء ہیں۔

حضور اکرم،نورِ مجسّم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ بہت سے ایسے لوگ ہیں جن کے بال الجھے ہوئے اور گرد وغبار میں اَٹے ہوئے ہوتے ہیں۔ایسے خستہ حال ہوتے ہیں کہ اگر وہ لوگوں کے دروازوں پر جائیں تو لوگ حقارت سے انہیں دھکا دے کر نکال دیں۔لیکن خدا کے دربار میں ان کی محبوبیت کا یہ عالم ہے کہ اگر وہ کسی بات کی قسم کھالیں تو پروردگارِ عالم عَزَّ وَجَلَّ ضرور ضرور اُن کی قسم پوری فرمادیتا ہے اور اُن کے منہ سے جو بات نکلتی ہے وہ پوری ہوکر رہتی ہے۔

(مشکاۃ المصابیح،کتاب الرقاق،باب فضل الفقراء،رقم ۵۲۳۱،ج ۲،ص ۱۱۸)

روحانی منازل

اعلیٰحضرت علیہ الرحمۃ مجذوبوں کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں! کہ وہ خود سلسلہ میں ہوتے ہیں۔مگر ان کا کوئی سلسلہ،پھر ان سے آگے نہیں چلتا۔یعنی مجذوب! اپنے سلسلہ میں منتہی (یعنی کامل) ہوتا ہے۔اپنا جیسا دوسرا مجذوب پیدا نہیں کرسکتا۔ ←

مگر یہ بھی سمجھ لو! جو اس قسم کا ہوگا، اُس کی ایسی باتیں کبھی نہ ہوں گی، شریعت کا مقابلہ کبھی نہ کریگا۔(7)

مسئلہ (۴): اولیائے کرام کو اللہ عزوجل نے بہت بڑی طاقت دی ہے، ان میں جو اصحابِ خدمت ہیں، اُن کو

وجہ غالباً یہ ہے! کہ مجذوب! مقام حیرت ہی میں فنا ہوجاتا ہے اور بقاء حاصل کرلیتا ہے۔ اسلئے اُس کی غیر کی طرف توجہ نہیں ہوتی۔

بعض لوگ پیدائشی مجذوب ہوتے ہیں، بعض پر روحانی منازل طے کرتے ہوئے کسی مرحلے پر جذب کی کیفیت طاری ہوجاتی ہے اور کچھ نفوسِ قُدسیہ غلبۂ شوق اور وُفورِ عشق سے زندگی کے آخری سالوں میں عالمِ استغراق میں چلے جاتے ہیں۔ (انوار رضا، ص ۲۴۳)

ظاہری اور باطنی شَرِیعت کی حقیقت

کچھ لوگ شَرِیعت کے خلاف عمل کرنے والوں، یعنی چرس اور بھنگ کے نشے میں دھت موالیوں کو، مجذوب یا فقیر کا نام دے کر، شَرِیعت کے خلاف عمل کو (معاذ اللہ) ان کیلئے جائز قرار دیتے ہیں۔ اور کہتے ہیں! یہ طریقت کا معاملہ ہے، یہ تو فقیری لائن ہے، ہر ایک کو سمجھ میں نہیں آسکتی۔ اگر ان لوگوں کو نماز نہ پڑھتا دیکھ کر پوچھا جائے تو (معاذ اللہ عَزَّ وَجَلَّ) کہتے ہیں کہ یہ ظاہری شَرِیعت، ظاہری لوگوں کیلئے ہے، ہم باطنی اجسام کے ساتھ خانہ کعبہ یا مدینے میں نماز پڑھتے ہیں تو یاد رکھیں! یہ گمراہی ہے اور جہنم میں لے جانے والا کام ہے۔ کیونکہ یہ معلوم ہونا ضروری ہے کہ باطنی شَرِیعت یعنی طریقت کا مکھن اسی ظاہری دُودھ سے پیدا ہوتا ہے اور باطنی علم اسی ظاہری علم سے عیاں ہوتا ہے۔ چنانچہ باطنی نماز یعنی نماز کا حُضور اسی ظاہری نماز میں کمالِ استغراق اور پوری محویت کا نام ہے۔ اسی سے اس کا ظُہور اور اسی نماز کی حسنِ ادائیگی سے ہی سینہ میں نُور اور باطنی سُرُور پیدا ہوتا ہے۔ شَرِیعت کے خلاف عمل کرنے والے جن گمراہ لوگوں کو ظاہری شَرِیعت کی پابندی کی تاب اور طاقت نہ ہو، ان کے لئے باطنی شَرِیعت کا حُصول کس طرح ممکن ہے۔ جن کے پاس دُودھ نہیں انہیں مکھن کہاں سے حاصل ہو۔ لہٰذا ایسے جاہل و بے عمل گمراہ لوگوں سے دُور رہنے میں ہی عافیت ہے۔

مگر یہ بات سے نادان لوگ مَدَنی ماحول سے وابستہ ہونے کے باوُجود شَرِیعت و طریقت سے ناواقفیت کی بنا پر نام نہاد فقیر یا بابا نما بہروپیوں کے ظاہری حلیے اور شُعبَدہ بازی سے متاثر ہوکر اُن کے عقیدت مند بن جاتے ہیں، جس بنا پر وہ جرائم پیشہ لوگ باآسانی انہیں اپنا شکار بنالیتے ہیں۔ (آدابِ مرشدِ کامل صفحہ ۲۰۱۔۲۰۵)

(7) سچے مجذوب

حضرت بوعلی شاہ قلندر پانی پتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ارشادِ گرامی ہے کہ مجذوب کی پہچان دُرُود شریف سے (بھی) ہوتی ہے۔ اس کے سامنے دُرُود پاک پڑھا جائے تو مُؤدَّب (یعنی باادب) ہوجاتا ہے۔

اعلیٰحضرت علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ سچے مجذوب کو اس طرح پہچانا جاسکتا ہے، کہ وہ کبھی بھی شَرِیعت مطہرہ کا مقابلہ نہیں کریگا۔ (جبکہ بظاہر وہ شرعی اَحکامات پر عمل کرتا نظر نہ آئے) یعنی باوُجود ہوش میں نہ ہونے کے، اس پر اگر شرعی اَحکام پیش کیے جائیں۔ تو نہ وہ انہیں رد کریگا، اور نہ انہیں چیلنج کریگا۔ (آدابِ مرشدِ کامل صفحہ ۲۱۵)

تصرّف کا اختیار دیا جاتا ہے، سیاہ، سفید کے مختار بنا دیے جاتے ہیں (8)، یہ حضرات نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سچے نائب ہیں، ان کو اختیارات وتصرفات حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی نیابت میں ملتے ہیں (9)، عُلوم ِغیبیہ ان

(8) تصرفِ اولیا اور مظلومیت حسین

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ بعض جہال ضعیف الایمان اس پر شک کرنے لگتے ہیں، اور اسی قبیل سے ہے جاہل وہابیوں کا اعتراض کہ اولیاء اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے کچھ قدرت رکھتے تو امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیوں ایسی مظلومی کے ساتھ شہید ہوجاتے، ایک اشارے میں یزید پلید کے لشکر کو کیوں نہ غارت فرمادیا۔ مگر یہ سفہاء نہیں جانتے کہ ان کی قدرت جو انہیں ان کے رب نے عطا فرمائی رضا وتسلیم وعبدیت کے ساتھ ہے نہ کہ معاذ اللہ جباری وسرکشی وخودسری کے ساتھ مقوقس بادشاہ مصر نے حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے امتحاناً پوچھا کہ جب تم انہیں نبی کہتے ہو تو انہوں نے دعا کر کے اپنی قوم کو کیوں نہ ہلاک فرمادیا جب انہوں نے ان کا شہر مکہ چھڑایا تھا، حاطب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: کیا تو عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو رسول نہیں مانتا انہوں نے دعا کر کے اپنی قوم کو کیوں نہ ہلاک کردیا جب انہوں نے انہیں پکڑا اور سولی دینے کا ارادہ کیا تھا؟ مقوقس بولا: انت حکیم جاء من عند حکیم ا، تم حکیم ہو کہ حکیم کامل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس سے آئے، رواہ البیہقی عن حاطب رضی اللہ تعالیٰ عنہ (اس کو بیہقی نے حاطب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔) (ا۔ دلائل النبوۃ للبیہقی باب ماجاء الی کتاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم المقوقس دارالکتب العلمیہ بیروت ۴/۳۹۶) (فتاویٰ رضویہ، جلد ۱۵، ص ۶۹۵ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(9) کرامات اولیاء اللہ حق ہیں

مُفسّرِ شہیر حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان علم القرآن میں فرماتے ہیں:

جو عجیب وغریب حیرت انگیز کام نبی (علیہ السلام) سے صادر ہو تو اگر نبوت کے ظہور سے پہلے صادر ہوا وہ ارہاص ہے۔ جیسے عیسیٰ علیہ السلام کا بچپن شریف میں کلام فرمانا یا ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو کنکروں، پتھروں کا بچپن میں سلام کرنا۔

اگر ظہور نبوت کے بعد ہو تو اسے معجزہ کہتے ہیں۔ جیسے موسیٰ علیہ السلام کا عصا اور ید بیضا۔ یا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا چاند کو چیرنا، سورج کو واپس لانا، اور جو ولی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) سے صادر ہو اسے کرامت کہتے ہیں اور جو عجیب وغریب کام کافر سے ہو وہ استدراج کہلاتا ہے۔ جیسے دجال کا پانی برسانا، مردے زندہ کرنا۔

ابھی تک اللہ عزوجل کے فضل وکرم سے مسلمانوں میں کوئی فرقہ ایسا پیدا نہیں ہوا جو معجزات کا انکار کرتا ہو۔ قادیانی صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات کا انکار کرتے ہیں وہ صرف اس لئے کہ ان کے مسیح موعود میں کوئی معجزہ نہیں۔ تو وہ کہتے ہیں کہ چونکہ اصلی مسیح میں کوئی معجزہ نہ تھا اس لئے ان کے مثل مسیح میں کوئی معجزہ نہیں، ورنہ معجزات کے وہ بھی قائل ہیں۔ خود قرآن کریم کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا معجزہ مانتے ہیں۔ ہاں بہت لوگ کرامات اولیاء اللہ کے منکر ہوگئے اور کہنے لگے کہ ساری کرامات گھڑے ہوئے قصے کہانی ہیں، قرآن سے ←

پر منکشف ہوتے ہیں، ان میں بہت کو مَا کَانَ وَمَا یَکُوْن اور تمام لوحِ محفوظ پر اطلاع دیتے ہیں، مگر یہ سب حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے واسطہ وعطا سے، بے وِساطتِ رسول کوئی غیرِ نبی کسی غیب پر مُطّلع نہیں ہوسکتا (10)۔

ثبوت نہیں۔ ہم وہ آیات قرآنیہ پیش کرتے ہیں جن میں کرامات کا صریحی ذکر ہے۔

(1) كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا قَالَ يٰمَرْيَمُ اَنّٰى لَكِ هٰذَا قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ

جب مریم کے پاس زکریا علیہ السلام آتے تو بے موسم پھل پاتے تو کہا اے مریم تمہارے پاس یہ کہاں سے آئے تو بولیں یہ رب کے پاس سے آئے ہیں۔ (پ3، ال عمران:37)

حضرت مریم بنی اسرائیل کی ولیہ ہیں ان کی کرامت یہ بیان ہوئی کہ مقفل کوٹھڑی میں بے موسم پھل انہیں غیب سے عطا ہوئے یہ کرامت ولی ہے۔

(2) وَلَبِثُوْا فِيْ كَهْفِهِمْ ثَلٰثَ مِائَةٍ سِنِيْنَ وَازْدَادُوْا تِسْعًا ○

اصحاب کہف غار میں تین سو برس ٹھہرے نو اوپر۔ (پ15، الکھف:25)

اصحاب کہف نبی نہیں بلکہ بنی اسرائیل کے ولی ہیں ان کی کرامت یہ بیان ہوئی کہ غار میں تین سو نو برس سوتے رہے۔ اتنا عرصہ بے غذا سونا اور فنا نہ ہونا کرامت ہے۔

(1) وَتَحْسَبُهُمْ اَيْقَاظًا وَّهُمْ رُقُوْدٌ وَّنُقَلِّبُهُمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَذَاتَ الشِّمَالِ وَكَلْبُهُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيْدِ

اور تم انہیں جاگتا سمجھو اور وہ سورہے ہیں اور ہم انہیں داہنی بائیں کروٹیں بدلتے ہیں اور ان کا کتا اپنی کلائیاں پھیلائے ہوئے غار کی چوکھٹ پر ہے۔ (پ15، الکھف:18)

اس آیت میں اصحاب کہف جو اولیاء ہیں۔ ان کی تین کراتیں بیان ہوئیں ایک تو جاگنے کی طرح اب تک سونا۔ دوسرے رب کی طرف سے کروٹیں بدلنا اور زمین کا ان کے جسموں کو نہ کھانا اور بغیر غذا باقی رہنا تیسرے ان کے کتے کا اب تک لیٹے رہنا یہ بھی ان کی کرامت ہے نہ کہ کتے کی۔

(2) قَالَ الَّذِيْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّرْتَدَّ اِلَيْكَ طَرْفُكَ

اور بولا وہ جس کے پاس کتاب کا علم تھا کہ میں تخت بلقیس آپ کے پاس لے آؤں گا آپ کے پلک جھپکنے سے پہلے۔ (پ19، النمل:40)

اس آیت میں آصف بن برخیا کی جو بنی اسرائیل کے نبی نہیں بلکہ ولی ہیں کئی کرامتیں بیان ہوئیں۔ بغیر کسی کے پوچھے یمن پہنچ جانا۔ وہاں سے اتنا وزنی تخت لے آنا اور یہ دور دراز سفر شام سے یمن تک جانا آنا ایک آن میں طے کرلینا۔ (علم القرآن صفحہ ۱۸۸۔۱۸۹)

(10) غیب کی تعریف

مُفسّرِ شہیر حکیم الأمّت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان "تفسیر نعیمی" میں فرماتے ہیں: غیب کے (لفظی) معنی غائب یعنی چھپی ہوئی چیز۔ اِصطلاح (یعنی مخصوص۔ مُرادی معنی) میں غیب وہ چیز کہلاتی ہے جو کہ ظاہری باطنی حواس (یعنی محسوس کرنے کی قوتوں) اور عقل سے چھپی ہو یعنی نہ تو آنکھ، ناک، کان وغیرہ سے معلوم ہو سکے اور نہ غور وفکر سے عقل میں آسکے۔ (تفسیر نعیمی ج ۱ ص ۱۲۱) مثلاً جنت ←

....

ہمارے لیے اِس وقت غیب ہے کیونکہ اِس کو ہم حواس (یعنی آنکھ، ناک، کان وغیرہ) سے معلوم ہی نہیں کر سکتے۔ غیب وہ ہے جو ہم سے پوشیدہ ہو اور ہم اپنے حواسِ خمسہ یعنی دیکھنے، سُننے، سونگھنے، چکھنے اور چُھونے سے جان نہ سکیں اور غور و فکر سے عقل اُسے معلوم نہ کر سکے۔

(مُلَخَّص از تفسیر بیضاوی ج ا ص ۱۱۶ وغیرہ)

علمِ غیب کے متعلق اکابرینِ امت کے اقوال

فیضانِ انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے اولیائے عُظام رحمہم اللہ السلام کو بھی علمِ غیب عطا کیا جاتا ہے چُنانچہ اِس ضمن میں اکابرینِ اُمّت کے اقوال مُلاحظہ فرمایئے: حضرتِ علامہ علی قاری علیہ رحمۃ اللہ الباری فرماتے ہیں: ہمارا عقیدہ ہے کہ بندہ ترقّی مقامات پا کر صفتِ رُوحانی تک پہنچتا ہے اُس وقت اُسے علمِ غیب حاصل ہوتا ہے۔ (مرقاۃ المفاتیح ج ا ص ۱۲۸) مزید ایک اور مقام پر لکھتے ہیں: نورِ ایمان کی قُوّت بڑھنے سے بندہ حقائقِ اشیاء (یعنی چیزوں کی حقیقتوں) پر مُطّلع ہوتا ہے اور اُس پر نہ صرف غیب بلکہ غیبُ الغیب یعنی غیب کا غیب بھی روشن ہو جاتا ہے۔ (ایضاً ص ۱۱۹)

امام ابنِ حَجَر علَیہِ رَحمۃُ اللّٰہِ الاکبر فرماتے ہیں: اولیاء کو کسی واقعے یا وقائع (یعنی واقعات) میں علمِ غیب حاصل ہوتا ہے یہ بالکل دُرست ہے، ان میں سے کافی حضرات سے ایسا ظاہر ہو کر مُشتَہَر (مُش۔تَ۔ہَر یعنی مشہور بھی) ہوا۔ (اعلام بقواطع الاسلام ص ۳۵۹)

سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ کے امام حضرت سیِّدُنا عزیزان علیہ رحمۃ الحنان فرمایا کرتے: ''اس گروہ اولیا کی نظر میں زمین دسترخوان کی طرح ہے۔'' (نفحات الانس ص ۳۸۷) یعنی جس طرح دسترخوان کی ہر چیز نظر آجاتی ہے اِسی طرح زمین کی ہر چیز اُن کو دکھائی دیتی ہے۔ حضرت خواجہ بہاؤالحق والدین نقشبندی علیہ رحمۃ اللہ القوی یہ قول نقل کر کے فرماتے:

''ہم کہتے ہیں کہ (زمین ان کے لئے) ناخن کی سطح کی طرح ہے، کوئی چیز اُن کی نظر سے غائب نہیں۔'' (ایضاً ص ۳۸۷۔۳۸۸)

مُفَسِّرِ شہیر حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان تفسیر نعیمی جلد 4 صَفحہ 371 پر ''تفسیر روح المعانی'' کے حوالے سے لکھتے ہیں: ''بعض اہلِ کشف اولیاء اللہ بھی غُیُوب (یعنی غیبوں) پر مُطّلع کئے جاتے ہیں مگر نبی کے واسطے سے، بِلا واسطہ نہیں۔''

(روح المعانی ج ۴ ص ۴۷۵)

ہمارے غوثِ اعظم علیہ رحمۃ اللہ الاکرم ''قصیدۂ غوثیہ'' میں فرماتے ہیں:۔

نَظَرْتُ اِلٰی بِلَادِ اللّٰہِ جَمْعًا ۔۔۔ کَخَرْدَلَۃٍ عَلٰی حُکْمِ اتِّصَالِیْ

(ترجمہ: میں نے اللہ عزوجل کے سارے شہروں کو اس طرح دیکھ لیا جیسے رائی کے چند دانے ملے ہوئے ہوں)

حضرتِ سیِّدُنا شیخ عبدالحق مُحدِّث دہلوی علیہ رحمۃ اللہ القوی نے ''اخبار الاخیار'' صَفحہ 15 پر حُضُور غوث الاعظم علیہ رحمۃ اللہ الاکرم کا یہ ارشادِ معظّم نقل کیا ہے: ''اگر شریعت نے میرے منہ میں لگام نہ ڈالی ہوتی تو میں تمہیں بتا دیتا کہ تم نے گھر میں کیا کھایا ہے اور کیا رکھا ہے، میں تمہارے ظاہر و باطن کو جانتا ہوں کیونکہ تم میری نظر میں آر پار نظر آنے والے شیشے (یعنی کانچ) کی طرح ہو۔'' حضرتِ مولانا رُوم علَیہِ رَحمۃُ اللّٰہِ القیوم مثنوی شریف میں فرماتے ہیں:

←

عقیدہ (۳): کراماتِ اولیا حق ہے، اس کا منکر گمراہ ہے۔(11)

لوحِ محفوظ است پیشِ اولیاء — از چہ محفوظ است محفوظ از خطا

(یعنی لوحِ محفوظ اولیاء اللہ رَحِمَہُمُ اللّٰہُ تعالیٰ کے پیشِ نظر ہوتی ہے جو کہ ہر خطا سے محفوظ ہوتی ہے)

شاہ عبدالعزیز محدِّث دہلوی علیہ رحمۃ اللہ القوی تفسیرِ عزیزی میں ''سورۃ الجن'' کی تفسیر میں لکھتے ہیں: ''لوحِ محفوظ کی خبر رکھنا اور اُس کی تحریر دیکھنا بعض اولیاء اللہ سے بطریقِ تواتر (یعنی تسلسل کے ساتھ) منقول ہے۔'' (نیکی کی دعوت صفحہ ۳۷۴۔۳۷۶)

(11) تحقیق کرامات

زمانہ نبوت سے آج تک کبھی بھی اس مسئلہ میں اہلِ حق کے درمیان اختلاف نہیں ہوا کہ اولیاء کرام کی کراماتیں حق ہیں اور ہر زمانے میں اللہ والوں کی کرامتوں کا صدور وظہور ہوتا رہا اور ان شاء اللہ عزوجل قیامت تک کبھی بھی اس کا سلسلہ منقطع نہیں ہوگا، بلکہ ہمیشہ اولیاء کرام سے کرامات صادر وظاہر ہوتی ہی رہیں گی۔

اور اس مسئلہ کے دلائل میں قرآن مجید کی مقدس آیتیں اور احادیث کریمہ نیز اقوالِ صحابہ وتابعین کا اتنا بڑا خزانہ اوراقِ کتب میں محفوظ ہے کہ اگر ان سب پراگندہ موتیوں کو ایک لڑی میں پرو دیا جائے تو ایک ایسا گراں قدر وبیش قیمت ہار بن سکتا ہے جو تعلیم وتعلم کے بازار میں نہایت ہی انمول ہوگا اور اگر ان منتشر اوراق کو صفحاتِ قرطاس پر جمع کر دیا جائے تو ایک ضخیم وعظیم دفتر تیار ہو سکتا ہے۔

کرامت کیا ہے

مؤمن متقی سے اگر کوئی ایسی نادر الوجود وتعجب خیز چیز صادر وظاہر ہو جائے جو عام طور پر عادتاً نہیں ہوا کرتی تو اس کو کرامت کہتے ہیں۔ اسی قسم کی چیزیں اگر انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام سے اعلانِ نبوت کرنے سے پہلے ظاہر ہوں تو ارہاص اور اعلانِ نبوت کے بعد ہوں تو معجزہ کہلاتی ہیں اور اگر عام مؤمنین سے اس قسم کی چیزوں کا ظہور ہو تو اس کو معونت کہتے ہیں اور کسی کافر سے کبھی اس کی خواہش کے مطابق اس قسم کی چیز ظاہر ہو جائے تو اس کو استدراج کہا جاتا ہے۔ (النبراس شرح شرح العقائد، اقسام الخوارق سبعۃ، ص ۲۷۲ ملخصاً)

معجزہ اور کرامت

اوپر ذکر کی ہوئی تفصیل سے معلوم ہو گیا کہ معجزہ اور کرامت دونوں کی حقیقت ایک ہی ہے۔ بس دونوں میں فرق صرف اس قدر ہے کہ خلافِ عادت وتعجب خیز چیزیں اگر کسی نبی کی طرف سے ظہور پذیر ہوں تو یہ معجزہ کہلائیں گی اور اگر ان چیزوں کا ظہور کسی ولی کی جانب سے ہو تو ان کو کرامت کہا جائے گا۔ چنانچہ حضرت امام یافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی کتاب نشر المحاسن الغالیہ میں تحریر فرمایا ہے کہ امام الحرمین وابوبکر باقلانی وابوبکر بن فورک وحجۃ الاسلام امام غزالی وامام فخر الدین رازی وناصر الدین بیضاوی ومحمد بن عبدالملک سلمی وناصر الدین طوسی وحافظ الدین نسفی وابوالقاسم قشیری ان تمام اکابر علماء اہل سنت ومحققین ملت نے متفقہ طور پر یہی تحریر فرمایا کہ معجزہ اور کرامت میں یہی فرق ہے کہ خوارقِ عادات کا صدور وظہور کسی نبی کی طرف سے ہو تو اس کو معجزہ کہا جائے گا اور اگر کسی ولی کی طرف سے ہو تو اس کو کرامت کے نام سے یاد کیا جائے گا حضرت امام یافعی نے ان دس اماموں کے نام اور ان کی کتابوں کی عبارتیں نقل فرمانے کے بعد یہ ارشاد فرمایا کہ ان اماموں کے علاوہ دوسرے بزرگانِ ملت نے بھی یہی فرمایا ہے، لیکن علم وفضل اور تحقیق وتدقیق کے ان پہاڑوں کے نام ذکر کر دینے کے بعد مزید

مسئلہ (۵): مُردہ زندہ کرنا، مادر زاد اندھے اور کوڑھی کو شفا دینا، مشرق سے مغرب تک ساری زمین ایک قدم میں طے کر جانا، غرض تمام خوارقِ عادات (خلافِ عادات)، اولیاء سے ممکن ہیں، سوا اس معجزہ کے جس کی بابت دوسروں کے

محققین کے ناموں کے ذکر کی کوئی ضرورت نہیں۔

(حجۃ اللہ علی العالمین، الخاتمۃ فی اثبات کرامات الاولیاء... الخ، المطلب الاول فی تجویز الکرامۃ للاولیاء... الخ، ص ۶۰۴)

معجزہ ضروری، کرامت ضروری نہیں

معجزہ اور کرامت میں ایک فرق یہ بھی ہے کہ ہر ولی کے لیے کرامت کا ہونا ضروری نہیں ہے، مگر ہر نبی کے لیے معجزہ کا ہونا ضروری ہے، کیونکہ ولی کے لیے یہ لازم نہیں ہے کہ وہ اپنی ولایت کا اعلان کرے یا اپنی ولایت کا ثبوت دے، بلکہ ولی کے لیے تو یہ بھی ضروری نہیں ہے کہ وہ خود بھی جانے کہ میں ولی ہوں۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ بہت سے اولیاء اللہ ایسے بھی ہوئے کہ انکو اپنے بارے میں یہ معلوم ہی نہیں ہوا کہ وہ ولی ہیں۔ بلکہ دوسرے اولیاء کرام نے اپنے کشف وکرامت سے انکی ولایت کو جانا پہچانا اور ان کے ولی ہونے کا چرچا کیا، مگر نبی کے لیے اپنی نبوت کا اثبات ضروری ہے اور چونکہ انسانوں کے سامنے نبوت کا اثبات بغیر معجزہ دکھائے ہو نہیں سکتا، اس لیے ہر نبی کے لیے معجزہ کا ہونا ضروری اور لازمی ہے۔

کرامت کی قسمیں

اولیاء کرام سے صادر وظاہر ہونے والی کرامتیں کتنی اقسام کی ہیں اوران کی تعداد کتنی ہے؟ اس بارے میں علامہ تاج الدین سبکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی کتاب طبقات میں تحریر فرمایا کہ میرے خیال میں اولیاء کرام سے جتنی قسموں کی کرامتیں صادر ہوئی ہیں ان قسموں کی تعداد ایک سو سے بھی زائد ہے۔ اس کے بعد علامہ موصوف الصدر نے قدرے تفصیل کے ساتھ کرامت کی پچیس قسموں کا بیان فرمایا ہے جن کو ہم ناظرین کی خدمت میں کچھ مزید تفصیل کے ساتھ پیش کرتے ہیں۔

(۱) مردوں کو زندہ کرنا

یہ وہ کرامت ہے کہ بہت سے اولیائے کرام سے اس کا صدور ہو چکا ہے۔

چنانچہ روایات صحیحہ سے ثابت ہے کہ ابو عبید بسری جو اپنے دور کے مشاہیر اولیاء میں سے ہیں ایک مرتبہ جہاد میں تشریف لے گئے۔ جب انہوں نے وطن کی طرف واپسی کا ارادہ فرمایا تو ناگہاں ان کا گھوڑا مرگیا، مگر ان کی دعا سے اچانک ان کا مرا ہوا گھوڑا زندہ ہو کر کھڑا ہو گیا اور وہ اس پر سوار ہو کر اپنے وطن بسر پہنچ گئے اور خادم کو حکم دیا کہ اس کی زین اور لگام اتار لے۔ خادم نے جوں ہی زین اور لگام کو گھوڑے سے جدا کیا فوراً ہی گھوڑا مر کر گر پڑا۔

(حجۃ اللہ علی العالمین، الخاتمۃ فی اثبات کرامات الاولیاء... الخ، المطلب الثانی فی انواع الکرامات، ص ۶۰۸)

اسی طرح حضرت شیخ مفرج جو علاقہ مصر میں صعید کے باشندہ تھے، ان کے دسترخوان پر ایک پرندہ کا بچہ بھنا ہوا رکھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ تو خدا تعالیٰ کے حکم سے اڑ کر چلا جا۔ ان الفاظ کا ان کی زبان سے نکلنا تھا کہ ایک لمحہ میں وہ پرندہ کا بچہ زندہ ہو گیا اور اڑ کر چلا گیا۔

(حجۃ اللہ علی العالمین، الخاتمۃ فی اثبات کرامات الاولیاء... الخ، المطلب الثانی فی انواع الکرامات، ص ۶۰۸ ملخصا) ←

لیے ممانعت ثابت ہو چکی ہے۔ جیسے قرآن مجید کے مثل کوئی سورت لے آنا یا دنیا میں بیداری میں اللہ عزوجل کے دیدار

اسی طرح حضرت شیخ اہدل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی مری ہوئی بلی کو پکارا تو وہ دوڑتی ہوئی شیخ کے سامنے حاضر ہو گئی۔

(حجۃ اللہ علی العالمین، الخاتمۃ فی اثبات کرامات الاولیاء۔۔۔الخ، المطلب الثانی فی انواع الکرامات، ص۶۰۸ ملخصاً)

اسی طرح حضرت غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے دسترخوان پر پکی ہوئی مرغی کو تناول فرما کر اس کی ہڈیوں کو جمع فرمایا اور یہ ارشاد فرمایا کہ اے مرغی! تو اس اللہ تعالیٰ کے حکم سے زندہ ہو کر کھڑی ہو جا جو سڑی گلی ہڈیوں کو زندہ فرمائے گا۔ زبان مبارک سے ان الفاظ کے نکلتے ہی مرغی زندہ ہو کر چلنے پھرنے لگی۔

(حجۃ اللہ علی العالمین، الخاتمۃ فی اثبات کرامات الاولیاء۔۔۔الخ، المطلب الثانی فی انواع الکرامات، ص۶۰۹ ملخصاً)

اسی طرح حضرت شیخ زین الدین شافعی مدرس مدرسہ شامیہ نے اس بچے کو جو مدرسہ کی چھت سے گر کر مر گیا تھا، زندہ کر دیا۔

(حجۃ اللہ علی العالمین، الخاتمۃ فی اثبات کرامات الاولیاء۔۔۔الخ، المطلب الثانی فی انواع الکرامات، ص۶۰۹ ملخصاً)

اسی طرح عام طور پر یہ مشہور ہے کہ بغداد شریف میں چار بزرگ ایسے ہوئے جو مادرزاد اندھوں اور کوڑھیوں کو خدا تعالیٰ کے حکم سے شفا دیتے تھے اور اپنی دعاؤں سے مردوں کو زندہ کر دیتے تھے۔ شیخ ابو سعد قیلوی و شیخ بقا بن بطو و شیخ علی بن ابی نصر ہیتی و شیخ عبدالقادر جیلانی۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم (بہجۃ الاسرار، ذکر فصول من کلامہ مرصعاً بشیئ۔۔۔الخ، ص۱۲۴)

(۲) مردوں سے کلام کرنا

کرامت کی یہ قسم بھی حضرت شیخ ابو سعید خراز اور حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما وغیرہ بہت سے اولیاء کرام سے بارہا اور بکثرت منقول ہے۔ (حجۃ اللہ علی العالمین، الخاتمۃ فی اثبات کرامات الاولیاء۔۔۔الخ، المطلب الثانی فی انواع الکرامات، ص۶۰۹)

شیخ علی بن ابی نصر ہیتی کا بیان ہے کہ میں شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ہمراہ حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مزار مبارک پر گیا اور انہوں نے سلام کیا تو قبر انور سے آواز آئی کہ وعلیک السلام یا سید اھل الزمان۔

(بہجۃ الاسرار، ذکر کلمات اخبر بھا عن نفسہ محدثا۔۔۔الخ، ص۵۳)

شیخ علی بن ابی نصر ہیتی اور بقا بن بطو، یہ دونوں بزرگ حضرت غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ساتھ حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مزار پر انوار پر حاضر ہوئے تو ناگہاں حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ قبر شریف سے باہر نکل آئے اور فرمایا کہ اے عبدالقادر جیلانی! رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ میں علم شریعت و طریقت اور علم قال و حال میں تمہارا محتاج ہوں۔

(بہجۃ الاسرار، ذکر علمہ وتسمیۃ بعض۔۔۔الخ، ص۲۲۶ ملخصاً)

(۳) دریاؤں پر تصرف

دریا کا پھٹ جانا، دریا کا خشک ہو جانا، دریا پر چلنا بہت سے اولیاء کرام سے ان کرامتوں کا ظہور ہوا، بالخصوص سید المتأخرین حضرت تقی الدین بن دقیق العید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے لئے تو ان کرامتوں کا بار بار ظہور عام طور پر مشہور خلائق ہے۔

(حجۃ اللہ علی العالمین، الخاتمۃ فی اثبات کرامات الاولیاء۔۔۔الخ، المطلب الثانی فی انواع الکرامات، ص۶۰۹ ملخصاً)

یا کلامِ حقیقی سے مشرف ہونا، اِس کا جو اپنے یا کسی ولی کے لیے دعویٰ کرے، کافر ہے۔

(۴) انقلاب ماہیت

کسی چیز کی حقیقت کا ناگہاں بدل جانا یہ کرامت بھی اکثر اولیاء کرام سے منقول ہے۔ چنانچہ شیخ عیسیٰ ہتار یمنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس بطور مذاق کے کسی بدباطن نے شراب سے بھری ہوئی دو مشکیں تحفہ میں بھیج دیں۔ آپ نے دونوں مشکوں کا منہ کھول کر ایک کی شراب کو دوسری میں انڈیل دیا۔ پھر حاضرین سے فرمایا کہ آپ لوگ اس کو تناول فرمائیں حاضرین نے کھایا تو اتنا نفیس اور اس قدر عمدہ گھی تھا کہ عمر بھر لوگوں نے اتنا عمدہ گھی نہیں کھایا۔ (حجۃ اللہ علی العالمین، الخاتمۃ فی اثبات کرامات الاولیاء... الخ، المطلب الثانی فی انواع الکرامات، ص ۶۰۹ ملخصاً)

(۵) زمین کا سمٹ جانا

سینکڑوں ہزاروں میل کی مسافت کا چند لمحوں میں طے ہونا یہ کرامت بھی اس قدر زیادہ اللہ والوں سے منقول ہے کہ اس کی روایات حدِ تواتر تک پہنچی ہوئی ہیں۔ چنانچہ طرسوس کی جامع مسجد میں ایک ولی تشریف فرما تھے۔ اچانک انہوں نے اپنا سر گریبان میں ڈالا اور پھر چند لمحوں میں گریبان سے سر نکالا تو وہ ایک دم حرم کعبہ میں پہنچ گئے۔

(حجۃ اللہ علی العالمین، الخاتمۃ فی اثبات کرامات الاولیاء... الخ، المطلب الثانی فی انواع الکرامات، ص ۶۰۹ ملخصاً)

(۶) نباتات سے گفتگو

بہت سے حیوانات و نباتات اور جمادات نے اولیاء کرام سے گفتگو کی جن کی حکایات بکثرت کتابوں میں مذکور ہیں چنانچہ حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بیت المقدس کے راستہ میں ایک چھوٹے سے انار کے درخت کے سایہ میں اتر پڑے تو اس درخت نے بآواز بلند کہا کہ اے ابواسحاق! آپ مجھے یہ شرف عطا فرمایئے کہ میرا ایک پھل کھا لیجئے، اس درخت کا پھل کھٹا تھا، مگر درخت کی تمنا پوری کرنے کیلئے آپ نے اس کا ایک پھل توڑ کر کھایا، تو وہ نہایت ہی میٹھا ہو گیا۔ اور آپ کی برکت سے وہ سال میں دو بار پھلنے لگا اور وہ درخت اس قدر مشہور ہو گیا کہ لوگ اس کو رُمَّانَۃُ الْعَابِدِیْن (عابدوں کا انار) کہنے لگے۔

(حجۃ اللہ علی العالمین، الخاتمۃ فی اثبات کرامات الاولیاء... الخ، المطلب الثانی فی انواع الکرامات، ص ۶۰۹ ملخصاً)

(۷) شفائے امراض

اولیائے کرام کے لیے اس کرامت کا ثبوت بھی بکثرت کتابوں میں مرقوم ہے، چنانچہ حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا بیان ہے کہ ایک پہاڑ پر میں نے ایک ایسے بزرگ سے ملاقات کی جو اپاہجوں، اندھوں اور دوسرے قسم قسم کے مریضوں کو خدا عزوجل کے حکم سے شفایاب فرماتے تھے۔ (2) (حجۃ اللہ، ج ۲، ص ۸۵۷)

(حجۃ اللہ علی العالمین، الخاتمۃ فی اثبات کرامات الاولیاء... الخ، المطلب الثانی فی انواع الکرامات، ص ۶۰۹ ملخصاً)

(۸) جانوروں کا فرماں بردار ہو جانا

بہت سے بزرگوں نے اپنی کرامت سے خطرناک درندوں کو اپنا فرمانبردار بنا لیا تھا۔ چنانچہ حضرت ابوسعید بن ابی الخیر میہنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے شیروں کو اپنا اطاعت گزار بنا رکھا تھا اور دوسرے بہت سے اولیاء شیروں پر سواری فرماتے تھے جن کی حکایات ←

مشہور ہیں ... المطلب الثانی فی انواع

الکرامات، ص۶۰۹ ملخصاً)

(۹) زمانہ کا مختصر ہو جانا

یہ کرامت بہت سے بزرگوں سے منقول ہے کہ ان کی صحبت میں لوگوں کو ایسا محسوس ہوا کہ پورا دن اس قدر جلدی گزر گیا کہ گویا گھنٹہ دو گھنٹہ کا وقت گزرا ہے۔ (المرجع السابق، ص۶۱۰ ملخصاً)

(۱۰) زمانہ کا طویل ہو جانا

اس کرامت کا ظہور سینکڑوں علماء و مشائخ سے اس طرح ہوا کہ ان بزرگوں نے مختصر سے مختصر وقتوں میں اس قدر زیادہ کام کر لیا کہ دنیا والے اتنا کام مہینوں بلکہ برسوں میں بھی نہیں کر سکتے۔ چنانچہ امام شافعی و حجۃ الاسلام امام غزالی و علامہ جلال الدین سیوطی و امام الحرمین شیخ محی الدین نووی وغیرہ۔ علماء دین نے اس قدر کثیر تعداد میں کتابیں تصنیف فرمائی ہیں کہ اگر ان کی عمروں کا حساب لگایا جائے تو روزانہ اتنے زیادہ اوراق ان بزرگوں نے تصنیف فرمائے ہیں کہ کوئی اتنے زیادہ اوراق کو اتنی قلیل مدت میں نقل بھی نہیں کر سکتا، حالانکہ یہ اللہ والے تصنیف کے علاوہ دوسرے مشاغل بھی رکھتے تھے اور نفلی عبادتیں بھی بکثرت کرتے رہتے تھے۔ اسی طرح منقول ہے کہ بعض بزرگوں نے دن رات میں آٹھ آٹھ ختم قرآن مجید کی تلاوت کر لی ہے۔ ظاہر ہے کہ ان بزرگوں کے اوقات میں اس قدر اور اتنی زیادہ برکت ہوئی ہے کہ جس کو کرامت کے سوا اور کیا کہا جا سکتا ہے؟

(حجۃ اللہ علی العالمین، الخاتمۃ فی اثبات کرامات الاولیاء۔۔۔الخ، المطلب الثانی فی انواع الکرامات، ص۶۱۰ ملخصاً)

(۱۱) مقبولیت دعا

یہ کرامت بھی بہت زیادہ بزرگوں سے منقول ہے۔

(حجۃ اللہ علی العالمین، الخاتمۃ فی اثبات کرامات الاولیاء۔۔۔الخ، المطلب الثانی فی انواع الکرامات، ص۶۰۹)

(۱۲) خاموشی و کلام پر قدرت

بعض بزرگوں نے برسوں تک کسی انسان سے کلام نہیں کیا اور بعض بزرگوں نے نمازوں اور ضروریات کے علاوہ کئی کئی دنوں تک مسلسل وعظ فرمایا اور درس دیا ہے۔ (حجۃ اللہ علی العالمین، الخاتمۃ فی اثبات کرامات الاولیاء۔۔۔الخ، المطلب الثانی فی انواع الکرامات، ص۶۰۹)

(۱۳) دلوں کو اپنی طرف کھینچ لینا

سینکڑوں اولیائے کرام سے یہ کرامت صادر ہوئی کہ جن بستیوں یا مجلسوں میں لوگ ان سے عداوت و نفرت رکھتے تھے۔ جب ان حضرات نے وہاں قدم رکھا تو ان کی توجہات سے ناگہاں سب کے دل ان کی محبت سے لبریز ہو گئے اور سب کے سب پروانوں کی طرح ان کے قدموں پر نثار ہونے لگے۔ (حجۃ اللہ علی العالمین، الخاتمۃ فی اثبات کرامات الاولیاء۔۔۔الخ، المطلب الثانی فی انواع الکرامات، ص۶۰۹ ملخصاً) ←

....

(۱۴) غیب کی خبریں

اس کی بے شمار مثالیں موجود ہیں کہ اولیاء کرام نے دلوں میں چھپے ہوئے خیالات وخطرات کو جان لیا اور لوگوں کو غیب کی خبریں دیتے رہے اوران کی پیش گوئیاں سو فیصدی صحیح ہوتی رہیں۔

(حجۃ اللہ علی العالمین، الخاتمۃ فی اثبات کرامات الاولیاء۔۔۔الخ، المطلب الثانی فی انواع الکرامات، ص۶۰۹ ملخصا)

(۱۵) کھائے پیئے بغیر زندہ رہنا

ایسے بزرگوں کی فہرست بہت ہی طویل ہے جو ایک مدت دراز تک بغیر کچھ کھائے پیئے زندہ رہ کر عبادتوں میں مصروف رہے اور انہیں کھانا یا پانی چھوڑ دینے سے ذرہ برابر کوئی ضعف بھی لاحق نہیں ہوا۔

(حجۃ اللہ علی العالمین، الخاتمۃ فی اثبات کرامات الاولیاء۔۔۔الخ، المطلب الثانی فی انواع الکرامات، ص۶۰۹)

(۱۶) نظام عالم میں تصرفات

منقول ہے کہ بہت سے بزرگوں نے شدید قحط کے زمانے میں آسمان کی طرف انگلی اٹھا کر اشارہ فرمایا تو ناگہاں آسمان سے موسلادھار بارش ہونے لگی اور مشہور ہے کہ حضرت شیخ ابو العباس شاطر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تو درہموں کے بدلے بارش فروخت کیا کرتے تھے۔

(حجۃ اللہ علی العالمین، الخاتمۃ فی اثبات کرامات الاولیاء۔۔۔الخ، المطلب الثانی فی انواع الکرامات، ص۶۰۹ ملتقطا)

(۱۷) بہت زیادہ مقدار میں کھالینا

بعض بزرگوں نے جب چاہا بیسیوں آدمیوں کی خوراک اکیلے کھا گئے اور انہیں کوئی تکلیف بھی نہیں ہوئی۔

(۱۸) حرام غذاؤں سے محفوظ

بہت سے اولیاء کرام کی یہ کرامت مشہور ہے کہ حرام غذاؤں سے وہ ایک خاص قسم کی بدبو محسوس کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت شیخ حارث محاسبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے سامنے جب بھی کوئی حرام غذا لائی جاتی تھی تو انہیں اس غذا سے ایسی ناگوار بدبو محسوس ہوتی تھی کہ وہ اس کو ہاتھ نہیں لگا سکتے تھے اور یہ بھی منقول ہے کہ حرام غذا کو دیکھتے ہی ان کی ایک رگ پھڑکنے لگتی تھی۔

چنانچہ منقول ہے کہ حضرت شیخ ابو العباس مرسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے سامنے لوگوں نے امتحان کے طور پر حرام کھانا رکھ دیا تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: اگر حرام غذا کو دیکھ کر حارث محاسبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ایک رگ پھڑکنے لگتی تھی تو میرا یہ حال ہے کہ حرام غذا کے سامنے میری ستر رگیں پھڑکنے لگتی ہیں۔ (حجۃ اللہ علی العالمین، الخاتمۃ فی اثبات کرامات الاولیاء۔۔۔الخ، المطلب الثانی فی انواع الکرامات، ص۶۱۰)

(۱۹) دور کی چیزوں کو دیکھ لینا

چنانچہ شیخ ابو اسحاق شیرازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی یہ مشہور کرامت ہے کہ وہ بغداد شریف میں بیٹھے ہوئے کعبہ مکرمہ کو دیکھا کرتے تھے۔

(حجۃ اللہ ج۲، ص۸۵۷) ←

....

(۲۰) ہیبت ودبدبہ

بعض اولیاء کرام سے اس کرامت کا صدور اس طور ہوا کہ ان کی صورت دیکھ کر بعض لوگوں پر اس قدر خوف وہراس طاری ہوا کہ ان کا دم نکل گیا، چنانچہ حضرت خواجہ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ہیبت سے ان کی مجلس میں ایک شخص مرگیا۔

(حجۃ اللہ علی العالمین، الخاتمۃ فی اثبات کرامات الاولیاء۔۔۔الخ، المطلب الثانی فی انواع الکرامات، ص۶۱۰)

(۲۱) مختلف صورتوں میں ظاہر ہونا

اس کرامت کو صوفیائے کرام کی اصطلاح میں "خلع ولبس" کہتے ہیں، یعنی ایک شکل کو چھوڑ کر دوسری شکل میں ظاہر ہوجانا۔ حضرات صوفیہ کا قول ہے کہ عالم ارواح اور عالم اجسام کے درمیان ایک تیسرا عالم بھی ہے جس کو عالم مثال کہتے ہیں۔ اس عالم مثال میں ایک ہی شخص کی روح مختلف جسموں میں ظاہر ہوجایا کرتی ہے۔ چنانچہ ان لوگوں نے قرآن مجید کی آیت کریمہ

فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا ۝

ترجمۂ کنزالایمان: وہ اسکے سامنے ایک تندرست آدمی کے روپ میں ظاہر ہوا۔ (پ۱۶، مریم:۱۷)

سے استدلال کیا ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام حضرت بی بی مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سامنے ایک تندرست جوان آدمی کی صورت میں ظاہر ہوگئے تھے۔ یہ واقعہ عالم مثال میں ہوا تھا۔

یہ کرامت بہت سے اولیاء نے دکھائی ہے، چنانچہ حضرت قضیب البان موصلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جن کا اولیاء کے طبقہ ابدال میں شمار ہوتا ہے کسی نے آپ پر یہ تہمت لگائی کہ آپ نماز نہیں پڑھتے۔ یہ سنکر آپ جلال میں آگئے اور فوراً ہی اپنے آپ کو اس کے سامنے چند صورتوں میں ظاہر کیا اور پوچھا کہ بتا تو نے کس صورت میں مجھ کو ترک نماز کرتے ہوئے دیکھا۔

(حجۃ اللہ علی العالمین، الخاتمۃ فی اثبات کرامات الاولیاء۔۔۔الخ، المطلب الثانی فی انواع الکرامات، ص۶۱۰ ملخصا)

اسی طرح منقول ہے کہ حضرت مولانا یعقوب چرخی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جو مشائخ نقشبندیہ میں بہت ہی ممتاز بزرگ ہیں۔ جب حضرت خواجہ عبیداللہ احرار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ان کی خدمت میں بیعت کے لیے حاضر ہوئے تو حضرت خواجہ مولانا یعقوب چرخی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے چہرہ اقدس پر ان کو داغ دھبے نظر آئے جس سے ان کے دل میں کچھ کراہت پیدا ہوئی تو اچانک آپ ان کے سامنے ایک ایسی نورانی شکل میں ظاہر ہوگئے کہ بے اختیار حضرت خواجہ عبیداللہ احرار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا دل ان کی طرف مائل ہوگیا اور وہ فوراً ہی بیعت ہوگئے۔ (نفحات الانس (مترجم)، ص۴۲۷)

(۲۲) دشمنوں کے شر سے بچنا

خداوند قدوس نے بعض اولیاء کرام کو یہ کرامت بھی عطا فرمائی ہے کہ ظالم امراء وسلاطین نے جب ان کے قتل یا ایذا رسانی کا ارادہ کیا تو غیب سے ایسے اسباب پیدا ہوگئے کہ وہ ان کے شر سے محفوظ رہے۔ جیسا کہ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو خلیفہ بغداد ہارون رشید نے ایذا رسانی کے خیال سے دربار میں طلب کیا مگر جب وہ سامنے گئے تو خلیفہ خود ایسی پریشانیوں میں مبتلا ہوگیا کہ ان کا کچھ نہ بگاڑ سکا۔

(حجۃ اللہ علی العالمین، الخاتمۃ فی اثبات کرامات الاولیاء۔۔۔الخ، المطلب الثانی فی انواع الکرامات، ص۶۱۰ ملخصا)

مسئلہ(۶): اِن سے اِستمداد و اِستعانت محبوب ہے(12)، یہ مدد مانگنے والے کی مدد فرماتے ہیں چاہے وہ کسی

---

(۲۳)زمین کے خزانوں کو دیکھ لینا

بعض اولیائے کرام کو یہ کرامت ملی ہے کہ وہ زمین کے اندر چھپے ہوئے خزانوں کو دیکھ لیا کرتے تھے اور اس کو اپنی کرامت سے باہر نکال لیتے تھے۔ چنانچہ شیخ ابوتراب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک ایسے مقام پر جہاں پانی نایاب تھا زمین پر ایک ٹھوکر مار کر پانی کا چشمہ جاری کر دیا۔ (حجۃ اللہ علی العالمین، الخاتمۃ فی اثبات کرامات الاولیاء۔۔۔ الخ، المطلب الثانی فی انواع الکرامات، ص۶۱۰ ملخصاً)

(۲۴)مشکلات کا آسان ہو جانا

یہ کرامت بزرگان دین سے بار بار اور بے شمار مرتبہ ظاہر ہو چکی ہے جس کی سینکڑوں مثالیں ''تذکرۃ الاولیاء'' وغیرہ مستند کتابوں میں مذکور ہیں۔ (کشف المحجوب، رسالہ قشیریہ، الابریز وغیرہ۔ ۱۲ منہ)

(۲۵)مہلکات کا اثر نہ کرنا

چنانچہ مشہور ہے کہ ایک بد باطن بادشاہ نے کسی خدارسیدہ بزرگ کو گرفتار کیا اور انہیں مجبور کر دیا کہ وہ کوئی تعجب خیز کرامت دکھائیں ورنہ انہیں اور ان کے ساتھیوں کو قتل کر دیا جائے گا۔

آپ نے اونٹ کی مینگنیوں کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ ان کو اٹھا لاؤ اور دیکھو کہ وہ کیا ہیں؟ جب لوگوں نے ان کو اٹھا کر دیکھا تو وہ خالص سونے کے ٹکڑے تھے۔ پھر آپ نے ایک خالی پیالے کو اٹھا کر گھمایا اور اوندھا کر کے بادشاہ کو دیا تو وہ پانی سے بھرا ہوا تھا اور اوندھا ہونے کے باوجود اس میں سے ایک قطرہ بھی پانی نہیں گرا۔

یہ دو کرامتیں دیکھ کر یہ بدعقیدہ بادشاہ کہنے لگا کہ یہ سب نظر بندی کے جادو کا کرشمہ ہے۔ پھر بادشاہ نے آگ جلانے کا حکم دیا۔ جب آگ کے شعلے بلند ہوئے تو بادشاہ نے مجلس سماع منعقد کرائی جب ان درویشوں کو سماع سنکر جوشِ وجد میں حال آگیا تو یہ سب لوگ جلتی ہوئی آگ میں داخل ہو کر رقص کرنے لگے۔ پھر ایک درویش بادشاہ کے بچے کو گود میں لے کر آگ میں کود پڑا اور تھوڑی دیر تک بادشاہ کی نظروں سے غائب ہو گیا بادشاہ اپنے بچے کے فراق میں بے چین ہو گیا مگر پھر چند منٹوں میں درویش نے بادشاہ کے بچے کو اس حال میں بادشاہ کی گود میں ڈال دیا کہ بچے کے ایک ہاتھ میں سیب اور دوسرے ہاتھ میں انار تھا۔ بادشاہ نے پوچھا کہ بیٹا! تم کہاں چلے گئے تھے؟ تو اس نے کہا کہ میں ایک باغ میں تھا جہاں سے میں یہ پھل لایا ہوں۔

یہ دیکھ کر بھی ظالم و بدعقیدہ بادشاہ کا دل نہیں پسیجا اور اس نے اس بزرگ کو بار بار زہر کا پیالہ پلایا مگر ہر مرتبہ زہر کے اثر سے اس بزرگ کے کپڑے پھٹتے رہے۔

(حجۃ اللہ علی العالمین، الخاتمۃ فی اثبات کرامات الاولیاء۔۔۔ الخ، المطلب الثانی فی انواع الکرامات، ص۶۱۰-۶۱۱ ملخصاً)

---

(12) اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

بایں معنی استعانت بالغیر ہرگز اس سے حصر ایاک نستعین کے منافی نہیں، جس طرح وجود حقیقی کہ خود اپنی ذات سے بے کسی کے پیدا کئے موجود ہونا خالص بجناب الٰہی تعالیٰ وتقدس ہے۔ پھر اس کے سبب دوسرے کو موجود کہنا شرک نہ ہو گیا جب تک وہی وجود حقیقی نہ مراد لے۔ ←

جائز لفظ کے ساتھ ہو۔ رہا ان کو فاعلِ مستقل جاننا، یہ وہابیہ کا فریب ہے، مسلمان کبھی ایسا خیال نہیں کرتا، مسلمان کے فعل

حقائق الاشیاء ثابتۃ پہلا عقیدہ اہل اسلام کا ہے۔ یونہی علم حقیقی کہ اپنی ذات سے بے عطائے غیر ہو، اور تعلیم حقیقی کہ بذات خود بے حاجت بہ دیگرے القائے علم کرے، اللہ جل جلالہ سے خاص ہیں، پھر دوسرے کو عالم کہنا یا اس سے علم طلب کرنا شرک نہیں ہوسکتا جب تک وہی معنی اصلی مقصود نہ ہوں، خود رب العزت تبارک وتعالٰی قرآن عظیم میں اپنے بندوں کو علیم وعلماء فرماتا ہے اور حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نسبت ارشاد کرتا ہے: یعلمھم الکتب والحکمۃ ۳۔ یہ نبی انھیں کتاب وحکمت کا علم عطا کرتا ہے۔ (۳۔ القرآن الکریم ۳ / ۱۶۴)

یہی حال استعانت وفریاد رسی کا ہے کہ ان کی حقیقت خاص بخدا اور بمعنی وسیلہ وتوسل وتوسط غیر کے لئے ثابت اور قطعا روا، بلکہ یہ معنی تو غیر خدا ہی کے لئے خاص ہیں اللہ عزوجل وسیلہ وتوسل وتوسط بننے سے پاک ہے۔ اس سے اوپر کون ہے کہ یہ اس کی طرف وسیلہ ہوگا اور اس کے سوا حقیقی حاجت روا کون ہے۔ کہ یہ بیچ میں واسطہ بنے گا، ولہذا حدیث میں ہے جب اعرابی نے حضور پر نور صلوات اللہ تعالٰی وسلامہ علیہ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ہم حضور کو اللہ تعالٰی کی طرف شفیع بناتے ہیں اور اللہ عزوجل کو حضور کے سامنے شفیع لاتے ہیں۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر سخت گراں گزرا دیر تک سبحان اللہ فرماتے رہے۔ پھر فرمایا:

ویحك انہ لا یستشفع باللہ علی احد شان اللہ اعظم من ذلك. روہ ابوداؤد عن جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالٰی عنہ.

ارے نادان! اللہ کو کسی کے پاس سفارشی نہیں لاتے ہیں کہ اللہ کی شان اس سے بہت بڑی ہے (اسے ابوداؤد نے جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت) (۱۔ سنن ابی داؤد، کتاب السنۃ باب فی الجہمیۃ، آفتاب عالم پریس لاہور ۲ / ۲۹۴)

اہل اسلام انبیاء واولیاء علیہم الصلوۃ والسلام سے یہی استعانت کرتے ہیں جو اللہ عزوجل سے کیجئے تو اللہ اور اس کا رسول (جل وعلا وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) غضب فرمائیں اور اسے اللہ جل وعلا کی شان میں بے ادبی ٹھہرائیں، اور حق تو یہ ہے کہ اس استعانت کے معنی اعتقاد کرکے جناب الٰہی جل وعلا سے کرے تو کافر ہوجائے مگر وہابیہ کی بدعقلی کو کیا کہیے، نہ اللہ (جل جلالہ) کا ادب نہ رسول (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) سے خوف، نہ ایمان کا پاس خواہی نخواہی اس استعانت کو ایاك نستعین میں داخل کرکے جو اللہ عزوجل کے حق میں محال قطعی ہے اسے اللہ تعالٰی سے خاص کیے دیتے ہیں۔ ایک بیوقوف وہابی نے کہا تھا۔

وہ کیا ہے جو نہیں ملتا خدا سے
جسے تم مانگتے ہو اولیاء سے

فقیر غفر اللہ لہ نے کہا:

توسل کر نہیں سکتے خدا سے
اسے ہم مانگتے ہیں اولیاء سے

یعنی یہ نہیں ہوسکتا ہے کہ خدا سے توسل کرکے اسے کسی کے یہاں وسیلہ وذریعہ بنائے اس وسیلہ بننے کو ہم اولیائے کرام سے مانگتے ہیں کہ وہ دربارہ الٰہی میں ہمارا وسیلہ وذریعہ وواسطہ قضائے حاجات ہوجائیں اس بے وقوفی کے سوال کا جواب اللہ عزوجل نے اس آیہ کریمہ میں دیا ہے۔

ولو انھم اذ ظلموا انفسھم جاؤك فاستغفروا اللہ واستغفر لھم الرسول لوجدوا اللہ توابا رحیما۔

کو خواہ مخواہ قبیح صورت پر ڈھالنا وہابیت کا خاصہ ہے۔

مسئلہ (۷): اِن کے مزارات پر حاضری مسلمان کے لیے سعادت و باعثِ برکت ہے۔(13)

مسئلہ (۸): اِن کو دُور و نزدیک سے پکارنا سلفِ صالح کا طریقہ ہے(14)۔

اور جب وہ اپنی جانوں پر ظلم یعنی گناہ کر کے تیرے پاس حاضر ہوں اور اللہ سے معافی چاہیں اور معافی مانگے ان کے لئے رسول، تو بیشک اللہ کو توبہ قبول کرنیوالا مہربان پائیں گے۔ (۱؎ القرآن الکریم ۴/ ۶۴)

کیا اللہ تعالٰی اپنے آپ نہیں بخش سکتا تھا۔ پھر یہ کیوں فرمایا کہ اے نبی! تیرے پاس حاضر ہوں اور تو اللہ سے ان کی بخشش چاہے تو یہ دولت ونعمت پائیں گے۔ یہی ہمارا مطلب ہے۔ جو قرآن کی آیت صاف فرمارہی ہے۔ مگر وہابیہ تو عقل نہیں رکھتے۔

خدارا انصاف! اگر آیہ کریمہ ایاك نستعین میں مطلق استعانت کا ذات الٰہی جل وعلا میں حصر مقصود ہو تو کیا صرف انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ہی سے استعانت شرک ہوگی، کیا یہی غیر خدا ہیں، اور سب اشخاص واشیاء وہابیہ کے نزدیک خدا ہیں یا آیت میں خاص انھیں کا نام لے دیا ہے کہ ان سے شرک اوروں سے روا ہے۔ نہیں نہیں، جب مطلقا ذات احدیت سے تخصیص اور غیر سے شرک ماننے کی ٹھہری تو کیسی ہی استعانت کسی غیر خدا سے کی جائے ہمیشہ ہر طرح شرک ہی ہوگی کہ انسان ہوں یا جمادات، احیاء ہوں یا اموات، ذوات ہوں یا صفات، افعال ہوں یا حالات، غیر خدا ہونے میں سب داخل ہیں، اب کیا جواب ہے آیہ کریمہ کا کہ رب جل وعلا فرماتا ہے: **واستعینوا بالصبر والصلوٰۃ** ۲؎۔ استعانت کرو صبر ونماز سے۔ (۲؎ القرآن الکریم ۲/ ۱۵۳)

کیا صبر خدا ہے جس سے استعانت کا حکم ہوا ہے۔ کیا نماز خدا ہے جس سے استعانت کو ارشاد کیا ہے۔ دوسری آیت میں فرماتا ہے: **وتعاونوا علی البر والتقوٰی** ۳؎۔ آپس میں ایک دوسرے کی مدد کرو بھلائی اور پرہیزگاری پر۔ (۳؎ القرآن الکریم ۵/ ۲)

کیوں صاحب! اگر غیر خدا سے مدد لینی مطلقا محال ہے تو اس حکم الٰہی کا حاصل کیا، اور اگر ممکن ہو تو جس سے مدد مل سکتی ہے اس سے مدد مانگنے میں کیا زہر گھل گیا۔ (فتاوی رضویہ، جلد ۲۱، ص ۳۰۳۔ ۳۰۵ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(13) اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

قبور مسلمین کی زیارت سنّت اور مزارات اولیاء کرام وشہداء رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم اجمعین کی حاضری سعادت بر سعادت اور انھیں ایصال ثواب مندوب وثواب۔ (فتاوی رضویہ، جلد ۹، ص ۵۳۳ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(14) اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

شاہ عبدالعزیز صاحب فرماتے ہیں: روح را قرب وبعد مکانی یکسانی ست ۱؎۔ روح کے مکانی قُرب وبُعد برابر ہیں۔

تو وہ سب وقت سن سکتے ہیں مگر ملاء اعلٰی کی طرف توجہ اور اس میں استغراق اکثر کو ہر وقت سننے سے مانع ہوسکتا ہے مگر اکابر جن کو شاہ عبدالعزیز صاحب نے تفسیر عزیزی میں لکھا۔ استغراق آنہا بجہت کمال وسعت مدارک آنہا مانع توجہ باین سمت نمی گردد وارباب حاجات ومطالب حل مشکلات خود راز انہا طلبند ومی یابند ۱؎۔ کامل وسعت مدارک کی وجہ سے ان کا استغراق اس طرف متوجہ ہونے سے مانع نہیں ہوتا اور غرض مند محتاج لوگ اپنی مشکلات کا حل ان سے طلب کرتے اور پاتے ہیں۔ (۱؎ فتح العزیز (تفسیر عزیزی) پارہ عم سورۃ الانشقاق مسلم بکڈپو لال کنواں دہلی ص ۲۰۶) ←

مسئلہ (۹): اولیائے کرام اپنی قبروں میں حیاتِ اَبدی کے ساتھ زندہ ہیں، اِن کے علم و اِدراک وسَمع وبَصر پہلے کی بہ نسبت بہت زیادہ قوی ہیں۔

مسئلہ (۱۰): اِنھیں ایصالِ ثواب، نہایت مُوجِب برکات و امرِ مستحب ہے، اِسے عُرفاً براہِ ادب نذر و نیاز کہتے ہیں، یہ نذرِ شرعی نہیں جیسے بادشاہ کو نذر دینا، اِن میں خصوصاً گیارھویں شریف کی فاتحہ نہایت عظیم برکت کی چیز ہے(15)۔

مسئلہ (۱۱): عُرسِ اولیائے کرام یعنی قرآن خوانی، و فاتحہ خوانی، ونعت خوانی، و وعظ، و ایصالِ ثواب اچھی چیز ہے۔ رہے مَنہیاتِ شرعیہ (وہ افعال جو شریعت میں منع ہیں) وہ تو ہر حالت میں مذموم ہیں اور مزاراتِ طیبہ کے پاس اور زیادہ مذموم۔

تنبیہ: چونکہ عموماً مسلمانوں کو بحمدہٖ تعالٰی اولیائے کرام سے نیاز مندی اور مشائخ کے ساتھ اِنھیں ایک خاص عقیدت ہوتی ہے، اِن کے سلسلہ میں منسلک ہونے کو اپنے لیے فلاحِ دارین تصور کرتے ہیں، اس وجہ سے زمانہ حال کے وہابیہ نے لوگوں کو گمراہ کرنے کے لیے یہ جال پھیلا رکھا ہے کہ پیری، مریدی بھی شروع کر دی، حالانکہ اولیا کے یہ منکر ہیں، لہٰذا جب مرید ہونا ہو تو اچھی طرح تفتیش کر لیں، ورنہ اگر بدمذہب ہوا تو ایمان سے بھی ہاتھ دھو بیٹھیں گے ۔

اے بسا ابلیس آدم روئے ہست　　　پس بہر دستے نباید داد دست(16)

یہ ہر وقت سنتے اور حاجت روائی فرماتے ہیں کہ باذنہٖ تعالٰی اسم قاضی الحاجات کے مظہر ہیں۔

(فتاوٰی رضویہ، جلد ۲۹، ص ۵۴۶ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(15) اعلٰی حضرت، امامِ اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوٰی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

محبوبانِ خدا کی یادگاری کے لیے دن مقرر کرنا بے شک جائز ہے۔ حدیث میں ہے:

کان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یاتی قبور شہداء اُحد علی راس کل حول ۔۳ـــ

نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہر سال کے اختتام پر شہدائے احد کی قبروں پر تشریف لاتے تھے۔

(۳ـــ جامع البیان (تفسیر ابن جریر) تحت آیۃ ۱۳ / ۲۴ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۳ / ۱۷۰)

شاہ عبدالعزیز صاحب نے اسی حدیث کو اعراس اولیاء کرام کے لیے مستند مانا، اور شاہ ولی اللہ صاحب نے کہا: ازینجاست حفظ اعراس مشائخ ۔اـــ مشائخ کے عرس منانا اس حدیث سے ثابت ہے۔ (اـــ ہمعات ہمعہ ۱۱ شاہ ولی اللہ اکیڈمی حیدر آباد پاکستان ص ۵۸)

گیارھویں شریف کی تعیین بھی اسی باب سے ہی مگر ثواب کی کمی بیشی اس پر نہیں جب کریں ویسا ہی ثواب ہوگا۔ ہاں اوقاتِ فاضلہ میں اعمال فاضلہ زیادہ نورانیت رکھتے ہیں، واللہ تعالٰی اعلم۔ (فتاوٰی رضویہ، جلد ۲۹، ص ۲۰۲ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(16) کبھی ابلیس آدمی کی شکل میں آتا ہے، لہٰذا ہر ہاتھ میں ہاتھ نہیں دینا چاہیے (یعنی ہر کسی سے بیعت نہیں کرنی چاہیے)۔

پیری کے لیے چار شرطیں ہیں، قبل از بیعت اُن کا لحاظ فرض ہے:

اول: سنّی صحیح العقیدہ ہو۔

دوم: اتنا علم رکھتا ہو کہ اپنی ضروریات کے مسائل کتابوں سے نکال سکے۔

سوم: فاسق مُعلِن نہ ہو۔

چہارم: اُس کا سلسلہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک متصل ہو۔(17)

نَسْأَلُ اللهَ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ فِي الدِّيْنِ وَالدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَالْاِسْتِقَامَةَ عَلَى الشَّرِيْعَةِ الطَّاهِرَةِ وَمَا تَوْفِيْقِيْ إِلاَّ بِاللهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيْبُ، وَصَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ وَاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَابْنِهٖ وَحِزْبِهٖ أَبَدَ الْاٰبِدِيْنَ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ٥

فقیر امجد علی اعظمی عفی عنہ

❁❁❁❁❁

---

(17) جامع شرائط پیر

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدددین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں: جس میں یہ چاروں شرطیں جمع ہیں اس کے ہاتھ پر بیعت جائز ہے اور ایسے پیر کے افعال واقوال پر اعتراض سخت حرام اور موجب محرومی برکات دارین ہے، اس کی جو بات اپنے ذہن میں خلاف معلوم ہو واجب ہے کہ اچھی تاویل کرے اور تاویل میں سمجھ نہ آئے تو یہ سمجھے کہ اس کا کوئی عمدہ منشا ہوگا جو میری سمجھ میں نہ آیا، اب آپ اپنے پیر کو دیکھئے ان چار شرطوں میں سے اگر کسی شرط کی کمی ہے تو بیعت ناجائز ہوئی، آپ کو چاہئے کہ کسی پیر جامع شرائط پر بیعت کریں، کمی شرط کی ایک صورت یہ ہے کہ وہ اس کی منکوحہ باریک کپڑے پہنے جن سے بدن یا بال چمکتے ہوں، یا بالوں یا گلے یا کلائی یا پنڈلی کا کوئی حصہ ظاہر ہو یا کپڑے اتنے چست ہوں کہ بدن کی ہیأت بتاتے ہوں اور وہ یوں علانیہ مجمع مرداں میں آتی ہے اور شوہر جائز رکھے تو دیوث فاسق معلن ہے قابل پیری نہیں۔ (فتاوی رضویہ، جلد ۲۶، ص ۵۸۶ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

فقہ حنفی کی عالم بنانے والی کتاب

فیضانِ شریعت

شرح

بہارِ شریعت

جلد دوم

مصنف

حضرت مولانا محمد امجد علی رحمۃ اللہ علیہ

اعظمی رضوی سنی حنفی، قادری، برکاتی

شارح

علامہ ابوتراب محمد ناصر الدین ناصر المدنی عطاری

پروگریسو بکس

یوسف مارکیٹ ۔ غزنی سٹریٹ

اردو بازار ۔ لاہور

فون: 042-37124354 فیکس: 042-37352795

فیضانِ شریعت

شرح

بہارِ شریعت

مصنف
حضرت مولانا محمد امجد علی رحمۃ اللہ علیہ

شارح
مولانا ابو... محمد ناصر الدین ناصر مدنی مدظلہ

جلد دوم

باراول	مئی 2017
پرنٹرز	آر۔آر پرنٹرز
سرورق	النافع گرافکس
تعداد	600/-
ناشر	چوہدری غلام رسول۔میاں جواد رسول میاں شہزاد رسول
قیمت	=/ روپے

ملنے کے پتے

ملت پبلی کیشنز
فیصل مسجد اسلام آباد Ph: 051-2254111
E-mail: millat_publication@yahoo.com

اسلام بک ڈپو
۱۳۔گنج بخش روڈ لاہور فون 042-37112841
0323-8836776

شوروم ملت پبلی کیشنز دوکان نمبر 5- مکہ سنٹر نیو اردو بازار لاہور 0321-4146464
Ph: 042-37239201 Fax: 042-37239200

پروگریسو بکس
یوسف مارکیٹ ٥ غزنی سٹریٹ
اردو بازار ٥ لاہور
فون 042-37124354 فیکس 042-37352795

فہرست

تیمّم کا بیان

مَوزوں پر مسح کا بیان

حَیض کا بیان

اِستحاضہ کا بیان

نَجاستوں کا بیان

استنجے کا بیان

طہارت کا بیان

حصہ دوم کی اصطلاحات

1 عبادتِ مَقصودہ: وہ عبادت جو خود بالذات مقصود ہو کسی دوسری عبادت کے لیے وسیلہ نہ ہو، مثلاً نماز وغیرہ۔
(ماخوذ از بہارشریعت، حصہ ۵،ص ۱۵۰)

2 عبادتِ غیر مقصودہ: وہ عبادت جو خود بالذات مقصود نہ ہو بلکہ کسی دوسری عبادت کے لیے وسیلہ ہو۔
(ماخوذ از بہارشریعت، حصہ ۵،ص ۱۵۰)

3 فرض: جو دلیلِ قطعی سے ثابت ہو یعنی ایسی دلیل جس میں کوئی شُبہ نہ ہو۔ (فتاوی فقیہ ملت، ج۱،ص ۲۰۳)

4 دلیل قطعی: وہ ہے جس کا ثبوت قرآن پاک یا حدیث متواترہ سے ہو۔ (فتاوی فقیہ ملت، ج۱،ص ۲۰۴)

5 فرض کفایہ: وہ ہوتا ہے جو کچھ لوگوں کے ادا کرنے سے سب کی جانب سے ادا ہو جاتا ہے اور کوئی بھی ادا نہ کرے تو سب گناہ گار ہوتے ہیں۔ جیسے نماز جنازہ وغیرہ۔ (وقار الفتاوی، ج ۲،ص ۵۷)

6 واجب: وہ جس کی ضرورت دلیلِ ظنّی سے ثابت ہو۔ (فتاوی فقیہ ملت، ج۱،ص ۲۰۴)

7 دلیل ظنّی: وہ ہے جس کا ثبوت قرآن پاک یا حدیث متواترہ سے نہ ہو، بلکہ احادیث احاد یا محض اقوال ائمہ سے ہو۔ (فتاوی فقیہ ملت، ج۱،ص ۲۰۴)

8 سنت مؤکدہ: وہ ہے جس کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیشہ کیا ہو البتہ بیان جواز کے لیے کبھی ترک بھی کیا ہو۔
(فتاوی فقیہ ملت، ج۱،ص ۲۰۴)

9 سنتِ غیر مؤکدہ: وہ عمل جس پر حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مداومت (ہمیشگی) نہیں فرمائی، اور نہ اس کے کرنے کی تاکید فرمائی لیکن شریعت نے اس کے ترک کو ناپسند جانا ہو اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وہ عمل کبھی کیا ہو۔ (ماخوذ از بہارشریعت، حصہ ۲،ص ۵ وفتاوی فقیہ ملت، ج۱،ص ۲۰۴)

10 مُستحب: وہ کہ نظرِ شرع میں پسند ہو مگر ترک پر کچھ ناپسندی نہ ہو، خواہ خود حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے کیا یا اس کی ترغیب دی یا علمائے کرام نے پسند فرمایا اگرچہ احادیث میں اس کا ذکر نہ آیا۔ (بہارشریعت حصہ ۲،ص ۵)

11 مُباح: وہ جس کا کرنا اور نہ کرنا یکساں ہو۔ (بہارشریعت، حصہ ۲،ص ۵)

12 حرام قطعی: جس کی ممانعت دلیل قطعی سے لزوماً ثابت ہو، یہ فرض کا مُقابل ہے۔

(رکن دین، ص ۴، و بہارشریعت، حصہ ۲،ص ۵)

13 مکروہ تحریمی: جس کی ممانعت دلیل ظنی سے لزوماً ثابت ہو، یہ واجب کا مقابل ہے۔

(رکن دین، ص ۴، و بہار شریعت حصہ ۲، ص ۵)

14 اساءت: وہ ممنوع شرعی جس کی ممانعت کی دلیل حرام اور مکروہ تحریمی جیسی تو نہیں مگر اس کا کرنا برا ہے، یہ سنتِ مؤکدہ کے مقابل ہے۔ (ہمارا اسلام ص ۲۱۵ و بہار شریعت حصہ ۲، ص ۶)

15 مکروہ تنزیہی: وہ عمل جسے شریعت ناپسند رکھے مگر عمل پر عذاب کی وعید نہ ہو۔ یہ سنتِ غیر مؤکدہ کے قابل ہے۔

(ماخوذ از بہار شریعت، حصہ ۲، ص ۶)

16 خلاف اَولیٰ: وہ عمل جس کا نہ کرنا بہتر ہو۔ یہ مستحب کا مقابل ہے۔ (ماخوذ از بہار شریعت، حصہ ۲، ص ۶)

17 حیض: بالغہ عورت کے آگے کے مقام سے جو خون عادی طور پر نکلتا ہے اور بیماری یا بچہ پیدا ہونے کے سبب سے نہ ہو تو اسے حیض کہتے ہیں۔ (بہار شریعت، حصہ ۲، ص ۹۳)

18 نِفاس: وہ خون ہے کہ جو عورت کے رحم سے بچہ پیدا ہونے کے بعد نکلتا ہے اسے نفاس کہتے ہیں۔

(نور الایضاح، ص ۴۸)

19 اِستحاضہ: وہ خون جو عورت کے آگے کے مقام سے کسی بیماری کے سبب سے نکلے تو اسے استحاضہ کہتے ہیں۔

(ماخوذ از بہار شریعت، حصہ ۲، ص ۹۳)

20 نجاست غلیظہ: وہ نجاست جس پر فقہا کا اتفاق ہو اور اس کا حکم سخت ہے، مثلاً گوبر، لید، پاخانہ وغیرہ۔

(بہار شریعت، حصہ ۲، ص ۱۱۱ و ماخوذ از بدائع الصنائع ج ۱ ص ۲۳۴)

21 نجاست خفیفہ: وہ نجاست جس میں فقہا کا اختلاف ہو اور اس کا حکم ھلکا ہے جیسے گھوڑے کا پیشاب وغیرہ۔

(بدائع الصنائع، ج ۱، ص ۲۳۴، و بہار شریعت، حصہ ۲ ص ۱۱۱)

22 مَنی: وہ گاڑھا سفید پانی ہے جس کے نکلنے کی وجہ سے ذکر کی تندی اور انسان کی شہوت ختم ہو جاتی ہے۔

(ماخوذ از تحفۃ الفقہاء، ج ۱، ص ۲۷)

23 مَذِی: وہ سفید رقیق (پتلا) پانی جو ملاعبت (دل لگی) کے وقت نکلتا ہے۔ (تحفۃ الفقہاء، ج ۱، ص ۲۷)

24 وَدِی: وہ سفید پانی جو پیشاب کے بعد نکلتا ہے۔ (تحفۃ الفقہاء، ج ۱، ص ۲۷)

25 معذور: ہر وہ شخص جس کو کوئی ایسی بیماری ہو کہ ایک وقت پورا ایسا گزر گیا کہ وضو کے ساتھ نماز فرض ادا نہ کر سکا تو وہ معذور ہے۔ (بہار شریعت، حصہ ۲، ص ۱۰۷)

26 مُباشرتِ فاحشہ: مرد اپنے آلہ کو تندی کی حالت میں عورت کی شرمگاہ یا کسی مرد کی شرمگاہ سے ملائے۔ یا عورت،

عورت باہم ملائیں بشرطیکہ کوئی شے حائل نہ ہو۔ (بہار شریعت، حصہ ۲، ص ۳۱)

27 آب جاری: وہ پانی جو تنکے کو بہا کر لے جائے۔ (بہار شریعت، حصہ ۲، ص ۵۲)

28 نجاست مرئیہ: وہ نجاست جو خشک ہونے کے بعد بھی دکھائی دے۔ جیسے پاخانہ۔

(ماخوذ از بہار شریعت، حصہ ۲، ص ۵۳، ۵۴)

29 نجاست غیر مرئیہ: وہ نجاست جو خشک ہونے کے بعد دکھائی نہ دے۔ جیسے پیشاب۔

(ماخوذ از بہار شریعت، حصہ ۲، ص ۵۳، ۵۴)

30 مائے مُستعمَل: وہ قلیل پانی جس سے حدث دور کیا گیا ہو یا دور ہوا ہو یا بہ نیت تقرّب استعمال کیا گیا ہو، اور بدن سے جدا ہو گیا ہو اگرچہ کہیں ٹھہرا نہیں روانی ہی میں ہو۔ (نزہۃ القاری، ج ۲، ص ۵۹)

31 اِستبراء: پیشاب کرنے کے بعد کوئی ایسا کام کرنا کہ اگر کوئی قطرہ رکا ہو تو گر جائے۔ (بہار شریعت، حصہ ۲، ص ۱۳۴)

32 حدثِ اصغر: جن چیزوں سے صرف وضو لازم ہوتا ہے ان کو حدث اصغر کہتے ہیں۔ (بہار شریعت، حصہ ۲، ص ۴)

33 حدثِ اکبر: جن چیزوں سے غسل فرض ہو ان کو حدث اکبر کہتے ہیں۔ (بہار شریعت، حصہ ۲، ص ۴)

اعلام

1 ناصُور (ناسور): وہ زخم جو ہمیشہ رِستا رہتا ہے۔ اور اچھا نہیں ہوتا، جسم میں گہرا سوراخ۔

2 کِلّی: چچڑی (ایک کیڑا جو گائے بھینس وغیرہ کا خون چوستا ہے)

3 جُونک: پانی کا سرخ اور سیاہ رنگ کا ایک کیڑا جو بدن سے چمٹ جاتا ہے اور خون چوستا ہے۔

4 چھچھوندر: ایک قسم کا چوہا جو رات کے وقت نکلتا ہے۔

5 زَبَرجَد: ایک سبز رنگ کا زردی مائل پتھر

6 فیروزہ: ایک پتھر جو سبز نیلا ہوتا ہے۔

7 عَقیق: ایک سرخ، زرد اور سفید رنگ کا قیمتی پتھر

8 زُمُرُّد: سبز رنگ کا قیمتی پتھر

9 یاقوت: ایک قیمتی پتھر جو سرخ، سبز، زرد اور نیلے رنگ کا ہوتا ہے۔

10 عَنبَر: ایک ٹھوس مادہ جو باریک پیسنے کے بعد مہکتا ہے یا آگ پر ڈالنے سے خوشبو نکلتی ہے۔

11 کافور: سفید رنگ کا شفاف مادہ جو ایک خوشبودار درخت سے نکالا جاتا ہے۔

12 لوبان: ایک قسم کا گوند جو آگ پر رکھنے سے خوشبو دیتا ہے۔

13 سِیْسَہ: ایک دھات کا نام جو رانگ کی قسم سے ہے۔
14 رَانگ: ایک نرم دھات جس سے ظروف (برتنوں) پر قلعی کی جاتی ہے۔
15 پِیلُو: ایک درخت کا نام جس کی جڑ اور شاخوں سے مسواک بناتے ہیں۔
16 بَرَص: ایک بیماری ہے جس کی وجہ سے جسم پر سفید دھبے پیدا ہوجاتے ہیں۔
17 کِرِیچ: ایک قسم کا ٹاٹ۔
18 سُوتالی: موچی کا ایک اوزار جس سے چمڑے میں سوراخ کرتے ہیں اور اس کے کٹاؤ میں سوت یا چمڑے کی ڈوری ڈال کر سیتے ہیں۔
19 تاڑِی: ایک سفیدی مائل رس جو تاڑ کے درخت سے ٹپکتا ہے۔
20 تاڑ: ایک کھجور کی مانند ایک لمبے درخت کا نام جس سے تاڑی نکلتی ہے۔
21 جَرَیان: ایک بیماری کا نام۔
22 بَہری: شاہین کی طرح ایک شکاری پرندہ جو اکثر کبوتروں کا شکار کرتا ہے اور شاہین کے برخلاف نیچے سے بلند ہوکر شکار کو اوپر سے پکڑتا ہے۔
23 قاز: ایک آبی پرندہ جس کا رنگ خاکی اور ٹانگیں پنڈلیوں سمیت لمبی ہوتی ہیں۔
24 شورہ: سفید رنگ کا ایک مرکب جو پانی کو ٹھنڈا کرتا ہے اور بارود میں استعمال ہوتا ہے۔ نمکین ہوتا ہے۔
25 گندھک: زرد رنگ کا ایک مادہ جو زمین سے نکلتا ہے۔
26 گھونگے: ایک قسم کے دریائی کیڑے کا خول جو ہڈی کی مانند سیپی یا سنکھ کی قسم سے ہے۔
27 سِیپ: ایک قسم کی دریائی مخلوق جس کے اندر سے موتی نکلتے ہیں۔
28 زَعفران: ایک خوشبودار پودا جس کے پھول زرد ہوتے ہیں۔
29 مُشک: وہ خوشبودار سیاہ رنگ کا مادہ جو ہرن کی ناف سے نکلتا ہے۔
30 کھٹائی: میل کاٹنے کے لیے تیزاب ملا ہوا پانی۔
31 کلی: مُثلّثی تراش کا کپڑا جو پاجاموں اور انگرکھوں میں ڈالتے ہیں۔
32 گِلٹ: ایک سفید نیلگوں مرکب دھات جو قلعی اور تانبے کو ملا کر تیار کی جاتی ہے۔
33 سیندھا: پہاڑی نمک
34 نارو: ایک مرض کا نام جس میں آدمی کے بدن پر دانے دانے ہوکر ان میں سے دھاگہ سا نکلا کرتا ہے

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الحمد للہ الواحد الاحد الصمد۔ المتفرد فی ذاتہ و صفاتہ فلا مثل لہ ولا ضد لہ ولم یکن لہ کفوا احد۔ والصلوۃ والسلام الاتمان الاکملان علی رسولہ و حبیبہ سید الانس و الجان۔ الذی انزل علیہ القراٰن۔ ھدی للناس و بینات من الھدیٰ والفرقان وعلی اٰلہ وصحبہ ما تعاقب الملوان۔ وعلی من تبعھم باحسان الی یوم الدین۔ لاسیما الائمۃ المجتھدین خصوصا علی افضلھم و اعلمھم الامام الاعظم۔ والھمام الافخم۔ الذی سبق فی مضمار الاجتھاد کل فارس۔ وصدق علیہ لو کان العلم عند الثریا لنالہ رجل من ابناء فارس۔ سیدنا ابی حنیفۃ النعمان بن ثابت۔ ثبتنا اللہ بہ بالقول الثابت۔ فی الحیوۃ الدنیا وفی الاخرۃ۔ واعطانا الحسنٰی وزیادۃ فاخرۃ۔ وعلینا لھم و بھم یا ارحم الراحمین۔ والحمد للہ رب العلمین۔

تمہید

ایک وہ زمانہ تھا کہ ہر مسلمان اتنا علم رکھتا جو اس کی ضروریات کو کافی ہو بفضلہٖ تعالیٰ علماء بکثرت موجود تھے جو نہ معلوم ہوتا ان سے بآسانی دریافت کر لیتے حتیٰ کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حُکم فرمادیا تھا کہ ہمارے بازار میں وہی خرید وفروخت کریں جو دین میں فقیہ ہوں۔ (1) رواہ الترمذی عن العلاء بن عبد الرحمٰن بن یعقوب عن ابیہ عن جدہ۔ پھر جس قدر عہدِ نبوت سے بُعد ہوتا گیا اسی قدر علم کی کمی ہوتی رہی اب وہ زمانہ آگیا کہ عوام تو عوام بہت وہ جو علما کہلاتے ہیں روزمرہ کے ضروری جزئیات حتّٰی کہ فرائض وواجبات سے ناواقف اور جتنا جانتے ہیں اس پر بھی عمل سے منحرف کہ ان کو دیکھ کر عوام کو سیکھنے اور عمل کرنے کا موقع ملتا اسی قلّتِ علم و بے پروائی کا نتیجہ ہے کہ بہت ایسے مسائل کا جن سے واقف نہیں انکار کر بیٹھتے ہیں حالانکہ نہ خود علم رکھتے ہیں کہ جان سکیں نہ سیکھنے کا شوق کہ جاننے والوں سے دریافت کریں نہ علما کی خدمت میں حاضر رہتے کہ اُن کی صحبت باعثِ برکت بھی ہے اور مسائل جاننے کا ذریعہ بھی اور اُردو میں کوئی ایسی کتاب کہ سلیس، عام فہم، قابل اعتماد ہو اب تک شائع نہ ہوئی بعض میں بہت تھوڑے مسائل کہ روزمرّہ کی ضروری باتیں بھی ان میں کافی طور پر نہیں اور بعض میں اغلاط کی کثرت۔ لاجرم ایک ایسی کتاب کی بے حد ضرورت ہے کہ کم پڑھے اس سے فائدہ اٹھائیں۔ لہٰذا فقیر بہ نظرِ خیر خواہی مسلمانان بمقتضائے الدین

---

(1) جامع الترمذي، أبواب الوتر، باب ما جاء في فضل الصلاۃ علی النبي صلی اللہ علیہ وسلم، الحدیث: ۴۸۷، ج ۲، ص ۲۹

النصح لکل مسلم۔ مولیٰ تعالیٰ پر بھروسہ کر کے اس امرِ اہم واعظم کی طرف متوجہ ہوا حالانکہ میں خوب جانتا ہوں کہ نہ میرا یہ منصب نہ میں اس کام کے لائق نہ اتنی فرصت کہ پورا وقت صرف کر کے اس کام کو انجام دوں۔

وحسبنا اللہ ونعم الوکیل ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

(۱) اس کتاب میں حتّی الوَسع یہ کوشش ہوگی کہ عبارت بہت آسان ہو کہ سمجھنے میں دقت نہ ہو اور کم علم اور عورتیں اور بچے بھی اس سے فائدہ حاصل کر سکیں۔ پھر بھی علم بہت مشکل چیز ہے یہ ممکن نہیں کہ علمی دشواریاں بالکل جاتی رہیں ضرور بہت مواقع ایسے بھی رہیں گے کہ اہلِ علم سے سمجھنے کی حاجت ہوگی کم از کم اتنا نفع ضرور ہوگا کہ اس کا بیان انھیں متنبہ کریگا اور نہ سمجھنا سمجھ والوں کی طرف رجوع کی توجہ دلائے گا۔

(۲) اس کتاب میں مسائل کی دلیلیں نہ لکھی جائیں گی کہ اوّل تو دلیلوں کا سمجھنا ہر شخص کا کام نہیں، دوسرے دلیلوں کی وجہ سے اکثر ایسی الجھن پڑ جاتی ہے کہ نفسِ مسئلہ سمجھنا دشوار ہو جاتا ہے لہٰذا ہر مسئلے میں خالص منقّح حکم بیان کر دیا جائے گا اور اگر کسی صاحب کو دلائل کا شوق ہو تو فتاویٰ رضویہ شریف کا مطالعہ کریں کہ اُس میں ہر مسئلہ کی ایسی تحقیق کی گئی ہے جس کی نظیر آج دنیا میں موجود نہیں اور اس میں ہزارہا ایسے مسائل ملیں گے جن سے علما کے کان بھی آشنا نہیں۔

(۳) اس کتاب میں حتّی الوَسع اختلافات کا بیان نہ ہوگا کہ عوام کے سامنے جب دو مختلف باتیں پیش ہوں تو ذہن متحیر ہو گا کہ عمل کس پر کریں اور بہت سے خواہش کے بندے ایسے بھی ہوتے ہیں کہ جس میں اپنا فائدہ دیکھتے ہیں اُسے اختیار کر لیتے ہیں، یہ سمجھ کر نہیں کہ یہی حق ہے بلکہ یہ خیال کر کے کہ اس میں اپنا مطلب حاصل ہوتا ہے پھر جب کبھی دوسرے میں اپنا فائدہ دیکھا تو اُسے اختیار کر لیا اور یہ ناجائز ہے کہ اتباعِ شریعت نہیں بلکہ اتباعِ نفس ہے لہٰذا ہر مسئلہ میں مفتیٰ بہ صحیح اَصح راجح قول بیان کیا جائے گا کہ بلا دِقت ہر شخص عمل کر سکے۔ اللہ تعالیٰ توفیق دے اور مسلمانوں کو اس سے فائدہ پہنچائے اور اس بے بضاعت کی کوشش قبول فرمائے۔

وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ المختار. والہ الاطہار. وصحبہ المہاجرین والانصار. وخلفائہ الاختان منہم والاصہار. والحمد للہ العزیز الغفار. وھا انا اشرع فی المقصود بتوفیق الملک المعبود.

اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ﴾ (2)

---

(2) پ ۲۷، الذّٰریٰت: ۵۶

جن اور آدمی میں نے اسی لیے پیدا کیے کہ وہ میری عبادت کریں۔

ہر تھوڑی سی عقل والا بھی جانتا ہے کہ جو چیز جس کام کے لیے بنائی جائے اگر اُس کام میں نہ آئے تو بے کار ہے، تو جو انسان اپنے خالق و مالک کو نہ پہچانے، اُس کی بندگی وعبادت نہ کرے وہ نام کا آدمی ہے حقیقۃً آدمی نہیں بلکہ ایک بے کار چیز ہے تو معلوم ہوا کہ عبادت ہی سے آدمی، آدمی ہے اور اسی سے فلاحِ دنیوی ونجاتِ اخروی ہے لہٰذا ہر انسان کے لیے عبادت کے اقسام وارکان وشرائط واحکام کا جاننا ضروری ہے کہ بے علم عمل ناممکن، اسی وجہ سے علم سیکھنا فرض ہے۔ عبادت کی اصل ایمان ہے بغیر ایمان عبادت بے کار، کہ جڑ ہی نہ رہی تو نتائج کہاں سے مترتب ہوں۔ درخت اسی وقت پھول پھل لاتا ہے کہ اس کی جڑ قائم ہو جڑ جدا ہونے کے بعد آگ کی خوراک ہو جاتا ہے۔ اسی طرح کافر لاکھ عبادت کرے اس کا سارا کیا دھرا برباد اور وہ جہنم کا ایندھن۔

قال اللہ تعالیٰ:

﴿وَقَدِمْنَآ اِلٰى مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا۝﴾ (3)

کافروں نے جو کچھ کیا ہم اس کے ساتھ یوں پیش آئے کہ اسے بکھرے ہوئے ذرّے کی طرح کردیا۔

جب آدمی مسلمان ہولیا تو اس کے ذمہ دو قسم کی عبادتیں فرض ہوئیں ایک وہ کہ جوارح سے متعلق ہے دوسری جس کا تعلق قلب سے ہے۔ قسمِ دوم کے احکام واصناف علمِ سلوک میں بیان ہوتے ہیں اور قسمِ اوّل سے فقہ بحث کرتا ہے اور میں اس کتاب میں بالفعل قسمِ اوّل ہی کو بیان کرنا چاہتا ہوں پھر جس عبادت کو جوارح یعنی ظاہرِ بدن سے تعلق ہے، دو قسم ہے یا وہ معاملہ کہ بندے اور خاص اُس کے رب کے درمیان ہے۔ بندوں کے باہمی کسی کام کا بناؤ بگاڑ نہیں عام ازیں کہ ہر شخص اس کی ادا میں مستقل ہو جیسے نماز پنجگانہ و روزہ کہ ہر ایک بلا شرکتِ غیرے انھیں ادا کر سکتا ہے خواہ دوسروں کی شرکت کی ضرورت ہو، جیسے نماز جماعت و جمعہ وعیدین میں کہ بے جماعت ناممکن ہیں مگر اس سے سب کا مقصود محض عبادتِ معبود ہے نہ کہ آپس کے کسی کام کا بنانا۔

دوسری قسم وہ کہ بندوں کے باہمی تعلقات ہی کی اِصلاح اس میں مدنظر ہے جیسے نکاح یا خرید وفروخت وغیرہا۔ پہلی قسم کو عبادات، دوسری کو معاملات کہتے ہیں۔ پہلی قسم میں اگرچہ کوئی دنیوی نفع بظاہر مترتب نہ ہو اور معاملات میں ضرور دنیوی فائدے ظاہر موجود ہیں بلکہ یہی پہلو غالب ہے مگر عبادت دونوں ہیں کہ معاملات بھی اگر خدا و رسول کے حکم کے موافق کیے جائیں تو استحقاقِ ثواب ہے ورنہ گناہ اور سببِ عذاب۔

قسم اول یعنی عبادات چار ہیں۔ نماز، روزہ، حج، زکوۃ، ان سب میں اہم واعظم نماز ہے اور یہ عبادت اللہ عزوجل کو

---

(3) پ۱۹، الفرقان: ۲۳

بہت محبوب ہے لہٰذا ہم کو چاہیے کہ سب سے پہلے اسی کو بیان کریں مگر نماز پڑھنے سے پہلے نمازی کا طاہر اور پاک ہولینا ضرور ہے کہ طہارت نماز کی کنجی ہے (4) لہٰذا پہلے طہارت کے مسائل بیان کیے جائیں اس کے بعد نماز کے مسائل بیان ہوں گے۔

❁❁❁❁❁

(4) (سنن ابی داؤد، کتاب الطہارۃ، باب فرض الوضوء، الحدیث ۶۱، ج۱، ص۱۳۲)

کتاب الطہارۃ

نماز کے لیے طہارت ایسی ضروری چیز ہے(1) کہ بے اس کے نماز ہوتی ہی نہیں بلکہ جان بوجھ کر بے طہارت نماز

---

(1) طہارت کا بیان

اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا:

إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک اللہ پسند کرتا ہے بہت توبہ کرنے والوں کو اور پسند رکھتا ہے ستھروں کو۔ (پ 2، البقرۃ: 222)

سورہ مائدہ میں ارشاد فرمایا:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ وَاِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰۤى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآىٕطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ مِّنْهُ مَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ وَّلٰكِنْ يُّرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ○

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو جب نماز کو کھڑے ہونا چاہو تو اپنا منہ دھوؤ اور کہنیوں تک ہاتھ اور سروں کا مسح کرو اور گٹوں اور اگر تمہیں نہانے کی حاجت ہو تو خوب ستھرے ہولو اور اگر تم بیمار ہو یا سفر میں ہو یا تم میں سے کوئی قضائے حاجت سے آیا یا تم نے عورتوں سے صحبت کی اور ان صورتوں میں پانی نہ پایا تو پاک مٹی سے تیمم کرو تو اپنے منہ اور ہاتھوں کا اس سے مسح کرو اللہ نہیں چاہتا کہ تم پر کچھ تنگی رکھے ہاں یہ چاہتا ہے کہ تمہیں خوب ستھرا کردے اور اپنی نعمت تم پر پوری کردے کہ کہیں تم احسان مانو۔ (پ 6، المائدۃ: 6)

اس بارے میں احادیث کریمہ:

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ حضور پاک، صاحب لولاک، سیاحِ افلاک صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے فرمایا جب کوئی مؤمن وضو کرتے ہوئے چہرہ دھوتا ہے تو اس کے چہرے پر پانی پڑنے یا پانی کا آخری قطرہ پڑنے سے اس کے چہرے سے ہر وہ گناہ جھڑ جاتا ہے جس کی طرف اس نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہو، پھر جب وہ اپنے ہاتھ دھوتا ہے تو اس کے ہاتھوں پر پانی پڑنے یا پانی کا آخری قطرہ پڑنے سے ہر وہ گناہ جھڑ جاتا ہے جسے اس کے ہاتھوں نے کیا ہو، پھر جب وہ اپنے پاؤں دھوتا ہے تو پانی پڑنے یا پانی کا آخری قطرہ پڑنے سے اس کے قدموں کا ہر وہ گناہ جھڑ جاتا ہے جس کی طرف اس کے قدم چل کر گئے، یہاں تک کہ وہ گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے۔ (صحیح مسلم، کتاب الطہارۃ، باب خروج الخطایا مع ماء الوضوء، رقم ۲۴۴، ص ۱۴۹)

حضرت سیدنا عبداللہ صُنابحی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ سیدُ المبلغین، رَحمۃٌ لِّلعٰلمین صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے فرمایا: ←

ادا کرنے کو علما کفر لکھتے ہیں اور کیوں نہ ہو کہ اس بے وُضو یا بے غسل نماز پڑھنے والے نے عبادت کی بے ادبی اور توہین کی۔

جب بندہ وضو کرتے ہوئے کلی کرتا ہے تو اس کے منہ سے گناہ نکل جاتے ہیں، جب ناک میں پانی ڈالتا ہے تو ناک کے گناہ نکل جاتے ہیں، پھر جب چہرہ دھوتا ہے تو اس کے چہرے سے گناہ جھڑ جاتے ہیں، یہاں تک کہ اسکی آنکھوں کی پلکوں کے نیچے کے گناہ بھی جھڑ جاتے ہیں اور جب وہ دونوں ہاتھ دھوتا ہے تو اس کے دونوں ہاتھوں سے گناہ جھڑ جاتے ہیں حتی کہ اس کے ہاتھ کے ناخنوں کے نیچے سے بھی گناہ جھڑ جاتے ہیں، پھر جب وہ اپنے سر کا مسح کرتا ہے تو اس کے سر کے گناہ جھڑ جاتے ہیں یہاں تک کہ اس کے کانوں کے گناہ بھی جھڑ جاتے ہیں، پھر جب اپنے پاؤں دھوتا ہے تو اس کے پاؤں سے گناہ جھڑ جاتے ہیں حتی کہ پاؤں کے ناخنوں کے گناہ بھی جھڑ جاتے ہیں، پھر اس کا مسجد کی طرف چلنا اور نماز پڑھنا مزید برآں (یعنی اس کے علاوہ عبادت) ہے۔

(سنن نسائی، کتاب الطہارۃ، باب مسح الاذنین مع الرأس، رقم ۔۔۔۔۔۔، ج ۱، ص ۴۷)

مسلم شریف کی روایت میں یہ الفاظ زائد ہیں کہ پھر اگر وہ کھڑا ہو اور نماز پڑھے اس کے بعد اللہ عزوجل کی حمد وثنا کرے اور اللہ عزوجل کی شان کے لائق بزرگی بیان کرے اور اپنے دل کو اللہ تعالیٰ کی یاد کے لئے فارغ کرے تو اپنے گناہوں سے ایسا پاک وصاف ہو کر لوٹے گا جیسے آج ہی اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہو۔ (مسلم، کتاب صلوۃ المسافرین، باب اسلام عمرو بن عبسۃ، ص ۴۱۴)

حضرت سیدنا ابو اُمامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ عزوجل کے محبوب، دانائے غیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ ٰالہٖ وسلم نے فرمایا جو شخص نماز کا ارادہ کرتے ہوئے وضو کرنے کیلئے آتا ہے پھر اپنے دونوں ہاتھ دھوتا ہے تو پہلا قطرہ پڑتے ہی اس کی ہتھیلیوں کے گناہ جھڑ جاتے ہیں، جب وہ کلی کرتا ہے اور ناک میں پانی چڑھاتا ہے اور ناک صاف کرتا ہے تو پہلا قطرہ ٹپکتے ہی اس کی زبان اور ہونٹوں کے تمام گناہ جھڑ جاتے ہیں، پھر جب وہ اپنا منہ دھوتا ہے تو اس کی آنکھ اور کان کے تمام گناہ پہلا قطرہ پڑتے ہی جھڑ جاتے ہیں اور جب وہ کہنیوں سمیت ہاتھ اور ٹخنوں سمیت پاؤں دھوتا ہے تو ہر گناہ سے سلامتی (یعنی پاکی) حاصل کر لیتا ہے اور اس حال میں نکلتا ہے جیسا اس دن تھا جس دن اس کی ماں نے اسے جنا تھا، پھر جب وہ نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہے تو اللہ عزوجل اسکا درجہ بلند فرما دیتا ہے اور اگر بیٹھ جائے تو سلامتی کے ساتھ بیٹھتا ہے۔

اور ایک روایت میں ہے کہ میں نے رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس نے کامل طریقے سے وضو کیا اور اپنے دونوں ہاتھ اور چہرہ دھویا اور اپنے سر کا مسح کیا اور کانوں کا مسح کیا پھر فرض نماز کے لئے کھڑا ہوا تو اس کے قدم اس دن میں جس برائی کی طرف چلے اور اس کے ہاتھوں نے جسے پکڑا اور اس کے کانوں نے جو سنا، اس کی آنکھوں نے جو دیکھا اور جو اس نے بری گفتگو کی سب معاف کر دیئے جائیں گے۔ پھر حضرت سیدنا ابو اُمامہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ عزوجل کی قسم! میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے اتنی باتیں سنی ہیں جنھیں میں شمار نہیں کر سکتا۔ (مسند احمد، حدیث امام ابی اُمامہ الباہلی، رقم ۲۲۳۳۰، ۲۲۳۳۵، ج ۵، ص ۲۹۸)

امیر المومنین حضرت سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نُور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بحر و بَر صلی اللہ تعالیٰ علیہ ٰالہٖ وسلم نے فرمایا جو احسن طریقے سے وضو کرتا ہے اس کے جسم سے گناہ جھڑ جاتے ہیں یہاں تک کہ ←

....

ناخنوں کے نیچے سے بھی۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرتِ سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وضو کیا پھر فرمایا کہ میں نے شہنشاہِ خوش خِصال، پیکرِ حُسن و جمال، دافعِ رنج وملال، صاحبِ جُودونوال، رسولِ بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلّم کو اسی طرح وضو کرتے ہوئے دیکھا جیسے میں نے وضو کیا ہے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جو اس طرح وضو کرتا ہے اس کے گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں اور اس کا نماز پڑھنا اور مسجد کی طرف چلنا نفل شمار ہوتا ہے۔

اور مسلم شریف کی روایت میں ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے سنا، جو آدمی احسن طریقے سے وضو کرے پھر نماز پڑھے تو اُس کی اِس نماز اور سابقہ نماز کے درمیان ہونے والے گناہ معاف کردیئے جائیں گے۔

نسائی شریف کے الفاظ یوں ہیں: جو شخص کامل وضو کرے جیسا کہ اللہ عزوجل نے حکم دیا ہے تو اس کی نمازیں بیچ کے گناہوں کے لئے کفارہ ہیں۔(نسائی، کتاب الطہارۃ، باب ثواب من توضاء، رقم ۱۴۴، ج ا، ص ۹۰)

حضرتِ سیدنا حسن بن حُمران رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرتِ سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک سرد رات میں سفر کا ارادہ کیا اور وضو کیلئے پانی منگوایا۔ میں ان کے لئے پانی لے کر حاضر ہوا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا چہرہ اور دونوں ہاتھ دھوئے۔ (یہ دیکھ کر) میں نے عرض کیا، بس اتنا ہی کافی ہے کیونکہ آج رات بہت سردی ہے۔ تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے نبیِّ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو بندہ کامل وضو کریگا اس کے اگلے پچھلے گناہ معاف کردیئے جائیں گے۔

(مسند بزار، رقم ۴۲۲، ج ۲، ص ۷۵)

حضرتِ سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی حدیثِ جبرائیل علیہ السلام میں ہے کہ جب خاتمُ المرسلین، رحمۃٌ للعٰلمین، شفیعُ المذنبین، انیسُ الغریبین، سراجُ السالکین، محبوبِ ربُّ العلمین، جنابِ صادق وامین صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلّم سے اسلام کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، اسلام یہ ہے کہ تم اس بات کی گواہی دو کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور میں اللہ عزوجل کا رسول ہوں اور نماز پڑھو اور زکوٰۃ ادا کرو اور حج وعمرہ کرو اور جنابت سے غسل کرو اور کامل وضو کرو اور رمضان کا روزہ رکھو۔ تو حضرت سیدنا جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا، جب میں یہ اعمال بجالاؤں تو کیا میں مسلمان ہوں؟ تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، ہاں۔(صحیح ابن خزیمہ، کتاب الصلوۃ، باب اقام الصلوۃ من الاسلام، رقم ۳۰۸/۳۰۹، ج ۱، ص ۱۵۹، بتغیر قلیل)

حضرتِ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نُبوت، مَخزنِ جودوسخاوت، پیکرِ عظمت وشرافت، محبوبِ ربُّ العزت، محسنِ انسانیت صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلّم قبرستان کی طرف تشریف لائے تو فرمایا، اے مومن قوم کے گھر! تجھ پر سلامتی ہو اگر اللہ عزوجل نے چاہا تو ہم بھی تمہارے ساتھ ملنے والے ہیں، میں پسند کرتا ہوں کہ ہم اپنے بھائیوں کو دیکھ لیتے۔ تو صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! کیا ہم آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بھائی نہیں ہیں؟ فرمایا، تم میرے صحابہ ہو اور ہمارے بھائی وہ لوگ ہیں جو ابھی تک پیدا نہیں ہوئے۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا، جو ابھی تک پیدا نہیں ہوئے، ←

....

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم انہیں کیسے پہچانیں گے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، تمہارا کیا خیال ہے کہ اگر کسی شخص کے پاس ایک سیاہ گھوڑا ہو اور اس کے سیاہ کندھوں کے درمیان ایک چمکدار نشان ہو تو کیا وہ اپنے گھوڑے کو نہ پہچان سکے گا؟ عرض کیا، کیوں نہیں، یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! تو فرمایا: جب یہ میرے حوض پر آئیں گے تو ان لوگوں کے اعضاء وضو کے باعث چمکتے ہونگے اور میں حوض کوثر پر ان کی پیشوائی کیلئے موجود ہوں گا۔ (صحیح مسلم، کتاب الطہارۃ، باب استحباب اطالۃ الغرۃ، رقم ۲۴۹، ص ۱۵۰)

حضرتِ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وٰالہٖ وسلّم کو فرماتے ہوئے سنا: جب میری امت کو قیامت کے دن پکارا جائے گا تو وضو کے باعث ان کی پیشانیاں اور قدم چمکتے ہوں گے، لہٰذا تم میں سے جو اپنی چمک میں اضافہ کرنیکی استطاعت رکھے اسے چاہیے کہ اس میں اضافہ کرے۔

(صحیح بخاری، کتاب الوضوء والغرالمحجلون الخ، رقم ۱۳۶، ج ۱، ص ۷۱)

حضرتِ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے سرکارِ والا تبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیعِ روزِ شُمار، دو عالَم کے مالک ومختار، حبیبِ پروردگار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وٰالہٖ وسلّم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جنت میں مومن کا زیور وہاں تک ہوگا جہاں تک وضو کا پانی پہنچتا ہے۔

ابن خزیمہ کی روایت میں ہے کہ میں نے رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وٰالہٖ وسلّم کو فرماتے ہوئے سنا جنت میں اعضائے وضو تک زیور ہوں گے۔ (صحیح مسلم، کتاب الطہارۃ، باب تبلغ الحلیۃ حیث یبلغ الوضوء، رقم ۲۵۰، ص ۱۵۱)

مشقت کے وقت کامل وضو کرنیکی فضیلت

حضرتِ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے ہ نبیِ مُکَرَّم، نُورِ مُجَسَّم، رسولِ اکرم، شہنشاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وٰالہٖ وسلّم نے فرمایا، کیا میں تمہاری ایسے عمل کی طرف رہنمائی نہ کروں جس کے سبب اللہ عزوجل گناہ مٹاتا ہے اور درجات کو بلند فرماتا ہے؟ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! کیوں نہیں، ضرور کیجئے۔ ارشاد فرمایا: دُشواری کے وقت کامل وضو کرنا اور مسجد کی طرف کثرت سے چلنا اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا، پس یہی گناہوں سے حفاظت کیلئے قلعہ ہے، پس یہی قلعہ ہے۔

(صحیح مسلم، کتاب الطہارۃ، باب فضل اسباغ الوضوء، علی مکارہ، رقم ۲۵۱، ص ۱۵۱)

حضرتِ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، صاحبِ معطر پسینہ، باعثِ نُزولِ سکینہ، فیض گنجینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وٰالہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا، کیا میں تمہاری ایسے عمل کی طرف رہنمائی نہ کروں جس کے سبب اللہ عزوجل خطاؤں کو مٹاتا ہے اور گناہوں کو معاف فرمادیتا ہے۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا، کیوں نہیں، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! تو ارشاد فرمایا، دشواری کے وقت کامل وضو کرنا اور مسجد کی طرف کثرت سے آنا اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا۔

(الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان، کتاب الطہارۃ، باب فضل الوضوء، رقم ۱۰۳۶، ج ۲، ص ۱۸۸)

امیر المؤمنین حضرتِ سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، ←

سلطانِ بحرو بر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے فرمایا، مشقت کے وقت کامل وضو کرنا اور مسجد کی طرف کثرت سے آمد ورفت اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا گناہوں کو اچھی طرح دھو دیتا ہے۔

(المستدرک للحاکم، کتاب الطھارۃ، باب فضیلۃ تحیۃ الوضوء، رقم ۴۶۸، ج۱، ص ۳۴۲)

امیرالمؤمنین حضرتِ سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور پاک، صاحبِ لولاک، سیاحِ افلاک صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے فرمایا، جس نے سخت سردی میں کامل وضو کیا اس کے لئے ثواب کے دو حصے ہیں۔

(مجمع الزوائد، کتاب الطہارۃ، باب فی اسباغ الوضوء، رقم ۱۲۱۷، ج۱، ص ۵۴۲)

ہر وقت باوضو رہنے کا ثواب

حضرتِ سیدنا ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آقائے مظلوم، سرورِ معصوم، حسنِ اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، مَحبوبِ رَبِّ اکبر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے فرمایا: دین پر ثابت قدم رہو، تم ہرگز اس کی برکات شمار نہ کرسکو گے اور جان لو کہ تمہارے اعمال میں سب سے بہتر عمل نماز ہے اور مومن ہی ہر وقت باوضو رہ سکتا ہے۔

(سنن ابن ماجہ، کتاب الطہارۃ، باب المحافظۃ علی الوضوء، رقم ۲۷۷، ج۱ ص ۱۷۸)

حضرتِ سیدنا ربیعہ جرشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی مُکَرَّم، نُورِ مُجَسَّم، رسول اکرم، شہنشاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے فرمایا، ثابت قدم رہو اور کیا ہی اچھا ہے اگر تم ثابت قدم رہو اور وضو پر ہمیشگی اختیار کرو کیونکہ تمہارے اعمال میں سب سے بہتر عمل نماز ہے اور زمین سے خبردار رہو کہ یہ تمہاری اصل ہے اور اس زمین پر جو کوئی بھی اچھا یا برا عمل کریگا زمین اس کے بارے میں خبر دے گی۔

(طبرانی کبیر، رقم ۴۵۹۶، ج ۵، ص ۶۵)

حضرتِ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، صاحبِ معطر پسینہ، باعثِ نُزولِ سکینہ، فیض گنجینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے فرمایا: اگر میری امت پر گراں نہ گزرتا تو میں انہیں ہر نماز کے وقت وضو اور ہر وضو کے ساتھ مسواک کرنے کا حکم دیتا۔ (مسند احمد، مسند ابی ہریرہ، رقم ۷۵۱۶، ج ۳، ص ۷۲)

حضرتِ سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحرو بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم فرمایا کرتے تھے جو وضو ہونے کے باوجود وضو کرے گا اس کے لئے دس نیکیاں لکھی جائیں گی۔

(سنن ابوداؤد، کتاب الطھارۃ، باب الرجل یجدد الوضوء من غیر حدث، رقم ۶۲، ج۱، ص ۵۶)

حضرتِ سیدنا بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک صبح حضور پاک، صاحبِ لولاک، سیاحِ افلاک صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم بیدار ہوئے تو حضرتِ سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پکارا پھر دریافت فرمایا: اے بلال! کونسی چیز تمہیں مجھ سے پہلے جنت میں لے گئی؟ آج شب میں جنت میں داخل ہوا تو میں نے اپنے آگے تمہارے قدموں کی آواز سنی۔ تو حضرتِ سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں (وضو کرنے کے بعد) ہمیشہ دو رکعتیں پڑھ کر اذان دیتا ہوں اور جب بے وضو ہو جاتا ہوں تو ←

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جنت کی کنجی نماز ہے اور نماز کی کنجی طہارت (2)۔ اس حدیث کو امام احمد نے جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا: ایک روز نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صبح کی نماز میں سورہ رُوم پڑھتے تھے اور متشابہ لگا۔ بعد نماز ارشاد فرمایا کیا حال ہے ان لوگوں کا جو ہمارے ساتھ نماز پڑھتے ہیں اور اچھی طرح طہارت نہیں کرتے انھیں کی وجہ سے امام کو قراءت میں شبہہ پڑتا ہے۔(3) اس حدیث کو نسائی نے شبیب بن ابی روح سے، انہوں نے ایک صحابی سے روایت کیا۔ جب بغیر کامل طہارت نماز پڑھنے کا یہ وبال ہے تو بے طہارت نماز پڑھنے کی نحوست کا کیا پوچھنا۔ ایک حدیث میں فرمایا: طہارت نصف ایمان ہے۔(4) اس حدیث کو ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔ طہارت کی دو قسمیں ہیں (5)۔

فوراً وضو کرلیتا ہوں۔ تو رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا (اچھا!) یہی وجہ ہے۔

(مسند احمد، حدیث بریدہ الاسلمی، رقم ۲۳۰۵۷، ج۹، ص ۲۰)

(2) سنن ابی داود، کتاب الطہارۃ، باب فرض الوضوء، الحدیث ۶۱، ص ۱۲۲۷

المسند للامام أحمد بن حنبل، مسند جابر بن عبداللہ، الحدیث: ۱۴۶۶۸، ج۵، ص ۱۰۳

(3) سنن النسائي، کتاب الافتتاح، باب القراءة في الصبح بالروم، الحدیث: ۹۴۴، ص ۱۶۵۔

(4) جامع الترمذي، کتاب الدعوات، ۸۵۔ باب، الحدیث: ۳۵۲۸، ج۵، ص ۳۰۷

(5) یہ تقسیم فقہی اعتبار سے بیان کی جارہی ہے۔ علمائے تصوف کی تقسیم کچھ اس طرح ہے۔

طہارت کے چار مراتب ہیں:

امام محمد بن محمد غزالی شافعی علیہ رحمۃ اللہ الوالی، لُبَابُ الْاِحْیَاء میں فرماتے ہیں:

(۱) اپنے ظاہر کو احداث (یعنی ناپاکیوں اور نجاستوں) سے پاک کرنا۔ (۲) اعضاء کو جرائم اور گناہ سے پاک کرنا۔

(۳) اپنے دل کو برے اخلاق سے پاک کرنا۔ (۴) اپنے باطن کو اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے غیر سے پاک رکھنا یہ انبیاء کرام علیہم السلام اور صدیقین کی طہارت ہے۔

ہر مرتبہ میں طہارت اس عمل کا نصف ہے جس میں وہ پائی جاتی ہے اور ہر مرتبہ میں تخلیہ (یعنی خالی کرنا) اور تحلیہ (یعنی مزین کرنا) بھی پایا جاتا ہے تخلیہ عمل کا نصف ہے کیونکہ اجر کا ملنا اسی پر موقوف ہے اسی کی طرف اللہ عَزَّ وَجَلَّ کا یہ فرمان بھی اشارہ فرما رہا ہے۔ ارشاد فرمایا:

قُلِ اللّٰهُ ثُمَّ ذَرْهُمْ

ترجمۂ کنز الایمان: اللہ کہو، پھر انہیں چھوڑ دو۔ (پ7، الانعام:91)

پس اللہ عَزَّ وَجَلَّ کا فرمان قُلِ اللّٰه اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے ذکر سے دل کو مزین کرنا ہے جبکہ (ثُمَّ ذَرْهُمْ) سے اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے سوا ہر چیز سے دل کو خالی کرنا ہے اور اسی طرح دل کو برے اخلاق سے پاک کرکے اسے اچھے اخلاق سے مزین کرنا ضروری ہے اور اعضاء کے لئے بھی ←

(۱) صُغریٰ

(۲) کُبریٰ

طہارتِ صُغریٰ وُضو ہے اور کُبریٰ غسل۔ جن چیزوں سے صرف وُضو لازم ہوتا ہے ان کو حدثِ اَصغر کہتے ہیں اور جن سے غسل فرض ہو ان کو حدثِ اَکبر۔ ان سب کا اور ان کے متعلقات کا تفصیلاً ذکر کیا جائے گا۔

تنبیہ: چند ضروری اصطلاحات قابلِ ذکر ہیں کہ ان سے ہر جگہ کام پڑتا ہے۔

فرضِ اعتقادی: جو دلیلِ قطعی سے ثابت ہو (یعنی ایسی دلیل سے جس میں کوئی شبہہ نہ ہو) اس کا انکار کرنے والا آئمہ حنفیہ کے نزدیک مطلقاً کافر ہے اور اگر اسکی فرضیت دینِ اسلام کا عام خاص پر روشن واضح مسئلہ ہو جب تو اس کے منکر کے کفر پر اِجماعِ قطعی ہے ایسا کہ جو اس منکر کے کفر میں شک کرے خود کافر ہے اور بہر حال جو کسی فرضِ اعتقادی کو بلا عذرِ صحیح شرعی قَصداً ایک بار بھی چھوڑے فاسق و مرتکبِ کبیرہ و مستحقِ عذابِ نار ہے جیسے نماز، رکوع، سجود۔

فرضِ عملی: وہ جس کا ثبوت تو ایسا قطعی نہ ہو مگر نظرِ مجتہد میں بحکمِ دلائلِ شرعیہ جزم ہے کہ بے اس کے کیے آدمی بری الذمہ نہ ہوگا یہاں تک کہ اگر وہ کسی عبادت کے اندر فرض ہے تو وہ عبادت بے اس کے باطل و کالعدم ہوگی۔ اس کا بے وجہ انکار فسق و گمراہی ہے، ہاں اگر کوئی شخص کہ دلائلِ شرعیہ میں نظر کا اہل ہے دلیلِ شرعی سے اس کا انکار کرے تو کر سکتا ہے۔ جیسے آئمہ مجتہدین کے اختلافات کہ ایک امام کسی چیز کو فرض کہتے ہیں اور دوسرے نہیں مثلاً حنفیہ کے نزدیک چوتھائی سر کا مسح وُضو میں فرض ہے اور شافعیہ کے نزدیک ایک بال کا اور مالکیہ کے نزدیک پورے سر کا، حنفیہ کے نزدیک وُضو میں بسم اللہ کہنا اور نیت سنت ہے اور حنبلیہ و شافعیہ کے نزدیک فرض اور ان کے سوا اور بہت سی مثالیں ہیں۔ اس فرضِ عملی میں ہر شخص اُسی کی پیروی کرے جس کا مقلّد ہے اپنے امام کے خلاف بلا ضرورتِ شرعی دوسرے کی پیروی جائز نہیں۔

واجبِ اعتقادی: وہ کہ دلیلِ ظنی سے اس کی ضرورت ثابت ہو۔ فرضِ عملی و واجبِ عملی اسی کی دو قسمیں ہیں اور وہ انھیں دو میں منحصر۔

ضروری ہے کہ انہیں گناہوں سے خالی اور اطاعت سے مزین کیا جائے۔
ان مراتب میں سے ہر ایک مرتبہ اپنے بعد والے مرتبہ میں داخل ہونے کے لئے شرط ہے اس لئے سب سے پہلے ظاہر کو، پھر اعضاء کو، اس کے بعد دل کو اور پھر باطن کو پاک کیا جائے اور یہ گمان نہ کیا جائے کہ طہارت سے مراد صرف ظاہری طور پر پاک ہونا ہی ہے کیونکہ اس سے مقصود فوت ہو جائے گا اور یہ بھی گمان نہ کیا جائے کہ یہ مراتب صرف خواہش کرنے سے آرزو کرنے اور آسانی سے حاصل ہو جائیں گے بے شک اگر تو ساری زندگی بھی اس کے حصول میں کمربستہ رہے تو صرف بعض مقاصد میں ہی کامیابی پائے گا۔

واجبِ عملی: وہ واجبِ اعتقادی کہ بے اس کے کیے بھی بری الذمہ ہونے کا احتمال ہو مگر غالب ظن اس کی ضرورت پر ہے اور اگر کسی عبادت میں اس کا بجالانا درکار ہو تو عبادت بے اس کے ناقص رہے مگر ادا ہو جائے۔ مجتہد دلیلِ شرعی سے واجب کا انکار کرسکتا ہے اور کسی واجب کا ایک بار بھی قصداً چھوڑنا گناہِ صغیرہ ہے اور چند بار ترک کرنا کبیرہ۔

سنّتِ مؤکّدہ: وہ جس کو حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیشہ کیا ہو، البتہ بیانِ جواز کے واسطے کبھی ترک بھی فرمایا ہو یا وہ کہ اس کے کرنے کی تاکید فرمائی ہو مگر جانبِ ترک بالکل مسدود نہ فرمادی ہو، اس کا ترک اساءت اور کرنا ثواب اور نادراً ترک پر عتاب اور اس کی عادت پر استحقاقِ عذاب۔

سنّتِ غیر مؤکّدہ: وہ کہ نظرِ شرع میں ایسی مطلوب ہو کہ اس کے ترک کو ناپسند رکھے مگر نہ اس حد تک کہ اس پر وعیدِ عذاب فرمائے عام ازیں کہ حضور سیّد عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس پر مداومت فرمائی یا نہیں، اس کا کرنا ثواب اور نہ کرنا اگرچہ عادۃً ہو موجبِ عتاب نہیں۔

مُستحَب: وہ کہ نظرِ شرع میں پسند ہو مگر ترک پر کچھ ناپسندی نہ ہو، خواہ خود حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے کیا یا اس کی ترغیب دی یا علمائے کرام نے پسند فرمایا اگرچہ احادیث میں اس کا ذکر نہ آیا۔ اس کا کرنا ثواب اور نہ کرنے پر مطلقاً کچھ نہیں۔

مُباح: وہ جس کا کرنا اور نہ کرنا یکساں ہو۔

حَرامِ قطعی: یہ فرض کا مقابل ہے، اس کا ایک بار بھی قصداً کرنا گناہِ کبیرہ وفسق ہے اور بچنا فرض وثواب۔

مکروہِ تحریمی: یہ واجب کا مقابل ہے اس کے کرنے سے عبادت ناقص ہو جاتی ہے اور کرنے والا گنہگار ہوتا ہے اگرچہ اس کا گناہ حرام سے کم ہے اور چند بار اس کا ارتکاب کبیرہ ہے۔

اِساءَت: جس کا کرنا بُرا ہو اور نادراً کرنے والا مستحقِ عِتاب اور اِلتزامِ فعل پر استحقاقِ عذاب۔ یہ سنّتِ مؤکدہ کے مقابل ہے۔

مکروہِ تنزیہی: جس کا کرنا شرع کو پسند نہیں مگر نہ اس حد تک کہ اس پر وعیدِ عذاب فرمائے۔ یہ سنّتِ غیر مؤکدہ کے مقابل ہے۔

خِلافِ اَولیٰ: وہ کہ نہ کرنا بہتر تھا، کیا تو کچھ مضایقہ وعتاب نہیں، یہ مستحب کا مقابل ہے۔ ان کے بیان میں عبارتیں مختلف ملیں گی مگر یہی عطرِ تحقیق ہے۔

وللہ الحمد حمدًا کثیرًا مبارکًا فیہ مبارکًا علیہ کما یحب ربنا و یرضٰی۔

وُضو کا بیان

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

(یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَ اَیْدِیَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَ امْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَ اَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَیْنِ) (1)

یعنی اے ایمان والو جب تم نماز پڑھنے کا ارادہ کرو (اور وضو نہ ہو) تو اپنے مونھ اور کہنیوں تک ہاتھوں کو دھوؤ اور سروں کا مسح کرو اور ٹخنوں تک پاؤں دھوؤ۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ فضائلِ وُضو میں چند اَحادیث ذِکر کی جائیں پھر اُس کے متعلق اَحکامِ فقہی کا بیان ہو۔

حدیث ۱: امام بخاری و امام مسلم ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: قیامت کے دن میری امت اس حالت میں بلائی جائے گی کہ مونھ اور ہاتھ پاؤں آثارِ وُضو سے چمکتے ہوں گے تو جس سے ہو سکے چمک زیادہ کرے۔ (2)

---

(1) پ۶، المآئدۃ:۶.

(2) صحیح البخاري، کتاب الوضوء، باب فضل الوضوء... إلخ، الحدیث:۱۳۶، ج۱، ص۷۱.

وضو کا کوئی فرض ترک کرنا

اللہ کے محبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیوب عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: جو پانی کے ذریعے انگلیوں میں خلال نہ کریگا اللہ عزوجل قیامت کے دن اسے آگ سے چیر دے گا۔ (المعجم الکبیر، الحدیث:۱۵۶، ج۲۲، ص۶۴)

حضرت سیدنا ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے: تم انگلیاں دھونے میں مبالغے سے کام لو گے یا پھر آگ اسے جلانے میں مبالغہ کرے گی۔ (المعجم الاوسط، الحدیث:۲۶۷۴، ج۲، ص۱۰۶)

حضرت سیدنا ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے: پانچوں انگلیوں کا خلال کرلیا کرو تا کہ اللہ عزوجل انہیں آگ سے نہ بھر دے۔ (المعجم الکبیر، الحدیث:۹۲۱۳، ج۹، ص۲۴۷)

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ شہنشاہِ خوش خِصال، پیکرِ حُسن وجمال صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ایک شخص کو دیکھا جس نے اپنی ایڑیاں نہ دھوئی تھیں، تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: جہنمی ایڑیوں کے لئے ہلاکت ہے۔ (صحیح مسلم، کتاب الطہارۃ، باب وجوب غسل الرجلین بکمالهما، الحدیث:۵۷۳، ص۲۱۱)

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کچھ لوگوں کو کوزوں یعنی لوٹوں سے وضو کرتے ہوئے دیکھا تو ارشاد فرمایا کہ کامل ←

حدیث ۲: صحیح مسلم میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی کہ حضور سیدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے صحابہ

طریقے سے وضو کرو کیونکہ میں نے ابو القاسم محمد رسول اللہ صلّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلّم کو فرماتے ہوئے سنا: جہنمی ایڑیوں کے لئے ہلاکت ہے یا جہنمی کونچوں کے لئے ہلاکت ہے۔ (صحیح مسلم، کتاب الطہارۃ، باب وجوب غسل الرجلین بکمالھما، الحدیث: ۵۷۵، ص ۲۱ا)

دافعِ رنج وملال، صاحبِ جودونوال صلّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلّم کا فرمانِ عالیشان ہے: جہنمی ایڑیوں اور تلوؤں کے لئے ہلاکت ہے۔

(المسند للامام احمد بن حنبل، الحدیث: ۱۷۷۲۳، ج ۶، ص ۲۱۵)

حضرت سیدنا ابوالہیثم رضی اللہ تعالٰی عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ رسولِ بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلّم نے مجھے وضو کرتے ہوئے دیکھا تو ارشاد فرمایا: اے ابوالہیثم رضی اللہ تعالٰی عنہ! پاؤں کا تلوا (یعنی اسے دھوؤ)۔

(المعجم الکبیر، الحدیث: ۹۱۱، ج ۲۲، ص ۳۶۳)

خاتم المرسلین، رحمۃ للعلمین صلّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلّم نے کچھ لوگوں کو ملاحظہ فرمایا کہ جن کی ایڑیاں خشک تھیں تو ارشاد فرمایا: جہنمی ایڑیوں کے لئے ہلاکت ہے پورا وضو کرو۔ (سنن ابی داود، کتاب الطہارۃ، باب فی اسباغ الوضوء، الحدیث: ۹۷، ص ۱۲۲۹)

ناقص وضو، نماز میں شبہ پیدا کرتا ہے:

سیدُ المبلغین، رحمۃ للعلمین صلّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلّم نے نماز میں سورۂ روم کی تلاوت فرمائی اور اس میں شبہ پیدا ہو گیا تو (نماز مکمل ہونے کے بعد) آپ صلّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: شیطان نے ان لوگوں کی وجہ سے ہم پر قراءت مشتبہ کردی جو بغیر وضو نماز کے لئے آجاتے ہیں، لہٰذا جب تم نماز کے لئے آیا کرو تو اچھی طرح وضو کرلیا کرو۔

(المسند للامام احمد بن حنبل، الحدیث: ۱۵۸۷۲، ج ۵، ص ۳۸۰)

ایک اور روایت میں ہے: (آپ صلّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلّم کو) ایک آیت میں تردد ہوا تو شفیعُ المذنبین، انیسُ الغریبین، سراجُ السالکین صلّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلّم نے نماز مکمل فرمانے کے بعد ارشاد فرمایا: ہم پر قراءت اس لئے مشتبہ ہوگئی کہ تم میں سے ہمارے ساتھ نماز پڑھنے والے کچھ لوگ اچھی طرح وضو نہیں کرتے، لہٰذا جو ہمارے ساتھ نماز میں حاضر ہوا سے چاہیے کہ اچھی طرح وضو کرلیا کرے۔

(المسند للامام احمد بن حنبل، الحدیث: ۱۵۸۷۴، ج ۵، ص ۳۸۰)

محبوبِ ربُّ العلمین، جنابِ صادق وامین عزوجل وصلّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلّم کا فرمانِ عالیشان ہے: کسی کی نماز اس وقت تک مکمل نہیں ہوتی جب تک کہ وہ اللہ عزوجل کے حکم کے مطابق اچھی طرح وضو نہ کرلے یعنی جب تک چہرہ، کہنیوں سمیت دونوں ہاتھ، سر کا مسح اور دونوں پاؤں ٹخنوں سمیت نہ دھولے۔

(سنن ابن ماجہ، ابواب الطہارۃ وسننھا، باب ماجاء فی الوضوء علی ما امر۔۔۔۔۔۔ الخ، الحدیث: ۴۶۰، ص ۲۶۹)

راوی فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ رحمتِ کونین، ہم غریبوں کے دل کے چین صلّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلّم ہمارے پاس تشریف لائے تو ارشاد فرمایا: میری اُمت کے خلال کرنے والے لوگ کتنے اچھے ہیں۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کی: یارسول اللہ عزوجل وصلّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلّم! خلال کرنے والے لوگ کون ہیں؟ تو آپ صلّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: جو وضو کے دوران اور کھانے کے بعد ←

کرام سے ارشاد فرمایا: کیا میں تمہیں ایسی چیز نہ بتادوں جس کے سبب اللہ تعالیٰ خطائیں محو فرمادے اور درجات بلند کرے۔ عرض کی ہاں یا رسول اللہ! فرمایا: جس وقت وُضو ناگوار ہوتا ہے اس وقت وضوئے کامل کرنا اور مسجدوں کی طرف قدموں کی کثرت اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار اس کا ثواب ایسا ہے جیسا کفار کی سرحد پر حمایت بلادِ اسلام کے لیے گھوڑا باندھنے کا۔(3)

حدیث ۳: اِمام مالِک و نَسائی عبداللہ صنابحی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ: مسلمان بندہ جب وُضو کرتا ہے تو کُلّی کرنے سے مونھ کے گناہ گر جاتے ہیں اور جب ناک میں پانی ڈال کر صاف کیا تو ناک کے گناہ نکل گئے اور جب مونھ دھویا تو اس کے چہرہ کے گناہ نکلے یہاں تک کہ پلکوں کے نکلے اور جب ہاتھ دھوئے تو ہاتھوں کے گناہ نکلے یہاں تک کہ ہاتھوں کے ناخنوں سے نکلے اور جب سر کا مسح کیا تو سر کے گناہ نکلے یہاں تک کہ کانوں سے نکلے اور جب پاؤں دھوئے تو پاؤں کی خطائیں نکلیں یہاں تک کہ ناخنوں سے پھر اس کا مسجد کو جانا اور نماز مزید براں۔(4)

حدیث ۴: بزّار نے باسنادِ حسن روایت کی کہ حضرتِ عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے غلام حمران سے وُضو کے لیے پانی مانگا اور سردی کی رات میں باہر جانا چاہتے تھے حمران کہتے ہیں: میں پانی لایا، انھوں نے مونھ ہاتھ دھوئے تو میں نے کہا اللہ آپ کو کِفایت کرے رات تو بہت ٹھنڈی ہے اس پر فرمایا کہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جو بندہ وضوئے کامل کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے اگلے پچھلے گناہ بخش دیتا ہے۔(5)

حدیث ۵: طَبَرانی نے اوسط میں حضرت امیر المومنین مولیٰ علی کرّم اللہ تعالیٰ وجہہ سے روایت کی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو سخت سردی میں کامل وُضو کرے اس کے لیے دونا ثواب ہے(6)

حدیث ۶: امام احمد بن حنبل نے اَنس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی حضور سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جو ایک ایک بار وُضو کرے تو یہ ضروری بات ہے اور جو دو دو بار کرے اس کو دونا ثواب اور جو تین تین بار دھوئے تو یہ میرا اور اگلے نبیوں کا وُضو ہے۔(7)

خلال کرتے ہیں۔(المعجم الکبیر، الحدیث: ۴۰۶۱، ج۴، ص۱۷۷)

(3) صحیح مسلم، کتاب الطھارۃ، باب فضل إسباغ الوضوء علی المکارہ، الحدیث: ۲۵۱، ص۱۵۱

(4) سنن النسائي، کتاب الطھارۃ، باب مسح الاذنین مع الرأس... إلخ، الحدیث: ۱۰۳، ص۲۵

(5) البحر الزخار المعروف بمسند البزار، مسند عثمان بن عفان، الحدیث: ۴۲۲، ج۲، ص۷۵

(6) المعجم الاوسط للطبراني، باب المیم، الحدیث: ۵۳۶۶، ج۴، ص۱۰۶

(7) المسند للامام أحمد بن حنبل، مسند عبداللہ بن عمر بن الخطاب، الحدیث: ۵۷۳۹، ج۲، ص۴۱۷.

حدیث ۷: صحیح مسلم میں عُقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: جو مسلمان وُضو کرے اور اچھا وُضو کرے پھر کھڑا ہو اور باطن و ظاہر سے متوجہ ہو کر دو رکعت نماز پڑھے اس کے لیے جنت واجب ہوتی ہے۔(8)

حدیث ۸: مسلم میں حضرتِ امیر المؤمنین فاروقِ اعظم عُمر بن خطّاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے جو کوئی وُضو کرے اور کامل وُضو کرے پھر پڑھے۔ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اس کے لیے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیے جاتے ہیں جس دروازے سے چاہے داخل ہو۔(9)

حدیث ۹: ترمذی نے حضرتِ عبدُ اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص وُضو پر وُضو کرے اس کے لیے دس نیکیاں لکھی جائیں گی۔(10)

حدیث ۱۰: ابنِ خُزیمہ اپنی صحیح میں راوی کہ عبدُ اللہ بن بُرَیدہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں: ایک دن صبح کو حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرتِ بِلال کو بلایا اور فرمایا: اے بِلال کس عمل کے سبب جنت میں تو مجھ سے آگے آگے جا رہا تھا میں رات جنت میں گیا تو تیرے پاؤں کی آہٹ اپنے آگے پائی۔ بِلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ! میں جب اذان کہتا اس کے بعد دو رکعت نماز پڑھ لیتا اور میرا جب کبھی وُضو ٹوٹتا وُضو کر لیا کرتا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اسی سبب سے۔(11)

حدیث ۱۱: ترمذی و ابنِ ماجہ سعید بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے بسم اللہ نہ پڑھی اس کا وُضو نہیں یعنی وضوئے کامل نہیں اس کے معنے وہ ہیں جو دوسری حدیث میں ارشاد فرمایا۔(12)

حدیث ۱۲: دارقُطنی اور بَیہقی اپنی سُنَن میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: جس نے بسم اللہ کہہ کر وُضو کیا سر سے پاؤں تک اس کا سارا بدن پاک ہو گیا اور جس نے

---

(8) صحیح مسلم، کتاب الطھارۃ، باب الذکر المستحب عقب الوضوء، الحدیث: ۲۳۴، ص ۱۴۴.

(9) صحیح مسلم، کتاب الطھارۃ باب الذکر المستحب عقب الوضوء، الحدیث: ۲۳۴، ص ۱۴۴

(10) جامع الترمذي، أبواب الطھارۃ، باب ما جاء أنہ یصلي الصلوات بوضوء واحد، الحدیث: ۶۱، ج ۱، ص ۱۲۴.

(11) صحیح ابن خزیمۃ، باب استحباب الصلاۃ عند الذنب... إلخ، الحدیث: ۱۲۰۹، ج ۲، ص ۲۱۳

(12) سنن ابن ماجہ، أبواب الطھارۃ، باب ما جاء في التسمیۃ في الوضوء، الحدیث: ۳۹۸، ج ۱، ص ۲۴۲

بغیر بسم اللہ وضو کیا اس کا اتنا ہی بدن پاک ہوگا جتنے پر پانی گزرا۔(13)

حدیث ۱۳: امام بخاری و مسلم ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: جب کوئی خواب سے بیدار ہو تو وضو کرے اور تین بار ناک صاف کرے کہ شیطان اس کے نتھنے پر رات گزارتا ہے۔(14)

حدیث ۱۴: طَبَرانی باسنادِ حسن حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر یہ بات نہ ہوتی کہ میری امت پر شاق ہوگا تو میں ان کو ہر وضو کے ساتھ مسواک کرنے کا امر فرما دیتا۔(15) (یعنی فرض کر دیتا اور بعض روایتوں میں لفظ فرض بھی آیا ہے)۔(16)

حدیث ۱۵: اسی طَبَرانی کی ایک روایت میں ہے کہ سیّد عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کسی نماز کے لیے تشریف نہ لے جاتے تاوقتیکہ مسواک نہ فرما لیتے۔(17)

حدیث ۱۶: صحیح مسلم میں عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی، کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باہر سے جب گھر میں تشریف لاتے تو سب سے پہلا کام مسواک کرنا ہوتا۔(18)

حدیث ۱۷: امام احمد ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: مسواک کا التزام رکھو کہ وہ سبب ہے مونھ کی صفائی اور رب تبارک وتعالیٰ کی رضا کا۔(19)

حدیث ۱۸: ابو نُعَیم جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: دو رکعتیں جو مسواک کر کے پڑھی جائیں افضل ہیں بے مسواک کی ستر رکعتوں سے۔(20)

حدیث ۱۹: اور ایک روایت میں ہے کہ: جو نماز مسواک کر کے پڑھی جائے وہ اس نماز سے کہ بے مسواک

---

(13) سنن الدار قطني، كتاب الطهارة، باب التسمية على الوضوء، الحديث: ۲۲۸، ج۱، ص۱۰۸

(14) صحيح البخاري، كتاب بدء الخلق، باب صفة ابليس وجنوده، الحديث: ۳۲۹۵، ج۲، ص۴۰۳۔

(15) المعجم الأوسط للطبراني، الحديث: ۱۲۳۸، ج۱، ص۳۴۱

(16) المستدرك للحاكم، كتاب الطهارة، باب لولا ان أشق... إلخ، الحديث: ۵۳۱، ج۱، ص۳۶۴۔

(17) المعجم الكبير للطبراني، الحديث: ۴۴۔(۲۵۳)، ج۵، ص۱۵۲۔

(18) صحيح مسلم، كتاب الطهارة، باب السواك، الحديث: ۴۴۔(۲۵۳)، ص۱۵۲۔

(19) المسند للإمام أحمد بن حنبل، مسند عبد الله بن عمر رضي الله عنهما، الحديث: ۵۸۶۹، ج۲، ص۴۳۸

(20) الترغيب والترهيب للمنذري، كتاب الطهارة، الترغيب في السواك، الحديث: ۱۸، ج۱، ص۱۰۲

کیے پڑھی گئی ستر حصے افضل ہے۔(21)

حدیث ۲۰: مشکوٰۃ میں عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی کہ: دس چیزیں فطرت سے ہیں (یعنی ان کا حکم ہر شریعت میں تھا) مونچھیں کترنا، داڑھی بڑھانا، مسواک کرنا، ناک میں پانی ڈالنا، ناخن تراشنا، اُنگلیوں کی چنٹیں دھونا، بغل کے بال دُور کرنا، موئے زیرِ ناف مونڈنا، استنجا کرنا، کُلّی کرنا۔(22)

حدیث ۲۱: حضرتِ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: بندہ جب مسواک کرلیتا ہے پھر نماز کو کھڑا ہوتا ہے تو فرشتہ اس کے پیچھے کھڑا ہوکر قراءت سنتا ہے پھر اس سے قریب ہوتا ہے یہاں تک کہ اپنا مونھ اس کے مونھ پر رکھ دیتا ہے۔(23)

مشائخِ کرام فرماتے ہیں کہ: جو شخص مسواک کا عادی ہو مرتے وقت اسے کلمہ پڑھنا نصیب ہوگا۔ اور جو افیون کھاتا ہو مرتے وقت اسے کلمہ نصیب نہ ہوگا۔

❁❁❁❁❁

(21) شعب الایمان، باب فی الطہارات، الحدیث: ۲۷۷۴، ج۳، ص۲۶

(22) صحیح مسلم، کتاب الطہارۃ، باب خصال الفطرۃ، الحدیث: ۲۶۱، ص۱۵۴

(23) البحر الزخار المعروف بمسند البزار، مسند علی بن ابی طالب، الحدیث: ۶۰۳، ج۲، ص۲۱۴

مسائل فقہیّہ

اَحکام فِقہی:

وہ آیہ کریمہ جو اوپر لکھی گئی اس سے یہ ثابت کہ وُضو میں چار فرض ہیں:

(۱) مونھ دھونا

(۲) کہنیوں سمیت دونوں ہاتھوں کا دھونا

(۳) سر کا مسح کرنا

(۴) ٹخنوں سمیت دونوں پاؤں کا دھونا

فائدہ: کسی عُضْو کے دھونے کے یہ معنی ہیں کہ اس عُضْو کے ہر حصہ پر کم سے کم دو بوند پانی بہ جائے (1)۔ بھیگ

---

(1) اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فتاویٰ رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

منہ، ف ہاتھ، پاؤں (ا) تینوں عضووں کے تمام مذکور ذرّوں پر پانی کا بہنا فرض ہے فقط بھیگ جانا ہاتھ پھر جانا یا تیل کی طرح پانی چپڑ لینا تو بالاجماع کافی نہیں اللھم الا مامر فی الرجلین (مگر وہ جو پیروں سے متعلق گزارت) اور صحیح مذہب میں ایک بوند ہر جگہ سے ٹپک جانا بھی کافی نہیں کم سے کم دو بوندیں ہر ذرہ ابدان مذکورہ پر سے بہیں۔

ف: مسئلہ ضروریہ: منہ، ہاتھ، پاؤں کے ذرے ذرے پر پانی بہنا فرض ہے فقط بھیگا ہاتھ پہنچنا کافی نہیں کم از کم ہر پرزے پر سے دو قطرے ٹپکے۔

درمختار میں ہے:

غسل الوجہ ای اسالۃ الماء مع التقاطر ولو قطرۃ وفی الفیض اقلہ قطرتان فی الاصح اھ [1]

چہرے کا دھونا یعنی تقاطر کے ساتھ پانی بہانا اگرچہ ایک ہی قطرہ ٹپکے، اور فیض میں ہے کہ اصح یہ ہے کہ کم از کم دو دو قطرے ٹپکیں اھ

(۱؎ الدر المختار، کتاب الطہارۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹)

قال ح ثم ط ثم ش کلھم فی حواشی الدر یدل علیہ صیغۃ التفاعل اھ [2] اما ما عن ابی یوسف ان الغسل مجرد بلّ المحل بالماء سال او لم یسل [3] ولاجلہ جعل فی البحر الاسالۃ مختلفا فیھا بینہ وبین الطرفین و زعم ان اشتراطھا ھو ظاھر الروایۃ۔

مختار کے حواشی میں حلبی پھر طحطاوی پھر شامی لکھتے ہیں، اس پر تفاعل کا صیغہ (تقاطر) دلالت کر رہا ہے اھ لیکن وہ جو امام ابو یوسف سے روایت ہے کہ دھونا، اعضاء وضو کو پانی سے صرف تر کر لینے کا نام ہے پانی بہے یا نہ بہے، اور اسی وجہ سے بحر میں بہانے کو امام ابو یوسف اور طرفین کے درمیان مختلف فیہ ٹھہرایا ہے اور ان کا خیال ہے کہ بہانے کا شرط ہونا یہ ظاہر الروایہ ہے۔ ←

جانے یا تیل کی طرح پانی چپڑ لیتے یا ایک آدھ بوند بہ جانے کو دھونا نہیں کہیں گے نہ اس سے وضو یا غسل ادا ہو (2)،

(۲؎ ردالمحتار کتاب الطہارۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۶۵) (۳؎ ردالمحتار کتاب الطہارۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۶۵)

فالحق الذی لامحید عنہ ولا یحل المصیر الا الیہ ان تأویلہ مافی حلیۃ عن الذخیرۃ انہ سال من العضو قطرۃ اوقطرتان ولم یتدارك ۱؎ کیف ولولا ذلك لکان ھذا والعیاذ باللہ تعالی انکار اللنص وتبدیلا للشرع فان اللہ تعالی امر بالغسل وھذا لیس بغسل لالغۃ ولا عرفا وقد قال فی البحر نفسہ الغسل بفتح الغین ازالۃ الوسخ عن الشیئ ونحوہ باجراء الماء علیہ لغۃ اھ ۲؎ وھل الاجراء الا الاسالۃ وقد فرق المولی سبحنہ وتعالی بین الاعضاء فجعل وظیفۃ بعضھا الغسل وبعضھا المسح فانہ اذالم یسل الماء لم یکن الا اصابۃ بلل وھو المسح۔

توحق جس سے انحراف نہیں اور جس کی طرف رجوع کے سوا کچھ روا نہیں وہ یہ ہے کہ اس روایت کی تاویل وہ ہے جو حلیہ میں ذخیرہ سے منقول ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ عضو سے قطرہ دو قطرہ بہ جائے اور تسلسل کے ساتھ نہ گرے۔ یہ حق کیوں نہ ہو اگر اس کا یہ مطلب نہ لیں تو معاذ اللہ یہ نص کا انکار اور شرع کی تبدیلی ہوگی اس لیے کہ اللہ تعالٰی نے دھونے کا حکم دیا ہے اور یہ لغۃً عرفاً کسی طرح بھی دھونا نہیں۔ اور خود بحر میں لکھا ہے کہ غَسل بفتح غین (دھونا) لغت میں کسی پر پانی بہا کر اس سے میل وغیرہ دور کرنے کا نام ہے اھ۔ اجرا، اسالہ، بہنا ایک ہی چیز ہے مولی سبحنہ وتعالی نے اعضاء کے درمیان فرق رکھا ہے کہ کسی میں دھونے کا عمل مقرر فرمایا ہے اور کسی میں مسح رکھا ہے، اگر یہ مان لیں کہ بہنا ضروری نہیں تو تمام اعضاء میں مسح ہی کا عمل رہ جائے گا، اس لئے کہ پانی جب بہے گا نہیں تو صرف یہ ہوگا کہ تری پہنچ گئی اور یہی مسح ہے۔

(۱؎ ردالمحتار کتاب الطہارۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۶۵) (۲؎ البحرالرائق کتاب الطہارۃ، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۱۱)

اقول: فما کان ینبغی لمثل ھذا المحقق البحران یجعلہ مختلفا فیہ کی یجترء علیہ الجاھلون کما نشاھد الأن من کثیر منھم انہ لایزید فی جبھتہ وعارضیہ وغیرھا علی اصابۃ ید مبتلۃ من دون سیلان ولا تقاطر اصلا واذا اخبران قدبقی لمعۃ مثلا فی مرفقہ او اخمصہ اوعقبہ امر علیہ یدہ الباقی فیھا بلل الماء من دون ان یأخذ ماء جدیدا فضلا عن الاسالۃ فالی اللہ المشتکی ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

اقول: تو محقق بحر جیسی شخصیت کو یہ نہ چاہئے تھا کہ اسے مختلف فیہ ٹھہرائیں کہ جاہلوں کو اس کی جسارت ہو جیسا کہ اس وقت ہم دیکھتے ہیں کہ ان میں کتنے ایسے ہیں کہ پیشانی اور رخسار وغیرہ میں اس سے زیادہ نہیں کرتے کہ بھیگا ہوا ہاتھ لگا دیتے ہیں نہ پانی بہتا ہے نہ کوئی قطرہ ٹپکتا ہے اگر کسی کو بتایا جائے کہ دیکھو کہنی یا تلوے یا ایڑی میں تھوڑی سی جگہ خشک رہ گئی تو بس ہاتھ اس جگہ پھیر دے گا اور اس میں پانی کی باقیماندہ تری کو کافی سمجھے گا از سرِ نو دوسرا پانی بھی نہ لے گا، پانی بہانا تو دور کی بات ہے، تو خدا ہی کی بارگاہ میں شکایت ہے اور کوئی طاقت وقوت نہیں مگر عظمت والے خدائے برتر ہی سے۔ (فتاوی رضویہ، جلد ۱، ص ۲۸۶ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(2) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الطہارۃ، مطلب فی الفرض القطعی والظنی، ج ۱، ص ۲۱۷.

والفتاوی الرضویۃ، کتاب الطھارۃ، باب الوضوء، ج ۱، ص ۲۱۸

اس امر کا لحاظ بہت ضروری ہے لوگ اس کی طرف توجہ نہیں کرتے اور نمازیں اکارت جاتی ہیں۔ بدن میں بعض جگہیں ایسی ہیں کہ جب تک ان کا خاص خیال نہ کیا جائے ان پر پانی نہ بہے گا جس کی تشریح ہر عُضْو میں بیان کی جائے گی۔ کسی جگہ مَوضَعِ حَدَث پر تری پہنچنے کو مسح کہتے ہیں۔

ا۔ **موںھ دھونا:** شروع پیشانی سے (یعنی جہاں سے بال جمنے کی انتہا ہو) ٹھوڑی تک طول میں اور عرض میں ایک کان سے دوسرے کان تک موںھ ہے (3)

---

(3) اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

درمختار میں ہے:

ارکان الوضوء غسل الوجه من مبدء سطح جبهته الى منبت اسنانه السفلى طولا ومابين شحمتی الاذنين عرضافيجب غسل الميآق ومايظهر من الشفة عند انضمامها(الطبيعي لاعند انضمامها بشدة وتكلف اه ح وكذالوغمض عينيه شديدالا يجوز بحر) وغسل جميع اللحية فرض على المذهب الصحيح المفتى به المرجوع اليه وماعداهذه الرواية مرجوع عنه ثم لاخلاف ان المسترسل(وفسره ابن حجر فى شرح المنهاج بمالومد من جهة نزوله لخرج عن دائرة الوجه ثم رأيت المصنف فى شرحه على زادالفقير قال وفى المجتبى قال البقالى ومانزل من شعراللحية من الذقن ليس من الوجه عندناخلافاللشافعى اه)لايجب غسله ولا مسحه بل يسن (المسح) وان الخفيفة التى ترى بشرتها يجب غسل ماتحتها نهر وفى البرهان يجب غسل بشرة لم يسترها الشعر كحاجب وشارب وعنفقة فى المختار(ويستثنى منه مااذاكان الشارب طويلا يستر حمرة الشفتين لمافى السراجية من ان تخليل الشارب الساترحمرة الشفتين واجب ا)اھ ملخصامزيدامابين الاهلة من ردالمحتار۔

ارکان وضو یہ ہیں: چہرے کو لمبائی میں پیشانی کی سطح کے شروع سے نیچے کے دانتوں کے اُگنے کی جگہ تک، اور چوڑائی میں ایک کان کی لَو سے دوسرے کان کی لَو تک جتنا حصہ ہے سب دھونا۔ تو آنکھوں کے گوشوں کو دھونا ضروری ہے اور لب کا وہ حصہ بھی جو لب بند ہونے کے وقت کھلا رہتا ہے (یعنی طبعی طور پر بند ہونے کے وقت، شدت اور تکلیف سے بند کرنے کے وقت نہیں، اھ حلبی۔ اسی طرح اگر وقتِ وضو آنکھیں سختی سے بند کرلیں تو وضو نہ ہوگا۔ بحر۔) اور پوری داڑھی کا دھونا فرض ہے۔ مذہب صحیح مُفتیٰ بہ پر۔ جس کی طرف امام نے رجوع کرلیا ہے۔ اور اس کے علاوہ جو روایت ہے اس سے رجوع ہو چکا ہے۔ پھر اس میں اختلاف نہیں کہ داڑھی کے لٹکتے ہوئے بالوں کا دھونا یا مسح کرنا فرض نہیں بلکہ (اس کا مسح) مسنون ہے۔ (مسترسل، لٹکتے بالوں، کی تفسیر علامہ ابن حجر شافعی نے شرح منہاج میں یہ لکھی ہے: بالوں کا وہ حصہ جو نیچے کو پھیلایا جائے تو چہرے کے دائرے سے باہر ہو جائے۔ پھر میں نے دیکھا کہ مصنف نے زاد الفقیر کی شرح میں یہ لکھا ہے: مجتبیٰ میں ہے کہ بقالی نے کہا: داڑھی کے وہ بال جو ٹھوڑی سے نیچے ہیں وہ امام شافعی کے برخلاف ہمارے نزدیک چہرے میں ←

اس حد کے اندر جلد کے ہر حصہ پر ایک مرتبہ پانی بہانا فرض ہے۔(4)

مسئلہ ۱: جس کے سر کے اگلے حصہ کے بال گر گئے یا جمے نہیں اس پر وہیں تک مونھ دھونا فرض ہے جہاں تک عادۃً بال ہوتے ہیں اور اگر عادۃً جہاں تک بال ہوتے ہیں اس سے نیچے تک کسی کے بال جمے تو ان زائد بالوں کا جڑ تک دھونا فرض ہے۔(5)

مسئلہ ۲: مونچھوں یا بھووں یا بچی (بال جو نیچے کے ہونٹ اور ٹھوڑی کے بیچ میں ہوتے ہیں) کے بال گھنے ہوں کہ کھال بالکل نہ دکھائی دے تو جلد کا دھونا فرض نہیں بالوں کا دھونا فرض ہے(6)

شمار نہیں اھ) ہلکی داڑھی جس کی جلد نظر آتی ہے اس کے نیچے کی جلد دھونا فرض ہے، نہر۔ اور برہان میں ہے: مذہب مختار میں اس جلد کو دھونا فرض ہے جو بالوں سے چھپی ہوئی نہیں ہے جیسے بھووں، مونچھوں اور بچی کے بالوں سے [نہ چھپنے والی جلد ۱۲م] اس سے وہ صورت مستثنیٰ ہے جب مونچھیں اتنی لمبی ہوں کہ لبوں کی سُرخی کو چھپالیں، کیونکہ سراجیہ میں ہے کہ لبوں کی سُرخی کو چھپا لینے والی مونچھوں کا خلال کرنا یعنی ہٹا کر لب کی جلد دھونا فرض ہے) اھ۔ درمختار کی عبارت تلخیص اور ہلالین کے درمیان ردالمحتار سے اضافوں کے ساتھ ختم ہوئی۔

(۱؎ الدرالمختار، کتاب الطہارت، مطبع مجتبائی دہلی، ۱/ ۱۸ و ۱۹) (ردالمحتار، کتاب الطہارت، دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱/ ۶۶ تا ۶۹)

قلت واستحبابي غسل المسترسل نظرا الى خلاف الامام الشافعي رضي الله تعالى عنه لما نصوا عليه من ان الخروج عن الخلاف مستحب بالاجماع مالم يرتكب مكروه مذهبه كما في ردالمحتار وغيره. ۲؎

(۲؎ الدرالمختار، کتاب الطہارت، مطبع مجتبائی دہلی، ۱/ ۲۷) (ردالمحتار، کتاب الطہارت، دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱/ ۹۹)

قلت داڑھی کے لٹکتے ہوئے بالوں کو دھونا، میں نے امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اختلاف کا لحاظ کرتے ہوئے مستحب کہا اس لئے کہ علماء نے تصریح فرمائی ہے کہ صورتِ اختلاف سے بچنا بالاجماع مستحب ہے بشرطیکہ اس میں اپنے مذہب کے کسی مکروہ کا ارتکاب نہ ہو، جیسا کہ ردالمحتار وغیرہ میں ہے۔

ف: حتی الامکان اختلاف علماء سے بچنا مستحب ہے جب تک اس کی رعایت میں اپنے مذہب کا مکروہ نہ لازم آئے۔

(فتاوی رضویہ، جلد ۱۔ ۲، ص ۶۰۰۔ ۶۰۲ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(4) الدرالمختار معہ ردالمحتار، کتاب الطہارۃ، ج ۱، ص ۲۱۶۔ ۲۱۹۔

(5) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطھارۃ، الباب الأول في الوضوء، الفصل الأول، ج ۱، ص ۴۔

(6) اعلیٰ حضرت، امامِ اہلسنت، مجدددین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں: دونوں لب، حق یہ ہے کہ ان کا دھونا فرض ہے یہاں تک کہ اگر لب ف ۲ خوب زور سے بند کر لئے کہ ان کی کچھ تحریر جو عادی طور پر بند کرنے میں کھلی رہتی اب چھپ گئی اور اس پر پانی نہ بہا نہ کلی کی وضو نہ ہوگا، ہاں عادی طور پر خاموش بیٹھنے کی حالت میں لبوں کا جتنا حصہ باہم مل کر چھپ جاتا ہے وہ دہن کا تابع ہے کہ وضو میں اس کا دھونا فرض نہیں،

←

ف ۲: وضو میں بارہ فرض عملی ہیں۔

ف ۲: مسئلہ: اگر لب خوب زور سے بند کرکے وضو کیا اور کلی نہ کی وضو نہ ہوگا۔

درمختار میں ہے:

یجب غسل مایظھر من الشفۃ عند انضمامھا ۱؎۔

لب بند ہونے کے وقت اس کا جو حصّہ کھلا رہتا ہے اسے دھونا واجب ہے۔ (۱؎ الدر المختار کتاب الطہارۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹)

ردالمحتار میں ہے:

ای یفترض کما صححہ فی الخلاصۃ والمراد مایظھر عند انضمامھا الطبیعی لاعند انضمامھا بشدۃ وتکلف اھ ح۲؎ یعنی فرض ہے۔ جیسا کہ خلاصہ میں اسے صحیح کہا اور مراد وہ حصہ ہے جو لب کے طبعی طور پر بند ہونے کے وقت کھلا رہتا ہے صرف وہ نہیں جو شدّت اور تکلیف سے بند ہونے کے وقت کھلا رہتا ہے۔ اھ حلبی (۲؎ ردالمحتار کتاب الطہارۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۶۶)

(۲، ۳، ۴) بھووں، ف۱ مونچھوں، بچّی کے نیچے کی کھال جب کہ بال چھدرے ہوں کھال نظر آتی ہو وضو میں دھونا فرض ہے، ہاں گھنے ہوں کہ کھال بالکل نہ دکھائی دے تو وضو میں ضرور نہیں، غسل میں جب بھی ضرور ہے۔

(۵) داڑھی ف۲ چھدری ہو تو اس کے نیچے کی کھال دُھلنا فرض اور گھنی ہو تو جس قدر بال دائرہ رُخ میں داخل ہیں ان سب کا دھونا فرض ہے، یہی صحیح ومعتمد ہے، ہاں جو بال نیچے چھوٹے ہوتے ہیں اُن کا مسح سنّت ہے اور دھونا مستحب، اور نیچے ہونے کے یہ معنی کہ داڑھی کو ہاتھ سے ذقن (ٹھوڑی) کی طرف دبائیں تو جتنے بال مُنہ کے دائرہ سے نکل گئے اُن کا دھونا ضروری نہیں باقی کا ضرور ہے، ہاں خاص جڑیں اُن کی بھی دھونی ضرور کہ اُن کا دھونا بعینہٖ کھال کا دھونا ہوگا اور گھنی داڑھی میں اس کا دھونا ساقط ہو چکا ہے۔

ف۱: مسئلہ: بھویں مونچھیں بچّی کے بال چھدرے ہوں تو ان کا اور ان کے نیچے کی کھال سب کا دھونا وضو میں فرض ہے

ف۲: مسئلہ: کتنی داڑھی کا دھونا وضو میں فرض ہے کتنی کا مستحب۔

درمختار میں ہے:

غسل جمیع اللحیۃ فرض عملیا علی المذھب الصحیح المفتی بہ المرجوع الیہ بدائع ثم لاخلاف ان المسترسل لایجب غسلہ ولا مسحہ بل یسن وان الخفیفۃ التی تری بشرتھا یجب غسل ماتحتھا نھر ۱؎۔

پوری داڑھی کا دھونا فرض عملی ہے۔ مذہب صحیح مفتی بہ پر جس کی طرف رجوع ہو چکا ہے، بدائع۔ پھر اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ داڑھی کے جو بال لٹکے ہوئے ہیں انھیں دھونا ضروری نہیں انکا مسح بھی ضروری نہیں بلکہ مسنون ہے اور اس میں بھی اختلاف نہیں کہ خفیف داڑھی جس کی جلد دکھائی دیتی ہے اس کے نیچے کی جلد دھونا ضروری ہے۔ نہر (۱؎ الدر المختار کتاب الطہارۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹)

اُسی میں ہے:

لاغسل باطن العینین والانف والفم واصول شعر الحاجبین واللحیۃ والشارب ۲؎۔

(۲؎ الدر المختار کتاب الطہارۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹) ←

اور اگر ان جگہوں کے بال گھنے نہ ہوں تو جلد کا دھونا بھی فرض ہے۔(7)

مسئلہ ۳: اگر مونچھیں بڑھ کر لبوں کو چھپالیں تو اگرچہ گھنی ہوں، مونچھیں ہٹا کر لب کا دھونا فرض ہے۔(8)

مسئلہ ۴: داڑھی کے بال اگر گھنے نہ ہوں تو جلد کا دھونا فرض ہے اور اگر گھنے ہوں تو گلے کی طرف دبانے سے جس قدر چہرے کے گردے میں آئیں ان کا دھونا فرض ہے اور جڑوں کا دھونا فرض نہیں اور جو حلقے سے نیچے ہوں ان کا دھونا ضرور نہیں اور اگر کچھ حصہ میں گھنے ہوں اور کچھ چھدرے، تو جہاں گھنے ہوں وہاں بال اور جہاں چھدرے ہیں اس جگہ جلد کا دھونا فرض ہے۔(9)

مسئلہ ۵: لبوں کا وہ حصہ جو عادۃً لب بند کرنے کے بعد ظاہر رہتا ہے، اس کا دھونا فرض ہے تو اگر کوئی خوب زور سے لب بند کرلے کہ اس میں کا کچھ حصہ چھپ گیا کہ اس پر پانی نہ پہنچا، نہ کُلّی کی کہ دُھل جاتا تو وُضو نہ ہوا، ہاں وہ حصہ جو عادۃً مونھ بند کرنے میں ظاہر نہیں ہوتا اس کا دھونا فرض نہیں۔(10)

مسئلہ ۶: رُخسار اور کان کے بیچ میں جو جگہ ہے جسے کنپٹی کہتے ہیں اس کا دھونا فرض ہے ہاں اس حصہ میں جتنی جگہ داڑھی کے گھنے بال ہوں وہاں بالوں کا اور جہاں بال نہ ہوں یا گھنے نہ ہوں تو جلد کا دھونا فرض ہے۔(11)

مسئلہ ۷: نتھ کا سوراخ اگر بند نہ ہو تو اس میں پانی بہانا فرض ہے اگر تنگ ہو تو پانی ڈالنے میں نتھ کو حرکت دے ورنہ ضروری نہیں۔(12)

مسئلہ ۸: آنکھوں کے ڈھیلے اور پپوٹوں کی اندرونی سطح کا دھونا کچھ درکار نہیں بلکہ نہ چاہیئے کہ مُضر ہے۔(13)

آنکھ، ناک اور دہن کے اندرونی حصے اور بھووں، داڑھی اور مونچھ کے بالوں کی جڑیں دھونا فرض نہیں۔

(فتاوی رضویہ، جلد ۱، ص ۲۸۱۔۲۸۲ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(7) ردالمحتار، کتاب الطہارۃ، مطلب في معنی الاشتقاق... إلخ، ج۱، ص ۲۲۰۔

(8) الفتاوی الرضویۃ، ج۱، ص ۴۴۶

(9) الفتاوی الرضویۃ، ج۱، ص ۲۱۴، ۴۴۶۔

(10) الدرالمختار و ردالمحتار، کتاب الطہارۃ، مطلب في معنی الاشتقاق... إلخ، ج۱، ص ۲۱۹۔ والفتاوی الرضویۃ، ج۱، ص ۲۱۴

(11) الفتاوی الرضویۃ، ج۱، ص ۲۱۶۔ والدرالمختار وردالمحتار، کتاب الطہارۃ، مطلب في معنی الاشتقاق... إلخ، ج۱، ص ۲۲۰

(12) الفتاوی الرضویۃ، ج۱، ص ۴۴۵۔

(13) اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

(۱) آنکھوں کے ڈھیلے (۲) پپوٹوں کی اندرونی سطح کہ ان دونوں مواضع کا دھونا باجماع معتد بہ اصلاً فرض کیا مستحب بھی نہیں۔

وبالغ الاماما ن عبداللہ بن عمر و عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہم فکف بصرھما۔ ←

مسئلہ ۹: مونھ دھوتے وقت آنکھیں زور سے میچ لیں کہ پلک کے متصل ایک خفیف سی تحریر بند ہوگئی اور اس پر پانی نہ بہا اور وہ عادۃً بند کرنے سے ظاہر رہتی ہو تو وضو ہو جائیگا مگر ایسا کرنا نہیں چاہیئے اور اگر کچھ زیادہ دُھلنے سے رہ گیا تو وضو نہ ہوگا۔ (14)

دو اماموں حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھم نے ان کے دھونے میں مبالغہ سے کام لیا تو ان کی بینائی جاتی رہی۔

(۳) آنکھیں خوب ف ا زور سے بند کرنے میں جو حصہ بند ہو جاتا ہے کہ نرم بند کرے تو ظاہر رہتا اتنا حصہ دھلنا مختلف ہی ہے، ظاہر الروایہ یہ ہے کہ اس کا دھلنا بھی واجب نہیں یہاں تک خوب آنکھیں بند کرکے وضو کیا وضو ہو جائے گا اور بعض نے کہا نہ ہو۔

ف ۱: مسئلہ: وضو میں آنکھیں زور سے نہ بند کرے مگر وضو ہو جائے گا۔

ردالمحتار میں ہے:

لوغمض عینیه شدیدا لایجوز. بحر. لکن نقل العلامة المقدسی فی شرحه علی نظم الکنز ان ظاهر الروایة الجواز واقره فی الشرنبلالیة تأمل اھ کلام الشامی۔

اگر آنکھیں زور سے بند کرکے دھوئیں تو وضو نہ ہوگا۔ بحر۔ لیکن علامہ مقدسی نے نظم کنز پر اپنی شرح میں نقل کیا ہے کہ ظاہر الروایہ یہ ہے کہ وضو ہو جائیگا اور شرنبلالیہ میں اسے برقرار رکھا ہے۔ تأمل کرو۔ اھ شامی کی عبارت ختم ہوئی۔

(۱؎ کتاب الطہارۃ مطلب فی معنی الاشتقاق وتسمیہ الخ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۶۶)

اقول: ف ۲ رحم الله العلامة السید انما عبارة البحر هکذا ذکر فی المجتبٰی لاتغسل العین بالماء ولا باس بغسل الوجه مغمضا عینیه وقال الفقیه احمد بن ابراهیم ان غمض عینیه شدیدا لایجوز ۲؎ اھ فمفاده ایضا لیس الا ان المذهب الجواز وعدمه قول احمد بن ابرهیم فلیتنبه۔

(۲؎ البحرالرائق کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۱۱)

اقول: علامہ شامی پر خدا کی رحمت ہو، بحر کی عبارت اس طرح ہے: مجتبٰی میں ذکر کیا ہے کہ آنکھ پانی سے نہ دھوئی جائے، اور آنکھیں بند کرکے چہرہ دھونے میں حرج نہیں۔ اور فقیہ احمد بن ابراہیم نے فرمایا کہ اگر آنکھیں زور سے بند کرلیں تو وضو نہ ہوگا اھ۔ تو عبارتِ بحر کا مفاد بھی یہی ہے کہ اس صورت میں وضو ہو جانا ہی مذہب ہے اور نہ ہونا احمد بن ابراہیم کا قول ہے۔ تو اس پر متنبہ رہنا چاہیے

(فتاوی رضویہ، جلد ۲۹، ص ۳۳۹ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(14) اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

آنکھیں خوب ف ا زور سے بند کرنے میں جو حصہ بند ہو جاتا ہے کہ نرم بند کرے تو ظاہر رہتا اتنا حصہ دھلنا مختلف ہی ہے، ظاہر الروایہ یہ ہے کہ اس کا دھلنا بھی واجب نہیں یہاں تک خوب آنکھیں بند کرکے وضو کیا وضو ہو جائے گا اور بعض نے کہا نہ ہو۔

ف ۱: مسئلہ: وضو میں آنکھیں زور سے نہ بند کرے مگر وضو ہو جائے گا۔ ←

مسئلہ ۱۰: آنکھ کے کوئے (آنکھ کا کونہ) پر پانی بہانا فرض ہے مگر سرمہ کا جرم کوئے یا پلک میں رہ گیا اور وضو کرلیا اور اطلاع نہ ہوئی اور نماز پڑھ لی تو حرج نہیں نماز ہوگئی، وضو بھی ہوگیا اور اگر معلوم ہے تو اسے چھڑا کر پانی بہانا ضرور ہے۔

مسئلہ ۱۱: پلک کا ہر بال پورا دھونا فرض ہے اگر اس میں کیچڑ وغیرہ کوئی سخت چیز جم گئی ہو تو چھڑانا فرض ہے۔(15)

۲۔ہاتھ دھونا: اس حکم میں کہنیاں بھی داخل ہیں۔(16)

مسئلہ ۱۲: اگر کہنیوں سے ناخن تک کوئی جگہ ذرہ بھر بھی دھلنے سے رہ جائے گی وضو نہ ہوگا۔(17)

ردالمحتار میں ہے:

لو غمض عینیه شدیدا لا یجوز ، بحر. لکن نقل العلامة المقدسی فی شرحه علی نظم الکنز ان ظاهر الروایة الجواز واقره فی الشرنبلالیة تأمل اھ کلام الشامی۔

اگر آنکھیں زور سے بند کر کے دھوئیں تو وضو نہ ہوگا۔بحر۔لیکن علامہ مقدسی نے نظم کنز پر اپنی شرح میں نقل کیا ہے کہ ظاہر الروایہ یہ ہے کہ وضو ہو جائیگا اور شرنبلالیہ میں اسے برقرار رکھا ہے۔تأمل کرو۔اھ شامی کی عبارت ختم ہوئی۔

(۱؎ کتاب الطہارۃ مطلب فی معنی الاشتقاق وتسمیہ الخ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۶۶)

اقول: ف ۲ رحم اللہ العلامة السید انما عبارة البحر هکذا ذکر فی المجتبی لا تغسل العین بالماء ولا باس بغسل الوجه مغمضا عینیه وقال الفقیه احمد بن ابراهیم ان غمض عینیه شدیدا لا یجوز ۲؎ اھ فمفاده ایضا لیس الا ان المذهب الجواز وعدمه قول احمد بن ابرهیم فلیتنبه۔

(۲؎ البحر الرائق کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۱)

اقول: علامہ شامی پر خدا کی رحمت ہو، بحر کی عبارت اس طرح ہے: مجتبیٰ میں ذکر کیا ہے کہ آنکھ پانی سے نہ دھوئی جائے، اور آنکھیں بند کر کے چہرہ دھونے میں حرج نہیں۔اور فقیہ احمد بن ابراھیم نے فرمایا کہ اگر آنکھیں زور سے بند کرلیں تو وضو نہ ہوگا اھ۔تو عبارتِ بحر کا مفاد بھی یہی ہے کہ اس صورت میں وضو ہو جانا ہی مذہب ہے اور نہ ہونا احمد بن ابراہیم کا قول ہے۔تو اس پر متنبہ رہنا چاہیے

(فتاوی رضویہ، جلد ۱۔ا، ص ۲۶۵ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(15) الفتاوی الرضویة، ج۱، ص۴۴۴.

(16) الفتاوی الھندیة، کتاب الطہارۃ، الباب الاول فی الوضوء، الفصل الاول، ج۱، ص۴.

(17) المرجع السابق

مسئلہ ۱۳: ہر قسم کے جائز، ناجائز گہنے، چھلّے، انگوٹھیاں، پہنچیاں (کلائی میں پہنے جانے زیور)، کنگن، کانچ، لاکھ وغیرہ کی چوڑیاں، ریشم کے لچھے وغیرہ اگر اتنے تنگ ہوں کہ نیچے پانی نہ بہے تو اُتار کر دھونا فرض ہے اور اگر صرف ہلا کر دھونے سے پانی بہ جاتا ہو تو حرکت دینا ضروری ہے اور اگر ڈھیلے ہوں کہ بے ہلائے بھی نیچے پانی بہ جائے گا تو کچھ ضروری نہیں۔(18)

---

(18) مذہب مالکیہ

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

مالکیہ کے نزدیک مرد کے لئے چاندی کی انگوٹھی بقدر جائز کہ ان کے مذہب میں دو درم شرعی ہے اور عورت کے لئے سونے چاندی کے مطلقا گہنے، چھلے، انگوٹھیاں، علی بند، حسین بند، آرسی، پہنچیاں، کنگن، چھن بتانے، چوہے دتیاں۔ یونہی چوڑیاں اگرچہ کانچ یا لاکھ وغیرہ کی ہوں، اور ریشم کے لچھے، غرض جتنے گہنے سنگار شرعاً جائز ہیں کسی قدر تنگ اور پھنسے ہوئے ہوں کہ پانی بہنے کو روکیں ان کے مذہب میں سب معاف ہیں، ہاں لوہے، تانبے، رانگ وغیرہا کے مکروہ گہنے یا مرد کے لئے سونے کی انگوٹھی کہ شرعاً جائز نہیں، ان میں وہ بھی اجازت نہیں مانتے۔

اقول: وکانہم قاسوہ علی ضفیرۃ المرأۃ حیث لم تؤمر بنقضھا فی الغسل عندنا الا اذا لم یصل الماء الی الاصول وفی الغسل والوضوء جمیعا عندھم الا اذا اشتدت او کانت مفتولۃ بثلثۃ خیوط فاکثر عندھم۔

اقول شاید اسے ان حضرات نے عورت کی گندھی ہوئی چوٹی پر قیاس کیا ہے کہ ہمارے نزدیک غسل میں اسے چوٹی کھولنے کا حکم نہیں مگر اس صورت میں جب کہ پانی اس کی جڑوں تک نہ پہنچتا ہو اور ان حضرات کے نزدیک غسل اور وضو دونوں میں اسے کھولنے کا حکم نہیں مگر جب کہ سخت بندھی ہو یا دو یا دو سے زیادہ دھاگوں سے بٹی ہو، یہ ان کے یہاں ہے۔

ف: مسئلہ عورت کو غسل میں گندھی چوٹی کھولنی ضرور نہیں بالوں کی جڑیں بھیگ جانا کافی ہے ہاں چوٹی اتنی سخت گندھی ہو کہ جڑوں تک پانی نہ پہنچے گا تو کھولنا ضرور ہے۔

حاشیہ سفطی میں ہے:

لایجب نزع خاتم الفضۃ الماذون فیہ ولا تحریکہ سواء کان واسعا اوضیقا واما المحرم کخاتم الذھب للرجل والمکروہ کخاتم الحدید والنحاس والرصاص فیجب نزعہ اذا کان ضیقا ویکفی تحریکہ ان کان واسعا علی المعتمد وکذا ماتجعلہ الرماۃ فی ایدیھم من عظم ونحوہ ومحل الکراھۃ فی خاتم الحدید مالم یکن للدواء ویدخل فی الماذون فیہ خاتم الذھب بالنسبۃ للمرأۃ والاساور والحدائد التی تلبسھا المرأۃ بمنزلۃ الخاتم علی المعتمد فلا یجب تحریکھا لانھا ماذون لھا فی ذلک اھ کلہ کما فی حاشیۃ الخرشی واعتمدہ شیخنا فی تقریر الخرشی خلافا لما فی شرح الاصیلی وزنۃ الخاتم الذی یجوز لبسہ للرجال من الفضۃ درھمان بالدرھم الشرعی

اھ اھ (حاشیہ سفطی علی مقدمہ عشماویہ)

←

مسئلہ ۱۴: ہاتھوں کی آٹھوں گھائیاں (درمیان جگہ)، اُنگلیوں کی کروٹیں، ناخنوں کے اندر جو جگہ خالی ہے، کلائی کا ہر بال جڑ سے نوک تک ان سب پر پانی بہ جانا ضروری ہے اگر کچھ بھی رہ گیا یا بالوں کی جڑوں پر پانی بہ گیا کسی ایک بال

جس انگوٹھی کے پہننے کی اجازت ہے اسے اتارنا یا حرکت دینا واجب نہیں خواہ کشادہ ہو یا تنگ اور جو حرام ہے جیسے مرد کے لئے سونے کی انگوٹھی، اور جو مکروہ ہے جیسے لوہے، تانبے، رانگ کی انگوٹھی اسے اتارنا واجب ہے جب کہ تنگ ہو اور کشادہ ہو تو قول معتمد پر اسے حرکت دینا کافی ہے، اسی طرح تیرانداز اپنے ہاتھوں میں جو ہڈی وغیرہ لگا رکھتے ہیں اس کا بھی یہی حکم ہے، اور لوہے کی انگوٹھی میں کراہت اس وقت ہے جب علاج کے لئے نہ ہو، اور اجازت یافتہ ہی میں عورت کے لئے سونے کی انگوٹھی داخل ہے اور وہ کنگن اور چھلے بھی جنہیں عورت انگوٹھی کی جگہ پہنتی ہے یہی قول معتمد ہے تو ان سب کو حرکت دینا واجب نہیں کیونکہ عورت کے لیے ان سب کی اجازت ہے جیسا کہ حاشیہ خرشی میں ہے اور اسی پر ہمارے شیخ نے تقریر خرشی میں اعتماد کیا ہے اس کے برخلاف جو شرح اصلی میں ہے اور مرد کے لئے چاندی کی جس انگوٹھی کا پہننا جائز ہے اس کا وزن دو درم شرعی ہے اھ۔ (فتاوی رضویہ، جلد ۲۹، ص ۳۴۹ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

مذہب حنفی

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

اُسی میں ہے:

من آدابه تحريك القرط ان علم وصول الماء والافرض۔ ۲؎

غسل کے آداب میں سے ہے کہ بالی کو حرکت دے اگر معلوم ہو کہ پانی پہنچ گیا ورنہ پانی پہنچانا فرض ہے۔

(۲؎ الدرالمختار، کتاب الطہارۃ، مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۳)

اُسی میں ہے:

لو خاتمه ضيقا نزعه اوحركه وجوبا كقرط ولولم يكن بثقب اذنه قرط فدخل الماء فى الثقب عندمروره على اذنه اجزأه كسرة واذن دخلهما الماء والايدخل ادخله ولوبأصبعه ولا يتكلف بخشب ونحوه والمعتبر فيه غلبة ظنه بالوصول ا؎۔

اگر انگوٹھی تنگ ہو تو اتار دے ورنہ واجب ہے کہ حرکت دے کر پانی پہنچائے جیسے بالی کا حکم ہے اور اگر کان کے سوراخ میں بالی نہیں ہے اور پانی کان پر گذرنے کے وقت سوراخ میں بھی چلا گیا تو کافی ہے جیسے ناف اور کان میں پانی چلا جائے تو کافی ہے اور اگر پانی نہ جائے تو پہنچائے اگر چہ انگلی کے ذریعہ۔ لکڑی وغیرہ کے استعمال کا تکلف نہ کرے۔ اعتبار اس کا ہے کہ پانی پہنچ جانے کا غالب گمان ہو جائے۔

ف ۱: مسئلہ: مواضع احتیاط میں پانی پہنچنے کا ظن غالب کافی ہے یعنی دل کو اطمینان ہو کہ ضرور پہنچ گیا مگر یہ اطمینان نہ بے پرواہوں کا کافی ہے جو دیدہ و دانستہ بے احتیاطی کر رہے ہیں نہ وہمی وسوسہ زدہ کا اطمینان ضرور جسے آنکھوں دیکھ کر بھی یقین آنا مشکل بلکہ متدین محتاط کا اطمینان چاہیے۔ (ا؎ الدرالمختار، کتاب الطہارۃ، مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۹) (فتاوی رضویہ، جلد ۱۔۲، ص ۶۰۵ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

پانی ایسی بے احتیاطی سے بہاتے ہیں کہ بعض مواضع بالکل خشک رہ جاتے ہیں یا اُن تک کچھ اثر پہنچتا ہے تو وہی بھیگے ہاتھ کی تری۔ اُن کے خیال میں شاید پانی میں ایسی کرامت ہے کہ ہر کنج و گوشہ میں آپ دوڑ جائے کچھ احتیاط خاص کی حاجت نہیں حالانکہ جسم ظاہر میں بہت موقع ایسے ہیں کہ وہاں ایک جسم کی سطح دوسرے جسم سے چھپ گئی ہے یا پانی کی گزرگاہ سے جدا واقع ہے کہ بے لحاظ خاص پانی اس پر بہنا ہرگز مظنون نہیں اور حکم یہ ہے کہ اگر ذرہ بھر جگہ یا کسی بال کی نوک بھی پانی بہنے سے رہ گئی تو غسل نہ ہوگا اور نہ صرف غسل بلکہ وضو میں بھی ایسی ہی بے احتیاطیاں کرتے ہیں کہیں ایڑیوں پر پانی نہیں بہتا، کہیں کہنیوں پر کہیں ماتھے کے بالائی حصے پر، کہیں کانوں کے پاس کنپٹیوں پر۔ ہم نے اس بارہ میں ایک مستقل تحریر لکھی ہے اُس میں ان تمام مواضع کی تفصیل ہے جن کا لحاظ و خیال وضو و غسل میں ضرور ہے مردوں اور عورتوں کی تفریق اور طریقہ احتیاط کی تحقیق کے ساتھ ایسی سلیس و روشن بیان سے مذکور ہے جسے بعونہٖ تعالیٰ ہر جاہل بچہ، عورت سمجھ سکے، یہاں اجمالاً ان کا شمار کئے دیتے ہیں۔

ضروریات ف ا وضو مطلقاً یعنی مرد و عورت سب کیلئے:

ف: مسئلہ وضو میں پچیس ۲۵ جگہ ہیں جن کی خاص احتیاط مرد و عورت سب پر لازم ہے۔

(۱) پانی مانگ یعنی ماتھے کے سرے سے پڑنا، بہت لوگ لَپ یا چلّو میں پانی لے کر ناک یا ابرو یا نصف ماتھے پر ڈالتے ہیں پانی تو بہہ کر نیچے آیا وہ اپنا ہاتھ چڑھا کر اوپر لے گئے اس میں سارا ماتھا نہ دُھلا بھیگا ہاتھ پھرا اور وضو نہ ہوا۔

(۲) پٹیاں جھکی ہوں تو انہیں ہٹا کر پانی ڈالے کہ جو حصہ پیشانی کا اُن کے نیچے ہے دُھلنے سے نہ رہ جائے۔

(۳) بھووں کے بال چھدرے ہوں کہ نیچے کی کھال چمکتی ہو تو کھال پر پانی بہنا فرض ہے صرف بالوں پر کافی نہیں۔

(۴) آنکھوں کے چاروں کوئے، آنکھیں زور سے بند کرے، یہاں کوئی سخت چیز جمی ہوئی ہو تو چھڑا لے۔

(۵) پلک کا ہر بال پورا بعض وقت کیچڑ وغیرہ سخت ہو کر جم جاتا ہے کہ اُس کے نیچے پانی نہیں بہتا اُس کا چھڑانا ضرور ہے۔

(۶) کان کے پاس تک کنپٹی ایسا نہ ہو کہ ماتھے کا پانی گال پر اتر آئے اور یہاں صرف بھیگا ہاتھ پھرے۔

(۷) ناک کا سوراخ عہ اگر کوئی گہنا یا تنکا ہو تو اسے پھرا پھرا کر ورنہ یونہی دھار ڈالے، ہاں اگر بالکل بند ہو گیا تو حاجت نہیں۔

عہ ناک کا سوراخ، ہاتھ پاؤں کے چھلّے، کلائی کے گہنے چوڑیاں۔

(۸) آدمی جب خاموش بیٹھے تو دونوں لب مل کر کچھ حصہ چھپ جاتا کچھ ظاہر رہتا ہے یہ ظاہر رہنے والا حصہ بھی دُھلنا فرض ہے، اگر کلّی نہ کی اور منہ دھونے میں لب سمیٹ کر بزور بند کر لئے تو اس پر پانی نہ بہے گا۔

(۹) ٹھوڑی کی ہڈی اُس جگہ تک جہاں نیچے کے دانت جمے ہیں۔

(۱۰) ہاتھوں کی آٹھوں گھائیاں۔

(۱۱) انگلیوں کی کروٹیں کہ ملنے پر بند ہو جاتی ہیں۔

←

مسئلہ ۱۵: بجائے پانچ کے چھ انگلیاں ہیں تو سب کا دھونا فرض ہے اور اگر ایک مونڈھے پر دو ہاتھ نکلے تو جو پُورا ہے اس کا دھونا فرض ہے اور اس دوسرے کا دھونا فرض نہیں مستحب ہے مگر اس کا وہ حصہ کہ اس ہاتھ کے موضع فرض سے متصل ہے اتنے کا دھونا فرض ہے۔(20)

---

(۱۲) دسوں ناخنوں کے اندر جو جگہ خالی ہے، ہاں مَیل کا ڈر نہیں۔

(۱۳) ناخنوں کے سرے سے کہنیوں کے اوپر تک ہاتھ کا ہر پہلو، چلّو میں پانی لے کر کلائی پر اُلٹ لینا ہرگز کافی نہیں۔

(۱۴) کلائی کا ہر بال جڑ سے نوک تک۔ ایسا نہ ہو کہ کھڑے بالوں کی جڑ میں پانی گزر جائے نوکیں رہ جائیں۔

(۱۵) آرسی، چھلّے اور کلائی کے ہر گہنے کے نیچے۔

(۱۶) عورتوں کو پھنسی چوڑیوں کا شوق ہوتا ہے اُنہیں ہٹا ہٹا کر پانی بہائیں۔

(۱۷) چوتھائی سر کا مسح فرض ہے پوروں کے سرے گزار دینا اکثر اس مقدار کو کافی نہیں ہوتا۔

(۱۸) پاؤوں کی آٹھوں گھائیاں۔

(۱۹) یہاں انگلیوں کی کروٹیں زیادہ قابلِ لحاظ ہیں کہ قدرتی ملی ہوئی ہیں۔

(۲۰) ناخنوں کے اندر کوئی سخت چیز نہ ہو۔

(۲۱) پاؤوں کے چھلّے اور جو گہنا گٹوں پر یا گٹوں سے نیچے ہو اس کے نیچے سیلان شرط ہے۔

(۲۲) گٹے۔

(۲۳) تلوے۔

(۲۴) ایڑیاں۔

(۲۵) کونچیں خاص ف بہ مردان۔

ف: وضو میں پانچ مواقع اور ہیں جن کی احتیاط خاص مردوں پر لازم۔

(۲۶) مونچھیں۔

(۲۷) صحیح مذہب میں ساری داڑھی دھونا فرض ہے یعنی جتنی چہرے کی حد میں ہے نہ لٹکی ہوئی کہ ہاتھ سے گلے کی طرف کو دباؤ تو ٹھوڑی کے اُس حصّے سے نکل جائے جس پر دانت جمے ہیں کہ اس کا صرف مسح سنّت اور دھونا مستحب ہے۔

(۲۸و۲۹) داڑھی مونچھیں چھدری ہوں کہ نیچے کی کھال نظر آتی ہو تو کھال پر پانی بہنا۔

(۳۰) مونچھیں بڑھ کر لبوں کو چھپالیں تو انہیں ہٹا ہٹا کر لبوں کی کھال دھونا اگرچہ مونچھیں کیسی ہی گھنی ہوں۔

(فتاوٰی رضویہ، جلد۱۔۲، ص۵۹۷۔۶۰۲ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(20) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطھارۃ، الباب الأول في الوضوء، الفصل الأول، ج۱، ص۴

۴۔سر کا مسح کرنا: چوتھائی سر کا مسح فرض ہے۔(21)

(21)اختلاف مذاہب

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

سر کا مسح یعنی اس کے کسی جز کھال یا بال یا نائب شرعی پر نم پہنچ جانا، فرض اعتقادی اسی قدر ہے کتاب الانوار لاعمال الابرار امام یوسف اردبیلی شافعی میں ہے:

الفرض الرابع مسح الرأس بما شاء اما علی البشرۃ ولو قدر ابرۃ اوعلی شعر ولو واحدا ان لم یخرج الممسوح من حدہ ۲؎۔

چوتھا: فرض سر کا مسح جس قدر چاہے، یا تو جلد پر ہو اگرچہ سوئی برابر، یا بال پر ہو اگرچہ ایک ہی بال پر بشرطیکہ بال کے جس حصے پر مسح ہو وہ سر کی حد سے باہر نہ ہو۔ (۲؎ الانوار لاعمال الابرار کتاب الطہارۃ فصل فروض الوضوء مطبع جمالیہ مصر ا/۲۳)

قرۃ العین علامہ زین تلمیذ امام ابن حجر مکی شافعی میں ہے:

ولو شعرۃ واحدۃ اھ ۳؎۔

اگرچہ ایک بال کے کسی حصے پر ہو اھ۔ (۳؎ فتح المعین شرح قرۃ العین فروض الوضوء عامر الاسلام پریس کیرص ص ۱۴)

اقول: وعبرت انا بوصول البلل لانہ فـ الفرض عندنا دون الایصال حتی لو اصابہ مطر اجزأہ ۴؎ کما فی الدر المختار وزدت النائب الشرعی لقول الامام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالٰی عنہ علی ما فی میزان الشعرانی حیث قال قول الائمۃ الثلثۃ ان المسح علی العمامۃ لایجزیٔ مع قول احمد بانہ یجزیٔ لکن بشرط ان یکون تحت الحنک منہا شیئ روایۃ واحدۃ وعنہ فی مسح المرأۃ علی قناعہا المستدیر تحت حلقہا روایۃ وھل یشترط ان یکون لبس العمامۃ علی طہر روایتان اھ ۱؎۔

میں نے، نم پہنچ جانا، کہا اس لئے کہ ہمارے نزدیک یہی فرض ہے، پہنچانا فرض نہیں، اگر بارش سے بھیگ گیا تو بھی کافی ہے جیسا کہ درمختار میں ہے اور میں نے، نائب شرعی، کا اضافہ کیا اس لئے کہ امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے کہ عمامہ پر بھی مسح ہو سکتا ہے، جیسا کہ میزان امام شعرانی میں یہ لکھا ہے کہ تینوں ائمہ کا قول ہے کہ عمامہ پر مسح کافی نہیں، جبکہ امام احمد کا قول ہے کہ کافی ہے لیکن شرط یہ ہے کہ اس عمامہ کا کچھ حصہ ٹھوڑی کے نیچے بھی ہو۔ اس بارے میں ان سے یہی ایک روایت ہے اور عورت کا دوپٹہ جو اس کے گلے کے نیچے گھیرے ہوئے ہو اس پر عورت کے مسح سے متعلق ان سے ایک روایت ہے۔ عمامہ کا طہارت پر پہنے ہونا شرط ہے یا نہیں اس بارے میں دو روایتیں ہیں۔

ف مسئلہ: وضو وغسل میں پانی پہنچنا فرض ہے اگرچہ اپنے فعل سے نہ ہو مثلاً پھوہار برسی اور چوتھائی سر کو نم پہنچ گئی مسح سر کا فرض اتر گیا۔

(۴؎ الدرالمختار کتاب الطہارۃ مطبع مجتبائی دہلی ا/۱۹) (۱؎ المیزان الشریعۃ الکبریٰ کتاب الطہارۃ باب الوضوء دار الکتب العلمیہ بیروت ا/۱۵۱)

قلت: وکلامہ شیخہ الذی صحبہ الامام الشعرانی عشر سنین وقال لم ارہ یغضب فی سفر ولا حضرا عنی ←

مسئلہ ۱۶: مسح کرنے کے لیے ہاتھ تر ہونا چاہیے، خواہ ہاتھ میں تری اعضا کے دھونے کے بعد رہ گئی ہو یا نئے پانی سے ہاتھ تر کر لیا ہو۔(22)

مسئلہ ۱۷: کسی عُضو کے مسح کے بعد جو ہاتھ میں تری باقی رہ جائے گی وہ دوسرے عُضْو کے مسح کے لیے کافی نہ ہوگی۔(23)

مسئلہ ۱۸: سر پر بال نہ ہوں تو جلد کی چوتھائی اور جو بال ہوں تو خاص سر کے بالوں کی چوتھائی کا مسح فرض ہے اور سر کا مسح اسی کو کہتے ہیں۔(24)

مسئلہ ۱۹: عمامے، ٹوپی، دُوپٹے پر مسح کافی نہیں۔ ہاں اگر ٹوپی، دُوپٹا اتنا باریک ہو کہ تری پھوٹ کر چوتھائی سر کو تر

محقق عصرہ العلامۃ زین بن ابراھیم بن نُجَیم المصری رحمھما اللہ تعالٰی فی البحر الرائق اتم وانفع حیث قال اما علی العمامۃ فاجمعوا علی عدم جوازہ الا احمد فانہ اجازہ بشرط ان تکون ساترۃ لجمیع الرأس الاماجرت العادۃ بکشفہ وان یکون تحت الحنک منھا شیئ سواء کانت لھا ذؤابۃ اولم تکن وان لا تکون عمامۃ محرمۃ فلا یجوز المسح علی العمامۃ المغصوبۃ ولا یجوز للمرأۃ اذا لبست عمامۃ للرجل ان تمسح علیھا والاظھر عند احمد وجوب استیعابھا والتوقیت فیھا کالخف ویبطل بالنزع والانکشاف الا ان یکون یسیرا مثل ان یحک رأسہ اویرفعھا لاجل الوضوء فی اشتراط لبسھا علی طھارۃ روایتان اھ ا۔

(ا۔ البحر الرائق کتاب الطہارۃ باب مسح علی الخفین ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۱۸۴)

قلت: امام شعرانی کے شیخ جن کی صحبت میں وہ دس سال تک رہے اور بتایا کہ میں نے انہیں سفر یا حضر میں کبھی غصہ ہوتے نہ دیکھا یعنی محقق عصر علامہ زین بن ابراہیم بن نجیم مصری رحمہا اللہ تعالٰی، بحر الرائق میں ان کا کلام اس سلسلہ میں زیادہ کامل ونافع ہے وہ فرماتے ہیں اور عمامہ پر مسح کے عدم جواز پر سوا امام احمد کے تمام ائمہ کا اجماع ہے امام احمد نے اسے جائز کہا ہے بشرطیکہ اس سے پورا سر چھپا ہوا ہو مگر اس قدر جو عادۃ کھلا رہتا ہے اور ٹھوڑی کے نیچے بھی اس کا کچھ حصہ ہو خواہ اس میں شملہ ہو یا نہ ہو اور وہ عمامہ حرام نہ ہو تو غصب کئے ہوئے عمامہ پر مسح جائز نہیں، اور عورت اگر مرد کا عمامہ پہنے تو اس کے لئے اس پر مسح جائز نہیں، اور زیادہ ظاہر یہ ہے کہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس کا استیعاب (پورے عمامہ پر مسح) واجب ہے اور اس میں مدت مسح کی تحدید موزے کی طرح ہے اور عمامہ اتارنے یا سر کھل جانے سے مسح باطل ہو جاتا ہے مگر یہ کہ تھوڑا سا کھل جائے مثلاً سر کھجلائے یا وضو کے لئے کچھ اٹھائے، اور اسے طہارت پر پہننے کی شرط ہونے سے متعلق دو روایتیں ہیں اھ (فتاوی رضویہ، جلد ا، ص ۲۷۶۔۲۷۷ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(22) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطھارۃ، الباب الأول فی الوضوء، الفصل الأول، ج ا، ص ٦

(23) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطھارۃ، الباب الأول فی الوضوء، الفصل الأول، ج ا، ص

(24) الفتاوی الرضویۃ، ج ا، ص ۲۱٦

کردے تو مسح ہو جائے گا۔ (25)

مسئلہ ۲۰: سر سے جو بال لٹک رہے ہوں ان پر مسح کرنے سے مسح نہ ہوگا۔ (26)

۴۔ پاؤں کو گٹوں (ٹخنوں) سمیت ایک دفعہ دھونا: (27)

مسئلہ ۲۱: چھلّے اور پاؤں کے گہنوں کا وہی حکم ہے جو اوپر بیان کیا گیا۔ (28)

مسئلہ ۲۲: بعض لوگ کسی بیماری کی وجہ سے پاؤں کے انگوٹھوں میں اس قدر کھینچ کر تاگا باندھ دیتے ہیں کہ پانی کا بہاؤ کنارتاگے کے نیچے تر بھی نہیں ہوتا ان کو اس سے بچنا لازم ہے کہ اس صورت میں وُضو نہیں ہوتا۔

مسئلہ ۲۳: گھائیاں اور اُنگلیوں کی کروٹیں، تلوے، ایڑیاں، کونچیں (ایڑیوں کے اوپر موٹے پٹھے)، سب کا دھونا فرض ہے۔ (29)

مسئلہ ۲۴: جن اَعضا کا دھونا فرض ہے ان پر پانی بہ جانا شرط ہے یہ ضرور نہیں کہ قصداً پانی بہائے اگر بِلا قصد و

---

(25) اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

مسح کی نم سر کی کھال یا خاص سر پر جو بال ہیں (نہ وہ کہ سرف ۲ سے نیچے لٹکے ہیں) اُن پر پہنچنا فرض ہے، عمامے، دوپٹے وغیرہ پر مسح ہرگز کافی نہیں مگر جب کہ کپڑا ف ۳ اتنا باریک اور نم اتنی کثیر ہو کہ کپڑے سے پھوٹ کر سر یا بالوں کی مقدار شرعی پر پہنچ جائے۔

ف ۲: مسئلہ: سر کے نیچے جو بال لٹکتے ہیں ان کا مسح کافی نہیں۔

ف ۳: مسئلہ: ٹوپی یا دوپٹہ اگر ایسا ہو کہ اس پر سے نم سر کے چوتھائی حصہ پر یقیناً پہنچ جائے تو کافی ہے ورنہ نہیں۔

بحر میں ہے:

فی معراج الدرایة لو مسحت علی خمارها ونفذت البلة الی رأسها حتی ابتل قدر الربع منه یجوز قال مشائخنا اذا کان الخمار جدیدا یجوز لان ثقوب الجدید لم تسد بالاستعمال فتنفذ البلة اما اذا لم یکن جدیدا لا یجوز لانسداد ثقوبه ۲ اھ۔ (۲۔ البحر الرائق کتاب الطہارۃ باب المسح علی الخفین ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۱۸۳ و ۱۸۴)

معراج الدرایہ میں ہے کہ عورت نے اگر دوپٹے پر مسح کیا اور تری نفوذ کر کے سر تک پہنچی یہاں تک کہ سر کا چوتھائی حصہ نم ہو گیا تو جائز ہے۔ ہمارے مشائخ فرماتے ہیں، جب دوپٹہ نیا ہو تو جائز ہے اس لئے کہ نئے کپڑے کے سوارخ استعمال کی وجہ سے بند نہ ہوئے ہوں گے تو تری نفوذ کر جائیگی، لیکن اگر نیا نہ ہو تو جائز نہیں کیونکہ اس کے سوارخ بند ہو چکے ہوں گے۔

(فتاوی رضویہ، جلد ۱، ص ۲۸۵ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(26) الفتاوی الھندیة، کتاب الطھارة، الباب الأول في الوضوء، الفصل الأول، ج ۱، ص ۵

(27) الفتاوی الھندیة، کتاب الطھارة، الباب الأول في الوضوء، الفصل الأول، ج ۱، ص ۵

(28) الفتاوی الرضویة، ج ۱، ص ۲۱۸

(29) الفتاوی الرضویة، ج ۱، ص ۴۴۵

اِختیار بھی ان پر پانی بہ جائے (مثلاً مینھ برسا اور اعضائے وُضو کے ہر حصہ سے دو دو قطرے مینھ کے بہ گئے وہ اعضا دُھل گئے اور سر کا چوتھائی حصہ نم ہو گیا یا کسی تالاب میں گر پڑا اور اعضائے وُضو پر پانی گزر گیا وُضو ہو گیا)۔

مسئلہ ۲۵: جس چیز کی آدمی کو عُموماً یا خُصوصاً ضرورت پڑتی رہتی ہے اور اس کی نگہداشت و اِحتیاط میں حَرَج ہو، ناخنوں کے اندر یا اُوپر یا اور کسی دھونے کی جگہ پر اس کے لگے رہ جانے سے اگرچہ جرم دار ہو، اگرچہ اس کے نیچے پانی نہ پہنچے، اگرچہ سخت چیز ہو وُضو ہو جائے گا، جیسے پکانے، گوندھنے والوں کے لیے آٹا، رنگریز کے لیے رنگ کا جرم، عورتوں کے لیے مہندی کا جرم، لکھنے والوں کے لیے روشنائی کا جرم، مزدور کے لیے گارا مٹی، عام لوگوں کے لیے کوئے یا پلک میں سُرمہ کا جرم، اسی طرح بدن کا میل، مٹی، غبار، مکھی، مچھر کی بیٹ وغیرہا۔(30)

---

(30) اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

جس ف چیز کی آدمی کو عموماً یا خصوصاً ضرورت پڑتی رہتی ہے اور اس کے ملاحظہ واحتیاط میں حرج ہے اس کا ناخنوں کے اندر یا اوپر یا اور کہیں لگا رہ جانا اگرچہ جرم دار ہو اگرچہ پانی اس کے نیچے نہ پہنچ سکے، جیسے پکانے گوندھنے والوں کے لئے آٹا، رنگریز کے لئے رنگ کا جرم، عورات کے لئے مہندی کا جرم، کاتب کے لئے روشنائی، مزدور کے لئے گارا مٹی، عام لوگوں کے لئے کوئے یا پلک میں سرمہ کا جرم، بدن کا میل مٹی غبار، مکھی مچھر کی بیٹ وغیرہا کہ ان کا رہ جانا فرض اعتقادی کی ادا کو مانع نہیں۔

ف مسئلہ: کن چیزوں کا بدن پر لگا رہ جانا وضو وغسل کا مانع نہیں

درمختار میں ہے: لایمنع الطہارۃ خرء ذباب وبرغوث لم یصل الماء تحتہ وحناء ف ولو جرمہ بہ یفتی ودرن ودھن ودسومۃ وتراب وطین ولو فی ظفر مطلقا ای قرویا او مدنیا فی الاصح بخلاف نحو عجین ولایمنع ما علی ظفر صباغ۔ اھ طہارت سے مانع نہیں مکھی اور پسو کی بیٹ جس کے نیچے پانی نہ پہنچا، اور مہندی اگرچہ جرم دار ہو، اسی پر فتوی ہے، اور میل، تیل، چکنائی، مٹی، گارا اگرچہ ناخن میں ہو۔ قول اصح پر مطلقاً یعنی دیہاتی ہو یا شہری، بخلاف گندھے ہوئے آٹے کے، اور رنگریز کے ناخن پر جو رنگ ہوتا ہے وہ مانع نہیں۔

(اـ الدر المختار کتاب الطہارۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۹)

ف: مسئلہ: عورت کے ہاتھ پاؤں پر مہندی کا جرم لگا رہ گیا اور خبر نہ ہوئی تو وضو وغسل ہو جائے گا ہاں جب اطلاع ہو چھڑا کر وہاں پانی بہائے۔

ردالمحتار میں ہے:

لکن فی النہر لو فی اظفارہ عجین فالفتوٰی انہ مغتفر اھ ۲ـ

لیکن النہر الفائق میں ہے کہ اگر ناخنوں کے اندر خمیر رہ گیا ہو تو فتوی اس پر ہے کہ وہ معاف ہے اھ۔

(۲ـ ردالمحتار کتاب الطہارۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۱۰۴)

وراَیتنی کتبت فیما علقت علی ردالمحتار علی قولہ وحناء ولو جرمہ بہ یفتی اقول وبہ یظہر بحکم بعض ←

مسئلہ ۲۶: کسی جگہ چھالا تھا اور وہ سوکھ گیا مگر اس کی کھال جدا نہ ہوئی تو کھال جدا کر کے پانی بہانا ضروری نہیں

اجزاء ف۱ کحل تخرج فی النوم وتلتصق ببعض الجفون اوتستقر فی بعض الماق و ربما تمر الید علیہما فی الوضوء والغسل ولا یعلم بہا اصلا فلا یکفی فیہ التعاھد المعتاد ایضا الا بتیقظ خاص وتفحص مخصوص فذلک کجرم الحناء لابالقیاس بل بدلالۃ النص فان الحاجۃ الی الکحل اشد واکثر. ولیعلم ان ظھورہ فی مؤق بعدما یمر علی الطھارۃ شیئ من زمان کما یراہ بعد ما صلی مایلتفت الیہ اصلا فانہ ربما ینتقل بعد التطہر من داخل العین الی الماق والحادث یضاف الی قرب الاوقات اما الملتزق بالجفن فلعل فیہ الوجہ الاول لاغیر ھذا کلہ ماظھر لی ولیحرر. واللہ تعالی اعلم.

میں نے دیکھا کہ ردالمحتار پر جو حواشی میں نے لکھے ہیں ان میں درمختار کی عبارت اور مہندی اگرچہ جرم دار ہو، اسی پر فتوی ہے پر میں نے یہ لکھا ہے، اقول اس سے سرمہ کے ان ریزوں کا حکم ظاہر ہو جاتا ہے[1] جو سوتے وقت نکل کر پلک میں چپک جاتے ہیں یا آنکھ کے کوئے میں بیٹھ جاتے ہیں اور کبھی وضو وغسل میں ان پر ہاتھ بھی گزرتا ہے اور ان کا پتہ نہیں چلتا، کیونکہ اس کے لئے الگ سے خاص دھیان دیئے اور مخصوص جستجو کئے بغیر معمولی توجہ سے کام نہیں بن سکتا۔ تو وہ مہندی کے جرم کا حکم رکھتے ہیں، قیاس سے نہیں بلکہ دلالۃ النص سے اس لئے کہ سرمہ کی حاجت زیادہ شدت وکثرت سے ہوتی ہے اور یہ بھی واضح رہے کہ طہارت پر کچھ دیر گزر جانے کے بعد اگر سرمہ آنکھ کے کوئے میں نمودار ہوا جیسے اسے نماز پڑھنے کے بعد محسوس ہو تو وہ ذرا بھی قابل التفات نہیں اس لئے کہ یہ احتمال ہے کہ وہ طہارت حاصل کرنے کے بعد آنکھ کے اندر سے کوئے میں آ گیا ہو ایسا ہوتا رہتا ہے، اور نو پیدا چیز قریب تر وقت کی جانب منسوب ہوتی ہے لیکن جو پلک سے چپکا ہوا ہو تو امید یہ ہے کہ اس میں مناسب وہی پہلی صورت ہے[1] دوسری نہیں (یعنی وہ وضو کے پہلے سے لگا ہوا ہے اور گرفت میں نہ آیا) یہ سب وہ ہے جو مجھ پر ظاہر ہوا، اس کی تنقیح کر لی جائے، واللہ تعالی اعلم

ف۲: مسئلہ: سرمہ آنکھ کے کوئے یا پلک میں رہ گیا اور اطلاع نہ ہوئی تو ظاہرا حرج نہیں اور بعد نماز کوئے میں محسوس ہوا تو اصلا باک نہیں۔

ورأیتنی کتبت فیہ علی قولہ لایمنع ما علی ظفر صباغ اقول ویعلم ف۱ منہ حکم المداد علی ظفر الکاتب فانہ یضع القلم علی ظفر ابہامہ الیسری ویغمزہ لینفتح فیصیب الظفر جرم من المداد وربما ینسی فیتوضأ ویمر الماء فوق المداد ولا یزیلہ فمفاد ماھنا الجواز و رأیت التنصیص بہ فی حاشیۃ العشماویۃ من کتب السادۃ المالکیۃ حیث قال تجب ازالۃ مایمنع من وصول الماء کعجین وشمع و کذلک الحبر المتجسد لغیر کاتبہ ونحوہ کبائعہ وصانعہ واما الکاتب ونحوہ ان راٰہ بعد ان صلی فلا یضر اذا مر یدہ علی المداد لعسر الاحتراز منہ لاان راٰہ قبل الصلاۃ وامکنہ ازالتہ اھ....... وھو کلہ واضح موافق لقواعدنا الا قولہ اذا مر یدہ علی المداد فانما شرطہ لان الدلک فرض عندھم واما علی مذھبنا فیقال اذا امر الماء علی المداد والذی ذکرہ ھو عین ما کنت بحثتہ فی فتاوی ان الذی لاحرج فی ازالتہ بل فی مقاصدہ اذا اطلع علیہ یجب ازالتہ ولایجوز ترکہ کالحناء والکحل والونیم ونحوھا وللہ الحمد[1]۔

(۱۔ جدالممتار علی ردالمحتار کتاب الطہارت فصل فی الوضوء مکتب المجمع الاسلامی مبارکپور انڈیا ۱/ ۱۱۰)

بلکہ اسی چھالے کی کھال پر پانی بہالینا کافی ہے۔ پھر اس کو جدا کر دیا تو اب بھی اس پر پانی بہانا ضروری نہیں۔(31)

مسئلہ ۲۷: مچھلی کا سِنَا اعضائے وُضو پر چپکا رہ گیا وُضو نہ ہوگا کہ پانی اس کے نیچے نہ بہے گا۔(32)

اور میں نے دیکھا کہ اس میں درمختار کی عبارت رنگریز کے ناخن پر جو رنگ ہوتا ہے وہ مانع نہیں کے تحت میں نے یہ لکھا ہے اقول اس سے اس روشنائی کا حکم معلوم ہوجاتا ہے جو کاتب کے ناخن پر لگی ہوتی ہے، اس لئے کہ وہ اپنے بائیں انگوٹھے کے ناخن پر قلم رکھ کر دباتا ہے تاکہ اس کا شگاف کشادہ ہوجائے اس طرح سے روشنائی کا جرم ناخن پر لگ جاتا ہے اور بسا اوقات اسے بھول جاتا ہے اور وضو کرتا ہے تو روشنائی کے اوپر سے پانی گزار دیتا ہے اسے چھڑاتا نہیں ہے تو یہاں جو حکم ہے اس کا مفاد یہ ہے کہ وضو ہوجائے۔ اور اس کی تصریح میں نے حضرات مالکیہ کی کتابوں میں سے حاشیہ عشماویہ میں دیکھی، اس میں لکھا ہے اس چیز کو دور کرنا ضروری ہے جو پانی کے پہنچنے سے مانع ہو جیسے خمیر، موم، اور ایسے ہی جرم دار روشنائی اس کے لئے جو کاتب اور اس کے مثل، جیسے روشنائی بیچنے یا بنانے والا نہ ہو، رہا وہ جو کاتب ہے یا اس کے مثل ہے تو اس نے اگر نماز پڑھ لینے کے بعد دیکھا تو حرج نہیں بشرطیکہ روشنائی پر اس کا ہاتھ پھر گیا ہو اس لئے کہ اس سے بچنا مشکل ہے، اور اس صورت میں یہ حکم نہیں جب کہ اس نے نماز سے پہلے دیکھ لیا ہو اور اسے چھڑا سکتا ہو اھ۔ یہ سب واضح اور ہمارے قواعد کے مطابق ہے سوا اس بات کے کہ بشرطیکہ روشنائی پر اس کا ہاتھ پھر گیا ہو، یہ شرط اس لئے لگائی کہ مالکیہ کے نزدیک دلک (ہاتھ پھیرنا) فرض ہے، اور ہمارے مذہب کی رو سے یوں کہا جائے گا کہ بشرطیکہ پانی روشنائی پر گزر گیا ہو، اور جو انہوں نے ذکر کیا بعینہ یہی میں نے اپنے فتاوی میں بحث کی ہے کہ جس کے چھڑانے میں حرج نہیں بلکہ اس کا دھیان رکھنے میں دشواری ہے جب اس پر مطلع ہو تو اسے چھڑانا ضروری ہے اور چھوڑنا جائز نہیں جیسے مہندی، سرمہ، مکھی کی بیٹ اور ان کے مثل۔ وللہ الحمد۔

ف ا: مسئلہ: کاتب کے ناخن پر روشنائی کا جرم رہ گیا اور خبر نہ ہوئی تو ظاہرا حرج نہیں۔

(فتاوی رضویہ، جلد ۲۹، ص ۳۳۹ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(31) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطہارۃ، الباب الأول في الوضوء، الفصل الأول، ج ۱، ص ۵

(32) اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

ردالمحتار میں قول شارح لایمنع دھن (مانع نہیں تیل، ت) کے تحت میں ہے: ای کزیت وشیرج بخلاف نحو شحم وسمن جامد ۲؎ (یعنی جیسے زیتون کا اور تلوں کا تیل، چربی اور جمے ہوئے گھی کے برخلاف۔ت) (۲؎ ردالمحتار کتاب الطہارۃ دار احیاء التراث بیروت ۱/ ۱۰۴)

اُسی میں بخلاف نحو عجین کے نیچے ہے:

ای کعلک وشمع وقشر سمك وخبز ممضوغ متلبد اجوھرۃ ۳؎

(یعنی جیسے گوند، موم، مچھلی کا سنا، چبائی ہوئی چپکنے والی روٹی۔ جوہرہ۔ت)

(۱؎ ردالمحتار کتاب الطہارۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۱۰۴)

درمختار میں ہے:

لایمنع طعام بین اسنانہ اوفی سنہ المجوف بہ یفتی وقیل ان صلبا منع وھو الاصح ۲؎ ←

❁❁❁❁❁

کھانے کا ٹکڑا جو دانتوں کے درمیان یا جوف کے اندر رہ جائے وہ مانع نہیں، اسی پر فتوی ہے اور کہا گیا کہ اگر سخت ہو تو مانع ہے، اور وہی اصح ہے۔ت) (۲۔ الدر المختار، کتاب الطہارۃ، مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۹)

ردالمحتار میں ہے:

صرح بہ فی الخلاصۃ وقال لان الماء شیئ لطیف یصل تحتہ غالبا اھ ومفادہ عدم الجواز اذا علم انہ لم یصل الماء تحتہ قال فی الحلیۃ وھو اثبت ۳؂

اسی کی تصریح خلاصہ میں فرمائی ہے اور کہا ہے، اس لئے کہ پانی لطیف ہوتا ہے غالب گمان یہی ہے کہ اس کے نیچے پہنچ جائے گا اھ

(۳۔ ردالمحتار، کتاب الطہارۃ، دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۱۰۴)

قولہ وھو الاصح صرح بہ فی شرح المنیۃ وقال لامتناع نفوذ الماء مع عدم الضرورۃ والحرج ۴؂

(۴۔ ردالمحتار، کتاب الطہارۃ، دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱/ ۱۰۴)

اور اس کا مفاد یہ ہے کہ جائز نہ ہوگا اگر یہ معلوم ہو کہ پانی اس کے نیچے نہ پہنچا حلیہ میں کہا، یہ اثبت ہے قول در مختار وہی اصح ہے منیہ میں اس کی تصریح کی ہے اور کہا ہے، اس لئے کہ پانی نفوذ نہ کرسکے گا اور ضرورت وحرج بھی نہیں۔

(فتاوی رضویہ، جلد ۱، ص ۲۹۰۔ ۲۹۲ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

وُضو کی سنتیں

مسئلہ ۲۸: وضو پر ثواب پانے کے لیے حکمِ الٰہی بجالانے کی نیت سے وُضو کرنا ضرور ہے ورنہ وُضو ہو جائے گا ثواب نہ پائے گا(1)۔

---

(1) نیت کا بیان

حضرت سیدنا امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ شاہراہِ اولیاء میں فرماتے ہیں:

پیارے بھائی! انسان کے لئے ہر ہر کام میں نیت کا ہونا بے حد ضروری ہے کیونکہ حدیث میں ہے:

انما الاعمال بالنیات ولکل امریء مانوی.

یعنی اعمال کا ثواب نیتوں کے مطابق ملتا ہے اور ہر شخص کو وہی ملے گا جس کی اس نے نیت کی۔

(صحیح البخاری، ج۱، ص۵، باب کیف کان بدء الوحی، رقم الحدیث۱، مطبوعۃ دارالکتب العلمیۃ بیروت)

ایک اور مقام پر فرمایا: نیۃ المؤمن خیر من عملہ.

یعنی مومن کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہے۔ (مجمع الزوائد، باب فی نیۃ المؤمن، ج۱، ص۲۲۸، رقم الحدیث ۲۱۲، مطبوعۃ دارالفکر بیروت)

(شاہراہِ اولیاء صفحہ ۱۸)

نیت کی حقیقت کا بیان:

اور لُبَابُ الْاِحْیَاء میں فرماتے ہیں:

جاننا چاہے! نیت، ارادہ اور قصد مترادف الفاظ ہیں جو ایک ہی معنی میں استعمال ہوتے ہیں اور یہ ایک قلبی حالت وصفت ہے جسے علم وعمل نے گھیر رکھا ہے، علم اس کے لئے مقدمہ وشرط کی طرح ہے اور عمل اس کے تابع ہے پس نیت اس ارادے کا نام ہے جو سابقہ علم اور اس کے ساتھ ملحق عمل کے درمیان ہوتا ہے جس سے کسی شئے کو جانا جاتا ہے اور اس سے ارادہ پیدا ہوتا ہے تاکہ وہ اپنے علم کے مطابق عمل کرے۔

شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، فیض گنجینہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کا فرمانِ عظمت نشان ہے:

نِيَّةُ الْمُؤْمِنِ خَيْرٌ مِنْ عَمَلِهٖ وَنِيَّةُ الْفَاسِقِ شَرٌّ مِنْ عَمَلِهٖ.

ترجمہ: مؤمن کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہے اور فاسق کی نیت اس کے عمل سے بدتر ہے۔

(المعجم الکبیر، الحدیث ۵۹۴۲، ج۶، ص۱۸۵، نیۃ الفاسق ـــــ الخ: بدلہ: عمل المنافق خیر من نیتہ)

اگر عمل بغیر نیت اور نیت بغیر عمل کا آپس میں موازنہ کیا جائے تو اس بات میں کوئی شک نہیں کہ عمل کے بغیر صرف نیت بِلا نیت عمل سے بہتر ہے، کیونکہ ایسا عمل جس سے پہلے نیت ہو اس کا ثواب اس سابقہ نیت کی وجہ سے ہے لہٰذا نیت بہتر ہے کیونکہ یہ وہ ارادہ ہے جو اصل علم سے ←

مسئلہ ۲۹: بسم اللہ سے شروع کرے اور اگر وضو سے پہلے اِستنجا کرے تو قبل استنجے کے بھی بسم اللہ کہے مگر پاخانہ میں جانے یا بدن کھولنے سے پہلے کہے کہ نجاست کی جگہ اور بعد ستر کھولنے کے زبان سے ذکرِ الٰہی منع ہے۔(2)

مسئلہ ۳۰: اور شروع یوں کرے کہ پہلے ہاتھوں کو گٹوں تک تین تین بار دھوئے۔(3)

مسئلہ ۳۱: اگر پانی بڑے برتن میں ہو اور کوئی چھوٹا برتن بھی نہیں کہ اس میں پانی اونڈیل کر ہاتھ دھوئے، تو اسے چاہیے کہ بائیں ہاتھ کی انگلیاں ملا کر صرف وہ انگلیاں پانی میں ڈالے، ہتھیلی کا کوئی حصہ پانی میں نہ پڑنے اور پانی نکال کر دہنا ہاتھ گٹے تک تین بار دھوئے پھر دہنے ہاتھ کو جہاں تک دھویا ہے بلا تکلف پانی میں ڈال سکتا ہے اور اس سے پانی نکال کر بایاں ہاتھ دھوئے۔(4)

مسئلہ ۳۲: یہ اس صورت میں ہے کہ ہاتھ میں کوئی نجاست نہ لگی ہو ورنہ کسی طرح ہاتھ ڈالنا جائز نہیں، ہاتھ

پیدا ہوتا ہے اور یہ دل کے زیادہ قریب ہوتا ہے پس ہر حال میں مؤمن کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہے جیسا کہ حدیث پاک میں گزرا۔

جہاں تک اعمال کا تعلق ہے تو وہ گناہ، عبادات اور مباحات کی طرف تقسیم ہوتے ہیں، پس جو چیز فی نفسہٖ گناہ ہے وہ نیتِ عبادت سے عبادت نہیں بنتی۔ اور عبادات میں نیت ضروری ہے کیونکہ عبادت اس وقت تک عبادت نہیں بن سکتی جب تک اس کے ساتھ نیت نہ ہو، پھر دائمی اور اچھی نیت عبادت کے درجہ کو بڑھا دیتی ہے، کیونکہ بعض اوقات ایک فعل تعداد کے اعتبار سے ایک ہی ہوتا ہے لیکن ممکن ہے کہ حُسنِ نیت کی بدولت وہ بہت سی عبادات بن جائے، جیسا کہ حدیثِ پاک میں ہے: بے شک جو بندہ مسجد میں بیٹھا، اس نے اللہ عَزَّ وَجَلَّ کا دیدار کیا اور جس کی زیارت کی جائے اس پر لازم ہے کہ وہ زیارت کرنے والے کا اِکرام کرے۔ (شعب الایمان للبیھقی، باب فی الصلوات، فضل المشی الی المساجد، الحدیث ۲۹۴۳، ج۳، ص۸۲) (المعجم الکبیر، الحدیث ۶۱۴۵، ج۶، ص۲۵۵)

مثال کے طور پر اگر کوئی شخص مسجد میں بیٹھے اور اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے دیدار کی نیت کرے، نماز کے انتظار کی نیت کرے اور نماز کا انتظار کرنے والا نماز میں ہی ہوتا ہے، مسجد میں اعتکاف کی نیت کرے، اعضاء کو گناہوں سے روکنے اور مسجد کو اپنے لئے پناہ گاہ بنانے کی نیّت کرے اور اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے ذکر اور قرآنِ حکیم کی تلاوت سننے کی نیت کرے، تو یہ سب پے در پے نیکیاں ہیں جنہیں نیت کے ذریعے حاصل کیا جاسکتا ہے۔

جہاں تک مباحات کا تعلق ہے تو وہ بھی حُسنِ نیت سے عبادت کے زمرے میں داخل ہو جاتے ہیں، اس پر توجہ دینی چاہیے، اسی طرح تمام حرکات وسکنات حُسنِ نیت سے عبادت بن جاتی ہیں۔ انسان کو چاہئے کہ وہ اپنی عمر کا ایک لمحہ بھی ضائع نہ کرے اور اس نیت کے ذریعے جانوروں سے ممتاز رہے کیونکہ جانوروں کا طریقہ ہے کہ وہ ہر کام ارادہ ونیت کے بغیر کرتے ہیں۔ (لُبابُ الْاِحیاء، صفحہ ۳۶۶)

(2) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الطہارۃ، مطلب: سائر بمعنی باقی... إلخ، ج۱، ص۲۴۱۔

(3) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطہارۃ، الباب الاول فی الوضوء، الفصل الثانی، ج۱، ص۶۔

(4) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الطہارۃ، مطلب فی دلالۃ المفھوم، ج۱، ص۲۴۶۔

ڈالے گا تو پانی ناپاک ہو جائے گا۔(5)

مسئلہ ۳۳: اگر چھوٹے برتن میں پانی ہے یا پانی تو بڑے برتن میں ہے مگر وہاں کوئی چھوٹا برتن بھی موجود ہے اور اس نے بے دھویا ہاتھ پانی میں ڈال دیا بلکہ اُنگلی کا پُورا یا ناخن ڈالا تو وہ سارا پانی وُضو کے قابل نہ رہا مائے مستعمل ہو گیا۔(6)

---

(5) الفتاوى الهندية، كتاب الطهارة، الباب الاول في الوضوء، الفصل الثاني، ج۱،ص۲۔

والدر المختار ورد المحتار، كتاب الطهارة، مطلب في دلالة المفهوم، ج۱،ص ۲۴۷

(6) اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حمدا لمن جعل الطهور غاسل اٰثامنا فطهر ارواحنا باسالة الماء على اجسامنا فياله من منة وافضل الصلاة وازكى السلام على من طهرنا من الانجاس وادام ديم نعمه علينا حتى نقانا من الادناس وعلى اٰله وصحبه واهل السنة اٰمين.

اقول وباللہ التوفیق مائے(۱) مستعمل وہ قلیل پانی ہے جس نے یا تو تطہیر نجاست حکمیہ سے کسی واجب کو ساقط کیا یعنی انسان کے کسی ایسے پارہ جسم کو مس کیا جس کی تطہیر وُضو یا غسل سے بالفعل لازم تھی یا ظاہر بدن پر اُس کا استعمال خود کار ثواب تھا اور استعمال کرنے والے نے اپنے بدن پر اُسی امر ثواب کی نیت سے استعمال کیا اور یوں اسقاط واجب تطہیر یا اقامت قربت کرکے عضو سے جُدا ہوا اگرچہ ہنوز کسی جگہ مستقر نہ ہوا بلکہ روانی میں ہے اور بعض نے زوال حرکت وحصول استقرار کی بھی شرط لگائی۔ یہ بعونہ تعالیٰ دونوں مذہب پر حد جامع مانع ہے کہ ان سطروں کے سوا کہیں نہ ملے گی۔ اب فوائد قیود سنیے:

(۱) آب کثیر یعنی دَہ در دَہ یا جاری پانی میں محدث وضو یا جنب غسل کرے یا کوئی نجاست ہی دھوئی جائے تو پانی نہ نجس ہوگا نہ مستعمل لہٰذا قلیل کی قید ضرور ہے۔

(۲) محدث نے تمام یا بعض اعضائے وضو دھوئے اگرچہ بے نیت وضو محض ٹھنڈ یا میل وغیرہ جُدا کرنے کیلئے یا اُس نے اصلاً کوئی فعل نہ کیا نہ اُس کا قصد تھا بلکہ کسی دوسرے نے اُس پر پانی ڈال دیا جو اُس کے کسی ایسے عضو پر گزرا جس کا وضو یا غسل میں پاک کرنا ہنوز اس پر فرض تھا مثلاً محدث کے ہاتھ یا جنب کی پیٹھ پر تو ان سب صورتوں میں شکل اول کے سبب پانی مستعمل ہو گیا کہ اس نے محل نجاست حکمیہ سے مس کرکے اُتنے ٹکڑے کی تطہیر واجب کو ذمہ مکلف سے ساقط کر دیا اگرچہ پچھلی صورتوں میں ہنوز حکم تطہیر دیگر اعضا میں باقی ہے اور پہلی میں تو یعنی جبکہ تمام اعضا دھو لے فرض تطہیر پورا ہی ذمہ سے اُتر گیا۔

تنبیہ: پانی کوئی (۱) یا بڑے مٹکے کے سوا کہیں نہیں وہ برتن جھکانے کے قابل نہیں چھوٹا برتن مثلاً کٹورا ایک ہی پاس تھا وہ اسی برتن میں گر کر ڈوب گیا کوئی بچہ یا باوضو آدمی ایسا نہیں جس سے کہہ کر نکلوائے اب بمجبوری محدث خود ہی ہاتھ ڈال کر نکالے گا یا چھوٹا برتن سرے سے ہے ہی نہیں تو ناچار چلو لے لے کر ہاتھ دھوئے گا ان دونوں صورتوں میں بھی اگرچہ شکل اول اعنی اسقاط واجب تطہیر پائی گئی یہ ضرورۃ ←

....

معاف رکھی گئی ہیں بے ضرورت ایسا کرے گا تو پانی کُل یا بعض بالاتفاق مستعمل ہو جائے گا اگرچہ ایک قول پر قابل وضو رہے۔ بیان (۲) اس کا یہ ہے کہ محدث یعنی بے وضو یا حاجت غسل والے کا وہ عضو جس پر سے ہنوز حکم تطہیر ساقط نہ ہوا اگرچہ کتنا ہی کم ہو مثلاً پورا یا ناخن اگر قلیل پانی سے مس کرے تو ہمارے علماء کو اختلاف ہے بعض کے نزدیک وہ سارا پانی مستعمل ہو جاتا ہے اور قابل وضو و غسل نہیں رہتا اور بعض کے نزدیک صرف اتنا مستعمل ہوا جس قدر اُس پارہ بدن سے ملا باقی آس پاس کا پانی جو اُس عضو کی محاذات میں ہے اور اُس سے مس نہ ہوا مستعمل نہ ہوا یوں ہی وہ تمام پانی کہ اُس عضو کے پہنچنے کی جگہ سے نیچے ہے اُس پر بھی حکم استعمال نہ آیا۔ اس قول پر مٹکے یا کولی میں کہنی تک ہاتھ ڈالنے سے بھی پانی قابل طہارت رہے گا کہ ظاہر ہے جو پانی ہاتھ کے آس پاس اور اُس سے نیچے رہا وہ اس حصے سے بہت زائد ہے جس نے ہاتھ سے مس کیا اور جب (۳) غیر مستعمل پانی مستعمل سے زائد ہو تو پانی قابل وضو و غسل رہتا ہے مثلاً لگن میں وضو کیا اور وہ پانی ایک گھڑے بھر آب غیر مستعمل میں ڈال دیا تو یہ مجموع قابل وضو ہے کہ مستعمل نامستعمل سے کم ہے اسی پر قیاس کرکے ان بعض نے ہاتھ ڈالنے کا حکم رکھا کہ مستعمل تو اُتنا ہی ہوا جتنا ہاتھ کو لگا باقی کہ الگ رہا اُس پر غالب ہے اور فریق اول نے فرمایا کہ پانی ایک متصل جسم ہے اس کے بعض سے ملنا کُل سے ملنا ہے لہٰذا ناخن کی نوک یا پورے کا کنارہ لگ جانے سے بھی کُل مٹکا مستعمل ہو جائے گا۔ یہ دو قول ہیں اور فریق اول ہی کا قول احتیاط ہے بہر حال اتنے میں فریقین متفق ہیں کہ بے ضرورت چُلّو لینے یا ہاتھ ڈالنے سے پانی مستعمل ہو جائے گا اگرچہ بعض تو ہماری تعریف اس قول پر بھی ہر طرح جامع مانع ہے۔

(۳) باوضو آدمی نے بہ نیت ثواب دوبارہ وضو کیا۔

(۴) سمجھ وال نابالغ نے وضو بقصدِ وضو کیا۔

(۵) حائض و نفساء کو جب تک حیض و نفاس باقی ہے وضو و غسل کا حکم نہیں مگر انہیں (۴) مستحب ہے کہ نماز پنجگانہ کے وقت اور اشراق و چاشت و تہجد کی عادت رکھتی ہو تو ان وقتوں میں بھی وضو کرکے کچھ دیر یادِ الٰہی کر لیا کرے کہ عبادت کی عادت باقی رہے۔ انہوں نے یہ وضو کیا۔ (۶) پاک آدمی نے ادائے سنّت کو جمعے یا عیدین یا عرفے یا احرام یا اوراوقات مسنونہ کا غسل یا میت کو غسل دینے کا وضو یا غسل کیا۔

(۷) باوضو (۱) نے کھانے کو یا کھانا کھا کر بہ نیت ادائے سنّت ہاتھ دھوئے یا کلّی کی۔

(۸) وضوئے فرض یا نفل میں جو پانی کُلّی یا ناک میں پہنچانے میں صرف ہوا۔

(۹) کچھ اعضا دھو لئے تھے خشک ہو گئے سنّت موالات کی نیت سے انہیں پھر دھویا ان سب صورتوں میں شکل دوم کے سبب مستعمل ہو جائے گا اگرچہ اسقاط واجب نہ کیا اقامت قربت کی (۲) میت کو نہلا کر غسل کرنا بھی مستحب ہے کما فی الدر وغیرہ۔

(۱۰) میت کے بارے میں علماء مختلف ہیں جمہور کے نزدیک موت نجاست حقیقیہ ہے اس تقدیر پر تو وہ پانی کہ غسل میت میں صرف ہوا مائے مستعمل نہیں بلکہ ناپاک ہے اور بعض کے نزدیک نجاست حکمیہ ہے بحر الرائق وغیرہ میں اسی کو اصح کہا اس تقدیر پر وہ پانی بھی مائے مستعمل ہے اور ہماری تعریف کی شق اول میں داخل کہ اُس نے بھی اسقاط واجب کیا۔

اقول ولہٰذا ہم نے انسان کا پارہ جسم کہا نہ مکلف کا کہ میت مکلف نہیں۔ اور تطہیر لازم تھی کہا نہ یہ کہ اس کے ذمے پر لازم تھی کہ یہ ←

....

تطہیر میت کے ذمے پر نہیں احیا پر لازم ہے۔

(۱۱) یوں ہی غسل میت کا دوسرا اور تیسرا پانی بھی آب مستعمل ہوگا کہ اگر چہ پہلے پانی سے اسقاط واجب ہوگیا مگر غسلِ میت میں تثلیث بھی قربت مطلوبہ فی الشرع ہے۔

اقول ولہٰذا ہم نے شق دوم میں بھی بدن انسان مطلق رکھا۔

(۱۲) وضوعلی الوضو کی نیت سے دوسرے کو کہا مجھے وضو کرادے اُس نے بے نیت ثواب اُس کے اعضائے وضو دھو دیئے پانی مستعمل ہوگیا کہ جب اس کے امر سے ہے اور اس کی نیت قربت کی ہے تو وہ اسی کا استعمال قرار پائے گا الا ترى انه لوفعل ذلک محدث ونوى فقداتى بالمامور بہ مع ان امر فاغسلوا وامسحوا انما کان علیہ (جیسا کہ اگر بے وضو ایسا کرے اور نیت کرے تو مامور بہ کو بجالانے والا ہوگا جو فاغسلوا وامسحوا سے اس پر لازم تھا۔ت)

(۱۳) باوضو (۳) آدمی نے اعضاء ٹھنڈے کرنے یا میل دھونے کو وضو بے نیت وضوعلی الوضو کیا پانی مستعمل نہ ہوگا کہ اب نہ اسقاط واجب ہے نہ اقامت قربت۔

(۱۴) معلوم تھا کہ عضو تین ۳ بار دھو چکا ہوں اور ہنوز پانی خشک بھی نہ ہوا تھا بلا وجہ چوتھی بار اور ڈالا یہ بھی قربت نہیں بلکہ خلاف ادب ہے۔

(۱۵) ہاں اگر شک ہو کہ دو ۲ بار دھویا یا تین ۳ باریوں تیقن تثلیث کیلئے پانی پھر ڈالا تو مستعمل ہوجائے گا اگر چہ واقع میں چوتھی بار ہو۔

(۱۶) جسے حاجتِ غسل نہیں اُس نے اعضائے وضو کے سوا مثلاً پیٹھ یا ران دھوئی۔

(۱۷) باوضو نے کھانا کھانے کو یا کھانے سے بعد یا ویسے ہی ہاتھ منہ صاف کرنے کو ہاتھ دھوئے کلّی کی اور ادائے سنّت کی نیت نہ تھی مستعمل نہ ہوگا کہ حدث دقربت نہیں۔

(۱۸) باوضو نے صرف کسی کو وضو سکھانے کی نیت سے وضو کیا مستعمل نہ ہوا کہ تعلیم وضو اگر چہ قربت ہے مگر وضو سکھانے کو وضو کرنا فی نفسہ قربت نہیں سکھانا قربت ہے اور وہ زبان سے بھی ممکن ولہٰذا ہم نے قید لگائی کہ وہ استعمال خود کارِ ثواب تھا یعنی فعل فی نفسہ مطلوب فی الشرع ولو مقصودا لغیرہ کالوضوء (فعل فی نفسہ مطلوب فے الشرع ہے اگر چہ مقصود لغیرہ ہو جیسے وضو ہے۔ت)

(۱۹) کوئی پاک کپڑا وغیرہ دھویا۔

(۲۰ و ۲۱) کسی جانور یا نابالغ بچے کو نہلایا اور ان کے بدن پر نجاست نہ تھی اگر چہ وہ جانور غیر ماکول اللحم ہو جیسے بلّی یا چوہا حتی کہ مذہب راجح میں کتّا بھی جبکہ پانی اُن کے لعاب سے جدا رہا اگر چہ نہلانا ان کے دفع مرض یا شدت گرما میں ٹھنڈ پہنچانے کو بہ نیت ثواب ہو مستعمل نہ ہوگا۔

اقول کپڑا برتن جانور اور ان کے امثال تو بدن انسان کی قید سے خارج ہوئے اور نابالغ کو نہلانا مثل وضوئے تعلیم خود قربت نہیں کہ بچوں کے نہلانے کا کوئی خاص حکم شرع میں نہ آیا ہاں انہیں بلکہ ہر مسلمان وجاندار کو نفع وآرام پہنچانے کی ترغیب ہے یہ امور عادیہ اُس حکم کی نیت سے کلیہ محمودہ کے نیچے آکر قربت ہوسکتے ہیں مگر موجب استعمال وہی فعل ہے جو بذاتِ خود قربت ومطلوب شرع ہو۔ ←

....

(۲۲) حائض ونفساء نے قبل انقطاع دم بے نیت قربت غسل کیا پانی مستعمل نہ ہوگا کہ اس نے اگر چہ انسان کے جسم کو مس کیا جس کی تطہیر غسل سے واجب ہوگی مگر ابھی لازم نہیں بعد انقطاع لزوم ہوگا۔

اقول ولہٰذا ہم نے بالفعل کی قید لگائی۔

(۲۳) ناسمجھ بچے نے وضو کیا جس طرح دو تین سال کے اطفال ماں باپ کو دیکھ کر بطور نقل وحکایت افعال وضو نماز کرنے لگتے ہیں پانی مستعمل نہ ہوگا کہ نہ قربت نہ حدث۔

(۲۴) وضو کرنے میں پانی کو جب تک اُسی عضو پر بہہ رہا ہے حکم استعمال نہ دیا جائے گا ورنہ وضو محال ہو جائے بلکہ جب اُس عضو سے جُدا ہوگا اس وقت مستعمل کہا جائے گا اگر چہ ہنوز کہیں مستقر نہ ہوا ہو مثلاً منہ دھونے (۱) منہ دھونے میں کلائی پر پانی لیا اور وہی پانی کے مُنہ سے جدا ہو کر آیا کلائی پر بہا لیا جمہور کے نزدیک کافی نہ ہوگا کہ مُنہ سے منفصل ہوتے ہی حکم استعمال ہو گیا ہاں جن بعض کے یہاں استقرار شرط ہے اُن کے نزدیک کافی ہے کہ ابھی مستعمل نہ ہوا اور غسل میں سارا بدن عضو واحد ہے تو سر کا پانی کہ پاؤں تک بہتا جائے جس جس جگہ گزرا سب کو پاک کرتا جائے گا۔

(۲۵) اقول نجاست میں حکمیہ کی تقیید کا فائدہ ظاہر ہے کہ جو پانی نجاست حقیقیہ کے ازالہ میں صرف ہو ہمارے نزدیک مطلقاً ناپاک ہو جائے گا نہ کہ مستعمل۔

(۲۶) اقول ہم نے پانی کو مطلق رکھا اور خود رفع نجاست حکمیہ واقامت قربت ہائے مذکورہ سے واضح کہ پانی سے مائے مطلق مراد ہے تو شوربے یا دودھ کی لسی یا نبیذ تمر سے اگر وضو کرے وہ مستعمل نہ ہونگے ان سے وضو ہی نہ ہوگا تو مستعمل کیا ہوں۔

(۲۷) خود نفس جنس یعنی پانی نے دودھ سرکہ گلاب کیوڑے وغیرہا کو خارج کر دیا کہ اُن سے وضو کرے تو مستعمل نہ ہوں گے اگر چہ بے وضو ہو اگر چہ جُنب ہو اگر چہ نیت قربت کرے کہ غیر آب (۱) نجاست حکمیہ سے اصلاً تطہیر نہیں کر سکتا۔

تنبیہ اگر کہیے ۲۶ و ۲۷ کا ثمرہ کیا ہے کہ مستعمل ہونے سے ہمارے نزدیک شے نجس نہیں ہو جاتی صرف نجاست حکمیہ دور کرنے کے قابل نہیں رہتی یہ قابلیت ان اشیاء میں پہلے بھی نہ تھی تو ان کو مستعمل نہ ماننے کا کیا فائدہ ہوا۔ اقول اول تو یہی فائدہ بہت تھا کہ مستعمل نہ ہونے سے ان کی طہارت متفق علیہ رہے گی کہ مستعمل کی طہارت میں ہمارے ائمہ کا اختلاف ہے اگر چہ صحیح طہارت ہے۔

ثانیاً مستعمل (۲) اگر چہ طاہر ہے مگر قذر ہے مسجد میں اُس کا ڈالنا ناجائز ہے ان اشیاء کو مستعمل نہ بتانے سے یہ معلوم ہوا کہ مثلاً جس (۳) گلاب سے کسی نے وضو کیا اُسے مسجد میں چھڑک سکتے ہیں کہ وہ مستعمل نہ ہوا۔

بالجملہ یہ وہ نفیس وجلیل جامع ومانع وشافی ونافع تعریف مائے مستعمل ہے کہ بفضلِ الٰہی خدمت کلمات علمائے کرام سے اس فقیر پر القا ہوئے وللہ الحمد۔ سہولت حفظ کیلئے فقیر اسے نظم کرتا اور برادران دینی سے دعائے عفو وعافیت کی طمع رکھتا ہے۔

مائے مستعمل کہ طاہر نا مطہر وصف اوست ‏ ‏ جامع ومانع حدِ او از رضا دو حرف شد

مطلقے کو واجب شستن زحدثے کاست یا ‏ ‏ بر بشر در قربت مطلوبہ عیناً صرف شد

←

مسئلہ ۴۳: یہ اس وقت ہے کہ جتنا ہاتھ پانی میں پہنچا اس کا کوئی حصہ بے دُھلا ہو ورنہ اگر پہلے ہاتھ دھو چکا اور

راکدے عہ کاینسان جدا شد از بدن مستعمل ست لیک نزد بعض چوں قائم بجایا ظرف شد

ا ترجمہ: مستعمل پانی جو کہ خود پاک ہوتا ہے اور دوسرے کو پاک نہیں کرتا رضا سے اس کی جامع مانع تعریف دو باتوں میں ہوئی ÷ جس سے مطلقا حدث زائل ہوا ہو یا قربت مقصودہ کی نیت سے بدن پر استعمال ہوا ہو ÷ قلیل پانی جب بدن سے جدا ہوا تو مستعمل ہو جائیگا لیکن بعض کے نزدیک بدن سے جدا ہو کر کسی جگہ یا ظرف میں اس کا قرار ضروری ہے۔

عہ راکد بمعنے غیر جاری یعنی آب قلیل کہ دہ دردہ نباشد ۱۲ (م)

دو شعر اخیر میں وہ تمام تفاصیل آگئیں جو یہاں تک مذکور ہوئیں اور یہ بھی کہ راجح قول اول ہے یعنی بدن سے جدا ہوتے ہی مستعمل کا حکم دیا جائے گا کسی جگہ مستقر ہونا شرط نہیں۔ اب عبارات علماء اور بعض مسائل مذکورہ میں اپنی تحقیق مفرد ذکر کریں وباللہ التوفیق۔ تنویر الابصار و دُرِّمختار و ردالمحتار میں ہے:

لایجوز بماء استعمل لاجل قربۃ ای ثواب ولو من ممیز ا (اذا توضأ یرید بہ التطہیر کما فی الخانیۃ وظاھرہ انہ لو لم یرد بہ ذلک لم یصر مستعملا ۲) او حائض لعادۃ عبادۃ ۳

وضو اُس پانی سے جائز نہیں جس کو بطور ثواب استعمال کیا گیا ہو۔ اگرچہ اس بچّے نے استعمال کیا ہے جس میں شعور پیدا ہو چکا ہو۔ (جبکہ وضو کیا کہ اس سے اس کا ارادہ پاکی حاصل کرنے کا تھا کما فی الخانیہ اور اس کا ظاہر یہ ہے کہ اگر اس سے طہارت کا ارادہ نہ کیا تو مستعمل نہ ہوگا) یا حائض عبادت کی عادت کی وجہ سے، (ا الدرالمختار، باب المیاہ، مطبوعہ مجتبائی دہلی، ۱/ ۳۷) (۲ ردالمحتار، باب المیاہ، مطبوعہ مصطفی البابی مصر، ۱/ ۱۴۵) (۳ الدرالمختار، باب المیاہ، مطبوعہ مجتبائی دہلی، ۱/ ۳۷)

(قال فی النھر قالوا بوضوء الحائض یصیر مستعملا لانہ یستحب لھا الوضوء لکل فریضۃ وان تجلس فی مصلاھا قدرھا کیلا تنسی عادتھا وینبغی ان لو توضأت لتھجد عادی اوصلاۃ ضحی ان یصیر مستعملا اھ واقرہ الرملی وغیرہ ووجھہ ظاھر فلذا جزم بہ الشارح فاطلق العبادۃ تبعا لجامع الفتاوی ۴)

(نہر میں ہے کہ فقہاء نے فرمایا حائض کے وضو سے مستعمل ہو جائے گا کہ اس کیلئے ہر فرض کیلئے وضو مستحب ہے اور یہ کہ نماز کی مقدار میں اپنے مصلّی پر بیٹھے تاکہ نماز کی عادت نہ ختم ہو جائے اور اگر تہجد یا نماز چاشت کیلئے اُس نے وضو کیا تو چاہئے کہ وہ پانی مستعمل ہو جائے اھ رَملی وغیرہ نے اس کو برقرار رکھا، اور اس کی وجہ ظاہر ہے، اس لئے اس پر شارح نے جزم کیا اور عبادت کو مطلق رکھا، جامع الفتاوٰی کی متابعت میں) (۴ ردالمحتار، باب المیاہ، مطبوعہ مصطفی البابی مصر، ۱/ ۱۴۵)

او غسل میت ۵ و کون غسالتہ مستعملۃ ھو الاصح بحر اقول قول العامۃ واعتمدہ البدائع ان نجاسۃ المیت نجاسۃ خبث لانہ حیوان دموی ویجوز عطفہ علی ممیز ای ولو من اجل غسل میت لانہ یندب الوضوء من غسل المیت ۶ (۵ الدرالمختار، باب المیاہ، مطبوعہ مجتبائی دہلی، ۱/ ۳۷) (۶ ردالمحتار، باب المیاہ، مصر، ۱/ ۱۴۵)

یا میت کو غسل دیا اور اس غسل کے مستعمل پانی کا مستعمل ہونا ہی اصح ہے بحر، میں کہتا ہوں عام فقہاء کا قول یہی ہے، اس پر بدائع نے ←

اس کے بعد حَدَث نہ ہوا تو جس قدر حصہ دُھلا ہوا ہو، اتنا پانی میں ڈالنے سے مُستَعمَل نہ ہوگا اگرچہ کہنی تک ہو بلکہ غیر جُنب نے اگر کہنی تک ہاتھ دھولیا تو اس کے بعد بغل تک ڈال سکتا ہے کہ اب اس کے ہاتھ پر کوئی حدث باقی نہیں، ہاں جُنب کہنی سے اوپر اتنا ہی حصہ ڈال سکتا ہے جتنا دھو چکا ہے کہ اس کے سارے بدن پر حَدَث ہے۔

مسئلہ ۳۵: جب سو کر اُٹھے تو پہلے ہاتھ دھوئے، اِستنجے کے قبل بھی اور بعد بھی۔(7)

مسئلہ ۳۶: کم سے کم تین تین مرتبہ داہنے بائیں، اوپر نیچے کے دانتوں میں مِسواک کرے اور ہر مرتبہ مِسواک کو دھولے اور مِسواک نہ بہت نرم ہو نہ سخت اور پیلو یا زیتون یا نیم وغیرہ کڑوی لکڑی کی ہو۔ میوے یا خوشبودار پھول کے درخت کی نہ ہو۔ چھنگلیا کے برابر موٹی اور زیادہ سے زیادہ ایک بالشت لمبی ہو اور اتنی چھوٹی بھی نہ ہو کہ مِسواک کرنا دشوار ہو۔ جو مِسواک ایک بالشت سے زیادہ ہو اس پر شیطان بیٹھتا ہے۔(8) مِسواک جب قابلِ استعمال نہ رہے تو اسے دفن کردیں یا کسی جگہ اِحتیاط سے رکھ دیں کہ کسی ناپاک جگہ نہ گرے کہ ایک تو وہ آلہ ادائے سنت ہے اس کی تعظیم چاہیے، دوسرے آبِ دَہنِ مسلم ناپاک جگہ ڈالنے سے خود محفوظ رکھنا چاہیے، اسی لیے پاخانہ میں تھوکنے کو علما نے نامناسب لکھا ہے۔

مسئلہ ۳۷: مِسواک داہنے ہاتھ سے کرے اور اس طرح ہاتھ میں لے کہ چھنگلیا مِسواک کے نیچے اور بیچ کی تین انگلیاں اوپر اور انگوٹھا سرے پر نیچے ہو اور مُٹھی نہ باندھے۔(9)

مسئلہ ۳۸: دانتوں کی چوڑائی میں مِسواک کرے لنبائی میں نہیں، چت لیٹ کر مِسواک نہ کرے۔(10)

مسئلہ ۳۹: پہلے داہنی جانب کے اوپر کے دانت مانجھے، پھر بائیں جانب کے اوپر کے دانت، پھر داہنی جانب کے نیچے کے، پھر بائیں جانب کے نیچے کے۔(11)

اعتماد کیا کہ میت کی نجاست خُبث کی نجاست ہے، کیونکہ میت خون والا جانور ہے، اور اس کا عطف ممیز پر جائز ہے یعنی اگرچہ میت کے غسل کی وجہ سے ہو کیونکہ میت کو نہلانے کے بعد وضو کرلینا مندوب ہے۔(فتاوی رضویہ، جلد ۲، ص ۴۳۔۴۸ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

مزید معلومات کے لئے اعلیٰ حضرت علیہ رحمۃ رب العزت الطرس المعدل فی حد الماء المستعمل کا مطالعہ فرمائیں۔

(7) الدرالمختار، کتاب الطہارۃ، ارکان الوضوء أربعۃ، ج۱، ص ۲۴۳۔

(8) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الطہارۃ، مطلب في دلالۃ المفھوم، ج۱، ص ۲۵۰

(9) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطہارۃ، الباب الاول في الوضوء، الفصل الثاني، ج۱، ص ۷۔

والدرالمختار وردالمحتار، کتاب الطہارۃ، مطلب في دلالۃ المفھوم، ج۱، ص ۲۵۰

(10) الدرالمختار کتاب الطہارۃ، ج۱، ص ۲۵۱۔

(11) الدرالمختار کتاب الطہارۃ، ج۱، ص ۲۵۰۔

مسئلہ ۴۰: جب مسواک کرنا ہو تو اسے دھو لے۔ یوہیں فارغ ہونے کے بعد دھو ڈالے اور زمین پر پڑی نہ چھوڑ دے بلکہ کھڑی رکھے اور ریشہ کی جانب اوپر ہو۔(12)

مسئلہ ۴۱: اگر مسواک نہ ہو تو اُنگلی یا سنگین کپڑے سے دانت مانجھ لے۔ یوہیں اگر دانت نہ ہوں تو اُنگلی یا کپڑا مسوڑوں پر پھیر لے۔(13)

مسئلہ ۴۲: مسواک نماز کے لیے سنت نہیں بلکہ وُضو کے لیے، تو جو ایک وُضو سے چند نمازیں پڑھے، اس سے ہر نماز کے لیے مسواک کا مطالبہ نہیں، جب تک تغیّرِ رائحہ (سانس بدبودار) نہ ہو گیا ہو، ورنہ اس کے دفع کے لیے مستقل سنت ہے البتہ اگر وُضو میں مسواک نہ کی تھی تو اب نماز کے وقت کر لے(14)۔

---

(12) الدرالمختار وردالمحتار، مطلب في دلالة المفهوم، ج۱، ص۲۵۱

(13) الجوہرة النيرة، كتاب الطہارة، ص۶، و الدرالمختار، كتاب الطہارة: اركان الوضوء أربعة، ج۱، ص۲۵۳

(14) اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

شوص کے معنے دھونا اور صاف کرنا ہے اھ۔

(۲ـ الصحاح (للجوہری)، باب الصاد فصل الشين، دار احياء التراث العربي بيروت، ۳/۸۷۶)

وفی القاموس الدلك باليد ومضغ السواك والاستنان به اوالا ستياك ووجع الضرس والبطن والغسل والتنقية اھ ا ـ

اور قاموس میں ہے: ہاتھ سے ملنا۔ مسواک چبانا اور اس سے دانت مانجنا۔ یا مسواک کرنا۔ ڈاڑھ اور پیٹ کا درد۔ دھونا اور صاف کرنا۔

(ا ـ القاموس المحيط، باب الصاد فصل الشين، مصطفى البابي مصر ۲/۳۱۸)

ثانیا: حدیث میں افعال بترتیب نہیں تو ممکن کہ مسواک سب سے پہلے ہو اور یہی حدیث کہ امام احمد نے بسند حسن مرہبا روایت کی اس میں ذکر شوص نہیں، اس کے لفظ یہ ہیں:

عن ابی امامة رضی الله تعالى عنه قال ان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال ایما رجل قام الی وضوئه يريد الصلاة ثم غسل كفيه نزلت كل خطيئة من كفيه مع اول قطرة فاذا مضمض واستنشق واستنثر نزل كل خطيئة من لسانه وشفتيه مع اول قطرة فاذا غسل وجهه نزلت كل خطيئة من سمعه وبصره مع اول قطرة فاذا غسل يده الى المرفقين ورجله الى الكعبين سلم من كل ذنب كهياة يوم ولدته امه ۲ ـ

(حضرت ابی امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:) جب آدمی نماز کے ارادے سے وضو کو اٹھے پھر ہاتھ دھوئے تو ہاتھ کے سب گناہ پہلے قطرہ کے ساتھ نکل جائیں، پھر جب کلی کرے اور ناک میں پانی ڈالے اور صاف کرے زبان ولب کے سب گناہ پہلی بوند کے ساتھ ٹپک جائیں، پھر جب منہ دھوئے آنکھ کان کے سب گناہ پہلے قطرہ کے ساتھ اُتر جائیں، پھر جب ←

کہنیوں تک ہاتھ اور گٹوں تک پاؤں دھوئے سب گناہوں سے ایسا خالص ہوجائے جیسا جس دن ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا۔

(۲؎ مسند احمد بن حنبل عن ابی امامۃ الباہلی، المکتب الاسلامی بیروت، ۵ / ۲۶۳)

فائدہ: ف یہ نفیس وعظیم بشارت کہ امت محبوب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر رب عزوجل کا عظیم فضل اور نمازیوں کیلئے کمال تہنیت اور بے نمازوں پر سخت حسرت ہے بکثرت احادیث صحیحہ معتبرہ میں وارد ہوئی اس معنی کی حدیثیں حدیث ابوامامہ کے علاوہ صحیح مسلم شریف میں امیر المومنین عثمٰن ع۱ غنی وابو ہریرہ ع۲ وعمرو بن ع۳ عبسہ اور مالک واحمد ونسائی وابن ماجہ وحاکم کے یہاں عبداللہ صنابحی اور طحاوی ومعجم کبیر طبرانی میں عباد والد ثعلبہ اور مسند احمد میں مرہ بن کعب اور مسند مسدد وابی یعلی میں انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہم سے مروی ہیں ان میں حدیث صنابحی وحدیث عمرو سب سے اتم ہیں کہ ان میں ناک کے گناہوں کا بھی ذکر ہے اور مسح سر کرنے سے سر کے گناہ نکل جانے کا بھی۔

ف :وضو سے گناہ دھلنے کی حدیثیں۔

ع۱: رواہ ایضا احمد وابن ماجۃ ۱۲ منہ۔

ع۱: اور اسے امام احمد وابن ماجہ نے بھی روایت کیا ۱۲ منہ ۔

ع۲: ورواہ ایضا مالک والشافعی والترمذی والطحاوی ۱۲ منہ۔

ع۲: اور اسے امام مالک، امام شافعی اور ترمذی وطحاوی نے بھی روایت کیا ۱۲ منہ

ع۳: ورواہ ایضا احمد وابوبکر بن ابی شیبۃ والامام الطحاوی والضیاء وھوعند الطبرانی فی الاوسط مختصرا وابن زنجویۃ بسند صحیح ۱۲ منہ۔

ع۳: اور اسے امام احمد ابوبکر بن ابی شیبہ، امام طحاوی اور ضیاء نے بھی روایت کیا اور یہ طبرانی کی معجم اوسط میں مختصرا اور ابن زنجویۃ کے یہاں بسند صحیح مروی ہے ۱۲ منہ۔

ففی الاول اذا استنثر خرجت الخطایا من انفہ ثم قال بعد ذکر الوجہ والیدین فاذا مسح رأسہ خرجت الخطایا من رأسہ حتی تخرج من اذنیہ اھ ۱؎

حدیث صنابحی میں یہ ہے: جب ناک صاف کرے تو ناک کے گناہ گر جائیں۔ پھر چہرہ اور دونوں ہاتھوں کے ذکر کے بعد ہے: پھر اپنے سر کا مسح کرے تو اس کے سر سے گناہ نکل جائیں یہاں تک کہ کانوں سے بھی نکل جائیں۔

(۱؎ کنز العمال بحوالہ مالک حم،ن،ہ،ک، حدیث ۲۶۰۳۳، موسسۃ الرسالۃ بیروت، ۹ / ۲۸۵) (موطا الامام مالک، کتاب الطہارۃ، باب جامع الوضوء، میر محمد کتب خانہ کراچی، ص ۲۱) (مسند احمد بن حنبل، حدیث ابی عبداللہ الصنابحی، المکتب الاسلامی بیروت، ۴ / ۳۴۸ و ۳۴۹) (سنن النسائی، کتاب الطہارۃ، باب مسح الاذنین مع الراس، نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی، ۱ / ۲۹) (المستدرک للحاکم، کتاب الطہارۃ، دار الفکر بیروت، ۱ / ۱۲۹)

. وفی الثانی مامنکم رجل یقرب وضوء ہ فیتمضمض ویستنشق ویستنثر الاخرجت خطایا وجھہ من فیہ وخیاشمہ ثم قال بعد ذکر الوجہ والیدین ثم یمسح رأسہ الاخرجت خطایا رأسہ من اطراف شعرہ ←

مع الماء الخ

اور حدیث عمرو میں ہے: تم میں جو بھی وضو کے لئے جا کر کلی کرے ناک میں پانی ڈالے اور جھاڑے تو اس کے چہرے کے گناہ منہ سے اور ناک کے بانسوں سے نکل پڑیں۔ پھر چہرہ اور دونوں ہاتھوں کے ذکر کے بعد ہے: پھر اپنے سر کا مسح کرے تو اس کے سر کے گناہ بال کے کناروں سے پانی کے ساتھ گر جائیں۔ (۱؎ کنز العمال بحوالہ مالک حم، م، حدیث ۲۶۰۳۵، موسسۃ الرسالۃ بیروت ۹/۲۸۶) (صحیح مسلم، کتاب صلوۃ المسافرین، باب اسلام عمرو بن عبسۃ، قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۷۶)

بہت علماء فرماتے ہیں یہاں گناہوں سے صغائر مراد ہیں۔

اقول: تحقیق یہ ہے کہ کبائر بھی دُھلتے ہیں اگرچہ زائل نہ ہوں یہ سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ وغیرہ اکابر اولیائے کرام قدست اسرارہم کا مشاہدہ ہے جسے فقیر نے رسالہ الطرس المعدل فی حد الماء المستعمل (۱۳۲۰ھ) میں ذکر کیا اور کرم مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم بحر بے پایاں ہے حدث عن البحر ولا حرج والحمد للہ رب العلمین (بحر سے بیان کیا، اس میں کوئی حرج نہیں والحمد للہ رب العلمین۔ت) اور بات وہ ہے جو خود مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بشارت بیان کرکے ارشاد فرمائی کہ لا تغتروا اس پر مغرور نہ ہونا رواہ البخاری ۲؎ عن عثمٰن ذی النورین رضی اللہ تعالٰی عنہم وحسبنا اللہ ونعم الوکیل۔

(۲؎ صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب یایھا الناس ان وعد اللہ حق ... الخ، قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۹۵۲)

حدیث سوم: سنن بیہقی میں ہے:

عن عبد اللہ بن المثنی قال حدثنی بعض اھل بیتی عن انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ ان رجلا من الانصار من بنی عمرو بن عوف قال یا رسول اللہ انک رغبتنا فی السواک فھل دون ذلک من شیئ قال اصبعک سواک عند وضوءک تمر بھا علی اسنانک انہ لا عمل لمن لا نیۃ لہ ولا اجر لمن لا خشیۃ لہ ۱؎۔

عبد اللہ بن المثنی سے روایت ہے وہ کہتے ہیں مجھے میرے گھر والوں میں سے کسی نے بیان کیا کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا کہ بنی عمرو بن عوف سے ایک انصاری نے عرض کی یا رسول اللہ! حضور نے مسواک کی طرف ہمیں ترغیب فرمائی کیا اس کے سوا بھی کوئی صورت ہے؟ فرمایا: وضو کے وقت تیری انگلی مسواک ہے کہ اپنے دانتوں پر پھیرے، بیشک بے نیت کے کوئی عمل نہیں اور بے خوف الٰہی کے ثواب نہیں۔ (۱؎ السنن الکبری، کتاب الطہارۃ، باب الاستیاک بالاصابع، دار صادر بیروت، ۱/۴۱)

اقول اولاً: یہ حدیث ضعیف ہے لما تری من الجہالۃ فی سندہ وقد ضعفہ البیہقی۔ (جیسا کہ تو دیکھتا ہے اس کی سند میں جہالت ہے، اور امام بیہقی نے اسے ضعیف کہا ہے۔ت)

ثانیاً وثالثاً: لفظ عند وضوءک میں وہی مباحث ہیں کہ گزرے۔

حدیث چہارم: ایک حدیث مرسل میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الوضوء شطر الایمان والسواک شطر الوضوء رواہ ابو بکر بن ابی شیبۃ ۲؎ عن حسان بن عطیۃ و رستۃ ←

فی کتاب الایمان عنہ بلفظ السواك نصف الوضوء والوضوء نصف الایمان ۳ ۔

ضوایمان کا حصہ ہے اور مسواک وضو کا حصہ ہے۔اس کو ابوبکر بن ابی شیبہ نے حسان بن عطیہ سے روایت کیا، اور رستہ نے اس کو ان سے کتاب الایمان میں ان الفاظ سے روایت کیا کہ: مسواک نصف وضو ہے اور وضو نصف ایمان۔

(۲۔المصنف لابن ابی شیبہ، ماذکر فی السواک، حدیث ۱۸۰۳، دارالکتب العلمیہ بیروت ۱/۱۵۷)(۳۔الجامع الصغیر (للسیوطی)، بحوالہ رستہ، حدیث ۴۸۳۵، دارالکتب العلمیہ بیروت ۲/۲۹۷)

اقول: یعنی ایمان بے وضو کامل نہیں ہوتا اور وضو بے مسواک۔ اس سے مسواک کا داخل وضو ہونا ثابت نہیں ہوتا جس طرح وضو داخل ایمان نہیں ہاں وجہ تکمیل ہونا مفہوم ہوتا ہے وہ ہر سنت کیلئے حاصل ہے قبلیہ ہو یا بعدیہ جس طرح صبح وظہر کی سنتیں فرضوں کی مکمل ہیں واللہ تعالی اعلم۔

ثالثاً اقول: جب محقق ہولیا کہ مسواک سنّت ہے اور ہمارے علماء اُسے سنّتِ وضو مانتے اور شافعیہ کے ساتھ اپنا خلاف یونہی نقل فرماتے ہیں کہ اُن کے نزدیک سنّتِ نماز ہے اور ہمارے نزدیک سنّتِ وضو اور متون مذہب قاطبۃً یک زبان یک زبان صریح فرمارہے ہیں کہ مسواک سننِ وضو سے ہے تو اُس سے عدول کی کیا وجہ ہے، سنّتِ شے قبلیہ ہوتی ہے یا بعدیہ یا داخلہ جیسے رکوع میں تسویہ ظہر۔ مگر روشن بیانوں سے ثابت ہوا کہ مسواک وضو کی سنت داخلہ نہیں کہ سنت بے مواظبت نہیں اور وضو کرتے میں مسواک فرمانے پر مداومت درکنار اصلاً ثبوت ہی نہیں اور سنت بعدیہ نہ کوئی مانتا ہے نہ اس کا محل ہے کہ مسواک سے خون نکلے تو وضو بھی جائے۔

بحرالرائق میں ہے:

وعلله السراج الهندی فی شرح الهدایة بانه اذا استاك للصلاة ربما یخرج منه دم وهو نجس بالاجماع وان لم یکن ناقضا عند الشافعی رضی الله تعالی عنه ا ۔

اور سراج ہندی نے اپنی شرح ہدایہ میں اس کی علت یہ بیان فرمائی کہ جب نماز کے لئے وضو کرے گا تو بعض اوقات اس سے خون نکل جائے گا۔ اور یہ بالاجماع نجس ہے اگرچہ امام شافعی کے نزدیک ناقضِ وضو نہیں۔

(ا۔البحرالرائق، کتاب الطہارۃ، سنن الوضوء، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی، ۱/۲۰)

لاجرم ثابت ہوا کہ سنت قبلیہ ہے اور یہی مطلوب تھا اور خود حدیث صحیح مسلم اس کی طرف ناظر، اور حدیث ابی داؤد اس میں نص۔ کما تقدم اما تعلیل التبیین عدم استنانه فی الوضوء بانه لا یختص به۔ جیسا کہ گزرا۔ مگر تبیین میں مسواک کے سنّتِ وضو نہ ہونے کی علت یہ بتانا کہ مسواک وضو کے ساتھ خاص نہیں۔

اقول اولا: لا یلزم فی السنة الشیئ الاختصاص به الا تری ان ترك اللغو سنة مطلقا ویتأکد استنانه للصائم والمحرم والمعتکف والتسمیة کما لا تختص بالوضوء لا تختص بالاکل ولا یسوغ انکار انها سنة للاکل وثانیا اذا واظب النبی صلی الله علیه وسلم علی شیئ فی شیئین فهل یکون ذلك سنة فیهما او فی احدهما اولا ←

....

فی شیئ منہما الثالث باطل و الا یختلف المحدود مع صدق الحد و کذا الثانی مع علاوۃ الترجیح بلا مرجح فتعین الاول وثبت ان الاختصاص لایلزم الاستنان۔

اقول: اس پر اوّلا یہ کلام ہے کہ سنّتِ شے ہونے کے لئے یہ لازم نہیں کہ اس شے کے ساتھ خاص بھی ہو۔ دیکھئے ترک لغو مطلقاً سنت ہے اور روزہ ورا، صاحب احرام اور معتکف کے لئے اس کا مسنون ہونا اور مؤکد ہو جاتا ہے۔ اور تسمیہ جیسے وضو کے ساتھ خاص نہیں کھانے کے ساتھ بھی خاص نہیں مگر تسمیہ کے کھانے کی سنت ہونے سے انکار کی گنجائش نہیں۔ دوسرا کلام یہ ہے کہ جب نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کسی عمل پر دو چیزوں کے اندر مواظبت فرمائیں تو وہ ان دونوں میں سنت ہوگا یا ایک میں ہوگا یا کسی میں نہ ہوگا۔ تیسری شق باطل ہے ورنہ لازم آئے گا کہ تعریف صادق ہے اور مُعرَّف صادق ہی نہیں۔ یہی خرابی دوسری شق میں بھی لازم آئے گی، مزید برآں ترجیح بلا مرجح بھی۔ تو پہلی شق متعین ہوگئی اور ثابت ہو گیا کہ سنت ہونے کے لئے خاص ہونا لازم نہیں۔

ف۱: تطفل علی الامام الزیلعی۔

ف۲: تطفل آخر علیہ۔

اما ما فی عمدۃ القاری اختلف العلماء فیہ فقال بعضھم انہ من سنۃ الوضوء وقال اخرون انہ من سنۃ الصلاۃ وقال اخرون انہ من سنۃ الدین وھو الاقوی نقل ذلک عن ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۱؎ اھ ذکرہ فی باب السواک من ابواب الوضوء زاد فی باب السواک یوم الجمعۃ ان المنقول عن ابی حنیفۃ انہ من سنن الدین فحینئذ یستوی فیہ کل الاحوال۲؎ اھ۔

اب رہا وہ جو عمدۃ القاری میں ہے: اس کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے، بعض نے فرمایا سنتِ وضو ہے بعض دیگر نے کہا سنتِ نماز ہے۔ اور کچھ حضرات نے فرمایا سنتِ دین ہے، اور یہی زیادہ قوی ہے، یہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے منقول ہے اھ، یہ علامہ عینی نے ابواب الوضو کے باب السواک میں ذکر کیا، اور باب السواک یوم الجمعہ میں اتنا اضافہ کیا: امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے منقول ہے کہ مسواک دین کی سنتوں میں سے ہے۔ تو اس میں تمام احوال برابر ہوں گے اھ۔

(۱؎ عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری، کتاب الوضوء، باب السواک تحت حدیث ۲۴۴ دارالکتب العلمیہ بیروت ۳ /۲۷۴)(۲؎ عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری، کتاب الجمعۃ، باب السواک... الخ تحت حدیث ۸۸۷ دارالکتب العلمیہ بیروت ۶ /۲۶۱)

اقول: یؤیدہ حدیث الدیلمی عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالٰی عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم السواک سنۃ فاستاکوا ای وقت شئتم۳؎۔

اقول: اس کی تائید دیلمی کی اس حدیث سے ہوتی ہے جو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: مسواک سنت ہے تو تم جس وقت چاہو مسواک کرو۔ (۳؎ کنز العمال بحوالہ الفر، حدیث ۲۶۱۶۳، موسسۃ الرسالہ بیروت، ۹ /۳۱۱) ←

ولکن اوّلاً: لا کونہ فا سنۃ فی الوضوء ینفی کونہ من سنن الدین بل یقررہ ولا کونہ سنۃ مستقلۃ ینافی کونہ من سنن الوضوء کما قررنا الا تری ان الماثور عنہ رضی اللہ تعالی عنہ انہ من سنن الدین واطبقت حملۃ عرش مذھبہ المتین المتون انہ من سنن الوضوء ونصھا عین نصہ رضی اللہ تعالی عنہ۔

لیکن اوّلاً: نہ تو اس کا سنتِ وضو ہونا، سنتِ دین ہونے کی نفی کرتا ہے۔ بلکہ اس کی تائید کرتا ہے۔ اور نہ ہی اس کا سنت مستقلہ ہونا، سنتِ وضو ہونے کے منافی ہے جیسا کہ ہم نے تقریر کی۔ یہی دیکھئے کہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ مسواک دین کی ایک سنت ہے اوران کے مذہب متین کے حامل جملہ متون کا اس پر اتفاق ہے کہ مسواک وضو کی ایک سنت ہے۔ اور نصِ متون خود امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نص ہے۔

ف۱: تطفل علی الامام العینی.

وثانیا: ھذا الامام العینی ف۲ نفسہ ناصا قبل ھذا بنحو ورقۃ ان باب السواک من احکام الوضوء عند الاکثرین ا ھ فلم نعدل عن قول الاکثرین وعن اطباق المتون لروایۃ عن الامام لاتنافیہ اصل.

ثانیا: خود امام عینی نے اس سے ایک ورق پہلے صراحت فرمائی ہے کہ اکثر حضرات کے نزدیک مسواک کا باب احکامِ وضو سے ہے اھ تو ہم قولِ اکثر اور اتفاق متون سے امام کی ایک ایسی روایت کے سبب عدول کیوں کریں جو اس کے منافی بھی نہیں ہے۔

ف۲: تطفل آخر علیہ۔ (۱ـ عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری، کتاب الوضوء، باب السواک، دارالکتب العلمیہ بیروت، ۲/ ۲۷۲)

وثالثا: اعجب ف۳ من ھذا قولہ رحمہ اللہ تعالی فی شرح قول الکنز وسنتہ غسل یدیہ الی رسغیہ ابتداء کالتسمیۃ والسواک اذ قال الامام الزیلعی قولہ والسواک یحتمل وجھین احدھما ان یکون مجرورا عطفا علی التسمیۃ والثانی ان یکون مرفوعا عطفا علی الغسل والاول اظھر لان السنۃ ان یستاک عند ابتداء الوضوء ۱ ـ اھ مانصہ بل الاظھر ھو الثانی لان المنقول عن ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالی عنہ علی ما ذکرہ صاحب المفید ان السواک من سنن الدین فحینئذ یستوی فیہ کل الاحوال ۲ ـ اھ۔

ثالثاً: اس سے زیادہ عجیب شرح کنز میں علامہ عینی کا کلام ہے جس کی تفصیل یہ ہے کہ کنز کی عبارت یہ ہے: سنتہ غسل یدیہ الی رسغیہ ابتداء کالتسمیۃ والسواک. (وضو کی سنت گٹوں تک دونوں ہاتھوں کو شروع میں دھونا ہے جیسے تسمیہ اور مسواک)۔ اس پر امام زیلعی نے فرمایا: لفظ السواک کی دو ترکیبیں ہوسکتی ہیں ایک یہ کہ لفظ التسمیۃ پر معطوف ہوکر مجرور ہو۔ دوسری یہ کہ لفظ غسل (دھونا) پر معطوف ہوکر مرفوع ہو۔ اور اول زیادہ ظاہر ہے اس لئے کہ سنت یہ ہے کہ ابتدائے وضو کے وقت مسواک کرے اھ۔ اس پر علامہ عینی فرماتے ہیں: بلکہ زیادہ ظاہر ثانی ہے اس لئے کہ جیسا کہ صاحب مفید نے ذکر کیا ہے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول یہ ہے کہ مسواک دین کی سنتوں میں سے ہے تو اس صورت میں اس کے اندر تمام احوال برابر ہیں اھ۔

ف۳: ثالث علیہ۔ (۱ـ تبیین الحقائق، کتاب الطہارۃ، سنن الوضوء، دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱/ ۳۵)(۲ـ حاشیۃ الشلبی علی ←

....

تبیین الحقائق، کتاب الطہارۃ، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱/۳۵)

اقول: کونہ من سنن الدین کان یقابل عندکم کونہ من سنن الوضوء فما یغنی الرفع مع کونہ عطفاً علی خبر سنتہ ای سنۃ الوضوء وبوجہ اخر فما المراد باستواء الاحوال نفی ان یختص بہ حال بحیث تفقد السنیۃ فی غیرہ ام نفی التشکیک بحسب الاحوال بحیث لایکون التصاقہ ببعضھا ازید من بعض علی الاول لاوجہ لاستظھار الثانی فلو کان سنۃ فی ابتداء الوضوء ای اشد طلبا فی ھذا الوقت والصق بہ لم ینتف استنانہ فی غیر الوضوء وعلی الثانی لاوجہ للثانی ولا للاول فضلا عن کون احدھما اظھر من الاخر۔

اقول: آپ کے نزدیک مسواک کا سنتِ دین ہونا، سنتِ وضو ہونے کے مقابل تھا تو لفظ السواک کے مرفوع ہونے سے کیا کام بنے گا جب کہ وہ لفظ سنتہ (یعنی سنتِ وضو) کی خبر پر عطف ہوگا (یعنی یہ ہوگا کہ اور۔ وضو کی سنت۔مسواک کرنا بھی ہے۔ تو اس ترکیب پر بھی سنتِ دین کے بجائے سنتِ وضو ہونا ہی نکلتا ہے ۱۲م) بطرزِ دیگر تمام احوال کے برابر ہونے سے کیا مراد ہے (۱) یہ کہ کسی حال میں مسواک کی ایسی کوئی خصوصیت نہیں جس کے باعث وہ دوسرے حال میں مسنون نہ رہ جائے (۲) یا احوال کے لحاظ سے تشکیک کی نفی مقصود ہے اس طرح کہ مسواک کا بعض احوال سے تعلق بعض دیگر سے زیادہ نہ ہو۔ اگر تقدیر اول مراد ہے تو لفظ السواک کے رفع کو زیادہ ظاہر کہنے کی کوئی وجہ نہیں۔ کیونکہ مسواک اگر ابتدائے وضو میں سنت ہو۔ یعنی اس وقت میں اس کا مطالبہ اور اس سے اس کا تعلق زیادہ ہو۔ تو اس سے غیر وضو میں اس کی مسنونیت کی نفی نہیں ہوتی۔ بر تقدیر دوم نہ ترکیب ثانی کی کوئی وجہ رہ جاتی ہے نہ ترکیب اوّل کی کسی ایک کا دوسری سے زیادہ ظاہر ہونا تو دور کنار۔ (کیونکہ تمام احوال کے برابر ہونے کا مطلب جب یہ ٹھہرا کہ کسی بھی حال سے اس کا تعلق دوسرے سے زیادہ نہیں، تو نہ یہ کہنے کی کوئی وجہ رہی کہ ابتدائے وضو میں سنت ہے نہ یہ ماننے کی وجہ رہی کہ وضو میں مطلقاً سنّت ہے ۱۲م)

ف: تطفل رابع علیہ۔

والعجب من البحر صاحب البحر انہ جعل الاولی کون وقتہ عند المضمضۃ لاقبل الوضوء وتبع الزیلعی فی ان الجر اظھر لیفید ان الابتداء بہ سنۃ نبہ علیہ اخوہ فی النھر رحمھم اللہ تعالٰی جمیعاً۔

اور صاحب بحر پر تعجب ہے کہ ایک طرف تو انہوں نے یہ مانا ہے کہ وقتِ مسواک حالتِ مضمضہ میں ہونا اولٰی ہے قبلِ وضو نہیں، اور دوسری طرف انہوں نے کنز میں لفظ السواک کا جر زیادہ ظاہر ماننے میں امام زیلعی کی پیروی بھی کرلی ہے جس کا مفاد یہ ہے مسواک وضو کے شروع میں ہونا سنّت ہے۔ اس پر ان کے برادر نے النہر الفائق میں تنبیہ کی، رحمھم اللہ تعالٰی جمیعاً۔

اما تعلیل الفتح ان لاسنیۃ دون المواظبۃ[۱] ولم تثبت عند الوضوء۔

اب رہی فتح القدیر کی یہ تعلیل کہ بغیر مداومت کے سنیت ثابت نہیں ہوتی اور وقتِ وضو مداومت ثابت نہیں۔

(۱۔ فتح القدیر، کتاب الطہارۃ، مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر، ۱/۲۲)

اقول: الدلیل فدا اعم من الدعوی فان المقصود نفی الاستنان للوضوء والدلیل نفی کونہ من السنن ←

الداخلة فیه فلم لایختار کونه سنة قبلیة للوضوء۔

اقول: دلیل دعویٰ سے اعم ہے، اس لئے کہ مدعا یہ ہے کہ مسواک وضو کے لئے سنت نہیں۔ اور دلیل یہ ہے کہ مسواک وضو کے اندر سنت نہیں۔ تو کیوں نہ یہ اختیار کیا جائے کہ مسواک وضو کی سنتِ قبلیہ ہے (یعنی وضو کے اندر تو نہیں مگر اس سے پہلے مسواک کر لینا سنتِ وضو ہے ۱۲م)

۶: تطفل علی الفتح۔

بالجملہ: بحکم متون واحادیث اظہر، وہی مختار بدائع وزیلعی وحلیہ ہے کہ مسواک وضو کی سنت قبلیہ ہے، ہاں سنت مؤکدہ اُسی وقت ہے جبکہ منہ میں تغیر ہو، اس تحقیق پر جبکہ مسواک وضو کی سنت ہے مگر وضو میں نہیں بلکہ اُس سے پہلے ہے تو جو پانی کہ مسواک میں صرف ہوگا اس حساب سے خارج ہے سنّت یہ ہے کہ مسواک ف ۲ کرنے سے پہلے دھولی جائے اور فراغ کے بعد دھو کر رکھی جائے اور کم از کم اُوپر کے دانتوں اور نیچے کے دانتوں میں تین تین بار تین پانیوں سے کی جائے۔

ف ۲: مسئلہ مسواک دھو کر کی جائے اور کر کے دھولیں اور کم از کم تین تین بار تین پانیوں سے ہو۔

دُرمختار میں ہے:

اقله ثلاث فی الاعالی وثلاث فی الاسافل بمیاہ ثلثة ۲؎

اس کی کم سے کم مقدار یہ ہے کہ تین بار اوپر کے دانتوں میں، تین بار نیچے کے دانتوں میں، تین تین پانیوں سے ہو۔

(۲؎ الدرالمختار، کتاب الطہارۃ، مطبع مجتبائی دہلی، ۱/۲۱)

صغیری میں ہے: یغسله عند الاستیاک وعند الفراغ منه ۱؎

مسواک کو مسواک کرنے کے وقت اور اس سے فارغ ہونے کے بعد دھولے۔

(۱؎ صغیری شرح منیۃ المصلی، ومن الآداب ان یستاک، مطبع مجتبائی دہلی، ص ۱۴)

(۵) اس قدر تو درکار ہی ہے اور اُس کے ساتھ اگر منہ میں کوئی تغیر رائحہ ہوا تو جتنی بار مسواک اور کُلّیوں سے اس کا ازالہ ہو لازم ہے اس کیلئے کوئی حد مقرر نہیں بدبودار کثیف ف ۱ بے احتیاطی کا حقہ پینے والوں کو اس کا خیال سخت ضروری ہے اور اُن سے زیادہ سگریٹ والے کہ اس کی بدبو مرکب تمباکو سے سخت تر اور زیادہ دیرپا ہے اور ان سب سے زائد اشد ضرورت تمباکو کھانے والوں کو ہے جن کے منہ میں اُس کا جِرم دبا رہتا اور منہ کو اپنی بدبو سے بسا دیتا ہے یہ سب لوگ وہاں تک مسواک اور کُلّیاں کریں کہ منہ بالکل صاف ہو جائے اور بُو کا اصلاً نشان نہ رہے اور اس کا امتحان یوں ہے کہ ہاتھ اپنے منہ کے قریب لے جا کر منہ کھول کر زور سے تین بار حلق سے پوری سانس ہاتھ پر لیں اور معاً سونگھیں بغیر اس کے اندر کی بدبو خود کم محسوس ہوتی ہے، اور جب منہ میں ف ۲ بدبو ہو تو مسجد میں جانا حرام نماز میں داخل ہونا منع واللہ الہادی۔

ف ۱: مسئلہ حقہ اور سگرٹ پینے اور تمباکو کھانے والوں کے لئے مسواک میں کہاں تک احتیاط واجب ہے اور ان کے امتحان کا طریقہ۔

ف ۲: مسئلہ منہ میں بدبو ہو تو جب تک صاف نہ کرلیں مسجد میں جانا یا نماز پڑھنا منع ہے۔

....

(۶) یوں ہی جسے تر کھانسی ہو اور بلغم کثیر ولزج کہ بمشکل بتدریج جدا ہو اور معلوم ہے کہ مسواک کی تکرار اور کلیوں غراروں کا اکثار اُس کے خروج پر معین تو اُس کے لئے بھی حد نہیں باندھ سکتے۔

(۷) یہی حال زکام کا ہے جبکہ ریزش زیادہ اور لزوجت دار ہو اُس کے تصفیہ اور بار بار ہاتھ دھونے میں جو پانی صرف ہو وہ بھی جدا اور نامعین المقدار ہے۔

(۸) پانوں کی ف ۳ کثرت سے عادی خصوصاً جبکہ دانتوں میں فضا ہو تجربہ سے جانتے ہیں کہ چھالیا کے باریک ریزے اور پان کے بہت چھوٹے چھوٹے ٹکڑے اس طرح منہ کے اطراف واکناف میں جاگیر ہوتے ہیں کہ تین بلکہ کبھی دس بارہ کلیاں بھی اُن کے تصفیہ تام کو کافی نہیں ہوتیں، نہ خلال اُنہیں نکال سکتا ہے نہ مسواک سوا کلیوں کے کہ پانی منافذ میں داخل ہوتا اور جنبشیں دینے سے اُن جمے ہوئے باریک ذرّوں کو بتدریج چھڑ چھڑا کر لاتا ہے اس کی بھی کوئی تحدید نہیں ہو سکتی اور یہ کامل تصفیہ بھی بہت مؤکد ہے متعدد ف ا احادیث میں ارشاد ہوا ہے کہ جب بندہ نماز کو کھڑا ہوتا ہے فرشتہ اس کے منہ پر اپنا منہ رکھتا ہے یہ جو کچھ پڑھتا ہے اس کے منہ سے نکل کر فرشتہ کے منہ میں جاتا ہے اُس وقت اگر کھانے کی کوئی شے اُس کے دانتوں میں ہوتی ہے ملائکہ کو اُس سے ایسی سخت ایذا ہوتی ہے کہ اور شے سے نہیں ہوتی۔

ف ۳: مسئلہ پان کے عادی کو کلیوں میں کتنی احتیاط لازم۔

ف: مسئلہ نماز میں منہ کی کمال صفائی کا لحاظ لازم ہے ورنہ فرشتوں کو سخت ایذا ہوتی ہے۔

البیہقی فی الشعب وتمام فی فوائدہ والدیلمی فی مسند الفردوس والضیاء فی المختارۃ عن جابر رضی اللہ تعالی عنہ بسند صحیح قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم اذا قام احدکم یصلی من اللیل فلیستک فان احدکم اذا قرأ فی صلاتہ وضع ملک فاہ علی فیہ ولا یخرج من فیہ شیئ الادخل فم الملک ا۔

بیہقی شعب الایمان میں، تمام فوائد میں، دیلمی مسند الفردوس میں، اور ضیاء مختارہ میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بسند صحیح راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی نماز پڑھنے کھڑا ہو تو مسواک کرلے اس لئے کہ جب وہ اپنی نماز میں قراءت کرتا ہے تو ایک فرشتہ اپنا منہ اس کے منہ پر رکھ دیتا ہے اور جو قراءت اس کے منہ سے نکلتی ہے فرشتے کے منہ میں جاتی ہے۔

(ا۔ کنز العمال بحوالہ شعب الایمان وتمام والدیلمی، حدیث ۲۶۲۲۱، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۹/ ۳۱۹)

وللطبرانی فی الکبیر عن ابی ایوب الانصاری رضی اللہ تعالی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم قال لیس شیئ اشد علی الملکین من ان یریابین اسنان صاحبہما شیئا وھو قائم یصلی ۲۔ وفی الباب عند ابن المبارک فی الزھد عن ابی عبد الرحمن السلمی عن امیر المومنین علی رضی اللہ تعالی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم والدیلمی عن عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ تعالی عنہما عنہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم وابن نصر فی الصلاۃ عن الزھری عن النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم مرسلا والاٰجری فی اخلاق حملۃ القراٰن عن علی کرم اللہ

وجہہ موقوفا۔ (۲۔ المعجم الکبیر، حدیث ۴۰۶۱، المکتبۃ الفیصلیہ بیروت، ۴/ ۱۷۷)

←

مسئلہ ۴۳: پھر تین چلّو پانی سے تین کُلّیاں کرے کہ ہر بار مونھ کے ہر پُرزے پر پانی بہ جائے اور روزہ دار نہ ہو تو غرغرہ کرے۔(15)

مسئلہ ۴۴: پھر تین چلّو سے تین بار ناک میں پانی چڑھائے کہ جہاں تک نرم گوشت ہوتا ہے ہر بار اس پر پانی بہ جائے اور روزہ دار نہ ہو تو ناک کی جڑ تک پانی پہنچائے اور یہ دونوں کام داہنے ہاتھ سے کرے، پھر بائیں ہاتھ سے ناک صاف کرے۔(16)

مسئلہ ۴۵: مونھ دھوتے وقت داڑھی کا خلال کرے بشرطیکہ اِحرام نہ باندھے ہو، یوں کہ اُنگلیوں کو گردن کی طرف سے داخل کرے اور سامنے نکالے۔(17)

مسئلہ ۴۶: ہاتھ پاؤں کی اُنگلیوں کا خلال کرے، پاؤں کی اُنگلیوں کا خلال بائیں ہاتھ کی چھنگلیا سے کرے اس طرح کہ داہنے پاؤں میں چھنگلیا سے شروع کرے اور انگوٹھے پر ختم کرے اور بائیں پاؤں میں انگوٹھے سے شروع کرکے چھنگلیا پر ختم کرے اور اگر بے خلال کیے پانی اُنگلیوں کے اندر سے نہ بہتا ہو تو خلال فرض ہے یعنی پانی پہنچانا اگرچہ بے خلال ہو مثلاً گھائیاں کھول کر اوپر سے پانی ڈال دیا یا پاؤں حوض میں ڈال دیا۔(18)

مسئلہ ۴۷: جو اعضا دھونے کے ہیں ان کو تین تین بار دھوئے ہر مرتبہ اس طرح دھوئے کہ کوئی حصہ رہ نہ جائے ورنہ سنت ادا نہ ہوگی۔(19)

اور معجم طبرانی کبیر میں حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: دونوں فرشتوں پر اس سے زیادہ گراں کوئی چیز نہیں کہ وہ اپنے ساتھ والے انسان کے دانتوں کے درمیان کھانے کی کوئی چیز پائیں جب وہ کھڑا نماز پڑھ رہا ہو۔ اور اس بارے میں امام عبداللہ بن مبارک کی کتاب الزہد میں بھی حدیث ہے جو ابوعبدالرحمٰن سلمی سے مروی ہے وہ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے وہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے راوی ہیں۔ اور دیلمی نے بھی عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کی ہے۔ اور ابن نصر نے کتاب الصلوٰۃ میں امام زہری سے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مرسلاً، اور آجری نے اخلاق حملۃ القرآن میں حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے موقوفاً روایت کی ہے۔

(فتاوی رضویہ، جلد ۲۹، ص ۳۳۹ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(15) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الطہارۃ، مطلب في منافع السواک، ج۱، ص ۲۵۳.

(16) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الطہارۃ، مطلب في منافع السواک، ج۱، ص ۲۵۳.

(17) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الطہارۃ، مطلب في منافع السواک، ج۱، ص ۲۵۵.

(18) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الطہارۃ، مطلب في منافع السواک، ج۱، ص ۲۵۶.

(19) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الطہارۃ، مطلب في منافع السواک، ج۱، ص ۲۵۷

مسئلہ ۴۸: اگر یوں کیا کہ پہلی مرتبہ کچھ دُھل گیا اور دوسری بار کچھ اور تیسری دفعہ کچھ کہ تینوں بار میں پورا عُضو دُھل گیا تو یہ ایک ہی بار دھونا ہوگا اور وُضو ہو جائے گا مگر خلاف سنت، اس میں چلّوؤں کی گنتی نہیں بلکہ پورا عُضو دھونے کی گنتی ہے کہ وہ تین مرتبہ ہو اگرچہ کتنے ہی چلوؤں سے۔(20)

مسئلہ ۴۹: پورے سر کا ایک بار مسح کرنا اور کانوں کا مسح کرنا اور ترتیب کہ پہلے مونھ، پھر ہاتھ دھوئیں، پھر سر کا مسح کریں، پھر پاؤں دھوئیں اگر خلافِ ترتیب وُضو کیا یا کوئی اور سنت چھوڑ گیا تو وُضو ہو جائے گا مگر ایک آدھ دفعہ ایسا کرنا بُرا ہے اور ترکِ سنّتِ مؤکدہ کی عادت ڈالی تو گنہگار ہے اور داڑھی کے جو بال مونھ کے دائرے سے نیچے ہیں ان کا مسح سنّت ہے اور دھونا مستحب ہے اور اعضا کو اس طرح دھونا کہ پہلے والا عُضو سوکھنے نہ پائے۔(21)

❀❀❀❀❀

(20) والفتاوی الھندیۃ، کتاب الطہارۃ، الباب الأول في الوضوء، الفصل الثاني، ج۱، ص۷

(21) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الطہارۃ، ج۱، ص۲۶۲۔۲۶۳۔ و الفتاوی الرضویۃ، ج۱، ص۲۱۴

وُضو کے مستحبات

بہت سے مستحبات ضمناً اوپر ذکر ہو چکے، بعض باقی رہ گئے وہ لکھے جاتے ہیں۔

مسئلہ ۵۰: (۱) داہنی جانب سے ابتدا کریں مگر

(۲) دونوں رخسارے کہ ان دونوں کو ساتھ ہی ساتھ دھوئیں گے ایسے ہی

(۳) دونوں کانوں کا مسح ساتھ ہی ساتھ ہوگا۔

(۴) ہاں اگر کسی کے ایک ہی ہاتھ ہو تو مونھ دھونے اور

(۵) مسح کرنے میں بھی دہنے کو مقدم کرے

(۶) اُنگلیوں کی پشت سے

(۷) گردن کا مسح کرنا

(۸) وُضو کرتے وقت کعبہ رو

(۹) اونچی جگہ

(۱۰) بیٹھنا۔

(۱۱) وُضو کا پانی پاک جگہ گرانا اور

(۱۲) پانی بہاتے وقت اعضا پر ہاتھ پھیرنا خاص کر جاڑے میں۔

(۱۳) پہلے تیل کی طرح پانی چپڑ لینا خُصوصاً جاڑے میں۔

(۱۴) اپنے ہاتھ سے پانی بھرنا۔

(۱۵) دوسرے وقت کے لیے پانی بھر کر رکھ چھوڑنا۔

(۱۶) وُضو کرنے میں بغیر ضرورت دوسرے سے مدد نہ لینا۔

(۱۷) انگوٹھی کو حرکت دینا جب کہ ڈھیلی ہو کہ اس کے نیچے پانی بہ جانا معلوم ہو ورنہ فرض ہوگا۔

(۱۸) صاحبِ عُذر نہ ہو تو وقت سے پہلے وُضو کر لینا۔

(۱۹) اطمینان سے وُضو کرنا۔ عوام میں جو مشہور ہے کہ وُضو جوان کا سا، نماز بوڑھوں کی سی یعنی وُضو جلد کریں ایسی جلدی نہ چاہیے جس سے کوئی سنت یا مستحب ترک ہو۔

(۲۰) کپڑوں کو ٹپکتے قطروں سے محفوظ رکھنا۔

(۲۱) کانوں کا مسح کرتے وقت بھیگی چھنگلیا کانوں کے سوراخ میں داخل کرنا

(۲۲) جو وُضو کامل طور پر کرتا ہو کہ کوئی جگہ باقی نہ رہ جاتی ہو، اسے کوؤں، ٹخنوں، ایڑیوں، تلووں، کُونچوں، گھائیوں، کہنیوں کا بالتخصیص خیال رکھنا مستحب ہے اور بے خیالی کرنے والوں کو تو فرض ہے کہ اکثر دیکھا گیا ہے کہ یہ مَواضع خشک رہ جاتے ہیں یہ نتیجہ ان کی بے خیالی کا ہے۔ ایسی بے خیالی حرام ہے اور خیال رکھنا فرض۔

(۲۳) وُضو کا برتن مٹی کا ہو، تانبے وغیرہ کا ہو تو بھی حرج نہیں مگر

(۲۴) قلعی کیا ہوا۔

(۲۵) اگر وُضو کا برتن لوٹے کی قسم سے ہو تو بائیں جانب رکھے اور

(۲۶) طشت کی قسم سے ہو تو دہنی طرف

(۲۷) آفتابہ میں دستہ لگا ہو تو دستہ کو تین بار دھولیں

(۲۸) اور ہاتھ اس کے دستہ پر رکھیں اس کے مونھ پر نہ رکھیں

(۲۹) دہنے ہاتھ سے کُلّی کرنا، ناک میں پانی ڈالنا

(۳۰) بائیں ہاتھ سے ناک صاف کرنا

(۳۱) بائیں ہاتھ کی چھنگلیا ناک میں ڈالنا

(۳۲) پاؤں کو بائیں ہاتھ سے دھونا

(۳۳) مونھ دھونے میں ماتھے کے سرے پر ایسا پھیلا کر پانی ڈالنا کہ اوپر کا بھی کچھ حصہ دھل جائے۔

تنبیہ: بہت سے لوگ یوں کیا کرتے ہیں کہ ناک یا آنکھ یا بھوؤں پر چُلّو ڈال کر سارے مونھ پر ہاتھ پھیر لیتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ مونھ دُھل گیا حالانکہ پانی کا اوپر چڑھنا کوئی معنی نہیں رکھتا اس طرح دھونے میں مونھ نہیں دُھلتا اور وُضو نہیں ہوتا۔

(۳۴) دونوں ہاتھ سے مونھ دھونا

(۳۵) ہاتھ پاؤں دھونے میں اُنگلیوں سے شروع کرنا

(۳۶) چہرے اور

(۳۷) ہاتھ پاؤں کی روشنی وسیع کرنا یعنی جتنی جگہ پر پانی بہانا فرض ہے اس کے اَطراف میں کچھ بڑھانا مثلاً نصف بازو و نصف پنڈلی تک دھونا

(۳۸) مسح سر میں مستحب طریقہ یہ ہے کہ انگوٹھے اور کلمے کی اُنگلی کے سوا ایک ہاتھ کی باقی تین اُنگلیوں کا سرا، دوسرے ہاتھ کی تینوں اُنگلیوں کے سرے سے ملائے اور پیشانی کے بال یا کھال پر رکھ کر گدّی تک اس طرح لے جائے کہ ہتھیلیاں سر سے جدا رہیں وہاں سے ہتھیلیوں سے مسح کرتا واپس لائے اور

(۳۹) کلمہ کی اُنگلی کے پیٹ سے کان کے اندرونی حصہ کا مسح کرے اور

(۴۰) انگوٹھے کے پیٹ سے کان کی بیرونی سطح کا اور اُنگلیوں کی پُشت سے گردن کا مسح۔

(۴۱) ہر عُضْو دھو کر اس پر ہاتھ پھیر دینا چاہیئے کہ بُوندیں بدن یا کپڑے پر نہ ٹپکیں، خُصُوصاً جب مسجد میں جانا ہو کہ قطروں کا مسجد میں ٹپکنا مکروہِ تحریمی ہے۔

(۴۲) بہت بھاری برتن سے وُضو نہ کرے خُصُوصاً کمزور کہ پانی بے احتیاطی سے گرے گا

(۴۳) زبان سے کہہ لینا کہ وُضو کرتا ہوں

(۴۴) ہر عُضْو کے دھوتے یا مسح کرتے وقت نیّتِ وُضو حاضر رہنا اور

(۴۵) بسم اللہ کہنا اور

(۴۶) درود اور

(۴۷) اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ (1)

(1) امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ سیدُ المبلغین، رحمۃٌ للعٰلمین صلی اللہ تعالی علیہ ؤالہ وسلم نے فرمایا، تم میں سے جو شخص کامل وضو کرے پھر یہ کلمہ پڑھے، اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ
ترجمہ: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ عزوجل کے سوا کوئی معبود نہیں وہ تنہا ہے اسکا کوئی شریک نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں۔تو اس کیلئے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیئے جائیں گے جس دروازے سے چاہے جنت میں داخل ہو جائے۔ (صحیح مسلم، کتاب الطہارۃ، باب ذکر المستحب عقب الوضوء، رقم ۲۳۴، ص ۱۴۴)

امیر المؤمنین حضرتِ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ میں نے اللہ عزوجل کے محبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیوب صلَّی اللہ تعالی علیہ ؤالہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا جس نے وضو کا ارادہ کیا پھر کلی کی اور تین مرتبہ ناک میں پانی ڈالا اور تین مرتبہ اپنا چہرہ دھویا اور اپنے دونوں ہاتھ تین مرتبہ کہنیوں سمیت دھوئے پھر کوئی بات کئے بغیر یہ کلمہ پڑھا،
اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ
ترجمہ: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ عزوجل کے سوا کوئی معبود نہیں وہ تنہا ہے اسکا کوئی شریک نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں۔ تو اس کے اس وضو اور پچھلے وضو کے درمیان جو گناہ ہوئے وہ معاف کردیئے جائیں گے۔
(مجمع الزوائد، کتاب الطہارۃ، باب مایقول بعد الوضوء، رقم ۱۲۲۸، ج ۱، ص ۵۴۵)

(صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اور

(۴۸) کلّی کے وقت اَللّٰھُمَّ اَعِنِّیْ عَلٰی تِلَاوَۃِ الْقُرْاٰنِ وَذِکْرِكَ وَشُکْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ (2) اور

(۴۹) ناک میں پانی ڈالتے وقت اَللّٰھُمَّ اَرِحْنِیْ رَائِحَۃَ الْجَنَّۃِ وَلَا تُرِحْنِیْ رَائِحَۃَ النَّارِ (3) اور

(۵۰) مونھ دھوتے وقت اَللّٰھُمَّ بَیِّضْ وَجْھِیْ یَوْمَ تَبْیَضُّ وُجُوْہٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْہٌ (4) اور

(۵۱) داہنا ہاتھ دھوتے وقت اَللّٰھُمَّ اَعْطِنِیْ کِتَابِیْ بِیَمِیْنِیْ وَحَاسِبْنِیْ حِسَابًا یَّسِیْرًا (5) اور

(۵۲) بایاں ہاتھ دھوتے وقت اَللّٰھُمَّ لَا تُعْطِنِیْ کِتَابِیْ بِشِمَالِیْ وَلَا مِنْ وَّرَآءِ ظَھْرِیْ (6) اور

(۵۳) سر کا مسح کرتے وقت اَللّٰھُمَّ اَظِلَّنِیْ تَحْتَ عَرْشِكَ یَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلُّ عَرْشِكَ (7) اور

(۵۴) کانوں کا مسح کرتے وقت اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ الَّذِیْنَ یَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَیَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَہٗ (8) اور

(۵۵) گردن کا مسح کرتے وقت اَللّٰھُمَّ اَعْتِقْ رَقَبَتِیْ مِنَ النَّارِ (9)

اور

(۵۶) داہنا پاؤں دھوتے وقت اَللّٰھُمَّ ثَبِّتْ قَدَمِیْ عَلَی الصِّرَاطِ یَوْمَ تَزِلُّ الْاَقْدَامُ (10) اور

(۵۷) بایاں پاؤں دھوتے وقت اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ ذَنْبِیْ مَغْفُوْرًا وَّسَعْیِیْ مَشْکُوْرًا وَّتِجَارَتِیْ لَنْ تَبُوْرَ (11)

پڑھے یا سب جگہ دُرود شریف ہی پڑھے اور یہی افضل ہے۔ اور

(۵۸) وُضو سے فارغ ہوتے ہی یہ پڑھے اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ التَّوَّابِیْنَ وَاجْعَلْنِیْ مِنَ الْمُتَطَھِّرِیْنَ (12) اور

---

(2) اے اللہ (عزوجل) تو میری مدد کر کہ قرآن کی تلاوت اور تیرا ذکر و شکر کروں اور تیری اچھی عبادت کروں۔

(3) اے اللہ (عزوجل) تو مجھ کو جنت کی خوشبو سونگھا اور جہنم کی بُو سے بچا۔

(4) اے اللہ (عزوجل) تو میرے چہرے کو اجالا کر جس دن کہ کچھ مونھ سفید ہوں گے اور کچھ سیاہ۔

(5) اے اللہ (عزوجل) میرا نامہ اعمال داہنے ہاتھ میں دے اور مجھ سے آسان حساب کرنا۔

(6) اے اللہ (عزوجل) میرا نامہ اعمال نہ بائیں ہاتھ میں دے اور نہ پیٹھ کے پیچھے سے۔

(7) اے اللہ (عزوجل) تو مجھے اپنے عرش کے سایہ میں رکھ جس دن تیرے عرش کے سایہ کے سوا کہیں سایہ نہ ہوگا۔

(8) اے اللہ (عزوجل) مجھے ان میں کردے جو بات سنتے ہیں اور اچھی بات پر عمل کرتے ہیں۔

(9) اے اللہ (عزوجل) میری گردن آگ سے آزاد کردے۔

(10) اے اللہ (عزوجل) میرا قدم پُل صراط پر ثابت قدم رکھ جس دن کہ اس پر قدم لغزش کریں گے۔

(11) اے اللہ (عزوجل) میرے گناہ بخش دے اور میری کوشش بارآور کردے اور میری تجارت ہلاک نہ ہو۔

(12) الٰہی تو مجھے توبہ کرنے والوں اور پاک لوگوں میں کردے۔

(۵۹) بچا ہوا پانی کھڑے ہو کر تھوڑا پی لے کہ شفائے امراض ہے اور

(۶۰) آسمان کی طرف مونھ کر کے سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِکَ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُکَ وَاَتُوْبُ اِلَیْکَ (13) اور کلمہ شہادت اور سورہ اِنَّا اَنْزَلْنَا پڑھے۔

(۶۱) اعضائے وُضو بغیر ضرورت نہ پُونچھے اور پُونچھے تو بے ضرورت خشک نہ کر لے۔

(۶۲) قدرے نم باقی رہنے دے کہ روزِ قیامت پلہ حسنات میں رکھی جائے گی۔ اور

(۶۳) ہاتھ نہ جھٹکے کہ شیطان کا پنکھا ہے۔

(۶۴) بعدِ وُضو میانی (پاجامہ کی رومالی) پر پانی چھڑک لے۔ اور

(۶۵) مکروہ وقت نہ ہو تو دو رکعت نماز نفل پڑھے اس کو تحیۃ الوضو کہتے ہیں۔ (14)

---

(13) حضرتِ سیدنا ابوسعید خُدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجور، سلطانِ بحر و بر صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا جو سورہ کہف پڑھے گا تو یہ سورۃ قیامت کے دن اس کے (پڑھنے کے) مقام سے مکہ تک کے لئے نور ہوگی اور جو اس کی آخری دس آیتیں پڑھ لے پھر دجال بھی آجائے تو اسے نقصان نہ پہنچا سکے گا اور جو وضو کرنے کے بعد یہ کلمات پڑھے گا، سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِکَ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُکَ وَاَتُوْبُ اِلَیْکَ ترجمہ: اے اللہ تو پاک ہے اور تیرے لئے ہی تمام خوبیاں ہیں میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں، میں تجھ سے بخشش چاہتا ہوں اور تیری بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں۔ تو ان کلمات پر مہر لگا دی جاتی ہے پس اسے قیامت تک نہیں توڑا جاتا۔ (طبرانی اوسط، رقم ۱۴۵۵، ج۱، ص۳۹۷)

(14) تَحِیَّۃُ الوضو کا ثواب

حضرتِ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ شہنشاہِ خوش خِصال، پیکرِ حُسن و جمال، دافعِ رنج و مَلال، صاحبِ جُود و نوال، رسولِ بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم نے حضرتِ سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا مجھے اپنے اسلام میں کئے گئے سب سے زیادہ امید دلانے والے عمل کے بارے میں بتاؤ کیونکہ میں نے جنت میں اپنے آگے تمہارے جوتوں کی آواز سنی ہے۔ انہوں نے عرض کیا، میں نے اتنا امید دلانے والا عمل تو کوئی نہیں کیا، البتہ میں دن اور رات کی جس گھڑی میں بھی وضو کرتا ہوں تو جتنی رکعتیں ہو سکتی ہیں نماز ادا کر لیتا ہوں۔ (صحیح بخاری، کتاب التہجد، باب فضل الطهور بالليل والنهار الخ، رقم ۱۱۴۹، ج۱، ص۳۹۰)

حضرتِ سیدنا عُقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ خاتم المُرسلین، رَحمۃٌ لِّلْعٰلمین، شفیع المذنبین، انیس الغریبین، سراج السالکین، محبوبِ ربُّ العٰلمین، جنابِ صادق و امین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا جو شخص احسن طریقے سے وضو کرے اور دو رکعتیں قلبی توجہ سے ادا کرے تو اس کے لئے جنت واجب ہو جائے گی۔

(صحیح مسلم، کتاب الطھارۃ، باب ذکر المستحب عقب الوضوء، رقم ۲۳۴، ص ۱۴۴)

امیر المؤمنین حضرتِ سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ آپ رضی اللہ عنہ نے وضو کیا پھر فرمایا کہ میں نے ←

وضو میں مکروہات

(۱) عورت کے غسل یا وضو کے بچے ہوئے پانی سے وضو کرنا (15)۔

تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نبوت، مخزنِ جود وسخاوت، پیکرِ عظمت و شرافت، محبوبِ ربُّ العزت، محسنِ انسانیت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ٖ وآلہٖ وسلَّم کو اِسی طرح وضو کرتے ہوئے دیکھا، پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو میری طرح وضو کرے پھر دو رکعتیں پڑھے اور ان میں کوئی غلطی نہ کرے تو اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔ (صحیح بخاری، کتاب الوضوء، باب الوضوء ثلاثا ثلاثا، رقم ۱۵۹، ج ۱، ص ۷۸)

حضرتِ سیدنا زید بن خالد جُہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحرو بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ٖ وآلہٖ وسلَّم نے فرمایا، جس نے احسن طریقے سے وضو کیا پھر دو رکعتیں اس طرح پڑھیں کہ ان میں کوئی غلطی نہ کی تو اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔ (سنن ابوداؤد، کتاب الصلوۃ، باب کراھیۃ الوسوسۃ، رقم ۹۰۵، ج ۱، ص ۲)

حضرتِ سیدنا ابودَرْداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے سرکارِ والا تَبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیعِ روزِ شُمار، دو عالَم کے مالک و مختار، حبیبِ پروردگار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ٖ وآلہٖ وسلَّم کو فرماتے ہوئے سنا، جس نے احسن طریقے سے وضو کیا پھر اٹھ کر دو یا چار رکعتیں پڑھیں اور ان کے رکوع و سجود، خشوع کے ساتھ ادا کئے پھر اللہ عزوجل سے مغفرت طلب کی تو اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرمادے گا۔

(مسند احمد، بقیۃ حدیث ابی دَرْداء، رقم ۲۷۶۱۶، ج ۱۰، ص ۴۳۰)

(15) اعلیٰ حضرت، امامِ اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

عورت کی طہارت سے بچا ہوا پانی اگرچہ جنب یا حائض ہو اگرچہ اس پانی سے خلوتِ تامّہ میں اُس نے طہارت کی ہو، خلافا لاحمد والمالکیۃ (اس میں احمد اور مالکیہ کا اختلاف ہے۔ ت) ہاں مکروہ (۳) ضرور ہے۔

بل فی السراج لایجوز للرجل ان یتوضأ ویغتسل بفضل وضوء المرأۃ [1] اھ وھو نص فی کراھۃ التحریم واستظھرھا ط من قول الدر من منہیاتہ التوضی بفضل ماء [1] المرأۃ قال وفیہ نظر واجاب ش بانہ یشمل المکروۃ تنزیھا فانہ منہی عنہ اصطلاحا حقیۃ کما قدمناہ عن التحریر [2] اھ۔ وعللہ ط بخشیۃ التلذذ وقلۃ توقیھن النجاسات لنقص دینھن قال وھذا یدل علی ان کراھتہ تنزیھیۃ [3]۔

بلکہ سراج میں ہے کہ مرد کو جائز نہیں کہ وہ عورت کے غسل یا وضو کے بچے ہوئے پانی سے وضو کرے اھ اور یہ مکروہ تحریمی میں نص ہے، اور طحطاوی نے اس پر دُر کے قول عورت کے باقیماندہ پانی سے وضوء نہ کیا جائے سے استدلال کیا ہے، فرمایا اس میں نظر ہے، اور "ش" نے جواب دیا کہ یہ مکروہ تنزیہی کو شامل ہے کہ یہ منہی عنہ ہے اصطلاحی طور پر حقیقۃً جیسا کہ ہم نے تحریر سے نقل کیا اھ اور طحطاوی نے اس کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ اس میں ایک تو تلذذ کا خطرہ ہے اور دوسرا یہ کہ وہ اپنے دینی نقصان کی وجہ سے نجاستوں سے نہیں بچتی ہیں، فرمایا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مراد کراہت تنزیہی ہے اھ۔

([1] ردالمحتار، مکروہات الوضوء، مصطفی البابی مصر، ۱/ ۹۸) ([1] طحطاوی علی الدر المختار، مکروہات الوضوء، بیروت، ۱/ ۷۶) ([2] ردالمحتار، مکروہات الوضوء، مصطفی البابی مصر، ۱/ ۹۸) ([3] طحطاوی علی الدر المختار مکروہات الوضوء، بیروت، ۱/ ۷۶)

←

(۲) وضو کے لیے نجس جگہ بیٹھنا۔

اقول: علی الاول(۱) یعم النھی عکسہ اعنی توضوء المرأۃ من فضل طھورہ وفیہ کلام یاتی اما الثانی۔

میں کہتا ہوں پہلے قول کے مطابق نہی اُس کے عکس کو شامل ہے یعنی عورت کا مرد کے بچے ہوئے پانی سے وضو کرنا، اس میں کچھ بحث ہے جو آئے گی۔

فاولا: یقتضی تعمیمہ(۲) رجال البدو والعبید والجھلۃ واشد من الکل العمیان(۳) فلا تبقی خصوصیۃ للمرأۃ۔

رہا دوسرا قول تو اس میں پہلی چیز یہ ہے کہ یہ دیہاتی، غلام اور جاہل سب کو عام ہے، اور سب سے زیادہ نابینا لوگوں کو۔ تو اس میں عورت کی کوئی خصوصیت نہیں۔

وثانیا: لایتقید(۴) بطھورھا فضلا عن اختلائھا بہ بل اذن یکفی مسھا۔

اور ثانیا، یہ قید نہیں کہ اس کا طہور ہو چہ جائیکہ عورت کا خلوت میں اس کو استعمال کرنا، بلکہ اس کا محض پانی کو چھو لینا بھی کافی ہوگا۔

وثالثا: فی قلۃ(۵) توقیھن النجاسات نظر ونقص دینھن ان احدٰھن تقعد شطر دھرھا لاتصوم ولا تصلی کمافی الحدیث وھذا لیس من صنعھا الا ان یعلل بغلبۃ الجھل علیھن فیشارکھن العبید والاعراب۔

اور تیسرا یہ کہ اُن کے بارے میں یہ کہنا کہ وہ نجاستوں سے کم بچتی ہیں اس میں اعتراض ہے، اور ان کے دین کا نقص محض یہ ہے کہ وہ ایک زمانہ تک گھر بیٹھتی ہے نہ روزہ رکھتی ہے اور نہ نماز پڑھتی ہے جیسا کہ حدیث میں ہے، اور اس میں اس کا اپنا کوئی اختیار نہیں، ہاں اس کی تعلیل یہ ہو سکتی ہے کہ ان میں جہل کا غلبہ ہوتا ہے تو یہ بات غلاموں اور دیہاتی لوگوں میں بھی ہوتی ہے۔

ورابعا: العلۃ(۱) توجد فی حق المرأۃ الاخری والکراھۃ خاصۃ بالرجل وجعل ش النھی تعبدیا۔

چوتھے، یہ علت دوسری عورت کے حق میں بھی پائی جاتی ہے حالانکہ کراہت مرد کے ساتھ خاص ہے اور ش نے اس مخالفت کو محض تعبدی امر قرار دیا ہے۔

اقول: وھو الاولی لما عرفت عدم انتھاض العلل وبہ صرحت الحنابلۃ ولا بدلھم عن ذلک اذعدم الجواز لایعقل لہ وجہ اصلا وکونہ تعبدیا لما رواہ الخمسۃ ۱؎ انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نھی ان یتوضأ الرجل بفضل طھور المرأۃ ۲؎ ثم ذکر عن غرر الافکار نسخہ بحدیث مسلم ان میمونہ قالت اغتسلت من جفنۃ ففضلت فیھا فضلۃ فجاء النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یغتسل فقلت انی اغتسلت منہ فقال الماء لیس علیہ جنابۃ قال ش مقتضی النسخ انہ لایکرہ عندنا ولا تنزیھا وفیہ ان دعوی النسخ تتوقف علی العلم بتأخر الناسخ ولعلہ ماخوذ من قول میمونۃ رضی اللہ تعالٰی عنھا انی قد اغتسلت فانہ یشعر بعلمھا بالنھی قبلہ

میں کہتا ہوں یہی بات بہتر ہے، کیونکہ دوسری علتیں درست نہیں ہے، اور حنبلی حضرات نے بھی یہ علت بیان کی ہے، اور ایسا کرنا ان کیلئے ضروری تھا، کیونکہ عدم جواز کی کوئی وجہ موجود نہیں، اور اس کے تعبدی ہونے پر وہ حدیث دلالت کرتی ہے جو پانچوں محدثین نے ←

(۳) نجس جگہ وضو کا پانی گرانا۔

نقل کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کے بچے ہوئے پانی سے وضوء کرنے کی ممانعت فرمائی، پھر غرر الافکار کے حوالہ سے اس کا منسوخ ہونا نقل کیا۔ اس میں مسلم کی حدیث ہے کہ حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ انہوں نے ایک ٹب میں غسل کیا اس میں کچھ پانی بچ گیا، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس سے غسل کا ارادہ فرمایا تو انہوں نے عرض کی کہ ہم نے اس سے غسل کیا ہے۔ آپ نے فرمایا پانی پر جنابت کا اثر نہیں ہوتا۔ ش نے فرمایا نسخ کا تقاضا یہ ہے کہ ہمارے نزدیک نہ وہ مکروہ تحریکی ہے نہ مکروہ تنزیہی، اس میں اعتراض ہے کہ نسخ کا دعوی اس پر موقوف ہے کہ ناسخ کے متاخر ہونے کا علم ہو، اور شاید یہ حضرت میمونہ کے اس قول سے ماخوذ ہے کہ میں نے غسل کیا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کو اس سے قبل ہی نہی کا علم تھا،

عہ۱: اقول المعروف فی اطلاق الخمسة ارادة الستة الا البخاری وھذا انما رواہ احمد والاربعة نعم ھو اصطلاح عبد السلام ابن تیمیة فی المنتقی لانه ادخل الامام احمد فی الجماعة فاذا ارادہ غیر الشیخین قال رواہ الخمسة منه غفرله۔ (م)

میں کہتا ہوں عام طور پر خمسہ کا اطلاق بخاری کے علاوہ باقی اصحاب ستہ پر ہوتا ہے جبکہ اس کو امام احمد اور اربعہ نے روایت کیا ہے۔ ہاں منتقی میں عبد السلام ابن تیمیہ کی یہ اصطلاح ہے کہ کیونکہ وہ امام احمد کو بھی اصحاب صحاح کی جماعت میں داخل کرتے ہیں جس حدیث کو شیخین کے علاوہ باقی اصحاب صحاح نے روایت کیا ہو تو کہتے ہیں رواہ الخمسة منه غفرلہ۔ (۲؎ ردالمحتار، مکروہات الوضوء، البابی مصر، ۱/ ۹۸)

قال وقد صرح الشافعیة بالکراھة فینبغی کراھته وان قلنا بالنسخ مراعاة للخلاف فقد صرحوا بانه یطلب مراعاة الخلاف وقد علمت انه لایجوز التطھیر به عند احمد ۱؎ اھ۔

اور شافعیہ نے کراہت کی تصریح کی ہے تو چاہئے کہ یہ مکروہ ہو، اگرچہ ہم اختلاف کی رعایت کرتے ہوئے نسخ کا قول کریں، کیونکہ فقہاء نے تصریح کی ہے کہ خلاف کی رعایت کی جائے اور یہ تو آپ جان ہی چکے ہیں کہ احمد کے نزدیک اس پانی سے طہارت جائز نہیں اھ۔

(۱؎ ردالمحتار، مکروہات الوضوء، البابی مصر، ۱/ ۹۸)

اقول: ولاقرب الی الصواب ان لانسخ ولا تحریم بل النھی للتنزیه والفعل لبیان الجواز وھو الذی مشی علیه القاری فی المرقاة نقلا عن السید جمال الدین الحنفی وبه اجاب الشیخ عبد الحق الدھلوی فی لمعات التنقیح ان النھی تنزیه لاتحریم فلا منافاة ۲؎

میں کہتا ہوں زیادہ صحیح بات یہ ہوگی کہ نہ تو نسخ ہے اور نہ ہی تحریم ہے بلکہ نہی محض تنزیہی ہے اور فعل بیان جواز کے لئے ہے مُلّا علی قاری نے بھی مرقاۃ میں سید جمال الدین حنفی سے یہی نقل کیا ہے اور لمعات التنقیح میں محدث عبد الحق دہلوی نے بھی یہی جواب دیا ہے کہ نہی تنزیہی ہے تحریمی نہیں تو کوئی منافاۃ نہیں، (۲؎ لمعات التنقیح، باب مخالطة الجنب، المعارف العلمیہ لاہور، ۲/ ۱۲۲)

وقال فی الباب قبله اجیب ان تلك عزیمة وھذا رخصة ۱؎ اھ وبھذا جزم فی الاشعة من باب مخالطة الجنب وقال الامام العینی فی عمدة القاری اما فضل المرأة فیجوز عند الشافعی الوضوء به للرجل سواء خلت ←

....

به اوقال البغوی وغیرہ فلا کراهة فیه للاحادیث الصحیحة فیه وبهذا قال مالك وابو حنیفة وجمهور العلماء وقال احمد وداود لا یجوز اذا خلت به وروی هذا عن عبدالله بن سرجس والحسن البصری وروی عن احمد کمذهبنا وعن ابن المسیب والحسن کراهة فضلها مطلقا ۲؎ اھ۔ واذ احملنا المنفیة علی کراهة التحریم لم یناف ثبوت کراهة التنزیه وکیفما (۱) کان فما فی السراج غریب جدا ولم یستند لمعتمد وخالف المعتمدات ونقول الثقات ولا یظهر له وجه وقد قال (۲) فی کشف الظنون السراج الوهاج عده المولی المعروف ببرکلی جملة الکتب المتداولة الضعیفة غیر المعتبرة اھ. قال چلپی ثم اختصر هذا الشرح وسماه الجوهر النیر ۳؎ اھ۔

اس پہلے باب میں فرمایا کہ ایک جواب یہ دیا گیا ہے کہ وہ عزیمت تھی اور یہ رخصت ہے اھ اور اشعۃ اللمعات میں اسی پر جزم کیا ہے عینی نے عمدۃ القاری میں فرمایا ہے عورت کا بچے ہوئے پانی سے امام شافعی کے نزدیک مرد کیلئے وضو جائز ہے خواہ اُس عورت نے اس سے خلوت کی ہو یا نہ کی ہو بغوی وغیرہ نے فرمایا تو اس میں کراہت نہیں ہے کہ صحیح احادیث اس بارے میں موجود ہیں یہی قول مالک، ابوحنیفہ اور جمہور علماء کا ہے، اور احمد اور ابو داؤد نے فرمایا کہ جب عورت اس پانی کے ساتھ خلوت کرے تو جائز نہیں، یہ قول عبداللہ بن سرجس اور حسن بصری سے منقول ہے، اور احمد کی ایک روایت مذہب ابی حنیفہ کے مطابق ہے، اور ابن المسیب اور حسن سے اس بچے ہوئے کی کراہت مطلقاً منقول ہے اھ اور اگر ہم منفی کو کراہتِ تحریم پر محمول کریں تو اس سے کراہت تنزیہی کے ثبوت کی نفی لازم نہ آئے گی، بہرصورت جو سراج میں ہے وہ بہت ہی غریب ہے اور کسی معتمد کتاب کی سند اس پر موجود نہیں، بلکہ کتب معتمدہ اور نقول مستندہ کے صریح خلاف ہے، اور اس کی کوئی وجہ ظاہر نہیں ہوتی ہے، کشف الظنون میں ہے کہ سراج الوہاج کو مولیٰ المعروف برکلی نے کتبِ متداولہ ضعیفہ غیر معتبرہ میں شمار کیا ہے اھ اور چلپی نے فرمایا پھر اس کتاب کو مختصر کیا گیا اور اس کا نام جوہر نیر ہوا اھ (۱؎ لمعات التنقیح، باب الغسل، المعارف العلمیہ لاہور، ۲/ ۱۱۲) (۲؎ عمدۃ القاری، وضوء الرجل مع امرأتہ، مصر، ۳/ ۸۳) (۳؎ کشف الظنون، ذکر مختصر القدوری، بغداد، ۲/ ۱۶۳)

اقول: بل الجوهرة النیرة وهی من الکتب المعتبرة کما نص علیه فی ردالمحتار ونظیرہ (۱) ان مجتبی النسائی المختصر من سننه الکبرٰی من الصحاح دون الکبرٰی.

میں کہتا ہوں بلکہ جوہرہ نیرہ ہے اور وہ کتب معتبرہ سے ہے جیسا کہ اس کی صراحت ردالمحتار میں موجود ہے اور اس کی نظیر یہ ہے کہ نسائی کی مجتبیٰ جو ان کی سنن کبرٰی سے مختصر ہے صحاح میں شمار ہوتی ہے جبکہ کبرٰی صحاح میں شمار نہیں ہوتی۔

ثم اقول ههنا اشیاء یطول الکلام علیها ولنشر الی بعضها اجمالا منها (۲) لا تبتنی کراهته مطلقا علی قول الامام احمد بعدم الجواز لانه مخصوص عنده بالاختلاء ومنها (۳) ان مراعاة الخلاف انما هی (۴) مندوب الیها فما لا یلزم منها مکروہ فی المذهب کما نص علیه العلماء منهم العلامه ش نفسه وترك (۵) المندوب لا یکرہ کما نصوا علیه ایضا منهم نفسه فی هذا الکتاب فکیف تمشی الکراهة علیها لاسیما بعد تسلیم (۶) ان ←

....

نسخ التحریم ینفی کراھۃ التنزیہ ایضا ومنھا (ے) ھل الحکم مثلہ فی عکسہ ای یکرہ لھا ایضا فضل طھورہ ردی احمد وابو داود والنسائی عن رجل صحب النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اربع سنین وابن ماجۃ عن عبداللہ بن سرجس رضی اللہ تعالٰی عنھما نھی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان تغتسل المرأۃ بفضل الرجل اویغتسل بفضل المرأۃ ا ۔

پھر میں کہتا ہوں یہاں بعض چیزیں ایسی ہیں جن سے کلام میں طوالت ہوگی تاہم کچھ کا ذکر اجمالی طور پر کیا جاتا ہے، کراہت کی بنیاد مطلقاً امام احمد کے عدمِ جواز کا قول نہیں، کیوں کہ اُن کے نزدیک یہ قول خلوت کے ساتھ مختص ہے، خلاف کی رعایت ایسے امور میں مندوب ہے جن میں اپنے مذہب کا کوئی مکروہ لازم نہ آئے جیسا کہ علماء نے اس کی صراحت کی ہے، خود علامہ 'ش' نے ایسا ہی کیا ہے اور مندوب کا ترک مکروہ نہیں جیسا کہ فقہاء نے اس کی صراحت کی ہے خود 'ش' نے اس کتاب میں صراحت کی ہے، تو پھر کراہت اس پر کیسے مبنی ہوگی؟ خاص طور پر جبکہ اس امر کو تسلیم کرلیا گیا کہ تحریم کا منسوخ ہوجانا تنزیہی کراہت کی بھی نفی کرتا ہے، کیا اس کے عکس میں بھی ایسا ہی حکم ہوگا؟ یعنی عورت کیلئے بھی مرد کا چھوڑا ہوا پانی استعمال کرنا مکروہ ہوگا؟ تو احمد، ابوداود، داور نسائی نے حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ایک صحابی جو چار سال تک آپ کے ساتھ رہے، سے روایت کی اور ابن ماجہ نے عبداللہ بن سرجس سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس چیز سے منع کیا کہ عورت مرد کے بچے ہوئے پانی سے غسل کرے یا مرد عورت کے بچے ہوئے پانی سے غسل کرے۔

(اے مشکوٰۃ المصابیح، باب مخالطۃ الجنب، مجتبائی دہلی، ص ۵۰)

لکن قال الشیخ ابن حجر المکی فی شرح المشکوۃ لاخلاف فی ان لھا الوضوء بفضلہ اے اھ وقال ایضا ان احدالم یقل بظاھرہ ومحال ان یصح وتعمل الامۃ کلھا بخلافہ ۲ے اھ وتعقبہ الشیخ المحقق الدھلوی فی اللمعات بقولہ قد قال الامام احمد بن حنبل مع ما فیہ من التفصیل والخلاف فی مشایخ ۳ے مذھبہ الی اخر ماذکر من خلافیاتھم۔

مگر شیخ ابن حجر مکی نے شرح مشکوٰۃ میں فرمایا کہ اس میں اختلاف نہیں کہ عورت مرد کے بچے ہوئے پانی سے وضوء کرسکتی ہے اھ۔ نیز فرمایا کہ کسی ایک نے بھی اس کے ظاہر کے خلاف نہیں فرمایا اور یہ محال ہے کہ ایک چیز صحیح بھی ہو اور تمام اُمّت اس کے خلاف عمل پیرا ہو اھ۔ اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے لمعات میں اس پر رد کیا اور فرمایا احمد بن حنبل نے جو فرمایا ہے اس میں تفصیل ہے اور ان کے مذہب کے مشائخ میں بھی اختلاف رہا ہے، پھر وہ اختلاف ذکر کیا۔

(اے شرح المشکوٰۃ لابن حجر) (۲ے شرح المشکوٰۃ لابن حجر) (۳ے لمعات التنقیح، باب مخالطۃ الجنب، المعارف العلمیہ لاہور، ۲/ ۱۳۰)

اقول: (۱) رحم اللہ الشیخ ورحمنا بہ کلام ابن حجر فی وضوئھا بفضلہ وقول الامام احمد وخلافیات مشایخ مذھبہ فی عکسہ نعم قال الامام العینی فی العمدۃ حکی ابو عمر خمسۃ مذاھب الثانی یکرہ ان یتوضأ بفضلھا وعکسہ والثالث کراھتہ فضلھا لہ والرخصۃ فی عکسہ والخامس لاباس بفضل کل منھما وعلیہ ←

(۴) مسجد کے اندر وضو کرنا(16)۔

للفقہاء الامصار ۳؎ اھ ملتقطا فھذا یثبت الخلاف واللہ تعالٰی اعلم.

میں کہتا ہوں اللہ رحم کرے شیخ پر اور ہم پر، ابن حجر نے مرد کے بچے ہوئے پانی سے عورت کے وضو کرنے کی بابت جو کلام کیا ہے اور امام احمد کا قول اور ان کے مشائخ مذہب کے اختلافات اس کے برعکس صورت میں ہیں، ہاں عینی نے عمدہ میں فرمایا کہ ابو عمر نے پانچ مذاہب گنائے ہیں، ان میں دوسرا یہ ہے کہ مرد کا عورت کے بچے ہوئے پانی سے وضو کرنا مکروہ ہے اور اس کا عکس بھی مکروہ ہے اور تیسرا یہ ہے کہ عورت کا بچا ہوا مرد کیلئے مکروہ ہے اور اس کے عکس میں رخصت ہے اور پانچواں یہ ہے کہ دونوں کے بچے ہوئے پانی میں کچھ حرج نہیں، اور اسی پر شہروں کے فقہاء ہیں اھ۔ ملتقطا، اس سے خلاف ثابت ہوتا ہے واللہ تعالٰی اعلم

(فتاوی رضویہ، جلد ۲، ص ۴۶۹۔ ۴۷۲ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(16) اعلٰی حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

قال فی الدر(۱) ومن منھیاتہ التوضی فی المسجد الافی اناء اوفی موضع اعد لذلک ا؎ اھ قال ط فعلہ فیہ مکروہ تحریما لوجوب صیانتہ عما یقذرہ وان کان طاھرا ۲؎ اھ بل نقل فی البحر من الاعتکاف عن البدائع ان غسل المعتکف راسہ فی المسجد لاباس بہ اذالم یلوثہ بالماء المستعمل فان کان بحیث یتلوث المسجد یمنع منہ لان تنظیف المسجد واجب ولو توضأ فی المسجد فی اناء فھو علی ھذا التفصیل ۳؎ اھ

دُرمختار میں ہے: مسجد میں وضو کرنا بھی اس کے ممنوعات سے ہے مگر کسی برتن میں یا ایسی جگہ وضو کرسکتا ہے جو وضو کیلئے بنی ہُوئی ہو اھ۔ طحطاوی فرماتے ہیں: مسجد میں وضو کرنا مکروہ تحریمی ہے اس لئے کہ مسجد کو ہر آلودہ کرنے والی اور خلاف نظافت چیز سے بچانا ضروری ہے اگرچہ وہ کوئی پاک ہی چیز ہو۔ اھ بلکہ بحر کے باب الاعتکاف میں بدائع سے نقل کیا ہے کہ: اگر معتکف مسجد میں سر دھوئے تو حرج نہیں جبکہ مائے مستعمل سے مسجد آلودہ نہ ہونے دے، اگر مسجد آلودہ ہونے کی صورت ہو تو ممنوع ہے کیونکہ مسجد کو صاف ستھرا رکھنا واجب ہے اور اگر مسجد کے اندر کسی برتن میں وضو کرے تو اس میں بھی یہی تفصیل ہے۔ اھ۔

(۱؎ الدرالمختار مع الطحطاوی، مکروہات الوضوء، مطبوعہ بیروت، ۱/۷۶) (۲؎ طحطاوی علی الدر، مکروہات الوضوء، مطبوعہ بیروت، ۱/۷۶)

(۳؎ البحرالرائق، باب الاعتکاف، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی، ۲/ ۳۰۲)

ثم قال اعنی البحر بخلاف(۲) غیر المعتکف فانہ یکرہ لہ التوضوء فی المسجد ولو فی اناء الا ان یکون موضعا اتخذ لذلک لایصلی فیہ ا؎ اھ

پھر صاحب بحر نے لکھا ہے: غیر معتکف کیلئے یہ اجازت نہیں اس لئے کہ اس کیلئے مسجد میں وضو کرنا مکروہ ہے، خواہ کسی برتن میں کرے لیکن اگر مسجد میں وضو کیلئے بھی بنی ہوئی کوئی ایسی جگہ ہے جہاں نماز نہیں پڑھی جاتی (تو غیر معتکف بھی وہاں وضو کرسکتا ہے) اھ

(۱؎ البحرالرائق، باب الاعتکاف، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی، ۲/ ۳۰۲)

اقول والیہ یشیر قولہ فی مکروھات الصلاۃ یکرہ الوضوء والمضمضۃ فی المسجد الا ان یکون موضع فیہ ←

(۵) اعضائے وُضو سے لوٹے وغیرہ میں قطرہ ٹپکانا (17)۔

المتخذ للوضوء ولا یصلی فیہ ۲ ـ اھ فلم یستثن الا ھذا.

(۲ ـ البحر الرائق، فصل لما فرغ من بیان الکراھۃ، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی، ۲/۳۴)

اقول: اسی کی طرف مکروہات نماز کے بیان میں ان کی درج ذیل عبارت کا بھی اشارہ ہے: مسجد میں وضو کرنا اور کلی کرنا مکروہ ہے مگر یہ کہ اندرونِ مسجد کوئی ایسی جگہ ہو جو وضو کیلئے بنی ہو اور وہاں نماز نہ پڑھی جاتی ہے۔ اھ اشارہ اس طرح ہے کہ صرف اسی صورت کا انہوں نے استثناء کیا۔ (فتاوی رضویہ، جلد ۳، ص ۳۳۰ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(17) اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

جس (۴) پانی میں مائے مستعمل کے واضح قطرے گرے خصوصاً جبکہ اس کی دھار پہنچی جب تک مطہر پانی سے کم رہے ہاں بوجہ خلاف بچنا مناسب تر ہے جبکہ وہ چھینٹیں وضو وغسل کرتے ہیں نہ پڑی ہوں۔

وذلک انہ روی الافساد مطلقا وان قل الا ماترشش فی الاناء عند التطھر فھو عفو دفعا للحرج ولا عبرۃ لمن اطلق وقد نص فی البدائع انہ فاسد ا ـ۔

یہ اس لئے کہ مستعمل پانی کے بارے میں ایک روایت ہے کہ مستعمل مطلقاً خواہ قلیل ہو، پانی کو فاسد کر دیتا ہے مگر طہارت کے وقت جو چھینٹے پانی والے برتن میں پڑیں وہ معاف ہیں تا کہ حرج لازم نہ آئے، ان چھینٹوں کے بارے میں اطلاق کا اعتبار نہیں ہوگا حالانکہ بدائع میں اس کو فاسد کہا ہے۔ (ا ـ بدائع الصنائع، طہارۃ حقیقیۃ، سعید کمپنی کراچی، ۱/۶۸)

وروی الافساد بالکثیر ثم الکثرۃ باستبانۃ مواقع القطر فی الماء الطھور ام ان یسیل فیہ سیلانا قولان ففی الجامع الصغیر للامام قاضی خان انتضاح الغسالۃ فی الماء اذا قل لایفسد الماء یروی ذلک عن ابن عباس رضی اللہ تعالی عنھما ولان فیہ ضرورۃ فیعفی القلیل وتکلموا فی القلیل عن محمد وما کان مثل رؤس الابر فھو قلیل وعن الکرخی ان کان یستبین مواقع القطر فی الماء فکثیر وان کان لایستبین کالطل فقلیل ۲ ـ اھ نقلہ فی زھر الروض وفی الخلاصۃ جنب اغتسل فانتضح من غسلہ شیء فی انائہ لم یفسد علیہ الماء اما اذا کان یسیل فیہ سیلانا افسدہ وکذا حوض الحمام علی ھذا وعلی قول محمد لایفسدہ مالم یغلب علیہ یعنی لایخرجہ من الطھوریۃ ۳ ـ اھ

اور ایک روایت میں کثیر کو فاسد کرنے والا کہا گیا، پھر کثیر کی تعریف میں دو قول ہیں، یا تو پاک پانی میں وہ نمایاں طور پر معلوم ہو یا مستعمل پاک پانی میں بہہ کر داخل ہو، پھر امام قاضی خان کی شرح جامع صغیر میں ہے کہ دھوون اگر کم مقدار میں پانی میں گرا تو پانی کو فاسد نہیں کرے گا یہی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے نیز ضرورت کی بنا پر قلیل معاف ہوگا۔ اب انہوں نے قلیل کے بارے میں بحث کی ہے۔ امام محمد سے مروی ہے کہ اگر مستعمل پانی کے چھینٹے سوئی کے سوراخ کے برابر ہوں تو قلیل ہے اور امام کرخی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اگر پانی میں گرنے کی جگہ نمایاں معلوم ہو تو کثیر ہے ورنہ قلیل ہے جیسے شبنم کے قطرے، اس مضمون کو زہر الروض میں نقل کیا ہے، ←

اور خلاصہ میں ہے کہ اگر اجنبی شخص سے غسل کرتے وقت اپنے برتن میں چھینٹے پڑ گئے تو اس سے پانی نجس نہ ہوگا۔ اگر غسالہ بہہ کر برتن میں پڑا تو پھر برتن کا پانی ناپاک ہوجائے گا۔ حمام کے حوض کا بھی یہ حکم ہے۔ اور امام محمد کے قول کے مطابق اس صورت میں ناپاک نہ ہوگا تاوقتیکہ مغلوب نہ ہوجائے یعنی اس کو طہوریت سے نہیں نکالے گا اھ

(۲۔ جامع صغیر للقاضی خان) (۳۔ خلاصۃ الفتاوی مع الہندیۃ، الماء المستعمل، نولکشور لکھنؤ ۱/۸)

ثم علله بعضهم بان الماء مفروض راكدا قليلا فلا ينتقل الماء المستعمل الواقع فيه من موقعه اليه اشار فى وجيز الكردرى اذيقول التوضؤ من سرد ابه لايجوز لانه يتكرر الاستعمال ا۔اھ

پھر بعض نے اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے کہا کہ جو پانی فرض کیا گیا ہے وہ ٹھہرا ہوا قلیل ہے تو مستعمل پانی جو اس میں گرا ہے اپنے گرنے کی جگہ سے اس کی طرف منتقل نہ ہوگا۔ امام کردری کی وجیز میں اسی صورت کی طرف اشارہ کیا ہے، جب انہوں نے یہ کہا کہ چھوٹے حوض میں وضو کرنا جائز نہیں کیونکہ یہ پانی دوبارہ استعمال میں آتا ہے اھ۔ (۱۔ فتاوی بزازیہ، نوع فی الحیاض، نورانی کتب خانہ پشاور، ۴/۷)

اقول: ويلزمهم التجويز اذا حرك الماء عند كل غرفة او اغترف كل مرة من غير موقع الغسالة واخرون بان الماء المستعمل من جنس المطلق فلا يستهلك فيه فيؤثر فى كله لقلته بخلاف اللبن اوبول الشاة على قول محمد بطهارته هكذا اختلفوا والصحيح المعتمد فى المذهب الاعتبار بالغلبة فلا يخرج عن الطهورية مادام اكثر من المستعمل هو الذى اعتمده الائمة وصححه الائمة۔

میں کہتا ہوں ان کو یہ قول کرنا لازم ہوگا کہ اگر ہر چلو پر پانی کو حرکت دے یا ہر دفع غسالہ کی بجائے دوسری جگہ سے چلو لے تو وضو جائز ہونا چاہئے۔ بعض نے کہا کہ مستعمل پانی مطلق پانی کا ہم جنس ہونے کی وجہ سے اس میں فنا نہیں ہوگا اور اس کے کل میں اثر کرے گا کیونکہ وہ کم ہے بخلاف دودھ یا بکری کے پیشاب کے بقول امام محمد، کیونکہ وہ اس کی طہارت کے قائل ہیں اس طرح مستعمل پانی کے بارے میں یہ اختلاف ہے لیکن صحیح اور مذہب قابل اعتماد یہ ہے کہ اس میں غلبہ کا اعتبار ہے لہٰذا جب تک مطلق پانی غالب اور زیادہ ہے تو مستعمل پانی کے ملنے سے ناپاک نہ ہوگا اور قابل طہارت رہے گا، یہی اُمت کا معمول اور ائمہ کرام کا صحیح کردہ مسلک ہے۔

یہ ۶۶ وہ پانی تھے جن میں شیئ غیر کا اصلاً خلط نہ تھا یا تھا تو آب غیر کا نہ غیر آب کا۔ اب وہ پانی ہیں جن میں غیر آب کا خلط ہے۔

(۶۷، ۶۸) وہ پانی جس میں آبِ دہن یا آبِ بینی یعنی تھوک یا کھنکار یا ناک کی ریزش پڑ جائے اس سے وضوء جائز مگر مکروہ ہے۔ فتاوی امام قاضی خان میں ہے:

الماء اذا اختلط بالمخاط اوبالبزاق جازبه التوضئ ويكره ۲۔

(۲۔ فتاوی قاضی خان، فصل فیما لایجوز بہ التوضئ، نولکشور لکھنؤ، ۱/۹)

اگر پانی میں تھوک یا ناک کا پانی گرے تو اس سے وضو جائز ہے مگر مکروہ ہے۔

(فتاوی رضویہ، جلد ۲، ص ۵۴۲۔ ۵۴۳ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(۶) پانی میں رینٹھ یا کھنکار ڈالنا(18)۔

(۷) قبلہ کی طرف تھوک یا کھنکار ڈالنا یا کلّی کرنا۔

(۸) بے ضرورت دنیا کی بات کرنا۔

(۹) زیادہ پانی خرچ کرنا۔

(۱۰) اتنا کم خرچ کرنا کہ سنت ادا نہ ہو۔

(۱۱) مونھ پر پانی مارنا۔ یا

(۱۲) مونھ پر پانی ڈالتے وقت پھونکنا۔

(۱۳) ایک ہاتھ سے مونھ دھونا کہ روافض و ہنود کا شعار ہے۔

(۱۴) گلے کا مسح کرنا۔

(۱۵) بائیں ہاتھ سے کُلّی کرنا یا ناک میں پانی ڈالنا۔

(۱۶) داہنے ہاتھ سے ناک صاف کرنا۔

(۱۷) اپنے لیے کوئی لوٹا وغیرہ خاص کرلینا۔

(۱۸) تین جدید پانیوں سے تین بار سر کا مسح کرنا۔

(۱۹) جس کپڑے سے استنجے کا پانی خشک کیا ہو اس سے اعضائے وُضو پونچھنا۔

(۲۰) دھوپ کے گرم پانی سے وُضو کرنا۔(19)

---

(18) اعلیٰ حضرت علیہ رحمۃ رب العزت فتاوٰی رضویہ میں ایک استفتاء کے جواب میں لکھتے ہیں:
ان سب صورتوں میں وہ حوض (دہ در دہ) پاک ہے اور اسے نجس سمجھنا جہالت اور اگر کوئی شخص مسئلہ بتانے کے بعد بھی اصرار کرے تو سخت گنہگار رہوا مگر حوض میں تھوکنے یا ناک صاف کرنے سے احتراز لازم ہے کہ یہ افعال باعث نفرت ہیں اور بلاوجہ شرعی نفرت دلانا جائز نہیں قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بشروا ولا تنفروا [۲] ۔ واللہ تعالٰی اعلم (۲۔ صحیح بخاری، اصح المطابع کراچی، ۱/۱۶)
حضور پاک نے فرمایا: اچھی خبر سناؤ نفرت نہ پھیلاؤ۔ واللہ تعالٰی اعلم (فتاوٰی رضویہ، جلد ۲، ص ۵۴۲۔ ۵۴۳ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(19) اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوٰی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:
دھوپ کا گرم پانی مطلقاً مگر گرم ملک (۲) گرم موسم میں جو پانی سونے چاندی کے سوا کسی اور دھات کے برتن میں دھوپ سے گرم ہوجائے وہ جب تک ٹھنڈا نہ ہولے بدن کو کسی طرح پہنچانا نہ چاہیے وضو سے غسل سے نہ پینے سے یہاں تک کہ جو کپڑا اس سے بھیگا ہو جب تک سرد نہ ہوجائے پہننا مناسب نہیں کہ اُس پانی کے بدن کو پہنچنے سے معاذ اللہ احتمالِ برص ہے اختلافات اس میں بکثرت ہیں اور ہم نے اپنی کتاب منتہی الآمال فی الاوفاق والاعمال میں ہر اختلاف سے قول اصح وارجح چنا اور مختصر الفاظ میں اُسے ذکر کیا اُسی کی نقل بس ہے ←

(۲۱) ہونٹ یا آنکھیں زور سے بند کرنا اور اگر کچھ سوکھارہ جائے تو وضو ہی نہ ہوگا۔

وھو ھذا قط (ای الدارقطنی) عن عامر والعقیلی عن انس مرفوعا قط والشافعی عن عمر الفاروق موقوفا لا تغتسلوا بالماء الشمس فانه یورث البرص ا؎ قط وابو نعیم عن ام المؤمنین انها سخنت للنبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم ماء فی الشمس فقال لا تفعلی یاحمیراء فانه یورث البرص ۲؎ وقیدہ العلماء بقیود ان یکون فی قطر ووقت حارین وقد تشمس فی منطبع صابر تحت المطرقة کحدید ونحاس علی الاصح الا النقدین علی المعتمد دون الخزف والجلود والاحجار والخشب ولا للشمس فی الحیاض والبرك قطعا وان یستعمل فی البدن ولو شربا لا فی الثواب الا اذا لبسه رطبا اومع العرق وان یستعمل حارا فلو برد لاباس علی الاصح وقیل لافرق علی الصحیح ووجه ورد فالاول الاوجه قیل وان لایکون الاناء منکشفا والراجح ولو فالحاصل منع ایصال الماء المشمس فی اناء منطبع من غیر النقدین الی البدن فی وقت وبلد حارین مالم یبرد واللہ تعالٰی اعلم۔

دارقطنی نے عامر سے اور عقیلی نے انس سے مرفوعاً روایت کی، دارقطنی اور شافعی نے عمر فاروق سے موقوفاً روایت کی کہ تم آفتاب سے گرم شدہ پانی سے غسل نہ کرو کہ اس سے برص پیدا ہوتا ہے، دارقطنی اور ابونعیم نے ام المؤمنین سے روایت کی کہ آپ نے حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کیلئے آفتاب سے پانی گرم کیا تو آپ نے فرمایا: آئندہ ایسا نہ کرنا اے حمیراء کیونکہ اس سے برص پیدا ہوتا ہے۔ اور علماء نے اس میں کچھ قیود لگائی ہیں مثلاً یہ کہ گرم پانی گرم علاقہ میں ہو، گرم وقت میں ہو، یہ کہ پانی کسی دھات کے بنے ہوئے برتن میں جیسے پانی لوہے تانبے کے برتن میں گرم ہوا ہو اصح قول کے مطابق مگر سونے چاندی کے برتن میں گرم نہ کیا گیا ہو معتمد قول کے مطابق مٹی کھال پتھر اور لکڑی کے برتنوں کو دھوپ میں رکھ کر گرم نہ کیا گیا ہو۔ حوض اور گڑھے میں سورج کا گرم شدہ پانی قطعاً نہ ہو، یہ پانی بدن میں استعمال ہوا ہو، اگرچہ پی لیا تو بھی یہی خطرہ ہے، کپڑے دھوئے تو حرج نہیں، ہاں اگر کپڑا دھو کر تر ہی پہن لیا تو خطرہ ہے، یا کپڑا پہنا اور جسم پر پسینہ تھا، یہ پانی گرم استعمال کیا جائے اگر ٹھنڈا ہونے کے بعد استعمال کیا تو حرج نہیں، اصح قول یہی ہے، اور ایک قول یہ بھی ہے کہ فرق نہیں، اور یہی صحیح ہے، اس کی توجیہ بھی ہے اور اس پر رد ہے، تو اول کی وجہ زیادہ درست ہے، ایک قول یہ ہے کہ برتن کھلا ہوا نہ ہو، اور راجح ولو کان الاناء منکشفاہے (یعنی اگرچہ برتن کھلا ہو) تو خلاصہ یہ ہے کہ دھوپ کے گرم پانی کا سونے چاندی کے علاوہ کسی اور دھات کے برتن سے جسم پر پہنچانا، گرم وقت میں اور گرم علاقہ میں بلا ٹھنڈا کیے ممنوع ہے واللہ تعالٰی اعلم۔

(ا؎ سنن الدارقطنی، باب الماء المسخن، نشر السنۃ ملتان، ۱/ ۳۹) (۲؎ سنن الدارقطنی، باب الماء المسخن، نشر السنۃ ملتان، ۱/ ۳۸)

اور تحقیق (۱) یہ ہے کہ ہمارے نزدیک بھی اُس پانی سے وضو و غسل مکروہ ہے کما صرح بہ فی الفتح والبحر والدرایۃ والقنیۃ والنھایۃ (جیسا کہ فتح، بحر، درایہ، قنیہ اور نہایہ میں صراحت کی گئی ہے۔ت)

اور یہ کراہت شرعی تنزیہی ہے۔

کما اشار الیه فی الحلیة والامداد هذا ما حققه ش خلافا للتنویر والدر حیث نفیا الکراهة اصلا ویمکن حمل التنویر علی التحریم اما الدر فصرح انها طبعیة عند الشافعیة وهو خلاف نصهم۔ ←

ہر سنت کا ترک مکروہ ہے۔یوہیں ہر مکروہ کا ترک سنت۔(20)

❁❁❁❁❁

جیسا کہ حلیہ اور امداد میں اشارہ کیا،ش نے یہی تحقیق کی،تنویر اور دُر میں اس کے خلاف ہے،ان دونوں حضرات نے مطلقاً کراہت کا انکار کیا ہے،اور تنویر کی عبارت کو مکروہ تحریمی پر محمول کرنا ممکن ہے مگر در میں یہ تصریح کی گئی ہے کہ شافعیہ کے نزدیک وہ کراہت طبعیہ ہے اور یہ ان کی تصریحات کے خلاف ہے۔

اقول:وزیادة(۲) التنویر قید القصد حیث قال وبماء قصد تشمیسه لیس اتفاقیا بل الدلالة علی الاول واشارة الی نفی ماوقع فی المعراج ان الکراهة مقیدة عند الشافعی بالقصد فافهم۔

میں کہتا ہوں تنویر میں ارادہ کی قید کا اضافہ ہے انہوں نے فرمایا اور اس پانی سے جس کو دھوپ میں قصداً گرم کیا گیا ہے، یہ قید اتفاقی نہیں ہے بلکہ پہلی پر دلالت کے لئے ہے اور جو معراج میں فرمایا ہے اسکی نفی کیلئے ہے کہ شافعیوں کے نزدیک کراہت اس وقت ہے جب بالقصد ہو فافهم۔(فتاوی رضویہ،جلد ۲،ص ۴۶۵ رضا فاؤنڈیشن،لاہور)

(20)وفی الدر المختار ویکرہ ترک کل سنة ۲؎ انتهی ملتقطا۔واللہ تعالی اعلم۔

(۲؎ درمختار،باب مایفسد الصلوٰۃ ومایکرہ الخ،مطبوعہ مجتبائی دہلی،۱/۹۳)

درمختار میں ہے کہ ہر سنت کا ترک مکروہ ہے انتہی ملتقطا۔واللہ تعالی اعلم۔

وُضو کے متفرق مسائل

مسئلہ ۵۱: اگر وُضو نہ ہو تو نماز اور سجدہ تلاوت اور نمازِ جنازہ اور قرآنِ عظیم چھونے کے لیے وُضو کرنا فرض ہے۔(1)

مسئلہ ۵۲: طواف کے لیے وُضو واجب ہے۔(2)

مسئلہ ۵۳: غسلِ جنابت سے پہلے اور جُنب کو کھانے، پینے، سونے اور اذان و اقامت اور خطبہ جمعہ و عیدَین اور روضہ مبارکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت اور وُقوفِ عرفہ اور صَفا و مَروہ کے درمیان سَعی کے لیے وُضو کر لینا سنّت ہے۔

مسئلہ ۵۴: سونے کے لیے اور سونے کے بعد اور میت کے نہلانے یا اٹھانے کے بعد اور جماع سے پہلے اور جب غصہ آجائے اس وقت اور زبانی قرآنِ عظیم پڑھنے کے لیے اور حدیث اور علمِ دین پڑھنے پڑھانے اور علاوہ جمعہ و عیدین باقی خطبوں کے لیے اور کتبِ دِینیہ چھونے کے لیے اور بعد ستر غلیظ چھونے اور جھوٹ بولنے، گالی دینے، فحش لفظ نکالنے، کافر سے بدن چھو جانے، صلیب یا بُت چھونے، کوڑھی یا سپید داغ والے سے مس کرنے، بغل کھجانے سے جب کہ اس میں بدبو ہو، غیبت کرنے، قہقہہ لگانے، لغو اشعار پڑھنے اور اونٹ کا گوشت کھانے، کسی عورت کے بدن سے اپنا بدن بے حائل مس ہو جانے سے اور باوُضو شخص کے نماز پڑھنے کے لیے ان سب صورتوں میں وُضو مستحب ہے۔(3)

مسئلہ ۵۵: جب وُضو جاتا رہے وُضو کر لینا مستحب ہے۔(4)

مسئلہ ۵۶: نابالغ پر وُضو فرض نہیں (5) مگر ان سے وُضو کرانا چاہیے تاکہ عادت ہو اور وُضو کرنا آجائے اور

---

(1) نور الایضاح، کتاب الطہارۃ، فصل: الوضوء علی ثلاثۃ أقسام، ص۱۸

(2) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الطہارۃ، ج۱، ص۲۰۵.

والفتاوی الھندیۃ، کتاب الطہارۃ، الباب الأول في الوضوء، الفصل الثالث، ج۱، ص۹

(3) نور الایضاح، کتاب الطہارۃ، فصل: الوضوء علی ثلاثۃ أقسام، ص۱۹

والفتاوی الرضویۃ، ج۱، ص۷۱۵۔۷۲۴.

(4) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطہارۃ، الباب الأول في الوضوء، الفصل الثالث، ج۱، ص۹.

(5) ردالمحتار، کتاب الطہارۃ، مطلب في اعتبارات المرکب التام، ج۱، ص۲۰۲

مسائلِ وضو سے آگاہ ہوجائیں۔

مسئلہ ۵۷: لوٹے کی ٹونٹی نہ ایسی تنگ ہو کہ پانی بدقت گرے، نہ اتنی فراخ کہ حاجت سے زیادہ گرے بلکہ متوسط ہو۔(6)

مسئلہ ۵۸: چلّو میں پانی لیتے وقت خیال رکھیں کہ پانی نہ گرے کہ اِسراف ہوگا۔ ایسا ہی جس کام کے لیے چلّو میں پانی لیں اُس کا اندازہ رکھیں ضرورت سے زیادہ نہ لیں مثلاً ناک میں پانی ڈالنے کے لیے آدھا چلّو کافی ہے تو پورا چلّو نہ لے کہ اِسراف ہوگا۔(7)

مسئلہ ۵۹: ہاتھ، پاؤں، سینہ، پُشت پر بال ہوں تو ہرتال وغیرہ سے صاف کرڈالے یا تَرشُوا لے،نہیں تو پانی زیادہ خرچ ہوگا۔(8)

فائدہ: ولہان ایک شیطان کا نام ہے جو وضو میں وسوسہ ڈالتا ہے اس کے وسوسہ سے بچنے کی بہترین تدابیر یہ ہیں:

(۱) رجوع الی اللہ و

(۲) اَعُوْذُ بِاللّٰہِ

(۳) وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ و

(۴) سورہ ناس، اور

---

(6) الفتاوی الرضویۃ، ج۱،ص۷۶۵۔

(7) الفتاوی الرضویۃ، ج۱،ص۷۶۵۔

(8) اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

کلائیوں پر بال ہوں تو ترشوادیں کہ اُن کا ہونا پانی زیادہ چاہتا ہے اور مونڈنے سے سخت ہوجاتے ہیں اور تراشا مشین سے بہتر کہ خوب صاف کردیتی ہے اور سب سے احسن وافضل نورہ ہے کہ ان اعضا میں یہی سنت سے ثابت ابن ماجہ ف ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے راوی:

ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان اذا طلی بدأ بعورتہ فطلاھا بالنورۃ وسائر جسدہ اھلہ ۲؎۔

(۲؎ سنن ابن ماجۃ، ابواب الادب، باب الاطلاء بالنورۃ، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی، ص ۲۷۴)

رسول اللہ جب نورہ کا استعمال فرماتے تو ستر مقدس پر اپنے دست مبارک سے لگاتے اور باقی بدن مبارک پر ازواج مطہرات لگادیتیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلیہن وبارک وسلم۔

ف: مسئلہ ہاتھ، پاؤں، سینہ، پشت، پر بال ہوں تو نورہ سے دور کرنا بہتر ہے۔اور موئے زیرناف پر بھی استعمال نورہ آیا ہے۔

(فتاوی رضویہ، جلد ا۔۲، ص ۱۰۴۲ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(۵) اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ، اور

(۶) هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ، اور

(۷) سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْخَلَّاقِ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَيَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِيْدٍ لا وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ پڑھنا کہ وسوسہ جڑ سے کٹ جائے گا اور

(۸) وسوسہ کا بالکل خیال نہ کرنا بلکہ اس کے خلاف کرنا بھی دافعِ وسوسہ ہے۔(9)

---

(9) اعلیٰ حضرت، امامِ اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

- حدیث (۷) میں ہے ایک صاحب نے خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر وسوسہ کی شکایت کی کہ نماز میں پتا نہیں چلتا دو پڑھیں یا تین۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اذا وجدت ذلك فارفع اصبعك السبابة اليمنى فاطعنه فى فخذك اليسرى وقل بسم الله فانها سكين الشيطان رواه البزار ۲۔ والطبرانى عن والد ابى المليح ورواه ايضا الحكيم الترمذى۔ جب تُو ایسا پائے تو اپنی داہنی انگشتِ شہادت اٹھا کر اپنی بائیں ران میں مار اور بسم اللہ کہہ کہ وہ شیطان کے حق میں چھری ہے (اس کو بزار اور طبرانی نے ابوملیح کے والد سے روایت کیا ہے اور حکیم ترمذی نے بھی اسے روایت کیا ہے۔ت) (۲ے کنز العمال بحوالہ طب والحکیم عن ابی الملیح، حدیث ۲۳ ۱۲۷، موسسۃ الرسالۃ بیروت، ۱ / ۲۵۲) (المعجم الکبیر، حدیث ۵۱۲، المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت، ۱ / ۱۹۲) (مجمع الزوائد بحوالہ الطبرانی والبزار، کتاب الصلوٰۃ، باب السہو فی الصلوٰۃ، دار الکتاب بیروت ۲ / ۱۵۱)

(۲) وسوسہ کی نہ سننا اُس پر عمل نہ کرنا اس کے خلاف کرنا، اس بلائے عظیم کی عادت ہے کہ جس قدر اس پر عمل ہو اُسی قدر بڑھے اور جب قصداً اُس کا خلاف کیا جائے تو باذنہٖ تعالیٰ تھوڑی مدت میں بالکل دفع ہو جائے۔ عمرو بن مُرّہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ما وسوسة باولع ممن يراها تعمل فيه. رواه ابن ابى شيبة ۳۔ شیطان جسے دیکھتا ہے کہ میرا وسوسہ اس میں کارگر ہوتا ہے سب سے زیادہ اسی کے پیچھے پڑتا ہے۔ (اسے ابن ابی شیبہ نے روایت کیا۔ت)

(۳ے المصنف لابن ابی شیبۃ، کتاب الطہارات، حدیث ۲۰۵۴، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱ / ۱۷۹)

امام ابن حجر مکی اپنے فتاویٰ میں فرماتے ہیں مجھ سے بعض ثقہ لوگوں نے بیان کیا کہ دو وسوسہ والوں کو نہانے کی ضرورت ہوئی دریائے نیل پر گئے طلوعِ صبح کے بعد پہنچے ایک نے دوسرے سے کہا تُو اتر کر غوطے لگا میں گنتا جاؤں گا اور تجھے بتاؤں گا کہ پانی تیرے سر کو پہنچا یا نہیں، وہ اُترا اور غوطے لگانا شروع کئے اور یہ کہہ رہا ہے کہ ابھی تھوڑی سی جگہ تیرے سر میں باقی ہے وہاں پانی نہ پہنچا ایک صبح سے دوپہر ہو گیا آخر تھک کر باہر آیا اور دل میں شک رہا کہ غسل اُترا نہیں۔ پھر اس نے دوسرے سے کہا اب تُو اُتر میں گنوں گا، اس نے ڈبکیاں لگائیں اور یہ کہتا جاتا ہے کہ ابھی سارے سر کو پانی نہ پہنچا یہاں تک کہ دوپہر سے شام ہو گئی مجبور وہ بھی دریا سے نکل آیا اور دل میں شُبہ کا شبہ ہی رہا، دن بھر کی نمازیں کھوئیں اور غسل اُترنے پر یقین نہ ہونا تھا نہ ہوا والعياذ بالله تعالى ذكره فى الحديقة الندية ۱۔ (اسے حدیقہ ندیہ میں بیان کیا گیا۔ت) یہ وسوسہ ماننے کا نتیجہ تھا۔

(۱ے الحدیقۃ الندیہ شرح الطریقۃ المحمدیۃ، الباب الثانی النوع الثانی، مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲ / ۶۹۱) ←

اور صالحین میں سے ایک صاحب فرماتے ہیں مجھے دربارہ طہارت وسوسہ تھا راستہ کی کیچڑ اگر کپڑے میں لگ جاتی اُسے دھوتا (حالانکہ شرعاً جب تک خاص اُس جگہ نجاست کا ہونا ثابت وتحقق نہ ہو حکم طہارت ہے) ایک دن نمازِ صبح کیلئے جاتا تھا راہ کی کیچڑ لگ گئی میں نے دھونا چاہا اور خیال آیا کہ دھوتا ہوں تو جماعت جاتی ہے ناگاہ اللہ عزوجل نے مجھے ہدایت فرمائی میرے دل میں ڈالا کہ اس کیچڑ میں لوٹ اور سب کپڑے سان لے اور یونہی نماز میں شریک ہوجا، میں نے ایسا ہی کیا پھر وسوسہ نہ ہوا۔ ذکرہ فی الطریقۃ المحمدیۃ [۲] (اسے طریقہ محمدیہ میں نقل کیا گیا۔ت) یہ اس کی مخالفت کی برکت تھی۔

(۲؎ الطریقۃ المحمدیۃ، النوع الثالث فی علاج الوسوسۃ الخ، مکتبہ حنفیہ کوئٹہ، ۲/۲۳۰)

ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا احدکم اذا کان فی المسجد جاء الشیطان فابس بہ کما یبس الرجل بدابتہ فان اسکن لہ وثقہ اوالجمہ۔

جب تم میں کوئی مسجد میں ہوتا ہے شیطان آکر اس کے بدن پر ہاتھ پھیرتا ہے جیسے تم میں کوئی اپنے گھوڑے کو رام کرنے کے لئے اس پر ہاتھ پھیرتا ہے پس اگر وہ شخص ٹھہرا رہا یعنی اس کے وسوسہ سے فوراً الگ نہ ہوگیا تو اسے باندھ لیتا یا لگام دے دیتا ہے۔

ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اس حدیث کو روایت کرکے فرمایا:

وانتم ترون ذلک اما الموثوق فتراہ مائلا کذا لایذکر اللہ واما الملجم ففاتح فاہ لایذکر اللہ عزّوجل رواہ الامام احمد [۱]۔

یعنی حدیث کی تصدیق تم آنکھوں دیکھ رہے ہو وہ جو بندھا ہوا ہے اُسے تو دیکھے گا یوں جھکا ہوا کہ ذکرِ الٰہی نہیں کرتا اور وہ جو لگام دیا ہوا ہے وہ منہ کھولے ہے اللہ تعالٰی کا ذکر نہیں کرتا (اسے امام احمد نے روایت کیا۔ت)

(۱؎ مسند احمد بن حنبل، عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ، المکتب الاسلامی بیروت، ۲/۳۳۰)

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

واذا وجد احدکم فی بطنہ شیأ فاشکل علیہ اخرج منہ شیئ ام لافلا یخرج من المسجد حتی یسمع صوتاً اویجد ریحاً رواہ مسلم والترمذی [۲] عن ابی ھریرۃ۔

جب تم میں کوئی اپنے شکم میں کچھ محسوس کرے جس سے اس پر اشتباہ ہوجائے کہ اس سے کچھ خارج ہوا یا نہیں تو وہ مسجد سے نہ نکلے یہاں تک کہ آواز سنے یا بو پائے۔ اسے مسلم وترمذی نے حضرت ابوہریرہ سے روایت کیا۔

(۲؎ صحیح مسلم، کتاب الحیض، باب الدلیل علی ان من تیقن الطہارۃ، قدیمی کتب خانہ کراچی، ۱/۱۵۸) (سنن الترمذی، ابواب الطہارۃ، باب ماجاء فی الوضوء من الریح، حدیث ۷۵ دارالفکر بیروت، ۱/۱۵۸)

والاحمد والترمذی وابن ماجۃ والخطیب عنہ مختصرا بلفظ لاوضوء الامن صوت اوریح [۳]۔ اور ان سے امام احمد، ترمذی، ابن ماجہ اور خطیب نے مختصراً ان الفاظ میں روایت کیا ہے: وضو نہیں مگر آواز یا بو سے۔ (۳؎ سنن الترمذی، ابواب الطہارۃ، ←

باب ما جاء فی الوضوء من الریح ... (سنن ابن ماجہ، ابواب الطہارۃ، باب لا وضوء الا من حدث، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی، ص ۳۹) مسند احمد بن حنبل، عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ، المکتب الاسلامی بیروت، ۲/ ۲۱۰ و ۴۳۵)

ولاحمد والشیخین وابی داؤد والنسائی وابناء ماجۃ وخزیمۃ وحبان عن عباد بن تمیم عن عمہ عہ عبداللہ بن زید بن عاصم قال شکی الی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الرجل یخیل الیہ انہ یجد الشیئ فی الصلٰوۃ قال لاتنصرف حتی تسمع صوتا او تجد ریحا ۱؎۔

اور امام احمد، بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، ابن خزیمہ اور ابن حبان کی روایت عباد بن تمیم سے ہے، وہ اپنے چچا عبداللہ بن زید بن عاصم سے راوی ہیں وہ کہتے ہیں ایک شخص نے نبی کے پاس یہ شکایت عرض کی کہ اسے خیال ہوتا ہے کہ نماز میں وہ کچھ محسوس کر رہا ہے۔ سرکار نے فرمایا: نماز سے نہ پھرو یہاں تک کہ آواز سنو یا بو پاؤ۔

(عہ) وقع ھھنا فی نسخۃ کنز العمال المطبوعۃ بحیدر اباد عن عمر مکان عن عمہ وھو تصحیف شدید فاجتنبہ اھ منہ۔

یہاں کنز العمال کے نسخہ مطبوعہ حیدر آباد میں عن عمہ کی جگہ عن عمر چھپ گیا ہے اور یہ شدید قسم کی تصحیف ہے۔ اس سے ہوشیار رہنا چاہئے اھ منہ۔ (۱؎ صحیح البخاری، کتاب الوضوء باب لایتوضا من الشک، قدیمی کتب خانہ کراچی، ۱/ ۲۵) (صحیح مسلم، کتاب الحیض، الدلیل علی ان من تیقن الطہارۃ، قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۵۸) (سنن النسائی، کتاب الطہارۃ، باب الوضوء من الریح، نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی، ۱/ ۳۷) (سنن ابی داؤد، کتاب الطہارۃ، باب اذا شک فی الحدث، آفتاب عالم پریس لاہور، ۱/ ۲۳) (سنن ابن ماجہ، ابواب الطہارۃ، باب لاوضوء الا من حدث، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی، ص ۳۹)

ولاحمد وابی یعلی عن ابی سعید عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان الشیطان لیاتی احدکم وھو فی صلاتہ فیاخذ بشعرۃ من دبرہ فیمدھا فیری انہ قد احدث فلا ینصرف حتی یسمع صوتا او یجد ریحا ۲؎۔

اور امام احمد وابویعلٰی حضرت ابوسعید سے وہ نبی سے راوی ہیں کہ تم میں کوئی نماز میں ہوتا ہے اور شیطان اس کے پاس آکر اس کے پیچھے سے کوئی بال کھینچتا ہے جس سے وہ یہ خیال کرنے لگتا ہے کہ اس کا وضو جاتا رہا، ایسا ہو تو وہ نماز سے نہ پھرے یہاں تک کہ آواز سنے یا بو پائے۔ (۲؎ الجامع الصغیر بحوالہ حم ع، حدیث ۲۰۲۷، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱/ ۱۲۴)

ورواہ عنہ سعید بن منصور مختصرا نحو المرفوع من حدیث عباد وللبزاز عن ابن عباس عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یاتی احدکم الشیطان فی الصلاۃ فینفخ فی مقعدتہ فیخیل انہ احدث ولم یحدث فاذا وجد ذلک فلا ینصرف حتی یسمع صوتا او یجد ریحا ۱؎۔

اور اسے ان سے سعید بن منصور نے مختصراً حضرت عباد کی حدیث کے مرفوع الفاظ کے ہم معنی ذکر کیا ہے۔ اور بزار حضرت ابن عباس سے وہ نبی سے راوی ہیں کہ تم میں کسی کے پاس نماز میں شیطان آکر اس کے پیچھے پھونک دیتا ہے جس سے اس کو خیال ہوتا ہے کہ مجھے حدث ←

....

ہوگیا حالانکہ اسے حدث نہ ہوا تو کوئی ایسا محسوس کرے تو نماز سے نہ پھرے یہاں تک کہ آواز سنے یا بو پائے۔

(۱ـ کشف الاستار عن زوائد البزار، باب ما لا ینقض الوضوء، موسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۱/ ۱۴۷)

ورواہ عنہ الطبرانی فی الکبیر مختصرا بلفظ من خیل لہ فی صلاتہ انہ قد احدث فلا ینصرف حتی یسمع صوتا اویجد ریحا ۲ـ

اور اسے طبرانی نے ان سے مختصراً ان الفاظ میں روایت کیا ہے جسے نماز کے اندر ایسا خیال ہو کہ اسے حدث ہوا تو ہرگز وہ نماز سے نہ پھرے یہاں تک کہ آواز سنے یا بو پائے۔(۲ـ المعجم الکبیر حدیث ۱۱۹۴۸ المکتبۃ الفیصلیہ بیروت ۱۱/ ۳۴۱)

ولعبد الرزاق وابن ابی الدنیا عن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ قال ان الشیطان یطیف باحدکم فی الصلاۃ لیقطع علیہ صلاتہ فاذا اعیاہ ان ینصرف نفخ فی دبرہ یریہ انہ قد احدث فلا ینصرفن احدکم حتی یجد ریحا اویسمع صوتا ۳ـ

اور عبدالرزاق وابن ابی الدنیا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ سے راوی ہیں، انہوں نے فرمایا: شیطان تم میں کسی کے گرد اس کی نماز توڑنے کے لئے گھیرا ڈال دیتا ہے، جب اس سے عاجز ہوجاتا ہے کہ وہ اپنی نماز سے پھرے تو اس کے پیچھے پھونک دیتا ہے تاکہ اسے یہ خیال ہو کہ اسے حدث ہوگیا۔ایسا ہو تو ہرگز کوئی نماز سے نہ پھرے یہاں تک کہ بو پائے یا آواز سنے۔

(۳ـ المصنف لعبدالرزاق، حدیث ۵۳۶ المکتبۃ الاسلامی بیروت ۱/ ۱۴۱)

وفی روایۃ اخری عنہ رضی اللہ تعالی عنہ حتی انہ یاتی احدکم وھو فی الصلاۃ فینفخ فی دبرہ ویبل احلیلہ ثم یقول قد احدثت فلا ینصرفن احدکم حتی یجد ریحا ویسمع صوتا ویجد بللا ۴ـ

اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ سے ہی ایک اور روایت میں یہ ہے کہ وہ نماز میں کسی کے پاس آکر اس کے پیچھے پھونک دیتا ہے اور اس کے احلیل (ذکر کی نالی) کو تر کردیتا ہے پھر کہتا ہے تو بے وضو ہوگیا۔تو ہرگز کوئی نماز سے نہ پھرے یہاں تک کہ بو پائے اور آواز سنے اور تری پائے۔(۴ـ آکام المرجان بحوالہ عبداللہ بن مسعود باب ۱۲۰ مکتبہ خیر کثیر کراچی ص ۹۲)

ولعبد الرزاق وابن ابی شیبۃ فی مصنفیھما وابن ابی داؤد فی کتاب الوسوسۃ عن ابرھیم النخعی قال کان یقال ان الشیطان یجری فی الاحلیل وفی الدبر عہ فیری الرجل انہ قد احدث فلا ینصرفن احدکم حتی یسمع صوتاً اویجد ریحا اویری بللا ۲ـ

اور عبدالرزاق وابن ابی شیبہ اپنی اپنی مصنف میں،اور ابن ابی داؤد کتاب الوسوسۃ میں حضرت ابراہیم نخعی سے راوی ہیں انہوں نے فرمایا: کہا جاتا تھا کہ شیطان احلیل میں اور دُبر میں دوڑ جاتا ہے۔آدمی کو یہ خیال دلاتا ہے کہ اُسے حدث ہوگیا تو ہرگز کوئی نماز سے نہ پھرے یہاں تک کہ آواز سنے یا بو پائے یا تری دیکھے۔

عہ فی نسختی لفظ المرجان بین الواو وفی لفظۃ لم یقمھا الکاتب وھو ینفخ فی الدبر او نحوہ اھ منہ (م) ←

....

❁❁❁❁❁

لقط المرجان کا جو نسخہ میرے پاس ہے اس میں واؤ اور فی کے درمیان ایک لفظ ہے جس کو کاتب نے نہیں لکھا اور وہ یشلع فی الدبر یا اس کے ہم معنی کچھ ہوگا اھ منہ۔

(ا۔ المصنف لعبدالرزاق باب الرجل یشتبہ علیہ فی الصلوۃ احدث ام لا حدیث ۵۳۸ المکتب الاسلامی حدیث ا / ۱۴۲)

قلت ذکر ھذین الاثرین الامام الجلیل الجلال السیوطی فی لقط المرجان مقتصرا علیھما ھو وصاحبہ البدر فی اصلہ اکام المرجان مع ثبوتہ فی المرفوع کما علمت وقال عامر الشعبی من اجلاء علماء التابعین ان الشیطان بزقۃ یعنی بلۃ طرف الاحلیل ۲؎ ذکرہ العارف فی الحدیقۃ الندیۃ۔

(۲؎ حدیقۃ الندیۃ الباب الثالث النوع الثانی مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲ / ۶۸۸)

قلت یہ دونوں اثر (اثر ابن مسعود واثر امام نخعی) امام جلال الدین سیوطی نے لقط المرجان میں ذکر کئے اور انہوں نے انہی دونوں پر اکتفا کی اسی طرح اس کی اصل آکام المرجان میں قاضی بدرالدین شبلی نے بھی ان ہی دونوں پر اکتفا کی ہے حالانکہ یہ مضمون مرفوع میں موجود ہے جیسا کہ معلوم ہوا۔ اور اجلہ علمائے تابعین میں سے امام عامر شعبی فرماتے ہیں: شیطان کبھی تھوک دیتا ہے۔ مراد یہ ہے کہ سر احلیل تر کردیتا ہے۔ اسے عارف باللہ عبدالغنی نابلسی نے حدیقہ ندیہ میں ذکر کیا۔

ان حدیثوں ف کا حاصل یہ ہے کہ شیطان نماز میں دھوکا دینے کیلئے کبھی انسان کی شرمگاہ پر آگے سے تھوک دیتا ہے کہ اُسے قطرہ آنے کا گمان ہوتا ہے کبھی پیچھے پھونکتا یا بال کھینچتا ہے کہ ریح خارج ہونے کا خیال گزرتا ہے اس پر حکم ہوا کہ نماز سے نہ پھرو جب تک تری یا آواز یا بو نہ پاؤ جب تک وقوع حدث پر یقین نہ ہولے۔

ہمارے امام اعظم کے شاگرد جلیل سیدنا عبداللہ بن مبارک فرماتے ہیں:

اذا شك فی الحدث فانہ لایجب علیہ الوضوء حتی یستیقن استیقانا یقدر ان یحلف علیہ ا؎۔ علقہ الترمذی فی باب الوضوء من الریح. (ا؎ سنن الترمذی، باب الطہارت، حدیث ۷۶، دارالفکر بیروت، ا / ۳۵)

یعنی یقین ایسا درکار ہے جس پر قسم کھا سکے کو ضرور حدث ہوا اور جب قسم کھاتے ہچکچائے تو معلوم ہوا کہ معلوم نہیں مشکوک ہے اور شک کا اعتبار نہیں کہ طہارت پر یقین تھا اور یقین شک سے نہیں جاتا۔ (ترمذی نے باب الوضوء من الریح میں اسے ابن مبارک سے تعلیقاً روایت کیا ہے۔ ت)

ف: مسئلہ شیطان کے تھوک اور پھونک سے نماز میں قطرے اور ریح کا شبہ جاتا ہے حکم ہے کہ جب تک ایسا یقین نہ ہو جس پر قسم کھا سکے اس پر لحاظ نہ کرے، شیطان کہے کہ تیرا وضو جاتا رہا تو دل میں جواب دے لے کہ خبیث تو جھوٹا ہے اور اپنی نماز میں مشغول رہے۔

(فتاوی رضویہ، جلد ا۔ ۲، ص ۱۰۴۵۔ ۱۰۵۲ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

وُضوتوڑنے والی چیزوں کا بیان

مسئلہ ۱: پاخانہ، پیشاب، وَدِی، مَذِی، مَنی، کیڑا، پتھری، مرد یا عورت کے آگے یا پیچھے سے نکلیں وُضو جاتا رہے گا۔(1)

مسئلہ ۲: اگر مرد کا ختنہ نہیں ہوا ہے اور سوراخ سے ان چیزوں میں سے کوئی چیز نکلی مگر ابھی ختنہ کی کھال کے اندر ہی ہے جب بھی وُضوٹوٹ گیا۔(2)

مسئلہ ۳: یوہیں عورت کے سوراخ سے نکلی مگر ہُنوز (ابھی تک) اُوپر والی کھال کے اندر ہی ہے جب بھی وُضو جاتا رہا۔(3)

مسئلہ ۴: عورت کے آگے سے جو خالص رطوبت بے آمیزشِ خون نکلتی ہے ناقضِ وضو نہیں (4)، اگر کپڑے میں لگ جائے تو کپڑا پاک ہے۔(5)

مسئلہ ۵: مرد یا عورت کے پیچھے سے ہَوا خارِج ہوئی وُضو جاتا رہا۔(6)

مسئلہ ۶: مرد یا عورت کے آگے سے ہَوا نکلی یا پیٹ میں ایسا زخم ہوگیا کہ جھلّی تک پہنچا، اس سے ہَوا نکلی تو وضو نہیں جائے گا۔(7)

مسئلہ ۷: عورت کے دونوں مقام پردہ پھٹ کر ایک ہوگئے اسے جب رِیح آئے اِحْتیاط یہ ہے کہ وُضو کرے اگرچہ یہ احتمال ہو کہ آگے سے نکلی ہوگی۔(8)

---

(1) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطہارۃ، الباب الاول فی الوضوء، الفصل الخامس، ج۱، ص۹۔

(2) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطہارۃ، الباب الاول فی الوضوء، الفصل الخامس، ج۱، ص۹۔۱۰۔

(3) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطہارۃ، الباب الاول فی الوضوء، الفصل الخامس، ج۱، ص۱۰۔

(4) جد الممتار علی رد المحتار، کتاب الطہارۃ، فصل الوضوء، ج۱، ص۱۸۸۔

(5) رد المحتار، کتاب الطہارۃ، فصل الاستنجاء، مطلب فی الفرق بین الاستبراء والاستنقاء... الخ، ج۱، ص۶۲۱۔

(6) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطہارۃ، الباب الاول فی الوضوء، الفصل الخامس، ج۱، ص۹۔

(7) المرجع السابق، والدر المختار ورد المحتار، کتاب الطہارۃ، مطلب: نواقض الوضوء، ج۱، ص۲۸۷۔

(8) الدر المختار ورد المحتار، المرجع السابق۔

مسئلہ ۸: اگر مرد نے پیشاب کے سوراخ میں کوئی چیز ڈالی پھر وہ اس میں سے لوٹ آئی تو وضو نہیں جائے گا۔(9)

مسئلہ ۹: حقنہ لیا اور دوا باہر آگئی یا کوئی چیز پاخانہ کے مقام میں ڈالی اور باہر نکل آئی وُضو ٹوٹ گیا۔(10)

مسئلہ ۱۰: مرد نے سوراخِ ذَکر میں رُوئی رکھی اور وہ اُوپر سے خشک ہے مگر جب نکالی تو تَر نکلی تو نکالتے ہی وُضو ٹوٹ گیا۔(11) یوہیں عورت نے کپڑا رکھا اور فرجِ خارج میں اس کپڑے پر کوئی اثر نہیں مگر جب نکالا تو خون یا کسی اور نجاست سے تَر نکلا اب وُضو جاتا رہا۔

مسئلہ ۱۱: خون یا پیپ یا زرد پانی کہیں سے نکل کر بہا اور اس بہنے میں ایسی جگہ پہنچنے کی صلاحیت تھی جس کا وُضو یا غسل میں دھونا فرض ہے تو وُضو جاتا رہا اگر صرف چمکا یا اُبھرا اور بہا نہیں جیسے سوئی کی نوک یا چاقو کا کنارہ لگ جاتا ہے اور خون اُبھر یا چمک جاتا ہے یا خِلال کیا یا مسواک کی یا اُنگلی سے دانت مانجھے یا دانت سے کوئی چیز کاٹی اس پر خون کا اثر پایا یا ناک میں اُنگلی ڈالی اس پر خون کی سُرخی آگئی مگر وہ خون بہنے کے قابل نہ تھا تو وُضو نہیں ٹوٹا۔(12)

مسئلہ ۱۲: اور اگر بہا مگر ایسی جگہ بہ کر نہیں آیا جس کا دھونا فرض ہو تو وُضو نہیں ٹوٹا۔ مثلاً آنکھ میں دانہ تھا اور ٹوٹ کر آنکھ کے اندر ہی پھیل گیا باہر نہیں نکلا یا کان کے اندر دانہ ٹوٹا اور اس کا پانی سوراخ سے باہر نہ نکلا تو ان صورتوں میں وُضو باقی ہے۔(13)

---

(9) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطہارۃ، الباب الاول فی الوضوء، الفصل الخامس، ج۱، ص۱۰۔

(10) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطہارۃ، الباب الاول فی الوضوء، الفصل الخامس، ج۱، ص۱۰۔

(11) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطہارۃ، الباب الاول فی الوضوء، الفصل الخامس، ج۱، ص۱۰

(12) المرجع السابق، والفتاوی الرضویۃ، ج۱، ص۲۸۰

(13) اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

بہنا کہ اُبھر کر ڈھلک بھی جائے یا کسی مانع کے باعث نہ ڈھلکے تو فی نفسہٖ اتنا ہو کہ مانع نہ ہوتا تو ڈھلک جاتا جس کی صُورتیں اُوپر گزریں یہ شکل ہمارے ائمہ کے اجماع سے ناقضِ وضو ہے اور کپڑا قدرِ درم سے زائد بھرے تو ناپاک۔ ہاں وہ بہنا کہ صرف باطنِ بدن میں ہو ناقض نہیں کہ باطنِ انسان میں تو خون ہر وقت دورہ کرتا ہے آنکھوں کے ڈھیلے بھی شرعاً باطنِ بدن میں داخل ہیں۔ والہٰذا وضو وغسل کسی میں یہاں تک کہ حقیقی نجاست ف ۲ سے بھی اُن کے دھونے کا حکم نہ ہوا تو اگر آنکھ کے ف ۳ بالائی حصے میں کوئی دانہ پھوٹا اور خون وریم اُس کے زیریں حصے تک بہہ کر آیا مگر آنکھ سے باہر نہ ہوا وضو نہ جائیگا اور حسبِ قاعدہ معلومہ جب وہ حدث نہیں تو نجس بھی نہیں۔ پس اگر کپڑے سے اُسے پونچھ لیا اور وہ کپڑا پانی میں گرا پانی ناپاک نہ ہوگا اور ناک کے ف ۴ سخت بانسے میں اختلاف ہے کہ اگر خون دماغ سے اتر کر اُس میں بہا اور نرم بانسے تک نہ پہنچا تو ناقضِ وضو ہوگا یا نہیں۔ مشہور تر یہ ہے کہ وضو نہ جائے گا کہ ناک کا سخت حصہ بھی اندر سے یقیناً ←

مسئلہ ۱۳: زخم میں گڑھا پڑ گیا اور اس میں سے کوئی رطوبت چمکی مگر بہی نہیں تو وضو نہیں ٹوٹتا۔(14)

مسئلہ ۱۴: زخم سے خون وغیرہ نکلتا رہا اور یہ بار بار پونچھتا رہا کہ بہنے کی نوبت نہ آئی تو غور کرے کہ اگر نہ پونچھتا تو، بہ جاتا یا نہیں اگر بہ جاتا تو وضو ٹوٹ گیا ورنہ نہیں۔ یوہیں اگر مٹی یا راکھ ڈال ڈال کر سکھاتا رہا اس کا بھی وہی حکم ہے۔(15)

مسئلہ ۱۵: پھوڑا یا پھنسی نچوڑنے سے خون بہا، اگرچہ ایسا ہو کہ نہ نچوڑتا تو نہ بہتا جب بھی وضو جاتا رہا۔(16)

مسئلہ ۱۶: آنکھ، کان، ناف، پستان وغیرہا میں دانہ یا ناسور یا کوئی بیماری ہو، ان وُجوہ سے جو آنسو یا پانی بہے وضو توڑ دے گا۔(17)

باطنِ بدن میں داخل ہے والہذا وضو وغسل کسی میں اُس کا دھونا واجب نہیں، اور انسب یہ ہے کہ وضو کرلے کہ اس موضع کا دھونا اگرچہ واجب نہیں وضو وغسل دونوں میں سنّت تو ہے۔

ف ۱: مسئلہ ایک جلسے میں متفرق طور پر جتنا خون ابھرا یہ جمع ہو کر بہہ جاتا یا نہیں اس کا مدار اندازے پر ہے۔

ف ۲: مسئلہ ناپاک سرمہ لگایا اور کوئی نجاست آنکھ کے ڈھیلے کو پہنچی اس کا دھونا معاف ہے۔

ف ۳: مسئلہ خون یا پیپ آنکھ میں بہا مگر آنکھ سے باہر نہ گیا تو وضو نہ جائے گا اسے کپڑے سے پونچھ کر پانی میں ڈال دیں تو ناپاک نہ ہوگا۔

ف ۴: مسئلہ ناک کے سخت بانسے میں خون بہا اور نرم حصے میں نہ آیا تو مشہور تر یہ ہے کہ وضو نہ جائے گا۔

فتح القدیر میں ہے:

الخروج فی غیر السبیلین ھو تجاوز النجاسۃ الی موضع التطھیر فلو خرج من جرح فی العین دم فسال الی الجانب الاخر منھا لاینقض لانہ لایلحقہ حکم ھو وجوب التطھیر اوندبہ بخلاف مالو نزل من الراس الی مالان من الانف لانہ یجب غسلہ فی الجنابۃ ومن النجاسۃ فینقض۔

غیر سبیلین میں خروج یہ ہے کہ نجاست تطہیر کی جگہ تک تجاوز کر جائے تو اگر آنکھ کے اندر کوئی زخم ہے جس سے خون نکل کر آنکھ ہی میں دوسری جانب کو بہہ گیا تو وہ ناقضِ وضو نہیں اس لئے کہ اسے تطہیر کے وجوب یا استحباب کا کوئی حکم لاحق نہیں ہوتا بخلاف اس کے جو سر سے اتر کر ناک کے نرم بانسے تک آ گیا ہو اس لئے کہ غسلِ جنابت میں اور نجاست لگنے سے اس حصہ کو دھونا واجب ہوتا ہے تو وہ خون ناقضِ وضو ہوگا۔

(فتاوی رضویہ، جلد ۱۔ا، ص ۲۷۲۔۲۷۳ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(14) الفتاوی الرضویۃ، ج ۱، ص ۲۸۰

(15) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطھارۃ، الباب الاول فی الوضوء، الفصل الخامس، ج ۱، ص ۱۱۔
وردالمحتار، کتاب الطھارۃ، نواقض الوضوء، ج ۱، ص ۲۸۶، والفتاوی الرضویۃ، ج ۱، ص ۲۸۱۔

(16) الفتاوی الھندیۃ، المرجع السابق

(17) المرجع السابق، ص ۱۰

مسئلہ ۱۷: زخم یا ناک یا کان یا مونھ سے کیڑا یا زخم سے کوئی گوشت کا ٹکڑا (جس پر خون یا پیپ کوئی نجس رطوبت نہ بہی) کٹ کر گرا وضو نہیں ٹوٹے گا۔(18)

مسئلہ ۱۸: کان میں تیل ڈالا تھا اور ایک دن بعد کان یا ناک سے نکلا وضو نہ جائے گا یوہیں اگر مونھ سے نکلا جب بھی نقض نہیں ہاں اگر یہ معلوم ہو کہ دماغ سے اتر کر معدہ میں گیا اور معدہ سے آیا ہے تو وضو ٹوٹ گیا۔(19)

مسئلہ ۱۹: چھالا نوچ ڈالا اگر اس میں کا پانی بہ گیا وضو جاتا رہا ورنہ نہیں۔(20)

مسئلہ ۲۰: مونھ سے خون نکلا اگر تھوک پر غالب ہے وضو توڑ دے گا ورنہ نہیں۔

فائدہ: غلبہ کی شناخت یوں ہے کہ تھوک کا رنگ اگر سرخ ہو جائے تو خون غالب سمجھا جائے اور اگر زرد ہو تو مغلوب۔(21)

مسئلہ ۲۱: جونک یا بڑی کلی نے خون چوسا اور اتنا پی لیا کہ اگر خود نکلتا تو بہ جاتا وضو ٹوٹ گیا ورنہ نہیں۔(22)

مسئلہ ۲۲: اگر چھوٹی کلی یا جوں یا کھٹمل، مچھر، مکھی، پسّو نے خون چوسا تو وضو نہیں جائے گا۔(23)

مسئلہ ۲۳: ناک صاف کی اس میں سے جما ہوا خون نکلا وضو نہیں ٹوٹا۔(24)

مسئلہ ۲۴: نارو(25) سے رطوبت بہے وضو جاتا رہے گا اور ڈورا نکلا تو وضو باقی ہے۔(26)

---

(18) الدرالمختار، کتاب الطہارۃ، ج۱، ص۲۸۸

(19) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطہارۃ، الباب الأول في الوضوء، الفصل الخامس، ج۱، ص۱۰.

(20) المرجع السابق، ص۱۱

(21) المرجع السابق

(22) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطہارۃ، الباب الأول في الوضوء، الفصل الخامس، ج۱، ص۱۱
والدرالمختار، کتاب الطہارۃ، ج۱، ص۲۹۲

(23) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطہارۃ، الباب الأول في الوضوء، الفصل الخامس، ج۱، ص۱۱
والدرالمختار، کتاب الطہارۃ، ج۱، ص۲۹۲

(24) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطہارۃ، الباب الأول في الوضوء، الفصل الخامس، ج۱، ص۱۱

(25) ایک مرض کا نام جس میں آدمی کے بدن پر دانے ہوکر ان میں سے دھاگہ سا نکلا کرتا ہے۔

(26) اعلیٰ حضرت علیہ رحمۃ رب العزت فتاوی رضویہ میں لکھتے ہیں
جوہرہ نیرہ کی عبارت یہ ہے:
العرق المدنی ف۱ اذا خرج من البدن لاینقض لانه خیط لامائع واما الذی ف۲ یسیل منه ان کان ←

مسئلہ ۲۵: اندھے کی آنکھ سے جو رطوبت بوجہ مرض نکلتی ہے ناقضِ وضو ہے۔(27)

مسئلہ ۲۶: مونھ بھر قے کھانے یا پانی یا صفرا (کڑوا پانی) کی وُضو توڑ دیتی ہے۔(28)

فائدہ: مونھ بھر کے یہ معنے ہیں کہ اسے بے تکلّف نہ روک سکتا ہو۔(29)

مسئلہ ۲۷: بلغم کی قے وُضو نہیں توڑتی جتنی بھی ہو۔(30)

صافیا لاینقض قال فی الینابیع الماء الصافی الخ ۲۔

عرق مدنی (نارو کا ڈورا) بدن سے نکلے تو وضو نہ جائے گا اس لئے کہ وہ کوئی سیال چیز نہیں بلکہ ایک دھاگا ہے اور بدن سے جو بہتا ہو اگر صاف ہے تو ناقض نہیں۔ ینابیع میں کہا: صاف پانی الخ۔ (۲۔ الجوہرۃ النیرہ، کتاب الطہارۃ، مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱/ ۸)

ف ۱: مسئلہ بدن سے نارو کا ڈورا نکلنے سے وضو نہ جائے گا۔

ف ۲: مسئلہ نارو سے رطوبت بہے تو وضو جاتا ہے اگرچہ صاف سفید پانی ہو۔

یہاں بھی اگرچہ صحیح وہی ہے کہ صاف پانی بھی ناقض مگر نہ اس لئے کہ مطلقاً جو رطوبت مرض سے نکلے ناقض ہے بلکہ اُسی وجہ سے کہ دانوں آبلوں کے پانی میں ظن راجح یہی ہے کہ خون وریم رقیق ہوکر پانی ہوگئے کما اسلفنا عن الامام فقیہ النفس قاضی خاں (جیسا کہ امام فقیہ النفس قاضی خان سے نقل گزری۔ت) (فتاوی رضویہ، جلد ۱۔ا، ص ۳۶۴ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(27) الفتاوی الرضویۃ، ج۱، ص۲۷۱۔

(28) اعلیٰ حضرت علیہ رحمۃ رب العزت فتاوی رضویہ میں لکھتے ہیں

درمختار میں ہے: ینقضہ قیئ ملا فاہ من مرۃ اوطعام اوماء اذا وصل الی معدتہ وان لم یستقر وھو نجس مغلظ ولو من صبی ساعۃ ارتضاعہ وھو الصحیح لمخالطۃ النجاسۃ ولو ھو فی المریٔ فلا نقض اتفاقا ۳۔ اھ ملخصا۔

(۳۔ درمختار، نواقض الوضوء، مطبوعہ مجتبائی دہلی، ۱/ ۲۵)

صفرا نیز کھانے یا پانی کی قے منہ بھر وضو کو توڑ دیتی ہے جب وہ معدے تک پہنچے اگرچہ وہاں نہ ٹھہرے اور وہ نجاست غلیظہ ہے اگرچہ دُودھ پیتے بچّے کی ہو اور یہی صحیح ہے کیونکہ وہ نجاست سے مل جاتی ہے اور اگر وہ نرخرے میں رہے تو بالاتفاق وضو نہیں ٹوٹے گا اھ ملخصا۔

(فتاوی رضویہ، جلد ۱۔ا، ص ۳۶۴ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(29) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطہارۃ، الباب الاول فی الوضوء، الفصل الخامس، ج۱، ص۱۱۔

(30) بلغم کی قے

اعلیٰ حضرت علیہ رحمۃ رب العزت فتاوی رضویہ میں لکھتے ہیں

درمختار میں ہے:

لاینقضہ قیئ من بلغم علی المعتمد اصلا ۱۔ قولِ معتمد کی بنیاد پر بلغم کی قے اصلاً ناقضِ وضو نہیں۔

(۱۔ الدر المختار کتاب الطہارۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۶) ←

مسئلہ ۲۸: بہتے خون کی قے وُضو توڑ دیتی ہے جب تھوک سے مغلوب نہ ہو اور جما ہوا خون ہے تو وُضو نہیں جائے گا جب تک مونھ بھر نہ ہو۔(31)

مسئلہ ۲۹: پانی پیا اور معدے میں اُتر گیا، اب وہی پانی صاف شفاف قے میں آیا اگر مونھ بھر ہے وُضو ٹوٹ گیا اور وہ پانی نجس ہے اور اگر سینہ تک پہنچا تھا کہ اچھو (32) لگا اور نکل آیا تو نہ وہ ناپاک ہے نہ اس سے وُضو جائے۔(33)

حاشیہ علامہ طحطاوی میں ہے:

شامل للنازل من الرأس والصاعد من الجوف وقوله علی المعتمد راجع الی الثانی لان الاول بالاتفاق علی الصحیح ۲۔

یہ حکم سر سے اترنے والے اور معدہ سے چڑھنے والے دونوں قسم کے بلغم کو شامل ہے اور ان کا قول علی المعتمد (قول معتمد کی بنیاد) دوم (معدہ والے) کی طرف راجع ہے کیونکہ صحیح یہ ہے کہ اول میں وضو نہ ٹوٹنے کا حکم بالاتفاق ہے۔

(۲۔ حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار کتاب الطہارۃ المکتبۃ العربیہ کوئٹہ ۱/۷۹)

ردالمحتار میں ہے:

اصلا ای سواء کان صاعدا من الجوف اونازلا من الراس ح خلافا لابی یوسف فی الصاعد من الجوف الیہ اشار بقولہ علی المعتمد ولو اخرہ لکان اولی ۳۔ اھ ای لان تقدیمہ یوھم ان فی عدم النقض بالبلغم خلافا مطلقا ولیس کذلک فی الصحیح۔

اصلاً یعنی معدہ سے چڑھنے والا ہو یا سر سے اُترنے والا ___ ح ___ اور معدہ سے چڑھنے والے میں امام ابو یوسف کا اختلاف ہے۔ اس کی طرف لفظ علی المعتمد سے اشارہ کیا ہے، اگر اسے اصلاً کے بعد رکھتے تو بہتر تھا اھ۔ یعنی اس لئے کہ اسے پہلے رکھ دینے سے یہ وہم ہوتا ہے کہ بلغم سے وضو ٹوٹنے میں مطلقاً اختلاف ہے حالاں کہ برقولِ صحیح ایسا نہیں ہے۔

(۳۔ ردالمحتار کتاب الطہارۃ مطلب فی نواقض الوضوء دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۹۴)

نور الایضاح و مراقی الفلاح میں ہے:

عشرۃ اشیاء لاتنقض الوضوء منہا قیئ بلغم ولو کان کثیرالعدم تخلل النجاسۃ فیہ وھو طاھر ۱۔

(۱۔ مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی، کتاب الطہارۃ، فصل عشرۃ اشیاء لاتنقض الوضوء، دار الکتب العلمیہ بیروت، ص ۹۳۔ ۹۴)

دس چیزیں ناقضِ وضو نہیں ہیں ان میں سے ایک بلغم کی قے ہے اگرچہ زیادہ ہو، اس لئے کہ نجاست اس کے اندر نہیں جاتی اور وہ خود پاک ہے۔ (فتاوی رضویہ، جلد ۱۔ ۱، ص ۳۴۷۔ ۳۴۸ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(31) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الطہارۃ، مطلب: نواقض الوضوء، ج ۱، ص ۲۹۱۔

(32) سانس کی نالی میں پانی وغیرہ جانے سے جو کھانسی آنے لگتی ہے۔

(33) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطہارۃ، الباب الأول فی الوضوء، الفصل الخامس، ج ۱، ص ۱۱، والبحر الرائق، کتاب الطہارۃ، ج ۱، ص ۶۷

مسئلہ ۳۰: اگر تھوڑی تھوڑی چند بار قے آئی کہ اس کا مجموعہ مونھ بھر ہے تو اگر ایک ہی متلی سے ہے تو وضو توڑ دے گی اور اگر متلی جاتی رہی اور اس کا کوئی اثر نہ رہا پھر نئے سرے سے متلی شروع ہوئی اور قے آئی اور دونوں مرتبہ کی علیحدہ علیحدہ مونھ بھر نہیں مگر دونوں جمع کی جائیں تو مونھ بھر ہو جائے تو یہ ناقضِ وضو نہیں، پھر اگر ایک ہی مجلس میں ہے تو وضو کر لینا بہتر ہے۔(34)

مسئلہ ۳۱: قے میں صرف کیڑے یا سانپ نکلے وضو نہ جائے گا اور اگر اس کے ساتھ کچھ رطوبت بھی ہے تو دیکھیں گے مونھ بھر ہے یا نہیں۔ مونھ بھر ہے تو ناقض ہے ورنہ نہیں۔(35)

مسئلہ ۳۲: سو جانے سے وضو جاتا رہتا ہے بشرطیکہ دونوں سرین خوب نہ جمے ہوں اور نہ ایسی ہیأت پر سویا ہو جو غافل ہو کر نیند آنے کو مانع ہو مثلاً اکڑوں بیٹھ کر سویا یا چت یا پٹ یا کروٹ پر لیٹ کر یا ایک کہنی پر تکیہ لگا کر یا بیٹھ کر سویا مگر ایک کروٹ کو جھکا ہوا کہ ایک یا دونوں سرین اٹھے ہوئے ہیں یا ننگی پیٹھ پر سوار ہے اور جانور ڈھال (نیچائی) میں اُتر رہا ہے یا دو زانو بیٹھا اور پیٹ رانوں پر رکھا کہ دونوں سرین جمے نہ رہے یا چار زانو ہے اور سر رانوں پر یا پنڈلیوں پر ہے یا جس طرح عورتیں سجدہ کرتی ہیں اسی ہیأت پر سو گیا ان سب صورتوں میں وضو جاتا رہا اور اگر نماز میں ان صورتوں میں سے کسی صورت پر قصداً سویا تو وضو بھی گیا، نماز بھی گئی وضو کر کے سرے سے نیت باندھے اور بلا قصد سویا تو وضو جاتا رہا نماز نہیں گئی۔ وضو کر کے جس رکن میں سویا تھا وہاں سے ادا کرے اور از سرِ نو پڑھنا بہتر ہے۔(36)

مسئلہ ۳۳: دونوں سُرین زمین یا کرسی یا بنچ پر ہیں اور دونوں پاؤں ایک طرف پھیلے ہوئے یا دونوں سرین پر بیٹھا ہے اور گھٹنے کھڑے ہیں اور ہاتھ پنڈلیوں پر محیط ہوں خواہ زمین پر ہوں، دو زانو سیدھا بیٹھا ہو یا چار زانو پالتی مارے یا زین پر سوار ہو یا ننگی پیٹھ پر سوار ہے مگر جانور چڑھائی پر چڑھ رہا ہے یا راستہ ہموار ہے یا کھڑے کھڑے سو گیا یا رکوع کی صورت پر یا مردوں کے سجدہ مسنونہ کی شکل پر تو ان سب صورتوں میں وضو نہیں جائے گا اور نماز میں اگر یہ صورتیں پیش آئیں تو نہ وضو جائے نہ نماز، ہاں اگر پورا رکن سوتے ہی میں ادا کیا تو اس کا اعادہ ضروری ہے اور اگر جاگتے میں شروع کیا پھر سو گیا تو اگر جاگتے میں بقدرِ کفایت ادا کر چکا ہے تو وہی کافی ہے ورنہ پورا کر لے۔(37)

---

(34) الدر المختار ورد المحتار، کتاب الطہارۃ، مطلب في حکم کي الحمصۃ، ج۱، ص۲۹۳

(35) الدر المختار ورد المحتار، کتاب الصلاۃ، مطلب: نواقض الوضوء، ج۱، ص۲۹۰

(36) الفتاوی الرضویۃ، ج۱، ص۳۶۵۔۳۶۷، وغیرہ

(37) الفتاوی الرضویۃ، ج۱، ص۳۶۵۔۳۶۷، وغیرہ

مسئلہ ۳۴: اگر اس شکل پر سویا جس میں وُضو نہیں جاتا اور نیند کے اندر وہ ہیأت پیدا ہوگئی جس سے وُضو جاتا رہتا ہے تو اگر فوراً بلا وقفہ جاگ اٹھا وُضو نہ گیا ورنہ جاتا رہا۔(38)

مسئلہ ۳۵: گرم تنور کے کنارے پاؤں لٹکائے بیٹھ کر سو گیا تو وُضو کر لینا مناسب ہے۔(39)

مسئلہ ۳۶: بیمار لیٹ کر نماز پڑھتا تھا نیند آگئی وُضو جاتا رہا۔(40)

مسئلہ ۳۷: اُونگھنے یا بیٹھے بیٹھے جھونکے لینے سے وُضو نہیں جاتا۔(41)

مسئلہ ۳۸: جھوم کر گر پڑا اور فوراً آنکھ کھل گئی وُضو نہ گیا۔(42)

مسئلہ ۳۹: نماز وغیرہ کے انتظار میں بعض مرتبہ نیند کا غلبہ ہوتا ہے اور یہ دفع کرنا چاہتا ہے تو بعض وقت ایسا غافل ہو جاتا ہے کہ اس وقت جو باتیں ہوئیں ان کی اسے بالکل خبر نہیں بلکہ دو تین آواز میں آنکھ کھلی اور اپنے خیال میں یہ سمجھتا ہے کہ سویا نہ تھا اس کے اس خیال کا اعتبار نہیں اگر معتبر شخص کہے کہ تُو غافل تھا، پکارا جواب نہ دیا یا باتیں پوچھی جائیں اور وہ نہ بتا سکے تو اس پر وُضو لازم ہے۔(43)

فائدہ: انبیاء علیہم السلام کا سونا ناقضِ وُضو نہیں ان کی آنکھیں سوتی ہیں دل جاگتے ہیں(44)۔

---

(38) الفتاوی الرضویۃ، ج۱، ص۳۶۷

(39) المرجع السابق، ص۴۲۵

(40) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطہارۃ، الباب الاول فی الوضوء، الفصل الخامس، ج۱، ص۱۲.

(41) الفتاوی الرضویۃ، ج۱، ص۳۶۷

(42) المرجع السابق

(43) المرجع السابق

(44) اعلیٰ حضرت، امامِ اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

الخامسة النوم فانه ليس بنفسه حدثا بل لما عسى ان يخرج وعليه العامة بل حكى فى التوشيح الاتفاق عليه وهو الحق لحديث ان العينين وكاء السه اه ولذا لم ينتقض عليه وضوؤه صلى الله تعالى عليه وسلم بالنوم كما ثبت فى الصحيحين اه عن ابن عباس رضى الله تعالى عنهما

افادہ خامسہ: نیند بذاتِ خود حدث نہیں بلکہ خروجِ ریح کا گمان غالب ہونے کی وجہ سے حدث ہے اسی پر عامہ علماء ہیں بلکہ توشیح میں اس پر اجماع واتفاق کی حکایت کی ہے اور یہی حق ہے اس لئے کہ حدیث میں ہے کہ آنکھ مقعد کا بندھن ہے اسی لئے حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا وضو نیند سے نہیں ٹوٹتا جیسا کہ صحیحین (بخاری ومسلم) میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ثابت ہے۔

ف: مسئلہ، نیند خود ناقضِ وضو نہیں بلکہ اس وجہ سے کہ سوتے میں خروجِ ریح کا ظن غالب ہے۔ ←

....

ف ۲: مسئلہ، انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا وضو سونے سے نہ جاتا۔

(اے تاریخ بغداد، ترجمہ بکر بن یزید ۳۵۲۷، دار الکتاب العربی بیروت، ۷ / ۹۲) (سنن الدار قطنی، باب فیما روی فیمن نام قاعدا الخ، حدیث ۵۸۶، دار المعرفہ بیروت، ۱ / ۳۷۷) (اے صحیح البخاری، کتاب الوضوء، ۱ / ۲۷ و ۳۰، و کتاب الاذان، ۱ / ۱۱۹، و ابواب الوتر ۱ / ۱۳۵ قدیمی کتب خانہ کراچی) (مسند احمد بن حنبل، عن ابن عباس، المکتب الاسلامی بیروت، ۱ / ۲۸۳) (صحیح مسلم، کتاب صلوٰۃ المسافرین، باب صلوٰۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ ودعاؤ باللیل، قدیمی کتب خانہ کراچی، ۱ / ۲۶۰)

وذلک لقولہ ف صلی اللہ علیہ تعالیٰ علیہ وسلم ان عینی تنامان ولا ینام قلبی رواہ الشیخان ۲؎ عن ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا وعدوہ من خصائصہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کما فی الفتح عن القنیۃ ۳؎

اور اس کا سبب حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد ہے بیشک میری آنکھیں سوتی ہیں اور دل نہیں سوتا ۔اسے شیخین (بخاری ومسلم) نے ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا اور اسے علماء نے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے خصائص سے شمار کیا ہے جیسا کہ فتح القدیر میں قنیہ سے منقول ہے۔

ف: انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی آنکھیں سوتی ہیں دل کبھی نہیں سوتا۔

(۲ے صحیح مسلم، کتاب صلوٰۃ المسافرین، باب صلوٰۃ اللیل وعدد رکعات النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ ودعاؤ باللیل، قدیمی کتب خانہ کراچی، ۱ / ۲۵۴)

قلت ای بالنسبۃ الی الامۃ والا فالانبیاء جمیعا کذلک علیہم الصلاۃ والسلام لحدیث الصحیحین عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الانبیاء تنام اعینہم ولا تنام قلوبہم ۱؎ فاندفع فـ ما فی کشف الرمز ان مقتضی کونہ من الخصائص ان غیرہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من الانبیاء علیہم الصلاۃ والسلام لیس کذلک ۲؎ اھ

قلت یعنی امت کے لحاظ سے سرکار کی یہ خصوصیت ہے ورنہ تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا یہی وصف ہے اس لئے کہ صحیحین میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے انبیاء کی آنکھیں سوتی ہیں دل نہیں سوتے، تو (خصوصیت بہ نسبت امت مراد لینے سے) وہ شبہ دور ہو گیا جو کشف الرمز میں پیش کیا ہے کہ اس امر کے خصائص سرکار سے ہونے کا مقتضا یہ ہے کہ سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ دیگر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا یہ حال نہیں اھ

ف: تطفل علی العلامۃ المقدسی۔ (اے صحیح البخاری کتاب المناقب باب کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم تنام عینہ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱ / ۵۰۴) (کنز العمال بحوالہ الدیلمی عن انس حدیث ۳۲۲۴۸ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱ / ۴۷۷) (۲ے فتح المعین بحوالہ کشف الرمز، کتاب الطہارۃ، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱ / ۴۷)

وھل یجوز ان فـ۲ یکون ذلک لاحد من اکابر الامۃ وراثۃ منہ صلی اللہ علیہ وسلم قال المولی ملک العلماء بحر العلوم عبد العلی محمد رحمہ اللہ تعالیٰ فی الارکان الاربعۃ ان قال احد ان کان فی اتباع رسول اللہ صلی ←

اللہ علیہ وسلم من بلغ رتبۃ لایغفل فی نومہ بقلبہ انما تغفل عیناہ بیمن اتباعہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کالشیخ الامام محی الدین عبدالقادر الجیلانی قدس سرہ وغیرہ ممن وصل الی ہذہ الرتبۃ وان لم یصل مرتبتہ رضی اللہ تعالٰی عنہ لم یکن قولہ بعیدا عن الصواب فافہم ا ہ [1]

کیا یہ ہوسکتا ہے کہ سرکار اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کی وارثت کے طور پر ان کی امت کے اکابر میں سے کسی کو یہ وصف مل جائے؟

ملک العلما بحر العلوم مولانا عبدالعلی محمد رحمۃ اللہ تعالٰی ارکان اربعہ میں لکھتے ہیں: اگر کوئی یہ کہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کے متبعین میں سے کوئی اس رتبہ کو پہنچ گیا تھا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کی اتباع کی برکت سے نیند میں اس کا دل غافل نہ ہوتا صرف اس کی آنکھیں غافل ہوتیں، جیسے امام محی الدین شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ اور ان کے علاوہ وہ اکابر جن کا یہ وصف رہا ہو اگر چہ غوث اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے مرتبے تک ان کی رسائی نہ ہو، تو یہ قول حق سے بعید نہ ہوگا، فافہم اھ۔

ف ۲: ملک العلماء بحر العلوم مولانا عبدالعلی نے فرمایا کہ اگر کہا جائے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کی وراثت سے حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کو بھی یہ مرتبہ تھا کہ حضور کا وضو سونے سے نہ جاتا، آنکھیں سوتیں دل بیدار رہتا، اور اکابر اولیاء جو اس مرتبہ تک پہنچے ہوں اگر چہ حضور غوث اعظم کے مراتب تک نہیں پہنچ سکتے تو یہ کہنا حق سے بعید نہ ہوگا، اور مصنف کا حدیث سے اس کی تائید کرنا۔

([1] رسائل الارکان، الرسالۃ الاولی فی الصلوۃ، فصل فی الوضو، مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ، ص ۱۸)

اقول لیس من الشرع حجر فی ذلک انہ لایجوز الا لنبی والامر فیہ وجدانی یعلمہ من یرزقہ فلاوجہ للانکار وقد اخرج الترمذی وقال حسن عن ابی بکرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یمکث ابو الدجال وامہ ثلثین عاما لایولد لہما ولد ثم یولد لہما غلام اعور اضر شیئ واقلہ منفعۃ تنام عیناہ ولاینام قلبہ [2] الحدیث۔

اقول شریعت سے اس بارے میں کوئی روک نہیں کہ یہ نبی کے سوا اور کے لئے نہیں ہوسکتا۔ یہ معاملہ وجدان کا ہے جسے یہ نصیب ہو وہی اس سے آشنا ہوگا تو انکار کی کوئی وجہ نہیں۔ ترمذی نے حسن بتاتے ہوئے۔ حضرت ابوبکرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی ہے انہوں نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: دجال کا باپ اور اس کی ماں تیس سال تک اسی حال میں رہیں گے کہ ان کے ہاں کوئی بچہ پیدا نہ ہوگا پھر ان کے ایک لڑکا پیدا ہوگا جو ایک آنکھ کا ہوگا ہر چیز سے زیادہ ضرر والا اور سب سے کم نفع والا، اس کی آنکھیں سوئیں گی اور اس کا دل نہ سوئے گا۔ الحدیث۔ ([2] رسائل الارکان الرسالۃ الاولی فی الصلوۃ فصل فی الوضو مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ ص ۱۸)

وفیہ ولادۃ ابن صیاد وقول والدیہ الیہودیین ولد لنا غلام اعور اضر شیئ واقلہ منفعۃ تنام عیناہ ولاینام قلبہ [1] وفیہ قولہ عن نفسہ نعم تنام عینای ولاینام قلبی [2]۔

اور اس حدیث میں ابن صیاد کے پیدا ہونے اور اس کے یہودی ماں باپ کے یہ کہنے کا بھی ذکر ہے کہ ہمارے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا ہے جو ایک آنکھ کا ہے ہر چیز سے زیادہ ضرر والا اور سب سے کم نفع والا، اس کی آنکھیں سوتی ہیں اور اس کا دل نہیں سوتا۔ اور اس میں خود ←

....

ابن صیاد کا اپنے متعلق یہ قول مذکور ہے کہ ہاں میری آنکھیں سوتی ہیں اور میرا دل نہیں سوتا۔

(۱۔ سنن الترمذی، کتاب الفتن، باب ماجاء فی ذکر ابن صیاد، حدیث ۲۲۵۵، دار الفکر بیروت، ۴/ ۱۰۹)(۲۔ سنن الترمذی، کتاب الفتن، باب ماجاء فی ذکر ابن صیاد، حدیث ۲۲۵۵، دار الفکر بیروت، ۴/ ۱۰۹)

قال القاری قال القاضی رحمھما اللہ تعالٰی ای لاتنقطع افکارہ الفاسدۃ عنہ عند النوم لکثرۃ وساوسہ وتخیلاتہ وتواتر مایلقی الشیطان الیہ کما لم یکن ینام قلب النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من الافکار الصالحۃ بسبب ماتواتر علیہ من الوحی والالہام ۳؎ اھ

مولانا علی قاری لکھتے ہیں کہ قاضی عیاض رحمہما اللہ تعالٰی نے فرمایا، یعنی سونے کے وقت بھی اس کے فاسد خیالات کا سلسلہ اس سے منقطع نہ ہوگا کیونکہ اس کے لئے وسوسوں اور خیالات کی کثرت ہوگی متواتر و مسلسل شیطان اسے یہ سب القا کرتا رہے گا جیسے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کا قلب ان کے صالح و پاکیزہ افکار سے خوابیدہ نہ ہوتا کیونکہ مسلسل ان پر وحی والہام ہوتا رہتا اھ۔

(۳۔ مرقاۃ المفاتیح، کتاب الفتن، باب قصہ ابن صیاد، تحت الحدیث ۵۵۰۳، المکتبۃ الحبیبیہ کوئٹہ، ۹/ ۴۳۴)

اقول لقد ثقلت فھذہ الکاف علی واحسن منہ قول مرقاۃ الصعود ان ھذا کان من المکر بہ لیستیقظ القلب فی الفجور والمفسدۃ لیکون ابلغ فی عقوبتہ بخلاف استیقاظ قلب المصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فانہ فی المعارف الالٰہیۃ ومصالح لاتحصی فھو رافع لدرجاتہ ومعظم لشانہ ۱؎ اھ

اقول یہ جیسے مجھ پر گراں گزر رہا ہے، اس سے بہتر مرقاۃ الصعود میں امام جلال الدین سیوطی کی عبارت ہے وہ لکھتے ہیں: یہ اس کے ساتھ خفیہ تدبیر تھی کہ فساد و فجور میں اس کا دل بیدار رہے تاکہ اس کا عقاب بھی سخت تر ہو بخلاف قلب مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کی بیداری کے کہ وہ معارف الٰہیہ اور مصالح بے حد و شمار میں ہوتی وہ ان کے درجات کی بلندی اور شان گرامی کی عظمت کا سبب تھی اھ۔

ف: تطفل علی الامام القاضی عیاض والعلامۃ علی القاری۔ (۱۔ مرقاۃ الصعود الی سنن ابی داؤد للسیوطی)

وبالجملۃ اذا جاز ھذا للدجال ولابن صیاد استدراجالھما فلان یجوز لکبراء الامۃ بوراثۃ المصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اولی واحری۔

الحاصل جب یہ بطور استدراج دجال اور ابن صیاد کے لئے ہوسکتا ہے تو مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کی وراثت میں ان کی امت کے بزرگوں کے لئے بدرجہ اولٰی ہوسکتا ہے۔

ثم رأیت العارف باللہ سیدی عبدالوھاب الشعرانی قدس سرہ الربانی نقل فی المبحث الثانی والعشرین من کتاب الیواقیت والجواھر عن سیدی الشیخ محمد المغربی رحمہ اللہ تعالٰی انہ کان رضی اللہ تعالٰی عنہ یقول ان من ادعی رؤیۃ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کما رأتہ الصحابۃ فھو کاذب وان ادعی انہ یراہ بقلبہ حال کون القلب یقظانا فھذا لایمنع منہ وذلک لان من بالغ فی کمال الاستعداد بتنطیف القلب من ←

....

الرذائل المذمومة حتی من خلاف الاولی صار محبوباللحق تعالی واذا احب الحق تعالی عبدا کان فی نومه من کثرۃ نورانیة قلبه کانه یقظان ا۔الخ

پھر میں نے دیکھا کہ عارف باللہ سیدی عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ الربانی نے اپنی کتاب الیواقیت والجواہر فی عقائد الاکابر کے بائیسویں بحث میں سیدی شیخ محمد مغربی رحمہ اللہ تعالی سے نقل کیا ہے کہ یہ حضرت شیخ رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے تھے کہ جو یہ دعوی کرے کہ اس نے رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کو اس طرح دیکھا ہے جیسے صحابہ کرام نے دیکھا تو وہ جھوٹا ہے۔ اور اگر یہ دعوی کرے کہ وہ قلب کے بیدار ہونے کی حالت میں اپنے قلب سے حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کو دیکھتا ہے تو اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ اور اس لئے کہ جو شخص بری عادات یہاں تک کہ خلاف اولی سے بھی دل کو صاف ستھرا کر کے کمال استعداد پیدا کر لے وہ حق تعالی کا محبوب بن جاتا ہے اور جب حق تعالی کسی بندے کو محبوب بنالیتا ہے تو وہ اپنی نورانیت قلب کی فراوانی کی وجہ سے خواب کی حالت میں بھی گویا بیدار ہوتا ہے الخ۔اھ۔(ا۔الیواقیت والجواھر، المبحث الثانی والعشرون، داراحیاء التراث العربی بیروت، ۱/ ۲۳۹)

ثم رأیت وللہ الحمد ماھو اصرح قال سیدنا الشیخ الاکبر رضی اللہ تعالی عنه فی الباب الثامن والتسعین من الفتوحات المکیة من شرط الولی الکامل ان لاینام له قلب بحکم الارث لرسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم وذلك لان الکامل مطالب بحفظ ذاته الباطنة عن الغفلة کما یحفظ ذاته الظاھر ۲۔اھ ونقله المولی الشعرانی فی الکبریت ۳۔الاحمر مقرا علیه واللہ تعالی اعلم

پھر میں نے اس سے بھی زیادہ صریح دیکھا۔ وللہ الحمد۔ سیدنا شیخ اکبر رضی اللہ تعالی عنہ فتوحات مکیہ کے باب ۹۸ میں لکھتے ہیں: ولی کامل کی شرط یہ ہے کہ بحکم وراثت رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم اس کا قلب نہ سوئے اس لئے کہ کامل سے اس امر کا مطالبہ ہے کہ وہ اپنی ذات باطن کو غفلت سے محفوظ رکھے جیسے اپنی ذات ظاہر کو بیداری کے ذریعہ محفوظ رکھتا ہے اھ۔ اسے امام شعرانی نے کبریت احمر میں نقل کر کے برقرار رکھا ہے واللہ تعالی اعلم (۲۔الفتوحات المکیة، الباب الثامن والتسعون فی معرفة مقام السھر، داراحیاء التراث العربی بیروت، ۲/ ۱۸۲)(۳۔الکبریت الاحمر مع الیواقیت والجواہر، داراحیاء التراث العربی بیروت، ۱/ ۲۲۸و۲۲۹)

ثم وقع ف الخلف بینھم فی سائر النواقض سوی النوم ھل تکون ناقضة من الانبیاء علیھم الصلوۃ والسلام ام لا۔

پھر ان حضرات کے درمیان یہ اختلاف ہوا کہ نیند کے سوا دیگر نواقض سے انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کا وضو جاتا یا نہیں؟

ف: مسئلہ نیند کے سوا باقی اور نواقض سے بھی انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کا وضو جاتا یا نہیں، اس میں اختلاف ہے، علامہ قہستانی وغیرہ نے فرمایا انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کا وضو کسی طرح نہ جاتا اور مصنف کی تحقیق کہ نواقض حکمیہ مثل خواب وغشی سے نہ جاتا اور نواقض حقیقیہ مثل بول وغیرہ سے ان کی عظمت شان کے سبب جاتا رہتا۔

اقول ای ما امکن منھا علیھم لا کجنون ف ا اوقھقھة ف ۲ فی الصلاۃ وماضاھا ھما ف ۳ ھو محال علیھم ←

....

صلوات اللہ تعالی وسلامہ علیہم ففی الدر المختار العتہ ف۲ لاینقض کنوم الانبیاء علیہم الصلاۃ والسلام وھل ینقض اغماؤھم وغشیھم ظاھر کلام المبسوط نعم ا ۱ھ واعترضہ السید علی الازھری بعبارۃ القہستانی لانقض من الانبیاء علیھم الصلاۃ والسلام فلاحاجۃ الی تخصیص النوم بعدم النقض وحینئذ یکون وضوؤھم تشریعا للامم ۲ ۱ھ۔

اقول مراد وہ نواقض ہیں جو حضرات انبیاء علیہم السلام کے لئے ممکن ہیں وہ نہیں جو ان کے لئے محال ہیں صلوات اللہ تعالی وسلامہ علیہم، جیسے جنون یا نماز میں قہقہہ اور اس کے مثل۔ درمختار میں ہے عتہ (جنون سے کم درجہ کا ایک دماغی خلل) کسی کے لئے ناقض وضو نہیں، جیسے انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کی نیند ناقض وضو نہیں۔ ان حضرات کے لئے اغماء اور بیہوشی ناقض ہے یا نہیں؟ مبسوط کا کلام اثبات میں ہے اھ۔ اس پر سید علی ازہری نے قہستانی کی یہ عبارت پیش کی: انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کا وضو کسی طرح نہ جاتا۔ اور درمختار پر اعتراض کیا کہ جب حکم عام ہے تو نیند کے ساتھ خاص کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ اور اس صورت میں ان حضرات کا وضو فرمانا امتوں کے لئے شریعت جاری کرنے اور قانون بنانے کے لئے تھا اھ۔

ف۱: مسئلہ جنون سے وضو جاتا رہتا ہے۔

ف۲: مسئلہ نماز جنازہ کے سوا اور نماز میں بالغ آدمی جاگتے میں ایسا ہنسے کہ اوروں تک ہنسی کی آواز پہنچے تو وضو بھی جاتا رہے گا۔

ف۳: مسئلہ بعض نواقض وضوء انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے لئے یوں ناقض نہیں کہ ان کا وقوع ہی ان سے محال ہے جیسے جنون یا نماز میں قہقہہ۔

ف۴: مسئلہ بوہرا ہو جانا یعنی دماغ میں معاذ اللہ خلل پیدا ہو رہے فاسد ہو جائے آدمی کبھی عاقلوں کی سی باتیں کرے کبھی پاگلوں کی سی، مگر مجنون کی طرح لوگوں کو مارتا گالیاں دیتا نہ ہو تو اس حالت کے پیدا ہونے سے وضو نہیں جاتا۔

(۱۔ الدر المختار، کتاب الطہارۃ، مطبع مجتبائی دہلی، ۱/ ۲۷) (۲۔ حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار، کتاب الطہارت، المکتبۃ العربیۃ کوئٹہ، ۱/ ۸۲) (فتح المعین، کتاب الطہارت، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی، ۱/ ۴۷)

وتبعہ ولدہ السید ابو السعود لکن استثنی الاغماء والغشی بدلیل ماعن المبسوط قال واصرح منہ ماوجدتہ بخط شیخنا (ای ابیہ) حیث قال ونوم الانبیاء لاینقض واغماؤھم وغشیھم ناقض ا ۱ھ قال والحاصل ان ماذکرہ القہستانی من تعمیم عدم النقض بالنسبۃ لما عدا الاغماء والغشی والا یلزم ان یکون کلامہ منافیا لما سبق عن المبسوط ۲ ۱ھ

اس کلام پر ان کے فرزند سید ابو السعود نے بھی ان کا اتباع کیا مگر عبارت مبسوط کے پیش نظر اغماء اور غشی کا استثناء کیا اور فرمایا اس سے زیادہ صریح وہ ہے جو میں نے اپنے شیخ یعنی اپنے والد کی تحریر میں پایا انہوں نے لکھا ہے کہ انبیاء کی نیند ناقض نہیں اور ان کا اغما اور غشی ناقض ہے اھ۔ انہوں نے کہا کہ حاصل یہ ہے کہ قہستانی نے وضو نہ جانے کا حکم جو عام بتایا ہے وہ اغما و غشی کے ماسوا کے لئے ہے ورنہ لازم ←

....

آئے گا کہ ان کا کلام مبسوط کی سابقہ عبارت کے مخالف ہو اھ۔

(۱؎ فتح المعین، کتاب الطہارۃ، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی، ۱/۴۷) (۲؎ فتح المعین، کتاب الطہارۃ، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی، ۱/۴۷)

ورأیتنی کتبت علیه اقول اولاف۱ لاغروفی المنافاۃ بعد اختلاف الروایات وثانیا لایظهر ولن یظهر ف۲ وجه اصلا یفید النقض بالغشی والاغماء لابالفضلات بل الظاهر ان الغشی والاغماء لابالفضلات بل الظاهر ان الغشی والاغماء مثل النوم لان النقض بهما انما هو حکما لما عسی ان یخرج فالظاهر عدم نقض وضوئهم صلی الله تعالٰی علیهم وسلم بهما مثله وان قیل بالنقض بمثل البول لالانه منهم نجس حقیقة بل لانه نجس فی حقهم خاصة لعظم شانهم وعلو مکانهم علیهم الصلاۃ والسلام ابدا من رحمانهم ا؎ اھ۔

میں نے اس پر یہ حاشیہ لکھا ہے اقول، اولا روایات میں اختلاف ہونے کی صورت میں اگر منافات ہوگئی تو کوئی حیرت کی بات نہیں ثانیا کوئی ایسی وجہ ظاہر نہیں اور نہ ہرگز کبھی ظاہر ہوگی جو یہ افادہ کرے کہ فضلات سے تو وضو نہ جائے اور غشی واغما سے چلا جائے بلکہ ظاہر یہ ہے کہ غشی اور اغما نیند کی طرح ہیں اس لئے کہ ان دونوں سے وضو ٹوٹنے کا حکم خروج ریح کے گمان غالب کے باعث ہے تو ظاہر یہ ہے۔ کہ نیند کی طرح ان دونوں سے بھی حضرات انبیاء صلی اللہ تعالٰی علیہم وسلم کا وضو نہ جائے، اگر چہ پیشاب جیسی چیز سے وضو جانے کا حکم کیا جائے اس وجہ سے نہیں کہ ان سے یہ حقیقۃً نجس ہے بلکہ ان کی عظمت شان اور بلندی مرتبت کی وجہ سے خاص ان کے حق میں حکماً نجس ہے ان پر ان کے رب رحمن کی طرف سے دائمی درود وسلام ہو۔ اھ حاشیہ ختم

ف۱: تطفل علی سیدابو السعود. ف۲: تطفل اخر علیه. (۱؎ حواشی فتح المعین للامام احمد رضا قلمی فوٹو ص۱)

ثم رأیت العلامة ط نقل فی حاشیة المراقی بعد جزمه ان لانقض من الانبیاء علیهم الصّلاۃ والسلام (ماینحو منحی بعض ماذکرت حیث قال) بحث فیه بعض الحذاق بانه اذا کان الناقض الحقیقی المتحقق غیر ناقض فالحکمی المتوهم اولی علی ان مافی المبسوط لیس بصریح ولوسلم فیحمل علی انه روایة ۲؎ اھ واعتمد فی حاشیة الدر مامشی علیه ابو السعود قال وظاهرہ ان الاغماء والغشی نفسهما ناقضان لاما لایخلوان عنه والالکانا غیر ناقضین فی حقهم ایضا ۳؎ اھ

پھر میں نے دیکھا کہ علامہ طحطاوی نے مراقی الفلاح کے حاشیہ میں پہلے تو اس پر جزم کیا کہ کسی چیز سے انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کا وضو نہ جاتا پھر کچھ ویسا ہی کلام ذکر کیا جو میں نے لکھا، وہ فرماتے ہیں اس میں بعض ماہرین نے بحث کی ہے کہ جب ناقض حقیقی متحقق ناقض نہیں تو حکمی متوہم بدرجہ اولٰی نہ ہوگا علاوہ ازیں مبسوط کی عبارت صریح نہیں اگر چہ مان بھی لی جائے تو اس پر محمول ہوگی کہ وہ ایک روایت ہے اھ اور انہوں نے درمختار کے حاشیہ میں اس پر اعتماد کیا ہے جس پر ابو السعود گئے، لکھتے ہیں، اور ظاہر یہ ہے کہ اغما وغشی بذات خود حدث ہیں اس ظن ریح کے باعث نہیں جس سے یہ دونوں خالی نہیں ہوتے ورنہ ان حضرات کے حق میں یہ دونوں بھی ناقض نہ ہوتے۔ اھ

(۲؎ حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح، فصل ینقض الوضوء، دار الکتب العلمیہ بیروت، ص ۹۰ و ۹۱) (۳؎ حاشیۃ الطحطاوی علی ←

....

الدرالمختار، کتاب الطہارۃ، المکتبۃ العربیۃ کوئٹہ ۱ / ۸۲)

اقول هذا فـ ان تم يصلح جوابا عن بحث بعض الحذاق لكن فـ۱ الذى عليه كلمات العلماء عدهما كالنوم من النواقض الحكمية وهو مفاد الهداية حيث علل الاغماء بالاسترخاء ونقل العلامه ش عن ابن عبد الرزاق عن المواهب اللدنية نبه السبكى على ان اغماء هم فـ۲ عليهم الصلاة والسلام يخالف اغماء غيرهم وانما هو عن غلبة الاوجاع للحواس الظاهرة دون القلب وقد ورد تنام اعينهم لاقلوبهم فاذا حفظت قلوبهم من النوم الذى هو اخف من الاغماء فمنه بالاولى ۱ اھ وبه يتجه البحث۔

اقول یہ کلام اگر تام ہو تو بعض ماہرین کی اس بحث کا جواب ہو سکتا ہے۔لیکن کلمات علماء جس پر ہیں وہ یہی ہے کہ ان دونوں کا شمار نواقض حکمیہ میں ہے یہی ہدایہ کا بھی مفاد ہے اس لئے کہ اغما کے ناقض ہونے کی علت۔استرخا بتائی علامہ شامی نے ابن عبدالرزاق کے حوالے سے مواہب لدنیہ سے نقل کیا ہے کہ علامہ سبکی نے اس پر تنبیہ فرمائی کہ انبیاء علیہم السلام کو غش آنا دوسروں کے برخلاف ہے ان کا اغما قلب پر نہیں بلکہ صرف حواس ظاہرہ پر درد وتکلیف کے غلبہ سے ہوتا ہے اور حدیث میں وارد ہے کہ ان کی آنکھیں سوتی ہیں اور دل نہیں سوتے تو جب ان کے قلب اغما سے ہلکی چیز نیند سے محفوظ رکھے گئے تو اغما سے بدرجہ اولی محفوظ ہوں گے اھ اس سے اس بحث کی وجہ اور دلیل ظاہر ہوجاتی ہے۔

فـ:معروضة على العلامة۔

ف۱:مسئلہ،غشی وبیہوشی سے وضو جاتا ہے مگر یہ خود ناقض وضو نہیں بلکہ اسی ظن خروج ریح وغیرہ کے سبب سے۔

ف۲:غشی انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے جسم ظاہری پر بھی طاری ہوسکتی دل مبارک اس حالت میں بھی بیدار وخبردار رہتا۔

(۱؎ ردالمحتار، کتاب الطہارۃ، مطلب نوم الانبیاء غیر ناقض، داراحیاء التراث العربی بیروت ۱ / ۹۷)

قلت والعجب فـ۳ ان السيد ط ذكره هذا الاستظهار عاد فاورد البحث ثم قال هذا ينافى ما ذكره الملا على القارى فى شرح الشفاء من الاجماع على انه صلى الله تعالى عليه وسلم فى نواقض الوضوء كالامة الا ماصح من استثناء النوم لانه كان صلى الله تعالى عليه وسلم تنام عيناه ولاينام قلبه وقد حكى فى الشفاء قولين بالطهارة والنجاسة فى الحدثين منه صلى الله تعالى عليه وسلم ۱ اھ۔

قلت عجب یہ کہ سید طحطاوی اس استظہار کے بعد پلٹ کر پھر وہی بحث لائے، پھر کہا: یہ اس کے منافی ہے جو ملا علی قاری نے شرح شفا میں بیان کیا ہے کہ اس پر اجماع ہے کہ حضور صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم نواقض وضو کے حکم میں امت کی طرح ہیں مگر نیند کا استثناء بطریق صحیح ثابت ہے کیونکہ حضور صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کی آنکھیں سوتی تھیں اور دل نہ سوتا۔اور شفا میں حضور صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کے دونوں حدث سے متعلق دونوں قول طہارت اور نجاست کے حکایت کئے ہیں اھ۔

فـ۳:معروضة اخرى على العلامة (۱؎ حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار، کتاب الطہارۃ، المکتبۃ العربیہ کوئٹہ ۱ / ۸۲) ←

علاوہ نیند کے اور نواقض سے انبیاء علیہم السلام کا وضو جاتا ہے یا نہیں اس میں اختلاف ہے، صحیح یہ ہے کہ جاتا رہتا ہے بوجہ ان کی عظمتِ شان کے، نہ بسبب نجاست کے، کہ انکے فضلاتِ شریفہ طیب و طاہر ہیں جن کا کھانا پینا ہمیں حلال اور باعثِ برکت۔(45)

اقول والقول الفصل عندی ان لانقض منهم صلی اللہ تعالٰی علیهم وسلم بالنوم والغشی ولحوهما مما یحکم فیه بالحدث لمکان الغفلة. واما النواقض الحقیقیة منافتنقض منهم ایضا صلوات اللہ تعالٰی علیهم وسلامه علیهم لا لانها نجسة کلا بل هی ف طاهرة بل طیبة حلال الاکل والشرب لنا من نبینا صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم کما دل علیه غیر ماحدیث بل لانها نجاسة فی حقهم صلی اللہ تعالٰی علیهم وسلم لرفعة مکانهم ونهایة نزاهة شانهم کما اشرت الیه فهذا ما نختاره ونرجوان یکون صوابا ان شاء اللہ تعالٰی۔

اقول میرے نزدیک قول فیصل یہ ہے کہ نیند، غشی اور ان دونوں جیسی چیزیں جن میں جائے غفلت کے باعث حدث کا حکم ہوتا ہے ایسی چیزوں سے انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کا وضو نہ جاتا، لیکن ہمارے حق میں جو نواقض حقیقیہ ہیں وہ ان حضرات صلوات اللہ تعالٰی وسلامہ علیہم کے حق میں بھی ناقض ہیں اس وجہ سے نہیں کہ نجس ہیں ہرگز نہیں بلکہ یہ طاہر بلکہ طیب ہیں ہمارے لئے اپنے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم سے ان کا کھانا پینا حلال ہے، جیسا کہ متعدد حدیثوں سے ثابت ہے، بلکہ اس لئے ناقض ہیں کہ ان چیزوں کے لئے ان حضرات کے حق میں حکم نجاست ہے جس کا سبب ان کی رفعت مکان اور انتہائی نزاہت شان ہے جیسا کہ میں نے اس کی طرف اشارہ کیا، یہی وجہ ہے جسے ہم اختیار کرتے ہیں اور امید رکھتے ہیں کہ ان شاء اللہ تعالٰی حق یہی ہوگا۔

ف: مسئلہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کے فضلات شریفہ مثل پیشاب وغیرہ سب طیب وطاہر تھے جن کا کھانا پینا ہمیں حلال و باعث شفاوسعادت مگر حضور کی عظمت شان کے سبب حضور کے حق میں حکم نجاست رکھتے۔

والعجب ان العلامة القهستانی مع تصریحه بما مرجعل هذا البحث مستغنی عنه فقال ولا نقضاء زمن الانبیاء علیهم الصلاة والسلام لایحتاج فی هذا الکتاب الی ان یقال ان نومهم غیر ناقض اھ ۱؎

(۱؎ جامع الرموز، کتاب الطہارۃ، مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران، ۱/ ۳۷)

اور تعجب ہے کہ علامہ قہستانی نے سابقہ تصریح کے باوجود یہ کہا کہ اس بحث کی ضرورت نہیں ان کے الفاظ یہ ہیں: چوں کہ انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کا زمانہ گزر گیا اس لئے اس کتاب میں یہ لکھنے کی ضرورت نہیں کہ ان کی نیند ناقض نہیں اھ۔

(فتاوی رضویہ، جلد ا۔ا،ص ۵۷۲۔۵۸۴ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(45) اعلٰی حضرت کی امام عینی شارح بخاری علیہ رحمۃ اللہ الباری سے محبت

(پھر فرمایا) میری نظر میں امام ابن حجر عسقلانی شارحِ صحیح بخاری (علیہ رحمۃ اللہ الباری) کی وُقعت (یعنی عظمت) ابتداءً امام بدر الدین محمود عینی شارح صحیح بخاری (علیہ رحمۃ اللہ الباری) سے زیادہ تھی ۔فُضلاتِ شریفہ کی طہارت کی بحث ان دونوں صاحبوں نے کی ہے۔امام ابنِ حجر (رحمۃ اللہ علیہ) نے اَبحاثِ مُختَہِ ثانہ لکھی ہیں،امام عینی (رحمۃ اللہ علیہ) نے بھی شرح بخاری میں اس بحث کو بہت بسط (یعنی ←

مسئلہ ۴۰: بیہوشی اور جنون اور غشی اور اتنا نشہ کہ چلنے میں پاؤں لڑکھڑائیں ناقضِ وضو ہیں۔(46)

مسئلہ ۴۱: بالغ کا قہقہہ یعنی اتنی آواز سے ہنسی کہ آس پاس والے سنیں اگر جاگتے میں رکوع سجدہ والی نماز میں ہو وُضوٹوٹ جائے گا اور نماز فاسد ہو جائے گی۔(47)

مسئلہ ۴۲: اگر نماز کے اندر سوتے میں یا نمازِ جنازہ یا سجدہ تلاوت میں قہقہہ لگایا تو وُضو نہیں جائے گا وہ نماز یا سجدہ فاسد ہے۔(48)

مسئلہ ۴۳: اور اگر اتنی آواز سے ہنسا کہ خود اس نے سنا، پاس والوں نے نہ سنا تو وُضو نہیں جائے گا نماز جاتی رہے گی۔(49)

مسئلہ ۴۴: اگر مسکرایا کہ دانت نکلے آواز بالکل نہیں نکلی تو اس سے نہ نماز جائے نہ وُضو۔(50)

مسئلہ ۴۵: مباشرتِ فاحشہ یعنی مرد اپنے آلہ کو تندی کی حالت میں عورت کی شرمگاہ یا کسی مرد کی شرمگاہ سے ملائے یا عورت عورت باہم ملائیں بشرطیکہ کوئی شے حائل نہ ہو ناقضِ وُضو ہے۔(51)

مسئلہ ۴۶: اگر مرد نے اپنے آلہ سے عورت کی شرمگاہ کو مس کیا اور انتشارِ آلہ نہ تھا عورت کا وُضو اس وقت میں بھی جاتا رہے گا اگرچہ مرد کا وضو نہ جائے گا۔(52)

تفصیل) سے لکھا ہے۔ آخر میں لکھتے ہیں کہ یہ سب کچھ اَبحاث ہیں۔ جو شخص طہارت کا قائل ہو اُس کو میں مانتا ہوں اور جو اس کے خلاف کہے اس کے لیے میرے کان بہرے ہیں، میں سنتا نہیں۔ (عمدۃ القاری، کتاب الوضو، باب الماء الذی یغسل بہ شعر الانسان، ج ۲، ص ۴۸۱ و فتح الباری کتاب الوضو، باب الماء الذی یغسل بہ شعر الانسان، ج ۲، ص ۲۴۶)

یہ لفظ ان کی کمالِ محبت کو ثابت کرتا ہے اور میرے دل میں ایسا اثر کر گیا کہ ان کی وُقعت (یعنی عظمت) بہت ہوگئی۔

(ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت ۴۵۶)

(46) الدرالمختار، کتاب الطہارۃ، ج ۱، ص ۲۹۹

(47) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الطہارۃ، مطلب: نوم الانبیاء غیر ناقض، ج ۱، ص ۳۰۰۔
والفتاوی الھندیۃ، کتاب الطہارۃ، الباب الاول فی الوضوء، الفصل الخامس، ج ۱، ص ۱۲

(48) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطہارۃ، الباب الاول فی الوضوء، الفصل الخامس، ج ۱، ص ۱۲

(49) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطہارۃ، الباب الاول فی الوضوء، الفصل الخامس، ج ۱، ص ۱۲

(50) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطہارۃ، الباب الاول فی الوضوء، الفصل الخامس، ج ۱، ص ۱۲۔

(51) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الطہارۃ، ج ۱، ص ۳۰۳

(52) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطہارۃ، الباب الاول فی الوضوء، الفصل الخامس، ج ۱، ص ۱۳۔

مسئلہ ۴۷: بڑا استنجا ڈھیلے سے کر کے وُضو کیا اب یاد آیا کہ پانی سے نہ کیا تھا اگر پانی سے استنجا مسنون طریق پر یعنی پاؤں پھیلا کر سانس کا زور نیچے کو دے کر کریگا وُضو جاتا رہے گا اور ویسے کریگا تو نہ جائے گا مگر وُضو کر لینا مناسب ہے۔(53)

مسئلہ ۴۸: پھڑیا بالکل اچھی ہوگئی اس کا مُردہ پوست باقی ہے جس میں اوپر موںھ اور اندر خلا ہے اگر اس میں پانی بھر گیا پھر دبا کر نکالا تو نہ وُضو جائے نہ وہ پانی ناپاک ہاں اگر اس کے اندر کچھ تری خون وغیرہ کی باقی ہے تو وُضو بھی جاتا رہے گا اور وہ پانی بھی نجس ہے۔(54)

مسئلہ ۴۹: عوام میں جو مشہور ہے کہ گھٹنا یا اور ستر کھلنے یا اپنا یا پرایا ستر دیکھنے سے وُضو جاتا رہتا ہے محض بے اصل بات ہے۔ ہاں وُضو کے آداب سے ہے کہ ناف سے زانو کے نیچے تک سب ستر چھپا ہو بلکہ استنجے کے بعد فوراً ہی چھپا لینا چاہیے کہ بغیر ضرورت ستر کھلا رہنا منع ہے اور دوسروں کے سامنے ستر کھولنا حرام ہے۔(55)

❁❁❁❁❁

(53) الفتاوی الرضویۃ، ج۱،ص۳۱۹، وغیرہ

(54) المرجع السابق، ص۳۵۵۔۳۵۶

(55) المرجع السابق، ص۳۵۲

متفرق مسائل

جو رطوبت بدنِ انسان سے نکلے اور وُضو نہ توڑے وہ نجس نہیں مثلاً خون کہ بہ کر نہ نکلے یا تھوڑی قے کہ مونھ بھر نہ ہو پاک ہے۔(1)

مسئلہ ۱: خارش یا پھڑیوں میں جب کہ بہنے والی رطوبت نہ ہو بلکہ صرف چپک ہو، کپڑا اس سے بار بار چھو کر اگرچہ کتنا ہی سن جائے، پاک ہے۔(2)

مسئلہ ۲: سوتے میں رال جو مونھ سے گرے، اگرچہ پیٹ سے آئے، اگرچہ بدبودار ہو، پاک ہے۔(3)

مسئلہ ۳: مردے کے مونھ سے جو پانی بہے نجس ہے۔(4)

مسئلہ ۴: آنکھ دُکھتے میں جو آنسو بہتا ہے نجس و ناقضِ وُضو ہے، اس سے احتیاط ضروری ہے۔(5)

مسئلہ ۵: شیر خوار بچے نے دودھ ڈال دیا اگر وہ مونھ بھر ہے نجس ہے، درہم سے زیادہ جگہ میں جس چیز کو لگ جائے ناپاک کر دے گا لیکن اگر یہ دودھ معدہ سے نہیں آیا بلکہ سینہ تک پہنچ کر پلٹ آیا تو پاک ہے۔(6)

مسئلہ ۶: درمیانِ وُضو میں اگر ریح خارج ہو یا کوئی ایسی بات ہو جس سے وُضو جاتا ہے تو نئے سرے سے پھر وضو کرے وہ پہلے دُھلے ہوئے بے دُھلے ہوگئے۔(7)

مسئلہ ۷: چلّو میں پانی لینے کے بعد حدث ہوا وہ پانی بے کار ہوگیا کسی عُضْو کے دھونے میں نہیں کام آسکتا۔(8)

مسئلہ ۸: مونھ سے اتنا خون نکلا کہ تھوک سرخ ہوگیا اگر لوٹے یا کٹورے کو مونھ سے لگا کر کُلّی کو پانی لیا تو لوٹا،

---

(1) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الطہارۃ، ج۱، ص۲۹۴

(2) الفتاوی الرضویۃ، ج۱، ص۲۸۰

(3) الدرالمختار، کتاب الطہارۃ،، ج۱، ص۲۹۰.

(4) الدرالمختار، کتاب الطہارۃ،، ج۱، ص۲۹۰

(5) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الطہارۃ، ج۱، ص۳۰۵.

(6) الفتاوی الرضویۃ، ج۱، ص۳۵۶

والدرالمختار وردالمحتار، کتاب الطہارۃ، ج۱، ص۲۹۰

(7) الفتاوی الرضویۃ، ج۱، ص۲۵۵

(8) المرجع السابق، ص۲۵۶

کورا اور کل پانی نجس ہو جائے گا۔ چُلّو سے پانی لے کر کُلی کرے اور پھر ہاتھ دھو کر کُلی کے لیے پانی لے۔(9)

مسئلہ ۹: اگر درمیانِ وضو میں کسی عُضْو کے دھونے میں شک واقع ہوا اور یہ زندگی کا پہلا واقعہ ہے تو اس کو دھولے اور اگر اکثر شک پڑا کرتا ہے تو اسکی طرف اِلتفات نہ کرے۔ یوہیں اگر بعدِ وضو کے شک ہو تو اس کا کچھ خیال نہ کرے۔(10)

مسئلہ ۱۰: جو باوُضو تھا اب اسے شک ہے کہ وُضو ہے یا ٹوٹ گیا تو وُضو کرنے کی اسے ضرورت نہیں۔(11) ہاں کرلینا بہتر ہے جب کہ یہ شُبہہ بطورِ وسوسہ نہ ہوا کرتا ہو اور اگر وسوسہ ہے تو اسے ہرگز نہ مانے، اس صورت میں اِحْتِیاط سمجھ کر وُضو کرنا اِحْتِیاط نہیں بلکہ شیطانِ لعین کی اطاعت ہے۔

مسئلہ ۱۱: اور اگر بے وُضو تھا اب اسے شک ہے کہ میں نے وُضو کیا یا نہیں تو وہ بلاوُضو ہے اس کو وُضو کرنا ضروری ہے۔(12)

مسئلہ ۱۲: یہ معلوم ہے کہ وُضو کے لیے بیٹھا تھا اور یہ یاد نہیں کہ وُضو کیا یا نہیں تو اسے وُضو کرنا ضرور نہیں۔(13)

مسئلہ ۱۳: یہ یاد ہے کہ پاخانہ یا پیشاب کے لیے بیٹھا تھا مگر یہ یاد نہیں کہ پھرا بھی یا نہیں تو اس پر وُضو فرض ہے۔(14)

مسئلہ ۱۴: یہ یاد ہے کہ کوئی عُضْو دھونے سے رہ گیا مگر معلوم نہیں کہ کون عُضْو تھا تو بایاں پاؤں دھولے۔(15)

مسئلہ ۱۵: میانی میں تری دیکھی مگر یہ نہیں معلوم کہ پانی ہے یا پیشاب تو اگر عُمر کا یہ پہلا واقعہ ہے تو وُضو کرلے اور اس جگہ کو دھولے اور اگر بارہا ایسے شبہے پڑتے ہیں تو اس کی طرف توجہ نہ کرے شیطانی وسوسہ ہے۔(16)

❁❁❁❁❁

---

(9) المرجع السابق، ص ۲۵۷۔ ۲۶۰۔

(10) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الطہارۃ، مطلب فی ندب مراعاۃ الخلاف... إلخ، ج ۱، ص ۳۰۹

(11) الفتاوی الرضویۃ، ج ۱، ص ۷۷۵

(12) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الطہارۃ، ج ۱، ص ۳۱۰

(13) الفتاوی الرضویۃ، ج ۱، ص ۵۶۰، والاشباہ والنظائر، القاعدۃ الثالثۃ، الیقین لایزول بالشک، ص ۴۹

(14) الفتاوی الرضویۃ، ج ۱، ص ۵۶۰، والاشباہ والنظائر، ص ۴۹

(15) الدرالمختار، کتاب الطہارۃ، ج ۱، ص ۳۱۰

(16) الفتاوی الرضویۃ، ج ۱، ص ۷۷۸

غسل کا بیان

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

(وَاِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا) (1)

اگر تم جنبی ہو تو خوب پاک ہو جاؤ یعنی غسل کرو۔

اور فرماتا ہے:

(حَتّٰى يَطْهُرْنَ) (2)

یہاں تک کہ وہ حیض والی عورتیں اچھی طرح پاک ہو جائیں۔

اور فرماتا ہے:

(يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ وَلَا جُنُبًا اِلَّا عَابِرِيْ سَبِيْلٍ حَتّٰى تَغْتَسِلُوْا) (3)

اے ایمان والو! نشہ کی حالت میں نماز کے قریب نہ جاؤ یہاں تک کہ سمجھنے لگو جو کہتے ہو اور نہ حالتِ جنابت میں جب تک غسل نہ کرلو مگر سفر کی حالت میں کہ وہاں پانی نہ ملے تو بجائے غسل تیمم ہے۔

حدیث ۱: صحیح بخاری و صحیح مسلم میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب جنابت کا غسل فرماتے تو ابتدا یوں کرتے کہ پہلے ہاتھ دھوتے، پھر نماز کا سا وضو کرتے، پھر انگلیاں پانی میں ڈال کر ان سے بالوں کی جڑیں تر فرماتے، پھر سر پر تین لپ پانی ڈالتے پھر تمام جلد پر پانی بہاتے۔ (4)

---

(1) پ ۶، المائدۃ: ۶

(2) پ ۲، البقرۃ: ۲۲۲

(3) پ ۵، النسآء: ۴۳

(4) صحیح البخاري، کتاب الغسل، باب الوضوء قبل الغسل، الحدیث: ۲۴۸، ج ۱، ص ۱۰۵

غسل کا کوئی فرض چھوڑ دینا

امیر المؤمنین حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم سے مروی ہے کہ تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نُبوت صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: جس نے جنابت سے غسل کرتے وقت اپنے جسم سے بال برابر جگہ دھونا چھوڑ دی اس کے ساتھ جہنم میں ایسا ایسا کیا جائے گا۔ حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم ارشاد فرماتے ہیں: اسی لئے میں نے اپنے بالوں سے دشمنی کرلی ہے۔ ←

حدیث ۲: انھیں کتابوں میں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے، اُمُّ المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ: نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نہانے کے لیے میں نے پانی رکھا اور کپڑے سے پردہ کیا، حضور نے ہاتھوں پر پانی ڈالا اور ان کو دھویا، پھر پانی ڈال کر ہاتھوں کو دھویا، پھر داہنے ہاتھ سے بائیں پر پانی ڈالا، پھر استنجا فرمایا، پھر ہاتھ زمین پر مار کر مَلا اور دھویا، پھر کُلّی کی اور ناک میں پانی ڈالا اور موتھ اور ہاتھ دھوئے، پھر سر پر پانی ڈالا اور تمام بدن پر بہایا، پھر اس جگہ سے الگ ہوکر پائے مبارک دھوئے اس کے بعد میں نے (بدن پونچھنے کے لیے) ایک کپڑا دیا حضور نے نہ لیا اور ہاتھوں کو جھاڑتے ہوئے تشریف لے گئے۔ (5)

حدیث ۳: بُخاری و مسلم میں بروایتِ اُمُّ المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مروی، کہ انصار کی ایک عورت نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے حَیض کے بعد نہانے کا سوال کیا اس کو کیفیت غُسل کی تعلیم فرمائی، پھر فرمایا کہ مشک آلودہ ایک ٹکڑا لے کر اس سے طہارت کر، عرض کی کیسے اس سے طہارت کروں فرمایا اس سے طہارت کر، عرض کی کیسے طہارت کروں، فرمایا سبحان اللہ اس سے طہارت کر، اُم المومنین فرماتی ہیں میں نے اسے اپنی طرف کھینچ کر کہا اس سے خون کے اثر کو صاف کر۔ (6)

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمیشہ سر کے بال منڈوائے رکھتے تھے۔

(سنن ابی داود، کتاب الطہارۃ، باب فی الغسل من الجنابۃ، الحدیث: ۲۴۹، ص ۱۲۴۰)

مخزنِ جود وسخاوت، پیکرِ عظمت وشرافت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ہر بال کے نیچے جنابت ہوتی ہے۔

(جامع الترمذی، ابواب الطہارۃ، ماجاء ان تحت کل شعرۃ جنابۃ، الحدیث: ۱۰۶، ص ۱۶۴۳)

محبوبِ ربُّ العزت، محسنِ انسانیت عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ہر بال کے نیچے جنابت ہوتی ہے لہٰذا بالوں کو تر کرکے جلد صاف کرلیا کرو۔

(السنن الکبریٰ للبیہقی، کتاب الطہارۃ، باب فرض الغسل وفیہ دلالۃ علی ۔۔۔۔۔۔ الخ، الحدیث: ۸۴۹، ج ۱، ص ۲۷۶)

سرکارِ مدینہ، باعثِ نُزولِ سکینہ، فیض گنجینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے اُم المؤمنین حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ارشاد فرمایا: اے عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا! ہر بال پر جنابت ہوتی ہے۔

(المسند للامام احمد بن حنبل، مسند السیدۃ عائشۃ، الحدیث: ۲۴۸۵۱، ج ۹، ص ۴۱۶)

حضورِ نبی کریم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: اللہ عزوجل سے ڈرو اور اچھی طرح غسل کیا کرو کیونکہ یہ وہی امانت ہے جسے تم نے اٹھایا ہے اور انہی اسرار میں سے ہے جو تمہارے سپرد کئے گئے ہیں۔ (المعجم الکبیر، الحدیث: ۶۴، ج ۲۵، ص ۳۶)

(5) صحیح البخاري، کتاب الغسل، باب نفض الیدین من الغسل عن الجنابۃ، الحدیث: ۲۷۶، ج ۱، ص ۱۱۳.

(6) صحیح البخاري، کتاب الحیض، باب دلک المرأۃ نفسہا إذا... إلخ، الحدیث: ۳۱۴، ۳۱۵، ج ۱، ص ۱۲۶، ۱۲۷.

حدیث ۴: امام مسلم نے اُمُّ المؤمنین اُمِّ سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کی فرماتی ہیں: میں نے عرض کی: یارسول اللہ! میں اپنے سر کی چوٹی مضبوط گوندھتی ہوں تو کیا غُسلِ جنابت کے لیے اسے کھول ڈالوں؟ فرمایا نہیں تجھ کو صرف یہی کفایت کرتا ہے کہ سر پر تین لَپ پانی ڈالے، پھر اپنے اوپر پانی بہا لے پاک ہو جائے گی۔ یعنی جب کہ بالوں کی جڑیں تر ہو جائیں اور اگر اتنی سخت گندھی ہو کہ جڑوں تک پانی نہ پہنچے تو کھولنا فرض ہے۔ (7)

حدیث ۵: ابو داود و ترمذی و ابنِ ماجہ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: ہر بال کے نیچے جنابت ہے تو بال دھوؤ اور جلد کو صاف کرو۔ (8)

حدیث ۶: نیز ابو داود نے حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: جو شخص غُسلِ جنابت میں ایک بال کی جگہ بے دھوئے چھوڑ دے گا اس کے ساتھ آگ سے ایسا ایسا کیا جائے گا۔ (یعنی عذاب دیا جائے گا) حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں: اسی وجہ سے میں نے اپنے سر کے ساتھ دشمنی کر لی۔ تین بار یہی فرمایا (یعنی سر کے بال منڈا ڈالے کہ بالوں کی وجہ سے کوئی جگہ سوکھی نہ رہ جائے)۔ (9)

حدیث ۷: اصحابِ سُننِ اَربعہ نے اُمُّ المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کی، فرماتی ہیں کہ: نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم غُسل کے بعد وُضو نہیں فرماتے۔ (10)

حدیث ۸: ابو داود نے حضرت یَعلٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی کہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایک شخص کو میدان میں نہاتے ملاحظہ فرمایا، پھر منبر پر تشریف لے جا کر حمدِ الٰہی و ثنا کے بعد فرمایا: اللہ تعالٰی حیا فرمانے والا اور پردہ پوش ہے، حیا اور پردہ کرنے کو دوست رکھتا ہے، جب تم میں کوئی نہائے تو اسے پردہ کرنا لازم ہے۔ (11)

حدیث ۹: متعدد کتابوں میں بکثرت صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم سے مروی، حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: جو اللہ اور پچھلے دن (قیامت) پر ایمان لایا حمام میں بغیر تہبند کے نہ جائے اور جو اللہ اور پچھلے دن پر ایمان لایا اپنی بی بی کو حمام میں نہ بھیجے۔ (12)

حدیث ۱۰: اُمُّ المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا نے حمام میں جانے کا سوال کیا، فرمایا: عورتوں کے لیے حمام

---

(7) صحیح مسلم، کتاب الحیض، باب حکم ضفائر المغتسلۃ، الحدیث: ۳۳۰، ص ۱۸۱۔

(8) سنن أبي داود، کتاب الطھارۃ، باب في الغسل من الجنابۃ، الحدیث: ۲۴۸، ج ۱، ص ۱۱۷۔

(9) سنن أبي داود، کتاب الطھارۃ، باب في الغسل من الجنابۃ، الحدیث: ۲۴۹، ج ۱، ص ۱۱۷

(10) جامع الترمذي، أبواب الطھارۃ، باب ماجاء في الوضوء بعد الغسل، الحدیث: ۱۰۷، ج ۱، ص ۱۶۱

(11) سنن أبي داود، کتاب الحمام، باب النھي عن التعري، الحدیث: ۴۰۱۲، ج ۴، ص ۵۶۔

(12) جامع الترمذي، أبواب الأدب، باب ماجاء في دخول الحمام، الحدیث: ۲۸۱۰، ج ۴، ص ۳۶۶۔

میں بیر نہیں عرض کی تہبند باندھ کر جاتی ہیں فرمایا: اگرچہ تہبند اور کُرتے اور اوڑھنی کے ساتھ جائیں۔ (13)

حدیث ۱۱: صحیح بخاری و مسلم میں روایت ہے کہ اُمُّ المؤمنین اُمِ سَلَمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا فرماتی ہیں کہ: ام سلیم رضی اللہ تعالٰی عنہا نے عرض کی، یا رسول اللہ! اللہ تعالٰی حق بیان کرنے سے حیا نہیں فرماتا تو کیا جب عورت کو اِحتلام ہو تو اس پر نہانا ہے؟ فرمایا: ہاں! جب کہ پانی (منی) دیکھے۔ اُم سَلَمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا نے مونھ ڈھانک لیا اور عرض کی، یا رسول اللہ! کیا عورت کو اِحتلام ہوتا ہے؟ فرمایا: ہاں! ایسا نہ ہو تو کس وجہ سے بچہ ماں کے مشابہ ہوتا ہے۔ (14)

فائدہ: اُمہاتُ المومنین کو اللہ عزوجل نے حاضری خدمت سے پیشتر بھی اِحتلام سے محفوظ رکھا تھا۔ اس لیے کہ اِحتلام میں شیطان کی مداخلت ہے اور شیطانی مداخلتوں سے ازواجِ مطہرات پاک ہیں اسی لیے ان کو حضرت اُمّ سلیم کے اس سوال کا تعجب ہوا۔

حدیث ۱۲: ابوداود و ترمذی، عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے سوال ہوا کہ مرد تری پائے اور اِحتلام یاد نہ ہو فرمایا: غُسل کرے اور اس شخص کے بارے میں سوال ہوا کہ خواب کا یقین ہے اور تری (اثر) نہیں پاتا فرمایا: اس پر غُسل نہیں۔ ام سلیم نے عرض کی عورت اس کو دیکھے تو اس پر غُسل ہے؟ فرمایا: ہاں! عورتیں مردوں کی مثل ہیں۔ (15)

حدیث ۱۳: ترمذی میں انھیں سے مروی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: جب مرد کے ختنہ کی جگہ (حشفہ) عورت کے مقام میں غائب ہو جائے غُسل واجب ہو جائے گا۔ (16)

حدیث ۱۴: صحیح بخاری و مسلم میں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی، کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے عرض کی کہ ان کو رات میں نہانے کی ضرورت ہو جاتی ہے۔ فرمایا: وضو کرلو اور عضو تناسُل کو دھو لو پھر سو رہو۔ (17)

حدیث ۱۵: صحیحین میں عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے مروی، فرماتی ہیں: نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جب جنب ہوتے اور کھانے یا سونے کا ارادہ فرماتے تو نماز کا سا وضو فرماتے۔ (18)

---

(13) المعجم الأوسط للطبراني، باب الباء، الحدیث: ۳۲۸۶، ج ۲، ص ۲۷۹

(14) صحیح البخاري، کتاب العلم، باب الحیاء في العلم، الحدیث: ۱۳۰، ج ۱، ص ۶۸

(15) سنن أبي داود، کتاب الطھارۃ، باب في الرجل یجد البلۃ في منامہ، الحدیث: ۲۳۶، ج ۱، ص ۱۱۲

(16) جامع الترمذي، أبواب الطھارۃ، باب ماجاء إذا التقی الختانان وجب الغسل، الحدیث: ۱۰۹، ج ۱، ص ۱۶۲

(17) صحیح البخاري، کتاب الغسل، باب الجنب یتوضأ ثم ینام، الحدیث: ۲۹۰، ج ۱، ص ۱۱۸

(18) صحیح مسلم، کتاب الحیض، باب جواز نوم الجنب... إلخ، الحدیث: ۳۰۵، ص ۱۷۲

حدیث ۱۶: مسلم میں ابو سعید خُدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: جب تم میں کوئی اپنی بی بی کے پاس جا کر دوبارہ جانا چاہے تو وُضو کر لے۔(19)

حدیث ۱۷: ترمذی ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ حَیض والی اور جنب قرآن میں سے کچھ نہ پڑھیں۔(20)

حدیث ۱۸: ابوداود نے اُمّ المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی، کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ان گھروں کا رُخ مسجد سے پھیر دو کہ میں مسجد کو حائض اور جنب کے لیے حلال نہیں کرتا۔(21)

حدیث ۱۹: ابوداود نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ: ملائکہ اس گھر میں نہیں جاتے جس گھر میں تصویر اور کُتّا اور جنب ہو۔(22)

حدیث ۲۰: ابوداود عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: فرشتے تین شخصوں سے قریب نہیں ہوتے، (۱) کافر کا مردہ، اور (۲) خلوق (23) میں لتھڑا ہوا، اور (۳) جنب مگر یہ کہ وضو کر لے۔(24)

حدیث ۲۱: اِمام مالِک نے روایت کی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو خط عمرو بن حزم کو لکھا تھا اس میں یہ تھا کہ قرآن نہ چھوئے مگر پاک شخص۔(25)

حدیث ۲۲: امام بخاری و امام مسلم نے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جو جمعہ کو آئے اسے چاہیے کہ نہالے۔(26)

---

(19) صحیح مسلم، کتاب الحیض، باب جواز نوم الجنب... إلخ، الحدیث: ۳۰۸، ص ۱۷۴

(20) جامع الترمذي، أبواب الطھارۃ، باب ماجاء في الجنب والحائض... إلخ، الحدیث: ۱۳۱، ج ۱، ص ۱۸۲

(21) سنن أبي داود، کتاب الطھارۃ، باب في الجنب یدخل المسجد، الحدیث: ۲۳۲، ج ۱، ص ۱۱۱

(22) سنن أبي داود، کتاب الطھارۃ، باب الجنب یؤخر الغسل، الحدیث: ۲۲۷، ج ۱، ص ۱۰۹

(23) ایک قسم کی خوشبو زعفران سے بنائی جاتی ہے جو مردوں پر حرام ہے۔

(24) سنن أبي داود، کتاب الترجل، باب في الخلوق للرجال، الحدیث: ۴۱۸۰، ج ۴، ص ۱۰۹

(25) الموطا لامام مالک، کتاب القرآن، باب الامر بالوضوء لمن مس القرآن، الحدیث: ۴۷۸، ج ۱، ص ۱۹۱

(26) صحیح البخاري، کتاب الجمعۃ، باب ھل علی من لم یشھد الجمعۃ غسل من النساء والصبیان وغیرھم، الحدیث: ۸۹۴، ج ۱، ص ۳۰۹.

غُسل کے مسائل

غُسل کے فرض ہونے کے اسباب بعد میں لکھے جائیں گے، پہلے غُسل کی حقیقت بیان کی جاتی ہے۔ غُسل کے تین جز ہیں اگر ان میں ایک میں بھی کمی ہوئی غُسل نہ ہوگا، چاہے یوں کہو کہ غُسل میں تین فرض ہیں۔

(۱) کُلّی: کہ مونھ کے ہر پُرزے گوشے ہونٹ سے حَلْق کی جڑ تک ہر جگہ پانی بہ جائے۔ اکثر لوگ یہ جانتے ہیں کہ تھوڑا سا پانی مونھ میں لے کر اُگل دینے کو کُلّی کہتے ہیں اگرچہ زبان کی جڑ اور حَلْق کے کنارے تک نہ پہنچے یوں غُسل نہ ہوگا، نہ اس طرح نہانے کے بعد نماز جائز بلکہ فرض ہے کہ داڑھوں کے پیچھے، گالوں کی تہہ میں، دانتوں کی جڑ اور کھڑکیوں میں، زبان کی ہر کروٹ میں، حَلْق کے کنارے تک پانی بہے۔(1)

مسئلہ ۱: دانتوں کی جڑوں یا کھڑکیوں میں کوئی ایسی چیز جو پانی بہنے سے روکے، جمی ہو تو اُس کا چُھڑانا ضروری ہے اگر چھڑانے میں ضرر اور حَرَج نہ ہو جیسے چھالیا کے دانے، گوشت کے ریشے اور اگر چھڑانے میں ضرر اور حَرَج ہو جیسے بہت پان کھانے سے دانتوں کی جڑوں میں چونا جم جاتا ہے یا عورتوں کے دانتوں میں مسی کی ریخیں کہ ان کے چھیلنے میں دانتوں یا مسوڑوں کی مضرت کا اندیشہ ہے تو معاف ہے۔(2)

مسئلہ ۲: یوں ہی ہلتا ہوا دانت تار سے یا اُکھڑا ہوا دانت کسی مسالے وغیرہ سے جمایا گیا اور پانی تار یا مسالے کے نیچے نہ پہنچے تو معاف ہے یا کھانے یا پان کے ریزے دانت میں رہ گئے کہ اس کی نگہداشت میں حَرَج ہے۔ ہاں بعد معلوم ہونے کے اس کو جدا کرنا اور دھونا ضروری ہے جب کہ پانی پہنچنے سے مانع ہوں۔(3)

(۲) ناک میں پانی ڈالنا یعنی دونوں نتھنوں کا جہاں تک نرم جگہ ہے دھلنا کہ پانی کو سُونگھ کر اوپر چڑھائے، بال برابر جگہ بھی دھلنے سے رہ نہ جائے ورنہ غُسل نہ ہوگا۔ ناک کے اندر رینٹھ سُوکھ گئی ہے تو اس کا چُھڑانا فرض ہے۔ نیز ناک کے بالوں کا دھونا بھی فرض ہے۔(4)

---

(1) الفتاوی الرضویۃ، ج۱، ص۴۳۹، ۴۴۰۔

(2) الفتاوی الرضویۃ، ج۱، ص۴۴۰، ۴۴۱۔

(3) الفتاوی الرضویۃ، ج۱، ص۴۵۲، ۴۵۳، وغیرہ

(4) الدر المختار ورد المحتار، کتاب الطہارۃ، مطلب في أبحاث الغسل، ج۱، ص۳۱۲۔

والفتاوی الرضویۃ، ج۱، ص۴۴۲، ۴۴۳

مسئلہ ۳: بلاق کا سوراخ اگر بند نہ ہو تو اس میں پانی پہنچانا ضروری ہے، پھر اگر تنگ ہے تو حرکت دینا ضروری ہے ورنہ نہیں۔ (5)

(۳) تمام ظاہر بدن یعنی سر کے بالوں سے پاؤں کے تلووں تک جسم کے ہر پُرزے ہر رُونگٹے پر پانی بہ جانا، اکثر عوام بلکہ بعض پڑھے لکھے یہ کرتے ہیں کہ سر پر پانی ڈال کر بدن پر ہاتھ پھیر لیتے ہیں اور سمجھے کہ غُسل ہو گیا حالانکہ بعض اعضا ایسے ہیں کہ جب تک ان کی خاص طور پر اِحتِیاط نہ کی جائے نہیں دھلیں گے اور غُسل نہ ہوگا (6)، لہٰذا بالتفصیل بیان کیا جاتا ہے۔ اعضائے وُضو میں جو مواضعِ اِحتیاط ہیں ہر عُضْو کے بیان میں ان کا ذکر کر دیا گیا ان کا یہاں بھی لحاظ ضروری ہے اور ان کے علاوہ خاص غُسل کے ضروریات یہ ہیں:

(۱) سر کے بال گندھے نہ ہوں تو ہر بال پر جڑ سے نوک تک پانی بہنا اور گندھے ہوں تو مرد پر فرض ہے کہ ان کو کھول کر جڑ سے نوک تک پانی بہائے اور عورت پر صرف جڑ تر کر لینا ضروری ہے کھولنا ضروری نہیں، ہاں اگر چوٹی اتنی سخت گندھی ہو کہ بے کھولے جڑیں تر نہ ہوں گی تو کھولنا ضروری ہے۔

(۲) کانوں میں بالی وغیرہ زیوروں کے سوراخ کا وہی حکم ہے جو ناک میں نتھ کے سوراخ کا حکم وُضو میں بیان ہوا۔

(۳) بھووں اور مونچھوں اور داڑھی کے بال کا جڑ سے نوک تک اور ان کے نیچے کی کھال کا دُھلنا۔

(۴) کان کا ہر پرزہ اور اس کے سوراخ کا مونھ۔

(۵) کانوں کے پیچھے کے بال ہٹا کر پانی بہائے۔

(۶) ٹھوڑی اور گلے کا جوڑ کہ بے مونھ اٹھائے نہ دھلے گا۔

(۷) بغلیں بے ہاتھ اٹھائے نہ دُھلیں گی۔

(۸) بازو کا ہر پہلو۔

(۹) پیٹھ کا ہر ذرہ۔

(۱۰) پیٹ کی بلٹیں اٹھا کر دھوئیں۔

(۱۱) ناف کو انگلی ڈال کر دھوئیں جب کہ پانی بہنے میں شک ہو۔

(۱۲) جسم کا ہر رُونگٹا جڑ سے نوک تک۔

(۱۳) ران اور پیڑو کا جوڑ۔

---

(5) الفتاوی الرضویۃ، ج۱، ص۴۴۵۔

(6) المرجع السابق ص ۴۴۳

(۱۴) ران اور پنڈلی کا جوڑ جب بیٹھ کر نہائیں۔

(۱۵) دونوں سُرین کے ملنے کی جگہ خُصُوصاً جب کھڑے ہو کر نہائیں۔

(۱۶) رانوں کی گولائی (۱۷) پنڈلیوں کی کروٹیں (۱۸) ذَکر و اُنثیین (خصیہ) کے ملنے کی سطحیں بے جدا کیے نہ دُھلیں گی۔ (۱۹) اُنثیین کی سطحِ زیریں جوڑ تک (۲۰) اُنثیین کے نیچے کی جگہ جڑ تک (۲۱) جس کا ختنہ نہ ہوا ہو تو اگر کھال چڑھ سکتی ہو تو چڑھا کر دھوئے اور کھال کے اندر پانی چڑھائے۔ عورتوں پر خاص یہ احتیاطیں ضروری ہیں۔

(۲۲) ڈھلکی ہوئی پستان کو اٹھا کر دھونا (۲۳) پستان و شکم کے جوڑ کی تحریر (۲۴) فرجِ خارِج (عورت کی شرمگاہ کا بیرونی حصہ) کا ہر گوشہ ہر ٹکڑا نیچے اوپر خیال سے دھویا جائے، ہاں فرجِ داخل (شرمگاہ کا اندرونی حصہ) میں انگلی ڈال کر دھونا واجب نہیں مستحب ہے۔ (7) یوہیں اگر حیض و نِفاس سے فارغ ہو کر غُسل کرتی ہے تو ایک پرانے کپڑے سے فرجِ داخل کے اندر سے خون کا اثر صاف کر لینا مستحب ہے۔ (۲۵) ماتھے پر افشاں چنی ہو تو چُھڑانا ضروری ہے۔

مسئلہ ۴: بال میں گرہ پڑ جائے تو گرہ کھول کر اس پر پانی بہانا ضروری نہیں۔ (8)

مسئلہ ۵: کسی زخم پر پٹی وغیرہ بندھی ہو کہ اس کے کھولنے میں ضرر یا حرج ہو، یا کسی جگہ مرض یا درد کے سبب پانی بہنا ضرر کریگا تو اس پورے عُضْو کو مسح کریں اور نہ ہو سکے تو پٹی پر مسح کافی ہے اور پٹی مَوضَعِ حاجت سے زِیادہ نہ رکھی جائے ورنہ مسح کافی نہ ہوگا اور اگر پٹی مَوضَعِ حاجت ہی پر بندھی ہے مثلاً بازو پر ایک طرف زخم ہے اور پٹی باندھنے کے لیے بازو کی اتنی ساری گولائی پر ہونا اس کا ضرور ہے تو اس کے نیچے بدن کا وہ حصہ بھی آئے گا جسے پانی ضرر نہیں کرتا، تو اگر کھولنا ممکن ہو کھول کر اس حصہ کا دھونا فرض ہے اور اگر ناممکن ہو اگرچہ یوہیں کہ کھول کر پھر ویسی نہ باندھ سکے گا اور اس میں ضرر کا اندیشہ ہے تو ساری پٹی پر مسح کر لے کافی ہے، بدن کا وہ اچھا حصہ بھی دھونے سے معاف ہو جائے گا۔

مسئلہ ۶: زکام یا آشوبِ چشم وغیرہ ہو اور یہ گمانِ صحیح ہو کہ سر سے نہانے میں مرض میں زیادتی یا اور امراض پیدا ہو جائیں گے تو کُلّی کرے، ناک میں پانی ڈالے اور گردن سے نہالے اور سر کے ہر ذرّہ پر بھیگا ہاتھ پھیر لے غُسل ہو جائے گا، بعد صحت سر دھو ڈالے باقی غُسل کے اعادہ کی حاجت نہیں۔ (9)

مسئلہ ۷: پکانے والے کے ناخن میں آٹا، لکھنے والے کے ناخن وغیرہ پر سیاہی کا جرم، عام لوگوں کے لیے مکھی مچھر کی بیٹ اگر لگی ہو تو غُسل ہو جائیگا۔ ہاں بعد معلوم ہونے کے جدا کرنا اور اس جگہ کو دھونا ضروری ہے پہلے جو نماز پڑھی ہو گئی۔ (10)

---

(7) الفتاوی الرضویۃ، ج۱، ص۴۴۸، ۴۵۰۔

(8) الفتاوی الرضویۃ، ج۱، ص۴۵۲۔

(9) الفتاوی الرضویۃ، ج۱، ص۴۵۶، ۴۶۱۔

(10) الفتاوی الرضویۃ، ج۱، ص۴۵۵

غُسل کی سنتیں

(۱) غُسل کی نیت کر کے پہلے
(۲) دونوں ہاتھ گٹوں تک تین مرتبہ دھوئے پھر
(۳) استنجے کی جگہ دھوئے خواہ نجاست ہو یا نہ ہو پھر
(۴) بدن پر جہاں کہیں نجاست ہو اس کو دور کرے پھر
(۵) نماز کا سا وُضو کرے مگر پاؤں نہ دھوئے، ہاں اگر چوکی یا تختے یا پتھر پر نہائے تو پاؤں بھی دھولے پھر
(۶) بدن پر تیل کی طرح پانی چُپڑ لے خصوصاً جاڑے میں پھر
(۷) تین مرتبہ دہنے مونڈھے پر پانی بہائے پھر
(۸) بائیں مونڈھے پر تین بار پھر
(۹) سر پر اور تمام بدن پر تین بار پھر
(۱۰) جائے غُسل سے الگ ہو جائے، اگر وُضو کرنے میں پاؤں نہیں دھوئے تھے تو اب دھولے اور
(۱۱) نہانے میں قِبلہ رُخ نہ ہو اور
(۱۲) تمام بدن پر ہاتھ پھیرے اور
(۱۳) ملے اور
(۱۴) ایسی جگہ نہائے کہ کوئی نہ دیکھے اور اگر یہ نہ ہو سکے تو ناف سے گھٹنے تک کے اعضا کا سِتر تو ضروری ہے، اگر اتنا بھی ممکن نہ ہو تو تیمم کرے مگر یہ احتمال بہت بعید ہے اور
(۱۵) کسی قسم کا کلام نہ کرے۔
(۱۶) نہ کوئی دعا پڑھے۔ بعد نہانے کے رومال سے بدن پونچھ ڈالے تو حَرَج نہیں۔(1)

مسئلہ ۱: اگر غُسل خانہ کی چھت نہ ہو یا ننگے بدن نہائے بشرطیکہ مَوضَع اِحتِیاط ہو تو کوئی حَرَج نہیں۔ ہاں عورتوں کو بہت زِیادہ اِحتِیاط کی ضرورت ہے اور عورتوں کو بیٹھ کر نہانا بہتر ہے۔ بعد نہانے کے فوراً کپڑے پہن لے اور وُضو کے

---

(1) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطھارۃ، الباب الثاني في الغسل، الفصل الثاني، ج۱، ص۱۴۔
و تنویر الأبصار والدر المختار، کتاب الطھارۃ، ج۱، ص۳۱۹، ۳۲۵

سنن و مستحبات، غُسل کے لیے سنن و مستحبات ہیں مگر سِتر کھلا ہو تو قبلہ کو موںھ کرنا نہ چاہیے اور تہبند باندھے ہو تو حَرَج نہیں۔

مسئلہ ۲: اگر بہتے پانی مثلاً دریا یا نہر میں نہایا تو تھوڑی دیر اس میں رکنے سے تین بار دھونے اور ترتیب اور وضو یہ سب سنتیں ادا ہو گئیں، اس کی بھی ضرورت نہیں کہ اعضا کو تین بار حرکت دے اور تالاب وغیرہ ٹھہرے پانی میں نہایا تو اعضا کو تین بار حرکت دینے یا جگہ بدلنے سے تثلیث یعنی تین بار دھونے کی سنّت ادا ہو جائے گی۔ مینھ میں کھڑا ہو گیا تو یہ بہتے پانی میں کھڑے ہونے کے حکم میں ہے۔ بہتے پانی میں وُضو کیا تو وہی تھوڑی دیر اس میں عُضْو کو رہنے دینا اور ٹھہرے پانی میں حرکت دینا تین بار دھونے کے قائم مقام ہے۔(2)

مسئلہ ۳: سب کے لیے غُسل یا وُضو میں پانی کی ایک مقدار مُعَیَّن نہیں (3)، جس طرح عوام میں مشہور ہے محض باطل ہے ایک لمبا چوڑا، دوسرا دبلا پتلا، ایک کے تمام اعضا پر بال، دوسرے کا بدن صاف، ایک گھنی داڑھی والا، دوسرا بے ریش، ایک کے سر پر بڑے بڑے بال، دوسرے کا سر منڈا، وعلیٰ ھذا القیاس سب کے لیے ایک مقدار کیسے ممکن ہے۔

مسئلہ ۴: عورت کو حمام میں جانا مکروہ ہے اور مرد جا سکتا ہے مگر سِتر کا لحاظ ضروری ہے۔ لوگوں کے سامنے سِتر کھول کر نہانا حرام ہے۔

مسئلہ ۵: بغیر ضرورت صبح تڑکے حمام کو نہ جائے کہ ایک مخفی امر لوگوں پر ظاہر کرنا ہے۔(4)

❁❁❁❁❁

(2) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الطہارۃ، مطلب: سنن الغسل، ج۱، ص۳۲۰۔

(3) الفتاوی الرضویۃ، ج۱، ص۶۲۶، ۶۲۷

(4) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الطہارۃ، فصل الاستنجاء، مطلب فی الفرق بین الاستبراء... الخ، ج۱، ص۶۳۳

غُسل کن چیزوں سے فَرض ہوتا ہے

(۱) مَنی کا اپنی جگہ سے شَہوت کے ساتھ جدا ہو کر عُضْو سے نکلنا سببِ فرضیتِ غُسل ہے۔(1)

مسئلہ ۱: اگر شَہوت کے ساتھ اپنی جگہ سے جدا نہ ہوئی بلکہ بوجھ اٹھانے یا بلندی سے گرنے کے سبب نکلی تو غُسل واجب نہیں ہاں وُضو جاتا رہے گا۔(2)

مسئلہ ۲: اگر اپنے ظرف سے شَہوت کے ساتھ جدا ہوئی مگر اس شخص نے اپنے آلہ کو زور سے پکڑ لیا کہ باہر نہ ہو سکی، پھر جب شَہوت جاتی رہی چھوڑ دیا اب مَنی باہر ہوئی تو اگرچہ باہر نکلنا شَہوت سے نہ ہوا مگر چونکہ اپنی جگہ سے شَہوت کے ساتھ جدا ہوئی لہٰذا غُسل واجب ہوا اسی پر عمل ہے۔(3)

مسئلہ ۳: اگر مَنی کچھ نکلی اور قبل پیشاب کرنے یا سونے یا چالیس قدم چلنے کے نہالیا اور نماز پڑھ لی اب بقیہ مَنی خارج ہوئی تو غُسل کرے کہ یہ اسی مَنی کا حصہ ہے جو اپنے مَحَل سے شَہوت کے ساتھ جدا ہوئی تھی اور پہلے جو نماز پڑھی تھی ہو گئی اس کے اعادہ کی حاجت نہیں اور اگر چالیس قدم چلنے یا پیشاب کرنے یا سونے کے بعد غُسل کیا پھر مَنی بلاشَہوت نکلی تو غُسل ضروری نہیں اور یہ پہلی کا بقیہ نہیں کہی جائے گی۔(4)

مسئلہ ۴: اگر مَنی پتلی پڑ گئی کہ پیشاب کے وقت یا ویسے ہی کچھ قطرے بلاشَہوت نکل آئیں تو غُسل واجب نہیں البتہ وُضو ٹوٹ جائے گا۔

(۲) اِحتِلام یعنی سوتے سے اٹھا اور بدن یا کپڑے پر تری پائی اور اس تری کے مَنی یا مَذی ہونے کا یقین یا احتمال ہو تو غُسل واجب ہے اگرچہ خواب یاد نہ ہو اور اگر یقین ہے کہ یہ نہ مَنی ہے نہ مذی بلکہ پسینہ یا پیشاب یا وَدی یا کچھ اور ہے تو اگرچہ اِحتِلام یاد ہو اور لذّتِ اِنزال خیال میں ہو غُسل واجب نہیں اور اگر مَنی نہ ہونے پر یقین کرتا ہے اور مذی کا شک ہے تو اگر خواب میں اِحتِلام ہونا یاد نہیں تو غُسل نہیں ورنہ ہے۔(5)

---

(1) الدرالمختار، کتاب الطہارۃ، أرکان الوضوء اربعۃ، ج۱، ص۳۲۵

(2) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطہارۃ، الباب الاول في الوضوء، الفصل الخامس، ج۱، ص۱۰.

(3) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطہارۃ، الباب الثاني في الغسل، الفصل الثالث، ج۱، ص۱۴، وغیرہ

(4) المرجع السابق.

(5) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطہارۃ، الباب الثاني في الغسل، الفصل الثالث، ج۱، ص۱۴۔۱۵.

مسئلہ ۵: اگر احتلام یاد ہے مگر اس کا کوئی اثر کپڑے وغیرہ پر نہیں غسل واجب نہیں۔(6)

مسئلہ ۶: اگر سونے سے پہلے شہوت تھی آلہ قائم تھا اب جاگا اور اس کا اثر پایا اور مذی ہونا غالب گمان ہے اور احتلام یاد نہیں تو غسل واجب نہیں، جب تک اس کے منی ہونے کا ظن غالب نہ ہو اور اگر سونے سے پہلے شہوت ہی نہ تھی یا تھی مگر سونے سے قبل دب چکی تھی اور جو خارج ہوا تھا صاف کر چکا تھا تو منی کے ظنِ غالب کی ضرورت نہیں بلکہ محض احتمالِ منی سے غسل واجب ہو جائے گا۔ یہ مسئلہ کثیرُ الوقوع ہے اور لوگ اس سے غافل ہیں۔ اس کا خیال ضرور چاہیے۔(7)

مسئلہ ۷: بیماری وغیرہ سے غش آیا یا نشہ میں بیہوش ہوا، ہوش آنے کے بعد کپڑے یا بدن پر مذی ملی تو وضو واجب ہوگا، غسل نہیں اور سونے کے بعد ایسا دیکھے تو غسل واجب مگر اسی شرط پر کہ سونے سے پہلے شہوت نہ تھی۔(8)

مسئلہ ۸: کسی کو خواب ہوا اور منی باہر نہ نکلی تھی کہ آنکھ کھل گئی اور آلہ کو پکڑ لیا کہ منی باہر نہ ہو، پھر جب تندی جاتی رہی چھوڑ دیا اب نکلی تو غسل واجب ہو گیا۔(9)

مسئلہ ۹: نماز میں شہوت تھی اور منی اُترتی ہوئی معلوم ہوئی مگر ابھی باہر نہ نکلی تھی کہ نماز پوری کر لی، اب خارج ہوئی تو غسل واجب ہوگا مگر نماز ہوگئی۔(10)

مسئلہ ۱۰: کھڑے یا بیٹھے یا چلتے ہوئے سو گیا، آنکھ کھلی تو مذی پائی غسل واجب ہے۔(11)

مسئلہ ۱۱: رات کو اِحتلام ہوا جاگا تو کوئی اثر نہ پایا، وضو کر کے نماز پڑھ لی اب اس کے بعد منی نکلی، غسل اب واجب ہوا اور وہ نماز ہوگئی۔(12)

مسئلہ ۱۲: عورت کو خواب ہوا تو جب تک منی فرجِ داخل سے نہ نکلے غسل واجب نہیں۔(13)

مسئلہ ۱۳: مرد و عورت ایک چارپائی پر سوئے، بعد بیداری بستر پر منی پائی گئی اور ان میں ہر ایک اِحتلام کا منکر

---

(6) المرجع السابق، ص ۱۵.

(7) المرجع السابق، والدرالمختار وردالمحتار، کتاب الطهارة، مطلب في تحرير الصاع... إلخ، ج ۱، ص ۳۳۱، ۳۳۳

(8) الفتاوی الهندية، کتاب الطهارة، الباب الثاني في الغسل، الفصل الثالث، ج ۱، ص ۱۵

(9) الفتاوی الرضوية، ج ۱، ص ۵۱۷

(10) الفتاوی الهندية، کتاب الطهارة، الباب الثاني في الغسل، الفصل الثالث، ج ۱، ص ۱۵

(11) المرجع السابق

(12) المرجع السابق

(13) المرجع السابق.

ہے، اِحتیاط یہ ہے کہ بہر حال دونوں غُسل کریں اور یہی صحیح ہے۔(14)

مسئلہ ۱۴: لڑکے کا بُلوغ اِحتِلام کے ساتھ ہوا اس پر غُسل واجب ہے۔(15)

(۳) حشفہ یعنی سرِ ذَکر کا عورت کے آگے یا پیچھے یا مرد کے پیچھے داخل ہونا دونوں پر غُسل واجب کرتا ہے، شہوت کے ساتھ ہو یا بغیر شہوت، اِنزال ہو یا نہ ہو بشرطیکہ دونوں مکلّف ہوں اور اگر ایک بالغ ہے تو اس بالغ پر فرض ہے اور نابالغ پر اگرچہ غُسل فرض نہیں مگر غُسل کا حکم دیا جائے گا، مثلاً مرد بالغ ہے اور لڑکی نابالغ تو مرد پر فرض ہے اور لڑکی نابالغہ کو بھی نہانے کا حکم ہے اور لڑکا نابالغ ہے اور عورت بالغہ ہے تو عورت پر فرض ہے اور لڑکے کو بھی حکم دیا جائے گا۔(16)

مسئلہ ۱۵: اگر حَشفہ کاٹ ڈالا ہو تو باقی عضوِ تناسُل میں کا اگر حَشفہ کی قدر داخل ہو گیا جب بھی وہی حکم ہے جو حَشفہ داخل ہونے کا ہے۔(17)

مسئلہ ۱۶: اگر چوپایہ یا مردہ یا ایسی چھوٹی لڑکی سے جس کی مثل سے صحبت نہ کی جاسکتی ہو، وطی کی تو جب تک اِنزال نہ ہو غُسل واجب نہیں۔(18)

مسئلہ ۱۷: عورت کی ران میں جماع کیا اور اِنزال کے بعد مَنی فرج میں گئی یا کوآری سے جماع کیا اور اِنزال بھی ہو گیا مگر بکارت زائل نہ ہوئی تو عورت پر غُسل واجب نہیں۔ ہاں اگر عورت کے حمل رہ جائے تو اب غُسل واجب ہونے کا حکم دیا جائے گا اور وقتِ مُجامعت سے جب تک غُسل نہیں کیا ہے تمام نمازوں کا اعادہ کرے۔(19)

مسئلہ ۱۸: عورت نے اپنی فرج میں انگلی یا جانور یا مردے کا ذَکر یا کوئی چیز ربڑ یا مٹی وغیرہ کی مثلِ ذَکر کے بنا کر داخل کی تو جب تک اِنزال نہ ہو غُسل واجب نہیں۔ اگر جن آدمی کی شکل بن کر آیا اور عورت سے جماع کیا تو حَشفہ کے غائب ہونے ہی سے غُسل واجب ہو گیا۔ آدمی کی شکل پر نہ ہو تو جب تک عورت کو اِنزال نہ ہو غُسل واجب نہیں۔ یوہیں اگر مرد نے پری سے جماع کیا اور وہ اس وقت انسانی شکل میں نہیں، بغیر اِنزال وجوبِ غُسل نہ ہوگا اور شکلِ انسانی میں

(14) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الطہارۃ، مطلب في تحریر الصاع...إلخ، ج۱، ص۳۳۳

(15) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطہارۃ، الباب الثاني في الغسل، الفصل الثالث، ج۱، ص۱۶

(16) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطہارۃ، الباب الثاني في الغسل، الفصل الثالث، ج۱، ص۱۵.

والدرالمختار وردالمحتار، کتاب الطہارۃ، مطلب في تحریر الصاع...إلخ، ج۱، ص۳۲۸

(17) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطہارۃ، الباب الثاني في الغسل، الفصل الثالث، ج۱، ص۱۵.

(18) المرجع السابق

(19) المرجع السابق

ہے تو صرف غیبت حشفہ (سرِ ذکر چھپ جانے) سے واجب ہو جائے گا۔(20)

مسئلہ ۱۹: غسلِ جماع کے بعد عورت کے بدن سے مرد کی بقیہ منی نکلی تو اس سے غسل واجب نہ ہوگا البتہ وضو جاتا رہے گا۔(21)

فائدہ: ان تینوں وجوہ سے جس پر نہانا فرض ہو اس کو جنب اور ان اسباب کو جنابت کہتے ہیں۔

(۴) حیض سے فارغ ہونا۔(22)

(۵) نفاس کا ختم ہونا۔(23)

مسئلہ ۲۰: بچہ پیدا ہوا اور خون بالکل نہ آیا تو صحیح یہ ہے کہ غسل واجب ہے۔(24) حیض و نفاس کی کافی تفصیل ان شاء اللہ الجلیل حیض کے بیان میں آئے گی۔

مسئلہ ۲۱: کافر مرد یا عورت جنب ہے یا حیض و نفاس والی کافرہ عورت اب مسلمان ہوئی اگرچہ اسلام سے پہلے حیض و نفاس سے فراغت ہو چکی، صحیح یہ ہے کہ ان پر غسل واجب ہے۔ ہاں اگر اسلام لانے سے پہلے غسل کر چکے ہوں یا کسی طرح تمام بدن پر پانی بہ گیا ہو تو صرف ناک میں نرم بانسے تک پانی چڑھانا کافی ہوگا کہ یہی وہ چیز ہے جو کفار سے ادا نہیں ہوتی۔ پانی کے بڑے بڑے گھونٹ پینے سے کلی کا فرض ادا ہو جاتا ہے اور اگر یہ بھی باقی رہ گیا ہو تو اسے بھی بجالائیں غرض جتنے اعضا کا دھلنا غسل میں فرض ہے جماع وغیرہ اسباب کے بعد اگر وہ سب بحالتِ کفر ہی دُھل چکے تھے تو بعد اسلام اعادہ غسل ضرور نہیں، ورنہ جتنا حصہ باقی ہو اتنے کا دھولینا فرض ہے اور مستحب تو یہ ہے کہ بعد اسلام پورا غسل کرے۔(25)

---

(20) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الطہارۃ، مطلب في تحریر الصاع... إلخ، ج۱، ص ۳۲۸، ۳۳۵

(21) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطہارۃ، الباب الثاني في الغسل، الفصل الثالث، ج۱، ص ۱۴۔

(22) الدرالمختار، کتاب الطہارۃ، ج۱، ص ۳۳۴۔

(23) المرجع السابق

(24) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطہارۃ، الباب الثاني في الغسل، الفصل الثالث، ج۱، ص ۱۶۔

(25) اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

اگر شرعی طور پر نہائے کہ سر سے پاؤں تک تمام بدن ظاہر پر پانی بہ جائے اور حلق کی جڑ تک سارا منہ اور ناک کے نرم بانسے تک ساری ناک دُھل جائے تو کافر کی جنابت اُتر جائے گی ورنہ نہیں،

فی التنویر والدر والشامی یجب علی من اسلم جنبا او حائضا والا بان اسلم طاہرا ۱؎ (ای من الجنابۃ والحیض والنفاس ای بان کان اغتسل) فمندوب انتھی ۲؎ ملخصا۔

←

مسئلہ ۲۲: مسلمان میت کو نہلانا مسلمانوں پر فرضِ کفایہ ہے، اگر ایک نے نہلا دیا سب کے سر سے اُتر گیا اور اگر کسی نے نہیں نہلایا سب گنہگار ہوں گے۔ (26)

مسئلہ ۲۳: پانی میں مسلمان کا مُردہ ملا اس کا بھی نہلانا فرض ہے، پھر اگر نکالنے والے نے غسل کے ارادہ سے نکالتے وقت اس کو غوطہ دے دیا غسل ہو گیا ورنہ اب نہلائیں۔ (27)

مسئلہ ۲۴: جمعہ، عید، بقرعید، عرفہ کے دن اور احرام باندھتے وقت نہانا سنّت ہے اور وقوفِ عرفات و وقوفِ مزدلفہ و حاضریٔ حرم و حاضریٔ سرکارِ اعظم وطواف و دُخولِ منٰی اور جَمروں پر کنکریاں مارنے کے لیے تینوں دن اور شبِ برات اور شبِ قدر اور عَرفہ کی رات اور مجلسِ میلاد شریف اور دیگر مجالسِ خیر کی حاضری کے لیے اور مردہ نہلانے کے بعد اور مجنون کو جنون جانے کے بعد اور غشی سے افاقہ کے بعد اور نشہ جاتے رہنے کے بعد اور گناہ سے توبہ کرنے اور نیا کپڑا پہننے کے لیے اور سفر سے آنے والے کے لیے، استحاضہ کا خون بند ہونے کے بعد، نماز کسوف وخسوف و اِستسقاء اور خوف وتاریکی اور سخت آندھی کے لیے اور بدن پر نَجاست لگی اور یہ معلوم نہ ہوا کہ کس جگہ ہے ان سب کے لیے غسل

تنویر، دراور شامی میں ہے کہ واجب ہے اس شخص پر جو اسلام لایا جنابت کی حالت میں یا عورت اسلام لائی حیض کی حالت میں، ورنہ اگر پاکی کی حالت میں اسلام لایا (یعنی جنابت، حیض اور نفاس سے پاک ہونے کی حالت میں، اگرچہ پاک تھا تو غسل کرلیا) تو مندوب ہے اھی ملخصاً۔ (ت) (ا۔ الدرالمختار، موجبات الغسل، مجتبائی دہلی، ۱/ ۳۲) (۲۔ ردالمحتار، موجبات الغسل، مصطفی البابی مصر، ۱/ ۱۲۴)

اکثر جسم (ا) پر پانی بہ جانا اگرچہ کفار کے نہانے میں ہوتا ہو اور بے تمیزی سے منہ بھر کر پانی پینے میں سارا منہ بھی حلق تک دُھل جاتا ہو مگر ناک میں پانی بے چڑھائے ہرگز نہیں جاتا اور خود ایسا کیوں کرتے کہ پانی سُونگھ کر چڑھائیں لہٰذا ان چھپ چھپ کر لینے سے جو کفار کیا کرتے ہیں اُن کا غسل نہیں اُترتا۔

ع: ہرچہ شوئی پلید تر باشد

فی الحلیۃ عن السیر الکبیر للامام محمد ینبغی للکافر اذا اسلم ان یغتسل غسل الجنابۃ ولا یدرون کیفیۃ الغسل ۳؎ اھ وفیھا عن الذخیرۃ الاتری ان فرضیۃ المضمضۃ والاستنشاق خفیت علی کثیر من العلماء فکیف علی الکفار ا؎۔ (۳؎ حلیہ) (ا؎ حلیہ)

حلیہ میں امام محمد کی سیر کبیر سے منقول ہے کہ اگر کافر اسلام لائے تو اس پر لازم ہے کہ غسلِ جنابت کرے، اور وہ غسل کی کیفیت نہیں جانتے اھ اور اس میں ذخیرہ سے منقول ہے کیا تم نہیں دیکھتے ہو کہ کلی اور ناک میں پانی ڈالنے کی فرضیت بہت سے علماء پر مخفی رہی تو کافروں کا کیا کہنا۔ (فتاوی رضویہ، جلد ۲، ص ۱۳۳ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(26) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الطہارۃ، مطلب فی رطوبۃ الفرج، ج۱، ص ۳۳۷۔

(27) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطہارۃ، الباب الحادي والعشرون في الجنائز، الفصل الثاني، ج۱، ص ۱۵۸

مستحب ہے۔(28)

مسئلہ ۲۵: حج کرنے والے پر دسویں ذی الحجہ کو پانچ غسل ہیں:

(۱) وقوفِ مزدلفہ۔

(۲) دخولِ منیٰ۔

(۳) جمرہ پر کنکریاں مارنا۔

(۴) دخولِ مکہ۔

(۵) طواف، جب کہ یہ تین پچھلی باتیں بھی دسویں ہی کو کرے اور جمعہ کا دن ہے تو غسلِ جمعہ بھی۔ یوہیں اگر عرفہ یا عید جمعہ کے دن پڑے تو یہاں والوں پر دو غسل ہوں گے۔(29)

مسئلہ ۲۶: جس پر چند غسل ہوں سب کی نیت سے ایک غسل کرلیا سب ادا ہو گئے سب کا ثواب ملے گا۔

مسئلہ ۲۷: عورت جنب ہوئی اور ابھی غسل نہیں کیا تھا کہ حیض شروع ہو گیا تو چاہے اب نہالے یا بعد حیض ختم ہونے کے۔

مسئلہ ۲۸: جنب نے جمعہ یا عید کے دن غسل جنابت کیا اور جمعہ اور عید وغیرہ کی نیت بھی کرلی سب ادا ہو گئے، اگر اُسی غسل سے جمعہ اور عید کی نماز ادا کرلے۔

مسئلہ ۲۹: عورت کو نہانے یا وضو کے لیے پانی مول لینا پڑے تو اس کی قیمت شوہر کے ذمہ ہے بشرطیکہ غسل و وضو واجب ہوں یا بدن سے میل دور کرنے کے لیے نہائے۔(30)

مسئلہ ۳۰: جس پر غسل واجب ہے اسے چاہیے کہ نہانے میں تاخیر نہ کرے۔ حدیث میں ہے جس گھر میں جنب ہو اس میں رحمت کے فرشتے نہیں آتے (31) اور اگر اتنی دیر کر چکا کہ نماز کا آخر وقت آگیا تو اب فوراً نہانا فرض ہے، اب تاخیر کریگا گنہگار ہوگا اور کھانا کھانا یا عورت سے جماع کرنا چاہتا ہے تو وضو کرلے یا ہاتھ مونھ دھولے، کلی کرلے اور اگر ویسے ہی کھا پی لیا تو گناہ نہیں مگر مکروہ ہے اور محتاجی لاتا ہے اور بے نہائے یا بے وضو کیے جماع کرلیا تو بھی کچھ گناہ

---

(28) تنویر الابصار والدر المختار، کتاب الطہارۃ، ج۱، ص۳۳۹۔ ۳۴۲

(29) الدر المختار ورد المحتار، کتاب الطہارۃ، مطلب فی یوم عرفۃ أفضل من یوم الجمعۃ، ج۱، ص۳۴۲

(30) الدر المختار ورد المحتار، کتاب الطہارۃ، مطلب: یوم عرفۃ... إلخ، ج۱، ص۳۴۳

(31) سنن أبي داود، کتاب الطھارۃ، باب الجنب یؤخر الغسل، الحدیث: ۲۲۷، ج۱، ص۱۰۹

البحر الزخار المعروف بمسند البزار، مسند بریدۃ بن الحصیب، الحدیث: ۴۴۴۶، ج۱۰، ص۳۲۱، بتغیر۔

مجمع الزوائد، باب ماجاء فی الخمر ومن یشربہا، مطبوعہ دار الکتاب بیروت، ۵/ ۷۲

نہیں مگر جس کو اِحتلام ہوا بے نہائے اس کو عورت کے پاس جانا نہ چاہیے۔

مسئلہ ۳۱: رمضان میں اگر رات کو جنب ہوا تو بہتر یہی ہے کہ قبل طلوع فجر نہالے کہ روزے کا ہر حصہ جنابت سے خالی ہو اور اگر نہیں نہایا تو بھی روزہ میں کچھ نقصان نہیں مگر مناسب یہ ہے کہ غرغرہ اور ناک میں جڑ تک پانی چڑھانا، یہ دو کام طلوع فجر سے پہلے کرلے کہ پھر روزے میں نہ ہوسکیں گے اور اگر نہانے میں اتنی تاخیر کی کہ دن نکل آیا اور نماز قضا کر دی تو یہ اور دِنوں میں بھی گناہ ہے اور رمضان میں اور زیادہ۔

مسئلہ ۳۲: جس کو نہانے کی ضرورت ہو اس کو مسجد میں جانا، طواف کرنا، قرآن مجید چھونا اگرچہ اس کا سادہ حاشیہ یا جلد یا چَولی چُھوئے یا بے چُھوئے دیکھ کر یا زبانی پڑھنا یا کسی آیت کا لکھنا یا آیت کا تعویذ لکھنا یا ایسا تعویذ چھونا یا ایسی انگوٹھی چھونا یا پہننا جیسے مُقطّعات کی انگوٹھی حرام ہے۔(32)

مسئلہ ۳۳: اگر قرانِ عظیم جُزدان میں ہو تو جزدان پر ہاتھ لگانے میں حَرج نہیں، یوہیں رومال وغیرہ کسی ایسے کپڑے سے پکڑنا جو نہ اپنا تابع ہو نہ قرآنِ مجید کا تو جائز ہے، کُرتے کی آستین، دُوپٹے کی آنچل سے یہاں تک کہ چادر کا ایک کونا اس کے مونڈھے پر ہے دوسرے کونے سے چھونا حرام ہے کہ یہ سب اس کے تابع ہیں جیسے چَولی قرآن مجید کے تابع تھی۔(33)

مسئلہ ۳۴: اگر قرآن کی آیت دُعا کی نیت سے یا تبرک کے لیے جیسے بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ یا ادائے شکر کو یا چھینک کے بعد اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ یا خبرِ پریشان پر اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ کہا یا بہ نیتِ ثنا پوری سورہ فاتحہ یا آیۃ الکرسی یا سورہ حشر کی پچھلی تین آیتیں ھُوَاللّٰہُ الَّذِیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ سے آخر سورۃ تک پڑھیں اور ان سب صورتوں میں قرآن کی نیت نہ ہو تو کچھ حَرج نہیں۔ یوہیں تینوں قُل بلا لفظِ قُل بہ نیتِ ثنا پڑھ سکتا ہے اور لفظِ قُل کے ساتھ نہیں پڑھ سکتا اگرچہ بہ نیتِ ثنا ہی ہو کہ اس صورت میں ان کا قرآن ہونا متعین ہے نیت کو کچھ دخل نہیں۔(34)

---

(32) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الطہارۃ، مطلب: یطلق الدعاء... إلخ، ج۱، ص ۳۴۳، ۳۴۸

(33) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الطہارۃ، مطلب: یطلق الدعاء... إلخ، ج۱، ص ۳۴۸.

(34) اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

اولا یہ معلوم رہے کہ قرآن عظیم کی وہ آیات جو ذکر وثنا ومناجات ودُعا ہوں اگرچہ پوری آیت ہو جیسے آیۃ الکرسی متعدد آیات کاملہ جیسے سورہ حشر شریف کی اخیر تین آیتیں ھو اللہ الذی لاالہ الا ھو عالم الغیب والشھادۃ سے آخر سورۃ تک، بلکہ پوری سورت جیسے الحمد شریف بہ نیت ذکر ودعا بے نیت تلاوت پڑھنا جنب وحائض ونفساء سب کو جائز ہے اسی لئے کھانے یا سبق کی ابتدا میں بسم اللہ الرحمن الرحیم کہہ سکتے ہیں اگرچہ یہ ایک آیت مستقلہ ہے کہ اس سے مقصود تبرک واستفتاح ہوتا ہے، نہ تلاوت، تو حسبنا اللہ ونعم الوکیل اور انا للہ وانا الیہ راجعون کہ کسی مہم یا مصیبت پر بہ نیت ذکر ودعاء نہ بہ نیت تلاوت قرآن پڑھے جاتے ہیں، اگرچہ پوری ←

آیت بھی ہوتی تو مضائقہ نہ تھا جس طرح کسی چیز کے گُمنے پر عسٰی ربنا ان یبدلنا خیرا منھا انا الی ربنا راغبون ۲؎ کہنا۔

ف: مسئلہ جو آیت پوری سورت خالص دعا وثنا ہو جنب و حائض بے نیت قرآن صرف دعا وثنا کی نیت سے پڑھ سکتے ہیں جیسے الحمد و آیۃ الکرسی۔(۱؎ القرآن الکریم ۵۹/۲۲) (۲؎ القرآن الکریم ۶۸/۳۲)

بحر میں ذکر مسائل ممانعت ہے:

ھذا کلہ اذا قرأ علی قصد انہ قران اما اذا قراہ علی قصد الثناء اوافتتاح امر لایمنع فی اصح الروایات وفی التسمیۃ اتفاق انہ لایمنع اذا کان علی قصد الثناء اوافتتاح امر کذا فی الخلاصۃ وفی العیون لابی اللیث ولو انہ قراء الفاتحۃ علی سبیل الدعاء اوشیئا من الایات التی فیھا معنی الدعاء ولم یرد بہ القراءۃ فلا بأس بہ اھ واختارہ الحلوانی وذکر غایۃ البیان انہ المختار ۳؎۔

یہ سب اس وقت ہے جب بقصدِ قرآن پڑھے۔لیکن جب ثنا یا کسی کام کے شروع کرنے کے ارادے سے پڑھے تو اصح روایات میں ممانعت نہیں۔ اور تسمیہ کے بارے میں تو اتفاق ہے کہ جب اسے ثنا یا کسی کام کے شروع کرنے کے ارادے سے پڑھے تو ممانعت نہیں۔ایسا ہی خلاصہ میں ہے۔امام ابواللیث کی عیون المسائل میں ہے:اگر سورہ فاتحہ بطور دُعا پڑھی یا کوئی ایسی آیت پڑھی جو دُعا کے معنی پر مشتمل ہے اور اس سے تلاوتِ قرآن کا قصد نہیں رکھتا تو کوئی حرج نہیں اھ۔اسی کو امام حلوانی نے اختیار کیا اور غایۃ البیان میں مذکور ہے کہ یہی مختار ہے۔(۳؎ البحر الرائق، کتاب الطہارۃ، باب الحیض، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی، ۱/۱۹۹)

ہاں آیۃ الکرسی یا سورہ فاتحہ اور ان کے مثل ایسی قراءت کہ سننے والا جسے قرآن سمجھے اُن عوام کے سامنے جن کو اس کا جنب ہونا معلوم ہو باآواز بہ نیت ثنا و دعا بھی پڑھنا مناسب نہیں کہ کہیں وہ بحال جنابت تلاوت جائز نہ سمجھ لیں یا اس کا عدمِ جواز جانتے ہوں تو اس پر گناہ کی تہمت نہ رکھیں۔

وھذا معنی ما قال الامام الفقیہ ابو جعفر الھندوانی لاافتی بھذا وان روی عن ابی حنیفۃ ۱؎ اھ قالہ فی الفاتحۃ قال الشیخ اسمٰعیل بن عبدالغنی النابلسی والد السید العارف عبدالغنی النابلسی فی حاشیۃ علی الدرر لم یرد الھندوانی رد ھذہ الروایۃ بل قال ذلک لما یتبادر الی ذھن من یسمعہ من الجنب من غیر اطلاع علی نیۃ قائلہ من جوازہ منہ وکم من قول صحیح لایفتی بہ خوفا من محذور اخر ولم یقل لااعمل بہ کیف وھو مروی عن ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالٰی ۲؎ اھ

یہی اس کا معنی ہے جو امام فقیہ ابوجعفر ہندوانی نے فرمایا کہ میں اس پر فتوٰی نہیں دیتا اگر چہ یہ امام ابوحنیفہ سے مروی ہے اھ۔یہ بات انہوں نے سورہ فاتحہ سے متعلق فرمائی۔شیخ اسمٰعیل بن عبدالغنی نابلسی،سیدی العارف عبدالغنی نابلسی کے والد گرامی اپنے حاشیہ درر میں فرماتے ہیں: امام ہندوانی کا مقصد اس روایت کی تردید نہیں، بلکہ یہ انہوں نے اس خیال سے فرمایا ہے کہ جو اس جنابت والے کی نیت جانے بغیر اس سے سنے گا تو اس کا ذہن اس طرف جائے گا کہ بحالتِ جنابت تلاوت جائز ہے۔(۱؎ البحر الرائق، کتاب الطہارۃ، باب الحیض، ←

....

ایچ ایم سعید کمپنی کراچی، ۱/ ۱۹۹) (۲۔ منحۃ الخالق علی البحر الرائق، کتاب الطہارۃ، باب الحیض، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی، ۱/ ۱۹۹)

اقول: وقید بالجہر و کونہ عند من یعلم من العوام انہ جنب لان المحذور انما یتوقع فیہ وھذا محمل حسن جدا وما بحث البحر تبعا للحلیۃ فسیأتی جوابہ وما احلی قول الشیخ اسمٰعیل انہ مروی عن الامام وکیف یرد ماقالت خذام۔

اور بہت ایسی صحیح باتیں ہوتی ہیں جن پر کسی اورخرابی کی وجہ سے فتوی نہیں دیاجاتا۔انہوں نے یہ نہ فرمایا کہ میں اس پر عمل نہیں کرتا اور یہ کیسے ہوسکتا ہے جب کہ وہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالی سے مروی ہے اھ۔

اقول: میں نے باٰواز بلند پڑھنے کی قید لگائی اور یہ کہ ان عوام کے سامنے جن کو اُس کا جنب ہونا معلوم ہواس لئے کہ خرابی کا اندیشہ اسی صورت میں ہے۔اور یہ کلامِ ابوجعفر کا بہت نفیس مطلب ہے۔اور بحر نے بہ تبعیتِ حلیہ جو بحث کی ہے آگے اس کا جواب آرہا ہے۔اور شیخ اسمٰعیل کا یہ جملہ کتنا شیریں ہے کہ یہ امام سے مروی ہے اور خذام کا کلام اس کی تردید میں کیسے ہوسکتا ہے؟

ثانیاً آیت ف طویلہ کا پارہ کہ ایک آیت کے برابر ہوجس سے نماز میں فرض قراءت مذہب سیدنا امام اعظم کی روایت مصححہ امام قدوری وامام زیلعی پر اداہوجائے جس کے پڑھنے والے کوعرفاً تالی قرآن کہیں جنب کو بہ نیت قرآن اُس سے ممانعت محل منازعت نہ ہونی چاہئے۔

ف: مسئلہ کسی آیت کا اتنا ٹکڑا کہ ایک چھوٹی آیت کے برابر ہو بہ نیت قرآن جنب وحائض کو بالاتفاق (بالاتفاق) ممنوع ہے۔

اقول: کیف وھو قرآن حقیقۃ وعرفا فیشملہ قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لایقرء الجنب ولا الحائض شیئامن القرآن رواہ الترمذی ا ۔ وابن ماجۃ وحسنہ المنذری وصححہ النووی کمافی الحلیۃ۔

اقول: اس میں نزاع کیوں ہو؟ جب کہ یہ حقیقۃً وعرفاً قرآن ہے توسرکار اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا یہ ارشاد قطعاً اسے شامل ہے: جنب اور حائض قرآن سے کچھ بھی نہ پڑھیں اسے ترمذی وابن ماجہ نے روایت کیا، اور منذری نے اسے حسن اورامام نووی نے صحیح کہا، جیسا کہ حلیہ میں ہے۔(ا۔ سنن الترمذی، ابواب الطہارۃ، باب ماجاء فی الجنب والحائض، حدیث ۱۳۱، دارالفکر بیروت، ۱/ ۱۸۲) سنن ابن ماجہ، ابواب الطہارۃ، باب ماجاء فی قراءۃ القرآن الخ، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی، ص ۴۴)

قطعاً کون کہہ سکتا ہے کہ آیہ مداینت کے اول سے یاایھا الذین اٰمنوا یا آخر سے لفظ علیم چھوڑ کر ایک صفحہ بھر سے زائد کلام اللہ بہ نیت کلام اللہ پڑھنے کی جُنب کو اجازت ہے ردالمحتار میں ہے: لو کانت طویلۃ کان بعضھا کاٰیۃ لانھا تعدل ثلث ایات ذکرہ فی الحلیۃ عن شرح الجامع لفخر الاسلام ا ۔اھ آیت اگر طویل ہوتواس کا بعض حصہ ایک آیت کے حکم میں ہوگا اس لئے کہ پوری آیت تین آیتوں کے برابر ہے، اسے حلیہ میں فخرالاسلام کی شرح جامع صغیر کے حوالے سے ذکر کیا ہے اھ۔ (ا۔ ردالمحتار، کتاب الطہارۃ، داراحیاء التراث العربی بیروت، ۱/ ۱۱۶) (البحرالرائق، کتاب الطہارۃ، باب الحیض، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی، ۱/ ۱۹۹)

اقول: ذھب قدس سرہ الی مصطلح الفقہاء ان الطویلۃ ھی التی یتأدی بھا واجب ضم السورۃ وھی التی تعدل ثلث ایات ولکن فی ارادۃ ھذا المعنی غیرلازم ھھنا اذا لمناط کون المقروء قدرما یتأدی بہ فرض ←

القراءة عند الامام وھو الذی یعدل اٰیۃ فلو کانت اٰیۃ تعدل اٰیتین علی نصفھا اٰیۃ فینبغی ان یدخل تحت النھی قطعا وقس علیہ۔

اقول: حضرت موصوف قدس سرہ اصطلاح فقہاء کی طرف چلے گئے کہ لمبی آیت وہ ہے جس سے واجب نماز، ضم سورہ کی ادائیگی ہو جائے اور یہ وہ ہے جو تین آیتوں کے برابر ہو۔ لیکن یہاں پر یہ معنی مراد لینا ضروری نہیں اس لئے کہ مدار حرمت اس پر ہے کہ جتنے حصے کی تلاوت ہو وہ اس قدر ہو جس سے حضرت امام کے نزدیک فرض قراءت ادا ہو جاتا ہے اور یہ وہ ہے جو ایک آیت کے برابر ہو۔ تو پوری آیت اگر دو آیتوں کے برابر ہے تو اس کا نصف ایک آیت کے برابر ہوگا تو اسے نہی کے تحت قطعاً داخل ہونا چاہئے۔ اور مزید اسی پر قیاس کرلو۔

ف۱: تطفل خویدم ذلیل علی خدام الامام الجلیل فخر الاسلام ثم الحلیۃ و ش و کیف یستقیم ف۲ ان لا یجوز تلاوۃ ثلث اٰیۃ تعدل ثلث اٰیات لکونہ یعدل اٰیۃ ویجوز تلاوۃ اٰیۃ تعدل اٰیتین بترک حرف منھا مع انہ یقرب قدر اٰیتین فتبصر۔

اور یہ بات کیسے درست ہو سکتی ہے کہ تین آیت کے مساوی ایک آیت کے تہائی حصہ کی تلاوت جائز نہیں اس لئے کہ وہ ایک آیت کے برابر ہے۔ اور دو آیتوں کے مساوی ایک آیت کی تلاوت اس کا کوئی حرف چھوڑ کر جائز ہے؟ حالانکہ وہ تقریباً دو آیت کے برابر ہے۔ تو بصیرت سے کام لو۔

ف۲: تطفل اٰخر علیھم۔

ہاں جوف پارہ آیت ایسا قلیل ہو کہ عرفاً اُس کے پڑھنے کو قرأت قرآن نہ سمجھیں اُس سے فرض قراءت یک آیت ادا نہ ہوا تنے کو بہ نیت قرآن پڑھنے میں اختلاف ہے امام کرخی منع فرماتے ہیں امام ملک العلماء نے بدائع اور امام قاضی خان نے شرح جامع صغیر اور امام برہان الدین صاحب ہدایہ نے کتاب التجنیس والمزید اور امام عبدالرشید ولوالجی نے اپنے فتاویٰ میں اس کی تصحیح فرمائی ہدایہ وکافی وغیرہما میں اسی کو قوت دی درمختار میں اسی کو مختار کہا حلیہ وبحر میں اسی کو ترجیح دی تحفہ وبدائع میں اسی کو قول عامہ مشائخ بتایا اور امام طحاوی اجازت دیتے ہیں خلاصہ کی فصل حادی عشر فی القراءۃ میں اسی کی تصحیح کی امام فخر الاسلام نے شرح جامع صغیر اور امام رضی الدین۔ سرخسی نے محیط پھر محقق علی الاطلاق نے فتح میں اسی کی توجیہ کی اور زاہدی نے اس کو اکثر کی طرف نسبت کیا۔

ف: مسئلہ صحیح یہ ہے کہ بہ نیت قرآن ایک حرف کی بھی جنب و حائض کو اجازت نہیں۔

غرض یہ دو قول مرجح ہیں:

اقول: اور اول یعنی ممانعت ہی بوجوہ اقوی ہے۔

اولاً: اکثر تصحیحات اُسی طرف ہیں۔

ثانیاً: اُس کے مصححین کی جلالت قدر جن میں امام فقیہ النفس جیسے اکابر ہیں جن کی نسبت تصریح ہے کہ اُن کی تصحیح سے عدول نہ کیا جائے۔

ثالثاً: اُسی میں احتیاط زیادہ اور وہی قرآن عظیم کی تعظیم تام سے اقرب۔

....

رابعا: اکثر ائمہ اُسی طرف ہیں اور قاعدہ ہے کہ العمل بما علیه الاکثر ا۔ (عمل اسی پر ہوگا جس پر اکثر ہوں۔ت) اور زاہدی کی نقل امام اجل علاء الدین صاحب تحفۃ الفقہاء وامام اجل ملک العلماء صاحب بدائع کی نقل کے معارض نہیں ہوسکتی۔

(اـ ردالمحتار، کتاب الطہارۃ، فصل فی البئر، داراحیاء التراث العربی بیروت، ۱/۱۵۱)

خامسا: اطلاق احادیث بھی اُسی طرف ہے کہ فرمایا جنب وحائض قرآن میں سے کچھ نہ پڑھیں۔

سادسا: خاص جزئیہ کی تصریح میں امیر المؤمنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کا ارشاد موجود کہ فرماتے ہیں:

اقرؤا القراٰن مالم یصب احدکم جنابة فان اصابه فلا ولا حرفا واحدا۔ رواه الدار قطنی ا وقال هو صحیح عن علی رضی اللہ تعالیٰ عنه۔

قرآن پڑھو جب تک تمہیں نہانے کی حاجت نہ ہو اور جب حاجتِ غسل ہو تو قرآن کا ایک حرف بھی نہ پڑھو۔(اسے دارقطنی نے روایت کیا اور کہا یہی صحیح ہے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ت)

(اـ سنن الدارقطنی، کتاب الطہارۃ، باب فی النہی للجنب والحائض، حدیث ۴۱۸/۶، دارالمعرفۃ بیروت ۱/۲۹۳و۲۹۴)

سابعا: وہی ظاہر الروایۃ کا مفاد ہے امام قاضی خان شرح جامع صغیر میں فرماتے ہیں:

لم یفصل فی الکتاب بین الاٰیة وما دونها وهو الصحیح ۲ـ اھ امام محمد نے کتاب میں آیت اور آیت سے کم حصہ میں کوئی تفریق نہ رکھی اور یہی صحیح ہے اھ۔ (۲ـ شرح الجامع الصغیر للامام قاضی خان)

بخلاف قولِ دوم کہ روایت نوادر ہے۔ **رواها ابن سماعة عن الامام رضی اللہ تعالیٰ عنه کما ذکرہ الزاهدی۔** اسے ابن سماعہ نے حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے جیسا کہ زاہدی نے ذکر کیا ہے۔

ثامنا: قوتِ دلیل بھی اسی طرف ہے تو اسی پر اعتماد واجب۔

ویظهر ذلك بالکلام علی ما استدلوا به للامام الطحاوی فاعلم انه وجهه رضی الدین فی محیطه والامام فخر الاسلام فی شرح الجامع الصغیر بان النظم والمعنی یقصر فیما دون الاٰیة ویجری مثله فی محاورات الناس وکلامهم فتمکنت فیه شبهة عدم القراٰن ولهذا لاتجوز الصلوٰة به ا ـ اھ

(اـ البحر الرائق بحوالہ المحیط، کتاب الطہارۃ، باب الحیض، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۱۹)

یہ ان دلیلوں پر کلام سے ظاہر ہوگا جن سے اُن مرجّحین نے امام طحاوی کی حمایت میں استدلال کیا ہے۔ اب واضح ہو کہ محیط میں رضی الدین نے اور شرح جامع صغیر میں امام فخر الاسلام نے مذہب امام طحاوی کی توجیہ میں یہ ذکر کیا ہے کہ مادون الآیۃ (جو حصہ ایک آیت سے کم ہے اس) میں نظم ومعنی دونوں میں قصور وکمی ہے۔ اور اس طرح کی عبارت لوگوں کی بول چال اور گفتگو میں بھی آتی رہتی ہے تو اس میں عدم قرآن کا شبہہ جاگزیں ہوجاتا ہے اور اسی لئے اتنے حصہ سے نماز جائز نہیں ہوتی اھ۔

(فتاویٰ رضویہ، جلد ۱-۲، ص ۱۰۷۷-۱۰۸۴، رضا فاؤنڈیشن، لاہور) ←

مسئلہ ۳۵: بے وضو کو قرآنِ مجید یا اس کی کسی آیت کا چھونا حرام ہے۔ بے چھوئے زبانی یا دیکھ کر پڑھے تو کوئی حرج نہیں(35)۔

مسئلہ ۳۶: رُوپیہ پر آیت لکھی ہو تو ان سب کو (یعنی بے وضو اور جنب اور حیض و نفاس والی کو) اس کا چھونا حرام ہے ہاں اگر تھیلی میں ہو تو تھیلی اٹھانا جائز ہے۔ یوہیں جس برتن یا گلاس پر سورہ یا آیت لکھی ہو اس کا چھونا بھی ان کو حرام ہے اور اس کا استعمال سب کو مکروہ مگر جبکہ خاص بہ نیتِ شفا ہو۔

مسئلہ ۳۷: قرآن کا ترجمہ فارسی یا اردو یا کسی اور زبان میں ہو اس کے بھی چھونے اور پڑھنے میں قرآنِ مجید ہی کا سا حکم ہے۔

مسئلہ ۳۸: قرآنِ مجید دیکھنے میں ان سب پر کچھ حَرَج نہیں اگرچہ حروف پر نظر پڑے اور الفاظ سمجھ میں آئیں اور خیال میں پڑھتے جائیں۔

مسئلہ ۳۹: ان سب کو فقہ و تفسیر و حدیث کی کتابوں کا چھونا مکروہ ہے اور اگر ان کو کسی کپڑے سے چھوا اگرچہ اس کو پہنے یا اوڑھے ہوئے ہو تو حَرَج نہیں مگر مَوضَعِ آیت پر ان کتابوں میں بھی ہاتھ رکھنا حرام ہے۔

مسئلہ ۴۰: ان سب کو توریت، زبور، انجیل کو پڑھنا چھونا مکروہ ہے۔(36)

مسئلہ ۴۱: درود شریف اور دعاؤں کے پڑھنے میں انھیں حَرَج نہیں مگر بہتر یہ ہے کہ وُضو یا کُلی کر کے پڑھیں۔(37)

مسئلہ ۴۲: ان سب کو اذان کا جواب دینا جائز ہے۔(38)

مسئلہ ۴۳: مصحف شریف اگر ایسا ہو جائے کہ پڑھنے کے کام میں نہ آئے تو اسے کفنا کر لحد کھود کر ایسی جگہ دفن کر دیں جہاں پاؤں پڑنے کا احتمال نہ ہو۔(39)

مسئلہ ۴۴: کافر کو مصحف چھونے نہ دیا جائے بلکہ مطلقاً حروف اس سے بچائیں۔(40)

بحالتِ جنابت قرآن پڑھنے کی مختلف صورتوں کے بارے میں تفصیلی معلومات کے لیے فتاوٰی رضویہ جلد 1۔۔2 پر ارتفاع الحجب عن وجوہ قراءۃ الجنب ملاحظہ فرمائیے۔

(35) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الطہارۃ، مطلب: یطلق الدعاء۔۔۔۔ الخ، ج ۱، ص ۳۴۸

(36) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطہارۃ، الباب السادس فی الدماء المختصۃ بالنساء، الفصل الرابع، ج ۱، ص ۳۸، وغیرہ

(37) المرجع السابق

(38) المرجع السابق

(39) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الطہارۃ، مطلب: یطلق الدعاء۔۔۔۔ الخ، ج ۱، ص ۳۵۴

(40) المرجع السابق

مسئلہ ۴۵: قرآن سب کتابوں کے اوپر رکھیں، پھر تفسیر، پھر حدیث، پھر باقی دینیات، علی حسب مراتب۔(41)

مسئلہ ۴۶: کتاب پر کوئی دوسری چیز نہ رکھی جائے حتیٰ کہ قلم دوات حتیٰ کہ وہ صندوق جس میں کتاب ہو اس پر کوئی چیز نہ رکھی جائے۔(42)

مسئلہ ۴۷: مسائل یا دینیات کے اوراق میں پڑیا باندھنا، جس دسترخوان پر اشعار وغیرہ کچھ تحریر ہو اس کو کام میں لانا، یا بچھونے پر کچھ لکھا ہو اس کا استعمال منع ہے۔(43)

❁❁❁❁❁

(41) المرجع السابق

(42) الدرالمختار، المرجع السابق، والفتاوی الھندیۃ، کتاب الکراھیۃ، الباب الخامس، ج۵، ص۳۲۲

(43) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الطہارۃ، مطلب: یطلق الدعاء... إلخ، ج۱، ص۳۵۵، ۳۵۶

پانی کا بیان

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

﴿وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً طَهُوْرًا﴾ (1)

یعنی آسمان سے ہم نے پاک کرنے والا پانی اُتارا۔

اور فرماتا ہے:

﴿وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً لِّيُطَهِّرَكُمْ بِهٖ وَيُذْهِبَ عَنْكُمْ رِجْزَ الشَّيْطٰنِ﴾ (2)

یعنی آسمان سے تم پر پانی اُتارتا ہے کہ تمھیں اس سے پاک کرے اور شیطان کی پلیدی تم سے دور کرے۔

احادیث

حدیث ۱: امام مسلم نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں کوئی شخص حالتِ جنابت میں رُکے ہوئے پانی میں نہ نہائے (یعنی تھوڑے پانی میں جو دَہ دردَہ نہ ہو کہ دَہ دردَہ بہتے پانی کے حکم میں ہے) لوگوں نے کہا تو اے ابوہریرہ! کیسے کرے؟ کہا: اس میں سے لے لے۔ (3)

حدیث ۲: سُنَن ابوداود و ترمذی و ابنِ ماجہ میں حکم بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے منع فرمایا اس سے کہ عورت کی طہارت سے بچے ہوئے پانی سے مرد وُضو کرے۔ (4)

حدیث ۳: امام مالک و ابوداود و ترمذی ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا ہم دریا کا سفر کرتے ہیں اور اپنے ساتھ تھوڑا سا پانی لے جاتے ہیں تو اگر اس سے وُضو کریں پیاسے رہ جائیں، تو کیا سمندر کے پانی سے ہم وُضو کریں۔ فرمایا: اس کا پانی پاک ہے اور اس کا جانور مرا ہوا حلال (5) یعنی مچھلی۔

---

(1) پ۱۹، الفرقان: ۴۸

(2) پ۹، الانفال: ۱۱

(3) صحیح مسلم، کتاب الطھارۃ، باب النھی عن الاغتسال فی الماء الراکد، الحدیث: ۲۸۳، ص ۱۶۴

(4) سنن أبي داود، کتاب الطھارۃ، باب النھی عن ذلک، الحدیث: ۸۲، ج۱، ص ۶۳

(5) جامع الترمذي، أبواب الطھارۃ، باب ما جاء في ماء البحر أنہ طھور، الحدیث: ۶۹، ج۱، ص ۱۳۰

حدیث ۴: امیر المؤمنین فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ: دھوپ کے گرم پانی سے غسل نہ کرو کہ وہ برص پیدا کرتا ہے۔(6)

(6) سنن الدار قطني، کتاب الطھارۃ، باب الماء المسخن، الحدیث:۸۵، ج۱، ص۵۴

کس پانی سے وُضو جائز ہے اور کس سے نہیں؟

تنبیہ: جس پانی سے وُضو جائز ہے اس سے غسل بھی جائز اور جس سے وُضو ناجائز غسل بھی ناجائز۔

مسئلہ ۱: مینھ، ندی، نالے، چشمے، سمندر، دریا، کوئیں اور برف، اولے کے پانی سے وُضو جائز ہے۔(1)

مسئلہ ۲: جس پانی میں کوئی چیز مل گئی کہ بول چال میں اسے پانی نہ کہیں بلکہ اس کا کوئی اَور نام ہوگیا جیسے شربت، یا پانی میں کوئی ایسی چیز ڈال کر پکائیں جس سے مقصود میل کاٹنا نہ ہو جیسے شوربا، چائے، گلاب یا اور عرق، اس سے وُضو و غسل جائز نہیں۔(2)

---

(1) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الطہارۃ، باب المیاہ، ج۱، ص ۳۵۷

(2) اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدددین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

اقول: اولاً(۱) سیاق الکلام ان شاء اللہ تعالی علی مقتضی التعبیر باحد وحسبک ان الزعفران یغیر اوصاف الماء الثلثۃ و کذا السیل ربما یتغیرلہ وصفان بل الکل وثانیا الماء(۱) قد یخالطہ شیئ لایخالفہ الا فی وصف واحد فلا یغیر الاّ ایاہ وان زاد علی الماء اجزاء والوضوء بہ باطل وفاقا فلیس فی التعبیر باحد غنی عن شرط غلبۃ الماء من حیث الاجزاء کما ذھب الیہ وھلہ رحمہ اللہ تعالی وثالثا قد لایغلب(۲) الشیئ علی الماء اجزاء ویزیل اسمہ عنہ کما یاتی فی الزعفرانی والزاج والعفص والنبیذ فلا یغنی الشرط الاول عن الثانی ورابعاً لایخفی ان الثانی(۳) مغن عن الثالث لان بزوال الرقۃ لایسمی ماء قال فی الفتح ماخالط جامدا فسلب رقتہ لیس بماء مقید بل لیس بماء اصلا کما یشیر الیہ قول المصنف فی المختلط بالاشنان الا ان یغلب فیصیر کالسویق لزوال اسم الماء عنہ ۱ ـ اھ فالعجب تعرضہ بحکم الاغناء حیث لم یکن وترکہ حیث کان ثم راجعت الغنیۃ فرأیتہ عکس فاصاب وافادان الثالث تفسیر قال واشتراط عدم زوال اسم الماء یغنی عن اشتراط الرقۃ فان الغلیظ قدزال عنہ اسم الماء بل زوال الرقۃ یصلح ان یکون تفسیر الزوال اسم الماء ۲ ـ

(۱ ـ فتح القدیر، الماء الذی یجوز بہ الوضوء، سکھر، ۱/ ۶۵) (۲ ـ غنیۃ المستملی، المیاہ، سہیل اکیڈمی، لاہور، ص ۹۰)

میں کہتا ہوں اول "احد" سے تعبیر کرنے پر کلام آگے آئے گا، اور پھر یہ دلیل کافی ہے کہ زعفران جو پانی کے تینوں اوصاف تبدیل کر دیتی ہے، اور اسی طرح سیلاب کہ اس سے کبھی دو وصف بدل جاتے ہیں اور کبھی تمام اوصاف بھی تبدیل ہو جاتے ہیں۔

دوم: پانی میں کبھی ایسی چیز مل جاتی ہے جو صرف ایک وصف میں اُس کے مخالف ہوتی ہے اور اسی ایک وصف کو بدلتی ہے خواہ اجزاء کے اعتبار سے وہ پانی سے زائد ہی ہو، ایسے پانی سے بالاتفاق وضو باطل ہے، لہٰذا ایک وصف بدلنے کا ذکر اس قید سے بے نیاز نہیں کرتا ←

مسئلہ ۳: اگر ایسی چیز ملائیں یا ملا کر پکائیں جس سے مقصود میل کاٹنا ہو جیسے صابون یا بیری کے پتے تو وضو جائز ہے جب تک اس کی رقت زائل نہ کر دے اور اگر ستّو کی مثل گاڑھا ہو گیا تو وضو جائز نہیں۔ (3)

مسئلہ ۴: اور اگر کوئی پاک چیز ملی جس سے رنگ یا بو یا مزے میں فرق آگیا مگر اس کا پتلا پن نہ گیا جیسے ریتا، چونا یا تھوڑی زعفران تو وضو جائز ہے اور جو زعفران کا رنگ اتنا آجائے کہ کپڑا رنگنے کے قابل ہو جائے تو وضو جائز نہیں۔ یوہیں پڑیا کا رنگ اور اگر اتنا دودھ مل گیا کہ دودھ کا رنگ غالب نہ ہوا تو وضو جائز ہے ورنہ نہیں۔ غالب مغلوب کی پہچان یہ ہے کہ جب تک یہ کہیں کہ پانی ہے جس میں کچھ دودھ مل گیا تو وضو جائز ہے اور جب اسے لسّی کہیں تو وضو جائز نہیں اور اگر پتے گرنے یا پُرانے ہونے کے سبب بدلے تو کچھ حرج نہیں مگر جب کہ پتے اسے گاڑھا کر دیں۔ (4)

مسئلہ ۵: بہتا پانی کہ اس میں تنکا ڈال دیں تو بہالے جائے پاک اور پاک کرنے والا ہے، نجاست پڑنے سے ناپاک نہ ہوگا جب تک وہ نجس اس کے رنگ یا بو یا مزے کو نہ بدل دے، اگر نجس چیز سے رنگ یا بو یا مزہ بدل گیا تو ناپاک ہو گیا، اب یہ اس وقت پاک ہوگا کہ نجاست تہ نشین ہو کر اس کے اوصاف ٹھیک ہو جائیں یا پاک پانی اتنا ملے کہ نجاست کو بہالے جائے یا پانی کے رنگ، مزہ، بُو ٹھیک ہو جائیں اور اگر پاک چیز نے رنگ، مزہ، بُو کو بدل دیا تو وضو غسل اس سے جائز ہے جب تک چیز دیگر نہ ہو جائے۔ (5)

ہے کہ پانی کا اجزاء کے اعتبار سے غلبہ ہو، جیسا کہ وہلہ رحمہ اللہ نے اس کو ذکر کیا۔

سوم: بعض چیزیں اجزاء کے اعتبار سے پانی پر غالب نہیں آتیں اور اس سے پانی کا نام سلب ہو جاتا ہے جیسے زعفران، ہلکوی، مازو اور نبیذ میں ہوتا ہے تو پہلی شرط دوسری سے بے نیاز نہیں کرے گی۔

چہارم: مخفی نہ رہے کہ دوسرا تیسرے سے بے نیاز کرنے والا ہے کیونکہ جب رقت زائل ہوگئی تو اب اس کو پانی نہیں کہا جائے گا، فتح میں فرمایا پانی کسی جامد سے ملا اور اس کی رقت ختم ہوگئی تو یہ مقید پانی نہیں بلکہ سرے سے پانی ہی نہیں جیسے کہ مصنف نے مخلط بالاشنان میں اشارہ کیا ہے، مگر یہ کہ اتنا غالب ہو جائے کہ ستوؤں کی شکل بن جائے کہ اب اس پر پانی کا نام نہیں بولا جائے گا اھ تو تعجب اس پر ہے کہ جہاں اِغناء نہ تھا وہاں وہ اِغناء کا ذکر کر رہے ہیں اور جہاں تھا وہاں چھوڑ دیا ہے، پھر میں نے خود غنیہ کو دیکھا تو وہاں اُلٹ نکلا، تو انہوں نے مفید اور درست بات کہی کیونکہ وہ فرماتے ہیں تیسرا تغییر ہے، اور پانی کا نام زائل نہ ہونے کی شرط رقت کی شرط لگانے سے بے نیاز کرتی ہے، کیونکہ گاڑھے سے پانی کا نام ختم ہو گیا، بلکہ زوالِ رقت میں یہ صلاحیت ہے کہ وہ پانی کے نام کے زوال کی تفسیر بن سکے۔

(فتاوی رضویہ، جلد ۲۹، ص ۳۲۹ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(3) الدر المختار، المرجع السابق، ص ۳۸۵

(4) الدر المختار ورد المحتار، کتاب الطہارۃ، باب المیاہ، مطلب في أن التوضي من الحوض...إلخ، ج ۱، ص ۳۶۹

(5) الدر المختار ورد المحتار، کتاب الطہارۃ، باب المیاہ، مطلب في أن التوضي من الحوض...إلخ، ج ۱، ص ۳۷۰

مسئلہ ٦: مردہ جانور نہر کی چوڑائی میں پڑا ہے اور اس کے اوپر سے پانی بہتا ہے تو عام ازیں کہ جتنا پانی اس سے مل کر بہتا ہے اس سے کم ہے جو اس کے اوپر سے بہتا ہے یا زائد ہے یا برابر مطلقاً ہر جگہ سے وُضو جائز ہے یہاں تک کہ موقع نجاست سے بھی جب تک نجاست کے سبب کسی وصف میں تغیّر نہ آئے یہی صحیح ہے اور اسی پر اعتماد ہے۔(6)

مسئلہ ٧: چھت کے پرنالے سے مینھ کا پانی گرے وہ پاک ہے اگرچہ چھت پر جابجا نجاست پڑی ہو اگرچہ نجاست پرنالے کے مونھ پر ہو اگرچہ نجاست سے مل کر جو پانی گرتا ہو وہ نصف سے کم یا برابر یا زیادہ ہو جب تک نجاست سے پانی کے کسی وصف میں تغیّر نہ آئے یہی صحیح ہے اور اسی پر اعتماد ہے اور اگر مینھ رک گیا اور پانی کا بہنا موقوف ہو گیا تو اب وہ ٹھہرا ہوا پانی اور جو چھت سے ٹپکے نجس ہے۔(7)

مسئلہ ٨: یوہیں نالیوں سے برسات کا بہتا پانی پاک ہے جب تک نجاست کا رنگ یا بو یا مزہ اس میں ظاہر نہ ہو، رہا اس سے وُضو کرنا اگر اس پانی میں نجاست مرئیہ کے اجزا ایسے بہتے جا رہے ہوں کہ جو چُلّو لیا جائے گا اس میں ایک آدھ ذرّہ اس کا بھی ضرور ہوگا جب تو ہاتھ میں لیتے ہی ناپاک ہو گیا وُضو اس سے حرام ورنہ جائز ہے اور بچنا بہتر ہے۔(8)

مسئلہ ٩: نالی کا پانی کہ بعد بارش کے ٹھہر گیا اگر اس میں نجاست کے اجزا محسوس ہوں یا اس کا رنگ و بُو محسوس ہو تو ناپاک ہے ورنہ پاک۔(9)

مسئلہ ١٠: دس ہاتھ لنبا، دس ہاتھ چوڑا جو حوض ہو اسے دَہ دردَہ اور بڑا حوض کہتے ہیں۔ یوہیں بیس ٢٠ ہاتھ لنبا، پانچ ہاتھ چوڑا، یا پچیس ہاتھ لنبا، چار ہاتھ چوڑا، غرض کل لنبائی چوڑائی سو ہاتھ ہو(10) اور اگر گول ہو تو اس کی گولائی تقریباً ساڑھے پینتیس ہاتھ ہو اور سو ہاتھ لنبائی نہ ہو تو چھوٹا حوض ہے اور اس کے پانی کو تھوڑا کہیں گے اگرچہ کتنا ہی گہرا ہو۔

تنبیہ: حوض کے بڑے چھوٹے ہونے میں خود اس حوض کی پیمائش کا اعتبار نہیں، بلکہ اس میں جو پانی ہے اس کی بالائی سطح دیکھی جائے گی، تو اگر حوض بڑا ہے مگر اب پانی کم ہو کر دَہ دردَہ نہ رہا تو وہ اس حالت میں بڑا حوض نہیں کہا جائے گا، نیز حوض اسی کو نہیں کہیں گے جو مسجدوں، عیدگاہوں میں بنا لیے جاتے ہیں بلکہ ہر وہ گڑھا جس کی پیمائش سو ١٠٠

---

(6) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الطہارۃ، باب المیاہ، مطلب: الاصح أنہ لایشترط في الجریان المدد، ج١، ص٣٧٢

(7) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطہارۃ، الباب الثالث في المیاہ، الفصل الأول، ج١، ص١٧

(8) الفتاوی الرضویۃ، ج٢، ص٣٨

(9) المرجع السابق

(10) تفصیلی معلومات کے لئے ھبۃ الحبیر فی عمق ماء کثیر فتاوی رضویہ جلد 2 کو ملاحظہ فرمائیں۔

ہاتھ ہے بڑا حوض ہے اور اس سے کم ہے تو چھوٹا۔(11)

مسئلہ ۱۱: دہ در دہ حوض میں صرف اتنا دَل درکار ہے کہ اتنی مساحت میں زمین کہیں سے کھلی نہ ہو اور یہ جو بہت کتابوں میں فرمایا ہے کہ لپ یا چلّو میں پانی لینے سے زمین نہ کھلے اس کی حاجت اس کے کثیر رہنے کے لیے ہے کہ وقتِ استعمال اگر پانی اُٹھانے سے زمین کُھل گئی تو اس وقت پانی سو ۱۰۰ ہاتھ کی مساحت میں نہ رہا ایسے حوض کا پانی بہتے پانی کے حکم میں ہے، نَجاست پڑنے سے ناپاک نہ ہوگا جب تک نَجاست سے رنگ یا بُو یا مزہ نہ بدلے اور ایسا حوض اگرچہ نَجاست پڑنے سے نجس نہ ہوگا مگر قصداً اس میں نَجاست ڈالنا منع ہے۔(12)

مسئلہ ۱۲: بڑے حوض کے نجس نہ ہونے کی یہ شرط ہے کہ اس کا پانی متصل ہو تو ایسے حوض میں اگر لٹھے یا کڑیاں گاڑی گئی ہوں تو اُن لٹھوں کڑیوں کے علاوہ باقی جگہ اگر سو ۱۰۰ ہاتھ ہے تو بڑا ہے ورنہ نہیں، البتہ پتلی پتلی چیزیں جیسے گھاس، نرکل، کھیتی، اس کے اتصال کو مانع نہیں۔(13)

مسئلہ ۱۳: بڑے حوض میں ایسی نَجاست پڑی کہ دکھائی نہ دے جیسے شراب، پیشاب تو اس کی ہر جانب سے وُضو جائز ہے اور اگر دیکھنے میں آتی ہو جیسے پاخانہ، یا کوئی مَرا ہوا جانور، تو جس طرف وہ نَجاست ہو اس طرف وُضو نہ کرنا بہتر ہے دوسری طرف وُضو کرے۔(14)

تنبیہ: جو نَجاست دکھائی دیتی ہے اس کو مرئیہ اور جو نہیں دکھائی دیتی اسے غیر مرئیہ کہتے ہیں۔

مسئلہ ۱۴: ایسے حوض پر اگر بہت سے لوگ جمع ہو کر وُضو کریں تو بھی کچھ حَرج نہیں اگرچہ وُضو کا پانی اس میں گرتا ہو، ہاں اس میں کُلّی کرنا یا ناک سنکنا نہ چاہیے کہ نظافت کے خلاف ہے۔(15)

مسئلہ ۱۵: تالاب یا بڑا حوض اُوپر سے جم گیا مگر برف کے نیچے پانی کی لنبائی چوڑائی متصل بقدرِ دَہ در دَہ ہے اور سوراخ کر کے اس سے وُضو کیا جائز ہے اگرچہ اس میں نَجاست پڑ جائے اور اگر متصل دَہ در دَہ نہیں اور اس میں نَجاست پڑی تو ناپاک ہے، پھر اگر نَجاست پڑنے سے پہلے اس میں سوراخ کر دیا اور اس سے پانی اُبل پڑا تو اگر بقدرِ دَہ در دَہ

---

(11) الدر المختار ورد المحتار، کتاب الطہارۃ، باب المیاہ، مطلب: لو دخل الماء من اعلی... إلخ، ج۱، ص ۳۷۸
والفتاوی الرضویۃ، ج۲، ص ۲۷۴۔

(12) الفتاوی الرضویۃ، ج۲، ص ۲۷۴

(13) خلاصۃ الفتاوی، کتاب الطہارات، ج۱، ص ۴ والفتاوی الرضویۃ، ج۲، ص ۱۸۹

(14) الدر المختار ورد المحتار، کتاب الطہارۃ، باب المیاہ، مطلب: لو دخل الماء من اعلی... إلخ، ج۱، ص ۳۷۵

(15) منیۃ المصلي، فصل في الحیاض، الحوض إذا کان عشرا في عشر، ص ۶۷ والفتاوی الرضویۃ، ج۲، ص ۲۷۲

پھیل گیا تو اب نجاست پڑنے سے بھی پاک رہے گا اور اس میں دَہ دَردَہ کا وہی حکم ہے جو اوپر گزرا۔(16)

مسئلہ ۱۶: اگر تالاب خشک میں نجاست پڑی ہو اور مینھ برسا اور اس میں بہتا ہوا پانی پاک اس قدر آیا کہ بہاؤ رُکنے سے پہلے دَہ دردَہ ہو گیا تو وہ پانی پاک ہے اور اگر اس مینھ سے دَہ دردَہ سے کم رہا دوبارہ بارش سے دَہ دردَہ ہوا تو ب نجس ہے۔ ہاں اگر وہ بھر کر بہ جائے تو پاک ہو گیا اگرچہ ہاتھ دو ہاتھ بہا ہو۔(17)

مسئلہ ۱۷: دَہ دردَہ پانی میں نجاست پڑی پھر اس کا پانی دَہ دردَہ سے کم ہو گیا تو وہ اب بھی پاک ہے(18) ہاں اگر وہ نجاست اب بھی اس میں باقی ہو اور دکھائی دیتی ہو تو اب ناپاک ہو گیا اب جب تک بھر کر بہ نہ جائے پاک نہ ہوگا۔

مسئلہ ۱۸: چھوٹا حوض ناپاک ہو گیا پھر اس کا پانی پھیل کر دہ دردہ ہو گیا تو اب بھی ناپاک ہے مگر پاک پانی اگر اسے بہادے تو پاک ہو جائے گا۔(19)

مسئلہ ۱۹: کوئی حوض ایسا ہے کہ اُوپر سے تنگ اور نیچے کشادہ ہے یعنی اوپر دَہ دردَہ نہیں اور نیچے دَہ دردَہ یا زِیادہ ہے اگر ایسا حوض لبریز ہو اور نجاست پڑے تو ناپاک ہے پھر اُس کا پانی گھٹ گیا اور وہ دَہ دردَہ ہو گیا تو پاک ہو گیا۔(20)

مسئلہ ۲۰: حُقّہ کا پانی پاک ہے اگرچہ اس کے رنگ، و بُو، و مزے میں تغیر آجائے اس سے وُضو جائز ہے۔ بقدرِ کفایت اس کے ہوتے ہوئے تیمم جائز نہیں۔(21)

---

(16) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الطہارۃ، باب المیاہ، مطلب: لودخل الماء من اعلی... إلخ، ج ۲، ص ۳۸۰

(17) الفتاوی الرضویۃ، ج ۲، ص ۳۷۰

(18) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطہارۃ، الباب الثالث في المیاہ، الفصل الأوّل، ج ۱، ص ۱۹

(19) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطہارۃ، الباب الثالث في المیاہ، الفصل الأوّل، ج ۱، ص ۱۹، ۱۷

(20) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطہارۃ، الباب الثالث، الفصل الأول، ج ۱، ص ۱۹

(21) اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

قطعاً پاک ہے پانی پاک، تمبا کو پاک، اس کا دُھواں پاک، پاک چیز سے پاک پانی کا رنگ مزہ بُو بدل جانا اُسے ناپاک نہیں کر سکتا یہاں تک کہ (۱) مذہب صحیح میں نہ صرف طاہر بلکہ مطہر و قابل وضو رہتا ہے بایں معنی کہ اگر اس سے وضو کرے وضو ہو جائیگا اگرچہ بوجہ بُو مکروہ ہے یہاں تک کہ جب تک اُس کی بُو باقی ہو مسجد میں جانا حرام جماعت میں شامل ہونا منع ہوگا پھر بھی اگر (۲) سفر میں ہو اور وضو کو پانی کم تھا کہ مثلاً ایک یا دونوں پاؤں دھونے سے رہ گئے اور حقے میں پانی ہے جس سے وہ کمی پُوری ہوسکتی ہے تو اس صورت میں تیمم جائز نہ ہوگا نماز باطل ہوگی بلکہ اُسی پانی سے وضو کی تکمیل لازم ہوگی لانہ یجد ماء وانما یقول اللہ تعالی ولم تجدوا ماءً ا۔ (کیونکہ وہ پانی کو ←

مسئلہ ۲۱: جو پانی وُضو یا غُسل کرنے میں بدن سے گرا وہ پاک ہے مگر اس سے وضو اور غُسل جائز نہیں۔ یوہیں اگر بے وضو شخص کا ہاتھ یا انگلی یا پَورا یا ناخن یا بدن کا کوئی ٹکڑا جو وُضو میں دھویا جاتا ہو بقصد یا بلا قصد دَہ دردَہ سے کم پانی میں بے دھوئے ہوئے پڑ جائے تو وہ پانی وُضو اور غُسل کے لائق نہ رہا۔ اسی طرح جس شخص پر نہانا فرض ہے اس کے جسم کا کوئی بے دُھلا ہوا حصہ پانی سے چھو جائے تو وہ پانی وُضو اور غُسل کے کام کا نہ رہا۔ اگر دُھلا ہوا ہاتھ یا بدن کا کوئی حصہ پڑ جائے تو حرج نہیں۔(22)

مسئلہ ۲۲: اگر ہاتھ دھلا ہوا ہے مگر پھر دھونے کی نیت سے ڈالا اور یہ دھونا ثواب کا کام ہو جیسے کھانے کے لیے یا وضو کے لیے تو یہ پانی مُستعمَل ہو گیا یعنی وضو کے کام کا نہ رہا اور اس کو پینا بھی مکروہ ہے۔

مسئلہ ۲۳: اگر بضرورت ہاتھ پانی میں ڈالا جیسے پانی بڑے برتن میں ہے کہ اسے جھکا نہیں سکتا، نہ کوئی چھوٹا برتن ہے کہ اس سے نکالے تو ایسی صورت میں بقدرِ ضرورت ہاتھ پانی میں ڈال کر اس سے پانی نکالے یا کوئیں میں رسّی ڈول گر گیا اور بے گھسے نہیں نکل سکتا اور پانی بھی نہیں کہ ہاتھ پاؤں دھو کر گھسے، تو اس صورت میں اگر پاؤں ڈال کر ڈول

پارہا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اور تم پانی نہ پاؤ تو تیمم کرو۔ت)(ا۔ القرآن ۴/ ۴۳)

درمختار میں ہے:

یجوز بماء خالطه طاهر جامد کفاکهة و ورق شجر وان غیر کل اوصافه فی الاصح ان بقیت رقته واسمه ۲۔اھ ملخصا واللہ تعالی اعلم۔ (۲۔ الدرالمختار، باب المیاہ، مجتبائی دہلی، ۱/ ۳۵)

اُس پانی میں سے وضو جائز ہے جس میں کوئی خشک پاک چیز مل گئی ہو، جیسے میوہ اور درخت کے پتے، خواہ اُس نے اُس کے تمام اوصاف کو بدل دیا ہو، اصح یہی ہے، بس شرط یہ ہے کہ اس کی رقّت اور اُس کا نام باقی رہے ملخصا واللہ تعالیٰ اعلم۔

(فتاوی رضویہ، جلد ۲، ص ۳۱۹۔ ۳۲۰ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(22) لیکن صحیح معتمد قول یہ ہے کہ حدث والے بدن سے پانی کا محض مس ہو جانا اور اس سے جدا ہو جانا مستعمل ہونے کے لئے کافی ہے اگرچہ محدث کے عمل سے وہاں نہ بہاتا ہو، نہ نیت، نہ بعد انفصال کسی جگہ استقرار---اس قول معتمد کی بنیاد پر اس میں کوئی شک نہیں کہ پانی ہتھیلی سے جدا ہو کر مستعمل ہو جائے گا پھر کسی عضو میں استعمال درست نہ ہوگا، یہ وہ ہے جو مجھ پر ظاہر ہوا اور بہت واضح ہے اور اسی سے اس قول پر رد مکمل ہو جاتا ہے اور خدائے برتر ہی خوب جانتا ہے۔

ف: مسئلہ صحیح یہ ہے کہ جس بدن پر حدث ہو پانی کا اسے چھو کر اس سے جدا ہونا ہی اس کے مستعمل کر دینے کو بس ہے، خود صاحب حدث کا پانی ڈالنا یا اس کی نیت یا اس بدن سے جدا ہو کر دوسرے بدن یا کپڑے یا زمین پر ٹھہر جانا کچھ شرط نہیں۔

(فتاوی رضویہ، جلد ۱۔ ا، ۴۰ ۳ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

مستعمل پانی کے بارے میں تفصیلی معلومات کے لیے فتاوی رضویہ جلد 2 صفحہ 43 تا 248 ملاحظہ فرمایئے۔

رسی نکالے گا مُستعمل نہ ہوگا ان مسئلوں سے بہت کم لوگ واقف ہیں خیال رکھنا چاہیے۔(23)

مسئلہ ۲۴: مستعمل پانی اگر اچھے پانی میں مل جائے مثلاً وُضو یا غُسل کرتے وقت قطرے لوٹے یا گھڑے میں ٹپکے، تو اگر اچھا پانی زیادہ ہے تو یہ وُضو اور غُسل کے کام کا ہے ورنہ سب بے کار ہو گیا۔(24)

مسئلہ ۲۵: پانی میں ہاتھ پڑ گیا یا اور کسی طرح مستعمل ہو گیا اور یہ چاہیں کہ یہ کام کا ہو جائے تو اچھا پانی اس سے زیادہ اس میں مِلا دیں، نیز اس کا یہ طریقہ بھی ہے کہ اس میں ایک طرف سے پانی ڈالیں کہ دوسری طرف سے بہ جائے سب کام کا ہو جائے گا۔ یوہیں ناپاک پانی کو بھی پاک کر سکتے ہیں۔(25) یوہیں ہر بہتی ہوئی چیز اپنی جنس یا پانی سے اُبال دینے سے پاک ہو جائے گی۔

مسئلہ ۲۶: کسی درخت یا پھل کے نچوڑے ہوئے پانی سے وُضو جائز نہیں جیسے کیلے کا پانی یا انگور اور انار اور تربز کا پانی اور گنے کا رس۔(26)

مسئلہ ۲۷: جو پانی گرم ملک میں گرم موسم میں سونے چاندی کے سوا کسی اور دھات کے برتن میں دھوپ میں گرم ہو گیا، تو جب تک گرم ہے اس سے وُضو اور غُسل نہ چاہیے، نہ اس کو پینا چاہیے بلکہ بدن کو کسی طرح پہنچنا نہ چاہیے، یہاں تک کہ اگر اس سے کپڑا بھیگ جائے تو جب تک ٹھنڈا نہ ہو لے اس کے پہننے سے بچیں کہ اس پانی کے استعمال میں اندیشۂ برص ہے پھر بھی اگر وُضو یا غُسل کر لیا تو ہو جائے گا۔(27)

---

(23) الفتاوی الرضویۃ، ج ۲، ص ۱۱۷

(24) الفتاوی الرضویۃ، ج ۲، ص ۲۲۰

(25) المرجع السابق، ص ۱۲۰

(26) الدر المختار ورد المحتار، کتاب الطہارۃ، باب المیاہ، ج ۱، ص ۳۵۹

(27) اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

دھوپ کا گرم پانی مطلقاً مگر گرم ملک گرم موسم میں جو پانی سونے چاندی کے سوا کسی اور دھات کے برتن میں دھوپ سے گرم ہو جائے وہ جب تک ٹھنڈا نہ ہولے بدن کو کسی طرح پہنچانا نہ چاہیے وضو سے غسل سے نہ پینے سے یہاں تک کہ جو کپڑا اس سے بھیگا ہو جب تک سرد نہ ہو جائے پہننا مناسب نہیں کہ اُس پانی کے بدن کو پہنچنے سے معاذ اللہ احتمالِ برص ہے اختلافات اس میں بکثرت ہیں اور ہم نے اپنی کتاب منتہی الآمال فی الاوفاق والاعمال میں ہر اختلاف سے قول اصح وارجح چنا اور مختصر الفاظ میں اُسے ذکر کیا اُسی کی نقل بس ہے

وھو ھذا قط (ای الدارقطنی) عن عامر والعقیلی عن انس مرفوعا قط والشافعی عن عمر الفاروق موقوفا لاتغتسلوا بالماء المشمس فانہ یورث البرص اھ قط وابو نعیم عن ام المؤمنین انہا سخنت للنبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ماء فی الشمس فقال لاتفعلی یاحمیراء فانہ یورث البرص ۲ ۔ وقیدہ العلماء بقیود ←

....

ان یکون فی قطر ووقت حارین وقد تشمس فی منطبع صابر تحت المطرقة کحدید ونحاس علی الاصح الا النقدین علی المعتمد دون الخزف والجلود والا حجار والخشب ولا للشمس فی الحیاض والبرک قطعاً وان یستعمل فی البدن ولو شربا لا فی الثواب الا اذا لبسه رطبا اومع العرق وان یستعمل حارا فلو برد لا باس علی الاصح وقیل لافرق علی الصحیح ووجه ورد فالاول الاوجه قیل وان لایکون الاناء منکشفا والراجح ولو فالحاصل منع ایصال الماء المشمس فی اناء منطبع من غیر النقدین الی البدن فی وقت وبلد حارین مالم یبرد واللہ تعالٰی اعلم۔

دارقطنی نے عامر سے اور عقیلی نے انس سے مرفوعاً روایت کی، دارقطنی اور شافعی نے عمر فاروق سے موقوفاً روایت کی کہ تم آفتاب سے گرم شدہ پانی سے غسل نہ کرو کہ اس سے برص پیدا ہوتا ہے، دارقطنی اور ابونعیم نے ام المؤمنین سے روایت کی کہ آپ نے حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کیلئے آفتاب سے پانی گرم کیا تو آپ نے فرمایا: آئندہ ایسا نہ کرنا اے حمیراء کیونکہ اس سے برص پیدا ہوتا ہے۔ اور علماء نے اس میں کچھ قیود لگائی ہیں مثلاً یہ کہ گرم پانی گرم علاقہ میں ہو، گرم وقت میں ہو، یہ کہ پانی کسی دھات کے بنے ہوئے برتن میں جیسے پانی لوہے تانبے کے برتن میں گرم ہوا ہو اصح قول کے مطابق مگر سونے چاندی کے برتن میں گرم نہ کیا گیا ہو معتمد قول کے مطابق مٹی کھال پتھر اور لکڑی کے برتنوں کو دھوپ میں رکھ کر گرم نہ کیا گیا ہو۔ حوض اور گڑھے میں سورج کا گرم شدہ پانی قطعاً نہ ہو، یہ پانی بدن میں استعمال ہوا ہو، اگرچہ پی لیا تو بھی یہی خطرہ ہے، کپڑے دھوئے تو حرج نہیں، ہاں اگر کپڑا دھو کر تر ہی پہن لیا تو خطرہ ہے، یا کپڑا پہنا اور جسم پر پسینہ تھا، یہ پانی گرم استعمال کیا جائے اگر ٹھنڈا ہونے کے بعد استعمال کیا تو حرج نہیں، اصح قول یہی ہے، اور ایک قول یہ بھی ہے کہ فرق نہیں، اور یہی صحیح ہے، اس کی توجیہ بھی ہے اور اس پر رد ہے، تو اول کی وجہ زیادہ درست ہے، ایک قول یہ ہے کہ برتن کھلا ہوا نہ ہو، اور راجح ولو کان الاناء منکشفا ہے (یعنی اگرچہ برتن کھلا ہو) تو خلاصہ یہ ہے کہ دھوپ کے گرم پانی کا سونے چاندی کے علاوہ کسی اور دھات کے برتن سے جسم پر پہنچانا، گرم وقت میں اور گرم علاقہ میں بلا ٹھنڈا کیے ممنوع ہے واللہ تعالٰی اعلم۔

(۱؎ سنن الدارقطنی، باب الماء المسخن، نشر السنۃ ملتان، ۱/ ۳۹) (۲؎ سنن الدارقطنی، باب الماء المسخن، نشر السنۃ ملتان، ۱/ ۳۸)

اور تحقیق (۱) یہ ہے کہ ہمارے نزدیک بھی اس پانی سے وضو و غسل مکروہ ہے کما صرح بہ فی الفتح والبحر والدرایۃ والقنیۃ والنھایۃ (جیسا کہ فتح، بحر، درایہ، قنیہ اور نہایہ میں صراحت کی گئی ہے۔ ت)

اور یہ کراہت شرعی تنزیہی ہے

کما اشار الیہ فی الحلیۃ والامداد ھذا ما حققہ ش خلافا للتنویر والدر حیث نفیا الکراھۃ اصلا ویمکن حمل التنویر علی التحریم اما الدر فصرح انھا طبیۃ عند الشافعیۃ وھو خلاف نصھم۔

جیسا کہ حلیہ اور امداد میں اشارہ کیا، ش نے یہی تحقیق کی، تنویر اور دُر میں اس کے خلاف ہے، ان دونوں حضرات نے مطلقاً کراہت کا انکار کیا ہے، اور تنویر کی عبارت کو مکروہ تحریمی پر محمول کرنا ممکن ہے مگر در میں یہ تصریح کی گئی ہے کہ شافعیہ کے نزدیک وہ کراہت طبیہ ہے ←

مسئلہ ۲۸: چھوٹے چھوٹے گڑھوں میں پانی ہے اور اس میں نجاست پڑنا معلوم نہیں تو اس سے وُضو جائز ہے۔(28)

مسئلہ ۲۹: کافر کی خبر کہ یہ پانی پاک ہے یا ناپاک مانی نہ جائے گی، دونوں صورتوں میں پاک رہے گا کہ یہ اس کی اصلی حالت ہے۔(29)

مسئلہ ۳۰: نابالغ کا بھرا ہوا پانی کہ شرعاً اس کی مِلک ہو جائے، اسے پینا یا وُضو یا غُسل یا کسی کام میں لانا اس کے ماں باپ یا جس کا وہ نوکر ہے اس کے سوا کسی کو جائز نہیں اگرچہ وہ اجازت بھی دے دے، اگر وُضو کر لیا تو وضو ہو جائے گا اور گنہگار ہوگا، یہاں سے مُعلّمین کو سبق لینا چاہیے کہ اکثر وہ نابالغ بچوں سے پانی بھروا کر اپنے کام میں لایا کرتے ہیں۔ اسی طرح بالغ کا بھرا ہوا بغیر اجازت صرف کرنا بھی حرام ہے۔(30)

اور یہ ان کی تصریحات کے خلاف ہے۔

اقول: وزیادة(۲) التنویر قید القصد حیث قال وبماء قصد تشمیسه لیس اتفاقیا بل الدلالة علی الاول واشارة الی نفی ما وقع فی المعراج ان الکراهة مقیدة عند الشافعی بالقصد فافهم۔

میں کہتا ہوں تنویر میں ارادہ کی قید کا اضافہ ہے انہوں نے فرمایا اور اس پانی سے جس کو دھوپ میں قصداً گرم کیا گیا ہے، یہ قید اتفاقی نہیں ہے بلکہ پہلی پر دلالت کے لئے ہے اور جو معراج میں فرمایا ہے اسکی نفی کیلئے ہے کہ شافعیوں کے نزدیک کراہت اس وقت ہے جب بالقصد ہو فافہم۔ (فتاوی رضویہ، جلد ۲، ص ۴۶۵۔۴۶۷ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(28) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطہارۃ، الباب الثالث، الفصل الثاني، ج ۱، ص ۲۵

(29) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الکراھیۃ، الباب الأول، ج ۵، ص ۳۰۸

(30) اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

نابالغ کا بھرا ہوا پانی یہ مسئلہ بہت طویل الذیل وکثیر الشقوق ہے کتابوں میں اس کی تفصیل تام درکنار بہت صورتوں کا ذکر بھی نہیں فقیر بتوفیق القدیر اُمید کرتا ہے کہ اُس میں کلام شافی وکافی ذکر کرے فاقول وباللہ التوفیق پانی تین قسم ہیں (۱) مباح غیر مملوک (۲) مملوک غیر مباح (۳) مباح مملوک۔

اول دریاؤں نہروں کے پانی تالاب جھیلوں ڈبروں کے برساتی پانی مملوک کنویں کا پانی کہ وہ بھی جب تک بھرا نہ جائے کسی کی مِلک نہیں ہوتا جس کی تحقیق ابھی گزری مساجد وغیرہا کے حوضوں سقایوں کا پانی کہ مال وقف سے بھرا گیا اس کا بیان بھی گزرا یہ سب پانی مباح ہیں اور کسی کی مِلک نہیں۔

دوم برتنوں کا پانی کہ آدمی نے اپنے گھر کے خرچ کو بھرا یا بھروا کر رکھا وہ خاص اس کی مِلک ہے۔ بے اس کی اجازت کے کسی کو اس میں تصرف جائز نہیں۔

....

سوم سبیل یا سقایہ کا پانی کہ کسی نے خود بھرایا اپنے مال سے بھروادیا بہرحال اس کی ملک ہوا اور اس نے لوگوں کیلئے اس کا استعمال مباح کردیا وہ بعد اباحت بھی اُسی کی ملک رہتا ہے یہ پانی مملوک بھی ہے اور مباح بھی۔ ظاہر ہے کہ قسم اخیر کا پانی بالغ بھرے یا نابالغ کچھ تفاوت احکام نہ ہوگا کہ لینے والا اس کا مالک ہی نہیں ہوتا۔ یوں ہی قسم دوم میں جبکہ مالک نے اسے بطور اباحت دیا ہاں اگر مالک کیا تو اب فرق احکام آئے گا اور اگر بے اجازت مالک لیا یا دونوں قسم اخیر میں مالک بوجہ صغر یا جنون اجازت دینے کے قابل نہ تھا تو وہ آب مغصوب ہے۔ زیادہ تفصیل طلب اور یہاں مقصود بالبحث قسم اول ہے اس کیلئے تنقیح اول (۱) ان اصول پر نظر لازم جو اموال مباحہ جیسے آب مذکور یا جنگل کی خودرو گھاس پیڑ پھل پھول وغیرہا پر حصول ملک کیلئے ہیں کتب میں اس کے جزئیات میں متفرق طور پر مذکور ہوئے جن سے نظر حاضر ایک ضابطہ تک پہنچنے کی امید رکھتی ہے واللہ الہادی۔

فاقول: وبہ استعین یہ تو ظاہر ہے کہ مباح (۲) چیز احراز واستیلا سے ملک ہوجاتی ہے اول بار جس کا ہاتھ اُس پر پہنچا اور اس نے اپنے قبضے میں کرلیا اُسی کی ملک ہوجائیگی مگر یہ قبضہ کبھی دوسرے کی طرف منتقل ہوتا اور اُس کا قبضہ ٹھہرتا ہے اس کی تفصیل یہ (۳) ہے کہ مال مباح کا لینے والا دو حال سے خالی نہیں اُس (۱) شے کو اپنے لئے لے گا یا دُوسرے کیلئے، برتقدیر ثانی بطور خود یا اس سے کہے سے برتقدیر ثانی بلامعاوضہ (۳) یا باجرت برتقدیر ثانی اُس دوسرے کا اجیر (۴) مطلق ہے جیسے خدمتگار یا خاص اسی مباح کی تحصیل کیلئے اجیر کیا برتقدیر ثانی اجارہ (۵) وقت معین پر ہوا مثلاً آج صبح سے دوپہر تک یا بلاتعین برتقدیر ثانی وہ شے مباح (۶) متعین کردی تھی۔ مثلاً یہ خاص درخت یا یہاں سے یہاں تک کہ یہ دس پیڑ یا اس قطعہ مخصوصہ کا سبزہ یا اس حوض کا سارا پانی یا یہ تعیین بھی نہ تھی برتقدیر ثانی اجیر (۷) قبول کرتا ہے کہ یہ شے میں نے مستاجر کیلئے لی یا نہیں برتقدیر ثانی اگر اس شے کا احراز مثلاً کسی ظرف میں ہوتا ہو تو وہ ظرف (۸) مستاجر کا تھا یا نہیں، یہ نو۹ صورتیں ہُوئیں۔ ان میں صورت اولٰی میں تو ظاہر ہے کہ وہ شے اُسی قبضہ کرنے والے کی ملک ہوگی دوسرے کو اس سے علاقہ ہی نہیں، یوں ہی صورت دوم میں بھی کہ شرع مطہر نے سبب ملک استیلا رکھا ہے وہ اس کا ہے دوسرے کیلئے محض نیت اس ملک کو منتقل نہ کردے گی۔ فتح القدیر میں ہے:

لو قیل علیہ ھلا اذا استولی علیہ بقصدہ لنفسہ فاما اذا قصد ذلک لغیرہ فلم لا یکون للغیر یجاب بان اطلاق نحو قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الناس شرکاء فی ثلاث لا یفرق بین قصد وقصد اھ۔ و کتبت علیہ

اقول: الاحراز سبب الملک وقد تم لہ فملک ولا ینتقل لغیرہ بمجرد القصد کمن شری غیر مضاف الی زید ونیتہ انہ یشتریہ لزید لم یکن لزید۔

اگر اس پر کہا جائے کہ یہ اس صورت میں ہے جبکہ اس پر استیلاء کیا اور قصداً اپنے نفس کے لئے کیا، اور اگر کسی دوسرے کیلئے اس کا ارادہ کیا، تو یہ غیر کیلئے کیوں نہ ہوگا، اس کا یہ جواب ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان لوگ تین چیزوں میں شریک ہیں ایک قصد اور دوسرے قصد میں فرق نہیں کرتا ہے اھ اس پر میں نے لکھا ہے کہ میں کہتا ہوں حاصل کرلینا اسباب ملک میں سے ہے اور ملک اس کیلئے تام ہو چکی ہے اور وہ مالک ہوگیا اور یہ ملک دوسرے کی طرف محض قصد کی وجہ سے منتقل نہ ہوگی، جیسے کوئی شخص کوئی چیز خریدے اور اس کو ←

زید کی طرف مضاف نہ کرے اور نیت یہ ہو کہ وہ زید کیلئے ہے، تو وہ زید کیلئے نہ ہوگی۔

(اے فتح القدیر، فصل فی شرکۃ فاسدہ، نوریہ رضویہ سکھر، ۵/۴۱۰)

کچھ آگے مزید ارشاد فرماتے ہیں:

یہ اصول مطلق استیلائے مباح میں ہُوئے یہاں کہ گفتگو نابالغ میں ہے یہ بھی دیکھنا ضرور کہ اُس کے والدین اگر اُس سے کوئی شے مباح مثلاً کنویں سے پانی یا جنگل سے پتے منگائیں تو اُس نسبت بنوت کے سبب احکام مذکورہ استیلاء میں کوئی تفاوت آئے گا یا نہیں، اگر آئے گا تو کیا۔ اس میں علماء کے تین قول ہیں:

اوّل کہ زیادہ مشہور ہے یہ کہ والدین کو بھی مباحات میں استخدام کا اختیار نہیں صبی اگر چہ ان کے حکم سے اُنہیں کے لئے انہیں کے ظرف میں لے خود ہی مالک ہوگا اور والدین کو اُس میں تصرف حرام مگر بحالت محتاجی۔

اقول: یعنی بحالت فقر بلا قیمت اور بحالتِ احتیاج حاضر مثلاً سفر میں ہوں اور مال گھر میں بوعدہ قیمت تصرف کر سکتے ہیں ذخیرہ ومنیہ پھر معراج الدرایہ پھر حموی کنز پھر طحطاوی پھر شامی میں ہے:

لوامر صبیا ابوہ اوامہ باتیان الماء من الوادی اوالحوض فی کوز فجاء بہ لایحل لابویہ ان یشربا من ذلک الماء اذالم یکونا فقیرین لان الماء صار ملکہ ولایحل لھما الاکل ای والشرب من مالہ بغیر حاجۃ ا۔

اگر کسی بچّہ کو اپنے باپ یا ماں نے وادی یا حوض سے لوٹے میں پانی لانے کو کہا پھر وہ پانی لے آئے تو اس کے ماں باپ کیلئے اس پانی کو پینا جائز نہیں بشرطیکہ وہ فقیر نہ ہوں، کیونکہ پانی اُس بچّہ کی مِلک ہوگیا اور اُن دونوں کیلئے اس کے مال سے بلا حاجت کھانا پینا جائز نہیں۔

(اے ردالمحتار، فصل فی الشرب، مصطفی البابی مصر ۵/۳۱۲)

جامع احکام الصغار پھر حموی اشباہ اور تاتارخانیہ پھر ردالمحتار میں ہے:

اذا(۲) احتاج الاب الی مال ولدہ فان کانا فی المصر واحتاج لفقرہ اکل بغیر شیئ وانکانا فی المفازۃ واحتاج الیہ لانعدام الطعام معہ فلہ الاکل بالقیمۃ ۲۔

جب باپ کو بچّے کے مال کی حاجت ہو اور وہ شہر میں ہو اور فقر کی وجہ سے بچہ کا مال کھانے کا محتاج ہو تو کھالے اور اس پر کوئی شے نہیں، اور اگر یہ صورت حال جنگل میں پیش آئے اور باپ کے پاس کھانا موجود نہ ہو اور اس کو کھانے کی ضرورت ہو تو وہ قیمت کے ساتھ کھا سکتا ہے۔

(۲ے ردالمحتار، کتاب الھبۃ، مصطفی البابی مصر، ۴/۵۷۳)

جامع الفصولین فوائد امام ظہیر الدین سے ہے:

لوکان الاب فی فلاقولہ مال فاحتاج الی طعام ولدہ اکلہ بقیمۃ لقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الاب احق بمال ولدہ اذا احتاج الیہ بالمعروف والمعروف ان یتناولہ بغیر شیئ لوفقیرا والا فبقیمتہ ا۔

(اے جامع الفصولین، الفصل السابع والعشرون، اسلامی کتب خانہ کراچی، ۲/۱۹) ←

مسئلہ ۱۳۱: نجاست نے پانی کا مزہ، بو، رنگ بدل دیا تو اس کو اپنے استعمال میں بھی لانا ناجائز اور جانوروں کو پلانا بھی، گارے وغیرہ کے کام میں لا سکتے ہیں مگر اس گارے مٹی کو مسجد کی دیوار وغیرہ میں صرف کرنا جائز نہیں۔ (31)

اگر باپ جنگل میں ہو اور اس کے پاس مال ہو اور پھر اس کو اپنے بیٹے کا مال کھانے کی ضرورت لاحق ہو تو وہ اس کی قیمت دے کر کھا سکتا ہے اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ باپ کو اپنے بیٹے کے مال کا معروف طریقہ کے مطابق زیادہ حق ہے اور معروف طریقہ یہی ہے کہ بلا قیمت استعمال کرے اگر فقیر ہو، ورنہ قیمت کے ساتھ استعمال کرے۔

مگر اس اجازت سے احکام مذکورہ استیلا میں کوئی تغیر نہ ہوا کہ ملک نابالغ ہی کی قرار پائی۔ ماں باپ کو قیمتاً یا مفت اُس میں تصرف کی اجازت کچھ اسی مال استیلاء سے خاص نہیں صبی کی ہر ملک میں ہے۔

دوم فقیر والدین کی طرح غنی ماں باپ کو بھی بچہ سے ایسی خدمت لینے کا حق ہے اور وہ پانی روا کہ عرف ورواج مطلق ہے یہ امام محمد سے ایک روایت ہے ذخیرہ اور اس کے ساتھ کی کتابوں میں بعد عبارت مذکورہ ہے: وعن محمد یحل لھما ولو غنیین للمعروف والعادۃ ۲؎ (محمد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ ان دونوں کے لئے حلال ہے اگرچہ دونوں غنی ہوں کیونکہ عرف اور عادت کا اعتبار ہے۔ ت)

(۲؎ ردالمحتار، فصل فی الشرب، مصطفی البابی مصر، ۵ / ۳۱۲)

اقول: اس تقریر پر ظاہر یہ ہوتا کہ جو مباح صبی نے فرمائش والدین سے لیا اس کے مالک والدین ہی ٹھہریں ورنہ بحالِ غنا ان کو تصرف ناروا ہوتا قال تعالٰی مَنْ کَانَ غَنِیًّا فَلْیَسْتَعْفِفْ ۳؎ (اللہ تعالٰی کا فرمان ہے جسے حاجت نہ ہو وہ بچتا ہے۔ ت) تو یہ روایت صورِ ثلٰثہ استیلاء سے صورت سوم کے حکم میں والدین کا استثناء کرتی مگر امام محمد ہی سے ایسی ہی نادرہ روایت آئی ہے کہ اگر بچہ کھانے پینے کی چیز اپنے ماں باپ کو ہدیۃً دے تو وہ والدین کے لئے مباح ہے تو یہ روایت بھی احکامِ مذکورہ پر کچھ اثر نہ ڈالے گی کہ مالک صبی ہی ٹھہرا۔ (۳؎ القرآن ۴ / ۶)

جامع احکام الصغار میں ہے:

فی ھبۃ فتاوی القاضی ظھیر الدین رحمہ اللہ تعالٰی اذا اھدی الصغیر شیأ من المأکولات روی عن محمد رحمہ اللہ تعالٰی انہ یباح لوالدیہ وشبہ ذلک بضیافۃ المأذون واکثر مشائخ بخاری انہ لایباح ۱؎۔

قاضی ظہیر الدین کے فتاوٰی کی ہبہ کی بحث میں ہے کہ جب بچّہ کھانے کی کوئی چیز بطور ہدیہ دے تو امام محمد سے مروی ہے کہ اس کے والدین کو اس میں سے کھانا جائز ہے، اور انہوں نے اس کو ماذون کی ضیافت کے مشابہ قرار دیا اور بخارا کے اکثر مشائخ کہتے ہیں یہ مباح نہیں۔

(۱؎ جامع احکام الصغار مع الفصولین، اسلامی کتب خانہ کراچی، ۱ / ۱۴۶)

اسی طرح شامی میں تاتارخانیہ وذخیرہ سے ہے اس روایت کی تحقیق بعونہ تعالٰی عنقریب آتی ہے اور یہ کہ وہ اس مقام سے بے علاقہ ہے مگر اقرب یہی ہے کہ یہ روایت والدین کیلئے اباحتِ تصرف کرتی ہے نہ کہ اثباتِ ملک تو ضابطہ بحال ہے۔

سوم: اگر ماں باپ کے برتن میں لیا تو وہ مالک ہوں گے ورنہ صبی جیسے اجیر۔ (فتاوٰی رضویہ، جلد ۲۹، ص ۳۳۹ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

بچّے کے حاصل کردہ پانی کے احکام کے متعلق تفصیلی معلومات کے لیے فتاوٰی رضویہ جلد 2 پر عطاء النبی لافاضۃ احکام ماء الصبی ملاحظہ فرمائیے۔

(31) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطھارۃ، الباب الثالث، الفصل الثانی، ج ۱، ص ۲۵۔

کنوئیں کا بیان

مسئلہ ۱: کنوئیں میں آدمی یا کسی جانور کا پیشاب یا بہتا ہوا خون یا تاڑی یا سیندھی یا کسی قسم کی شراب کا قطرہ یا ناپاک لکڑی یا نجس کپڑا یا اَور کوئی ناپاک چیز گری اُس کا کل پانی نکالا جائے۔(1)

مسئلہ ۲: جن چوپایوں کا گوشت نہیں کھایا جاتا ان کے پاخانہ، پیشاب سے ناپاک ہو جائے گا، یوہیں مرغی اور بَط (بطخ) کی بیٹ سے ناپاک ہو جائے گا ان سب صورتوں میں کل پانی نکالا جائے گا۔(2)

مسئلہ ۳: مینگنیاں اور گوبر اور لید اگرچہ ناپاک ہیں مگر کنویں میں گر جائیں تو بوجہِ ضرورت ان کا قلیل معاف رکھا گیا ہے، پانی کی ناپاکی کا حکم نہ دیا جائے گا اور اُڑنے والے حلال جانور کبوتر، چڑیا کی بیٹ یا شکاری پرند چیل، شِکرا، باز کی بیٹ گر جائے تو ناپاک نہ ہوگا۔ یوہیں چوہے اور چمگادڑ کے پیشاب سے بھی ناپاک نہ ہوگا۔(3)

مسئلہ ۴: پیشاب کی بہت باریک بندکیاں مثل سوئی کی نوک کے اور نجس غبار پڑنے سے ناپاک نہ ہوگا۔(4)

مسئلہ ۵: جس کنویں کا پانی ناپاک ہوگیا، اس کا ایک قطرہ بھی پاک کنویں میں پڑ جائے تو یہ بھی ناپاک ہوگیا، جو حکم اس کا تھا وہی اس کا ہوگیا، یوہیں ڈول، رسّی، گھڑا جن میں ناپاک کنویں کا پانی لگا تھا، پاک کنویں میں پڑے وہ پاک بھی ناپاک ہو جائے گا۔(5)

مسئلہ ۶: کنویں میں آدمی، بکری، یا کتا، یا کوئی اَور دَموی جانور ان کے برابر یا ان سے بڑا گر کر مر جائے تو کل پانی نکالا جائے(6)۔

مسئلہ ۷: مرغا، مرغی، بلّی، چوہا، چھپکلی یا اَور کوئی دَموی جانور (جس میں بہتا ہوا خون ہو) اس میں مر کر پھول جائے یا پھٹ جائے کل پانی نکالا جائے۔(7)

---

(1) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الطہارۃ، باب المیاہ، فصل في البئر، ج۱، ص۴۰۷،۴۰۹

(2) غنیۃ المتملي، فصل في البئر، ص۱۶۲

(3) المرجع السابق، والفتاوی الھندیۃ، کتاب الطہارۃ، الباب الثالث في المیاہ، الفصل الأول، ج۱، ص۱۹

(4) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الطہارۃ، باب المیاہ، ج۱، ص۴۲۲

(5) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطہارۃ، الباب الثالث في المیاہ، الفصل الأول، ج۱، ص۲۰

(6) المرجع السابق، ص۱۹

(7) الفتاوی الرضویۃ، ج۳، ص۲۷۵، والفتاوی الھندیۃ، کتاب الطہارۃ، الباب الثالث في المیاہ، الفصل الاول، ج۱، ص۱۹

مسئلہ ۸: اگر یہ سب باہر مرے پھر کوئیں میں گر گئے جب بھی یہی حکم ہے۔(8)

مسئلہ ۹: چھپکلی یا چوہے کی دُم کٹ کر کوئیں میں گری، اگرچہ پھولی پھٹی نہ ہو کل پانی نکالا جائے گا، مگر اس کی جڑ میں اگر موم لگا ہو تو بیس ڈول نکالا جائے۔(9)

مسئلہ ۱۰: بلّی نے چوہے کو دبوچا اور زخمی ہو گیا پھر اس سے چھوٹ کر کوئیں میں گرا کل پانی نکالا جائے۔(10)

مسئلہ ۱۱: چوہا، چھچھوندر، چڑیا، یا چھپکلی، گرگٹ یا ان کے برابر یا ان سے چھوٹا کوئی جانور دموی کنویں میں گر کر مر گیا تو بیس ۲۰ ڈول سے تیس ۳۰ تک نکالا جائے۔(11)

مسئلہ ۱۲: کبوتر، مرغی، بلّی گر کر مرے تو چالیس ۴۰ سے ساٹھ ۶۰ تک۔(12)

مسئلہ ۱۳: آدمی کا بچہ، جو زندہ پیدا ہو، حکم میں آدمی کے ہے، بکری کا چھوٹا بچہ حکم میں بکری کے ہے۔(13)

مسئلہ ۱۴: جو جانور کبوتر سے چھوٹا ہو حکم میں چوہے کے ہے، اور جو بکری سے چھوٹا ہو مرغی کے حکم میں ہے۔(14)

مسئلہ ۱۵: دو چوہے گر کر مر جائیں تو وہی بیس ۲۰ سے تیس ۳۰ ڈول تک نکالا جائے اور تین یا چار یا پانچ ہوں تو چالیس ۴۰ سے ساٹھ ۶۰ تک اور چھ ۶ ہوں تو کل۔(15)

مسئلہ ۱۶: دو ۲ بلّیاں مر جائیں تو سب نکالا جائے۔(16)

مسئلہ ۱۷: مسلمان مردہ بعد غسل کے کوئیں میں گر جائے تو اصلاً پانی نکالنے کی ضرورت نہیں اور شہید گر جائے اور بدن پر خون نہ لگا ہو تو بھی کچھ حاجت نہیں اور اگر خون لگا ہے اور قابل بہنے کے نہ تھا تو بھی کچھ حاجت نہیں، اگرچہ وہ خون اس کے بدن پر سے ڈھل کر پانی میں مل جائے اور اگر بہنے کے قابل خون اس کے بدن پر لگا ہوا ہے اور خشک ہو گیا اور شہید کے گرنے سے اس کے بدن سے جدا ہو کر پانی میں نہ ملا جب بھی پانی پاک رہے گا کہ شہید کا خون جب

---

(8) الفتاوی الھندیۃ، المرجع السابق، ص۱۹۔۲۰

(9) المرجع السابق، ص۲۰

(10) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الطہارۃ، باب المیاہ، فصل فی البئر، ج۱، ص۴۱۷

(11) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطہارۃ، الباب الثالث فی المیاہ، الفصل الاول، ج۱، ص۱۹

(12) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الطہارۃ، باب المیاہ، فصل فی البئر، ص۴۱۴

(13) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطہارۃ، الباب الثالث فی المیاہ، الفصل الاول، ج۱، ص۱۹

(14) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطہارۃ، الباب الثالث فی المیاہ، الفصل الاول، ج۱، ص۲۰

(15) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الطہارۃ، باب المیاہ، فصل فی البئر، ج۱، ص۴۱۷

(16) المرجع السابق

ہیں اس کے بدن پر ہے کتنا ہی ہو پاک ہے ہاں یہ خون اس کے بدن سے جدا ہو کر پانی میں مل گیا تو اب ناپاک ہو گیا۔(17)

مسئلہ ۱۸: کافر مردہ اگرچہ سو ۱۰۰ بار دھویا گیا ہو، کوئیں میں گر جائے یا اس کی انگلی یا ناخن پانی سے لگ جائے پانی نجس ہو جائے گا، کل پانی نکالا جائے۔(18)

مسئلہ ۱۹: کچا بچہ یا جو بچہ مردہ پیدا ہوا، کوئیں میں گر جائے تو سب پانی نکالا جائے اگرچہ گرنے سے پہلے نہلا دیا گیا ہو۔(19)

مسئلہ ۲۰: بے وُضو اور جس شخص پر غُسل فرض ہو اگر بلا ضرورت کوئیں میں اُتریں اور اُن کے بدن پر نَجاست نہ لگی ہو تو بیس ڈول نکالا جائے اور اگر ڈول نکالنے کے لیے اُترا تو کچھ نہیں۔(20)

مسئلہ ۲۱: سوَر کنوئیں میں گرا، اگرچہ نہ مرے، پانی نجس ہو گیا، کل نکالا جائے۔(21)

مسئلہ ۲۲: سوَر کے سوا اگر اور کوئی جانور کوئیں میں گرا اور زندہ نکل آیا اور اس کے جسم میں نَجاست لگی ہونا یقینی معلوم نہ ہو، اور پانی میں اس کا مونھ نہ پڑا تو پانی پاک ہے، اس کا استعمال جائز، مگر اِحتیاطاً بیس ۲۰ ڈول نکالنا بہتر ہے اور اگر اس کے بدن پر نَجاست لگی ہونا یقینی معلوم ہو تو کل پانی نکالا جائے اور اگر اس کا مونھ پانی میں پڑا تو اس کے لُعاب اور جھوٹے کا جو حکم ہے وہی حکم اس پانی کا ہے، اگر جھوٹا ناپاک ہے یا مشکوک تو کل پانی نکالا جائے اور اگر مکروہ ہے تو چوہے وغیرہ میں بیس ۲۰ ڈول، مرغی چھوٹی ہوئی میں چالیس ۴۰ اور جس کا جھوٹا پاک ہے اس میں بھی بیس ۲۰ ڈول نکالنا بہتر ہے، مثلاً بکری گری اور زندہ نکل آئی، بیس ۲۰ ڈول نکال ڈالیں۔(22)

مسئلہ ۲۳: کنوئیں میں وہ جانور گرا جس کا جھوٹا پاک ہے یا مکروہ اور پانی کچھ نہ نکالا اور وُضو کر لیا تو وُضو

(17) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطھارۃ، الباب الثالث في المیاہ، الفصل الاول، ج۱، ص۱۹

الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الطھارۃ، باب المیاہ، فصل في البئر، ج۱، ص۴۰۸

(18) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الطھارۃ، باب المیاہ، فصل في البئر، ج۱، ص۴۰۸

(19) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطھارۃ، الباب الثالث في المیاہ، الفصل الاول، ج۱، ص۱۹

(20) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الطھارۃ، باب المیاہ، ج۱، ص۴۱۱

(21) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطھارۃ، الباب الثالث في المیاہ، الفصل الاول، ج۱، ص۱۹.

والدرالمختار وردالمحتار، کتاب الطھارۃ، باب المیاہ، فصل في البئر، ج۱، ص۴۱۰

(22) المرجع السابق

ہو جائے گا۔(23)

مسئلہ ۲۴: جوتا یا گیند کوئیں میں گر گئی اور نجس ہونا یقینی ہے کُل پانی نکالا جائے ورنہ بیس ۲۰ ڈول محض نجس ہونے کا خیال معتبر نہیں۔(24)

مسئلہ ۲۵: پانی کا جانور یعنی وہ جو پانی میں پیدا ہوتا ہے اگر کوئیں میں مر جائے یا مرا ہوا گر جائے تو ناپاک نہ ہو گا۔ اگرچہ پھولا پھٹا ہو مگر پھٹ کر اس کے اجزا پانی میں مل گئے تو اس کا پینا حرام ہے۔(25)

مسئلہ ۲۶: خشکی اور پانی کے مینڈک کا ایک حکم ہے یعنی اس کے مرنے بلکہ سڑنے سے بھی پانی نجس نہ ہوگا(26)، مگر جنگل کا بڑا مینڈک جس میں بہنے کے قابل خون ہوتا ہے اس کا حکم چوہے کی مثل ہے۔ پانی کے مینڈک کی انگلیوں کے درمیان جھلی ہوتی ہے اور خشکی کے نہیں۔

مسئلہ ۲۷: جس کی پیدائش پانی کی نہ ہو مگر پانی میں رہتا ہو جیسے بط، اس کے مر جانے سے پانی نجس ہو جائے گا۔(27)

مسئلہ ۲۸: بچّہ یا کافر نے پانی میں ہاتھ ڈال دیا تو اگر ان کے ہاتھ کا نجس ہونا معلوم ہے جب تو ظاہر ہے کہ پانی نجس ہو گیا ورنہ نجس تو نہ ہوا مگر دوسرے پانی سے وضو کرنا بہتر ہے۔(28)

مسئلہ ۲۹: جن جانوروں میں بہتا ہوا خون نہیں ہوتا جیسے مچھر، مکھی وغیرہ، ان کے مرنے سے پانی نجس نہ ہوگا۔(29)

فائدہ: مکھی سالن وغیرہ میں گر جائے تو اسے غوطہ دے کر پھینک دیں اور سالن کو کام میں لائیں۔

مسئلہ ۳۰: مردار کی ہڈی جس میں گوشت یا چکنائی لگی ہو پانی میں گر جائے تو وہ پانی ناپاک ہو گیا کل نکالا جائے اور اگر گوشت یا چکنائی نہ لگی ہو تو پاک ہے مگر سُوَر کی ہڈی سے مطلقاً ناپاک ہو جائے گا۔(30)

---

(23) غنیۃ المتملي، فصل في البئر، ص۱۵۹

(24) الحدیقۃ الندیۃ والطریقۃ المحمدیۃ، الصنف الثاني من الصنفین، ج۲، ص۶۷۴۔
والفتاوی الرضویۃ، ج۳، ص۲۸۲۔۲۸۳

(25) الفتاوی الهندیۃ، کتاب الطهارۃ، الباب الثالث في المیاہ، الفصل الثاني فیما لا یجوز بہ التوضؤ، ج۱، ص۲۴

(26) المرجع السابق

(27) الهدایۃ والعنایۃ، کتاب الطهارات، الباب الثالث، ج۱، ص۷۴

(28) غنیۃ المتملي، فصل في أحکام الحیاض، ص۱۰۳

(29) الفتاوی الهندیۃ، کتاب الطهارۃ، الباب الثالث في المیاہ، الفصل الثاني، ج۱، ص۲۴

(30) الفتاوی الهندیۃ، کتاب الطهارۃ، الباب الثالث في المیاہ، الفصل الثاني، ج۱، ص۲۴

مسئلہ ۳۱: جس کنوئیں کا پانی ناپاک ہوگیا اس میں سے جتنا پانی نکالنے کا حکم ہے نکال لیا گیا تو اب وہ رسی ڈول جس سے پانی نکالا ہے پاک ہوگیا، دھونے کی ضرورت نہیں۔(31)

مسئلہ ۳۲: کل پانی نکالنے کے یہ معنی ہیں کہ اتنا پانی نکال لیا جائے کہ اب ڈول ڈالیں تو آدھا بھی نہ بھرے، اس کی مٹی نکالنے کی ضرورت نہیں نہ دیوار دھونے کی حاجت، کہ وہ پاک ہوگئی۔(32)

مسئلہ ۳۳: یہ جو حکم دیا گیا ہے کہ اتنا اتنا پانی نکالا جائے اس کا یہ مطلب ہے کہ وہ چیز جو اس میں گری ہے اس کو اس میں سے نکال لیں پھر اتنا پانی نکالیں، اگر وہ اسی میں پڑی رہی تو کتنا ہی پانی نکالیں، بیکار ہے۔(33)

مسئلہ ۳۴: اور اگر وہ سڑگل کر مٹی ہوگئی یا وہ چیز خود نجس نہ تھی بلکہ کسی نجس چیز کے لگنے سے نجس ہوگئی ہو، جیسے نجس کپڑا، اور اس کا نکالنا مشکل ہو تو اب فقط پانی نکالنے سے پاک ہوجائے گا۔(34)

مسئلہ ۳۵: جس کوئیں کا ڈول مُعیّن ہو تو اسی کا اعتبار ہے اس کے چھوٹے بڑے ہونے کا کچھ لحاظ نہیں اور اگر اس کا کوئی خاص ڈول نہ ہو تو ایسا ہو کہ ایک صاع پانی اس میں آجائے۔(35)

مسئلہ ۳۶: ڈول بھرا ہوا نکلنا ضرور نہیں، اگر کچھ پانی چھلک کر گر گیا یا ٹپک گیا مگر جتنا بچا وہ آدھے سے زِیادہ ہے تو وہ پورا ہی ڈول شمار کیا جائے گا۔(36)

مسئلہ ۳۷: ڈول معین ہے مگر جس ڈول سے پانی نکالا وہ اس سے چھوٹا یا بڑا ہے یا ڈول معین نہیں اور جس سے نکالا وہ ایک صاع سے کم وبیش ہے تو ان صورتوں میں حساب کر کے اس معین یا ایک صاع کے برابر کرلیں۔(37)

مسئلہ ۳۸: کوئیں سے مرا ہوا جانور نکلا تو اگر اس کے گرنے مرنے کا وقت معلوم ہے تو اسی وقت سے پانی نجس ہے اس کے بعد اگر کسی نے اس سے وُضو یا غُسل کیا تو نہ وُضو ہوا نہ غُسل، اس وُضو اور غُسل سے جتنی نمازیں پڑھیں سب کو پھیرے کہ وہ نمازیں نہیں ہوئیں، یوہیں اس پانی سے کپڑے دھوئے یا کسی اور طریق سے اس کے بدن یا کپڑے میں لگا تو کپڑے اور بدن کا پاک کرنا ضروری ہے اور ان سے جو نمازیں پڑھیں ان کا پھیرنا فرض ہے اور اگر وقت معلوم

(31) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الطہارۃ، فصل في البئر، ج۱، ص۴۰۹

(32) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الطہارۃ، فصل في البئر، ج۱، ص۴۰۹

(33) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطہارۃ، الباب الثالث في المیاہ، الفصل الثاني، ج۱، ص۱۹

(34) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الطہارۃ، فصل في البئر، ج۱، ص۴۰۹

(35) الفتاوی الرضویۃ، ج۳، ص۲۶۱

(36) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الطہارۃ، باب المیاہ، فصل في البئر، ج۱، ص۴۱۷

(37) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الطہارۃ، باب المیاہ، فصل في البئر، ج۱، ص۴۱۶

نہیں تو جس وقت دیکھا گیا اس وقت سے نجس قرار پائے گا۔ اگرچہ پھولا پھٹا ہو اس سے قبل پانی نجس نہیں اور پہلے جو وضو یا غسل کیا یا کپڑے دھوئے کچھ حرج نہیں تیسیراً اسی پر عمل ہے۔(38)

مسئلہ ۳۹: جو کنوآں ایسا ہو کہ اس کا پانی ٹوٹتا ہی نہیں چاہے کتنا ہی نکالیں اور اس میں نجاست پڑ گئی یا اس میں کوئی ایسا جانور مر گیا جس میں کُل پانی نکالنے کا حکم ہے تو ایسی حالت میں حکم یہ ہے کہ معلوم کر لیں کہ اس میں کتنا پانی ہے وہ سب نکال لیا جائے۔ نکالتے وقت جتنا زیادہ ہوتا گیا اس کا کچھ لحاظ نہیں اور یہ معلوم کر لینا کہ اس وقت کتنا پانی ہے اس کا طریقہ یہ ہے کہ دو مسلمان پرہیزگار جن کو یہ مہارت ہو کہ پانی کی چوڑائی گہرائی دیکھ کر بتا سکیں کہ اس کوئیں میں اتنا پانی ہے وہ جتنے ڈول بتائیں اتنے نکالے جائیں اور دوسرا طریقہ یہ ہے کہ اس پانی کی گہرائی کسی لکڑی یا رتی سے صحیح طور پر ناپ لیں اور چند شخص بہت پھرتی سے سو ۱۰۰ ڈول مثلاً نکالیں پھر پانی ناپیں جتنا کم ہو اسی حساب سے پانی نکال لیں کوآں پاک ہو جائے گا۔ اسکی مثال یہ ہے کہ پہلی مرتبہ ناپنے سے معلوم ہوا کہ پانی مثلاً دس ہاتھ ہے پھر سو ۱۰۰ ڈول نکالنے کے بعد ناپا تو نو ۹ ہاتھ رہا تو معلوم ہوا کہ سو ۱۰۰ ڈول میں ایک ہاتھ کم ہوا تو دس ۱۰ ہاتھ میں دس سو ۱۰۰۰ یعنی ایک ہزار ڈول ہوئے۔(39)

مسئلہ ۴۰: جو کوآں ایسا ہے کہ اس کا پانی ٹوٹ جائے گا مگر اس میں اس کے پھٹ جانے وغیرہ نقصانات کا گمان ہے تو بھی اتنا ہی پانی نکالا جائے جتنا اس وقت اس میں موجود ہے۔ پانی توڑنے کی حاجت نہیں۔

مسئلہ ۴۱: کوئیں سے جتنا پانی نکالنا ہے اس میں اختیار ہے کہ ایک دم سے اتنا نکالیں یا تھوڑا تھوڑا کر کے دونوں صورت میں پاک ہو جائے گا۔(40)

مسئلہ ۴۲: مرغی کا تازہ انڈا جس پر ہنوز رطوبت لگی ہو پانی میں پڑ جائے تو نجس نہ ہوگا۔ یوہیں بکری کا بچہ پیدا ہوتے ہی پانی میں گرا اور مرا نہیں جب بھی ناپاک نہ ہوگا۔(41)

---

(38) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطہارۃ، الباب الثالث فی المیاہ، الفصل الاول، ج۱، ص۲۰۔
والدرالمختار وردالمحتار، کتاب الطہارۃ، باب المیاہ، فصل فی البئر، ج۱، ص۴۱۷، ۴۲۰۔

(39) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطہارۃ، الباب الثالث فی المیاہ، الفصل الاول، ج۱، ص۲۰، ۱۹۔
والفتاوی الرضویۃ، ج۳، ص۲۹۳، ۲۹۴۔

(40) الفتاوی الرضویۃ، ج۳، ص۲۸۹۔

(41) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الطہارۃ، باب المیاہ، فصل فی البئر، ج۱، ص۴۰۸

آدمی اور جانوروں کے جھوٹے کا بیان

مسئلہ ۱: آدمی چاہے جنب ہو یا حیض و نفاس والی عورت اس کا جھوٹا پاک ہے۔ کافر کا جھوٹا بھی پاک ہے (1)، مگر اس سے بچنا چاہیے جیسے تھوک، رینٹھ، کھنکار کہ پاک ہیں مگر ان سے آدمی گھن کرتا ہے اس سے بہت بدتر کافر کے جھوٹے کو سمجھنا چاہیے۔

مسئلہ ۲: کسی کے مونھ سے اتنا خون نکلا کہ تھوک میں سرخی آگئی اور اس نے فوراً پانی پیا تو یہ جھوٹا ناپاک ہے اور سرخی جاتی رہنے کے بعد اس پر لازم ہے کہ کُلی کر کے مونھ پاک کرے اور اگر کُلی نہ کی اور چند بار تھوک کا گزر موضع نجاست پر ہوا خواہ نگلنے میں یا تھوکنے میں یہاں تک کہ نجاست کا اثر نہ رہا تو طہارت ہوگئی اسکے بعد اگر پانی پیے گا تو پاک رہیگا اگرچہ ایسی صورت میں تھوک نگلنا سخت ناپاک بات اور گناہ ہے۔ (2)

مسئلہ ۳: معاذ اللہ شراب پی کر فوراً پانی پیا تو نجس ہوگیا اور اگر اتنی دیر ٹھہرا کہ شراب کے اجزا تھوک میں مل کر حلق سے اتر گئے تو ناپاک نہیں مگر شرابی اور اس کے جھوٹے سے بچنا ہی چاہیے۔ (3)

مسئلہ ۴: شراب خوار کی مونچھیں بڑی ہوں کہ شراب مونچھوں میں لگی تو جب تک ان کو پاک نہ کرے جو پانی پیے گا وہ پانی اور برتن دونوں ناپاک ہو جائیں گے۔ (4)

مسئلہ ۵: مرد کو غیر عورت کا اور عورت کو غیر مرد کا جھوٹا اگر معلوم ہو کہ فلانی یا فلاں کا جھوٹا ہے بطور لذّت کھانا پینا مکروہ ہے مگر اس کھانے، پانی میں کوئی کراہت نہیں آئی (5) اور اگر معلوم نہ ہو کہ کس کا ہے یا لذّت کے طور پر کھایا پیا

---

(1) الفتاوی الهندیة، کتاب الطهارة، الباب الثالث في المیاه، الفصل الثاني، ج۱، ص ۲۳.
والدر المختار ورد المحتار، کتاب الطهارة، باب المیاه، فصل في البئر، ج۱، ص ۴۲۴، وغیرهما

(2) الفتاوی الهندیة، کتاب الطهارة، الباب الثالث في المیاه، الفصل الثاني، ج۱، ص ۲۳.
والفتاوی الرضویة، ج۱، ص ۲۵۷، ۲۵۹. ومراقي الفلاح، کتاب الطهارة، فصل في بیان احکام السؤر، ص ۵

(3) الفتاوی الهندیة، کتاب الطهارة، الباب الثالث في المیاه، الفصل الثاني ج۱، ص ۲۳.
والدر المختار ورد المحتار، کتاب الطهارة، باب المیاه، فصل في البئر، مطلب في السؤر، ج۱، ص ۴۲۵، وغیرهما

(4) الفتاوی الهندیة، کتاب الطهارة، الباب الثالث في المیاه، الفصل الثاني ج۱، ص ۲۳

(5) الفتاوی الهندیة، کتاب الطهارة، الباب الثالث في المیاه، الفصل الثاني ج۱، ص ۲۳.

نہ گیا تو کوئی حرج نہیں بلکہ بعض صورتوں میں بہتر ہے جیسے باشرع عالم یا دیندار پیر کا جھوٹا کہ اسے تبرک جان کر لوگ کھاتے پیتے ہیں۔

مسئلہ ۶: جن جانوروں کا گوشت کھایا جاتا ہے چوپائے ہوں یا پرند ان کا جھوٹا پاک ہے اگرچہ نر ہوں جیسے گائے، بیل، بھینس، بکری، کبوتر، تیتر وغیرہ۔(6)

مسئلہ ۷: جو مرغی چھوٹی پھرتی اور غلیظ پر مونھ ڈالتی ہو اس کا جھوٹا مکروہ ہے اور بند رہتی ہو تو پاک ہے۔(7)

مسئلہ ۸: یوہیں بعض گائیں جن کی عادت غلیظ کھانے کی ہوتی ہے ان کا جھوٹا مکروہ ہے اور اگر ابھی نجاست کھائی اور اس کے بعد کوئی ایسی بات نہ پائی گئی جس سے اس کے موںھ کی طہارت ہو جائے (مثلاً آبِ جاری میں پانی پینا یا غیر جاری میں تین جگہ سے پینا) اور اس حالت میں پانی میں موںھ ڈال دیا تو ناپاک ہو گیا۔ اسی طرح اگر بیل، بھینسے، بکرے نروں نے حسبِ عادت مادہ کا پیشاب سونگھا اور اس سے ان کا موںھ ناپاک ہوا اور نگاہ سے غائب نہ ہوئے نہ اتنی دیر گزری جس میں طہارت ہو جاتی تو ان کا جھوٹا ناپاک ہے اور اگر چار پانیوں میں موںھ ڈالیں تو پہلے تین ناپاک چوتھا پاک۔(8)

مسئلہ ۹: گھوڑے کا جھوٹا پاک ہے۔(9)

مسئلہ ۱۰: سوَر، کتا، شیر، چیتا، بھیڑیا، ہاتھی، گیدڑ اور دوسرے درندوں کا جھوٹا ناپاک ہے۔(10)

مسئلہ ۱۱: کتے نے برتن میں موںھ ڈالا تو اگر وہ چینی یا دھات کا ہے یا مٹی کا روغنی یا استعمالی چکنا تو تین بار دھونے سے پاک ہو جائے گا ورنہ ہر بار سکھا کر۔ ہاں چینی میں بال ہو یا اور برتن میں درار ہو تو تین بار سکھا کر پاک ہوگا فقط دھونے سے پاک نہ ہوگا۔(11)

مسئلہ ۱۲: مٹکے کو کتے نے اوپر سے چاٹا اس میں کا پانی ناپاک نہ ہوگا۔(12)

والدر المختار ورد المحتار، کتاب الطہارۃ، باب المیاہ، فصل في البئر، مطلب في السؤر، ج۱، ص ۴۲۴

(6) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطہارۃ، الباب الثالث في المیاہ، الفصل الثاني، ج۱، ص ۲۳

(7) المرجع السابق، والدر المختار ورد المحتار، کتاب الطہارۃ، باب المیاہ، فصل في البئر، مطلب في السؤر، ج۱، ص ۴۲۵

(8) المرجع السابق

(9) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطہارۃ، الباب الثالث في المیاہ، الفصل الثاني، ج۱، ص ۲۳

(10) المرجع السابق، ص ۲۴

(11) الفتاوی الرضویۃ، کتاب الطہارۃ، باب الانجاس، ج۴، ص ۵۵۹

(12) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطہارۃ، الباب الثالث في المیاہ، الفصل الثاني، ج۱، ص ۲۴

مسئلہ ۱۳: اڑنے والے شکاری جانور جیسے شکرا، باز، بہری، چیل وغیرہ کا جھوٹا مکروہ ہے اور یہی حکم کوے کا ہے اور اگر ان کو پال کر شکار کے لیے سکھالیا ہو اور چونچ میں نجاست نہ لگی ہو تو اس کا جھوٹا پاک ہے۔(13)

مسئلہ ۱۴: گھر میں رہنے والے جانور جیسے بلّی، چوہا، سانپ، چھپکلی کا جھوٹا مکروہ ہے۔(14)

مسئلہ ۱۵: اگر کسی کا ہاتھ بلّی نے چاٹنا شروع کیا تو چاہیے کہ فوراً کھینچ لے یوہیں چھوڑ دینا کہ چاٹتی رہے مکروہ ہے اور چاہیے کہ ہاتھ دھوڈالے بے دھوئے اگر نماز پڑھ لی تو ہوگئی مگر خلافِ اَولیٰ ہوئی۔(15)

مسئلہ ۱۶: بلّی نے چوہا کھایا اور فوراً برتن میں مونھ ڈال دیا تو ناپاک ہوگیا اور اگر زبان سے مونھ چاٹ لیا کہ خون کا اثر جاتا رہا تو ناپاک نہیں۔(16)

مسئلہ ۱۷: پانی کے رہنے والے جانور کا جھوٹا پاک ہے خواہ ان کی پیدائش پانی میں ہو یا نہیں۔(17)

مسئلہ ۱۸: گدھے، خچر کا جھوٹا مشکوک ہے یعنی اس کے قابلِ وُضو ہونے میں شک ہے، ولہٰذا اس سے وُضو نہیں ہوسکتا کہ حدث متیقن طہارت مشکوک سے زائل نہ ہوگا۔(18)

مسئلہ ۱۹: جو جھوٹا پانی پاک ہے اس سے وُضو اور غُسل جائز ہیں مگر جنب نے بغیر کُلّی کیے پانی پیا تو اس جھوٹے پانی سے وُضو ناجائز ہے کہ وہ مستعمل ہوگیا۔

مسئلہ ۲۰: اچھا پانی ہوتے ہوئے مکروہ پانی سے وُضو وغُسل مکروہ اور اگر اچھا پانی موجود نہیں تو کوئی حرج نہیں اسی طرح مکروہ جھوٹے کا کھانا پینا بھی مالدار کو مکروہ ہے۔ غریب محتاج کو بلا کراہت جائز۔(19)

مسئلہ ۲۱: اچھا پانی ہوتے ہوئے مشکوک سے وُضو وغُسل جائز نہیں اور اگر اچھا پانی نہ ہو تو اسی سے وُضو وغُسل کرلے اور تیمم بھی اور بہتر یہ ہے کہ وُضو پہلے کرلے اور اگر عکس کیا یعنی پہلے تیمم کیا پھر وُضو جب بھی حرج نہیں اور اس صورت میں وُضو اور غُسل میں نیت کرنی ضرور اور اگر وُضو کیا اور تیمم نہ کیا یا تیمم کیا اور وُضو نہ کیا تو نماز نہ ہوگی۔(20)

مسئلہ ۲۲: مشکوک جھوٹے کا کھانا پینا نہیں چاہیے۔(21)

---

(13) المرجع السابق (14) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطہارۃ، الباب الثالث في المیاہ، الفصل الثاني، ج۱، ص۲۴.
والدرالمختار وردالمحتار، کتاب الطہارۃ، باب المیاہ، فصل في البئر، مطلب في السؤر، ج۱، ص۴۲۶

(15) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطہارۃ، الباب الثالث في المیاہ، الفصل الثاني، ج۱، ص۲۴

(16) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطہارۃ، الباب الثالث في المیاہ، الفصل الثاني، ج۱، ص۲۴

(17) المرجع السابق، ص۲۳، و التبیین الحقائق، ج۱، ص۱۰۵

(18) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطہارۃ، الباب الثالث في المیاہ، الفصل الثاني، ج۱، ص۲۴

(19) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطہارۃ، الباب الثالث في المیاہ، الفصل الثاني، ج۱، ص۲۴ (20) المرجع السابق

مسئلہ ۲۳: مشکوک پانی اچھے پانی میں مل گیا تو اگر اچھا زیادہ ہے تو اس سے وضو ہو سکتا ہے ورنہ نہیں۔(22)

مسئلہ ۲۴: جس کا جھوٹا ناپاک ہے اس کا پسینہ اور لعاب بھی ناپاک ہے اور جس کا جھوٹا پاک اس کا پسینہ اور لعاب بھی پاک اور جس کا جھوٹا مکروہ اس کا لعاب اور پسینہ بھی مکروہ۔(23)

مسئلہ ۲۵: گدھے، خچر کا پسینہ اگر کپڑے میں لگ جائے تو کپڑا پاک ہے چاہے کتنا ہی زیادہ لگا ہو۔(24)

❀❀❀❀❀

---

(22) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطہارۃ، الباب الثالث فی المیاہ، الفصل الثانی، ج ۱، ص ۲۴

(23) المرجع السابق، ص ۲۳

(24) المرجع السابق

تیمّم کا بیان

اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

﴿ وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰۤى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ مِّنْهُ ﴾ (1)

یعنی اگر تم بیمار ہو یا سفر میں ہو یا تم میں کا کوئی پاخانہ سے آیا یا عورتوں سے مباشرت کی (جماع کیا) اور پانی نہ پاؤ تو پاک مٹی کا قصد کرو تو اپنے مونھ اور ہاتھوں کا اس سے مسح کرو۔

احادیث

حدیث ۱: صحیح بخاری میں بروایت اُم المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا مروی، فرماتی ہیں، کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں گئے یہاں تک کہ جب بیدا یا ذات الجیش (1) میں ہوئے۔ میری ہیکل ٹوٹ گئی۔ (ہار ٹوٹ کر گر پڑا) رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اس کی تلاش کے لیے اقامت فرمائی اور لوگوں نے بھی حضور کے ساتھ اقامت کی اور نہ وہاں پانی تھا نہ لوگوں کے ساتھ پانی تھا۔ لوگوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ کے پاس آ کر عرض کی کیا آپ نہیں دیکھتے کہ صدیقہ نے کیا کیا حضور کو اور سب کو ٹھہرا لیا اور نہ یہاں پانی ہے نہ لوگوں کے ہمراہ ہے۔ فرماتی ہیں کہ ابوبکر رضی اللہ تعالٰی عنہ آئے اور حضور اپنا سر مبارک میرے زانو پر رکھ کر آرام فرمارہے تھے اور فرمایا تو نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور لوگوں کو روک لیا۔ حالانکہ نہ یہاں پانی ہے نہ لوگوں کے ہمراہ ہے۔ اُم المومنین فرماتی ہیں کہ مجھ پر عتاب کیا اور جو چاہا اللہ نے انہوں نے کہا اور اپنے ہاتھ سے میری کوکھ میں کونچا شروع کیا اور مجھے حرکت کرنے سے کوئی چیز مانع نہ تھی مگر حضور کا میرے زانو پر آرام فرمانا تو جب صبح ہوئی ایسی جگہ جہاں پانی نہ تھا حضور اٹھے اللہ تعالٰی نے تیمم کی آیت نازل فرمائی اور لوگوں نے تیمم کیا اس پر اُسید بن حُضیر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے کہا کہ اے آل ابوبکر یہ تمہاری پہلی برکت نہیں (یعنی ایسی برکتیں تم سے ہوتی ہی رہتی ہیں) فرماتی ہیں جب میری سواری کا اونٹ اٹھایا گیا وہ ہیکل اس کے نیچے ملی۔ (3)

حدیث ۲: صحیح مسلم شریف میں بروایت حُذیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ مروی، حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ارشاد

(1) پ:۶، المآئدۃ:۶۔

(2) بیدا اور ذات الجیش یہ دونوں دو جگہ کے نام ہیں۔

(3) صحیح البخاري، کتاب التیمم، باب التیمم، الحدیث: ۳۳۴، ج۱، ص ۱۳۳

فرماتے ہیں منجملہ ان باتوں کے جن سے ہم کو لوگوں پر فضیلت دی گئی یہ تین باتیں ہیں۔

(۱) ہماری صفیں ملائکہ کی صفوں کے مثل کی گئیں اور

(۲) ہمارے لیے تمام زمین مسجد کر دی گئی اور

(۳) جب ہم پانی نہ پائیں زمین کی خاک ہمارے لیے پاک کرنے والی بنائی گئی۔(4)

حدیث ۳: امام احمد و ابوداود و ترمذی ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، حضور سیّد عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پاک مٹی مسلمان کا وضو ہے اگرچہ دس برس پانی نہ پائے اور جب پانی پائے تو اپنے بدن کو پہنچائے (یعنی وضو کرے) کہ یہ اس کے لیے بہتر ہے۔(5)

حدیث ۴: ابوداود و دارمی نے ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی فرماتے ہیں۔ دو شخص سفر میں گئے اور نماز کا وقت آیا ان کے ساتھ پانی نہ تھا۔ پاک مٹی پر تیمم کر کے نماز پڑھ لی پھر وقت کے اندر پانی مل گیا ان میں ایک صاحب نے وضو کر کے نماز کا اعادہ کیا اور دوسرے نے اعادہ نہ کیا پھر جب خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اس کا ذکر کیا تو جس نے اعادہ نہ کیا تھا اس سے فرمایا کہ تو سنّت کو پہنچا اور تیری نماز ہوگئی اور جس نے وضو کر کے اعادہ کیا تھا اس سے فرمایا تجھے دونا ثواب ہے۔(6)

حدیث ۵: صحیح بخاری و صحیح مسلم میں عمران رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، فرماتے ہیں ہم ایک سفر میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے حضور نے نماز پڑھائی جب نماز سے فارغ ہوئے ملاحظہ فرمایا کہ ایک شخص لوگوں سے الگ بیٹھا ہوا ہے جس نے قوم کے ساتھ نماز نہ پڑھی۔ فرمایا: اے شخص تجھے قوم کے ساتھ نماز پڑھنے سے کیا شے مانع آئی۔ عرض کی مجھے نہانے کی حاجت ہے اور پانی نہیں ہے۔ ارشاد فرمایا، مٹی کو لے کہ وہ تجھے کافی ہے۔(7)

حدیث ۶: صحیحین میں ابوجُہَیم بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بیر جمل (8) کی جانب سے تشریف لا رہے تھے ایک شخص نے حضور کو سلام کیا اس کا جواب نہ دیا یہاں تک کہ ایک دیوار کی جانب متوجہ ہوئے اور مونھ اور ہاتھوں کا مسح فرمایا پھر اس کے سلام کا جواب دیا۔(9)

---

(4) صحیح مسلم، کتاب المساجد... إلخ، باب المساجد ومواضع الصلاۃ، الحدیث: ۵۲۲، ص ۲۶۵

(5) المسند للإمام أحمد بن حنبل، حدیث أبي ذر الغفاري، الحدیث: ۲۱۴۲۹، ج ۸، ص ۸۶

(6) سنن أبي داود، کتاب الطھارۃ، باب المتیمم یجد الماء بعد ما یصلي في الوقت، الحدیث: ۳۳۸، ج ۱، ص ۱۵۵

(7) صحیح البخاري، کتاب التیمم، باب الصعید الطیب... إلخ، الحدیث: ۳۴۴، ج ۱، ص ۱۳۶۔

(8) مدینہ منورہ میں ایک مقام کا نام ہے۔

(9) صحیح البخاري، کتاب التیمم، باب التیمم في الحضر... إلخ، الحدیث: ۳۳۷، ج ۱، ص ۱۳۴

تیمّم کے مسائل

مسئلہ ۱: جس کا وُضو نہ ہو یا نہانے کی ضرورت ہو اور پانی پر قدرت نہ ہو تو وُضو وغُسل کی جگہ تیمم کرے۔ پانی پر قدرت نہ ہونے کی چند صورتیں ہیں:

(۱) ایسی بیماری ہو کہ وُضو یا غُسل سے اس کے زِیادہ ہونے یا دیر میں اچھا ہونے کا صحیح اندیشہ ہو خواہ یوں کہ اس نے خود آزمایا ہو کہ جب وُضو یا غُسل کرتا ہے تو بیماری بڑھتی ہے یا یوں کہ کسی مسلمان اچھے لائق حکیم نے جو ظاہراً فاسق نہ ہو کہہ دیا ہو کہ پانی نقصان کریگا۔(1)

مسئلہ ۲: محض خیال ہی خیال بیماری بڑھنے کا ہو تو تیمم جائز نہیں۔ یوں ہی کافر یا فاسق یا معمولی طبیب کے کہنے کا اعتبار نہیں(2)۔

مسئلہ ۳: اور اگر پانی بیماری کو نقصان نہیں کرتا مگر وُضو یا غُسل کے لیے حرکت ضرر کرتی ہو یا خود وُضو نہیں کر سکتا اور کوئی ایسا بھی نہیں جو وُضو کرا دے تو بھی تیمم کرے۔ یوہیں کسی کے ہاتھ پھٹ گئے کہ خود وُضو نہیں کر سکتا اور کوئی ایسا بھی نہیں جو وُضو کرا دے تو تیمم کرے۔(3)

---

(1) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطہارۃ، الباب الرابع فی التیمم، الفصل الاول، ج۱، ص۲۸

(2) اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:
ہاں یہ بات کہ فلاں امر ضرر دے گا کسی کافر یا کھلے فاسق یا ناقص طبیب کے بتائے سے ثابت نہیں ہو سکتی یا تو خود اپنا تجربہ ہو کہ نقصان ہوتا ہے یا کوئی صاف علامت ایسی موجود ہو جس سے واقعی ظن غالب نقصان کا ہو یا طبیب حاذق مسلم مستور بتائے جس کا کوئی فسق ظاہر نہ ہو۔

فی الدرالمختار و ردالمحتار: تیمم لمرض یشتد او یمتد بغلبۃ ظن (عن امارۃ او تجربۃ شرح منیۃ) او قول (طبیب) حاذق مسلم (غیر ظاھر الفسق) اھ اھ بالالتقاط .(اے الدرالمختار، کتاب الطہارۃ، باب التیمم، مطبع مجتبائی دہلی، ۱/۴۱) (ردالمحتار، کتاب الطہارۃ، باب التیمم، داراحیاء التراث العربی بیروت، ۱/۱۵۶)

جب ایسی بیماری ہو کہ (علامت یا تجربہ سے شرح منیہ) یا ایسے مسلمان ماہر طبیب کے بتانے سے جس کا فسق ظاہر نہ ہو غلبہ ظن ہو کہ پانی استعمال کرنے سے وہ بیماری اور سخت ہو جائے گی یا لمبی مدت لے لے گی تو تیمم کرے اھ ملتقطاً۔(ت)

(فتاوی رضویہ، جلد ۱۔۲، ص ۶۱۹ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(3) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطہارۃ، الباب الرابع فی التیمم، الفصل الاول، ج۱، ص۲۸

مسئلہ ۴: بے وضو کے اکثر اعضائے وضو میں یا جنب کے اکثر بدن میں زخم ہو یا چیچک نکلی ہو تو تیمم کرے، ورنہ جو حصہ عُضْوْ یا بدن کا اچھا ہو اس کو دھوئے اور زخم کی جگہ اور بوقت ضرر اس کے آس پاس بھی مسح کرے اور مسح بھی ضرر کرے تو اس عُضْوْ پر کپڑا ڈال کر اس پر مسح کرے۔(4)

مسئلہ ۵: بیماری میں اگر ٹھنڈا پانی نقصان کرتا ہے اور گرم پانی نقصان نہ کرے تو گرم پانی سے وضو اور غُسل ضروری ہے تیمم جائز نہیں۔ ہاں اگر ایسی جگہ ہو کہ گرم پانی نہ مل سکے تو تیمم کرے۔ یوہیں اگر ٹھنڈے وقت میں وضو یا غُسل نقصان کرتا ہے اور گرم وقت میں نہیں تو ٹھنڈے وقت تیمم کرے پھر جب گرم وقت آئے تو آئندہ نماز کے لیے وضو کرلینا چاہیے جو نماز اس تیمم سے پڑھ لی اس کے اعادہ کی حاجت نہیں۔(5)

مسئلہ ۶: اگر سر پر پانی ڈالنا نقصان کرتا ہے تو گلے سے نہائے اور پورے سر کا مسح کرے۔

(۲) وہاں چاروں طرف ایک ایک میل تک پانی کا پتا نہیں۔

مسئلہ ۷: اگر یہ گمان ہو کہ ایک میل کے اندر پانی ہوگا تو تلاش کرلینا ضروری ہے۔ بلا تلاش کیے تیمم جائز نہیں پھر بغیر تلاش کیے تیمم کر کے نماز پڑھ لی اور تلاش کرنے پر پانی مل گیا تو وضو کر کے نماز کا اعادہ لازم ہے اور اگر نہ ملا تو ہوگئی۔(6)

---

(4) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطہارۃ، الباب الرابع فی التیمم، الفصل الاول، ج ۱، ص ۲۸.
والدرالمختار وردالمحتار، کتاب الطہارۃ، باب التیمم، مطلب فی فاقد الطہورین، ج ۱، ص ۴۸۱

(5) اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:
ان ضرہ غسل راسہ لاغیر مسحہ وغسل سائر جسدہ وان ضرہ الاغتسال بماء بارد اغتسل بحار او فاتران قدر والا تیمم او مسح رأسہ وغسل بدنہ حسبما یقتضیہ حالہ وان ضرہ الاغتسال فی الوقت البارد تیمم فیہ او مسح وغسل کما مر واغتسل فی غیر ذلک الوقت وبالجملۃ یتبع الضرر ولا یجاوزہ فحیث لایجد سبیلا الی الغسل یتیمم الی ان یجد سبیلا واللہ سبحانہ وتعالی اعلم.
اگر اسے صرف سر دھونا مضر ہو تو سر کا مسح کرے اور باقی بدن دھوئے اور اگر ٹھنڈے پانی سے نہانا نقصان کرتا ہو تو گرم یا گنگنے پانی سے نہائے اگر مل سکے، ورنہ تیمم کرے یا سر پر مسح کرے اور بدن دھولے جیسا اس کے حال مرض کا تقاضا ہو اور اگر ٹھنڈے وقت نہانا نقصان دیتا ہے تو اس وقت تیمم یا بدستور سر کا مسح اور باقی بدن کا غُسل کرلے پھر جب گرم وقت آئے نہالے غرض جہاں تک ضرر ہو اُسی کا اتباع کرے اُس سے آگے نہ بڑھے جب کسی طرح نہ نہا سکے تو جب تک یہ حالت رہے تیمم کرے واللہ تعالیٰ اعلم۔
(فتاوی رضویہ، جلد ۱۔ ۲، ص ۶۱۷ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(6) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطہارۃ، الباب الرابع فی التیمم، الفصل الاول، ج ۱، ص ۲۹

مسئلہ ۸: اگر غالب گمان یہ ہے کہ میل کے اندر پانی نہیں ہے تو تلاش کرنا ضروری نہیں پھر اگر تیمم کر کے نماز پڑھ لی اور نہ تلاش کیا نہ کوئی ایسا ہے جس سے پوچھے اور بعد کو معلوم ہوا کہ پانی یہاں سے قریب ہے تو نماز کا اعادہ نہیں مگر یہ تیمم اب جاتا رہا اور اگر کوئی وہاں تھا مگر اس نے پوچھا نہیں اور بعد کو معلوم ہوا کہ پانی قریب ہے تو اعادہ چاہیے۔(7)

مسئلہ ۹: اور اگر قریب میں پانی ہونے اور نہ ہونے کسی کا گمان نہیں تو تلاش کر لینا مستحب ہے اور بغیر تلاش کیے تیمم کر کے نماز پڑھ لی ہوگئی۔(8)

مسئلہ ۱۰: ساتھ میں زم زم شریف ہے جو لوگوں کے لیے تبرکاً لیے جا رہا ہے یا بیمار کو پلانے کے لیے اور اتنا ہے کہ وضو ہو جائے گا تو تیمم جائز نہیں۔(9)

مسئلہ ۱۱: اگر چاہے کہ زمزم شریف سے وضو نہ کرے اور تیمم جائز ہو جائے تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ کسی ایسے شخص

---

(7) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطہارۃ، الباب الرابع في التیمم، الفصل الأول، ج۱، ص۲۹

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

پھر یہ دیکھئے کہ تیمم کا جواز کب ہوتا ہے؟ جب پانی ایک میل دُوری پر ہو اور یہ ہمیں قطعاً معلوم ہے کہ جب پانی اس قدر دُور ہوگا تو مقیم اپنے شہر میں پانی کی ویسے ہی حفاظت رکھے گا جیسے کھانے کی حفاظت رکھتا ہے پھر اس کا کیا ہوگا جو سفر میں ہو؟ تو سفر میں زیادہ تر بخل ہی ہوگا۔ اور سفر میں پانی کے مبذول ہونے کی کوئی جگہ نہیں مگر چند گنی چنی صورتوں میں مثلاً یہ کہ (۱) پانی کا مالک اس کی اولاد سے ہو، (۲) یا اس کا سگا بھائی ہو (۳) یا دوست ہو، (۴) یا ملازم ہو (۵) یا رعیت ہو (۶) یا اس سے ڈرتا ہو (۷) یا اسے اس سے کوئی طمع ہو جسے وہ بروئے کار لانا چاہتا ہو (۸) یا جانتا ہو کہ یہ آدمی بخیل، پست ہمت اور میرا مخالف نہیں اور اس کے پاس پانی بھی اتنا ہے کہ اگر مجھے اس میں سے دے دے تو اتنا بچ رہے گا جس سے وہ اپنی ضروریات بغیر کوتاہی وکمی کے پورا کرتا ہوا گھر پہنچ جائے گا (۹) یا یہ اپاہج ہو یا مثلاً ہاتھ شل ہو اور وہ کنویں پر ہے (۱۰) یا جانتا ہو کہ وہ کریم النفس ہے سائل کو رد کرنے سے حیا رکھتا ہے خصوصاً جب کہ ان لوگوں میں سے ہو جو اپنے اوپر دوسرے کو ترجیح دیتے ہیں اگرچہ انہیں سخت احتیاج ہی کیوں نہ ہو۔ تو ایسی صورتوں میں اس کا ظنِ عطا جس کا شریعت میں اعتبار ہے درست ہوگا اور یہ غالب گمان ہے جو عمل میں یقین سے ملحق ہے، ضعیف گمان نہیں جو شک میں شامل ہے بلاشبہ یہ صورتیں دوسری صورتوں سے بہت زیادہ قلیل وکمتر ہیں۔ پھر یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ آب طہارت عادۃً لیا دیا جاتا ہے۔ بلکہ اس میں تو اکثر بخل ہی ہوتا ہے۔ ہاں ان صورتوں کی قلت حدِ ندرت تک نہ پہنچی کہ انہیں بالکل نظر انداز کر دینا اور حکم کو جائے گمان سے متعلق کرنا لازم ہو تو خود اسی کے گمان پر معاملہ کو دائر رکھنا ضروری ہوا اور وہ خود اپنی حالت زیادہ جانتا ہے تو پانی کے کمیاب یا وافر ہونے کی جگہ سے حکم مقید نہ ہوگا۔ تو اس میں شک نہ رہا کہ وجہِ صواب تفصیل ہی ہے یہ تو حکم سے متعلق کلام ہوا۔ (فتاوی رضویہ، جلد ۴ ص ۵۷ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(8) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطہارۃ، الباب الرابع في التیمم، الفصل الأول، ج۱، ص۲۹

(9) الفتاوی التاتارخانیۃ، کتاب الطہارۃ، الفصل الخامس في التیمم، نوع آخر في بیان شرائطہم، ج۱، ص۲۳۴

کوجس پر بھروسا ہو کہ پھر دے دے گا وہ پانی ہبہ کردے اور اس کا کچھ بدلہ ٹھہرائے تو اب تیمم جا ئز ہو جائے گا۔(10)

مسئلہ ۱۲: جو نہ آبادی میں ہو نہ آبادی کے قریب اور اس کے ہمراہ پانی موجود ہے اور یاد نہ رہا اور تیمم کر کے نماز پڑھ لی ہوگئی اور اگر آبادی یا آبادی کے قریب میں ہو تو اعادہ کرے۔(11)

مسئلہ ۱۳: اگر اپنے ساتھی کے پاس پانی ہے اور یہ گمان ہے کہ مانگنے سے دے دے گا تو مانگنے سے پہلے تیمم جائز نہیں پھر اگر نہیں مانگا اور تیمم کر کے نماز پڑھ لی اور بعد نماز مانگا اور اس نے دے دیا یا بے مانگے اس نے خود دے دیا تو وضو کر کے نماز کا اعادہ لازم ہے اور اگر مانگا اور نہ دیا تو نماز ہوگئی اور اگر بعد کو بھی نہ مانگا جس سے دینے نہ دینے کا حال کھلتا اور نہ اس نے خود دیا تو نماز ہوگئی اور اگر دینے کا غالب گمان نہیں اور تیمم کر کے نماز پڑھ لی جب بھی یہی صورتیں ہیں کہ بعد کو پانی دے دیا تو وضو کر کے نماز کا اعادہ کرے ورنہ ہوگئی۔(12)

---

(10) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الطہارۃ، باب التیمم، مطلب في فاقد الطہورین، ج۱، ص ۴۷۵

(11) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الطہارۃ، باب التیمم، مطلب في الفرق بین الظن وغلبۃ الظن، ج۱، ص ۴۶۷

(12) اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

متیمم کہ دوسرے کے پاس پانی پائے یہ مسئلہ بہت معرکۃ الآراء وطویلۃ الاذیال ہے اکثر کتب میں اُس کے بعض جزئیات مذکور ہیں امام صدر الشریعۃ نے شرح وقایہ پھر محقق ابراہیم حلبی نے غنیۃ شرح منیہ میں پھر محقق زین العابدین نے بحرالرائق میں رحمہم اللہ تعالٰی ورحمنا بھم (خدائے برتر ان پر رحمت فرمائے اور ان کی برکت سے ہم پر رحمت فرمائے۔ت) اُس کیلئے قوانین کلیہ وضع فرمانا چاہے کہ جمیع شقوق کو حاوی ہوں۔ فقیر اوّلاً چند مسائل ذکر کرے جن کا لحاظ ہر ضابطہ میں ضروری ہے وہی اپنے اختلافات پر مادہ ہر ضابطہ ہیں پھر قوانین علماء اور مالہا وما علیہا پھر وہ جو فیض قدیر سے قلب فقیر پر فائض ہوا وللہ الحمد واللہ المستعان وعلیہ التکلان (اور خدا ہی کیلئے ساری حمد ہے اور خدا ہی مستعان ہے اور اسی پر بھروسہ ہے۔ت)

مسئلہ ا: (ا) اگر دُوسرے کے پاس اتنا پانی ہونا کہ اس کی طہارت کو کافی اور اس کی حاجت سے زائد ہو معلوم نہ تھا اور تیمم کر کے نماز پڑھ لی نماز کے بعد معلوم ہوا تو نماز پر اس کا کچھ اثر نہیں نماز ہوگئی اگرچہ بعد نماز وہ اسے پانی خود یا اس کے مانگنے سے دے بھی دے۔

لما علمت ان لاقدرۃ الا بالعلم حتی لو وضع فی رحلہ ماء ونسیہ وصلی تمت وان تذکر بعدھا لم یعد کما تقدم مفصلا فی نمرۃ ۱۵۸ اس کی وجہ وہی ہے جو بیان ہوئی کہ بغیر علم واطلاع کے قدرت نہیں۔ یہاں تک کہ اگر اپنے خیمہ میں پانی رکھا اور بھول گیا اور نماز پڑھ لی تو پوری ہوگئی۔ اگر بعد نماز یاد آیا تو اعادہ نہیں جیسا کہ نمبر ۱۵۸ میں تفصیل سے گزرا۔

خانیہ میں ہے:

المصلی بالتیمم اذا وجد الماء بعد الفراغ من الصلاۃ لاتلزمہ الاعادۃ ولو وجد فی خلال الصلاۃ فسدت وکذا (۲) لو وجد بعد التشھد قبل السلام وان (۳) وجد بعد ماسلم تسلیمۃ واحدۃ لم تفسد اھ←

تیمم سے نماز ادا کرنے والے کو جب نماز سے فارغ ہونے کے بعد پانی ملے تو اس پر اعادہ لازم نہیں اور اگر نماز کے درمیان پانی پائے تو نماز فاسد ہوگئی۔ اسی طرح اگر تشہد کے بعد سلام سے پہلے پائے۔ اگر ایک سلام پھیرنے کے بعد پائے تو نماز فاسد نہ ہوئی۔

(اے فتاوٰی قاضی خان، فصل فیما یجوز لہ التیمم، مطبع نولکشور لکھنؤ، ۱/۲۷)

مسئلہ ۲(۱): اگر نماز پڑھتے میں اس نے پانی لاکر رکھا کہ یہ لے لے یا مطلق کہا کہ جس کے جی میں آئے اس سے وضو کرے تو تیمم ٹوٹ گیا نماز جاتی رہی اس کا ذکر ضمناً نمبر ۲۱ میں گزرا مگر یہاں ایک استثناء نفیس ہے امام فقیہ النفس نے فرمایا (۲) اگر وہ کہنے والا نصرانی ہو نیت نہ توڑے کہ اس کے کہنے کا کیا اعتبار شاید مسخرہ پن سے کہتا ہو، ہاں نماز کے بعد اس سے مانگے دے دے تو نماز پھیرے ورنہ ہوگئی۔

خانیہ میں ہے:

المصلی بالتیمم اذا قال لہ نصرانی خذ الماء فانہ یمضی علی صلاتہ ولایقطع لان کلامہ قد یکون علی وجہ الاستھزاء فلایقطع بالشك فاذا فرغ من الصلاۃ سألہ ان اعطاہ اعاد الصلاۃ والا فلا ۲۔

تیمم سے نماز ادا کرنے والے سے جب کوئی نصرانی کہے پانی لے تو نماز پڑھتا رہے قطع نہ کرے اس لئے کہ اس کا کلام بطور استہزاء بھی ہوتا ہے تو شک کی بنیاد پر قطع نہ کرے۔ جب نماز سے فارغ ہوجائے تو اس سے طلب کرے اگر دے دے تو نماز کا اعادہ کرے ورنہ نہیں۔

(۲ے فتاوٰی قاضی خان، فصل فیما بہ التیمم، مطبع نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۳۰)

اسی طرح خلاصہ میں زیادات وفتاوٰی رزین سے ہے اقول علمائے (۳) کرام اکثر بجائے مناط ذکر مظنہ پر اکتفاء فرماتے اور مثال سے مقصود کی راہ دکھاتے ہیں یہاں نہ نصرانی کی تخصیص نہ کافر کی خصوصیت بلکہ مدار ظن استہزا ہے اگر نصرانی (۴) یا کوئی کافر اس کا نوکر یا ماتحت یا رعیت یا اس کی شاگردی میں ہے یا اس سے کسی حاجت کی طمع رکھتا ہے یا خوف کرتا ہے تو ان صورتوں میں اُس پر گمان استہزا نہ ہوگا نیت توڑنی ہوگی ہاں اگر پھر مانگے پر نہ دے تو تیمم باقی ہے وذلک لظھور القدرۃ علی الماء ظنا مع عدم مایعارضہ (وہ اس لئے کہ ظنی طور پر پانی پر قدرت ظاہر ہوگئی اور اس کا کوئی معارض موجود نہیں۔ت) اور اگر کوئی (۵) فاسق بیباک تمسخر کا عادی ہے لوگوں سے یونہی کہا کرتا پھر نہیں دیتا ہے تو اُس کے کہنے پر نیت توڑنے کی اجازت نہ ہوگی۔

لان ابطال العمل حرام ولم یحصل الظن علی القدرۃ بقول مثلہ من المستھزئین اللئام۔

اس لئے کہ عمل کا باطل کرنا حرام ہے اور اس جیسے کمینے تمسخر کرنے والے کی بات سے قدرت کا ظن حاصل نہ ہوا۔

ہاں بعد نماز دے دے تو اعادہ کرنی ہوگی ورنہ نماز بھی ہوگئی اور تیمم بھی باقی واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳(۱): اگر اس نے اس سے پانی لینے کو نہ کہا مگر عین نماز میں اسے اس کے پاس کافی پانی ہونے کا علم ہوا اقول اگرچہ تذکُّر سے کہ پہلے اس کے پاس پانی ہونا معلوم تھا یاد نہ رہا تیمم کرکے نماز شروع کی نماز میں یاد آیا کہ فلاں کے پاس پانی ہے وھذا ظاھر جدا (اور یہ بہت ظاہر ہے۔ت) تو دو صورتیں ہیں اگر اسے گمان غالب ہو کہ مانگے سے دے دے گا۔ تو نیت توڑے اور مانگے اور اگر گمان غالب ہو کہ نہ دے گا یا کسی طرف غلبہ ظن نہ ہو شک کی حالت ہو تو نیت توڑنے کی اجازت نہیں ہوسکتی۔ صدر الشریعۃ میں زیادات سے ہے: ←

....

المتیمم المسافر اذا رأی مع رجل ماء کثیرا وھو فی الصلاۃ وغلب علی ظنہ انہ لایعطیہ اوشك مضی علی صلاتہ لانہ صح شروعہ فلا یقطع بالشك وان غلب علی ظنہ انہ یعطیہ قطع الصلاۃ وطلب منہ الماء[۱]۔

تیمم والا مسافر حالتِ نماز میں جب کسی کے پاس کثیر پانی دیکھے اور غالب گمان ہو کہ وہ اسے پانی نہ دے گا یا شک ہو تو نماز پڑھتا رہے اس لئے کہ اس کا شروع کرنا صحیح ہے تو شک کی وجہ سے نیت نہ توڑے گا اور اگر غالب گمان ہو کہ پانی دے دے گا تو نماز توڑ دے اور اس سے پانی طلب کرے۔ (۱؎ شرح الوقایہ، فصل فیما یجوز لہ التیمم، مطبع رشیدیہ دہلی ۱/۱۰۱)

بعینہٖ اسی طرح بدائع وحلیہ میں جامع کرخی سے ہے:

غیر انہ لیس فیہ ذکر ظن العطاء صریحا وانما دل علی القطع فیہ بالمفھوم۔ مگر اس میں دینے کا گمان ہونے والی صورت صراحۃً مذکور نہیں۔ مفہوم سے معلوم ہوتا ہے کہ اس صورت میں نماز توڑ دینے کا حکم ہے۔

بزازیہ میں ہے:

ان علم انہ یعطیہ قطع وان اشکل لا[۲]۔ اگر یہ جانتا ہو کہ وہ دے دے گا تو نماز توڑ دے اور اگر اشکال واشتباہ کی صورت ہو تو نہ توڑے۔ (۲؎ فتاوٰی بزازیہ مع عالمگیری، فصل الخامس فی التیمم، مطبع نورانی کتب خانہ پشاور ۴/۱۶)

فتاوٰی امام قاضی خان میں ہے:

المصلی (۲) بالتیمم اذا رأی سرابا ان کان اکبر رأیہ انہ ماء یباح لہ ان ینصرف وان استوی الظنان لایحل لہ قطع الصلاۃ واذا فرغ من الصلاۃ ان ظھر انہ کان ماء یلزمہ الاعادۃ والا فلا[۱]۔

تیمم سے نماز ادا کرتے ہوئے اگر سراب (پانی کی شکل میں ریت) دکھائی دے تو اگر اس کا غالب گمان ہو کہ یہ پانی ہے تو اس کیلئے نماز توڑنا جائز ہے اور اگر دونوں گمان برابر ہوں تو نماز توڑنا جائز نہیں، اور نماز سے فارغ ہونے کے بعد ظاہر ہو جائے کہ پانی ہی ہے تو اعادہ لازم ہے ورنہ نہیں۔ (۱؎ فتاوٰی قاضی خان، فصل فیما یجوز لہ التیمم، مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱/۲۸)

تنبیہ۔ اقول: ظاہر (۱) عبارات بحالت ظن غالب عطا وجوب قطع ہے،

لان (۲) صیغۃ الاخبار اکد من صیغۃ الامر ولان بظن العطاء وان لم یقدر علی الماء حتی یبطل تیممہ لکن اورث شبھۃ قویۃ فی بقائہ فلا یحل المضی علیہ حتی یظھر بطلانھا ولان الصلاۃ بالتیمم (۳) کاملۃ عندنا کالصلاۃ بالوضوء ولذا (۴) صح اقتداء المتوضیٔ بالمتیمم بل جاز بلا کراھۃ وان کان العکس افضل فھذا القطع لیس (عہ) للاکمال بل للابطال ولیس ثمہ فی المضی علی الصلاۃ ضرر علیہ یزال ومثل القطع لو لم یجب لم یجز لقولہ تعالٰی ولا تبطلوا اعمالکم واللہ سبحٰنہ اعلم۔

اس کی چند وجہیں ہیں (۱) اس لئے کہ صیغۂ خبر صیغۂ امر سے زیادہ مؤکد ہے (۲) اس لئے کہ دینے کا اسے گمان ہے تو اتنے سے پانی پر اسے قدرت نہیں حاصل ہوگئی کہ اس کا تیمم باطل ہو جائے لیکن اس گمان سے تیمم باقی رہ جانے میں ایک قوی شبہ ضرور پیدا ہوگیا تو اس ←

....

تیمم پر برقرار رہنا حلال نہ ہوگا جب تک کہ اس شبہ کا بطلان ظاہر نہ ہو جائے (۳) اس لئے کہ ہمارے نزدیک تیمم سے نماز کی ادائیگی کامل ہے جیسے وضو سے نماز کامل ہے اسی لئے یہ درست بلکہ بلا کراہت جائز ہے کہ وضو والا تیمم والے کی اقتدا کرے اگرچہ اس کا عکس افضل ہے۔ تو اس گمان کے باعث نماز توڑنا اسے کامل کرنے کیلئے نہیں بلکہ باطل کرنے کیلئے ہے اور وہاں نماز پڑھتے رہنے میں اس کا کوئی نقصان بھی نہیں جسے دُور کرنا ہو۔ اور نماز توڑنا ایسا عمل ہے کہ اگر واجب نہ ہوتا تو اس کا جواز ہی نہ ہوتا اس لئے کہ باری تعالٰی کا فرمان ہے: اور تم اپنے عملوں کا باطل نہ کرو۔ اور اللہ تعالٰی خوب جاننے والا ہے۔

(عہ)فان قلت الیس قدقالواندب لراجی الماء تأخیرالصلاۃ الی اٰخر الوقت المستحب لیقع الاداء باکمل الطھارتین اقول الاکمل فوق الکامل والقطع انما جاء للاکمال لاللزیادۃ بعدالکمال قال فی البنایۃ علی قول الھدایۃ باکمل الطھارتین وھو الوضو وصیغۃ افعل تدل علی ان التیمم طھارۃ کاملۃ ولکن الوضوء اکمل منھا ۳؎ اھ ۱۲ منہ غفرلہ (م)

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ کیا علما نے یہ نہیں فرمایا کہ پانی ملنے کی امید ہو تو آخر وقت مستحب تک نماز مؤخر کرنا مندوب ہے تاکہ نماز کی ادائیگی دونوں طہارتوں میں سے اس طہارت سے ہو جو زیادہ کامل ہے اقول (جواب یہ ہے کہ) زیادہ کامل کا درجہ کامل سے اوپر ہے اور نماز توڑنا کامل کرنے ہی کیلئے ہے کامل ہو جانے کے بعد زیادتی کمال کیلئے نہیں ہے ہدایہ کی عبارت باکمل الطھارتین (دونوں سے اکمل طہارت کے ذریعہ) پر بنایہ کے الفاظ یہ ہیں: وہ وضو ہے اور افعل کا صیغہ یہ بتا رہا ہے کہ تیمم بھی طہارت کاملہ ہے لیکن وضو اس سے زیادہ کامل ہے اھ۔ ۱۲ منہ غفرلہ (۳؎ البنایہ فی شرح الھدایہ، باب التیمم، المکتبۃ الامدادیہ مکۃ المکرمہ، ۱/۳۲۶)

مسئلہ ۴ (۱): یہ حکم نماز کے قطع و اتمام کا تھا۔ رہا یہ کہ اس سے پانی مانگنا اس پر واجب ہے یا نہیں اقول بحال ظن عطا تو وجوب میں شبہ نہیں کہ اسی کیلئے نیت توڑنے کا حکم ہوا باقی دو ۲ حالتوں میں عبارت خلاصہ یہ ہے بیرون نماز پانی دیکھ کر مانگنا واجب ہونے نہ ہونے کا اختلاف آئندہ اور اور مسائل لکھ کر فرمایا:

ھذا کلہ قبل الشروع فی الصلاۃ ولوشرع بالتیمم فی السفر فرأی رجلا معہ ماء کثیران علم انہ یعطیہ یقطع الصلاۃ وان علم انہ لایعطیہ یمضی علی صلاتہ وان اشکل یمضی علی صلاتہ ثم یسألہ ان اعطاہ اعاد الصلاۃ وان ابی فصلاتہ تامۃ ۱؎

یہ سارا حکم نماز شروع کرنے سے پہلے ہے اور اگر سفر میں تیمم سے نماز شروع کر دی پھر کسی کو دیکھا کہ اس کے پاس بہت سا پانی ہے تو اگر یہ جانتا ہو کہ وہ اسے پانی دے دے گا تو نماز توڑ دے۔ اور اگر جانتا ہو کہ نہ دے گا تو نماز پڑھتا رہے اور اگر اشتباہ ہو تو بھی نماز پڑھتا رہے پھر فارغ ہو کر اس سے مانگے اگر دے دے تو نماز کا اعادہ کرے اور انکار کرے تو نماز کامل ہوگئی۔

(۱؎ خلاصۃ الفتاوٰی، الفصل الخامس فی التیمم، مطبوعہ نولکشور لکھنؤ، ۱/۳۳)

اسی طرح ہندیہ میں محیط سرخسی سے ہے ... (مگر انہوں نے منع وانکار کا گمان ہونے والی صورت ...

....

بیان کی۔ت)(۲؎ فتاویٰ ہندیہ، آخر فصل اول، مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور، ۱/ ۲۹)

اس کا یہ مفاد کہ بحالِ ظن منع سوال کی اصلاً حاجت نہیں اور بحالِ شک نماز پُوری کرکے مانگے یہ صاف نہ فرمایا کہ مانگنا واجب ہے یا مستحب اقول مگر مسئلہ(۱) ظن قرب آب میں تصریح ہے کہ اگر قُرب مشکوک ہو طلب واجب نہیں صرف مستحب ہے، درمختار میں ہے:

الا یغلب علی ظنه قربه لا یجب بل یندب ان رجا والا لا ۱؎۔

اگر قرب آب کا غالب گمان نہ ہو تو طلب واجب نہیں بلکہ مندوب ہے اگر امید رکھتا ہو ورنہ مندوب بھی نہیں۔

(۱؎ درمختار، باب التیمم، مطبوعہ مجتبائی دہلی، ۱/ ۴۴)

شرح تعریف رضوی کے افادہ پنجم میں اور بعض عبارات بھی اس کے مفید گزریں اور جوہرہ نیرہ میں ہے: اذا شك یستحب له الطلب ۲؎ (شک کی صورت میں طلب مستحب ہے۔ت)(۲؎ الجوہرۃ النیرۃ، باب التیمم، مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱/ ۲۸)

اسی طرح ہندیہ میں سراج وہاج سے ہے، بحر میں بدائع سے ہے: اذا لم یغلب علی ظنه قربه لا یجب بل یستحب اذا کان علی طمع من وجود الماء ۳؎۔ قرب آب کا غالب گمان نہ ہو تو طلب واجب نہیں بلکہ مستحب ہے جب کہ پانی موجود ہونے کی اسے کچھ امید ہو۔(۳؎ البحرالرائق، باب التیمم، مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی، ۱/ ۱۶۱)

اس کے بکثرت مؤیدات عنقریب آتے ہیں اِن شاء اللہ تعالٰی تو حاصلِ حکم یہ نکلا کہ بحالِ ظن عطا مانگنا واجب اور بحالِ شک مستحب اور بحالِ ظن منع مستحب بھی نہیں واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۵ (۲): صحیح ومعتمد وظاہر الروایۃ یہ ہے کہ نماز میں بحالِ غلبہ ظن عطا اگرچہ نیت توڑنے کا حکم ہے مگر فقط اس غلبہ ظن سے نہ تیمم ٹوٹے نہ نماز جائے یہاں تک کہ اگر پُوری کرلی اور پھر مانگا اور اُس نے نہ دیا تو نماز بھی صحیح اور تیمم بھی باقی کہ ظاہر ہُوا کہ وہ ظن غلط تھا۔ اقول یہ حکم خود انہیں عبارات مذکورہ زیادات وجامع کرخی ومحیط سرخسی وخلاصہ وبزازیہ وصدر الشریعۃ وحلیہ وہندیہ سے ظاہر کہ قطع نماز کو فرمایا اور قطع وہی کی جائے گی کہ ہنوز باقی ہے باطل خود ہی معدوم ہوگئی قطع کیا ہو

بحر میں ہے:

اذا کان فی الصلاۃ وغلب علی ظنه الاعطاء لاتبطل بل اذا تمها سأله ولم یعطه تمت صلاته لانه ظهر ان ظنه کان خطاء کذا فی شرح الوقایة فعلم منه ان ما فی فتح القدیر من بطلانها بمجرد غلبة ظن الاعطاء لیس بظاهر الا ان قاضیخان فی فتاواه ذکر البطلان فی هذه الصورة بمجرد الظن عن محمد ۱؎۔

جب اندرونِ نماز ہو اور اسے غالب گمان ہوا کہ دے دے گا تو اس سے نماز باطل نہیں ہوجاتی بلکہ اس صورت میں جب نماز پُوری کرلے پھر مانگے اور وہ نہ دے تو نماز پُوری ہوگئی اس لئے کہ ظاہر ہوگیا کہ اس کا گمان غلط تھا۔ ایسا ہی شرح وقایہ میں ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ محض غلبہ ظن عطا سے بطلانِ نماز کی بات جو فتح القدیر میں ہے وہ ظاہر نہیں مگر قاضی خان نے اس صورت میں محض گمان کی وجہ سے بطلانِ نماز امام محمد سے اپنے فتاویٰ میں نقل فرمایا ہے۔(۱؎ البحرالرائق، باب التیمم، مطبع سعید کمپنی کراچی، ۱/ ۱۵۴) ←

اسی طرح ردالمحتار میں نہر سے ہے:

قال لاتبطل کما جزم به الزیلعی وغیره فما فی الفتح فیه نظر نعم فی الخانیة عن محمد انها تبطل بمجرد الظن فمع غلبته اولی وعلیه یحمل مافی الفتح [2] اھ

انہوں نے کہا: نماز باطل نہیں ہوجاتی جیسا کہ اس پر امام زیلعی وغیرہ نے جزم کیا ہے تو فتح القدیر میں جو لکھا ہے وہ محلِ نظر ہے۔ ہاں خانیہ میں امام محمد سے ایک روایت ہے کہ محض گمان سے نماز باطل ہوجاتی ہے تو غلبہ ظن سے بدرجہ اولیٰ باطل ہوجائے گی اور اسی پر محمول ہے وہ جو فتح القدیر میں ہے۔ (۲؎ ردالمحتار، باب التیمم، مطبع مصطفی البابی مصر، ۱/۸۵)

اقول: (۱) عبارة الخانیة المسافر اذا شرع فی الصلاة بالتیمم ثم جاء انسان معه ماء فانه یمضی فی صلاته فاذا سلم فسأله ان منع جازت صلاته وان اعطاه بطلت وعن محمد رحمه الله تعالٰی اذا رأی فی الصلاة مع غیره ماء وفی غالب ظنه انه یعطیه بطلت صلاته [3] اھ

اقول: (میں کہتا ہوں) خانیہ کی عبارت یہ ہے: مسافر جب تیمم سے نماز شروع کردے پھر کوئی آدمی آئے جس کے پاس پانی ہو تو وہ نماز پڑھتا رہے جب سلام پھیر لے تو اس سے پانی مانگے اگر نہ دے تو اس کی نماز ہوگئی اور اگر دے دے تو باطل ہوگئی۔ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ جب اندرونِ نماز دوسرے کے پاس پانی دیکھے اور اس کا غالب گمان یہ ہے کہ وہ اسے دے دے گا تو اس کی نماز باطل ہوگئی۔ (۳؎ فتاوٰی قاضی خان، فصل فیما یجوز له التیمم، مطبع نولکشور لکھنؤ، ۱/۲۷)

فلیس فیها عن محمد بطلانها بمجرد الظن بالمعنی الذی اراد النهر بل قد قید صریحا بغلبة الظن ولو لم یقید لکان هو المراد اذ الظن الضعیف ملتحق بالشك کما صرحوا به فکیف تبطل بالشك صلاة صح الشروع فیها بیقین وکأنه لم یراجع الخانیة واعتمد قول اخیه ذکر البطلان بمجرد الظن فحمله علی تجرید الظن عن الغلبة ولیس کذلك وانما مراده بمجرد الظن ای قبل ان یسأل فیظهر تحقیق ظنه او خیبته۔

اس عبارت کے اندر امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی سے اُس معنی میں مجرد ظن سے بطلانِ نماز کا ذکر نہیں جو صاحب النہر الفائق نے مراد لیا بلکہ اس میں تو صاف غلبۂ ظن کی قید موجود ہے اور اگر یہ قید نہ ہوتی تو بھی ظن سے غلبۂ ظن ہی مراد ہوتا اس لئے کہ ظنِ ضعیف تو شک میں شامل ہے جیسا کہ علماء نے اس کی صراحت فرمائی ہے تو شک سے ایسی نماز کیسے باطل ہوجائے گی جسے شروع کرنا یقینی طور پر درست بھی ہوا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ صاحب نہر نے خود خانیہ کی مراجعت نہ فرمائی اور اپنے برادر (صاحب بحر) کی عبارت ذکر البطلان بمجرد الظن (مجرد ظن سے بطلان کا ذکر کیا ہے) پر اعتماد کرتے ہوئے اس کا معنی یہ لے لیا کہ گمان غلبہ سے خالی ہو حالانکہ ایسا نہیں۔ مجرد ظن سے ان کی مراد یہ ہے کہ محض گمان ہو۔ یعنی ابھی مانگا نہیں کہ گمان کی درستی و کامیابی یا ناکامی منکشف ہو۔

ثم اقول: ماروی عن محمد رحمه الله تعالٰی یحتمل تأویلین الاول ان بطلت (۱) بمعنی ستبطل کما هو معروف فی کلماتهم فی غیر ما مقام وقد بیناه فی رسالتنا فصل القضاء فی رسم الافتاء الثانی ان المعنی ان حکم ←

....

نفس هذه الصورة هو البطلان حتى لو لم يزد على هذا ومضى على صلاته ولم يسأل بعدها حكم ببطلانها سواء اعطاه صاحب الماء بدون سؤال اولا وعبارة الفتح هكذا جماعة (۲) من المتيممين وهب لهم صاحب الماء فقبضوه لاينتقض تيمم احد منهم لانه لايصيب كلا منهم مايكفيه على قولهما وعلى قول ابي حنيفة رضي الله تعالى عنهم لاتصح هذه الهبة للشيوع ولو (۱) عين الواهب واحدا منهم يبطل تيممه دونهم حتى لو كان اماما بطلت صلاة الكل وكذا (۲) لو كان غير امام الا انه لما فرغ القوم سأله الامام فاعطاه تفسد على قول الكل لتبين انه صلى قادرا على الماء واعلم انهم فرعوا الوصلي بتيمم فطلع عليه رجل معه ماء فان غلب على ظنه انه يعطيه بطلت قبل السؤال وان غلب ان لايعطيه يمضي على صلاته وان اشكل عليه يمضي ثم يسأله فان اعطاه ولو بيعا بثمن المثل ونحوه اعاد والافهي تامة وكذا لواعطاه بعد المنع الا انه يتوضأ هنا للصلاة اخرى وعلى هذا فاطلاق فساد الصلاة في صورة سؤال الامام اما ان يكون محمولا على حالة الاشكال او ان عدم الفساد عند غلبة ظن عدم الاعطاء مقيد بما اذا لم يظهر له بعدُ اعطاؤه اھ اھ

ثم اقول: امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی سے جو روایت آئی ہے اس میں دو ۲ تاویلیں ہوسکتی ہیں: اول یہ کہ باطل ہوئی کا معنی یہ ہے کہ ابھی باطل ہوجائے گی جیسا کہ ان حضرات کی عبارتوں اور متعدد جگہوں میں یہ معنی معلوم ومعروف ہے۔ اور ہم نے اسے اپنے رسالہ فصل القضاء فی رسم الافتاء میں بیان کیا ہے۔ دوم یہ کہ خود اس صورت کا حکم یہ ہے کہ نماز باطل ہوگئی یہاں تک کہ اگر اس نے اس سے زیادہ کچھ نہ کیا اور نماز پڑھ لی، بعد میں مانگا بھی نہیں تو اس نماز کے باطل ہونے کا حکم ہوگا خواہ پانی والا بغیر مانگے اسے دے یا نہ دے۔ اور فتح القدیر کی عبارت اس طرح ہے: تیمم والوں کی جماعت ہورہی ہے انہیں پانی کے مالک نے پانی ہبہ کردیا جس پر وہ قابض بھی ہوگئے تو ان میں سے کسی کا تیمم نہ ٹوٹے گا اس لئے کہ ہر ایک کو اتنا نہ پہنچے گا جو اس کیلئے کافی ہو یہ حکم برقول صاحبین ہے۔ اور امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کے قول پر یہ ہبہ ہی شیوع کی وجہ سے صحیح نہیں، اور اگر ہبہ کرنے والے نے ان میں سے کسی ایک کو معین کردیا تو اس کا تیمم باطل ہوجائے گا باقی لوگوں کا نہیں یہاں تک کہ وہ شخص معین اگر امام تھا تو سب کی نماز باطل ہوگئی۔ اسی طرح اگر غیر امام ہو۔ مگر یہ کہ جب لوگ نماز سے فارغ ہوگئے تو امام نے اس سے پانی مانگا اس نے دے دیا تو سب کے قول پر نماز فاسد ہوگی اس لئے کہ ظاہر ہوگیا کہ اس نے پانی پر قدرت ہوتے ہوئے نماز ادا کی۔ جاننا چاہئے کہ مشائخ نے یہ تفریع فرمائی ہے کہ اگر کسی نے تیمم سے نماز شروع کی پھر اس کے سامنے ایسا شخص نمودار ہوا جس کے پاس پانی ہے تو اگر اس کا غالب گمان یہ ہو کہ وہ پانی دے دے گا تو مانگنے سے پہلے ہی نماز باطل ہوگئی اور اگر غالب گمان یہ ہو کہ نہ دے گا تو نماز پوری کرے اور اگر اشتباہ کی صورت ہو تو نماز پوری کرے پھر اس سے مانگے اگر دے دے خواہ ثمن مثل کے بدلے بیع وغیرہ سے ہی دے تو نماز کا اعادہ کرے ورنہ نماز کامل ہوگئی۔ اسی طرح اگر انکار کرنے کے بعد دے مگر اس صورت میں وہ یہاں کسی دوسری نماز کیلئے وضو کرے گا۔ تو امام کے مانگنے کی صورت میں فساد نماز کو مطلقاً کہنا یا تو حالت اشتباہ پر محمول ہوگا یا اس پر کہ نہ دینے کا غلبہ ظن ہونے کی صورت میں عدم فساد اس سے مقید ہے کہ ابھی اس کے دینے کا حال ظاہر نہ ہوا ہو اھ۔ (اــــ فتح القدیر، باب التیمم مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۱۱۹) ←

مسئلہ ۱۴: نماز پڑھتے میں کسی کے پاس پانی دیکھا اور گمان غالب ہے کہ دے دیگا تو چاہیے کہ نماز توڑ دے اور

وانت تعلم ان(۲)هذه العبارة بعيدة عن ذينك التاويلين اما الاول فظاهر واما الثاني فلان مفاد ماحكاه عنه ان عند ظن العطاء او المنع لا توقف على السؤال بل صحت في ظن المنع وبطلت في ظن العطاء سأل اولم يسأل انما يتوقف الامر على السؤال عند الشك والاشكال ولذا فهم المخالفة بينه وبين فرع سؤال الامام حيث حكموا فيه ببطلان صلاتهم اذا اعطاه وهو باطلاقه يشمل ما اذا كان الامام ظن في صلاته عطاء اومنعا اوشك فتوقفت الصحة في ظن المنع ايضا على مايتبين من الحال بعد السؤال ولذا ردد التوفيق بين حملين اما ان يخص الفرع بصورة الشك فيصح التوقف على السؤال اويقال ان في ظن المنع ايضا يزول حكم الصحة بظهور خطائه بعد الصلاة فهذا مافهمه ورامه رحمه الله تعالى وهو غير منسوج على منوال ماروى عن الامام الرباني رحمه الله تعالى كيف وقد نسبه الى المشائخ انهم هم الذين فرعوه(۱)

ناظر کو معلوم ہے کہ یہ عبارت صاحب فتح القدیر کی ان دونوں تاویلوں سے بعید ہے۔ پہلی تاویل کا بعد تو ظاہر ہے دوسری اس طرح کہ اپنے طور پر انہوں نے جو حکایت فرمائی اس کا مفاد یہ ہے کہ دینے یا نہ دینے کا ظن ہونے کی صورت میں مانگنے پر کچھ موقوف نہیں بلکہ حکم یہ ہے کہ نہ دینے کا ظن ہو تو نماز صحیح اور دینے کا ظن ہو تو باطل ہوگی مانگے یا نہ مانگے۔ صرف شک واشکال کی صورت میں مانگنے پر معاملہ موقوف رہتا ہے۔ اس لئے انہوں نے اس مسئلہ میں اور امام کے مانگنے کے مسئلہ میں اختلاف سمجھا کیوں کہ اس میں علما نے سبھی کی نماز باطل ہونے کا حکم کیا ہے جب امام کو مانگنے پر پانی والا پانی دے دے۔ اور یہ حکم اپنے اطلاق کی وجہ سے دورانِ نماز امام کے ظن عطا، ظن منع اور شک تمام صورتوں کو شامل ہے تو ظن منع کی صورت میں بھی مانگنے کے بعد ظاہر ہونے والے حال پر نماز کی صحت موقوف رہی اور اسی لئے انہوں نے دو حمل کے درمیان تطبیق دائر فرمائی کہ یا تو جزئیہ کو صورت شک سے خاص کیا جائے تو صحتِ نماز مانگنے پر موقوف رہے گی یا یہ کہا جائے کہ بعد نماز گمان کی خطا ظاہر ہو جانے سے صحتِ نماز کا حکم ظن منع کی صورت میں بھی ختم ہو جاتا ہے۔ یہ وہ ہے جو صاحب فتح القدیر رحمہ اللہ تعالیٰ نے سمجھا اور مراد لیا۔ ان کا یہ سارا کلام امام ربانی رحمہ اللہ تعالیٰ سے نقل شدہ روایت کے طریقہ پر وارد نہیں اور یہ کیسے کہا جا سکتا ہے جبکہ وہ صاف اس کی نسبت مشائخ کی طرف فرما رہے ہیں کہ ان ہی حضرات نے یہ تفریع کی ہے۔

وانت تعلم ان ماحكاه عين مافي الخلاصة سوى ان فيها ان علم انه يعطيه يقطع الصلاة ووقع بدله في الفتح بطلت قبل السؤال وليس مفادها البطلان بمجرد ظن العطاء ولا الجزم بالصحة مطلقا في ظن المنع حتى لاتعادوان اعطى ولا تخصيص احالة الحكم على مايتبين بعد السؤال بصورة الاشكال بل هو عام يشمل جميع الاشكال كما يتجلى في كل ذلك حقيقة الحال بعون المولى ذي الجلال والظاهر (۲) والله تعالى اعلم انه رحمه الله تعالى اعتمدههنا على مافي صدره ولم يراجع كلماتهم ولذا ردد في التوفيق مع ان الشق الاول لامساغ له والاخير(۱) هو المنصوص عليه في كتب المذهب كما سياتي ان شاء الله تعالى۔

←

اس سے پانی مانگے اور اگر نہیں مانگا اور پوری کرلی اب اس نے خود یا اس کے مانگنے پر دے دیا تو اعادہ لازم ہے اور نہ

یہ بھی معلوم ہے کہ صاحب فتح القدیر نے جو حکایت فرمائی بعینہ وہی ہے جو خلاصہ میں تحریر ہوئی۔ فرق یہ ہے کہ خلاصہ میں ہے: اگر جانتا ہو کہ دے دے گا تو نماز توڑ دے۔ اس کے بدلہ فتح القدیر میں یہ ہے کہ مانگنے سے پہلے ہی نماز باطل ہوگئی۔ حالانکہ اس عبارت کا مفاد یہ نہیں کہ محض ظن عطا سے نماز باطل ہوگئی، نہ ہی ظن منع کی صورت میں مطلقاً صحت نماز کا جزم ہے یہاں تک کہ دے دینے پر بھی اعادہ نماز نہ ہو، نہ ہی یہ کہ مانگنے کے بعد ظاہر ہونے والی حالت پر حکم کا حوالہ صرف صورت شک کے ساتھ خاص ہے بلکہ یہ حکم عام اور تمام صورتوں کو شامل ہے جیسا کہ اس سلسلہ میں حقیقتِ حال بعونِ مولائے ذی الجلال روشن ہوگی۔ ظاہر یہ ہے اور خدائے برتر ہی جاننے والا ہے کہ صاحب فتح القدیر رحمہ اللہ تعالٰی نے یہاں اپنی یاد پر اعتماد فرمایا ہے کلمات علماء کی مراجعت نہ فرمائی اسی لئے تطبیق میں تردید کی صورت اختیار کی حالانکہ شق اول کی تو کوئی گنجائش ہی نہیں اور اخیر پر تو کتب مذہب میں نص موجود ہے جیسا کہ عنقریب آئے گا اگر خدائے برتر نے چاہا۔

مسئلہ ۶(۲): اگر شروع نماز سے پہلے دوسرے کے پاس پانی معلوم ہوا تو آیا اس سے مانگنا واجب ہے یا نہیں یہاں اختلاف روایت تاحدِ اضطراب ہے اور وہ کہ مطالعہ کتب ونظر دلائل سے فقیر کو منقح ہوا یہ کہ یہاں بھی وہی حکم ہے جو مسئلہ ۴ میں گزرا یعنی ظن غالب ہو کہ دے دے گا تو سوال واجب اور بے مانگے تیمم کرکے نماز پڑھنا حلال نہیں ورنہ واجب نہیں اور بلا سوال نماز حلال ہاں بحال شک سوال مستحب مسئلہ ہر دو ظن میں خود یہی تحقیق وتوفیق ہے اور مسئلہ شک میں یہی قول جمہور وراجح علی التحقیق ہے اس اختلاف روایات کے متعلق بعض عبارات دکھا کر اپنے دونوں دعووں کو دو ۲ مقاموں میں تحقیق کریں وباللہ التوفیق۔ ہدایہ میں ہے:

(ان کان مع رفیقه ماء طلب منه قبل ان یتیمم)لعدم المنع غالبا(ولو تیمم قبل الطلب اجزأه عندابی حنیفة رضی الله تعالٰی عنه)لانه لایلزمه الطلب من ملك الغیروقالا لایجزیه لان الماء مبذول عادة اھ۔

اگر رفیق سفر کے پاس پانی ہو تو قبل تیمم اس سے طلب کرے کیونکہ عموماً اس سے انکار نہیں ہوتا۔ اور اگر بغیر مانگے تیمم کرلیا تو امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک ہوجائے گا۔ اس لئے کہ دوسرے کی ملک سے مانگنا اس پر لازم نہیں۔ اور صاحبین نے فرمایا تیمم نہ ہوگا اس لئے کہ پانی عموماً خرچ کیا اور دیا جاتا ہے۔ (اـہدایہ مع الفتح، باب التیمم، مطبع نوریہ رضویہ سکھر ۱/۱۲۵)

عنایہ وبنایہ میں ہے:

ذکر الاختلاف فی الایضاح والتقریب وشرح الاقطع بین ابی حنیفة وصاحبیه کماذکر فی الکتاب وقال فی المبسوط ان کان مع رفیقه ماء فعلیه ان یسأله الاعلی قول الحسن بن زیاد فانه کان یقول السؤال ذل وفیه بعض الحرج وماشرع التیمم الالدفع الحرج اھ۔

ایضاح، تقریب اور شرح اقطع میں امام ابوحنیفہ اور صاحبین کے درمیان اختلاف ذکر کیا ہے جیسے کتاب میں بیان کیا ہے۔ اور مبسوط میں فرمایا: اگر رفیق کے پاس پانی ہو تو اس پر یہ ہے کہ رفیق سے مانگے مگر حسن بن زیاد کے قول پر ایسا نہیں وہ کہتے تھے کہ مانگنا ذلت کا کام ہے اور اس میں کچھ حرج بھی ہے جبکہ تیمم کی مشروعیت دفع حرج ہی کیلئے ہے۔

(اـالعنایہ مع فتح القدیر، باب التیمم، مطبع نوریہ رضویہ سکھر، ۱/۱۲۵) ←

ے تو ہوگئی اور اگر دینے کا گمان نہ تھا اور نماز کے بعد اس نے خود دے دیا یا مانگنے سے دیا جب بھی اعادہ کرے اور

فتح القدیر میں ہے: القدرة على الماء بملكه او بملك بدله اذا كان يباع او بالاباحة اما مع ملك الرفيق فلا لان الملك حاجز فثبت العجز ۲؎۔ پانی پر قدرت یوں ہوتی ہے کہ خود اس کا مالک ہو یا فروخت ہو رہا ہو تو اس کے بدل کا مالک ہو یا اس کے استعمال کی اباحت ہو۔ لیکن پانی رفیقِ سفر کی ملک ہو تو ایسا نہیں اس لئے کہ ملک مانع ہے تو عجز ثابت ہو گیا۔

(۲؎ فتح القدیر، باب التیمم، مطبع نوریہ رضویہ سکھر، ۱/۱۲۵)

اسی میں نیز ذخیرہ امام برہان الدین سے بنایہ وغیرہ کتب کثیرہ میں ہے:

عن الجصاص لاخلاف بينهم فمراد ابي حنيفة اذا غلب على ظنه منعه ومرادهما اذا ظن عدم المنع لثبوت القدرة بالاباحة في الماء لافي غيره عنده ۳؎۔

جصاص سے منقول ہے کہ ائمہ میں کوئی اختلاف نہیں۔ امام ابوحنیفہ کی مراد یہ ہے کہ غالب گمان نہ دینے کا ہو اور صاحبین کی مراد یہ ہے کہ عدم انکار کا گمان ہو اس لئے کہ امام صاحب کے نزدیک پانی میں اباحت سے قدرت ثابت ہو جاتی ہے دوسری چیزوں میں نہیں۔

(۳؎ فتح القدیر، باب التیمم، مطبع نوریہ رضویہ سکھر، ۱/۱۲۵)

نہایہ امام سغناقی پھر بنایہ امام عینی و ذخیرہ اخی چلپی میں ہے:

لم يذكر في عامة النسخ قول ابي حنيفة رضي الله تعالى عنه في هذا الموضع بل قيل لايجوز التيمم قبل الطلب اذا كان غالب ظنه ان يعطيه مطلقا من غير ذكر الخلاف بين علمائنا الثلثة رضي الله تعالى عنهم الا في الايضاح ۱؎ اھ هذا نقل الذخيرة ولم يذكر في البناية قوله الا في الايضاح وذكر مكانه الاعلى قول الحسن بن زياد فانه يقول السؤال ذلة وفيه ضرر ۲؎۔

اکثر نسخوں میں اس جگہ امام ابی حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول مذکور نہیں بلکہ یہ کہا گیا کہ مانگے بغیر تیمم جائز نہیں جبکہ غالب گمان یہ ہو کہ دے دے گا۔ یہ ہمارے تینوں علماء رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے درمیان کوئی اختلاف بتائے بغیر مطلقاً مذکور ہے۔ مگر ایضاح میں ذکر خلاف ہے اھ یہ ذخیرہ کی عبارت ہے اور بنایہ میں الا فی الایضاح نہیں اس کی جگہ یہ ہے: مگر حسن بن زیاد کے قول پر ایسا نہیں وہ کہتے ہیں کہ مانگنا ذلت ہے اور اس میں ضرر ہے۔ (۱؎ ذخیرۃ العقبی، باب التیمم، مطبع الاسلامیہ لاہور، ۱/۱۸۰) (۲؎ عینی شرح الہدایہ، باب التیمم، مطبع المکتبۃ الامدادیہ مکہ مکرمہ، ۱/۳۳۷)

نیز عینی میں ہے:

ذكر الزوزني وغيره لو تيمم قبل الطلب اجزأه عند ابي حنيفة في رواية الحسن عنه ۳؎۔

زوزنی وغیرہ نے ذکر کیا ہے کہ اگر مانگے بغیر تیمم کر لیا تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس میں جو حسن نے ان سے روایت کی، تیمم ہو جائے گا۔

(۳؎ عینی شرح الہدایہ، باب التیمم، مطبع المکتبۃ الامدادیہ مکہ مکرمہ، ۱/۳۳۷)

بحر میں ہے:

←

اگر اس نے نہ خود دیا نہ اس سے مانگا کہ حال معلوم ہوتا تو نماز ہوگئی اور اگر نماز پڑھتے میں اس نے خود کہا کہ پانی لو وضو

اعلم ان ظاهر الرواية عن اصحابنا الثلثة وجوب السؤال من الرفيق كما يفيده مافي المبسوط قال واذا كان مع رفيقه ماء فعليه ان يسأله الا على قول الحسن بن زياد فانه كان يقول السؤال ذل وفيه بعض الحرج وماشرع التيمم الا لدفع الحرج ولكنا نقول ماء الطهارة مبذول عادة بين الناس وليس في سؤال مايحتاج اليه مذلة فقد سأل رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم بعض حوائجه من غيره اه فاندفع بهذا ماوقع في الهداية وشرح الاقطع من الخلاف بين ابي حنيفة وصاحبيه فعنده لايلزمه الطلب وعندهما يلزمه واندفع مافي غاية البيان من ان قول الحسن حسن وفي الذخيرة نقلا عن الجصّاص انه لاخلاف بين ابي حنيفة وصاحبيه فمراده فيما اذا غلب على ظنه منعه اياه ومرادهما عند غلبة الظن بعدم المنع وفي المجتبى الغالب عدم الظنة بالماء حتى لو كان في موضع تجري الظنة عليه لايجب الطلب منه اهـ۔

معلوم ہو کہ ہمارے تینوں اصحاب سے ظاہر روایت یہ ہے کہ رفیق سے مانگنا واجب ہے جیسا کہ یہ اس سے مستفاد ہوتا ہے جو مبسوط میں ہے، فرماتے ہیں: جب اس کے رفیق سے مانگے مگر حسن بن زیاد کے قول پر ایسا نہیں اس لئے کہ وہ کہتے تھے کہ مانگنا ذلت ہے اور اس میں کچھ حرج ہے جبکہ تیمم کی مشروعیت دفع حرج ہی کیلئے ہوتی ہے۔ لیکن ہم یہ کہتے ہیں کہ طہارت کا پانی لوگوں کے درمیان عادۃً لیا دیا جاتا ہے اور جس چیز کا ضرورت مند ہو اس کے مانگنے میں ذلّت نہیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی اپنی ضرورت کی بعض چیزیں دوسرے سے مانگی ہیں۔ اھ اس سے وہ دفع ہوگیا جو ہدایہ اور شرح اقطع میں امام ابوحنیفہ اور صاحبین کے درمیان اختلاف کا ذکر واقع ہوا کہ امام صاحب کے نزدیک طلب لازم نہیں اور صاحبین کے نزدیک لازم ہے اور وہ بھی دفع ہوگیا جو غایۃ البیان میں ہے کہ حسن کا قول حسن ہے اور وہ بھی جو ذخیرہ میں جصاص سے منقول ہے کہ امام ابوحنیفہ اور صاحبین میں کوئی اختلاف نہیں۔ امام صاحب کی مراد وہ صورت ہے جب اس کا غالب گمان ہو کہ اسے نہ دے گا اور صاحبین کی مراد وہ صورت ہے جب غالب گمان ہو کہ انکار نہ کرے گا۔ مجتبیٰ میں ہے اکثر یہی ہے کہ پانی میں بخل نہیں کیا جاتا یہاں تک کہ اگر کسی ایسی جگہ ہو جہاں پانی میں بخل ہوتا ہے تو اس سے مانگنا واجب نہیں اھ۔

(۱ے البحر الرائق، باب التیمم، مطبع ایچ ایم سعید کمپنی کراچی، ۱/ ۱۶۲)

غنیۃ میں ہے:

اذا تيمم وصلى ولم يسأل فعلى قول ابي حنيفة رضى الله تعالى عنه صلاته صحيحة في الوجوه كلها (اى سواء ظن منحا اومنعا اوشك) وقالا لايجزئه والوجه هو التفصيل كما قال ابونصر الصفار انه انما يجب السؤال في غير موضع عزة الماء فانه حينئذ يتحقق ماقالاه من انه مبذول والا فكونه مبذولا عادة في كل موضع ظاهر المنع على مايشهد به كل من عانى الاسفار فينبغي ان يجب الطلب ولاتصح الصلاة بدونه فيما اذا ظن الاعطاء لظهور دليلهما دون ما اذا ظن عدمه لكونه في موضع عزة الماء اھ۔

(۱ے غنیۃ المستملی، باب التیمم، مطبع سہیل اکیڈمی لاہور، ص ۶۹) ←

زو اور وہ کہنے والا مسلمان ہے تو نماز جاتی رہی توڑ دینا فرض ہے اور کہنے والا کافر ہے تو نہ توڑے پھر نماز کے بعد اگر
نے پانی دے دیا تو وضو کر کے اعادہ کر لے۔ (13)

مسئلہ ۱۵: اور اگر یہ گمان ہے کہ میل کے اندر تو پانی نہیں مگر ایک میل سے کچھ زیادہ فاصلہ پر مل جائے گا تو مستحب ہے کہ نماز کے آخر وقت مستحب تک تاخیر کرے یعنی عصر و مغرب و عشاء میں اتنی دیر نہ کرے کہ وقتِ کراہت آجائے۔ اگر تاخیر نہ کی اور تیمم کر کے پڑھ لی تو ہوگئی۔

(۳) اتنی سردی ہو کہ نہانے سے مرجانے یا بیمار ہونے کا قوی اندیشہ ہو اور لحاف وغیرہ کوئی ایسی چیز اس کے پاس نہیں جسے نہانے کے بعد اوڑھے اور سردی کے ضرر سے بچے نہ آگ ہے جسے تاپ سکے تو تیمم جائز ہے (14)۔

جب تیمم کر کے نماز پڑھ لے اور طلب نہ کرے تو امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول پر اس کی نماز تمام صورتوں میں صحیح ہے (یعنی خواہ دینے کا گمان ہو یا نہ دینے کا یا شک کی صورت ہو) اور صاحبین فرماتے ہیں: نماز نہ ہوگی۔ اور وجہ صواب یہ ہے کہ تفصیل کی جائے، جیسا کہ ابونصر صفار نے فرمایا کہ مانگنا ایسی ہی جگہ واجب ہے جہاں پانی کم یاب نہ ہو کیونکہ اسی صورت میں وہ بات متحقق ہوگی جو صاحبین نے فرمائی کہ پانی لیا دیا جاتا ہے ورنہ ہر جگہ پانی کا عادۃً مبذول ہونا (لیا دیا جانا) کھلے طور پر قابلِ ردومنع ہے جس پر سفروں کی زحمت اٹھانے والا ہر شخص شاہد ہے۔ تو حکم یہ ہونا چاہیے کہ مانگنا واجب ہے اور اس کے بغیر نماز صحیح نہیں اس صورت میں جبکہ دینے کا گمان ہو کیونکہ اس صورت میں صاحبین کی دلیل ظاہر ہے مگر اس صورت میں نہیں جبکہ نہ دینے کا گمان ہو اس لئے کہ یہ پانی کی کمیابی کی جگہ ہوگا اھ۔

(فتاویٰ رضویہ، جلد ۲۹، ص ۳۳۹ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

اس تیمم کرنے والے کے بارے میں جسے معلوم ہوا کہ زید کے پاس پانی ہے کے بارے میں تفصیلی معلومات کے لیے فتاویٰ رضویہ جلد 4 پر قوانین العلماء فی متیمم علم عند زید ماء ملاحظہ فرمائیے۔

(13) الفتاوی الھندیۃ، المرجع السابق، وخلاصۃ الفتاوی، کتاب الطہارات، ج۱، ص۳۳

(14) اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

واما الثانیة فاقول یبنی الامر فیها علی الامکان لما علمنا ان قلیل المشقة لایکون عذرا فیه مالم تشتد و تبلغ حد الحرج والضرر ولذا لم یبیحوا للمحدث التیمم لاجل البرد ۱ کما فی الخانیة والخلاصة والمصفی والفتح والنهر وغیرها (۱) وقد اوجبوا فیه علی الجنب دخول الحمام باجرة اوتسخین الماء ان قدر فی الهندیة یجوز التیمم اذا خاف الجنب اذا اغتسل ان یقتله البرد او یمرضه والخلاف فیما اذا لم یجد ما یدخل به الحمام فان وجد لم یجز اجماعا وفیما اذا لم یقدر علی تسخین الماء فان قدر لم یجز هکذا فی السراج الوهاج ۲ اھ فاتضح ماذکرته فی تصویر المسألة۔ (۱۔ فتاویٰ قاضی خان، فصل فیما یجوز له التیمم، مطبوعہ نولکشور لکھنؤ، ۱/ ۲۸) (۲۔ فتاویٰ ہندیہ، الفصل الاول من التیمم، نورانی کتب خانہ پشاور، ۱/ ۲۸)

(۴) دشمن کا خوف کہ اگر اس نے دیکھ لیا تو مار ڈالے گا یا مال چھین لے گا یا اس غریب نادار کا قرض خواہ ہے کہ اسے قید کرادے گا یا اس طرف سانپ ہے وہ کاٹ کھائے گا یا شیر ہے کہ پھاڑ کھائے گا یا کوئی بدکار شخص ہے اور یہ عورت یا امرد ہے جس کو اپنی بے آبروئی کا گمان صحیح ہے تو تیمم جائز ہے۔(15)

مسئلہ ۱۶: اگر ایسا دشمن ہے کہ ویسے اس سے کچھ نہ بولے گا مگر کہتا ہے کہ وُضو کے لیے پانی لو گے تو مار ڈالوں گا یا قید کرادوں گا تو اس صورت میں حکم یہ ہے کہ تیمم کرکے نماز پڑھ لے پھر جب موقع ملے تو وُضو کرکے اعادہ کرلے۔(16)

مسئلہ ۱۷: قیدی کو قید خانہ والے وُضو نہ کرنے دیں تو تیمم کرکے پڑھ لے اور اعادہ کرے اور اگر وہ دشمن یا قید خانہ والے نماز بھی نہ پڑھنے دیں تو اشارہ سے پڑھے پھر اعادہ کرے۔(17)

(۵) جنگل میں ڈول رسی نہیں کہ پانی بھرے تو تیمم جائز ہے۔(18)

مسئلہ ۱۸: اگر ہمراہی کے پاس ڈول رسّی ہے وہ کہتا ہے کہ ٹھہر جا میں پانی بھر کر فارغ ہو کر تجھے دوں گا تو مستحب ہے کہ انتظار کرے اور اگر انتظار نہ کیا اور تیمم کرکے پڑھ لی ہوگئی۔(19)

---

(۲) مسئلہ تیمم۔اقول: اس میں بنائے حکم امکان پر ہے اس لئے کہ معلوم ہے اس میں معمولی مشقت عذر نہیں جب تک شدید اور حرج وضرر کی حد تک نہ پہنچ جائے۔اسی لئے حدث والے کیلئے ٹھنڈک کی وجہ سے تیمم مباح نہ ہوا جیسا کہ خانیہ، خلاصہ، مصفی، فتح القدیر، النہر الفائق وغیرہا میں ہے۔اور جنابت والے پر اجرت دے کر حمام میں نہانا یا اگر قدرت ہو تو پانی گرم کرنا واجب ہوا۔ہندیہ میں ہے: جنابت والے کو جب یہ خوف ہو کہ غسل کرے گا تو ٹھنڈک سے ہلاک ہوجائیگا یا بیمار پڑ جائے گا تو تیمم جائز ہے۔اور حمام میں جاکر نہلانے کی اجرت اس کے پاس نہ ہو تو اس صورت میں اختلاف ہے اور اگر اجرت اس کے پاس ہو تو بالاجماع اس کے لئے تیمم جائز نہیں۔اس صورت میں بھی اختلاف ہے جب پانی گرم کرنے پر قادر نہ ہو۔اگر قدرت ہو تو تیمم جائز نہیں۔ایسا ہی سراج وہاج میں ہے اھ۔ابتداء صورتِ مسئلہ بیان کرتے ہوئے ہم نے جو ذکر کیا ہے اس کی صحت مذکورہ بالا تفصیلات سے روشن ہوجاتی ہے۔

(فتاوی رضویہ، جلد ۳، ص ۳۲۹ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(15) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الطہارۃ، باب التیمم، ج۱، ص ۴۴۴

(16) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطہارۃ، الباب الرابع فی التیمم، الفصل الأول، ج۱، ص ۲۸

(17) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطہارۃ، الباب الرابع فی التیمم، الفصل الأول، ج۱، ص ۲۸۔

(18) المرجع السابق

(19) اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

وانما اطنبنا الکلام ھھنا لما رأینا بعض العلماء تعجب منه حین افتیت به فی مجلس جمعنا وباللہ التوفیق والوصول الی ذری التحقیق والحمدللہ رب العلمین وصلی اللہ تعالی وسلم علی سیدنا ومولنا محمد واٰله ←

وصحبہ اجمعین آمین:

اس مقام پر ہم نے تفصیلی بحث اس لئے کی ہے کہ میں نے دیکھا کہ جب ایک محفل میں اس پر میں نے فتوی دیا تو ایک عالم کو بڑا تعجب ہوا اور خدا ہی کی جانب سے توفیق، اور بلندی تحقیق تک رسائی ہوتی ہے اور ساری خوبیاں اللہ تعالٰی کے لئے جو سارے جہانوں کا رب ہے اور اللہ تعالٰی درود وسلام نازل فرمائے ہمارے آقا ومولٰی محمد اور ان کی آل واصحاب سب پر۔ آمین۔ رسالہ ضمنیہ الظفر لقول زفر تمام ہوا۔

(۸۹) کنویں پر ہجوم ہے جگہ تنگ ہے یا ڈول ایک ہی ہے لوگ نوبت بنوبت پانی بھرتے وضو کرتے ہیں اور یہ دُور ہے کہ اس تک باری اس وقت پہنچے گی جب نماز کا وقت جاتا رہے گا آخر وقت کے قریب تک انتظار کرے جب دیکھے کہ وقت نکل جائے گا تیمم کر کے پڑھ لے پھر اعادہ کرے۔

(۹۰) کسی نے پانی بھرنے کیلئے ڈول یا رسّی دینے کا وعدہ کیا ہے انتظار کرکے تیمم سے پڑھ لے۔ یہ دونوں مسئلے ابھی گزرے۔ اقول: اور اب اعادہ کی بھی حاجت نہیں کہ یہاں حکم تیمم خود مذہب صاحب مذہب ہے رضی اللہ تعالٰی عنہ ہاں بہ لحاظِ مذہب صاحبین اعادہ اولٰی ہے درمختار میں تھا:

یجب طلب الدلو والرشاء وکذا الانتظار لو قال لہ حتی استقی وان خرج الوقت اھ۔

ڈول اور رسّی طلب کرنا ضروری ہے۔ اسی طرح انتظار کرنا بھی واجب ہے اگر کسی نے اس سے کہا ہو کہ میں پانی بھرلوں تو تمہیں دُوں گا، اگرچہ انتظار میں وقت نکل جائے۔ (اے الدرالمختار، باب التیمم، مطبوعہ مجتبائی دہلی، ۱/ ۴۴)

اس پر ردالمحتار میں ہے:

ای یجب انتظارہ للدلو اذا قال ... الخ لکن ھذا قولھما وعندہ لایجب بل یستحب ان ینتظر الی اٰخر الوقت فان خاف فوت الوقت تیمم وصلی وعلی (۱) ھذا لوکان مع رفیقہ ثوب وھو عریان فقال انتظر حتی اصلی وادفعہ الیک واجمعوا (۱) انہ اذا قال ابحت لک مالی لتحج بہ انہ لایجب علیہ الحج واجمعوا انہ فی الماء ینتظر وان خرج الوقت ومنشؤ الخلاف ان القدرۃ (۲) علی ماسوی الماء ھل تثبت بالاباحۃ فعندہ لا وعندھما نعم کذا فی الفیض والفتح والتاترخانیۃ وغیرھا (قلت) ای کالخانیۃ والخلاصۃ وغیرھما) وجزم فی المنیۃ بقول الامام وظاھر کلامھم ترجیحہ (اقول: ولوسکتوا لکان لہ الترجیح لان کلام الامام امام الکلام کما حققناہ فی اجلی الاعلام) وفی الحلیۃ والفرق للامام ان الاصل فی الماء الاباحۃ و الحظر ففیہ عارض فیتعلق الوجوب بالقدرۃ الثابتۃ بالاباحۃ ولا کذلک ماسواہ فلایثبت الا بالملک کمافی الحج اھ فتنبہ اھ مافی الشامی۔

یعنی اسے ڈول کا انتظار کرنا واجب ہے جب اس سے مذکورہ وعدہ کیا ہو الخ لیکن یہ صاحبین کا قول ہے امام اعظم کے نزدیک واجب نہیں، بلکہ مستحب ہے کہ آخر وقت تک انتظار کرلے اگر وقت نکل جانے کا اندیشہ ہو تو تیمم کر کے نماز پڑھ لے یہی اختلاف اُس صورت میں بھی ہے جب یہ برہنہ ہے اور اس کے رفیق کے پاس ایک کپڑا ہے اس نے کہا انتظار کرو میں نماز ادا کر کے تمہیں یہ کپڑا دوں گا۔ اور اس پر ←

....

ان ائمہ کا اجماع ہے کہ جب کسی نے یہ کہا کہ تمہارے حج کیلئے میں نے اپنا مال مباح کر دیا تو اس پر حج واجب نہیں اور اس پر بھی اجماع ہے کہ پانی دینے کا وعدہ کیا ہو تو انتظار کرے اگر چہ وقت نکل جائے اور اصل منشاء اختلاف یہ ہے کہ پانی کے ماسوا چیزوں پر اباحت سے قدرت ثابت ہوتی ہے یا نہیں؟ امام اعظم کے نزدیک نہیں ہوتی اور صاحبین کے نزدیک ہو جاتی ہے۔ایسا ہی فیض، فتح، تاتارخانیہ وغیرہا (میں کہتا ہوں: یعنی جیسے خانیہ، خلاصہ وغیرہما) میں ہے منیۃ المصلی میں امام اعظم کے قول پر جزم کیا ہے۔اور ان کے ظاہر کلام سے اسی کی ترجیح معلوم ہوتی ہے (اقول: اگر یہ حضرات ترجیح سے سکوت اختیار کرتے تو بھی اسی کو ترجیح حاصل ہوتی۔اس لئے کہ کلامِ امام، امامِ کلام ہے جیسا کہ اجلی الاعلام میں ہم نے اس کی تحقیق کی ہے) اور حلیہ میں ہے: امام اعظم کے مذہب کی بنیاد پر وجہ فرق یہ ہے کہ پانی میں اصل اباحت ہے اور ممانعت عارضی ہوتی ہے تو اس میں اباحت سے ثابت ہونے والی قدرت سے ہی وجوب ہو جاتا ہے اور اس کے ماسوا کا یہ حال نہیں۔تو اس میں بغیر ملک کے وجوب کا ثبوت نہ ہوگا جیسے حج میں اھ۔اس پر متنبہ رہنا چاہئے شامی میں جو ہے ختم ہوا۔

(اـ ردالمحتار، باب التیمم، مصطفی البابی مصر، ۱/ ۱۸۴)

اقول: بل(۳) فی الماء فوق ذلک فانه اوجب فیه الانتظار وان خرج الوقت بمجرد الوعد غیر الاباحة واللہ تعالی اعلم۔

اقول: بلکہ پانی میں اس سے بھی زیادہ ہے اس لئے کہ اس میں محض وعدہ کی بناء پر انتظار واجب کیا ہے اگر چہ وقت نکل جائے اور وعدہ اباحت نہیں واللہ تعالی اعلم۔

(۹۱) کسی نے پانی دینے کا وعدہ کیا ہے یہاں بھی جب وقت جاتا دیکھے تیمم سے پڑھ لے پھر پانی مل جائے تو وضو سے دوبارہ پڑھے۔

لان فیه المشی علی قول زفر علی خلاف قول الائمة الثلثة رضی اللہ تعالی عنهم کما علمت انفا۔

اس لئے کہ اس میں قول ائمہ ثلاثہ کے برخلاف امامِ زفر کے قول پر عمل ہے رضی اللہ تعالیٰ عنہم جیسا کہ ابھی معلوم ہوا۔اقول: ظاہراً اس(۱) صورت میں اگر وہ اس کے نماز پڑھتے میں پانی لے آیا تیمم نہ جائے گا نماز پوری کرے جبکہ جانے کہ وضو کرنے سے نماز وقت پر نہ ملے گی۔

لانه کان واجد الماء قبل هذا ظاهرا کما مر عن محمد رحمه اللہ تعالی وانما ساغ له التیمم لضیق الوقت عن استعماله ولم یتبدل هذا السبب فلا ینتقض التیمم بخلاف صورة افادها فی الدر اذ قال لو تیمم (۲) لعدم الماء ثم مرض مرضا یبیح التیمم (ای وقد وجد الماء بعده کما بینه ش)لم یصل بذلک التیمم لان اختلاف(۳) اسباب الرخصة یمنع الاحتساب بالرخصة الاولی وتصیر الاولی کان لم تکن جامع الفصولین فلیحفظ اـ اھ۔(اـ الدرالمختار، باب التیمم، مطبوعہ مجتبائی دہلی، ۱/ ۴۲)

اس لئے کہ ظاہراً اس سے پہلے بھی پانی اسے دستیاب تھا جیسا کہ امام محمد رحمہ اللہ تعالی سے اس کا بیان گزرا اور اس کیلئے تیمم صرف اس لئے جائز ہوا کہ وقت میں پانی استعمال کرنے کی گنجائش نہ تھی اور اس سبب میں اب بھی کوئی تبدیلی نہ آئی تو تیمم نہ ٹوٹے گا ہاں اس کے ←

مسئلہ ۱۹: رسی چھوٹی ہے کہ پانی تک نہیں پہنچتی مگر اس کے پاس کوئی کپڑا (رومال، عمامہ، دوپٹا وغیرہ) ایسا ہے کہ اس کے جوڑنے سے پانی مل جائے گا تو تیمم جائز نہیں۔ (20)

(۶) پیاس کا خوف یعنی اس کے پاس پانی ہے مگر وضو یا غسل کے صرف میں لائے تو خود یا دوسرا مسلمان یا اپنا یا اس کا جانور اگرچہ وہ کتا جس کا پالنا جائز ہے پیاسا رہ جائے گا اور اپنی یا ان میں کسی کی پیاس خواہ فی الحال موجود ہو یا آئندہ اس کا صحیح اندیشہ ہو کہ وہ راہ ایسی ہے کہ دور تک پانی کا پتا نہیں تو تیمم جائز ہے۔ (21)

مسئلہ ۲۰: پانی موجود ہے مگر آٹا گوندھنے کی ضرورت ہے جب بھی تیمم جائز ہے شوربے کی ضرورت کے لیے جائز نہیں (22)

مسئلہ ۲۱: بدن یا کپڑا اس قدر نجس ہے جو مانع جواز نماز ہے اور پانی صرف اتنا ہے کہ چاہے وضو کرے یا اُس کو پاک کرلے دونوں کام نہیں ہو سکتے تو پانی سے اس کو پاک کرلے پھر تیمم کرے اور اگر پہلے تیمم کرلیا اس کے بعد پاک کیا تو اب پھر تیمم کرے کہ پہلا تیمم نہ ہوا۔ (23)

مسئلہ ۲۲: مسافر کو راہ میں کہیں رکھا ہوا پانی ملا تو اگر کوئی وہاں ہے تو اس سے دریافت کرلے اگر وہ کہے کہ صرف پینے کے لیے ہے تو تیمم کرے وضو جائز نہیں چاہے کتنا ہی ہو اور اگر اس نے کہا کہ پینے کے لیے بھی ہے اور وُضو کے لیے بھی تو تیمم جائز نہیں اور اگر کوئی ایسا نہیں جو بتا سکے اور پانی تھوڑا ہو تو تیمم کرے اور زیادہ ہو تو وُضو کرے۔ (24)

(۷) پانی گراں ہونا یعنی وہاں کے حساب سے جو قیمت ہونی چاہیے اس سے دو چند مانگتا ہے تو تیمم جائز ہے اور اگر قیمت میں اتنا فرق نہیں تو تیمم جائز نہیں۔ (25)

برخلاف تیمم ٹوٹنے کی ایک صورت ہے جس کا درمختار میں اس طرح افادہ کیا ہے: اگر پانی نہ ملنے کی وجہ سے تیمم کیا۔ اس کے بعد اسے ایسی بیماری ہوگئی جس سے تیمم جائز ہو جاتا ہے (پھر پانی مل گیا جیسا کہ شامی نے بیان کیا ہے) تو سابقہ تیمم سے نماز نہ پڑھے۔ اس لئے کہ اسباب رخصت میں تبدیلی پہلی رخصت کو شمار کرنے سے مانع ہوتی ہے۔ اور پہلی رخصت کالعدم ہو جاتی ہے جامع الفصولین اسے ذہن نشین رکھنا چاہئے اھ۔ (فتاوی رضویہ، جلد ۳، ص ۴۰۳ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(20) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطھارۃ، الباب الرابع فی التیمم، الفصل الأول، ج ۱، ص ۲۸

(21) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطھارۃ، الباب الرابع فی التیمم، الفصل الأول، ج ۱، ص ۲۸ و الدرالمختار، کتاب الطھارۃ، باب التیمم، ج ۱، ص ۴۴۵

(22) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطھارۃ، الباب الرابع فی التیمم، الفصل الأول، ج ۱، ص ۲۸

(23) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطھارۃ، الباب الرابع فی التیمم، الفصل الثانی، ج ۱، ص ۲۹

(24) الفتاوی الخانیۃ، کتاب الطھارۃ، باب التیمم، ج ۱، ص ۲۹

(25) اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں: ←

مسئلہ ۲۳: پانی مول ملتا ہے اور اس کے پاس حاجتِ ضروریہ سے زیادہ دام نہیں تو تیمم جائز ہے۔ (26)

تنبیہ: شریعتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحمت دیکھیے ہمارے ایک ایک پیسے پر لحاظ فرمایا گیا نہانے کی حاجت ہے اور وہاں قابلِ غسل پانی کی قیمت ایک پیسہ ہو اور جس کے پاس ہے دو ۲ پیسے مانگتا ہے پیسہ زیادہ نہ دو اور تیمم کر کے نماز پڑھ لو ایسی رحمت والی شریعت کے کسی حکم کو کڑا سمجھنا یا شامتِ نفس سے بجانہ لانا کیسی ناشکری و بے حیائی ہے مولیٰ عزوجل صدقہ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رحمت کا اس فقیر عاجز اور سب اہل سنت کو کامل اتباع شریعت کی توفیق بخشے اور اپنی رحمت محضہ سے قبول فرمائے آمین وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ سیدنا محمد وآلہٖ وصحبہ اجمعین مریض ہے پانی سے طہارت کرے تو مرض بڑھ جائے گا یا دیر میں اچھا ہوگا اور یہ بات ظاہر علامت یا تجربہ سے ثابت ہو ۶ ۔ ش عن الغنیۃ (شامی بحوالہ غنیۃ) (۶؎ ردالمحتار، باب التیمم، مصطفی البابی مصر، ۱/۱۷۱)

(فتاوی رضویہ، جلد ۳، ص ۷۰ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(26) اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

مثل قیمت بازار کا بھاؤ اور غبن یسیر نرخ بازار سے تھوڑا بل اور فاحش بہت اور تقویم قیمت لگانا جو چیز اُس کے مبصروں کے سامنے قیمت لگانے کیلئے پیش کی جائے وہ عادتاً تھوڑی سی کمی بیشی کے ساتھ تقویم میں اختلاف کر سکتے ہیں مثلاً دس ۱۰ روپے کی چیز کے کوئی پورے دس ۱۰ کہے گا کوئی ساڑھے نو کوئی ساڑھے دس یہ نہ ہوگا کہ دس ۱۰ کسی چیز کے پانچ ۵ یا پندرہ ۱۵ کہہ دیں اس تھوڑے تفاوت کو داخل فی تقویم المقومین کہتے ہیں اب مسئلہ یہ ہے کہ جس کے پاس پانی نہ ہو اور بے قیمت نہ ملے اور قیمت حاجاتِ ضروریہ سے فارغ اُس کی ملک میں ہو اگر پاس موجود ہے فبہا ورنہ پانی وعدہ پر مل سکے کہ مثلاً گھر پہنچ کر قیمت بھیج دوں گا تو ایسی حالت میں تیمم جائز نہیں پانی مول لے کر وضو یا غسل واجب بشرطیکہ بیچنے والا یا تو مثل قیمت کو دے یا بل کرے تو تھوڑا سا جسے غبن یسیر کہتے ہیں ورنہ اگر غبن فاحش یعنی زیادہ بل سے دیتا ہے تو خریدنا ضرور نہیں شرع تیمم جائز فرمائے گی یہاں روایات مختلف ہوئیں کہ اس غبن یسیر و فاحش کی حد کیا ہے بعض کے نزدیک اُتنا بل کہ تقویم مقومین میں پڑسکتا ہے غبنِ یسیر ہے اور اس سے زیادہ غبنِ فاحش۔

وھذا ھو الذی قدمہ فی مراقی الفلاح وعبر عن الأتی بقیل ومثل ذلك عبارۃ المنیۃ المذکورۃ فی السؤال وقد قال فی الغنیۃ انہ الاوفق لدفع الحرج ا ؎

اسی کو مراقی الفلاح میں پہلے ذکر کیا اور اگلے قول کو قیل سے تعبیر کیا ہے، اسی کے مثل منیۃ المصلی کی وہ عبارت ہے جو سوال میں ذکر ہوئی۔ اور غنیۃ میں کہا کہ یہی قول دفعِ حرج اور ازالۂ تنگی ومشقت سے زیادہ موافقت ومطابقت رکھتا ہے (اور دفع حرج کا شریعت میں خاص لحاظ ہے) (ا؎ غنیۃ المستملی، باب التیمم، سہیل اکیڈمی لاہور، ص ۷۰)

اس روایت پر جس جگہ اُس قدر پانی کی قیمت دس ۱۰ پیسے ہو اور بیچنے والا ساڑھے دس کو دے تو خریدنا واجب اور تیمم ناجائز اور زیادہ مثلاً بارہ ۱۲ یا گیارہ ۱۱ کو دے تو تیمم ناجائز مگر اظہر واشہر والیق بالعمل وہ قول ہے جو امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نوادر میں منقول ہوا کہ یہاں دُونی قیمت کا نام غبنِ فاحش ہے اور اُس سے کم غبنِ یسیر مثلاً اُتنا پانی اُس مقام کے بازاری نرخ سے ایک پیسہ کا ہے اور بیچنے والا دو ۲ کو دے تو تیمم کرلے اور دو ۲ سے کم کو تو خریدنا لازم اور تیمم ممنوع۔ اور قیمت دیکھنے میں اعتبار خاص اُس جگہ کا ہے جہاں اسے ←

اس وقت ضرورت آب ہے اگر وہاں کی قیمت کا پتہ نہ چلے تو جو جگہ وہاں سے قریب تر ہے اُس کا اعتبار کرے۔ غنیۃ میں ہے:

مالا یدخل تحت تقویم المقومین قدروہ فی العروض بالزیادۃ علی نصف درھم فی العشرۃ والنصف یسیر والماء من جملۃ العروض ۲؎

وہ قیمت جو نرخ لگانے والوں کے نرخ لگانے میں نہ آسکے سامانوں میں اس کی تحدید یوں کی گئی ہے کہ دس درہم کی چیز دس پر نصف درہم سے بھی زیادہ اضافہ کرکے دے۔ نصف درہم تک ہی زیادتی ہو تو یہ معمولی ہے پانی بھی سامانوں ہی کے ذیل میں داخل ہے۔

(۲؎ غنیۃ المستملی، باب التیمم، سہیل اکیڈمی لاہور، ص ۷۰)

خانیہ میں ہے:

اختلفوا فی حد الغالی عن ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ ان کان لایبیع الا بضعف القیمۃ فھو غالی وقال بعضھم مالا یدخل تحت تقویم المقومین فھو غالی ا؎

امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے گراں کی حد روایت کرنے میں علماء کا اختلاف ہوا ہے۔ ایک روایت یہ ہے کہ اگر دوگنا قیمت پر بیچتا ہے تو وہ گراں ہے۔ اور بعض نے کہا کہ جو نرخ لگانے والوں کے نرخ لگانے میں نہ آسکے وہ گراں ہے۔

(فتاوٰی قاضی خان، فصل فیما یجوز لہ التیمم، نولکشور، ۱/۲۶)

درمختار میں ہے:

ان لم یعطہ الا بثمن مثلہ اوبغبن یسیر ولہ ذلک فاضلا عن حاجتہ لایتیمم ولو اعطاہ باکثر یعنی بغبن فاحش وھو ضعف قیمتہ فی ذلک المکان اولیس لہ ثمن ذلک تیمم ۲؎

اگر پانی ثمن مثل پر یا تھوڑی زیادہ قیمت پر اسے دے اور اتنا اس کے پاس ضرورت سے فاضل موجود ہے تو تیمم نہ کرے۔ اور اگر بہت بڑھا کر غبن فاحش کے ساتھ دے یعنی اس جگہ جو قیمت ہے اس کا دوگنا مانگے یا اس کے پاس پانی کی قیمت موجود نہ ہو تو تیمم کرے۔

(۲؎ الدرالمختار، باب التیمم، مجتبائی دہلی، ۱/۴۴)

ردالمحتار میں ہے:

قولہ بثمن مثلہ ای فی ذلک الموضع بدائع وفی الخانیۃ فی اقرب المواضع من الموضع الذی یعز فیہ الماء قال فی الحلیۃ والظاھر الاول الا ان لایکون للماء فی ذلک الموضع قیمۃ معلومۃ کما قالوا فی تقویم الصید قولہ ولہ ذلک ای وفی ملکہ ذلک الثمن وقدمنا انہ لولہ مال غائب وامکنہ الشراء نسئۃ وجب بخلاف مالو وجد من یقرضہ بحر قولہ وھو ضعف قیمتہ ھذا مافی النوادر وعلیہ اقتصر فی البدائع والنھایۃ فکان ھو الاولی بحر اھ ملخصا ا؎

صاحب درمختار کا قول: ثمن مثل پر یعنی اس جگہ پانی کی جو قیمت ہے اسی قیمت پر دے، بدائع الصنائع اور خانیہ میں یہ ہے کہ جس جگہ ←

(۸) یہ گمان کہ پانی تلاش کرنے میں قافلہ نظروں سے غائب ہوجائے گا یا ریل چھوٹ جائے گی۔(27)

پانی نایاب ہے اس سے قریب تر مقام میں جو قیمت ہے، حلیہ میں کہا کہ ظاہر پہلا قول ہے مگر یہ صورت ہو کہ اس جگہ پانی کی کوئی معین ومعلوم قیمت نہ ہو (تو قریب تر مقام کا اعتبار ہوگا) جیسا کہ علماء نے شکار کی قیمت کے بارے میں فرمایا ہے۔صاحب درمختار کا قول اتنا اس کے پاس ہو یعنی اس کی ملکیت میں اتنی قیمت ہو۔اور یہ ہم پہلے ذکر کرچکے ہیں کہ اگر اس کی ملکیت میں مال ہے جو اس کے پاس نہیں اور ادھار خرید سکتا ہے تو خریدنا واجب ہے۔اور اگر اس کی ملکیت میں نہیں مگر کوئی ایسا شخص مل گیا جو اسے قرض دے رہا ہے تو خریدنا واجب نہیں، بحر اھ صاحب درمختار کا قول اور وہ اس کی قیمت کا دوگنا ہے۔یہ وہ روایت ہے تو نوادر میں ہے، اور اسی پر بدائع اور نہایہ میں اکتفاء کی ہے، تو یہی اولیٰ ہے، بحر اھ بتلخیص (۱؎ ردالمحتار، باب التیمم، مصطفی البابی مصر، ۱/ ۱۸۴)

اقول: وکذا اقتصر علیہ فی الکافی وغیرہ من المعتبرات فاعتمدت علی ھذا لکونہ روایۃ عن الامام رضی اللہ تعالٰی عنہ ولجلالۃ معتمدیہ ولکثرتھم ولتقدیم الخانیۃ ایاہ مع تصریحہ فی فاتحۃ کتابہ انہ انما یقدم الاظھر الاشھر ولان قیمۃ الماء المحتاج الیہ لطھر لا تزید غالبا علی نحو فلس لاسیما فی بلادنا فاعتبار زیادۃ جزء من تسعۃ عشر جزء من اجزاء فلیس مثلا مسقطۃ لوجوب الوضوء والغسل مع تیسر الثمن وتملکہ لہ بالفعل وفراغہ عن حاجاتہ مما یستبعد ولا یسلم ان فیہ کثیر حرج یجب دفعہ فافھم۔ واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم۔

میں کہتا ہوں، اور اسی طرح کافی وغیرہ معتبر کتابوں میں اسی پر اکتفاء کی ہے تو میں نے بھی اسی پر اعتماد کیا اس لئے کہ یہ امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے اس پر اعتماد کرنے والے حضرات جلیل الشان ہیں، ان حضرات کی تعداد بھی زیادہ ہے، فقیہ النفس امام قاضیخان نے خانیہ میں اسے مقدم رکھا ہے، اور آغاز کتاب میں وہ اس کی صراحت کرچکے ہیں کہ وہ اسی قول کو مقدم کرتے ہیں جو اظہر واشہر (زیادہ ظاہر ومشہور) ہو، اور اس لئے کہ کسی طہارت کیلئے جس قدر پانی کی ضرورت ہے اس کی قیمت قریبا ایک پیسہ سے زیادہ نہیں ہوتی اکثر اور خاص طور سے ہمارے بلاد میں یہی حال ہے، تو اگر پانی کی قیمت مثلاً ایک پیسے کے انیس حصوں میں سے ایک حصہ (۱۹/۱) کے برابر زیادہ ہے اور یہ قیمت اسے میسر ہے۔ بالفعل اس کا مالک بھی ہے اور اس کی ضروریات سے فاضل بھی ہے، ان سب کے باوجود یہ مان لینا کہ اتنی سی زیادتی سے وضو اور غسل کا وجوب ساقط ہوجاتا ہے ایک مستبعد امر ہے۔ یہ بھی قابل تسلیم نہیں کہ اس میں کوئی حرج اور تنگی ہے جسے دفع کرنا ضروری ہے، اسے سمجھ لینا چاہئے واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم (فتاوی رضویہ، جلد ۳، ص ۱۸۶ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(27) اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

اقول: ریل میں ہے اور اس درجے میں پانی نہیں اور دروازہ بند ہے تیمم کرے لانہ کالمحبوس فی معنی العجز (اس لئے کہ وہ عاجز ہونے میں قیدی کی طرح ہے۔ت) مگر ۵۶ سے یہاں تک ان پانچوں صورتوں میں جب پانی پائے طہارت کرکے نماز پھیرے لان المانع من جھۃ العباد (اس لئے کہ مانع بندوں کی طرف سے ہے۔ت) اور اگر اتر کر پانی لانے میں مال جاتے رہنے کا خوف ہو تو اعادہ بھی نہیں اور یہ نمبر ۳۴ ہے اور اگر ریل چلے جانے کا اندیشہ ہو تب بھی تیمم کرے اور اعادہ نہیں یہ نمبر آئندہ کے حکم میں ہے (۶۱) پانی میل سے کم مگر اتنی دور ہے کہ اگر یہ وہاں جائے تو قافلہ چلا جائے گا اور اس کی نگاہ سے غائب ہوجائے گا (۶۲) اقول یا اگرچہ ابھی نگاہ سے غائب نہ ہوگا ←

(۹) یہ گمان کہ وضو یا غسل کرنے میں عیدین کی نماز جاتی رہے گی خواہ یوں کہ امام پڑھ کر فارغ ہو جائے گا یا زوال کا وقت آجائے گا دونوں صورتوں میں تیمم جائز ہے۔(28)

مسئلہ ۲۴: وضو کر کے عیدین کی نماز پڑھ رہا تھا اثنائے نماز میں بے وضو ہو گیا اور وضو کریگا تو وقت جاتا رہے گا یا جماعت ہو چکے گی تو تیمم کر کے نماز پڑھ لے۔(29)

مگر یہ ایسا کمزور ہے کہ چل نہ سکے گا۔

قال فی البحر عن ابی یوسف اذا کان بحیث لو ذھب الیہ وتوضأ تذھب القافلۃ وتغیب عن بصرہ فھو بعید ویجوز لہ التیمم واستحسن المشائخ ھذہ الروایۃ کذا فی التجنیس وغیرہ ا۔اھ۔

(اـ البحر الرائق، باب التیمم، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی، ۱/ ۱۴۰)

بحر میں فرمایا: امام ابو یوسف سے روایت ہے کہ جب یہ حالت ہو کہ پانی تک جا کر وضو کرے تو قافلہ چلا جائے گا اور اس کی نظر سے غائب ہو جائے گا تو وہ پانی سے دور ہے اور اس کیلئے تیمم جائز ہے"۔ مشائخ نے یہ روایت بنظرِ استحسان دیکھی، اسے پسند کیا، ایسا ہی تجنیس وغیرہ میں ہے اھ۔(فتاوی رضویہ، جلد ۳ ص ۲۴۷ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(28) اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

حیث قال وھذا الشرط الذی ذکرنا لجواز التیمم وھو عدم الماء فیما وراء صلاۃ الجنازۃ وصلاۃ العیدین فاما فی ھاتین الصلاتین فلیس بشرط بل الشرط فیھما خوف الفوت لو اشتغل بالوضوء ا۔

وہ فرماتے ہیں: جوازِ تیمم کیلئے ہم نے پانی نہ ہونے کی جو شرط ذکر کی یہ نماز جنازہ اور عیدین کے ماسوا میں ہے۔ ان دونوں میں یہ شرط نہیں بلکہ یہ شرط ہے کہ وضو میں مشغول ہونے سے فوتِ نماز کا اندیشہ ہو۔

(اـ بدائع الصنائع، فصل فی شرائط رکن التیمم، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی، ۱/ ۵۱)

بعینہٖ اسی طرح امام تمرتاشی وامام علی اسبیجابی نے صراحۃً انہیں دو ۲ میں حصر فرمایا بحر میں زیر قول ماتن ولبعدہ میلا (جبکہ وہ ایک میل دُور ہو۔ ت) ہے۔

قال فی شرح الطحاوی لا یجوز التیمم فی المصر الا لخوف فوت جنازۃ او صلاۃ عید او للجنب الخائف من البرد وکذا ذکر التمرتاشی ۲ـ

شرح طحاوی میں فرمایا: شہر میں تیمم کا جواز صرف نماز جنازہ یا نمازِ عید کے فوت ہونے کے اندیشہ سے ہے یا ایسے جنبی کیلئے جسے ٹھنڈک سے اندیشہ ہو۔ ایسے ہی تمرتاشی نے بھی ذکر کیا ہے۔(۲ـ بحر الرائق، باب التیمم، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی، ۱/ ۱۴۰)

اسی طرح خزانۃ المفتین میں نوازل سے ہے: لا یجوز التیمم فی المصر الا فی ثلثۃ مواضع ۳ـ الخ (۳ـ خزانۃ المفتین)

(شہر کے اندر تین مقامات کے سوا تیمم جائز نہیں الخ۔ ت) (فتاوی رضویہ، جلد ۳ ص ۲۹۴ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(29) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطہارۃ، الباب الرابع فی التیمم، الفصل الثالث، ج ۱، ص ۳۱

مسئلہ ۲۵: گہن کی نماز کے لیے بھی تیمم جائز ہے جب کہ وُضو کرنے میں گہن کھل جانے یا جماعت ہو جانے کا اندیشہ ہو۔ (30)

مسئلہ ۲۶: وُضو میں مشغول ہوگا تو ظہر یا مغرب یا عشاء یا جمعہ کی پچھلی سُنّتوں کا یا نماز چاشت (31) کا وقت جاتا رہے گا تو تیمم کرکے پڑھ لے۔ (32)

(۱۰) غیر ولی کو نماز جنازہ فوت ہو جانے کا خوف ہو تو تیمم جائز ہے ولی کو نہیں کہ اس کا لوگ انتظار کریں گے اور لوگ بے اس کی اجازت کے پڑھ بھی لیں تو یہ دوبارہ پڑھ سکتا ہے۔ (33)

---

(30) اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

ان دو ۲ صورتوں کے سوا اگر کسی دوسری نیت سے تیمم کیا مثلاً پانی (۲) نہ ہونے کی حالت میں بے وضو نے مسجد میں ذکر کیلئے بیٹھنے بلکہ مسجد (۳) میں سونے کیلئے کہ سرے سے عبادت ہی نہیں یا (۴) پانی ہوتے ہُوئے سجدہ تلاوت یا سجدہ شکر یا مس مصحف یا باوجود وسعت وقت نماز پنجگانہ یا جمعہ یا جنب نے تلاوتِ قرآن کیلئے تیمم کیا لغو و باطل ونا جائز ہوگا کہ ان میں سے کوئی بے بدل فوت نہ ہوتا تھا، یونہی (۱) ہماری تحقیق پر تہجد یا چاشت یا چاند گہن کی نماز کیلئے اگرچہ اُن کا وقت جاتا ہو کہ یہ نفل محض ہیں سنتِ مؤکدہ نہیں تو (۲) باوجود آب زیارت قبور یا عیادت مریض یا سونے کیلئے تیمم بدرجہ اولیٰ لغو ہے۔

کماحققہ ش مخالفا وقع فی البحر وتبعہ فی الدر واستدلالہ بمالا دلیل لھما فیہ کما بینہ ھو وان تبعھما فیہ ح وط رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم اجمعین وعلینا بھم امین.

جیسا کہ علامہ شامی نے اس کی تحقیق کی ہے اس کے برخلاف جو البحرالرائق میں ہے اور درمختار نے بھی اس کی پیروی کی اور ان دونوں حضرات نے اپنے موقف کیلئے ایسی بات سے استدلال کیا جس میں ان کے موقف کی کوئی دلیل نہیں جیسا کہ علامہ شامی نے بیان کیا، اگرچہ اس استدلال میں حلبی وطحطاوی نے بھی بحر و در کی پیروی کر لی ہے ان سبھی حضرات پر خدائے تعالٰی کی رحمت ہو اور ان کے طفیل ہم پر بھی __ قبول فرما __ (فتاوی رضویہ، جلد ۳ ص ۹۶ ۳ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(31) مجدِّدِ اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں: پانی نہ ہونے کی حالت میں بے وضو نے مسجد میں ذکر کے لیے بیٹھنے بلکہ مسجد میں سونے کے لیے (کہ سرے سے عبادت ہی نہیں) یا پانی ہوتے ہوئے سجدہ تلاوت یا سجدہ شکر یا مسِ مصحف یا باوجود وسعت وقت نمازِ پنجگانہ یا جمعہ یا جنب نے تلاوت قرآن کے لیے تیمم کیا لغو و باطل و ناجائز ہوگا کہ ان میں سے کوئی بے بدل فوت نہ ہوتا تھا، یونہی ہماری تحقیق پر تہجد یا چاشت یا چاند گہن کی نماز کے لیے، اگرچہ اُن کا وقت جاتا ہو کہ یہ نفل ہیں سنتِ مؤکدہ نہیں تو باوجود آب (یعنی پانی کی موجودگی میں) زیارتِ قبور یا عیادتِ مریض یا سونے کے لیے تیمم بدرجہ اُولیٰ لغو ہے۔ (الفتاوی الرضویۃ، ج ۳، ص ۵۵۷)

(32) الدر المختار ورد المحتار، کتاب الطہارۃ، باب التیمم، ج ۱، ص ۴۵۷

(33) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطہارۃ، الباب الرابع فی التیمم، الفصل الثالث، ج ۱، ص ۳۱

مسئلہ ۲۷: ولی نے جس کو نماز پڑھانے کی اجازت دی ہو اسے تیمم جائز نہیں اور ولی کو اس صورت میں اگر نماز فوت ہونے کا خوف ہو تو تیمم جائز ہے۔ یونہی اگر دوسرا ولی اس سے بڑھ کر موجود ہے تو اس کے لیے تیمم جائز ہے۔ فوت کے یہ معنی ہیں کہ چاروں تکبیریں جاتی رہنے کا اندیشہ ہو اور اگر یہ معلوم ہو کہ ایک تکبیر بھی مل جائے گی تو تیمم جائز نہیں۔(34)

مسئلہ ۲۸: ایک جنازہ کے لیے تیمم کیا اور نماز پڑھی پھر دوسرا جنازہ آیا اگر درمیان میں اتنا وقت ملا کہ وضو کرتا تو کر لیتا مگر نہ کیا اور اب وضو کرے تو نماز ہو چکے گی تو اس کے لیے اب دوبارہ تیمم کرے اور اگر اتنا وقت نہ ہو کہ وضو کرے تو وہی پہلا تیمم کافی ہے۔(35)

مسئلہ ۲۹: سلام کا جواب دینے یا درود شریف وغیرہ وظائف پڑھنے یا سونے یا بے وضو کو مسجد میں جانے یا زبانی قرآن پڑھنے کے لیے تیمم جائز ہے اگرچہ پانی پر قدرت ہو۔

مسئلہ ۳۰: جس پر نہانا فرض ہے اسے بغیر ضرورت مسجد میں جانے کے لیے تیمم جائز نہیں ہاں اگر مجبوری ہو جیسے ڈول رسی مسجد میں ہو اور کوئی ایسا نہیں جو لا دے تو تیمم کر کے جائے اور جلد سے جلد لے کر نکل آئے۔(36)

مسئلہ ۳۱: مسجد میں سویا تھا اور نہانے کی ضرورت ہوگئی تو آنکھ کھلتے ہی جہاں سویا تھا وہیں فوراً تیمم کر کے نکل

---

(34) المرجع السابق، وغیرہ

(35) المرجع السابق

(36) اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

حرام ہے مگر بضرورتِ شدیدہ کہ نہانے کی ضرورت ہے اور ڈول رسی اندر رکھا ہے اور یہ اُس کے سوا کوئی سامان کر نہیں سکتا نہ کوئی اندر سے لا دینے والا ہے یا کسی دشمن سے خائف ہے اور مسجد کے سوا جائے پناہ نہیں اور نہانے کی مہلت نہیں ایسی حالتوں میں تیمم کر کے جا سکتا ہے، صورتِ اولیٰ میں صرف اتنی دیر کے لئے ڈول رسی لے آئے اور صورتِ ثانیہ میں جب تک وہ خوف باقی رہے۔

اقول: بلکہ صورتِ ثانیہ میں اگر دشمن سر پر آگیا تیمم کی بھی مہلت نہیں تو بے تیمم چلا جائے اور کواڑ بند کرنے کے بعد تیمم کرلے فان الحقین اذا اجتمعا قدم حق العبد لفقرہ وغنی المولی (کیونکہ جب حق اللہ اور حق العبد دونوں جمع ہوں تو حق العبد کو مقدم کرے اس لئے کہ بندہ محتاج ہے اور مولا بے نیاز ہے۔ ت) صرف اس ضرورت کیلئے کہ گرم پانی سقائے میں ہے اور سقایہ مسجد کے اندر ہے باہر تازہ پانی موجود ہے گرم پانی لینے کو بے غسل مسجد میں جانا جائز نہیں مگر وہی ضرورت کی حالت میں اگر تازہ پانی سے نہائے گا تو صحیح تجربے یا طبیب حاذق مسلم غیر فاسق کے بتانے سے معلوم ہے کہ بیمار ہو جائے گا یا مرض بڑھ جائے گا اور باہر کہیں گرم پانی کا سامان نہیں کر سکتا نہ اندر سے کوئی لا دینے والا ہے تو تیمم کر کے اندر جا کر لا سکتا ہے واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔ (فتاوی رضویہ، جلد ۱۔۲، ص ۱۰۷۱ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

آئے (37) تاخیر حرام ہے۔(38)

مسئلہ ۳۲: قرآن مجید چھونے کے لیے یا سجدہ تلاوت یا سجدہ شکر کے لیے تیمم جائز نہیں جب کہ پانی پر قدرت ہو(39)۔

مسئلہ ۳۳: وقت اتنا تنگ ہو گیا کہ وُضو یا غُسل کریگا تو نماز قضا ہو جائے گی تو چاہیے کہ تیمم کرکے نماز پڑھ لے پھر وُضو یا غُسل کرکے اعادہ کرنا لازم ہے۔(40)

---

(37) اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

اقول: لایبعد علی هذا ان قیل ان الجنب ممنوع عن المسجد لبثا واجتیازا وهو فی الخروج بلا تیمم مجتاز وفی اللبث للتیمم ماکث لانه لایطهر مالم یتم التیمم فان کان مکثه هذا لتطهیر الجسد فان اجتیازه هذا لتنزیه المسجد فهو بین بیلتین فلیختر اهونهما وبین نجاتین فلیرتن اعجلهما بان ینظر ایهما اسرع تیممه اوخروجه فیختاره وان استویا خیر ولکن لیس لمثلی ان یکون له قیل فی حکم وانما علی اتباع مارجحوه وصححوه۔

اقول: اس اعتراض پر اگر یہ کہا جائے تو بعید نہ ہوگا کہ جنب کیلئے مسجد میں ٹھہرنا اور مسجد سے گزرنا دونوں ہی منع ہے اور اگر وہ بلا تیمم نکلتا ہے تو گزرنے کی صورت پائی جاتی ہے اور تیمم کرنے کیلئے رُکتا ہے تو ٹھہرنے کی صورت پائی جاتی ہے، اس لئے کہ جب تک اس کا تیمم مکمل نہیں ہوتا وہ ناپاک اور جنب ہی ہے۔ اب دیکھیے اس کا یہ ٹھہرنا اگر بدن کی تطہیر کیلئے ہے تو اس گا گزرنا مسجد کی تنزیہ کیلئے ہے تو وہ دو ۲ مصیبتوں میں گھرا ہے (ٹھہرنا اور گزرنا) جو آسان اور ہلکی ہو اسے اختیار کرے اور دو ۲ نجاتیں اس کے سامنے ہیں (تطہیر بدن اور تنزیہ مسجد) جو جلد مل سکے اسی کو حاصل کرلے وہ نظر کرے کہ کون جلد ہو سکتا ہے تیمم کرنا یا باہر نکلنا جو جلدی ہو اسے اختیار کرے اور اگر دونوں برابر ہوں تو کسی کو بھی اختیار کرسکتا ہے یہ وہ فیصلہ ہے جو میرے ذہن میں آیا مگر مجھ جیسے شخص کا یہ مقام نہیں کہ کسی حکم میں اس کا کوئی قول ہو۔ میرے ذمہ تو اسی کا اتباع ہے جسے فقہائے کرام نے ترجیح دی اور جس کی تصحیح کی۔ (فتاوی رضویہ، جلد ۳، ص ۳۲۳ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(38) اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

ہاں جو شخص عین کنارہ مسجد میں ہو کہ پہلے ہی قدم میں خارج ہو جائے جیسے دروازے یا حُجرے یا زمین پیش حجرہ (یعنی حجرہ کے سامنے والی زمین) کے متصل سوتا تھا اور احتلام ہوا یا جنابت یاد نہ رہی اور مسجد میں ایک ہی قدم رکھا تھا، ان صورتوں میں فوراً ایک قدم رکھ کر باہر ہو جائے کہ اس خروج (یعنی نکلنے میں) میں مرور فی المسجد (یعنی مسجد میں چلنا) نہ ہوگا اور جب تک تیمم پُورا نہ ہو بحالِ جنابت (یعنی جنابت کی حالت میں) مسجد میں ٹھہرنا رہے گا۔ (فتاوی رضویہ، جلد ۳، ص ۴۸۰ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(39) الفتاوی الرضویۃ، ج ۳، ص ۳۰۵

(40) المرجع السابق، ص ۳۱۰

مسئلہ ۳۴: عورت حیض و نفاس سے پاک ہوئی اور پانی پر قادر نہیں تو تیمم کرے۔(41)

مسئلہ ۳۵: مُردے کو اگر غُسل نہ دے سکیں خواہ اس وجہ سے کہ پانی نہیں یا اس وجہ سے کہ اُس کے بدن کو ہاتھ لگانا جائز نہیں جیسے اجنبی عورت یا اپنی عورت کہ مرنے کے بعد اسے چھو نہیں سکتا تو اسے تیمم کرایا جائے، غیر محرم کو اگرچہ شوہر ہو عورت کو تیمم کرانے میں کپڑا حائل ہونا چاہیے۔(42)

مسئلہ ۳۶: جنب اور حائض اور میت اور بے وُضو یہ سب ایک جگہ ہیں اور کسی نے اتنا پانی جو غُسل کے لیے کافی ہے لاکر کہا جو چاہے خرچ کرے تو بہتر یہ ہے کہ جنب اس سے نہائے اور مردے کو تیمم کرایا جائے اور دوسرے بھی تیمم کریں اور اگر کہا کہ اس میں تم سب کا حصہ ہے اور ہر ایک کو اس میں اتنا حصہ ملا جو اس کے کام کے لیے پورا نہیں تو چاہیے کہ مُردے کے غُسل کے لیے اپنا اپنا حصہ دے دیں اور سب تیمم کریں۔(43)

مسئلہ ۳۷: دو شخص باپ بیٹے ہیں اور کسی نے اتنا پانی دیا کہ اس سے ایک کا وُضو ہو سکتا ہے تو وہ پانی باپ کے صرف میں آنا چاہیے۔(44)

مسئلہ ۳۸: اگر کوئی ایسی جگہ ہے کہ نہ پانی ملتا ہے نہ پاک مٹی کہ تیمم کرے تو اسے چاہیے کہ وقت نماز میں نماز کی سی صورت بنائے یعنی تمام حرکات نماز بلا نیت نماز بجالائے۔

مسئلہ ۳۹: کوئی ایسا ہے کہ وُضو کرتا تو پیشاب کے قطرے ٹپکتے ہیں اور تیمم کرے تو نہیں تو اسے لازم ہے کہ تیمم کرے۔(45)

مسئلہ ۴۰: اتنا پانی ملا جس سے وُضو ہو سکتا ہے اور اسے نہانے کی ضرورت ہے تو اس پانی سے وُضو کر لینا چاہیے اور غُسل کے لیے تیمم کرے۔(46)

مسئلہ ۴۱: تیمم کا طریقہ یہ ہے کہ دونوں ہاتھ کی انگلیاں کشادہ کر کے کسی ایسی چیز پر جو زمین کی قسم سے ہو مار کر لوٹ لیں اور زیادہ گرد لگ جائے تو جھاڑ لیں اور اس سے سارے مونھ کا مسح کریں پھر دوسری مرتبہ یوہیں کریں اور

---

(41) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الطہارۃ، باب التیمم، ج۱، ص۴۴۹

(42) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ الجنازۃ، مطلب فی قراءۃ عند المیت، ج۳، ص۱۰۵، ۱۱۰

(43) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الطہارۃ، باب التیمم، ج۱، ص۴۷۴

(44) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطہارۃ، الباب الرابع فی التیمم، الفصل الثالث، ج۱، ص۳۰

(45) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطہارۃ، الباب الرابع فی التیمم، الفصل الثالث، ج۱، ص۳۱

(46) الفتاوی التاتارخانیۃ، کتاب الطہارۃ، الفصل الخامس فی التیمم، ج۱، ص۲۵۵

دونوں ہاتھوں کا ناخن سے کہنیوں سمیت مسح کریں۔(47)

مسئلہ ۴۲: وضو اور غسل دونوں کا تیمم ایک ہی طرح ہے۔(48)

مسئلہ ۴۳: تیمم میں تین فرض ہیں:

(۱) نیت: اگر کسی نے ہاتھ مٹی پر مار کر مونھ اور ہاتھوں پر پھیر لیا اور نیت نہ کی تیمم نہ ہوگا۔(49)

مسئلہ ۴۴: کافر نے اسلام لانے کے لیے تیمم کیا اس سے نماز جائز نہیں کہ وہ اس وقت نیت کا اہل نہ تھا بلکہ اگر قدرت پانی پر نہ ہو تو سرے سے تیمم کرے۔(50)

مسئلہ ۴۵: نماز اس تیمم سے جائز ہوگی جو پاک ہونے کی نیت یا کسی ایسی عبادت مقصودہ کے لیے کیا گیا ہو جو بلا طہارت جائز نہ ہو تو اگر مسجد میں جانے یا نکلنے یا قرآن مجید چھونے یا اذان و اقامت (یہ سب عبادت مقصودہ نہیں) یا سلام کرنے یا سلام کا جواب دینے یا زیارت قبور یا دفن میت یا بے وضو نے قرآن مجید پڑھنے (ان سب کے لیے طہارت شرط نہیں) کے لیے تیمم کیا ہو تو اس سے نماز جائز نہیں بلکہ جس کے لیے کیا گیا اس کے سوا کوئی عبادت بھی جائز نہیں۔(51)

مسئلہ ۴۶: جنب نے قرآن مجید پڑھنے کے لیے تیمم کیا ہو تو اس سے نماز پڑھ سکتا ہے سجدہ شکر کی نیت سے جو تیمم کیا ہو اس سے نماز نہ ہوگی۔

مسئلہ ۴۷: دوسرے کو تیمم کا طریقہ بتانے کے لیے جو تیمم کیا اس سے بھی نماز جائز نہیں۔(52)

مسئلہ ۴۸: نماز جنازہ یا عیدین یا سنتوں کے لیے اس غرض سے تیمم کیا ہو کہ وضو میں مشغول ہوگا تو یہ نمازیں فوت ہو جائیں گی تو اس تیمم سے اس خاص نماز کے سوا کوئی دوسری نماز جائز نہیں۔(53)

مسئلہ ۴۹: نماز جنازہ یا عیدین کے لیے تیمم اس وجہ سے کیا کہ بیمار تھا یا پانی موجود نہ تھا تو اس سے فرض نماز اور

---

(47) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطھارۃ، الباب الرابع فی التیمم، الفصل الثالث، ج۱، ص۳۰

(48) الجوہرۃ النیرۃ، کتاب الطھارۃ، باب التیمم، ص۲۸

(49) الفتاوی الرضویۃ، ج۳، ص۳۷۳

(50) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطھارۃ، الباب الرابع فی التیمم، الفصل الاول، ج۱، ص۲۶

(51) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطھارۃ، الباب الرابع فی التیمم، الفصل الاول، ج۱، ص۲۶

(52) المرجع السابق

(53) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الطھارۃ، باب التیمم، ج۱، ص۴۵۵، ۴۵۸

غرض ان سب عبادتوں میں سب جائز ہیں۔

مسئلہ ۵۰: سجدہ تلاوت کے تیمم سے بھی نمازیں جائز ہیں۔(54)

مسئلہ ۵۱: جس پر نہانا فرض ہے اسے یہ ضرور نہیں کہ غُسل اور وُضو دونوں کے لیے دو تیمم کرے بلکہ ایک ہی میں دونوں کی نیت کرلے دونوں ہو جائیں گے اور اگر صرف غُسل یا وُضو کی نیت کی جب بھی کافی ہے۔

مسئلہ ۵۲: بیمار یا بے دست و پا اپنے آپ تیمم نہیں کرسکتا تو اسے کوئی دوسرا شخص تیمم کرادے اور اس وقت تیمم کرانے والے کی نیت کا اعتبار نہیں بلکہ اس کی نیت چاہیے جسے کرایا جارہا ہے۔(55)

(۲) سارے موبنھ پر ہاتھ پھیرنا: اس طرح کہ کوئی حصہ باقی رہ نہ جائے اگر بال برابر بھی کوئی جگہ رہ گئی تیمم نہ ہوا۔(56)

مسئلہ ۵۳: داڑھی اور مونچھوں اور بھووں کے بالوں پر ہاتھ پھر جانا ضروری ہے۔ موبنھ کہاں سے کہاں تک ہے اس کو ہم نے وُضو میں بیان کر دیا بھوؤں کے نیچے اور آنکھوں کے اوپر جو جگہ ہے اور ناک کے حصہ زیریں کا خیال رکھیں کہ اگر خیال نہ رکھیں گے تو ان پر ہاتھ نہ پھرے گا اور تیمم نہ ہوگا۔(57)

مسئلہ ۵۴: عورت ناک میں پھول پہنے ہو تو نکال لے ورنہ پھول کی جگہ باقی رہ جائے گی اور نتھ پہنے ہو جب بھی خیال رکھے کہ نتھ کی وجہ سے کوئی جگہ باقی تو نہیں رہی۔

مسئلہ ۵۵: نتھنوں کے اندر مسح کرنا کچھ درکار نہیں۔

مسئلہ ۵۶: ہونٹ کا وہ حصہ جو عادۃً موبنھ بند ہونے کی حالت میں دکھائی دیتا ہے اس پر بھی مسح ہو جانا ضروری ہے تو اگر کسی نے ہاتھ پھیرتے وقت ہونٹوں کو زور سے دبالیا کہ کچھ حصہ باقی رہ گیا تیمم نہ ہوا۔ یوہیں اگر زور سے آنکھیں بند کرلیں جب بھی تیمم نہ ہوگا۔

مسئلہ ۵۷: مونچھ کے بال اتنے بڑھ گئے کہ ہونٹ چھپ گیا تو ان بالوں کو اٹھا کر ہونٹ پر ہاتھ پھیرے، بالوں پر ہاتھ پھیرنا کافی نہیں۔

(۳) دونوں ہاتھ کا کہنیوں سمیت مسح کرنا: اس میں بھی یہ خیال رہے کہ ذرہ برابر باقی نہ رہے ورنہ تیمم نہ ہوگا۔

---

(54) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطہارۃ، الباب الرابع في التیمم، الفصل الاول، ج۱، ص۲۶۔

(55) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطہارۃ، الباب الرابع في التیمم، الفصل الاول، ج۱، ص۲۶۔

(56) الدرالمختار، کتاب الطھارۃ، باب التیمم، ج۱، ص۴۴۸

(57) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطہارۃ، الباب الرابع في التیمم، الفصل الاول، ج۱، ص۲۶

مسئلہ ۵۸: انگوٹھی چھلّے پہنے ہو تو انھیں اتار کر ان کے نیچے ہاتھ پھیرنا فرض ہے۔(58) عورتوں کو اس میں بہت احتیاط کی ضرورت ہے۔ کنگن چوڑیاں جتنے زیور ہاتھ میں پہنے ہو سب کو ہٹا کر یا اتار کر جلد کے ہر حصہ پر ہاتھ پہنچائے اس کی احتیاطیں وضو سے بڑھ کر ہیں۔

مسئلہ ۵۹: تیمم میں سر اور پاؤں کا مسح نہیں۔

مسئلہ ۶۰: ایک ہی مرتبہ ہاتھ مار کر مونھ اور ہاتھوں پر مسح کر لیا تیمم نہ ہوا ہاں اگر ایک ہاتھ سے سارے مونھ کا مسح کیا اور دوسرے سے ایک ہاتھ کا اور ایک ہاتھ جو بچ رہا اُس کے لیے پھر ہاتھ مارا اور اس پر مسح کر لیا تو ہوگیا مگر خلافِ سنّت ہے۔(59)

مسئلہ ۶۱: جس کے دونوں ہاتھ یا ایک پہنچے سے کٹا ہو تو کُہنیوں تک جتنا باقی رہ گیا اُس پر مسح کرے اور اگر کُہنیوں سے اوپر تک کٹ گیا تو اسے بقیہ ہاتھ پر مسح کرنے کی ضرورت نہیں پھر بھی اگر اس جگہ پر جہاں سے کٹ گیا ہے مسح کرلے تو بہتر ہے۔(60)

مسئلہ ۶۲: کوئی لُنجھا ہے یا اس کے دونوں ہاتھ کٹے ہیں اور کوئی ایسا نہیں جو اسے تیمم کرا دے تو وہ اپنے ہاتھ اور رخسار جہاں تک ممکن ہو زمین یا دیوار سے مس کرے اور نماز پڑھے مگر وہ ایسی حالت میں امامت نہیں کر سکتا۔ ہاں اس جیسا کوئی اور بھی ہے تو اس کی امامت کر سکتا ہے۔(61)

مسئلہ ۶۳: تیمم کے ارادے سے زمین پر لوٹا اور مونھ اور ہاتھوں پر جہاں تک ضرور ہے ہر ذرّہ پر گرد لگ گئی تو ہو گیا ورنہ نہیں اور اس صورت میں مونھ اور ہاتھوں پر ہاتھ پھیر لینا چاہیے۔(62)

❀❀❀❀❀

---

(58) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطھارۃ، الباب الرابع في التیمم، الفصل الاول، ج۱، ص۲۶

(59) المرجع السابق

(60) المرجع السابق

(61) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطھارۃ، الباب الرابع في التیمم، الفصل الاول، ج۱، ص۲۶، وغیرہ

(62) المرجع السابق

تیمّم کی سنّتیں

(۱) بسم اللہ کہنا۔

(۲) ہاتھوں کو زمین پر مارنا۔

(۳) انگلیاں کھلی ہوئی رکھنا۔

(۴) ہاتھوں کو جھاڑ لینا یعنی ایک ہاتھ کے انگوٹھے کی جڑ کو دوسرے ہاتھ کے انگوٹھے کی جڑ پر مارنا نہ اس طرح کہ تالی کی سی آواز نکلے۔

(۵) زمین پر ہاتھ مار کر لوٹ دینا۔

(۶) پہلے مونھ پھر ہاتھ کا مسح کرنا۔

(۷) دونوں کا مسح پے در پے ہونا۔

(۸) پہلے داہنے ہاتھ پھر بائیں کا مسح کرنا۔

(۹) داڑھی کا خلال کرنا اور

(۱۰) انگلیوں کا خلال جب کہ غبار پہنچ گیا ہو اور اگر غبار نہ پہنچا مثلاً پتھر وغیرہ کسی ایسی چیز پر ہاتھ مارا جس پر غبار نہ ہو تو خلال فرض ہے۔ ہاتھوں کے مسح میں بہتر طریقہ یہ ہے کہ بائیں ہاتھ کے انگوٹھے کے علاوہ چار انگلیوں کا پیٹ داہنے ہاتھ کی پشت پر رکھے اور انگلیوں کے سروں سے کہنی تک لے جائے اور پھر وہاں سے بائیں ہاتھ کی ہتھیلی سے دہنے کے پیٹ کو مس کرتا ہوا گٹے تک لائے اور بائیں انگوٹھے کے پیٹ سے دہنے انگوٹھے کی پشت کا مسح کرے یوہیں داہنے ہاتھ سے بائیں کا مسح کرے اور ایک دم سے پوری ہتھیلی اور انگلیوں لگے مسح کر لیا تیمم ہو گیا خواہ کہنی سے انگلیوں کی طرف لایا یا انگلیوں سے کہنی کی طرف لے گیا مگر پہلی صورت میں خلاف سنّت ہوا۔(1)

مسئلہ ۱: اگر مسح کرنے میں صرف تین انگلیاں کام میں لایا جب بھی ہو گیا اور اگر ایک یا دو سے مسح کیا تیمم نہ ہوا اگرچہ تمام عُضْو پر ان کو پھیر لیا ہو۔

---

(1) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الطہارۃ، باب التیمم، ج ۱، ص ۴۲۷۔۴۲۹۔

والفتاوی الھندیۃ، کتاب الطہارۃ، الباب الرابع في التیمم، الفصل الثالث، ج ۱، ص ۳۰، وغیرہ

مسئلہ ۲: تیمم ہوتے ہوئے دوبارہ تیمم نہ کرے۔(2)

مسئلہ ۳: خلال کے لیے ہاتھ مارنا ضروری نہیں۔(3)

❀❀❀❀❀

(2) الفتاوی الرضویۃ، ج۳، ص۳۷۶

(3) البحر الرائق، کتاب الطہارۃ، باب التیمم، ج۱، ص۲۵۳

کس چیز سے تیمّم جائز ہے اور کس سے نہیں

مسئلہ ۱: تیمم اسی چیز سے ہوسکتا ہے جو جنس زمین سے ہو اور جو چیز زمین کی جنس سے نہیں اس سے تیمم جائز نہیں۔(1)

(1) اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدددین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

خلاصہ میں ہے:

فی الاصل قال ابوحنیفة ومحمد رضی اللہ تعالی عنہما یجوز التیمم بجمیع ما کان من جنس الارض ومن اجزائہا نحو التراب والرمل والنورة والزرنیخ والجص والحجر والمدر والاثمد والکحل والطین الاحمر والاصفر والمغرة والحائط والمردارسنج ونحوہ ا ۔

مبسوط میں ہے امام ابوحنیفہ وامام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: تیمم ہر اس چیز سے جائز ہے جو زمین کی جنس اور زمین کے اجزا سے ہو جیسے مٹی، ریت، چونا، ہڑتال، گچ، پتھر، ڈھیلا، اثمد، سرمہ، گِل سرخ، گِل زرد، گیرو، دیوار، مردار سنگ وغیرہ۔

(ا ۔ خلاصۃ الفتاوی جنس آخر فیما یجوز بہ التیمم مطبوعہ نولکشور لکھنو ۱/۳۵)

امام فخر زیلعی نے فرمایا:

یتیمم بطاھر من جنس الارض کالتراب والحجر والکحل والزرنیخ والنورة والجص والرمل والمغرة والکبریت والیاقوت والزبرجد والزمرد والبلخش والفیروزج والمرجان ۲ ۔

تیمم کرے جنسِ زمین کی کسی پاک چیز سے جیسے مٹی، پتھر، سرمہ، ہڑتال، چونا، گچ، ریت، گیرو، گندھک، یاقوت، زبرجد، زمرد، بلخش، فیروزہ، مرجان۔(۲ ۔ تبیین الحقائق، باب التیمم، مطبوعہ امیریہ بولاق مصر ۱/۳۸)

امام محقق علی الاطلاق نے فرمایا:

دخل الحجر والجص والنورة والکحل والزرنیخ والمغرة والکبریت ا ۔ الخ۔

پتھر، گچ، چونا، سرمہ، ہڑتال، گیرو، گندھک الخ، داخل ہے۔ (ا ۔ فتح القدیر، باب التیمم، نوریہ رضویہ سکھر ۱/۱۱۲)

ثانیا: سب سے طرفہ یہ کہ مفادِ مثال زجاج خود مثال زجاج سے منقوض یہ نقض ہم نے نقوض انطباع میں ذکر نہ کیا کہ اسی مقام کے لیے اس کا ذخیرہ رکھنا مناسب تھا تحفہ و بدائع سے درمختار و ہندیہ تک آٹھوں کتابوں نے زجاج مطلق رکھا ہے کہ معدنی و مصنوع دونوں کو شامل اور اس کا معدنی ضرور حجر ہے۔ جامع عبداللہ بن احمد اندلسی مالقی ابن بیطار میں ہے:

(زجاج) قال ارسطاطا لیس منہ متحجر ومنہ رمال والزجاج الوان کثیرة فمنہ الابیض الشدید ←

....

البیاض الذی لاینکر من البلور وھو خیر اجناس الزجاج ومنہ الاحمر والاصفر والاخضر والاسمانجونی وغیر ذلک وھو حجر من الاحجار کالمائق الاحمق من الناس لانہ یمیل الی کل صبغ یصبغ بہ والی کل لون یلون بہ ۲؎۔

(زجاج) ارسطو نے کہا اس میں متحجر بھی ہوتا ہے اور اس میں ریت والا بھی ہوتا ہے۔ اور زجاج کے بہت سے رنگ ہوتے ہیں، کوئی بہت سفیدی والا ہوتا ہے جو بلور سے بیگانہ نہیں معلوم ہوتا اور یہ زجاج کی سب سے بہتر جنس ہوتی ہے۔ اور سرخ، زرد، سبز، آسمانی وغیرہ بھی ہوتا ہے اور یہ پتھروں میں سے ایک پتھر ہوتا ہے جیسے انسانوں میں انتہائی بھولا بے وقوف شخص ہوتا ہے کیونکہ وہ ہر رنگ لون کی طرف جس سے اسے رنگا جائے مائل ہوجاتا ہے۔ (۲؎ جامع ابن بیطار)

انوار الاسرار الآیات البینات کتاب المعدن میں ہے: اما حجر الزجاج فانواع کثیرۃ فی معادن کثیرۃ فمنہ متحجر ومنہ مترمل ۳؎۔

لیکن سنگِ زجاج تو بہت سے معدنوں میں اس کی بہت سی قسمیں ہیں اس میں پتھر والا بھی ہوتا ہے اور ریت والا بھی ہوتا ہے۔

(۳؎ انوار الاسرار)

اسی میں ہے:

حجر الزجاج اذا اصابتہ النار ثم خرج الی الھواء من غیر ات یتدخن تکسر ولم ینتفع بہ ۱؎۔

سنگِ زجاج کو جب آگ کی آنچ لگے پھر دخان ہوئے بغیر ہوا میں نکل آئے تو ٹوٹ جاتا ہے اور کارآمد نہیں رہتا۔ (۱؎ انوار الاسرار)

تحفہ تنکابنی میں ہے:

ارسطو بلور را از جنس معدنی او دانستہ و آئینہ سنگ از جملہ معدنی وغیر بلور ست ۲؎۔

ارسطو نے بلور کو اس کی معدنی جنس سے سمجھا ہے اور پتھر کا آئینہ معدنیات میں سے اور بلور کے علاوہ ہے۔

(۲؎ تحفۃ المومنین علی حاشیۃ مخزن الادویہ، فصل الزاء مع الجیم، مطبوعہ منشی نولکشور کانپور، ص ۳۱۶)

مخزن میں ہے:

(زجاج) دو ۲ نوع ست معدنی و مصنوع و معدن آں اکثر جاست انچہ در تبریز و توابع شیراز وغیر انست سنگے ست تیرہ رنگ ریزہ ۳؎ الخ۔

زجاج کی دو ۲ قسمیں ہیں: معدنی اور مصنوعی۔ اور اس کا معدن اکثر جگہ ہے جو شیراز کے توابع میں سے تبریز وغیرہ میں ہوتا ہے وہ ایک تاریک رنگ کا ریزہ ریزہ پتھر ہوتا ہے الخ۔ (۳؎ مخزن الادویہ، فصل الزاء مع الجیم، مطبوعہ منشی نولکشور لکھنؤ، ص ۳۲۰)

اور حجر بتصریح متواتر عامہ کتب میں علی الاطلاق بلاتخصیص جنسِ ارض سے ہے چھبیس ۲۶ کتابیں کہ زرنیخ میں مذکور ہوئیں وہ سب اور ان کے علاوہ (۲۷) وقایہ و (۲۸) اصلاح و (۲۹) نورالایضاح متون و (۳۰) درمختار و (۳۱) شلبیہ و (۳۲) مجتبی شروح و (۳۳) بزازیہ فتاوی وغیرہا زائد ہیں تو زجاج سے تیمم جائز ہو اور وہ جنسِ ارض سے ہے حالانکہ اس معنی پر قیدِ انطباع اسے خارج کررہی ہے کہ وہ خود ←

ان کے اقرار سے منطبع ہے تو جمع منقوض ہے۔

اگر کہیے زجاج میں ان علماء کا اطلاق مقید یعنی زجاج مصنوع پر محمول ہے جو ریتے اور کسی اور چیز غیر جنس ارض سے ملا کر بنایا جاتا ہے محققین شراح کا بیان اس پر شاہد، تبیین میں محیط سے ہے:

ان خالطة شیئ اخر لیس من جنس الارض لا یجوز کالزجاج المتخذ من الرمل وشیئ اخر لیس من جنس الارض ۴؎۔

اگر اس میں کسی ایسی چیز کی آمیزش ہو جو جنسِ ارض سے نہیں تو جائز نہیں۔ جیسے وہ شیشہ جو ریت اور کسی ایسی چیز سے بنایا گیا ہو جو جنس زمین سے نہیں۔ (۴؎ تبیین الحقائق، باب التیمم، مطبعہ امیریہ بولاق مصر، ۱/۳۹)

فتح القدیر میں ہے:

خرجت الاشجار والزجاج المتخذ من الرمل وغیرہ ۱؎۔

درخت اس سے خارج ہو گئے اور وہ شیشہ بھی جو ریت اور دوسری چیز سے بنایا گیا۔ (۱؎ فتح القدیر، باب التیمم، نوریہ رضویہ سکھر، ۱/۱۱۲)

بحر الرائق میں ہے:

لا یجوز بالاشجار والزجاج المتخذ من الرمل وغیر ۲؎۔

درختوں سے جائز نہیں اور اس شیشے سے بھی جائز نہیں جو ریت اور دوسری چیز سے بنایا گیا ہو۔

(۲؎ البحر الرائق، باب التیمم، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی، ۱/۱۴۷)

مجمع الانہر میں ہے:

لا یجوز بالزجاج المتخذ من الرمل وشیئ اخر ۳؎۔

اس شیشے سے جائز نہیں جو ریت اور کسی دوسری چیز سے بنا ہو۔ (۳؎ مجمع الانہر، باب التیمم، داراحیاء التراث العربی بیروت، ۱/۳۸)

اسی طرح ابو السعود ازہری میں ہے۔ عبارت درمختار کفضة وزجاج (جیسے چاندی اور شیشہ۔ت) پر ردالمحتار میں لکھا: ای المتخذ من رمل وغیرہ ۴؎ بحر (یعنی وہ شیشہ جو ریت اور دوسری چیز ملا کر بنایا گیا ہو۔ بحر۔ت) تو جسے منطبع کہا وہ جنسِ ارض سے نہیں اور جو جنس ارض سے ہے اسے منطبع نہ کہا۔ (۴؎ ردالمحتار باب التیمم مطبع مصطفی البابی مصر، ۱/۱۷۶)

اقول: یہ اس وقت ہے کہ خود سنگ شیشہ معدنی اس معنی پر منطبع نہ ہو حالانکہ وہ بھی یقیناً مثل مصنوع آگ سے گلتا، پگھلتا، ہوا سے ٹھنڈا ہوتا، سانچے میں ڈھلتا ہے، پھر مفرکدھر جامع میں ارسطو سے متصل عبارت مذکورہ ہے:

وھو سریع التحلل مع حر النار سریع الرجوع مع الھواء البارد الی تحجرہ ۵؎۔

اور وہ آگ کی حرارت کے ساتھ تیزی سے تحلیل ہو جاتا ہے اور ٹھنڈی ہوا کے ساتھ بہت جلد سنگی حالت کی جانب عود کر آتا ہے۔

(۵؎ جامع ابن بیطار) ←

انوارالاسرار میں بعد عبارت سابقہ ہے:

وهو من الين الاحجار على النار وسريع الجفاف بعد الذوبان[۱]

اور وہ آگ پر سارے پتھروں سے زیادہ نرم ثابت ہوتا ہے اور پگھلانے کے بعد بہت جلد خشک بھی ہوتا ہے۔ (۱؎ انوارالاسرار)

اسی میں ہے:

يستحيل مع حر النار ويجمد سريعا مع برودة الهواء[۲]

آگ کی حرارت کے ساتھ بدل جاتا ہے اور ہوا کی برودت کے ساتھ بہت جلد جم جاتا ہے۔ (۲؎ انوارالاسرار)

اب یہ مثال غایت اشکال میں ہوگئی کہ خود اپنے نفس کی مبطل ہے تو اس سے تقریر فقیر پر شبہ کیا معنی خود اسی پر شبہ شدیدہ کیا جائے وہ اگر خود متناقض نہ ہوتی تو ان احکام مصرحہ عامہ متون وشروح وفتاوٰی منصوصہ خود محرر المذہب وامام اعظم صاحب مذہب کے مقابل محتمل ہونی واجب تھی نہ کہ جب آپ ہی اپنا نقض ہے ہاں مسلک اس کی تاویل ہے اگر ممکن ہو اگرچہ بعید کہ تاویل بعید بھی تخطیۂ محض سے خیر وبہتر ہے۔

فاقول: وباللہ التوفیق (تو میں کہتا ہوں اور توفیق خدا ہی کی جانب سے ملتی ہے۔ت) جملہ (۱) معدنیات کا تکون گندھک اور پارے کے ازدواج سے ہے کبریت نر ہے کہ گرم ہے اور پارہ مادہ۔ انہیں کے اختلاف مقادیر واصناف واوصاف واحوال سے مختلف معدنی چیزیں پیدا ہوتی ہیں جن میں سے بعض کو ہمارے ائمہ کرام جنس ارض سے رکھتے ہیں جیسے یاقوت، زمرد، زبرجد وغیرہا جواہر اور بعض کو نہیں جیسے ذہب وفضہ وحدید وغیرہا معادن حالانکہ مادہ تکون سب کا ایک ہے، تذکرہ انطاکی میں ہے:

(معدن) مادته الزئبق والكبريت جيدين متساويين كالاكسير او زاد الكبريت مع القوة الصابغة كما في الذهب اوضده مع عدمها كما في الفضة (الى ان قال) فان حفظت المادة بحيث يذوبا فالمنطرقات والا فالفلزات على وزان الأول كالياقوت اوالثاني كبعض الزمرد الى اٰخره عه اولم تحفظ صورا ولم تثبت معاصية للتحليل فالشبوب والاملاح[۱]

(معدن) اس کا مادہ پارہ اور گندھک ہے۔ دونوں عمدہ برابر برابر ہوں۔ جیسے اکسیر۔ یا کبریت زیادہ ہو ساتھ ہی رنگنے والی قوت بھی ہو جیسے سونا میں یا اس کی ضد (پارہ) زیادہ ہو اور رنگنے والی قوت بھی نہ ہو جیسے چاندی میں (یہاں تک کہ یہ کہا) تو اگر مادہ محفوظ ہو اس طرح کہ پگھل جائے تو منطرقات ورنہ فلزات بطور اول جیسے یاقوت یا بطور دوم جیسے بعض زمرد الی آخرہ۔ یا کچھ صورتوں کو محفوظ نہ رکھے یا تحلیل کے مخالف نہ ثابت ہو تو شبوب واملاح۔

عه: یرید موازاۃ سائر الاصناف۔ ۱۲ منہ غفرلہ (م) دیگر اصناف کا مقابلہ مقصود ہے۔ ۱۲ منہ غفرلہ

(۱؎ تذکرہ داؤد انطاکی، حرف المیم لفظ معدن کے تحت مذکور ہے، مصطفی البابی مصر، ۱/ ۳۰۰)

اسی میں ہے: ←

(یاقوت) ھو اشرف انواع الجامدات وکلھا تطلبه فی التکوین کالذھب فی المنطرقات بیمنع العارض واصله الزئبق ویسمی الماء والکبریت ویسمی الشعاع ۲؎ ملخصا

(یاقوت) یہ جامدات کی قسموں میں سب سے عمدہ ہے اور تکوین میں سارے جامدات کا مطلوب ہے جیسے منطرقات میں سونا۔ تو کسی عارض کی وجہ سے مانع بھی ہوتا ہے۔ اس کی اصل پارہ ہے جسے پانی بھی کہا جاتا ہے۔ اور کبریت جسے شعاع بھی کہا جاتا ہے۔

(۲؎ تذکرہ داؤد انطاکی، حرف الیاء لفظ یاقوت کے تحت مذکور ہے، مصطفی البابی مصر، ۱/ ۳۴۰)

مذہب مشہور و منصور و معتمد جمہور پر تو اُن کی معیار وہی ضابطہ ترمُّد و انطباع ہے وبس۔ اور بعض اکابر نے اسے یوں لیا کہ جو کچھ اجزائے ارض سے ہے جب تک زمین میں ہے اس سے مطلقاً تیمم روا ہے حتی کہ سونا چاندی جب تک اپنی کان میں ہو کہ اس وقت تک یہ جنسِ ارض سے ہے جب زمین سے نکال کر گلایا پگھلایا اجزائے ارضیہ سے صاف کیا اب غیر شے ہوئے اور اس سے تیمم ناروا۔ تبیین الحقائق میں ہے:

وفی شرح الجامع الصغیر لقاضی خان یجوز بالکیزان والحباب ویجوز بالذھب والفضة والحدید والنحاس وماأشبھھا مادامت علی الارض ولم یصنع منھا شیئ وبعد السبك لایجوز ۳؎

قاضیخان کی شرح جامع صغیر میں ہے: کوزوں اور گھڑوں سے تیمم جائز ہے اور سونے، چاندی، لوہے، تانبے اور ایسی دوسری دھاتوں سے بھی جائز ہے جب تک یہ زمین پر ہوں اور ان سے کوئی چیز بنائی نہ گئی ہو اور ڈھالنے کے بعد ان سے تیمم جائز نہیں۔

(۳؎ تبیین الحقائق، باب التیمم، مطبعہ امیریہ بولاق مصر، ۱/ ۳۹)

شرح وقایہ میں ہے:

اما الذھب والفضة فلا یجوز بھما اذا کانا مسبوکین وان کانا غیر مسبوکین مختلطین بالتراب یجوز ۱؎

سونا چاندی جب ڈھلے ہوئے ہوں تو ان سے تیمم جائز نہیں اور گلائے پگھلائے نہ گئے ہوں بلکہ مٹی سے ملے ہوئے ہوں تو جائز ہے۔

(۱؎ شرح الوقایہ، مایجوز بہ التیمم، مطبوعہ المکتبۃ الرشیدیہ دہلی، ۱/ ۹۸)

شرح الکنز علامہ عینی پھر شرح سید ازہری پھر طحطاوی علی مراقی الفلاح میں ہے:

قبل السبك یصح التیمم مادامافی المعدن وکذا الحدید والنحاس لانھما من جنس الارض ۲؎

ڈھالنے سے پہلے تیمم درست ہے جب تک یہ دونوں اپنی کان میں ہوں۔ یہی حکم لوہے اور تانبے کا ہے۔ اس لئے کہ یہ جنسِ زمین سے ہیں۔

(۲؎ طحطاوی علی مراقی الفلاح، مایجوز بہ التیمم، مطبعہ ازہریہ، ص۶۹)

علامہ ط نے فرمایا:

ذکرہ السید واطلاق المصنّف کغیرہ یفید المنع مطلقا لوجود الضابط ۳؎

اسے سیّد ازہری نے ذکر کیا۔ اور دوسرے حضرات کی طرح مصنف کے بھی مطلق بیان کرنے سے مطلقاً ممانعت مستفاد ہوتی ہے کیونکہ ضابطہ موجود ہے۔ (۳؎ طحطاوی علی مراقی الفلاح، مایجوز بہ التیمم، مطبعہ ازہریہ، ص۶۹)

←

....

فتاوی ظہیریہ پھر خزانۃ المفتین میں ہے:

مالیس من جوھر الارض او کان من جوھر الارض الا انہ خلص عن جوھرہ بالاذابہ والاحراق فانہ لایجوز بہ التیمم فالذھب والفضۃ والنحاس والحدید وما اشبہ ذلک یجوز بہ التیمم مادام فی الارض ولم یصنع منہ شیئ فاذا صنع منہ شیئ لم یجز بہ التیمم اذالم یکن علیہ غبار ۴ ہے

جو زمین کا جوہر نہ ہو یا زمین ہی کا جوہر ہو مگر وہ پگھلانے، جلانے کے ذریعہ اپنے جوہر واصل سے جدا ہو گیا ہو تو اس سے تیمم جائز نہیں۔ تو سونا، چاندی، تانبا، لوہا اور ایسی ہی دوسری چیزوں سے جب تک یہ زمین میں رہیں اور ان سے کچھ نہ بنایا گیا ہو، تیمم جائز ہے جب ان سے کوئی چیز بنادی جائے تو اس سے تیمم جائز نہیں جبکہ اس پر غبار نہ ہو۔ (۴۔ خزانۃ المفتین)

تو حاصل یہ ہوا کہ آگ سے لین واحتراق دو ہیں ایک متقدم کہ معدنی معدن سے نکالتے وقت اجزائے ارضیہ سے اپنی جدائی میں ان کا محتاج ہو ان کے نزدیک یہ مطلقاً اسے جنس ارض سے خارج کر دیتے ہیں اگر چہ نہ لین مورث انطباع وانطراق ہو نہ احتراق تا حد ترمّد دوسرا متاخر کہ اجزائے ارضیہ سے جدا وصاف ہونے کے بعد اس شے کی حالت دیکھی جائے یہاں اگر احتراق بحد ترمّد یا لین موجب انطراق کا صالح ہے تو جنسِ ارض سے نہیں ورنہ ہے۔ جو چیز بڑے قطعے کان سے نکلے کہ صاف کرنے میں جلانے، گلانے کی محتاج نہ ہو اس میں وہ عہ قاعدہ معیار جاری ہوگا یاقوت وبلور سے تیمم جائز ہوگا اور لوہے سے نہیں اور جو ریزہ ریزہ نکلے کہ گلا، جلا کر صاف کی جائے اس سے بعد صفا وہ مطلقاً ناجائز مانیں گے زجاج اسی قبیل سے ہے کہ وہ ریزہ ریزہ ہی معدن میں ملتا اور آگ پر گلا کر صاف کیا جاتا ہے۔

عہ: اقول قسمیں چار ۴ ہوئیں:

(۱) نہ اپنے تصفیہ میں احراق وتلیین کا محتاج ہو نہ بعد کو منطرق جیسے یاقوت۔ (۲) تصفیہ میں محتاج نہ ہو اور بعد کو (۳) اس کا عکس کہ تصفیہ میں محتاج ہو اور بعد کو نا منطرق جیسے شیشہ۔ (۴) پہلے بھی محتاج ہو اور بعد کو بھی منطرق جیسے سونا۔ ان کے نزدیک سوا قسم اول کے سب جنس ارض سے خارج ہیں دوم میں صرف بربنائے معیار، سوم میں صرف بربنائے لین متقدم، چہارم میں اگر چہ دونوں جمع ہیں مگر لین متقدم۔ اسے جنس ارض سے خارج کر چکا۔ معیار کی حاجت نہیں لہٰذا ہم نے اجزائے معیار کو قسم دوم ہی میں رکھا، ورنہ وہ اس سے خاص نہیں۔ یہ ان کے طور پر ہے اور معتمد صرف لحاظ معیار، تو اول وسوم دونوں جنس ارض ہیں اور دوم و چہارم نہیں واللہ تعالٰی اعلم۔ ۱۲ منہ غفرلہ (م)

ارسطو نے جو اس کی ایک قسم کو حجر کہا اس بنا پر تھا کہ وہ بلور کو بھی نوع زجاج مانتا ہے اس کے کلام میں عبارت مذکورہ کے بعد ہے:

والبلور جنس من الزجاج غیر انہ یصاب فی معدنہ مجتمع الجسم ویصاب الزجاج مفترق الجسم فیجمع کما ذکرنا بحجر المغنیسا اھ یشیر الی قولہ منہ ماھو رمل فاذا اوقد علیہ النار والقی معہ حجر المغنیسا جمع جسمہ۔

بلور زجاج ہی کی ایک قسم ہے فرق یہ ہے کہ بلور کا جسم معدن میں مجتمع ملتا ہے اور زجاج کا جسم متفرق ملتا ہے پھر جیسا کہ ہم نے بتایا سنگ مغنیسا کے ذریعہ جمع کیا جاتا ہے اھ۔ یہ اشارہ اس عبارت کی جانب ہے: اس میں سے ایک وہ ہے جو ریت ہوتا ہے جب اس پر آگ ←

مسئلہ ۲: جس مٹی سے تیمم کیا جائے اس کا پاک ہونا ضروری ہے یعنی نہ اس پر کسی نجاست کا اثر ہو نہ یہ ہو کہ محض

جلائی جاتی ہے اور اس کے ساتھ سنگِ مغنیسیا بھی ڈالا جاتا ہے تو اس کا جسم مجتمع ہو جاتا ہے۔(اے جامع ابن بیطار)

اسی طرح انوار الاسرار میں ہے: مخزن سے گزرا سنگے ست ریزہ ۲ ے (ریزہ ریزہ پتھر ہوتا ہے۔ت)۔

(۲ے مخزن الادویہ فصل الزاء مع الجیم، مطبوعہ نولکشور لکھنؤ، ص ۳۲۰)

وہذا ان علما نے لین و انطباع دو لفظ کہے لین متقدم کے لئے اور اس کی مثال میں زجاج ہے اور انطباع متاخر کے لئے اس کی مثال میں حدید وغیرہ ہیں آخر نہ دیکھا کہ امام جلیل نسفی نے احتراق کی مثالوں میں رماد بھی ذکر فرمائی اور وہ ہرگز قابل احتراق نہیں لاجرم اس کے لئے احتراق متقدم مراد ہے کہ جلنے سے حاصل ہوئی، یوں ہی زجاج کے لئے لین اور اس پر شاہد عدل امام طاہر کا خلاصہ میں کلام ہے کہ زجاج کو اسی لین متقدم میں گنا، فرماتے ہیں:

لو تیمم علی الذھب والفضة والشبه او النحاس اوالرصاص اوالدقیق او الزجاج اوالحنطة او الشعیر مما لیس من جوھر الارض اومن جوھرھا الاانه خلص من جوھرھا بالاذابة والاحراق لایجوز التیمم بالاتفاق اھ فقوله لیس من جوھر الارض للدقیق والحنطة والشعیر وقوله اومن جوھر ھو الخ للبواقی۔

اگر سونا، چاندی، پیتل، تانبا، سیسہ، آٹا، شیشہ، گیہوں، جو کسی ایسی چیز سے تیمم کیا جو جوہر زمین سے نہیں یا زمین ہی کے جوہر سے ہے مگر پگھلانے یا جلانے کے ذریعہ زمین کے جوہر سے نکلی ہے تو اس سے تیمم بالاتفاق جائز نہیں اھ۔ ان کی عبارت جوہر زمین سے نہیں آٹا، گیہوں اور جو سے متعلق ہے اور ان کا قول یا زمین کے جوہر سے ہے مگر الخ باقی چیزوں سے متعلق ہے۔

(اے خلاصۃ الفتاوی، جنس آخر ما یجوز بہ التیمم، مطبوعہ نولکشور لکھنؤ، ۱/۳۶)

یوں اُن عبارات کی توجیہ ہو جائے گی اور معنی انطباع پر کہ ہم نے تحقیق کئے غبار نہ آئے گا نہ زرنیخ و کبریت یہ سب عبارات متحد ہو گئیں باقی کثیر و وافر عبارات جن میں مثال زجاج نہیں اس نفیس دو جیہ توجیہ سے موجہ ہیں جو سابق گزری جس سے وہ مذہب جمہور مشہور و منصور پر ماشی ہیں مگر عبارت عنایہ کہ اس کا اذا اسی توجیہ لاحق پر بنے گا ان دو ۲ توجیہوں سے تمام عبارات موجہ ہو گئیں۔

الاقوال(۱) الدر منطبع کزجاج فلم اجدله طبا ونسبته وحده الی السھوا سھل من نسبة سائر الکبراء الیه ھذا ما عندی فان کان عند غیری احسن من ھذا فلیبده بامعان فان المقصود اتباع الحق حیث کانا والله المستعان وعلیه التکلان والصلوة والسلام الاتمان الاکملان ÷ علی سید الانس والجان واٰله وصحبه کل حین وان والحمد لله رب العٰلمین

مگر در مختار کی عبارت منطبع کزجاج کا کوئی علاج میں نہ پا سکا۔ اور تنہا اسے سہو کی جانب منسوب کر لینا سارے بزرگوں کو سہو پر قرار دینے سے آسان ہے۔ یہ وہ ہے جو میرے خیال میں آیا۔ اگر کسی کے پاس اس سے بہتر ہو تو بنگاہِ غور اس کا اظہار کرے کیونکہ مقصود حق کا اتباع ہے حق جہاں بھی ملے اور خدا ہی سے مدد طلبی ہے اور اسی پر توکل ہے اور تام و کامل درود و سلام انس و جن کے سردار اور سرکار کی آل واصحاب پر ہر لمحہ و ہر آن۔ اور ساری خوبیاں سارے جہان کے مالک خدا ہی کے لیے ہیں۔ ←

خشک ہونے سے اثر نجاست جاتا رہا ہو۔ (2)

مسئلہ ۳: جس چیز پر نجاست گری اور سوکھ گئی اس سے تیمم نہیں کر سکتے اگرچہ نجاست کا اثر باقی نہ ہو البتہ نماز اس پر پڑھ سکتے ہیں۔ (3)

مسئلہ ۴: یہ وہم کہ کبھی نجس ہوئی ہوگی فضول ہے اس کا اعتبار نہیں۔

مسئلہ ۵: جو چیز آگ سے جل کر نہ راکھ ہوتی ہے نہ پگھلتی ہے نہ نرم ہوتی ہے وہ زمین کی جنس سے ہے اس سے تیمم جائز ہے۔ ریتا، چونا، سرمہ، ہرتال، گندھک، مردہ سنگ، گیرو، پتھر، زبرجد، فیروزہ، عقیق، زمرد وغیرہ جواہر سے تیمم جائز ہے اگرچہ ان پر غبار نہ ہو۔ (4)

مسئلہ ۶: پکی اینٹ چینی یا مٹی کے برتن سے جس پر کسی ایسی چیز کی رنگت ہو جو جنس زمین سے ہے۔ جیسے گیرو (لال مٹی) کھریا (سفید مٹی) یا وہ چیز جس کی رنگت جنس زمین سے تو نہیں مگر برتن پر اس کا جرم نہ ہو تو ان دونوں صورتوں میں اس سے تیمم جائز ہے اور اگر جنس زمین سے نہ ہو اور اس کا جرم برتن پر ہو تو جائز نہیں۔

مسئلہ ۷: شورہ جو ہنوز پانی میں ڈال کر صاف نہ کیا گیا ہو اس سے تیمم جائز ہے ورنہ نہیں۔ (5)

مسئلہ ۸: جو نمک پانی سے بنتا ہے اس سے تیمم جائز نہیں اور جو کان سے نکلتا ہے جیسے سیندھا نمک اس سے جائز ہے۔ (6)

مسئلہ ۹: جو چیز آگ سے جل کر راکھ ہو جاتی ہو جیسے لکڑی، گھاس وغیرہ یا پگھل جاتی یا نرم ہو جاتی ہو جیسے چاندی، سونا، تانبا، پیتل، لوہا وغیرہ دھاتیں وہ زمین کی جنس سے نہیں اس سے تیمم جائز نہیں۔ ہاں یہ دھاتیں اگر کان سے

مقامِ دوم (اُن ایک سو اکاسی ۱۸۱ چیزوں کا بیان جن سے تیمم جائز ہے) اُن بعض اشیاء کا شمار جن سے ہمارے عدا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مذہب میں تیمم جائز ہے انہیں دو ۲ قسم کریں:

منصوصات، جن کی تشریح کتابوں میں اس وقت پیش نظر ہے۔

مزیدات کہ فقیر نے اضافہ کیں وکان حقاعلی افرازھا کیلا یساق المعقول مساق المنقول (انہیں الگ کرنا میری ذمہ داری تھی تاکہ معقول کا ذکر منقول کی جگہ نہ ہو۔ (فتاویٰ رضویہ، جلد ۳، ص ۸۳ ۴ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(2) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطہارۃ، الباب الرابع فی التیمم، الفصل الأول، ج ۱، ص ۲۶

(3) المرجع السابق، ص ۲۷، وغیرہ

(4) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطہارۃ، الباب الرابع فی التیمم، الفصل الأول، ج ۱، ص ۲۶ ۔ ۲۷.

(5) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطہارۃ، الباب الرابع فی التیمم، الفصل الأول، ج ۱، ص ۲۶

(6) المرجع السابق، ص ۲۷

نکال کر پگھلائی نہ گئیں کہ ان پر مٹی کے اجزا ہنوز باقی ہیں تو ان سے تیمم جائز ہے اور اگر پگھلا کر صاف کر لی گئیں اور ان پر اتنا غبار ہے کہ ہاتھ مارنے سے اس کا اثر ہاتھ میں ظاہر ہوتا ہے تو اس غبار سے تیمم جائز ہے، ورنہ نہیں۔(7)

مسئلہ ۱۰: غلہ، گیہوں، جو وغیرہ اور لکڑی یا گھاس اور شیشہ پر غبار ہو تو اس غبار سے تیمم جائز ہے جب کہ اتنا ہو کہ ہاتھ میں لگ جاتا ہو ورنہ نہیں۔(8)

مسئلہ ۱۱: مشک و عنبر، کافور، لوبان سے تیمم جائز نہیں۔(9)

مسئلہ ۱۲: موتی اور سیپ اور گھونگے سے تیمم جائز نہیں اگرچہ پسے ہوں اور ان چیزوں کے چونے سے بھی ناجائز۔(10)

---

(7) المرجع السابق

(8) المرجع السابق

(9) المرجع السابق

(10) اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

اُن کے شیخ محقق نے بحر میں فرمایا وہ سہو ہے نہر نے فرمایا سبق قلم ہے اور جواز ہے۔

کما فی الازھری و ش واغرب(۱) عبدالحلیم فقال اخذاً عن المنح اولعلھما توارد ا علیہ فانہ یقول اقول انہ لیس بسھو بل الظاھر انہ قام عندہ انہ ینعقد من الماء کاللؤلؤ فحینئذ یکون النزاع لفظیا کما لایخفی ا ۔اھ۔

جیسا کہ ازہری اور شامی میں ہے اور علامہ عبدالحلیم رومی نے عجب بات کی۔ انہوں نے منح الغفار سے اخذ کر کے کہا یادونوں ہی حضرات کا توارد ہوا۔ لکھتے ہیں: میں کہتا ہوں یہ سہو نہیں۔ بلکہ ظاہر یہ ہے کہ ان کے نزدیک یہی ٹھہرا کہ وہ پانی سے بنتا ہے جیسے موتی۔ تو اس وقت نزاع لفظی رہ جائے گا۔ جیسا کہ عیاں ہے اھ۔ (اے خادمی للعبدالحلیم خادمی، باب التیمم، مطبع درسعادۃ مصر، ۱/۳۶)

اقول: بل حقیقیا کما لایخفی و کون المبنی ممالو اتفقوا علیہ لاتفقوا علی الحکم لایرفع الاختلاف فی المعنی بل یوجبہ عند الاختلاف فی المبنی وعبارۃ المنح علی مافی ش اقول الظاھر انہ لیس بسھو لانہ انما منع جواز التیمم بہ لما قام عندہ من انہ ینعقد من الماء کاللؤلؤ فان کان الامر کذلک فلا خلاف فی منع الجواز والقائل بالجواز انما قال بہ لما قام عندہ من انہ من جملۃ اجزاء الارض فان کان کذلک فلا کلام فی الجواز والذی دل علیہ کلام اھل الخبرہ بالجواھر ان لہ شبھین شبھا بالنبات وشبھا بالمعادن وبہ افصح ابن الجوزی فقال انہ متوسط بین عالمی النبات والجماد فیشبہ الجماد بتحجرہ ویشبہ النبات بکونہ اشجاراً نابتۃً فی قعر البحر ذوات عروق واغصان خضر متشعبۃ قائمۃ ا ۔اھ۔(ا ۔ ردالمحتار، باب التیمم، مطبع مصطفی البابی مصر، ۱/۱۷۶)

اقول: بلکہ نزاع حقیقی ہوگا جیسا کہ آشکارا ہے۔ اگر بنائے اختلاف ایسا امر ہو کہ اس پر اتفاق ہوتا تو حکم پر بھی اتفاق ہوتا اس سے معنوی طور پر اختلاف ختم نہیں ہوجاتا بلکہ اگر مبنٰی مختلف ہے تو اختلاف لازم ہے۔ منح الغفار کی عبارت جیسا کہ شامی میں ہے اس طرح ہے: میں کہتا ہوں، ظاہر یہ ہے کہ سہو نہیں اس لیے کہ انہوں نے جواز تیمم سے اس لیے منع کیا کہ ان کے نزدیک یہی ٹھہرا کہ وہ پانی سے بنتا ہے ←

مسئلہ ۱۳: راکھ اور سونے چاندی فولاد وغیرہ کے کشتوں سے بھی جائز نہیں۔(11)

مسئلہ ۱۴: زمین یا پتھر جل کر سیاہ ہو جائے اس سے تیمم جائز ہے یوہیں اگر پتھر جل کر راکھ ہو جائے اس سے بھی جائز ہے۔(12)

مسئلہ ۱۵: اگر خاک میں راکھ مل جائے اور خاک زیادہ ہو تو تیمم جائز ہے ورنہ نہیں۔(13)

مسئلہ ۱۶: زرد، سرخ، سبز، سیاہ رنگ کی مٹی سے تیمم جائز ہے(14) مگر جب رنگ چھوٹ کر ہاتھ موںھ کو رنگین کر دے تو بغیر ضرورت شدیدہ اس سے تیمم کرنا جائز نہیں اور کر لیا تو ہو گیا۔

مسئلہ ۱۷: بھیگی مٹی سے تیمم جائز ہے جب کہ مٹی غالب ہو۔(15)

مسئلہ ۱۸: مسافر کا ایسی جگہ گزر ہوا کہ سب طرف کیچڑ ہی کیچڑ ہے اور پانی نہیں پاتا کہ وضو یا غسل کرے اور کپڑے میں بھی غبار نہیں تو اسے چاہیے کہ کپڑا کیچڑ میں سان کر سکھالے اور اس سے تیمم کرے اور اگر وقت جاتا ہو تو مجبوری کو کیچڑ ہی سے تیمم کر لے جب کہ مٹی غالب ہو۔(16)

مسئلہ ۱۹: گدے اور دری وغیرہ میں غبار ہے تو اس سے تیمم کر سکتا ہے اگرچہ وہاں مٹی موجود ہو جب کہ غبار اتنا ہو کہ ہاتھ پھیرنے سے انگلیوں کا نشان بن جائے۔(17)

جیسے موتی۔ تو اگر حقیقت امر یہی ہو تو منع جواز میں کوئی اختلاف نہیں اور قائل جواز نے جائز اس لیے کہا کہ اس کے نزدیک یہی ٹھہرا کہ وہ اجزائے زمین سے ہے تو اگر وہ ایسا ہی ہو تو جواز میں کوئی کلام نہیں۔ جوہر شناسوں کے کلام سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس میں دو مشابہتیں پائی جاتی ہیں ایک مشابہت نبات سے ہوتی ہے اور ایک مشابہت معدنیات سے ہوتی ہے۔ ابن الجوزی نے اسے صاف طور پر بیان کیا۔ وہ لکھتے ہیں کہ یہ عالم نبات وعالم جماد کے درمیان متوسط ہے۔ اپنے تحجر اور پتھر کی طرح ٹھوس ہونے میں جماد کے مشابہ ہے اور اس بات میں نبات کے مشابہ ہے کہ سمندر کی گہرائی میں اس کے، رگوں اور چھوٹی ہوئی کھڑی ہری ہری ڈالیوں والے اُگنے والے درخت ہوتے ہیں۔اھ۔ (فتاوی رضویہ، جلد ۳، ص ۶۵۱ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(11) الفتاوی الرضویۃ، ج۳، ص۶۵۶

(12) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطہارۃ، الباب الرابع في التیمم، الفصل الأول، ج۱، ص۲۷، وغیرہ

(13) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطہارۃ، الباب الرابع في التیمم، الفصل الأول، ج۱، ص۲۷

(14) المرجع السابق

(15) المرجع السابق

(16) المرجع السابق

(17) اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

مسئلہ ۲۰: نجس کپڑے میں غبار ہو اس سے تیمم جائز نہیں ہاں اگر اس کے سوکھنے کے بعد غبار پڑا تو جائز ہے۔(18)

مسئلہ ۲۱: مکان بنانے یا گرانے میں یا کسی اور صورت سے مونھ اور ہاتھوں پر گرد پڑی اور تیمم کی نیت سے مونھ اور ہاتھوں پر مسح کرلیا تیمم ہوگیا۔(19)

مسئلہ ۲۲: گچ کی دیوار پر تیمم جائز ہے۔(20)

مسئلہ ۲۳: مصنوعی مُردہ سنگ سے تیمم جائز نہیں۔(21)

مسئلہ ۲۴: مونگے یا اس کی راکھ سے تیمم جائز نہیں۔(22)

امام اسبیجابی کہ از ائمہ ترجیح وتصحیح ست درشرح مختصر طحاوی فرمود کہ بودنِ غبار بر چیزے چنان وظہور اثرش بکشیدن دست بران ضرورست در جواز تیمم بدان۔

امام اسبیجابی جو ائمہ ترجیح وتصحیح سے ہیں انہوں نے مختصر طحاوی کی شرح میں فرمایا کہ ایسی چیز پر غبار کا ہونا اور اس پر ہاتھ پھیرنے سے غبار کا اثر ظاہر ہونا اس سے تیمم جائز ہونے کیلئے ضروری ہے۔

فی الدر المختار تبعا لما فی البحر الرائق وقیدہ الاسبیجابی بان یستبین اثر التراب علیه بمد الید علیه وان لم یستبن لم یجز وکذا کل مایجوز التیمم علیه کحنطة وجوخة فلیحفظ ا ۔

درمختار کے اندر بحر الرائق کے اتباع میں لکھا ہوا ہے کہ اس پر امام اسبیجابی نے یہ قید لگائی ہے کہ اس پر ہاتھ پھیرنے سے اس چیز پر مٹی کا اثر ظاہر وواضح ہو اگر واضح نہ ہو تو تیمم جائز نہیں۔ اسی طرح ہر وہ چیز جس پر تیمم جائز نہیں جیسے گیہوں، اونی کپڑے کا ٹکڑا، اسے یاد رکھنا چاہئے۔

(ا ۔ الدرالمختار، باب التیمم، مجتبائی دہلی، ۱/ ۴۲)

وہر چند در عامہ متون واکثر شروح این مسئلہ را بارسال واطلاق آوردہ اندا ما(ف ا) قیدے زائد کہ امام معتمد افادہ فرماید از قبولش ناگزیرست مادامیکہ خلافش در کلمات دیگر ائمہ مصرح وبران مرجح نباشد خصوصا درصورتیکہ مقام مقام احتیاط ست۔

یہ مسئلہ اگرچہ عام متون اور اکثر شروح میں بغیر قید کے مطلقاً ذکر ہوا ہے(اور کہا گیا ہے کہ معدنیات وغیرہ پر غبار وتراب ہو تو تیمم جائز ہے) لیکن ایک ایسی زائد قید جو کوئی معتمد امام افادہ فرمائیں اسے قبول کرنا ضروری ہے جب تک کہ اس کے خلاف دیگر ائمہ کے کلمات میں تصریح اور اس پر ترجیح نہ ہو خاص طور سے جب احتیاط کا مقام ہو تو امام معتمد کی بتائی ہوئی ایسی قید کا قبول کرنا اور ضروری ہے۔

(فتاوی رضویہ، جلد ۲۹، ص ۱۹۱ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(18) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطہارۃ، الباب الرابع فی التیمم، الفصل الأول، ج۱، ص ۲۷

(19) المرجع السابق

(20) الدرالمختار، کتاب الطہارۃ، باب التیمم، ج۱، ص ۴۵۳

(21) الفتاوی الرضویۃ، ج۳، ص ۶۵۴

(22) الدرالمختار، کتاب الطہارۃ، باب التیمم، ج۱، ص ۴۵۲۔

مسئلہ ۲۵: جس جگہ سے ایک نے تیمم کیا دوسرا بھی کرسکتا ہے یہ جو مشہور ہے کہ مسجد کی دیوار یا زمین سے تیمم ناجائز یا مکروہ ہے غلط ہے۔(23)

مسئلہ ۲۶: تیمم کے لیے ہاتھ زمین پر مارا اور مسح سے پہلے ہی تیمم ٹوٹنے کا کوئی سبب پایا گیا تو اس سے تیمم نہیں کرسکتا۔(24)

❁❁❁❁❁

(23) منیۃ المصلي، بیان التیمم وطہارۃ الأرض، ص۵۸.

والفتاوی الرضویۃ، ج۳، ص۳۸۷.

(24) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطہارۃ، الباب الرابع في التیمم، الفصل الأول، ج۱، ص۲۶

تیمم کن چیزوں سے ٹوٹتا ہے

مسئلہ ۱: جن چیزوں سے وُضو ٹوٹتا ہے یا غسل واجب ہوتا ہے ان سے تیمم بھی جاتا رہے گا اور علاوہ ان کے پانی پر قادر ہونے سے بھی تیمم ٹوٹ جائے گا۔(1)

مسئلہ ۲: مریض نے غسل کا تیمم کیا تھا اور اب اتنا تندرست ہوگیا کہ غسل سے ضرر نہ پہنچے گا تیمم جاتا رہا۔(2)

مسئلہ ۳: کسی نے غسل اور وُضو دونوں کے لیے ایک ہی تیمم کیا تھا پھر وُضو توڑنے والی کوئی چیز پائی گئی یا اتنا پانی پایا کہ جس سے صرف وُضو کر سکتا ہے یا بیمار تھا اور اب اتنا تندرست ہو گیا کہ وُضو نقصان نہ کریگا اور غسل سے ضرر ہوگا تو صرف وُضو کے حق میں تیمم جاتا رہا غسل کے حق میں باقی ہے۔(3)

مسئلہ ۴: جس حالت میں تیمم ناجائز تھا اگر وہ بعد تیمم پائی گئی تیمم ٹوٹ گیا جیسے تیمم والے کا ایسی جگہ گذر ہوا کہ وہاں سے ایک میل کے اندر پانی ہے تو تیمم جاتا رہا۔ یہ ضرور نہیں کہ پانی کے پاس ہی پہنچ جائے۔

مسئلہ ۵: اتنا پانی ملا کہ وُضو کے لیے کافی نہیں ہے یعنی ایک مرتبہ مونھ اور ایک ایک مرتبہ دونوں ہاتھ پاؤں نہیں دھو سکتا تو وُضو کا تیمم نہیں ٹوٹا اور اگر ایک ایک مرتبہ دھو سکتا ہے تو جاتا رہا۔ یوہیں غسل کے تیمم کرنے والے کو اتنا پانی ملا جس سے غسل نہیں ہو سکتا تو تیمم نہیں گیا۔(4)

مسئلہ ۶: ایسی جگہ گزرا کہ وہاں سے پانی قریب ہے مگر پانی کے پاس شیر یا سانپ یا دُشمن ہے جس سے جان یا مال یا آبرو کا صحیح اندیشہ ہے یا قافلہ انتظار نہ کریگا اور نظروں سے غائب ہو جائے گا یا سواری سے اتر نہیں سکتا جیسے ریل یا گھوڑا کہ اس کے روکے نہیں رُکتا یا گھوڑا ایسا ہے کہ اُترنے تو دے گا مگر پھر چڑھنے نہ دے گا یا یہ اتنا کمزور ہے کہ پھر چڑھ نہ سکے گا یا کوئیں میں پانی ہے اور اس کے پاس ڈول رسّی نہیں تو ان سب صورتوں میں تیمم نہیں ٹوٹا۔(5)

---

(1) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطہارۃ، الباب الرابع فی التیمم، الفصل الثانی، ج۱، ص۲۹

(2) المرجع السابق

(3) المرجع السابق

(4) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطہارۃ، الباب الرابع فی التیمم، الفصل الثانی، ج۱، ص۳۰
و الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الطہارۃ، باب التیمم، ج۱، ص۴۷۸

(5) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطہارۃ، الباب الرابع فی التیمم، الفصل الثانی، ج۱، ص۳۰، وغیرہ۔

مسئلہ ۷: پانی کے پاس سے سوتا ہوا گذرا تیمم نہیں ٹوٹا۔(6) ہاں اگر تیمم وُضو کا تھا اور نیند اس حد کی ہے جس سے وُضو جاتا رہے تو بیشک تیمم جاتا رہا مگر نہ اس وجہ سے کہ پانی پر گذرا بلکہ سو جانے سے اور اگر اونگھتا ہوا پانی پر گذرا اور پانی کی اطلاع ہوگئی تو ٹوٹ گیا ورنہ نہیں۔

مسئلہ ۸: پانی پر گزرا اور اپنا تیمم یاد نہیں جب بھی تیمم جاتا رہا۔(7)

مسئلہ ۹: نماز پڑھتے میں گدھے یا خچر کا جھوٹا پانی دیکھا تو نماز پوری کرے پھر اس سے وُضو کرے پھر تیمم کرے اور نماز لوٹائے۔

مسئلہ ۱۰: نماز پڑھتا تھا اور دور سے ریتا چمکتا ہوا دکھائی دیا اور اُسے پانی سمجھ کر ایک قدم بھی چلا پھر معلوم ہوا ریتا ہے نماز فاسد ہوگئی مگر تیمم نہ گیا۔

مسئلہ ۱۱: چند شخص تیمم کیے ہوئے تھے کسی نے ان کے پاس ایک وُضو کے لائق پانی لا کر کہا جس کا جی چاہے اس سے وُضو کرلے سب کا تیمم جاتا رہے گا اور اگر وہ سب نماز میں تھے تو نماز بھی سب کی گئی اور اگر یہ کہا کہ تم سب اس سے وُضو کرلو تو کسی کا بھی تیمم نہ ٹوٹے گا۔(8) یوہیں اگر یہ کہا کہ میں نے تم سب کو اس پانی کا مالک کیا جب بھی تیمم نہ گیا۔

مسئلہ ۱۲: پانی نہ ملنے کی وجہ سے تیمم کیا تھا اب پانی ملا تو ایسا بیمار ہوگیا کہ پانی نقصان کریگا تو پہلا تیمم جاتا رہا اب بیماری کی وجہ سے پھر تیمم کرے یوہیں بیماری کی وجہ سے تیمم کیا اب اچھا ہوا تو پانی نہیں ملتا جب بھی نیا تیمم کرے۔(9)

مسئلہ ۱۳: کسی نے غُسل کیا مگر تھوڑا سا بدن سوکھا رہ گیا یعنی اس پر پانی نہ بہا اور پانی بھی نہیں کہ اسے دھو لے اب غُسل کا تیمم کیا پھر بے وُضو ہوا اور وُضو کا بھی تیمم کیا پھر اسے اتنا پانی ملا کہ وُضو بھی کرلے اور وہ سوکھی جگہ بھی دھولے تو دونوں تیمم وُضو اور غُسل کے جاتے رہے اور اگر اتنا پانی ملا کہ نہ اس سے وُضو ہوسکتا ہے نہ وہ جگہ دُھل سکتی ہے تو دونوں تیمم باقی ہیں اور اس پانی کو اس خشک حصہ کے دھونے میں صرف کرے جتنا دُھل سکے اور اگر اتنا ملا کہ وُضو ہوسکتا ہے اور خشکی کے لیے کافی نہیں تو وُضو کا تیمم جاتا رہا اس سے وُضو کرے اور اگر صرف خشک حصہ کو دھوسکتا ہے اور وُضو نہیں کر سکتا تو غُسل کا تیمم جاتا رہا، وُضو کا باقی ہے اس پانی کو اس کے دھونے میں صرف کرے اور اگر ایک کرسکتا ہے چاہے وُضو کرے چاہے اسے دھولے تو غُسل کا تیمم جاتا رہا اس سے اس جگہ کو دھولے اور وُضو کا تیمم باقی ہے۔(10)

---

(6) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطہارۃ، الباب الرابع في التیمم، الفصل الثاني، ج۱، ص۳۰

(7) المرجع السابق

(8) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطہارۃ، الباب الرابع في التیمم، الفصل الثاني، ج۱، ص۳۰

(9) المرجع السابق، ص۲۹۔۳۰

(10) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطہارۃ، الباب الرابع في التیمم، الفصل الثاني، ج۱، ص۲۹

مَوزوں پر مسح کا بیان

حدیث ۱: امام احمد وابو داود نے مُغیرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے مَوزوں پر مسح کیا، میں نے عرض کی یا رسول اللہ! حضور بھول گئے فرمایا: بلکہ تُو بھولا میرے رب عزوجل نے اسی کا حکم دیا۔(1)

حدیث ۲: دارقُطنی نے ابوبکرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے مسافر کو تین دن، تین راتیں اور مقیم کو ایک دن رات مَوزوں پر مسح کرنے کی اجازت دی، جب کہ طہارت کے ساتھ پہنے ہوں۔(2)

حدیث ۳: ترمذی ونسائی صَفوان بن عَسّال رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، جب ہم مسافر ہوتے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حکم فرماتے کہ تین دن راتیں ہم موزے نہ اتاریں مگر بوجہ جنابت کے، ولیکن پاخانہ اور پیشاب اور سونے کے بعد نہیں۔(3)

حدیث ۴: ابو داود نے روایت کی کہ حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں اگر دین اپنی رائے سے ہوتا تو موزے کا تلا، بہ نسبت اوپر کے مسح میں بہتر ہوتا۔(4)

حدیث ۵: ابو داود و ترمذی راوی کہ مُغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو دیکھا کہ مَوزوں کی پُشت پر مسح فرماتے۔(5)

❁❁❁❁❁

---

(1) سنن أبي داود، کتاب الطھارۃ، باب المسح علی الخفین الحدیث: ۱۵۶، ج۱، ص۸۶

(2) سنن الدارقطني، کتاب الطھارۃ، باب الرخصۃ في المسح علی الخفین... إلخ، الحدیث: ۷۴۳، ج۱، ص۲۷۰

(3) جامع الترمذي، أبواب الطھارۃ، باب المسح علی الخفین للمسافر... إلخ، الحدیث: ۹۶، ج۱، ص۱۵۳

(4) سنن أبي داود، کتاب الطھارۃ، باب کیف المسح، الحدیث: ۱۶۲، ج۱، ص۸۸

(5) جامع الترمذي، أبواب الطھارۃ، باب ما جاء في المسح علی الخفین ظاھرھما، الحدیث: ۹۸، ج۱، ص۱۵۵.

مَوزوں پر مسح کرنے کے مسائل

جو شخص موزہ پہنے ہوئے ہو وہ اگر وضو میں بجائے پاؤں دھونے کے مسح کرے جائز ہے اور بہتر پاؤں دھونا ہے بشرطیکہ مسح جائز سمجھے۔ اور اس کے جواز میں بکثرت حدیثیں آئی ہیں جو قریب قریب تواتر کے ہیں، اسی لیے امام کرخی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جو اس کو جائز نہ جانے اس کے کافر ہو جانے کا اندیشہ ہے۔ امام شیخ الاسلام فرماتے ہیں جو اسے جائز نہ مانے گمراہ ہے۔ ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اہلسنت و جماعت کی علامت دریافت کی گئی فرمایا:

تَفْضِيلُ الشَّيْخَيْنِ وَحُبُّ الْخَتَنَيْنِ وَمَسْحُ الْخُفَّيْنِ

یعنی حضرت امیر المومنین ابوبکر صدیق و امیر المومنین فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو تمام صحابہ سے بزرگ جاننا اور امیر المومنین عثمانِ غنی و امیر المومنین علی مرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے محبت رکھنا اور مَوزوں پر مسح کرنا۔ (1) اور ان تینوں باتوں کی تخصیص اس لیے فرمائی کہ حضرت کوفہ میں تشریف فرماتے تھے اور وہاں رافضیوں ہی کی کثرت تھی تو وہی علامات ارشاد فرمائیں جو ان کا رد ہیں۔ اس روایت کے یہ معنی نہیں کہ صرف ان تین باتوں کا پایا جانا سُنّی ہونے کے لیے کافی ہے۔ علامت شے میں پائی جاتی ہے، شے لازمِ علامت نہیں ہوتی جیسے حدیثِ صحیح بخاری شریف میں وہابیہ کی

(1) غنية المتملي، فصل في المسح على الخفين، ص ۱۰۴

حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن فرماتے ہیں:

چونکہ وضو کُل ہے اور مسح جز، نیز موزے کا مسح پاؤں دھونے کا نائب ہے اس لیے اس باب کو وضو کے بعد لائے۔ خیال رہے کہ مسح موزے پر ہوتا ہے نہ کہ موزے میں، نیز چمڑے کے موزے پر مسح ہوگا نہ کہ باریک کپڑے یا سوت کے اس لئے مصنف نے عَلٰی اور خُفَّین ارشاد فرمایا۔ خیال رہے کہ موزے کا مسح اشارۃً قرآن شریف سے اور صراحۃً بے شمار احادیث سے ثابت ہے، لہٰذا اس کا انکار گمراہی ہے۔ حضرت انس سے پوچھا گیا کہ اہل سنت کی علامت کیا ہے، فرمایا "تَفْضِيلُ الشَّيْخَيْنِ وَحُبُّ الْخَتَنَيْنِ وَالْمَسْحُ عَلَى الْخُفَّيْنِ"۔ خواجہ حسن بصری کہتے ہیں کہ میں نے ستر صحابہ سے ملاقات کی سب موزوں پر مسح کے قائل تھے۔ امام کرخی فرماتے ہیں کہ مسح کے منکر کے کفر کا اندیشہ ہے کیونکہ موزے کا مسح متواتر احادیث سے ثابت ہے۔ خیال رہے کہ ابن عباس و عائشہ صدیقہ نے اولا اس مسح کا انکار کیا تھا، پھر تمام صحابہ کی موافقت فرمائی، حضرت عائشہ صدیقہ بھی مسح کی قائل ہیں۔ وہ جو کہا جاتا ہے کہ آپ فرماتی ہیں میرا پاؤں کٹ جائے تو اچھا موزے پر مسح کرنے سے، یہ محض غلط اور بناوٹی ہے۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج۱، ص ۴۵۸)

بیان فرمائی: ((سِیْمَاھُمُ التَّحْلِیْقُ)) ان کی علامت سر منڈانا ہے۔(2) اس کے یہ معنی نہیں کہ سر منڈانا ہی وہابی ہونے کے لیے کافی ہے اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرے دل میں اس کے جواز پر کچھ خدشہ نہیں کہ اس میں چالیس صحابہ سے مجھ کو حدیثیں پہنچیں۔(3)

مسئلہ ۱: جس پر غسل فرض ہے وہ موزوں پر مسح نہیں کرسکتا۔(4)

مسئلہ ۲: عورتیں بھی مسح کرسکتی ہیں (5) مسح کرنے کے لیے چند شرطیں ہیں:

(۱) موزے ایسے ہوں کہ ٹخنے چھپ جائیں اس سے زیادہ ہونے کی ضرورت نہیں اور اگر دو ایک اُنگل کم ہو جب بھی مسح درست ہے، ایڑی نہ کھلی ہو(6)۔

(۲) پاؤں سے چپٹا ہو، کہ اس کو پہن کر آسانی کے ساتھ خوب چل پھر سکیں۔

(۳) چمڑے کا ہو یا صرف تلا چمڑے کا اور باقی کسی اور دبیز چیز کا جیسے کرمچ وغیرہ۔

مسئلہ ۳: ہندوستان میں جو عموماً سوتی یا اُونی موزے پہنے جاتے ہیں اُن پر مسح جائز نہیں ان کو اتار کر پاؤں دھونا فرض ہے۔(7)

(۴) وُضو کرکے پہنا ہو یعنی پہننے کے بعد اور حدث سے پہلے ایک ایسا وقت ہو کہ اس وقت میں وہ شخص باوُضو ہو خواہ پورا وُضو کرکے پہنے یا صرف پاؤں دھو کر پہنے بعد میں وُضو پورا کرلیا۔

مسئلہ ۴: اگر پاؤں دھو کر موزے پہن لیے اور حدث سے پہلے مونھ ہاتھ دھو لیے اور سر کا مسح کرلیا تو بھی مسح جائز

---

(2) صحیح البخاري، کتاب التوحید، باب قراءۃ الفاجر... إلخ، الحدیث: ۷۵۶۲، ج ۴، ص ۵۹۹

(3) غنیۃ المتملي، فصل في المسح علی الخفین، ص ۱۰۴

(4) الدرالمختار، کتاب الطہارۃ، باب المسح علی الخفین، ج ۱، ص ۴۹۵.

(5) الفتاوی الھندیۃ، الباب الخامس في المسح علی الخفین، الفصل الثاني، ج ۱، ص ۳۶

(6) اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:
یعنی ٹخنوں تک چمڑا منڈھے ہوئے نہ منعل یعنی تلا چمڑے کا لگا ہوا نہ ثخین یعنی ایسے دبیز ومحکم کہ تنہا انہیں کو پہن کر قطع مسافت کریں توشق نہ ہو جائیں اور ساق پر اپنے دبیز ہونے کے سبب بے بندش کے رُکے رہیں ڈھلک نہ آئیں اور اُن پر پانی پڑے تو روک لیں فوراً پاؤں کی طرف چھن نہ جائے جو پاتابے ان تینوں وصف مجلد منعل ثخین سے خالی ہوں اُن پر مسح بالاتفاق ناجائز ہے۔ ہاں اگر اُن پر چمڑا منڈھ لیں یا چمڑے کا تلا لگالیں تو بالاتفاق یا شاید کہیں اُس طرح کے دبیز بنائے جائیں تو صاحبین کے نزدیک مسح جائز ہوگا اور اسی پر فتوی ہے۔
(فتاوی رضویہ، جلد ۴، ص ۳۴۵ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(7) الفتاوی الرضویۃ، ج ۴، ص ۳۴۵

ہے اور اگر صرف پاؤں دھوکر پہنے اور بعد پہننے کے وُضو پورا نہ کیا اور حدث ہو گیا تو اب وُضو کرتے وقت مسح جائز نہیں۔

مسئلہ ۵: بے وُضو موزہ پہن کر پانی میں چلا کہ پاؤں دُھل گئے اب اگر حدث سے پیشتر باقی اعضائے وُضو دھو لیے اور سر کا مسح کر لیا تو مسح جائز ہے ورنہ نہیں۔(8)

مسئلہ ۶: وُضو کرکے ایک ہی پاؤں میں موزہ پہنا اور دوسرا نہ پہنا، یہاں تک کہ حدث ہوا تو اس ایک پر بھی مسح جائز نہیں دونوں پاؤں کا دھونا فرض ہے۔

مسئلہ ۷: تیمم کرکے موزے پہنے گئے تو مسح جائز نہیں۔(9)

مسئلہ ۸: معذور کو صرف اس ایک وقت کے اندر مسح جائز ہے جس وقت میں پہنا ہو۔ ہاں اگر پہننے کے بعد اور حدث سے پہلے عذر جاتا رہا تو اس کے لیے وہ مدت ہے جو تندرست کے لیے ہے۔

(۵) نہ حالت جنابت میں پہنا نہ بعد پہننے کے جنب ہوا ہو۔

مسئلہ ۹: جنب نے جنابت کا تیمم کیا اور وُضو کرکے موزہ پہنا تو مسح کر سکتا ہے مگر جب جنابت کا تیمم جاتا رہا تو اب مسح جائز نہیں۔(10)

مسئلہ ۱۰: جنب نے غسل کیا مگر تھوڑا سا بدن خشک رہ گیا اور موزے پہن لیے اور قبل حدث کے اس جگہ کو دھو ڈالا تو مسح جائز ہے اور اگر وہ جگہ اعضائے وُضو میں دھونے سے رہ گئی تھی اور قبل دھونے کے حدث ہوا تو مسح جائز نہیں۔(11)

(۶) مدت کے اندر ہو اور اس کی مدت مقیم کے لیے ایک دن رات ہے اور مسافر کے واسطے تین دن اور تین راتیں۔(12)

مسئلہ ۱۱: موزہ پہننے کے بعد پہلی مرتبہ جو حدث ہوا اس وقت سے اس کا شمار ہے مثلاً صبح کے وقت موزہ پہنا اور ظہر کے وقت پہلی بار حدث ہوا تو مقیم دوسرے دن کی ظہر تک مسح کرے اور مسافر چوتھے دن کی ظہر تک۔(13)

مسئلہ ۱۲: مقیم کو ایک دن رات پورا نہ ہوا تھا کہ سفر کیا تو اب ابتدائے حدث سے تین دن، تین راتوں تک مسح کر

---

(8) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطہارۃ، الباب الخامس فی المسح علی الخفین، الفصل الأول، ج۱، ص۳۳

(9) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطہارۃ، الباب الخامس فی المسح علی الخفین، الفصل الأول، ج۱، ص۳۳

(10) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطہارۃ، الباب الخامس فی المسح علی الخفین، الفصل الأول، ج۱، ص۳۳

(11) المرجع السابق

(12) المرجع السابق

(13) المرجع السابق

سکتا ہے اور مسافر نے اقامت کی نیت کر لی تو اگر ایک دن رات پورا کر چکا ہے مسح جاتا رہا اور پاؤں دھونا فرض ہو گیا۔ اور نماز میں تھا تو نماز جاتی رہی اور اگر چوبیس گھنٹے پورے نہ ہوئے تو جتنا باقی ہے پورا کر لے۔

(۷) کوئی موزہ پاؤں کی چھوٹی تین انگلیوں کے برابر پھٹا نہ ہو یعنی چلنے میں تین اُنگل بدن ظاہر نہ ہوتا ہو اور اگر تین انگل پھٹا ہو اور بدن تین اُنگل سے کم دکھائی دیتا ہے تو مسح جائز ہے اور اگر دونوں تین تین اُنگل سے کم پھٹے ہوں اور مجموعہ تین اُنگل یا زیادہ ہے تو بھی مسح ہو سکتا ہے۔ سلائی کھل جائے جب بھی یہی حکم ہے کہ ہر ایک میں تین انگل سے کم ہے تو جائز ورنہ نہیں۔(14)

مسئلہ ۱۳: موزہ پھٹ گیا یا سیون کھل گئی اور ویسے پہنے رہنے کی حالت میں تین انگل پاؤں ظاہر نہیں ہوتا مگر چلنے میں تین انگل دکھائی دے تو اس پر مسح جائز نہیں۔(15)

مسئلہ ۱۴: ایسی جگہ پھٹا یا سیون کھلی کہ انگلیاں خود دکھائی دیں، تو چھوٹی بڑی کا اعتبار نہیں بلکہ تین انگلیاں ظاہر ہوں۔(16)

مسئلہ ۱۵: ایک موزہ چند جگہ کم سے کم اتنا پھٹ گیا ہو کہ اس میں سوتالی جا سکے اور ان سب کا مجموعہ تین انگل سے کم ہے تو مسح جائز ہے ورنہ نہیں۔(17)

مسئلہ ۱۶: ٹخنے سے اوپر کتنا ہی پھٹا ہو اس کا اعتبار نہیں۔(18)

❁❁❁❁❁

---

(14) المرجع السابق

(15) المرجع السابق

(16) المرجع السابق

(17) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطہارۃ، الباب الخامس فی المسح علی الخفین، الفصل الأول، ج۱، ص۳۴۔

(18) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطہارۃ، الباب الخامس فی المسح علی الخفین، الفصل الأول، ج۱، ص۳۴

مسح کا طریقہ

یہ ہے کہ دہنے ہاتھ کی تین انگلیاں، دہنے پاؤں کی پشت کے سرے پر اور بائیں ہاتھ کی انگلیاں بائیں پاؤں کی پشت کے سرے پر رکھ کر پنڈلی کی طرف کم سے کم بقدر تین انگل کے کھینچ لی جائے اور سنّت یہ ہے کہ پنڈلی تک پہنچائے۔(1)

مسئلہ ۱۷: انگلیوں کا تر ہونا ضروری ہے، ہاتھ دھونے کے بعد جو تری باقی رہ گئی اس سے مسح جائز ہے اور سر کا مسح کیا اور ہنوز ہاتھ میں تری موجود ہے تو یہ کافی نہیں بلکہ پھر نئے پانی سے ہاتھ تر کرلے کچھ حصہ ہتھیلی کا بھی شامل ہو تو حرج نہیں۔(2)

مسئلہ ۱۸: مسح میں فرض دو ہیں:

(۱) ہر موزہ کا مسح ہاتھ کی چھوٹی تین انگلیوں کے برابر ہونا۔

(۲) موزے کی پیٹھ پر ہونا(3)۔

مسئلہ ۱۹: ایک پاؤں کا مسح بقدر دو انگل کے کیا اور دوسرے کا چار انگل تو مسح نہ ہوا۔

مسئلہ ۲۰: موزے کے تلے یا کروٹوں یا ٹخنے یا پنڈلی یا ایڑی پر مسح کیا تو مسح نہ ہوا۔

مسئلہ ۲۱: پوری تین انگلیوں کے پیٹ سے مسح کرنا اور پنڈلی تک کھینچنا اور مسح کرتے وقت انگلیاں کھلی رکھنا سنّت ہے۔(4)

مسئلہ ۲۲: انگلیوں کی پشت سے مسح کیا یا پنڈلی کی طرف سے انگلیوں کی طرف کھینچا، یا موزے کی چوڑائی کا مسح کیا یا انگلیاں ملی ہوئی رکھیں یا ہتھیلی سے مسح کیا تو ان سب صورتوں میں مسح ہوگیا مگر سنّت کے خلاف ہوا۔(5)

مسئلہ ۲۳: اگر ایک ہی انگلی سے تین بار نئے پانی سے ہر مرتبہ تر کرکے تین جگہ مسح کیا جب بھی ہوگیا مگر سنّت ادا

---

(1) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطھارۃ، الباب الخامس فی المسح علی الخفین، الفصل الاوّل، ج۱، ص۳۳

(2) غنیۃ المستملی، فصل فی مسح علی الخفین، ص۱۱۰

(3) مراقی الفلاح شرح نور الإیضاح، کتاب الطھارۃ، باب المسح علی الخفین، ص۳۱

(4) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطھارۃ، الباب الخامس فی المسح علی الخفین، ج۱، ص۳۲

(5) غنیۃ المستملی، فصل فی مسح علی الخفین، ص۱۰۹

نہ ہوئی اور اگر ایک ہی جگہ مسح ہر بار کیا یا ہر بار تر نہ کیا تو مسح نہ ہوا۔(6)

مسئلہ ۲۴: انگلیوں کی نوک سے مسح کیا تو اگر ان میں اتنا پانی تھا کہ تین انگل تک برابر ٹپکتا رہا تو مسح ہوا ورنہ نہیں۔(7)

مسئلہ ۲۵: موزے کی نوک کے پاس کچھ جگہ خالی ہے کہ وہاں پاؤں کا کوئی حصہ نہیں، اس خالی جگہ کا مسح کیا تو مسح نہ ہوا اور اگر بہ تکلف وہاں تک انگلیاں پہنچا دیں اور اب مسح کیا تو ہو گیا مگر جب وہاں سے پاؤں ہٹے گا فوراً مسح جاتا رہے گا۔(8)

مسئلہ ۲۶: مسح میں نہ نیت ضروری ہے نہ تین بار کرنا سنت ایک بار کر لینا کافی ہے۔(9)

مسئلہ ۲۷: موزے پر پاتابہ پہنا اور اس پاتابہ پر مسح کیا تو اگر موزے تک تری پہنچ گئی مسح ہو گیا ورنہ نہیں۔(10)

مسئلہ ۲۸: موزے پہن کر شبنم میں چلا، یا اس پر پانی گر گیا یا مینھ کی بوندیں پڑیں اور جس جگہ مسح کیا جاتا ہے بقدر تین انگل کے تر ہو گیا تو مسح ہو گیا ہاتھ پھیرنے کی بھی حاجت نہیں۔(11)

مسئلہ ۲۹: انگریزی بوٹ جوتے پر مسح جائز ہے اگر ٹخنے اس سے چھپے ہوں، عمامہ اور برقع اور نقاب اور دستانوں پر مسح جائز نہیں۔(12)

❁❁❁❁❁

(6) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطہارۃ، الباب الخامس فی المسح علی الخفین، الفصل الأول، ج۱، ص۳۲

(7) المرجع السابق، ص۳۳

(8) غنیۃ المستملي، فصل في مسح علی الخفین، ص۱۱۸

(9) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطہارۃ، الباب الخامس في المسح علی الخفین، الفصل الثاني، ج۱، ص۳۶، وغیرہ

(10) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطہارۃ، الباب الخامس في المسح علی الخفین، الفصل الأول، ج۱، ص۳۲

(11) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطہارۃ، الباب الخامس في المسح علی الخفین، الفصل الأول، ج۱، ص۳۳

(12) الفتاوی الرضویۃ، ج۴، ص۳۴۷۔۳۴۸

مسح کن چیزوں سے ٹوٹتا ہے

مسئلہ ۱: جن چیزوں سے وُضوٹوٹتا ہے ان سے مسح بھی جاتا رہتا ہے۔(1)

مسئلہ ۲: مدت پوری ہوجانے سے مسح جاتا رہتا ہے اوراس صورت میں صرف پاؤں دھولینا کافی ہے پھر سے پورا وضوکرنے کی حاجت نہیں اور بہتر یہ ہے کہ پوراوُضوکرلے۔

مسئلہ ۳: مسح کی مدت پوری ہوگئی اورقوی اندیشہ ہے کہ موزے اتارنے میں سردی کے سبب پاؤں جاتے رہیں گے تو نہ اتارے اور ٹخنوں تک پورے موزے کا (نیچے اوپر اغل بغل اور ایڑیوں پر) مسح کرے کہ کچھ رہ نہ جائے۔(2)

مسئلہ ۴: موزے اتاردینے سے مسح ٹوٹ جاتا ہے اگرچہ ایک ہی اتارا ہو۔یوہیں اگرایک پاؤں آدھے سے زیادہ موزے سے باہر ہوجائے تو جاتا رہا،موزہ اتارنے یاپاؤں کااکثر حصہ باہر ہونے میں پاؤں کا وہ حصہ معتبر ہے جو گٹوں سے پنجوں تک ہے پنڈلی کااعتبارنہیں ان دونوں صورتوں میں پاؤں کادھونا فرض ہے۔(3)

مسئلہ ۵: موزہ ڈھیلا ہے کہ چلنے میں موزے سے ایڑی نکل جاتی ہے تو مسح نہ گیا۔(4)ہاں اگراتارنے کی نیت سے باہرکی تو ٹوٹ جائے گا۔

مسئلہ ۶: موزے پہن کر پانی میں چلا کہ ایک پاؤں کا آدھے سے زیادہ حصہ دُھل گیا یا اورکسی طرح سے موزے میں پانی چلاگیااورآدھے سے زیادہ پاؤں دھل گیاتومسح جاتارہا۔(5)

مسئلہ ۷: پائتابوں پراس طرح مسح کیا کہ مسح کی تری مُوزوں تک پہنچی تو پائتابوں کے اتارنے سے مسح نہ جائے گا۔

---

(1) الھدایۃ،کتاب الطہارات،باب المسح علی الخفین،ج۱،ص۳۱

(2) الفتاوی الھندیۃ،کتاب الطہارۃ،الباب الخامس في المسح علی الخفین،الفصل الثاني،ج۱،ص۳۴

(3) الفتاوی الھندیۃ،کتاب الطہارۃ،الباب الخامس في المسح علی الخفین،الفصل الثاني،ج۱،ص۳۴،وغیرہ۔
والدرالمختاروردالمحتار،کتاب الطھارۃ،باب مسح علی الخفین،مطلب نواقض المسح،ج۱،ص۵۰۸،۵۱۰

(4) الفتاوی الھندیۃ،کتاب الطہارۃ،الباب الخامس في المسح علی الخفین،الفصل الثاني،ج۱،ص۳۴

(5) الدرالمختاروردالمحتار،کتاب الطہارۃ،باب المسح علی الخفین،مطلب:نواقض المسح،ج۱،ص۵۱۲

مسئلہ ۸: اعضائے وضو اگر پھٹ گئے ہوں یا ان میں پھوڑا، یا اور کوئی بیماری ہو اور ان پر پانی بہانا ضرر کرتا ہو، یا تکلیف شدید ہوتی ہو تو بھیگا ہاتھ پھیر لینا کافی ہے اور اگر یہ بھی نقصان کرتا ہو تو اس پر کپڑا ڈال کر کپڑے پر مسح کرے اور جو یہ بھی مُضِر ہو تو معاف ہے اور اگر اس میں کوئی دوا بھر لی ہو تو اس کا نکالنا ضرور نہیں اس پر سے پانی بہا دینا کافی ہے۔(6)

مسئلہ ۹: کسی پھوڑے، یا زخم، یا فصد کی جگہ پر پٹی باندھی ہو کہ اس کو کھول کر پانی بہانے سے، یا اس جگہ مسح کرنے سے، یا کھولنے سے ضرر ہو، یا کھولنے والا باندھنے والا نہ ہو، تو اس پٹی پر مسح کر لے اور اگر پٹی کھول کر پانی بہانے میں ضرر نہ ہو تو دھونا ضروری ہے، یا خود عُضْو پر مسح کر سکتے ہوں تو پٹی پر مسح کرنا جائز نہیں اور زخم کے گرداگرد، اگر پانی بہانا ضرر نہ کرتا ہو تو دھونا ضروری ہے ورنہ اس پر مسح کر لیں اور اگر اس پر بھی مسح نہ کر سکتے ہوں تو پٹی پر مسح کر لیں اور پوری پٹی پر مسح کر لیں تو بہتر ہے اور اکثر حصہ پر ضروری ہے اور ایک بار مسح کافی ہے تکرار کی حاجت نہیں اور اگر پٹی پر بھی مسح نہ کر سکتے ہوں تو خالی چھوڑ دیں، جب اتنا آرام ہو جائے کہ پٹی پر مسح کرنا ضرر نہ کرے تو فوراً مسح کر لیں، پھر جب اتنا آرام ہو جائے کہ پٹی پر سے پانی بہانے میں نقصان نہ ہو تو پانی بہائیں، پھر جب اتنا آرام ہو جائے کہ خاص عُضْو پر مسح کر سکتا ہو تو فوراً مسح کرلے، پھر جب اتنی صحت ہو جائے کہ عُضْو پر پانی بہا سکتا ہو تو بہائے غرض اعلیٰ پر جب قدرت حاصل ہو اور جتنی حاصل ہوتی جائے ادنیٰ پر اکتفا جائز نہیں۔(7)

---

(6) الفتاوی الهندیة، کتاب الطهارة، الباب الخامس في المسح علی الخفین، الفصل الثاني، ج۱، ص۳۵،
وشرح الوقایة، کتاب الطهارة، بیان جواز المسح علی الجبیرة، ج۱، ص۱۱۷

(7) الفتاوی الهندیة، کتاب الطهارة، الباب الخامس في المسح علی الخفین، الفصل الثاني، ج۱، ص۳۵

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

درمختار میں ہے:

الحاصل لزوم غسل المحل ولو بماء حار فان ضر مسحه فان ضر مسحها فان ضر سقط اصلا ۳؎۔

حاصل یہ ہے کہ زخم کی جگہ کو دھونا لازم ہے اگرچہ گرم پانی سے دھوئے۔ اگر دھونے سے ضرر ہو تو مسح کرے، اگر جائے زخم پر مسح سے بھی ضرر ہو تو پٹی پر کرے، اگر اس سے بھی ضرر ہو تو معافی ہے۔(۳؎ الدر المختار، کتاب الطهارة، آخر مسح علی الخفین، مطبع مجتبائی دہلی، ۱/۵۰)

ردالمحتار میں ہے:

قوله ولو بماء حار نص علیه فی شرح الجامع لقاضیخان واقتصر علیه فی الفتح وقیده بالقدرة علیه وفی السراج انه لایجب والظاهر الاول بحر ۴؎۔

کلامِ شارح اگرچہ گرم پانی سے دھوئے اس کی تصریح قاضی خاں کی شرح جامع صغیر میں ہے اور فتح القدیر میں اسی پر اکتفا ہے اور ←

....

اس میں اس حکم کو اس سے مقید کیا ہے کہ اگر گرم پانی پر اسے قدرت ہو۔ اور سراج میں ہے کہ یہ واجب نہیں۔ اور ظاہر اول ہے۔ بحر۔

(۴۔ ردالمحتار، کتاب الطہارۃ، آخر باب المسح علی الخفین، داراحیاء التراث العربی بیروت، ۱/ ۱۸۶)

درمختار میں ہے:

یمسح علی کل عصابة ان ضرہ الماء او حلها ومنه ان لا یمکنه ربطها ۱؎

پوری پٹی پر مسح کرے اگر اسے پانی سے یا پٹی کھولنے سے ضرر ہو، اسی ضرر کے تحت یہ بھی ہے کہ کھولنے کے بعد اسے باندھ نہ سکتا ہو۔

(۱۔ الدرالمختار، کتاب الطہارۃ، آخر باب المسح علی الخفین، مطبع مجتبائی دہلی، ۱/ ۵۰)

ردالمحتار میں ہے:

قوله ان ضرہ الماء ای الغسل به او المسح علی المحل ۲؎

کلام شارح اگر پانی سے ضرر ہو ہے یعنی پانی سے دھونے میں، یا زخم کی جگہ مسح کرنے میں ضرر ہو۔ طحطاوی۔

(۲۔ ردالمحتار، کتاب الطہارۃ، آخر باب المسح علی الخفین، داراحیاء التراث العربی بیروت، ۱/ ۱۸۷)

درمختار میں ہے:

انکسر ظفرہ فجعل علیه دواء او وضعه علی شقوق رجله اجری الماء علیه ان قدر والا مسحه والا ترکه ۳؎

ناخن ٹوٹ گیا اس جگہ دوا لگائی، یا پیر کی پھٹن پر دوا لگائی تو اس پر پانی بہائے اگر اس پر قدرت ہو ورنہ اس پر مسح کرے، یہ بھی نہ ہو سکے تو چھوڑ دے۔ (ت) (۳۔ الدرالمختار، کتاب الطہارۃ، آخر باب المسح علی الخفین، مطبع مجتبائی دہلی، ۱/ ۵۰)

ردالمحتار میں ہے:

یمسح الجریح ان لم یضرہ والا عصبها بخرقة ومسح فوقها خانیه وغیرها ومفادہ کما قال ط انه یلزمه شد الخرقة ان لم تکن موضوعة ۴؎

زخمی حصہ پر مسح کرے اگر مسح سے ضرر نہ ہو، ورنہ اس پر کوئی پٹی باندھ کر اس کے اوپر مسح کرے خانیہ وغیرہا۔ اس عبارت کا مفاد جیسا کہ طحطاوی نے بتایا یہ ہے کہ اس کے ذمہ پٹی باندھنا لازم ہے اگر پہلے بندھی نہ رہی ہو۔

(۴۔ ردالمحتار، کتاب الطہارۃ، باب التیمم، داراحیاء التراث العربی بیروت، ۱/ ۱۷۱)

ہاں یہ بات کہ فلاں امر ضرر دے گا کسی کافر یا کھلے فاسق یا ناقص طبیب کے بتائے سے ثابت نہیں ہو سکتی یا تو خود اپنا تجربہ ہو کہ نقصان ہوتا ہے یا کوئی صاف علامت ایسی موجود ہو جس سے واقعی ظن غالب نقصان کا ہو یا طبیب حاذق مسلم مستور بتائے جس کا کوئی فسق ظاہر نہ ہو۔

فی الدرالمختار و ردالمحتار: تیمم لمرض یشتد او یمتد بغلبة ظن (عن امارۃ او تجربة شرح منیة) او قول (طبیب) حاذق مسلم (غیر ظاهر الفسق) ا ھ بالالتقاط. (۱۔ الدرالمختار، کتاب الطہارۃ، باب التیمم، مطبع مجتبائی ←

مسئلہ ۱۰: ہڈی کے ٹوٹ جانے سے تختی باندھی گئی ہو اس کا بھی یہی حکم ہے۔(8)

مسئلہ ۱۱: تختی یا پٹی کھل جائے اور ہنوز باندھنے کی حاجت ہو تو پھر دوبارہ مسح نہیں کیا جائے گا وہی پہلا مسح کافی ہے اور جو پھر باندھنے کی ضرورت نہ ہو تو مسح ٹوٹ گیا اب اس جگہ کو دھو سکیں تو دھولیں ورنہ مسح کرلیں۔(9)

❀❀❀❀❀

دہلی، ۱/۴۱) ردالمحتار، کتاب الطہارۃ، باب التیمم، داراحیاء التراث العربی بیروت، ۱/۱۵۶)

جب ایسی بیماری ہو کہ (علامت یا تجربہ سے شرح منیہ) یا ایسے مسلمان ماہر طبیب کے بتانے سے جس کا فسق ظاہر نہ ہو غلبہ ظن ہو کہ پانی استعمال کرنے سے وہ بیماری اور سخت ہوجائے گی یا لمبی مدت لے لے گی تو تیمم کرے اھ ملتقطا۔(ت)

(فتاوی رضویہ، جلد ۱۰، ص ۶۱۵۔۶۲۱ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(8) مراقی الفلاح شرح نور الایضاح، باب المسح علی الخفین، فصل فی الجبیرۃ ونحوہا، ص ۳۲

(9) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الطہارۃ، مطلب فی لفظ کل إذا دخلت... إلخ، ج ۱، ص ۵۱۹، وغیرہما۔

حیض کا بیان

اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَ یَسْــٴَـلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِیْضِؕ قُلْ هُوَ اَذًىۙ فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ فِی الْمَحِیْضِۙ وَ لَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى یَطْهُرْنَۚ فَاِذَا تَطَهَّرْنَ فَاْتُوْهُنَّ مِنْ حَیْثُ اَمَرَكُمُ اللّٰهُؕ اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ وَ یُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِیْنَ۝﴾ (1)

اے محبوب! تم سے حیض کے بارے میں لوگ سوال کرتے ہیں تم فرمادو وہ گندی چیز ہے تو حیض میں عورتوں سے بچو اور ان سے قربت نہ کرو جب تک پاک نہ ہولیں تو جب پاک ہوجائیں ان کے پاس اس جگہ سے آؤ جس کا اللہ نے تمہیں حکم دیا بیشک اللہ دوست رکھتا ہے توبہ کرنے والوں کو اور دوست رکھتا ہے پاک ہونے والوں کو۔

احادیث

حدیث ۱: صحیح مسلم میں اَنس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی فرماتے ہیں کہ یہودیوں میں جب کسی عورت کو حیض آتا تو اسے نہ اپنے ساتھ کھلاتے نہ اپنے ساتھ گھروں میں رکھتے۔ صحابہ کرام نے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے سوال کیا اس پر اللہ تعالٰی نے آیہ (وَیَسْــٴَـلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِیْضِ) نازل فرمائی تو رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جماع کے سوا ہر شے کرو۔ اس کی خبر یہود کو پہنچی تو کہنے لگے کہ یہ (نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) ہماری ہر بات کا خلاف کرنا چاہتے ہیں، اس پر اُسید بن حُضیر اور عباد بن بشر رضی اللہ تعالٰی عنہما نے آکر عرض کی کہ یہود ایسا ایسا کہتے ہیں تو کیا ہم ان سے جماع نہ کریں (کہ پوری مخالفت ہوجائے) رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا روئے مبارک متغیر ہوگیا یہاں تک کہ ہم کو گمان ہوا کہ ان دونوں پر غضب فرمایا وہ دونوں چلے گئے اور ان کے آگے دودھ کا ہدیہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے پاس آیا حضور نے آدمی بھیج کر ان کو بلوایا اور پلایا تو وہ سمجھے کہ حضور نے ان پر غضب نہیں فرمایا تھا۔(2)

حدیث ۲: صحیح بخاری میں ہے، ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا فرماتی ہیں ہم حج کے لیے نکلے جب سرف (مکہ کے قریب ایک مقام) میں پہنچے مجھے حیض آیا تو میں رو رہی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے فرمایا: تجھے کیا ہوا؟ کیا تو حائض ہوئی؟ عرض کی، ہاں۔ فرمایا: یہ ایک ایسی چیز ہے جس کو اللہ تعالٰی نے بناتِ آدم پر لکھ دیا ہے تو سوا خانہ کعبہ کے طواف کے سب کچھ ادا کر جسے حج کرنے والا ادا کرتا ہے۔ اور فرماتی ہیں حضور

---

(1) پ ۲، البقرۃ: ۲۲۲

(2) صحیح مسلم، کتاب الحیض، باب جواز غسل الحائض رأس زوجھا...إلخ، الحدیث: ۳۰۲، ص ۱۷۱

نے اپنی ازواجِ مطہرات کی طرف سے ایک گائے قربانی کی۔(3)

حدیث ۳: صحیح بخاری میں ہے عروہ سے سوال کیا گیا کہ حیض والی عورت میری خدمت کر سکتی ہے؟ اور جنب عورت مجھ سے قریب ہو سکتی ہے؟ عروہ نے جواب دیا یہ سب مجھ پر آسان ہیں اور یہ سب میری خدمت کرسکتی ہیں اور کسی پر اس میں کوئی حرج نہیں، مجھے ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے خبر دی کہ وہ حیض کی حالت میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کنگھا کرتیں اور حضور معتکف تھے اپنے سر مبارک کو ان سے قریب کر دیتے اور یہ اپنے حجرے ہی میں ہوتیں۔(4)

حدیث ۴: صحیح مسلم میں ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہے فرماتی ہیں کہ زمانہ حیض میں، میں پانی پی کر حضور کو دے دیتی تو جس جگہ میرا مونھ لگا تھا حضور وہیں دہن مبارک رکھ کر پیتے اور حالت حیض میں، میں ہڈی سے گوشت نوچ کر کھاتی پھر حضور کو دے دیتی تو حضور اپنا دہن شریف اس جگہ رکھتے جہاں میرا مونھ لگا تھا۔(5)

حدیث ۵: صحیحین میں انھیں سے ہے کہ میں حائض ہوتی اور حضور میری گود میں تکیہ لگا کر قرآن پڑھتے۔(6)

حدیث ۶: صحیح مسلم میں انھیں سے مروی، فرماتی ہیں: حضور نے مجھ سے فرمایا کہ: ہاتھ بڑھا کر مسجد سے مصلی اٹھا دینا۔ عرض کی میں حائض ہوں۔ فرمایا: کہ تیرا حیض تیرے ہاتھ میں نہیں۔(7)

حدیث ۷: صحیحین میں ام المومنین میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک چادر میں نماز پڑھتے تھے جس کا کچھ حصہ مجھ پر تھا اور کچھ حضور پر اور میں حائض تھی۔(8)

حدیث ۸: ترمذی و ابنِ ماجہ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص حیض والی سے یا عورت کے پیچھے کے مقام میں جماع کرے، یا کاہن کے پاس جائے، اس نے کفران کیا اس چیز کا جو محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اُتاری گئی۔(9)

---

(3) صحیح البخاري، کتاب الحیض، باب الأمر بالنفساء إذا نفسن، الحدیث: ۲۹۴، ج۱، ص۱۲۰

(4) صحیح البخاري، کتاب الحیض، باب غسل الحائض رأس زوجها وترجیله، الحدیث: ۲۹۶، ج۱، ص۱۲۱

(5) صحیح مسلم، کتاب الحیض، باب جواز غسل الحائض رأس زوجها... إلخ، الحدیث: ۳۰۰، ص۱۷۱

(6) صحیح البخاري، کتاب الحیض، باب قراءة الرجل فی حجر امرأته وهي حائض، الحدیث: ۲۹۷، ج۱، ص۱۲۱

(7) صحیح مسلم، کتاب الحیض، باب جواز غسل الحائض رأس زوجها... إلخ، الحدیث: ۲۹۸، ص۱۷۰

(8) السنن الکبری للبیهقي، کتاب الصلاة، باب النهي عن الصلاة في الثوب الواحد... إلخ، الحدیث: ۳۲۹۰، ج۲، ص۳۳۸

(9) جامع الترمذي، أبواب الطهارة، باب ماجاء في کراهیة إتیان الحائض، الحدیث: ۱۳۵، ج۱، ص۱۸۵

حدیث ۹: رزین کی روایت ہے کہ مُعاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی یارسول اللہ! میری عورت جب حَیض میں ہو تو میرے لیے کیا چیز اس سے حلال ہے؟ فرمایا: تہبند (ناف) سے اوپر اور اس سے بھی بچنا بہتر ہے۔ (10)

حدیث ۱۰: اَصحابِ سُننِ اَربعہ نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی شخص اپنی بی بی سے حَیض میں جماع کرے تو نصف دینار صدقہ کرے۔ (11) ترمذی کی دوسری روایت انھیں سے یوں ہے کہ فرمایا: جب سُرخ خون ہو تو ایک دینار اور جب زرد ہو تو نصف دینار۔ (12)

حَیض کی حکمت:

عورت بالغہ کے بدن میں فطرۃً ضرورت سے کچھ زیادہ خون پیدا ہوتا ہے کہ حمل کی حالت میں وہ خون بچے کی غذا میں کام آئے اور بچے کے دودھ پینے کے زمانہ میں وہی خون دودھ ہو جائے اور ایسا نہ ہو تو حمل اور دودھ پلانے کے زمانہ میں اس کی جان پر بن جائے، یہی وجہ ہے کہ حمل اور ابتدائے شیر خوارگی میں خون نہیں آتا اور جس زمانہ میں نہ حمل ہو نہ دودھ پلانا وہ خون اگر بدن سے نہ نکلے تو قِسم قِسم کی بیماریاں ہو جائیں۔

❀❀❀❀❀

---

(10) مشکاۃ المصابیح، کتاب الطھارۃ، باب الحیض، الفصل الثاني، الحدیث: ۵۵۲، ج۱، ص۱۸۵

(11) سنن أبي داود، کتاب الطھارۃ، باب في اتیان الحائض، الحدیث: ۲۶۴، ج۱، ص۱۲۴

(12) جامع الترمذي، أبواب الطھارۃ، باب ماجاء في الکفارۃ في ذلک، الحدیث: ۱۳۷، ج۱، ص۱۸۷

حَیض کے مسائل

مسئلہ ۱: بالغہ عورت کے آگے کے مقام سے جو خون عادی طور پر نکلتا ہے اور بیماری یا بچہ پیدا ہونے کے سبب سے نہ ہو، اُسے حَیض کہتے ہیں اور بیماری سے ہو تو اِستحاضہ اور بچہ ہونے کے بعد ہو تو نِفاس کہتے ہیں۔ (1)

مسئلہ ۲: حَیض کی مدت کم سے کم تین دن تین راتیں یعنی پورے ۷۲ گھنٹے، ایک منٹ بھی اگر کم ہے تو حَیض نہیں اور زِیادہ سے زِیادہ دس دن دس راتیں ہیں۔ (2)

مسئلہ ۳: ۷۲ گھنٹے سے ذرا بھی پہلے ختم ہو جائے تو حَیض نہیں بلکہ اِستحاضہ ہے ہاں اگر کرن چمکی تھی کہ شروع ہوا اور تین دن تین راتیں پوری ہو کر کرن چمکنے ہی کے وقت ختم ہوا تو حَیض ہے اگرچہ دن بڑھنے کے زمانہ میں طلوع روز بروز پہلے اور غروب بعد کو ہوتا رہے گا اور دن چھوٹے ہونے کے زمانہ میں آفتاب کا نکلنا بعد کو اور ڈوبنا پہلے ہوتا رہے گا جس کی وجہ سے ان تین دن رات کی مقدار ۷۲ گھنٹے ہونا ضرور نہیں مگر عین طلوع سے طلوع اور غروب سے غروب تک ضرور ایک دن رات ہے ان کے ماسوا اگر اَور کسی وقت شروع ہوا تو وہی ۲۴ گھنٹے پورے کا ایک دن رات لیا جائے گا، مثلاً آج صبح کو ٹھیک نو بجے شروع ہوا اور اس وقت پورا پہر دن چڑھا تھا تو کل ٹھیک نو بجے ایک دن رات ہو گا اگرچہ ابھی پورا پہر بھر دن نہ آیا، جب کہ آج کا طلوع کل کے طلوع سے بعد ہو، یا پہر بھر سے زِیادہ دن آگیا ہو جب کہ آج کا طلوع کل کے طلوع سے پہلے ہو۔

مسئلہ ۴: دس رات دن سے کچھ بھی زِیادہ خون آیا تو اگر یہ حَیض پہلی مرتبہ اُسے آیا ہے تو دس دن تک حَیض ہے بعد کا اِستحاضہ اور اگر پہلے اُسے حَیض آچکے ہیں اور عادت دس دن سے کم کی تھی تو عادت سے جتنا زِیادہ ہو اِستحاضہ ہے۔

---

(1) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطھارۃ، الفصل الأول في الحیض، ج۱، ص۳۶، ۳۷، وغیرہ

(2) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطھارۃ، الباب السادس في الدماء المختصۃ بالنساء، الفصل الأول، ج۱، ص۳۶.

والدرالمختار وردالمحتار، کتاب الطھارۃ، باب الحیض، ج۱، ص ۵۲۳

ہدایہ: اقل الحیض ثلثۃ ایام ولیا لیھا و مانقص من ذلک فھواستحاضۃ واکثرہ عشرایام والزائد استحاضۃ ۳؎

حیض کم از کم تین دن رات ہے جو اس سے کم ہو وہ استحاضہ ہے، اور زیادہ سے زیادہ حیض ۱۰ دن ہے جو اس سے زائد ہو وہ استحاضہ ہے۔ ت) (۳؎ الھدایۃ، کتاب الطھارات، باب الحیض والاستحاضۃ، المکتبۃ العربیۃ کراچی ۱/۴۶)

اسے یوں سمجھو کہ اس کو پانچ دن کی عادت تھی اب آیا دس دن تو کل حیض ہے اور بارہ دن آیا تو پانچ دن حیض کے باقی سات دن اِستحاضہ کے اور ایک حالت مقرر نہ تھی بلکہ کبھی چار دن کبھی پانچ دن تو پچھلی بار جتنے دن تھے وہی اب بھی حیض کے ہیں باقی اِستحاضہ۔(3)

مسئلہ ۵: یہ ضروری نہیں کہ مدت میں ہر وقت خون جاری رہے جب ہی حیض ہو بلکہ اگر بعض بعض وقت بھی آئے جب بھی حیض ہے۔(4)

مسئلہ ۶: کم سے کم نو برس کی عمر سے حیض شروع ہوگا اور انتہائی عمر حیض آنے کی پچپن سال ہے۔ اس عمر والی عورت کو آئسہ اور اس عمر کو سن ایاس کہتے ہیں۔(5)

مسئلہ ۷: نو برس کی عمر سے پیشتر جو خون آئے اِستحاضہ ہے۔ یوہیں پچپن سال کی عمر کے بعد جو خون آئے۔(6) ہاں پچھلی صورت میں اگر خالص خون آئے یا جیسا پہلے آتا تھا اسی رنگ کا آیا تو حیض ہے۔

مسئلہ ۸: حمل والی کو جو خون آیا اِستحاضہ ہے۔ یوہیں بچہ ہوتے وقت جو خون آیا اور ابھی آدھے سے زیادہ بچہ باہر نہیں نکلا وہ اِستحاضہ ہے۔(7)

مسئلہ ۹: دو حیضوں کے درمیان کم سے کم پورے پندرہ دن کا فاصلہ ضرور ہے۔ یوہیں نِفاس و حیض کے درمیان بھی پندرہ دن کا فاصلہ ضروری ہے تو اگر نِفاس ختم ہونے کے بعد پندرہ دن پورے نہ ہوئے تھے کہ خون آیا تو یہ اِستحاضہ ہے۔(8)

مسئلہ ۱۰: حیض اس وقت سے شمار کیا جائے گا کہ خون فرج خارج میں آ گیا تو اگر کوئی کپڑا رکھ لیا ہے جس کی وجہ سے فرجِ خارِج میں نہیں آیا داخل ہی میں رُکا ہوا ہے تو جب تک کپڑا نہ نکالے گی حیض والی نہ ہوگی۔ نمازیں پڑھے گی، روزہ رکھے گی۔(9)

---

(3) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطہارۃ، الفصل الاول فی الحیض، ج۱، ص۳۷

(4) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الطہارۃ، باب الحیض، ج۱، ص۵۲۳

(5) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطہارۃ، الباب السادس فی الدماء المختصۃ بالنسائ، الفصل الأول، ج۱، ص۳۶

(6) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطہارۃ، الباب السادس فی الدماء المختصۃ بالنساء، الفصل الأول، ج۱، ص۳۶

(7) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الطہارۃ، باب الحیض، ج۱، ص۵۲۴

(8) المرجع السابق

(9) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطہارۃ، الباب السادس فی الدماء المختصۃ بالنساء، الفصل الأول، ج۱، ص۳۶

مسئلہ ۱۱: حَیض کے چھ رنگ ہیں۔(۱) سیاہ (۲) سرخ (۳) سبز (۴) زرد (۵) گدلا (۶) مٹیلا۔(10) سفید رنگ کی رطوبت حَیض نہیں۔

مسئلہ ۱۲: دس دن کے اندر رطوبت میں ذرا بھی میلا پن ہے تو وہ حَیض ہے اور دس دن رات کے بعد بھی میلا پن باقی ہے تو عادت والی کے لیے جو دن عادت کے ہیں حَیض ہے اور عادت سے بعد والے اِستحاضہ اور اگر کچھ عادت نہیں تو دس دن رات تک حَیض باقی اِستحاضہ۔(11)

مسئلہ ۱۳: گدی جب تر تھی تو اس میں زردی یا میلا پن تھا بعد سُوکھ جانے کے سفید ہوگئی تو مدت حَیض میں حَیض ہی ہے اور اگر جب دیکھا تھا سفید تھی سُوکھ کر زرد ہوگئی تو یہ حَیض نہیں۔(12)

مسئلہ ۱۴: جس عورت کو پہلی مرتبہ خون آیا اور اس کا سلسلہ مہینوں یا برسوں برابر جاری رہا کہ بیچ میں پندرہ دن کے لیے بھی نہ رُکا، تو جس دن سے خون آنا شروع ہوا اس روز سے دس دن تک حَیض اور بیس دن اِستحاضہ کے سمجھے اور جب تک خون جاری رہے یہی قاعدہ برتے۔(13)

مسئلہ ۱۵: اور اگر اس سے پیشتر حَیض آچکا ہے تو اس سے پہلے جتنے دن حَیض کے تھے ہر تیس دن میں اتنے دن حَیض کے سمجھے باقی جو دن بچیں اِستحاضہ۔

مسئلہ ۱۶: جس عورت کو عمر بھر خون آیا ہی نہیں یا آیا مگر تین دن سے کم آیا، تو عمر بھر وہ پاک ہی رہی اور اگر ایک بار تین دن رات خون آیا، پھر کبھی نہ آیا تو وہ فقط تین دن رات حَیض کے ہیں باقی ہمیشہ کے لیے پاک۔(14)

مسئلہ ۱۷: جس عورت کو دس دن خون آیا اس کے بعد سال بھر تک پاک رہی پھر برابر خون جاری رہا تو وہ اس زمانہ میں نماز، روزے کے لیے ہر مہینہ میں دس دن حَیض کے سمجھے بیس دن اِستحاضہ۔(15)

مسئلہ ۱۸: کسی عورت کو ایک بار حَیض آیا، اس کے بعد کم سے کم پندرہ دن تک پاک رہی، پھر خون برابر جاری رہا اور یہ یاد نہیں کہ پہلے کتنے دن حَیض کے تھے اور کتنے طہر کے مگر یہ یاد ہے کہ مہینے میں ایک ہی مرتبہ حَیض آیا تھا، تو اس مرتبہ جب سے خون شروع ہوا تین دن تک نماز چھوڑ دے، پھر سات دن تک ہر نماز کے وقت میں غُسل کرے اور نماز

---

(10) المرجع السابق

(11) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطہارۃ، الباب السادس فی الدماء المختصۃ بالنساء، الفصل الأول، ج۱، ص ۳۷، وغیرہ

(12) المرجع السابق، ص ۳۶

(13) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الطہارۃ، مبحث فی مسائل المتحیرۃ، ج۱، ص ۵۲۵

(14) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الطہارۃ، باب الحیض، ج۱، ص ۵۲۴

(15) ردالمحتار، کتاب الطہارۃ، باب الحیض، ج۱، ص ۵۲۵

پڑھے اور ان دسوں دن میں شوہر کے پاس نہ جائے، پھر بیس دن تک ہر نماز کے وقت تازہ وُضو کر کے نماز پڑھے اور دوسرے مہینہ میں اُنیس دن وُضو کر کے نماز پڑھے اور ان بیس یا ان اُنیس دن میں شوہر اس کے پاس جا سکتا ہے اور جو یہ بھی یاد نہ ہو کہ مہینے میں ایک بار آیا تھا یا دو بار، تو شروع کے تین دن میں نماز نہ پڑھے، پھر سات دن تک ہر وقت میں غُسل کر کے نماز پڑھے، پھر آٹھ دن تک ہر وقت میں وُضو کر کے نماز پڑھے اور صرف ان آٹھ دنوں میں شوہر اس کے پاس جا سکتا ہے اور ان آٹھ دن کے بعد بھی تین دن تک ہر وقت میں وضو کر کے نماز پڑھے، پھر سات دن تک غُسل کر کے اور اس کے بعد آٹھ دن تک وُضو کر کے نماز پڑھے اور یہی سلسلہ ہمیشہ جاری رکھے۔

اور اگر طہارت کے دن یاد ہیں، مثلاً پندرہ دن تھے اور باقی کوئی بات یاد نہیں تو شروع کے تین دن تک نماز نہ پڑھے، پھر سات دن تک ہر وقت غُسل کر کے نماز پڑھے، پھر آٹھ دن وُضو کر کے نماز پڑھے، اس کے بعد پھر تین دن اور وُضو کر کے نماز پڑھے، پھر چودہ دن تک ہر وقت غُسل کر کے نماز پڑھے، پھر ایک دن وُضو ہر وقت میں کرے اور نماز پڑھے، پھر ہمیشہ کے لیے جب تک خون آتا رہے ہر وقت غُسل کرے۔

اور اگر حَیض کے دن یاد ہیں مثلاً تین دن تھے اور طہارت کے دن یاد نہ ہوں تو شروع سے تین دنوں میں نماز چھوڑ دے، پھر اٹھارہ دن تک ہر وقت وُضو کر کے نماز پڑھے جن میں پندرہ پہلے تو یقینی طہر ہیں اور تین دن پچھلے مشکوک، پھر ہمیشہ ہر وقت غُسل کر کے نماز پڑھے اور اگر یہ یاد ہے کہ مہینے میں ایک ہی بار حَیض آیا تھا اور یہ کہ وہ تین دن تھا مگر یہ یاد نہیں کہ وہ کیا تاریخیں تھیں، تو ہر ماہ کے ابتدائی تین دنوں میں وُضو کر کے نماز پڑھے اور ستائیس دن تک ہر وقت غُسل کرے۔ یوہیں چار دن یا پانچ دن حَیض کے ہونا یاد ہوں تو ان چار پانچ دنوں میں وُضو کرے باقی دنوں میں غُسل۔

اور اگر یہ معلوم ہے کہ آخر مہینے میں حَیض آتا تھا اور تاریخیں بھول گئی تو ستائیس دن وُضو کر کے نماز پڑھے اور تین دن نہ پڑھے، پھر مہینہ ختم ہونے پر ایک بار غُسل کر لے۔

اور اگر یہ معلوم ہے کہ اکیس سے شروع ہوتا تھا اور یہ یاد نہیں کہ کتنے دن تک آتا تھا، تو بیس کے بعد تین دن تک نماز چھوڑ دے، اس کے بعد سات دن جو رہ گئے ان میں ہر وقت غُسل کر کے نماز پڑھے۔

اور اگر یہ یاد ہے کہ فلاں پانچ تاریخوں میں تین ۳ دن آیا تھا مگر یہ یاد نہیں کہ ان پانچ ۵ میں وہ کون کون دن ہیں، تو دو پہلے دنوں میں وُضو کر کے نماز پڑھے اور ایک دن بیچ کا چھوڑ دے اور اس کے بعد کے دو ۲ دنوں میں ہر وقت غُسل کر کے پڑھے اور چار ۴ دن میں تین ۳ دن ہیں تو پہلے دن وُضو کر کے پڑھے اور چوتھے ۴ دن ہر وقت میں غُسل کرے اور بیچ کے دو دنوں میں نہ پڑھے اور اگر چھ ۶ دنوں میں تین دن ہوں تو پہلے تین ۳ دنوں میں وُضو کر کے پڑھے، پچھلے تین دنوں میں ہر وقت میں غُسل کر کے اور اگر سات ۷ یا آٹھ ۸ یا نو ۹ یا دس ۱۰ دن میں تین دن ہوں تو

پہلے تین دنوں میں وضو اور باقی دنوں میں ہر وقت غُسل کرے۔

خلاصہ یہ کہ جن دنوں میں حَیض کا یقین ہو اور ٹھیک طرح سے یہ یاد نہ ہو کہ ان میں وہ کون سے دن ہیں تو یہ دیکھنا چاہیے کہ یہ دن حَیض کے دنوں سے دُونے ہیں یا دُونے سے کم یا دُونے سے زِیادہ، اگر دُونے سے کم ہیں تو ان میں جو دن یقینی حَیض ہونے کے ہوں ان میں نماز نہ پڑھے اور جن کے حَیض ہونے نہ ہونے دونوں کا احتمال ہو وہ اگر اول کے ہوں تو ان میں وضو کر کے نماز پڑھے اور آخر کے ہوں تو ہر وقت میں غُسل کر کے نماز پڑھے اور اگر دُونے یا دُونے سے زِیادہ ہوں تو حَیض کے دنوں کے برابر شروع کے دنوں میں وُضو کر کے نماز پڑھے، پھر ہر وقت میں غُسل کر کے اور اگر یاد نہ ہو کہ کتنے دن حَیض کے تھے اور کتنے طہارت کے، نہ یہ کہ مہینے کے شروع کے دس دنوں میں تھا یا بیچ کے دس یا آخر کے دس دنوں میں، تو جی میں سوچے جو پہلو جمے اس پر پابندی کرے اور اگر کسی بات پر طبیعت نہیں جمتی، تو ہر نماز کے لیے غُسل کرے اور فرض و واجب و سنّت موکدہ پڑھے، مستحب اور نَفل نہ پڑھے اور فرض روزے رکھے، نَفل روزے نہ رکھے اور ان کے علاوہ اور جتنی باتیں حَیض والی کو جائز نہیں اس کو بھی ناجائز ہیں، جیسے قرآن پڑھنا یا چھونا، مسجد میں جانا، سجدہ تلاوت وغیرہا۔

مسئلہ ۱۹: جس عورت کو نہ پہلے حَیض کے دن یاد، نہ یہ یاد کہ کن تاریخوں میں آیا تھا، اب تین دن یا زِیادہ خون آکر بند ہو گیا، پھر طہارت کے پندرہ دن پورے نہ ہوئے تھے کہ پھر خون جاری ہوا اور ہمیشہ کو جاری ہو گیا تو اس کا وہی حکم ہے جیسے کسی کو پہلی پہل خون آیا اور ہمیشہ کو جاری ہو گیا کہ دس دن حَیض کے شمار کرے پھر بیس دن طہارت کے۔

مسئلہ ۲۰: جس کی ایک عادت مقرر نہ ہو بلکہ کبھی مثلاً چھ دن حَیض کے ہوں اور کبھی سات، اب جو خون آیا تو بند ہوتا ہی نہیں، تو اس کے لیے نماز، روزے کے حق میں کم مدت یعنی چھ دن حَیض کے قرار دیے جائیں گے اور ساتویں روز نہا کر نماز پڑھے اور روزہ رکھے مگر سات دن پورے ہونے کے بعد پھر نہانے کا حکم ہے اور ساتویں دن جو فرض روزہ رکھا ہے اس کی قضا کرے اور عدت گزرنے یا شوہر کے پاس رہنے کے بارے میں زِیادہ مدت یعنی سات دن حَیض کے مانے جائیں گے یعنی ساتویں دن اس سے قربت جائز نہیں۔

مسئلہ ۲۱: کسی کو ایک دو دن خون آکر بند ہو گیا اور دس دن پورے نہ ہوئے کہ پھر خون آیا دسویں دن بند ہو گیا تو یہ دسوں دن حَیض کے ہیں اور اگر دس دن کے بعد بھی جاری رہا تو اگر عادت پہلے کی معلوم ہے تو عادت کے دنوں میں حَیض ہے باقی اِستحاضہ ورنہ دس دن حَیض کے باقی اِستحاضہ۔ (16)

مسئلہ ۲۲: کسی کی عادت تھی کہ فلاں تاریخ میں حَیض ہو، اب اس سے ایک دن پیشتر خون آکر بند ہو گیا، پھر دس

۱۰ دن تک نہیں آیا اور گیارھویں ۱۱ دن پھر آگیا تو خون نہ آنے کے جو یہ دس ۱۰ دن ہیں، ان میں سے اپنی عادت کے دنوں کے برابر حیض قرار دے اور اگر تاریخ تو مقرر تھی مگر حیض کے دن مُعیّن نہ تھے تو یہ دسوں ۱۰ دن خون نہ آنے کے حیض ہیں۔

مسئلہ ۲۳: جس عورت کو تین ۳ دن سے کم خون آکر بند ہو گیا اور پندرہ ۱۵ دن پورے نہ ہوئے کہ پھر آگیا، تو پہلی مرتبہ جب سے خون آنا شروع ہوا ہے حیض ہے، اب اگر اس کی کوئی عادت ہے تو عادت کے برابر حیض کے دن شمار کر لے۔ ورنہ شروع سے دس ۱۰ دن تک حیض اور پچھلی مرتبہ کا خون اِستحاضہ۔

مسئلہ ۲۴: کسی کو پورے تین دن رات خون آکر بند ہو گیا اور اس کی عادت اس سے زیادہ کی تھی پھر تین دن رات کے بعد سفید رطوبت عادت کے دنوں تک آتی رہی تو اس کے لیے صرف وہی تین دن رات حیض کے ہیں اور عادت بدل گئی۔

مسئلہ ۲۵: تین ۳ دن رات سے کم خون آیا، پھر پندرہ دن تک پاک رہی، پھر تین دن رات سے کم آیا تو نہ پہلی مرتبہ کا حیض ہے نہ یہ بلکہ دونوں اِستحاضہ ہیں۔

نفاس کا بیان

نفاس کس کو کہتے ہیں یہ ہم پہلے بیان کر آئے، اب اس کے متعلق مسائل بیان کرتے ہیں:

مسئلہ ۱: نفاس میں کمی کی جانب کوئی مدت مقرر نہیں، نصف سے زیادہ بچہ نکلنے کے بعد ایک آن بھی خون آیا تو وہ نفاس ہے اور زیادہ سے زیادہ اس کا زمانہ چالیس ۴۰ دن رات ہے اور نفاس کی مدت کا شمار اس وقت سے ہوگا کہ آدھے سے زیادہ بچہ نکل آیا اور اس بیان میں جہاں بچہ ہونے کا لفظ آئے گا اس کا مطلب آدھے سے زیادہ باہر آجانا ہے۔(1)

مسئلہ ۲: کسی کو چالیس ۴۰ دن سے زیادہ خون آیا تو اگر اس کے پہلی بار بچہ پیدا ہوا ہے یا یہ یاد نہیں کہ اس سے پہلے بچہ پیدا ہونے میں کتنے دن خون آیا تھا، تو چالیس ۴۰ دن رات نفاس ہے باقی اِستحاضہ اور جو پہلی عادت معلوم ہو تو عادت کے دنوں تک نفاس ہے اور جتنا زیادہ ہے وہ اِستحاضہ، جیسے عادت تیس ۳۰ دن کی تھی اس بار پینتالیس ۴۵ دن آیا تو تیس ۳۰ دن نفاس کے ہیں اور پندرہ ۱۵ اِستحاضہ کے۔(2)

مسئلہ ۳: بچہ پیدا ہونے سے پیشتر جو خون آیا نفاس نہیں بلکہ اِستحاضہ ہے اگرچہ آدھا باہر آگیا ہو۔(3)

مسئلہ ۴: حمل ساقط ہو گیا اور اس کا کوئی عُضْو بن چکا ہے جیسے ہاتھ، پاؤں یا انگلیاں تو یہ خون نفاس ہے۔(4) ورنہ اگر تین دن رات تک رہا اور اس سے پہلے پندرہ دن پاک رہنے کا زمانہ گزر چکا ہے تو حَیض ہے اور جو تین دن سے پہلے ہی بند ہو گیا یا ابھی پورے پندرہ دن طہارت کے نہیں گزرے ہیں تو اِستحاضہ ہے۔

مسئلہ ۵: پیٹ سے بچہ کاٹ کر نکالا گیا، تو اس کے آدھے سے زیادہ نکالنے کے بعد نفاس ہے۔(5)

مسئلہ ۶: حمل ساقط ہونے سے پہلے کچھ خون آیا کچھ بعد کو، تو پہلے والا اِستحاضہ ہے بعد والا نفاس، یہ اس صورت میں ہے جب کوئی عُضْو بن چکا ہو، ورنہ پہلے والا اگر حَیض ہو سکتا ہے تو حَیض ہے نہیں تو اِستحاضہ۔(6)

---

(1) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطھارۃ، الباب السادس فی الدماء المختصۃ بالنساء، الفصل الثانی، ج۱، ص۳۷

(2) المرجع السابق

(3) الفتاوی التاتارخانیۃ، کتاب الطھارۃ، نوع آخر فی النفاس، ج۱، ص۳۹۳

(4) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطھارۃ، الباب السادس فی الدماء المختصۃ بالنساء، الفصل الثانی، ج۱، ص۳۷

(5) المرجع السابق

(6) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطھارۃ، الباب السادس فی الدماء المختصۃ بالنساء، الفصل الثانی، ج۱، ص۳۷

مسئلہ ۷: حمل ساقط ہوا اور یہ معلوم نہیں کہ کوئی عُضْو بنا تھا یا نہیں، نہ یہ یاد کہ حمل کتنے دن کا تھا (کہ اسی سے عُضْو کا بننا نہ بننا معلوم ہو جاتا یعنی ایک سو بیس ۱۲۰ دن ہو گئے ہیں تو عُضْو بن جانا قرار دیا جائے گا) اور بعد اسقاط کے خون ہمیشہ کو جاری ہو گیا تو اسے حَیض کے حکم میں سمجھے، کہ حَیض کی جو عادت تھی اس کے گزرنے کے بعد نہا کر نماز شروع کر دے اور عادت نہ تھی تو دس دن کے بعد اور باقی وہی اَحکام ہیں جو حَیض کے بیان میں مذکور ہوئے۔(7)

مسئلہ ۸: جس عورت کے دو ۲ بچے جوڑواں پیدا ہوئے یعنی دونوں کے درمیان چھ ۶ مہینے سے کم زمانہ ہے تو پہلا ہی بچہ پیدا ہونے کے بعد سے نِفاس سمجھا جائے گا، پھر اگر دوسرا چالیس ۴۰ دن کے اندر پیدا ہوا اور خون آیا تو پہلے سے چالیس ۴۰ دن تک نِفاس ہے، پھر اِستحاضہ اور اگر چالیس دن کے بعد پیدا ہوا تو اس پچھلے کے بعد جو خون آیا اِستحاضہ ہے نِفاس نہیں مگر دوسرے کے پیدا ہونے کے بعد بھی نہانے کا حکم دیا جائے گا۔(8)

مسئلہ ۹: جس عورت کے تین بچے پیدا ہوئے کہ پہلے اور دوسرے میں چھ مہینے سے کم فاصلہ ہے۔ یوہیں دوسرے اور تیسرے میں اگرچہ پہلے اور تیسرے ۳ میں چھ مہینے کا فاصلہ ہو جب بھی نِفاس پہلے ہی سے ہے(9)، پھر اگر چالیس ۴۰ دن کے اندر یہ دونوں بھی پیدا ہو گئے تو پہلے کے بعد سے بڑھ سے بڑھ چالیس ۴۰ دن تک نِفاس ہے اور اگر چالیس ۴۰ دن کے بعد ہیں تو ان کے بعد جو خون آئے گا اِستحاضہ ہے مگر ان کے بعد بھی غُسل کا حکم ہے۔

مسئلہ ۱۰: اگر دونوں میں چھ مہینے یا زِیادہ کا فاصلہ ہے تو دوسرے کے بعد بھی نِفاس ہے۔(10)

مسئلہ ۱۱: چالیس دن کے اندر کبھی خون آیا کبھی نہیں تو سب نِفاس ہی ہے اگرچہ پندرہ ۱۵ دن کا فاصلہ ہو جائے۔(11)

مسئلہ ۱۲: اس کے رنگ کے متعلق وہی اَحکام ہیں جو حَیض میں بیان ہوئے۔

❀❀❀❀❀

---

(7) الفتاوی التاتارخانیۃ، کتاب الطہارۃ، نوع آخر في النفاس، ج۱، ص ۳۹۴

(8) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطہارۃ، الباب السادس في الدماء المختصۃ بالنساء، الفصل الثاني، ج۱، ص ۳۷

(9) المرجع السابق

(10) المرجع السابق

(11) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطہارۃ، الباب السادس في الدماء المختصۃ بالنساء، الفصل الثاني، ج۱، ص ۳۷

حیض و نفاس کے متعلق احکام

مسئلہ ۱: حیض و نفاس والی عورت کوقرآنِ مجید پڑھنا دیکھ کر، یا زبانی اور اس کا چھونا اگرچہ اس کی جلد یا چولی یا حاشیہ کو ہاتھ یا انگلی کی نوک یا بدن کا کوئی حصہ لگے یہ سب حرام ہیں۔ (1)

مسئلہ ۲: کاغذ کے پرچے پر کوئی سورہ یا آیت لکھی ہو اس کا بھی چھونا حرام ہے۔ (2)

---

(1) الجوھرة النیرة، کتاب الطہارة، باب الحیض، ص ۳۹

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

حالتِ حیض میں صرف قرآن عظیم کی تلاوت ممنوع ہے کلمے پانچوں پڑھ سکتی ہے کہ اگرچہ اُن میں بعض کلماتِ قرآن ہیں مگر ذکر وثنا ہیں اور کلمہ پڑھنے میں نیتِ ذکر ہی ہے نہ نیتِ تلاوت، تو جواز یقینی ہے۔

آگے مزید لکھتے ہیں:

تنویر میں ہے:

لایکرہ النظر الیہ (ای القرآن) لجنب وحائض ونفساء کادعیة ا ھ

(ا ھ دُرمختار، کتاب الطہارة، مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/ ۳۳)

جنبی، حائضہ اور نفاس والی عورت کے لئے دعاؤں کی طرح قرآن پاک کی طرف دیکھنا بھی مکروہ نہیں۔

(فتاوی رضویہ، جلد ۴، ص ۳۶۶ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(2) اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

محدث کومصحف چھونا مطلقاً حرام ہے خواہ اُس میں صرف نظم قرآن عظیم مکتوب ہو یا اُس کے ساتھ ترجمہ وتفسیر ورسم خط وغیرہا بھی کہ ان کے لکھنے سے نامِ مصحف زائل نہ ہوگا آخر اُسے قرآن مجید ہی کہا جائے گا ترجمہ یا تفسیر یا اور کوئی نام نہ رکھا جائے گا یہ زوائد قرآن عظیم کے توابع ہیں اور مصحف شریف سے جدا نہیں ولہٰذا ا حاشیہ مصحف کی بیاض سادہ کو چھونا بھی ناجائز ہوا بلکہ پٹھوں کو بھی بلکہ چولی پر سے بھی بلکہ ترجمہ کا چھونا ۲ خود ہی ممنوع ہے اگرچہ قرآن مجید سے جدا لکھا ہو، ہندیہ میں ہے:

منہا حرمۃ مس المصحف لا یجوز لہما وللجنب والمحدث مس المصحف الا بغلاف متجاف عنہ کالخریطۃ والجلد الغیر المشرز لابما ہو متصل بہ ہو الصحیح ہکذا فی الہدایۃ وعلیہ الفتوی کذا فی الجوہرۃ النیرۃ والصحیح منع مس حواشی المصحف والبیاض الذی لا کتابۃ علیہ ہکذا فی التبیین ا ھ

ان ہی امور میں سے مصحف چھونے کی حرمت بھی ہے۔ حیض ونفاس والی کے لئے، جنب کے لئے، اور بے وضو کے لئے مصحف چھونا ←

....

جائز نہیں۔مگر ایسے غلاف کے ساتھ جو اس سے الگ ہو جیسے جزدان اور وہ جلد جو مصحف کے ساتھ لگی ہوئی نہ ہو، اس غلاف کے ساتھ چھونا جائز نہیں جو مصحف سے جڑا ہوا ہو یہی صحیح ہے، ایسا ہی ہدایہ میں ہے، اسی پر فتویٰ ہے اسی طرح جوہرہ نیرہ میں ہے۔اور صحیح ہے کہ مصحف کے کناروں اور اس بیاض کو بھی چھونا منع ہے جس پر کتابت نہیں ہے۔ایسا ہی تبیین میں ہے۔

ف ۱: مسئلہ بے وضو آیت کو چھونا تو خود ہی حرام ہے اگرچہ آیت کسی اور کتاب میں لکھی ہو مگر قرآن مجید کے سادہ حاشیہ بلکہ پٹھوں بلکہ چولی کا بھی چھونا حرام ہے ہاں جزدان میں ہو تو جزدان کو ہاتھ لگا سکتا ہے۔

ف ۲: مسئلہ قرآن مجید کا خالی ترجمہ اگر جدا لکھا ہوا ہے بھی بے وضو چھونا منع ہے۔

(۱؎ الفتاوی الہندیۃ، کتاب الطہارۃ، الباب السادس، الفصل الرابع، نورانی کتب خانہ پشاور، ۱/ ۳۸ و ۳۹)

اُسی میں ہے:

لو کان القرآن مکتوبا بالفارسیۃ یکرہ لھم مسہ عند ابی حنیفۃ وھکذا عندھما علی الصحیح ھکذا فی الخلاصۃ ۱؎۔

اگر قرآن فارسی میں لکھا ہوا ہو تو مذکورہ افراد کے لئے امام ابو حنیفہ کے نزدیک اس کا چھونا مکروہ ہے اور صحیح یہ ہے کہ صاحبین کے نزدیک بھی ایسا ہی ہے۔اسی طرح خلاصہ میں ہے۔

(۱؎ الفتاوی الہندیۃ، کتاب الطہارۃ، الباب السادس، الفصل الرابع، نورانی کتب خانہ پشاور، ۱/ ۳۹)

درمختار میں ہے:

ولو مکتوبا بالفارسیۃ فی الاصح الا بغلافہ المنفصل ۲؎۔

اصح یہ ہے کہ فارسی میں قرآن لکھا ہو تو بھی چھونا جائز نہیں مگر ایسے غلاف کے ساتھ جو مصحف سے الگ ہو۔

(۲؎ الدرالمختار، کتاب الطہارۃ، باب الحیض، مطبع مجتبائی دہلی، ۱/ ۵۱)

ردالمحتار میں ہے:

دون المتصل کالجلد المشرز ھو الصحیح وعلیہ الفتوی لان الجلد تبع لہ سراج ۳؎۔

اس غلاف کے ساتھ نہیں جو مصحف سے ملا ہوا ہو جیسے اس کے ساتھ جڑی ہوئی جلد۔یہی صحیح ہے، اور اسی پر فتویٰ ہے اس لئے کہ جلد تابع ہے۔سراج۔(۳؎ ردالمحتار، کتاب الطہارۃ، باب الحیض، داراحیاء التراث العربی، ۱/ ۱۹۵)

اُسی ف میں ہے:

فی السراج عن الایضاح ان کتب التفسیر لایجوز مس موضع القرآن منہا ولہ ان یمس غیرہ و کذا کتب الفقہ اذا کان فیہا شیئ من القرآن بخلاف المصحف فان الکل فیہ تبع للقرآن ا ھ واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم۔

سراج میں ایضاح کے حوالے سے ہے کہ کتب تفسیر میں جہاں قرآن لکھا ہوا ہے اس جگہ کو چھونا جائز نہیں، اور وہ دوسری جگہ کو چھو ←

مسئلہ ۳: جز دان میں قرآنِ مجید ہو تو اُس جز دان کے چھونے میں حرج نہیں۔(3)

مسئلہ ۴: اس حالت میں کُرتے کے دامن یا دوپٹے کے آنچل سے یا کسی ایسے کپڑے سے جس کو پہنے، اوڑھے ہوئے ہے قرآنِ مجید چُھونا حرام ہے غرض اس حالت میں قرآنِ مجید و کتبِ دینیہ پڑھنے اور چھونے کے متعلق وہی سب اَحکام ہیں جو اس شخص کے بارے میں ہیں جس پر نہانا فرض ہے جن کا بیان غُسل کے باب میں گزرا۔(3A)

مسئلہ ۵: معلمہ کو حَیض یا نِفاس ہوا تو ایک ایک کلمہ سانس توڑ توڑ کر پڑھائے اور ہجے کرانے میں کوئی حرج نہیں۔(4)

مسئلہ ۶: دعائے قنوت پڑھنا اس حالت میں مکروہ ہے۔(5) اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْتَعِیْنُكَ سے بِالْكُفَّارِ مُلْحِقٌ

سکتا ہے۔ یہی حکم کتب فقہ کا ہے جب ان میں قرآن سے کچھ لکھا ہوا ہو، بخلاف مصحف کے کہ اس میں سب قرآن کے تابع ہیں اھ۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔(فتاوی رضویہ، جلد ۱۔۲، ص ۱۰۷۵۔۱۰۷۶ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(3) المرجع السابق

(3A) اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

اقول لکنی(۱) رایت فی التبیین قال بعد قولہ منع الحدث مس القران ومنع من القرأۃ والمس الجنابۃ والنفاس کالحیض مانصہ ولا یجوز لھم مس المصحف بالثیاب التی یلبسونھا لانھا بمنزلۃ البدن ولھذا لوحلف لایجلس علی الارض فجلس علیھا وثیابہ حائلۃ بینہ وبینھا وھو لابسھا یحنث ولو قام(۲) فی الصلاۃ علی النجاسۃ وفی رجلیہ نعلان اوجوربان لاتصح صلاتہ بخلاف المنفصل عنہ ان اھ

(اـ تبیین الحقائق، باب الحیض، بولاق مصر، ۱/۵۷)

میں کہتا ہوں میں نے تبیین میں دیکھا ہے کہ وہ فرماتے ہیں حدث کی وجہ سے قرآن کو ہاتھ لگانا منع کیا ہے، اور جنابت اور نفاس نے حیض کی طرح، پڑھنے اور ہاتھ لگانے دونوں کو منع کیا ہے، ان کی عبارت یہ ہے کہ اُن کیلئے اُن کپڑوں کے ساتھ جو وہ پہنے ہوئے ہیں قرآن کو ہاتھ لگانا جائز نہیں کیونکہ وہ کپڑے بمنزلہ بدن کے ہیں، اور اس لئے اگر کسی شخص نے قسم کھائی کہ وہ زمین پر نہیں بیٹھے گا اب وہ اس طرح بیٹھا کہ اس کے اور زمین کے درمیان پہنے ہوئے کپڑے حائل ہوں تو وہ قسم میں حانث ہو جائے گا اور اگر کوئی شخص بحالتِ نماز نجاست پر کھڑا ہوا اور اس کے دونوں پیروں میں جوتے یا جرابیں ہیں تو اس کی نماز صحیح نہ ہوگی، اگر یہ چیزیں جدا ہیں تو ہو جائے گی۔

(فتاوی رضویہ، جلد ۲، ص ۹۶ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(4) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطہارۃ، الباب السادس فی الدماء المختصۃ بالنساء، الفصل الرابع، ج ۱، ص ۳۸

(5) یہ امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی کا مذہب ہے مگر ظاہر الروایہ میں ہے کہ اس حالت میں دعائے قنوت پڑھنا مکروہ نہیں ہے۔ التجنیس لصاحب الھدایۃ، جلد 1 صفحہ 186 پر ہے کہ اسی پر فتوی ہے۔(انظر: الفتاوی الھندیۃ ج ۱، ص ۳۸۔ ردالمحتار ج ۱، ص ۳۵۱) ←

تک دعائے قنوت ہے۔

مسئلہ ۷: قرآنِ مجید کے علاوہ اور تمام اذکار کلمہ شریف، درود شریف وغیرہ پڑھنا بلا کراہت جائز بلکہ مستحب ہے اور ان چیزوں کو وضو یا کُلی کر کے پڑھنا بہتر اور ویسے ہی پڑھ لیا جب بھی حَرَج نہیں اور ان کے چھونے میں بھی حَرَج نہیں۔

مسئلہ ۸: ایسی عورت کو اذان کا جواب دینا جائز ہے۔(6)

مسئلہ ۹: ایسی عورت کو مسجد میں جانا حرام ہے۔(7)

یہ بھی ممکن ہے کہ کاتب سے مکروہ کے بعد نہیں لکھنا رہ گیا ہو اور صدرُ الشریعہ، بدرُ الطریقہ مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ الغنی کی اصل عبارت یوں ہو: دعائے قنوت پڑھنا اس حالت میں مکروہ نہیں ہے۔

(6) الفتاوی الھندیۃ، المرجع السابق

(7) اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

فتاوی عالمگیریہ وفتاوی خلاصہ میں ہے:

رجل یمر فی المسجد ویتخذ طریقا ان کان بغیر عذر لایجوز وبعذر یجوز ثم اذا جاز یصلی فی کل یوم مرۃ لا فی کل مرۃ ۳ـ۔

ایک شخص مسجد سے گزرتا ہے اور اس کو راستہ بناتا ہے اگر عذر ہے تو جائز ہے بلا عذر ہے تو ناجائز ہے پھر اگر اس کو گزرنا جائز ہو تو ہر روز ایک مرتبہ اس میں نماز پڑھے نہ کہ ہر بار جب بھی گزرے۔

(۳ـ خلاصۃ الفتاوی، کتاب الصلوۃ، الفصل السادس والعشرون فی المسجد، مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۲۲۹/۱)

تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق للامام الزیلعی وفتاوی ہندیہ میں ہے:

اذا جعل فی المسجد ممرا فانہ یجوز لتعارف اھل الامصار فی الجوامع جاز لکل واحد ان یمر فیہ حتی الکافر الا الجنب والحائض والنفساء ولیس لھم ان یدخلوا فیہ الدواب ۴ـ۔

اگر مسجد میں سے کوئی حصہ مسلمانوں کے لئے عام راستہ گزرگاہ بنا دیا جائے تو جائز ہے کیونکہ شہروں کے لوگوں میں جامع مسجدوں میں ایسا متعارف ہے اور ہر ایک کو اس راہ گزر سے گزرنے کی اجازت ہوگی حتی کہ کافر کو بھی، مگر جنبی اور حیض ونفاس والی عورتوں کو گزرنے کی اجازت نہیں اور لوگوں کو یہ اختیار نہیں کہ اس راستے سے اپنے جانوروں کو لے کر جائیں۔

(۴ـ فتاوی ہندیہ، کتاب الوقف، الباب الحادی عشر فی المسجد، نورانی کتب خانہ پشاور، ۴۵۷/۲)

محیط امام برہان الدین وفتاوی عالمگیریہ میں ہے:

ان ارادوا ان یجعلوا شیئا من المسجد طریقا للمسلمین فقد قیل لیس لھم ذلک وانہ صحیح ۱ـ۔

اگر لوگوں نے ارادہ کیا کہ مسجد کا کوئی ٹکڑا مسلمانوں کے لئے گزرگاہ بنا دیں تو کہا گیا ہے کہ انہیں ایسا کرنے کا اختیار نہیں، اور بیشک ←

مسئلہ ۱۰: اگر چور یا درندے سے ڈر کر مسجد میں چلی گئی تو جائز ہے مگر اسے چاہیے کہ تیمم کر لے۔ یوہیں مسجد میں پانی رکھا ہے یا کوآں ہے اور کہیں اَور پانی نہیں ملتا تو تیمم کر کے جانا جائز ہے۔(8)

یہی صحیح ہے۔(۱ے فتاوٰی ہندیہ، کتاب الوقف، الباب الحادی عشر فی المسجد، نورانی کتب خانہ پشاور، ۲/۴۵۷)

اسی طرح فتاوٰی امام فقیہ ابو اللیث پھر فتاوٰی تاتارخانیہ وغیرہا کتب معتمدہ میں ہے۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم

(فتاوٰی رضویہ، جلد ۱۶، ص ۳۵۳۔۳۵۴ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(8) اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوٰی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

واحال تمامہ علی الحیض وقال ثمہ وفی منیۃ المصلی ان احتلم فی المسجد تیمّم للخروج اذا لم یخف وان خاف یجلس مع التیمم ولا یصلی ولا یقرأ اھ وصرح فی الذخیرۃ ان ھذا التیمم مستحب وظاھر ما قدمناہ فی التیمم عن المحیط انہ واجب ثم الظاھر ان المراد بالخوف الخوف من لحوق ضرر بہ بدنا اوما کان یکون لیلا ۳ے اھ کلامہ وھو برمتہ ماخوذ عن الحلیۃ الالفظ الظاھر فانہ اورد کلام المحیط وعزا مثلہ للخانیۃ ثم قال وھذا صریح فی ان الخلاف فی الاباحۃ ۱ے اھ۔

بحر نے حوالہ دیا کہ اس کا پورا بیان باب الحیض میں ہے۔ وہاں یہ لکھا ہے منیۃ المصلی میں ہے: اگر مسجد میں احتلام ہُوا تو نکلنے کیلئے تیمم کرے اگر کوئی خوف نہ ہو، اور خوف کی صورت ہو تو تیمم کر کے بیٹھا رہے اس سے نہ نماز پڑھے نہ تلاوت کرے اھ اور ذخیرہ میں تصریح ہے کہ یہ تیمم مستحب ہے اور محیط کے حوالہ سے باب التیمم میں ہم جو ذکر کر چکے ہیں اس کا ظاہر یہ ہے کہ واجب ہے۔ پھر ظاہر یہ ہے کہ خوف سے مراد بدن یا مال کو کوئی ضرر پہنچنے کا خوف ہے مثلا رات کا وقت ہو اھ بحر کی عبارت ختم ہوئی۔ سوائے لفظ ظاہر کے یہ سارا کلام حلیہ سے ماخوذ ہے اس لئے کہ اس میں محیط کی عبارت نقل کی ہے اور یہ بھی حوالہ دیا ہے کہ اسی کے مثل خانیہ میں ہے پھر لکھا ہے کہ یہ اس بارے میں صریح ہے کہ اختلاف جواز میں ہے اھ (۳ے البحر الرائق، باب الحیض، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی، ۱/۱۹۶)(۱ے حلیہ)

آگے مزید لکھتے ہیں:

اقول: سبحٰن(۱) اللہ کیف یباح للجنب المکث فی المسجد بلا تیمّم وھو حرام اجماعا والخائف ان عجز عن الخروج والاغتسال فھو بسبیل من التیمم والتیمم طھارۃ صحیحۃ عند العجز عن الماء فاباحۃ اللبث فی المسجد جنبا مع القدرۃ علی الطھارۃ مما تنبو عنہ القواعد الشرعیۃ وان جزم بہ فی التاترخانیۃ ایضا فعنھا فی الھندیۃ اذا خاف الجنب اوالحائض سبعا اولصا اوبردا فلاباس بالمقام فیہ والاولٰی ان یتیمم تعظیما للمسجد ۲ے اھ

اقول: سبحان اللہ۔ صاحب جنابت کیلئے بلا تیمم مسجد میں ٹھہرنا کیوں کر جائز ہوگا جبکہ یہ بالاجماع حرام ہے۔ خوف والا اگر نکلنے اور غسل کرنے سے عاجز ہو تو اس کیلئے تیمم کی اجازت ہے۔ اور پانی سے عجز کے وقت تیمم طہارت صحیحہ ہے تو طہارت پر قدرت کے باوجود مسجد میں بحالت جنابت ٹھہرنے کو جائز قرار دینا ایسی بات ہے جس سے شرعی اصول وقواعد ہم آہنگ نہیں اگرچہ اس پر تاتارخانیہ میں بھی جزم کیا ہے۔ ←

مسئلہ ۱۱: عیدگاہ کے اندر جانے میں حرج نہیں۔(9)

مسئلہ ۱۲: ہاتھ بڑھا کر کوئی چیز مسجد سے لینا جائز ہے۔

مسئلہ ۱۳: خانہ کعبہ کے اندر جانا اور اس کا طواف کرنا اگرچہ مسجد حرام کے باہر سے ہو انکے لیے حرام ہے۔(10)

مسئلہ ۱۴: اس حالت میں روزہ رکھنا اور نماز پڑھنا حرام ہے۔(11)

مسئلہ ۱۵: ان دنوں میں نمازیں معاف ہیں ان کی قضا بھی نہیں اور روزوں کی قضا اور دنوں میں رکھنا فرض ہے۔(12)

اس کے حوالہ سے ہندیہ میں ہے: جنبی یا حائض کو جب کسی درندہ یا چور یا ٹھنڈک کا خطرہ ہوتو مسجد کے اندر ٹھہرنے میں حرج نہیں، اور تعظیم مسجد کے پیش نظر تیمم کر لینا بہتر اور اولی ہے، اھ۔(۲_ فتاوی ہندیہ، الفصل الرابع فی احکام الحیض الخ، نورانی کتب خانہ پشاور، ۱/ ۳۸)

بل وفی الخانیة من موجبات الغسل ثم فی خزانة المفتین حیث قالا من احتلم فی المسجد ینبغی ان یخرج من ساعته فان کان فی اللیل وخاف الخروج یستحب له ان یتیمم ۱_ اھ۔

(۱_ فتاوی قاضی خان، فصل فیما یوجب الغسل، مطبوعہ نولکشور لکھنؤ، ۱/ ۲۲)

بلکہ خانیہ میں موجبات الغسل کے تحت پھر خزانۃ المفتین میں بھی یہ لکھ دیا ہے کہ: جسے مسجد میں احتلام ہوا سے فوراً باہر نکل جانا چاہیے۔ اگر رات کا وقت ہو اور نکلنے میں خطرہ ہوتو تیمم کر لینا مستحب ہے، اھ۔(فتاوی رضویہ، جلد ۳، ص ۳۲۹ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(9) المرجع السابق

(10) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطہارۃ، الباب السادس فی الدماء المختصۃ بالنساء، الفصل الرابع، ج ۱، ص ۳۸

(11) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطہارۃ، الباب السادس فی الدماء المختصۃ بالنساء، الفصل الرابع، ج ۱، ص ۳۸۔

والدر المختار ورد المحتار، کتاب الطہارۃ، باب الحیض، مطلب: لو أفتی مفت بشیء من ہذہ الأقوال فی مواضع الضرورۃ... إلخ، ج ۱، ص ۵۳۲

حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن فرماتے ہیں:

غسل مسنون کے بعد فرض غسلوں کا ذکر فرما رہے ہیں۔حیض اور حوض کے لغوی معنی بہنا ہیں۔شریعت میں عورتوں کے ماہواری خون کو جو رحم سے آئے حیض کہا جاتا ہے۔ولادت کے بعد آنے والا خون نفاس کہلاتا ہے۔بیماری کا خون استحاضہ۔حیض کی مدت کم از کم تین دن رات اور زیادہ سے زیادہ دس دن ورات۔نفاس کی کم مدت ایک ساعت اور زیادہ چالیس دن ہے، استحاضہ کی کوئی مدت نہیں۔حیض ونفاس کے احکام جنابت کی طرح ہیں کہ اس میں نماز و روزہ، قرآن شریف پڑھنا، چھونا، مسجد میں جانا سب حرام ہے۔

(مرأۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۱، ص ۵۱۱)

(12) الدر المختار، کتاب الطہارۃ، باب الحیض، ج ۱، ص ۵۳۲

حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن فرماتے ہیں:

خیال رہے کہ حیض ونفاس کے زمانہ کی نمازیں بالکل معاف ہیں اور روزوں کی ادا معاف قضا واجب۔اس سے معلوم ہوا کہ عبادت کی ←

مسئلہ ۱۶: نماز کا آخر وقت ہوگیا اور ابھی تک نماز نہیں پڑھی کہ حیض آیا، یا بچہ پیدا ہوا تو اس وقت کی نماز معاف ہوگئی اگرچہ اتنا تنگ وقت ہوگیا ہو کہ اس نماز کی گنجائش نہ ہو۔(13)

مسئلہ ۱۷: نماز پڑھتے میں حیض آگیا، یا بچہ پیدا ہوا تو وہ نماز معاف ہے، البتہ اگر نفل نماز تھی تو اس کی قضا واجب ہے۔(14)

مسئلہ ۱۸: نماز کے وقت میں وضو کرکے اتنی دیر تک ذکرِ الٰہی، درود شریف اور دیگر وظائف پڑھ لیا کرے جتنی دیر تک نماز پڑھا کرتی تھی کہ عادت رہے۔(15)

مسئلہ ۱۹: حیض والی کو تین ۳ دن سے کم خون آکر بند ہوگیا تو روزے رکھے اور وضو کرکے نماز پڑھے، نہانے کی ضرورت نہیں، پھر اس کے بعد اگر پندرہ ۱۵ دن کے اندر خون آیا تو اب نہائے اور عادت کے دن نکال کر باقی دنوں کی قضا پڑھے اور جس کی کوئی عادت نہیں وہ دس ۱۰ دن کے بعد کی نمازیں قضا کرے، ہاں اگر عادت کے دنوں کے بعد یا بے عادت والی نے دس ۱۰ دن کے بعد غسل کرلیا تھا تو ان دنوں کی نمازیں ہوگئیں قضا کی حاجت نہیں اور عادت کے دنوں سے پہلے کے روزوں کی قضا کرے اور بعد کے روزے ہر حال میں ہوگئے۔

مسئلہ ۲۰: جس عورت کو تین ۳ دن رات کے بعد حیض بند ہوگیا اور عادت کے دن ابھی پورے نہ ہوئے یا نفاس کا خون عادت پوری ہونے سے پہلے بند ہوگیا، تو بند ہونے کے بعد ہی غسل کرکے نماز پڑھنا شروع کردے۔ عادت کے دنوں کا انتظار نہ کرے۔(16)

مسئلہ ۲۱: عادت کے دنوں سے خون مُتجاوِز ہوگیا تو حیض میں دس دن اُور نفاس میں چالیس دن تک انتظار کرے اگر اس مدت کے اندر بند ہوگیا تو اب سے نہا دھو کر نماز پڑھے اور جو اس مدت کے بعد بھی جاری رہا تو نہائے اور عادت کے بعد باقی دنوں کی قضا کرے۔(17)

زیادتی کی دین کے کمال ونقصان کا ذریعہ ہے۔ خیال رہے کہ مسافر و بیمار نماز و روزہ کے اہل ہیں لیکن حائضہ اور نفسا ان کی اہل ہی نہیں لہذا وہ دونوں ناقص نہیں۔(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج۱، ص۱۷)

(13) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطہارۃ، الباب السادس فی الدماء المختصۃ بالنساء، الفصل الرابع، ج۱، ص۳۸

(14) المرجع السابق، والفتاوی الرضویۃ، ج۴، ص۳۴۹

(15) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطہارۃ، الباب السادس فی الدماء المختصۃ بالنساء، الفصل الرابع، ج۱، ص۳۸

(16) الدر المختار ورد المحتار، کتاب الطہارۃ، باب الحیض، ج۱، ص۵۳۷۔

والفتاوی الرضویۃ، ج۴، ص۳۶۴، ۳۶۵

(17) الدر المختار ورد المحتار، کتاب الطہارۃ، باب الحیض، ج۱، ص۵۲۴، وغیرہما

مسئلہ ۲۲: حَیض یا نِفاس عادت کے دن پورے ہونے سے پہلے بند ہوگیا تو آخرِ وقتِ مستحب تک انتظار کر کے نہا کر نماز پڑھے اور جو عادت کے دن پورے ہو چکے تو انتظار کی کچھ حاجت نہیں۔(18)

مسئلہ ۲۳: حیض پورے دس دن پر اور نفاس پورے چالیس دن پر ختم ہوا اور نماز کے وقت میں اگر اتنا بھی باقی ہو کہ اللہ اکبر کا لفظ کہے تو اس وقت کی نماز اس پر فرض ہوگئی، نہا کر اس کی قضا پڑھے اور اگر اس سے کم میں بند ہوا اور اتنا وقت ہے کہ جلدی سے نہا کر اور کپڑے پہن کر ایک بار اللہ اکبر کہہ سکتی ہے تو فرض ہوگئی قضا کرے ورنہ نہیں۔(19)

مسئلہ ۲۴: اگر پورے دس دن پر پاک ہوئی اور اتنا وقت رات کا باقی نہیں کہ ایک بار اللہ اکبر کہہ لے تو اس دن کا روزہ اس پر واجب ہے اور جو کم میں پاک ہوئی اور اتنا وقت ہے کہ صبحِ صادق ہونے سے پہلے نہا کر کپڑے پہن کر اللہ اکبر کہہ سکتی ہے تو روزہ فرض ہے، اگر نہا لے تو بہتر ہے ورنہ بے نہائے نیت کرلے اور صبح کو نہا لے اور جو اتنا وقت بھی نہیں تو اس دن کا روزہ فرض نہ ہوا، البتہ روزہ داروں کی طرح رہنا واجب ہے، کوئی بات ایسی جو روزے کے خلاف ہو مثلاً کھانا، پینا حرام ہے۔

مسئلہ ۲۵: روزے کی حالت میں حَیض یا نِفاس شروع ہوگیا تو وہ روزہ جاتا رہا اس کی قضا رکھے، فرض تھا تو قضا فرض ہے اور نفل تھا تو قضا واجب۔(20)

مسئلہ ۲۶: حَیض و نِفاس کی حالت میں سجدہ شکر و سجدہ تلاوت حرام ہے اور آیت سجدہ سننے سے اس پر سجدہ واجب نہیں۔(21)

مسئلہ ۲۷: سوتے وقت پاک تھی اور صبح سو کر اٹھی تو اثر حَیض کا دیکھا تو اسی وقت سے حَیض کا حکم دیا جائے گا، عشاء کی نماز نہیں پڑھی تھی تو پاک ہونے پر اس کی قضا فرض ہے۔(22)

مسئلہ ۲۸: حَیض والی سو کر اٹھی اور گدی پر کوئی نشان حَیض کا نہیں تو رات ہی سے پاک ہے نہا کر عشاء کی قضا پڑھے۔

---

(18) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الطہارۃ، باب الحیض، ومطلب: لو أفتی مفت بشيء... إلخ، ج ۱، ص ۵۳۸

(19) المرجع السابق، ص ۵۴۲، وغیرہ

(20) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الطہارۃ، باب الحیض، مطلب: لو أفتی مفت بشيء من ہذہ الاقوال... إلخ، ج ۱، ص ۵۳۳، وغیرہ

(21) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطہارۃ، الباب السادس في الدماء المختصۃ بالنساء، الفصل الرابع، ج ۱، ص ۳۸.

وردالمحتار، کتاب الطہارۃ، باب الحیض، مطلب: لو أفتی مفت بشيء... إلخ، ج ۱، ص ۵۳۲

(22) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الطہارۃ، باب الحیض، مطلب: لو أفتی مفت بشيء... إلخ، ج ۱، ص ۵۳۳

مسئلہ ۲۹: ہم بستری یعنی جماع اس حالت میں حرام ہے۔(23)

مسئلہ ۳۰: ایسی حالت میں جماع جائز جاننا کفر ہے اور حرام سمجھ کر کرلیا تو سخت گنہگار ہوا اس پر توبہ فرض ہے اور ...کے زمانہ میں کیا تو ایک دینار اور قریب ختم کے کیا تو نصف دینار خیرات کرنا مُستحَب۔

مسئلہ ۳۱: اس حالت میں ناف سے گھٹنے تک عورت کے بدن سے مرد کا اپنے کسی عُضْو سے چھونا جائز نہیں جب ...کپڑا وغیرہ حائل نہ ہو شہوت سے ہو یا بے شہوت اور اگر ایسا حائل ہو کہ بدن کی گرمی محسوس نہ ہوگی تو حرج نہیں۔(24)

---

(22) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطہارۃ، الباب السادس فی الدماء المختصۃ بالنساء، الفصل الرابع، ج۱، ص ۳۹

(24) اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

کلیہ یہ ہے کہ حالتِ حیض ونفاس میں زیر ناف سے زانو تک عورت کے بدن سے بلا کسی ایسے حائل کے جس کے سبب جسم عورت کی گرمی اس کے جسم کو نہ پہنچے تمتع جائز نہیں یہاں تک کہ اتنے ٹکڑے بدن پر شہوت سے نظر بھی جائز نہیں اور اتنے ٹکڑے کا چھونا بلا شہوت بھی جائز نہیں اور اس سے اوپر نیچے کے بدن سے مطلقاً ہر قسم کا تمتع جائز یہاں تک کہ سحق ذکر کرکے انزال کرنا۔

فی الدر المختار یمنع حل قربان ماتحت ازار یعنی مابین سرۃ ورکبۃ ولو بلاشھوۃ وحل ماعداہ مطلقا ۱ اھ

دُرمختار میں ہے: ازار کے نیچے یعنی ناف اور گھٹنے کے درمیان کا قُرب جائز نہیں اگرچہ بلا شہوت ہو اور اس کے علاوہ مطلقاً جائز ہے۔ اھ۔

(۱ درمختار، باب الحیض، مطبوعہ مجتبائی دہلی، ۱/۵۱)

وفی ردالمحتار نقل فی الحقائق عن التحفۃ والخانیۃ یجتنب الرجل من الحائض ماتحت الازار عند الامام وقال محمد الجماع فقط ثم اختلفوا فی تفسیر قول الامام قیل لایباح الاستمتاع من النظر وغیرہ بمادون السرۃ الی الرکبۃ ویباح ماوراءہ وقیل یباح مع الازار اھ ولایخفی ان الاول صریح فی عدم حل النظر الی ماتحت الازار والثانی قریب منہ ولیس بعد النقل الا الرجوع الیہ ۲ اھ واللہ تعالٰی اعلم۔

(۲ ردالمحتار، باب الحیض، مطبوعہ مصطفی البابی مصر، ۱/۲۱۴)

اور ردالمحتار میں ہے: حقائق میں تحفہ اور خانیہ سے نقل کیا گیا کہ امام اعظم رحمہ اللہ تعالٰی کے نزدیک مرد کو حائضہ عورت کی ازار کے نیچے سے اجتناب کرنا چاہیے۔ امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی فرماتے ہیں: فقط جماع سے پرہیز کرے۔ پھر امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے قول کی وضاحت میں فقہاء کرام کا اختلاف ہے۔ کہا گیا ہے کہ ناف سے گھٹنوں تک دیکھنے اور اس کے ساتھ نفع حاصل کرنا بھی جائز نہیں اس کے ماسوا جائز ہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ ازار کے ساتھ جائز ہے (انتہی) مخفی نہ رہے کہ پہلا قول ازار کے نیچے (جسم) کی طرف دیکھنے کی حرمت میں واضح ہے اور دوسرا اس کے قریب ہے اور نقل کے بعد گنجائش نہیں اس کی طرف رجوع ہوتا ہے (انتہی) (یعنی قیاس نہیں کیا جاتا) واللہ تعالٰی اعلم۔(فتاوی رضویہ، جلد ۴، ص ۳۵۳۔ ۳۵۴ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

مسئلہ ۳۲: ناف سے اوپر اور گھٹنے سے نیچے چھونے یا کسی طرح کا نفع لینے میں کوئی حرج نہیں۔ یوہیں بوس وکنار بھی جائز ہے۔(25)

مسئلہ ۳۳: اپنے ساتھ کھلانا یا ایک جگہ سونا جائز ہے بلکہ اس وجہ سے ساتھ نہ سونا مکروہ ہے۔(26)

مسئلہ ۳۴: اس حالت میں عورت مرد کے ہر حصہ بدن کو ہاتھ لگا سکتی ہے۔(27)

مسئلہ ۳۵: اگر ہمراہ سونے میں غلبۂ شہوت اور اپنے کو قابو میں نہ رکھنے کا احتمال ہو تو ساتھ نہ سوئے اور اگر گمان غالب ہو تو ساتھ سونا گناہ۔

مسئلہ ۳۶: پورے دس ۱۰ دن پر ختم ہوا تو پاک ہوتے ہی اس سے جماع جائز ہے، اگرچہ اب تک غُسل نہ کیا ہو مگر مستحب یہ ہے کہ نہانے کے بعد جماع کرے۔(28)

مسئلہ ۳۷: دس دن سے کم میں پاک ہوئی تو تاوقتیکہ غُسل نہ کرلے یا وہ وقتِ نماز جس میں پاک ہوئی گزر نہ جائے جماع جائز نہیں اور اگر وقت اتنا نہیں تھا کہ اس میں نہا کر کپڑے پہن کر اللہ اکبر کہہ سکے تو اس کے بعد کا وقت گزر جائے یا غُسل کرلے تو جائز ہے ورنہ نہیں۔(29)

مسئلہ ۳۸: عادت کے دن پورے ہونے سے پہلے ہی ختم ہوگیا تو اگرچہ غُسل کرلے جماع ناجائز ہے تاوقتیکہ عادت کے دن پورے نہ ہولیں، جیسے کسی کی عادت چھ ۶ دن کی تھی اور اس مرتبہ پانچ ہی روز آیا تو اسے حکم ہے کہ نہا کر نماز شروع کردے مگر جماع کے لیے ایک دن اور انتظار کرنا واجب ہے۔(30)

مسئلہ ۳۹: حَیض سے پاک ہوئی اور پانی پر قدرت نہیں کہ غُسل کرے اور غُسل کا تیمم کیا تو اس سے صحبت جائز نہیں جب تک اس تیمم سے نماز نہ پڑھ لے، نماز پڑھنے کے بعد اگرچہ پانی پر قادر ہو کر غُسل نہ کیا صحبت جائز ہے۔(31)

فائدہ: ان باتوں میں نِفاس کے وہی اَحکام ہیں جو حَیض کے ہیں۔

---

(25) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطہارۃ، الباب السادس فی الدماء المختصۃ بالنساء، الفصل الرابع، ج۱، ص۳۹

(26) ردالمحتار، کتاب الطہارۃ، باب الحیض، مطلب: لوافتی مفت بشیء من ہذہ الاقوال فی مواضع الضرورۃ... إلخ، ج۱، ص۵۳۴، و الفتاوی الرضویۃ، ج۴، ص۳۵۵

(27) البحرالرائق، کتاب الطہارۃ، باب الحیض، ج۱، ص۳۴۴

(28) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطہارۃ، الباب السادس فی الدماء المختصۃ بالنساء، الفصل الرابع، ج۱، ص۳۹

(29) المرجع السابق

(30) المرجع السابق، وغیرہ۔

(31) المرجع السابق

مسئلہ ۴۰: نِفاس میں عورت کو زچہ خانے سے نکلنا جائز ہے، اس کو ساتھ کھلانے یا اس کا جھوٹا کھانے میں حَرج نہیں۔ ہندوستان میں جو بعض جگہ ان کے برتن تک الگ کر دیتے ہیں بلکہ ان برتنوں کو مثل نجس کے جانتے ہیں یہ ہندوؤں کی رسمیں ہیں، ایسی بے ہُودہ رسموں سے اِحتِیاط لازم، اکثر عورتوں میں یہ رواج ہے کہ جب تک چلّہ پورا نہ ہولے اگرچہ نِفاس ختم ہولیا ہو، نہ نماز پڑھیں نہ اپنے کو قابل نماز کے جانیں یہ محض جہالت ہے جس وقت نِفاس ختم ہوا اسی وقت سے نہا کر نماز شروع کر دیں اگر نہانے سے بیماری کا پورا اندیشہ ہو تو تیمم کر لیں۔ (32)

مسئلہ ۴۱: بچہ اَبھی آدھے سے زِیادہ پیدا نہیں ہوا اور نماز کا وقت جا رہا ہے اور یہ گمان ہے کہ آدھے سے زِیادہ باہر ہونے سے پیشتر وقت ختم ہو جائے گا تو اس وقت کی نماز جس طرح ممکن ہو پڑھے، اگر قیام، رکوع، سجود نہ ہو سکے، اشارے سے پڑھے، وُضو نہ کر سکے، تیمم سے پڑھے اور اگر نہ پڑھی تو گناہ گار ہوئی توبہ کرے اور بعد طہارت قضا پڑھے۔ (33)

❀❀❀❀❀

---

(32) الفتاوی الرضویۃ، ج ۴، ص ۳۵۵۔۳۵۶، وغیرہ

صدرُ الافاضل حضرتِ علامہ مولٰینا سیّد محمد نعیم الدّین مُراد آبادی علیہ رحمۃ اللہ الھادی سورہ بقرہ کی آیت 222 کے تحت تفسیر خزائن العرفان میں لکھتے ہیں: عرب کے لوگ یہود و مجوس کی طرح حائضہ عورتوں سے کمال نفرت کرتے تھے۔ ساتھ کھانا پینا ایک مکان میں رہنا گوارا نہ تھا بلکہ شدت یہاں تک پہنچ گئی تھی کہ ان کی طرف دیکھنا اور ان سے کلام کرنا بھی حرام سمجھتے تھے اور نصارٰی (یعنی کرسچن) اس کے برعکس حیض کے ایام میں عورتوں کے ساتھ بڑی مَحبّت سے مشغول ہوتے تھے اور اِختلاط (میل جول) میں بَہُت مُبالغہ کرتے تھے۔ مسلمانوں نے حُضُور صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلَّم سے حیض کا حکم دریافت کیا، اس پر یہ آیت نازِل ہوئی اور اِفراط وتَفریط (یعنی بڑھانے گھٹانے) کی راہیں چھوڑ کر اعتِدال (میانہ روی) کی تعلیم فرمائی گئی اور بتا دیا گیا کہ حالتِ حیض میں عورتوں سے مُجامَعت (یعنی صحبت) ممنوع ہے۔

(تفسیر خزائن العرفان ص ۵۶)

(33) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الطہارۃ، باب الحیض، مطلب فی حکم وطء المستحاضۃ... إلخ، ج ۱، ص ۵۴۵

اِستحاضہ کا بیان

حدیث ۱: صحیحین میں ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی کہ فاطمہ بنتِ ابی حُبَیش رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کی یارسول اللہ! مجھے اِستحاضہ آتا ہے اور پاک نہیں رہتی تو کیا نماز چھوڑ دوں؟ فرمایا: نہ، یہ تو رَگ کا خون ہے، حَیض نہیں ہے، تو جب حَیض کے دن آئیں نماز چھوڑ دے اور جب جاتے رہیں خون دھو اور نماز پڑھ۔(1)

حدیث ۲: ابو داود و نسائی کی روایت میں فاطمہ بنتِ ابی حُبَیش رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے یوں ہے کہ ان سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: جب حَیض کا خون ہو تو سیاہ ہوگا، شناخت میں آئے گا، جب یہ ہو نماز سے باز رہ اور جب دوسری قسم کا ہو تو وُضو کر اور نماز پڑھ، کہ وہ رَگ کا خون ہے۔(2)

حدیث ۳: اِمام مالِک و ابو داود و دارمی کی روایت میں ہے کہ ایک عورت کے خون بہتا رہتا، اس کے لیے ام المومنین امّ سَلَمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضور سے فتویٰ پوچھا، ارشاد فرمایا کہ: اس بیماری سے پیشتر مہینے میں جتنے دن راتیں حَیض آتا تھا ان کی گنتی شمار کرے، مہینے میں انھیں کی مقدار نماز چھوڑ دے اور جب وہ دن جاتے رہیں، تو نہائے اور لنگوٹ باندھ کر نماز پڑھے۔(3)

حدیث ۴: ابو داود و ترمذی کی روایت ہے ارشاد فرمایا: جن دنوں میں حَیض آتا تھا، ان میں نمازیں چھوڑ دے، پھر نہائے اور ہر نماز کے وقت وُضو کرے اور روزہ رکھے اور نماز پڑھے۔(4)

❁❁❁❁❁

---

(1) صحیح مسلم، کتاب الحیض، باب المستحاضۃ وغسلھا وصلاتھا، الحدیث: ۳۳۳، ص ۱۸۳

(2) سنن أبي داود، کتاب الطھارۃ، باب إذا أقبلت الحیضۃ تدع الصلاۃ، الحدیث: ۲۸۶، ج ۱، ص ۱۳۱

(3) الموطا لامام مالک، کتاب الطھارۃ، باب المستحاضۃ، الحدیث: ۱۴۰، ج ۱، ص ۷۷

(4) جامع الترمذي، أبواب الطھارۃ، باب ماجاء أن المستحاضۃ تتوضأ لکل صلاۃ، الحدیث: ۱۲۶، ج ۱، ص ۱۷۴

اِستحاضہ کے احکام

مسئلہ ۱: اِستحاضہ میں نہ نماز معاف ہے نہ روزہ، نہ ایسی عورت سے صحبت حرام۔(1)

مسئلہ ۲: استحاضہ اگر اس حد تک پہنچ گیا کہ اس کو اتنی مہلت نہیں ملتی کہ وُضو کر کے فرض نماز ادا کر سکے تو نماز کا پورا ایک وقت شروع سے آخر تک اسی حالت میں گزر جانے پر اس کو معذور کہا جائیگا، ایک وُضو سے اس وقت میں جتنی نمازیں چاہے پڑھے، خون آنے سے اس کا وضو نہ جائے گا۔(2)

مسئلہ ۳: اگر کپڑا وغیرہ رکھ کر اتنی دیر تک خون روک سکتی ہے کہ وُضو کر کے فرض پڑھ لے تو عذر ثابت نہ ہوگا۔(3)

مسئلہ ۴: ہر وہ شخص جس کو کوئی ایسی بیماری ہے کہ ایک وقت پورا ایسا گزر گیا کہ وُضو کے ساتھ نمازِ فرض ادا نہ کر سکا

---

(1) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطہارۃ، الباب السادس في الدماء المختصۃ بالنساء، الفصل الرابع، ج۱، ص۳۹

حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن فرماتے ہیں:

مستحاضہ وہ عورت ہے جسے استحاضہ کا خون آتا ہو۔ استحاضہ بیماری ہے جس میں عورت کی رگ کھل کر خون جاری ہوجاتا ہے۔ یہ خون حیض یا نفاس کا نہیں ہوتا، اس کی کوئی مدت نہیں اور اس میں نماز، روزہ، صحبت، مسجد میں داخلہ کچھ بھی منع نہیں، بلکہ اس کا حکم معذور کا سا ہے کہ ایک وقت وضو کر کے نماز پڑھتی رہے اگرچہ خون آتا رہے وقت نکل جانے پر وضو ٹوٹ جائے گا۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج۱، ص۵۲۳)

(2) المرجع السابق، ص۴۱

معذور کا بیان

جس شخص کو کوئی ایسی بیماری ہو جیسے پیشاب کے قطرے ٹپکنے یا دست آنے۔ یا استحاضہ کا خون آنے کے امراض کہ ایک نماز کا پورا وقت گزر گیا۔ اور وہ وضو کے ساتھ نماز فرض ادا نہ کر سکا۔ تو ایسے شخص کو شریعت میں معذور کہتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے لئے شریعت کا یہ حکم ہے کہ جب کسی نماز کا وقت آجائے تو معذور لوگ وضو کریں اور اسی وضو سے جتنی نمازیں چاہیں پڑھتے رہیں۔ اس درمیان میں اگرچہ بار بار قطرہ وغیرہ آتا ہے۔ مگر ان لوگوں کا وضو اس وقت تک نہیں ٹوٹے گا جب تک کہ اس نماز کا وقت باقی رہے۔ اور جیسے ہی نماز کا وقت ختم ہوگیا ان لوگوں کا وضو ٹوٹ جائے گا اور دوسری نماز کے لئے پھر دوسرا وضو کرنا پڑے گا۔

(الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطہارۃ، الباب السادس، ومما یتصل بذلک احکام المعذور، ج۱، ص۴۰۔۴۱)

(3) المرجع السابق

وہ معذور ہے، اس کا بھی یہی حکم ہے کہ وقت میں وضو کر لے اور آخر وقت تک جتنی نمازیں چاہے اس وضو سے پڑھے، اس بیماری سے اس کا وضو نہیں جاتا، جیسے قطرے کا مرض، یا دست آنا، یا ہوا خارج ہونا، یا دُکھتی آنکھ سے پانی گرنا، یا پھوڑے، یا ناصور سے ہر وقت رطوبت بہنا، یا کان، ناف، پستان سے پانی نکلنا کہ یہ سب بیماریاں وضو توڑنے والی ہیں، ان میں جب پورا ایک وقت ایسا گزر گیا کہ ہر چند کوشش کی مگر طہارت کے ساتھ نماز نہ پڑھ سکا تو عذر ثابت ہوگیا۔(4)

مسئلہ ۵: جب عذر ثابت ہوگیا تو جب تک ہر وقت میں ایک ایک بار بھی وہ چیز پائی جائے معذور ہی رہے گا، مثلاً عورت کو ایک وقت تو اِستحاضہ نے طہارت کی مہلت نہیں دی اب اتنا موقع ملتا ہے کہ وضو کر کے نماز پڑھ لے مگر اب بھی ایک آدھ دفعہ ہر وقت میں خون آجاتا ہے تو اب بھی معذور ہے۔ یوہیں تمام بیماریوں میں اور جب پورا وقت گزر گیا اور خون نہیں آیا تو اب معذور نہ رہی جب پھر کبھی پہلی حالت پیدا ہو جائے تو پھر معذور ہے اس کے بعد پھر اگر پورا وقت خالی گیا تو عذر جاتا رہا۔(5)

مسئلہ ٦: نماز کا کچھ وقت ایسی حالت میں گزرا کہ عذر نہ تھا اور نماز نہ پڑھی اور اب پڑھنے کا ارادہ کیا تو اِستحاضہ یا بیماری سے وضو جاتا رہتا ہے غرض یہ باقی وقت یوہیں گزر گیا اور اسی حالت میں نماز پڑھ لی تو اب اس کے بعد کا وقت بھی پورا اگر اسی اِستحاضہ یا بیماری میں گزر گیا تو وہ پہلی بھی ہوگئی اور اگر اس وقت اتنا موقع ملا کہ وضو کر کے فرض پڑھ لے تو پہلی نماز کا اعادہ کرے۔(6)

مسئلہ ۷: خون بہتے میں وضو کیا اور وضو کے بعد خون بند ہوگیا اور اسی وضو سے نماز پڑھی اور اس کے بعد جو دوسرا وقت آیا وہ بھی پورا گزر گیا کہ خون نہ آیا تو پہلی نماز کا اعادہ کرے۔ یوہیں اگر نماز میں بند ہوا اور اس کے بعد دوسرے میں بالکل نہ آیا جب بھی اعادہ کرے۔(7)

مسئلہ ۸: فرض نماز کا وقت جانے سے معذور کا وضو ٹوٹ جاتا ہے جیسے کسی نے عصر کے وقت وضو کیا تھا تو آفتاب کے ڈوبتے ہی وضو جاتا رہا اور اگر کسی نے آفتاب نکلنے کے بعد وضو کیا تو جب تک ظہر کا وقت ختم نہ ہو وضو نہ جائے گا کہ ابھی تک کسی فرض نماز کا وقت نہیں گیا۔(8)

---

(4) الدر المختار و رد المحتار، کتاب الطہارۃ، باب الحیض، مطلب في أحکام المعذور، ج۱، ص ۵۵۴

(5) البحر الرائق، کتاب الطہارۃ، باب الحیض، ج۱، ص ۳۷۶

(6) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطہارۃ، الباب السادس في الدماء المختصۃ بالنساء، الفصل الرابع، ج۱، ص ۴۰

(7) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطہارۃ، الباب السادس في الدماء المختصۃ بالنساء، الفصل الرابع، ج۱، ص ۴۱

(8) الدر المختار، و رد المحتار، کتاب الطہارۃ، باب الحیض، مطلب في أحکام المعذور، ج۱، ص ۵۵۵۔

مسئلہ ۹: وُضو کرتے وقت وہ چیز نہیں پائی گئی جس کے سبب معذور ہے اور وُضو کے بعد بھی نہ پائی گئی یہاں تک کہ باقی پورا وقت نماز کا خالی گیا تو وقت کے جانے سے وُضو نہیں ٹوٹا۔ یوہیں اگر وُضو سے پیشتر پائی گئی مگر نہ وُضو کے بعد باقی وقت میں پائی گئی نہ اس کے بعد دوسرے وقت میں تو وقت (9) جانے سے وضو نہ ٹوٹے گا۔

مسئلہ ۱۰: اور اگر اس وقت میں وُضو سے پیشتر وہ چیز پائی گئی اور وُضو کے بعد بھی وقت میں پائی گئی یا وُضو کے اندر پائی گئی اور وُضو کے بعد اس وقت میں نہ پائی گئی مگر بعد والے میں پائی گئی، تو وقت ختم ہونے پر وُضو جاتا رہے گا اگرچہ وہ حدث نہ پایا جائے۔

مسئلہ ۱۱: معذور کا وُضو اس چیز سے نہیں جاتا جس کے سبب معذور ہے، ہاں اگر کوئی دوسری چیز وُضو توڑنے والی پائی گئی تو وُضو جاتا رہا۔ مثلاً جس کو قطرے کا مرض ہے، ہوا نکلنے سے اس کا وُضو جاتا رہے گا اور جس کو ہوا نکلنے کا مرض ہے، قطرے سے وُضو جاتا رہے گا۔ (10)

مسئلہ ۱۲: معذور نے کسی حدث کے بعد وُضو کیا اور وُضو کرتے وقت وہ چیز نہیں ہے جس کے سبب معذور ہے، پھر وُضو کے بعد وہ عذر والی چیز پائی گئی تو وُضو جاتا رہا، جیسے اِستحاضہ والی نے پاخانہ پیشاب کے بعد وُضو کیا اور وُضو کرتے وقت خون بند تھا بعد وُضو کے آیا تو وُضو ٹوٹ گیا (11) اور اگر وُضو کرتے وقت وہ عذر والی چیز بھی پائی جاتی تھی تو اب وُضو کی ضرورت نہیں۔

مسئلہ ۱۳: معذور کے ایک نتھنے سے خون آرہا تھا وُضو کے بعد دوسرے نتھنے سے آیا وُضو جاتا رہا، یا ایک زخم بہ رہا تھا اب دوسرا بہا، یہاں تک کہ چیچک کے ایک دانہ سے پانی آرہا تھا اب دوسرے دانہ سے آیا وُضو ٹوٹ گیا۔ (12)

مسئلہ ۱۴: اگر کسی ترکیب سے عذر جاتا رہے یا اس میں کمی ہو جائے تو اس ترکیب کا کرنا فرض ہے، مثلاً کھڑے

والفتاوی الھندیۃ، کتاب الطہارۃ، الباب السادس فی الدماء المختصۃ بالنساء، الفصل الرابع، ج۱، ص۴۱۔

(9) اس صورت میں دو احتمال ہیں ایک یہ کہ وُضو کے اندر بھی پائی گئی بعد کو ختم وقت ثانی تک نہیں دوسرا یہ کہ وُضو کے اندر بھی نہ پائی گئی صرف پہلے پائی گئی پہلی صورت میں وہ وُضو وُضوئے معذور تھا لیکن جب کہ اس کے بعد انقطاع تام ہو گیا معذور نہ رہا تو وُضوئے معذور ختم وقت سے پہلے بوجہ زوال عذر باطل ہو گیا وقت جانے سے کیا ٹوٹے اور صورت ثانیہ میں ظاہر ہے کہ یہ وُضو انقطاع پر ہے اور ختم وقت تک انقطاع مستمر رہا تو خروج وقت سے نہ ٹوٹے گا اگرچہ وقت دوم میں منقطع نہ بھی ہو تا وقت دوم میں انقطاع کا ذکر اس لیے ہے کہ حکم دونوں صورتوں کو شامل ہو۔ ۱۲ منہ

(10) الدر المختار ورد المحتار، کتاب الطہارۃ، باب الحیض، مطلب فی أحکام المعذور، ج۱، ص۵۵۷.

(11) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطہارۃ، الباب السادس فی الدماء المختصۃ بالنساء، الفصل الرابع، ج۱، ص۴۱

(12) المرجع السابق

ہو کر پڑھنے سے خون بہتا ہے اور بیٹھ کر پڑھے تو نہ بہے گا تو بیٹھ کر پڑھنا فرض ہے۔(13)

مسئلہ ۱۵: معذور کو ایسا عذر ہے جس کے سبب کپڑے نجس ہو جاتے ہیں تو اگر ایک درم سے زیادہ نجس ہو گیا اور جانتا ہے کہ اتنا موقع ہے کہ اسے دھو کر پاک کپڑوں سے نماز پڑھ لوں گا تو دھو کر نماز پڑھنا فرض ہے اور اگر جانتا ہے کہ نماز پڑھتے پڑھتے پھر اتنا ہی نجس ہو جائے گا تو دھونا ضروری نہیں اُسی سے پڑھے اگرچہ مصلّٰی بھی آلودہ ہو جائے کچھ حرج نہیں اور اگر درہم کے برابر ہے تو پہلی صورت میں دھونا واجب اور درہم سے کم ہے تو سنّت اور دوسری صورت میں مطلقاً نہ دھونے میں کوئی حَرج نہیں۔(14)

مسئلہ ۱۶: اِستحاضہ والی اگر غُسل کر کے ظہر کی نماز آخر وقت میں اور عصر کی وُضو کر کے اول وقت میں اور مغرب کی غُسل کر کے آخر وقت میں اور عشاء کی وُضو کر کے اوّل وقت میں پڑھے اور فجر کی بھی غُسل کر کے پڑھے تو بہتر ہے اور عجب نہیں کہ یہ ادب جو حدیث میں ارشاد ہوا ہے اس کی رعایت کی برکت سے اس کے مرض کو بھی فائدہ پہنچے۔

مسئلہ ۱۷: کسی زخم سے ایسی رطوبت نکلے کہ بہے نہیں، تو نہ اس کی وجہ سے وُضو ٹوٹے، نہ معذور ہو، نہ وہ رطوبت ناپاک۔(15)

---

(13) المرجع السابق

(14) المرجع السابق، وغیرہ

(15) الفتاوی الرضویۃ، ج۴، ص۳۷۱

نجاستوں کا بیان

حدیث ۱: صحیح بخاری و مسلم میں اسما بنت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی، کہ ایک عورت نے عرض کی یا رسول اللہ! ہم میں جب کسی کے کپڑے کو حیض کا خون لگ جائے تو کیا کرے؟ فرمایا: جب تم میں کسی کا کپڑا حیض کے خون سے آلودہ ہو جائے تو اسے کھرچے، پھر پانی سے دھوئے تب اُس میں نماز پڑھے۔(1)

حدیث ۲: صحیحین میں ہے ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کپڑے سے منی کو میں دھوتی، پھر حضور نماز کو تشریف لے جاتے اور دھونے کا نشان اس میں ہوتا۔(2)

حدیث ۳: صحیح مسلم میں ہے فرماتی ہیں، کہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کپڑے سے منی کو مل ڈالتی، پھر حضور اس میں نماز پڑھتے۔(3)

حدیث ۴: صحیح مسلم میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: چمڑا جب پکا لیا جائے، پاک ہو جائے گا۔(4)

حدیث ۵: اِمام مالِک ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حکم فرمایا: کہ مُردار کی کھالیں جب پکالی جائیں تو انھیں کام میں لایا جائے۔(5)

حدیث ۶: امام احمد و ابوداود و نسائی نے روایت کی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے درندوں کی کھال سے منع فرمایا۔(6)

حدیث ۷: دوسری روایت میں ہے ان کے پہننے اور ان پر بیٹھنے سے منع فرمایا۔(7)

---

(1) صحیح البخاري، کتاب الحیض، باب غسل دم الحیض، الحدیث: ۳۰۷، ج۱، ص۱۲۵

(2) صحیح البخاري، کتاب الوضوء، باب غسل المني ... إلخ، الحدیث: ۲۳۰، ج۱، ص۹۹

(3) صحیح مسلم، کتاب الطھارۃ، باب حکم المني، الحدیث: ۲۸۸، ص۱۶۶

(4) صحیح مسلم، کتاب الحیض، باب طھارۃ جلود المیتۃ بالدباغ، الحدیث: ۳۶۶، ص۱۹۴

(5) المؤطا لامام مالک، کتاب الصید، باب ماجاء في جلود المیتۃ، الحدیث: ۱۱۰۷، ج۲، ص۵۴

(6) سنن أبي داود، کتاب اللباس، باب في جلود النمور والسباع، الحدیث: ۴۱۳۲، ج۴، ص۹۳

(7) سنن أبي داود، کتاب اللباس، باب في جلود النمور والسباع، الحدیث: ۴۱۳۱، ج۴، ص۹۳

نَجاستوں کے متعلق احکام

نَجاست دو قسم ہے، ایک وہ جس کا حکم سخت ہے اس کو غلیظہ کہتے ہیں، دوسری وہ جس کا حکم ہلکا ہے اس کو خفیفہ کہتے ہیں۔

مسئلہ ۱: نَجاستِ غلیظہ کا حکم یہ ہے کہ اگر کپڑے یا بدن میں ایک درہم سے زِیادہ لگ جائے، تو اس کا پاک کرنا فرض ہے، بے پاک کیے نماز پڑھ لی تو ہوگی ہی نہیں اور قصداً پڑھی تو گناہ بھی ہوا اور اگر بہ نیتِ اِستخفاف ہے تو کفر ہوا اور اگر درہم کے برابر ہے تو پاک کرنا واجب ہے کہ بے پاک کیے نماز پڑھی تو مکروہِ تحریمی ہوئی یعنی ایسی نماز کا اِعادہ واجب ہے اور قصداً پڑھی تو گنہگار بھی ہوا اور اگر درہم سے کم ہے تو پاک کرنا سنّت ہے، کہ بے پاک کیے نماز ہوگئی مگر خلافِ سنّت ہوئی اور اس کا اِعادہ بہتر ہے۔

مسئلہ ۲: اگر نَجاست گاڑھی ہے جیسے پاخانہ، لید، گوبر تو درہم کے برابر، یا کم، یا زِیادہ کے معنی یہ ہیں کہ وزن میں اس کے برابر یا کم یا زِیادہ ہو اور درہم کا وزن شریعت میں اس جگہ ساڑھے چار ماشے اور زکوٰۃ میں تین ماشہ رتی ہے اور اگر پتلی ہو، جیسے آدمی کا پیشاب اور شراب تو درہم سے مراد اس کی لنبائی چوڑائی ہے اور شریعت نے اس کی مقدار ہتھیلی کی گہرائی کے برابر بتائی یعنی ہتھیلی خوب پھیلا کر ہموار رکھیں اور اس پر آہستہ سے اتنا پانی ڈالیں کہ اس سے زِیادہ پانی نہ رک سکے، اب پانی کا جتنا پھیلاؤ ہے اتنا بڑا درہم سمجھا جائے اور اس کی مقدار تقریباً یہاں کے روپے کے برابر ہے۔

مسئلہ ۳: نجس تیل کپڑے پر گرا اور اسوقت درہم کے برابر نہ تھا، پھر پھیل کر درہم کے برابر ہوگیا تو اس میں علما کو بہت اختلاف ہے اور راجح یہ ہے کہ اب پاک کرنا واجب ہوگیا۔ (1)

مسئلہ ۴: نَجاستِ خفیفہ کا یہ حکم ہے کہ کپڑے کے حصہ یا بدن کے جس عُضْو میں لگی ہے، اگر اس کی چوتھائی سے کم ہے (مثلاً دامن میں لگی ہے تو دامن کی چوتھائی سے کم، آستین میں اس کی چوتھائی سے کم۔ یوہیں ہاتھ میں ہاتھ کی چوتھائی سے کم ہے) تو معاف ہے کہ اس سے نماز ہو جائے گی اور اگر پوری چوتھائی میں ہو تو بے دھوئے نماز نہ ہوگی۔ (2)

مسئلہ ۵: نَجاستِ خفیفہ اور غلیظہ کے جو الگ الگ حکم بتائے گئے، یہ اُسی وقت ہیں کہ بدن یا کپڑے میں لگے

---

(1) الفتاوی الهندیة، کتاب الطهارة، الباب السابع في النجاسة وأحكامها، الفصل الثاني، ج۱، ص۴۷، وغیرہ

(2) الفتاوی الهندیة، کتاب الطهارة، الباب السابع في النجاسة وأحكامها، الفصل الثاني، ج۱، ص۴۶۔

والدر المختار ورد المحتار، کتاب الطهارة، باب الأنجاس، مبحث في بول الفأرة... إلخ، ج۱، ص۵۷۸

اور اگر کسی پتلی چیز جیسے پانی یا سرکہ میں گرے تو چاہے غلیظہ ہو یا خفیفہ، کُل ناپاک ہو جائے گی اگرچہ ایک قطرہ گرے جب تک وہ پتلی چیز حدِ کثرت پر یعنی دَہ دردَہ نہ ہو۔(3)

---

(3) اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:
جس کی مساحت سطح بالائی دہ دردہ یعنی اُس کے طول وعرض کا مسطح سو ہاتھ ہو اور گہرا اتنا کہ لپ میں پانی لینے سے زمین نہ کھلے وہ کثیر ہے ہمارے ائمہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کا اصل مذہب وہی قول اول ہے اور عام متون مذہب نے قول ثانی اختیار کیا اور بکثرت مشائخ اعلام نے اُس پر فتوی دیا بہر حال یہ قول بھی باقی تمام مذاہب کے اقوال سے زیادہ احتیاط رکھتا ہے ہاں اگر پانی مقدار کثیر سے کم ہے تو البتہ کتنی ہی ذرا سی نجاست اگرچہ خفیفہ کے گرنے یا کسی ایسے شخص کے نہانے سے جس کے بدن پر کچھ بھی نجاست حقیقیہ لگی تھی ضرور بالاتفاق ناپاک ہو جائیگا اور ہمارے جمیع ائمہ مذہب کے مذہب صحیح ومعتمد پر جبکہ اُس سے کوئی فرض طہارت ساقط ہو (مثلاً جنب نہائے یا محدث وضو کرے یا بضرورت طہارت مثلاً چلو میں پانی لینے کے سوا صاحب حدث کے کسی بے دھوئے عضو کا جسے دھونا ضرور تھا کوئی جُز کسی طرح اگرچہ بلا قصد اُس سے دُھل جائے) یا بہ نیت قربت استعمال میں لایا جائے (مثلاً باوضو آدمی وضوئے تازہ کی نیت سے اُس میں کسی عضو کو غوطہ دے کر دھوئے) سارا پانی مستعمل ہو جائیگا کہ پاک تو ہے مگر غسل ووضو کے قابل نہ رہا جب حوض (۱) صغیر میں یہ صورت واقع ہو تو اس کے مطہر کرنے کیلئے دو باتوں میں سے ایک کرنا چاہیے یا تو مطہر پانی مستعمل پر غالب کر دینا یا حوض کو لبریز کر کے مطہر پانی سے بہا دینا اول کی صورت یہ ہے کہ حوض میں خود ہی اُس شخص کے نہاتے یا بے دُھلا عضو بلا ضرورت ڈالتے وقت نصف حوض سے کم پانی تھا تو اب مطہر پانی سے بھر دیں کہ یہ مستعمل سے زیادہ ہو گیا اور اگر اس وقت نصف یا زیادہ حوض میں پانی تھا تو پہلے اتنا پانی نکال دیں کہ حوض کا اکثر حصّہ خالی ہو جائے پھر منہ تک بھر دیں مثلاً ہموار حوض کہ زیر وبالا یکساں مساحت رکھتا ہے دو گز گہرا ہے اور اس شخص کے نہاتے وقت اُس میں گز بھر پانی تھا تو پاؤ گرہ پانی نکال دیں اور سترہ گرہ تھا تو سوا گرہ کھینچ دیں کہ بہر حال سوا سولہ گرہ خالی اور پونے سولہ میں پانی رہے پھر نئے پانی سے لبالب بھر دیں اور دوم کی شکل یہ کہ حوض میں اُس وقت پانی کتنا ہی ہو اُس میں سے کچھ نہ نکالیں اور نیا پانی اُس میں پہنچاتے جائیں یہاں تک کہ کناروں سے اُبل کر بہ جائے یہ دوسرا طریقہ ناپاک حوض کے پاک کرنے میں بھی کفایت کرتا ہے جبکہ ناپاک چیز نکالنے کے قابل نکال کر پانی سے اُبال کر بہا دیں ظاہر ہے کہ اُس وقت حوض میں پانی نصف سے جتنا کم ہو پہلا طریقہ آسان تر ہوگا دو گز گہرے حوض میں اُس وقت چار ہی گرہ پانی تھا تو صرف چار گرہ پانی اور پہنچا کر چند ڈول زیادہ ڈال دیں کہ مستعمل سے مطہر اکثر ہو گیا اور اس وقت پانی نصف سے جتنا زائد ہو دوسرا طریقہ سہل تر ہوگا کہ اُس میں نکالنا کچھ نہ پڑے گا اور کم حصہ خالی ہے جسے بھر کر ابالنا ہوگا اور جہاں (۲) دونوں صورتیں دشواری وحرج صریح رکھتی ہوں وہاں اگر قول بعض علماء پر عمل کر کے اُس میں سے بیس ہی ڈول نکال دیں تو امید ہے کہ ان شاء اللہ تعالٰی اسی قدر کافی ہو یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر (اللہ تعالٰی تم پر آسانی چاہتا ہے تنگی نہیں چاہتا۔ت) اور سب سے زیادہ صورت ضرورت یہ ہے کہ وہاں کنواں نہ ہو مینہ سے حوض بھرتا ہو اور ہو گیا مستعمل اب اُس کے بہانے یا مستعمل پر مطہر بڑھانے کیلئے پانی کہاں سے لائیں لہٰذا اس صورت ثالثہ پر عمل ہوگا وباللہ التوفیق۔ (فتاوی رضویہ، جلد ۲، ص ۲۵۳ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

مسئلہ ۶: انسان کے بدن سے جو ایسی چیز نکلے کہ اس سے غسل یا وضو واجب ہو نجاستِ غلیظہ ہے، جیسے پاخانہ، پیشاب، بہتا خون، پیپ، بھر مونھ قے، حَیض و نفاس و اِستحاضہ کا خون، مَنی، مَذی، وَدی۔(4)

مسئلہ ۷: شہیدِ فقہی کا خون جب تک اس کے بدن سے جدا نہ ہو پاک ہے۔(5)

مسئلہ ۸: دُکھتی آنکھ سے جو پانی نکلے نجاست غلیظہ ہے۔ یوہیں ناف یا پستان سے درد کے ساتھ پانی نکلے نجاستِ غلیظہ ہے۔(6)

مسئلہ ۹: بلغمی رطوبت ناک یا مونھ سے نکلے نجس نہیں اگرچہ پیٹ سے چڑھے اگرچہ بیماری کے سبب ہو۔(7)

مسئلہ ۱۰: دودھ پیتے لڑکے اور لڑکی کا پیشاب نَجاستِ غلیظہ ہے۔(8) یہ جو اکثر عوام میں مشہور ہے کہ دودھ پیتے بچوں کا پیشاب پاک ہے محض غلط ہے۔

---

(4) البحرالرائق، کتاب الطہارۃ، باب الانجاس، ج۱، ص۳۹۸۔

(5) اعلیٰ حضرت، امامِ اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

کیا آپ کو معلوم نہیں کہ شہید کا خون جب تک اس پر ہے پاک ہے لہذا اس کو اٹھانے والے کی نماز جائز ہوگی لیکن جب یہ خون اٹھانے والے کے بدن یا کپڑے کو اتنی مقدار میں لگ جائے جو نماز کے لئے مانع ہو تو نماز جائز نہ ہوگی کیونکہ وہ خون شہید سے جدا ہو کر دوسری جگہ منتقل ہوگیا ہے لہذا ظاہر نظر میں یہاں بھی یہی صورت ہے لیکن فتاوی میں یہ حکم ایسے ہی مذکور چلا آرہا ہے مگر کسی نے اس طرف توجہ نہیں کی، غور کرو اور چھان بین کرو، ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے بعد کوئی حل نکال دے واللہ تعالیٰ اعلم۔

(غنیۃ المستملی، باب الانجاس، سہیل اکیڈمی لاہور، ص۱۵۰)(فتاوی رضویہ، جلد ۳، ص۱۸۷ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(6) الدرالمختار، باب المریض، مجتبائی دہلی، ۱/ ۱۰۴

(7) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطہارۃ، الباب الأول في الوضوء، الفصل الأول، ج۱، ص۴۔

اعلیٰ حضرت، امامِ اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

وقال المحقق فی الفتح تحت قول الھدایۃ ان قاء بلغما فغیر ناقض وقال ابو یوسف ناقض لانہ نجس بالمجاورۃ ولھما انہ لزج لا تتخللہ النجاسۃ وما یتصل بہ قلیل والقلیل فی القیئ غیر ناقض مانصہ

ہدایہ کی عبارت ہے: اگر بلغم کی قے کی تو وہ ناقض نہیں اور امام ابو یوسف نے فرمایا ناقض ہے اس لئے کہ اتصال کی وجہ سے وہ نجس ہے اور طرفین کی دلیل یہ ہے کہ وہ لیس دار ہے جس میں نجاست سرایت نہیں کر پاتی اور جو کچھ اس سے لگا ہوا ہے وہ قلیل ہے اور قے میں قلیل غیر ناقض ہے (فتاوی رضویہ، جلد ۱۔ا، ص۷۷۴ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(8) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطہارۃ، الباب السابع، الفصل الثانی، ج۱، ص۴۶

مسئلہ ۱۱: شیر خوار بچے نے دودھ ڈال دیا اگر بھر مونھ ہے نجاستِ غلیظہ ہے۔(9)

مسئلہ ۱۲: خشکی کے ہر جانور کا بہتا خون، مردار کا گوشت اور چربی (یعنی وہ جانور جس میں بہتا ہوا خون ہوتا ہے اگر بغیر ذبح شرعی کے مر جائے مردار ہے اگرچہ ذبح کیا گیا ہو جیسے مجوسی یا بُت پرست یا مُرتد کا ذبیحہ اگرچہ اس نے حلال جانور مثلاً بکری وغیرہ کو ذبح کیا ہو، اس کا گوشت پوست سب ناپاک ہوگیا اور اگر حرام جانور ذبح شرعی سے ذبح کر لیا گیا تو اس کا گوشت پاک ہوگیا اگرچہ کھانا حرام ہے سوا خنزیر کے کہ وہ نجس العین ہے کسی طرح پاک نہیں ہوسکتا) حرام چوپائے جیسے کتا، شیر، لومڑی، بلّی، چوہا، گدھا، خچر، ہاتھی، سوئر کا پاخانہ، پیشاب اور گھوڑے کی لید اور ہر حلال چوپایہ کا پاخانہ جیسے گائے بھینس کا گوبر، بکری اونٹ کی مینگنی اور جو پرند کہ اونچا نہ اُڑے اس کی بیٹ، جیسے مرغی اور بط چھوٹی ہو خواہ بڑی اور ہر قسم کی شراب اور نشہ لانے والی تاڑی اور سیندھی اور سانپ کا پاخانہ پیشاب اور اُس جنگلی سانپ اور مینڈک کا گوشت جن میں بہتا خون ہوتا ہے اگرچہ ذبح کیے گئے ہوں۔ یوہیں ان کی کھال اگرچہ پکالی گئی ہو اور سوئر کا گوشت اور ہڈی اور بال اگرچہ ذبح کیا گیا ہو یہ سب نجاستِ غلیظہ ہیں۔

مسئلہ ۱۳: چھپکلی یا گرگٹ کا خون نجاستِ غلیظہ ہے۔

مسئلہ ۱۴: انگور کا شیرہ کپڑے پر پڑا تو اگرچہ کئی دن گزر جائیں کپڑا پاک ہے۔

مسئلہ ۱۵: ہاتھی کے سُونڈ کی رطوبت اور شیر، کتے، چیتے اور دوسرے درندے چوپایوں کا لُعاب نجاستِ غلیظہ ہے۔(10)

مسئلہ ۱۶: جن جانوروں کا گوشت حلال ہے (جیسے گائے، بیل، بھینس، بکری، اونٹ وغیرہا) ان کا پیشاب نیز گھوڑے کا پیشاب اور جس پرند کا گوشت حرام ہے، خواہ شکاری ہو یا نہیں، (جیسے کوا، چیل، شکرا، باز، بہری) اس کی بیٹ نجاستِ خفیفہ ہے۔(11)

مسئلہ ۱۷: چمگادڑ کی بیٹ اور پیشاب دونوں پاک ہیں۔(12)

مسئلہ ۱۸: جو پرند حلال اُونچے اُڑتے ہیں جیسے کبوتر، مینا، مرغابی، قاز، ان کی بیٹ پاک ہے۔(13)

---

(9) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطھارۃ، الباب السادس في الدماء المختصۃ بالنساء، الفصل الرابع، ج۱، ص۴۱

(10) البحر الرائق، کتاب الطھارۃ، باب الأنجاس، ج۱، ص۳۹۸

(11) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطھارۃ، الباب السابع في النجاسۃ وأحکامھا، الفصل الثاني، ج۱، ص۴۸.

ونور الایضاح ومراقي الفلاح، کتاب الطھارۃ، باب الانجاس، ص۳۷

(12) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطھارۃ، الباب السابع في النجاسۃ وأحکامھا، الفصل الثاني، ج۱، ص۴۶

(13) الدر المختار، کتاب الطھارۃ، باب الانجاس، ج۱، ص۵۷۴

مسئلہ ١٩: ہر چوپائے کی جگالی کا وہی حکم ہے جو اس کے پاخانہ کا۔ (14)

مسئلہ ٢٠: ہر جانور کے پتّے کا وہی حکم ہے (15) جو اس کے پیشاب کا، حرام جانوروں کا پتّا نجاستِ غلیظہ اور حلال کا نجاستِ خفیفہ ہے۔ (16)

مسئلہ ٢١: نجاستِ غلیظہ خفیفہ میں مِل جائے تو کُل غلیظہ ہے۔ (17)

مسئلہ ٢٢: مچھلی اور پانی کے دیگر جانوروں اور کھٹمل اور مچھر کا خون اور خچر اور گدھے کا لعاب اور پسینہ پاک ہے۔ (18)

مسئلہ ٢٣: پیشاب کی نہایت باریک چھینٹیں سوئی کی نوک برابر کی بدن یا کپڑے پر پڑ جائیں تو کپڑا اور بدن پاک رہے گا۔ (19)

مسئلہ ٢٤: جس کپڑے پر پیشاب کی ایسی ہی باریک چھینٹیں پڑ گئیں، اگر وہ کپڑا پانی میں پڑ گیا تو پانی بھی ناپاک نہ ہوگا۔

مسئلہ ٢٥: جو خون زخم سے بہانہ ہو پاک ہے۔ (20)

مسئلہ ٢٦: گوشت، تلی، کلیجی میں جو خون باقی رہ گیا پاک ہے اور اگر یہ چیزیں بہتے خون میں سَن جائیں تو ناپاک ہیں بغیر دھوئے پاک نہ ہوں گی۔ (21)

مسئلہ ٢٧: جو بچہ مُردہ پیدا ہوا اس کو گود میں لے کر نماز پڑھی، اگرچہ اس کو غُسل دے لیا ہو نماز نہ ہوگی اور اگر زندہ پیدا ہو کر مر گیا اور بے نہلائے گود میں لے کر نماز پڑھی جب بھی نہ ہوگی، ہاں اگر اس کو غُسل دے کر گود میں لیا تھا تو ہو جائے گی مگر خلافِ مستحب ہے۔ یہ اَحکام اس وقت ہیں کہ مسلمان کا بچہ ہو اور کافر کا مُردہ بچہ ہے، تو کسی حال میں نماز

---

(14) البحر الرائق، کتاب الطہارۃ، باب الانجاس، ج١، ص٤٠٠، وغیرہ

(15) الدر المختار، کتاب الطہارۃ، باب الانجاس، فصل الاستنجاء، ج١، ص٦٢٠

(16) الدر المختار ورد المحتار، کتاب الطہارۃ، باب الانجاس، فصل الاستنجاء، ج١، ص٦٢٠

(17) الدر المختار ورد المحتار، کتاب الطہارۃ، باب الانجاس، مبحث في بول الفارۃ... إلخ، ج١، ص٥٧٧

(18) الدر المختار ورد المحتار، کتاب الطہارۃ، باب الانجاس، مبحث في بول الفارۃ... إلخ، ج١، ص٥٧٩، وغیرہ

(19) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطہارۃ، الباب السابع في النجاسۃ وأحکامھا، الفصل الثاني، ج١، ص٤٦

(20) الفتاوی الرضویۃ، ج١، ص٢٨٠

(21) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطہارۃ، الباب السابع في النجاسۃ وأحکامھا، الفصل الثاني، ج١، ص٤٦

نہ ہوئی غسل دیا ہو یا نہیں۔(22)

مسئلہ ۲۸: اگر نماز پڑھی اور جیب وغیرہ میں شیشی ہے اور اس میں پیشاب یا خون یا شراب ہے تو نماز نہ ہوگی اور جیب میں انڈا ہے اور اس کی زردی خون ہو چکی ہے تو نماز ہو جائے گی۔(23)

مسئلہ ۲۹: روئی کا کپڑا اُدھیڑا گیا اور اس کے اندر چوہا سوکھا ہوا ملا، تو اگر اس میں سوراخ ہے تو تین دن تین راتوں کی نمازوں کا اعادہ کرلے اور سوراخ نہ ہو تو جتنی نمازیں اس سے پڑھی ہیں سب کا اعادہ کرے۔(24)

مسئلہ ۳۰: کسی کپڑے یا بدن پر چند جگہ نجاستِ غلیظہ لگی اور کسی جگہ درہم کے برابر نہیں مگر مجموعہ درہم کے برابر ہے، تو درہم کے برابر سمجھی جائے گی اور زائد ہے تو زائد، نجاستِ خفیفہ میں بھی مجموعہ ہی پر حکم دیا جائے گا۔(25)

مسئلہ ۳۱: حرام جانوروں کا دودھ نجس ہے، البتہ گھوڑی کا دودھ پاک ہے مگر کھانا جائز نہیں۔

مسئلہ ۳۲: چوہے کی مینگنی گیہوں میں مل کر پس گئی یا تیل میں پڑگئی تو آٹا اور تیل پاک ہے، ہاں اگر مزے میں فرق آجائے تو نجس ہے اور اگر روٹی کے اندر ملی تو اس کے آس پاس سے تھوڑی سی الگ کردیں باقی میں کچھ حرج نہیں۔(26)

مسئلہ ۳۳: ریشم کے کیڑے کی بیٹ اور اس کا پانی پاک ہے۔(27)

مسئلہ ۳۴: ناپاک کپڑے میں پاک کپڑا یا پاک میں ناپاک کپڑا لپیٹا اور اس ناپاک کپڑے سے یہ پاک کپڑا نم ہوگیا تو ناپاک نہ ہوگا بشرطیکہ نجاست کا رنگ یا بو اس پاک کپڑے میں ظاہر نہ ہو، ورنہ نم ہو جانے سے بھی ناپاک ہو جائے گا، ہاں اگر بھیگ جائے تو ناپاک ہو جائے گا اور یہ اسی صورت میں ہے کہ وہ ناپاک کپڑا پانی سے تر ہوا ہو اور اگر پیشاب یا شراب کی تری اس میں ہے تو وہ پاک کپڑا نم ہو جانے سے بھی نجس ہو جائے گا اور اگر ناپاک کپڑا سوکھا تھا اور پاک تر تھا اور اس پاک کی تری سے وہ ناپاک تر ہوگیا اور اس ناپاک کو اتنی تری پہنچی کہ اس سے چھوٹ کر اس پاک کو لگی تو یہ ناپاک ہوگیا ورنہ نہیں۔(28)

---

(22) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الطہارۃ، فصل في البئر، ج۱، ص۴۰۸

(23) غنیۃ المستملي، فصل في الآسار، ص۱۹۷.

(24) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الطہارۃ، فصل في البئر، ج۱، ص۴۲۱

(25) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الطہارۃ، مطلب: إذا صرح... إلخ، ج۱، ص۵۸۲

(26) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطہارۃ، الباب السابع في النجاسۃ وأحکامھا، الفصل الثاني، ج۱، ص۴۶، ۴۸

(27) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطہارۃ، الباب السابع في النجاسۃ وأحکامھا، الفصل الثاني، ج۱، ص۴۶

(28) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الطہارۃ، باب الانجاس، فصل الاستنجاء، مطلب في الفرق بین الاستبراء... إلخ، ج۱، ص۶۱۷

مسئلہ ۳۵: بھیگے ہوئے پاؤں نجس زمین یا بچھونے پر رکھے تو ناپاک نہ ہوں گے، اگرچہ پاؤں کی تری کا اس پر دھبہ محسوس ہو، ہاں اگر اس زمین یا بچھونے کو اتنی تری پہنچی کہ اس کی تری پاؤں کو لگی تو پاؤں نجس ہو جائیں گے۔(29)

مسئلہ ۳۶: بھیگی ہوئی ناپاک زمین یا نجس بچھونے پر سوکھے ہوئے پاؤں رکھے اور پاؤں میں تری آگئی تو نجس ہو گئے اور سیل ہے تو نہیں۔(30)

مسئلہ ۳۷: جس جگہ کو گوبر سے لیسا اور وہ سوکھ گئی بھیگا کپڑا اس پر رکھنے سے نجس نہ ہوگا، جب تک کپڑے کی تری اسے اتنی نہ پہنچے کہ اس سے چھوٹ کر کپڑے کو لگے۔(31)

مسئلہ ۳۸: نجس کپڑا پہن کر یا نجس بچھونے پر سویا اور پسینہ آیا، اگر پسینہ سے وہ ناپاک جگہ بھیگ گئی پھر اُس سے بدن تر ہو گیا تو ناپاک ہو گیا ورنہ نہیں۔(32)

مسئلہ ۳۹: ناپاک چیز پر ہوا ہو کر گزری اور بدن یا کپڑے کو لگی تو ناپاک نہ ہوگا۔(33)

مسئلہ ۴۰: میانی تر تھی اور ہوا نکلی تو کپڑا نجس نہ ہوگا۔(34)

مسئلہ ۴۱: ناپاک چیز کا دھواں کپڑے یا بدن کو لگے تو ناپاک نہیں۔ یوہیں ناپاک چیز کے جلانے سے جو بخارات اُٹھیں ان سے بھی نجس نہ ہوگا اگرچہ ان سے پورا کپڑا بھیگ جائے، ہاں اگر نجاست کا اثر اس میں ظاہر ہو تو نجس ہو جائے گا۔(35)

مسئلہ ۴۲: اُپلے کا دُھواں روٹی میں لگا تو روٹی ناپاک نہ ہوئی۔

مسئلہ ۴۳: کوئی نجس چیز دَہ دردَہ پانی میں پھینکی اور اس پھینکنے کی وجہ سے پانی کی چھینٹیں کپڑے پر پڑیں کپڑا نجس نہ ہوگا، ہاں اگر معلوم ہو کہ یہ چھینٹیں اس نجس شے کی ہیں تو اس صورت میں نجس ہو جائے گا۔(36)

---

(29) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطہارۃ، الباب السابع في النجاسۃ وأحکامھا، الفصل الثاني، ج۱، ص ۴۷

(30) المرجع السابق

(31) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطہارۃ، الباب السابع في النجاسۃ وأحکامھا، الفصل الثاني، ج۱، ص ۴۷

(32) المرجع السابق

(33) المرجع السابق

(34) المرجع السابق

(35) المرجع السابق

(36) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطہارۃ، الباب السابع في النجاسۃ وأحکامھا، الفصل الثاني، ج۱، ص ۴۷

مسئلہ ۴۴: پاخانہ پر سے مکھیاں اُڑ کر کپڑے پر بیٹھیں کپڑا نجس نہ ہوگا۔(37)

مسئلہ ۴۵: راستہ کی کیچڑ پاک ہے جب تک اس کا نجس ہونا معلوم نہ ہو، تو اگر پاؤں یا کپڑے میں لگی اور بے دھوئے نماز پڑھ لی ہوگئی مگر دھو لینا بہتر ہے۔(38)

مسئلہ ۴۶: سڑک پر پانی چھڑ کا جارہا تھا، زمین سے چھینٹیں اُڑ کر کپڑے پر پڑیں، کپڑا نجس نہ ہوا مگر دھو لینا بہتر ہے۔

مسئلہ ۴۷: آدمی کی کھال اگرچہ ناخن برابر تھوڑے پانی (یعنی دہ در دہ سے کم) میں پڑ جائے، وہ پانی ناپاک ہوگیا اور خود ناخن گر جائے تو ناپاک نہیں۔(39)

مسئلہ ۴۸: بعد پاخانہ پیشاب کے ڈھیلوں سے استنجا کرلیا، پھر اس جگہ سے پسینہ نکل کر کپڑے یا بدن میں لگا تو بدن اور کپڑے ناپاک نہ ہوں گے۔(40)

مسئلہ ۴۹: پاک مٹی میں ناپاک پانی ملایا تو نجس ہوگئی۔(41)

مسئلہ ۵۰: مٹی میں ناپاک بھس ملایا، اگر تھوڑا ہو تو مطلقاً پاک ہے اور جو زیادہ ہو تو جب تک خشک نہ ہو، ناپاک ہے۔(42)

مسئلہ ۵۱: کُتا بدن یا کپڑے سے چھو جائے، تو اگرچہ اس کا جسم تر ہو بدن اور کپڑا پاک ہے، ہاں اگر اس کے بدن پر نجاست لگی ہو تو اور بات ہے یا اس کا لُعاب لگے تو ناپاک کر دے گا۔(43)

مسئلہ ۵۲: کُتے وغیرہ کسی ایسے جانور نے جس کا لُعاب ناپاک ہے آٹے میں مونھ ڈالا، تو اگر گُندھا ہوا تھا تو جہاں اس کا مونھ پڑا، اس کو علیحدہ کردے باقی پاک ہے اور سُوکھا تھا تو جتنا تر ہوگیا وہ پھینک دے۔

---

(37) المحيط البرهاني، كتاب الطهارات، الفصل السابع في النجاسات وأحكامها، ج۱، ص۲۱۶
والفتاوی الهندية، كتاب الطهارة، الباب السابع في النجاسة وأحكامها، الفصل الثاني، ج۱، ص۴۷

(38) الدر المختار ورد المحتار، كتاب الطهارة، مطلب في العفو عن طين الشارع، ج۱، ص۵۸۳

(39) منية المصلي، بيان النجاسة، ص۱۰۸

(40) الفتاوی الهندية، كتاب الطهارة، الباب السابع في النجاسة وأحكامها، الفصل الثالث، ج۱، ص۴۸

(41) المرجع السابق، الفصل الثاني، ص۴۷

(42) المرجع السابق

(43) الفتاوی الرضوية، ج۴، ص۴۰۱۔
والفتاوی الهندية، كتاب الطهارة، الباب السابع في النجاسة وأحكامها، ج۱، ص۴۸

مسئلہ ۵۳: آبِ مُستَعمَل پاک ہے نوشادر پاک ہے۔(44)

مسئلہ ۵۴: سوا سوئر کے تمام جانوروں کی وہ ہڈی جس پر مردار کی چکنائی نہ لگی ہو اور بال اور دانت پاک ہیں۔(45)

مسئلہ ۵۵: عورت کے پیشاب کے مقام سے جو رطوبت نکلے پاک ہے۔(46) کپڑے یا بدن میں لگے تو دھونا کچھ ضرور نہیں ہاں بہتر ہے۔

مسئلہ ۵۶: جو گوشت سَڑ گیا، بدبُو لے آیا اس کا کھانا حرام ہے اگرچہ نجس نہیں۔(47)

❁❁❁❁❁

(44) نور الایضاح، کتاب الطہارۃ، ص ۳، ورد المحتار، کتاب الطہارۃ، باب الانجاس، مطلب في العرقي الذی یستقطر من دردی الخمر نجس حرام بخلاف النوشادر، ج ۱، ص ۵۸۴

(45) الدر المختار ورد المحتار، کتاب الطہارۃ، باب المیاہ، ج ۱، ص ۳۹۹۔ والفتاوی الرضویۃ، ج ۴، ص ۴۷۱۔

(46) الدر المختار ورد المحتار، کتاب الطہارۃ، باب الانجاس، ج ۱، ص ۵۶۶۔

(47) الدر المختار ورد المحتار، کتاب الطہارۃ، باب الانجاس، مطلب في الفرق بین الاستبراء... إلخ، ج ۱، ص ۶۲۰۔

نجس چیزوں کے پاک کرنے کا طریقہ

جو چیزیں ایسی ہیں کہ وہ خود نجس ہیں (جن کو ناپاکی اور نجاست کہتے ہیں) جیسے شراب یا غلیظ، ایسی چیزیں جب تک اپنی اصل کو چھوڑ کر کچھ اور نہ ہو جائیں پاک نہیں ہوسکتیں، شراب جب تک شراب ہے نجس ہی رہے گی اور سرکہ ہو جائے تو اب پاک ہے۔

مسئلہ ۱: جس برتن میں شراب تھی اور سرکہ ہوگئی وہ برتن بھی اندر سے اتنا پاک ہوگیا جہاں تک اس وقت سرکہ ہے، اگر اُوپر شراب کی چھینٹیں پڑی تھیں، تو وہ شراب کے سرکہ ہونے سے پاک نہ ہوگی۔ یوہیں اگر شراب مثلاً مونھ تک بھری تھی، پھر کچھ گر گئی کہ برتن تھوڑا خالی ہوگیا اس کے بعد سرکہ ہوئی تو یہ اوپر کا حصہ جو پہلے ناپاک ہو چکا تھا پاک نہ ہوگا۔ اگر سرکہ اس سے انڈیلا جائے گا تو وہ سرکہ بھی ناپاک ہو جائے گا، ہاں اگر پلی (ہینڈ پمپ) وغیرہ سے نکال لیا جائے تو پاک ہے اور پیاز، لہسن شراب میں پڑ گئے تھے سرکہ ہونے کے بعد پاک ہو گئے

مسئلہ ۲: شراب میں چوہا گر کر پھول پَھٹ گیا تو سرکہ ہونے کے بعد بھی پاک نہ ہوگا اور اگر پھولا پھٹا نہیں تھا تو اگر سرکہ ہونے سے پہلے نکال کر پھینک دیا اس کے بعد سرکہ ہوئی تو پاک ہے اور اگر سرکہ ہونے کے بعد نکال کر پھینکا تو سرکہ بھی ناپاک ہے۔(1)

مسئلہ ۳: شراب میں پیشاب کا قطرہ گر گیا یا کُتے نے مونھ ڈال دیا یا ناپاک سرکہ ملا دیا تو سرکہ ہونے کے بعد بھی حرام ونجس ہے۔(2)

مسئلہ ۴: شراب کو خریدنا یا منگانا یا اُٹھانا یا رکھنا حرام ہے اگرچہ سرکہ کرنے کی نیت سے ہو۔

مسئلہ ۵: نجس جانور نمک کی کان میں گر کر نمک ہوگیا تو وہ نمک پاک وحلال ہے۔(3)

مسئلہ ۶: اُپلے کی راکھ پاک ہے(4) اور اگر راکھ ہونے سے قبل بُجھ گیا تو ناپاک۔

مسئلہ ۷: جو چیزیں بذاتہٖ نجس نہیں بلکہ کسی نجاست کے لگنے سے ناپاک ہوئیں، ان کے پاک کرنے کے مختلف

---

(1) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطہارۃ، الباب السابع فی النجاسۃ وأحکامھا، الفصل الأول، ج۱، ص۴۵۔

(2) المرجع السابق

(3) المرجع السابق

(4) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطہارۃ، الباب السابع فی النجاسۃ وأحکامھا، الفصل الأول، ج۱، ص۴۴

طریقے ہیں پانی اور ہر رقیق بہنے والی چیز سے (جس سے نَجاست دور ہو جائے) دھو کر نجس چیز کو پاک کر سکتے ہیں، مثلاً سرکہ اور گلاب کہ ان سے نَجاست کو دور کر سکتے ہیں تو بدن یا کپڑا ان سے دھو کر پاک کر سکتے ہیں۔

فائدہ: بغیر ضرورت گلاب اور سرکہ وغیرہ سے پاک کرنا ناجائز ہے کہ فضول خرچی ہے۔

مسئلہ ۸: مُستعمَل پانی اور چائے سے دھوئیں پاک ہو جائے گا۔

مسئلہ ۹: تھوک سے اگر نَجاست دور ہو جائے پاک ہو جائے گا، جیسے بچے نے دودھ پی کر پستان پر قے کی، پھر کئی بار دودھ پیا یہاں تک کہ اس کا اثر جاتا رہا پاک ہو گئی (5) اور شرابی کے موبھ کا مسئلہ اوپر گزرا۔

مسئلہ ۱۰: دودھ اور شوربا اور تیل سے دھونے سے پاک نہ ہوگا کہ ان سے نَجاست دور نہ ہوگی۔ (6)

---

(5) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطہارۃ، الباب السابع فی النجاسۃ وأحکامھا، الفصل الاول، ج۱، ص۴۵

(6) تبیین الحقائق، کتاب الطہارۃ، باب الأنجاس، ج۱، ص۱۹۴

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

امام ابوالحسن میں ہے:

یجوز الطھارۃ بماء خالطہ شیء طاھر فغیر احد اوصافہ کماء المد والماء الذی اختلط بہ اللبن اوالزعفران اوالصابون اوالاشنان ۲؎۔

اُس پانی سے طہارت جائز ہے جس میں کوئی پاک چیز مل کر اُس کے کسی وصف کو بدل دے جیسے سیلاب کا پانی اور وہ پانی جس میں دودھ، زعفران، صابون یا اُشنان ملی ہو۔ (۲؎ قدوری، الطہارت، مجیدی کانپور، ص۶)

اس پر جوہرہ نیرہ میں ہے:

فان غیر وصفین فعلی اشارۃ الشیخ لایجوز الوضوء ولکن الصحیح انہ یجوز کذا فی المستصفی ۳؎۔

تو اگر وہ اس کے دو اوصاف کو بدل دے تو شیخ کے اشارہ کے مطابق اس سے وضو جائز نہیں، لیکن صحیح یہ ہے کہ جائز ہے کذا فی المستصفی۔

(۳؎ جوہرۃ نیرۃ، الطہارت، امدادیہ ملتان ۱/۱۴)

حلیہ میں ہے:

التقیید بأحد الاوصاف الثلثۃ فیہ نظر فقد نقل الشیخ حافظ الدین فی المستصفی عن شیخہ العلامۃ الکردری ان الروایہ الصحیحۃ خلافہ ۱؎۔

تین میں سے ایک وصف کے ساتھ مقید کرنے میں نظر ہے، کیونکہ شیخ حافظ الدین نے مستصفی میں اپنے شیخ علامہ کردری سے نقل کیا ہے کہ صحیح روایت اس کے برخلاف ہے۔ (۱؎ حلیہ)

←

مجتبیٰ شرح قدوری میں ہے:

مسئلہ ۱۱: نجاست اگر دلدار ہو (جیسے پاخانہ، گوبر، خون وغیرہ) تو دھونے میں گنتی کی کوئی شرط نہیں بلکہ اس کو دور کرنا ضروری ہے، اگر ایک بار دھونے سے دور ہو جائے تو ایک ہی مرتبہ دھونے سے پاک ہو جائے گا اور اگر چار پانچ مرتبہ دھونے سے دور ہو تو چار پانچ مرتبہ دھونا پڑے گا (7) ہاں اگر تین مرتبہ سے کم میں نجاست دور ہو جائے تو تین بار پورا کر لینا مستحب ہے۔

مسئلہ ۱۲: اگر نجاست دور ہو گئی مگر اس کا کچھ اثر رنگ یا بُو باقی ہے تو اسے بھی زائل کرنا لازم ہے، ہاں اگر اس کا اثر بدقت جائے تو اثر دور کرنے کی ضرورت نہیں تین مرتبہ دھو لیا پاک ہو گیا، صابون یا کھٹائی یا گرم پانی سے دھونے کی حاجت نہیں۔ (8)

مسئلہ ۱۳: کپڑے یا ہاتھ میں نجس رنگ لگا، یا ناپاک مہندی لگائی تو اتنی مرتبہ دھوئیں کہ صاف پانی گرنے لگے، پاک ہو جائے گا اگرچہ کپڑے یا ہاتھ پر رنگ باقی ہو۔ (9)

مسئلہ ۱۴: زعفران یا رنگ، کپڑا رنگنے کے لیے گھولا تھا اس میں کسی بچے نے پیشاب کر دیا یا اور کوئی نجاست پڑ گئی اس سے اگر کپڑا رنگ لیا تو تین بار دھو ڈالیں پاک ہو جائے گا۔

مسئلہ ۱۵: گودنا کہ سوئی چبھو کر اس جگہ سرمہ بھر دیتے ہیں، تو اگر خون اتنا نکلا کہ بہنے کے قابل ہو تو ظاہر ہے کہ وہ

قول المصنف فغيراحد اوصافه لايفيد التقييد به حتى لو تغيرت الاوصاف الثلثة بالاشنان اوالصابون اوالزعفران ولم يسلب اسم الماء عنه ولا معناه فانه يجوز التوضوبه ۲۔

مصنف کا قول فغیراحد اوصافہ اس کے ساتھ تقیید مفید نہیں ہے یہاں تک کہ اگر تینوں اوصاف اُشنان، صابون یا زعفران سے بدل گئے اور اُس سے نہ تو پانی کا نام سلب ہوا اور نہ معنی سلب ہوئے تو اس سے وضو جائز ہے۔

(۲۔ البنایہ شرح ہدایہ، باب الماء الذی یجوز بہ الوضوء، ملک سنز فیصل آباد، ۱/۱۸۹)

فتاوٰی امام قاضی خان میں ہے:

ماء صابون وحرض ان بقيت رقته ولطافته جاز التوضوء به ۳۔

(۳۔ فتاوٰی قاضی خان، فیمالا یجوز بہ التوضی، نولکشور لکھنؤ، ۱/۹)

صابون اور حرض (اُشنان جس سے کھانے کے بعد ہاتھ دھوتے ہیں) کے پانی کی رقت ولطافت اگر باقی رہی تو اس سے وضو جائز ہے۔

(فتاوٰی رضویہ، جلد ۲، ص ۵۶۷۔۵۶۸ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(7) الفتاوى الهندية، كتاب الطهارة، الباب السابع في النجاسة وأحكامها، الفصل الاول، ج۱، ص۴۱

(8) الفتاوى الهندية، الباب السابع في النجاسة وأحكامها، الفصل الاول، ج۱، ص۴۲

(9) فتح القدير، كتاب الطهارات، باب الانجاس وتطهيرها، ج۱، ص۱۸۴

خون ناپاک ہے اور سُرمہ کہ اس پر ڈالا گیا وہ بھی ناپاک ہو گیا، پھر اس جگہ کو دھو ڈالیں پاک ہو جائے گی اگرچہ ناپاک سُرمہ کا رنگ بھی باقی رہے۔ یوہیں زخم میں راکھ بھر دی، پھر دھولیا پاک ہو گیا اگرچہ رنگ باقی ہو۔

مسئلہ ۱۶: کپڑے یا بدن میں ناپاک تیل لگا تھا، تین مرتبہ دھو لینے سے پاک ہو جائے گا (10) اگرچہ تیل کی چکنائی موجود ہو، اس تکلّف کی ضرورت نہیں کہ صابون یا گرم پانی سے دھوئے لیکن اگر مردار کی چربی لگی تھی، تو جب تک اس کی چکنائی نہ جائے پاک نہ ہوگا۔

مسئلہ ۱۷: اگر نجاست رقیق ہو تو تین مرتبہ دھونے اور تینوں مرتبہ بقوت نچوڑنے سے پاک ہوگا اور قوت کے ساتھ نچوڑنے کے یہ معنی ہیں کہ وہ شخص اپنی طاقت بھر اس طرح نچوڑے کہ اگر پھر نچوڑے تو اس سے کوئی قطرہ نہ ٹپکے، اگر کپڑے کا خیال کر کے اچھی طرح نہیں نچوڑا تو پاک نہ ہوگا۔ (11)

مسئلہ ۱۸: اگر دھونے والے نے اچھی طرح نچوڑ لیا مگر ابھی ایسا ہے کہ اگر کوئی دوسرا شخص جو طاقت میں اس سے زِیادہ ہے نچوڑے تو دو ایک بوند ٹپک سکتی ہے، تو اس کے حق میں پاک اور دوسرے کے حق میں ناپاک ہے۔ اس دوسرے کی طاقت کا اعتبار نہیں، ہاں اگر یہ دھوتا اور اسی قدر نچوڑتا تو پاک نہ ہوتا۔ (12)

مسئلہ ۱۹: پہلی اور دوسری مرتبہ نچوڑنے کے بعد ہاتھ پاک کر لینا بہتر ہے اور تیسری بار نچوڑنے سے کپڑا بھی پاک ہو گیا اور ہاتھ بھی اور جو کپڑے میں اتنی تری رہ گئی ہو کہ نچوڑنے سے ایک آدھ بوند ٹپکے گی تو کپڑا اور ہاتھ دونوں ناپاک ہیں۔ (13)

---

(10) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الطہارۃ، باب الانجاس، مطلب في حکم الصبغ... إلخ، ج۱، ص۵۹۱

(11) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطھارۃ، الباب السابع في النجاسۃ وأحکامھا، الفصل الاول، ج۱، ص۴۲.
والدرالمختار وردالمحتار، کتاب الطھارۃ، باب الانجاس، مطلب في حکم الوشم، ج۱، ص۵۹۴، وغیرھما

(12) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الطھارۃ، باب الانجاس، ج۱، ص۵۹۴

(13) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطھارۃ، الباب السابع في النجاسۃ وأحکامھا، الفصل الاول، ج۱، ص۴۲.

ناپاک کپڑے پاک کرنے کا آسان طریقہ

میرے شیخ طریقت، امیرِ اہلسنّت، بانیٔ دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطّار قادری رضوی ضیائی دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ اپنی کتاب: کپڑے پاک کرنے کا طریقہ مع نجاستوں کا بیان، میں لکھتے ہیں:

کپڑے پاک کرنے کا ایک آسان طریقہ یہ بھی ہے کہ بالٹی میں ناپاک کپڑے ڈال کر اُوپر سے نل کھول دیجئے، کپڑوں کو ہاتھ یا کسی سلاخ وغیرہ سے اِس طرح ڈبوئے رکھئے کہ کہیں سے کپڑے کا کوئی حصہ پانی کے باہر اُبھرا ہوا نہ رہے۔ جب بالٹی کے اُوپر سے اُبل کر اتنا پانی بہ جائے کہ ظنِ غالب آ جائے کہ پانی نجاست کو بہا کر لے گیا ہوگا تو اب وہ کپڑے اور بالٹی کا پانی نیز ہاتھ یا سلاخ کا جتنا حصّہ پانی کے اندر تھا ←

مسئلہ ۲۰: پہلی یا دوسری بار ہاتھ پاک نہیں کیا اور اس کی تری سے کپڑے کا پاک حصہ بھیگ گیا تو یہ بھی ناپاک ہوگیا، پھر اگر پہلی بار کے نچوڑنے کے بعد بھیگا ہے تو اسے دو مرتبہ دھونا چاہیے اور دوسری مرتبہ نچوڑنے کے بعد ہاتھ کی تری سے بھیگا ہے تو ایک مرتبہ دھویا جائے۔ یوہیں اگر اس کپڑے سے جو ایک مرتبہ دھو کر نچوڑ لیا گیا ہے، کوئی پاک کپڑا بھیگ جائے تو یہ دو بار دھویا جائے اور اگر دوسری مرتبہ نچوڑنے کے بعد اس سے وہ کپڑا بھیگا تو ایک بار دھونے سے پاک ہو جائے گا۔

مسئلہ ۲۱: کپڑے کو تین مرتبہ دھو کر ہر مرتبہ خوب نچوڑ لیا ہے کہ اب نچوڑنے سے نہ ٹپکے گا، پھر اس کو لٹکا دیا اور اس سے پانی ٹپکا تو یہ پانی پاک ہے اور اگر خوب نہیں نچوڑا تھا تو یہ پانی ناپاک ہے۔

مسئلہ ۲۲: دودھ پیتے لڑکے اور لڑکی کا ایک ہی حکم ہے کہ ان کا پیشاب کپڑے یا بدن میں لگا ہے، تو تین بار دھونا اور نچوڑنا پڑے گا۔

مسئلہ ۲۳: جو چیز نچوڑنے کے قابل نہیں ہے (جیسے چٹائی، برتن، جوتا وغیرہ) اس کو دھو کر چھوڑ دیں کہ پانی ٹپکنا موقوف ہو جائے، یوہیں دو مرتبہ اور دھوئیں تیسری مرتبہ جب پانی ٹپکنا بند ہو گیا وہ چیز پاک ہو گئی اسے ہر مرتبہ کے بعد سُوکھانا ضروری نہیں۔ یوہیں جو کپڑا اپنی نازکی کے سبب نچوڑنے کے قابل نہیں اسے بھی یوہیں پاک کیا جائے۔(14)

مسئلہ ۲۴: اگر ایسی چیز ہو کہ اس میں نجاست جذب نہ ہوئی، جیسے چینی کے برتن، یا مٹی کا پرانا استعمالی چکنا برتن یا لوہے، تانبے، پیتل وغیرہ دھاتوں کی چیزیں تو اسے فقط تین بار دھو لینا کافی ہے، اس کی بھی ضرورت نہیں کہ اسے اتنی

سب پاک ہو گئے جبکہ کپڑے وغیرہ پر نجاست کا اثر باقی نہ ہو۔ اس عمل کے دوران یہ احتیاط ضروری ہے کہ پاک ہو جانے کے ظنِ غالب سے قبل ناپاک پانی کا ایک بھی چھینٹا آپ کے بدن یا کسی اور چیز پر نہ پڑے۔ بالٹی یا برتن کا اوپری کنارا یا اندرونی دیوار کا کوئی حصہ ناپاک پانی والا ہے اور زمین اتنی ہموار نہیں کہ بالٹی کے ہر طرف سے پانی ابھر کے نکلے اور مکمل کنارے وغیرہ دھل جائیں تو ایسی صورت میں کسی برتن کے ذریعے یا جاری پانی کے نل کے نیچے ہاتھ رکھ کر اس سے بالٹی وغیرہ کے چاروں طرف اس طرح پانی بہایئے کہ کنارے اور بقیہ اندرونی حصے بھی دُھل کر پاک ہو جائیں مگر یہ کام شروع ہی میں کر لیجئے کہیں پاک کپڑے دوبارہ ناپاک نہ کر بیٹھیں!

<u>بہتے نل کے نیچے دھونے میں نچوڑنا شرط نہیں</u>

فتاوٰی امجدیہ جلد 1 صفحہ 35 میں ہے کہ یہ (یعنی تین مرتبہ دھونے اور نچوڑنے کا) حکم اس وقت ہے جب تھوڑے پانی میں دھویا ہو، اور اگر حوضِ کبیر (یعنی دہ در دہ یا اس سے بڑے حوض، نہر، ندی، سمندر وغیرہ) میں دھویا ہو یا (نل، پائپ یا لوٹے وغیرہ کے ذریعے بہت سا پانی اس پر بہایا یا (دریا وغیرہ) بہتے پانی میں دھویا تو نچوڑنے کی شرط نہیں۔

(14) البحر الرائق، کتاب الطہارۃ، باب الأنجاس، ج ۱، ص ۴۱۳

دیر تک چھوڑ دیں کہ پانی ٹپکنا موقوف ہو جائے۔(15)

مسئلہ ۲۵: ناپاک برتن کو مٹی سے مانجھ لینا بہتر ہے۔

مسئلہ ۲۶: پکایا ہوا چمڑا ناپاک ہو گیا، تو اگر اسے نچوڑ سکتے ہیں تو نچوڑیں ورنہ تین مرتبہ دھوئیں اور ہر مرتبہ اتنی دیر تک چھوڑ دیں کہ پانی ٹپکنا موقوف ہو جائے۔(16)

مسئلہ ۲۷: دری یا ٹاٹ یا کوئی ناپاک کپڑا بہتے پانی میں رات بھر پڑا رہنے دیں پاک ہو جائے گا اور اصل یہ ہے کہ جتنی دیر میں یہ ظن غالب ہو جائے کہ پانی نجاست کو بہالے گیا پاک ہو گیا، کہ بہتے پانی سے پاک کرنے میں نچوڑنا شرط نہیں۔

مسئلہ ۲۸: کپڑے کا کوئی حصہ ناپاک ہو گیا اور یہ یاد نہیں کہ وہ کون سی جگہ ہے، تو بہتر یہی ہے کہ پورا ہی دھو ڈالیں (یعنی جب بالکل نہ معلوم ہو کہ کس حصہ میں ناپاکی لگی ہے اور اگر معلوم ہے کہ مثلاً آستین یا کلی نجس ہو گئی مگر یہ نہیں معلوم کہ آستین یا کلی کا کونسا حصہ ہے تو آستین یا کلی کا دھونا ہی پورے کپڑے کا دھونا ہے) اور اگر انداز سے سوچ کر اس کا کوئی حصہ دھولے جب بھی پاک ہو جائے گا اور جو بلا سوچے ہوئے کوئی ٹکڑا دھولیا جب بھی پاک ہے مگر اس صورت میں اگر چند نمازیں پڑھنے کے بعد معلوم ہو کہ نجس حصہ نہیں دھویا گیا تو پھر دھوئے اور نمازوں کا اعادہ کرے اور جو سوچ کر دھولیا تھا اور بعد کو غلطی معلوم ہوئی تو اب دھولے اور نمازوں کے اعادہ کی حاجت نہیں۔(17)

مسئلہ ۲۹: یہ ضروری نہیں کہ ایک دم تینوں بار دھوئیں، بلکہ اگر مختلف وقتوں بلکہ مختلف دنوں میں یہ تعداد پوری کی جب بھی پاک ہو جائے گا۔(18)

مسئلہ ۳۰: لوہے کی چیز جیسے چُھری، چاقو، تلوار وغیرہ جس میں نہ زنگ ہو نہ نقش و نگار نجس ہو جائے، تو اچھی طرح پونچھ ڈالنے سے پاک ہو جائے گی اور اس صورت میں نجاست کے دلدار یا پتلی ہونے میں کچھ فرق نہیں۔ یوہیں چاندی، سونے، پیتل، گلٹ اور ہر قسم کی دھات کی چیزیں پونچھنے سے پاک ہو جاتی ہیں بشرطیکہ نقشی نہ ہوں اور اگر نقشی ہوں یا لوہے میں زنگ ہو تو دھونا ضروری ہے پونچھنے سے پاک نہ ہوں گی۔(19)

---

(15) المرجع السابق، ص ۴۱۴

(16) الفتاوی الهندیة، کتاب الطهارة، الباب السابع في النجاسة وأحکامها، الفصل الاول، ج۱، ص ۴۳

(17) الفتاوی الهندیة، کتاب الطهارة، الباب السابع في النجاسة وأحکامها، الفصل الاول، ج۱، ص ۴۳، وغیرہ

(18) المرجع السابق

(19) المرجع السابق

مسئلہ ۳۱: آئینہ اور شیشے کی تمام چیزیں اور چینی کے برتن یا مٹی کے روغنی برتن یا پالش کی ہوئی لکڑی غرض وہ تمام چیزیں جن میں مسام نہ ہوں کپڑے یا پتے سے اس قدر پونچھ لی جائیں کہ اثر بالکل جاتا رہے پاک ہو جاتی ہیں(20)۔

مسئلہ ۳۲: منی کپڑے میں لگ کر خشک ہو گئی تو فقط مَل کر جھاڑنے اور صاف کرنے سے کپڑا پاک ہو جائے گا اگرچہ بعد مَلنے کے کچھ اس کا اثر کپڑے میں باقی رہ جائے۔(21)

مسئلہ ۳۳: اس مسئلہ میں عورت و مرد اور انسان و حیوان و تندرست و مریض جریان سب کی منی کا ایک حکم ہے۔(22)

مسئلہ ۳۴: بدن میں اگر منی لگ جائے تو بھی اسی طرح پاک ہو جائے گا۔(23)

مسئلہ ۳۵: پیشاب کر کے طہارت نہ کی پانی سے نہ ڈھیلے سے اور منی اس جگہ پر گزری جہاں پیشاب لگا ہے تو یہ مَلنے سے پاک نہ ہوگی بلکہ دھونا ضروری ہے اور اگر طہارت کر چکا تھا یا منی جست کر کے نکلی کہ اس موقع نجاست پر نہ گزری تو مَلنے سے پاک ہو جائے گی۔(24)

مسئلہ ۳۶: جس کپڑے کو مَل کر پاک کر لیا، اگر وہ پانی سے بھیگ جائے تو ناپاک نہ ہوگا۔(25)

مسئلہ ۳۷: اگر منی کپڑے میں لگی ہے اور اب تک تر ہے، تو دھونے سے پاک ہوگا مَلنا کافی نہیں۔(26)

مسئلہ ۳۸: موزے یا جوتے میں دلدار نجاست لگی، جیسے پاخانہ، گوبر، منی تو اگرچہ وہ نجاست تر ہو کھرچنے اور رگڑنے سے پاک ہو جائیں گے۔(27)

مسئلہ ۳۹: اور اگر مثل پیشاب کے کوئی پتلی نجاست لگی ہو اور اس پر مٹی یا راکھ یا ریتا وغیرہ ڈال کر رگڑ ڈالیں جب

---

(20) المرجع السابق

(21) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطہارۃ، الباب السابع فی النجاسۃ وأحکامھا، الفصل الاول، ج۱، ص۴۴

(22) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الطہارۃ، باب الانجاس، ج۱، ص۵۶۷

(23) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطہارۃ، الباب السابع فی النجاسۃ وأحکامھا، الفصل الاول، ج۱، ص۴۴

(24) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الطہارۃ، باب الانجاس، ج۱، ص۵۶۵، وغیرھا

(25) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطہارۃ، الباب السابع فی النجاسۃ وأحکامھا، الفصل الاول، ج۱، ص۴۴

(26) المرجع السابق

(27) المرجع السابق

بھی پاک ہوجائیں گے اور اگر ایسا نہ کیا یہاں تک کہ وہ نجاست سُوکھ گئی تو اب بے دھوئے پاک نہ ہوں گے۔(28)

مسئلہ ۴۰: ناپاک زمین اگر خشک ہوجائے اور نجاست کا اثر یعنی رنگ و بو جاتا رہے پاک ہوگئی، خواہ وہ ہوا سے سوکھی ہو یا دھوپ یا آگ سے مگر اس سے تیمم کرنا جائز نہیں نماز اس پر پڑھ سکتے ہیں۔(29)

مسئلہ ۴۱: جس کوئیں میں ناپاک پانی ہو پھر وہ کوآں سُوکھ جائے تو پاک ہوگیا۔

مسئلہ ۴۲: درخت اور گھاس اور دیوار اور ایسی اینٹ جو زمین میں جڑی ہو، یہ سب خشک ہوجانے سے پاک ہو گئے اور اگر اینٹ جڑی ہوئی نہ ہو تو خشک ہونے سے پاک نہ ہوگی بلکہ دھونا ضروری ہے۔ یوہیں درخت یا گھاس سوکھنے کے پیشتر کاٹ لیں تو طہارت کے لیے دھونا ضروری ہے۔(30)

مسئلہ ۴۳: اگر پتھر ایسا ہو جو زمین سے جدا نہ ہو سکے تو خشک ہونے سے پاک ہے ورنہ دھونے کی ضرورت ہے۔(31)

مسئلہ ۴۴: چکی کا پتھر خشک ہونے سے پاک ہوجائے گا۔(32)

مسئلہ ۴۵: کنکری جو زمین کے اوپر ہے خشک ہونے سے پاک نہ ہوگی اور جو زمین میں وصل ہے زمین کے حکم میں ہے۔(33)

مسئلہ ۴۶: جو چیز زمین سے متصل تھی اور نجس ہوگئی، پھر خشک ہونے کے بعد الگ کی گئی تو اب بھی پاک ہی ہے۔(34)

مسئلہ ۴۷: ناپاک مٹی سے برتن بنائے تو جب تک کچے ہیں ناپاک ہیں، بعد پختہ کرنے کے پاک ہوگئے۔(35)

مسئلہ ۴۸: تنور یا توے پر ناپاک پانی کا چھینٹا ڈالا اور آنچ سے اس کی تری جاتی رہی اب جو روٹی لگائی گئی پاک

---

(28) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الطہارۃ، باب الانجاس، ج۱، ص ۵۶۲

(29) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطہارۃ، الباب السابع فی النجاسۃ وأحکامھا، الفصل الاول، ج۱، ص ۴۴

(30) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطہارۃ، الباب السابع فی النجاسۃ وأحکامھا، الفصل الاول، ج۱، ص ۴۴۔
والفتاوی الخانیۃ، کتاب الطہارۃ، فصل فی النجاسۃ التی تصیب الثوب۔۔۔ إلخ، ج۱، ص ۱۲

(31) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطہارۃ، الباب السابع فی النجاسۃ وأحکامھا، الفصل الاول، ج۱، ص ۴۴۔

(32) النھر الفائق، کتاب الطہارۃ، باب الانجاس، ج۱، ص ۱۴۴

(33) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطہارۃ، الباب السابع فی النجاسۃ وأحکامھا، الفصل الاول، ج۱، ص ۴۴

(34) الفتاوی الخانیۃ، کتاب الطہارۃ، فصل فی النجاسۃ التی تصیب الثوب۔۔۔ إلخ، ج۱، ص ۱۲

(35) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطہارۃ، الباب السابع فی النجاسۃ وأحکامھا، الفصل الاول، ج۱، ص ۴۴

ہے۔(36)

مسئلہ ۴۹: اُپلے جلا کر کھانا پکانا جائز ہے۔(37)

مسئلہ ۵۰: جو چیز سوکھنے یا رگڑنے وغیرہ سے پاک ہوگئی، اس کے بعد بھیگ گئی تو ناپاک نہ ہوگی۔(38)

مسئلہ ۵۱: سُوَر کے سوا ہر جانور حلال ہو یا حرام جب کہ ذبح کے قابل ہو اور بسم اللہ کہہ کہ ذبح کیا گیا، تو اس کا گوشت اور کھال پاک ہے کہ نمازی کے پاس اگر وہ گوشت ہے یا اس کی کھال پر نماز پڑھی تو نماز ہو جائے گی مگر حرام جانور ذبح سے حلال نہ ہوگا حرام ہی رہے گا۔(39)

مسئلہ ۵۲: سُوَر کے سوا ہر مردار جانور کی کھال سکھانے سے پاک ہو جاتی ہے، خواہ اس کو کھاری نمک وغیرہ کسی دوا سے پکایا ہو یا فقط دھوپ یا ہوا میں سکھالیا ہو اور اس کی تمام رطوبت فنا ہو کر بدبو جاتی رہی ہو کہ دونوں صورتوں میں پاک ہو جائے گی اس پر نماز درست ہے۔(40)

مسئلہ ۵۳: درندے کی کھال اگرچہ پکالی گئی ہو نہ اس پر بیٹھنا چاہیے، نہ نماز پڑھنی چاہیے کہ مزاج میں سختی اور تکبر پیدا ہوتا ہے، بکری اور مینڈھے کی کھال پر بیٹھنے اور پہننے سے مزاج میں نرمی اور انکسار پیدا ہوتا ہے، کتے کی کھال اگرچہ پکالی گئی ہو یا وہ ذبح کر لیا گیا ہو استعمال میں نہ لانا چاہیے کہ آئمہ کے اختلاف اور عوام کی نفرت سے بچنا مناسب ہے۔

مسئلہ ۵۴: روئی کا اگر اتنا حصہ نجس ہے جس قدر دُھننے سے اُڑ جانے کا گمانِ صحیح ہو تو دُھننے سے پاک ہو جائے گی ورنہ بغیر دھوئے پاک نہ ہوگی، ہاں اگر معلوم نہ ہو کہ کتنی نجس ہے تو بھی دھننے سے پاک ہو جائے گی۔

مسئلہ ۵۵: غلّہ جب پیڑ (اناج صاف کرنے کی جگہ) میں ہو اور اس کی مالش کے وقت بیلوں نے اس پر پیشاب کیا، تو اگر چند شریکوں میں تقسیم ہوا یا اس میں سے مزدوری دی گئی یا خیرات کی گئی تو سب پاک ہو گیا اور اگر کُل بجنسہٖ موجود ہے تو ناپاک ہے، اگر اس میں سے اس قدر جس میں احتمال ہو سکے کہ اس سے زیادہ نجس نہ ہوگا دھو کر پاک کر لیں تو سب پاک ہو جائے گا۔

مسئلہ ۵۶: رانگ، سیسہ پگھلانے سے پاک ہو جاتا ہے۔

مسئلہ ۵۷: جمے ہوئے گھی میں چوہا گر کر مر گیا تو چوہے کے آس پاس سے نکال ڈالیں، باقی پاک ہے کھا سکتے

(36) المرجع السابق

(37) المرجع السابق

(38) المرجع السابق

(39) الفتاوی الخانیۃ، کتاب الطھارۃ، فصل في النجاسۃ التي تصیب الثوب... إلخ، ج۱، ص۱۱

(40) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الطھارۃ، باب المیاہ، مطلب في أحکام الدباغۃ، ج۱، ص۳۹۳۔۳۹۵، وغیرہ

تک اور اگر پتلا ہے تو سب ناپاک ہو گیا اس کا کھانا جائز نہیں، البتہ اس کام میں لا سکتے ہیں جس میں استعمالِ نَجاست ممنوع نہ ہو، تیل کا بھی یہی حکم ہے۔ (41)

مسئلہ ۵۸: شہد ناپاک ہو جائے تو اس کے پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اس سے زیادہ اس میں پانی ڈال کر اتنا جوش دیں کہ جتنا تھا اتنا ہی ہو جائے، تین مرتبہ یوہیں کریں پاک ہو جائے گا۔ (42)

مسئلہ ۵۹: ناپاک تیل کے پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اتنا ہی پانی اس میں ڈال کر خوب ہلائیں، پھر اوپر سے تیل نکال لیں اور پانی پھینک دیں، یوہیں تین بار کریں یا اس برتن میں نیچے سوراخ کر دیں کہ پانی بہ جائے اور تیل رہ جائے، یوں بھی تین مرتبہ میں پاک ہو جائے گا یا یوں کریں کہ اتنا ہی پانی ڈال کر اس تیل کو پکائیں یہاں تک کہ پانی جل جائے اور تیل رہ جائے ایسا ہی تین دفعہ میں پاک ہو جائے گا اور یوں بھی کہ پاک تیل یا پانی دوسرے برتن میں رکھ کر اس ناپاک اور اس پاک دونوں کی دھار ملا کر اوپر سے گرائیں مگر اس میں یہ ضرور خیال رکھیں کہ ناپاک کی دھار اس کی دھار سے کسی وقت جدا نہ ہو، نہ اس برتن میں کوئی قطرہ ناپاک کا پہلے سے پہنچا ہو نہ بعد کو ورنہ پھر ناپاک ہو جائے گا، بہتی ہوئی عام چیزیں، گھی وغیرہ کے پاک کرنے کے بھی یہی طریقے ہیں اور اگر گھی جما ہو، اسے پگھلا کر انھیں طریقوں میں سے کسی طریقہ پر پاک کریں اور ایک طریقہ ان چیزوں کے پاک کرنے کا یہ بھی ہے کہ پرنالے کے نیچے کوئی برتن رکھیں اور چھت پر سے اسی جنس کی پاک چیز یا پانی کے ساتھ اس طرح ملا کر بہائیں کہ پرنالے سے دونوں دھاریں ایک ہو کر گریں سب پاک ہو جائے گا یا اسی جنس یا پانی سے اُبال لیں پاک ہو جائے گا۔ (43)

مسئلہ ۶۰: جانماز میں ہاتھ، پاؤں، پیشانی اور ناک رکھنے کی جگہ کا نماز پڑھنے میں پاک ہونا ضروری ہے، باقی جگہ اگر نَجاست ہو نماز میں حرج نہیں، ہاں نماز میں نَجاست کے قرب سے بچنا چاہیے۔

مسئلہ ۶۱: کسی کپڑے میں نَجاست لگی اور وہ نَجاست اسی طرف رہ گئی، دوسری جانب اس نے اثر نہیں کیا تو اس کو لوٹ کر دوسری طرف جدھر نَجاست نہیں لگی ہے نماز نہیں پڑھ سکتے اگرچہ کتنا ہی موٹا ہو مگر جب کہ وہ نَجاست مَواضعِ سجود سے الگ ہو۔ (44)

مسئلہ ۶۲: جو کپڑا دو تہ کا ہو اگر ایک تہ اس کی نجس ہو جائے تو اگر دونوں ملا کر سی لیے گئے ہوں، تو دوسری تہ پر نماز

---

(41) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطہارۃ، الباب السابع فی النجاسۃ وأحکامھا، الفصل الاول، ج ۱، ص ۴۵

(42) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطہارۃ، الباب السابع فی النجاسۃ وأحکامھا، الفصل الاول، ج ۱، ص ۴۲.

(43) الفتاوی الرضویۃ، ج ۴، ص ۳۷۸۔ ۳۸۰

(44) غنیۃ المستملی، شرائط الصلاۃ، الشرط الثانی، ص ۲۰۲

جائز نہیں اور اگر سیلے نہ ہوں تو جائز ہے۔(45)

مسئلہ ۶۳: لکڑی کا تختہ ایک رُخ سے نجس ہو گیا تو اگر اتنا موٹا ہے کہ موٹائی میں چر سکے، تو لوٹ کر اس پر نماز پڑھ سکتے ہیں ورنہ نہیں۔(46)

مسئلہ ۶۴: جو زمین گوبر سے لیسی گئی اگرچہ سُوکھ گئی ہو اس پر نماز جائز نہیں، ہاں اگر وہ سُوکھ گئی اور اس پر کوئی موٹا کپڑا بچھالیا، تو اس کپڑے پر نماز پڑھ سکتے ہیں اگرچہ کپڑے میں تری ہو مگر اتنی تری نہ ہو کہ زمین بھیگ کر اس کو تر کردے کہ اس صورت میں یہ کپڑا نجس ہو جائے گا اور نماز نہ ہوگی۔

مسئلہ ۶۵: آنکھوں میں ناپاک سرمہ یا کاجل لگایا اور پھیل گیا تو دھونا واجب ہے اور اگر آنکھوں کے اندر ہی ہو باہر نہ لگا ہو تو معاف ہے۔

مسئلہ ۶۶: کسی دوسرے مسلمان کے کپڑے میں نَجاست لگی دیکھی اور غالب گمان ہے کہ اس کو خبر کریگا تو پاک کر لے گا تو خبر کرنا واجب ہے۔(47)

مسئلہ ۶۷: فاسقوں کے استعمالی کپڑے جن کا نجس ہونا معلوم نہ ہو پاک سمجھے جائیں گے مگر بے نمازی کے پاجامے وغیرہ میں اِحتیاط یہی ہے کہ رومالی پاک کرلی جائے کہ اکثر بے نمازی پیشاب کر کے ویسے ہی پاجامہ باندھ لیتے ہیں اور کفّار کے ان کپڑوں کے پاک کر لینے میں تو بہت خیال کرنا چاہیے۔

---

(45) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الصلوة، باب مایفسد الصلوة وما یکرہ فیھا، مطلب في التشبہ بأھل الکتاب، ج۲، ص۴۶۷

(46) غنیۃ المستملي، شرائط الصلاۃ، الشرط الثاني، ص۲۰۲

(47) الدرالمختار، کتاب الطہارۃ، باب الأنجاس، فصل الاستنجاء، ج۱، ص۶۲۲

استنجے کا بیان

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

(فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْاؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ) (1)

اس مسجد یعنی مسجد قبا شریف میں ایسے لوگ ہیں جو پاک ہونے کو پسند رکھتے ہیں اور اللہ دوست رکھتا ہے پاک ہونے والوں کو۔

حدیث ۱: سُنَن ابنِ ماجہ میں ابوایوب و جابر و انس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی، کہ جب یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اے گروہِ انصار! اللہ تعالیٰ نے طہارت کے بارے میں تمہاری تعریف کی، تو بتاؤ تمہاری طہارت کیا ہے۔ عرض کی نماز کے لیے ہم وضو کرتے ہیں اور جنابت سے غُسل کرتے ہیں اور پانی سے استنجا کرتے ہیں، فرمایا: تو وہ یہی ہے اس کا التزام رکھو۔ (2)

حدیث ۲: ابوداود و ابن ماجہ زید بن اَرقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: یہ پاخانے جِن اور شیاطین کے حاضر رہنے کی جگہ ہے تو جب کوئی بیت الخلا کو جائے یہ پڑھ لے۔

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ (3)

حدیث ۳: صحیحین میں یہ دعا یوں ہے۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ (4)

حدیث ۴: ترمذی کی روایت امیر المومنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یوں ہے کہ جِن کی آنکھوں اور بنی آدم کے سِتر میں پردہ یہ ہے کہ جب پاخانے کو جائے تو بِسْمِ اللّٰهِ کہہ لے۔ (5)

---

(1) پ۱۱، التوبۃ: ۱۰۸

(2) سنن ابن ماجہ، أبواب الطھارۃ، باب الاستنجاء بالماء، الحدیث: ۳۵۵، ج۱، ص۲۲۲

(3) سنن أبي داود، کتاب الطھارۃ، باب مایقول الرجل إذا دخل الخلاء، الحدیث: ٦، ج۱، ص۳٦

(4) صحیح البخاري، کتاب الوضوء، باب مایقول عند الخلاء، الحدیث: ۱۴۲، ج۱، ص۷۳۔

ترجمہ: اے اللہ میں تیری پناہ مانگتا ہوں پلیدی اور شیاطین سے۔

(5) جامع الترمذي، أبواب الصلاۃ، باب ماذکر من التسمیۃ عند دخول الخلاء، الحدیث: ٦۰٦، ج۲، ص۱۱۳

حدیث ۵: ترمذی و ابن ماجہ و دارمی ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب بیت الخلا سے باہر آتے یوں فرماتے: غُفْرَانَكَ. (6)

حدیث ۶: ابن ماجہ کی روایت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یوں ہے کہ جب بیت الخلا سے تشریف لاتے تو یہ فرماتے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَذْهَبَ عَنِّی الْاَذٰی وَعَافَانِیْ (7)

حدیث ۷: حصن حصین میں ہے کہ یوں فرماتے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَخْرَجَ مِنْ بَطْنِیْ مَا یَضُرُّنِیْ وَاَبْقٰی فِیْهِ مَا یَنْفَعُنِیْ (8)

حدیث ۸: متعدد کتب میں بکثرت صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: جب پاخانے کو جاؤ تو قبلہ کو نہ مونھ کرو، نہ پیٹھ اور عضوِ تناسل کو دہنے ہاتھ سے چھونے اور داہنے ہاتھ سے استنجا کرنے سے منع فرمایا۔ (9)

حدیث ۹: ابوداود و ترمذی و نسائی انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب بیت الخلا کو جاتے، انگوٹھی اُتار لیتے (10)، کہ اس میں نام مبارک کندہ تھا۔

حدیث ۱۰: ابو داود و ترمذی نے انھیں سے روایت کی، جب قضائے حاجت کا ارادہ فرماتے تو کپڑا نہ ہٹاتے تاوقتیکہ زمین سے قریب نہ ہو جائیں۔ (11)

حدیث ۱۱: ابو داود جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ حضور جب قضائے حاجت کو تشریف لے جاتے، تو اتنی دور

---

(6) جامع الترمذي، أبواب الطھارۃ، باب مایقول إذا خرج من الخلاء، الحدیث: ۷، ج۱، ص۸۷۔

ترجمہ: اللہ عزوجل سے مغفرت کا سوال کرتا ہوں۔

(7) سنن ابن ماجہ، أبواب الطھارۃ، باب مایقول إذا خرج من الخلاء، الحدیث: ۳۰۱، ج۱، ص۱۹۳۔

ترجمہ: حمد ہے اللہ کے لیے جس نے اذیت کی چیز مجھ سے دور کر دی اور مجھے عافیت دی۔

(8) الحصن الحصین

ترجمہ: حمد ہے اللہ کے لیے جس نے میرے شکم سے وہ چیز نکال دی جو مجھے ضرر دیتی اور وہ چیز باقی رکھی جو مجھے نفع دے گی۔

(9) صحیح البخاري، کتاب الوضوء، باب النھي عن الاستنجاء بالیمین، الحدیث: ۱۵۳، ۱۵۴، ج۱، ص۷۶، ۷۴۔

(10) جامع الترمذي، أبواب اللباس... إلخ، باب ماجاء في لبس الخاتم... إلخ، الحدیث: ۱۷۵۲، ج۳، ص۲۸۹

(11) جامع الترمذي، أبواب الطھارۃ، باب ماجاء في الاستتار عند الحاجۃ، الحدیث: ۱۴، ج۱، ص۹۲

جاتے کہ کوئی نہ دیکھے۔(12)

حدیث ۱۲: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ترمذی و نسائی نے روایت کی، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: گوبر اور ہڈیوں سے استنجا نہ کرو کہ وہ تمہارے بھائیوں جن کی خوراک ہے۔(13) اور ابوداود کی ایک روایت میں کوئلے سے بھی ممانعت فرمائی۔(14)

حدیث ۱۳: ابوداود و ترمذی و نسائی عبداللہ بن مُغَفَّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی غسل خانہ میں پیشاب نہ کرے، پھر اس میں نہائے یا وضو کرے کہ اکثر وسوسے اس سے ہوتے ہیں۔(15)

حدیث ۱۴: ابوداود و نسائی عبداللہ بن سرجس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ حضور نے سوراخ میں پیشاب کرنے سے ممانعت فرمائی۔(16)

حدیث ۱۵: ابوداود و ابن ماجہ معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ حضور نے فرمایا: تین چیزیں جو سبب لعنت ہیں، ان سے بچو: گھاٹ پر اور بیچ راستہ اور درخت کے سایہ میں پیشاب کرنا۔(17)

حدیث ۱۶: امام احمد و ترمذی و نسائی ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راوی، فرماتی ہیں جو شخص تم سے یہ کہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کھڑے ہوکر پیشاب کرتے تھے تو تم اسے سچّا نہ جانو، حضور نہیں پیشاب فرماتے مگر بیٹھ کر۔(18)

حدیث ۱۷: امام احمد و ابوداود و ابن ماجہ ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: دو شخص پاخانہ کو جائیں اور ستر کھول کر باتیں کریں، تو اللہ اس پر غضب فرماتا ہے۔(19)

حدیث ۱۸: صحیح بخاری و صحیح مسلم میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

(12) سنن أبي داود، کتاب الطھارۃ، باب التخلي عند قضاء الحاجۃ، الحدیث: ۲، ج۱، ص۳۵

(13) جامع الترمذي، أبواب الطھارۃ، باب ماجاء في کراھیۃ ما یستنجي بہ، الحدیث: ۱۸، ج۱، ص۹۶

(14) سنن أبي داود، کتاب الطھارۃ، باب ما نھي عنہ أن یستنجي بہ، الحدیث: ۳۹، ج۱، ص۴۸

(15) سنن أبي داود، کتاب الطھارۃ، باب في البول في المستحم، الحدیث: ۲۷، ج۱، ص۴۴

(16) سنن أبي داود، کتاب الطھارۃ، باب النھي عن البول في الجحر، الحدیث: ۲۹، ج۱، ص۴۴

(17) سنن أبي داود، کتاب الطھارۃ، باب المواضع التي نھی عن البول فیھا، الحدیث: ۲۶، ج۱، ص۴۳

(18) جامع الترمذي، أبواب الطھارۃ، باب ماجاء في النھي عن البول قائما، الحدیث: ۱۲، ج۱، ص۹۰

(19) سنن أبي داود، کتاب الطھارۃ، باب کراھیۃ الکلام عند الحاجۃ، الحدیث: ۱۵، ج۱، ص۴۰

علیہ وسلم نے دو قبروں پر گزر فرمایا تو یہ فرمایا: کہ ان دونوں کو عذاب ہوتا ہے اور کسی بڑی بات میں (جس سے بچنا دشوار ہو) مُعذَّب نہیں ہیں، ان میں سے ایک پیشاب کی چھینٹ سے نہیں بچتا تھا اور دوسرا چغلی کھاتا، پھر حضور نے کھجور کی ایک تر شاخ لے کر اس کے دو حصے کیے، ہر قبر پر ایک ایک ٹکڑا نصب فرمادیا۔ صحابہ نے عرض کی یارسول اللہ! یہ کیوں کیا؟ فرمایا: اس امید پر کہ جب تک یہ خشک نہ ہوں (20) ان پر عذاب میں تخفیف ہو۔(21)

❁❁❁❁❁

(20) اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ قبروں پر پھول ڈالنا جائز ہے کہ یہ بھی باعث تخفیف عذاب ہیں جب تک خشک نہ ہوں نیز ان کی تسبیح سے میت کا دل بہلتا ہے۔

(21) صحیح البخاري، کتاب الوضوء، الحدیث: ۲۱۸، ج۱، ص۹۶۔

استنجے کے متعلق مسائل

مسئلہ ۱: جب پاخانہ پیشاب کو جائے تو مستحب ہے کہ پاخانہ سے باہر یہ پڑھ لے۔

بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ

پھر بایاں قدم پہلے داخل کرے اور نکلتے وقت پہلے داہنا پاؤں باہر نکالے اور نکل کر

غُفْرَانَكَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَذْهَبَ عَنِّیْ مَا يُؤْذِيْنِیْ وَاَمْسَكَ عَلَیَّ مَا يَنْفَعُنِیْ کہے۔(1)

مسئلہ ۲: پاخانہ یا پیشاب پھرتے وقت یا طہارت کرنے میں نہ قبلہ کی طرف مونھ ہو نہ پیٹھ اور یہ حکم عام ہے چاہے مکان کے اندر ہو، یا میدان میں اور اگر بھول کر قبلہ کی طرف مونھ یا پشت کر کے بیٹھ گیا، تو یاد آتے ہی فوراً رُخ بدل دے اس میں امید ہے کہ فوراً اس کے لیے مغفرت فرمادی جائے۔(2)

مسئلہ ۳: بچّے کو پاخانہ پیشاب پھرانے والے کو مکروہ ہے کہ اس بچّے کا مونھ قبلہ کو ہو یہ پھرانے والا گنہگار ہوگا۔(3)

مسئلہ ۴: پاخانہ، پیشاب کرتے وقت سورج اور چاند کی طرف نہ مونھ ہو، نہ پیٹھ۔ یوہیں ہَوا کے رُخ پیشاب کرنا ممنوع ہے۔(4)

مسئلہ ۵: کوئیں یا حوض یا چشمہ کے کنارے یا پانی میں اگرچہ بہتا ہوا ہو یا گھاٹ پر یا پھلدار درخت کے نیچے یا اس کھیت میں جس میں زراعت موجود ہو یا سایہ میں جہاں لوگ اٹھتے بیٹھتے ہوں یا مسجد اور عیدگاہ کے پہلو میں یا قبرستان یا راستہ میں یا جس جگہ مویشی بندھے ہوں ان سب جگہوں میں پیشاب، پاخانہ مکروہ ہے۔ یوہیں جس جگہ وضو یا غسل کیا جاتا ہو وہاں پیشاب کرنا مکروہ ہے۔(5)

(1) ردالمحتار، کتاب الطھارۃ، فصل الاستنجاء، مطلب فی الفرق بین الاستبراء... إلخ، ج۱، ص۶۱۵

(2) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الطھارۃ، فصل الاستنجاء، مطلب فی الفرق بین الاستبراء... إلخ، ج۱، ص۶۰۸.
والفتاوی الھندیۃ، کتاب الطھارۃ، الفصل الثالث فی الاستنجاء، ج۱، ص۵۰

(3) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الطھارۃ، فصل الاستنجاء، مطلب فی الفرق بین الاستبراء... إلخ، ج۱، ص۶۱۰

(4) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الطھارۃ، فصل الاستنجاء، مطلب: القول مرجح علی الفعل، ج۱، ص۶۱۰، ۶۱۲

(5) المرجع السابق، ص۶۱۱۔۶۱۳.

←

مسئلہ ۶: خود نیچی جگہ بیٹھنا اور پیشاب کی دھار اونچی جگہ گرے یہ ممنوع ہے۔(6)

مسئلہ ۷: ایسی سخت زمین پرجس سے پیشاب کی چھینٹیں اُڑ کر آئیں پیشاب کرنا ممنوع ہے، ایسی جگہ کو کرید کر نرم کرلے یا گڑھا کھود کر پیشاب کرے۔(7)

مسئلہ ۸: کھڑے ہو کر یا لیٹ کر یا ننگے ہو کر پیشاب کرنا مکروہ ہے۔(8) نیز ننگے سر پاخانہ، پیشاب کو جانا یا اپنے ہمراہ ایسی چیز لے جانا جس پر کوئی دُعا یا اللہ ورسول یا کسی بزرگ کا نام لکھا ہو ممنوع ہے۔ یوہیں کلام کرنا مکروہ ہے۔

مسئلہ ۹: جب تک بیٹھنے کے قریب نہ ہو کپڑا بدن سے نہ ہٹائے اور نہ حاجت سے زیادہ بدن کھولے، پھر دونوں پاؤں کشادہ کرکے بائیں پاؤں پر زور دے کر بیٹھے اور کسی مسئلہ دینی میں غور نہ کرے کہ یہ باعثِ محرومی ہے اور چھینک یا سلام یا اذان کا جواب زبان سے نہ دے اور اگر چھینکے تو زبان سے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نہ کہے، دل میں کہہ لے اور بغیر ضرورت اپنی شرمگاہ کی طرف نظر نہ کرے اور نہ اس نجاست کو دیکھے جو اس کے بدن سے نکلی ہے اور دیر تک نہ بیٹھے کہ اس سے بواسیر کا اندیشہ ہے اور پیشاب میں نہ تھوکے، نہ ناک صاف کرے، نہ بلاضرورت کھنکارے، نہ بار بار اِدھر اُدھر دیکھے، نہ بیکار بدن چھوئے، نہ آسمان کی طرف نگاہ کرے بلکہ شرم کے ساتھ سر جھکائے رہے۔

جب فارغ ہو جائے تو مرد بائیں ہاتھ سے اپنے آلہ کو جڑ کی طرف سے سر کی طرف سونتے کہ جو قطرے رُکے ہوئے ہیں نکل جائیں، پھر ڈھیلوں سے صاف کرکے کھڑا ہو جائے اور سیدھے کھڑے ہونے سے پہلے بدن چھپالے

والفتاوی الھندیۃ، کتاب الطھارۃ، الباب السابع فی النجاسۃ وأحکامھا، الفصل الثالث، ج۱ص۵۰

(6) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الطھارۃ، مطلب: القول مرجح علی الفعل، ج۱، ص۶۱۲

(7) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطھارۃ، الباب السابع فی النجاسۃ وأحکامھا، الفصل الثالث، ج۱، ص۵۰

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

کھڑے ہو کر پیشاب کرنا مکروہ سنتِ نصاریٰ ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے: من الجفاء ان یبول الرجل قائما [۱]

(۱ کشف الاستار عن زوائد البزار، باب ما نہی عنہ فی الصلوۃ حدیث ۵۴۷ موسسۃ الرسالۃ بیروت ۱/۲۶۶)

بے ادبی وبدتہذیبی ہے یہ کہ آدمی کھڑے ہو کر پیشاب کرے۔ رواہ البزار بسند صحیح عن بریدۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (اسے بزار نے بسند صحیح حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ت) اس کی پوری تحقیق مع ازالہ اوہام ہمارے فتاویٰ میں ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

(فتاوی رضویہ، جلد ۴، ص۵۹۹ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(8) المرجع السابق

جب قطروں کا آنا موقوف ہو جائے، تو کسی دوسری جگہ طہارت کے لیے بیٹھے اور پہلے تین تین بار دونوں ہاتھ دھولے اور طہارت خانہ میں یہ دُعا پڑھ کر جائے۔ بِسْمِ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ وَبِحَمْدِہٖ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی دِیْنِ الْاِسْلَامِ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ التَّوَّابِیْنَ وَاجْعَلْنِیْ مِنَ الْمُتَطَھِّرِیْنَ الَّذِیْنَ لَاخَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ۔(9)

پھر داہنے ہاتھ سے پانی بہائے اور بائیں ہاتھ سے دھوئے اور پانی کا لوٹا اونچا رکھے کہ چھینٹیں نہ پڑیں اور پہلے پیشاب کا مقام دھوئے پھر پاخانہ کا مقام اور طہارت کے وقت پاخانہ کا مقام سانس کا زور نیچے کو دے کر ڈھیلا رکھیں اور خوب اچھی طرح دھوئیں کہ دھونے کے بعد ہاتھ میں بُو باقی نہ رہ جائے، پھر کسی پاک کپڑے سے پونچھ ڈالیں اور اگر کپڑا پاس نہ ہو تو بار بار ہاتھ سے پونچھیں کہ برائے نام تری رہ جائے اور اگر وسوسہ کا غلبہ ہو تو رومالی پر پانی چھڑک لیں، پھر اس جگہ سے باہر آ کر یہ دُعا پڑھیں۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ جَعَلَ الْمَاءَ طَھُوْرًا وَّالْاِسْلَامَ نُوْرًا وَّقَائِدًا وَّدَلِیْلًا اِلَی اللّٰہِ وَاِلٰی جَنّٰتِ النَّعِیْمِ اَللّٰھُمَّ حَصِّنْ فَرْجِیْ وَطَھِّرْ قَلْبِیْ وَمَحِّصْ ذُنُوْبِیْ۔(10)

مسئلہ ۱۰: آگے یا پیچھے سے جب نَجاست نکلے تو ڈھیلوں سے استنجا کرنا سنّت ہے اور اگر صرف پانی ہی سے طہارت کر لی تو بھی جائز ہے مگر مستحب یہ ہے کہ ڈھیلے لینے کے بعد پانی سے طہارت کرے۔(11)

مسئلہ ۱۱: آگے اور پیچھے سے پیشاب، پاخانہ کے سوا کوئی اَور نَجاست، مثلاً خون، پیپ وغیرہ نکلے یا اس جگہ خارج سے نَجاست لگ جائے تو بھی ڈھیلے سے صاف کر لینے سے طہارت ہو جائے گی جب کہ اس موضع سے باہر نہ ہو مگر دھو ڈالنا مستحب ہے۔(12)

مسئلہ ۱۲: ڈھیلوں کی کوئی تعداد مُعیّن سنّت نہیں بلکہ جتنے سے صفائی ہو جائے، تو اگر ایک سے صفائی ہو گئی سنّت ادا ہو گئی اور اگر تین ڈھیلے لیے اور صفائی نہ ہوئی سنّت ادا نہ ہوئی، البتہ مستحب یہ ہے کہ طاق ہوں اور کم سے کم تین ہوں

---

(9) اللہ کے نام سے جو بہت بڑا ہے اور اسی کی حمد ہے خدا کا شکر ہے کہ میں دینِ اسلام پر ہوں۔ اے اللہ تُو مجھے توبہ کرنے والوں اور پاک لوگوں میں سے کر دے جن پر نہ خوف ہے اور نہ وہ غم کریں گے۔

(10) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطھارۃ، الباب السابع فی النجاسۃ وأحکامھا، الفصل الثالث، ج۱، ص۵۰.

وردالمحتار، کتاب الطھارۃ، فصل الاستنجاء، مطلب فی الفرق بین الاستبراء...إلخ، ج۱، ص۶۱۵.

حمد ہے اللہ کے لیے جس نے پانی کو پاک کرنے والا اور اسلام کو نور اور خدا تک پہنچانے والا اور جنت کا راستہ بتانے والا کیا اے اللہ تو میری شرم گاہ کو محفوظ رکھ اور میرے دل کو پاک کر اور میرے گناہ دُور کر۔

(11) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطھارۃ، الباب السابع فی النجاسۃ وأحکامھا، الفصل الثالث، ج۱، ص۴۸

(12) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطھارۃ، الباب السابع فی النجاسۃ وأحکامھا، الفصل الثالث، ج۱، ص۴۸

تو اگر ایک یا دو سے صفائی ہو گئی تو تین کی گنتی پوری کرے اور اگر چار سے صفائی ہو تو ایک اور لے کہ طاق ہو جائیں۔(13)

مسئلہ ۱۳: ڈھیلوں سے طہارت اس وقت ہوگی کہ نجاست سے مخرج کے آس پاس کی جگہ ایک درم سے زیادہ آلودہ نہ ہو اور اگر درم سے زیادہ سن جائے تو دھونا فرض ہے مگر ڈھیلے لینا اب بھی سنت رہے گا۔(14)

مسئلہ ۱۴: کنکر، پتھر، پھٹا ہوا کپڑا یہ سب ڈھیلے کے حکم میں ہیں، ان سے بھی صاف کر لینا بلا کراہت جائز ہے، دیوار سے بھی استنجا سکھا سکتا ہے مگر شرط یہ ہے کہ وہ دوسرے کی دیوار نہ ہو، اگر دوسرے کی ملک ہو یا وقف ہو تو اس سے استنجا کرنا مکروہ ہے اور کر لیا تو طہارت ہو جائے گی، جو مکان اس کے پاس کرایہ پر ہے اس کی دیوار سے استنجا سکھا سکتا ہے۔(15)

مسئلہ ۱۵: پرائی دیوار سے استنجے کے ڈھیلے لینا جائز نہیں اگرچہ وہ مکان اس کے کرایہ میں ہو۔

مسئلہ ۱۶: ہڈی اور کھانے اور گوبر اور پکی اینٹ اور ٹھیکری اور شیشہ اور کوئلے اور جانور کے چارے سے اور ایسی چیز سے جس کی کچھ قیمت ہو، اگرچہ ایک آدھ پیسہ سہی ان چیزوں سے استنجا کرنا مکروہ ہے۔(16)

مسئلہ ۱۷: کاغذ سے استنجا منع ہے، اگرچہ اس پر کچھ لکھا نہ ہو یا ابوجہل ایسے کافر کا نام لکھا ہو۔(16A)

---

(13) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطھارۃ، الباب السابع فی النجاسۃ وأحکامھا، الفصل الثالث، ج۱، ص۴۸

(14) المرجع السابق

(15) ردالمحتار، کتاب الطھارۃ، فصل الاستنجاء، مطلب: إذا دخل المستنجی... إلخ، ج۱، ص۶۰۱

(16) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الطھارۃ، فصل الاستنجاء، مطلب: إذا دخل المستنجی فی ماء قلیل، ج۱، ص۶۰۵

(16A) مرکز الدراسات الاسلامیہ جامعۃ الرضا شرعی کونسل آف انڈیا، سوداگران، بریلی شریف کا اس بارے میں فیصلہ

کھانے کے بعد یا استنجاء کے لئے ٹشو پیپر کے استعمال کا حکم:

تہذیب جدید اور نئی روشنی جس کو نئی اندھیری کہنا زیادہ زیبا ہے، اس نے اقوام دنیا کے آئین، تمدن و معاشرت اور اخلاق و اعمال، سیرت و صورت میں جو نظر فریب، مگر مہلک انقلاب پیدا کیا ہے، اس کی تباہی و بربادی اہل بصیرت پر تو پہلے ہی سے واضح تھی، اور وہ لوگوں کو اس پر متنبہ بھی کرتے رہے، لیکن نوخیز طبائع پر ایک نیا نشہ چڑھا ہوا تھا، جس نے نہ کوئی نصیحت سنی اور نہ سننے دی، جس کا نتیجہ یہ ہے کہ وہ اس نئی تہذیب کو سرمایہ سعادت سمجھتے ہیں، اور اس کی نقل اتارنے کو قوم کی فلاح و بہبود تصور کرتے ہیں، مثلاً اسلامی طریقہ یہ ہے کہ انسان بیٹھ کر کھائے پیئے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر پانی پینے سے منع فرمایا، حضرت قتادہ کہتے ہیں، ہم نے کہا یا رسول اللہ جب کھڑے ہو کر پینا منع ہے تو کھڑے ہو کر کھانے کا کیا حکم ہے؟ فرمایا: ذلك أشد وأخبث (مسلم)

شرح معانی الآثار میں ہے:

←

....

قال ابو جعفر فذهب قوم الی کراهة الشرب قائماً واحتجوا فی ذالك بهذہ الآثار وخالفهم فی ذالك آخرون فلم یروا بالشرب قائما باسا (شرح معانی الآثار ج ۵ ص ۳۹۸)۔

اس تعلق سے امام احمد رضا قدس سرہٗ رقمطراز ہیں: سوائے زمزم شریف وبقیہ وضو کھڑے ہو کر پینا مکروہ ہے اس کی حدیثیں وفقہی بحث کتب علماء میں موجود ہیں۔ (فتاوی رضویہ ج دہم نصف آخر ص ۳۰۴) جب کہ آج شادی بیاہ کے موقع پر کھڑے ہو کر کھانے کو موڈرن تہذیب کا حصہ سمجھا جاتا ہے، ان بلاؤں کا شکار ایک تو وہ طبقہ ہے جس کو شریعت کی موافقت ومخالفت کی طرف کوئی التفات ہی نہیں لیکن ایک ایسا طبقہ بھی ہے جو کچھ نہ کچھ اس کی فکر رکھتا ہے، مگر ناواقفیت یا غفلت کی وجہ سے اس میں مبتلا ہے، ایسے لوگوں کے لئے ضرورت ہے کہ ان کو صحیح احکام سے آگاہ کیا جائے۔ اسی تناظر میں کھانے کے بعد یا استنجا کے لئے ٹشو پیپر کے استعمال کا مسئلہ زیر بحث ہے، کھانے سے پہلے اور کھانے کے بعد ہاتھ دھونا سنت اور حدیث سے ثابت ہے، امام ترمذی نے سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہتے ہیں میں نے توریت میں پڑھا تھا کہ کھانے کے بعد وضو کرنا یعنی ہاتھ دھونا اور کلی کرنا برکت ہے، اس بات کو میں نبی کریم صلی سے ذکر کیا حضور نے ارشاد فرمایا برکۃ الطعام الوضوقبلہ والوضو بعدہ کھانے کی برکت اس سے پہلے ہاتھ دھونے کو سنت قرار دیتے ہیں، چنانچہ فقیہ اعظم حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ رقمطراز ہیں: سنت یہ ہے کہ قبل طعام و بعد طعام دونوں ہاتھ گٹوں تک دھوئے جائیں بعض لوگ صرف ایک ہاتھ فقط انگلیاں دھولیتے ہیں بلکہ صرف چٹکی دھونے پر کفایت کرتے ہیں، اس سے سنت ادا نہیں ہوتی۔ (بہار شریف ج ۱۶ ص ۱۸)

عالمگیری میں ہے: والسنة غسل الایدی قبل الطعام وبعده قال نجم الائمة البخاری وغیرہ غسل الید الوحدة او اصابع الیدین لا یکفی لسنة غسل الیدین قبل الطعام لان المذکورة غسل الیدین وذالك الی الرسغ کذا فی القنیة (عالمگیری ج ۵ ص ۴۱۰)

البحرالرائق میں ہے:

ویستحب غسل الیدین قبل الطعام فان فیه برکة وفی البرهانیة والسنة ان یغسل الایدی قبل الطعام وبعده (البحرالرائق ج ۸ ص ۲۳۷)

المحیط البرہانی میں ہے:

ویستحب غسل الیدین قبل الطعام وبعده فان فیه برکة (المحیط البرہانی ج ۵ ص ۲۰۴)

ان فقہی جزئیات سے معلوم ہوا کہ کھانے کے بعد یا اس سے پہلے باقاعدہ گٹوں تک ہاتھ نہ دھونا بلکہ صرف انگلیوں کے دھونے پر اکتفاء کرنے سے سنت ادا نہیں ہوتی، ظاہر ہے کہ جہاں سے ہاتھ ہی نہ دھویا جائے، اور اس کی جگہ کاغذ استعمال کیا جائے اس سے سنت کیوں کر ادا ہو سکتی ہے، اس لئے فقہائے کرام اسے خلاف سنت اور مکروہ قرار دیتے ہیں۔

چنانچہ فتاوی عالم گیری میں ہے:

حکی الحاکم عن الامام ان کان یکرہ استعمال الکواغذ فی ولیمة لیمسح بها الاصابع وکان یشدد فیه ←

....

ویزجر عنہ زجراً بلیغاً کذا فی المحیط۔ (عالمگیری ج ۵ ص ۴۸۸)

مجدد اعظم امام احمد رضا قدس سرہٗ رقم طراز ہیں: کھانے کے بعد کاغذ سے ہاتھ نہ پونچھنا چاہئے۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۱ ص ۳۰)

جب کاغذ سے ہاتھ صاف کرنا درست نہیں تو اس سے استنجاء حاصل کرنا کس قدر شنیع ہوگا، علما فرماتے ہیں کہ سادہ کاغذ بھی قابل احترام ہے، چنانچہ فتاویٰ رضویہ میں ہے: کاغذ سے استنجا مکروہ وممنوع وسنت نصاریٰ ہے، کاغذ کی تعظیم کا حکم ہے، اگرچہ سادہ ہو، اور لکھا ہوا تو بدرجۂ اولیٰ۔ درمختار میں ہے: کرہ تحریماً بشئی محترم۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۴ ص ۶۰۳)

ان حالات میں درجہ ذیل سوالات حل طلب ہیں امید کہ جواب دے کر شادکام فرمائیں گے۔

سوال (۱) ٹشو پیپر، کاغذ کی قسم سے ہے یا کوئی اور شئی، بہر صورت وہ قابل احترام ہے یا نہیں؟

سوال (۲) کھانے کے بعد ٹشو پیپر کے ذریعہ ہاتھ صاف کرنا یا اس سے استنجاء حاصل کرنا مکروہ ہے یا حرام، اگر مکروہ ہے تو تحریمی یا تنزیہی؟

سوال (۳) علت کراہت کاغذ کی حرمت کی پامالی ہے یا کچھ اور؟

سوال (۴) کیا آج کے زمانے میں کھانے کے بعد ہاتھ صاف کرنے کے لئے اس کے استعمال میں لوگوں کا ابتلا یا تعامل متحقق ہے؟ اور اس میں کچھ گنجائش نکل سکتی ہے؟

ٹشو پیپر کے متعلق احکام:

جواب (۱)۔ ٹشو پیپر کاغذ ہی کی ایک قسم ہے جیسا کہ اس کے نام سے بھی ظاہر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) ٹشو پیپر کا استعمال کھانے کے بعد مکروہ ہے، بہار شریعت میں ہے: کھانے کے بعد انگلیوں کو کاغذ سے پوچھنا مکروہ ہے۔ (ج ۱۶ ص ۱۱۹) مطبوعہ قادری کتاب گھر بریلی۔ فتاویٰ رضویہ میں محیط کی عبارت یکرہ استعمال الکاغذ فی ولیمۃ یمسح بہا الاصابع پر مفتی اعظم نور اللہ مرقدہ نے حاشیہ پر لکھا: کھانے کے بعد کاغذ سے ہاتھ پوچھنا نہ چاہئے۔ (ج ۱ ص ۳۰ رضا اکیڈمی) عالمگیری میں ہے: حکی الحاکم عن الامام أنہ کان یکرہ استعمال الکواغذ فی ولیمۃ یمسح بہا الأصابع وکان یشدد ویزجر عنہ زجرا بلیغا کذا فی المحیط (عالمگیری ج ۵ ص ۵۸۸ مکتبہ زکریا) واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) ٹیشو پیپر سے استنجا مکروہ تحریمی ہے کہ استنجا کے لئے منصوص اشیاء کے علاوہ ہر متقوم ومحترم شئی سے استنجا مکروہ تحریمی ہے علاوہ ازیں سنت نصاریٰ ہے اور ترک سنت مؤکدہ کی عادت خود کراہت تحریم کی موجب ہے۔ درمختار میں ہے: وکرہ تحریما بعظم وطعام وروث یابس کعذرۃ یابسۃ وحجر استنجی بہ الا بحرف آخر وآجر وخزف وزجاج وشئی محترم، علامہ شامی قدس سرہٗ السامی تحریر فرماتے ہیں: (قولہ وشئی محترم) أی مالہ احترام واعتبار شرعا فیدخل فیہ کل متقوم الا الماء کما قدمناہ والظاهر أنہ یصدق بما یساوی فلسا لکراهۃ اتلافہ کما مر (درمختار وردالمحتار ج ۱ ص ۵۵۱ و ۵۵۲ زکریا) واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۴) ٹیشو پیپر کے استعمال پر نہ تعامل ہے اور نہ اس میں عموم بلویٰ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں: ←

مسئلہ ۱۸: داہنے ہاتھ سے استنجا کرنا مکروہ ہے، اگر کسی کا بایاں ہاتھ بیکار ہو گیا تو اسے دہنے ہاتھ سے جائز ہے۔(17)

مسئلہ ۱۹: آلہ کو دہنے ہاتھ سے چھونا، یا داہنے ہاتھ میں ڈھیلا لے کر اس پر گزارنا مکروہ ہے۔(18)

مسئلہ ۲۰: جس ڈھیلے سے ایک بار استنجا کر لیا اسے دوبارہ کام میں لانا مکروہ ہے مگر دوسری کروٹ اس کی صاف ہو تو اس سے کر سکتے ہیں۔(19)

مسئلہ ۲۱: پاخانہ کے بعد مرد کے لیے ڈھیلوں کے استعمال کا مستحب طریقہ یہ ہے کہ گرمی کے موسم میں پہلا ڈھیلا آگے سے پیچھے کو لے جائے اور دوسرا پیچھے سے آگے کی طرف اور تیسرا آگے سے پیچھے کو اور جاڑوں میں پہلا پیچھے سے آگے کو اور دوسرا آگے سے پیچھے کو اور تیسرا پیچھے سے آگے کو لے جائے۔(20)

مسئلہ ۲۲: عورت ہر زمانہ میں اسی طرح ڈھیلے لے جیسے مرد گرمیوں میں۔(21)

کاغذ سے استنجا سنتِ نصاریٰ ہے اور شرعاً منع ہے جبکہ قابلِ کتابت یا قیمتی ہو۔ اور ایسا نہ بھی ہو تو بلا ضرورت سنتِ نصرانی سے بچنا ضرور ہے۔ ردالمحتار میں ہے:

کرہ تحریما بشیئ محترم یدخل فیہ الورق قیل انہ ورق الکتابۃ وقیل ورق الشجر وایہما کان فانہ مکروہ اہ ورق الکتابۃ لہ احترام لکونہ اٰلۃ لکتابۃ العلم ولذا عللہ فی التاترخانیۃ بأن تعظیمہ من ادب الدین واذا کانت العلۃ کونہ اٰلۃ للکتابتہ یوخذ منہا عدم الکراہۃ فیما لایصلح لہا اذا کان قالعا للنجاسۃ غیر متقوم کما قدمنا منجوازہ بالخرق البوالی اھ۔ (۱ـ ردالمحتار، فصل الاستنجاء، مطبوعہ مجتبائی دہلی، ۱/۲۲۷)

کسی قابلِ احترام چیز کے ساتھ استنجاء کرنا مکروہ تحریمی ہے اور اس میں ورق بھی داخل ہے کہا گیا ہے کہ اس سے لکھنے کا کاغذ مراد ہے اور کسی نے کہا اس سے مراد درخت کا پتا ہے، ان میں سے جو بھی ہو مکروہ ہے اھ۔ کتابت کا کاغذ اس لئے قابلِ عزت ہے کہ وہ کتابتِ علم کا آلہ ہے اسی لئے تتارخانیہ میں اس کی علت یہ بیان کی ہے کہ اس کی تعظیم آدابِ دین سے ہے اور جب اس کی علت یہ ہو کہ وہ آلہ کتابت ہے تو اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اگر کاغذ تحریر کی صلاحیت نہ رکھتا ہو اور نجاست کو زائل کرنے والا ہو اور قیمتی بھی نہ ہو تو اسکے استعمال میں کوئی کراہت نہیں جیسا کہ اس سے پہلے ہم نے پرانے کپڑے کے ٹکڑوں سے استنجاء کا جواز بیان کیا ہے۔(ت)

(فتاوی رضویہ، جلد ۴، ص ۶۰۳ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(17) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطھارۃ، الباب السابع فی النجاسۃ وأحکامھا، الفصل الثالث، ج۱، ص۵۰

(18) المرجع السابق، ص۴۹

(19) المرجع السابق، ص۵۰

(20) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطھارۃ، الباب السابع فی النجاسۃ وأحکامھا، الفصل الثالث، ج۱، ص۴۸

(21) نورالایضاح، کتاب الطھارۃ، فصل فی الاستنجاء، ص۱۰

مسئلہ ۲۳: پاک ڈھیلے داہنی جانب رکھنا اور بعد کام میں لانے کے بائیں طرف ڈال دینا، اس طرح پر کہ جس رخ میں نجاست لگی ہو نیچے ہو مستحب ہے۔(22)

مسئلہ ۲۴: پیشاب کے بعد جس کو یہ احتمال ہے کہ کوئی قطرہ باقی رہ گیا یا پھر آئے گا، اس پر استبرا (یعنی پیشاب کرنے کے بعد ایسا کام کرنا کہ اگر قطرہ رُکا ہو تو گر جائے) واجب ہے، استبرا ٹہلنے سے ہوتا ہے یا زمین پر زور سے پاؤں مارنے یا دہنے پاؤں کو بائیں اور بائیں کو دہنے پر رکھ کر زور کرنے یا بلندی سے نیچے اترنے یا نیچے سے بلندی پر چڑھنے یا کھنکارنے یا بائیں کروٹ پر لیٹنے سے ہوتا ہے اور استبرا اس وقت تک کرے کہ دل کو اطمینان ہو جائے، ٹہلنے کی مقدار بعض علماء نے چالیس قدم رکھی مگر صحیح یہ ہے کہ جتنے میں اطمینان ہو جائے اور یہ استبرا کا حکم مردوں کے لیے ہے، عورت بعد فارغ ہونے کے تھوڑی دیر وقفہ کر کے طہارت کرلے۔(23)

مسئلہ ۲۵: پاخانہ کے بعد پانی سے استنجے کا مستحب طریقہ یہ ہے کہ کشادہ ہو کر بیٹھے اور آہستہ آہستہ پانی ڈالے اور انگلیوں کے پیٹ سے دھوئے انگلیوں کا سرانہ لگے اور پہلے بیچ کی انگلی اُونچی رکھے، پھر وہ جو اس سے متصل ہے اس کے بعد چھنگلیا اُونچی رکھے اور خوب مبالغہ کے ساتھ دھوئے، تین انگلیوں سے زیادہ سے طہارت نہ کرے اور آہستہ آہستہ ملے یہاں تک کہ چکنائی جاتی رہے۔(24)

مسئلہ ۲۶: ہتھیلی سے دھونے سے بھی طہارت ہو جائے گی۔(25)

مسئلہ ۲۷: عورت ہتھیلی سے دھوئے اور بہ نسبت مرد کے زیادہ پھیل کر بیٹھے۔(26)

مسئلہ ۲۸: طہارت کے بعد ہاتھ پاک ہو گئے مگر پھر دھولینا بلکہ مٹی لگا کر دھونا مستحب ہے۔(27)

مسئلہ ۲۹: جاڑوں میں بہ نسبت گرمیوں کے دھونے میں زیادہ مبالغہ کرے اور اگر جاڑوں میں گرم پانی سے طہارت کرے، تو اسی قدر مبالغہ کرے جتنا گرمیوں میں مگر گرم پانی سے طہارت کرنے میں اتنا ثواب نہیں جتنا سرد پانی

---

(22) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطھارۃ، الباب السابع في النجاسۃ وأحکامھا، الفصل الثالث، ج۱، ص۴۸

(23) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطھارۃ، الباب السابع في النجاسۃ وأحکامھا، الفصل الثالث، ج۱، ص۴۹۔

و الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الطھارۃ، فصل الاستنجاء، مطلب: في الفرق بین الاستبراء... إلخ، ج۱، ص۶۱۴

(24) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطھارۃ، الباب السابع في النجاسۃ وأحکامھا، الفصل الثالث، ج۱، ص۴۹

(25) المرجع السابق

(26) المرجع السابق

(27) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطھارۃ، الباب السابع في النجاسۃ وأحکامھا، الفصل الثالث، ج۱، ص۴۹

سے اور مرض کا بھی احتمال ہے۔(28)

مسئلہ ۳۰: روزے کے دنوں میں نہ زیادہ پھیل کر بیٹھے نہ مبالغہ کرے۔(29)

مسئلہ ۳۱: مرد لُنجھا ہو تو اس کی بی بی استنجا کرادے اور عورت ایسی ہو تو اس کا شوہر اور بی بی نہ ہو یا عورت کا شوہر نہ ہو تو کسی اور رشتہ دار بیٹا، بیٹی، بھائی، بہن سے استنجا نہیں کرا سکتے بلکہ معاف ہے۔(30)

مسئلہ ۳۲: زمزم شریف سے استنجا پاک کرنا مکروہ ہے(31) اور ڈھیلا نہ لیا ہو تو ناجائز۔

مسئلہ ۳۳: وضو کے بقیہ پانی سے طہارت کرنا خلافِ اَولیٰ ہے۔

مسئلہ ۳۴: طہارت کے بچے ہوئے پانی سے وضو کر سکتے ہیں، بعض لوگ جو اس کو پھینک دیتے ہیں یہ نہ چاہیے اسراف میں داخل ہے۔(32)

قد تم بحمد الله سبحنه و تعالیٰ هذا الجزء فی مسائل الطهارة وله الحمد اولا و اخرا و باطنا و ظاهرا كما یحب ربنا و یرضی وهو بكل شیئ علیم ولا حول ولا قوة الا بالله العلی العظیم و صلی الله علی خیر خلقه سیدنا و مولانا محمد و اله وصحبه وابنه و ذریته و علماء ملته و اولیاء امته اجمعین امین والحمد لله رب العلمین۔ وانا الفقیر المفتقر الی الله الغنی ابو العلا امجد علی الاعظمی غفر الله له ولوالدیه۔ امین

❁❁❁❁❁

---

(28) المرجع السابق

(29) المرجع السابق

(30) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطھارۃ، الباب السابع فی النجاسۃ واحکامھا، الفصل الثالث، ج۱، ص۴۹۔
والدر المختار ورد المحتار، کتاب الطھارۃ، فصل الاستنجاء، مطلب: اذا دخل المستنجی فی ماء قلیل، ج۱، ص۶۰۷

(31) رد المحتار، کتاب الطھارۃ، باب المیاہ، ج۱، ص۳۵۸
والفتاوی الرضویۃ، ج۲، ص۴۵۲

(32) الفتاوی الرضویۃ، ج۴، ص۵۷۵

تصدیق جلیل وتقریظ بے مثیل

امام اہلسنت، ناصر دین وملت، محی الشریعہ کاسر الفتنہ، قامع البدعہ، مجدد المأۃ الحاضرہ، صاحب الحجۃ القاہرہ، سیدی وسندی وکنزی وذخری لیومی وغدی اعلیٰ حضرت مولنا مولوی حاجی قاری مفتی احمد رضا خاں صاحب قادری برکاتی نفع اللہ الاسلام والمسلمین بفیوضہم وبرکاتہم۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ الحمد للہ و کفی وسلم علی عبادہ الذین اصطفی لاسیما علی الشارع المصطفی ومقتفیہ فی المشارع اولی الطہارۃ و الصفا فقیر غفرلہ المولی القدیر نے مسائل طہارت میں یہ مبارک رسالہ بہارشریعت تصنیف لطیف اخی فی اللہ ذی المجد والجاہ والطبع السلیم والفکر القویم والفضل والعلیٰ مولنا ابو العلیٰ مولوی حکیم محمد امجد علی قادری برکاتی اعظمی بالمذہب والمشرب والسکنیٰ رزقہ اللہ تعالیٰ فی الدارین الحسنیٰ مطالعہ کیا الحمد للہ مسائل صحیحہ رجیحہ محققہ منقحہ پر مشتمل پایا آجکل ایسی کتاب کی ضرورت تھی کہ عوام بھائی سلیس اردو میں صحیح مسئلے پائیں اور گمراہی واغلاط کے مصنوع وملمع زیوروں کی طرف آنکھ نہ اٹھائیں مولیٰ عزوجل مصنف کی عمر وعمل وفیض میں برکت دے اور عقائد سے ضروری فروع تک ہر باب میں اس کتاب کے اور حصص کافی وشافی و وافی وصافی تالیف کرنے کی توفیق بخشے اور انھیں اہلسنت میں شائع ومعمول اور دُنیا وآخرت میں نافع ومقبول فرمائے۔ آمین۔

والحمد للہ رب العلمین وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ سیدنا ومولنا محمد والہ وصحبہ وابنہ وحزبہ اجمعین اٰمین ۱۲۔ ربیع الآخر شریف ۱۳۳۵ھ ہجریہ علی صاحبہا ولہ الکرام افضل الصلوۃ والتحیۃ اٰمین۔

ضمیمہ بہارشریعت حصہ دوم

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

بہارشریعت حصہ دوم میں جہاں آب مطلق وآب مقید کے جزئیات فقیر نے گنائی ایک مسئلہ یہ بھی بیان میں آیا کہ حقہ کا پانی پاک ہے اگرچہ رنگ وبو ومزہ میں تغیر آجائے اس سے وضو جائز ہے۔ بقدر کفایت اس کے ہوتے ہوئے تیمم جائز نہیں اس پر کاٹھیاواڑ کے بعض اضلاع کے عوام میں خواہ مخواہ اختلاف پیدا ہوا اور یہاں ایک خط طلب دلیل کے لیے بھیجا۔ چاہیے یہ تھا کہ خلاف کرنے والے دلیل لاتے کہ دلیل ان کے ذمہ ہے نہ ہمارے ذمہ اس لیے کہ پانی اصل میں طاہر مطہر ہے۔

اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

(وَ اَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً طَهُوْرًا) (1)

اور فرماتا ہے:

(یُنَزِّلُ عَلَیْكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً لِّیُطَهِّرَكُمْ بِهٖ) (2)

ردالمحتار میں ہے:

ویستدل بالآیة ایضا علی طهارته اذلا منة بالنجس (3)

فقہ کا وہ ارشاد کہ کسی پانی کی نجاست کی کافر نے خبر دی اس کا قول نہ مانا جائے گا اور اس سے وضو جائز ہے۔ کہ نجاست عارضی ہے اور قول کافر دیانات میں نامعتبر۔ (4) لہٰذا اپنی اصل طہارت پر رہے گا۔ اس سے ہمارے قول کی

(1) پ۱۹، الفرقان: ۴۸

(2) پ۹، الانفال: ۱۱

(3) ردالمحتار، کتاب الطهارة، باب المیاه، ج۱، ص ۳۵۸

(4) الدرالمختار، کتاب الحظر والإباحة، ج۹، ص ۵۶۹

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

حلت حرمت طہارت نجاست احکامِ دینیہ ہیں ان میں کافر کی خبر محض نامعتبر۔

قال اللہ تعالٰی لن یجعل اللہ للکفرین علی المومنین سبیلا ۳؎۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا: اللہ تعالٰی ہرگز مسلمانوں پر کافروں کو راہ نہ دے گا۔ (ت) (۳؎ القرآن، ۴/ ۱۴۱)

بلکہ مسلمان فاسق بلکہ مستور الحال کی خبر بھی واجب القبول نہیں چہ جائے کافر۔

قال اللہ یایها الذین اٰمنوا ان جاء کم فاسق بنبأ فتبینوا ۴؎ الآیة۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا: اے ایمان والو! اگر تمہارے پاس کوئی فاسق خبر لائے تو اس کی تحقیق کرو الآیۃ (ت) (۴؎ القرآن ۴۹/ ۶)

دُرِمختار میں ہے:

شرط العدالة فی الدیانات کالخبر عن نجاسة الماء فیتیمم ولا یتوضأ ان اخبربها مسلم عدل منزجر عما یعتقد حرمته ویتحری فی خبر الفاسق والمستور اھ ملخصا ۱؎۔

دیانات (عبادات سے متعلق خبر) میں عدالت شرط ہے جیسے پانی کے ناپاک ہونے کے بارے میں اگر کوئی مسلمان عادل جو حرام امور سے باز رہنے والا ہو، خبر دے تو تیمم کرے، وضو نہ کرے۔ اور فاسق و مستور الحال کی خبر کے بارے میں غور وفکر کرے انتہی تلخیص۔

(۱؎ درمختار، کتاب الحظر والاباحۃ، مطبوعہ مجتبائی دہلی، ۲/ ۲۳۷) ←

کافی تائید ہے مگر یہ سب باتیں اس کے لیے ہیں جو قواعد شرعیہ کے مطابق کہے یا کہنا چاہے اور آج کل اس سے بہت کم علاقہ رہا، الا ماشاء اللہ اس زمانہ میں تو یہ رہ گیا ہے کہ کچھ کہہ کر عوام میں اختلاف پیدا کر دیا جائے۔ صحیح ہو یا غلط اس سے کچھ مطلب نہیں، معترضین اگرچہ اسے ناپاک مانتے ہیں لہٰذا صرف طہارت کی سند دینی ہمیں کافی تھی، مگر ہم احساناً دونوں عکسوں کا ثبوت دیتے ہیں۔ طہارت کے متعلق تو وہی کافی ہے کہ یہ پانی ہے اور پانی بذاتہ نجس نہیں تاوقتیکہ کسی نجس کا خلط یا نجس کا مس نہ ہو نجس نہیں ہو سکتا۔ نجس کا خلط جیسے شراب یا پیشاب یا دیگر اشیائے نجسہ اس میں مل جائیں تو اگر قلیل ہے یعنی دہ دردہ سے کم ہے تو اب ناپاک ہو جائے گا اور اگر دہ دردہ ہے تو نجس کے ملنے سے بھی اس وقت ناپاک ہوگا کہ اس نجس شے نے اس کے رنگ یا بو یا مزہ کو بدل دیا۔ درمختار میں ہے:

وینجس بتغیر احد اوصافہ من لون او طعم او ریح ینجس الکثیر ولو جاریا اجماعا

وفی العالمگیریۃ عن الکافی لایقبل قول المستور فی الدیانات فی ظاھر الروایات وھو الصحیح ۲؎ اھ۔

اور عالمگیریہ میں کافی سے نقل کیا کہ ظاہر روایات کے مطابق دیانات میں مستور الحال کا قول قبول نہ کیا جائے یہی صحیح ہے اھ۔

(۲؎ فتاوٰی ہندیہ، کتاب الکراھیۃ، مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور، ۵/۳۰۹)

وفی ردالمحتار عن الھدایۃ الفاسق متھم والکافر لایلتزم الحکم فلیس لہ ان یلزم المسلم ۳؎ اھ۔

اور ردالمحتار میں ہدایہ سے نقل کیا ہے کہ فاسق تہمت زدہ ہے اور کافر حکم کا خود التزام نہیں کرتا پس اسے مسلمان پر لازم کرنے کا حق نہیں۔ اھ (ت) (۳؎ ردالمحتار، کتاب الحظر والاباحۃ، مطبوعہ مصطفی البابی مصر، ۵/۲۴۳)

ہاں فاسق و مستور میں اتنا ہے کہ اُن کی خبر سُن کر تحری واجب اگر دل پر اُن کا صدق جمے تو لحاظ کرے جب تک دلیل اقوی معارض نہ ہو اور کافر میں اس کی بھی حاجت نہیں مثلاً پانی رکھا ہو کافر کہے ناپاک ہے تو مسلمان کو روا کہ اُس سے وضو کر لے یا گوشت خریدا ہو کافر کہے اس میں لحم خنزیر ملا ہے مسلمان کو اُس کا کھانا حلال اگرچہ اس کا صدق ہی غالب ہو اگرچہ اُس کی یہ بات دل پر کچھ عہ جمتی ہوئی ہو کہ جو خدا کو جھٹلاتا ہے اُس سے بڑھ کر جھوٹا کون پھر ایسے کی بات محض واہیات البتہ احتیاط کرے تو بہتر وہ بھی وہاں جب کچھ حرج نہ ہو۔

عہ: کچھ اس لئے کہ مجرد خبر کافر کا بے ملاحظہ امور دیگر جو اس کے مؤیدات و قرائن ہوں قلب مومن پر ٹھیک ٹھیک جمنا کالمحال ہے ۱۲ منہ (م)

فی فتاوی الامام قاضی خان ان کان المخبر بنجاسۃ الماء رجلا من اھل الذمۃ لایقبل قولہ فان وقع فی قلبہ انہ صادق فی ھذا الوجہ قال فی الکتاب احب الی ان یریق الماء ثم یتیمم ولو توضأ وصلی جازت صلاتہ ۱؎ اھ

(۱؎ فتاوٰی قاضی خان، فصل فیما یقبل قول الواحد، مطبوعہ نولکشور لکھنؤ، ۴/۷۸۷)

فتاوائے امام قاضی خان میں ہے اگر پانی کے ناپاک ہونے کی خبر دینے والا ذمی (کافر) ہو تو اس کی بات قبول نہ کی جائے اگر اس کے دل میں واقع ہو کہ وہ اس بات میں سچا ہے تو کتاب میں فرمایا: مجھے زیادہ پسند ہے کہ پانی بہادے اور تیمم کرے اور اگر اس کے ساتھ وضو کر کے نماز پڑھی تو بھی جائز ہے (ت) (فتاوٰی رضویہ، جلد ۴، ص ۴۸۱۔ ۴۸۲ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

أما القليل فينجس وان لم يتغير. (5)

عالمگیریہ میں ہے:

الماء الراكد اذا كان كثيرا فهو بمنزلة الجاري لا يتنجس جميعه بوقوع النجاسة في طرف منه الا ان يتغير لونه او طعمه او ريحه وعلى هذا اتفق العلماء وبه اخذ عامة المشائخ رحمهم الله تعالى كذا في "المحيط". (6)

مس کی صورت یہ ہے کہ نجس چیز پانی سے چھو جائے اگر چہ اس کے اجزا اس میں نہ ملیں قلیل پانی نجس ہو جائے گا۔ جیسے سور کے بدن کا کوئی حصہ اگر چہ بال پانی سے چھو جائے نجس ہو جائے گا۔ اگر چہ وہ فوراً اس سے جدا کر لیا جائے اگر چہ لعاب وغیرہ کوئی نجاست اس کے بدن سے جدا ہو کر پانی میں نہ ملی ہندیہ میں ہے:

وان كان نجس العين كالخنزير فانه يتنجس وان لم يدخل فاه. (7)

نیز اسی میں ہے:

اما الخنزير فجميع اجزائه نجسة. (8)

ردالمحتار میں ہے:

وظاهر الرواية ان شعره نجس وصححه في البدائع ورجحه في الاختيار فلو صلى ومعه منه اكثر من قدر الدرهم لا تجوز ولو وقع في ماء قليل نجسه. (9)

یوہیں کوئی دموی جانور پانی میں گر کر مر جائے یا مرا ہوا گر جائے پانی نجس ہو جائے گا اگر چہ اس کا لعاب وغیرہ پانی سے مخلوط نہ ہو کہ مجرد ملاقات میتہ آب قلیل کو نجس کر دیتی ہے۔

درمختار میں ہے:

اومات فيها (اى فى بئر دون القدر الكثير) او خارجها والقى فيها حيوان دموى (10)

اور اگر سور کے سوا کوئی اور جانور گرا جس کا لعاب نجس ہے اور زندہ نکل آیا تو جب تک اس کے موتھ کا پانی میں پڑنا

---

(5) الدرالمختار، کتاب الطھارۃ، باب المیاہ، ج۱، ص ۳۶۷

(6) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطھارۃ، الباب الثالث في المیاہ، الفصل الاول، ج۱، ص ۱۸

(7) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطھارۃ، الباب الثالث في المیاہ، الفصل الاول، ج۱، ص ۱۹

(8) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطھارۃ، الباب الثالث في المیاہ، الفصل الثاني، ج۱، ص ۲۴

(9) ردالمحتار، کتاب الطھارۃ، باب المیاہ، مطلب في أحکام الدباغۃ، ج۱، ص ۳۹۸

(10) الدرالمختار، کتاب الطھارۃ، باب المیاہ، فصل في البئر، ج۱، ص ۴۰۷

معلوم نہ ہونجس نہ ہوگا۔ فتاوائے عالمگیریہ میں ہے:

والصحیح ان الکلب لیس بنجس العین فلا یفسد الماء مالم یدخل فاہ ھکذا فی التبیین وھکذا سائر ما لا یوکل لحمہ من سباع الوحش والطیر لا یتنجس الماء اذا اخرج حیا ولم یصل فاہ فی الصحیح ھکذا فی "محیط السرخسی".(11)

درمختار میں ہے:

لو اخرج حیا ولیس بنجس العین ولا بہ حدث او خبث لم ینزح شیئ الا ان یدخل فمہ الماء فیعتبر بسؤرہ فان نجسا نزح الکل والا لا ھو الصحیح (12)۔

ردالمحتار میں ہے:

بخلاف ما اذا کان علی الحیوان خبث ای نجاسۃ وعلم بہا فانہ ینجس مطلقا قال فی البحر وقیدنا بالعلم لانہم قالوا فی البقر ونحوہ یخرج حیا لا یجب نزح شیئ وان کان الظاھر اشتمال بولہا علی افخاذھا لکن یحتمل طھارتہا بان سقطت عقب دخولہا ماء کثیرا مع ان الاصل الطھارۃ اھ ومثلہ فی "الفتح" اھ.(13)

اس عبارت ردالمحتار سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ جب تک کسی شے کا نجس ہونا یقینی معلوم نہ ہو حکم نجاست نہیں دیتے اگرچہ ظاہر نجس ہونا ہو تو حقہ کے پانی کی نسبت جب تک نجس ہونا یقینی نہ ہو نجس نہیں کہہ سکتے۔ نجاست کا یقین تو درکنار یہاں وہم بھی نجاست کا نہیں، اس کی نجاست اسی وقت ثابت ہوگی کہ اس کا نجاست سے مس یا اس میں نجاست خلط یقینا معلوم ہو اور یہ دونوں امر مفقود تو اپنی اصل طہارت پر ہونا ثابت۔ وھو المقصود ثم اقول یہ تو ہر شخص جانتا ہے کہ یہ وہی پانی ہے جو حقہ میں ڈالنے سے پہلے طاہر ومطہر تھا ہاں اگر نجس پانی سے کسی نے حقہ تازہ کیا یا اس کا حقہ اندر سے نجس تھا یا اس پانی میں بعد کو کوئی نجاست پڑی خواہ حقہ کے اندر ہی یا اس میں سے نکالنے کے بعد تو یہ سب بلاشبہ نجس ہی ہیں اس کی طہارت کا کون قائل ہوسکتا ہے اگر بجائے حقہ گھڑا یا لوٹا نجس ہوتے تو ان کا پانی بھی نجس ہوتا اور کوئی عاقل نہیں کہہ سکتا کہ مطلقاً گھڑے یا لوٹے کا پانی نجس ہوتا ہے کہ یہ نجاست اس کے خصوص نجس ہونے سے ہے نہ یہ کہ گھڑا یا لوٹا ہونا باعث نجاست ہے۔ یونہیں یہاں یہ نجاست خصوص اس ظرف کے نجس ہونے یا اس پانی میں نجس کے ملنے سے ہے نہ یہ کہ اس کا حقہ ہونا سبب نجاست ہے اور کلام یہاں اس میں ہے کہ حقہ کا دھواں پانی پر گزرنے سے پانی نجس نہیں ہوتا تو

---

(11) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطھارۃ، الباب الثالث فی المیاہ، الفصل الاول، ج۱، ص۱۹

(12) الدرالمختار، کتاب الطھارۃ، باب المیاہ، فصل فی البئر، ج۱، ص۴۱۲

(13) ردالمحتار، کتاب الطھارۃ، باب المیاہ، فصل فی البئر، ج۱، ص۴۱۰

جب یہ وہی پانی ہے کہ پہلے سے پاک تھا اور اب مرورِ زمان سے اس کے اوصاف متغیر ہوئے تو اگر اوصاف کا بدلنا سببِ نجاست ہو تو لازم کہ شربت گلاب، کیوڑا، چائے، شوربا اور وہ پانی جس میں زعفران یا شہاب ڈالا ہو بلکہ تمام وہ چیزیں جن میں پانی کے اوصاف بدل جاتے ہیں سب کی سب نجس ہو جائیں اور یہ بداہۃً باطل، لہٰذا ثابت کہ مطلقاً ہر شے کے ملنے سے ناپاک نہ ہوگا۔ بلکہ نجس ہونے کے لیے نجس کی ملاقات ضروری ہے۔

لہٰذا پہلے تمباکو کا ناپاک ہونا شرع سے ثابت کریں پھر شرعاً اس کے دھوئیں کے بھی نجس ہونے کا ثبوت دیں پھر اس کو نجس بتائیں ودونہ خرط القتاد، یہ امر تو ہندوستان کا بچہ بچہ جانتا ہے کہ تمباکو ایک درخت کا پتا ہے جس میں کچھ اجزا ملا کر کھاتے، پیتے، سونگھتے ہیں اور یہ بدیہی بات ہے کہ پتے نجس نہیں، باقی اجزا مثلاً شیرہ ریہ یا خوشبو کرنے یا دیگر منافع کے لیے کچھ اجزا اور شامل کیے جاتے ہیں، مثلاً سنبل الطیب، اناس، املتاس، بیر، کٹہل وغیرہا ان میں کوئی چیز نجس نہیں لہٰذا تمباکو طاہر۔ یہ امر آخر ہے کہ اس کے کھانے یا پینے سے بیہوشی کی کیفیت پیدا ہو جائے تو بوجہ تفتیر اس کا اس حد تک کھانا پینا حرام ہوگا کہ۔

نھٰی رسول اللہ صلّی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن کل مسکر ومفتر (14)

مگر حرام ہونا اور بات ہے نجس ہونا اور، ویسے تو مٹی بھی حد ضرر تک کھانا حرام ہے۔ حالانکہ مٹی پاک بلکہ پاک کرنے والی ہے۔ کتب فقہ میں بے شمار جزئیات ملیں گے کہ کھانا پینا حرام ہے اور شے پاک۔

تنویر الابصار میں ہے:

والمسك طاهر حلال. (15)

اس پر ردالمحتار میں فرمایا:

زاد قوله حلال لانه لا يلزم من الطهارة الحل كما في التراب" منح "اى فان التراب طاهر ولا يحل اكله. (16)

تو جب تمباکو پاک ٹھہرا، اس کا دھواں کس طرح ناپاک ہو سکتا ہے۔ پاک چیز تو خود پاک چیز ہے، ناپاک چیزوں کے دھوئیں کی نسبت فقہ حنفی کا حکم ہے کہ جب تک اس سے اس ناپاک شے کا اثر ظاہر نہ ہو، حکم طہارت ہے۔

ردالمحتار میں ہے:

---

(14) سنن أبي داود، کتاب الأشربة، باب النھي عن المسکر، الحدیث: ۳۶۸۶، ج۳، ص۴۶۱

(15) تنویر الابصار، کتاب الطھارۃ، باب المیاہ، ج۱، ص۴۰۴

(16) ردالمحتار، کتاب الطھارۃ، باب المیاہ، مطلب في المسک... إلخ، ج۱، ص۴۰۳

اذا احرقت العذرة فی بیت فاصاب ماء الطابق ثوب انسان لا یفسدہ استحسانا مالم یظھر اثر النجاسة فیه وکذا الاصطبل اذا کان حارا وعلی کوته طابق او کان فیه کوز معلق فیه ماء فترشح وکذا الحمام لو فیھا نجاسات فعرق حیطانھا وکواتھا وتقاطر۔ (17)

فتاوائے عالمگیریہ میں ہے:

دخان النجاسة اذا اصاب الثوب او البدن الصحیح انه لا ینجسه ھکذا فی "السراج الوھاج" وفی الفتاوی اذا احرقت العذرة فی بیت فعلا دخانه وبخارہ الی الطابق وانعقد ثم ذاب وعرق الطابق فاصاب ماؤہ ثوبا لا یفسد استحسانا مالم یظھر اثر النجاسة وبه افتی الامام ابوبکر محمد بن الفضل کذا فی "الفتاوی الغیاثیة" وکذا الاصطبل اذا کان حارا وعلی کوته طابق او بیت البالوعة اذا کان علیه طابق فعرق الطابق وتقاطر وکذا الحمام اذا احرق فیھا النجاسة فعرق حیطانھا وکواھا وتقاطر کذا فی "فتاوی قاضیخان". (18)

نوشادر کہ غلیظ کا بخار جمع ہو کر بنتا ہے علما نے اسے طاہر بتایا۔ ردالمحتار میں ہے: اما النوشادر المستجمع من دخان النجاسة فھو طاھر۔ (19) ان تقریرات سے منصف مزاج وتتبع فقہا کے نزدیک بخوبی ثابت ہو گیا کہ حقہ کا پانی طاہر ہے۔ رہا یہ جاہلانہ شبہہ کہ پاک ہے تو پیتے کیوں نہیں۔ رینٹھ بھی تو پاک ہے پھر کیوں نہیں کھاتے؟ تھوک بھی پاک ہے پھر کیوں نہیں پیتے؟ افیون وبھنگ بھی تو ناپاک نہیں پھر کیا پیو گے؟ جب پاک چیزیں حرام تک ہوتی ہیں تو طبعاً مکروہ وناپسند ہونا کیا دشوار ہے۔ یہ تو ہمارے دلائل تھے، اب اسے ناپاک کہنے والے بھی تو بتائیں کہ کس آیت سے کہتے ہیں یا حدیث سے یا کتاب سے اور جب کہیں سے نہیں تو یہ شریعت پر افترا ہوگا یا نہیں؟ شریعت پر افترا سے مسلمانوں کو بچنا چاہیے۔ اللہ تعالٰی ہدایت وتوفیق بخشے آمین۔ رہا اس کا مطہر ہونا اس کا مدار مائے مطلق پر ہے کہ مائے مطلق سے وضو وغسل جائز ہیں، مقید سے نہیں۔ کما ھو مصرح فی المتون۔ لہٰذا پہلے ہم مطلق کی تعریف بیان کریں جس سے بخوبی معلوم ہو سکتا ہے کہ یہ مطلق ہے یا مقید۔ مطلق کی جامع مانع تعریف جو جزئیات منصوبہ سے منتقض نہ ہو وہ ہے جو رسالہ النور والنورق میں سیدی وسندی ومستندی مجدد مأتہ حاضرہ اعلیٰ حضرت قبلہ نے فرمائی ہے کہ مطلق وہ پانی ہے کہ اپنی رقت طبعی پر باقی رہے اور اس کے ساتھ کوئی ایسی شے نہ ملائی گئی ہو جو اس سے مقدار میں زائد یا مساوی ہے۔ نہ

---

(17) ردالمحتار، کتاب الطھارة، باب الانجاس، مطلب فی العفو عن طین الشارع، ج۱، ص ۵۸۳

(18) الفتاوی الھندیة، کتاب الطھارة، الباب السابع فی النجاسة واحکامھا، الفصل الثانی، ج۱، ص ۴۷

(19) ردالمحتار، کتاب الطھارة، باب الانجاس، مطلب العرقی الذی یستقطر من دردی الخمر نجس حرام، بخلاف النوشادر، ج۱، ص ۵۸۴

ایسی شے کہ اس کے ساتھ مل کر چیز دیگر مقصد دیگر کے لیے ہوجائے جس سے پانی کا نام بدل جائے۔شربت یا لسی یا نبیذ یا روشنائی وغیرہ کہلائے اور اس کے تمام فروع ومباحث کو دوشعر میں جمع فرمایا۔

مطلق آبے ست کہ بر رقت طبعی خود است　　نہ درو مزج دگر چیز مساوی یا بیش
نہ بخلطے کہ بہ ترکیب شود چیز دگر　　کہ بود زآب جدا در لقب ومقصد خویش

زیادتی اطمینان کے لیے قیود تعریف کے متعلق بعض عبارات نقل کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان سے مدعا کے سمجھنے میں آسانی ہوگی،پہلی قید رقت طبعی کا باقی رہنا۔شلبیہ علی الزیلعی میں ہے:

الماء المطلق مابقی علی اصل خلقته من الرقة والسیلان فلو اختلط به طاهر اوجب غلظه صار مقیدا۔ (20)

فتاویٰ امام فقیہ النفس قاضی خان میں ہے:

لو وقع الثلج فی الماء وصار ثخینا غلیظا لا یجوز به التوضوء لانه بمنزلة الجمد وان لم یصر ثخینا جاز۔ (21)

نیز اسی خانیہ اور فتاوائے عالمگیریہ میں ہے:

لوبل الخبز بالماء وبقی رقیقا جاز به الوضوء. (22)

نیز اسی خانیہ میں ہے:

ماء صابون وحرض ان بقیت رقته ولطافته جاز التوضوء به. (23)

محقق علی الاطلاق امام ابن ہمام فتح القدیر میں فرماتے ہیں:

فی "الینابیع" لو نقع الحمص والباقلاء وتغیر لونه وطعمه وریحه یجوز التوضی به فان طبخ فان کان اذا برد وثخن لا یجوز الوضوء به اولم یثخن ورقة الماء باقیة جاز۔ (24)

نیز اسی میں ہے:

---

(20) حاشیۃ الشلبی علی تبیین الحقائق، کتاب الطھارۃ، ج۱،ص۷۵

(21) الفتاوی الخانیۃ، کتاب الطھارۃ، فصل فی مالا یجوز بہ التوضی، ج۱،ص۹

(22) الفتاوی الخانیۃ، کتاب الطھارۃ، فصل فی مالا فیجوز بہ التوضی، ج۱،ص۹

(23) المرجع السابق

(24) فتح القدیر، کتاب الطھارات، باب الماء الذی یجوز بہ الوضوء ومالا یجوز، ج۱،ص۶۵

لا باس بماء السیل مختلطا بالطین ان کانت رقۃ الماء غالبۃ فان کان الطین غالبا فلا.(25)

بدائع امام ملک العلماء میں ہے:

لو تغیر الماء بالطین او بالتراب یجوز التوضوء بہ.(26)

منیہ میں ہے:

یجوز الطھارۃ بماء خالطہ شیئ طاھر فغیر احد اوصافہ کماء المد والماء الذی اختلط بہ الزعفران بشرط ان یکون الغلبۃ للماء من حیث الاجزاء ولم یزل عنہ اسم الماء وان یکون رقیقا بعد فحکمہ حکم الماء المطلق.(27)

فتاویٰ امام غزی تمرتاشی میں ہے:

ماء الصابون لو رقیقا یسیل علی العضو یجوز الوضوء بہ و کذا لو اغلی بالاشنان وان ثخن لا کما فی "البزازیۃ".(28)

بالجملہ یہی چند عبارات حکم مسئلہ معلوم کرنے کے لیے کافی ہیں اور اس کی نظیریں کتب فقہ میں بکثرت مذکور ہیں کہ بعد زوال رقت و سیلان قابل وضو و غسل نہ رہا۔ قید دوم اس کے ساتھ کسی ایسی شے کا خلط نہ ہو کہ مقدار میں زائد یا مساوی ہے مثلاً عرق گاؤزبان یا کیوڑا گلاب بید مشک وغیرہ جن میں نہ خوشبو ہو، نہ ذائقہ محسوس ہوتا ہو اگر پانی میں ملیں تو جب تک پانی مقدار میں زائد ہے وضو جائز ہے ورنہ نہیں۔

بحرالرائق میں ہے:

ان کان مائعا موافقا للماء فی الاوصاف الثلثۃ کالماء الذی یؤخذ بالتقطیر من لسان الثور وماء الورد الذی انقطعت رائحتہ اذا اختلط فالعبرۃ للاجزاء فان کان الماء المطلق اکثر جاز الوضوء بالکل وان کان مغلوبا لا یجوزو ان استویا لم یذکر فی ظاھر الروایۃ وفی البدائع قالوا حکمہ حکم الماء المغلوب احتیاطا.(29)

---

(25) فتح القدیر، کتاب الطھارات، باب الماء الذی یجوز بہ الوضوء ومالا یجوز، ج۱، ص۶۵

(26) بدائع الصنائع، کتاب الطھارۃ، مطلب الماء المقید، ج۱، ص۹۵

(27) منیۃ المصلی فصل فی المیاہ، ص۶۳

(28) فتاوی الامام الغزی، ص۴

(29) البحرالرائق، کتاب الطھارۃ، ج۱، ص۱۲۸

درمختار میں ہے:

لو (کان المخالط) مائعا فلو مباینا لاوصافه فبتغیر اکثرها اوموافقا کلبن فبأحدها او مماثلا کمستعمل فبالاجزاء فان المطلق اکثر من النصف جاز التطهیر بالکل والالا. (30)

ہندیہ میں ہے:

وان کان لا یخالفه فیهما تعتبر فی الاجزاء وان استویا فی الاجزاء لم یذکر فی ظاهر الروایة قالوا حکمه حکم الماء المغلوب احتیاطا هکذا فی "البدائع". (31)

قید سوم ایسی شے نہ ملی ہو کہ اس کے ساتھ مل کر شے دیگر مقصد دیگر کے لیے ہوجائے جس سے پانی کے بدلے کچھ اور نام ہوجائے خواہ کسی چیز کو ملا کر اس میں پکایا ہو جیسے یخنی، شوربا کہ اب پانی نہ رہا۔ مختصر قدوری و ہدایہ و وقایہ وغیرہا عامہ کتب میں ہے: لا یجوز بالمرق. (32) بحرالرائق میں ہے: لا یتوضؤ بماء تغیر بالطبخ بما لا یقصد التنظیف کماء المرق والباقلاء لانه لیس بماء مطلق (33) یا پکایا نہ ہو محض ملا دیا ہو جیسے شکر مصری شہد کا شربت ہدایہ وغیرہا میں ہے:

لا یجوز بالاشربه (34) اس پر عنایہ وکفایہ وبنایہ وغایہ میں فرمایا:

ان اراد بالاشربة الحلو المخلوط بالماء کالدبس والشهد المخلوط به کانت للماء الذی غلب علیه غیره. (35)

مجمع الانہر میں ہے:

قال صاحب الفرائد المراد من الاشربة الحلو المخلوط بالماء کالدبس والشهد. (36)

---

(30) الدرالمختار، کتاب الطهارة، باب المیاه، ج۱، ص۳۶۱

(31) الفتاوی الهندیة، کتاب الطهارة، الباب الثالث فی المیاه، الفصل الثانی، ج۱، ص۲۱

(32) ہدایہ میں ہے: لا یجوز بالمرق فانه لا یسمی ماء مطلقا۔

(الہدایۃ، باب الماء الذی یجوز بہ الوضوء ومالا یجوز بہ، عربیہ کراچی، ۱/۱۸)

شوربا سے وضو جائز نہیں کہ اس کو مطلق پانی نہیں کہتے ہیں۔ (ت)

(33) البحرالرائق، کتاب الطهارة، ج۱، ص۱۲۶

(34) الهدایة، کتاب الطهارة، باب الماء الذی یجوز به الوضوء ومالا یجوز، ج۱، ص۲۰

(35) البنایة، کتاب الطهارة، باب الماء الذی یجوز به الوضوء ومالا یجوز به، ج۱، ص۲۱۲

(36) مجمع الانهر، کتاب الطهارة، ج۱، ص۴۵

اگر ایسی چیز جس سے تنظیف یعنی میل کاٹنا مقصود ہے ملائی یا ملا کر طبخ دیا تو جب تک اس پانی کی رقت وسیلان نہ جائے قابل وضو ہے۔ اس کے متعلق فتح القدیر و فتاوائے خانیہ و فتاوائے امام شیخ الاسلام غزی تمرتاشی کے نصوص اوپر گزرے۔

بحر میں ہے:

اما لو كانت النظافة تقصد به كالسدر والاشنان والصابون يطبخ به فانه يتوضؤ به الا اذا خرج الماء عن طبعه من الرقة والسيلان۔ (37)

ہندیہ میں ہے:

وان طبخ في الماء ما يقصد به المبالغة في النظافة كالاشنان والصابون جاز الوضوء به بالاجماع الا اذا صار ثخينا فلا يجوز هكذا في "محيط السرخسي" (38).

(37) البحر الرائق، کتاب الطہارۃ، ج ا، ص ۱۲۶

(38) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطھارۃ، الباب الثالث فی المیاہ، الفصل الثانی، ج ا، ص ۲۱

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

یہ چیزیں اگر پانی میں اتنی کم حل ہوئیں کہ پانی رنگنے یا لکھنے حرف کا نقش بننے کے قابل نہ ہو گیا تو اُس سے بالاتفاق وضو جائز ہے۔

وذلك ان العبارات جاءت فيها على اربعة مسالك الاول يجوز مطلقا مالم تغلب على الماء بالاجزاء قال في الهدايه قال الشافعي رحمه الله تعالى لايجوز التوضي بماء الزعفران واشباهه ممالیس من جنس الارض لانه ماء مقيد الا ترى انه يقال ماء الزعفران بخلاف اجزاء الارض لان الماء لايخلو عنها عادة ولنا ان اسم الماء باق على الاطلاق الا ترى انه لم يتجدد له اسم على حدة واضافته الى الزعفران كاضافته الى البئر والعين ولان الخلط القليل لامعتبر به لعدم امكان الاحتراز عنه كما في اجزاء الارض فيعتبر الغالب والغلبة بالاجزاء لابتغير اللون هو الصحيح اھ

پہلا مسلک: وضو مطلقاً جائز ہے تاوقتیکہ اُس کے اجزاء پانی پر غالب نہ ہو جائیں، ہدایہ میں ہے امام شافعی نے فرمایا زعفران اور اسی کی مثل دوسری اشیاء کے پانی سے وضو جائز نہیں یعنی وہ اشیاء جو زمین کی جنس سے نہیں، کیونکہ یہ مقید پانی ہے۔ اس لئے کہتے ہیں زعفران کا پانی، اور زمین کے اجزاء کا معاملہ اس کے برعکس ہے، کیونکہ پانی عام طور پر ان اجزاء سے خالی نہیں ہوتا ہے اور ہماری دلیل یہ ہے کہ پانی کا نام علی الاطلاق باقی ہے کیونکہ اس کا کوئی نیا نام نہیں ہے، اور اس کی اضافت زعفران کی طرف ایسی ہے جیسے پانی کی اضافت کنوئیں اور چشمے کی طرف ہوتی ہے اور تھوڑی ملاوٹ کا کوئی اعتبار نہیں کہ اُس سے بچنا ممکن نہیں، جیسا کہ زمین کے اجزاء میں ہوتا ہے، تو غالب کا اعتبار ہوگا اور غلبہ باعتبار اجزاء ہوتا ہے نہ کہ رنگ کے بدلنے سے، یہی صحیح ہے اھ

(اـ ہدایہ، باب الماء الذی یجوز بہ الوضوء ومالا یجوز بہ مطبع عربیہ کراچی ۱/۱۸)

....

وفی الانقرویہ یجوز التوضی بماء الزعفران عندنا وعند الشافعی لایجوز [۱] اھ وفی الظھیریہ ثم البحر وفی الخانیہ اذا طرح الزاج فی الماء حتی اسود (زاد فی الخانیہ لکن لم تذھب رقتہ) جاز بہ الوضو [۲] اھ ومثل الخانیہ فی المنیہ عن الملتقط وزاد و کذا العفص اھ قال فی الغنیہ عہ جاز مع تغیر لونہ وطعمہ وریحہ [۳] اھ

(خانیہ میں یہ اضافہ بھی یہ ہے مگر اس کی رقت زائل نہ ہوئی) تو اس سے وضو جائز ہے اھ۔ اور فتاوٰی انقرویہ میں ہے کہ ہمارے نزدیک زعفران کے پانی سے وضو جائز ہے اور امام شافعی کے نزدیک جائز نہیں اھ ظہیریہ، بحر اور خانیہ میں ہے کہ جب زردج پانی میں ڈالا گیا خانیہ میں یہ اضافہ بھی ہے مگر اسکی رقت زائل نہ ہوئی) وضو جائز ہے اھ اور خانیہ کی طرح منیہ میں ملتقط سے منقول ہے اس میں عفص کا اضافہ بھی ہے اھ غنیۃ میں ہے اس کے مزے بُو اور رنگ کے بدل جانے کے باوجود وضو جائز ہے اھ

([۱] رسائل الارکان بالمعنی، فصل فی المیاہ، مطبع علوی، ص ۲۴) ([۲] بحرالرائق، کتاب الطہارت، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی، ۱/۶۹)

([۳] غنیۃ المستملی، احکام المیاہ، سہیل اکیڈمی لاہور، ص ۹۰)

وفی الخانیہ لا بماء ورد وزعفران اذا ذھبت رقتہ وصار ثخینا وان بقیت رقتہ ولطافتہ جاز [۴] اھ

اور خانیہ میں ہے نہ کہ گلاب اور زعفران کے پانی سے جبکہ اس کی رقت ختم ہو جائے اور گاڑھا ہو جائے، اور اگر اس کی رقت ولطافت باقی رہے تو اُس سے وضو جائز ہے اھ ([۴] فتاوٰی خانیہ المعروف قاضی خان، فصل فیما لا یجوز بہ التوضی، نولکشور لکھنؤ، ۱/۱۹)

وفی جواھر الاخلاطی اذا خالط شیئ من الطاھرات ولم یطبخ کالزعفران والزردج یجوز التوضی بہ [۵] اھ ای وقید بقاء الرقۃ معلوم لاحاجۃ الی ابانتہ وفی مسکین علی الکنز لایجوز بما غلب علیہ غیر الماء مثل الزعفران اجزاء وھو احتراز عن الغلبۃ لونا وھو قول محمد رحمہ اللہ تعالٰی [۱] اھ

([۵] جواہر الاخلاطی) ([۱] فتح المعین، کتاب الطہارت، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی، ۱/۶۳)

جواہر اخلاطی میں ہے کہ جب کوئی پاک شیئ پانی میں مل جائے اور اس کو پکایا نہ گیا ہو جیسے زعفران اور زردج، تو اس سے وضو جائز ہے اور رقت کے بقاء کی قید سب کو معلوم ہے لہٰذا اظہار کی طرف کوئی محتاج نہیں اور مسکین علی الکنز میں ہے کہ جب پانی پر کسی دوسری شے کا غلبہ ہو جائے تو اس سے وضو جائز نہیں جیسے زعفران جبکہ یہ غلبہ اجزاء کے اعتبار سے ہو، اور اجزاء کی قید سے لون (رنگ) اس سے خارج ہو گیا اور یہ امام محمد رحمہ اللہ کا قول ہے اھ

وفی وجیز الکردری ماء الزردج والصابون والعصفر والسیل لو رقیقا یسیل علی العضو یجوز التوضی بہ [۲] اھ

بل فی الغرر یجوز وان غیر اوصافہ جامد کزعفران وورق فی الاصح [۳]

اور وجیز کردری میں ہے کہ زردج، صابون، عصفر اور سیلاب کا پانی اگر رقیق ہو اور یہ پانی عضو پر بہہ سکتا ہو تو اس سے وضو جائز ہے اھ بلکہ غرر میں ہے کہ اگرچہ کوئی جامد چیز اس کے اوصاف کو بدل دے تو بھی وضو جائز ہے جیسے زعفران اور پتے، اصح قول کے مطابق۔

[illegible] ([۲] ... المستعمل والمقید، المطلق، نورانی کتب خانہ پشاور، ۲/۱۰) ([۳] الغرر متن الدرر، کتاب الطہارۃ، ←

یوہیں اگر پانی میں زعفران یا پڑیا اتنی ملائی کہ کپڑا رنگنے کے قابل ہو جائے اس سے وضو جائز نہیں اگرچہ رقت و

مطبعۃ کاملیہ، بیروت، ۱/۲۱)

وفی نورالایضاح لایضر تغیراوصافہ کلھابجامع کزعفران ۴ ؎ اھ فھذہ نصوص متظافرۃ اما ما فی الخانیہ التوضو بماء الزعفران وزردج العصفر یجوز انکان رقیقاوالماء غالب فان غلبتہ الحمرۃ وصار متماسکا لا یجوز ۵ ؎ اھ۔

اور نورالایضاح میں ہے کہ کسی جامد چیز کا پانی کے اوصاف کو متغیر کردینا مضر نہیں، جیسے زعفران اھ تو یہ نصوص ایک دوسرے کی تائید کرتی ہیں، اور جو خانیہ میں ہے کہ زعفران، زردج، عصفر کے پانی سے وضو جائز ہے بشرطیکہ رقیق ہو اور پانی کا غلبہ ہو پس اگر اس پر سرخی غالب ہو جائے اور گاڑھا ہو جائے تو وضو جائز نہیں اھ (ت)

(۴ ؎ نورالایضاح، کتاب الطہارت، مطبعۃ علیمیہ لاہور، ص ۳)(۵ ؎ فتاوٰی قاضی خان، فیما لا یجوز بہ التوضی، مطبعۃ نولکشور لکھنؤ، ۱/۹)

فاقول: اولہ صریح فی اعتبار الرقۃ وفی اٰخرہ وان ذکر الحمرۃ فقد تدارکہ بقولہ وصار متماسکافلم یکتف بغلبۃ اللون مالم یثخن ثم اکدہ بان قال متصلا بہ اما عند ابی یوسف رحمہ اللہ تعالٰی تعتبر الغلبۃ من حیث الاجزاء لامن حیث اللون ھو الصحیح ۱ ؎ اھ ومثل ھذا ما فی الخلاصۃ رجل توضأ بماء الزردج اوالعصفر اوالصابون انکان رقیقا یستبین الماء منہ یجوزوان غلبت علیہ الحمرۃ وصار نشاستج لایجوز ۲ ؎ ھ فصرح بالبناء علی الثخونۃ وبقی ذکر الحمرۃ فی الکتابین کالمستدرک عہ۔

میں کہتا ہوں اس کی ابتداء رقت کے اعتبار میں صریح ہے اور اس کے آخر میں اگرچہ سرخی کا ذکر ہے لیکن اس کا تدارک اس لفظ سے کردیا کہ وہ گاڑھا ہو جائے، تو جب تک گاڑھا نہ ہو رنگ کے غلبہ کا اعتبار نہیں پھر اس کی تائید میں متصلاً فرمایا کہ ابو یوسف کے نزدیک اجزاء کے اعتبار سے غلبہ معتبر ہے رنگ کے اعتبار سے نہیں، یہی صحیح ہے اھ اور اسی کی مثل خلاصہ میں ہے کہ کسی شخص نے زردج، عصفر یا صابن کے پانی سے وضو کیا، اگر وہ رقیق ہو جس سے پانی واضح ہوتا ہو تو وضو جائز ہے اور اگر اس پر سُرخی غالب ہوگئی ہو اور نشاستہ بن گیا ہو تو وضو جائز نہیں اھ تو اس میں اس کی تصریح ہے کہ دارومدار گاڑھے پن پر ہے اور دونوں کتابوں میں سرخی کا ذکر مستدرک کی طرح ہے۔ (ت)

(۱ ؎ فتاوٰی قاضی خان، فیما لا یجوز بہ التوضی، مطبع نولکشور لکھنؤ، ۱/۹)(۲ ؎ خلاصۃ الفتاوٰی، بیان الماء المقید، مطبع نولکشور لکھنؤ ۱/۸)

الثانی لایجوز مطلقا فی شرح الطحاوی ثم خزانۃ المفتین المقید مثل ماء الاشجار والثمار وماء الزعفران ۳ ؎ اھ وفی المنیہ لاتجوز بالماء المقید کماء الزعفران ۴ ؎ اھ قال فی الحلیہ محمول علی ما اذا کان الزعفران غالبا ۵ ؎ اھ

دُوسرا مسلک: مطلقاً جائز نہیں، شرح طحاوی اور خزانۃ المفتین میں ہے مقید جس طرح درخت، اور پھلوں کا پانی اور زعفران کا پانی اھ اور منیہ میں ہے کہ مقید پانی سے وضو جائز نہیں جیسے زعفران کا پانی اھ حلیہ میں کہا کہ یہ اُس صورت پر محمول ہے جبکہ زعفران ←

سیلان باقی ہو کہ اب بھی یہ پانی نہ کہلائے گا۔ صبغ و رنگ کہا جائے گا۔ ردالمحتار میں ہے:

غالب ہو اھ۔ (ت) (۳؎ خزانۃ المفتین) (۴؎ منیۃ المصلی، فصل فی المیاہ، مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور، ص ۶۳) (۵؎ علیہ)

اقول: ھذا مبھم یحتمل الغلبۃ بالاجزاء وباللون وافصح فی الغنیہ فقال المراد ما خثر بہ وخرج عن الرقۃ اوما یستخرج منہ رطبا کما یستخرج من الورد ا؎ اھ

میں کہتا ہوں یہ مبہم ہے اس میں اجزاء کے اعتبار سے بھی غلبہ کا احتمال ہے اور رنگ کے اعتبار سے بھی ہے، اور غنیہ میں وضاحت ہے، فرمایا اس سے مراد وہ پانی ہے جو گاڑھا ہو گیا ہو اور رقت ختم ہو گئی ہو، یا وہ ہے جو اس سے تر نکلتا ہو جیسا کہ گلاب سے نکلتا ہے اھ (ت)

(ا؎ غنیۃ المستملی، فصل احکام المیاہ، مطبع سہیل اکیڈمی لاہور، ص ۸۹)

اقول: فعلی الثانی یخرج من البین وعلی الاول یرجع الی الاول وھو الذی نص علیہ فی المنیہ نفسھا من بعد اذ قال تجوز الطھارۃ بالماء الذی اختلط بہ الزعفران بشرط ان تکون الغلبۃ للماء من حیث الاجزاء ولم یزل عنہ اسم الماء ۲؎ اھ۔

میں کہتا ہوں تو دوسری صورت میں یہ اختلافی صورت سے الگ ہو جائیگا، اور پہلی صورت میں پہلی کی طرف رجوع کرے گا یہ وہ ہے جس پر منیہ میں صراحت ہے، انہوں نے کہا کہ اس پانی سے وضو جائز ہے جس میں زعفران ملائی گئی ہو بشرطیکہ اجزاء کے اعتبار سے پانی کو غلبہ ہو، اور پانی کا اطلاق اس پر ہوتا ہو۔ (ت) (۲؎ منیۃ المصلی، فصل فی المیاہ، مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور، ص ۶۳)

الثالث یجوز (عہ) مالم یصلح للصبغ والنقش فی الفتح والحلیہ صرح فی التجنیس بان من التفریع علی اعتبار الغلبۃ بالاجزاء قول الجرجانی اذا طرح الزاج او العفص فی الماء جاز الوضوء بہ ان کان لاینقش اذا کتب فان نقش لایجوز والماء ھو المغلوب ا؎ اھ ومثلہ فی الھندیہ عن البحر عن التجنیس من قولہ اذا طرح الی قولہ لایجوز وفی القنیہ ثم معراج الدرایہ ثم البحر ثم الدر ثم فتح اللہ المعین الزعفران اذا وقع فی الماء ان امکن الصبغ فیہ فلیس بماء مطلق ۲؎ اھ

تیسرا مسلک: اس سے وضو جائز ہے جو رنگنے اور نقش کرنے کی صلاحیت نہ رکھتا ہو، یہ فتح اور حلیہ میں ہے، تجنیس میں ہے کہ تفریع باعتبار غلبہ اجزاء کے، جرجانی کا قول ہے جب زاج یا عفص پانی میں ڈالا جائے تو اس سے وضو جائز ہے، یہ اس وقت ہے کہ جب اس کے ذریعہ لکھنے سے نقش نہ آتا ہو اگر نقش آئے تو جائز نہیں، جبکہ پانی مغلوب ہو اھ، اور اسی کی مثل ہندیہ میں بحر سے تجنیس سے ہے، ان کے قول اذا طرح سے لایجوز تک اور قنیہ، معراج، بحر، در پھر فتح اللہ المعین میں ہے کہ اگر زعفران پانی میں پڑ جائے تو اگر اس سے رنگنا ممکن ہو تو وہ مطلق پانی نہیں ہے اھ (ا؎ فتح القدیر، باب الماء الذی یجوز بہ الوضوء ومالا یجوز بہ، نوریہ رضویہ سکھر، ۱/ ۶۵) (۲؎ دُرِمختار، کتاب الطہارت، مجتبائی دہلی، ۱/ ۳۵)

الرابع یجوز مالم یغلب لونہ الون الماء فی الشلبیہ عن یحیی عن الامام القاضی الاسبیجابی الماء ان اختلط بہ طاھر فان غیر لونہ فالعبرۃ للون فان کان الغالب لون الماء جاز الوضوء بہ والا فلا وذلک مثل اللبن ←

ومثله الزعفران اذا خالط الماء وصار بحيث يصبغ به فليس بماء مطلق من غير نظر الى الثخانة. (39)

منیہ میں ہے:

لا تجوز بالماء المقيد كماء الزعفران. (40)اھ قال فی الحلية محمول على ما اذا كان الزعفران غالبا. (41)

ہندیہ میں ہے:

والخل والزعفران يختلط بالماء ۳؎اھ ومثله فی خزانة المفتين والبرجندی.

چوتھا مسلک: وضو جائز ہے جب تک اس کا رنگ پانی کے رنگ پر غالب نہ ہو، شلبیہ میں یحیی سے امام قاضی اسبیجابی سے منقول ہے کہ پانی میں اگر کوئی پاک چیز مل جائے اور اس کے رنگ کو بدل دے تو اعتبار رنگ کا ہوگا اگر پانی کا رنگ غالب ہو تو وضو جائز ہے ورنہ نہیں، مثلاً دودھ، سرکہ اور زعفران پانی میں مل جائے اھ اسی کی مثل خزانۃ المفتین اور برجندی میں ہے۔ (ت)

(۳؎ شلبی علی التبیین الحقائق، کتاب الطہارت، الامیریہ بولاق مصر ۱/ ۲۰)

اقول: قدمنا ۱۱۶ اجماع اصحابنا رضی الله تعالى عنهم على جواز الوضوء بماء القى فيه تميرات فحلا ولم يصر نبيذا ومعلوم قطعا ان اللون اسبق تغيرا فيه من الطعم فاستقر الاجماع على ان تغير اللون و الطعم بجامد لايضر مالم يزل الاسم فيجب حمل هذا الرابع و كذا الثانی على الثالث ثم قد انعقد الاجماع والاطباق من جميع الحذاق بغير خلف وشقاق ان زوال الاسم يسلب الاطلاق كيف وانما عين الشرع للوضوء الماء وهذا اذا زال الاسم ليس بماء فهذا الشرط ملحوظ ابدا بلا امتراء وان كان يطوى ذكره للعلم بالعلم به اذ شاع امره فيجب حمل (۱) الاول ايضا على الثالث فيزول الشقاق ويحصل الوفاق والله تعالى اعلم.

میں کہتا ہوں ہم نے ۱۱۶ میں اپنے اصحاب کا اس پر اجماع نقل کیا ہے کہ اس پانی سے وضو جائز ہے جس میں کھجوریں ڈالی گئی ہوں تو نبیذ بننے سے پہلے پہلے اس میں مٹھاس آجائے اور یہ قطعی معلوم ہے کہ رنگ مزہ کے متغیر ہونے سے پہلے بدل جاتا ہے تو اجماع اس پر قائم ہے کہ رنگ اور مزے کا کسی جامد سے بدلنا اس وقت تک مضر نہیں جب تک کہ نام نہ بدل جائے تو اس چوتھے اور دوسرے کا تیسرے پر حمل کرنا لازم ہے۔ پھر تمام علماء کا اتفاق ہے کہ جب نام زائل ہوجائے تو اطلاق باقی نہیں رہتا کیونکہ شریعت نے وضو کیلئے پانی کو متعین کر رکھا ہے اور جب نام زائل ہوگیا تو پانی نہ رہا یہ شرط اگرچہ مذکور نہ ہو معتبر رہے گی، تو پہلے کو بھی تیسرے پر حمل کرنا لازم ہے، اس طرح یہ مسئلہ متفق ہوجائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت) (فتاویٰ رضویہ، جلد ۱۰، ص ۳۹۔ ۳۰ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

تفصیلی معلومات کے لیے فتاوی رضویہ جلد 2 ملاحظہ فرمائیے۔

(39) ردالمحتار، کتاب الطهارة، باب المياه، مطلب في حديث ((لاتسموا العنب الكرم))، ج ۱، ص ۳۶۱

(40) منية المصلي، فصل في المياه، ص ۶۳.

(41) الحلية

وان غلبت الحمرة وصار متماسکا لا یجوز التوضی کذا فی فتاوی قاضیخان. (42)

اور اگر رنگ کے قابل نہ ہو تو وضو جائز ہے۔

صغیری میں ہے:

القلیل من الزعفران یغیر الاوصاف الثلثة مع کونه رقیقا فیجوز الوضوء والغسل به.(43)

ہندیہ میں ہے:

التوضی بماء الزعفران والزردج والعصفر یجوز ان کان رقیقا والماء غالب۔ (44)

یوہیں پانی میں پھٹکری مازو وغیرہ اتنے ڈالے کہ لکھنے کے قابل ہوجائے اس سے وضو جائز نہیں کہ اب وہ پانی نہیں روشنائی ہے۔ تجنیس پھر بحر الرائق پھر ہندیہ و ردالمحتار میں ہے:

و کذا اذا طرح فیه زاج او عفص وصار ینقش به لزوال اسم الماء عنه۔ (45)

اور اگر لکھنے کے قابل نہ ہو تو وضو جائز ہے۔ اگرچہ رنگ سیاہ ہوجائے کہ ابھی نام نہ بدلا۔ ہندیہ میں ہے:

اذا طرح الزاج او العفص فی الماء جاز الوضوء به ان کان لا ینقش اذا کتب کذا فی "البحر" ناقلا عن "التجنیس". (46)

فتاوی خانیہ میں ہے:

اذا طرح الزاج فی الماء حتی اسود لکن لم تذهب رقته جاز به الوضوء۔ (47)

حلیہ میں ہے:

صرح فی التجنیس بان من التفریع علی اعتبار الغلبة بالاجزاء قول الجرجانی اذا طرح الزاج او العفص فی الماء جاز الوضوء به ان کان لا ینقش اذا کتب فان نقش لا یجوز والماء هو

---

(42) الفتاوی الهندیة، کتاب الطهارة، الباب الثالث فی المیاه، الفصل الثانی، ج۱، ص۲۱

(43) صغیری، فصل فی بیان احکام المیاه، ص۵۰

(44) الفتاوی الهندیة، کتاب الطهارة، الباب الثالث فی المیاه، الفصل الثانی، ج۱، ص۲۱

والفتاوی الخانیة، کتاب الطهارة، فصل فی مالا یجوز به التوضی، ج۱، ص۹

(45) ردالمحتار، کتاب الطهارة، باب المیاه، مطلب فی حدیث ((لا تسموا العنب الکرم))، ج۱، ص۳۶۱

(46) الفتاوی الهندیة، کتاب الطهارة، الباب الثالث فی المیاه، الفصل الثانی، ج۱، ص۲۱

(47) الفتاوی الخانیة، کتاب الطهارة، فصل فی مالا یجوز به التوضی، ج۱، ص۹

المغلوب. (48)

یوہیں پانی میں چنے یا باقلا یا اور غلہ بھگویا یا کیچڑ گچ مٹی چونا مل گیا جب تک رقت باقی ہے وضو جائز ہے ورنہ نہیں ان سب کے جزئیات عامہ کتب مذہب میں مذکور ہیں۔

بدائع امام ملک العلماء میں ہے:

تغیر الماء المطلق بالطین او بالتراب او بالجص او بالنورۃ او بوقوع الاوراق او الثمار فیہ او بطول المکث یجوز التوضؤ بہ لانہ لم یزل عنہ اسم الماء وبقی معناہ ایضاً۔ (49)

تعریف مائے مطلق اور ان تمام جزئیات سے بخوبی روشن ہوگیا کہ مطلقاً تغیر اوصاف پانی کے مقید کرنے کو کافی نہیں تاوقتیکہ پانی کا نام نہ بدلے۔ جس پانی میں چنے بھگیے یا زعفران کی تھوڑی مقدار گھولی یا مازو وغیرہ اتنے ملائے کہ لکھنے کے قابل نہ ہو یا اسی قسم کے اور جزئیات جن میں جواز وضو کتب فقہ میں مصرح ہے کیا ان پانیوں کے اوصاف نہ بدلے؟ ضرور بدلیتو اگر مطلقاً تغیر اوصاف پانی کو مقید کر دیتا تو ان سے وضو جائز ہونے کی کوئی صورت نہ تھی اب اس کے بعض اور جزئیات نقل کرتے ہیں کہ اوصاف تینوں متغیر ہوگئے اور وضو جائز۔ کوئیں میں رسی لٹکتی رہی جس سے اس کا رنگ، مزہ، بو تینوں وصف بدل جائیں اس سے وضو جائز ہے۔

فتاویٰ امام شیخ الاسلام غزی تمرتاشی میں ہے:

سئل عن الوضوء والاغتسال بماء تغیر لونہ وطعمہ وریحہ بحبلہ المعلق علیہ الاخراج الماء فھل یجوز ام لا اجاب یجوز عند جمھور اصحابنا اھ (50) ملتقطا۔

موسم خزاں میں بکثرت پتے پانی میں گرنے کہ اس کے اوصاف ثلثہ کو متغیر کر دیا۔ اگرچہ رنگ اتنا غالب ہوگیا کہ ہاتھ میں لینے سے بھی محسوس ہوتا ہوا گر رقت باقی ہے صحیح مذہب میں وضو جائز ہے۔

سراج وہاج وفتاوائے عالمگیریہ وجوہرہ نیرہ وفتاوائے امام غزی تمرتاشی میں ہے:

فان تغیرت اوصافہ الثلثۃ بوقوع اوراق الاشجار فیہ وقت الخریف فانہ یجوز بہ الوضوء عند عامۃ اصحابنا رحمھم اللہ تعالٰی. (51)

---

(48) انظر: التجنیس والمزید، کتاب الطہارات، ج۱، ص۲۱۹۔۲۲۰

(49) بدائع الصنائع، کتاب الطھارۃ، مطلب الماء المقید، ج۱، ص۹۵

(50) فتاوی الامام الغزی، ص۴

(51) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطھارۃ، الباب الثالث في المیاہ، الفصل الثاني، ج۱، ص۲۱

نیز فتاوائے امام غزی میں مجتبیٰ شرح قدوری سے ہے:

لو غیرالاوصاف الثلثة بالاوراق ولم یسلب اسم الماء عنه ولا معناه عنه فانه یجوز التوضؤ به.(52)

عنایہ وحلیہ وبحر ونہر ومسکین وردالمحتار میں ہے:

المنقول عن الاساتذة انه یجوز حتی لو ان اوراق الاشجار وقت الخریف تقع فی الحیاض فیتغیر ماءها من حیث اللون والطعم والرائحة ثم انهم یتوضؤن منها من غیر نکیر.(53)

درمختار میں ہے:

وان غیر کل اوصافه فی الاصح ان بقیت رقته ای واسمه.(54)

ردالمحتار میں زیر قول فی الاصح فرمایا:

مقابله ما قیل انه ان ظهر لون الاوراق فی الکف لا یتوضؤ به لکن یشرب والتقیید بالکف اشارة الی کثرة التغیر لان الماء قدیری فی محله متغیرا لونه لکن لو رفع منه شخص فی کفه لا یراه متغیرا تامل.(55)

پانی میں کھجوریں ڈالی گئیں کہ پانی میں شیرینی آگئی مگر نبیذ کی حد کو نہ پہنچا تو بالاتفاق اس سے وضو جائز ہے۔

حلیہ وتبیین وہندیہ میں ہے:

الماء الذی القی فیه تمیرات فصار حلوا ولم یزل عنه اسم الماء وهو رقیق یجوز به الوضوء بلا خلاف بین اصحابنا.(56)

ان عبارات جلیلہ فقہائے کرام وائمہ اعلام سے واضح ہو گیا کہ محض تغیر اوصاف مانع وضو نہیں تاوقتیکہ شے دیگر مقصد دیگر کے لیے ہو کر نام آب نہ بدل جائے۔ اب مسئلہ مجوث عنہا میں اگر حقہ کو آب مستعمل یا ایسی چیز سے تازہ کیا کہ قابل وضو نہ تھی مثلاً گلاب یا عرق گاؤزبان یا عرق بادیان تو یہ سب تو پہلے ہی سے ناقابل وضو و اغتسال تھے اس میں حقہ کا کیا قصور نہ اس سے ہم نے وضو جائز بتایا۔ کلام اس میں ہے کہ پہلے سے قابل وضو تھا اور حقہ کی وجہ سے اگرچہ متغیر

(52) فتاوی الامام الغزی، ص ۵،۴

(53) العنایۃ، کتاب الطھارۃ، باب الماء الذی یجوز بہ الوضوء، ج ۱، ص ۶۳ (ھامش فتح القدیر)۔

(54) الدرالمختار، کتاب الطھارۃ، باب المیاہ، ج ۱، ص ۳۷۰

(55) ردالمحتار، کتاب الطھارۃ، باب المیاہ، مطلب فی ان التوضی من الحوض... الخ، ج ۱، ص ۳۷۰

(56) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطھارۃ، الباب الثالث فی المیاہ، الفصل الثانی، ج ۱، ص ۲۲۔

ہو گیا وہی حکم سابق رکھتا ہے اب اگر تازہ کرنے کے بعد ایک ہی چلم پیا گیا۔ تو اکثر ایسا ہوتا ہے کہ اوصاف کا تغیر بالکل محسوس نہیں ہوتا اس جواز وضو میں کیا کلام ہوسکتا ہے اور جہاں تغیر ہوا، اگرچہ سب اوصاف کا مگر جب تک رقت باقی ہے بحکم نصوص ائمہ وعلمائے مذہب کسی حنفی کو کلام نہ ہونا چاہیے کہ مائے مطلق کی تعریف اس پر صادق کہ رقت باقی اور کسی ایسی شے کا خلط بھی نہ ہوا جو مقدار میں زائد ہو نہ شے دیگر مقصد دیگر کے لیے ہو کر نام آب متغیر ہوا کہ ہر شخص اس کو پانی ہی کہتا ہے معترض بھی تو یہی کہہ رہے ہیں کہ حقہ کا پانی پاک کر دیا۔

تنویر الابصار و در مختار میں ہے:

(یجوز بماء خالطه طاهر جامد) مطلقا (کفا کهة وورق شجر) وان غیر کل اوصافه (فی الاصح ان بقیت رقته) ای واسمه۔ (57)

غرر میں ہے:

یجوز وان غیر اوصافه جامد کزعفران وورق فی الاصح۔ (58)

نور الایضاح میں ہے:

لا یضر تغیر اوصافه کلها بجامد کزعفران۔ (59)

رہا یہ کہ اس کا تلفظ حقہ کی طرف اضافت کر کے ہوتا ہے اس سے اس پانی کا مقید ہونا لازم نہیں جیسے گھڑے کا پانی، دیگ کا پانی یہ اضافت اضافت تعریف ہے نہ تقیید جیسے

ماء البئر ماء البحر ماء الزعفران۔

تبیین میں ہے:

اضافته الی الزعفران ونحوه للتعریف کاضافته الی البئر۔ (60)

شلبیہ علی الزیلعی میں ہے:

اضافته الی الوادی والعین اضافة تعریف لا تقیید لانه تتعرف ما هیته بدون هذه

---

(57) تنویر الابصار والدر المختار، کتاب الطهارة، باب المیاه، ج ۱، ص ۳۶۹۔

(58) غرر الاحکام، کتاب الطهارة، فرض الغسل، ج ۱، ص ۲۱

(59) نور الایضاح، کتاب الطهارة، ص ۴

(60) تبیین الحقائق، کتاب الطهارة، ج ۱، ص ۷۹

الاضافة. (61)

اگر یہ خیال ہو کہ اس میں بدبو ہوتی ہے اس وجہ سے ناجائز ہو تو اولاً: مطلقاً یہ حکم کہ حقہ کے پانی میں بدبو ہوتی ہے غلط ہے۔ ثانیاً: مدار آب مطلق و مقید پر ہے خوشبو بدبو کو کیا دخل زعفران اگر پانی میں اتنا ملا کہ رنگنے کے قابل ہو گیا اس سے وضو نا جائز ہے اگرچہ خوشبو رکھتا ہے۔ گلاب خوشبو رکھتا ہے مگر عامہ کتب مذہب میں ہے کہ گلاب سے وضو نا جائز۔

ہدایہ وخانیہ میں ہے: لا بماء الورد. (62)

منیہ وغنیہ میں ہے:

لایجوز الطهارة الحکمية بماء الورد وسائر الازهار. (63)

پتے پانی میں گرے کہ اوصاف ثلثہ میں تغیر آ گیا تو اس میں کیا بدبو نہ ہوگی اور نصوص مذہب سے یہ ثابت کہ اس پانی سے وضو جائز۔ رسی کوئیں میں لٹکتی رہی اور پانی کے اوصاف ثلثہ رنگ، بو، مزہ سب بدل گئے اس کا جزئیہ سن چکے کہ امام شیخ الاسلام غزی تمرتاشی فرماتے ہیں کہ وضو جائز، کولتار پانی میں پڑ گیا جس سے اس میں سخت بدبو آ گئی اگر گاڑھا نہ ہوا وضو جائز ہے۔

فتاوائے زینیہ میں ہے:

سئل عن الماء المتغیر ریحه بالقطران یجوز الوضوء منه ام لا اجاب نعم یجوز. (64)

متعدد کتابوں کی تصریحیں ذکر کی گئیں کہ صرف تغیر اوصاف ثلثہ مانع جواز وضو نہیں کسی نے اس کو خوشبو یا بدبو سے مقید نہ کیا، لہٰذا حکم مطلق پر ہے وللہ الحمد تو جب ان براہین لائحہ سے ثابت ہوا کہ یہ پانی طاہر و مطہر ہے تو مثلاً کسی نے موتھ ہاتھ دھو لئے تھے اور پاؤں باقی تھا کہ پانی ختم ہو گیا اور وہاں دوسرا پانی نہیں کہ وضو کی تکمیل کرے اور اس کے پاس حقہ میں اتنا پانی موجود ہے کہ پاؤں دھونے کو کفایت کرے یا اس کے پاس دوسرا پانی بالکل نہیں ہے اور حقہ کا پانی اعضائے وضو کو کافی ہے تو بوجہ دوسرے پانی نہ ہونے کے تیمم کا حکم ہرگز نہیں دیا جا سکتا، کہ

اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

﴿فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا﴾ (65)

---

(61) حاشیۃ الشلبی علی تبیین الحقائق، کتاب الطھارۃ، ج۱، ص۷۹

(62) الھدایۃ، کتاب الطھارات، باب الماء الذی یجوز بہ الوضوئ، ومالا یجوز، ج۱، ص۲۰

(63) منیۃ المصلی وغنیۃ المتملی فصل فی بیان احکام المیاہ، ص۸۹۔

(64) الفتاوی الزینیۃ، کتاب الطھارۃ، ص۳ (ھامش الفتاوی الغیاثیۃ)۔

(65) پ۵، النساء: ۴۳۔

پانی نہ پاؤ تو پاک مٹی پر تیمم کرو۔

اوراس کے پاس پانی تو موجود ہے اب معترضین ہی بتائیں کہ اگر وہ پانی پاتے ہوئے اس سے تکمیل وضو نہ کرے اور تیمم کرلے تو اس نے حکم الٰہی کا خلاف کیا یا نہیں اس کا تیمم باطل ہوا یا نہیں ضرور اس نے حکم الٰہی کا خلاف کیا اور ضرور اس کا تیمم باطل ہوا البتہ اگر وقت ختم ہونے میں عرصہ ہو اور اس پانی میں بدبو آگئی تھی، تو اتنا وقفہ لازم ہوگا کہ بو اڑ جائے کہ حالت نماز میں اعضا سے بو آنا مکروہ ہے اور اس حالت میں مسجد میں جانے کی اجازت نہ ہوگی کہ بدبو کے ساتھ مسجد میں جانا حرام ہے۔ کچے لہسن، پیاز کی نسبت حدیث میں ارشاد ہوا:

((من اکل من ھذہ الشجرۃ المنتنۃ فلا یقربن مسجدنا فان الملئکۃ تتأذی مما یتأذی منہ الانس.)) (66)

جو اس درخت بودار سے کھائے وہ ہماری مسجد کے قریب نہ آئے کہ ملئکہ اس چیز سے اذیت پاتے ہیں جس چیز سے آدمی کو اذیت پہنچتی ہو۔ رواہ البخاری و مسلم عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ.

نیز ارشاد ہوا:

((ولا یمر فیہ بلحم نیء)) (67)

مسجد میں کچا گوشت لے کر کوئی نہ گزرے۔

---

(66) صحیح مسلم، کتاب المساجد ومواضع الصلاۃ، الحدیث: ۵۶۴، ص ۲۸۲

(67) سنن ابن ماجہ، أبواب المساجد والجماعات، باب ما یکرہ في المساجد، الحدیث: ۷۴۸، ج۱، ص ۴۱۳

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

مسجد کو بو سے بچانا واجب ہے، ولہذا مسجد میں مٹی کا تیل جلانا حرام، مسجد میں دیا سلائی سلگانا حرام، حتی کہ حدیث میں ارشاد ہوا:

وان یمر فیہ بلحم نیء ۳۔ یعنی مسجد میں کچا گوشت لے جانا جائز نہیں،

(۳۔ سنن ابن ماجہ، ابواب المساجد، باب ما یکرہ فی المساجد، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی، ص ۵۵)

حالانکہ کچے گوشت کی بو بہت خفیف ہے تو جہاں سے مسجد میں بو پہنچے وہاں تک ممانعت کی جائے گی، مسجد عام جماعت کیلئے بنائی جاتی ہے اور جماعت ہر مسلمان پر واجب ہے یہاں تک کہ ترک جماعت پر صحیح حدیث میں فرمایا: ظلم ہے اور کفر ہے۔ اور نفاق یہ کہ آدمی اللہ کے منادی کو پکارتا سنے اور حاضر نہ ہو۔

صحیح مسلم شریف میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ہے: لو صلیتم فی بیوتکم کما یصلی ھذا المتخلف لترکتم سنۃ نبیکم ولو ترکتم سنۃ نبیکم لضللتم ۱۔ وفی روایۃ ابی داؤد لکفرتم ۲۔ یعنی اگر مسجد میں جماعت کو حاضر نہ ہوگے اور گھروں میں نماز پڑھو گے تو گمراہ ہوجاؤ گے ایمان سے نکل جاؤ گے (اور ابوداؤد کی روایت میں ہے ←

درمختار میں ہے:

واکل نحو ثوم. (68)

اس پر ردالمحتار میں فرمایا:

ای کبصل ونحوہ مما لہ رائحۃ کریھۃ للحدیث الصحیح فی النھی عن قربان آکل الثوم والبصل. (69)

اسی وجہ سے مٹی کا تیل اور وہ دیا سلائیاں جو جلتے وقت بدبو دیتی ہیں مسجد میں جلانا حرام ہے۔

ردالمحتار میں ہے:

قال الامام العینی فی شرحہ علی "صحیح البخاری" قلت علۃ النھی اذی الملئکۃ و اذی المسلمین ولا یختص بمسجدہ علیہ الصلوۃ والسلام بل الکل سواء لروایۃ مساجدنا بالجمع خلافا لمن شذ ویلحق بما نص علیہ فی الحدیث کل مالہ رائحۃ کریھۃ ما کولا اوغیرہ وانما خص الثوم ھھنا بالذکر وفی غیرہ ایضا بالبصل والکراث لکثرۃ اکلھم لھا و کذلک الحق بعضھم بذالک من بفیہ بخراوبہ جرح لہ رائحۃ و کذلک القصاب والسماک والمجذوم والابرص اولی بالالحاق اھ.(70)

تم کافر ہوجاؤ گے۔ت) (۱؎ صحیح مسلم، کتاب المساجد، باب فضل صلوۃ والجماعۃ وبیان التشدید الخ، قدیمی کتب خانہ کراچی، ۱/ ۲۳۲)

(۲؎ سنن ابوداود، کتاب الصلوۃ، باب التشدید فی ترک الجماعۃ، آفتاب عالم پریس لاہور، ۱/ ۸۱)

بایں ہمہ صحیحین کی حدیث میں ارشاد ہوا: من اکل من ھذہ الشجرۃ الخبیثۃ فلا یقربن مصلانا ۳؎۔ جو اس گندے پیڑ میں سے کھالے یعنی کچا پیاز یا کچا لہسن وہ ہماری مسجد کے پاس نہ آئے۔ اور فرمایا: فان الملئکۃ تتأذی مما یتأذی منہ بنوادم ۴؎۔

(۳؎ صحیح مسلم، کتاب المساجد، باب نہی من اکل ثوما الخ، قدیمی کتب خانہ کراچی، ۱/ ۲۰۹)

(۴؎ صحیح مسلم، کتاب المساجد، باب نہی من اکل ثوما الخ، قدیمی کتب خانہ کراچی، ۱/ ۲۰۹)

یعنی یہ خیال نہ کرو کہ اگر مسجد خالی ہے تو اس میں کسی بو کا داخل کرنا اس وقت جائز ہو کہ کوئی آدمی نہیں جو اس سے ایذا پائے گا ایسا نہیں بلکہ ملائکہ بھی ایذا پاتے ہیں اس سے جس سے ایذا پاتا ہے انسان۔ مسجد کو نجاست سے بچانا فرض ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(فتاوی رضویہ، جلد ۱۶، ص ۲۳۲۔ ۲۳۳ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(68) الدرالمختار، کتاب الصلاۃ، باب ما یفسد الصلاۃ وما یکرہ فیھا، ج ۲، ص ۵۲۵

(69) ردالمحتار، کتاب الصلاۃ، باب ما یفسد الصلاۃ وما یکرہ فیھا، مطلب فی الغرس فی المسجد، ج ۲، ص ۵۲۵

(70) ردالمحتار، کتاب الصلاۃ، باب ما یفسد الصلاۃ وما یکرہ فیھا، مطلب فی الغرس فی المسجد، ج ۲، ص ۵۲۵

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا محمد وآلہ وصحبہ وابنہ وحزبہ اجمعین والحمد للہ رب العالمین واللہ سبحٰنہ وتعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم۔

آب قلیان کی طہارت وطہوریت اور اس بارے میں کہ بحال ضرورت جب اور پانی نہ مل سکے اس سے تکمیل لازم اور اس کے ہوتے تیمم باطل اور بلاضرورت بحال بدبو طہارت میں اس کا استعمال ممنوع اور جب تک بو نہ زائل ہو نماز مکروہ اور مسجد میں جانا حرام۔ مولانا مولوی امجد علی صاحب قادری اعظمی سلمہ کی یہ تحریر صحیح اور اس کا خلاف جہل صریح یا اعناد قبیح جس سے اجتناب ہر مسلمان پر فرض قطعی۔ واللہ تعالیٰ اعلم. فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم. لك الحمد یا اللہ. والصلوٰۃ والسلام علیك یا رسول اللہ.

حقہ کے پانی کی طہارت وطہوریت ظاہر کتب فقہ سے اس کی پاکی تطہیر صاف و باہر حضرت مولانا مولوی امجد علی صاحب قادری اعظمی مدظلہ نے ایسی تحقیق انیق فرمائی ہے کہ مخالف جاہل ہے، تو امید قوی کہ قبول حق کرے، معاند ہے توسکوت سے کام لے۔

رَبَّنَا افْتَحْ بَیْنَنَا وَبَیْنَ قَوْمِنَا وَاَنْتَ خَیْرُ الْفَاتِحِیْنَ۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ المالك الناصر السید محمد وسلم

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم۔

آب حقہ کی طہارت وطہوریت میں اور بروقت ضرورت اس کا استعمال جائز ہونے میں جیسی توضیح کامل کتب فقہ سے جناب مولانا مولوی امجد علی صاحب اعظمی الرضوی مدفیوضہ العالی نے فرمائی ہے بلا شک وشبہہ نہایت ہی درست و بجا ہے باوجود ایسی تحقیق انیق کے بھی اس سے انکار کرنا سراسر جہل وخطا ہے حضرت مولانائے موصوف نے اس مسئلہ کے متعلق بفضلہٖ تعالیٰ کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں فرمایا ہے اور ہر پہلو پر کامل غور فرما کر شرح وبسط کے ساتھ اس کا فیصلہ فرمادیا ہے مسلمان کو لازم ہے کہ کسی ایسی بات پر جس کا اسے اس سے پہلے علم نہ ہو سن کر ضد وانکار نہ کرے بلکہ نہایت نیک نیتی سے تحقیق سے کام لے مجھ کو مولانا کی اس تحریر اور پھر اس پر دیگر علمائے اکابرین دامت برکاتہم کی تصدیقات سے قطعاً اتفاق ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

الحق ان الحق فی ھذہ الصورۃ مع العلامۃ المجیب الفاضل اللبیب الحضرۃ مولنا امجد علی صاحب القادری الرضوی سلمہ اللہ تعالیٰ والحق احق ان یتبع

جو کچھ حضرت مولانا الحکیم حامی سنت ماحی بدعت عالم لوذعی فاضل یلمعی مولوی امجد علی صاحب قادری رضوی نے تحریر فرمایا ہے وہی صواب وصحیح وحق صریح ہے۔

فقط فقیر قادری حکیم عبد الاحد خادم مدرسۃ الحدیث پیلی بھیت تلمیذ مولانا وصی احمد صاحب قبلہ محدث سورتی قدس سرہ العلی بجاہ النبی الامی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

ما اجاب به العالم النبيل و الفاضل الجليل مولانا المولوى محمد امجد على صاحب فهو حق صريح ابو سراج عبد الحق رضوى تلميذ مولانا المولوى محمد وصى احمد محدث سورتى غفر الله العلى۔

بسم الله الرحمن الرحيم وبحمده وعونه فكل ما حرره العالم العليم و الذى هو للقلوب حكيم قوى حضرت مولانا و بالفضل اولانا جناب المولوى امجد على حرسه ربه القوى و نصره على كل مخالف غبى . بجاه حبيبه النبى العربى صلى الله عليه وسلم فهذا تحرير الطهارة ماء القليان بعد استعماله فيه لا شك فى طهارته و طهوريته كما هو فى الاصل وانا الحقير سيد محمد حسن السنوسى المدنى الحنفى المجددى عفى عنه۔

مبسملا و حامدا و محمداً (جل وعلا) و مصلّياً و مسلما محمداً (صلى الله عليه وسلم)

حضرت مولانا امجد علی صاحب دامت برکاتہم نے مسائل طہارت میں، بہارِ شریعت جیسی جامع کتاب تالیف فرما کر مسلمانان ہند پر احسان عظیم فرمایا ہے جس کے شکریہ سے عہدہ برا ہونا دشوار۔ دعا ہے کہ رب العزت جل مجدہ مولانا موصوف کو اجر جزیل مرحمت فرمائے۔ آب قلیان کی طہارت وطہوریت کا ثبوت بدلائل ساطعہ اس فتویٰ میں دیا گیا کتاب مذکور میں صرف اس قدر مسطور ہے کہ اس کے ہوتے ہوئے تیمم جائز نہیں نہ یہ کہ خواہ مخواہ اسی سے وضو کیا جائے درصورتیکہ اس سے بہتر پانی موجود ہو۔ اس پر جرح کرنا صرف ان ہی اصحاب کا کام معلوم ہوتا ہے جن کا مقصود بغض فتنہ انگیزی ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اکمل واتم۔

فقیر محمد عبد العلیم الصدیقی قادری عفی عنہ